نعت نامے

بنام صبیح رحمانی

[جدید ایڈیشن مع اصلاحات واضافات]

ترتیب و تحقیق

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نعت نامے

بنام صبیح رحمانی

نعت نامے

بنام صبیح رحمانی

ترتیب و تحقیق

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق

نعت ریسرچ سینٹر، کراچی

ضابطہ

نام کتاب	:	نعت نامے بنام صبیح رحمانی
ترتیب وتحقیق	:	ڈاکٹر محمد سہیل شفیق [Cell No. 03002268075] [E-mail:msshafiq@uok.edu.pk]
بارِاول	:	رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ / جولائی ۲۰۱۴ء
بارِدوم	:	شوال المکرّم ۱۴۴۴ھ / مئی ۲۰۲۳ء
صفحات	:	xxxii + ۸۶۶
قیمت	:	پانچ ہزار روپے
ناشر	:	**نعت ریسرچ سینٹر**

بی۔۳۰۶، بلاک ۱۵، گلستانِ جوہر، کراچی۔ رابطہ نمبر: 03322668266
E-mail: sabeehrehmani@gmail.com

ISBN: 978-969-8918-87-3

ش ف ی

۸۹۱.۴۳۹۶ نعت نامے بنام صبیح رحمانی / مرتب: ڈاکٹر محمد سہیل شفیق۔۔
کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۲۳ء۔
۸۶۶ ص
آئی ایس بی این: 978-969-8918-87-3
۱۔رسالہ۔نعت رنگ (کتابی سلسلہ)۔ ۲۔خطوط۔
I۔مرتب

انتساب

برادرم **نوید احمد خان** کے نام

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[۱۹/۹۶]

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے پیدا فرمادے گا خدائے مہربان ان کے لیے محبّت۔

سہیل

فہرست

نعت نامے: بنام صبیح رحمانی

مکتوب نگاری ایک دلچسپ مشغلہ ہے ایک ایسا مشغلہ جسے اب با قاعدہ فن کا درجہ حاصل ہے۔ مرزا غالب کے لفظوں میں یہ مراسلے کو مکالمے بنانے کا ہنر ہے۔ مکاتیب اپنی دلچسپی کے سبب قابلِ مطالعہ (Readable) تو ہوتے ہی ہیں لیکن بعض اوقات اہم معلومات، عارفانہ نکات، اور مختلف فکری وفنی میلانات کے مظہر بھی ہوتے ہیں ان کی اہمیت لکھنے والوں کے علمی وادبی مرتبے اور طرزِ اظہار کے سبب ہوتی ہے۔ زیرِنظر کتاب میں شامل مکاتیب کی اہمیت اس حوالے سے ہے کہ ان سب کا مرکزی موضوع نعت ہے، اس حوالے سے یہ دنیا کی کسی زبان میں ایک صنف (نعت) اور اس سے وابستہ امور ومسائل کے بارے میں پہلی اہم اور ضخیم تالیف ہے جس میں شامل مکاتیب کی تعداد آٹھ سو کے قریب ہے۔ یہ مکاتیب گزشتہ دوعشروں میں بغیر کسی منصوبہ بندی کے فطری انداز میں مختلف اور متنوع افراد اور شخصیات کی طرف سے لکھے گئے۔ ان مکاتیب کے مخاطب صبیح رحمانی ہیں۔ نعت کے حوالے سے منفرد رسالے 'نعت رنگ' کے مدیر، جو بقول شاعر:

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

نعت رنگ کے ذریعے فروغ نعت کے لیے یہ ارادہ اور آغازِ سفر تنہا صبیح رحمانی کا تھا، منزل- صنفِ نعتِ رسول اکرم ﷺ کی ہمہ پہلو خدمت تھا بلاشبہ اس ارادے اور آغازِ سفر کے عقب میں کئی دردمندوں کی دعائیں اور مجھ ایسے سہل کوشوں کی تمنائیں تھیں، مگر یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کسی لمبے اور مشکل سفر پر روانہ ہو، مسافر ضد کا پکا ہو اور وہ مضبوط انا اور ارادہ کا مالک ہو اور اپنی آنکھیں اپنی اکلوتی خواہش کے افق پر جمائے ہوئے ہو۔ سفر کا پورا رخت بھی نہ رکھتا ہو مگر اپنے عزم کو ہی رختِ سفر جانتا ہو تو بڑے بوڑھے اسے کچھ نیم دلی سے اور کچھ خوش دلی سے سفر پر روانہ کر دیتے ہیں۔ کچھ ایسا ہی آغازِ سفر ''نعت رنگ'' کے تنہا مسافر کا تھا پھر جب یہ سفر آغاز ہوا تو دائیں بائیں، دور ونزدیک، اپنے وطن اور وطن سے باہر، بزرگ جوان، اہلِ قلم، اہلِ ذوق، شاعر، محقق، ناقد، ریسرچ سکالر، اساتذہ، معاصر اور بزرگ نعت کار، نعت دوست، ثناء سرشت، مدحت زادرویوں کے حامل اہلِ دل سب اس قافلے میں ملتے گئے اور نعت رنگ کے تنہا مسافر نے دیکھا کہ اس کے ساتھ اب پورا ایک کارواں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ فروغِ خیر کا کام کسی سے بھی لے لے تنقیداتِ نعت کے حوالے سے معاصر ادبی اور تنقیدی میلانات، رجحانات اور احساسات کی جمع آوری کی جو مثبت، بلاتعصّب اعلیٰ اور ادبیات عالیہ کے اعلیٰ معیار کے مطابق خدمت صبیح کے حصے میں آئی یہ ایک منفرد کام ہے اس کی مثال ماضی کی ادبی تاریخ اور معاصر ادارتی شخصیات میں نظر نہیں آتی۔

زیرِ نظر ''نعت نامے'' اسی دورانِ سفر کا حال واحوال لیے ہوئے ہیں۔ اس مسافر کو اب تک کے طے کردہ مسافت میں جو مشورے،

پندونصائح، سفرِنعت کے بارے میں تاکیدوتوجہ اوراحتیاط وتجاویز کےحوالے سے جوفرمودات ونگارشات ملیں ان میں سے جومحفوظ رہ گئیں وہ اس کتاب میں موجود ہیں۔ یہ مجموعۂ مکاتیب نعتِ رسول اکرم ﷺ کے بارے میں ایک ایسے اہم عہدِادب کی جھلک لئے ہوئے ہے جو بیسویں صدی کے آخری اوراکیسویں صدی کے پہلے عشرے یعنی دوصدیوں کے درمیانی نعت کے حوالے سے اُن درخشاں سالوں پرمحیط ہے۔جن میں صنفِ نعت اوراس سے متعلّقہ موضوعات ومسائل کے حوالے سے رجحان ساز ادبی کام ہُوا، ویسے تو نعت کے حوالے سے گزشتہ صدی کے آخری ربع میں تنقیداتِ نعت اور منتخباتِ نعت کے حوالے سے کئی کتابیں اوررسائل کے نعت نمبر چھپنا شروع ہوگئے تھےمگراس صنف جسے بعض ناقدین اور مدیران' موضوعِ محض' سمجھ کر مسلسل نظرانداز کئے ہوئے تھے اپنے فنی محاسن اوراعلیٰ تخلیقی اقدار کے حامل نمونوں کی موجودگی کے باعث اب اِس طرف متوجہ ہونا شروع ہوگئے تھے ...... ایسا صنفِ نعت کی تخلیق، تنقید، تدوین اور تحقیق میں مقداراورمعیار دونوں حوالوں سے ہُوااوراِن عشروں میں اس صنف نے سال بہ سال اور عشرہ بہ عشرہ اپنے سفر کا ہرقدم جست نماانداز میں طے کیا۔

یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ نعت کی صنف جب کبھی ماضی میں بھی باکمال ہنروروں کے ہاتھوں تخلیقی مراحل سے گزری تو محاسنِ شعری کی اعلیٰ اقداراورروایات سے مزین رہی محسن کاکوری کے نعتیہ قصائداورمثنویاں ان تمام اعلی صفات ومحاسن سے مملو ہیں جنہیں شعری اسلوب کی جان کہاجاتا ہے۔بیسویں صدی کے پہلے ربع تک امیر مینائی، مولانااحمدرضاخان، علامہ محمداقبال جیسے باکمال اورمعروف ہنروروں کے ساتھ بیسوؤں اورشاعروں نے بھی صنفِ نعت کے فکری وفنی آفاق وسیع کئے۔مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تنقیدِنعت کے ایک باقاعدہ دبستان کی شکل ''نعت رنگ'' کی صورت میں سامنے آئی جس میں اس صنف کے مختلف پہلوؤں کوزیرِمطالعہ لایا گیا۔معاصر نعت گوشاعروں کے ساتھ ساتھ کلاسیکی نعتیہ رویّوں، کتابوں، شاعروں اورنعت پاروں کا بھی جائزہ لیا گیا۔یوں ''نعت رنگ'' ایک ایسے فورم اور پلیٹ فارم کی شکل اختیارکرگیا جہاں نعت کاروں کو اپنے تنقیدی خیالات وافکار کے باضابطہ اورمستقل اظہار کی سہولیات میسر ہوئیں۔

زیرِنظرکتاب میں شامل نعت نامے بھی 'نعت رنگ' ہی کی عطا ہیں۔ان مکاتیب کے لکھنے والوں میں اہلِ قلم، اساتذہ، نعت نگار، محقق اور دوسرے وہ باذوق دوست احباب اوراہلِ علم شامل ہیں جوشعروادب، سیرت ونعت رسولِ اکرم ﷺ اورتنقیدی مطالعہ سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ان مکاتیب میں سے کئی ''نعت رنگ'' میں شائع ہوچکے ہیں اورکئی پہلی باراس کتاب میں اشاعت پذیر ہورہے ہیں۔ان مکاتیب میں اگرچہ کہیں کہیں مکتوب نگاروں کے صبیح رحمانی سے دوستی اور تعلق کے ذاتی حوالوں کا ذکر بھی ہےمگران کا غالب موضوع نعت، تنقیداتِ نعت کے ادب آداب، امورومسائل اوراس صنف کے دوسرے پہلوؤں کے مطالعہ سے ہے۔

ان مکاتیب میں جن امورومسائل کی نشاندہی ہوئی ہے وہ اہم ہی نہیں اردونعت کے مستقبل کے حوالے سے مکالمے کے وسیع امکانات لیے ہوئے ہیں۔ ہردور میں جزوی طور پر یاوضاحت کے ساتھ ان نکات پرمزید گفتگو ہوسکتی ہے مکالمہ درمکالمہ ان میں سے کئی مضامین وموضوعات پر تلاش وتحقیق سے مقالے تحریر ہوسکتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مکاتیب میں فطری طور پربعض ایسے امور درآتے ہیں جن کی گہرائی کا اکثر اوقات کہنے والے کوبھی پتہ نہیں ہوتا، پڑھنے والے کی آنکھ کبھی پہلی بار پڑھتے ہوئے اورکبھی کئی سالوں بعداس سے کئی کارآمد، مفید مطلب اور مکالمہ خیز مباحث اخذ کرلیتی ہے۔

صبیح رحمانی کے نام لکھے گئے یہ مکاتیب ہماری معاصر نعتیہ تاریخ کے کئی اہم پہلوؤں سے عبارت ہیں۔اس کتاب میں ان کی جمع آوری ہمارے نعتیہ منظرنامے میں کئی مباحث اورمکالموں کے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔اِنہیں بہ یک نظر پڑھنے سے نہ صرف قاری کا مطالعہ وسیع ہوتا ہے

اوراس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قاری اپنی ذہنی بساط اوراثر پذیری کی صلاحیت کے سبب کسی آتے زمانے میں انہیں پڑھتے ہوئے تخلیقی تجربے کی سعی مکرر سے بھی گزر سکتا ہے۔ سعیِ تخلیقِ مکرّر (Recreative Effort) کبھی کبھار اِک جبلّی جذبے کی طرح زندہ قاری کے دل ودماغ پر وارد ہوا کرتی ہےاوروہ برسوں پہلے لکھی ہوئی تحریروں سے بھی بالکل نئے اورتروتازہ مفاہیم اخذ کرلیتا ہے۔

مجھے امید ہے صبیح کے نام لکھے گئے ان مکاتیب کا مطالعہ آج اور آتے سالوں میں بھی تخلیق سرشت اور تحقیق نژاد ذہنوں پر مکالموں کے کئی نئے دَر وا کرے گا۔ یہ کتاب بے شمار اہلِ قلم، اہلِ ثنا، اہلِ درد، اہلِ تنقید، اہلِ تحقیق اور اہلِ ذوق حضرات کے محسوسات، مطالعات اور نتائج فکر کو مہمیز کرتی ہے ان مکاتیب میں فروغِ نعت کی مخلصانہ کوششوں کے ساتھ ادبیات کے صالح اور خیرانگیز رویّوں کے فروغ کی خوش نیتی بھی موجود ہے۔ مجھے امید ہے ان حُب ناموں اوراخلاص نوشت تحریروں سے نعتیہ ادب کے بارے میں سنجیدہ فکری مطالعات سامنے آئیں گے۔ امید ہے مستقبل کے نعت کاران اپنے نعتیہ موضوعات، مضامین پر تنقیدی وتحقیقی کام کرتے ہوئے ان مکاتیب کو بھی ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال کریں گے اوران مکاتیب کے لکھنے والوں کے ذہنی میلانات کا تنوع کئی اہم نعتیہ امور ومسائل پر مباحث کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

مکاتیب میں غیر محسوس طور پر ایک علمی بحث اور تہذیبی مکالمے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ غیر ارادی طور پر مجلسی تنقید کے کئی راستے کھلتے ہیں۔ نعت جوایسی تنقید کے ابتدائی عشروں میں ہے اُسے اپنے فکری وفنی امکانات کی تلاش میں تسلسل کے ساتھ ایسے مکالموں اور سنجیدہ مباحث کی ضرورت ہے۔ جن میں مختلف مذہبی مسالک اور وابستگیوں، ذہنی میلانوں، شعری دبستانوں، لسانی حلقوں اور متنوع لب ولہجہ کے ادب دوست بے تکلفی مگر گفتگو کے ادب وآداب اوراس صنف کے وقار اور احترام کا خیال رکھتے ہوئے حصہ لیں...... بات سے بات چلے...... چراغ سے چراغ جلے اور یوں نعت کے ضمن میں اجتماعی دانش کے ظہور کی صورت گری ہو۔

نعت نامے ''بنام صبیح رحمانی'' کی جمع آوری سے ایسی صورت گری کا ایک رُخ اور قرینہ سامنے آیا ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں نعت کاروں میں جو خط وکتابت ہوتی رہی ہے۔ اگروہ سامنے آئے تو نعت کے باب میں مختلف لوگوں کے ذہنی رجحانات، باہمی رویوں، آپس کے تعلّقات اور ذاتی امور و مسائل کے ساتھ نعت، تخلیقِ نعت، تنقیدِ نعت، اشاعتِ نعت، اور تشہیر وفروغِ نعت کے باب میں کی گئی مساعی، نعتیہ تحقیق کے دائرے کو وسیع کرے گی۔

نعت ناموں کی ترتیب کا جو سلسلہ اس کتاب سے آغاز ہورہا ہے، ہماری ادبی مکاتیب نگاری میں ایک منفرد اضافہ اورنعت کے ضمن میں ایک خوش آئند اور تازہ روایت کا طلوع ہے۔ اگر ہمارے اہلِ قلم، مدیرانِ رسائل، نعت گو شاعر اور ناقد اپنے ذاتی ریکارڈ میں جمع ایسی مراسلاتی تحریروں کی جمع آوری کی کوئی سبیل نکالیں یا ہمارے ریسرچ سکالر اُن سے یا اُن کے لواحقین سے رابطہ پیدا کرکے نعت ناموں کی جمع آوری کی اس روایت کو آگے بڑھائیں تو کتنا بڑا علمی سرمایہ ہماری ذاتی فائلوں سے نکل کر تنقید کے رواں اجتماعی دھارے میں آجائے گا۔ مثلاً نعت نامے بنام حفیظ تائب...... نعت نامے بنام عبدالعزیز خالد...... نعت نامے بنام صوفی محمد افضل فقیر...... نعت نامے بنام حافظ لدھیانوی...... نعت نامے بنام ابوالخیر کشفی........ نعت نامے بنام ادیب رائے پوری...... نعت نامے بنام سید رفیع الدین اشفاق....... نعت نامے بنام عاصی کرنالی مرحوم وغیرہ........ اسی طرح نعت نامے بنام راجہ رشید محمود صاحب وغیرہ....... جو یقیناً وقیع اور اہم نعتیہ سرمائے پر مشتمل ہوں گے اسی طرح اگر...... بنام....... کی جگہ از........ لگا لیا جائے تو ایسے مراسلات کی جمع آوری بھی ضروری ہے۔ نعتیہ خطوط کو یوں مکتوب نگار وار بھی اکٹھا کرنے کی سبیل نکل سکتی ہے۔ جو یقیناً تنقیدِ نعت کے مستقبل کی صورت گری کے لئے نہایت کار آمد ہوگی۔

صبیح رحمانی کی طرف سے نعت ناموں کی تحفیظ کا جو آغاز ہورہا ہے اِس پر وہ اور اِس کتاب کے مرتب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ڈاکٹر محمد سہیل

شفیق ترتیب وتدوین کے کام سے آشنا ہیں۔انھوں نے ’’نعت رنگ‘‘ کا اشاریہ بھی مرتب کیا ہے۔ پہلے ۲۰ شماروں کے مضامین ومقالات، مصنّفین، تخلیقات (حمدونعت) اوردیگر شعبوں کے حوالے سے چھپنے والی تحریروں کی نشاندہی کی ہے۔مطالعاتِ نعت کے ذیل میں ’’نعت رنگ‘‘ کے اس اشاریے کواہم حوالے کی حیثیت حاصل ہےاورنعت کے ریسرچ اسکالرز مختلف جامعات میں ڈاکٹر سہیل کے اس اشاریے سے استفادہ کررہے ہیں۔

ڈاکٹر سہیل نے شائستگی کے ساتھ ان مکاتیب کومرتب کیا ہےاورخوش سلیقگی کے ساتھ انہیں اس کتاب میں پیش کیا ہے۔اس کارکردگی میں ترتیب وپیش کش سے اشاعت تک کے مراحل میں ایک قرینہ موجود ہےجس کے پیچھے سہیل شفیق کی محنت جھلک رہی ہے۔امید ہےتنقیداتِ نعت سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم نہ صرف اس مجموعۂ مکاتیب کی اشاعت سے خوشی کا اظہار کریں گے بلکہ ان کے مندرجات سے استفادہ بھی کریں گے جو اپنے اندر وسیع تنقیدی نکات واشارات لیے ہوئے ہیں۔میں سہیل شفیق کواس ترتیب پرمبارکباد پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ انہیں نعت کے ضمن میں مزیدتوفیقات عطافرمائے۔(آمین)ان کے لیےایک رباعی ہے:

ہم کار، خوب آشنا، مہذب کرتا
یہ کام سہیؔل سا مقرب کرتا
کون اور اس قرینۂ و عقیدت سے یوں
مکتوب صبیؔح کے مرتب کرتا

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔یہ نعت نامے دراصل ’نعت رنگ‘ کا فیضان ہیں، اُسی سعی جمیل کاتسلسل جس کا آغاز صبیح رحمانی نے کیا ہے اورجس کی لوکوسربلند رکھنے کے لئے وہ مسلسل کوشش کررہا ہے۔یہ نعت نامے اُنہی مباحث اور مکالموں سے عبارت ہیں جن کی جھلک ’’نعت رنگ‘‘ کے ہرشمارے میں نظر آتی ہے۔ظاہراً یہ خطوط ہیں مگر اپنے تلازماتی بہاؤ میں نعت کے حوالے سے بےشمار موضوعات خیز نکات اور معانی افزا کی حامل ادبی میراث ہے اِنہیں ذرا گہرائی میں جا کر دیکھیں تو اِن کے مندرجات نعت اور نعت نگاروں کے حوالے سے قاموس مثال مواد لئے ہوئے ہیں۔

اس کتاب کی اشاعت پرہجری اورعیسوی دوتاریخیں اورصبیح رحمانی کے لئے اَن نعت ناموں کے حوالے سے ایک رُباعی پراپنی گزارشات ختم کررہاہوں۔

ہجری تاریخ اشاعت

ے ہیں نام ظاہرا ---- بین السُّطور میں قاموس
ہیں نعت نامے بنام صبیح رحمانی
۱۴۳۵ھ

عیسوی تاریخ اشاعت

ے ریاض آئینۂ نعت رنگ کے ہیں عکس
یہ نعت نامے بنام صبیح رحمانی
۲۰۱۴ء

رُباعی

احباب ولا رقم ، عقیدت اسلوب
تذکار ، حضورؐ کا ہے جن کو مرغوب
حَب دار صبیح سے بہ عنوانِ نعت
مصروفِ کلام ہیں بہ لحنِ مکتوب

ڈاکٹر ریاض مجید

معروضات

خطوط نگاری ایک اہم صنف ادب ہے۔''خط'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ''سطر'' یا ''تحریر'' کے ہیں۔لیکن عربی میں یہ لفظ اصطلاحی طور پر ''تحریر'' کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور مکتوب یا مراسلے کے معنی میں بھی۔ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق: ''عربوں کے تصور میں ایجادِ تحریر کا بنیادی مقصد علم و معلومات سے پہلے، محض پیغام رسانی اور جذبات و معاملات کا ابلاغ تھا۔''

مکتوب کا اولین نمونہ اس خط کو کہا جا سکتا ہے جو حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ملکہ بلقیس کو ارسال کیا تھا۔ یہ خط اپنے پورے متن کے ساتھ بجنسہ لفظ بہ لفظ قرآن مجید [۲۷/۳۰۔۳۱] میں موجود ہے۔ جس کے مستند و معتبر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

کسی بھی شخص کے خطوط کی روشنی میں اس کی اصل شخصیت کو دیکھا جا سکتا ہے کیونکہ خطوط سے اس کی جو شخصیت سامنے آتی ہے اصلاً وہی اس کی اصل شخصیت ہوتی ہے۔ان مکاتیب کے بین السطور ہم مکتوب نگار کے اخلاق، مذاق اور برتاؤ کو بھی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔خطوط کسی شخص کو سمجھنے کے لیے کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔اور اس کی شخصیت کا آئینہ ہوتے ہیں۔درحقیقت خط ایک معتبر ماخذ ہوتا ہے، چاہے دو سطر ہی کا کیوں نہ ہو۔ خط کی تحقیقی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر سید جاوید اقبال لکھتے ہیں:

> ''تحقیقی ماخذات میں یوں تو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ سب ہی مواد اہم ہوتا ہے لیکن خط سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ یہ ماخذ ضائع ہو جائے یا علم میں نہ آسکے اور حوالہ نہ بن سکے تو بات ادھوری رہ جاتی ہے اور تاریخ نامکمّل، ادبی تاریخ میں بہت سے فیصلے خطوط کی مدد سے ہوئے ہیں، جو اس کے اہم ہونے کی بڑی دلیل ہے۔''

گزشتہ کئی برسوں میں پاکستان اور ہندوستان کے ادبی رسائل میں خطوط بہ کثرت شائع ہوئے ہیں اور خطوط کے مختلف مجموعے بھی، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اپنے مراسلات کے توسط سے مکتوب نگار بعض اوقات دانستہ یا غیر دانستہ اپنی سوانح عمری کا بہت سا خام مواد مہیا کر دیتا ہے۔ جو اس کے سوانح نگاروں کے لیے راست ماخذ کا کام دیتے ہیں۔معاصرین کا تذکرہ کرتے ہوئے بالعموم مکتوب نگار ضابطوں کا لحاظ نہیں رکھتا۔فن پاروں کی ادبی قدر و قیمت کا تعین کرتے وقت اسے تعلّقات و نجی معاملات کو مدنظر نہیں رکھنا پڑتا اسی لیے اکثر صورتوں میں بے لاگ تنقید کے اجزا رقعات میں شامل ہو جاتے ہیں۔غیر جانب دارانہ تنقید کے آثار و نقوش کو بھی خطوط میں دیکھا جا سکتا ہے جو اکثر صورتوں میں تاثراتی تنقید کے زمرے میں آجاتے ہیں۔

نعتیہ ادب کے حوالے سے خطوط کا پہلا مجموعہ ''نعت اور آدابِ نعت'' کے عنوان سے مولانا کوکب نورانی اوکاڑی کے ان خطوط پر مشتمل ہے جو انھوں نے صبیح رحمانی کے نام لکھے تھے۔ یہ خطوط ''نعت رنگ'' کے لیے لکھے تھے جو ''نعت رنگ'' میں شائع ہوئے تھے۔جس کے بارے میں ممتاز محقق مشفق خواجہ لکھتے ہیں:

''ہمارے یہاں نعت کو محض عقیدے اور عقیدت کے اظہار کا معاملہ سمجھا جاتا ہے جو اپنی جگہ درست ہے لیکن اس کی وجہ سے یہ ہوا کہ ہمیں نعتیہ ادب کے تنقیدی مطالعے میسر نہیں آئے۔ حالیہ برسوں میں کچھ اس طرف توجہ کی جانے لگی ہے اور کچھ ثقہ ادیب اور سنجیدہ نقاد اس موضوع کی طرف آئے ہیں اس کام کا کریڈٹ نعت رنگ کو جاتا ہے۔ جس نے اس شعبے میں کام کی ضرورت کو محسوس کیا اور لکھنے والوں کو اس طرف مائل کیا۔ مکاتیب کا زیرِ نظر مجموعہ بھی ایسے ہی مساعیٔ جمیلہ میں شمار ہوتا ہے۔ گو کہ یہ مجموعۂ مکاتیب ہے لیکن اس میں جو سوالات اٹھائے اور جو مباحث پیش کیے گئے ہیں وہ اپنی نہاد میں نعت کے حوالے سے نقد و نظر ہی کی توسیع کا مزاج رکھتے ہیں۔''

۱۹۹۵ء سے ۲۰۱۴ء تک کی قریباً بیس سالہ مدت میں ''نعت رنگ'' کے چوبیس شماروں کی اشاعت اور ہر آنے والے شمارے کی پچھلے شمارے سے بڑھ کر علمی دنیا میں پذیرائی اخلاصِ نیت و عمل کی دلیل ہے....روشنیوں کا یہ سفر بحمد للہ جاری و ساری ہے۔ اس سفر پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی لکھتے ہیں:

''نعت کا رنگ، ہر رنگ سے زیادہ کھلتا ہوا، گہرا، پائیدار اور درخشندہ ہے۔ یہ صبغۃ للہ (خدائی رنگ) ہے۔ اس سے بہتر، سدا بہار اور بہتر رنگ کون سا ہو سکتا ہے؟''

آج ''نعت رنگ''، علمی و ادبی دنیا میں جس مقامِ بلند پر ہے، ایک طویل پس منظر رکھتا ہے، اس پس منظر سے آگاہی، ''نعت رنگ'' کی تاریخ سے واقفیت، ان مشکلات اور دشواریوں کے احساس کے لیے، جن سے گزر کر ایک کتابی سلسلے نے ''ادبی تحریک'' کی صورت اختیار کی۔ علم و ادب کے شائقین اور محققینِ نعت کے لیے ''نعت رنگ'' کی اس تحریک کی منازل سے بخوبی واقفیت و آگہی کے لیے مدیر ''نعت رنگ'' کو لکھے گئے ان خطوط کا اولاً انتخاب اور ثانیاً انھیں مرتب کیا جانا ضروری تھا۔ یہ خطوط درحقیقت ''نعت رنگ'' کی تاریخ بلکہ اس سے بڑھ کر اردو نعت کا عصری منظر نامہ ہیں جس کے آئینے میں نعت اور نعت کاروں بالخصوص تنقیدِ نعت کے کئی پہلوؤں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ان خطوط کے مرتب کرنے کا ایک محرک وہ باہمی مراسلت ہے جو ایک نعت کار اور دنیائے علم و ادب کے اہم ترین لوگوں کے درمیان ہوئی، کہ کس طرح ایک نعت کار نے دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود اہلِ علم سے اپنے روابط استوار کیے، نعت کی جانب انھیں نہ صرف متوجہ کیا بلکہ اپنا حصہ شامل کرنے پر اکسایا۔ علم و ادب کے طالبِ علموں کے لیے بالخصوص محققین اور ناقدینِ نعت کے لیے یہ مراسلت غور و فکر اور عمل کے کئی گوشوں کو وا کرتی ہے۔ اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے شبنم رومانی لکھتے ہیں:

''نعت کے سیاق و سباق پر گفتگو، نعت کے سفر کی نشان دہی، اس کی صنفی اہمیت پر تنقیدی مضامین، اور نعت گو شعراء کی بے احتیاطیوں پر گرفت، یہ سب کچھ نعت رنگ میں یکجا ہے۔''

''نعت رنگ'' کا ایک بڑا کارنامہ ہندوستان کے نعت گو شعراء کو متعارف کروانے کا تاریخ ساز کام ہے۔ ''نعت رنگ'' کی اس تحریک کا پاک و ہند کے سربرآوردہ افراد کے علاوہ یورپ، امریکا، کینیڈا اور عرب ممالک کے بے شمار اردو داں قاری حصہ ہیں۔ ''نعت رنگ'' نے ایک ایسی فضا تیار کر دی جس نے ہر نعت کار کو اس تحریک میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے پر مستعد کر دیا۔ ہندوستان کے ممتاز شاعر و ادیب اور نقاد ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط لکھتے ہیں:

''نعت رسول ﷺ پر فی الحال بین الاقوامی سطح پر جتنا کام ہو رہا ہے، اس میں بڑا حصہ (تحقیق و تنقیدِ نعت میں) پاکستان کی طرف جاتا ہے اور وہاں بھی نمایاں کام آپ کا دکھائی دیتا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ''نعت رنگ'' کو دیکھنے کے

بعد نعتیہ ادب پر لکھنے کی جتنی تحریک مجھے ملی ہے اور دوسرے رسائل سے نہیں ملی۔''

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا کہ ''نعت رنگ'' محض ایک کتابی سلسلہ نہیں ہے بلکہ نعتیہ ادب کی ایک ایسی تحریک کا نام ہے جس نے نعتیہ تنقید کو فروغ دیا (نعت رنگ کا پہلا شمارہ ہی ''تنقید نمبر'' تھا) اور بقول شفقت رضوی:

''اس نے پڑھے لکھے لوگوں کا ایک حلقہ پیدا کیا جو نعتیہ کلام پڑھ کر صرف جھومتا نہیں ہے بلکہ عقیدت کی آنکھیں بچھاتے ہوئے، دل میں محبّت رسول ﷺ کے لیے دریچے وا کرتے ہوئے پاسبانِ عقل کو جاگنے جانچنے کے لیے معمور کرتا ہے۔''

معروف مؤرّخ اور سیرت نگار شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں:

''نعت رنگ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ کام جہاں صنفِ نعت کے علیحدہ تشخّص کو مستحکم کرنے کی تحریک ہے وہیں آدابِ نعت کو اجاگر کرنے والا ''ضابطۂ عقیدت'' بھی ہے۔ بعض نعت گو شعراء کے بے احتیاط رویّوں، بیان میں غلو، نبوت و الوہیت کی نزاکتوں سے بے خبری کی نشان دہی اور آداب کو ملحوظ رکھنے کی تربیت کے لیے نعت رنگ نے بحث و مباحثہ کے دروازے کھولے اور تنقید کی کسوٹی کو متعارف کیا۔ دبستانِ نعت کے شعراء کی تربیت بہت بڑا مثبت قدم ہے۔''

صبیح رحمانی کا ایک اہم کارنامہ ۲۰۰۲ء میں نعت ریسرچ سینٹر کا قیام ہے جس نے نعتیہ ادب کے طالب علموں نیز اساتذہ کو بھی ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کر دیا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد نعت شناسی اور نعت فہمی کے بڑھتے ہوئے شعور اور ذوق کو تعلیمی اداروں اور جامعات تک وسعت دینا تھا۔ جس کے نتیجے میں انفرادی سطح پر ٹھوس علمی کاموں کے ساتھ ساتھ مختلف جامعات میں ایم۔اے۔ کی سطح سے لے کر پی ایچ۔ڈی۔ کی سطح تک کئی اہم مقالے سامنے آئے جیسا کہ:

اُردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر / ڈاکٹر عاصی کرنالی
اُردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ / ڈاکٹر عزیز احسن
اُردو نعت پاکستان میں / ڈاکٹر شہزاد احمد
ہماری ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر / ڈاکٹر محمد طاہر قریشی

مزید برآں مختصر عرصے میں نعت ریسرچ سینٹر نے ۴۰ سے زائد اہم کتابیں شائع کر کے نعت کے تخلیقی، تحقیقی اور انتقادی سرمائے میں قابلِ قدر اضافہ کیا جن میں سے چند یہ ہیں:

نعت اور تنقیدِ نعت / ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی
نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ / پروفیسر شفقت رضوی
نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش / پروفیسر محمد اکرم رضا
پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر / ڈاکٹر عزیز احسن
اشاریۂ نعت رنگ (شمارہ ۱ تا ۲۰) / ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
فہرست کتب خانۂ نعت ریسرچ سینٹر / ڈاکٹر محمد طاہر قریشی
فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ / ڈاکٹر افضال احمد انور

نعت ریسرچ سینٹر کے دائرۂ کار کو وسعت دینے کے لیے دیگر ممالک میں بھی اس کی شاخوں کے قیام کی کوششیں جاری ہیں اور اب تک ان کوششوں کے نتیجے میں ''نعت ریسرچ سینٹر'' بھارت اور ''نعت ریسرچ سینٹر'' یو۔کے۔کا قیام عمل میں آچکا ہے۔
ڈاکٹر انوار احمد زئی رقم طراز ہیں:

''مانا کہ اب سے پہلے نعت کے حوالے سے جریدے اور شمارے اپنے اپنے انداز میں اشاعتوں کے سنگھاسن پر استحسان کی ترازو میں معیار کا حوالہ بنتے رہے ہیں، مگر نعت کی تشکیل کے ساتھ اسے ادبی نقد و نظر میں گزارنے کی قابلِ قدر کاوش، نعت پر تحقیق کرنے والوں کی مدد اور معاونت، نعت کے تعلّق سے منعقد ہونے والی محافل، جامعات میں نعت چیئرز کے قیام کی کوشش، فنِ نعت کے تقاضوں سے ہم آہنگ پیمانوں کا تعین، نعت گو شعراءِ کرام کی بہبود کا سامان، نعت پر ریسرچ کرنے والوں کے لیے متعلّقہ موضوع پر مواد کی فراہمی کا التزام، نعت کے حوالے سے دنیا بھر میں ہونے والے کام کے درمیان ربط و ارتباط کا اہتمام اور مشرق و مغرب میں اقلیمِ نعت اور نعت ریسرچ سینٹرز ٹرسٹ کے قیام کا عملی اقدام... ایسی جہتیں ہیں جو نعت رنگ ہی سے عبارت ہیں۔''

اور یہ سب کیوں کر، کیسے اور کس طرح ممکن ہوا، اس سفر کی داستان ان خطوط میں آپ دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب اس تحریک کا ذکر ہو تو بقول انوار احمد زئی مقطع میں سخن گسترانہ بات آہی پڑتی ہے اور نعت رنگ کے ساتھ اسی رنگ میں رنگ جانے والے اس خوش نصیب کا نام آہی جاتا ہے جو نعت گو بھی، نعت خواں بھی، ادیب و ناقد بھی، پارکھ اور گوہر شناس بھی، مدیر و ناشر بھی اور فکر مند اور درد مند قسم کا دانش مند بھی....... یعنی صبیح الدین صبیح رحمانی۔

ان خطوط سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ کس طرح صبیح رحمانی نے اہلِ علم و قلم کو نعتیہ ادب پر قلم اُٹھانے پر اکسایا۔ ایک طرف صبیح رحمانی نعت ریسرچ سینٹر سے تسلسل کے ساتھ نعتیہ ادب پر کتابیں شائع کرتے رہے اور دنیا کے طول و عرض میں نامور اہلِ علم و قلم کو بھیج بھیج کر پہلے ان کے مطالعے اور پھر قلم اٹھانے پر مجبور کرتے رہے۔ وہ محض ان لوگوں سے رابطے میں نہیں رہے جن کا شعبہ ہی نعت کی خدمت تھا بلکہ ایسے لوگوں سے بھی روابط استوار کیے جن کی وجہِ شہرت نعت نہیں تھی۔ ایسے لوگوں کو نعت کی طرف مائل کرنا، نعتیہ تنقید میں اپنا کردار ادا کرنے پر آمادہ کرنا صبیح رحمانی کا اصل کارنامہ ہے۔

گویا صبیح رحمانی کی خدمات کثیر الجہت ہیں۔ انھوں نے نہ صرف نعتیہ ادب کو فروغ اور وسعت دی بلکہ ان کے زیرِ سایہ اور ان کی ترغیب و تحریک کی بدولت متعدد نعت نگار سامنے آئے جنھوں نے فروغِ نعت کے سلسلے میں شاندار خدمات پیش کیں اور قابلِ قدر کام کیا۔ صبیح رحمانی نعتیہ ادب کے فروغ و ارتقا کے حوالے سے محض فردِ واحد نہیں، اپنی ذات میں انجمن ہیں۔ شفقت رضوی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ:

''صبیح رحمانی نے نامور اور معتبر اہلِ علم و قلم کو اس تحریک سے منسلک کر کے ان کے ذریعے افکار کی رنگا رنگی کے ساتھ نقد و نظر کے نئے زاویوں، نعتیہ شاعری کی پاکیزہ جاندار جہتوں کو روشناس کروایا۔''

''نعت رنگ'' کے تعلّق سے صبیح رحمانی کو لکھے گئے خطوط کی اہمیت و افادیت کا احساس خود مکتوب نگاران کو بھی رہا جس کا ذکر ان خطوط میں کئی جگہ موجود ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس حوالے سے کچھ اقتباسات قارئین کی نذر کر دیے جائیں:

پروفیسر شفقت رضوی:

''نعت رنگ کی ایک اہم خوبی اس میں جگہ پانے والے خطوط ہیں۔ ان کی نوعیت وہ نہیں جو دیگر رسائل میں شائع ہونے والے تعریفی خطوط کی ہوتی ہے۔..... یہاں کیفیت یہ نہیں ہے۔ اگر ہے بھی تو نہ ہونے کے برابر..... جس نے بھی خط لکھا ہے

اس نے مضامین پر تبصرہ کیا ہے۔ کلام پر اظہارِ پسندیدگی کیا ہے۔ زیادہ تر وہ خطوط چھپے ہیں جو کسی بھی مضمون کے حوالے سے مباحث کا دائرہ وا کرتے ہیں یا جاری مباحث کو آگے بڑھاتے ہیں۔ بعض حضرات نے یہ وتیرہ اپنایا ہے۔ مضامین نہیں لکھتے، خطوط لکھتے ہیں۔ ان میں نت نئے علمی، ادبی، شرعی، لسانی مباحث چھیڑتے، خود اپنا مدعا بیان کرتے اور دوسروں کو اظہار کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ جدت پسندی موضوع زیرِ بحث کے لیے مقالۂ نقد کا کام کرتی ہے اگرچہ اس میں چھیڑ چھاڑ کا پہلو موجود ہوتا ہے۔ ایسے خطوط توجہ حاصل کرتے، فکر کو مہمیز کرتے، سوچنے کی عادت ڈالتے اور جواب کے حصول کی تمنا میں جان ڈالتے ہیں۔ ایک سوالیہ نشان کو حصولِ علم کی ابتدا بنانے کا نیا رویہ ''نعت رنگ'' کے لکھنے والوں کی ایجاد ہے۔ یہ ان کی بیدار مغزی کی علامت ہے۔ یہی خطوط احتساب کی عدالت ہیں۔ یہیں مقدمے پیش ہوتے اور یہیں بغیر تاخیر فیصلے ہوتے ہیں۔''

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی:

''آپ نے ایسے ایسے لوگ اپنے حلقۂ تحریر میں جمع کر دیے ہیں۔ یہ آپ کا حسنِ انتخاب ہے۔ میں نے آپ کے دوسرے مضامین نگاروں کی تحریروں کو بھی پسند کیا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است! آپ کے بعض اہلِ قلم نہایت لطیف انداز میں نعت نویسوں، نعت خوانوں اور نعت کے مجموعے شائع کرنے والوں پر تنقید کر جاتے ہیں۔ یہ ایک اچھا انداز ہے۔ ورنہ آج ''سب اچھا ہے'' کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اور ایک ''انجمن ستائش باہمی'' قائم ہو گئی ہے۔''

پروفیسر قیصر نجفی:

''نعت رنگ'' کے خطوط بھی ایک منفرد معیار قائم کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' میں چھپنے والے خطوط علمیت و ادبیت کی جس بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہیں، اسے دیکھنے کے لیے ایک دن دستار سنبھالنا پڑے گی۔ ان خطوط میں بظاہر ''نعت رنگ'' کے مندرجات پر گفتگو ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ ادبیات، مذہبیات، عمرانیات، بشریات، تاریخ، تہذیب و تمدن، ثقافت غرض اتنے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں کہ قاری ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ بعض خطوط تو مقالات کی ذیل میں آتے ہیں۔ جن کی قرأت و تفہیم دیدۂ بینا اور ذہن رسا کے بغیر محال ہے۔''

ڈاکٹر عزیز احسن:

''نعت رنگ میں شائع ہونے والے خطوط کے حوالے سے ادبی معرکوں کی ایک الگ تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔''

ڈاکٹر شبیر احمد قادری:

''خطوط کا حصہ تو اچھا خاصا 'ہائیڈ پارک' بن چکا ہے۔ اس میں کسی خاص موضوع کے حق اور مخالفت میں دونوں آرا موجود ہوتی ہیں، ایک عمل کا ردِّ عمل اگلے شمارے میں سامنے آ جاتا ہے۔ جواب آں غزل تو خیر کمال دلچسپی لیے ہوئے ہے۔''

نعتیہ تنقید کے ضمن میں مکتوب نگاروں نے جہاں ''نعت رنگ'' کے کردار کو بھرپور خراجِ تحسین پیش کیا اور اس ضمن میں ہونے والی کوششوں کو سراہا گیا وہیں اس حوالے سے ''نعت رنگ'' کو تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ جیسا کہ مشرف حسین انجم لکھتے ہیں:

''اپنی کتابوں پر تبصرہ پڑھا، بے حد افسوس ہوا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ تبصرہ شائع ہی نہ کرتے۔ تنقید برائے تنقید کے جس راستے پر آپ لوگ چل پڑے ہیں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ روش آپ لوگوں کو کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ ان شاء اللہ۔ ظلم

یہ ہے کہ آپ لوگ تنقید بزرگ شعرا پر بھی کر رہے ہیں جو میں نے نعت رنگ کے شماروں میں اکثر بزرگوں کی تخلیقات پر عزیز احسن وغیرہ کی فضول قسم کی تنقید پڑھی ہے جو کہ ذہن کی آلودگی کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو شخص خود کچھ نہیں کر سکتا وہ دوسروں پر تنقید کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تنقید بہت آسان ہوتی ہے ہر شخص دوسرے پر تنقید کر سکتا ہے لیکن تخلیقی عمل بہت مشکل مراحل سے گزر کر مکمّل ہوتا ہے۔ جائز تنقید تو برداشت کی جا سکتی ہے لیکن آپ لوگوں نے تو تنقید کو اپنا وطیرۂ حیات بنا رکھا ہے جو کہ ناقابلِ برداشت ہے۔ میں آپ کے ''نعت رنگ'' کا بائیکاٹ کرتا ہوں۔''

ڈاکٹر تحسین فراقی کے مطابق:

''مکتوب نگار کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو اس کے صرف ایسے ہی مکاتب شائع ہونے چاہییں جن میں کسی علمی، ادبی، شخصی، تاریخی، نفسیاتی، روحانی، فکری، سماجی یا تہذیبی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہو۔''

''نعت نامے'' کے لیے صبیح رحمانی کو لکھے گئے گیارہ سو سے زائد خطوط میں سے ۱۸۵ مکتوب نگاروں کے مجموعی طور پر ۵۱۲ خطوط کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس ترتیب و انتخاب میں ایسے مکاتیب کو ترجیحاً پیشِ نظر رکھا گیا ہے جو علمی، ادبی، تحقیقی، تنقیدی نکات پر مشتمل ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف نعت کاروں سے صبیح رحمانی کے ذاتی مراسم اور محبّتوں کو نمایاں کرتے ہیں مگر ان خطوط میں بھی نعت، نعت نگاروں اور نعت پر ہونے والے کاموں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

خطوط میں ذکر کردہ نعتیہ مقالات اور کتابوں کا حتی المقدور مکمّل حوالہ ہر خط کے ذیل میں دے دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں مکتوب نگاران اور خطوط میں ذکر کردہ شخصیات کے مختصر کوائف (تاریخ پیدائش و وفات، علمی و ادبی حیثیت، تصنیفات و تالیفات اور اعزازات کا ذکر) بھی خطوط کے ذیل میں کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مرتب نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کی فہرست کتابیات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

خطوط کے متن میں چند ایک مقامات پر وضاحت کے لیے ایک لفظ کا اضافہ کرنا پڑا ہے۔ اس لفظ کو چوکور خطوط وحدانی میں (یعنی [] کے درمیان) لکھا گیا ہے تاکہ اصل متن سے الگ رہے۔ آخر میں مکتوب نگاران اور صرف ان شخصیات کا اشاریہ دیا گیا ہے جن کے مختصر کوائف خطوط کے ذیل میں دیے گئے ہیں۔ خطوط میں ذکر کردہ کتابوں اور مقالات کا اشاریہ مرتب نہیں کیا گیا ہے البتہ اس ضمن میں ''فہرست کتب نعت ریسرچ سینٹر'' اور ''اشاریۂ نعت رنگ'' سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

یہ خطوط نہ صرف پڑھنے کے لائق ہیں جو ذہن کے دریچوں کو وا کرتے، دعوتِ فکر دیتے اور معلومات میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ یہ خطوط اس اعتبار سے بھی لائقِ توجہ و التفات ہیں کہ یہ نعتیہ ادب کے حوالے سے مرتب کیے گئے ہیں۔ اس سے نہ صرف دنیا بھر کے نعت کاروں سے تعارف حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کے کاموں کی تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔ صبیح رحمانی نے نعت رنگ کے ذریعے نعت کی دنیا کو سمیٹ کر ایک ایسی محفل بنا دیا تھا جہاں ہر آنے والے نے اپنا اور اپنے کاموں کا تعارف بھی کروایا اور دوسروں کے کاموں پر رائے بھی دی اور ساتھ ہی ساتھ ان خطوط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ نعتیہ ادب کے فروغ کو ایک تحریک دینے کے لیے صبیح رحمانی نے جن خطوط پر کام کیا ان کو کتنی پزیرائی اور تعاون حاصل ہوا اور ان کی ذاتی دلچسپی اور توجہ سے کتنے اہم مقالات اور کتب منظرِ عام پر آئیں۔ لہٰذا بجا طور پر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ تاریخ ادب کے حوالے سے بھی یہ ایک مفید اور بامعنی عمل ہوگا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا صد شکر و احسان کہ اس نے اپنے حبیب ﷺ کے صدقے و طفیل نعتیہ ادب کی اس ادنیٰ سی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ خادمین نعت کی آخری صفوں میں اگرچہ سب سے آخر میں ہی راقم کا شمار ممکن ہو سکے گا۔ لیکن یہ اعزاز بھی کچھ کم نہیں۔

میں ان تمام دوست احباب کا شکرگزار ہوں جن کا ہر ممکن تعاون اور پُرخلوص دعائیں میرے شامل حال رہیں بالخصوص ڈاکٹر داؤد عثمانی، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی، سید معراج جامی، محمد زبیر و امان اللہ صدیقی (بیدل لائبریری)، محمد فیصل کمال، فائزہ فیصل، صبا عدنان اور ثناء سہیل میرے خصوصی شکریے کے مستحق ہیں۔ **فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔**

وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب

محمد سہیل شفیق
کراچی
جولائی ۲۰۱۴ء

معروضات (طبع دوم)

الحمدللہ! ''نعت نامے بنا صبیح رحمانی'' کی اشاعتِ اول (جولائی ۲۰۱۴ء) اور اہلِ علم و دانش بالخصوص وابستگانِ نعت کی جانب سے توقع سے بڑھ کر اس کی بھر پور پذیرائی اور تحسین کے بعد اس کی جدید اشاعت (مع ترامیم و اضافے) کے ساتھ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

نعت نامے کی اشاعتِ اوّل کے بعد اس پر کئی مقالات لکھے گئے اور اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور بہت مفید کتاب ''نعتیہ ادب: مسائل و مباحث'' (مدیر ''نعت رنگ''، صبیح رحمانی کے نام موصولہ مکاتیب کا موضوعاتی و تجزیاتی مطالعہ) مارچ ۲۰۱۹ء میں منصّۂ شہود پر آئی۔ جس کی تہذیب و ترتیب کا فریضہ معروف نوجوان محقق ڈاکٹر عبدالسّلام نے انجام دیا۔ علاوہ ازیں مختلف موقر رسائل و جرائد نے اس پر تفصیلی تبصرے بھی شائع کیے۔ جس میں سے روز نامہ جسارت کے سنڈے میگزین (۲۱ستمبر ۲۰۱۴ء) میں ''خطوط کی ایک معیاری کتاب'' کے عنوان سے شائع ہونے والا رضی مجتبیٰ کے وقیع تبصرے کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

> ''صرف نعت کے شعبے کے لوگ ہی نہیں، بلکہ ادب کی عام تنقید، تحقیق اور تخلیق سے وابستہ افراد کے لیے بھی یہ خطوط غور و فکر کا سرمایہ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان خطوط میں اٹھائے گئے سوالات، چھیڑی گئی بحثیں اور بیان کیے گئے نکات اہلِ علم و ادب اور عام قاری دونوں کے لیے مفید اور اہمیت کے حامل ہوں گے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ان میں سے اکثر و بیشتر کا تعلّق نعت کے مخصوص شعبے سے ہے، لیکن اگر کوئی ذہین قاری ان کا مطالعہ کرے تو ان اصولوں کا اطلاق ادب کے دوسرے تخلیقی اور تنقیدی شعبوں پر کر کے کئی باریک پہلوؤں کو سمجھ سکتا ہے اور اُن کے سلسلے میں روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ اپنی بات کی وضاحت کے لیے میں یہاں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے خط کے اس حصے کا حوالہ دوں گا جس میں انھوں نے حفیظ تائب کی نعت گوئی کے باریک فنی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ اشارہ نعت پر تو پوری طرح صادق آتا ہی ہے، لیکن اس کے علاوہ اس کے ذریعے ہم تہذیب اور عقیدت کے ایک بڑے اہم نکتے کو بھی سمجھ سکتے ہیں اور یہ نکتہ خود ادب کی تفہیم میں بھی ہمارے لیے بہت مفید ہو سکتا ہے۔ اسی طرح شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی اپنے خطوط میں نعت کے لیے بعض بڑے نکتہ آفریں پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔
>
> اس مجموعے کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس میں بہت سے خطوط ایسے بھی شامل ہیں جن میں مکتوب نگار نے ذاتی رنگ میں اور ذاتی حوالوں سے گفتگو کی ہے۔ اس گفتگو سے بعض ادیبوں، شاعروں کی ذاتی زندگی، حالات اور کیفیات کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہی اس زمانے کے رجحانات پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس طرح ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایک ادیب و شاعر پر اس کے اطراف کی دنیا کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اور کس طرح اس کی ذاتی کیفیات کی قلبِ ماہیت کرنے

کا ذریعہ بنتی ہے۔اسی طرح میرے نزدیک ان خطوط کی اہمیت یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعے ہمیں پتا چلتا ہے کہ ایک بڑے موضوع کے بارے میں ایک عہد کے مختلف نظریات اور متضاد رویے رکھنے والے اہم ناقدین اور دانش وَر کس طرح سوچتے ہیں اور ان کا ذہن عصری رجحانات کے لیے کون سے پہلوؤں کو اہم گردانتا ہے۔ان کے علاوہ اور بھی کئی پہلو ان خطوط کے حوالے سے اجاگر ہو سکتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ پڑھنے اور سوچنے والے لوگوں پر ضرور ہوں گے۔اس کے علاوہ اس بات کی بھی ستائش کی جانی چاہیے کہ ایک ایسے دور میں کہ جب ایک صنفِ اظہار کا رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے، ڈاکٹر محمد سہیل شفیق نے ایک ایسی کتاب مرتب کر کے پیش کی ہے جو اس صنف کی اہمیت اور قدر و قیمت کو ایک بار پھر پوری طرح ثابت کرنے میں کامیاب ہے۔''

اس جدید اشاعت میں ۲۱۹ /اہلِ علم کے سیکڑوں خطوط شامل ہیں۔مکتوب نگاران اور خطوط میں ذکر کردہ ۳۵۰ سے زائد شخصیات کے مختصر کوائف (تاریخ پیدائش و وفات، علمی و ادبی حیثیت، تصنیفات و تالیفات اور اعزازات وغیرہ) کا تذکرہ حواشی میں کیا گیا ہے اور ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ یہ تذکرہ درست، جامع اور مکمّل (Updated) ہو۔تاہم بتقاضائے بشریت غلطی کا صدور خارج از امکان نہیں۔آخر میں مکتوب نگاران اور خطوط میں ذکر کردہ شخصیات کا اشاریہ بھی دے دیا گیا ہے۔امید ہے کہ یہ اشاریہ علمی و تحقیقی سطح پر استفادہ کرنے والوں کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ راقم الحروف کی اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہِ عالی میں قبول فرمائے، تمام معاونین و مخلصین کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور نعت نامے کی اس اشاعت کو بھی تحقیق و تنقیدِ نعت کے فروغ میں نافعِ عام بنائے۔آمین

محمد سہیل شفیق
۱۵ مئی ۲۰۲۳ء
کراچی

ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم (دبئ)

۲۵۔دسمبر ۲۰۰۸ء

مکرم ومحترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بجواب آپ کی ای میل مورخہ ۱۳/دسمبر ۲۰۰۸ء مندرجہ ذیل کتب کا ہدیہ آپ کی مجوزہ نعتیہ لائبریری کے لیے پیشِ خدمت ہے۔شاید کسی کے ذوقِ مطالعہ کا سامان بہم ہوسکے۔یہ اُن چار کتب[۱] کے علاوہ ہیں جو آپ کے پاس دست یاب ہیں۔

ا۔ حمد باری تعالیٰ[۲]	حمد وثنا اور مناجات کا مجموعہ
۲۔زبورِ نعت [۳]	مجموعۂ نعت (مع حلیمہ کی لوری)
۳۔سرودِ نعت [۴]	جو زیادہ تر میرے نعتیہ پیش لفظوں کے مجموعوں پر مشتمل ہے۔
۴۔زمزمۂ درود[۵]	سلام و درود
۵۔زبورِ خیال [۶]	ملّی،قومی اور تاریخی مضامین وغیرہ
۶۔واگاں میں وَل موڑ (پنجابی) [۷]	حمد ونعت اور تخلیق کائنات کے موضوع
۷۔کلاسیکی روایت دا نمائندہ شاعر[۸]	ابوالامتیاز ع س مسلم۔واگاں میں ول موڑ پر پنجابی اہلِ علم کے مقالات

۸۔شاعرِ لوحِ شیشۂ دل،مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی،جو اُن مضامین پر مشتمل ہے جو اہلِ علم نے میری نعتوں یا دوسری شاعری کے مجموعوں پر تحریر کیے۔

۹۔جہت ساز تخلیقی شخصیت۔ابوالامتیاز ع س مسلم۔[۹] ڈاکٹر طاہر تونسوی

۱۰۔کوزہ گر جہانِ فن[۱۰] (مرتبہ: پروفیسر آفاق صدیقی/رؤف نیازی) اہلِ علم کے مضامین میرے نعتیہ مجموعوں اور بعض دوسری کتابوں پر تحریر کیے۔

اُمید ہے اس سے آپ کی ضرورت کافی حد تک پوری ہوجائے گی۔کچھ مقالات جن کا ذکر آپ نے کیا تھا وہ ان کتابوں میں مل جائیں گے۔اس کے علاوہ اگر ذہن میں کوئی اور بات ہو تو بندہ حاضر ہے۔

مخلص

ابوالامتیاز۔ع۔س۔مسلم

☆ ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم (۱۸/اپریل ۱۹۲۲ء۔۵/جون ۲۰۱۷ء)،نام: عبدالستار مسلم،شاعر،ادیب،محقق،کم وبیش چالیس کتابوں کے مصنّف،فلاحی اداروں ''رحمت وقف''، ''رحمت ہسپتال''اور''سوسائٹی برائے ذہنی پسماندگان'' کے بانی۔کتب: ''حمد ونعت'' (۱۹۸۴ء)،''اسماء النبی پیراہن شعر میں'' (۲۰۱۰ء)،''اسماء النبی صدف ضمیر میں'' (۲۰۱۰ء) ودیگر۔

ا۔''کاروانِ حرم'' (۱۹۹۱ء)،''اللہ ورسول ﷺ'' (۱۹۹۳ء)،''زمزمۂ سلام'' (۱۹۹۳ء)،''کعبہ وطیبہ'' (۱۹۹۳ء)

۲۔۲۰۰۷ء،لاہور: مقبول اکیڈمی،باراول،۲۸۰ص

۳۔۲۰۰۸ء،لاہور: مقبول اکیڈمی،باراول،۳۶۸ص

۴۔۲۰۰۰ء،لاہور: الحمد پبلی کیشنز،۱۷۵ص

۵۔۲۰۰۷ء،لاہور: مقبول اکیڈمی،باراول،۲۱۶ص

۶۔۲۰۰۶ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۲۱۲ص

۷۔۲۰۰۹ء،لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۳۵۲ص

۸۔ریاض مجید/انعام الحق جاوید/امجد علی بھٹّی،۲۰۰۹ء،لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۸۶۳ص

۹۔۲۰۰۳ء،لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۱۴۲ص

۱۰۔۲۰۰۳ء،لاہور: القمر انٹر پرائزرز،۴۳۹ص

ابوالخیر کشفی، سیّد محمد، ڈاکٹر (کراچی)

عزیزم اور میرے مخدوم! سلام ورحمت، دعائے خیر و برکت

میرے مخدوم پر چونکو نہیں۔ جن نگاہوں نے گنبدِ خضری کا جلوہ دیکھا ہو، کعبہ شریف کے جلووں سے منور ہوئی ہوں۔ جس شخص کو قدمین ختمی مرتبت ﷺ میں یوں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہو کہ اس شخص کا وجود غبارِ نور بن گیا ہو وہ یقیناً میرا مخدوم ہے۔

تمھاری دو ادائیں مجھے بے حد عزیز ہیں۔ ایک تو یہ کہ میرے سامنے کبھی میری تعریف نہیں کی، بلکہ اپنے عمل سے اپنی محبّت کا اظہار کیا۔ ''نعت رنگ'' کے انتساب میں مجھے شریک کر کے مجھے ایسی عزت دی کہ اس سے بڑھ کر کسی عزت کا تصور میرے ذہن میں نہیں آسکتا۔ دوسری بات یہ کہ تم لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے کی کوشش کرتے ہو اور حقیقی یا وہمی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔ تمھاری اس ادا سے ایک مرحوم دوست اور بے حد اچھے شاعر راشد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے (جنھیں اسمگلروں نے میرٹھ میں ٹرک سے کچل کر شہید کر دیا تھا) جن دوستوں میں بدگمانیاں ہوتی وہ ان کے پاس جا کر بتاتے کہ ان کا خیالی، یا حقیقی مخالف ان کے کن محاسن کی تعریف کرتا ہے۔

''نعت رنگ'' کا اجرا مبارک ہو۔ دعا ہے تو یہی ہے کہ یہ کتابی سلسلہ جاری رہے، بلکہ مناسب ہوگا کہ سہ ماہی کا ڈکلریشن لے لو۔ اگر چہ نعت سے متعلّق کئی اور رسالے چھپ رہے ہیں لیکن میری دانست میں نعت کے فکری اور فنی پہلوؤں پر غور و فکر اب ''نعت رنگ'' کے وسیلے سے شروع ہو رہا ہے۔ نعت پر جو کتابیں ہیں انھیں بھی تذکرہ شعرائے نعت کہنا چاہیے۔ ''نعت رنگ'' میں تحقیق اور تنقید دونوں کے درمیان توازن ہے۔ حضرت عاصی کرنالی، جناب رشید وارثی اور جناب عزیز احسن کے مضامین خوب ہیں عزیز احسن صاحب نے جن شعراء کے اشعار پر گرفت کی ہے ان کے اچھے اشعار کے ذریعہ بھی اپنا نقطۂ نظر واضح کیا ہے۔

اس سے مجھے وہ حدیث یاد آئی کہ محبّت اور بغض اللہ کے لیے ہو۔ اور پھر مسئلہ تو سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کے آدابِ ثنا کا ہے۔ یہاں کسی شخصی اونچ نیچ کی کیا گنجائش۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب میں وسعت پیدا فرمائے اور یہ بات ہماری سمجھ میں آسکے۔

ہر چیز کا معیار اور پیمانہ حضرت سرورِ کائنات فداہ ابی وامی کی ذاتِ گرامی ہے۔ سند ہیں تو وہی امید ہے ہر شمارہ پہلے شمارے سے بہتر ہوگا امید کیا یقین ہے کیوں کہ یہ کاوش اس ذاتِ اکمل واطہر سے متعلّق ہے جو تکمیل کا معیار ہے۔

تم کو نہ جانے کیوں یہ خیال آیا کہ میرے اور بھائی حنیف اسعدی کے درمیان کچھ معاملات ''من وتو'' ہیں۔ اس سلسلہ میں مرحوم ڈاکٹر تاثیر کا یہ شعر سنو۔ مزے کا شعر ہے:

مزاج ایک، نظر ایک، دل بھی ایک سہی
معاملاتِ مَن و تو نکل ہی آتے ہیں

لیکن ادب میں ایسے معاملات تازہ ہوا کے جھونکوں کی طرح ہوتے ہیں، اور اکثر صداقت دو انتہاؤں کے درمیان ہوتی ہے۔ مگر حنیف بھائی سے تو کبھی ایسی گفتگو نہیں ہوئی جس میں اختلاف کی بات ہو۔ ہم جب کبھی ملے ہیں تو ماضی کی باتیں ہوتی تھیں، ان دو دوستوں کو یاد کرتے جواب یاد بن کر رہ گئے ہیں۔ حنیف بھائی شعر سناتے ہیں اور میں سنتا ہوں۔

عزیزم! معلوم نہیں کہ حنیف بھائی نے کبھی تمہیں بتایا یا نہیں کہ ہم اس صدی کی پانچویں دہائی کے آغاز سے ایک دوسرے کے ساتھی اور

دوست ہیں۔ اب مدتوں ملاقات نہیں ہوتی مگر نہ وہ مجھ سے بے خبر رہتے ہیں اور نہ میں ان سے بلکہ آج بھی خواب میں خیال کو ایک دوسرے سے معاملہ ہوتا ہے۔ کبھی کبھی میں نے انھیں خواب میں ایسی محفلوں میں نعت سرا دیکھا ہے جن کے باب میں میں اخفا کا قائل ہوں اور حنیف بھائی نے اپنے ایک خواب میں مجھے جس بلندی پر دیکھا اس کا میری زندگی اور میرے کوائف سے اتنا تعلق نہیں جتنا ان کے صفائے قلب سے ہے۔ اپنے ایک گرامی نامہ میں انھوں نے وہ خواب قلم بند کر کے مجھے سرفراز فرمایا اور میں نے وہ خط دو بار سے زیادہ نہیں پڑھا کہ میں اپنے نفس سے خائف رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ مجھے ان کے گمان اور دید کے مطابق بنا دے۔

ویسے میں حنیف بھائی اور اپنے آپ سے شرمندہ ہوں کہ ذکر خیر الانام ﷺ پر ان کی نعت گوئی کے بارے میں اب تک تفصیل سے نہیں لکھ سکا۔ اس باب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول ہی میرے لیے سچے عذر کا درجہ رکھتا ہے کہ:

''میں نے اپنے رب کو اپنے اردوں کی شکست سے پہچانا ہے''

حنیف اسعدی بلاشبہ ہمارے عہد کے نہایت ممتاز نعت گو ہیں غزل میں انھوں نے قائم رہنے والے نقش بنائے ہیں مگر یہ نقش گری ان کی نعت کا دیباچہ ہے۔ حنیف بھائی کی غزل میں بھی نعت کی کیفیت اکثر ابھر آتی ہے اور یہ اس بات کی شہادت ہے کہ وہ دوئی کو بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ قرآن حکیم نے اسلام کے بارے میں اہلِ ایمان سے کہا ہے کہ ''اسلام میں پورے'' داخل ہو جاؤ۔ حنیف بھائی کی نعت ان کی پوری ذات کا اظہار ہے۔ شاعری اور نعت گوئی سے قطع نظر ان کے نفس اور ذات کی خوشبو میں بھی نعت کے کتنے ہی پہلو ہیں اس سلسلہ میں (میں حفیظ تائبؔ کا بھی نام لینا چاہتا ہوں) جب آدمی کی خاموشی ثنا اور مدحت بن جائے تو پھر اسے اور اسکے چاہنے والوں کو اور کیا چاہیے ان کے کتنے ہی شعر اور مصرعے بہت سے پڑھنے والوں کی طرح میرے ذہن کا حصّہ بن چکے ہیں۔

اپنے ہر جرم پہ محسوس ہوا
آپؐ نے دیکھ لیا ہو جیسے

اور بظاہر یہ سیدھا سادا مگر نہایت بلیغ مصرع:

نام ایسا کہ ثنا ہو جیسے

جس آدمی نے اسم محمد ﷺ کو یوں جان لیا ہو، نعت کا کون سا مرحلہ ہے جو اس کے لیے مشکل ہوگا ان کی نعت گوئی تو معرفت رسالت مآب ﷺ کا ایک مسلسل سفر ہے اور میرے عزیز! تم تو جانتے ہو کہ یہ سفر کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ دنیا کی ہر زبان کے سارے محترم لفظ، اظہار اور امکانات سرکار انسانیت پناہ ﷺ کے لیے خلق کیے گئے ہیں۔ حنیف بھائی نے طبع موزوں، سلگتے ہوئے دل اور چشم نم کو وسیلہ نعت بنا دیا ہے اور ان کی ہر کاوش کے پیچھے وہ اشارہ موجود ہے جو ہر بڑی انسانی کاوش کی تحریک بنتا ہے۔

اس طرف کا اگر اشارہ نہ ہو
طبع موزوں بہم نہیں ہوتی

کہنے والے نے سچ کہا ہے کہ لفظوں کے معانی لغت میں نہیں ملتے بلکہ اچھے اور بڑے اہلِ قلم کی نظر و نثر میں ملتے ہیں۔ یہاں طبع موزوں کو دیکھو اور پھر اس کا نظم ہونا۔ العظمت للہ۔

عزیزم! بات بھائی حنیف اسعدی تک محدود نہیں۔ ان سے پرانی دوستی ہے، دوستی نہیں بلکہ نیازمندی۔

ہم تو اسیر ہیں خمِ زلفِ کمال کے

میں نے نعت اور نعت گو شعراء پر تسلسل سے لکھا ہے، بلکہ یوں کہوں کہ نعتیہ مجموعوں پر مقدمے اور تبصرے لکھتے ہوئے نعت گوئی کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارے کر دیے ہیں۔ اب تمھارے ''نعت رنگ'' نے اس جذبہ کو ابھارا ہے کہ نعت پر لکھوں اور مسلسل لکھوں۔ میں کہہ رہا تھا کہ صرف انھیں شعراء کی نعت گوئی پر لکھ سکا ہوں جن کے مجموعوں پر مقدمے لکھے ہیں اور کئی اچھے اور بڑے نعت گو شعرا کا مقروض ہوں۔ سچ پوچھو تو میں اپنا مقروض بنوں کیوں کہ سلسلہ اور معاملہ نعت کا ہے۔ حضرت شرقی مرحوم، محترم بھائی حفیظ تائب، برادر مکرم عبدالعزیز خالد، جناب حافظ لدھیانوی اور مظفّر وارثی صاحب جیسے شاعروں کا کلام مجھ سے اپنا حق مانگ رہا ہے۔

حفیظ تائب صاحب سے میرے رشتے کو کچھ کچھ تم جانتے ہو۔ ان کی آنکھوں میں شب بیداری کے شاہد بھی تم ہو۔ ایک بار ٹیلی ویژن پر نعتیہ مشاعرہ ہو رہا تھا۔ میرے ساتھ میرے عزیز اور بہت خوش گو شاعر محمد رئیس علوی بھی یہ مشاعرہ دیکھ اور سن رہے تھے۔ جب بہت سے داد طلب اور ادعا بر لب شعرا کلام پڑھ چکے تو حفیظ تائب صاحب نے نعت شروع کی۔ لہجہ محبّت اور ادب کے سانچے میں ڈھلا ہوا اور نگاہیں یوں جھکی ہوئی جیسے مواجہ شریف میں کھڑے ہوں۔ پورا وجود دست بستہ آواز نرم، مودب اور رفعت نبی کریم ﷺ کے احساس سے پست... ''اے اہل ایمان اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو'' ہزاروں میل کے فاصلے پر حضوری کا یہ احساس اور یہ شرف۔ اللہ اکبر۔ مجھے ''لاترفعوا'' کے مفاہیم کی خبر ہے۔ اپنے رجحانات، رائے اور خواہشات کو نبی ﷺ کی آواز اور حکم پر ترجیح نہ دو، لیکن سامنے کے اس مفہوم کا اجر بھی کچھ کم نہ ہوگا۔

اہلِ قلم کے پاس جذبات و فکر اور الفاظ ہیں حفیظ تائب اپنے الفاظ کو فکر کے رنگ میں گوندھ کر جذبات کی خوش بو ملا کر نہایت ندامت کے ساتھ بارگاہِ عالی میں حاضر ہو جاتے ہیں کہ سرکار یہی کچھ ہے متاع فقیر... رہا معاملہ جان کا سو وہ آپ ﷺ کے سوا اور کس کی ہے۔

تائب صاحب طریقۂ راسخہ کے شاعر ہیں۔ سچ پوچھیے تو نعت گوئی کا دوسرا کوئی راستہ ہے بھی نہیں۔ حضورِ شاہ ﷺ سانس لینا بھی ایک ذمہ داری ہے۔ کبھی مواجہ شریف میں نفس گم کردہ ہو کر کھڑے رہیے اور جب زندگی اپنا حق مانگے تو سانس لیجیے کیا عجب یہی عمل آپ کی نعت بن جائے۔ حفیظ تائب کا معاملہ یہی ہے سالہا سال سے یوں ہوا ہے کہ ہم دونوں کے قیام طیبہ کا زمانہ ایک رہا ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے مسجد نبوی میں ملنے سے گریزاں رہے کیوں؟ میرے عزیز! کیا یہ بات تمھیں بھی بتاؤں ایک بار ہم لوگوں کا قیام ایک ہی جگہ تھا ایک دن بیوی نے مواجہ شریف پر حاضری سے پہلے تائب صاحب سے کہا کہ مجھے کوئی دعا، کوئی عرض داشت عطا کر دیجئے جسے میں اپنے آقا، اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دوں یہ ۲۷ رمضان ۱۴۱۳ھ کی بات ہے اور پھر تائب صاحب نے ان کی کتاب یادداشت پر وہ التجا لکھی جس کے چند مصرعے یہ ہیں:

در پہ حاضر ہوئی ہے کوئی بے نوا اے حبیب خدا
حاضری میں حضوری بھی کیجیے عطا اے حبیب خدا

کچھ عجب وقت ہے میرے آنسو بھی اب ساتھ دیتے نہیں
پاس کچھ بھی نہیں عاجزی کے سوا اے حبیب خدا

میری نادانیوں، ظلم سامانیوں سے ہوں صرفِ نظر
ہر عمل آشنائے ادب ہو میرا اے حبیب خدا

''آشنائے ادب''... تائب صاحب کی نعت گوئی کے لیے کلیدی لفظ ہے (مسرور کیفی [۱] صاحب کے ہاں بھی یہ ادب سامانی مجھے نظر آتی ہے)

محبّت اپنے اظہار کے پیرائے خود تراشتی ہے ذرا سوچیے کہ ہم میں سے کون ارض طیبہ ضیائے گنبد خضرا، فضائے مواجہ شریف کے لیے دعا کر سکتا ہے۔ ہم تو ان کے وسیلے سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جب آدمی شہر طیبہ کی فضا کا حصّہ بن جائے تو پھر ایسے شعر اس کی زبان کو عطا ہوتے ہیں۔

سرچشمۂ عطا در خیرالوریٰ کی خیر گنبد سے جان و دل میں اترتی ضیا کی خیر
ہو منبر رسول سے بیت حضور تک ہر یادگار خواجۂ ارض و سما کی خیر

شاید تمھیں علم ہوا ہو کہ حضرت مولانا عبدالعزیز شرقی[۲]، اس سال شوال میں ہم سے رخصت ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں زندگی کے کم و بیش تیس سال گزارے اس کے علاوہ وہ مسلسل آتے جاتے رہے۔ حمد میں تسبیح و تحمید و تہلیل کو انھوں نے اپنی نوائے عاشقانہ کا حصّہ بنایا۔ اور اب یہ رنگ عام ہو چلا ہے۔

یہ کیف کا عالم جذبِ دروں، سبحان اللہ سبحان اللہ
میری زباں پر تیری ثنا ہے الحمدللہ، الحمدللہ
مکے کی عظمت، کعبے کی شوکت اللہ اکبر، اللہ اکبر

نعت خوانی کے ایک اسلوب خاص کے مالک تھے۔ پڑھتے تو لفظ تصویر اور رقص بن جاتے۔ مدینہ کی فضاؤں میں حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی[۳] ان سے نعت سنتے اور خاک طیبہ میں اپنے آنسوؤں کی تخم ریزی کرتے۔

عزیز گرامی!

بات کہاں سے چھڑی تھی اور کہاں تک آ پہنچی ان شاء اللہ ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ کچھ لکھوں گا اور تفصیل سے۔ اس وقت دو ایسے کام ادھورے پڑے ہیں کہ میں ان کی ناتمامی سے اپنے آپ کو مجرم سمجھنے لگا ہوں۔ دعا کرو کہ دونوں کام مکمّل ہو سکیں۔

خیر و برکت کی دعاؤں کے ساتھ۔ دعا گو
ابوالخیر کشفی

☆ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی (۱۹۳۲ء۔۲۰۰۸ء)، فرزندِ ثاقبؔ کانپوری، محقق، ادیب، نقاد، سابق صدر، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، رکن مجلسِ ادارت: ''مضراب'' کانپور، ''قومی زبان'' کراچی، ''مہر نیمروز'' کراچی، ''منزل'' نیویارک، ''اردوئے معلّٰی'' جاپان، کتب: ''اردو شاعری کا تاریخی و سیاسی پس منظر ۱۷۰۷ء سے ۱۸۵۷ء'' (پی ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ) ''حیاتِ محمد ﷺ قرآن کے آئینے میں''، ''نعت اور تنقیدِ نعت''، ''نعت شناسی''، ''ذکرِ نبی اردو ادب میں''، ''نسبت''، ''وطن سے وطن تک''، ''ہمارے عہد کا ادب اور ادیب''، ''ہمارے ادبی، لسانی اور تعلیمی مسائل''، ''یہ لوگ بھی غضب تھے'' و دیگر، اعزازات: داؤد ادبی ایوارڈ (۱۹۷۵ء)، قومی سیرت ایوارڈ (۱۹۹۱ء)

۱۔ مسرور کیفی (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۳ء)، اصل نام: صالح محمد، ممتاز نعت گو شاعر، تذکرہ نگار، کتب: ''چراغِ حرا''، ''ملجا و ماوا''، ''جمالِ حرم''، ''میزابِ رحمت''، ''مولائے کل''، ''سید الکونینؐ''، ''سجدۂ حرف''، ''حرفِ عطا''، ''نورِ یزداں''، ''آئینۂ انوار''، ''نقشِ جمال''، ''عکسِ تمنا''، ''کرم در کرم''، ''دیارِ نور''، ''رنگِ ثنا''، ''مرحبا''، ''ہالۂ نور''، ''سلام ان پر''، ''سفینۂ نعت'' (نعتیہ انتخاب از سید ابوالخیر کشفی)۔

۲۔ عبدالعزیز شرقی (۱۹۰۶ء۔۱۹۹۴ء)، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، جماعت اسلامی کے پانچ ابتدائی ارکان میں سے ایک، ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کراچی آئے۔ ''فیوض الحرمین'' (۱۹۷۶ء) آپ کا نعتیہ مجموعہ ہے۔

۳۔ سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۱۴۔۱۹۹۹ء)، المعروف: علی میاں، ممتاز عالم دین، مفکّر، مصنّف، محقق، اسلامی دنیا کے نمایاں ادبی، ثقافتی، علمی اور دینی اداروں کے رکن، متعدد کتابوں کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''تاریخ دعوت و عزیمت''، ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش''، ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر''، ''نبیٔ رحمت''، ''معرکہ ایمان و مادیت''، ''منصب نبوت''، ''پرانے چراغ''، ''تعمیر انسانیت''، ''نقوش اقبال''، ''حدیث پاکستان''۔

ابوسفیان اصلاحی، ڈاکٹر (علی گڑھ)

17-01-2000

محترم ومکرم! سلام مسنون

خدا کرے اچھے ہوں۔ میں نے دو خط ایک رجسٹرڈ ڈاک سے مقالہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا لیکن محبّتوں اور رسید سے محرومی رہی۔ آپ سے التماس ہے کہ ضرور بالضرور اپنی محبّتوں کو ارسال کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے اندر کام کرنے کی تقویت پیدا ہو۔ رسالہ نے تھوڑی سی عمر میں بہت نام کمایا ہے۔ حمد نمبر[۱] قدر کی نظروں سے دیکھا گیا۔ ایک موضوع اتنا وقیع اور ضخیم رسالہ نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ خدا آپ کو اپنی عنایت خاص سے نوازے۔ جناب طارق صاحب کا سلام لے کر حاضر ہوں۔ جناب حفیظ میرٹھی[۲] صاحب کا انتقال شعری دنیا کے لیے ناقابل تلافی نقصان ہے۔ ان پر ان کی نعتوں کے حوالوں سے ضرور ایک گوشہ شائع کریں۔

والسّلام

ابوسفیان اصلاحی

☆ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (پ: ۱۹۶۰ء)، ادیب، محقق، نقاد، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، انڈیا۔ کتب: ''قرآن کے چند اہم مباحث''، ''مطالعاتِ قرآن''، ''قرآنی مقالات کا اشاریہ''، ''اساطین عربی زبان وادب'' (ہندوستان میں)، ''مصر میں مقالہ نگاری کا ارتقاء''، ''نقوش عقاد''، ''مولانا محمد اسلم جیراج پوری۔ حیات وخدمات''، ''محمد بن حسن شیبانی۔ حیات وخدمات''، ''الصدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز ابن مازہ بخاری۔ حیات وخدمات''، ''دراسات فی الادب الحدیث''، ''مولانا حمید الدین فراہی۔ محقق ومفسّر''، ''مولانا عبدالسّلام ندوی۔ ماہر قرآنیات وادبیات''، ''تفکّر قرآن''، ''مباحث ادبیہ''، ''ذکرِ ذاکر''، ''ذاکرِ علی گڑھ''، ''لالہ وگل''، ''نایاب ہیں ہم'' ودیگر۔

۱۔ ''نعت رنگ''، شمارہ ۷، اگست ۱۹۹۹ء، ۲۸۸ص

۲۔ حفیظ میرٹھی (۱۹۲۲ء۔۲۰۰۰ء) نام حفیظ الرحمٰن، تخلّص حفیظؔ، شاعر، ادیب۔ تصانیف: ''شعر وشعور''، ''متاعِ آخرِ شب''۔ ''کلیاتِ حفیظ میرٹھی'' بھی شائع ہوگئی ہے۔

02-06-2006

محترم جناب رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے اچھے ہوں۔ مشفق خواجہ صاحب کی رحلت پر شدید دُکھ ہوا، اپنے دلی رنج کا اظہار علی گڑھ کے کانفرنس گزٹ میں کر چکا ہوں۔ جسے اسلوب احمد انصاری صاحب اور آرزو صاحب اور نورالحسن نقوی صاحب نے کافی پسند کیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ انھیں جوارِ رحمت میں جگہ نصیب ہو۔ ڈاکٹر نثار صاحب کا خوب صورت کلام، خوب صورت انداز میں موصول ہوا۔ انھیں میرا اسلام پیش کرتے ہوئے ملنے کی اطلاع فرمادیں نوازش ہوگی۔

''مولانا فضل حق خیرآبادی کی نعتیہ شاعری''[۱] ایک مقالہ لے کر حاضر ہوں۔ یہ مضمون ان کے متعدد غیر مطبوعہ نعتیہ قصائد پر بھی مشتمل ہے۔ اس حیثیت سے ان کی نعتیہ شاعری پر غالباً یہ پہلی کاوش ہوگی۔ ان کے غیر مطبوعہ قصائد دو حصوں میں ہماری مولانا آزاد لائبریری کے خطوط سیکشن میں موجود ہیں۔ خدا کرے ''نعت رنگ'' اپنی منزلیں طے کرتا رہے۔ بقیہ خیریت ہے۔ اگر آپ وہاں سے ویزے کا انتظام کروادیں تو پاکستان آجاؤں۔ آپ لوگوں سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔

والسّلام

ابوسفیان اصلاحی

۱۔ ''علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی نعتیہ شاعری''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۹، ص ۳۴۷۔۳۷۴

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری (کراچی)

۱۷/ستمبر ۲۰۱۴ء

نعت رنگ ۲۴ موصول ہوا۔ یادفرمائی پر ممنون ہوں۔نعت رنگ اور آپ کے سفر کو دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوتی ہے۔ میں آپ کی ابتدائی زندگی سے واقف نہیں کہ قلم اٹھاؤں تو آپ کی شخصیت کے ذکر کے چھیڑتے ہی بول اٹھوں کہ ''ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات''، لیکن اگر ایسا نہ کروں تب بھی آپ کی موجودہ زندگی کا رکھ رکھاؤ بول اٹھتا ہے کہ آپ کے ذوق ومزاج کا علم کیا ہے؟ آپ کا شوق و مطالعہ ادب وفنون لطیفہ سے دل چسپی شعر کہنے اور پڑھنے کے اسلوب سے بروا کی ہونہاری کا اندازہ کیا جاسکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں نے اگر دس پندرہ سال پہلے کی اٹھان نہ دیکھی تھی تو اس کا غم نہ تھا میں اسی قریبی مدت سے آپ کی زندگی کے انداز کو دیکھ رہا ہوں اور اسی دیدہ ومطالعے نے میرے دل میں ایک ایسا آئینہ بنا دیا ہے جس میں آپ کے گزشتہ دور کے تمام حسن وزیبائش کے ساتھ آپ کی تمام باتیں اور نظارے دل کے آئینے میں دیکھ سکتا ہوں۔ زمانۂ طالبِ علمی ہی میں آپ کی شاعری شہرت ہو چکی تھی خواہ کسی بڑے حلقے میں نہ سہی مگر آپ کے سامعین اور شایقین کا ایک حلقہ ضرور پیدا ہو گیا تھا لیکن نعت خوانی کی مجالس کے تعلّق سے آپ کے حسنِ بیان کی خوشبو دور دور تک پہنچ چکی تھی۔

اسی زمانے میں آپ نے خاتم النبین حضرت محمد ﷺ کی نعت اور تذکار مقدسہ کے مقصد سے ایک مجلّہ علمی و دینی ''نعت رنگ'' کے اجرا کا فیصلہ کیا اگر چہ یہ کام نہ اس وقت آسان تھا اور نہ آج کے بہت ترقی یافتہ دور میں یہ کام آسان ہے میرا اشارہ مجلّے کے کاغذی مجموعے کی اشاعت نہیں بلکہ علمی و دینی پہلو سے اس کی جامعیت، تحقیق کے معیار زبان و بیان کی لطافت اور پیش کش حسن کی رنگینوں اور دل آویزوں کی طرف تھا اور سچ یہ ہے کہ میں سمجھتا تھا کہ آپ اس مقام کو کبھی حاصل نہ کرسکیں گے لیکن آج میں شرمندہ ہوں، میں بھول گیا تھا کہ:

لیس الانسان الاماسعی۔(النجم۵۳۔۳۹)

انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

عزیز محترم آپ نے جس چیز کی آرزو کی تھی خدا سے جس چیز کو مانگا تھا اور پھر اس کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کر دیا۔ آپ نے اپنی سعی وعمل سے خدا کو راضی کرلیا اور آپ کو کامیابی نصیب ہوئی اور میں اپنے تصورات میں کھویا اور خیالات میں ڈوبا رہا اور شرمندگی سے دوچار رہا۔

اب ''نعت رنگ'' کی نیز یگیاں بیان سے باہر ہیں موضوعات کے شمار کی دشواری، وسعتوں کی پیمائش ناممکن، جدت ترازیاں حیرت انگیز، اسکالز کے لیے تحقیق کے بے شمار موضوعات، تحقیق کے مآخذ اپنے چاہنے والوں کے صبح وشام منتظر—— ملک کی حالت کچھ بھی ہو! وہ ترقی کرنے نہ کرے ''نعت رنگ'' نے نعت بندی میں اور اس کے حوالے سے دینی مسائل میں جو عظیم الشان تحریک پیدا کر دی ہے اس جیسا رنگ وروپ صدیوں پہلے تک نظر نہیں آتا میں اس کامیابی اور جدت طرازی کے لیے کہ صرف آپ ہی کو اس وجہ سے پہلے مبارک باد دینا نہیں چاہتا کہ آپ ''نعت رنگ'' کے مرتب ہیں بلکہ آپ کے معاونین، مجلس مشاورت کے اراکین اور نعت رنگ کے اہلِ قلم جو کسی پہلو سے بھی نعت کے فن اس کے متعلّقات یا کسی اور پہلو سے سو سو صفحے کا مضمون لکھیں یا کسی نے ایک صفحے کا خط لکھا ہو چوں کہ علم وتحقیق یا دین وادب اور ہیکل نعت کی تعمیر میں سب کا حصہ ثابت ہے اس لیے میں عزیزی آپ کے ساتھ ان تمام حضرات کو بھی مبارک باد کا پہلے مستحق قرار دیتا ہوں میرے نزدیک ''نعت رنگ'' کے صفحات میں جس نے بھی کم وبیش جگہ پائی ہے وہ قابلِ فخر ہے۔ یہ بھی اللہ کا فیضان ہے اس نے نعت رنگ کی برکات اور اس کے کاغذ، کتابت اور کمپوزنگ اور اس کی سجاوٹ کی رنگینیاں صرف اسی حد تک

محدود نہیں رہی، بلکہ مطالعہ نعت کے عشق، اس کی زبان کی لطافت، اس کے اسلوب کے کمال حسن اور پیش کش کی دل ربائی کو قدرت نے چانداور تاروں سے مزین زمین پر علم وفن کی ایک نئی دنیا آباد کردی ہے یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ پچھلے چند برسوں میں نعت کو جوار دو شاعری کی صنف سمجھی جاتی تھی ایک مستقل فلسفہ اور علم وفن تسلیم کرلیا گیا۔

اس انقلاب میں بہت حد تک اس دینی وعلمی مجلّے ''نعت رنگ'' کی تاثیر، مقالات اور ان کے مباحث کا حصہ بلکہ آپ کے اخلاص ومروت کا حصہ بھی شامل ہے۔ میں نعت رنگ کے شمارہ ۲۵ کی اشاعت پر آپ کے دعا گو بھی ہوں اور نعت کو ادبی صنفِ سخن کے اعتبار اس کا جائز مقام دلانے کے لیے کی گئی کاوشوں کو بھی خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

ابوسلمان شاہ جہان پوری

☆ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری (۱۹۳۷ء۔۲؍فروری ۲۰۲۱ء)، خاندانی نام: تصدق حسین خان، ادیب، محقق، مورخ، نقاد، مولانا ابوالکلام آزاد کے متخصص اور ان پر بہت سی کتابوں کے مصنّف، مؤلف اور ناشر، اعزازی مدیر: ''اردو'' کراچی، سو سے زائد تصنیفات و تالیفات، کتب: ''تذکرۂ خانوادہ شاہ ولی الہٰی'' (پی ایچ ڈی کا مقالہ)، ''مولانا ابوالکلام آزاد۔ایک مطالعہ''، ''مفتی کفایت اللہ دہلوی۔ایک مطالعہ''، ''مولانا عبیداللہ سندھی حیات وخدمات''، ''علامہ اقبال اور مولانا محمد علی جوہر''، ''مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے چند معاصر''، ''شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی۔ایک سیاسی مطالعہ''، ''مولانا احمد سعید دہلوی۔ایک سیاسی مطالعہ'' ودیگر۔

ابوعمار زاہد الراشدی، مولانا (گوجرانوالہ)

04-03-1996

عزیزم صبیح رحمانی

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔ مزاجِ گرامی؟

اسی رمضان المبارک کے دوران کا قصہ ہے کہ ایک روز گوجرانوالہ شہر سے شاہ ولی اللہ یونی ورسٹی گوجرانوالہ جانے کے لیے سوزوکی پک اپ پر سوار ہوا تو ڈرائیور نے کیسٹ لگا رکھی تھی، خیال ہوا کہ اسے بند کرنے کے لیے کہوں لیکن، آواز سے محسوس ہوا کہ گانا وانا نہیں ہے بلکہ نعتیہ کلام ہے۔غور سے سنا تو کلام مانوس سا لگا اور مدحِ رسول ﷺ کے والہانہ انداز نے مجھے بھی خلافِ عادت ساتھ ساتھ گنگنانے پر مجبور کردیا۔کوشش کی کہ نعت لکھ لوں مگر دو اشعار کے سوا نہ لکھ سکا اور وہ بھی ادھورے سے جو اس روز سے میری ڈائری پر یوں درج ہیں:

مرے دامنِ طلب کو ہے ان ہی کے در سے نسبت
کسی اور در سے رشتہ کبھی تھا نہ ہے، نہ ہو گا
سرِ حشر تیری رحمت . . . ہے نہایتِ تمنا....(۱)
مجھے کچھ عمل کا دعویٰ کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہو گا

دوسرے شعر کا پہلا مصرع پوری طرح نہیں سمجھ پایا تھا اس لیے ''ہے نہایت تمنا'' کا اضافہ میرا ہے جو مصرع کو مکمّل کرنے کے لیے ہے، وزن کے لحاظ سے معلوم نہیں یہ فٹ بیٹھتا بھی ہے نہیں۔

بہر حال کلام اچھا لگا اور صاحبِ کلام کی جستجو ہوئی گزشتہ روز لاہور مولانا عبدالرؤف ملک کے ہاں گیا تو وہاں ''جادۂ رحمت'' [۲] ان کی میز پر پڑی دیکھی، ورق گردانی کی تو وہی نعت سامنے آ گئی۔ ملک صاحب سے کتاب کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے آپ کے بارے میں بتایا کہ

آپ ان کے ہاں آ چکے ہیں اور نعتِ حبیبﷺ کی محفل بھی جما چکے ہیں۔ غائبانہ تعارف کا ایک مرحلہ سر ہونے پر خوشی اور محفل سے محرومی پر افسوس ہوا، زندگی رہی تو ان شاء اللہ کبھی اس کی نوبت بھی آ جائے گی۔

جناب رسالت مآبﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ کسی شخص کے ساتھ قلبی انس محسوس ہو تو اسے بھی اس کی اطلاع کر دو۔ اس لیے یہ عریضہ ارسال کر رہا ہوں۔ اس ''حسنِ ذوق'' پر میری طرف سے مبارک باد قبول کریں اللہ تعالیٰ ''ذوق'' اور ''حسن'' دونوں میں ترقیات سے نوازیں اور اپنے حبیبﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین یا ربّ العالمین۔ احباب و رفقا سے سلام مسنون۔

والسّلام

زاہد الراشدی

☆ مولانا ابوعمار زاہد الراشدی (۲۸/اکتوبر ۱۹۴۸ء)، اصل نام: محمد عبدالمتین خان زاہد، خطیب، عالم، دانشور، چیئرمین: ورلڈ اسلامک فورم، خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ، چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''الشریعۃ'' گوجرانوالہ، ایڈمنسٹریٹر: شاہ ولی اللہ یونیورسٹی، گوجرانوالہ، متعدد کتب، مقالات و مضامین کے مصنّف۔

۱۔ ؎ سرحشر ان کی رحمت کا صبیح میں ہوں طالب

۲۔ جادۂ رحمت/ صبیح رحمانی، ۱۹۹۳ء، کراچی: ممتاز پبلشرز، ۱۲۸ص

احسان اکبر، پروفیسر (اسلام آباد)

۴جون ۲۰۰۷ء

مکرّمی جناب صبیح رحمانی صاحب

تسلیمات اور آداب۔ آپ کے رسالہ ''نعت رنگ'' کا پرانا قاری ہوں سو آپ کے جذبۂ دینی اور خدمتِ فن و ادب ہر دو کی قدر بھی کرتا ہوں اور منزلت کا بھی معترف ہوں **اللھم زد فزد۔**

بہت دیر سے نعتیں بھجوانا چاہ رہا تھا اور مکرم جناب عزیز احسن کی معرفت بھجوانا تھیں مگر محفل نعت میں جہاں ہم یکجا ہوا کرتے ہیں نعتوں کا ملفوف لے جانا اور انہیں زحمت ترسیل دینا میرے بھلکڑ پن کے باعث ممکن نہ ہوا اور نہ یہ زحمت انہیں ضرور دیتا۔ پچھلے دنوں ہم ایک مذاکرے میں جمع ہوئے تھے وہاں بھی میں باہر ہی باہر سے پہنچا سو اس بار بھی نعتیں لے کر جانا نہ ہو پایا۔ (اس مذاکرے کی کارروائی عزیز احسن صاحب نے تحریر کر کے بھجوا دی ہوگی) سرِدست ایک نعت پیشِ خدمت ہے جو مجھے یوں لگا جیسے مقبول بارگاہ ٹھہری ہے۔ وہ یوں کہ اسے قبولیت اور محبوبیت بے حد نصیب ہوئی۔ ''نعت رنگ'' کے لئے آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ مزید نعتیں پیش کر دوں گا۔

احترامات کے ساتھ

نیازمند

احسان اکبر

☆ پروفیسر احسان اکبر (پ: ۴/جنوری ۱۹۳۸ء)، شاعر، ادیب، مترجم، نقاد، پروفیسر: گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی، کتب: ''ہوا سے بات''، ''ہمارا اکیسویں صدی میں داخلہ''، ''اقبال۔ فکر و فلسفہ''، ''اقبالیات۔ جموں و کشمیر''۔ اعزازات: صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی۔

یکم/مئی ۲۰۱۶

بہت عرصے سے مجھے خط لکھنا نصیب نہیں ہوا۔کوئی چیز بھی چھپنے کو نہ بھیجی سارا عرصہ آپ کی طرف سے بھی کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوئی۔ خدا کرے سب خیر ہو حضرت مولانا جامیؒ کی مشہور و معروف نعت ''وصل اللّٰہ علیٰ نور کزو شد نورھا پیدا'' کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا تھا۔آپ کو بھجوانے میں تامل کیا کہ بعض مسائل ان کی یادگار نعت کے ترجمے میں بڑی بڑی رکاوٹوں کی شکل بن گئے تھے مثلاً پہلے ہی شعر (مطلع) کے دوسرے مصرعے میں جب وہ زمیں کو ساکن کہتے ہیں تو اکیسویں صدی میں بیٹھا ہوا آدمی کیسے ترجمہ میں زمیں کو ساکن باندھ دے پھر ایسا نہ کرے تو نہ ترجمہ ہوا نہ ترجمانی۔

یونہی چوتھے شعر کے دوسرے مصرعہ میں مولانا نے آنحضورﷺ کے خال کو خال ہندی سے تشبیہ دیتے ہیں تو میں ہندی خال کو مشبہ بہ کا درجہ دیتے ہوئے لرز گیا اسی طرح آنحضورﷺ کی زلف مبارک کا مشبہ بہ (یا مسقار رمنہ) شب تاریک کو نہیں بنا سکا۔تیسرا الجھن کا مقام یہ بنا کہ آنحضورﷺ کا لقب مُزّمّل قرآن پاک میں بیان ہوا مگر وزن کی ضرورت کے تحت حضرت مولانا نے اسے مُزمّل ہی باندھ دیا تھا میں نے اسے بھی قرآنی تشدید مکرر کے ساتھ باندھا۔

اس ترجمے نے میرا بہت وقت لیا بارگاہ رسالت میں اگر قبول و منظور ہو جائے تو سمجھوں گا کہ حق ترجمہ ادا کرنے میں غفلت نہیں ہوئی اس عریضہ کو بھی نعت کے متن اور ترجمہ کے ہمراہ طبع کر دیا جائے تو محبان رسول کیا جانب کچھ دعائیں مل جائیں گی۔

~~~~~~

احمد جاوید۔(انڈیا)

۲۷/دسمبر ۲۰۱۲

ویسے تو آپ ان ہی دنوں سے ہماری ادبی مجلسوں کا حصہ ہیں جب 'نعت رنگ' کا پہلا شمارہ آیا تھا اور اپنے معیار و مشمولات کے لیے مخصوص علمی و ادبی حلقوں میں موضوع گفتگو بن گیا تھا۔پھر ٹی وی پر آپ کے پروگراموں اور خود آپ کے نغمات سرمدی نے آپ کو گھر اور خاندان کا حصہ بھی بنا دیا۔

رہی سہی دوری بھی عزیز گرامی قدر مولانا خوشتر نورانی[۱] اور صاحبزادہ علامہ اسید الحق عاصم قادری عثمانی بدایونی[۲] (زاداللّٰہ عمرھما واقبالھما) کے دم قدم نے دور کر دی لیکن یہ میری کوتاہ دستی ہے کہ آپ تقاضے کے باوجود کبھی 'نعت رنگ' کی محفل میں باریاب نہ ہو سکا۔ادھر چند ماہ سے لکھنؤ میں مقیم ہوں اور میں چاہوں گا کہ اب آپ جب بھی دہلی اور اجمیر معلیٰ آئیں، اپنے سفر میں لکھنؤ کو بھی ضرور شامل کریں۔کاش! مستقبل قریب میں ملاقات کی کوئی سبیل نکل سکتی۔

پیش خدمت مضمون (وسیمؔ بریلوی: نئی نعت کا پیشرو شاعر) میرے کرم فرما شاعر و ادیب قمرؔ گونڈوی صاحب کے تقاضوں کا نتیجہ ہے جن کی کتاب 'وسیم بریلوی شخص و شاعر' زیر طبع ہے۔موصوف بڑے جواں حوصلہ بزرگ ہیں ورنہ ستر اسی سال کی عمر میں ایک ایسے شخص کا اس شاعر کی شخصیت اور شاعری پر قلم اٹھانا جوان کو چچا کہہ کر مخاطب کرتا ہے، چہ معنی دارد؟ قمرؔ صاحب اگلے وقتوں کی نشانی ہیں۔حضرت جگرؔ مرادآبادی کے خادم خاص رہے ہیں۔جگرؔ، حیرتؔ اور مجروحؔ کی یادوں کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔مجروحؔ سلطانپوری پر ان کی کتاب یوپی اردو اکادمی کے مالی تعاون سے شائع ہوئی تھی اور اس حوالہ سے کہ مجروحؔ غزل کے بڑے شاعر ہیں یا فیضؔ، بہت دنوں تک بحث میں رہی تھی۔وسیمؔ جن کو اردو کے عام نقاد مشاعرے کا شاعر باور کر کے زحمت توجہ نہیں اٹھاتے، ان کے تعلق سے موصوف کی رائے ہے کہ وہ کسی ادبی آستانہ کے دریوزہ گر یا کسی گروہ کا حصہ ہوتے تو یہ بے اعتنائی
~~~~~~

ہرگز روا نہ رکھی جاتی۔ضروری نہیں ہے کہ ہم ان سے صد فیصد متفق ہوں لیکن اس میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہے۔

جہاں تک میری معروضات کا تعلّق ہے، میں اس لیے بھی آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ آپ اس عہد کے سب سے کامیاب اور منفرد شاعر بھی ہیں اور نعتیہ شاعری کے اسکالر بھی۔قابل اشاعت ہو تو شامل کر لیں ورنہ خیال نہ فرمالیں، مجھے صرف آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔میری آراء کسی محقق یا نقاد کی نہیں، شعروادب کے ایک عام قاری وسامع کی ہیں۔مضمون کے اس حصہ میں جہاں اردو کی نعتیہ شاعری کا پس منظر وپیش منظر آیا ہے ضروری سمجھیں تو ان شعراء کا نام جوڑ دیں جن کا نام رہ گیا ہو۔خاص طور پر پاکستانی شعراء کا۔کیونکہ ہمارے درمیان سرحدوں کے آر پار کی دوری اور اطلاعاتی فاصلہ بھی حایل ہے اور میری یادداشت کا قصور بھی ان کے چھوٹ جانے کے لیے ذمہ دار ہوسکتا ہے۔اسی طرح 'نعت رنگ' کے حوالے سے جہاں پر نعتیہ ادب کے محققین ونقاد کا نام آیا ہے، آپ اس پر ضرور نظر ثانی فرمالیں تا کہ کوئی اہم نام چھوٹ نہ جائے۔

گفتگو طویل ہوگئی، بارِ خاطر نہ ہو تو روحی جاوید بھی سلام عرض کر رہی ہیں اور طارق، خالد، راشد، صادق، صبا اور ندا بھی آپ کو سلام لکھوا رہے ہیں، آپ ان کے محبوب شاعر وثنا خوان رسول جو ٹھہرے۔اب دہلی آئیں تو آپ انہیں شرف ملاقات ضرور بخشیں۔

احمد جاوید

☆ احمد جاوید (پ: ۱۰ جنوری ۱۹۷۰ء)، ادیب، صحافی، مصنّف، مترجم، کالم نگار، ریزیڈنٹ ایڈیٹر: روزنامہ انقلاب (پٹنہ)، کتب: ''مبادیات صحافت وادارت''، ''خطوط مطالب کارگاہ صلاحیت سازی''، '' آسمان تہہ خاک''، ''میرے حصے کی دلّی اور قصۂ چھٹے درویش''، ''فکر فردا''، ''صحرا بھی گلزار لگے'' ودیگر۔اعزازات: پرائیڈ آف جرنلسٹس ایوارڈ (۲۰۱۳ء)، آبروئے صحافت ایوارڈ (۲۰۱۴ء)، غلام سرور ایوارڈ (۲۰۱۴ء)، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ایوارڈ (۲۰۱۷ء)۔

۱۔ مولانا خوشتر نورانی (۲۵ مئی ۱۹۷۵ء) مصنّف، محقق، عالم دین، مدیر: ماہنامہ ''جام نور'' (دہلی)، پندرہ روزہ ''نیوایج ویژن'' (دہلی)، ناظمِ تعلیمات: جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء (دہلی)، ترجمان: آل انڈیا مدرسہ کورڈینیشن کمیٹی علی گڑھ، کتب: ''علامہ فضل حق خیر آبادی۔چند عنوانات''۔''تحریکِ جہاد اور برٹش گورنمنٹ: ایک تحقیقی مطالعہ''، ''علمائے فرنگی محل''، ''تذکرہ علمائے ہندوستان''، ''اکیسویں صدی میں تصوف''، ''برید مشرق'' (مجموعہ مکاتیب علامہ ارشد القادری) ودیگر۔

۲۔ مولانا اسید الحق عاصم قادری (یکم جولائی ۱۹۷۵ء۔۴ مارچ ۲۰۱۴ء) مصنّف، محقق، عالم دین، سابق ڈائرکٹر: الازہر انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (بدایوں) کتب: ''تحقیق وتفہیم''، ''خیر آبادیات''، ''حدیث افتراقِ امت تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں''، ''قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ''، ''اسلام، جہاد اور دہشت گردی''، ''اسلام اور خدمت خلق''، ودیگر

~~~~~~

احمد جاوید (لاہور)

۲۰ مئی ۲۰۲۲

برادرِ عزیز صبیح الدین رحمانی آپ حبِ رسول ﷺ کی روایت کو ایک حق اساس جمالیاتی تسلسل اور توسیع دینے کی جو ہمہ وقت کاوش کر رہے ہیں وہ کوئی رسمی تحریک نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تاثیر سے ہماری تہذیب اور شعور میں تجدید کا عمل شروع ہوسکتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک سعی کو قبول فرمائیں اور اسے اتنا نتیجہ خیز بنا دیں کہ تعلّق باللہ اور تعلّق بالرسول ﷺ کا جوہر پھر سے ہمارے انفس وافاق کا مرکز بن جائے۔آمین!

محبّت اگر سچی ہو تو اس سے وہ جمالیاتی تناظر لازماً پیدا ہوتا ہے جو ذہن اور قلب میں سیرابی اور سرشاری کے نئے نئے احوال کو وجود میں لاتا رہتا ہے۔اور محبوب اللہ اور اس کے حبیب مکرم ﷺ ہوں تو یہ محبّت اپنے حامل کو گویا موجود ہونے کے رُو بکمال مراتب سے گزرنے کا تجربہ فراہم کرتی رہتی ہے۔اس درجے کے احوال وتجربات اپنی ماہیت میں جمالیاتی بھی ہوتے ہیں۔ان میں کارفرما جمالیاتی عناصر ذہن کو اس کے حصے کی کشش اور قلب کو اس کے مطلوبہ احوال ودیعت کرتے ہیں۔ذہن اور قلب کی یہی ہم احوالی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہمارے تعلّق کو ایک واضح سمت
~~~~~~

دیتی ہے جو جذبات کو ان کی حالت وفور میں بھی شعور مراتب کے تابع رکھتی ہے اور عارف و عاشق کو بندگی کے دائرے سے باہر نہیں نکلنے دیتی، بندگی ایک مستقل تناظر ہے جس کی اٹل پاسداری کے بغیر نہ کسی خیال کا کوئی اعتبار ہے نہ حال کا۔ اللہ سے اظہار محبّت بندہ بن کر کیا جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے عشق کا بیان آپ ﷺ کو بندہ مان کر کیا جاتا ہے۔ اس اصول کی خلاف ورزی دونوں ہستیوں سے تعلّق کو بے معنی اور غیر حقیقی بنا دیتی ہے یعنی حمد کا بڑا محرک یہ ہے کہ اللہ، الٰہ محمد ﷺ ہے اور نعت کی بنیادی تحریک اس سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عبداللہ ہیں جن پر بندگی اپنے کمال کو پہنچی۔ آپ ﷺ کی شانِ عبدیت کا ایک روحانی اور جمالیاتی فیضان یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی محبّت کے احوال میں اللہ کی حمد و ثنا کے جذبات ایسے غلبے کے ساتھ موجود ہوتے ہیں کہ عشق رسول ﷺ محض احساس کی سطح پر ہو یا اظہار کے مراحل میں ہو، دونوں صورتوں میں دل تشکّر میں ڈوبا ہوتا ہے اور ذہن اللہ کی ثنا میں مشغول۔ اسی طرح اللہ کی محبّت میں بھی اگر رسول اللہ ﷺ پر نثار ہونے کا جذبہ نہیں پایا جاتا تو محبوب کوئی خیالی ہستی ہے، حقیقی خدا نہیں۔ غرض تعلّق باللہ کی واحد سند تعلّق بالرسول ﷺ ہے اور تعلّق بالرسول ﷺ کا واحد ثبوت تعلّق باللہ ہے۔ یہ اصول اپنے احوالی مظاہر پیدا کرتا ہے تو پھر حمد واقعی حمد ہے اور نعت، حقیقۃً نعت ہے۔

صبیح الدین صاحب رحمانی آپ ہماری نعتیہ روایت کے رسمی احیا کی کوشش نہیں کر رہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس مطلوبہ تعلّق کی تجدید کی جدوجہد میں وارفتگی کے ساتھ مصروف ہیں جو ہمارے موجود ہونے کا واحد جواز ہے۔ میرے برادر گرامی قدر آپ گویا ایمان کے روحانی اور جمالیاتی تقاضوں کو گہرائی اور تازگی کے ساتھ پورا کرنے کا وہ کام کر رہے ہیں جو اللہ کے فضل سے کامیاب ہو گیا تو اُمتِ مسلمہ کے دل پر چھائی ہوئی خزاں کا خاتمہ ہو سکتا ہے، ہمیں سب سے زیادہ اسی کا انتظار ہے کہ ہمارے مرجھائے ہوئے دل پر کب بہار آئے گی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس انتظار کو ختم کرنے کی کاوش کر رہے ہیں۔ اقبال نے شاید آپ کے لیے ہی کہا تھا۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

احمد جاوید

☆ احمد جاوید (پ: ۱۸ نومبر ۱۹۵۵ء) فلسفی، دانش ور، شاعر، نقاد، ماہرِ اقبالیات، کتب: ''آندھی کا رجز''، ''ترکِ رذائل''، ''محی الدین ابنِ عربی''، ''تسہیل پیامِ مشرق'' ودیگر۔

احمد صغیر صدیقی (کراچی)

برادرم! سلام مسنون۔

دو روز قبل برادرم معراج جامی[۱] سے ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ ملا۔ میرے سامنے ہی فون پر ان سے آپ کی بات ہوئی انھوں نے بتایا کہ آپ نے کسی مضمون کی فرمائش کی ہے۔ میں نے مضامین لکھنے کی سمت توجہ نہیں کی ہے ابھی تو میں صرف اچھے مضامین پڑھ رہا ہوں۔

آپ نے اداریے ''احوال'' کے آغاز پر لکھا ہے'' آغاز رب رحمٰن ورحیم کے نام سے ثنائے رسول ہاشمی ﷺ کے بعد'' یہ ترتیب آپ کی توجہ چاہتی ہے اصولاً حمد ربی پہلے اور ثنائے رسول ﷺ بعد میں ہونی چاہیے۔

ظاہر ہے یہ ضخیم کتاب چند گھنٹوں میں نہیں پڑھی جا سکتی۔ البتہ چند مضامین اور کچھ نعتیں میں نے ضرور پڑھ لی ہیں حسب معمول نہایت سجے

ہوئے اور کام کے مضامین ہیں۔ تاہم رشید وارثی صاحب کا مضمون بہت پُرمغز ہے اسی طرح پروفیسر افضال احمد انور نے بھی ایک اچھا موضوع لے کر مضمون لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ نعت خوانوں پر نوٹ نچھاور کرنے والی بات پر انھوں نے عمدگی سے روشنی ڈالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون اپنی نوعیت کا نہ صرف پہلا مضمون ہے بلکہ انتہائی اہم بھی ہے کیوں کہ اس میں بڑی تفصیل موجود ہے اور سمجھنے سوچنے والوں کے لیے اس میں بہت کچھ ہے۔

''مدحت'' کے حصّے میں تابش دہلوی صاحب جناب عبدالعزیز خالد صاحب اور حمایت علی شاعر وغیرہ کی نعتیں اچھی لگیں کچھ نعتیہ شعر بہت پسند آئے:

ان کی یاد کے صدقے
قلب کو حرا کہیے (اعجاز رحمانی)

سرور حرف دعا کیسا مستجاب ہوا
زباں کو حوصلہ مدح آنجناب ہوا (سرور بارہ بنکوی)

اسی نے تلخ نوائی کی تیرگی میں کیا
زمیں دل پہ محبّت کا آسماں روشن (صبیح رحمانی)

خطوط کے حصّے میں نقوی احمد پوری کا خط توجہ طلب ہے۔ پتوں کی اشاعت کے بارے میں وامق عدنان نے اچھی تجویز دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ جو القاب مستعمل ہیں مثلاً ''مولائے کل''، ''آقائے دو جہاں''، ''سرکار دو عالم'' وغیرہ میں ان پر اکثر غور کرتا ہوں یہ تمام القاب مجھے رب رحمان ورحیم کے محسوس ہوتے رہے ہیں مثلاً آقا و مولا تک تو یہ بات ٹھیک ہے لیکن اگر نبی کریم ﷺ کو ''مولائے کل'' کہا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کہیں گے؟ ہمارے سامنے ''رحمت للعالمین''، ''رسولِ مقبول''، ''نبی کریم''، ''حبیب خدا'' وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں بہر حال میری خواہش ہے کہ اس طرف بھی کوئی صاحب علم مضمون نگار توجہ دے تو کیا ہی اچھی بات ہوگی اگر علامہ اقبال اور مولانا حضرات کچھ کہتے ہیں تو اسے سند بنا کر سب کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ بذریعۂ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جائے۔

احمد صغیر صدیقی

☆ احمد صغیر صدیقی (۲۰/اگست ۱۹۳۸ء۔۱۱/ستمبر ۲۰۱۷ء)، شاعر، ادیب، نقاد، کہانی نویس، مترجم، کتب: ''کالی کہانیاں''، ''دنیا کی بہترین کہانیاں'' (ترجمہ۔ چار مجموعے)، ''بوجھو تو جانیں'' (منظوم پہیلیوں کی کتاب بچوں کے لیے)، ''گوشے اور جالے'' (تنقید)، ''اطراف'' (شعری مجموعہ)، ''لمحوں کی گنتی'' (شعری مجموعہ) و دیگر۔

۱۔ معراج جامی (پ: ۱۹۵۵ء)، نام: سید معراج مصطفےٰ ہاشمی، تخلّص: جامؔی۔ شاعر، ادیب، نقاد، مدیر: سہ ماہی ''سفیرِ اردو'' کراچی، مدیر منتظم: ماہنامہ ''پرواز'' لندن، ماہنامہ ''آئینہ'' اولڈہم مانچسٹر، بانی وصدر: بزمِ تخلیق ادب پاکستان، کتب: ''روزنِ خیال'' (شعری مجموعہ)، ''اردو کے مشہور اشعار'' (تالیف)، ''بیوی سے چھپ کر'' (سین ریو نظمیں)، ''مقالاتِ افتتاحیہ'' (اداریوں کا مجموعہ)، ''معراجِ عقیدت'' (نعتیہ مجموعہ) و دیگر۔

03-02-1996

برادرم! سلام مسنون۔

''نعت رنگ'' کا دوسرا شمارہ شکیل عادل زادہ صاحب کے پاس دیکھا تھا۔ دوسرے ہی دن برادرم معراج جامی نے اسے مجھے پڑھنے کے لیے لا کر دیا۔ رمضان کے مہینے میں مطالعہ کے لیے یہ ایک بہترین کتاب ثابت ہوئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مجھے اُمید نہ تھی کہ یہ ایک اتنی عمدہ کتاب ہوگی۔

سات مضامین میں چارتو معرکہ آرا کہے جاسکتے ہیں۔خصوصیت سے عزیزاحسن صاحب کے مضمون ’’نعت اور شعریت‘‘ نے بہت متاثر کیا۔اُن کے علم اور مطالعے اور ذوق نے مجھ پر گہرے اثرات ڈالے۔عزیزاحسن کے تنقیدی مضامین میں نے ادبی جریدوں میں پہلے نہیں دیکھے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک سچے اور بہترین ناقد ہیں اور یہ جو ہمارے پاس ڈھیروں دانش ور ’’پروفیسر‘‘ اور ’’ڈاکٹر‘‘ قسم کے ناقد بھرے ہوئے ہیں ان سے وہ رُتبے میں کہیں افضل نظر آئے۔ کچھ ایسا ہی میں نے رشید وارثی صاحب کے مضمون کو پایا کیا ہی عمدہ باتیں لکھی ہیں۔انھوں نے اور کیا خوبی ہی سے انھوں نے اپنے موضوع کے ساتھ انصاف برتا اس کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ یہاں تو عالم یہ ہے کہ اس قسم کی نشان دہی شعرائے کرام کو اتنی بری لگتی ہے کہ اُن کے دہانوں سے کف نکلنے لگتا ہے۔

فکروفن کے عنوان کے تحت دیے گئے جائزوں میں مجھے محمد اقبال جاوید کی کاوش بہت اچھی لگی۔نذیر قیصر کی نعتوں سے انھوں نے جو کچھ Quote کیا اُس کے پیشِ نظر اگر میں یہ کہوں کہ یہ شاعر واقعی سچا نعت گو ہے تو غلط نہ ہوگا۔اس کا ہر شعر، شعریت سے معمور تھا اور احترام رسول خدا سے روشن۔

حرف در حرف نور بکھرا ہے
میں سیاہی کے ساتھ کیا لکھوں
میرے زخموں پر بھی رکھ دے
اپنے ہاتھ شفاعت والے

ایک ہاتھ پہ سورج رکھا ایک پہ چاند
تیری یادوں کی دھول کے آگے دونوں پڑ گئے ماند

اور یہ شعر:

صفحۂ شب خالی تھا تیرے ہاتھوں نے
حرف ستارہ لکھا اور اُچھال دیا

بہرحال آپ کا مرتب کردہ یہ سلسلہ خوب ہی نہیں بہت خوب ہے۔ میں آپ کے اشعار سے بھی بہت محظوظ ہوا ہوں لیکن بوجوہ زیادہ تعریف سے احتراز کررہا ہوں۔ورنہ اس شعر سے کون صرفِ نظر کرسکتا ہے۔

اُن کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم

میں اتنا زیادہ مشہور ومعروف نہیں ہوا کہ ہر ایک سے توقع رکھوں کہ وہ مجھے جانتا ہوگا، تاہم آپ حرف وتحریر کی دنیا کے آدمی ہیں ہوسکتا ہے اس حقیر کے نام سے آگاہ ہوں۔میرے لیے کچھ باتیں آپ کو بھائی شکیل عادل زادہ سے معلوم ہوجائیں گے کہ ہم دونوں کا ساتھ کوئی تیس برس کا ہے۔

آپ جیسے نوجوانوں سے ملنے کا شوق رہا ہے۔ملنا چاہوں گا۔ رابطہ کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔

آخر میں...اپنی ایک نعت منسلک کررہا ہوں۔اپنے فیصلے سے نوازیے۔

مزاج گرامی؟

مخلص
احمد صغیر صدیقی

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ پیشِ نظر ہے۔ معیار اور تعداد دونوں لحاظ سے خوب ہے، اس بار محترم ابوالخیر کشفی نے ایک نہایت عمدہ مضمون دیا۔ ''اللہ اور رسولِ خدا کے لیے ''تو اور تیرا'' کے ضمیروں کے استعمال کے بارے میں انھوں نے کس مدلل انداز سے لکھا اس نے دل خوش کر دیا۔ میں سمجھتا ہوں اب ان ضمیروں کا استعمال کسی کے دل میں نہیں چبھنا چاہیے۔

اپنے جناب سحر انصاری تو معلوم نہیں کس طرح شاید جوشِ حسینی میں ''تو تڑاق'' والا جملہ لکھ گئے ورنہ وہ تو انتہائی دل جو آدمی ہیں اور علم کا ایک چاہِ عمیق۔ دل آزاری سے ان کو دور کی بھی نسبت نہیں۔ آج تک انھوں نے اپنے تبصروں یا دیباچوں میں کسی انتہائی گئے گزرے شاعر کے بارے میں بھی کبھی یہ نہیں لکھا کہ اس کی تصنیف ایک عہد ساز تصنیف نہیں۔

جناب رشید وارثی اور عزیز احسن صاحب کے مضامین اس بار بھی نہایت خیال انگیز ہیں اور معیار ساز بھی۔ دوسرے ناقدین بھی ایسے موضوعات پر نجانے کیوں نہیں لکھ رہے ہیں۔ آخر یہ دونوں کب تک لکھیں گے۔ میں نے خطوط کے حصّے میں دیکھا کہ عالی صاحب[۱] نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ وہ ''ان'' موضوعات پر نہیں لکھ سکتے اور یہ کہ ان کے پاس..... ''اتنا وقت نہیں'' خیر عالی صاحب کے پاس ان باتوں پر لکھنے کے لیے وقت نہ ہونے کی بات سمجھ میں آتی ہے لیکن مولانا کوکب نورانی بھی کہتے نظر آئے کہ ''وہ اتنے گھرے ہوئے ہیں کہ وعدہ بھی نہیں کر سکتے یا ظاہر ہے کہ اس فضا میں تو بس ایسے ہی مضامین آپ کو ملا کریں گے جیسا نعیم صدیقی صاحب کی ایک نعت پر ڈاکٹر ایوب شاہد کا ہے جس میں ایک خاصی کمزور سی کاوش کی شان میں ایک غلو آمیز تبصرہ کیا گیا ہے۔

صفحہ ۳۵۱ پر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے رسولِ خدا کے ''بے سایہ'' ہونے کا ذکر کیا ہے۔ میں تو سمجھتا رہا تھا کہ شاید علامہ سید سلیمان ندوی[۲] نے دلائل سے اس بات کو نادرست ثابت کر دیا ہے۔ بہر حال ضرورت ہے کہ اس پر کچھ از سرِ نو لکھوائیں اور کسی اچھے محقق سے۔

صفحہ ۳۱۷ پر ایک گمنام قاری صاحب نے ''خالق'' کے لفظ کو کسی عام آدمی کے لیے ممنوع قرار دیا ہے۔ حالانکہ اس کے سامنے کے معنی ہیں ''تخلیق کرنے والا'' بھلا اس کے استعمال میں کیا قباحت ہے؟

آپ کے ہاں کتابت میں ''شعرا'' کو شعراء ''انشا'' کو انشاء لکھا جا رہا ہے یعنی آگے ہمزہ جوڑ ا جا رہی ہے۔ کیا یہ بلا وجہ نہیں؟ موجودہ شمارے میں میری نعتیہ نظم کی پہلی سطر میں سہو کتابت ہے۔ ''پیمبروں کی بزم میں'' صحیح سطر ہے مگر چھپا ہے ''پیمبر کی بزم میں۔''

احمد صغیر صدیقی

۱۔ جمیل الدین عالی (۲۰ر جنوری ۱۹۲۵ء۔ ۲۳ر نومبر ۲۰۱۵ء)، نام: مرزا جمیل الدین احمد، تخلّص: عالی۔ شاعر، ادیب، کالم نگار، ۱۹۸۹ء میں ادبی خدمات پر صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی سے نوازے گئے۔ تصانیف: ''غزلیں، دوہے، گیت''، ''لاحاصل''، ''جیوے جیوے پاکستان'' (قومی نغمے)، ''دنیا میرے آگے''، ''تماشا میرے آگے'' (سفرنامے)، ''نقار خانے میں'' (کالموں کا مجموعہ)، ''اے مرے دشتِ سخن''، ''اک گوشۂ بساط'' (شعری مجموعے)، ''حرفے چند'' (کتابوں پر دیباچے، تین جلدیں)، ''انسان'' (طویل نظم)۔

۲۔ علامہ سید سلیمان ندوی (۲۲ر نومبر ۱۸۸۴۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۵۳ء)، نامور عالم دین، مؤرخ و سیرت نگار، قاضی القضاۃ و صدر جامعہ احمدیہ بھوپال، بانی مدیر: ماہنامہ ''معارف'' اعظم گڑھ، مہتمم: دارالمصنّفین اعظم گڑھ، تصانیف: ''سیرت النبی''، ''رحمتِ عالم''، ''حیاتِ شبلی''، ''ارض القرآن''، ''سیرتِ عائشہ''، ''عمر خیام''، ''حیاتِ امام مالک''، ''خطباتِ مدراس''، ''لغاتِ جدیدہ''، ''نقوشِ سلیمانی''، ''عرب و ہند کے تعلّقات''، ''ارمغانِ سلیمان'' (شعری مجموعہ)۔

آپ کے علم میں ہے کہ طبیعت ٹھیک نہیں اور اب اسی طرح چلنا بھی ہے شاید۔ کچھ لکھنا تو دور کی بات ہے پڑھنے تک کو جی نہیں چاہتا خط کسی نہ کسی طرح لکھ رہا ہوں۔ ستمبر ۱۹۹۹ء کے شمارے میں چھپنے والے خطوط پڑھ لیے ہیں۔ اس سے قبل کہ میں ان پر کچھ لکھوں یہ کہنا چاہوں گا کہ قبلہ جناب کوکب نورانی کی ذات قابلِ تعریف ہے کہ وہ دینی معاملات پر اٹھائے گئے سوالات پر کم از کم کچھ لکھتے تو ہیں ورنہ یوں لگتا ہے کہ باقی سارے علمائے دین جیسے ہیں ہی نہیں۔ کوئی اور قلم اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا۔ اس بار انھوں نے متعدد لکھنے والوں کو روکا ٹوکا ہے مثلاً پروفیسر ابوالخیر کشفی صاحب کو، رشید وارثی صاحب کو، جمال پانی پتی صاحب[۱] کو اور عزیز احسن صاحب کو۔ مجھے حیرت ہے کہ وہ بہت معمولی معمولی باتوں پر معترض ہوئے ہیں مثلاً ''سستی جذباتیت''، ''کٹھ ملاؤں''، ''مرض میں مبتلا ہوئے'' جیسے الفاظ لکھنے پر بھی ناخوش تھے۔ میرے اس سوال کے جواب میں کہ ''صحیح مبالغہ'' سے کیا مراد ہے انھوں نے لکھا ہے۔ ''اس سے مراد ہے جائز مبالغہ'' مجھے حیرت ہے کہ کیسا جواب ہے۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسے کوئی کہے ''جائز بدکاری'' یا ''مستحسن بے ایمانی'' بہرحال! اب یہ تمام باتیں میں لپیٹ دینا چاہتا ہوں۔ پڑھنے والے خود کسی فیصلے پر پہنچیں۔ ویسے بھی میرا مقصد ہرگز بحث ومباحثہ نہیں۔

دوسرا خط ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا ہے، انھوں نے مجھ حقیر کے خط مطبوعہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۴ میں اٹھائے ایک سوال کا جواب بہت تفصیل سے لکھا ہے (واضح ہو کہ اس پر جناب کوکب نورانی صاحب پہلے ہی توجہ فرما چکے ہیں) عزیزی صاحب کا خط طویل ضرور ہے مگر بے مغز اور بچکانہ سا ہے۔ اپنے اس خط میں وہ مدعی بھی خود ہیں، گواہ بھی، وکیل بھی اور حتیٰ کہ منصف بھی اور جو کچھ وہ ثابت کرنا چاہتے تھے ''اپنے تئیں'' اسے بحسن وخوبی ثابت کردیا ہے۔ میں ان سے الجھنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ایک بات ضرور پوچھوں گا کہ کیا یہ القاب (مولائے کل، سرکارِ دوعالم وغیرہ) حضور اکرم ﷺ کے سامنے بھی رائج تھے اور کیا صحابہؓ ان کا استعمال کرتے تھے؟ اور ہاں انھوں نے اپنے خط کے دوسرے پیراگراف میں لکھا ہے ''ایسے مضامین جن میں......چبھونے والا طنز پوشیدہ ہو........'' میں جاننا چاہوں گا کہ یہ چبھونے والا طنز کیا ہوتا ہے؟

آپ کا اس بار کا شمارہ صرف ۲۷۲ صفحات کا ہے۔ یہ اچھی بات ہے بس اس سے زیادہ ضخامت مناسب نہیں بلکہ کچھ اور کم کردیں تو اچھی بات ہے۔ میٹریل جس قدر بہتر اور معیاری ہو اتنی اچھی بات ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی سے مضامین لکھوائیں وہ بہت اچھا لکھتے ہیں مجھے ان کے ہاں بلا کی Read-ability ملتی ہے۔ جیسا کہ میں نے لکھا کہ ابھی یہ شمارہ پڑھ نہیں سکا ہوں اس لیے مضامین پر کچھ لکھ نہیں سکتا۔ مگر سرسری نظر ڈالنے سے احساس ہوا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے محنت سے لکھا گیا ہے۔ سلیم کوثر کی نعت خوب صورت ہے۔

میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حمد ونعت کے فروغ کی کوششوں میں کامیاب کرے۔

احمد صغیر صدیقی

۱۔ جمال پانی پتی (۱۹۲۷ء۔۲۰۰۵ء)، اصل نام: گلزار احمد قریشی، شاعر، ادیب، نقاد، مترجم، کتب: ''ادب وروایت'' (۹۴ء)، ''اختلاف کے پہلو'' (۲۰۰۲ء)، ''نفی سے اثبات تک'' (۲۰۰۴ء)، ''جدیدیت اور جدیدیت کی ابلیسیت'' (۲۰۰۵ء)، ''عالی کلام'' (انتخاب کلام جمیل الدین عالی۔۲۰۰۲ء)۔

10-05-2001

عزیزم! السّلام علیکم۔

تازہ ''نعت رنگ'' نمبر ۱۱، نظر نواز ہوا۔ بے حد ممنون ہوں۔

چار سو سے زائد صفحات کے اس جریدے کو میں کئی روز تک دیکھتا رہا ہوں۔ سب کچھ پڑھنے کو بہت وقت چاہیے واضح ہو کہ میں ایک تیز رفتار قاری ہوں۔ مگر اس کے مضامین جگہ جگہ روکتے ہیں اور پھر سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

رشید وارثی صاحب نے ''ﷺ'' کے استعمال پر بہت اچھا مضمون لکھا ہے، خوب ہے، اچھا لگا۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کا مضمون ''نعت اور احترام بارگاہ رسالت مآب'' بہت محنت سے لکھا ہوا ہے۔ اس میں چند باتیں ایسی بھی دیکھیں جو مجھ کم فہم کو ''عجیب'' لگیں، مثلاً صحیح بخاری سے ایک روایت کی چند ابتدائی سطریں: ''میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا، ایک شخص نے مجھ پر کنکری ماری، میں نے سر اُٹھا کر دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دو شخصوں کو بلاؤ...''۔

مسجدِ نبوی کو جائے استراحت بنانے والی بات اور سوئے ہوئے شخص کو کنکری مار کر جگانے کا عمل، دونوں باتیں مجھے ''عجیب'' لگیں۔ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں کہہ سکتا۔

اکرم رضا صاحب نے درجنوں شعرائے کرام کے نعتیہ کلام سے اشعار نقل کیے ہیں، اس پر توجہ نہیں دی کہ کلام کس پائے کا ہے۔ مثلاً راغب مراد آبادی صاحب کا شعر دیکھیں:

نعت گوئی کی حدیں مجھ کو ہیں راغبؔ معلوم
کہ نگاہوں میں ہیں احکام شریعت میری

دوسرے مصرعے میں تعقید کا عیب کتنا واضح ہے، دیکھ لیں، کہ نگاہوں کا ''میری'' کہاں جا کے اٹکا ہے کہ شریعت خود راغب صاحب کی بن گئی ہے۔ خود اکرم رضا صاحب کا وہ شعر جو انھوں نے مضمون کے آخر میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ اس کا آخری مصرع ہے۔ ''پر اس سے آپ نہ کیجیے کنارا یارسول اللہ ﷺ'' اس میں ذرا ''نہ'' کا وزن ملاحظہ ہو جس نے شعر کو کسی مبتدی کا شعر بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا مضمون ''نعت کے موضوعات'' نہایت معلوماتی مضمون ہے۔ مگر افسوس انھوں نے آخر میں نہایت اہم موضوعات کی ایک فہرست دے کر انھیں... بغیر کسی نقد و تبصرہ کے چھوڑ دیا ہے حالاں کہ ان پر نقد و تبصرہ کے بغیر یہ مضمون بالکل نامکمل رہ جاتا ہے۔ ذرا ان موضوعات کو دیکھیں: (۱) نبی اکرم ﷺ کے سبب تخلیق کائنات ہونا (۲) نبیِ رحمت کا عالم الغیب ہونا (۳) آپ ﷺ کا مختار کل ہونا۔ (۴) آپ کا سایہ نہ ہونا (۵) میم کا پردہ (۶) جبریل امین کا آپ کا دربان ہونا... یہ ایسے موضوعات ہیں جو بے حد اہم ہیں جن پر ضرور نقد کی نظر کرنی تھی۔ انھیں چاہیے کہ وہ اب ان پر ایک اور مضمون لکھیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' دلچسپ ہے۔ اس میں درج باتوں سے کوئی بھی معقول آدمی اختلاف نہیں کر سکتا۔ ضرورت ہے کہ جن چیزوں کی نشاں دہی کی گئی ہے ان پر شعرا توجہ دیں۔ ''گفتنی ناگفتنی'' جناب شفقت رضوی کی تحریر ہے مختصر ہے اور حقائق پر مبنی ہے تاہم اس سے تھوڑا سا اختلاف کروں گا۔ بھلا کسی مدیر کے بس میں کہاں کہ وہ یہ بھی پتا کرے آیا شاعر کی زندگی اس کے کلام سے مطابقت رکھتی ہے یا نہیں؟ البتہ اگر شاعر خود بتا دے تو اور بات ہے ''اک رند ہے اور مدحت سلطان مدینہ''... نعت خوب صورت ہوئی تو پڑھی بھی جائے گی اور سراہی بھی جائے گی۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اپنے مضمون میں لکھا ہے... ''حکیم صاحب ''پیشہ ور'' شاعر نہیں۔ میں چاہوں گا کہ ''پیشہ ور'' کی وضاحت کی جائے تا کہ شعرا کی خانہ بندی ہو سکے۔

نعتیہ کلام میں جناب عاصی کرنالی کی نعت اوّل مقام پر ہے۔ اس کا ایک شعر ہے:

صدیوں سے اسیر شب ظلمات تھی دُنیا
وہ مہر جہاں تاب جو نکلے تو سحر ہو

اگر ..... شر کے construction پر نظر ڈالیں تو دوسرا مصرع عجیب سا لگتا ہے۔ یہاں ایسے مصرع کی ضرورت تھی جس میں کہا جاتا کہ وہ مہر جہاں تاب جب نکلا تو سحر ہوئی...اگر یہ سوچا جائے کہ وہ دنیا جو صدیوں سے اسیر ظلمات تھی، منتظر تھی کہ وہ مہر جہاں تاب نکلے تا کہ سحر ہو تو اس میں لفظوں کا ایسا گیپ آجاتا ہے جسے پہلا مصرع موجودہ صورت میں پر نہیں کر رہا ہے...آپ کی نعت کا مطلع خوب ہے:

غم نہیں، جاتی ہے جائے ساری دُنیا چھوڑ کر
پر نہ جائے یادِ آقا مجھ کو تنہا چھوڑ کر

اس میں ساتواں، نواں اور آخری شعر خوب ہیں۔ اگر آپ اپنی اس نعت کو...انھیں چار اشعار تک محدود رکھتے تو یہ نعت ایک اعلیٰ درجے کے شعری حسن کی حامل کہی جا سکتی تھی۔

اب خطوط پر نظر ڈالتے ہیں۔

ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے گنڈوں تعویذوں کے بارے میں بالکل صحیح لکھا ہے۔ میں ان سے متفق ہوں۔ انھوں نے شرف قادری صاحب کے اس اصرار پر کہ نبی اکرم ﷺ کی ثنا ہو سکتی ہے تو حمد کیوں نہیں، جو کچھ لکھا ہے میں اس کی تائید کروں گا۔ رہی ضد اور ہٹ دھرمی کی بات اس کا کوئی علاج نہیں۔ حمد صرف اللہ کی تعریف کے لیے رائج ہے۔

امین چغتائی صاحب کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا جب کوئی کسی کے دل کی دھڑکن بن جاتا ہے تو پھر اس کی ہر بات سوا لاکھ روپے کی ہو جاتی ہے۔ انھیں ڈاکٹر کشفی صاحب کا مضمون غزل میں نعت کی جلوہ گری ''بے حد فکر انگیز'' لگا۔ اسی طرح مجھے ان کا خط ''فکر خیز'' محسوس ہوا ہے۔

آخری خط مولانا کوکب نورانی صاحب کا ہے۔ انھوں نے اتنا طویل خط لکھا ہے کہ ۳۸ صفحات پر تقریباً محیط ہے۔ اس سے ان کی اس دلچسپی کا پتا چلتا ہے جو انھیں نعت رنگ سے ہے۔ ہمارے اور ''عالم دین'' کہاں ہیں؟ وہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے منسوب تحریروں کی جانب توجہ کیوں نہیں دیتے؟ مولانا کوکب کی ذات بہت غنیمت ہے۔ میں ان کے لیے دعا گو ہوں اور ان سے دعاؤں کا طالب ہوں۔ وہ کسی کے کہنے میں نہ آئیں اور ''نعت رنگ'' میں لکھتے رہیں۔

انھوں نے ملک شیر باز کے ایک مضمون سے کچھ اقتباسات دیئے ہیں جو اعداد سے متعلّق ہیں جس کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ اعداد سے ثابت ہوتا ہے کہ اجرامِ فلکی نبی کریم ﷺ پر مسلسل درود و سلام پڑھتے رہتے ہیں...اچھا ہوتا کہ مولانا اسے نظر انداز کر دیتے۔ اس کی ساری بنیاد چند سائنسی مفروضوں پر ہے کہ سورج اپنے مدار پر کتنے سکنڈ میں ایک گردش پوری کرتا ہے یا عرش کا قطر کتنے نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ ذرا سا ان مفروضوں میں رد و بدل ہو جائے تو شیر باز صاحب کی ''تحقیق'' ڈھیر ہو جائے گی۔ رہے سائنسی کلیے تو یہ وقت کے ساتھ بدل رہے ہیں، ہمیں ان کو قرآن حکیم پر منطبق کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ میں بس اسی قدر کہنا چاہوں گا۔ آگے مولانا جو پسند فرمائیں۔

مولانا نے صفحہ ۳۷۸ پر خط کے دوسرے پیراگراف میں لکھا ہے...''میں ہر اعتراض کسی معقول وجہ کی بنیاد پر ہی کرنے کی ہمت کرتا ہوں خواہ وہ احمد صغیر صدیقی صاحب یا کسی اور کی سمجھ میں نہ آئے...'' یہ بندۂ حقیر احمد صغیر صدیقی اپنی کم فہمی کا اعتراف کرتا ہے۔ مولانا ہم جیسے کم فہموں کو اپنے قدموں کے پاس پڑا رہنے دیں کہ ہمیں کم فہموں کی وجہ سے عالی فہموں کی قدر و منزلت بنی ہوئی ہے۔ جو ہم نہ ہوں گے تو کیا رنگ محفل۔

''مبالغہ'' لغوی معنی ہیں ''حد سے بڑھ کر تعریف کرنا...زیادہ گوئی۔'' مبالغے کا لفظ عموماً بیان کے ضمن میں استعمال ہوتا ہے نہ کہ حرکات کے لیے۔ البتہ میں نے متعدد علما کی تحریروں میں اسے حرکات کے لیے استعمال ہوتے دیکھا ہے جو میرے خیال میں مناسب نہیں۔ ویسے کوئی بھی بات اگر

واقعی ''مبالغہ'' ہے تو پھر اسے ''جائز'' نہیں کہا جا سکتا اور اگر وہ مبالغہ نہیں تو پھر اس کے لیے ''مبالغہ'' کا لفظ استعمال کرنا ہی غلط ہوگا۔

مولانا نے اپنے خط میں صفحہ ۴۰۵ پر لکھا ہے...''...مذکورہ قرآنی آیات کو ''اکثر'' مفسّرین نے منسوخ فرمایا ہے۔'' یعنی مفسّرین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی فہم وفراست کے مطابق قرآنی آیات کو منسوخ فرما دیں؟ اب تک تو ہمارا یہی خیال تھا کہ اپنی آیات کو صرف اللہ تعالیٰ ہی منسوخ کر سکتا ہے مگر اس خط سے ایک نئی بات معلوم ہوئی۔ مولانا کے جملے میں ''اکثر'' کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔

مولانا کوکب نورانی نے نبی کریم ﷺ کے نام کو چومنے والوں کی مخالفت کرنے والوں کو برا کہا ہے۔ واقعی ایسی بات کہنے والا نامعقول آدمی ہوگا مگر میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ اذان وغیرہ کے دوران لوگ صرف نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کو تو چومتے ہیں مگر اس سے قبل اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کو نہیں چومتے، مولانا اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

مولانا کے خط میں بہت سی دوسری باتیں دوسروں سے متعلّق ہیں۔ ان کے سلسلے میں جواب وسوال کی ذمے داری ان اصحاب کی ہے۔ لہٰذا میں اب اپنا خط مبین مرزا[۱] کے آخری مضمون پر ختم کروں گا جو انھوں نے ''نعت'' کے لفظ کے استعمال پر لکھا ہے۔ کیا ہی اچھا مضمون ہے۔ صلاح الدین پرویز کے رسالے ''استعارے'' میں اور بھی بہت سا میٹر ایسا موجود ہے جس پر مولانا کوکب نورانی جیسے علما کو توجہ دینی چاہیے۔ دوسرے علما سے تو میں کچھ کہہ نہیں سکتا البتہ مولانا کوکب نورانی اس رسالے کو ضرور دیکھیں۔ کسی تصنیف پر کام کرنے سے اس قسم کے کام بدرجہا بہتر ہیں۔

میرے حمدیہ ہائیکو میں کتابت کی غلطی سے لفظ للک ''تلک'' بن گیا ہے ''للک'' کے معنی ہیں ''خواہش''،''طلب'' وغیرہ، وہ ہائیکو یوں پڑھا جائے۔

تیری روپ للک
من میں جب سے اُتری ہے
تن ہے ایک دھنک

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

محبّتوں کے ساتھ
احمد صغیر صدیقی

۱۔ مبین مرزا (پ: ۱۹۶۵ء)، ادیب، افسانہ نگار، نقاد، محقق، دانش ور، مدیر: ''آشنائی'' (کراچی)، کتب: ''خوف کے آسمان تلے''، ''اردو کے بہترین شخصی خاکے''، ''انتخاب پاکستانی ادب''، ''سعادت حسن منٹو'' ودیگر۔

29-12-2001

عزیزم! آپ کا ''نعت رنگ'' [شمارہ ۱۲] مہینے بھر زیرِ مطالعہ رہا۔ آپ اکثر مصر رہتے ہیں کہ اظہارِ خیال کروں سو چند سطور حاضر ہیں:

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی اور ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد دونوں کے مضامین، موضوع کے اعتبار سے ملتے جلتے ہوئے اور عمدہ ہیں۔ البتہ اپنے مضمون کی ابتدا میں کشفی صاحب نے جو 'نوٹ'، لگایا ہے۔ اس میں موجود مندرجہ ذیل سطور کے بارے میں کچھ لکھنا چاہوں گا۔

کشفی صاحب لکھتے ہیں: بعض قاری اور لکھنے والے بھی ادبی روایات اور تنقید کی وسعتوں سے بخوبی آگاہ نہیں ہوتے۔ اس کا اندازہ ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' پر لوگوں کی آرا سے ہوا۔

یہ سطور واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ جناب کشفی کو وہ باتیں دل کو نہیں لگیں جو ان کے مضمون ''غزل میں نعت کی جلوہ گری'' کے بارے میں،

مجھ حقیر نے اپنے ''جائزے'' میں لکھی تھیں مجھے تسلیم ہے کہ میں ادبی روایات اور تنقید کی وسعتوں سے ''بخوبی'' آگاہ نہیں۔ مگر میں چاہوں گا کہ جو لوگ آگاہ ہیں وہ بخل سے کام نہ لیں اور مجھ سمیت ایسے تمام لکھنے والوں اور قارئین کو آگاہی عطا کریں تو یہ بہت اچھا کام ہوگا۔ ہم تو کشفی صاحب کی یہ سطور پڑھ کر سمجھے تھے کہ آگے ہمارے لیے کچھ ایسی باتیں ضرور ہوں گی جو ہمیں روشنی اور رہنمائی بخشیں گی مگر انھوں نے صرف اتنی سی بات لکھ کر دوسرا ذکر شروع کر دیا۔ خیر جب نہیں تو اب سہی۔

اس شمارے کا دوسرا مضمون پروفیسر محمد اقبال جاوید کا ہے۔ جنھوں نے ''افاداتِ کشفی کی روشنی میں'' ''نعت اور آدابِ نعت گوئی'' کے بارے میں خاصا طویل مضمون رقم کیا ہے۔ مضمون کی خوبی میں کوئی کلام نہیں مگر اس میں صفحہ ۵۸ پر اقبال جاوید صاحب نے وہی سب کچھ لکھا ہے جو میں کشفی صاحب کے مضمون کا جائزہ لیتے ہوئے شمارہ دس میں لکھ چکا ہوں۔ انھوں نے اپنے ایک دوست پروفیسر میاں محمد یعقوب کی رائے بھی لکھی ہے جو اس حقیر کی رائے کی تائید کرتی ہوئی ہے۔ اب معلوم نہیں کشفی صاحب کے نوٹ میں درج وہ جملے جن کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے ان حضرات پر بھی صادق آتے ہیں یا نہیں۔

سیّد حسن احمد صاحب کا مضمون ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟'' اچھا ہے؟ اس موضوع پر دوسرے اہلِ قلم حضرات کو بھی لکھنا چاہیے۔

جناب ملک الظفر سہسرامی کا مضمون ''تقاضائے نعت'' پڑھنے والا ہے۔ مگر اچھا ہوتا کہ وہ ان اشعار کو جن میں انھوں نے ''معنوی سطح پر شریعت و شعریت کی مکمّل پاسداری'' پائی لکھتے ہوئے خود اپنا شعر نہ لکھتے کہ اس میں دوسرا مصرع بہت ''غریب'' ہے۔ خصوصاً ''کہ'' جس طرح بندھا ہے۔

(فنا ہو کر فضا میں کاش میں تحلیل ہو جاتا۔ سنا ہے کہ شمیم زلف جاناں آنے والی ہے)

اتفاق سے اس کے پہلے مصرع کا روپ بھی کم نہیں۔ (فنا ہو کر تحلیل ہو جانا)

اس کے بعد ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مضمون ہے جو ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون مطبوعہ شمارہ نمبر ۱۱ کے جواب میں ہے۔ عروض کی باریکیوں کے بارے میں میرا علم بہت کم ہے۔ البتہ میں اس بات سے متفق ہوں۔

کہ ''ی'' کا گرنا اور ''الف'' کا دبنا وغیرہ جیسی خامیاں اب زور نہیں رکھتیں۔ ان سے صرف نظر کرنا چاہیے البتہ اگر کہیں یہ بہت بری طرح ظاہر ہو رہی ہوں تو پھر اعتراض جائز ہی نہیں ضروری ہوگا۔

جناب ڈاکٹر اسماعیل آزاد کا مضمون بھی خاصا اہم ہے۔ اور تحقیقی کام کے زمرے میں آتا ہے۔

مجھے جگر مراد آبادی کی خوب صورت فارسی نعت کا وہ ترجمہ اچھا لگا جو جناب امانت نے کیا ہے۔ میں فارسی سے زیادہ واقف نہیں جگر کے کلام کا اصل لطف تو اوریجنل ہی میں ہے مگر اس کو اردو قالب میں دیکھ کر میرے لیے یہ نعت اور اہمیت اختیار کر گئی۔

عزیز احسن میرے پسندیدہ ناقد ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب کا مطالعہ پیش کیا ہے۔ مجھے یہ تبصرہ اچھا لگا۔ اسی طرح ''تیرا وجود الکتاب'' [ا] نامی کتاب پر بھی ان کی رائے خاصی وزنی کہی جا سکتی ہے۔ یہ ایک اچھی روش کی طرح آپ نے ڈالی ہے کہ کتابوں پر رسمی تبصروں کے بجائے تفصیلی جائزے شائع کر رہے ہیں۔

ان تبصروں کے بعد نعتوں کا سلسلہ ہے۔ پہلی نعت جنات عنایت علی خاں کی ہے۔ اسی میں مدحت رسول کریم میں دو آخری بند جو شامل کیے گئے ہیں۔ وہ شامل نہ ہوتے تو بہتر تھا۔

سحر انصاری صاحب کی نعت کے بارے میں بس اسی قدر کہا جا سکتا ہے۔ اس میں ندرت نہیں۔ جعفر بلوچ صاحب کی نعت کے چند اشعار اچھے

لگے۔وہیں ایک شعراس میں اور ہے۔وہ ''ندرت بھرا'' ہے۔مگر یہ وہ ''ندرت'' نہیں جسے ذہن میں رکھ کر میں نے بھائی سحر انصاری کی نعت پر تبصرہ کیا ہے۔

پاکستان ابھی پھیلے گا، اک دن دنیا کا ہر خطہ
ہو گا پاکستان محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حاجی غلام علی صاحب کو ایک اچھی نعت دینے پر میری مبارک باد۔رشید وارثی صاحب بہت اچھے ناقد ہیں، اب ان کی شاعرانہ صفات بھی سامنے آرہی ہیں۔اس شمارے میں ان کی تضمین بر کلام قدسی شامل ہے۔اس میں ان کا ایک مصرع ہے:

روئے تاباں سے جھلکتا ہے ترے نور قدم

میں چاہوں گا اسے غور سے پڑھا جائے۔رشید صاحب بھی دیکھیں ممکن ہے اسے بدلنا پسند کریں۔منصور ملتانی[۲] کی نعت اس بار چھپی نعتوں میں نمایاں حیثیت کی کہی جاسکتی ہے۔قیصر نجفی کی نعت بھی پیچھے نہیں رہی ہے۔دونوں نے اچھی کوشش کی ہیں۔جلیل ہاشمی صاحب کا مطلع ہے:

رحمت حق کا سائباں صلی علی محمدؐ
راحت قلب عاصیاں صلی علی محمدؐ

نہ جانے کیوں اس خیال کے شعر نعت میں مجھے اچھے نہیں لگتے۔جن میں آنحضور کی ذات گرامی کو فاسق و فاجروں کے طرف دار، عاصیوں کے دل کی راحت وغیرہ کہا جاتا ہے بہر حال اپنی اپنی سوچ ہے بے شک کہنے والا جن معنوں میں یہ کہتا ہے وہ میں جانتا ہوں مگر سطح پر یہ باتیں مجھے پسند آتیں۔اس جگہ لکھنا چاہوں گا یہ اس شمارے میں نعتیہ کلام کم ہے۔اور کچھ معیاری بھی نہیں ہے۔اس جگہ لکھنا چاہوں گا کہ اس شمارے میں نعتیہ کلام کم ہے اور کچھ معیاری بھی نہیں ہے۔اگر منصور ملتانی اور قیصر نجفی کی نعتیں نہ ہوتیں تو کچھ زیادہ خوشی نہ ہوتی۔

آگے گوشۂ غالب ہے۔اچھے اور عمدہ مضامین آپ نے جمع کیے ہیں سب کے سب اپنی جگہ خوب ہیں۔اس حصے میں مولانا احمد رضا خاں کی نعت پر کچھ لکھنا چاہوں گا۔میرا اندازہ ہے یہ اعلیٰ حضرت کی نعت نہیں کہ مجھے اس میں کئی سقم ایسے نظر آئے جو کسی طور نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔آج کل شعرا کے ملتے جلتے نام خاصی گڑبڑ پیدا کررہے ہیں۔مولانا صاحب کی نعت کا مطلع ہے:

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفیٰؐ کے یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں

معلوم نہیں ''کیف'' کا لفظ انھوں نے کس نسبت سے لکھا۔''پر جبریل'' تو اس میں فٹ نہیں ہوسکتا تھا۔سوچ کے پر لکھ دیتے تب بھی بات نہیں بنتی۔اسی طرح دوسرے شعر میں انھوں نے لکھا ہے۔

(روح قدس سے پوچھیے) اس میں ''قدس'' کو انھوں نے جس تلفّظ کے ساتھ باندھا ہے وہ غور طلب ہے۔تیسرے شعر کے پہلے مصرعے میں ''کھو جانے'' کے معنی میں ''گمیں'' لکھا ہے۔جو واقعی ایک دلچسپ ترکیب ہے۔پانچواں شعر سنئے:

دل کو دے خود و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر
مانا ہے سن کے شق ماہ آنکھوں سے اب دکھا کہ یوں

میں کچھ نہیں لکھوں گا۔اسی نعت کے چھٹے شعر کا آخری مصرع سنیں:

اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں

اس میں ''میٹر'' پر جو گزری ہے وہ ضرور دیکھیے۔ اس کا سا تو اس شعر بھی شعری حسن کے لحاظ سے ''داد طلب'' ہے:

باغ میں شکر وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل

کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

اس میں ''ان'' کا ذکر کہاں ہے؟ (''ہائے ہائے گل'') خیر جو کچھ ہے کچھ پسندیدہ نہیں۔ اسی قبیل کی نعت رفیع بدایونی کی بھی ہے۔ جس میں شاعری خودکشی کرتی نظر آرہی ہے۔

(ہے اگر ظرف تو اس خاک سے بھی جوہر کھینچے) اس میں ''ظرف'' کا استعمال خوب ہے۔

(لمس غروب بھی چاہیے تو مہر خاور کھینچ) ''مہر خاور'' پر توجہ دیں۔

(نفس تو ہجر میں ان کی تڑپ تڑپ کر کھینچے) ہجر میں ان کی (ان کے نہیں)۔

اشفاق انجم اور تنویر پھول صاحب بھی انہی نعتوں کو اگر کچھ بہتر کر کے چھپواتے تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں مفید بات ہوتی...... غالب کی زمینوں میں جتنی نعتیں شائع ہوئی ہیں بہت کم زور لگیں۔

اب خطوط کا حصہ۔ شرف قادری، ڈاکٹر اسماعیل آزاد، ڈاکٹر نشیط کے خطوط زیادہ طویل نہیں مگر ان پر بحثیں کی جا سکتی ہیں۔ تینوں خطوط غور طلب ہیں۔ ہمارے محترم کوکب نورانی صاحب کا خط بہت طویل ہے۔ وہ نعت رنگ سے جتنی دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ خط اس کی تفسیر ہے۔ انھوں نے بہت سی نہایت اہم باتوں پر توجہ دلائی ہے۔ افسوس کہ خط لکھتے ہوئے وہ حوالے دینے میں اس قدر غرق ہوتے ہیں کہ پھر جو کچھ انھوں نے ان پر لکھا وہ اس قدر گنجلک ہو گیا ہے کہ میں سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس میں دُرّے (کوڑے کے معنی میں) صحیح لفظ انھوں نے (دِرّے) لکھا ہے۔ میرے پاس جو لغت ہے اس میں درے لکھا ہے۔ اب بتائیے ہم کیا بولیں، دِرّے کہا تو لوگ ہنسیں گے اور اگر دُرّے کہا تو ہم خود روئیں گے۔ مولانا نورانی کا پورا خط نہایت بحث طلب موضوعات پر مبنی ہے۔ وہ اگر بات کا حوالہ دینے کے بعد اپنی رائے علاحدہ کر کے وضاحت سے لکھتے تو کیا اچھا ہوتا۔ صفحہ ۴۰۰ پر کچھ باتیں عرش کے مستقرِ خداوندی ہونے کی بابت ہیں۔ مولانا کوکب نورانی نے اس پر اپنی رائے نہیں دی کہ درست بات کیا ہے؟ ثم استویٰ علی العرش سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عرش، مستقر خداوندی ہے۔ حضور کا نوری پیکر ہونے کا بھی اس میں ذکر ہے۔ پھر ''انا بشر'' والی بات کیا معنی رکھتی ہے کو بشر تو مٹی سے بنا ہے؟۔ انھوں نے رسالے کی ابتدا میں بسم اللہ لکھنے کی بات لکھی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہم سب کو حکم ہے کہ کسی بھی کام کو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔ '' ؐ '' کی علامت پر بہت سی باتیں ہوئی ہیں۔ مگر میں کچھ سمجھ نہ سکا۔ اسے درود پڑھنے کا اشارہ سمجھ لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟۔ پھر حضور اکرم کے اسم مبارک پر اگر درود ابراہیمی کا اہتمام کیا جائے کیا صورت ہوگی اگر کسی تحریر میں یہ نام بار بار رقم ہوا ہو؟ ایک سوال یہ بھی ہے کہ جن افراد کے نام حضور اکرم ﷺ کے نام پر ہیں انھیں پکارتے وقت کیا کرنا چاہیے؟ غرض کہ بہت سے سوال ایسے تھے کہ مولانا کے خط میں تھے مگر انھوں نے اتنے بہت سے موضوعات کو اپنے اوپر رکھ لیا تھا کہ وہ کسی سے بھی باوجود خط کی طوالت کے انصاف نہیں کر سکے نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم جیسے لوگ ہنوز تشنہ ہیں۔

میرا یہ خط طویل ہو گیا ہے مگر میں نے کوشش کی ہے کہ سارے رسالے کی ہر تحریر کا احاطہ کر لیا جائے۔ اصولاً خط وہی اچھے ہوتے ہیں جو پرچے کے مشمولات پر خیال افروز روشنی ڈالتے ہوں۔ پچھلے شمارے میں امیر الاسلام صاحب کا خط بھی اچھا تھا۔ اور عبدالغفار حافظ صاحب کا بھی مگر صفحہ ۴۳۵ پر انھوں نے چند مصرعوں کو پڑھنے کے لیے جو ''طریقہ'' بتایا وہ ہم سے استعمال نہ ہو سکا۔ اسے تو وہ خود پڑھ کر سنائیں تو شاید ہم عمل پیرا ہو

سکیں لکھتے ہیں:

''اے بےکسوں کے آقا'' میں بےکسوں کی ''واؤ'' گرا کر پڑھیں۔''

ہم تو اس کی واؤ گرانے کے چکر میں خود گر پڑے مگر واؤ نہ گرا سکے۔

اچھا میرے عزیز اب رخصت۔

نعت رنگ میں لکھتے ہوئے میں اپنی طبیعت پر جبر کر کے بہت مؤدّب و سنجیدہ رہتا ہوں۔ اور اپنے مخصوص طرزِ نگارش سے گریز کرتا ہوں پھر بھی لغزش ہو سکتی ہے۔ کہیں کسی کے لیے کوئی بے جا جسارت ہو گئی ہو تو وہ مجھے معاف کریں، خدا خوش رکھے۔

احمد صغیر صدیقی

۱۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید، ۲۰۰۱ء، گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی، ۳۶۸ص

۲۔ منصور ملتانی (۲۳ جولائی ۱۹۵۰ء۔ ۷ فروری ۲۰۱۶ء)، اصل نام: تنویر عارف خان، قلمی نام: عارف منصور اور منصور ملتانی، شاعر، ادیب، نعت نگار، افسانہ نگار، نقاد، کتب: ''سورج زمیں پر''، ''مرسل و مرسل''، ''حمد و مناجات''۔

~~~~~~

دسمبر ۲۰۰۲ میں ایک ساتھ دو شمارے شائع کر کے آپ نے تاخیر کا ازالہ کر دیا۔ میرا خیال ہے یہ تاخیر والی بات ہونی ہی نہیں چاہیے۔ ہر تیسرے مہینے پابندی سے کتاب آنی چاہیے۔ اور اس کی ضخامت کو ۲۷۵ صفحات تک محدود کر دیں۔ اس طرح آپ کو بھی متعدد آسانیاں ہو جائیں گی اور خریداروں کو بھی رسالہ بلا تاخیر ملنے لگے گا۔

اس بار میں نے دونوں شماروں میں پروف خوانی کی طرف سے قدرے لاپروائی محسوس کی۔ خود میرے مضمون اور میرے خط میں بہت سی غلطیاں چھوڑ دی گئی تھیں۔ پڑھنے والے تو کسی نہ کسی طرح پڑھ ہی لیتے ہیں مگر بعض اوقات ان اغلاط کی وجہ سے بات بدل کر رہ جاتی ہے۔ اور کم سے کم مجھے بڑی کوفت ہوئی ہے۔ جب میں اپنی تحریر کو مسخ شدہ دیکھتا ہوں۔ بہرحال یہ سب کچھ طباعتی کاموں میں ہوتا ہی رہتا ہے۔

اب ذرا شمارہ ۱۳ پر ایک نظر: پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''اسم محمد ﷺ نعت کے آئینے میں'' بہت طویل ہے مگر اس کا بہت بڑا حصہ شعرا کے اشعار پر مشتمل ہے۔ راجا رشید محمود کے مضمون ''نعت میں ذکرِ میلاد'' میں بھی یہی صورت نظر آئی۔ اس کی طوالت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے کہ خود حواشی کی فہرست ۱۸ صفحات پر محیط ہے۔ بہرحال دونوں کی محنت قابلِ داد ہے۔ شارق جمال صاحب عروض داں ہیں اور ان کے مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' میں شعرا کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ مگر ان پر سختی سے عمل پیرا ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً حروف علت کا دبانا یا گرانا اب عام ہو چکا ہے۔ اور شعری حسن برقرار رکھنے کے لیے اگر اسے جائز قرار دے دیا جائے تو کچھ ہرج نہیں۔ یہی صورت اجتماع ردیفین کے عیب کی ہے۔ اگر یہ ابھر نہ رہا ہو تو روا ہو سکتا ہے۔ ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مضمون تحقیقی ہونے کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔

کتابوں کے جائزے کے حصے میں ڈاکٹر طلحہ برق کا مضمون مختصر ہونے کے باوجود عمدہ ہے۔ اس کے آگے نعتیں ہیں۔ شاہ محمد قائم قتیل، کی نعت بہت روایتی سی ہے۔ سرشار صدیقی صاحب کی نعت بھی پُر اثر نہیں محسوس ہوئی، علی محسن صدیقی، سیّد افتخار حیدر، عبدالرحمٰن عبد، ظہیر غازی پوری، وغیرہم کی نعتیں عام سی ہیں۔ البتہ جناب عاصی کرنالی، تسلیم الٰہی زلفی، صابر وسیم، قیصر نجفی کی نعتیں بہتر محسوس ہوئیں۔

خطوط میں مولانا کوکب نورانی نے نہایت طویل خط لکھا ہے۔ بقول ان کے اس پر دوبارہ نظر ڈالنے کی ان کے پاس فرصت نہ تھی۔ اچھا ہوتا کہ وہ دیکھ لیتے۔ بہرحال یہ خاصا معلوماتی ہے۔ مگر اس میں بھی مجھے وہی کچھ نظر آیا جو ہمارے مذہب سے متعلّق دوسری تحریروں میں ہوتا ہے۔ ہر
~~~~~~

طرف نزاع نظر آتا ہے۔ میں تو خوف زدہ ہوکر اب مذہب کو پڑھ ہی نہیں رہا ہوں بس جتنا پڑھ لیا اسی نے دماغ خراب کر دیا ہے۔ میں اب اپنے مذہب کی چند موٹی موٹی باتوں تک محدود رہتا ہوں۔ نماز، روزہ، حج تک محدود رہنا ہی اچھا ہے۔ حتیٰ المقدور حقوق العباد پر توجہ رکھی جائے اور بس۔ اب بتائیے یہ جان کر مجھے کیا حاصل ہوگا کہ رسول پاک ﷺ کے اندر چار سو مردوں کے برابر طاقت تھی (اس کا علم مجھے ''نعت رنگ'' ہی میں شامل کسی مضمون سے ہوا)۔ قیصر نجفی کا خط بھی بہت اچھا ہے۔ انھوں نے میرے ہائیکو پسند کیے اور چند غلطیوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ مثلاً نام کی خوشبو سے حرف کیسے چمک سکتا ہے۔ دراصل شاعری یہی ہے۔ اگر نام کی خوشبو ہو سکتی ہے تو پھر اس خوشبو سے حرف چمک بھی سکتے ہیں۔ منطقی پیمانے پر بہر حال ان کی گرفت درست ہے۔ خدا خوش رکھے انھوں نے سمت نمائی کی ہے۔

اب شمارہ ۱۴: پروف خوانی سے عدم توجہی پہلی ہی حمد میں نمایاں ہے۔

ڈاکٹر سیّد وحید اشرف... کا مضمون برا نہیں ہے مگر انھوں نے اس میں جا بجا خود اپنی تحریر کردہ نعتوں کے مجموعے ''تجلّیات'' سے مثالیں پیش کر کے اسے کم زور کر دیا ہے۔

فرماتے ہیں... ''اردو میں لفظوں کی تکرار سے کس طرح موسیقی اور غنائیت پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لیے راقم اپنی ہی کتاب ''تجلّیات'' سے مثالیں پیش کرتا ہے:

یاد نبی کی جوت سے جو دل جگمگ جگمگ ہے
اس کے سر پر رحمت باری پگ پگ پگ پگ پگ ہے

اسی شعر سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کلام کس پائے کا ہوگا اور یہ ''پگ پگ پگ پگ'' کی آواز کدھر کی مترنم کہی جا سکتی ہے۔ بس محض یہ نعرہ ہی لگایا جا سکتا ہے ''اللہ غنی''۔

اس مضمون میں متعدد حدیثیں بھی لکھی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث ''اپنی حاجت سوائے خدا کے کسی سے طلب نہ کرو۔'' اس کا مطلب ڈاکٹر صاحب نے کیا لیا ہے۔ اس کے لیے ان کی دی ہوئی مثال سے رجوع کریں: ''اس کے بعد حضرت ثعبان گھوڑے پر سوار ہوتے اور اگر کوڑا نیچے گر جاتا تو کسی سے اٹھانے کو نہ کہتے تھے خود اتر کر اٹھا لیتے تھے۔''

انھوں نے ''حضرت'' اور اعلاحضرت کے مسئلہ پر بھی خامہ فرسائی کی ہے۔ فرماتے ہیں: ''اعلاحضرت کا مطلب کسی ایسی ہستی کی طرف اِشارہ کرنا ہے جو بعض پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس لیے رسول اکرم ﷺ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیوں کہ آپ افضل خلائق ہیں''۔

اللہ اللہ... ماشاء اللہ نہایت زور دار بات ہے۔ یعنی حضرت لکھنا تو جائز ہے اعلاحضرت لکھنا جائز نہیں۔ حالاں کہ یہ Superlative Degree ہے اور کچھ نہیں۔

مجموعی طور پر ڈاکٹر صاحب کا مضمون ٹھیک ٹھاک ہے گو کہ اس میں درج باتوں کی نشان دہی پہلے بھی ''نعت رنگ'' میں ہو چکی ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل آزاد اور عزیز احسن صاحب کے مضامین میں بہت سی باتیں قدر مشترک تھیں۔ ڈاکٹر عزیزی کا مضمون امام احمد رضا کی لکھی نعتوں کی خصوصیات پر مبنی ہے مگر جا بجا ان کی دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی تھیں۔ دیکھ لیں:

تیری انگلی اٹھی مہ کا کلیجہ چر گیا
بھائیوں کے لیے ترک پستان کریں

محو و اثبات کے دفتر پر کروڑا تیرا

دو قمر دو پنجہ خود دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

اس شمارے میں کتابوں کے ایک دو طویل جائزے بھی ہیں جو یک طرفہ لیے گئے ہیں۔یعنی تعریفی اور توصیفی ہیں۔نعتوں میں جناب عاصی کرنالی،محمد علی اثر،عقیل عباس جعفری اور عمران نقوی کی نعتیں اچھی لگیں۔

احمد صغیر صدیقی

~~~~~~

اس وقت میرے سامنے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے ہیں (۹ اور ۱۰)۔واجب ہے کہ تمھاری تعریف کی جائے۔تم نے جس کام کا آغاز کیا تھا وہ ایک بہت خطرناک سا کام تھا مگر نیت میں خلوص ہو تو پروردگار کی مدد ضرور ملتی ہے۔آج ''نعت رنگ'' کے پلیٹ فارم سے وہ کام ہو رہا ہے جس کی ہمیشہ سے اردو ادب کو ضرورت تھی۔نعتِ رسولﷺ خدا مذہبی دائرے سے نکل کر ادب کا ایک جز بن رہی ہے اور جو کام ہو رہا ہے اس سے بہت سی بدعتوں کا قلع قمع ہونے کے ساتھ ہی نعت نگاری کو اپنے درست خدوخال کے ساتھ ابھرنے کا موقع فراہم ہو رہا ہے۔ایسے کم زور مذہبی عقائد کا بھی پردہ چاک ہو رہا ہے جنھوں نے معمولی پڑھے لکھے افراد پر گرفت قائم کر رکھی تھی۔یقیناً ابھی کافی کام باقی ہے اور انشاءاللہ تمھارے جریدے کے توسط سے یہ بھی تکمیل کو پہنچے گا۔بس میری دعا یہ ہے کہ وہ لوگ ہر بات کو کھلے دماغ اور کشادہ دلی سے پڑھیں اور براہ تحقیق اپنے عقائد اور ایمان کی اصلاح کریں ''تقلید'' کا سحر بس اسی طرح ٹوٹے گا۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۹ میں جناب جمال پانی پتی کا مضمون ''نعت گوئی کا تصور انسان اور مولانا کوکب نورانی'' اچھا لگا۔اس جگہ میں جناب کوکب نورانی کے بارے میں یہ پھر لکھنا چاہوں گا کہ ان کی ذات گرامی غنیمت ہے۔کسی اور عالم دین نے ابھی تک ضرورت نہیں سمجھی کہ ان اہم موضوعات کی سمت توجہ دے۔میں سمجھتا ہوں کہ مولانا کوکب کی تحریروں سے اس جریدے کی کئی علمی اور تحقیقی بحثیں آگے بڑھی ہیں۔کاش وہ دوسرے حضرات بھی جو خود کو علم دین سے منسلک سمجھتے ہیں اسے بھی دینی فریضہ سمجھ کر ''نعت رنگ'' میں اٹھائے گئے نکات میں حصّہ لیں۔یہ کام اکیلے ان لوگوں کا نہیں جو ادب سے وابستہ ہیں۔دراصل نعت گوئی دو پہلو رکھنے والی چیز ہے۔ادبی اور مذہبی اور اسے ارفع شکل صرف اسی صورت میں دی جا سکتی ہے جب اس میں دینی اور ادبی دونوں شخصیتیں تعاون کریں اور اس طرح سے نہیں کہ ایک دوسرے کے مقابل آ کر بلکہ اس طرح جیسے معاونین کار ہوتے ہیں۔مختلف نقطہ ہائے نگاہ کو اس لیے سننا اور بات ہے کہ مخالفت ضرور کرنی ہے اور اس لیے سننا کہ سچائیوں تک رسائی حاصل کرنی ہے دوسری بات۔

اسی شمارے ۹ میں سلیم کوثر کی نعتیں خصوصی مطالعہ کے حصّے میں ہیں اور خوب ہیں ان کی نعتوں میں ادبی حسن کاری کے جلوے بہتات سے بکھرے ہوئے ہیں اور ان کی نعتیں پڑھ کر دل دیر تک مسرور رہتا ہے۔اچھی شاعری کی اہم ترین صفت یہی ہے کہ وہ خوشی بخشے۔خصوصی مطالعہ کا یہ حصّہ ہر شمارے میں رکھیں مگر صرف اس شاعر کا جس کے پاس واقعی عمدہ نعتوں کا سرمایہ ہو۔

نعت گوئی کے ضمن میں،ایک بات کہنا چاہوں گا کہ نعتیں تو بہت سے شاعر لکھ رہے ہیں مگر یہاں بھی معیار کا مسئلہ رہتا ہے۔میری خواہش ہے کہ ''نعت رنگ'' میں،نعت کا معیار ذرا سخت کیا جائے بھلے کم نعتیں چھاپیں مگر وہ عمدہ ہونی چاہئیں۔شاعری کی جو صورت حال آج کل سامنے ہے اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مشق کے سہارے یہ کام زوروں پر ہے۔بہت سی نعتیں مشق کے سہارے کہی جا رہی ہیں یعنی ان کے اندر ادبی حسن کم کم
~~~~~~

ملتا ہے۔ ''نعت رنگ'' میں اس پہلو پر بھی توجہ دیں۔ ٹھیک ہے سارے شاعر تائبؔ، مظفّؔر وارثی، سلیم کوثؔر، نسیم سحؔر یا تمھاری طرح جیسے ٹیلنٹیڈ (Talented) نہیں ہو سکتے مگر اس سے تو انکار کوئی نہیں کر سکتا کہ ہر ایک کے پاس ٹیلنٹ کا کچھ حصّہ ضرور ہوتا ہے اور یہ کلام میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ جب تک نعت میں نظر نہ آئے ''نعت رنگ'' میں اسے جگہ نہ دی جائے۔ ضرورت quantity کی نہیں quality کی ہے۔

شمارہ نمبر ۱۰ میں سب سے شان دار کام پروفیسر شفقت رضوی کا ہے اور کیا خوب ہے۔ تم ان تک پہنچے۔ میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ تم جب ان تک پہنچوگے تو تم تک ضرور پہنچیں گے۔ یہ مضمون جو انھوں نے تمھیں ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' کے نام سے دیا ایک شان دار کام ہے۔ میں اسے پڑھ چکا ہوں مگر دوبارہ دیکھ رہا ہوں۔ بہت سی عمدہ باتیں میرے ذہن میں ذخیرہ ہو رہی ہیں۔ جناب رشید وارثی کا مضمون بھی وقیع ہے۔

اس بار تم نے دونوں شمارے تقریباً ڈھائی سو صفحات کے چھاپے ہیں۔ یہ روش جاری رکھو تا کہ معیار نہ گرے۔ نعتیں بھی کم چھاپی ہیں یہ بھی اچھی بات ہے۔ quality کے بغیر کاغذ کا پیٹ بھرنے کی ضرورت نہیں۔ اس قسم کے کام اور جگہ ہونے دو۔

احمد صغیر صدیقی

~~~~~~

26-06-2003

''نعت رنگ'' ۱۵ پیشِ نظر ہے۔ اس سے قبل کہ کچھ اور لکھوں حضرت مولانا کوکب نورانی کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے نہایت جاں فشانی سے میرے کچھ سوالوں کے جوابات فراہم کرنے کے لیے حوالہ جات تلاش کیے اور میرے ساتھ پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ کیا۔ افسوس ان کا کوئی جواب تسلّی بخش نہیں لگا۔ کہیں انھوں نے لوگوں کے خوابوں کو سند بنا کر جواب دیا ہے کہیں حکایتوں کے سہارے کے ذریعے باتیں کی ہیں۔ کہیں اپنی بات کو zip hold کرنے کے لیے عربی لغات کو ذریعہ بنایا ہے اور لغوی معنی کو اپنانے پر زور دیا ہے اور کہیں لغوی معنوں کو یکسر مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معنی اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کر سکتے۔ کہیں ''معجزہ'' کے لیے لکھا ہے کہ اردو میں اس کے معنی صرف وہ محلِ خاص ہے جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے کہیں ''نعت'' اور ''حمد'' کے لیے اردو میں جو معنی رائج ہیں اُسے مسترد کر کے عربی لغات سے دوسری باتیں ثابت کی ہیں۔ (حوالہ کے لیے بالترتیب صفحات نمبر ۴۰۸، سطر ۱۴ سے صفحہ نمبر ۴۰۷، سطر ۱۳ سے، صفحہ ۴۰۸ تک، صفحہ نمبر ۴۱۱ سطر ۱۷ سے، صفحہ نمبر ۴۵۳ سطر ۱۶ سے)

اسی طرح بعض سوالوں کے جواب میں مولانا نے یہ کہہ کر بات کر دی ہے کہ جواب کے لیے فلاں کتاب دیکھ لی جائے۔ (حوالہ صفحہ ۴۱۴ آخری سطریں) کہیں لکھا ہے کہ اپنی کم علمی دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اور کہیں اسی سعی کو شرارت قرار دے دیا ہے... تفصیل سے ہر بات کو دوبارہ اٹھانا جواب لکھنا اب میرے بس میں نہیں رہا ہے۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ دینی معلومات میں آئندہ سے میں خاموش رہوں گا۔ میں اب تک جو کچھ لکھتا رہا ہوں اس کے پیچھے احکامِ الٰہی کی پابندی کا جذبہ تھا کہ غور کرو اور فکر کرو۔ تحقیق کے بغیر تقلید سے بچو۔ یہ کام میں اپنے طور سے کرتا رہا ہوں کرتا رہوں گا۔

''نعت رنگ'' کے صفحات کا سہارا صرف اس لیے لیا تھا کہ اس سے میرے ساتھ ہی بہتوں کا بھلا ہو رہا تھا۔ مگر یہ معاملہ اب کچھ مناسب نہیں لگتا۔ ان مباحث سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ نعت لکھنے سے قبل ہمیں عالمِ دین ہونے کی سند بھی حاصل کرنی چاہیے اور یہ بھی کہیں سے پتا کر لینا چاہیے کہ ہم واقعی مسلمان ہیں کہ نہیں (یعنی ہر طرح سے راسخ العقیدہ) صفحہ ۴۳۸ دوسرا پیراگراف) ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کو اس حوالے سے پھنسا دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ صفحہ ۳۴۴ چوتھے پیراگراف میں ''ہزاریے'' (یعنی ملے نی ام) کا لفظ دیکھ کر مرحوم جون ایلیا یاد آئے جنھوں نے لکھا تھا کہ اے اردو والو! ''ہزاریے'' کوئی لفظ نہیں ہے یہ ''ہزارے''... میں مزید کچھ سمجھنے کے بجائے اب آئندہ سے اس مشورے پر عمل کرنے والا ہوں جو ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے اپنے خط صفحہ ۳۹۷ سطر ۷ اور ۸ میں دیا ہے جنھیں دلچسپی ہو دیکھ لیں۔
~~~~~~

میں قیصر نجفی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے میرے حمد یہ قطعے کے بارے میں لکھ کر میری رہنمائی کی۔ اس ضمن میں بس اسی قدر عرض ہے کہ...
بے مثل صفات کو نسبتاً کم تر سے تشبیہ دینا کم کرنا نہیں ہوتا۔ یہ دراصل ایک عیاں تر حوالہ ہوتا ہے کہ قاری کو تفہیم کا ایک سہارا مل جائے۔ خود اللہ نے اپنے نور کو چراغ سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت مولانا کوکب نورانی نے بھی مجھے سمجھانے کے لیے صفت خاص جو حضور اکرم ﷺ کی ذات میں تھی ایک جگنو کی مثال دے کر واضح کی ہے۔ (صفحہ ۴۷سطر ابتدائی) بہر حال ان کی بات میں نے نوٹ کر لی ہے۔ ان کی قطعے پر اصلاح البتہ قابلِ قبول نہیں کہ اگر ان کا بتایا ہوا مصرع استعمال کیا جائے تو قافیہ غائب ہو جاتا ہے۔ عیب بقول ان کے دُور نہیں ہوتا بلکہ ایک اور عیب پیدا ہو جاتا ہے۔ خیر میں ان کی اس پیش کش کا بھی ممنون ہوں۔ (میں نے یہ قطعہ ہی مسترد کر دیا ہے) اب حافظ صاحب کا خط (صفحہ ۴۸) وہ عروض اور فہم اشعار کے عالم بے بدل ہیں۔ ان کے جواب کے بعد میں بھلا کیا عرض کر سکتا ہوں۔ اللہ انھیں خوش رکھے اور ان پر رحم کرے۔

احمد صغیر صدیقی

~~~~~~

11-04-2004

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۶ پیشِ نظر ہے۔ شاید اس بار یہ چھ مہینے کے بعد شائع ہوا ہے۔ حسبِ معمول ضخیم ہے اور شاید اسی لیے درست پروف خوانی نہیں ہو سکی۔ کتابت کی غلطیاں بہت نظر آئیں۔ خود میرے خط میں جو مختصر سا ہے تقریباً درجن بھر غلطیاں موجود ہیں۔ اس سے عبارت ہی نہیں مفہوم بھی متاثر ہوا ہے۔

اس شمارے میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک حمد اور ایک نعت بزبانِ فارسی ابتدائی صفحات پر نظر آئیں ان کا ترجمہ علامہ سیفی فرید آبادی نے کیا ہے۔ نعتیہ اشعار کا ترجمہ مجھے جچا نہیں۔ دیکھیے:

اصل	ترجمہ
ما بلبلیم نالاں در گلستانِ احمد ﷺ	ہم عندلیب نالاں گلزار مصطفےٰ ہیں
ما لولوئم و مرجاں عمان ما محمد ﷺ	ہم لولیان مرجاں عماں رسول برحق
امروز خون عاشق درعشق اگر بدر شد	عاشق کا عشق میں خوں گر آج بہہ رہا ہے
فردا ز دوست خواہد تاوان ما محمد ﷺ	لے لے گا دوست سے کل تاوان رسولِ برحق

ساتھ ہی یہ بات نظر آئی کہ حمد کے مقابلے میں نعت کے کئی اشعار پھیکے ہیں۔

مضامین میں مسعود الرحمٰن ندوی، پروفیسر محمد اقبال جاوید، ڈاکٹر محمد سلطان اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضامین خاصے تحقیقی اور معلوماتی محسوس ہوئے۔ پروفیسر فیروز شاہ کا مضمون بھی خوب ہے۔ راجا رشید صاحب نے اپنے مضمون میں دراصل اس تنقید کا جواب لکھا ہے جو ان پر ڈاکٹر شمیم گوہر نے کی تھی۔ جواب مدلل ہے۔ مگر راجا صاحب نے خفگی کے عالم میں شاید اسے لکھا ہے اور اس کیفیت میں انھوں نے مدیرِ ''نعت رنگ'' کو بھی لتاڑ دیا ہے۔ میں اسے Misplaced Anger سمجھتا ہوں۔ اسی مضمون میں انھوں نے اپنے ناقد ڈاکٹر شمیم گوہر کی لکھی نعت کا بھی ''جائزہ'' لے لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی عالمِ خفگی کی کوشش ہے اسی لیے وہ اکثر توازن کھو بیٹھے ہیں۔ (ص ۱۵۶)

مضامین کے اس حصے کے بعد ''گوشۂ افتخار عارف'' ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ سلسلہ مستقل کر دیا جائے اور ہر شمارے میں ایسے گوشے ہونے چاہیے۔ اس سے آگے متعدد مضامین مختلف شعرا کی نعت گوئی سے متعلّق ہیں۔ سب کے سب تقریظی ہیں۔ ان کے بارے میں کیا لکھا جا سکتا ہے۔
~~~~~~

ایسے مضامین نہ قاری کے کام کے ہوتے ہیں نہ ممدوح کے۔

اس کے بعد حصہ شعر ہے۔ پہلی نعت جناب تابش دہلوی کی ہے۔ یہ ایک سادہ سی نعت ہے۔ ان کا ہاں ایک مصرع ہے۔ (مدینہ میں کچھ ایسی راحت ملی ہے) اور دوسرا بھی (مدینہ میں اپنا قیام اللہ اللہ) دونوں میں انھوں نے ''مدینے'' کے بجائے ''مدینہ'' لکھا ہے۔ جب کہ میرے خیال میں یہاں ''مدینے'' لکھنا مناسب تھا۔ ذرا یہ جملہ دیکھیں ''وہ گھوڑا پر بیٹھا تھا'' اور یہ جملہ دیکھیے ''وہ گھوڑے پر بیٹھا تھا''۔ بہر حال تابش صاحب استاد ہیں فصاحت کے رموز ان سے بہتر کون سمجھ سکتا ہے۔

دوسری نعت جناب منظر ایوبی کی ہے۔ اس میں سے ایک شعر دیکھیے:

سرفروشی حق پرستی کے تقاضے بھول کر
مصلحت کی اوڑھ لی اس قوم نے چادر حضور ﷺ

سوال یہ ہے کہ اسے نعتیہ شعر کہا جا سکتا ہے؟ میرے خیال میں اسے قوم کا مرثیہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ اب ذرا اس نعت کا مطلع دیکھیں:

خواہشیں ہوں حرف کی صورت بیاں کیوں کر حضور ﷺ
ترجمان حالِ دل ہے جب یہ چشم تر حضور ﷺ

اس شعر کو سمجھئے یوں لکھنا ہے کہ چشم تر نے حالِ دل کا ترجمان بن کر شاعر کے لیے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے اور اب وہ اسی سبب سے اپنی خواہشوں کو بہ صورت حرف بیان ہی نہیں کر سکتا... حالاں کہ صورت یوں ہے کہ شاعر کہنا چاہتا تھا کہ اب خواہشوں کو حرف کی صورت بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہی کیوں کہ اس کی نم آنکھیں اس کے دل کی ترجمانی کر رہی ہیں... یہ شعر عجز بیان کا ایک نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ نعت کے بقیہ شعر بھی شاعر کی شہرت کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ البتہ جناب قیصر نجفی، قمر وارثی اور ظہیر غازی پوری کی لکھی نعتوں میں چند اشعار اچھے لگے۔ مجموعی طور پر ''مدحت'' کا حصہ جان دار نہیں ہے۔

محمد فیروز شاہ کی لکھی نعت میں ایک آدھ جگہ کتابت کی غلطی نظر آئی ہے۔ مثلاً اُن کا ایک مصرع ''جیسے انگوٹھی میں اَن مول نگینہ آیا'' (اس کے قطع نظر کہ ''نگینہ آیا'' ہی کچھ اچھا نہیں لگتا اس مصرعے میں عروضی سقم موجود ہے) ان کا ایک اور مصرع ہے ''دوڑ کر آئی صبا نکہت وخوش بوسینہ'' اس میں نکہت وخوش بو کے الفاظ ہم معنی ہیں اس لیے مصرع لطف نہیں دے رہا ہے۔

اس سے آگے کتابوں پر تبصرے ہیں۔ مبصّرین نے حتیٰ المقدور کتاب کا حق ادا کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ قیصر نجفی صاحب اس قسم کے کاموں میں نمایاں مقام بنا چکے ہیں۔ ان کے تبصرے مصنّفین کو یقیناً خوش کریں گے۔ ساتھ ہی اس میں قارئین کی تسلّی کا سامان بھی موجود ہے۔ اس کے بعد خطوط کا حصہ شروع ہوتا ہے۔

حسبِ معمول مولانا کوکب نورانی کا خط تفصیلی ہے۔ اکثر خطوط میں مولانا صاحب کے خطوں پر دلچسپ تبصرے دیکھنے کو ملے۔ قیصر نجفی صاحب نے لکھا ہے... ''ان کی اپنے مسلک کے حوالے سے خوش اعتقادی سر آنکھوں پر لیکن غیر ارادی طور پر اُسے مسلّط کرنے کی کاوش قابلِ رشک نہیں۔'' (ص ۲۹۸) اسی طرح رشید ارشد صاحب نے لکھا ہے... ''گزشتہ شماروں میں وہ جس انداز سے اکابرِ دیوبند کی تحقیر کر چکے ہیں وہ کسی نوع بھی انسب نہیں۔'' (ص ۴۰۸)۔ اس جگہ میں مولانا صاحب کے ان اقتباسات اور حوالوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو انھوں نے چھ سات ممتاز دینی شخصیات کی تحریروں سے ''نعت رنگ'' کے شمارے نمبر ۱۳ میں صفحہ ۲۸۰ سے صفحہ ۲۹۴ کے پیش کیے ہیں۔ میں ان اکابر کی تحریروں کو پڑھ کر حیران رہ گیا۔

یہاں میں یہی کہوں گا کہ خوش اعتقادی اپنی جگہ مگر حقائق سے چشم پوشی بھی اچھی بات نہیں۔ایک خط ریاض حسین زیدی صاحب کا ہے وہ لکھتے ہیں...
''کاش حضرت والا (روئے سخن مولانا کوکب نورانی کی طرف ہے)... بے جواز دلائل کے انبار در انبار لگا کر اپنے آپ کو کنویں کا مینڈک نہ بنایا کریں۔'' (ص ۴۱۱) میرا خیال ہے ریاض صاحب تنقید کرتے وقت اگر الفاظ کے چناؤ میں کچھ احتیاط برتتے تو اچھا ہوتا ویسے اب اس کو کیا کیجئے کہ مولانا محترم کے خط میں زیادہ تر فقہی تنازعات ہی کا ذکر رہتا ہے۔ان کے اس خط میں بھی یہ باتیں ہیں۔میں اس پر تبصرہ کروں تو انھی کے خط کے برابر کا خط لکھنا پڑے گا۔میں اس پر کچھ نہیں لکھنا چاہتا۔مولانا صاحب نے میرے بارے میں لکھا ہے...''وہ دینیات سے بکمال واقفیت نہ ہونے پر دخل در معقولات ضروری سمجھتے ہیں''...دینیات میں''بکمال''واقفیت کا دعویٰ جسے ہو وہی ان''معقولات''میں دخل دے۔

مولانا نے اپنے خط میں بہت سے پڑھے لکھے لوگوں پر گرفت کی ہے اور خاصے تند لہجے میں مگر حسبِ معمول خط کے آخر میں لکھ دیا ہے:
''...کسی کی ذاتی دل آزاری ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں...'' یہ سادگی قابلِ دید ہے اور ایسی ہی ہے کہ دو چار پنچ مار کر میں کسی سے کہوں۔''جناب اگر اس حرکت سے آپ کی ذاتی دل آزادی ہوئی ہو تو معاف کیجیے گا۔''

مولانا کی گرفت کے انداز کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جناب رشید ارشد نے مدیرِ''نعت رنگ''کو مشورہ دیا ہے۔''ہو سکے تو رسالے کا مسودہ مولانا کو دکھالیا کریں اور پھر شائع کریں تا کہ مولانا موصوف کا قیمتی وقت بچ جائے اور مقالہ نما خط کی تحریر کی زحمت سے بچ جائیں اور رسالے کا غالب حصہ فرقہ پرستی مناظرتی کش مکش اور کفر و اسلام کی بحث سے محفوظ رہ سکے۔'' (ص ۴۱۰)... چلتے چلتے اس ضمن میں ظہیر غازی پوری کے خط سے چند سطور اور دیکھ لیں...وہ زیرِ نظر شمارے کے صفحے ۳۹۷ پر لکھتے ہیں...''جناب کوکب نورانی...سکّے کا ایک پہلو پیش کرنے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی نقص یا عیب ڈھونڈ لیتے ہیں۔''...ظہیر صاحب کی اس بات کی دلیل میں، اس جگہ میں اپنے ایک گزشتہ خط سے اپنا ایک جملہ لکھنا چاہتا ہوں... جملہ تھا...''ہم سب کو حکم ہے کہ کسی کام کو کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لیا کریں۔'' اب مولانا کوکب نورانی نے اس میں کیا عیب ڈھونڈا اور کیا لکھا وہ پیش کر رہا ہوں۔مولانا لکھتے ہیں،''اس میں''کسی بھی کام''کے الفاظ محلِ نظر میں کیا۔ایسا ہی حکم ہے؟ پھر آگے لکھتے ہیں کہ بسم اللہ کا حکم صرف جائز نیک اور صحیح کام کے لیے ہے۔(یہاں میں بتادوں کہ جملہ لکھتے وقت میرے ذہن میں صرف اچھے کاموں کا ہی تصور تھا۔مگر مولانا نے''کسی بھی کام''میں جو رخنہ رہ گیا تھا اسے دیکھ لیا) افسوس وہ رائی کا پربت بناتے ہوئے یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ دوسرے بھی نظر رکھتے ہیں۔مثلاً اسی جگہ میرے جملے پر اعتراض کرتے ہوئے انھوں نے مسند احمد سے عبارت کا ترجمہ دیا ہے...جس میں لکھا ہے:''ہر اہم کام جس کی ابتدا بسم اللہ سے نہ کی گئی ہو وہ ابتر یعنی ناقص ہے۔'' میں مولانا سے پوچھنا چاہتا ہوں''ہر اہم کام''کے الفاظ میں کیا وہی سقم نہیں جو انھیں میرے الفاظ''کسی بھی کام''میں نظر آیا؟ (چور کے لیے چوری ایک نہایت''اہم کام''ہوتا ہے) اس مثال سے میں دراصل یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ظہیر غازی پوری صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ صداقت سے خالی نہیں...مولانا مناسب سمجھیں تو ان باتوں پر بھی کچھ توجہ دیں۔وہ اکثر و بیشتر تحریر میں معمولی جھول دیکھ کر فوراً اعتراض کر دیتے ہیں...انھوں نے ص ۳۸۹ نیچے سے چھٹی سطر میں ایک جملہ لکھا ہے...''مجھے حیرت ہے (فلاں) کو سمجھ کیوں نہیں آیا۔'' اب میں اگر اس پر اعتراض کروں کہ یہ کون سی زبان ہے تو وہ کیا کہیں گے؟ لکھتے وقت روانی میں اس طرح کی غلطیاں ہو جاتی ہیں اسی طرح مولانا نے مجھے ایک جگہ جاہل مطلق کے درجے پر بھی رکھ دیا ہے۔(ص ۴۶۷ شمارہ ۱۵) ان کی عبارت دیکھیے...''احمد صغیر صدیقی صاحب سے عرض ہے کہ منتخب، سروری، صراح، موید، کشف، برہان اور کنز یہ کتب لغات کے نام ہیں وہ انھیں دُرّوں یا دِرّوں کے نام نہ سمجھیں لیں۔''...اس ضمن میں بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ میں اُن کی عزت کرتا ہوں۔

مولانا صاحب کی تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ جن صاحب نے لکھا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کے اندر چار سو مردوں کے برابر طاقت تھی وہ درست

نہیں بلکہ ان کے اندر چار ہزار مردوں کے برابر طاقت تھی۔ (اگر مجھے ماخذ کا سراغ دے دیا جائے تو بہت ممنون ہوں گا۔) مولانا نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اس بات سے ''آ گہی'' کتنے مسائل حل کرتی ہے یہ سب ''دماغ'' کیسے جان سکتے ہیں۔انھوں نے لکھا ہے کہ اس خصوصیت کے بیان سے رسول پاک ﷺ کی تعدادِازدواج پر کیے جانے والے اعتراضات کا جواب دیا جا سکتا ہے۔حالاں کہ سبھی جانتے ہیں کہ جو لوگ اس قسم کے اعتراضات کرتے رہے ہیں وہ تو دلیل اور منطق تک سے قائل نہیں ہوئے بھلا انھیں یہ ''بیان'' کس طرح مطمئن کر سکتا ہے؟ اور یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ ایسے اعتراضات کا جواب دیا جا چکا ہے۔تعدادِازواج کا تعلّق مختلف قبائل کو شیر وشکر کرنے سے تھا اس کے پیچھے معاشرے کی بہبود بھی پنہاں تھی ورنہ صرف بیوہ اور معمر خواتین پر ہی توجہ نہ دی جاتی۔میرے نزدیک یہ دلیل ''طاقت'' والے ''بیان'' کے مقابلے میں بہتر ہے۔رہی ''دماغ'' کی بات تو اس سلسلے میں کچھ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔''دماغوں'' کا عالم یہ ہے کہ لوگ سیاق وسباق سے آنکھیں بند کر کے محض خامہ فرسائی کے لیے اعتراضات کرتے ہیں کہ جناب جب نماز، روزہ، حج کا ذکر کیا تو زکوٰۃ کیوں چھوڑ دی جہاد کا ذکر کیوں نہیں کیا...وغیرہ (دیکھیے ص ٤١٨)

اس شمارے میں حافظ عبدالغفار حافظ صاحب نے دریافت کیا ہے۔''احمد صغیر صدیقی اعلیٰ حضرت کا ایک شعر اور تین مصرعے لکھ کر فرماتے ہیں۔دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی ہیں۔صدیقی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں شعریت کی کون سی صفت مجروح ہوئی ہے؟'' میں اس سلسلے میں کیا لکھوں۔سوال ہی سے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ کچھ مان کے دینے والے نہیں۔اگر ان کو مذکورہ مثالوں میں شعریت دکھائی دینے ہی ہے تو وہ اپنی پسند اور ناپسند میں آزاد ہیں کہ اس کا تمام تر تعلّق شخصی مزاج شعری سے ہے۔

میں جناب قیصر نجفی کا شکر گزار ہوں کہ انھیں اس حقیر کی لکھی حمد اچھی معلوم ہوئی۔

آپ کی کامیابیوں کے لیے دعا گو۔

~~~~~~

تقریباً نو ماہ بعد 'نعت رنگ' کا تازہ شمارہ ۷ انظر نواز ہوا یہ آپ کی محبّت کہ آپ اس سے مجھے نوازتے رہتے ہیں۔

میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کیا تھا کہ اس کی ضخامت بس ڈھائی سو صفحات کر دیں اور اسے ہر تین ماہ بعد لائیں۔اس سے جریدے میں باقاعدگی بھی پیدا ہو جائے گی اور آپ کو پروف وغیرہ دیکھنے میں بھی دقت نہیں ہوگی، مگر اس کو کیا کہا جائے کہ آپ بھی زمیں جنبد نہ جنبد ...قسم کے آدمی ہیں۔

مضامین میں ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون خوب ہے۔اسی طرح کا دوسرا تحقیقی مضمون ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا ہے۔جناب ریاض حسین چودھری کا مضمون بھی کسی سے کم نہیں۔اس مضمون میں انھوں نے بہت سے اشعار بطور حوالہ دیے ہیں۔چند بہت ہی پسند آئے۔جس میں سرفہرست یہ شعر ہے:

ان کی نسبت سے دعاؤں کا شجر سبز ہوا
ورنہ ٹلتا ہی نہ تھا بے ثمری کا موسم (صبیح رحمانی)

اس شعر میں شعریت ہے، غنائیت ہے، فن کاری ہے، لفظوں کو برتنے کا ہنر ہے۔ایسے ہی اشعار سے مرصع نعت پڑھنے کو ملتی ہے تو جی خوش ہوتا ہے۔آپ کے پاس متعدد افراد اور قلم کار ایسے موجود ہیں جو تحقیق کے میدان میں نام ور ہیں۔اگر کوئی صاحبِ ذوق قلم کار ہمیں ایسا مضمون دے جس میں سو بہترین نعتوں کا انتخاب ہو تو کیا کہنے۔مگر یہ کام مشکل ہے، وہی کر سکتا ہے جس کا مطالعہ وسیع ہو، ذوق اعلیٰ اور ہو اور جس کے تصرف میں ماخذ بھی ہوں۔

گوشۂ سلیم کوثر بہت اچھا ہے۔مجھے جناب مظفّر وارثی، سلیم کوثر، افتخار عارف اور مسیحی شاعر نذیر قیصر کا نعتیہ کلام ہمیشہ سے پسند رہا ہے۔ان لوگوں کی نعتیہ کاوشیں جب بھی پڑھیں، اچھی پائیں۔سلیم کوثر کے اشعار بہت اچھے لگے:
~~~~~~

ایک ایسا بھی افق جذب ہے آنکھوں میں جہاں — آسماں اور زمیں ہاتھ ملائے ہوئے ہیں
گردشِ وقت نے خود راستے ہموار کیے — اس کو معلوم تھا ہم کن کے بلائے ہوئے ہیں
روتی ہوئی آنکھیں اُس کو اچھی لگتی ہیں ورنہ — رونا دھونا کیا ہے میرا گریہ و زاری کیا ہے
اسی لیے میں کبھی راستہ نہیں بھٹکا — کہ میرے ساتھ سفر میں رہی ہے بوے حرم

آگے کے صفحات پر متعدد نعت گو شعرا پر تقریظی مضامین ہیں (کوئی بھی تنقیدی نہیں) اس میں شاہ مصباح الدین شکیل کا مضمون 'شاعرِ جہاد' زیادہ اچھا لگا۔ ایک اچھے شاعر کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ اب کتابوں پر تبصروں کا ذکر مگر یہاں پروفیسر محمد اقبال جاوید کے عمدہ مضمون 'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس' کا ذکر ضروری ہے۔ اس میں دیباچہ نگاری اور کتابوں کی رونمائی کے حوالے سے بہت سے حقایق بیان کیے گئے ہیں۔ تبصروں کے ضمن میں کچھ ایسے ہی حقایق آج کل سامنے ہیں۔ آج کل رسائل تبصرے صرف اس لیے چھاپ رہے ہیں کہ وہ صاحبِ کتاب کو خوش کر سکیں۔ تبصرہ نگار بھی مصنّفین کو ہی خوش کرنے کے لیے اپنی صلاحیتیں صرف کر رہے ہیں، کتاب کا صحیح اور دیانت دارانہ تعارف تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ قاری کو اچھی کتاب منتخب کرنے میں مدد دی جائے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا۔ 'نعت رنگ' میں اس بار... جو تبصرے ہیں وہ بہر حال 'ٹرخانے' والے نہیں ہیں۔ انھیں پڑھ کر قاری کو کافی حد تک علم ہو جاتا ہے کہ کتاب کیسی ہو سکتی ہے۔

مدحت کے حصے میں مولانا محمد قاسم ہاشمی کی نعت کی ردیف 'میری طرف کو دیکھنا' کچھ بھلی نہ لگی۔ اس میں 'کو' کھٹکتا ہے، غلط ہو نہ ہو۔ احسان دانش[۱] اور محشر بدایونی[۲] کی نعتوں کے بارے میں کیا لکھنا، یہ لوگ مرحومین میں ہیں۔ موجودہ شمارے میں ۲۵ نعتیں ہیں۔ اس میں سرشار صدیقی، امین راحت چغتائی صاحبان کی کاوشیں اچھی ہیں۔ صورتِ حال اس حصے کی improvement چاہتی ہے۔

خطوط کے حصے میں متعدد خطوط دلچسپ اور informative تھے۔ مولانا ملک الظفر سہسرامی کا مکتوبِ گرامی خوب تھا۔ حافظ عبدالغفار حافظ صاحب کے خط کا وہ حصہ معلوماتی ہے جس میں انھوں نے عروض سے متعلّق باتیں کی ہیں۔ میں نے جناب کوکب نورانی کا خط پڑھ لیا ہے جس میں آٹھ صفحات انھوں نے میرے لیے ہی وقف کیے ہیں۔ میں اب کسی بات کا جواب نہیں دینا چاہتا کیوں کہ بقول ان کے نہ میرے ہاں وسعتِ علمی ہے، نہ میں دینیات سے واقفیت رکھتا ہوں، سو میں اب خاموش ہی رہنا چاہتا ہوں۔ بس یہاں ان کے ایک سوال کا جواب ضروری ہے کہ وہ لفظ جسے وہ نہیں سمجھ سکے up-hold ہے جو کتابت کی غلطی سے zip-hold بن گیا تھا۔ اسے سمجھنے والے بہر حال با آسانی سمجھ گئے ہوں تاہم وضاحت ضروری تھی۔

چوں کہ بات خطوط کی چل رہی ہے کہنا چاہوں گا کہ محترم شفقت رضوی نے 'نعت رنگ' کے شماروں کا جائزہ لیتے ہوئے جو کتاب لکھی اس میں خطوط کا ذکر سرسری کیا گیا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی اور صاحبِ علم قلم اٹھائے اور تمام خطوں میں اٹھائے جانے سوالوں کا جائزہ لے اور ہر مسئلے پر بحثوں کے پیشِ نظر جو نتیجہ نکلا ہو اسے پیش کرے تو یہ ایک قابلِ قدر کام ہوگا۔

آپ نے فرمایش کی تھی کہ میرے خط کو جریدے کی ضخامت کے شایانِ شان طویل ہونا چاہیے۔ میرا یہ مختصر سا خط ممکن ہے آپ کو بھلا نہ لگے مگر فکر کی ضرورت نہیں۔ خدا رکھے آپ کے پاس طویل خطوط لکھنے والے موجود ہیں۔ ایک قطعہ سنیے:

سمجھے جو کوئی تو بات بھی ہو — میں اپنا دماغ کیا چلاؤں
اَن پڑھ ہے ہوائے عہدِ حاضر — لفظوں کے چراغ کیا جلاؤں

احمد صغیر صدیقی

۱۔ احسان دانش (۱۹۱۴ء۔۱۹۸۲ء) شاعر و ادیب، ماہرِ لسانیات و عروض، کتب: ''آتشِ خاموش''، ''نوائے کارگر''، ''گورستان''، ''چراغاں''، ''زخم و مرہم''، ''دردِ زندگی''، ''حدیثِ خواب''، ''جادۂ نو''، ''نفیرِ فطرت''، ''عکسِ آئینہ''، ''غبارِ کارواں''، ''زنجیرِ بہاراں''، ''رموزِ غالب''، ''اردو مترادفات''، ''قاموسِ محاورات''، ''جہانِ دانش'' (خودنوشت)۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ''ستارۂ امتیاز'' و ''نشانِ امتیاز'' سے نوازا۔

۲۔ محشؔر بدایونی (۴رمئی ۱۹۲۲ء۔۹رنومبر ۱۹۹۴ء)، نام: فاروق احمد، تخلّص: محشؔر، معروف شاعر، مدیر: پندرہ روزہ ''آہنگ'' (ریڈیو پاکستان)، بانی: انجمن اصلاحِ ادب (۱۹۵۳ء)، کتب: ''شہرِنوا''، ''غزل دریا'' (آدم جی ایوارڈ یافتہ) ''چراغ میرے ہم نوا''، ''فصلِ فردا''، ''شہروفا''، ''گردشِ کوزہ''، ''حرفِ ثنا''، ''بین باجے''، ''شاعر نامہ''، ''سائنس نامہ''، ''جگ مگ تارے'' (بچوں کی شاعری)۔

~~~~~~

''نعت رنگ'' ۱۸ (مولانا احمد رضا بریلوی خان نمبر) نظر نواز ہوا۔ یہ مولانا کے شایانِ شان نمبر ہے۔ کئی بہترین تحریروں سے مالا مال اور آپ کی محنت کا بولتا ثبوت۔ آپ نے اداریے میں صحیح لکھا ہے کہ مولانا کو بحیثیت شاعر موضوعِ گفتگو کو بنانے سے گریز کیا جاتا ہے کیوں کہ وہ ایک بڑی دینی شخصیت تھے۔ ورنہ یہ بھی حقیقت ہے کہ نعت کے میدان میں وہ ایک بلند بالا حیثیت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر محمد جاوید اقبال کا مضمون ''حضرت حافظ احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری'' مجھے بہت اچھا لگا۔ اس لائن میں دوسرا مضمون ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی کا ہے جو مولانا کے بعض اشعار کی فنی اور لسانی توضیحات سے متعلّق ہے۔ یہ بہت اہم مضمون ہے اور بہت توجہ سے پڑھنے والا ہے۔ ایک مضمون نے اور متاثر کیا وہ ہے ''فتاویٰ رضویہ'' سے متعلّق جو ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر کا مضمون ہے جو کلامِ امام اور ہماری سخن فہمی سے متعلّق ہے۔ اس شمارے میں بہت سے اور مضامین ہیں اور خوب ہیں۔

مولانا کوکب نورانی کا مضمون بھی میں نے پڑھا۔ اس میں کیا ہے؟ یہ کیسا ہے؟ اس بارے میں لب کشائی نہیں کرنا چاہتا کہ مولانا پہلے ہی میرے علم و فہم کے بارے میں اپنی رائے دے چکے ہیں البتہ یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ مضمون ہے جس نے اس شمارے کے ۱۵۰ رصفحات گھیر رکھے ہیں۔

اب کچھ باتیں حصہ خطوط کے بارے میں۔ اس میں محمد افضل خاکسار کا خط بہت دلچسپ ہے۔ اس لیے نہیں کہ مولانا کوکب نورانی ہی سے شروع ہو کر یہ انھی پر ختم ہوا ہے بلکہ انھوں نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو معلومات بڑھانے والی ہیں۔ خاکسار صاحب نے اپنے اس خط میں دو ایک جگہ میرا نام ''صغیر احمد صدیقی'' لکھا ہے۔ جب کہ میرا نام احمد صغیر صدیقی ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے کسی اہلِ ادب کے قلم سے اپنا نام غلط لکھا دیکھ کر یا کسی اہلِ ادب کے منھ سے غلط سن کر بہت کوفت ہوتی ہے۔ میں خود اس معاملے میں بہت احتیاط برتتا ہوں۔ آج کل ادبی حلقے میں ایک جیسے ناموں کی بھرمار ہے اور صحیح شناخت ممکن نہیں رہی ہے۔ مثلاً سرور جاوید کراچی کے ایک معروف شاعر اور نقاد ہیں ایک سرور جاوید کوئٹہ میں ہیں وہ بھی لکھتے ہیں۔ عزیز احسن سے ''نعت رنگ'' والے واقف ہیں ایک شاعر احسن عزیز بھی ہیں۔ کراچی میں اقبال حیدر ہیں۔ ملک سے باہر ایک اقبال حیدر ہیں۔ ایک صاحب ہندوستان میں ''احمد صغیر'' ہیں۔ اب اگر آپ میرے نام کے سامنے ''صدیقی'' نہ لکھیں تو خیال ان کی طرف بھی جاسکتا ہے۔ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی صاحب کا خط بھی اہم ہے مگر ان کی زبان اگر طنز آمیز نہ ہوتی تو اور اچھا تھا۔ غلطی کی نشان دہی اچھی بات ہے مگر طنز یہ لہجہ بلاضرورت محسوس ہوا۔ تنویر پھول کا خط بھی تنقیدی ہے اور اچھی طرح لکھا گیا ہے۔ حافظ عبدالغفار صاحب نے جناب محمد علی شیدا بستوی کی محنت پر معترض ہوتے ہوئے لکھا ہے کہ انھیں چاہیے وہ اپنا کلام بھیجنے سے قبل کسی کو دکھا لیا کریں۔ حافظ صاحب نے مثال نہیں دی جس سے پتا چلتا کہ یہ مشورہ انھوں نے کیوں دیا۔ شیدا صاحب کی نعت مجھے خاصی اچھی لگی۔ میں عروض داں نہیں مگر مجھے تو اس میں کوئی خیال یا بیاں کی نمایاں خامی نہیں نظر آئی۔ اتنی اچھی نعت پر حافظ صاحب کا اعتراض سمجھ میں نہیں آسکا۔ اچھا ہوتا کہ وہ وضاحت کر دیتے۔
~~~~~~

اس شمارے میں ایک بات میں نے اور نوٹ کی کہ بعض حروف کا املا بدلا گیا ہے، مثلاً انشاءاللہ کو ''ان شاءاللہ'' باوجود یکہ کو ''باوجود یہ کہ'' وغیرہ لکھا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے یہی ٹھیک ہو مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ تحریک بعض بعض الفاظ کے بارے میں درست نہیں۔ آج کل ''دلبر داشتہ'' لکھا جارہا ہے۔ آپ خود دیکھیں اس کے کیا معنی نکل رہے ہیں اصولاً اسے دل برداشتہ ہی لکھا جانا چاہیے۔ ہاں ''سخن ور'' کو ''سخنور'' لکھنا کچھ مناسب نہیں۔ تاہم ''بجائے'' کو ''بہ جائے'' لکھنے کے حق میں بھی میں نہیں ہوں۔

احمد صغیر صدیقی

~~~~~~

آپ کا بھیجا ہوا ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۹، دسمبر ۲۰۰۶ء مل گیا تھا۔ اظہارِ تشکّر کے لیے ایک آدھ بار فون پر کوشش کی مگر آپ سے رابطہ نہ ہوسکا۔ آپ کا نورانی چہرہ ٹی وی پر ضرور دیکھنے کو ملتا رہتا ہے مگر بہ نفسِ نفیس شاید میرے مقدر میں کم کم ہے۔

اب تو یہ لکھنا رسمی سا ہو گیا ہے کہ پرچہ اپنا معیار قائم رکھے ہوئے ہے۔ عمدہ مضامین اور خوب صورت حمد و نعت کا مرقع ہے۔ چلیے کچھ باتیں اس کے بارے میں کرتے ہیں۔ ص۱۴ پر بڑے جلی حروف میں ''دُرویش'' لکھا دیکھتا ہوں۔ یعنی ''دال'' پر ''پیش'' خصوصیت سے لگایا گیا تھا تاکہ پڑھنے والا غلطی نہ کرے۔ میں اب تک میں سمجھتا تھا کہ یہ لفظ ''دَرویش'' (یعنی دال پر زبر کے ساتھ) نعت میں بھی یہ ''غلطی'' موجود ہے۔ ایک بار حضرت شبنم رومانی کے منھ سے بھی ''دُرویش'' سنا تھا۔ معلوم نہیں کیا صحیح ہے۔ آپ کے ہاں عالموں کی کہکشاں سجتی ہے۔ وہی بتائیں کیا درست ہے تاکہ میرے علم میں اضافہ ہوسکے۔

ابتدائیہ پڑھا۔ گلوبل نعت فاؤنڈیشن کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں۔ مضامین تمام کے تمام خوب ہیں، لکھنے والے جی کھول کر لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر دوست محمد خان، سیّد افتخار حیدر، پروفیسر محمد اکرم، عزیز احسن، ڈاکٹر سراج قادری، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر شمیم گوہر۔ ان سب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ صف ۱۹۸ پر لفظ ''اللہ'' کی کتابت ''اللّٰہ'' کی طرح کی گئی ہے۔ یہ تو کسی طرح درست نہیں۔ اسے ٹھیک کرائیں۔

تحقیقی مضامین بھی خوب ہیں۔ خورشید رضوی کی محنت سراہے جانے کے لائق ہے۔ اسی طرح دوسرے محققین نے اپنا اپنا حق ادا کیا ہے۔ ڈاکٹر ابوسلمان نے ''مثنوی ظہورِ رحمت'' سامنے لاکر عمدہ کام کیا ہے۔ معلوم نہیں جناب شفقت رضوی امریکا میں ہیں یا کینیڈا میں۔ پروفیسر محمد اکرم نے بھی اپنے مضمون کے لیے عمدہ topic چنا ہے۔ جناب گوہر ملسیانی نے ''تذکرہ نعت گویانِ بہاول پور'' لکھ کر سب کو راستہ دکھایا ہے۔ ضرورت ہے کہ ایسے مضامین ہر شہر کی طرف سے لکھے جائیں۔ پروفیسر محمد اکرم رضا نے اعلیٰ حضرت نمبر پر تبصرہ کیا ہے۔ اچھا ہے مگر مختصر ہے۔ یہی اس کی خامی ہے۔ فرحت عباس شاہ کے نعتیہ مجموعے پر قیصر نجفی کا تبصرہ خوب ہے۔

پروفیسر محمد فیروز شاہ کی جانب سے ''رنگِ نعت'' نامی کتاب کا اشتہار دیکھا۔ معلوم نہیں پروفیسر صاحب اس سے مجھے نوازیں گے یا نہیں لیکن یہ کام جو انھوں نے کیا یقیناً صد ستائش ہے۔

اب نعتوں کے بارے میں کچھ: ظاہر ہے احمد فراز۔ احمد فراز ہیں اردو غزل کی آبرو، ان کی نعت بھی سجی ہوئی ہے۔ دھیمے لہجے کی نعتوں میں جناب سحر انصاری، مہر وجدانی، ماجد خلیل، ریاض حسین چودھری، عباس رضوی کا کلام خوب ہے۔ ذکیہ غزل کی نعت بھی سادہ مگر پُر اثر تھی۔

اس بار خطوط کا حصہ بہت کم ہے اور قدرے غیر دلچسپ بھی۔ سیّد ہاشم حسین کے خط کے متعدد مندرجات سے میں متفق نہ ہوسکا۔ بہر حال یہ اپنی اپنی فہم کی بات ہے۔ جناب حافظ محمد عطا کا خط بھی پڑھنے والا ہے۔ تاہم اس میں معروضیت کی کمی محسوس ہوئی۔

احمد صغیر صدیقی

~~~~~~

نومبر ۲۰۰۸ء

برادرِ عزیز! سلام مسنون۔

تقریباً چھے سو صفحات کا تازہ ''نعت رنگ (۲۰واں شمارہ)'' میرے سامنے ہے۔حسبِ دستور میں نے بڑے چاؤ سے اسے پڑھا۔
ایک بات دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ اللہ کے املا کے ضمن میں میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی جسے کمپیوٹرائزڈ خط میں ''اللہ'' لکھا جاتا ہے۔(ص ۵۸۱) جو بالکل غلط ہے۔آپ نے خطوط کے حصے میں خصوصی طور پر اہتمام کرایا ہے کہ اسے درست طرح لکھا جائے۔البتہ پورے پرچے میں اس کا اہتمام نہیں وجہ شاید یہی ہے کہ کمپیوٹر میں یہ لفظ غلط طرح سے فیڈ ہوا ہے۔(یہاں بتادوں کہ میرے خط میں جس جگہ یہ باتیں لکھی ہیں وہاں پروف ریڈنگ صحیح طرح نہیں کی گئی ہے)۔

اس شمارے کا سب سے پہلا مضمون حسن محمود جعفری صاحب کا ہے۔''صنفِ نعت انسانی تخیّل کے تناظر میں'' نہایت عالمانہ مضمون ہے۔ جعفری صاحب کا نام میرے لیے نیا ہے مگر ان کا مضمون یہ بتا رہا ہے کہ وہ کوئی معمولی لکھنے والے نہیں۔

دوسرا مضمون جناب گوہر ملسیانی کا ہے اور انھوں نے اپنا مضمون ''اخلاقِ محسنِ انسانیت نعت کے آئینے میں'' محنت سے لکھا ہے۔ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کے ''اُردو لوک گیتوں میں ذکرِ رسول ﷺ'' ایک خاصا تحقیقی مقالہ ہے اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے اچھا کیا لکھ دیا ہے۔ان گیتوں کو فقہی میزان پر تولنے کی کوششیں کرنے اور شرک وکفر کے فتوے دینے سے سادہ لوح انسانوں کی خدا اور اس کے رسول کے تئیں رکھی جانے والی مخلصانہ محبّت میں رخنہ پڑسکتا ہے۔ڈاکٹر صاحب کا دوسرا مضمون ''ثنائے رسول ﷺ روایت سے درایت تک'' بہت عمدہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ فرضی روایات نے اچھے اچھوں کے دماغوں میں جگہ بنا رکھی ہے۔ضروری ہے کہ اس قسم کے مضامین مزید لکھے جائیں۔اذہان کو دھندلکوں سے باہر نکالا جائے۔شعراء حضرات میں ان کا اثر اچھا خاصا ہے۔خصوصاً اس قسم کے شعرا کے ہاں جن کا علم مذہب کے بارے میں بہت کم ہے یا سنا سنایا ہوا ہے۔ جناب محمد شہزاد مجددی کا مضمون بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے انھوں نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ آج کل واعظین اور قصہ گو قسم کے مقررین نے یہ عام وتیرہ بنالیا ہے کہ وہ بغیر علم کے احادیث بیان کرتے رہتے ہیں۔ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ صحیح احادیث پر مبنی کوئی مستند کتاب موجود نہیں اور جو ہیں وہ قدیم زمانے کی ہیں ان کی چھان پھٹک نہیں ہوئی ہے۔ایک اور مسئلہ یہ بھی ہے ہمارے ہاں کہ ہم اپنی اہم علمی بزرگ شخصیات پر بھی اتفاق نہیں رکھتے۔امام ابن تیمیہؒ جیسی اعلیٰ شخصیت کے بارے میں بھی میں نے متعدد دینی عالموں کے قلم سے نہایت نازیبا کلمات پڑھے ہیں۔واقعی یہ طے کرنا بہت مشکل ہو چکا ہے کہ کیا صحیح ہے کیا غلط۔ماہرالقادری[۱] خاصے پڑھے لکھے آدمی تھے۔اپنے شعر میں وہ حضور کا سایہ نہ ہونے کا ذکر کر رہے ہیں۔
برادرم عزیز احسن نے ''نعت اور تصورِ مقصودِ کائنات'' جیسا مضمون لکھ کر بڑی رہنمائی کی ہے۔پروفیسر اکرم رضا نے نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے لکھا ہے۔اس میں انھوں نے شعر لکھا ہے:

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہوجائیے

اور لکھا ہے ادب و احتیاط کا یہ عالم ہونا چاہیے۔
میں ان کی بات سمجھ نہیں سکا۔اگر نعت کے خیال سے چپ ہوجانا چاہیے تو پھر یہ جو ہم سب نعتیں لکھ رہے ہیں کیا یہ کوئی گستاخی ہے؟ اسی مضمون میں انھوں نے نعت میں ''تو'' یا ''آپ'' کے استعمال کا ذکر بھی چھیڑا ہے۔یہ ٹھیک ہے کہ اُردو میں ''آپ'' کا ضمیر بھی ہے اور ''تو'' کا بھی۔

تاہم بات وہی ''حسن نیت'' کی ہے اور اسے سبھی جانتے ہیں۔ دوسرا مضمون ڈاکٹر صابر سنبھلی کا ہے جو اسی موضوع پر ہے یعنی آداب نعت پر۔ اس میں، تُو، ترا اور آپ وغیرہ کے ضمائر پر بات کی گئی ہے۔

سلیم شہزاد نے اپنے مضمون میں آزاد نظم میں نعت کی جلوہ گری پر بات کی ہے اور اچھا لکھا ہے۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مضمون میں دی گئی۔ کئی باتوں کی عملی تعبیر ملتی ہے۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ نعت میں ہیت کے تجربے زیادہ ہونے چاہییں۔ اسے غزل کے انداز تک محدود نہیں رکھنا چاہیے۔ نعت صرف غزل کے انداز ہی میں نہیں متعدد دوسری ہیئتوں میں کہی جا رہی ہے۔ جناب سلیم شہزاد کا یہ مضمون بہت محنت اور عمدگی سے لکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون ''نعت نبی اندلسی شعرا کی ایک جھلک'' نہایت تحقیقی ہے اور قابلِ قدر ہے۔ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم نے اچھا مضمون دیا ہے۔ حالاں کہ طویل ہے مگر اس میں تشنگی سی رہ گئی ہے۔ تحقیقی مضامین میں پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون جو علامہ سیماب کی نعت نگاری پر ہے اچھا ہے اور محنت سے لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح پروفیسر شبیر احمد کا مضمون بھی ہے۔ آگے کے تین مضامین بھی اسی سلسلے کا کڑی ہیں اور مختلف شعرا کی نعت گوئی سے متعلق ہیں۔ آپ نے مرحوم آفتاب کریمی کے لیے ایک گوشہ مختص کر کے اچھا کام کیا ہے۔

کتابوں پر تبصرے کا کام جناب عارف منصور نے کیا ہے اور بہت سلیقے سے کیا ہے۔ انھوں نے کتابوں کے حسن پر ہی نہیں قبح کی باتیں بھی کی ہیں اور تبصرہ نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ اسی میں انھوں نے ایک اور اچھا کام یہ کیا ہے کہ نعت کے سلسلے میں چند ژولیدہ باتوں کو واضح کر دیا ہے۔ مثلاً اس شمارے میں چھپے ہوئے اس مذاکرے میں جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ: ۱۹ سے متعلق تھا جناب انور خلیل نے کہا ہے:

میرے خیال میں نعت کو علاحدہ صنف سخن کہنا صائب نہیں... ہیئت کے لحاظ سے اصنافِ سخن شمار ہوتی ہیں جب کہ نعت کسی بھی صنفِ سخن میں کی جا سکتی ہے۔ اسی لیے میں نعتیہ ادب کی اصطلاح کو صنفِ سخن پر ترجیح دیتا ہوں۔

عارف منصور ص ۴۰۸ پر لکھتے ہیں: اصنافِ سخن کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک ہیئت کے حوالے سے جیسے نظم، مسدس، ہائیکو وغیرہ اور دوسرے موضوعات کے حوالے سے جیسے حمد، نعت نوحہ مرثیہ۔

عارف منصور کی اس توضیح سے ص ۵۲۲ پر لکھے گئے جناب کوکب نورانی کے اس اعتراض کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ جناب کوکب نورانی لکھتے ہیں: لوگوں نے کتنی غلطی پھیلا رکھی ہے کہ حمد کے معنی ہیں خدا کی تعریف اور نعت کے معنی ہیں رسول کی تعریف۔

''نعت رنگ'' کے شمار: ۱۹ پر ہونے والے مذاکرے میں بہت سی حیرت انگیز باتوں کا انکشاف دیکھنے کو ملا خصوصاً مولوی فیروز الدین (فیروز سنز) والے کے بارے میں کہ کس طرح انھوں نے فیروز دین ڈسکوی کی محنت پر ہاتھ صاف کیا۔

مدحتوں کے حصے میں بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا چاہوں گا کہ نعتوں میں وہ شاعرانہ حسن، شعری جمالیات کا اہتمام اور کرافٹ نظر نہیں آیا جو ہونا چاہیے۔ اشعار میں جب تک شعری حسن نہ ہو وہ Versification بن جاتا ہے۔ یعنی نثر کو نثریت کے ساتھ نظم کر دینا۔ سادے سادے سے اشعار کہنے کے بجائے اس شعری حسن کے ساتھ پیش کرنے کی کوششوں کی ضرورت ہے تا کہ نعت شاعری میں اپنا مقام بنا سکے۔ اب ذرا یہ شعر دیکھیں:

جو گالی دیں آقا پہ برسائیں پتھر
حضور ان کے حق میں دُعا کر رہے ہیں

ظاہر ہے کہ یہ شعر عروضی سے لحاظ ٹھیک ہے مگر اس میں برہنہ گفتاری ہے۔
اب ذرا ماجد خلیل کا یہ شعر دیکھیں:

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوتی ہے

اس شعر میں شعری رچاؤ ہے۔ یا یہ شعر دیکھیں جناب احسان اکبر کہتے ہیں:

رکھیو مجھے نظروں میں مجھ پر ابھی گزرے گا
اک اور زمیں اندر اک اور زمانہ بھی

یہ شعر کھلا ڈُلا نہیں اور پورے شاعرانہ حسن کو سمیٹے ہوئے ہے۔ جناب شیو بہادر سنگھ کی لکھی نعت دوسری نعتوں سے بہتر لگی:

معطّر کر رہی ہے بزم عالم کی فضاؤں کو
صبا شاید کہ چھو کر آرہی ہے آپ کا دامن

اس ضمن میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا کہ بہت سی نعتوں میں شعرا مدحِ رسولؐ سے زیادہ ''گنبدِ خضرا'' یا ''طیبہ'' وغیرہ کی شان میں ''نعت'' کہتے نظر آتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے بات بنتی ہے۔ کوثر علی صاحب کی نعت کا قافیہ ردیف ہی ''بہارِ طیبہ''، ''کنارِ طیبہ'' ہے۔ اس میں تمام تر مدح طیبہ کی ہے۔ الفاظ اور بیان کے لحاظ سے یہ نعت بہت عمدہ ہے مگر سارا زور طیبہ پر ہے۔

جیسے معراج کی شب راہ فلک روشن تھی
یوں چمکتی ہے ہر اک راہ گزار طیبہ

ایک شعر جناب ولی اللہ ولی کا دیکھیں:

ہائے گستاخ خاکہ ہے ان کا لیے
جن کی صورت پر نازاں ہیں لوح و قلم

پتا نہیں کیا کہا ہے انھوں نے...اس جریدے میں ''خطوط'' کا حصہ بہت وقیع ہوتا ہے۔

علامہ کوکب نورانی صاحب کا خط طویل بھی ہے نہایت Informative بھی۔ میں ابتدا ہی میں لکھنا چاہوں گا کہ ''نعت رنگ'' میں کوکب صاحب کی شمولیت سے بہت سے مسائل کے حل ہمیں ملے ہیں۔ تعجّب کی بات ہے کہ دینی عالموں میں سے سوائے ان کی کسی اور کی ذات گرامی ''نعت رنگ'' میں نظر نہیں آئی۔ اس بار بھی انھوں نے پوری دلجمعی سے ایک خط لکھا ہے۔ حالاں کہ اس دوران انھیں اپنے عزیزوں کے ساتھ ہونے والے صدمات سے بھی سامنا رہا۔ (مجھے وہ اپنے سے قریب سمجھیں) یہاں یہ بات لکھنا چاہوں گا کہ وہ اپنے ذہن سے یہ بات نکال دیں کہ ہم میں سے کوئی بھی انھیں ''دل آزار''، ''عیب جو'' یا اختلاف برائے اختلاف رکھنے والا سمجھتا ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ میں ان کی کشادہ نظری کا دل سے قائل ہوں جو کہ عام طور سے متعدد دینی عالموں کے ہاں ناپید ہے۔ تاہم جناب کوکب نورانی کی یہ بات کہ ان کے پیش کردہ حقائق کو ابھی تک کوئی جھٹلا نہیں پایا کچھ دل لگتی نظر نہیں آتی ہیں۔ ظاہر ہے ان سے جنھوں نے کسی بھی بات پر اختلاف کیا ہے اس کے لیے تاویل بھی دی ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ انھوں نے اسے نہ مانا ہو۔ مگر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ سب نے صرف ناگواری ظاہر کرکے راستہ لیا ہو۔ جناب کوکب نورانی نے اس بار لکھا ہے ''نامناسب چلن، جھنکار اور ردھم کے ساتھ یہ نئے انداز بلاشبہ نعت کے تقدس کے منافی ہیں''۔ میں ان کی اس بات سے سو فیصد متفق ہوں۔ مولانا نے اپنے خط میں مجھ حقیر کی باتوں کا ذکر کوئی چار پانچ صفحات میں کیا ہے۔ زیادہ تر تذکرہ میرے ''جہل'' کا ہے کہیں کہیں ستائش بھی ہے (ستائش،

ص ۵۱۹) اسی طرح (۵۲۰ پر بھی) ان کا یہ مؤقف صحیح ہے کہ وہ کسی پر اپنا مسلک مسلّط نہیں کرتے۔ ایک بات میں بتا تا چلوں کہ میں نے جہاں بھی مولانا کی کوئی بات دل لگتی دیکھی بلاشبہ اس کی تائید کی ہے۔ میں نے متعدد خطوط کی زبان پر اپنے تاثرات لکھے ہیں اور خواہاں رہا ہوں کہ ان کی شایان شان زبان ہی ان کے لیے استعمال کی جائے۔ میں نے خود بھی احتیاط رکھی ہے کہ ان سے اختلاف کرتے ہوئے ان کے رتبے کا خیال رکھوں۔ مجھے حیرت ہے کہ جا بجا انھوں نے میرے لہجے کا تذکرہ کیا ہے اور ناگواری ظاہر کی ہے۔ اس بات کو یہیں چھوڑتے ہیں۔ میں نے نوٹ کیا ہے کہ مولانا تحریروں میں انداز بیان یا لفظی جہاد پر آج کل بہت زور دے رہے ہیں۔ لکھتے ہوئے جملے کی ساخت لفظوں کے پیش نظر کچھ کمی بیشی ظاہر کرسکتی ہے مگر نیت کی سمت وہ نہیں دیکھتے۔ ہم میں سے کون ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے لیے لکھتے وقت احتیاط نہیں کرتا۔ جملوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔ تاہم نیت پر زور ہو تو اسے نظرانداز کردینا چاہیے۔ وہ نہیں کرتے۔ اب ذرا دیکھیں وہ ص ۵۲۸ پر رقم طراز ہیں۔

آپ نے مضمون نگاروں کے لیے ''حاضر ہوئے ہیں'' کے لفظ لکھے ہیں کیا اس کے بجائے ''شامل ہوئے ہیں'' لکھنا مناسب نہ ہوتا۔ کون کہتا ہے مناسب نہ ہوتا۔ لیکن اگر حاضر ہوئے ہیں لکھ دیا تو کون سی قیامت آ گئی؟ یہ تو بتائیں۔

اب اگر میں کسی مولانا کے نام کے ساتھ مولانا نہ لکھوں بلکہ ''مولوی'' لکھ دوں تو کیا یہ بھی قابلِ اعتراض ہوگا۔ حالاں کہ مولوی کے معنی بھی دینی عالم کے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مولانا ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ کر اہم باتوں پر توجہ دیں۔ مجھے ان کی رائے احسان دانش کے اس شعر کے بارے میں درست لگی:

دانش میں خوف مرگ سے مطلق ہوں بے نیاز
میں جانتا ہوں موت ہے سنت رسول کی

بلاشبہ یہ زبان یوں قابل قبول نہیں۔ انھوں نے مرحوم جناب ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے مضمون پر بھی کافی طوالت سے نظر ڈالی ہے اور بہت سے نکتے کی باتیں کی ہیں۔ ''افاضاتِ یومیہ'' نامی کتاب سے انھوں نے مولانا اشرف علی تھانوی کا لکھا ایک اقتباس دیا ہے جس میں برزخ کا کچھ احوال ہے کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ حالاں کہ برزخ کا حال تو بس خدا ہی کو معلوم ہے۔ مولانا کوکب نورانی نے ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضمون پر بھی توجہ دی ہے اور متعدد باتوں پر گرفت کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے، ''یہ شاعر کے خلاقِ تخیّل کا کمال ہے''۔ ڈاکٹر یحییٰ کے اس جملے کے لیے مولانا نے لکھا ہے ''میرے نزدیک یہ جملہ قابلِ اصطلاح ہے''۔ کیا ہونا چاہیے لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ انھوں نے لکھا نہیں۔ مجھے اس جملے میں کوئی برائی نظر نہیں آتی۔ انھوں نے ریاض حسین چودھری کی تحریر پر کافی گرفت کی اور بہت سے جملوں کو پسند نہیں کیا ہے۔ مگر اس کی صراحت نہیں کی۔ انھوں نے چودھری صاحب کی طرف سے لکھے گئے اس جملے پر گرفت کی ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کا ارشاد اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے کہ اس میں بغیر نفس اور فساد فی الارض کو بھی شامل کیا جائے تب درست ہوگا۔ بات بالکل درست ہے مولانا صاحب سے درخواست ہے کہ ص ۲۲ پر لکھی حدیث کے بارے میں بھی کچھ بتائیں (ترجمہ کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے بارے میں اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے)۔ مولانا صاحب کے اس خط میں بہت سی عمدہ باتیں پڑھنے کو ملیں میں چاہوں گا مولانا اسی طرح لکھتے رہیں۔ ہم ان سے بہت کچھ سیکھ رہے ہیں۔ رہا اختلاف کا معاملہ سو وہ تو رہے گا۔ اس پر انھیں کیا کسی کو دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ سچائی کے سبھی متلاشی ہیں۔ تنویر پھول صاحب کا خط خاصا دلچسپ ہے۔ خط تو اور بھی ہیں مگر ان میں کوئی Thought Provoking نہیں تھا۔

اس بار میں نے بہت بڑا خط لکھ ڈالا ''نعت رنگ'' نے دس سال کی مدت پوری کرلی ہے۔ اس دوران اس میں درجنوں ایسے مضامین چھپے

جوموتیوں میں تولنے والے تھے۔اللہ آپ کومزید ہمتوں سے نوازے۔ پرچے کی ضخامت کم کریں اوراشاعت کا وقفہ بھی۔

احمد صغیر صدیقی

ا۔ ماہرالقادری (۳۰رجولائی ۱۹۰۷ء۔۱۲رمئی ۱۹۷۸ء)، نام: منظور حسین، تخلّص: ماہؔر، شاعر، ادیب، نقاد، سیرت نگار، رکن مجلسِ ادارت: ''مدینہ، بجنور''، مدیر: ہفت روزہ ''غنچہ''، ماہ نامہ ''فاران'' (کراچی)، کتب: ''آتشِ خاموش''، ''شیرازہ''، ''محسوساتِ ماہر''، ''نغماتِ ماہر''، ''جذباتِ ماہر''، ''کاروانِ حجاز''، ''زخم ومرہم''، ''کلیاتِ ماہر''، ''یادِرفتگاں''۔

''نعت رنگ'' کا ۲۱واں شمارہ جو ۲۰۱۰ء کے ابتدائی مہینوں میں شائع ہوا، میرے پیش نظر ہے۔ یہ شمارہ ایک سال بعد مجھے آیا ہے یعنی خاصی تاخیر سے۔اس باراس کی ضخامت بہ نسبت پچھلے شمارے کی زیادہ ہے اور یہ کوئی ۷۰۴ صفحات پر محیط ہے۔

''مضامین ومقالات'' کے تحت سب سے پہلا مضمون رشید وارثی صاحب کا ہے جنھیں مرحوم لکھتے ہوئے دُکھ ہورہا ہے۔اس کا عنوان ہے ''نعت میں ضمائر کا استعمال''۔اس میں آقا حضور اکرم ﷺ کے لیے نعتوں میں ''تم، ترا، اس'' وغیرہ کے استعمال پر بحث کی گئی ہے۔ دراصل یہ مضمون ان حضرات کی تشفّی کے لیے لکھا گیا ہے جنھیں ایسے ضمائر کے استعمال پر اعتراض ہے۔اس سے قبل اسی مضمون پر جناب ابوالخیر کشفی مرحوم بھی ایک مضمون لکھ چکے ہیں جس میں انھوں نے اپنے ضمائر کے استعمال کے لیے مدلل بحث کی تھی۔ان کے مضمون کا تذکرہ رشید صاحب نے بھی اپنے مضمون میں کیا ہے، ساتھ جناب سحر انصاری کے اس جملے کا بھی ذکر ہے جوانھوں نے حنیف اسعدی صاحب کے نعتیہ مجموعے کے دیباچے میں لکھا تھا۔رشید صاحب نے کشفی صاحب کے مضمون سے اس کا اقتباس اپنے مضمون میں شامل کیا ہے، وہ یہ ہے:

لفظ ''آپ'' کے بارے میں جناب سحر انصاری نے حنیف اسعدی کی تضمینوں پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے نعتیہ مجموعے ''آپ'' میں لکھا ہے۔کتاب کا نام ''آپ'' شاید میں نے تجویز کیا تھا۔سامنے کا لفظ ہے حضور کے لیے ہمیشہ استعمال ہوتا رہا ہے لیکن کسی مجموعے کا نام ''آپ'' نہ رکھا جا سکا۔یہ سعادت حنیف اسعدی کے حصے میں آئی اور غالباً یوں آئی کہ انھوں نے نعت گوئی میں یہ التزام رکھا ہے کہ حضور کے لیے ''تو تڑاق'' کے صیغوں کو ترک کردیں۔

آگے رشید وارثی صاحب نے کشفی صاحب کے ''ردّعمل'' سے بھی اقتباس دیا ہے: ''لفظوں کے معنی محض لغت یا اپنے وہم اور مذاق میں تلاش نہ کریں زندگی اور زبان کے عام اور زندہ استعمال میں تلاش کیجیے۔سحر صاحب ذمہ دار اہلِ قلم ہیں لیکن ''تو تڑاق'' کا لفظ استعمال کرکے انھوں نے خاصانِ محمد ﷺ کی توہین کی ہے اور ایک نعتیہ مجموعے کو سوقیانہ لفظ سے داغ دار کیا ہے اور ذرا یہ بھی دیکھیے کہ جو لفظ (آپ) سحر صاحب میرے لیے استعمال کریں اور میں ان کے لیے وہ بارِ عظمت محمدی کو کیسے سہار سکتا ہے؟''

کشفی صاحب کی تحریر میں ''ذمہ دار'' والی بات دیکھ کر ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔ایک صاحب نے کسی فرم میں ملازمت کے لیے درخواست دی۔انٹرویو کے لیے بلائے گئے۔فرم کے افسر نے ان کے کوائف دیکھتے ہوئے ان سے کہا، ''مسٹر! آپ نے شاید ہمارا اشتہار غور سے نہیں دیکھا، اس میں واضح کردیا گیا تھا کہ ہمیں ایک ''ذمہ دار'' آدمی کی ضرورت ہے۔'' ان صاحب نے حیرت سے افسر کو دیکھا اور بولے، ''اسی لیے تو میں نے آپ کے ہاں درخواست دی تھی۔آپ دیکھ لیں میرے کوائف۔میں نے پہلے جتنے بھی اداروں میں کام کیا ہے سب نے واضح طور پر لکھا ہے کہ ان کے ہاں ہونے والی ہر بات کا ذمہ دار میں ہی تھا۔

دوسرا مضمون گوہر ملسیانی صاحب کا ہے۔''جمال محسن انسانیت نعت کے آئینے میں'' اس کے بارے میں میں کیا کہوں۔اس میں بہت سی ایسی نعتوں اور بہت سے ایسے اشعار کو ڈالا گیا ہے جو اپنی کم زوری کی وجہ سے مضمون کو سنبھالا نہیں دے سکے ہیں۔ان میں زبان کے سقم بھی ہیں اور

خیال کی کم زوریاں بھی۔صرف چند ایک پیش ہیں:

۱۔ مصرع ہے: مرے نبی کی 'نوائے باطل گداز اُبھری' (باطل گداز؟)

۲۔ مکہ کے سرداروں اہلِ طائف نے۔کیسے کیسے ظلم نبی پر ڈھائے ہیں'' (یہ شعر سپاٹ سا ہے نثر جیسا۔اور جمال محسن انسانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔)

۳۔ مصرع ''انھیں کے نقش پا سے گنبد بے در چمکتا ہے۔(ذرا شاعر کا عُلو خیال ملاحظہ ہو۔)

۴۔ ''لے جاؤں لحد میں میں تمنائے محمدؐ'' (اس میں ''میں میں'' پر توجہ دیں)

جمالِ محمد مصطفیٰ ﷺ کے بیان کے لیے اعلا درجے کی نعتیں اور عمدہ اشعار کی ضرورت تھی جو اس مضمون میں نہیں ملتے۔

میری سمجھ میں نہیں آسکا کہ یہ سب کیا لکھا گیا ہے۔صحابی عربی تھے اور نعت کا مقطع انھوں نے فارسی زبان میں دامن اُحد کی ریت میں لکھ دیا۔عجب ہی ماجرا ہے کچھ۔

رسالے کے ''فکر و فن'' کے حصے میں پانچ عدد نعت گو شعرا کے کلام کے محاسن لکھے گئے ہیں۔تبھی سب کے سب تقریظی ہیں۔ان میں عزیز احسن صاحب کا مضمون جو جناب احسان اکبر پر ہے اس لائق ہے کہ اس پر کچھ گفتگو کی جائے۔اُمید تو یہی تھی کہ مضمون ''ناقدانہ'' ہوگا مگر یہ ''فدویانہ'' ثابت ہوا۔عزیز احسن صاحب لکھتے ہیں: ''پروفیسر ڈاکٹر احسان اکبر کا شعر عقیدت میرے لیے شعری و شرعی اعتبار سے نہ صرف قابلِ قبول ہے بلکہ انتہائی درجے پر لائقِ تحسین ہے۔کیوں کہ ان کی شاعری اسلوبیاتی سطح پر دل میں تراز و ہو جانے والی اور Content کے حوالے سے سند قبول پانے کی حامل ہے۔''

یہ بیان بتا رہا ہے کہ مضمون نگار اپنے ممدوح سے کس حد تک متاثر ہے۔ظاہر ہے کہ اس تاثر کے تلے دبے مضمون نگار سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ معروضی انداز میں تنقید کا حق ادا کر سکے گا۔عزیز احسن صاحب کو اپنے ممدوح کے کلام میں ''اسلوبیاتی سطح پر نزاکتوں کا از حد خیال نظر آتا ہے۔سو ذرا اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ انھوں نے جناب احسان اکبر کی شاعری کے جو نمونے کوٹ کیے ہیں، ذرا ان میں سے یہ مصرع دیکھیے:

وہ جو کوئی کچھ نہیں جانتا وہ بھی جانتا ترا نام ہے

''جانتا ترا نام ہے'' یہ کون سی زبان ہے؟ کیا اس مصرع کا Construction شعری اعتبار سے اچھا کہا جا سکتا ہے۔فیصلہ آپ خود کریں۔

اب ایک اور مصرع دیکھیے کوئی تقویٰ نہ کوئی پاس فضیلت اپنے کہنا تھا کہ اپنے پاس کوئی فضیلت ہے۔نہ تقویٰ اور شعر میں ''کوئی پاس فضیلت اپنے'' لکھا گیا۔یہ تنقید کی ایک بڑی مثال ہی انھیں شاعر کے عجز بیان کو بھی ظاہر کرتی ہے۔اس بیان کو اسلوبیاتی سطح پر دل میں تراز و ہو جانے والا کہا جا سکتا ہے مگر اس Sense میں نہیں جس میں عزیز احسن صاحب نے لکھا ہے۔

اور دیکھیے ، یہ مصرع: فن نعت کوئی ہنر نہیں یہ ہے قلب و چشم کی حاضری

اس میں ذرا ''فن نعت'' پڑھیے۔کیا اس میں عیب تنافر کی جھلک نہیں ملتی؟

اب ایک مصرعے کا آخری حصہ دیکھیں۔''ہیں بشر تو مگر ساتھ اللہ کے آپ کے مشترک تیس نام ایک ہیں''

اور مشترک تیس نام سے اندازہ لگائیں کہ یہ مصرع اپنے اندر کیا ''خوبی'' رکھتا ہے۔

اب یہ مصرع ملاحظہ ہو۔''دیں دنیا کے درد کا مرہم ﷺ''

''دیں ودنیا'' کیسا لگ رہا ہے۔ یہ آسانی سے ''دنیا ودیں'' لکھا جا سکتا تھا۔ اس سے سلاست پیدا ہو جاتی ہے اور ''دیں دنیا'' کا مفہوم دین دنیا سے الگ ہے یہ بھی دیکھیں۔

ایک مصرع اور دیکھیں: ''پیام آپ کو بہ کو آ گیا''

''کو بہ کو آنا؟'' کیا اسی طرح بولا جاتا ہے؟ کو بہ کو پھیلتا، پہنچتا تو چل سکتا تھا مگر یہ ''آنا''؟

کیا اسلوبیاتی سطح کی بلندی یہی ہے؟

ایک مصرع اور دیکھیں: ''پتھروں بیچ نرمی کا اکھوا کھلا''

اکھوا پھوٹنا محاورہ ہے کھلنا نہیں۔ پھول کھلتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ مثالیں کافی ہیں جن کی بنیاد پر مضمون کے بارے میں رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اس مضمون کا نام ''اسلوب شناس شاعر'' رکھا گیا ہے جب کہ صاحب اسلوب وغیرہ ہونا چاہیے تھا۔ اس کا ''رمز'' سمجھ میں نہ آسکا۔

اب ہم دوسرے تقریظی مضمون کی سمت رجوع کریں گے۔ یہ مضمون جناب پروفیسر منظر ایوبی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک نعت طاہر سلطانی کی حمدیہ شاعری پر ان کی جانب سے نچھاور کیے ہوئے پھولوں جیسا ہے۔ اس میں بھی مضمون نگار اپنے ممدوح کے ''لب ولہجہ کی پاکیزگی اور اسلوب کی طہارت'' میں ڈوبا نظر آتا ہے۔ اس حد تک اسے ممدوح کے کلام میں تلمیحی اشاروں کے غیر محتاط رویوں کا ذرا بھی پتا نہیں چل سکتا ہے۔ اس نے جوشِ عقیدت میں اپنے ممدوح کا یہ شعر بھی کوٹ کر دیا ہے:

کس کو ادراک جہاں تو ہے وہاں کوئی نہیں
تو ہی موسیٰ کا عصا مصر کے بازار میں تو

شاعر محترم نے اس میں اللہ تعالیٰ کو موسیٰ کا عصا قرار دے دیا ہے۔ ''تو ہی موسیٰ کا عصا''

اب کچھ ذکر ظفر علی راجا صاحب کے مضمون ''انور سدید کی حمد ونعت''۔ مجھے اس کا عنوان خاصا دلچسپ محسوس ہو رہا ہے۔ اسے توجہ سے پڑھیں۔ یہ مضمون بھی تحسینی ہے اس میں مضمون نگار نے بعض بعض اشعار بغیر احتساب کیے تعریف کے لائق قرار دے دیے ہیں۔ یہ شعر دیکھیں:

نعت پیغمبر آخر لکھوں
دل کو ہے فکر کہ کیوں کر لکھوں

اس میں ''آخر'' پر توجہ دیں (یعنی خ پر زیر ہے) جب کہ ''آخر'' کے معنی آخری نہیں بلکہ ''اور'' ایک دوسرا ایک اور وغیرہ ہیں۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

زادِ حیات اسوۂ نبی کریم ہے
انور سدید کا ہے یہ ارمان یارسول

اس شعر کی نثر بنایئے۔ یارسول انور سدید کا ارمان ہے کہ زادِ حیات اسوۂ نبی کریم ہو۔

لگتا ہے اسوۂ نبی کریم کوئی اور چیز ہے۔ جس کی فرمائش رسول سے کی جا رہی ہے۔ حالاں کہ کہنا یوں تھا کہ یارسول انور سدید کا ارمان ہے کہ ان کا زادِ حیات آپ کا اسوۂ ہو۔ شاعر اچھی طرح بات لکھ نہیں سکا اور پھر ذرا ''اسوۂ نبی کریم'' پر توجہ دی۔ یہ ''اسوۂ نبی کریم'' ہونا چاہیے جو اس شعر میں فٹ ہی نہیں ہو رہا ہے۔ راجا صاحب نے اس تحریر پر بہت محبّت بھری نظر ڈالی ہے۔ ایک اور شعر دیکھیں:

میں خزاں دیدہ شجر ہوں یہ یقیں ہے مجھ کو
مجھ پہ برسے گا ان کا گھٹا کی صورت

''خزاں دیدہ'' کے بجائے محل ''خزاں رسیدہ'' کا تھا اور کیا خزاں رسیدہ شجر پر گھٹا نہیں برستی؟ بات اس طرح کہی گئی ہے گویا یہ کوئی امر محال ہوتا ہے۔ایک اور شعر ملاحظہ ہو:

میں انائے ذات میں کرتا رہا ہوں پرورش
توڑ ڈالا اب مگر یہ سلسلہ تیرے لیے

نہیں معلوم کہ انائے ذات میں کیا پرورش کرتے رہے تھے؟ یہ شعر اچھا تو نہیں کہا جاسکتا۔

ان باتوں کے باوجود ایک بات ضرور کہنے کی ہے کہ جناب انور سدید کی ''شاعری'' سے ان کی نعتیہ شاعری کہیں اچھی ہے۔ان کی اس شاعری سے مجھے راجا صاحب کے مضمون کے ذریعے تعارف حاصل ہوا ہے۔راجا صاحب کا یہ مضمون بہر حال اچھا لکھا ہوا ہے اور جو کلام کوٹ کیا گیا ہے اس کا بڑا حصہ اچھے اشعار پر مشتمل ہے جس کا کریڈٹ انور سدید صاحب کو جاتا ہے۔

اب ذرا ''مطالعاتِ نعت'' کا حصہ دیکھتے ہیں۔اس میں 3 عدد مضامین ہیں جو تین اہلِ قلم کی کتابوں کے جائزے سے متعلّق ہیں۔انھیں جائزہ تو نہیں کہا جاسکتا البتہ یہ ''تعارفیہ'' ضرور کہے جاسکتے ہیں۔اس میں عارف منصور صاحب کے لکھے کتابوں پر تبصرے بھی شامل ہیں۔عارف منصور کے تبصرے Balanced ہوتے ہیں ان پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

رسالے کا وہ حصہ جو ''مدحتوں'' سے متعلّق ہے اس میں اس چھتیس شعرا کی نعتیں شامل ہیں افسوس یہ حصہ حسب سابق کوئی اچھا Impact نہیں دے رہا ہے۔امجد اسلام امجد، خورشید رضوی (ایک نعت) سجاد سخن، ریاض حسین چودھری، راجندر سکسینہ، قاضی عنایت الرحمٰن، ناز قادری اور رشید امین کی نعتیں قدرے بہتر ہیں۔ورنہ اس میں ایک بڑی تعداد میں ایسی نعتیں ہیں اور ایسے اشعار موجود ہیں جسے ذیل میں درج کیے جارہے ہیں:

(۱) ہر ایک نبی انھیں کے لیے ایک ولی انھی کے لیے
وہ کنز خفی حدیث پڑھو خدا بہ خدا نبی کے لیے

(۲) اپنے تو ہے ہر غم کی دوا شہر نبی میں

(۳) ہو دیدہ پُرنم (دیدۂ نہیں دیدہ پُرنم، اور یہ دیدہ کیسا لگ رہا ہے؟)

(۴) لفظ یثرب میں کہاں ہے کوئی خوبی و کمال
اس لیے کہنا پڑا تھا آپ کو طیبہ حضور

(۵) مجھ کو پکڑیں نہ اگر فضلِ خدا دیکھیں تو

اسی حصے میں ایک ''زبردست'' نعتیہ نظم بھی ہے جس کا عنوان ہے، ''سنہری گرد طیبہ'' چند لائنیں ملاحظہ ہوں:

(۱) کہ ہم، ہمارے گزشتہ کو۔پرت پرت سامنے سے دیکھیں۔(کہ ہم ہمارے'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟)

(۲) تمھاری راہ فرار کے نقش پا تلاشیں (راہ فرار پر توجہ دیں۔یہ بیان نبی کے لیے ہے اور راہ فراد کے نقشِ پا کیا ہوتے ہیں۔

(۳) جہاں بہ نفس نفیس تم خود...ڈٹے ہوئے تھے۔(ڈٹے ہوئے پر توجہ دیں)''

(۴) کہ گردنے ہی شکم مبارک (''شکم مبارک پر'' توجہ دیں یہ شکم مبارک نہیں ہے)
(۵) یہی تمھاری دعا کے نخلِ اثر ہے جس کی گداز سمجھیں (شاعر کے علو خیال کو دیکھیں اور الفاظ کے میل جول کو سمجھیں)
یہاں شعرا کے نام نہیں دیے جارہے ہیں بات صرف ان کی ''تخلیقات'' کی ہورہی ہے جو رسالہ کے مدحتوں کے سیکشن میں اپنی چھب دکھارہی ہیں۔

رسالہ کا آخری حصہ ''مکتوبات'' کا ہے۔ ماجد خلیل صاحب نے چند سوالات پوچھے ہیں۔ ان کے جوابات تو صرف کوئی ''جید عالم'' ہی دے سکتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر اور ڈاکٹر رشید امجد کے خطوط ہیں۔ ایک خود کو قلمی معاونت سے قاصر پاتا ہے دوسرا صرف مدیر کو ''شاباشی'' دینے پر قناعت کر کے نکل گیا ہے۔ ان سے اور توقع بھی کیا جاسکتی تھی۔ غالب عرفان صاحب نے چارٹ بنا کر چند مدحتوں کے اندر پائے جانے والے سقم کی نشان دہی کی ہے لیکن ''اصل'' کہیں نہیں لکھا کہ پتا چل سکتا، آیا ان کے اعتراضات درست ہیں یا نہیں۔ ان کے چارٹ میں ''سوتی'' اور تناظر کے الفاظ لکھے ہیں جو غالباً کتابت کی غلطیاں ہیں یہ صوتی اور تنافر رہے ہوں گے۔ رسالے میں کتابت کی بہت غلطیاں ملتی ہیں۔ دراصل پروف خوانی توجہ سے نہیں ہورہی ہے۔ ایسی غلطیاں بعض اوقات اشعار کا حلیہ ہی بگاڑ دیتی ہیں اور نثر میں ان کے سب معنی مطالب خبط ہوجاتے ہیں۔ یہ سارا مسئلہ اس لیے اُٹھتا ہے کہ مدیرِ گرامی (یعنی جناب سیّد صبیح الدین رحمانی مدظلہ) حضرت داغؔ سے کم نہیں ہیں۔ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے۔ متعدد بار گزارش کی گئی کہ حضور پرچہ سال بھر بعد لانے کے بجائے ہر تین ماہ بعد لائیں۔ سات سو کے بجائے ساڑھے سو صفحات پر ہی قناعت فرمائیں...مگر...ویٹو پاور جس کے پاس ہوتے ہیں اس سے تو کوئی جیت نہیں سکتا۔ ''مقدار'' کا اپنا رعب ضرور ہوتا ہے مگر ''معیار'' کی بات دوسری ہے۔

رسالے میں جہاں پروف خواں کی سہل پسندی نظر آتی ہے۔ وہیں اس کی ''محنت خاص'' کو بھی دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً جناب صبیح الدین رحمانی کی نعت میں ایک مصرع ہے:

میں اور بارگاہِ رسالت پناہ کی

اس میں (یقینی طور پر) پروف ریڈر نے بارگاہِ کی ہ تلے زیر لگایا ہے اور مصرع کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا ہے۔ اسی طور سے انھوں نے بہ صد محبّت عزیز احسن صاحب کے مضمون کے عنوان ''اسلوب شناس شاعر'' میں اسلوب کی ب تلے زیر لگا کر اس کے معانی مطالب میں قابل قدر اضافہ فرما دیا ہے۔ یہ ''زیر'' فہرست میں بھی اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ اس جگہ ایک غلطی کا ازالہ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ پچھلے شمارے میں راقم الحروف نے ماجد خلیل صاحب کے ایک شعر کو تحسینی کلمات کے ساتھ کوٹ کیا تھا۔

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوئی ہے

حقیقتاً یہ شعر سقیم ہے۔ اس کا پہلا مصرع بحر سے خارج ہے۔ ایک رکن اس میں بڑھ گیا ہے۔ راقم الحروف کی اس غلطی کی سمت توجہ عزیزی عزیز احسن نے دلائی تھی میں ان کا ممنون ہوں۔

خطوط کے حصے میں جناب تنویر پھول کا خط بھی توجہ چاہتا ہے۔ دراصل خطوط وہی چھپنے چاہئیں جن میں جریدے کے مضامین اور شعری حصے پر خیال افروز باتیں کی گئی ہوں۔

احمد صغیر صدیقی

۳/ستمبر۲۰۱۴

''نعت رنگ'' کا ۲۴ واں شمارہ میرے سامنے ہے۔۵۶۰ صفحات کا یہ مجلّہ ۸ مقالات ،۹ نعت نگار شعرا کے فکر وفن پر مبنی مضامین کتابی جائزے ۱۱نعتوں اور ۵ حمدوں پر مشتمل ہے ۔اس بار بھی ''نعت رنگ'' نے اپنے اعلیٰ معیار کو برقرار رکھا ہے اور موجودہ شمارہ اپنے Contents کے اعتبار سے پچھلے شماروں سے کسی بھی طرح کم وقیع نہیں ہے۔

شمارے کے بالکل ابتدا میں اہل قلم حضرات سے کچھ گزارشات شائع کی گئی ہیں اس میں ایک یہ ہے کہ ہاتھ سے لکھا ہوا مسودہ کاغذ کے صرف ایک جانب لکھا ہوا اور خوش خط ہونا کہ اغلاط کا امکان نہ رہے۔اس ضمن میں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آسکی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اگر مسودہ صاف صاف لکھا ہو تو کمپوزر کو پڑھنے میں آسانی ہوتی ہے اور غلطیوں کا امکان کم ہو جاتا ہے (امکان نہ رہنے والی بات درست نہیں) مگر میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا ہوں کہ کاغذ کے ایک طرف لکھنے سے غلطیاں ختم ہونے کا امکان کس طرح نہیں رہتا؟ میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک طرف لکھنے کے لیے یہ جواز درست نہیں بلکہ یہ کاغذ کا زیاں ہے۔ میں نے اپنا مسودہ کاغذ کے دونوں طرف لکھا ہے اس کے لیے معذرت خواہ ہوں تاہم صفحہ پر خاصہ بڑا حاشیہ دے دیا ہے تاکہ آپ اس جگہ کچھ لکھنا چاہیں تو لکھ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل کا ابتدائیہ خیال افروز ہے۔ یہ بات بہر حال اطمینان کی ہے کہ نعت رنگ جیسے رسائل کی کاوشوں سے اب نعت گوشعرا میں بڑی حد تک بدعتوں سے احتراز کا شعور پیدا ہو رہا ہے۔

مدیرگرامی! آپ نے اپنی بات میں رسالے کی تاخیر سے آمد وغیرہ کی وضاحت کی ہے۔ بے شک وہ اپنی جگہ مضبوط ہے تاہم عرض کرنا چاہوں گا کہ کسی بھی جریدے یا کتابی سلسلے کی آمد میں سال بھر سے بھی زیادہ تاخیر ہونے لگے تو اس پر خاصہ برا اثر پڑتا ہے۔ بہت سی باتیں پڑھنے والوں کے حافظے میں نہیں رہتی کچھ اس کی جگہ کسی اور جریدے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔اور بعض یہ سمجھ کر اسے ذہن سے نکال دیتے ہیں کہ شاید بند ہو گیا ہے۔لہٰذا کوشش تو یہی ہونی چاہیے کہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے اندر لے آئی جائے۔ دیر میں چھپنے والے جریدوں میں لکھتے ہوئے مجھ جیسے لکھنے والوں کو تو یہ خدشہ بھی لاحق رہتا ہے کہ پتا نہیں ان کی تحریر ان کی زندگی میں چھپ سکے گی یا نہیں۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ جناب طاہر قریشی[۱] اور جناب شہزاد احمد[۲] کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے۔ دونوں کو مبارک باد۔ جناب شہزاد احمد کو اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ ان کے نام کے ساتھ ڈاکٹر لگ جانے سے وہ مرحوم شاعر شہزاد احمد سے الگ پہچانے جاسکیں گے۔ جناب احمد جاوید کی لکھی حمد بہت پسند آئی۔ غالب عرفان کی حمد بھی عمدہ ہے۔تنویر پھول صاحب کی لکھی حمد میں آخری شعر کی بنت پر توجہ کی ضرورت تھی جو یوں ہے:

پامال ہے یہ گلشن ہستی میں ہو رہا　　　فریاد لایا پھول ہے تیری جناب میں

یہ شعر کوئی بہت کمزور اور اناڑی شاعر لکھتا تو اس سے صرف نظر کیا جاسکتا تھا مگر...... جناب خورشید رضوی کی لکھی حمد بھی اچھی ہے۔مگر اسے ''صحیح'' مقام پر نہیں لگایا گیا ہے۔

شمارے کا پہلا مقالہ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان کا ہے اور اپنی نوعیت میں الگ ہونے کی وجہ سے خوب ہے۔ان کی تحقیقی کاوش سراہے جانے کی مستحق ہے ۔قصیدۂ بانت سعاد بھی جناب مولانا اسید الحق قادری کی محنت کا ثمر ہے انھوں نے شاعر کعب بن زہیر کے حالات اور فن سے متعلق معلومات باخبری بخشی ہے ان کا مقالہ اعلیٰ درجے کا ہے۔ جناب ڈاکٹر افضال احمد انور نے اپنے مقالے میں (معنویت لفظ نعت کی روشنی میں یکتائی مصطفیٰ ﷺ) جس ریسرچ کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل تعریف ہے انھوں نے لفظ نعت کے کوئی ۲۵ عدد معنی سے ہمیں باخبر کیا ہے اس لحاظ سے یہ مقالہ اور بھی باتوقیر ہو گیا ہے۔ڈاکٹر شہزاد احمد نے جم کر پاکستان میں نعتیہ صحافت کا جائزہ لیا ہے انھوں نے ایک زبردست تحقیقی کام کیا ہے۔ یہ مقالہ لکھنے

پڑھنے والوں کے لیے ایک ریفرنس کا کام دیتا رہے گا۔ بھارت کے ڈاکٹر اشفاق انجم نے کچھ غیر منقوط حمد ونعت سے متعلق جو مقالہ لکھا ہے بلاشبہ قابل تحسین ہے۔ بھارت میں شاعری کی حالت کچھ بہتر نہیں انھوں نے جن راز پرتاپ گڑھی نامی شاعر کی غیر منقوط حمد کا ذکر کیا ہے ان کے اندر کوئی شاعرانہ اوپچ موجود نہیں۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب نے ان کی غلطیوں سے لوگوں کو آگاہ کر کے اچھا کیا ہے کیونکہ آج کل شعری ادب کے قارئین بھی سخن فہمی سے فاصلے پر نظر آتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ آج کل کے بہت سے مدیر بھی کسی ادبی ساکھ کے مالک نہیں انھیں چونکہ اچھی بری شاعری کی تمیز نہیں ہوتی وہ جو کچھ آتا ہے چھاپ دیتے ہیں اس سے ہوتا یہ ہے کہ ایک تھرڈ کلاس شاعر سمجھنے لگتا ہے کہ وہ کوئی معمولی چیز نہیں۔ اس مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے ''ارم'' کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں ان سے سچی بات تو یہی ہے کہ بہت سے شعرا آگاہ نہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ منظر عارفی کے مقالے میں بھی نعت گوئی میں ''ارم'' کے استعمال پر تفصیل سے بات کی گئی ہے اور بہت وضاحت سے اس ضمن میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ ان کا مضمون بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ جناب تنویر پھول نے حمد ونعت میں الفاظ کے مناسب استعمال پر مقالہ لکھا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے شعرا ''خیر الامم'' حضور ﷺ کی ذات اقدس کے لیے لکھتے ہیں جو درست نہیں کیونکہ خیر الامم سے مراد آپ ﷺ کی اُمت ہے یعنی اُمتِ مسلمہ ــــ میرے خیال میں یہ بات درست نہیں حضور ﷺ کے لیے جس طرح خیر البشر درست ہے اسی طرح خیر الامم بھی درست ہے اور اُمم جمع ہے اُمت کی۔ اُمت کے معنی ہیں۔ گروہ جماعت وغیرہ اس سے صرف اُمت مسلمہ مراد لینا درست نہیں۔ تنویر پھول صاحب نے اپنے مضمون میں بقیہ جتنی غلطیوں کی نشان دہی کی ہے سب درست ہیں اور شعرا کو ان پر توجہ دینا چاہیے۔ بعض تو بہت دلچسپ اغلاط ہیں مگر دیکھے کون؟ انھوں نے کسی کا مصرعہ لکھا ہے:

''مدفن میرا طیبہ میں بنے اب کے برس بھی''

یعنی اب تک مدفن ان کا طیبہ میں بنتا ہی رہا ہے اب کے برس بھی بننا چاہئے۔ خوب! انھوں نے ایک اور بات دلچسپ لکھی ہے کہ اسے ہمارے بے پناہ مشہور ڈاکٹر عامر لیاقت بڑے ترنم سے پڑھتے رہے ہیں۔ اور پھول صاحب کے جملے سے تو لگتا ہے کہ یہ نعت انھی کی لکھی ہوئی ہے ان کا جملہ ہے (ٹی وی میں عامر لیاقت آ کر اپنی ایک نعت ....) پھول صاحب نے اپنے مقالے میں احمد ندیم قاسمی مرحوم کے کچھ اشعار لکھے ہیں کہ ان میں اتنا غرور پایا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں (اللہ تعالیٰ سے) ''میں تیرا فن ہوں یہی فن تیرا غرور ہوا ــــ تری انا کا مری ذات سے ظہور ہوا'' وغیرہ)

اب ذکر قاسمی صاحب کا چلا ہے تو سبھی جانتے ہیں کہ ان کی شاعری کسی رتبے کی نہیں تھی اس سے قبل بھی وہ ایک نظم میں لکھ چکے ہیں ــــ ''انسان عظیم ہے خدایا'' یعنی اللہ تعالیٰ کو تو معلوم نہیں لہٰذا شاعر بتا رہا ہے کہ انسان عظیم ہے۔ پھول صاحب کا یہ مضمون نہایت دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ ڈاکٹر طاہر قریشی نے اپنے مقالے میں ایک مشکل موضوع کو اٹھایا ہے اور ان عناصر سے آگاہ کرنے کی سعی کی ہے جو نعت کی تشکیل میں اہمیت رکھتے ہیں۔ صفحہ ۴۹۴ پر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کے الفاظ درج ہیں۔ وہ کہتے ہیں ''نعت کے عناصر کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے اگر کوئی نقاد تمام عناصر کی نشان دہی کرنا چاہے......تو یہ کارِ محال ہے''۔ ڈاکٹر قریشی نے بہرحال اپنی سی عمدہ کوشش کی ہے۔

جریدے میں ''فکروفن'' کے حصے میں متعدد شعرا پر مختلف ناقدین نے قلم اٹھایا ہے مثلاً ڈاکٹر ریاض مجید نے لالۂ صحرائی کی غزوات نگاری پر بات کی ہے۔ ڈاکٹر اشفاق انجم نے دادا میاں عطا کے بارے میں لکھا ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے سرور سہارنپوری کے فن کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے اپنے مقالے میں ایک حدیث نوٹ کی ہے۔ ''اے اللہ روح القدس کے ساتھ حسان کی مدد فرما'' مجھے سمجھانے کے لیے بتائیں یہ ''روح القدس کے ساتھ'' کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے ــــ کیا ''اے اللہ حسان کی مدد فرما'' کہنے سے مدد میں کمزوری آجاتی ہے ــــ؟ میں بہت معمولی آدمی ہوں۔ اعتراض نہیں کر رہا ہوں صرف سمجھنا چاہتا ہوں کیونکہ سبھی جانتے ہیں کہ احادیث میں ملاوٹ بہت کی گئی ہے۔ اختر بستوی پر ڈاکٹر

سراج قادری اور حافظ افضل فقیر کی نعت گوئی پر جناب گوہر ملسیانی نے قلم اٹھایا ہے۔ یہ سلسلے اچھے ہیں۔ نعت گوشعرا سے متعارف کرانے کا عمل قابل ستائش ہے۔لیکن اچھا ہوگا کہ پہلے ان نعت گوشعرا پر جائزے پیش کئے جائیں جو عمدہ نعتوں کی وجہ سے کوئی بڑا مقام رکھتے ہیں مثلاً عبدالعزیز خالد رحمانی کیانی، مظفر وارثی، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مولانا ماہرالقادری وغیرہ۔ ڈاکٹر اسلم عزیز نے سید محسن نقوی کی نعت نگاری پر قلم اٹھایا ہے! مضمون تو اچھا ہے مگر ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھنے کے بعد کہ ''وہ نعت کے لیے وہ یوں الفاظ تلاشتا اور تراشتا ہے جیسے جوہری جواہرات کا انتخاب کرتا ہے''۔ متعدد ایسے اشعار بہ طور انتخاب لکھے ہیں جن سے ان کے تحسینی لفظوں کی نفی ہوتی ہے۔ دیکھیے یہ اشعار:

(۱) جبریل تیرے در کے نگہ بان کا ہم مزاج / باقی ملائکہ تری گلیوں کے کوزہ گر

(۲) موج صبا کو ہے تیری خوشبو کی جستجو / جیسے کسی کے در کی بھکارن ہو در بدر

(۳) زلفوں سے خجل شب کی ستارہ بدنی ہے۔

(۴) میں سایۂ طوبیٰ کی خنک رت سے ہوں واقف / مولا تری گلیوں کی مگر چھاؤں گھنی ہے۔

(۵) گلنار گھٹاؤں سے یہ چھلتی ہوئی چھاؤں

(۶) ظاہر ہوا اک پیکر صد رنگ بصد ناز

اب کیا میں تفصیل بھی بتاؤں کہ اشعار اور مصرعے کس طرح ظاہر کر رہے ہیں کہ شاعر کو عمدگی سے الفاظ کے چناؤ کا طریقہ نہیں آتا؟ پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں ملائکہ کو گلیوں کے ''کوزہ گر'' کہا گیا ہے شاعر شاید یہ کہنا چاہتا تھا کہ باقی ملائکہ گلی کے بھکاری ہیں۔ مگر اسے معلوم نہیں کہ ''کوزہ گر'' برتن بنانے والے کو کہتے ہیں۔ اسے ''دریوزہ گر'' کے معنی میں نہیں استعمال کیا جاسکتا۔ اب دوسرا شعر دیکھیں۔ موج صبا کو حضور کی خوشبو کی جستجو ہے۔ اور وہ در بدر بھکارن کی طرح پھر رہی ہے۔'' گویا اُسے یہ خوشبو مل ہی نہیں رہی ہے۔ حالانکہ اس خوشبو سے تو ساری دنیا مہک رہی ہے جناب ہمارے شاعر کی صبا کا جواب نہیں اور اسی طرح اس کی جستجو کا بھی۔ اب تیسرے مصرعے کو دیکھیے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضور کی زلفوں کے سامنے شب کی ستارہ بدنی خجل ہے۔ اگر بالوں کی سیاہی کی تحسین پیش نظر تھی تو پھر شب کی تیرگی کا تذکرہ ہونا چاہئے تھا۔ ''ستارہ بدنی'' کا یہاں کوئی محل نہ تھا۔ مگر شاعر کو اس کی سمجھ ہوتی تو پھر بات بھی بن جاتی۔ اسی طرح بعد کے شعر میں شاعر نے کہا ہے ''گلیوں کی چھاؤں گھنی ہے'' ہے نا کمال کی بات چھاؤں درختوں کے چھت وغیرہ تلے ہوتی ہے گلیوں میں نہیں۔ اور یہ گلیوں کا چھاؤں والا مصرعہ اس طرح اور بھی خراب ہو جاتا ہے جب ہم پہلے مصرعے میں ''طوبیٰ کے سائے کی بات پڑھتے ہیں جو ایک درخت ہے۔'' آگے آئیے شاعر صاحب نے فرمایا ہے۔ ''گلنار گھٹائیں''۔ ہوسکتا ہوں شاعر نے دیکھی ہوں۔ میں نے نہیں دیکھیں۔ اور ممکن ہے شاعر کے مداح ڈاکٹر صاحب نے بھی دیکھی ہوں تو اور بات۔ اور آخری مصرعے میں ''مقصد تخلیق کائنات'' کی تخلیق کے لیے شاعر نے لکھا ہے۔ ''ظاہر ہوا اک پیکر صد رنگ بہ صد ناز''۔ مجھے ''بہ صد ناز'' پر اعتراض ہے۔ اس قسم کی باتیں شعرا اپنی معشوقاؤں کے لیے لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسلم عزیز صاحب مجھے معاف کریں۔ میں ان کے اس فتوے سے بھی متفق نہیں کہ محسن نقوی عصر حاضر کا ایک ''بڑا'' شاعر تھا۔

آگے کے حصے میں کچھ شعرا کے بارے میں خصوصی مطالعے ہیں۔ یہ بھی ویسے ہی مقالے ہیں جو اس سے قبل کے حصے میں تھے ان میں بھی متعدد نعت گوشعرا کے فکر وفن سے تعارف کرایا گیا ہے۔ حزیں صدیقی صاحب تو اس دنیا میں نہیں ہیں مگر انھوں نے اپنے متعدد شعروں میں ''کبریا'' کا لفظ ''خدا تعالیٰ'' کے لیے استعمال کیا ہے جو درست نہیں یہ لفظ ''بڑائی'' کے معنی میں ہے معنی صفت ہے۔ اسم نہیں۔ نعیم بازید پوری قابل مبارک باد ہیں انھوں نے ایک غیر مسلم کے ان خیالات کا ترجمہ ہمیں پڑھایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے احساسات لکھے تھے۔ ان کی نظم

بھی خوب ہے۔ڈاکٹر عزیز احسن کا انٹرویو دلچسپ تھا انھوں نے ہمیں ماہر القادری صاحب کی نعت سنائی۔کیا خوب ہے۔کیا خوب ہے واللہ۔انھوں نے ''وتیرہ'' کو ''وطیرہ'' لکھا ہے۔نشاندہی میں کوئی حرج نہیں۔اسی طرح انھوں نے جناب عبدالعزیز خالد کی سادہ سی نعتیہ نظم بھی سنائی۔مجھے تو بہت ہی اچھی لگی۔کاش وہ کوئی کتاب ایسی بھی لکھیں جس میں اُردو کی بہترین نعتیں موجود ہوں۔جناب ماہر القادری،اور عبدالعزیز خالد صاحب کی یہ دونوں نعتیں بہترین نعتیں کہی جاسکتی ہیں۔جناب رحمان کیانی کی تحریر بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی۔جرمن شاعر کی نعت کا ترجمہ بہت اچھا لگا۔

اس سے آگے اس شمارے میں کتابوں پر تفصیلی مضامین ہیں۔ان میں ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا مضمون بہت اہم ہے جنھوں نے ایک غیر مسلم مصنّف کی کتاب ''ہمارے رسول'' کے بارے میں حقائق سے آگاہ کیا ہے۔کاش کہ یہ مضمون مصنّف ڈاکٹر دھرمیندر کی نظر سے بھی گزرے اور وہ برا ماننے کے بجائے اس پر غور کریں۔کچھ بھی ہو ڈاکٹر دھرمیندر نے نیک نیتی سے کتاب مرتب کی ہوگی۔اب انھیں بہت سی باتوں کا علم نہیں۔یہ ایک الگ بات ہے انھیں ڈاکٹر سفیان کی باتوں پر توجہ دینی چاہیے۔پروفیسر انوار زئی کا مضمون بھی اچھا ہے اسی طرح ڈاکٹر عزیز احسن کا مضمون جو مزاح نگار انور مسعود صاحب کے نعتیہ کلام سے متعلّق ہے اپنی جگہ ٹھیک ٹھاک ہے۔انور مسعود صاحب کا مصرعہ ہے۔

زندگی دی نبض دے نغمے سریلے ہوگئے

ہمیں یہ معلوم ہوکر خوشی ہوئی کہ نبض نغمے بھی گاتی ہے اور یہ نغمے ''کبھی کبھی'' سریلے بھی ہوجاتے ہیں۔ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنے مضمون میں ڈاکٹر طاہر قریشی کے کام سے ہمیں متعارف کرایا۔ڈاکٹر قریشی صاحب اپنے کام پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

حاصل مطالعہ کے حصے میں کتابوں پر مختصر تبصرے ہیں جو ڈاکٹر عزیز احسن نے کئے ہیں۔ان کے تبصرے اچھے مناسب اور متوازن ہیں۔''سلامتی کا سفر'' نامی کتاب (مصنّف اعجاز رحمانی) پر ان کا تبصرہ خصوصیت سے پسند آیا۔شاعر کو اسے نہایت توجہ سے پڑھنا چاہیے اور احسن صاحب کی زرف نگاہی کی تعریف کرنی چاہیے۔حمیرا راحت کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر احسن نے شاعرہ کی ایک نعت کوٹ کی ہے اس میں مجھے دوشعر ایسے نظر آئے جو کسی بھی طرح نعت کے نہیں کہے جاسکتے۔آپ انھیں غزل کا شعر ضرور کہہ سکتے ہیں۔آپ بھی دیکھیں:

نہ زاد راہ تھا کوئی نہ خوش گمانی تھی بس ایک حرف دعا کا چراغ ہاتھ میں تھا
کوئی بھی آندھی کبھی ڈگمگاہ سکی نہ مجھے اُجالا دل میں نہاں تھا چراغ ہاتھ میں تھا

(ویسے آخری مصرعے میں چراغ کا ہاتھ میں ہونا اور اجالے کا دل میں ''چُھپا'' ہونے کی بات بھی توجہ طلب ہے۔)اس حصے میں ایک اور کتاب پر بھی تبصرہ ہے یہ کتاب ہے جناب گوہر ملسیانی کی۔نام ہے ''عصر حاضر ہے نعت گو''۔تبصرہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں عصر حاضر کے سارے نعت گو نہیں ہیں۔اس طرح نام مناسبت نہیں رکھتا۔اسے MISLEADING کہا جاسکتا ہے۔جناب گوہر ملسیانی نے اپنی ایک تحریر میں (جسے تبصرے میں کوٹ کیا گیا ہے) لکھا ہے۔(میری طبع نازک پر تمام باتیں گراں گزریں) مجھے یہ جملہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔انکسار کا تقاضہ ہے کہ آدمی خود اپنی طبع کے لیے ''نازک'' وغیرہ نہ لکھے۔بہر حال جناب گوہر ملسیانی نے لکھا ہے۔ان کے کوٹیشن سے معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کون لوگ تھے جن کی باتیں شاعر کی طبع نازک پر گراں گزری تھیں نہ اس سے اس معروف نعت گو شاعر کا نام معلوم ہوسکا جس کی تضحیک کی گئی تھی کہ بقول ان کے ان نام نہاد سخن وروں کا پتا چل سکا جنھوں نے نعت کو پروپیگنڈہ قرار دیا تھا۔گوہر صاحب کو ایسا کون سا خوف لاحق تھا کہ انھوں نے ان اسلام دشمن قوتوں کو Expose نہیں کیا؟ ڈاکٹر عزیز احسن صاحب سے معافی چاہتا ہوں لیکن ان کا یہ لکھنا کہ جناب گوہر ملسیانی ''صاحب اسلوب'' شاعر ہیں میری سمجھ میں نہیں آسکا۔مجھے وہ صاحب اسلوب نظر نہیں آتے ذرا ان کا یہ شعر دیکھیں:

حسن دلکش کا بیاں ہے اوراک صحرا نشیں　　　اُم معبد کی زباں پر ہیں شمائل آپ کے

کیا اس شعر میں انداز بیاں کچھ ایسا ہے جس سے یہ پتا چلتا ہو کہ شاعر صاحب اسلوب ہے؟ ویسے میرے خیال میں صاحب اسلوب ہونا کوئی ایسی محسن صفت بھی نہیں کہ اس پر بہت خوش ہوا جائے۔عموماً صاحب اسلوب شاعر کے ہاں بیان کی یکسائی اتنی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اُس کا ایک شعر پڑھیں یا دس لگتا یہی ہے کہ ایک ہی چیز پڑھی ہے۔یقین نہ آئے تو ایک واقعی صاحب اسلوب شاعر سراج الدین ظفر کا شعری مجموعہ غزال وغیرہ پڑھ لیجئے۔ایک لطف کی بات اور ہے کہ اُم معبد نے حضور کا جو سراپا بتایا اُس میں اس کی ذہنی سطح بھی نظر آتی ہے کیونکہ وہ کوئی بہت پڑھی لکھی خاتون نہ تھی۔اس کے بیان سے چند سطریں ملاحظہ ہوں:

''نہ تو ندنکلی ہوئی نہ چندیا کے بال گرے ہوئے.......''

ذرا دیکھیے کیا یہ بیان سراہے جانے کے لائق ہے۔ہمارے گوہر ملسیانی صاحب نے اسے بہ طور خاص کوٹ کیا ہے۔اس جگہ میں واضح طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں تحریروں اور تخلیات پر بات کرتا ہوں۔لکھنے والوں کی شخصیت میرا ہدف نہیں ہوتی۔گوہر ملسیانی صاحب میرے لیے معزز اور محترم ہیں البتہ میں تمام اچھے لکھنے والوں سے زیادہ کڑے معیار کا تقاضہ ضرور کرتا ہوں انھیں برا نہیں ماننا چاہیے۔

اس باب میں شعرا کی تازہ نعتیں ہیں۔یہ حصہ برا نہیں ہے۔خورشید رضوی صاحب سلیمان خمار اور رئیس احمد نعمانی کے چند اشعار متاثر کرتے ہیں۔

خطوط کا حصہ اس جریدے کا سب سے دلچسپ اور سب سے زیادہ پڑھا جانے والا حصہ ہوتا ہے۔اس میں اب تک درجنوں ایسے نکات اٹھائے جا چکے ہیں اور ان پر بحث ہو چکی ہے جو مدتوں سے اذہان میں سوالیہ نشان قائم کئے ہوئے تھے(اگر ان خطوط سے یہ نکات مع جواب ایک جگہ جمع کر کے شائع کئے جائیں۔تو یہ ایک نہایت کارآمد کام ہوگا) مجھے اس حصے میں علامہ کوکب نورانی کی کمی محسوس ہوئی۔اگر وہ کچھ خفا ہیں تو انھیں منالینا چاہیے۔

جناب ریاض چودھری نے اپنے خط میں ڈاکٹر شعیب نگرامی کے مقالے کے بارے میں لکھا ہے کہ انھیں اس پر آڑے ہاتھوں لیا گیا میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کی سوچ مناسب نہیں۔ہم کو کھلے دل ودماغ کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ڈاکٹر نگرامی بہر حال کوئی جاہل آدمی نہیں۔ان کی باتوں سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔برا بھلا مت کہیں۔ریاض صاحب نے خدا جانے کن لوگوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے خوشامد کی ڈگڈگی بجاتے ہیں۔شاید ان کا اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جنھوں نے ڈاکٹر نگرامی کی حمایت کی تھی۔ایسی گفتگو موثر نہیں ہوتی۔ریاض چودھری صاحب نے ایک شعر لکھا ہے:

بعد مرنے کے چلے جائیں گے سب سے چھپ کر　　　ایک گھر ہم نے مدینے میں بنا رکھا ہے

اس شعر سے تو یوں لگتا ہے جیسے مدینے میں جو گھر بنایا گیا ہے وہ کوئی چرچ وغیرہ ہے اس میں شاعر چھپ کر جانے کی بات کررہا ہے۔عجیب سا شعر ہے۔ایسے شعر بظاہر بھلے لگتے ہیں لیکن جب اِن میں اترا جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کہ شعر ہے کیسا۔اور یہ کام ہما شما کا نہیں ہوتا۔تنقید کی اہمیت بھی اسی لیے ہے۔نعت کے اشعار غور وفکر چاہتے ہیں۔اپنے اسی مضمون میں خود ریاض چودھری صاحب نے ڈاکٹر اشفاق انجم کی تحریر سے ایک کوٹیشن دیا ہے جو یوں ہے۔

''......اگر ایک بھی لفظ نامناسب در آئے تو ساری فضا کو مکدر کر دیتا ہے''

ریاض صاحب نے کسی ادبی ایجاد ''اکائی'' کا ذکر تحریر فرمایا ہے۔میں نے کبھی پڑھا نہیں۔اگر کوئی نمونہ خط میں ہوتا تو بات کی جاسکتی تھی۔البتہ میں جب بھی اسطرح کی ادبی ایجادوں کا ذکر سنتا ہوں تو مجھے ''موجدّ وں'' سے ہمدردی ہوجاتی ہے۔حال میں ایک ناکام افسانہ نگار نے

افسانوں کے میدان میں ایک نئی کہانی کی ایجاد کا سہرا اپنے سر باندھا ہے جوکسی بھی طرح کوئی نئی صنف نہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ ان ''پوپلی'' کہانیوں کو بڑھاوا دینے والے بھی انھیں میسر آگئے ہیں۔۔۔۔ ریاض چودھری صاحب کے خط سے ان کے جواں سال بھتیجے کی رحلت کی خبر ملی رنج ہوا۔اللہ اسے جوار رحمت میں جگہ دے۔

خطوط میں ایک خط ڈاکٹر مستجاب ظافر صاحب کا ہے۔انھوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ میں نے یعنی اس خاکسار احمد صغیر صدیقی نے ''لفظوں'' کو مونث باندھا ہے حالانکہ یہ سارا قصور کمپوزر کا تھا۔جس نے میرے مصرعے:

''میرے آقا مجھے دلجوئی کے لفظوں سے نواز''

میں ''کےلفظوں'' کے بجائے ''کی لفظوں'' لکھ دیا تھا ڈاکٹر ظافر صاحب نے میری تنقیدی تحریر کے بارے میں بھی چند باتیں لکھی ہیں ان سے عرض ہے کہ مجھے شخصیت سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا میں تو تخلیقات پر بات کرتا ہوں۔میرا لہجہ یا اسٹائل قدرے تلخ یا سخت ہوجاتا ہے۔اس کا مجھے اعتراف ہے لیکن یہ ان کے لیے ہی ہوتا ہے جنھیں میں اہم سمجھتا ہوں۔اہم لوگوں سے میرا تقاضہ بلاشبہ سخت ہوتا ہے۔ہونا چاہیے کہ ان کی غلطیاں ادب پر دوررس اثرات مرتب کرتی ہیں۔ڈاکٹر ظافر صاحب نے صفحہ ۵۵۸ پر اپنے خط میں لکھا ہے: ''میں یہاں احمد صغیر صدیقی کے اٹھائے ہوئے نکات پر کچھ نہیں کہنا چاہتا''۔

مجھے ان کی اس بات پر اعتراض ہے۔آخر کیوں وہ کچھ نہیں کہنا چاہتے؟اگر میری باتیں نادرست ہیں تو انھیں بتانا چاہیے۔اور اگر درست ہیں تو ایمانداری کا تقاضہ ہے کہ ان کی تائید کی جائے۔

تنویر پھول صاحب نے اپنے خط میں ''ہمارے رسول'' اور ''اللہ کے رسول'' کے بارے میں وضاحت کردی ہے۔عام طور پر ماضی میں وہ رسالے کے مشمولات پر شرح وبسط کے ساتھ بات کرتے رہے ہیں مگر اس باران کا خط سرسری بھی ہے اور مختصر بھی۔

میں رسالے کے قارئین سے چاہوں گا کہ وہ مضامین وغیرہ پر اپنی رائے ضرور دیا کریں۔اس سے لکھنے والوں کو پتا چلتا رہتا ہے کہ خلق خدا انھیں کیا کہتی ہے۔اس طرح اصلاح کا راستہ نکلتا ہے۔ادب کی اصلاح ہوتی ہے اور ادیب کی بھی۔

ایک اور بات۔جریدے میں مضامین پر انگلش میں ''Abstract'' لکھنے کی طرح ڈالی گئی ہے۔اچھی ہے۔مگر سوال یہ ہے کہ یہ کام اُردو میں کیوں نہیں کیا گیا؟اُردو کے جریدے میں انگلش ایبسٹریکٹ کیوں؟مدیر گرامی صاحب۔یہ طرح جو آپ نے ڈالی ہے یہ مہنگی بھی پڑ سکتی ہے۔اس میں ہر مضمون کو پہلے پڑھنا ضروری ہے تبھی اس کی کریم کو ایبسٹریکٹ میں منتقل کیا جاسکتا ہے چلو ابھی تو آپ کو کوئی ABLE آدمی میسر ہے جو یہ کام کرسکتا ہے۔لیکن اس کی عدم موجودی میں متبادل آسانی سے نہیں ملے گا۔کیونکہ اس میں ضرورت ہے ایک ایسے فرد کی جس کی انگریزی اور اُردو دونوں پر گرفت مضبوط ہو اور جو ادب سے بھی ربط رکھتا ہو۔اور جسے ادبی انگریزی لکھنی آتی ہو بہرحال یہ میرا معاملہ نہیں۔مدیر گرامی آپ سنسکرت میں بھی ABSTRACT لکھائیں تو میرا کیا جاتا ہے۔یہ بات تو میں نے بس یوں ہی لکھ دی ہے۔البتہ وہ دوسری ''طرح'' جو آپ ڈالنے کا ارادہ رکھتے ہیں وہ ٹھیک ہے یعنی لکھنے والوں کا یک سطری یا دوسطری تعارف آخر میں آپ سے گذارش ہے اگر میری تحریر آپ شائع فرمائیں تو کتابت کی پروف خوانی احتیاط سے ہونی چاہیے شمارے ۲۲ میں میں نے جو طویل خط لکھا تھا اس میں اس قدر اغلاط تھیں کہ جب میں نے اسے درست کیا تو صفحہ پر قتل عام کا سا سماں تھا۔ظاہر ہے کہ میری تنقید ان الفاظ کے ساتھ تخلیق کاروں تک نہیں پہنچی ہوگی جو میں نے لکھے تھے اس طرح وہ بے جان اور بودی بھی ہوگئی تھی۔یہی نہیں اس میں تو سطریں تک مِس کردی گئی تھیں اور بہت سی باتیں بے معنی ہوگئی تھیں۔اُمید ہے اس بار ادھر خصوصی توجہ دیں گے اور چلتے ہوئے کام سے گریز کیا جائے گا۔

کتابت کی بہت زیادہ اغلاط رہ جانے سے پرچے کی نیک نامی بھی متاثر ہوتی ہے جسے آپ جیسا مدیر یقیناً افورڈ کرنا پسند نہیں کرے گا۔

احمد صغیر صدیقی

۱۔ ڈاکٹر محمد طاہر قریشی (پ: ۶ جولائی ۱۹۶۴ء)، محقق، استاد: ڈی۔ جے۔ گورنمنٹ سائنس کالج کراچی، کتب: ''فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر کراچی''، ''قرآن اور ظفر علی خان''، ''انتخاب مضامین شوکت تھانوی''، ''ہماری ملّی شاعری میں نعتیہ عناصر'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)۔

۲۔ شہزاد احمد (۲۴/ اکتوبر ۱۹۶۰ء۔ ۱۹/ جنوری ۲۰۲۲ء)، شاعر، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''حمد و نعت'' (کراچی)، کتب: ''اردو نعت پاکستان میں'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ) ''انوارِ عقیدت''، ''کراچی میں نعتِ رسول''، ''حیدرآباد (سندھ) کے نعت گو شعراء''، ''بارگاہِ رسالت کے نعت گو''، ''حسنِ انتخاب''، ''آئینۂ ریاض سہروردی''، ''اردو میں نعتیہ صحافت'' (ایک جائزہ)، ''اساس نعت گوئی''، ''ایک سو ایک پاکستانی نعت گو شعراء'' و دیگر

~~~~~~

احمد ندیم قاسمی (لاہور)

۲۰ مئی ۹۵ء

مکرمی و محترمی۔

گرامی نامہ ملا تھا۔ ممنون ہوں۔ امید ہے آپ اب تک حج کے مبارک سفر سے واپس آ چکے ہوں گے۔ میری طرف سے یہ سعادت حاصل کرنے پر مبارک باد قبول کیجیے۔

''نعتیہ ادب'' کے نعتیہ نمبر کا مرسلہ اشتہار فنون میں ضرور شائع کر دوں گا۔ انشاء اللہ۔

مخلص

احمد ندیم قاسمی

☆ احمد ندیم قاسمی (۲۰/ نومبر ۱۹۱۶ء۔ ۱۰/ جولائی ۲۰۰۶ء)، نام: پیرزادہ احمد شاہ، تخلّص: ندیمؔ۔ شاعر، ادیب، مترجم، اسکرپٹ رائٹر، کالم نویس، افسانہ نگار۔ افسانوں کے سولہ مجموعے شائع ہوئے۔ شاعری کے مجموعے: ''جلال و جمال''، ''شعلۂ گل''، ''لوحِ خاک''، ''محیط''، ''دوام''، ''دشتِ وفا''، ''رجم جھم''۔ اس کے علاوہ تنقید، تحقیق، تعلیم و ادب پر آٹھ سے زیادہ کتابیں شائع ہوئیں۔ مدیر: ''تہذیبِ نسواں''، ''پھول''، ''ادبِ لطیف''، ''سویرا''، ''نقوش''، ''امروز''، ''فنون''، صدر نشین: مجلس ترقی ادب لاہور۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے تمغہ برائے حسن کارکردگی، نشانِ امتیاز اور اکادمی ادبیات پاکستان نے کمالِ فن ایوارڈ دیا۔

~~~~~~

اختر اورک زئی (پشاور)

قابلِ صد احترام جناب صبیح رحمانی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ!

نعت، تحقیق وارتقا پر آپ کا شروع کیا ہوا کام قابل ستائش بھی ہے اور قابل داد بھی۔ چند ماہ پہلے اسی سلسلے کا کوئی تحقیقی مضمون نظر سے گزرا۔ خوب تھا۔ میرا بھی یہی میلان رہا اور میدان بھی۔

میرے پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ [۱] کا یہی موضوع ہے آپ کے ہاں چوں کہ اس پر باقاعدہ کام ہو رہا ہے اس لیے اس حوالہ سے آپ کو بنیاد تصور کروں گا۔ میرے سامنے اس وقت موضوعاتی اشاریہ موجود ہے۔ سر دست آپ کے مختلف شماروں میں شائع شدہ چند ذیل کے مقالوں کی مجھے

اشد ضرورت ہے۔

☆ ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے؟''، سیّد حسین احمد، ش۱۲،ص۱۱۲ تا ۱۱۶

☆ ''نعت کیا ہے؟''، سعید ربدر، ش۱،ص۱۲ تا ۲۰

☆ ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی تحصیل و تجزیے کا ایک جائزہ''، ڈاکٹر ابوسفیان، ش۱۳،ص۱۶۹ تا ۲۰۵

☆ ''اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی''، رشید وارثی، ش۴،ص۵۵

☆ ''اردو نعت میں ادبِ رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں''، رشید وارثی، ش۱۰،ص۱۰

☆ ''اردو نعت میں تلمیحات کا غیر محتاط استعمال''، رشید وارثی، ش۶،ص۴۸

☆ ''اردو نعت میں انبیا و سابقین کی رفعت شان کا استقصار''، رشید وارثی، ش۳،ص۱۳

☆ ''اردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف''، رشید وارثی، ش۲،ص۳۸

☆ ''اردو نعت میں ' ﷺ ' کا استعمال اور اس کے مضمرات''، رشید وارثی، ش۱۱،ص۱۴

☆ ''قصیدہ بردہ کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ''، ڈاکٹر جلال الدین، ش۶،ص۸۱

☆ ''نعت پر تنقید (دوسرا رُخ)، پروفیسر کرنالی، ش۳،ص۳۶

☆ ''نعت کا ادبی مقام''، ڈاکٹر اسماعیل، ش۱۴،ص۴۱

☆ ''نعت کے عناصر''، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ش۵،ص۱۷

☆ ''نعت کے موضوعات''، ڈاکٹر اسماعیل، ش۱۱،ص۱۰۱

☆ ''نعت نبوی میں زباں و بیاں کی بے احتیاطیاں''، ش۱،ص۲۰۵

☆ ''نعتیہ ادب میں تنقیدی جمود''، ش۱،ص۱۵۱

☆ ''نعتیہ شاعری کے لوازمات''، ش۱۱،ص۱۲۰

علاوہ ازیں ''خطۃ البحث'' ارسالِ خدمت ہے۔ اس کے لیے متعلّقہ مزید مواد کہاں سے میسر ہوسکتا ہے۔ اس بارے میں آپ اور آپ کے متعلّقین شرفا میری بہتر راہنمائی کر سکتے ہیں۔

جواب کا منتظر۔ اخوکم فی اللہ

اختر اورکزئی

☆ اختر اورکزئی (پ: ۱۹۷۹ء)، ریسرچ اسکالر، شعبۂ عربی، یونیورسٹی آف پشاور، کتب: ''دور الفلافة الدينية فی ارتقاالمجتمع الانسانية''، ''هل اسلام نهى عن الشعر''، ''روزہ کا فلسفہ'' و دیگر۔

۱۔ ''مدح النبی عندالصوفياء فی الادبيين العربی والاردی (دراسات النقدية مقارنة)، غیر مطبوعہ،۱۳۷ص ظ

اختیار حسین کیف، میرزا، ڈاکٹر (کراچی)

آپ یقیناً مجھ سے متعارف نہیں ہیں۔ میں ایک کم آمیز اور گوشہ گیر قسم کا آدمی ہوں۔ دینی اور ادبی ذوق ضرور رکھتا ہوں۔ سہ ماہی جریدہ ''سیرت طیبہ''[۱] میں میرے مضامین اور نعتیں تسلسل کے ساتھ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ چند کتابیں بھی طبع ہو چکی ہیں جن میں ایک دیوان بھی شامل ہے۔ تالیفات کے اعلیٰ اور معیاری ہونے کا مدعی نہیں۔

''نعت رنگ'' کے دو شمارے نظر نواز ہوئے۔ درمیانی شمارہ بدقسمتی سے دستیاب نہ ہو سکا۔ صرف نعت کے حوالے سے اتنا کچھ مواد اکٹھا کرنا یقیناً جوئے شیر لانا ہے جب کہ مضامین بھی معیاری اور جامع ہوں۔ اس باطنی حسن پر مستزاد اس کا ظاہری جمال بھی دیدنی ہے۔ آپ کی ہمت اور استقامت قابلِ تحسین ہے۔ جہاں ان مضامین سے علمی ذوق تسکین پاتا ہے وہیں بصیرت کو بھی فروغ ملتا ہے۔ یعنی دل اور دماغ دونوں کو روشنی ملتی ہے۔ مضامین پر تبصرہ یا رائے زنی کا میں اپنے کو اہل نہیں پاتا۔ بہرحال حضور سرورِ کونین ﷺ پر عقیدت کے پھول نچھاور کرنا اور حضور ﷺ کے محامد و نعوت کی خوشبو سے دماغ کو معطّر رکھنا جذبۂ ایمانی کا تقاضا ہے۔

یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ نہ میں کوئی نامور ادیب ہوں نہ محقق۔ ادب کا ایک ادنیٰ طالب علم ضرور ہوں۔ یہاں میں تیسرے شمارے کے خطوط کے حصّہ میں لاہور سے جناب ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کے ایک مراسلہ کے متعلّق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے میرا مقصد محترم مراسلہ نگار پر کسی نوع کا اعتراض ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے کہ مجھے اپنی کم علمی کا اعتراف ہے لیکن حقیقت کی مکمّل تصویر کے لیے اس نقطہ کی نشاندہی مجھے ضروری معلوم ہوئی۔ مراسلہ نگاروں کی بزم میں بڑے قد آور نام نظر آتے ہیں جس میں، میں اپنے کو بہت کوتاہ قد محسوس کرتا ہوں۔

محترم ڈاکٹر صاحب نے عاصی کرنالی صاحب کے اس مضمون پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جس میں ایک شعر کو انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے منسوب کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ارشاد ہے کہ جس دیوان فارسی کو خواجہ معین الدین چشتی کا نام دیا جاتا ہے وہ دراصل ان کا نہیں بلکہ معین الدین ہروی کا ہے۔ دلیل میں حافظ محمود شیرانی[۲] کی سند پیش کی ہے۔ حافظ صاحب کا وہ مضمون میری نظر سے بھی گزرا ہے۔ ان کے دلائل کے پیش نظر میں بھی ان کا ہم خیال تھا۔ لوگوں نے ان کی تحقیق کو کافی سمجھا اور کسی نے ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس کی مزید چھان بین کی جائے۔ بعد میں نقادانِ ادب نے ان کا حوالہ ہی کافی سمجھا۔

کچھ دن قبل ایک کتاب ''لمعات خواجہ'' دیکھنے کا اتفاق ہوا جو معین الدین احمد اور شمس بریلوی کی مشترکہ تالیف ہے۔ ان حضرات نے بہت قوی شواہد سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ فارسی دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ ہی کا ہے معین الدین ہروی کا اس سے کوئی تعلّق نہیں۔ کتاب کافی ضخیم ہے اور ان کے دلائل کے وزن کا اندازہ اس کو پڑھ کر ہی ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی نظر سے وہ کتاب شاید نہیں گزری۔ وجہ ظاہر ہے کہ اتنی کتابیں طبع ہوتی رہتی ہیں۔ کسی فردِ واحد سے یہ توقع کرنا کہ ہر کتاب کا اس نے مطالبہ کیا ہوگا غیر فطری ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ اگر ڈاکٹر صاحب اس کتاب پر نظر ڈال لیں تو ان کی رائے بھی میری طرح تبدیل ہو جائے گی۔ ڈاکٹر صاحب سے میں معذرت خواہ ہوں۔ کسی قسم کی گستاخی میرے پیش نظر نہیں ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ حافظ محمود شیرانی صاحب اس برصغیر ہندو پاک میں پہلے ادیب ہیں جنھوں نے کلام معین پر اس قدر تصریح کے ساتھ لکھا ہے ورنہ عموماً خواجہ غریب نواز کے سوانح نگار حضرات نے شیرانی صاحب کے مقالہ کا حاصل یہ ایک جملہ لکھنے ہی پر اکتفا کیا ہے کہ ''یہ دیوان خواجہ معین الدین سنجری چشتیؒ کا نہیں بلکہ معین الدین ہروی صاحب معارج النبوۃ کا ہے۔''

حضرت شمس بریلوی اور معین الدین صاحب رقم طراز ہیں کہ ''ان سوانح نگاروں نے اس امر کی ذرا بھی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ وہ اس کی

صحت کو نقد و تبصرہ کی روشنی میں دیکھتے اور غور کرتے کہ اس قول میں کہاں تک صداقت ہے اور یہ معیار درایت پر پورا اترتے ہیں یا نہیں۔ انھوں نے اپنی جگہ یہ سمجھ لیا کہ چونکہ حافظ محمود شیرانی صاحب نے یہ لکھ دیا ہے اور فیصلہ کر دیا ہے کہ یہ کلام خواجہ غریب نوازؒ کا کلام نہیں ہے اس لیے یہی درست ہوگا۔ اس سلسلہ میں ہم کو صاحب آب کوثر جناب ڈاکٹر شیخ اکرام صاحب اور یوسف سلیم چشتی صاحب پر تعجّب ہے کہ ان دونوں حضرات نے بایں دیدہ وری تحقیق کی زحمت گوارا نہیں فرمائی۔ ''لمعات خواجہ'' کے مؤلفین شمس بریلوی اور معین الدین احمد نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ''ہم نے اپنی اس تصنیف میں اس مسئلہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔ یعنی ایک تحقیقی مقالہ کی شکل میں داخلی اور خارجی ہر ہر پہلو سے اس کلام کو کسوٹی پر کسا ہے اور الحمدللہ کہ دلائل نے اس نتیجہ پر پہنچا دیا کہ یہ کلام معرفت نظام صرف خواجہ غریب نواز ہی کا کلام ہے۔ یہ صفحات ناقدانہ بحث کے ہر پہلو کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ تحقیق کی جہاں تک رسائی ہوسکی ہے ہم وہاں تک پہنچے ہیں اور الحمدللہ کہ تائید الٰہی کی رہنمائی کی بدولت ایسے اسباب تک رسائی ہوگئی جن کی موجودگی میں خواجہ غریب نوازؒ کے کلام سے انکار ممکن نہیں۔''

میری ناچیز رائے میں حضرت شمس بریلوی اور معین الدین احمد دونوں نام علم و ادب کی دنیا میں اتنے غیر معتبر نہیں کہ ان کی تحقیق کو درخور اعتنا نہ سمجھا جائے۔

ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیف

☆ ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی، شاعر، ادیب، کتب: ''کیفیات''، ''مضامینِ کیف''، ''توحید۔ وحدت الوجود کے تناظر میں''، ''شاہ نیاز کا فارسی کلام۔ ترجمہ و تشریحات''، ''مزارات اور بدعات''، ''معرفت نامے''، ''تذکرہ حضرت شاہ آغا محمدؒ'' و دیگر۔

۱۔ مدیر: علامہ عبدالعزیز عرفی، کراچی۔ ۲۔ حافظ محمود شیرانی (۵/اکتوبر ۱۸۸۰ء۔۱۴/فروری ۱۹۴۶ء) نامور محقق، مورخ، نقاد، کتب: ''پنجاب میں اردو''، ''تنقید شعرالعجم''، ''خالق باری''، ''پرتھی راج رسا''، ''قرآن پاک کی ایک قدیم تفسیر''۔

ارشاد شاکر اعوان، ڈاکٹر (ہزارہ)

آپ نے نعتِ رسولِ رحمتﷺ کی خدمت کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کی قدر و قیمت کا اندازہ اب ہر کسی کو ہونے لگا ہے۔ نعتِ رسولِ مقبولﷺ کو ایک باقاعدہ صنفِ ادب بنانے اور منوانے میں نعت ریسرچ سینٹر کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میں نے ۱۹۹۳ء میں اپنی مطبوعہ کتاب ''عہدِ رسالت میں نعت'' نعت لفظ یا اصطلاح کی بحث سے آغاز کی۔ بحمداللہ آپ نے اسے بہت آگے بہت آگے بڑھایا ہے۔ مجھے کتب بینی اور رسائل و جرائد پڑھنے کا شوق ازل سے ودیعت ہوا ہے اور اپنی استعداد کے مطابق ہر تحریر پر کچھ نہ کچھ حاشیہ آرائی بھی کر لیتا ہوں مگر تبصرے لکھنے سے طبیعت روکتی رہتی ہے کیوں کہ اس راہ میں تحسین کم اور نفرین زیادہ کا احتمال رہتا ہے۔ سچ ہر چند کہ گوہر ہو، تلخ ہوتا ہے اور ہمارے ہاں کی مناظرہ بازی کی عادت اس کا اچھا نتیجہ نکلنے نہیں دیتی۔ آپ نے جس محبّت اور دردمندی سے نعت رنگ نمبر ۲۸ پر رائے طلب فرمائی ہے اس کے پیشِ نظر اس آگ میں کودنے لگا ہوں اور ابتدا اس شمارے کے ابتدائیے سے کرتا ہوں کہ چھیڑا ہے تو بھگتو بھی۔

☆

میں آپ کی دردمندانہ اپیل کی تائید کرتا ہوں کہ 'نقد و نظر' کو تعظیم و تکریم کے دائرے میں رہنا چاہیے تاکہ تنقید، تنقیص نہ بننے پائے لیکن نظریات و عقائد کے اس جنگل میں جو ہماری ادبی دنیا نے بسا رکھا ہے ایسا محفوظ راستہ نکالنا بہر حال مشکل ہے۔ آپ کے اس فرمان ہی کو لیں کہ تنقید کو

فتویٰ، نہ بننا چاہیے۔ کتنی اور کیسی مہیب بحث کا پیش خیمہ بن سکتا ہے۔ آپ کو اس کا شاید اندازہ نہیں۔ فتویٰ کا ظہور تقویٰ داروں کی سہولت کی غرض سے ہوا ہے کہ یہاں اُمت آسانیاں پیدا کرنے کا فریضہ لائی ہے مشکلات پھیلانے کا نہیں۔ کیا فتویٰ سے یہی کام لیا جا رہا ہے؟ ایسا ہی رویہ ادبی دنیا کے برز جمہروں نے اپنا لیا ہے۔ کاش آپ جیسے 'خدام ادب و دین' اس روش کو رو بہ راہ لانے میں کامیاب ہو سکیں۔ ناقدین کی طرح تخلیق کاروں کو بھی دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنے کی رغبت دلائی جانی چاہیے۔ خصوصاً سیاست بنام مذہب کے جمائے رنگ سے اجتناب ضروری ہے۔ تشدد نے ملک وقوم کی ترقی کی راہیں مسدود کر رکھی ہیں۔ رنجشیں انتہا کو چھونے لگتی ہیں۔ ادب پروروں کو اس کے منصب اوّل، مسرت آفرینی، کی پاس داری پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مثلاً آپ ہی نے ابتدائیہ میں ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق مرحوم[۱] کا ایک بیان، بحوالہ 'بہر زماں بہر زباں' نقل کیا ہے، جس میں انھوں نے مسلمانانِ ہند کی تحریک پاکستان کے حوالے سے چبھتا ہوا طنز کیا ہے۔ ''برصغیر کے مسلمانوں نے جو حکومت الٰہیہ کا خواب دیکھا تھا وہ تو خواب و خیال ہی رہا مگر...... .'' (نعت رنگ ۲۸، ص ۱۲) ایسے ہی زہر خندہ، اہل وطن کو گمراہ کر کے معاشرتی امن کو تہ و بالا کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ ملک کے اندر بھی ایسی ہی سوچ پل رہی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں نے جس مقصد کے لیے ملک حاصل کیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح قائم ہے۔ بیچ میں ''حکومت الٰہیہ'' والوں کے کرم سے 'مردانِ حق' ضرور کود پڑتے ہیں، مگر تھوڑا بہت رنگ اس دوران بھی باقی رہتا ہے یا با مر مجبوری رکھنا پڑتا ہے۔ بانیانِ پاکستان رحمہم اللہ کی تحریک آزادی کا مقصد مسلمانوں کی مضبوطی اور اسلام کی حفاظت تھا۔ یہ مقاصد 'حکومت الٰہیہ' کے قیام کے برعکس تھے اور ہیں۔ حکمت الٰہیہ کی اصطلاح حجازی اسلام سے بہت پہلے کی ہے اور یہودی ورثۃ الانبیاء (راویوں) کی اختراع کردہ ہے، جس کی رو سے: آدم کو خلافت ارضی سونپنے کے بعد اللہ برضا و رغبت نعمتوں کے لینے دینے کے اختیار سے دست بردار ہو چکا ہے۔ اب یہ اختیاراتِ کلی صرف چند نائبین حق استعمال کرنے کے مجاز ہیں، اسی کو آسمانی بادشاہت کا نام دیا گیا ہے۔

اللہ کریم نے اس تصور کو **یداللّٰہ مغلولۃً** اور **و ما انزل اللّٰہ علی بشر من شیء** کے بلیغ الفاظ میں دہرا کر ارشاد فرمایا **ماقدرو اللّٰہ حق قدرہ**۔ اللہ کریم کے بارے میں اس باطل تصور کی ایک جھلک قرآن مجید فرقانِ حمید نے عوامی استدعا پر پیغمبر وقت کی زبانِ وحی ترجمان سے طالوت کی بطور مَلِک نامزدگی کے خلاف لاویوں کے یہودی ورثۃ الانبیاء کا واویلا ریکارڈ کر کے دکھائی ہے۔ **قَالَ لَھُم نَبِیُّھُم اِنَّ االلّٰہَ قَد بَعَثَ لَکُم طَالُوتَ مَلِکًا**۔ اُن کے نبی نے بتایا اللہ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے۔ واضح رہے طالوت کا تعلّق تیسرے درجے کے شہری، عوام الناس سے تھا۔ چنانچہ اعلان سنتے ہی لاوی چیخ اُٹھے **اَنّٰی یَکُونُ لَہُ المُلکُ عَلَینَا وَ نَحنُ اَحَقّ بِالمُلکِ مِنہُ وَ لَم یُؤتَ سَعَۃً مِّنَ المَالِ** (البقرہ، آیت ۲۴۷) (علماء الناس چلائے) یہ (عامی شخص لوہار یا ترکھان) ہم پر کس طرح حکمران ہو سکتا ہے!! اس پر حق فائق تو ہم رکھتے ہیں اور اس کے پاس تو دولت وثروت بھی نہیں۔ غور کیجیے معاشرہ اس حکومت الٰہیہ میں تین طبقات میں بٹا ہوا تھا۔ دین وسیاست میں جدائی کا یہ نقشہ تھا۔

لاویوں کے یہودی ورثۃ الانبیاء (علماء الناس)

اہل ثروت اور دولت مند (رؤساء الناس)

تیسرے درجے کے بے اختیار لوگ (عوام الناس)

از روئے قرآن کیا فراعنہ کے مصر کا یہی نظام نہ تھا؟ کیا اس نظام کی چکی میں پستے بنی اسرائیل کو صاحب اختیار بنانے کا منصب حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو منجانب اللہ نہ سونپا گیا تھا؟ (القصص، آیت ۵) من وسلویٰ اور خیمہ اجتماع جس نظام اسلام کے نفاذ کی تربیتی اسکیم تھی۔ صاحب

اختیار ہونے کے بعد لاویوں کے ورثۃ الانبیاء نے اسے بدل دیا نتیجتاً پہلے غزہ کی قوم اشدود نے دبایا اور پھر جالوت مسلّط ہوگیا۔ طالوت کے ذریعے دین وسیاست کی دوئی مٹی اور قوم کو برکاتِ موسیٰ (دولت سکی) دوبارہ مل گئیں۔ تین براعظموں کے وسط ارضِ حجاز کے اُمیّون میں اَلاُمّی بیعت عقبہ کی ایفا میں ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو جنت بالا میر المطاع کے گیتوں کی گونج میں استقبال ہوا۔ رئیس مدینہ عبداللہ بن اُبی کا سر، تاجِ شاہی سے محروم ہوگیا اور اہلِ مدینہ نے آپ ﷺ کو اپنا مطاع تسلیم کر لیا۔ آپ ﷺ نے اللہ کے رسول اور عوام الناس کے منتخب امیر ہونے کی حیثیت سے آئین مملکت (میثاقِ مدینہ) مرتب فرمایا جس پر تمام اہلِ مدینہ مسلم وغیر مسلم نے اتفاق کیا کہ: اپنے تمام تنازعات اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے روبرو پیش کرنے کے پابند ہوں گے۔ میثاقِ مدینہ کی اس شق کی اِلٰہی توثیق اَطِیعُو اللّٰهَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الامرِ مِنکُم ج فَاِن تَنَازَعتُم فِی شَیءٍ فَرُدُّوهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُولِ اِن کُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللّٰه وَالیَومِ الاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیرٌوَّاَحسَنُ تَاوِیلاً (النساء، آیت ۵۹) یعنی اللہ اور اس اولی الامر منکم کی اطاعت واجب کر دی گئی جو الرسول ہے۔ حکومت سازی کے اسی طریقے کو تا قیامت اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا اور **امرھم شوریٰ بینھم** کا اصل الاصول خلافت دے کر **الرسول اولی الامرمنھم** سے اعلان کرایا گیا۔ (الکہف، آیت ۱۱۰) نیز (حم السجدہ، آیت ۶)

بدقسمتی سے ہم نور و بشر کی اُلجھن میں پھنس گئے اور اس اِلٰہی اعلان کے ثقافتی ثمر سے محروم کر دیئے گئے، جس کی شرح **الرسول اولی الامر منکم** نے خود فرمائی۔ **واذا امرتکم بشیء من ارى واعلموا انا بشر۔** اللہ کے ارشاد اور **الرسول اولی الامر منکم** کے اس اعلان سے دو باتیں کھلے عام واضح ہوتی ہیں کہ حقیقی حکومتِ الٰہیہ میں تقسیم بشریت شرک ہے اور اہل الرائے و بادی الرائے کی تقسیم نظام اسلامی (خلافت اسلامیہ) کے اصل الاصول **امرھم شوریٰ بینھم** کے بالکل برعکس ہے۔ ھُم کے مشار الیہ ساری امت محمدیہ ہے، چنانچہ

امرھم	مسلمانوں کا معاملہ (حکومت سازی)
شوریٰ بینھم	مسلمانوں کے باہمی مشورے سے
اولی الامر بینھم	آپس کے ایک امیر کے انتخاب سے

حالات اور زمانے کی رعایت سے دیکھا جائے تو نظامِ جمہوری کے اصل الاصول: عوام کی حکومت عوام کے ذریعے عوام میں سے اسی اسلامی نظام خلافت (مسلمانوں کے اہل حکم مسلمانوں کے منتخب خلیفہ) کا چربہ ہے۔ ''جمہور علماء'' کے اصولِ فقہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں جمہور کی رائے سمجھ لیا جائے تو بقول مصور پاکستان حکیم الامت علامہ محمد اقبال علیہ رحمت 'عین اسلام ہے' اور ہم اس نظام توحید باری (وحدتِ بشریت جس کا ثمر ہے) اور خاتمیت رسالت (امامت رسول کی ابدیت جس کا ثمر)۔ (اور خود ساختہ نائبین حق و سربراہانِ اسلام کی بے خدا حاکمیت اِلٰہیہ سے نجات ہے)۔ علامہ لکھتے ہیں:

''...... گویا بحیثیت ایک اصولِ عمل توحید اساس ہے حریت، مساوات اور لفظ بنی نوعِ انسان کی۔ اب اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے تو از روئے اسلام ریاست کا مطلب ہوگا، ہماری یہ کوشش کہ یہ عظیم اور مثالی اصول زبان ومکان کی دنیا میں ایک قوت بن کر ظاہر ہوں۔ وہ گویا ایک آرزو ہے ان اصولوں کو ایک مخصوص جمعیت بشری میں مشہود دیکھنے کی۔ لہٰذا اسلامی ریاست کو حکومت الٰہیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے تو انھی معنوں میں، ان معنوں میں نہیں کہ ہم اس کی زمام کسی ایسے خلیفۃ اللہ فی الارض کے ہاتھ میں دے دیں جو اپنی مفروضہ معصومیت کے عذر میں اپنے جور واستبداد پر ہمیشہ ایک پردہ سا ڈال رکھے.....'' (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم سیّد نذیر نیازی، چھٹا خطبہ ص ۲۳۸)

کیا ۱۹۷۳ء کے متفقہ آئین پاکستان کے ہوتے ہوئے جس میں حکومت سازی، اہل پاکستان (تمام مسلمانوں) کو اللہ کا دیا ہوا حق تسلیم

کر کے تمام قوانین قرآن وسنت کے مطابق بنانے کا اختیار دیا گیا ہے۔ میثاقِ مدینہ میں **الرسول اولی الامر منکم** نے یہی شق خود بنفس نفیس لکھوائی تھی اور تاریخ انسانی میں پہلی بار آئینی ریاست کی بنیاد رکھی تھی۔ اسی کے مطابق حکومت سازی کا عمل جاری ہے۔ قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی کی کسی کو جرأت نہیں۔ کیا یہ برصغیر کے مسلمانوں کے خواب کی تعبیر نہیں؟

ہاں! نائبین حق ہونے کے برخود غلط تصور کی نہ عہد جدید میں کوئی گنجائش ہے، نہ قرآن وسنت کے اتباع میں۔ خلافت اسلامیہ، حالات و زمانے کی رعایت سے بنام جمہوریت پوری دنیا میں رائج ہے، سوائے عالم اسلام کے (باستثنائے چند، وہاں بھی اسے شرک فی التوحید کہہ کر افراتفری پھیلانے کو خدمت اسلام سمجھا جاتا ہے)۔ اس موقع پر مجھے ن م راشد کی نظم اجنبی عورت کی آخری چند لائنیں یاد آرہی ہیں، جو ہماری حالت اور اجنبی عورت کی علامت کی شارح ہیں:

ارضِ مشرق
ایک مبہم خوف سے لرزاں ہوں میں
آج ہم کو جن تمناؤں کی حرمت کے سبب
دشمنوں کا سامنا
مغرب کے میدانوں میں ہے
اُن کا مشرق میں نشاں تک بھی نہیں

آپ کے ابتدائیہ سے نکل کر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری، بھارت، کی بزم میں قدم رکھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ موضوع ہے 'اُردو کی سب سے پہلی نعت اور اس کا تخلیق کار' اس موضوع پر اپنی دخل اندازی کا سبب بتانے سے پہلے ایک لسانی مسئلہ واضح کرنا چاہتا ہوں۔ آزاد صاحب لکھتے ہیں: ''اُردو نعت کے اوّلین محقق ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق المتولد ۱۹۱۵ء، المتوفی ۲۰۱۷ء، نومبر ۲۸، اپنی معرکتہ الا آرا تصنیف 'اُردو میں نعتیہ شاعری'' مطبوعہ ۱۹۷۶ء میں...... '' (نعت رنگ ۲۸، ص ۳)

میری توجہ ''معرکتہ الآراء'' پر ہے۔ یہ اُردو/ فارسی اسم فاعل ہے۔ جو کسی اسم کے ساتھ فعل امر لگنے سے بنتا ہے۔ آراستین سے آرا فعل امر، اسم، معرکہ کے ساتھ لگا تو لفظ مرکب 'معرکہ الآرا' بن گیا۔ آرا...... نہ اسم ہے نہ عربی لفظ، کہ اس کے ساتھ ال، لگایا جائے۔ ال عربی اسم نکرہ کو معروف بنانے کے کام آتا ہے۔ رسول، الرسول۔ کتاب، الکتاب، یہ آفاق گیر غلطی ہے۔ بڑے بڑے محققین بلکہ عربی دان بھی یہ غلطی کر جاتے ہیں۔ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے—— اب آیئے اصل موضوع کی طرف۔

سیّد رفیع الدین اشفاق کے دعوے کے جواب میں ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد نے بندہ نواز گیسودرازؔ کے عرصہ تخلیق ۵۱۸ھ تا ۵۲۸ھ کے مفروضے کو مسلّمہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اسی اصرارِ بے جا کی بابت کچھ عرض کرنا ہے۔ سیّد محمد حسینی بندہ نواز گیسودرازؔ، سیّد یوسف راجا راجو قتاؔل کے نام آور فرزند ہیں۔ سیّد یوسف راجاؔ عربی و فارسی کے مستند عالم تھے ان کا فارسی کلام بصورتِ مخطوطہ، پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کے ذخیرۂ مخطوطات میں موجود ہے۔ اس مخطوطہ کے بارے میں مجلّہ ادارہ تحقیقات پاکستان کے خصوصی شمارہ (مخطوطاتِ شیرانی، دانش گاہ پنجاب) جلد نمبر ۴، شمارہ ۱، ۲، جنوری اپریل ۱۹۶۷ء، صفحہ نمبر ۱۱۸، نمبر شمار ۲۵۶ کے تحت درج ذیل اندارج ہوا ہے۔

دیوان شاہ راجو قتالؒ المتخلّص بہ راجا بادو غزلِ ریختہ

مکتوبہ شیخ محمد جعفر تاریخ کتابت ۱۰ رجب ۱۱ھ

انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ۔ اسی دیوان کا قلمی نسخہ مکتوبہ بہاء الدین العالی (ایتھے ۲۰۷۱) پر یہ تحریر ہے:

اشعار تصنیف راجا بزبانِ ہندی و چند بفارسی

ان دو مخطوطوں میں ریختہ (اُردو) کی بابت دو غزلِ ریختہ اور چند بفارسی سے مترشح ہے کہ ان دو غزلوں کے علاوہ بھی ریختہ کا کلام فارسی کلام سے زیادہ تھا۔ ہندی کلام کا یہی بڑا حصہ آپؒ کے فرزند سیّد محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ کا کلام تھا، جسے کٹلاگ مرتب کرتے وقت الگ کر دیا گیا۔ معلوم نہیں نسخۂ شیرانی کی دو غزل ریختہ بھی اس میں شامل ہیں یا نہیں۔ تاریخ ادبیاتِ مسلمانان پاکستان و ہند، چھٹی جلد اُردو ادب اوّل، پنجاب یونیورسٹی کے باب پنجم 'مشائخ اور دوسرے مصنّفین کے مرتب ڈاکٹر الف د نسیم نے سیّد یوسف راجا کے اس فارسی کلام کے پنجاب یونیورسٹی میں موجود نسخہ شیرانی کا حوالہ نہیں دیا، یعنی وہ اپنی ہی یونیورسٹی کے نسخۂ شیرانی دیوان شاہ راجو قتال المتخلّص بہ راجا با دو غزلِ ریختہ سے بے خبر رہے۔ بصورتِ دیگر اُنھیں نہ کہنا پڑتا ''نصیر الدین ہاشمی نے اپنی تصنیف 'دکن میں اُردو' میں کہا ہے کہ انڈیا آفس لندن کے کتب خانہ میں ان کا دیوان موجود ہے جس پر 'دیوانِ راجہ بہ ہندی' کے الفاظ لکھے ہیں، اس کے سوا سیّد محمد یوسف راجا کی ہندی گوئی کی کوئی خارجی شہادت ابھی تک نہیں ملی، اس دیوان میں بھی غزلیں ساری فارسی کی ہیں۔'' حالانکہ یہ خارجی شہادت خود پنجاب یونیورسٹی میں موجود تھی 'بندہ بہ فارسی کلام راجا' زلف الہام کے نام سے معقول مقدمہ کے ساتھ ۲۰۰۹ء میں ایلیا بکس راولپنڈی سے شائع کرا چکا ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ بیچ میں آ گیا۔ ورنہ مقصود یہ دکھانا تھا کہ نسخۂ شیرانی کے کاتب شیخ محمد جعفر مکی سرہندی، بندہ نوازؒ کے پیر بھائی تھے۔ انھوں نے ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ انھوں نے اپنے مرتبہ نسخۂ شیرانی پر ۱۱ھ ۱۰ رجب، تاریخ درج کی ہے۔ ۱۴۸ھ تاریخ وفات کی روشنی میں ۱۱ھ (نہ ۱۱۷ھ ہو سکتی نہ ۱۱۹ھ) ۱۱۸ھ بہر حال ہو سکتی ہے۔ اس طرح بندہ نوازؒ کے تخلیقی دور کا حتمی تعین ۵۱۸ھ تا ۵۲۸ھ کرنا اور اس پر اصرار درست نہیں رہتا۔ ۱۱۸ھ میں ان کا کلام موجود تھا جسے ۱۳۷ھ تک پھیلانا بھی ممکن ہے۔ اس لیے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے بقول شیخ محمد جعفر سیّد یوسف راجاؒ کے انتقال ۱۳۷ھ میں پندرہ سولہ سال کے تھے (اخبار الاخیار، ص ۵۹۲)، بہر حال ۵۱۸ھ تا ۵۲۸ھ کا تعین محض مفروضہ ہے۔

اسی مقالہ میں مثنوی چندائن کے ذیل میں اُردو کے قدیم ناموں میں ہندکی کا ذکر ہوا ہے۔ ہندکی زبان نہیں، ہندکو، ہیاور ہندکو بولنے والے ہندکی کہلاتے ہیں۔ پشتو اس کا تلفظ 'ہندکووان' کرتے ہیں —— کو، کے معنی ہیں زبان، بولی، اسی سے کوی اور کویتا ہے۔ ہندکی کی جمع اہل عرب ھُنادکہ (ہندکو بولنے والے) کرتے ہیں۔ یہ پورے ہندوسندھ کی قدیم زبان ہے۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ علاقے جس طرح ترقی کرتے گئے، ہندکو بھی ترقی کرتی چلی اور مختلف علاقوں میں بوجوہ مختلف نام پاتی گئی حتیٰ کہ اُردو میں ڈھل گئی۔ ہندکو سب کی اصل ہے۔

آپ نے بزرگ شخصیت ابوالامتیاز ع س مسلم کا ذکر فرمایا، بندہ کے ساتھ بھی ان کے مشفقانہ مراسم تھے۔ میری نگرانی میں ان کی نعت گوئی پر تحقیقی مقالہ برائے ایم فل لکھا گیا۔ مرحوم نے وہ مقالہ ''ابوالامتیاز ع س مسلم کی نعتیہ شاعری، تحقیقی وتنقیدی جائزہ، از راحیلہ بی بی، مکتبہ راہی کراچی سے ۲۰۱۴ء میں خود شائع کروایا۔ یہ اُس مقالہ نگار اور مقالہ کی پسندیدگی کا ثبوت اور اعزاز ہے۔ ۲۰۱۵ء میں ایک اور ایم فل اسکالر علی مردان نے میری نگرانی ہی میں ''ہزارہ میں اُردو نعت کی روایت'' لکھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے ہاں ان کا اندراج کرانا مقصود ہے۔

ارشاد شاکر اعوان

☆ ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان (م: ۴ر اگست ۲۰۲۲ء) محقق، نقاد، شاعر، ادیب، ماہر اقبالیات، ایمینٹ پروفیسر: شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، کتب: ''عہدِ رسالت میں نعت''، ''دو قومی نظریہ'' (متون اقبال کی روشنی میں)، ''زلف الہام''، ''برف کی دیوار''، ''جاوید نامہ: مقدمہ، حواشی وتعلیقات''، ''اقبال کا تصور ملت اور آزادی ہند''، ''بیان اقبال۔ نیا

تناظر‘‘،’’ہمالہ سے نیا شوالہ تک‘‘ (فکر اقبال کا ایک مطالعہ)،’’حکیم الامت اقبال: تجدید واحیائے ملت کے تین معرکے‘‘، ’’اجتماعی اجتہاد: اقبال اور امالی غلام محمد‘‘ ودیگر۔

ا۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق (۱۴/جنوری ۱۹۱۸ء۔ ۲۷/نومبر ۲۰۱۷ء)، اردو نعت کے پہلے محقق، کتب: ’’اردو میں نعتیہ شاعری‘‘ (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ’’کشمکش‘‘ (ڈرامہ)، ’’زہر وتریاق‘‘ (ڈراما)۔

---

۲۹ مئی ۲۰۱۶ء

مکرمی! السّلام علیکم ورحمتہ۔ طالب الخیر مع الخیر

حکیم کی تعمیل میں تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ دراصل کتابت کے علاوہ بعض اغلاط وتصریحات اہم تھیں۔ اب نظر حد سے زیادہ کمزور ہوگئی ہے۔ Lens ڈالے جانے کے بھی دس سال ہونے کو ہیں۔ صفائی بھی ایک بار کرا چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم وکرم فرمائے۔

عہد رسالت میں نعت (الاصول فی مدح الرسول المقبول ﷺ) بار دوم اشاعت کے لیے حاضر ہے۔ صرف اتنی گزارش ہے کہ اس کی اشاعت کو اولیت دی جائے، جاذب نظر ٹائٹل اور ذرا بڑی تقطیع میں عمدہ ترین کاغذ پر چھاپا جائے۔ ISSB نمبر حاصل کیا جانا چاہیے۔

اللہ آپ کی عمر، کام، کمائی اور اعمال صالحہ میں برکت دے۔ آمین

خادم العلم والعلماء

ارشاد شاکر اعوان

ارشد محمود ناشاد، ڈاکٹر (اسلام آباد)

آپ کی عنایت سے نعت رنگ کا شمارہ ۲۹ باصرہ نواز ہوا۔ حسبِ معمول یہ شمارہ بھی بصیرت اور بصارت ہر دو کے لیے ارمغان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا صوری اور معنوی حسن آپ اور آپ کے احباب کی محنت، سعی وکاوش اور رسولِ کائنات ﷺ سے محبّت وارادت کا آئینہ دار ہے جو لائقِ داد بھی ہے اور قابلِ تقلید بھی۔ میں ذاتی طور پر بھی ممنونِ احسان ہوں کہ آپ نے اس میں میرا مضمون شائع کیا اور میری دس نعتوں کو ایک گوشے کی صورت میں جمع کر کے عزت افزائی کی۔ مزید لطف یہ کہ میری نعتوں پر محترم ومکرم ڈاکٹر عزیز احسن صاحب سے تقدیمی کلمات بھی قلم بند کروائے جو میرے لیے یقیناً اعزاز کی بات ہے۔ اس عنایتِ سہ گانہ پر میں آپ کا اور محترم عزیز احسن صاحب کا بہ صمیمِ قلب شکر گزار ہوں۔ سماجی انقطاع اور خلوت گزینی کے ان دنوں کا فائدہ یہ ہوا کہ رسالے کے بیش تر مندرجات کو پڑھنے اور ان پر غور وفکر کرنے کا موقع میسر آیا۔ میں نے بہ قدرِ ظرف و ذوق کئی مضامین سے حظ اُٹھایا ہے اور کئی ایک سے خوف زدہ بھی ہوا ہوں۔ سب تحریروں کے بارے میں اپنا تاثر پیش کرنا مشکل بھی ہے اور طویل اور تھکا دینے والا عمل بھی اور یہ مکتوب کا قالب یقیناً اتنا کشادہ نہیں کہ اس سب کچھ کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے، سو نہایت اجمالی طور پر دو ایک مضامین پر اپنی رائے/ تاثر پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ضروری نہیں کہ میری رائے سے آپ یا دوسرے اہلِ نظر متفق ہوں۔

آپ کا ابتدائیہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی فکر انگیز اور فروغِ نعت کے ساتھ آپ کی حقیقی جُرت کا آئینہ دار ہے اور آپ نے نعت کے سلسلے میں ہونے والے تنقیدی کاموں کی سمت ورفتار کا مناسب انداز میں تذکرہ کیا ہے۔ محترم شمس الرحمان فاروقی نے نعت رنگ کی رسید کے طور پر جو رائے دی ہے، اُس پر آپ کا ردِ عمل میرے خیال میں درست نہیں۔ کیا انھوں نے اپنے خط میں جو کچھ کہا ہے، وہ تنقیدِ نعت کے دائرے میں نہیں آتا؟ انھوں نے اگرچہ مجمل انداز میں بات کی ہے مگر اُن کا اشارہ بھی کسی واضح تنقیدی اصول سے کم نہیں۔ اگر فاروقی صاحب کسی مضمون نگار کا نام لے کر بات کرتے یا

اس کے مضمون کے پابس پر رائے زنی کرتے تو اگلے شمارے کے بیش تر خطوط میں ان کے خلاف ایک محاذ قائم ہو جاتا۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں سچ سُننے کا حوصلہ کم کم ہے۔ ایسی صورتِ حال میں کسی ناقد کے زاویۂ نگاہ سے اختلاف کرنا سچ مچ بلا کو گلے لگانے کے مترادف ہے۔

نعت رنگ کے تازہ شمارے کے بہرۂ تحقیق وتنقید میں ڈاکٹر طارق ہاشمی کے دو مضمون شامل ہیں۔ دونوں مضامین انھوں نے نہایت محنت اور ذوق وشوق سے قلم بند کیے ہیں اور فاروقی صاحب کے لفظوں میں گہری اور نئی بات کہنے کی کوشش کی ہے، تاہم مجھے اُن کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں ہے۔ ان کا پہلا مضمون ''مغرب کا نعتیہ بصری ادب'' بلاشبہ انھوں نے بہت محنت سے مرتب کیا ہے تاہم اس مضمون کے آغاز میں انھوں نے نعت کا جو مفہوم متعیّن کرنے کی کوشش کی ہے، میرے نزدیک وہ محلِ نظر ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''لغوی طور پر نعت کا معنی اگرچہ محض تعریف ہے لیکن مسلم ثقافت میں اس سے مراد خالصتاً تحسینِ رسول ﷺ ہے اور ادبی طور پر صرف اس تخلیق کو نعت قرار دیا جاتا ہے جس میں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بیان کیے گئے ہوں لیکن سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا اُس تخلیق کے لیے منظوم پیکر ہونا ضروری ہے یا وہ نثر میں بھی ہو سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب اگر اثبات میں ہے تو ہر وہ ادبی تخلیق جس میں آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہو نعت کہلائے گی۔''
(ص:۵۴)

ڈاکٹر طارق ہاشمی نے خود ہی ایک سوال اُٹھایا اور پھر خود ہی اس کا جواب دے کر مغرب میں حضور علیہ السّلام کے حوالے سے سامنے آنے والے VisualLiterature اور خاص طور پر آپ کی حیاتِ مبارکہ اور تعلیمات پر بننے والی فلموں کو نعتیہ ادب میں شامل کر دیا ہے۔ میرے خیال کے مطابق نعت خالصتاً شعری صنف ہے جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تعریف وتوصیف اور مدح وثنا کے لیے مختص ہے۔ فلموں اور دیگر بصری پروگراموں میں پیش کیا جانے والا متن بھی تخلیقی متن کہلانے کا سزاوار نہیں۔ مغرب میں پیش کی جانے والی یہ فلمیں کن مقاصد کے تحت وجود میں آئیں اور اہلِ مغرب نے ان سے کیا فائدے حاصل کیے؟ اس پر مضمون میں کہیں کہیں ہاشمی صاحب نے اشارے کیے ہیں مگر اس کے باوجود مغرب کی ان کوششوں کو پیغمبرِ اسلام علیہ السّلام کے پیغام کی مؤثر تشہیر اور آپ ﷺ کی حیاتِ مقدسہ کو اہلِ مغرب کی اسلام دوستی خیال کرنا کسی طور درست نقطۂ نظر نہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے چین میں بڑے پیمانے پر حاجیوں اور زائرینِ حرم کے لیے دیدہ زیب اور خوش نما جانمازیں، تسبیحیں اور ٹوپیاں بنتی ہیں جو عرب میں بھیجی جاتی ہیں۔ چین کی اس کارگزاری کو اسلام دوستی کا نام دینا کسی طرح بھی مستحسن نہ ہوگا۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی صاحب کا مضمون اپنی جگہ یقیناً نفع بخش ہے اور سیرت کے حوالے سے کام کرنے والوں کے لیے رہنمائی کا کام دے سکتا ہے مگر اسے نعتیہ ادب میں شامل کرنا مستحسن نہیں۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی کا دوسرا مضمون ''اُردو نعت میں تعظیمی بیانیہ'' بھی اُن کی محنت پر دال ہے۔ انھوں نے نہایت وضاحت کے ساتھ ایک نیا تھیسز پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کی یہ کوشش یقیناً حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ساتھ ان کی بے پناہ وابستگی اور اس ذاتِ بے ہمتا کے ساتھ ان کے غیر معمولی احترام کی آئینہ دار ہے۔ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مدح وثنا اور تعریف وتوصیف انسان کے بس کی بات نہیں، آپ ﷺ کی عظمت ورفعت حیطۂ ادراک سے باہر ہے۔ مگر غور طلب بات یہ ہے کہ اس احساس کے باوجود کہ آپ ﷺ کی مدح کا نہ تو حق ادا ہو سکتا ہے اور نہ ان کے اوصاف وکمالات کا احاطہ ممکن ہے، کیا کوئی زمانہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مدح وثنا سے خالی گزرا ہے؟ احساسِ عجز کے باوجود توصیف ومدحِ رسول ﷺ کا مسلسل سفر اس امر کا غماز ہے کہ امتِ محمدیہ ﷺ اپنی بے سروسامانی کے باوجود اس ذاتِ کریم ﷺ سے اپنی نسبت کے اظہار کے لیے لفظ ومعنی کا سہارا لیتی رہی ہے۔ کوئی بھی لفظ اپنی مجرد شکل میں کسی معنویت کا حامل نہیں ہوتا، تخلیق کار کا احساس، جذبہ اور خیال اس کے اندر معنی کا جہان پیدا کرتا ہے۔ لفظ یا مرکب سیاق وسباق کی مخصوص چار دیواری کے تصور کے بغیر دھندلا ہو جاتا ہے۔ لفظ کے ساتھ پیوستہ معنوی دائرہ انسانوں

کے صدیوں کے تجربات سے متشکل ہوتا ہے مگر ایک بڑا تخلیق کار اس معنوی دائرے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اپنے فکر وفن کی سرشاری سے اس کو کشادہ کر دیتا ہے۔لفظ میں نیا معنوی جلوہ اپنی چمک دکھانے لگ جاتا ہے۔لفظ ساری کیفیت کی غمازی نہیں کرتا، کہیں کہیں اس میں احساس کی ملفوف شکل بھی معنوی دائرے میں ہمہ رنگی کا جادو جگاتی ہے:

لفظ کے محملِ زرتار میں خوبانِ خیال
کہیں مستور، کہیں چہرہ کشا ہوتے ہیں

ڈاکٹر طارق ہاشمی نے لفظ کی اس ہمہ رنگی سے صرفِ نظر کرتے ہوئے نعت گو شعرا کے روایتی تعظیمی بیانیے کو ملوکیت سے جا ملایا ہے، ان کے نزدیک: ''اُردو نعت کے تخلیقی سرمائے کو دیکھیں تو واضح محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے بیشتر شعرا کے ذہن مقامِ نبوت یا منصبِ رسالت کے ادراک سے عاری ہیں اور وہ عظمت ورفعت کے اس تصور سے مرعوب دکھائی دیتے ہیں، جسے ہمارے معاشرے کے بالا دست طبقات نے فروغ دیا۔ چناں چہ شعرا آپ ﷺ کے لیے لیے وہی القاب استعمال کرتے ہیں، جن کا اعتبار مقتدر طبقات نے قائم کیا۔'' (ص:۱۰۶)

انھوں نے اپنے اس جار وبی بیان میں اُردو کے نعت گو شعرا کو مقامِ نبوت اور منصبِ رسالت سے بیگانہ قرار دے کر بالا دست طبقے کے تصورِ عظمت سے مرعوب قرار دیا ہے۔ یہ نقطۂ نگاہ محلِ نظر ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ فیصلہ انھوں نے قرآن اور حدیث کے تصورِ عظمت کو پیشِ نظر رکھے بغیر صادر فرمایا ہے۔ میری حقیر رائے میں نعت کا یہ روایتی تعظیمی بیانیہ ملوکیت اور اشرافیہ کے اثرات کے باعث ظہور میں نہیں آیا بلکہ اس کا سرچشمہ قرآن ہے۔ یہ قرآن کا تصورِ عظمت ہے۔ اللہ جل شانہٗ نے قرآن میں جا بہ جا اپنی عظمت اور بڑائی کے اظہار کے لیے اپنے آپ کو سب سے بڑا حاکم، سب جہانوں کا مالک، بادشاہوں کا بادشاہ اور سلطانوں کا سلطان قرار دیا ہے۔ چند آیاتِ کریمہ کا اُردو ترجمہ ملاحظہ ہو:

☆ ''یہی تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہی ہے اور جنھیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ ایک گٹھلی کے چھلکے کے مالک نہیں۔'' (سورۂ فاطر: آیت ۱۳)

☆ ''حکومت سوائے اللہ کے کسی کی نہیں ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (سورۂ یوسف: آیت ۴۰)

☆ ''تُو کہہ اے اللہ، بادشاہی کے مالک! جسے تُو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلطنت چھین لیتا ہے، جسے تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے تُو چاہے ذلیل کرتا ہے، سب خوبی تیرے ہاتھ میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (سورۂ آلِ عمران: آیت ۲۶)

قرآن کے اسی تصورِ عظمت سے وہ لفظیات عربی، فارسی، اُردو اور دوسری مسلم زبانوں کے نعتیہ ادب میں متشکل ہوئی، جسے ڈاکٹر ہاشمی ملوکیت کی زائیدہ قرار دیتے ہیں۔ سردارِ دوعالم، سرورِ کائنات، شاہِ مدینہ، سلطانِ عرب، آقائے دوجہاں، مولائے کائنات، شہنشاہِ دوعالم، میرِ عرب، میرِ حجاز جیسی تکریمی تراکیب اور حکومت، شہنشاہی، غلام، گدا، آقا، مولا، خادم، فقیر، حقیر، چاکر، سلطنت، حکمرانی اور سربراہ جیسی لفظیات جب نعت کے قالب میں ڈھلتی ہے تو اس کا سیاق وسباق قرآنی ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی صاحب نے اقبال کو پہلا قابلِ ذکر شاعر قرار دیا ہے جو اس روایتی تعظیمی بیانیے سے گریز کرتا نظر آتا ہے، اس ضمن میں وہ رقم طراز ہیں: ''اقبال فارسی اور اُردو شاعری کی روایت میں پہلے ایسے قابلِ ذکر شاعر ہیں جو روایتی تعظیمی بیانیے کے برعکس آپ ﷺ کی ذات کی تکریم سماجی، علمی اور انقلابی حوالوں سے کرتے نظر آتے ہیں۔'' (ص: ۱۰۸)

ممکن ہے اقبال کے مندرجہ ذیل مصرعے انھیں اپنے نقطۂ نگاہ پر نظرِ ثانی کی دعوت دیں:

☆ میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے (بانگِ درا)

☆ سالارِ کارواں ہے، میرِ حجاز اپنا (بانگِ درا)

☆ مکن رسوا حضورِ خواجہ مارا (ارمغانِ حجاز)

☆ از نگاہِ خواجۂ بدر و حنین (جاوید نامہ)

☆ سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے (بانگِ درا)

☆ پوچھا حضور سرورِ عالم نے اے عمر! (بانگِ درا)

☆ تو سلطانِ حجازی من فقیرم (ارمغانِ حجاز)

نعت میں روایتی تعظیمی بیانیے سے گریز کی مثال میں انھوں نے مظفّر وارثی کی نظم ''مرا پیمبر عظیم تر ہے'' پیش کی ہے۔اس کے مندرجہ ذیل ٹکڑے کیا اُن کے دعوے کی تکذیب کے لیے کافی نہیں:

وہی تو سلطانِ بحر و بر ہے
مرا پیمبر عظیم تر ہے

اور

جسے شہِ شش جہات دیکھو اسے غریبوں کے ساتھ دیکھوں
عنانِ کون و مکاں جو تھا میں کدال پر بھی وہ ہاتھ دیکھوں
لگے نہ مزدور شاہ ایسا
نہ زر نہ دھن سربراہ ایسا

ان مثالوں میں سلطانِ بحر و بر، شہ شش جہات، عنانِ کون و مکان تھامنے والا، شاہ ایسا مزدور اور بے زر و مال سربراہ کیا ان کے قائم کردہ تعظیمی بیانیے سے مختلف نہیں اور کیا یہ وہی روایتی بیانیہ نہیں جس کو محترم ہاشمی صاحب زائیدۂ ملوکیت قرار دے چکے ہیں؟

''نعت رنگ'' بلاشبہ فکر انگیز علمی تحریک ہے۔ بہت سے مضامین کو پڑھتے ہوئے غور و فکر کے نئے زاویے لو دیتے ہیں۔ضروری نہیں کہ ہر لکھنے والے کی بات سے اتفاق کیا جائے تاہم مختلف تحریروں کا مطالعہ ذہن کے نئے در وا کرنے میں ضرور ممد و معاون ہوتا ہے۔نعت رنگ میں شامل شاعری بھی اپنی طرف کھینچتی ہے مگر فنی ناہمواریاں، مصرعوں کی عدم مطابقت، لفظوں کا بے ہنگم استعمال، وزن کے مسائل اور جذب و احساس کا عامیانہ اظہار کہیں کہیں تکدر کا باعث بھی بنتا ہے۔اس شمارے میں شامل جس نعت نے مجھے بے طرح متاثر کیا وہ محترمہ شاہدہ حسن کی تخلیق ہے۔جذب و احساس کی بے کرانی کو انھوں نے کمال مشاقی اور جمالیاتی رنگوں کے ساتھ نعت کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔مصرع مصرع جاذبِ قلب و نگاہ ہے۔

آپ سلامت رہیں اور یہ نعت کارواں یونہی رواں دواں رہے۔(آمین)

ارشد محمود ناشاد

☆ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد (پ: یکم جنوری ۱۹۷۰ء)، استاد، شاعر، ادیب، محقق، ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، کتب: اردو غزل کا تکنیکی، ہیئتی اور عروضی سفر (پی ایچ۔ڈی۔کا مقالہ، ۲۰۰۶ء)، آغوشِ گل، ابھی تک تم نہیں سمجھے، رنگ، کتاب نامہ، ضلع اٹک دے پنجابی شاعر، جادۂ تحقیق، اطرافِ تحقیق، اٹک کے اہلِ قلم، چھاچھی بولی۔ادبی و لسانی جائزہ، مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی، مکاتیبِ آرزو بنام رفیع الدین ہاشمی، مکاتیبِ ہم نفساں (نذر صابری کے نام اہلِ قلم کے خطوط۔۲۰۲۰ء) و دیگر، رکن: اقبال اکادمی پاکستان (لاہور)، پاکستان رائٹرز گلڈ (کراچی)۔

اسحاق قریشی، ڈاکٹر محمد (فیصل آباد)

۳۰۔جولائی ۱۹۹۷ء

جناب صبیح صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

سرزنش نامہ ملا، خوشی ہوئی کہ ہمارے ایسے عزیزانِ گرامی ہیں جو محبّت کے ہر زاویے سے یاد رکھتے ہیں۔ اہلِ فیصل آباد خود فیصلہ کریں گے کہ اس ضمن میں قولِ فیصل کیا ہوگا۔ میں اپنے آپ کو دفاع کی ہر لائن پر کم زور پا رہا ہوں۔ آپ کے پیار کے تقاضے بجا اور آپ کی ہمارے بارے میں تمنائیں لائقِ ستائش، یقین کیجیے جب سے ''نعت رنگ'' قلم و قرطاس کی دنیا میں رنگ بھرنے لگا ہے، اپنے آپ پر ایک اعتماد سا ہونے لگا ہے، آپ بھی تو اپنے ہی ہوئے نا، ڈھیروں دعائیں آپ لوگوں کے لیے ہر وقت، خلوصِ قلب سے اُٹھتی رہتی ہیں، بھولنے کی بات اب بس میں نہیں رہی، خوب کہا تھا کسی محبّت کرنے والے نے:

نسیاں نہ طرز ماست ولے بہر احتیاط
بر لوحِ سینہ نام تو صد جا نوشتہ ایم

دل پر پڑی ہوئی دستک، طاقِ نسیاں نہیں ہوسکتی، وقت اس کی زمزمہ سنجی کو اور تیز کرتا ہے، اس دور کے ایک نامور شاعر احمد ندیم قاسمی نے کہا تھا:

وقت نشتر بھی ہے مرہم ہی نہیں
کل سے تو آج سوا یاد آیا

شاعر نہیں ہوں کہیں وزن و بحر میں الجھ جاؤں تو عزیز محترم رشید وارثی صاحب کا سہارا لے لیجیے یا جناب عزیز احسن صاحب کا، اللہ اللہ کیا غضب کا ذوق اور کس اعتماد کی گرفت رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ کیا ''نعت رنگ'' آپ کی تحریر کے قابل نہیں؟ ''سبحان اللہ کس رنگ سے تنبیہات کا دفتر کھولا ہے، سچی بات یہ ہے کہ شاید ہم ایسے اس کے قابل نہیں کہ صیانت و دیانت کا وہ ارفع معیار سامنے ہے کہ اپنے آپ کو بہت کم زور پاتے ہیں۔ یہ تو میری محرومی ہے کہ ''نعت رنگ'' کے صفحات نوریں میں اپنے آپ کو شامل نہ کرسکا، دنیا ہزار مکروہ سہی مگر 'خضر الدمن' بھی تو ہے کہ اس کی غلاظتوں پر بھی پھول کھلنے لگتے ہیں جو ہم ایسوں کو اپنی رعنائیوں کا فریب دیتے ہیں، ملازمت میں ذلت کا لزوم شامل ہوتا ہے اور یہ کسی کام کا نہیں چھوڑتی۔ بس انھی زنجیروں میں بندھا رہا ہوں لیکن ''ترے خیال سے غافل نہیں رہا'' کا معاملہ بھی رہا، مصروفیتِ بے جا کا حصار ٹوٹ رہا ہے، اُمید رکھتا ہوں کہ ستمبر میں کچھ پیش کرسکوں گا کہ اگست میں زیادہ عرصہ فیصل آباد سے باہر رہنے کا ارادہ ہے، آپ کے دل میں کوئی وسوسہ آئے تو اس کو محبّت کا تریاق دے دیجیے کہ عربی شاعر نے یہی کہا تھا:

فاذا بدت من صاحب لک زلة
فکن انت مرتادا لزلته عذرا

احباب غلطیاں کرتے ہیں مگر اُن سے ان غلطیوں کے اسباب نہیں پوچھے جاتے خود محبّت کے حوالے سے عذر تراشے جاتے ہیں، اس لیے میری کوتاہیوں کا عذر بھی آپ کو ہی تلاش کرنا ہے، آخر محبّت کرنے والے جو ٹھہرے (کم از کم مجھے تو یہی دعویٰ ہے)

''نعت رنگ'' ایک صحیفۂ دل نواز ہے، اس نے صدیوں کا قرض ادا کردیا ہے۔ نعت اب گوشۂ خمول نہیں اور نہ ہی ادبی حملوں یا تنقیدی نشتروں سے گریزاں ہے کہ اب اُس کی ادبی منزلت کی پاسداری ہو رہی ہے، یہ سعادت کتنے قرنوں سے آپ کے لیے ودیعت تھی کہ ادبیات عالیہ کو

ادبیاتِ عالیہ، ثابت کرنے کا اہتمام ہو۔ ہر شمارہ نئے اُفق کھول رہا ہے اور ہر تحریر نئی جہتوں سے آشنا کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام ساتھیوں کو اس مقدس مشن میں استقامت عطا فرمائے کہ نعت لکھنا اگر تلوار کی دھار پر چلنا تھا تو نعت پر نقد و نظر، پل صراط سے گزرنا ہے۔ ’ربِّ سلّم‘، کی دعا ہی دے سکتا ہوں کہ یہی حصارِ عافیت ہے۔ جناب کشفی صاحب کا خط آیا تھا ان کی محبّتوں کا اسیر ہوں، جلد جواب لکھوں گا، سلام عرض کر دیجیے گا۔ ’’نعت رنگ‘‘ میں اُن کی تحریر نے رنگوں کی کہکشاں بھر دی ہے، اللہ تعالیٰ انھیں حفظ و امان میں رکھے۔

تمام احباب کو سلامِ محبّت و عقیدت، احباب کا تقاضا ہے کہ کبھی آپ کو فیصل آباد آنے کی زحمت دی جائے، مناسب وقت پر اطلاع کر دوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

والسّلام

محمد اسحاق قریشی

☆ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی (۵ مارچ ۱۹۳۸ء۔ ۱۶ر ستمبر ۲۰۲۱ء)، عالمِ دین، ماہر تعلیم، شاعر، ادیب، محقق، سابق صدر شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج فیصل آباد، سابق وائس چانسلر: انڈی پینڈنٹ یونیورسٹی فیصل آباد، سابق وائس چانسلر: محی الدین اسلامک یونیورسٹی آزاد کشمیر، کتب: ’’برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری‘‘ (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ) و دیگر۔

---

۲۱ جنوری ۱۹۹۹ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا، آپ کی توانائیوں پر رشک آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آپ نے مقالہ تحریر کرنے کا فرمایا تھا انتظامی مجبوریوں اور نئی ذمہ داریوں نے اس قدر گھیرا ڈالے رکھا کہ اس حصار کو توڑ نہ سکا، اب ایک اور حکم موصول ہوا، حیران ہوں کہ کس طرح آپ کی توقعات پر پورا اتروں، صورت حالات یہ ہے کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن سے معاملات طے ہو رہے ہیں اور مجھے تنہا ان سے نبرد آزما ہونا ہے۔ امید ہے کہ دس بارہ فروری تک ان منصبی ذمہ داریوں سے قدرے فراغت نصیب ہوگی۔ کیا آپ فروری کے آخر تک انتظار کر سکیں گے کہ امید کامل ہے یہ ایّام ان کاموں کے لئے سازگار ہو جائیں گے۔ مجھے اس سلسلے میں ضرور مطلع فرمائیں تا کہ متعلّقہ مواد کی تجمیع کرتا رہوں اور فروری کے آخر تک دونوں مقالات حاضر کر سکوں۔ اگر اتنا انتظار ممکن نہ ہو تو بھی تحریر فرما دیں کہ اس تحدید کے مطابق کوشش کروں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنی بہتر صلاحیتیں مدح رسالت مآب ﷺ کے لئے وقف کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزا دے گا کہ یہ امّت کے دانش وروں پر قرض تھا۔ عزیز احسن صاحب کی کتاب موصول ہوئی ہے۔ سرسری نظر سے گزری ہے۔ کچھ تحفّظات ہیں۔ ان شاء اللہ فرصت کے لمحات میں بالاستیعاب مطالعہ کے بعد کچھ عرض کروں گا۔

تمام احباب کو سلامِ محبّت! جواب کا منتظر رہوں گا۔

والسّلام

محمد اسحاق قریشی

اسلوب احمد انصاری، ڈاکٹر (علی گڑھ)

۳۱۔دسمبر۔۱۹۹۶

مکرمی!

السّلام علیکم۔گرامی نامہ مورخہ ۱۸/اکتوبر ۱۹۹۶ئموصول ہوا جواب میں تاخیر کے لیے بے حد عذر خواہ ہوں۔آپ کے ارسال کردہ مجموعوں کی دو دو کاپیاں دومختلف اوقات میں ملیں۔دوسری دفعہ کتابوں کا سیٹ ملا تو میں نے اسے لائبریری کو دے دیا تاکہ دوسرے بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔ایک سیٹ اپنے مطالعہ کے لیے رکھ لیا۔یہ سیٹ بہت وقیع مندرجات پر مشتمل ہے۔میں نے انہیں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھا اور بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے یہ مجموعے بھیج کر مجھے مفتخر کیا۔لیکن کیا بتاؤں کہ میں اتنے کاموں میں گھرا رہتا ہوں کہ میرے لیے اپنے پرچے کے علاوہ کسی اوررسالہ کے لیے کچھ لکھنا ممکن نہیں ہے۔امید ہے آپ اس عذر کو قبول فرمائیں گے۔مشفق خواجہ صاحب کو بشرط ملاقات میری طرف سے سلام عرض کردیں۔امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔

خیراندیش

اسلوب احمد انصاری

☆ ڈاکٹر اسلوب احمد انصاری (۱۹۲۵ء۔۴/مئی ۲۰۱۶ء)، محقق، ادیب، غالبؔ و اقبالؔ شناس، پروفیسر: شعبۂ انگریزی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (انڈیا)، اردو اور انگریزی زبانوں میں ۳۳ سے زائد کتب کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''ادب اور تنقید''، ''نقشِ اقبال''، ''تنقید اور تحقیق''، ''اقبال: جدید تنقیدی تناظرات'' و دیگر، اعزاز: ''بہادر شاہ ظفر ایوارڈ'' (دہلی اردو اکیڈمی، انڈیا)، ''ساہتیہ اکیڈمی ایوارڈ'' و دیگر۔

اسماعیل آزاد، محمد، ڈاکٹر (فتح پور، انڈیا)

راقم نے ''نعت رنگ'' کے دونوں نمبروں کو سرسری طور سے دیکھا۔آپ کی گراں بہا شخصیت واقعتاً لائق صد تہنیت ہے کہ آپ اتنا وقیع کام افادۂ خاص وعام کے لیے انجام دینے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔آپ کا یہ بہتر اور بہتر سے بہترین کا یہ سفر جاری ہے۔اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ بہ توسل نبیٔ رحمت ﷺ آپ کی ہمت کو سدا بلندی اور تازہ حوصلہ اور آپ کے قلم کو کبھی نہ تھکنے والی توانائی عطا فرمائے۔اللھم آمین!

ان دونوں شماروں کی اوراق گردانی سے پتا چلا کہ ان کے مشمولات کے عنوانات عصر حاضر کے عالمی مقتضیات سے مکمّل طور پر ہم آہنگ ہیں۔ عالمی امن وامان کی ضمانت صرف رسول ختمی مرتبت ﷺ کے پاس ہے، کیوں کہ آپ ﷺ رحمت بے کراں اور فیضان بے نہایت کے منبع ومخرج ہیں۔

''نعت رنگ'' کے اس پہلو نے بھی راقم کو اپنی جانب منعطف کرایا کہ اس کے شمارے نو واردان بساط نعت اور علمائے نعت سے واقف کراتے اور اس مقدس موضوع پر آنے والی مطبوعات سے روشناس کراتے ہیں۔

شمارہ دس میں ''اردو نعت پر تاریخی، تحقیقی اور تنقیدی کتب'' پر محترمی پروفیسر شفقت رضوی صاحب دام علاہ کا تجزیہ ایک قابلِ ستائش اور اچھی کاوش ہے لیکن اس میں راقم کے ساتھ انصاف قطعی طور پر نہیں ہوسکا۔علاوہ دیگر وجوہ کے اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اس قابل مدح مضمون کے تخلیق کار نے نعت پر راقم کی پہلی کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' (عربی وفارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) سے صرف نظر کرلی، حالاں کہ موصوف نے جس کتاب

(یعنی اردو شاعری میں نعت: جلد اوّل و جلد دوم) کو اپنے تعارف و تجزیہ کی بنیاد بنایا ہے، اس میں اس کی پہلی کتاب کا تذکرہ مع سن طباعت ۱۹۸۸ء اور مقام طباعت فائن آفسٹ ورکس الٰہ آباد، ۳ موجود ہے۔ واضح ہو کہ یہ تذکرہ ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل کے دیباچہ میں اس کے صفحہ چودہ (۱۴) پر مرقوم ہے۔

''نعتیہ شاعری کا ارتقا'' پر متعدد جرائد و رسائل نے تبصرے شائع کیے تھے۔ ''معارف'' کے مئی ۱۹۹۰ء کے شمارے میں بھی اس کتاب پر نقد و تبصرہ شائع ہوا تھا۔ ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں اس بات کا ذکر ہے کہ راقم نے ''اردو شاعری میں نعت'' پر کب سے کام کرنا شروع کیا تھا اور یہ کہ راقم کو اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری لکھنؤ یونی ورسٹی نے ۱۹۸۴ء میں تفویض کی تھی۔ پروفیسر شفقت رضوی نے ''نعت رنگ'' کے دسویں شمارے کے صفحہ ۴۰ پر خود ہی رقم فرمایا ہے کہ ''تحقیقی نقطۂ نظر سے غیر مطبوعہ تحریر بھی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔'' محترمی و مکرمی ڈاکٹر ریاض مجید اور مشفقی مخلصی ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی صاحبان کی گراں قدر کتابوں کے منظر عام پر آنے سے پیش تر راقم کی تینوں کتابیں یعنی ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء''، ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل اور ''اردو شاعری میں نعت'' جلد دوم حیطۂ تحریر میں لائی جا چکی تھیں، ان تینوں کتابوں کا مخرج تحقیقی مقالہ ''اردو شاعری میں نعت'' ہے۔ راقم کا یہ مقالہ ۱۹۸۱ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچ کر ۱۹۸۲ء میں یونیورسٹی میں داخل کیا جا چکا تھا۔ جب کہ ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالہ کی تکمیل بہ قول پروفیسر شفقت رضوی ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔ (ملاحظہ ہو ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۰ صفحہ ۹۵) اور ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی کو پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری رانچی یونی ورسٹی سے ۱۹۸۷ء میں تفویض کی گئی تھی۔ (ملاحظہ ہو، ماہنامہ ''کتاب نما'' دسمبر ۱۹۸۷ء جلد ۲۷، شمارہ ۱۲، ص ۸۵، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی) ۱۹۹۲ء تک راقم کو ان دونوں مقالوں کی طباعت و اشاعت کی بات معلوم نہ تھی، صرف ان مقالوں پر ڈگریاں تفویض کیے جانے کی اطلاع تھی۔

راقم کے مقالے سے ماخوذ دوسری اور تیسری کتاب یعنی ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل و جلد دوم کی طباعت و اشاعت کی تکمیل کی نوبت ۱۹۹۲ء میں آئی تھی۔ راقم نے اپنے مقالے سے ماخوذ ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل کے دیباچہ میں صفحہ ۱۴ پر اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ راقم کو محولہ بالا دونوں مقالوں کی آگاہی ہے، لیکن اس کو یہ دونوں مقالے تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل پائے۔ تقدم زمانی کتابت سے طے ہوگا نہ کہ اشاعت سے۔ راقم نے معرض بحث کتاب کے اسی صفحہ پر یہ اعتذار بھی رقم کر دیا تھا کہ اس مقالے یعنی کتاب ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل میں عربی و فارسی کی نعت گوئی پر بہ طور پس منظر کچھ نہیں لکھا گیا۔ نعت کی لغوی و اصطلاحی تشریح اور اس کی تحقیق و تنقید اور اس کا تعارف بھی نہیں پیش کیا گیا، کیوں کہ ان موضوعات پر راقم کا مبسوط مقالہ ''نعتیہ شاعری کا ارتقا (عربی و فارسی کے خصوصی مطالعہ کے ساتھ) دسمبر ۱۹۸۸ء میں فائن آفسٹ ورکس الٰہ آباد سے طبع ہو چکا ہے۔''

یہ بات پر از واقعیت و حقیقت ہے کہ راقم کی کتاب ''اردو شاعری میں نعت'' پر لکھا گیا ہر وہ تجزیہ یا تبصرہ جو نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' سے اغماض کر کے لکھا گیا ہو ناقص، ادھورا اور نامکمّل ہوگا۔ راقم کے تحقیقی مقالہ ''اردو شاعری میں نعت''، مدخلہ لکھنؤ یونی ورسٹی میں نو ابواب ہیں، جن میں کے تین حسب الحکم مرحوم ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں، تین ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل میں اور بقیہ تین ابواب ''اردو شاعری میں نعت'' جلد دوم میں مشمول ہیں۔ نعت سے متعلّق ساری عمومی بحث ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' میں دس ضمنی عنوانات کے ساتھ مشمول ہیں۔ لفظ ''نعت''، نبی ختمی مرتبت ﷺ کی زبان اقدس سے اسی متعارف مفہوم میں مستعمل ہوا ہے۔ اس حقیقت کا انکشاف راقم نے اسی کتاب کے اسی باب میں کیا ہے اور مکمّل حدیث بہ روایت حضرت انسؓ بن مالک مع حوالہ نقل کی ہے۔ راقم نے اس باب کا عنوان ''نعت: تحقیق و تنقید'' رکھا تھا۔ (یہ عنوان ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' کے پہلے باب کے نیچے صفحہ ۱۷ پر مندرج ہے) کتاب کی اشاعت ۱۹۸۸ء میں ہو چکی ہے۔

اس طور پر پروفیسر شفقت رضوی کا زیر بحث تعارف و تجزیہ مبنی بر انصاف نہیں ہے۔ جب خشت اوّل ہی ٹیڑھی رکھ دی گئی تو ظاہر ہے:

تا ثریا می رود دیوار کج

یہ سب کچھ بہ طور جملہ ہائے معترضہ کے مندرج ہوگیا۔ باز آمدم برسر مطلب!

ہاں، تو آپ نعت کی ایسی مقدس و معظّم ومکرم صنف شاعری پر اتنا مؤقر اور ممتاز کام انجام دے رہے ہیں اور لائق وفائق اساتذہ اور علمائے نعت سے بھی یہ قابل رشک اور مفید واہم کام کروار ہے ہیں، جس کی نظیر بلا مبالغہ عالمی ادب میں مفقود ہے۔ اس کارخیر کی جس قدر بھی سراہنا کی جائے، کم ہے، صائبؔ نے جو بات شعر کی بابت کہی ہے، وہ میرے نزدیک یہاں بھی عائد ہوتی ہے:

صائبؔ دو چیز می شکند قدر شعر را

تحسین ناشناس و سکوت سخن شناس

اسی لیے راقم کا اپنا یہ نظریہ ہے کہ علمائے نعت کی ان مساعی جلیلہ کی قدر ومنزلت کا اعتراف ایک فریضہ ہے۔ ''نعت رنگ'' کے مشمولات کے تخلیق کار بھی لائق تہنیت ہیں کہ وہ ایک ضروری فریضۂ انسانی کی ادائیگی میں لگے ہوئے ہیں۔ اتنے اچھے شماروں کے لیے راقم ایک بار پھر آپ کو تہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہے اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپ اس کو یہ شمارے بہ طور سوغات ارسال کرتے رہتے ہیں۔

راقم نے اپنے محسنین میں سے محترمی ومکرمی شہزاد احمد صاحب، مشفقی ومکرمی غوث میاں، محترمی و مشفقی ڈاکٹر مظفّر عالم جاوید، مشفقی و معظمی نور احمد میرٹھی اور محترمی ومکرمی علی حسین ادیبؔ رائے پوری صاحبان سے بار بار رابطہ قائم کرنا چاہا اور ان کو خطوط ارسال کیے بلکہ ثالث الذکر کو رجسٹرڈ لیٹر بھی بھیجا، لیکن افسوس ادھر کئی سالوں سے راقم ان کرم فرماؤں سے رابطہ قائم کرنے سے قاصر ہے۔ اب یہ ایک حتمی ویقینی صورت سمجھ میں آئی کہ آپ کا سہارا لیا جائے آپ میرے اس مکتوب کو مؤقر رسالہ ''نعت رنگ'' کے آنے والے شمارے میں شرف اشاعت بخش دیں تو میرا رابطہ خود بہ خود ان حضرات سے قائم ہوجائے گا۔ میں ان سبھی حضرات کو ''السّلام علیکم'' کا تحفہ پیش کرتا ہوں، ان کی خیر وعافیت کا طالب ہوں اور اللہ پاک سے بھی اکثر ان رفقا کی عافیت سالمیت کی دعا مانگا کرتا ہوں۔

''اردو شاعری میں نعت'' ہر دو جلد میں کتابت کے اغلاط مالک مطبع کی لاپروائیوں کی وجہ سے بہ کثرت در آئے ہیں۔ کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء''، میں نے خود طبع کروائی تھی، اس لیے اس میں اغلاط کتابت کم ہیں۔ یہاں پر اس امر کا انکشاف بھی کرتا چلوں کہ پاکستان میں ''اردو شاعری میں نعت'' بہت کم لوگوں کے پاس ہے۔ کیوں کہ نسیم بک ڈپو لکھنؤ میں آتش زدگی کی وجہ سے کتاب مذکور کے سارے نسخے بجز ان پچاس کے جو راقم کے پاس تھے، جل کر خاکستر ہوگئے۔ راقم نے محترمی ومکرمی شہزاد احمد اور مشفقی غوث میاں[۱] کو ایک ایسا نسخہ ارسال کیا تھا، جس میں سارے اغلاط درست کردیے گئے تھے۔ ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' کے نسخے پاکستان میں متعدد حضرات کے پاس محفوظ ہیں، جن میں محولہ بالا پانچوں رفقا شامل ہیں، راقم برادرم ظفر اقبال صاحب کی وساطت سے آپ کی خدمت اقدس میں ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' اور ''ندوۃ العلما: محرک وبانی'' کا ایک ایک نسخہ ارسال کررہا ہے۔ بقیہ کتابیں جو راقم کی مصنّفہ یا مؤلفہ ہیں، بعد میں ترسیل کی جائیں گی (تلاش کرنے کے بعد) راقم اپنی زیرنگرانی پی ایچ ڈی کی ڈگری سے نوازی گئیں خواتین کو ہفتہ عشرہ میں ہدایات دیدے گا کہ وہ اپنے مقالوں کی زیراکس کاپیاں ظفر اقبال صاحب کے توسط سے آپ کو ارسال کردیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد

☆ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد (۱۹۴۱ء)، ادیب، محقق، ریڈر، صدر شعبہ اردو، مہاتما گاندھی، پی۔ جی۔ کالج فتح پور (انڈیا)،

کتب: ''اردو شاعری میں نعت'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''امام ابوحنیفہؒ''، ''امام حسنؓ''، ''الانصار''، ''ملاداؤد اور چنداین'' ودیگر۔

''نعت رنگ''،۷،۸ محترمی رفیقی ظفر اقبال صاحب کی وساطت سے موصول ہوا،شکریہ! اس سے پیشتر ''نعت رنگ''۱،۲،۳ کا سوغات موصوف ہی کے توسط سے مل چکا ہے۔''نعت رنگ'' کے ہر سہ رسالوں سے میں نے اور میرے ریسرچ کے تلامذہ نے کافی استمتاع کیا ہے۔آپ کا جاری کردہ یہ سلسلہ کافی نفع بخش اور مفید ہے۔آپ اس کے ذریعہ صاحب قاب قوسین اوادنیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کی نعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے احکامات وفرمودات ومعمولات مبارکہ کو عام کررہے ہیں اور تشنگانِ علم وتحقیق کو سیراب بھی کررہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو یقیناً ماجور فرمائے گا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ میری شریک حیات کا پی ایچ ڈی کا مقالہ بھی نعت کے مقدس موضوع سے متعلّق ہے اور اس کا موضوع ہے ''اردو کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ''[۱] اس مقالہ کے علاوہ نعت کے موضوع پر کانپور یونیورسٹی سے اب تک تین مقالوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی جاچکی ہے یہ تینوں مقالے میری نگرانی میں لکھے گئے ہیں،جن کی تفصیل مرقومہ ذیل ہے۔

(۱) ڈاکٹر نگار سلطانہ،بیسوی صدی میں اردو کے غیر مسلم نعت گوشعرا کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ،تعداد صفحات ۴۶۵۔

(۲) ڈاکٹر شکیلہ خاتون،اردو نعت کا صنفی و ہیتی مطالعہ،تعداد صفحات ۵۲۶۔

(۳) قریشہ بانو،ہندوستان اور پاکستان کی اردو نعت کا تقابلی مطالعہ،تعداد صفحات ۵۲۸۔

محترمی محمد اظہار نے اردو کے حمد یہ سرمایہ پر''اردو میں حمد نگاری کی روایت'' کے موضوع پر اسی یونیورسٹی سے میری زیرنگرانی اپنا تحقیقی کام مکمّل کرلیا ہے۔ان کا یہ مقالہ کتابت کی منزل عبور کرکے مجلّد ہوچکا ہے اور داخلہ کا منتظر ہے۔

''اردو نعت کے موضوعات کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' موضوع پر میری نگرانی میں محترمہ شمیم اختر خاتون اپنا تحقیقی کام تیزی سے مکمّل کرنے میں لگی ہوئی ہیں۔

راقم ''نعت رنگ''،۷،۸ کا مطالعہ بالاستیعاب کرے گا اور اس پر اپنی رائے بھی حوالۂ قرطاس کرے گا (انشاءاللہ) ابھی یونہی سرسری دیکھا تو پتہ چلا کہ ''نعت رنگ'' کا حمد نمبر ہے جو کافی وقیع واہم ہے۔حمد ومناجات پر عالی جناب ابوالحسن علی ندوی کا مقالہ کافی پرمغز ہے۔ڈاکٹر یحییٰ نشیط اُردو کی حمد یہ شاعری کے لیے ایک معتبر اور مستند نام ہے موصوف کو صوفیانہ شاعری پر کافی درک حاصل ہے۔محترمی نور احمد میرٹھی کی ہندو شعرا کی حمد یہ ونعتیہ شاعری پر کافی گہری نگاہ ہے۔موصوف نعتیہ شاعری پر ہندو شعرا کے حوالہ سے عالم گیر شہرت کے مالک ہیں۔ڈاکٹر عاصی کرنالی کی حمد یہ شاعری پر تنقید خاصے کی چیز ہے۔حمد ونعت اور نقد وتحقیق میں موصوف اپنی ایک آفاقی شناخت بناچکے ہیں۔ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ کے نعتیہ شاعری پر اثرات کے بارے میں ایک قد آور شخصیت ہیں۔

''نعت رنگ''۸ میں ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے جو مقالہ ''شعر کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی رائے'' عنوان سے قلم بند کیا ہے،وہ کافی ژرف نگاہی سے لکھا گیا ہے۔یہ مقالہ قرآن کریم اور احادیث نبی کریم ﷺ پر ان کی ژرف نگاہی کا غماز ہے۔لیکن اس مقالہ میں ایک بات کھٹکتی ہے موصوف نے اپنے اسی مقالہ میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل شعر کا انتساب سبعہ معلّقہ کے مشہور ومعروف شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کی جانب کردیا ہے۔موصوف نے ثانوی حوالہ میں العقد الفرید کا نام لکھا ہے:

وان احسن بیت انت قائله
بیت تقال اذا انشدته صدقا

واضح ہو کہ درحقیقت مولانا الطاف حسین حالی نے اس شعر کو تسامحاً زہیر ابن ابی سلمیٰ کا اپنی معرکہ آرا تحقیق مقدمہ شعر وشاعری کے صفحہ ۹۴ پر

لکھ دیا ہے۔ راقم نے ۱۹۷۷ء میں ''اردو شاعری میں نعت'' کے تحقیقی سفر کے دوران اس شعر کو زہیر ابن ابی سلمیٰ کے دیوان میں نہیں پایا اور تلاش بسیار کے بعد اس کو یہ شعر علامہ ابن رشیق کی کتاب العمدہ کے صفحہ ۳۷ پر ملا اور تب اس کو اس حقیقت کا علم ہوا کہ اس شعر کے تخلیق کار شاعر رسول ﷺ حضرت حسان بن ثابتؓ ہیں۔ راقم نے اس واقفیت کا اظہار اپنی کتاب ''نعتیہ شاعری کا ارتقاء'' مطبوعہ ۱۹۸۸ء کے صفحہ ۱۱۴ پر کر دیا ہے۔

خط طویل ہوتا جا رہا ہے اور محترم دوست ظفر اقبال[۱] پر انتظار کی گھڑیاں سخت ہوتی جا رہی ہیں اس لیے اس سلسلہ کے بقیہ تاثرات استیعابی مطالعہ کے بعد پیش کیے جائیں گے۔

محمد اسماعیل آزاد

۱۔ظفر اقبال ظفر (فتح پور، ہسوہ)، معروف شاعر، ادیب، نثر نگار۔

02-10-2000

محترمی و مکرمی، مشفقی و مخلصی برادرم سیّد صبیح رحمانی صاحب

السّلام علیکم!

آپ کا ۱۸ر ستمبر ۲۰۰۰ء کا مرقومہ نوازش نامہ، عالی جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط صاحب کے توسط سے ۵ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو باصرہ نواز ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ ''نعت رنگ'' کا غالب نمبر شائع کر رہے ہیں اور وہ جلد ہی منظر عام پر آ جائے گا۔ آپ کو تہِ دل سے مبارک باد پیش کرنا ہر اہلِ علم کا فریضہ ہے۔

آپ نے اس ہیچ مداں کو ''غالب کی نعتیہ شاعری''[۱] کے حوالے سے کچھ لکھنے کا حکم دیا، امتثال امر کے بطور مضمون حاضر ہے۔ یہ مضمون تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

میرے پاس جب بھی کتابوں کا سوغات آیا ہے، میں نے اس کی رسید آپ کو ارسال کر دی ہے۔ جن کی وساطت سے کتابیں ملتی ہیں، ان ہی کی وساطت سے رسید بھی ارسال کرتا ہوں۔ میں نے ۲۳ر اکتوبر ۲۰۰۰ء کو ''نعت رنگ'' کے دو وقیع شماروں نویں اور دسویں نیز ''نسبت'' کی وصولی کی رسید مع ایک طویل خط اور دو عدد اپنی تخلیقات ''نعتیہ شاعری کا ارتقا''[۲] اور ''ندوۃ العلما محرک و بانی'' برادرم ظفر اقبال صاحب کے توسط سے آپ کو ارسال کر دیا ہے۔ کل موصوف کے گھر جا کر معلوم کیا تو پتا چلا کہ یہ سب ہی اشیا انھوں نے آپ کو کسی صاحب کے ذریعے ۲۰ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو بھیج دی ہیں، جواب تک آپ کو مل چکی ہوں گی۔ میرے مکتوب میں ساری تفصیلات درج ہیں۔ میرا وہ خط ضرور شائع فرما دیں، کیوں کہ میں نے اس میں اس ناانصافی اور اس کی خاص وجہ کا تذکرہ کیا ہے جس کی بنا پر عالی جناب پروفیسر شفقت رضوی صاحب سے یہ ناانصافی ہوگئی۔

راقم نے آپ سے التجا کی تھی کہ آپ اس کو ڈاکٹر مظفّر عالم جاوید کی گراں بہا کتاب ''اردو میں میلاد النبی ﷺ''[۳] کا ایک نسخہ ارسال فرما دیں اور واضح کریں کہ اس کتاب کا ہدیہ آپ کی خدمت میں کس طرح بھیجا جائے؟ اُمید ہے کہ آپ اس جانب اپنی خصوصی توجہ مبذول کریں گے اور کتاب مذکور ''اردو میں میلاد النبی ﷺ'' مجھ کو جلد از جلد ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔

اللہ پاک کی ذات سے اُمید ہے کہ آپ مع متعلّقین بالخیر ہوں گے۔

والسّلام۔ طالب دعا

محمد اسماعیل آزاد

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۲، ص ۲۵۸۔۲۷۶ ۲۔مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی، مطبوعہ ۱۹۸۸ء، الٰہ آباد: فائن آفسیٹ ورکس، ص ۴۲۰

۳۔ڈاکٹر مظفّر عالم جاوید صدیقی، ۱۹۹۸ء، لاہور: فکشن ہاؤس، ۹۲۰ص

11-07-2001

عالی مرتبت مشفقی ومخلصی صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم!

امید ہے مزاجِ گرامی مع متعلقّین بالعافیت ہوگا۔

''اُن صاحب'' [۱] کی وساطت سے معلوم ہوا جنھوں نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میرا مضمون ''موضوعاتِ نعت'' [۲] ان کے مضمون سے مسروقہ ہے کہ ''اقلیم نعت'' کا ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۱ منظر عام پر آ گیا ہے اور یہ نمبر اُن کو مل چکا ہے۔ حیرت ہے کہ آپ نے اس نمبر سے میری ضیافت نہیں فرمائی۔ مجھے اس نمبر کا شدید انتظار ہے۔

بطورِ جملہ معترضہ، یہ بات عرض کردوں، میں نعت پر ۱۹۷۶ء سے کام کررہا ہوں۔ میرا مقالہ ''اردو شاعری میں نعت'' ۱۹۸۲ء میں داخل ہو چکا تھا، جو لکھنؤ یونی ورسٹی کے تھیسس سیکشن میں محفوظ ہے۔ ''اُن صاحب'' کا مضمون ''نعت رنگ'' نمبر ۵ دوسرے نمبر پر ''اردو نعت گوئی کے موضوعات'' کے عنوان سے شامل ہے۔ یہ مضمون پورا کا پورا میرے مقالہ سے ادنیٰ تصرف کے ساتھ مستعار ہے۔

میرا اپنا مضمون جو ان کے بقول ''نعت رنگ'' کے گیارھویں نمبر میں مشمول ہے، میرے اپنے مضمون سے تھوڑا بہت ماخوذ ہے۔ بیش تر حصہ جدید ہے، کیوں کہ اس میں جن چند کتابوں پر تصرے بطور استشہاد ہے، وہ مقالہ کی ترتیب اور اس کی اشاعت تک راقم کے نظر نواز نہیں ہوئی تھیں۔ واضح ہو کہ میرا مضمون میری جس کتاب سے ماخوذ ہے وہ بیس سال قبل کی مکتوب ہے۔ بہر حال دونوں مضمون اور میری مطبوعہ کتابیں ''نعتیہ شاعری کا ارتقا''، ''اردو شاعری میں نعت'' جلد اوّل و دوم اور ''اردو نعت اور غیر مسلم شعرا'' پڑھ کر قاری خود ہی فیصلہ کرلے گا کہ صداقت اور سچائی کہاں ہے؟ میں ردّ و قدح میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ میری یہ کتابیں ۱۲۔۱۲ سال پیش تر کی اور مضامین ۲۰ سال پیش تر کے محررہ ہیں۔

اس ملفوف میں میرے دو مضامین ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' [۳] اور ''اردو ادب میں محسن صاحب کا مقام'' [۴] ہیں، جو آپ کی خدمت عالیہ میں بغرض اشاعت بھیجے جارہے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ ان کو ''نعت رنگ'' کے اگلے شمارے میں شرفِ اشاعت بخشیں گے۔

''نعت رنگ'' کے گیارھویں نمبر کا بصد اشتیاق منتظر ہوں اور ''غالب کی نعتیہ شاعری'' [۵] پر میرا مرسلہ مضمون جس رسالہ میں اشاعت پذیر ہوا ہو، اس کا بھی اُمید ہے کہ یہ دونوں رسالے جلد ارسال کر کے ممنون فرمائیں۔

والسّلام محتاجِ دعا

محمد اسماعیل آزاد

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۱، ص ۱۰۱۔۱۱۹
۲۔ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (مالیگاؤں، انڈیا) مراد ہیں۔
۳۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۲، ص ۱۱۱۔۷۸
۴۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۲، ص ۱۶۵۔۱۴۹
۵۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۲، ص ۲۵۸۔۲۷۶

~~~~~~

آپ کا ۲۲ رجولائی ۲۰۰۲ء کا مرقومہ مکتوبِ گرامی ۷ راگست سال رواں کی شام میں ملا۔ اس نے یہ مسافت اتنے دنوں میں اس لیے طے کی، کیوں کہ اس کو سہسرام سے ہوکر آنا پڑا۔ اس مراسلے سے آگاہی ہوئی کہ ماشاء اللہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۳ تیاری کے مراحل میں ہے۔ آپ نے اپنے محولہ بالا وقیع مکتوب کے ذریعے مجھ کو مرقومہ بالا نمبر کے لیے نعت کی بابت کچھ لکھنے کا حکم دیا ہے۔ نعت سے متعلق آپ کی یہ مساعی جلیلہ لائق صد ستائش اور قابلِ رشک ہیں۔
~~~~~~

ان دنوں میں کافی ذہنی پراگندگی کا شکار ہوں اور خاصا الم ناک اور شرمندہ بھی، کیوں کہ میرے ایک شاگرد جناب گوہر مسعود نے کچھ عرصے پیش تر عالی منزلت محقق و ناقد شمس الرحمٰن فاروقی دام اقبالہ کو اپنی نادرست تنقید کا ہدف بنایا تھا اور ایک ہفتہ قبل اپنے ایک مضمون ''ایک نا روایات اور نیاز نمبر'' مطبوعہ شاعر بمبئی جولائی ۲۰۰۲ء کے ذریعے عالم گیر شہرت کے نقاد اردو ادب کے محقق انیق اور مجھ ہیچ مدان کے عظیم کرم فرما پروفیسر فرمان فتح پوری صاحب کو اپنے بے جا انتقاد اور غلط گرفت کا نشانہ بنایا ہے۔ میرے اس شاگرد نے دونوں ہی مضامین میں اپنی کج فہمی کے ثبوت دیے ہیں اور متن خوانی میں زبردست غلطی کی ہے۔ واضح ہو کہ میں نے اپنے اس شاگرد کی تربیت میں اپنا اچھا خاصا خون جگر صرف کیا، لیکن نتیجہ صفر رہا۔ سعدی کا یہ فرد ملاحظہ ہو:

پر تو نیکاں نگیرد ہر کہ بنیادش بدست
تربیت نااہل را چوں گردگاں بر گنبد ست

نیاز نمبر بابت مارچ، اپریل ۱۹۶۳ء میں پروفیسر فرمان فتح پوری کا ایک مختصر سا جملہ فتح پور میں سپرد خاک محسن کاکوروی کی بابت ہے کہ ''اردو کے مشہور نعتیہ قصیدہ نگار محسن کاکوروی ان (مولانا عبدالسّلام ہسوی) کے مرید اور سندی خلیفہ تھے''۔ یہ اس مضمون کا اقتباس ہے، جس کا عنوان ''نیاز اور فتح پور'' ہے۔ پروفیسر موصوف نے اس مضمون میں سب سے پہلے فتح پور کی تاریخی اور سیاسی حیثیت اُجاگر کی ہے اور اس کے بعد وہاں کے متصوفین اور شعرا و ادبا کا تذکرہ کر کے علامہ نیاز فتح پوری کی بابت بہت ساری اہم اور مفید باتیں حوالۂ قرطاس کی ہیں۔ پروفیسر فرمان فتح پوری کا یہ جملہ محولہ بالا نیاز نمبر کے صفحہ ۸۹ کی ۶ و ۷ سطر میں مرقوم ہے۔ پروفیسر موصوف نے یہ جملہ بحوالہ واقعات ولی از رحمت علی مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۳۰۴ھ/ ۱۸۸۶ء رقم کیا ہے۔ انھوں نے یہ جملہ فتح پور کے صوفیائے کرام کے تذکرہ کے دوران مولانا عبدالسّلام ہسوی کے ذکر خیر میں شامل کیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے اس جملے میں فتح پور میں مدفون محسن کاکوروی کی ما بہ الامتیاز خصوصیت کا تذکرہ بایں طور کیا ہے کہ وہ مشہور نعتیہ قصیدہ نگار ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تذکرہ فتح پور کے سیاق و سباق میں ہے۔ مزید برآں اس تراشے میں ان کو یک صنفی بتلایا گیا ہے۔

پروفیسر موصوف نے حسان الہند کے لقب سے ملقب محسن کاکوروی کا تذکرہ اپنی معرکہ آرا کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' مطبوعہ لاہور ۱۹۷۴ء میں کیا ہے۔ اس میں حسان الہند کی نعتیہ شاعری کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۵۶ سے صفحہ ۶۸ تک لیا گیا ہے۔ اس جائزے کے بعد پیراگراف میں منجملہ دیگر باتوں کے یہ فرمایا گیا ہے کہ (حسان الہند) محسن کاکوروی نے مروّجہ شاعری کی ہر صنف میں نعت کے فن کو برتا ہے۔ (ہر ''صنف'' پر غور فرمائیں خصوصاً بمقابلہ نعتیہ قصیدہ نگاری) نیز یہ کہ انھوں نے ''نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا اور اس بلند سطح تک لے گئے جس سے آگے بڑھنا دوسروں کے لیے آسان نہ رہا۔ محسن نے دوسرے شعرا کی طرح نعت گوئی کو جزوی اور رسمی طور پر نہیں اپنایا بلکہ اسے پوری توجہ اور پورے شعور کے ساتھ اپنے فکر و فن کی جولاں گاہ بنایا ہے۔ پروفیسر موصوف نے محسن کاکوروی (حسان الہند) سے متعلق اپنے اس معروضہ کے افتتاحی جملے میں ان (محسن کاکوروی) کو متوفی ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۲ھ لکھا ہے۔

پروفیسر موصوف کے مندرجہ بالا فرمودات سے صاف عیاں ہے کہ دونوں محسن کاکوروی (محسن کاکوروی خلیفہ مولانا عبدالسّلام ہسوی اور محسن کاکوروی حسان الہند) ایک نہیں ہیں بلکہ دو الگ الگ ہستیاں ہیں، جن میں سے ایک یک صنفی ہیں اور دوسرے یعنی حسان الہند نعت کے لیے ہمہ صنفی اور ''اردو کے پہلے شاعر... جنھوں نے نعت گوئی کو سنجیدگی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنایا'' سعدی نے درست فرمایا ہے:

گر نبیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ان محسن کا کوروی کا سن وفات جن کا تذکرہ ''نیاز اور فتح پور'' میں ہے ۱۳۳۹ھ ہے۔ اردو ادب کا مبتدی بھی جانتا ہے کہ حسان الہند کا مزار عیدگاہ مین پوری میں ہے، جب کہ محسن کا کوروی ثم فتح پوری کا مزار محلّہ پنی میں ہے۔ واضح ہو کہ پروفیسر فرمان فتح پوری کا مولد فتح پور کا ایک گاؤں ہیبت پور ہے اور انھوں نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ فتح پور ہی میں، پہلے ایک ہونہار طالب علم کی حیثیت سے اور بعد میں ایک لائق و فائق استاد کی حیثیت سے، مسلم کالج میں گزارا جو محسن کا کوروی فتح پوری کے مزار سے بہت قریب ہے۔ دونوں کے درمیان کا فاصلہ با آسانی پانچ منٹ میں (پیدل) طے کیا جا سکتا ہے۔

میں شرمندہ ہوں کہ میرے شاگرد نے اپنی کم فہمی کج روی اور متن شناسی میں اپنی کم فہمی کی بنا پر اردو ادب کے ایک اہم ستون کے بارے میں بڑی دریدہ دہنی سے لکھ دیا کہ ''پروفیسر فرمان فتح پوری نے اپنے مضمون ''نیاز اور فتح پور'' مشمولہ نیاز نمبر حصہ اوّل نگار پاکستان سالنامہ ۱۹۶۳ء میں مولانا عبدالسّلام ہسوی کا تذکرہ کرتے ہوئے محسن کا کوروی کے متعلّق لکھا ہے کہ ''اردو کے مشہور نعتیہ قصیدہ نگار محسن کا کوروی ان کے مرید اور خلیفہ تھے۔'' یہاں پر پروفیسر فرمان فتح پوری کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ میرے اس شاگرد نے اپنے اس غلط جملے کے ذریعے پروفیسر موصوف (میرے معنوی استاد) پر غلط طور پر حملہ کر کے مجھ کو ادبی دنیا کے سامنے شرمسار کر دیا۔

اعلمه الرماية كل يوم
فلما اشتد ساعده رماني

میں اس کو روزانہ تیر اندازی سکھاتا تھا لیکن جب اس کی کلائی مضبوط ہو گئی تو مجھ ہی کو مار دیا۔

گو ہر مسعود صاحب نے خود غلط طور پر سمجھ لیا کہ پروفیسر فرمان فتح پوری صاحب نے اپنا متذکرہ بالا جملہ حسان الہند محسن کا کوروی کی بابت لکھا ہے اور اپنے اس مفروضہ کو مسلمہ مان کر اس کی تغلیط میں اپنا سارا زورِ قلم صرف کر ڈالا۔ انھوں نے اس سلسلے کی عصری شہادتوں سے صرفِ نظر کر کے محسن کا کوروی ثم فتح پوری کا نام محمد محسن کی بجائے محسن علی شاہ ایک کتبے کی بنیاد پر لکھ ڈالا، جس میں نہ کاتب کا نام کندہ ہے اور نہ اس کے نصب کنندہ کا۔ واضح ہو کہ راقم نے اس کتبہ کو اور اس سے ملحق محسن کا کوروی فتح پوری صاحب کے خلیفہ عبدالشکور صاحب کے کتبہ کا بغور مطالبہ کیا ہے۔ ان میں سے کسی میں نہ کتبہ کی تاریخ درج ہے اور نہ کتبہ کو نصب کیے جانے کی تاریخ مندرج ہے، جس کی بنا پر یہ کتبات ساقط المیعاد ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ معاصر تذکرہ از قسم ''واقعات ولی'' مطبوعہ ۱۳۰۴ھ۔۱۸۸۶ء و ''شعلہ جان سوز'' مطبوعہ ۱۳۰۱ھ۔۱۸۸۳ء میں محسن کا کوروی ثم فتح پوری کا نام محمد محسن رقم ہے، محسن علی یا محسن علی شاہ نہیں۔ پہلی کتاب کی تخلیق کے بعد ۳۵ سالوں تک اور ثانی الذکر کتاب کی تصنیف کے بعد ۳۸ سالوں تک یہ محسن بقید حیات رہے۔ لیکن ان میں درج نام کی تغلیط کسی نے نہیں کی۔ یہاں تک کہ خود صاحب معاملہ نے بھی نہیں۔

جہاں مجھ جیسے نہ جانے کتنے ہیچ مداں پروفیسر فرمان فتح پوری کی تخلیقات سے کسب ضیا کرتے اور ان سے کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں (راقم کو پروفیسر صاحب کے معنوی شاگرد ہونے پر افتخار ہے) وہیں آج کے بزعم خود پڑھے لکھے حضرات پروفیسر موصوف اور ان جیسی عظیم ہستیوں پر بے جا نکتہ چینی کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتے ہیں۔ بقول چکبست:

یہی اک راستہ باقی تھا کیا اوجِ مراتب کا
بنے اہلِ نظر تم دشمن اہلِ ہنر ہو کر

دیکھئے کتنی دیر تک میں آپ کی سمع خراشی کرتا رہا لیکن اس سے میرا غم ہلکا ہو گیا اور لکھنے پڑھنے کی میری صلاحیت کافی حد عود کر آئی...راقم کو

زیرِ تذکرہ مضمون سے کافی صدمہ پہنچا اور وہ اس پوزیشن میں نہ تھا کہ کچھ لکھ سکے، لیکن آپ کے محولہ بالا گرامی نامہ کے جاذب اسلوب اور وقیع مکتوب کے مافیہ میں رچے بسے ''جذبۂ دل'' نے راقم پر کچھ ایسا جادو کر دیا کہ بقول غالبؔ:

اس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

بہر حال منسلکہ مضمون آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے کے لیے بے تاب ہے۔ آپ نے اپنے گرامی نامہ میں میری اور میری ٹوٹی پھوٹی تحریر کی بابت جو رائے قائم کی ہے، وہ صرف آپ کی ذرّہ نوازی ہے۔ ورنہ من دانم کہ من آنم۔ اللہ پاک مجھ کو آپ کی خواہشات کے مطابق بنا دے اور آپ کے قلم کی برنائی اور آپ کی کوششوں کی رعنائی کو سدا قائم رکھے۔ **اللھم آمین بتوسل نبی الکریم** ﷺ۔

دعاؤں کا طالب

محمد اسماعیل آزاد

~~~~~~

۱۹/جولائی ۲۰۱۱ء

عالی مرتبت صدیقِ مکرم محسنِ من جناب صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ کا مرسلہ سوغات بشکل ۸ عدد کتب وقیعہ موصول ہو گیا تھا۔ شکریہ

فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر از محمد طاہر قریشی کی صفحہ ۲۴۱ نمبر شمار ۲۵ میں مندرج ہے: آزاد فتح پوری، محمد اسماعیل، ڈاکٹر ۱۹۹۸ء نعتیہ شاعری کا ارتقاء میں سرخ روشنائی سے نشان زدہ ۱۹۹۸ء قطعی طور پر فاش غلطی ہے۔ اس کتاب کا سن اشاعت ۱۹۸۸ء ہے۔ جسکی تصدیق میں راقم ایک نسخہ نعتیہ شاعری کا ارتقاء بغرض تصحیح اس پیکٹ کے ساتھ ہمرشتہ ہے۔ اس تصحیح کی بالتعجیل ضرورت اس لئے کہ بزعم راقم، اس کتاب کے باب اوّل کا عنوان پہلا باب: نعت: تحقیق و تنقید (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ کتاب نعتیہ شاعری کا ارتقاء) ہے۔ اس طور پر بزعم راقم، راقم وہ پہلا شخص ہے جس نے ایک علیحدہ عنوان قائم کر کے نعت پر تنقید کا کام کیا ہے ورنہ نعت پر تنقید شجرۂ ممنوعہ سمجھی جاتی تھی۔ راقم نے اس باب میں نعت پر تنقید کے ضمن میں صفحہ ۷۵ پر سوداؔ کے مشہور قصیدۂ نعت ''ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلیمانی۔ نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیح سلیمانی'' کا تجزیہ کرتے ہوئے نعت پر نظریاتی و عملی تنقید کی ہے۔ جو اغلباً اس قبیل کی پہلی کاوش ہے۔ امید ہے کہ آپ اس سلسلے میں در آئی غلطی کا ازالہ سنہ کی درستگی کے ساتھ کر کے راقم کو ممنون فرمائیں گے۔

راقم کو ڈاکٹر مظفّر عالم جاوید کے مطبوعہ تحقیقی مقالہ ''اردو شاعری میں میلاد نامہ'' [۱] کی اشد ضرورت ہے۔ اتنی وقیع اور گراں مایہ تحقیقی مقالہ کی درخواست یقیناً بے حیائی اور آپ کی جیبِ خاص پر انمارہ کے مترادف ہے لیکن حدیثِ نبویؐ ہے: **حبک الشیء یعمی و یصم او کماقال رسول النبی العربی** ﷺ۔

تیسری غرض...... راقم نے ہندی زبان اور دیوناگری رسم الخط میں امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت اور حنفی مسلک کی آفاقیت پر ایک کتاب ''امام ابو حنیفہ اوم حنفی ودھی کی شاشوتتا'' پر لکھی ہے کیونکہ راقم کو یہ بتلایا گیا تھا کہ امام ابوحنیفہ پر متعدد زبان و ادب پر کتابیں موجود ہیں، لیکن ہندی ادب اور دیوناگری رسم الخط میں آپ پر کوئی کتاب موجود نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب! بہر حال راقم نے معروضہ کتاب تخلیق کر دی ہے۔ آپ کو اس کتاب کی تین جلدیں اس غرض سے ارسال کی جارہی ہیں کہ آپ اس کی دو جلدیں...... غالباً دو جلدیں ہی مطلوب ہوتی ہیں، جہاں (اس وسیع وعریض کائنات میں) اس قسم کے مقابلے ہوتے ہوں۔ ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ دیکھیے یہ بھی آپ پر زبردستی کی دباؤ اور بے جا دی جانے والی
~~~~~~

زحمت ہے۔ آپ کی کرم فرمائیوں، عنایتوں اور نوازشوں نے راقم الحروف کو کافی گستاخ بنا دیا ہے۔ اس مجنونانہ جسارت کے لیے راقم کو معاف کریں۔ راقم کے پاس آپ کے علاوہ کوئی ملجا بھی تو نہیں ہے۔

خط کافی طویل ہو گیا ہے۔ معاف کا درخواست۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان۔

آپ کا
آزاد فتح پوری

۱۔ مقالے کا درست عنوان یہ ہے: ''اردو میں میلاد النبی ﷺ''

~~~~~~

اشیاق عالم ضیاؔ شہبازی، سیّد شاہ محمد (بھاگلپور، انڈیا)

11-03-2008

عزیز گرامی سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی، ہدیۂ سلام و رحمت

عافیت خواہ بخیر!!

برسوں پہلے لکھنؤ میں ایک بک اسٹال پر ''نعت رنگ'' کا ایک شمارہ دکھا تھا وہی پہلا تعارف تھا پھر مزید تقویت کیو ٹی وی (Qtv) سے ملی۔ کئی شمارے ''جامِ نور'' کے حوالے سے منگوائے اور کافی عرصہ ہوا۔ کوشش یہ بھی رہی کہ تعلّقات براہِ راست اُستوار ہو جائیں، اسی سلسلے میں مراسلت بھی کی۔ ''سبز حروف کے شجر'' [۱] نعتیہ مجموعہ بھی ارسال کیا گیا، کچھ احباب کی معرفت بھی کتابی پہنچوائی گئیں، مگر یہ ساری کاوشیں بے سود ثابت ہوئیں کہ رابطہ ہی بحال نہ ہو سکا۔

''نعت رنگ'' نے نعت گوئی کا تخلیقی شعور بیدار کیا ہے۔ اس سمت میں آپ کے ذریعہ کیے گئے بیش تر اقدامات لائق ستائش ہیں۔ بہر حال اس پر تفصیلی گفتگو کا اس وقت محل نہیں ہے۔ دو کتابیں ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ پہلی کتاب ہے ''سبز حروف کے شجر'' کا جدید ایڈیشن، دوسری کتاب ڈاکٹر سیّد شاہ طلحہ رضوی برق کے ہاتھوں رسم اجرا ادا کردہ ''برگِ ثنا حرف حرف'' [۲] ہے، یہ نعتیہ قصائد کا مجموعہ ہے۔ آپ تک پہنچ جائے اور آپ کے مطالعہ سے گزر جائے تو آپ کے تاثرات ''نعت رنگ'' صفحات پر مطالعہ کر سکوں۔

''نعت رنگ'' مستقلاً مذکورہ پتا پر ارسال کرا دیا کریں۔ سالانہ ممبری فیس کی ادائیگی کر دی جائے گی۔ جملہ اہلِ کاروانِ نعت گوئی و عشاقِ محافل مدح گوئی کے لیے سلامِ عقیدت۔

فقط والسّلام۔ دعا گو
سید شاہ اشتیاق عالم غفرلہ

☆ ابوالفرح سید شاہ محمد ذکی العالم المعروف اشتیاق عالم ضیاؔ شہبازی، سجادہ نشین خانقاہِ عالیہ شہبازیہ، بھاگلپور۔ کتب: ''کائنات تصوف''، ''سبز حروف کے شجر'' و دیگر۔

۱۔ ۲۰۰۷ء، بہار: ولی العالم اکیڈمی، بار دوم، ۲۸۳ص ۲۔ ایضاً، ۱۸۴ص

~~~~~~

اشفاق انجم، ڈاکٹر (مالیگاؤں، انڈیا)

۲/ مئی ۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم!

محترمی! ۱۱/اپریل ۹۹ء کے روز نامہ ''انقلاب'' ممبئی میں ''نعت رنگ'' کا اعلان شائع ہوا، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ ایک انتہائی اہم صنفِ سخن یعنی نعتِ رسول ﷺ پر مشتمل کتاب شائع فرماتے ہیں۔

برادرم! بیش تر شعرا جنھوں نے کبھی نظم و غزل کے سوا کسی اور صنفِ سخن کی طرف آنکھ اُٹھا کر انھیں دیکھا اب تہذیب کی شکست و ریخت، کفر و باطل کی کش مکش، ذات کے درد و کرب نے انھیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہوا ہے۔ اب انھیں اپنی اصل کی طرف مراجعت کے سوا کچھ چارہ نہیں، اب انھیں فریاد و فغاں کے لیے ایک ہی دربار یاد آرہا ہے، کسی طرح بھی شعرا اس اہم ترین صنفِ سخن کی طرف متوجہ تو ہوئے۔ اگر انھیں اشاعتی ذرائع بھی میسر آجائیں تو کیا کہنا!

برادرم! جس طرح آپ ''نعت رنگ'' شائع فرما کر نعت گویوں کا حوصلہ بڑھا رہے ہیں اگر اسی طرح کچھ اور لوگ بھی اس میدان میں آگئے تو نعت گوئی کے لیے ایک وسیع تر کینوس میسر آجائے گا اور شعرا میں مسابقت کا جذبہ پیدا ہوگا اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ مسابقت بیش تر بہترین ادب کی تخلیق کا ذریعہ بنتی ہے۔

محترمی! ''نعت رنگ'' کے اعلان پر یہ قید رکھی گئی ہے کہ نعتیں غالب کی زمین پر ہوں۔ ناچیز کے پاس نعت شریف کا مجموعہ کا مسودہ تیار ہے (جلد ہی اشاعتی منزل تک پہنچے گا) لیکن اتفاق سے غالب کی زمین میں کوئی نعت نہیں تھی۔ نعت کہنے میں تھوڑا وقت لگ گیا۔

اس لفافے میں دو حمد اور دو نعتیں ملفوف ہیں اُمید ہے کہ آپ کے معیار کے مطابق نکلیں گی اور ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے قابل!! ''نعت رنگ'' کے معیار کے مطابق ہوں تو شائع فرما کر مشکور فرمائیے گا!

آپ کے افرادِ خانہ اور ''نعت رنگ'' کے معاونین کی خدمت میں حسب مراتب سلام و دعا پہنچے۔ اللہ کرے آپ مع الخیر ہوں۔

خیر اندیش
اشفاق انجم

☆ ڈاکٹر اشفاق انجم، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، مؤرخ، صدر شعبہ اردو، فارسی (ایم۔ ایس۔ جی کالج) مالیگاؤں، انڈیا، کتب: ''صلوا علیہ وآلہ''، ''پس نوشت''، ''اولیائے اسلام'' (ڈائرکٹری)، ''راجا نارونشنکر دانی'' (تاریخ)، ''چراغِ معرفت صوفی نورالہدیٰ''، ''فصیلِ بے چراغ'' (شعری مجموعہ)، ''سایہ سایہ دھوپ'' و دیگر۔

محترم سیّد صبیح رحمانی صاحب.... السّلام علیکم!

نعت رنگ شمارہ ۲۳، شمارہ ۲۲ کے مقابلے میں کافی بہتر ہے۔ پروفیسر انوار احمد زئی صاحب نے نعت اور نعت رنگ کی خدمات کا نہایت عمدہ جائزہ پیش کیا ہے۔ ''اپنی بات'' میں آپ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''نعت رنگ؛ صرف ایک کتابی سلسلہ نہیں بلکہ ایک ادبی تحریک ہے۔'' اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ ہمارے شہر کے بعض شعراً (جو نعت نہیں کہتے تھے) نعت گوئی کی طرف متوجہ ہوئے اور جو نعت کہتے ہیں وہ ''نعت رنگ'' میں چھپنے کیلئے

زیادہ دلجمعی سے نعت لکھنے لگے۔

وفیات کے ضمن میں جن شخصیات کا ذکر ہے ان کے نام خدمت نعت کیلئے ہمیشہ یاد کئے جائیں گے۔ آپ نے مرحوم پروفیسر محمد اکرم رضا کی حمد سے اس شمارے کا آغاز کیا ہے یہ مرحوم کیلئے خراج عقیدت ہے اللہ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔

نعت رنگ کی مجلس ادارت ومشاورت میں شامل سبھی شخصیات درجۂ اعتبار کی حامل ہیں اسکے باوجود بعض ایسی تخلیقات شائع ہورہی ہیں جو قرآن وحدیث کے خلاف جاتی ہیں اس طرف خصوصی توجہ دیں۔ مثلاً

یہ دھماکہ کن فیکون تھا کہ یہ کائنات سنور گئی
کئی آسمان بکھر گئے مگر اک زمین نکھر گئی

بدیع الزماں سحر (پٹنہ) ص ۲۷

''کن فیکون'' سائنسی نقطۂ نظر Big Bang Theory کی طرح کوئی ''دھماکہ'' نہیں تھا اور نہ ہی یہ کائنات اک دھماکے سے معاً وجود میں آ گئی جبکہ قرآن کہتا ہے کہ ''اللہ نے چھ دنوں (فی ستة ایّام ۔سورہ الم سجدہ) میں کائنات کی تخلیق کی۔'' ''کئی آسمان بکھر گئے'' بھی محل نظر ہے۔ اللہ نے آسمان بکھیرے نہیں بلکہ ایک خاص ترکیب اور خصوصیت کے ساتھ خلق کئے ہیں۔

تری کہکشاں کے نظام میں ہے جو انتشار کی کیفیت
یہی وجہ ارض و قمر بھی ہے یہی وجہ شانِ ربوبیت

یہ شعر بھی سائنسی نقطۂ نظر سے کہا گیا ہے جبکہ قرآن وحدیث سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ ''ارض وقمر'' کی پیدائش کہکشاں کے انتشار کی وجہ سے ہوئی نیز کہکشاں کو شان ربوبیت کی ''وجہ'' بتانا سخت قابل گرفت بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی وجہ کی ضرورت نہیں وہ قادر مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

یہ دیار کون و مکاں ہے کیا تری جلوہ گاہِ شہود ہے
تری قدرتوں کا ہے معجزہ یہاں زندگی کا وجود ہے

''قدرتوں کا معجزہ'' بھی غلط ہے۔ یہاں ''قدرت کا مظہر'' کی ضرورت ہے۔

فیاض ٹانڈوی کے درج ذیل حمدیہ اشعار۔ ص ۲۹

پروردگار! تیری کوئی کیا مثال دے
خلقت کو رزق جب تو سدا بے سوال دے

کیا اللہ تعالیٰ صرف ''رزق'' ہی بے سوال دیتا ہے؟ میرے خیال میں مصرع یوں ہونا تھا:

''خلقت کو نعمتیں تو سدا بے سوال دے''

قسمت نے جو لکھا ہے وہ سب حسب حال دے
لیکن مرے خدا مجھے رزقِ حلال دے

کیا اللہ تعالیٰ کسی کی قسمت میں ''رزق حرام'' بھی لکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو قرآنِ حکیم میں حلال اور حرام کی مکمّل تفصیل دے دی ہے۔

اب یہ انسانوں کے ہاتھ میں ہے کہ وہ اپنا رزق کس طریقے سے حاصل کرتا ہے حلال یا حرام؟

ایڑی رگڑ دے گر کوئی معصوم دشت میں
تیرا کرم وہاں پہ بھی چشمہ ابال دے

یہ معجزۂ الٰہی صرف حضرت اسماعیلؑ کیلئے تھا اب کسی معصوم کے ایڑیاں رگڑنے سے چشمہ نہیں ابل سکتا۔ ایسی خواہش نہیں کرنی چاہئے۔ ''دے'' کی جگہ اگر ردیف ''دیا'' ہوتی تو شاید بات بن جاتی۔

فیاضؔ جس سے شوکت اسلام ہو عیاں
روئے حیات کو تو وہی خدوخال دے

تخلّص کا استعمال بہت غلط مقام پر ہوا ہے۔ روئے حیات کے خدوخال کا مطالبہ اللہ سے ہے یا فیاضؔ سے؟ ''تو'' فیاض کی طرف اشارہ کررہا ہے۔

ضمیر کاظمی (ممبئی) کی حمد کا مطلع۔ ص۳۰

یاخدا! مجھ پر اگر تیری عنایت ہوجائے
حمد وہ لکھوں فرشتوں کو بھی حیرت ہوجائے

اب تک میں اس بات سے لاعلم تھا کہ ''فرشتے بھی ادبی ذوق رکھتے ہیں۔'' قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''**ان اللّٰہ و ملائکتہ یصلون علی النبی..**'' الخ۔ اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ بس یہی درود ملائکہ کی نعت ہے۔ شعر میں ''اگر'' بھی حشو ہے۔ شاعر نے اب تک جو کچھ لکھا ہے کیا وہ خدا کی عنایت نہیں ہے؟ اولیٰ مصرع یوں ہونا تھا ''یاخدا! مجھ پہ تری ایسی عنایت ہوجائے''، ''حیرت ہوجانا'' بھی زبان نہیں ہے۔

میرے اسلوب کو ندرت کی ارم بھی ہو عطا
لہجہ وہ دے کہ جو فردوس سماعت ہوجائے

''ارم'' شداد کی بنائی ہوئی جنت کا نام ہے۔ میں نعت وحمد میں خصوصاً اس لفظ کے استعمال کے حق میں نہیں ہوں اس تعلّق سے میں نے اپنے خط (مطبوعہ نعت رنگ ۲۲ ص ۵۷۹) میں اظہارِ خیال کرچکا ہوں۔

مقالات کے آغاز میں محترم ریاض مجید کا ایک شعر درج ہے۔ ص۳۳

کر احتیاط سے طے راستہ مدینہ کا
ہجوم شوق تجھے واسطہ مدینہ کا

شعر اچھا ہے لیکن میرے خیال میں ''ہجوم'' کی بجائے ''جنون'' ہوتا تو ''احتیاط'' کا اطلاق زیادہ صحیح وبہتر ہوتا۔ کیونکہ جنون میں بے ادبی اور گستاخی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہجوم کے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کا مقالہ ''اسوۂ حسنہ.....اردو نعت کے آئینے میں'' بڑی محنت سے لکھا گیا ہے لیکن ان کے پیش کردہ کچھ اشعار میں بھی مجھے کچھ اسقام نظر آئے۔ مثلاً

اتنا کشادہ ذہن، مروّت کا اک دیار
اتنا بڑا رسول، رسولوں میں شاہ کار (سیف زلفی)

''اتنا بڑا رسول'' بڑا عجیب سا لگ رہا ہے اس کی بجائے ''اللہ کا حبیب'' کہہ دیتے تو ''رسولوں میں شاہ کار'' بھی نبھ جاتا۔

نبی کے اسوۂ حسنہ سے یہ پیغام ملتا ہے
یتیموں کی خبر رکھنا، غریبوں کا بھلا کرنا (ص ۳۷)

لفظ ''حَسَنہ'' ہے 'س' متحرک ہے جبکہ شاعر نے اسے ساکن نظم کیا ہے۔ اسی طرح عبدالکریم ثمر صاحب نے بھی ''حُسْنہ'' ہی نظم کیا ہے۔ ص ۵۴

انہیں خلق کر کے ناز اں ہوا خود ہی دست قدرت
کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا (صبیح رحمانی، ص ۳۹)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی ﷺ کے اوصافِ حمیدہ تو بیان کئے ہیں لیکن کہیں بھی ایسی کوئی آیت یا اشارہ تک نہیں ملتا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تخلیق پر ''نازاں'' ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تو ہر تخلیق بے مثال ہے اتنی ترقی کے باوجود انسان مٹی کا ایک ذرّہ یا ایک باریک سا کنکر نہیں بنا سکا اور نہ ہی بنا سکتا ہے۔ اس لئے وہ بار بار کہتا ہے ''وھو علی کل شیءٍ قدیر'' اور ایسا بھی نہیں ہے کہ حضور ﷺ کی تخلیق کے ساتھ ہی اللہ کی خلاقانہ حد ختم ہوگئی ایسا سوچنا بھی کفر ہے۔ چھوٹا منہ بڑی بات لیکن اگر رحمانی صاحب اس شعر کے مصرعۂ اولیٰ کو یوں بھی کہتے تو بہتر ہوتا ''انھیں خلق کر کے شیدا ہوا خود ہی دستِ قدرت'' (رب اکبر)

رات دن کھنگالتے ہیں بحر ملتا ہی نہیں
آپ کی عظمت کا گوہر کتنی گہرائی میں ہے (عارف متین، ص ۴۱)

عارف متین صاحب نے لفظ ''کھن گالتے'' استعمال کیا ہے۔ ''ن'' اعلانیہ کیساتھ جبکہ لفظ ''ن غنہ'' کے ساتھ درست ہے۔

وہ اپنی خوبیوں میں ہے جہاں میں یکہ وتنہا
صفات و ذات میں کوئی نہیں کونین میں ثانی (حافظ لدھیانوی، ص ۴۵)

یہ شعر حمد کا تو ہوسکتا ہے نعت کا نہیں۔ ''کونین'' میں تو ساری کائنات سما جاتی ہے جس میں اللہ کی ذات بھی شامل ہے۔ اگر ''کونین'' کو ''مخلوق'' سے بدل دیں تو شعر یقیناً نعت کا ہو جائے گا۔

اک فقر کہ جس فقر پہ خود فخر ہے اس کو
اک شاہ کہ جو شاہِ سمندر ہے سخا کا (منصور خالد، ص ۴۵)

''شاہِ سمندر'' کی ترکیب غلط ہے شاہ فارسی اور سمندر ہندی ہے ان دونوں میں ترکیب جائز نہیں ہے۔

نشیب فرش کو بخشے غرور و رعنائی
فرازِ عرش کو روندے حضور کی سیرت (راجا رشید محمود، ص ۴۷)

شعر میں لفظ ''روندے'' بڑا قبیح معلوم ہوتا ہے۔ روندنا' پامال اور تباہ و برباد کرنے کے معنی میں مستعمل ہے اور اس عمل میں کبر و نخوت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے ایسا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا اسکے علاوہ ''سیرت'' کا تعلق صرف انسانوں سے ہے آسمان یا

آسمانی مخلوق سے نہیں۔

ہوں بزمِ دوستاں میں تو حرفِ سبک ہیں آپ
اور رزم دشمناں ہو تو کوہِ گراں ہیں آپ (طارق متین،ص۴۸)

شعر میں تقابل ردیفین کا عیب ہے۔لفظ ''سبک'' دوا ملے کیساتھ مستعمل ہے اول ''سُبک'' جسکے معنی ہیں طور،طریقہ،راستہ اور ''سُبُک'' جسکے معنی ہیں خوار،کم عزت،ہلکا،کم مایہ ان دونوں کا استعمال ''حرف'' کے ساتھ کسی طرح درست نہیں ہے اور پھر حضورﷺ کے لیے تو قطعی نامناسب معلوم ہوتا ہے۔شعر اس طرح بھی کہا جا سکتا تھا۔

ہیں بزمِ دوستاں میں شگوفہ بہار کا میدانِ کارزار میں کوہِ گراں ہیں آپ
گزر رہے ہیں شب و روز کی تمنا میں مرے چلن میں جھلکنے لگے چلن تیرا

(عارف متین،ص۴۹)

شعر میں غالباً کمپوزنگ کی خامی ہے''اس'' کی جگہ ''کی'' ٹائپ ہو گیا ہے۔

درخشاں عالم امکاں میں ہے خلقِ عظیم ان کا
کرم کی روشنی سے پُر ضیا کون و مکاں دیکھا (سہیل بنارسی،ص۴۹)

شعر میں واحد جمع کا سقم ہے۔''کون و مکاں دیکھے'' چاہیے:

جمال کون و مکاں گرد کاروانِ نبی
جلال فقر و غنا ہم رکاب شاہ اُمم (حفیظ تائب،ص۵۵)

''کون و مکاں'' میں عرش و کرسی اور جنّتیں بھی شامل ہیں یہ ''گرد کاروانِ نبی'' کس طرح ہو سکتے ہیں؟

ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال (بہاولپور) نے ایک اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔مضمون کی بُنت بھی عمدہ ہے۔بس اس مقام پر نگاہ اٹک گئی جہاں انھوں نے شفقت تنویر مرزا کی نظم ''پہلی پکار'' درج کی ہے۔

''خدائے عالم! بلند و برتر! کبھی تو نیلی بلندیوں سے ...... کسی سہانی سحر کے پردے سے لمحہ بھر کو ادھر نظر کر...... کھنڈر......یہ مخلوق، اشرف الخلق...... ظلم کی تیرگی سے نکلے..... کھنڈر.....یہ مخلوق،اشرف الخلق..... ظلم کی تیرگی سے نکلے'' (ص۸۱)

نظم کے ٹکڑے ''لمحہ بھر کو ادھر نظر کر'' سے تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ ''خدائے عالم'' کشمیر و فلسطین سے غافل ہے۔اسے خبر ہی نہیں کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور اس کی مشیّت کے مطابق ہے بھی یا نہیں؟؟

مطلوب علی زیدی مطلوب کے دو اشعار بطور نمونہ درج کئے گئے ہیں اور دونوں کے مصرعہ ہائے ثانی بحر سے خارج ہیں۔

۱) نعرۂ تکبیر سے ناراض ہنومان ہے ہنّو مان پڑھئے تو بحر درست ہوتی ہے۔جبکہ اصل لفظ ''ہنُو مان'' ہے۔ (ص۸۴)
۲) جلد ہو جائے سحر مطلوبؔ! اب یہی ارمان ہے

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور (فیصل آباد) نے اپنے مضمون ''نثری نظم..... اور نعت'' میں نثری نظم کی حتی المقدور وکالت کی ہے۔لیکن وہ اپنے مقدمے میں کامیاب نہیں ہوئے۔نثری نظم کی حمایت میں انکے پیش کردہ دلائل اگر تسلیم کر لئے جائیں تو مسجّع و مقفّیٰ نثر،انشائیہ،خاکہ نگاری سبھی

طرز و اصناف معدوم ہو جائیں گی۔حتٰی کہ ابن صفی کے ناولوں تک کو نثری نظم کے شاہکاروں میں شامل کرنا پڑے گا۔

اردو میں موزوں کلام (بہ قید بحور) کو نظم تسلیم کیا گیا ہے اور اس سے الگ ہر تحریر نثر کہلائے گی۔ جو لوگ بحر میں کلام موزوں نہیں کر سکتے انھوں نے یہ خرافات پھیلائی ہے۔ایک زمانے میں نظم+افسانے (نظمانے) پر بھی کافی ہنگامہ برپا ہوا تھا اور نظمانے کے خاتمے کیساتھ یہ ہنگامہ بھی فرو ہو گیا۔ یہی حشر نثری نظم کا بھی ہوگا۔ اردو والوں کا مزاج کلام موزوں ہی کو نظم کی حیثیت سے قبول کرتا ہے اسے تبدیل کرنا ممکنات میں سے ہے۔ پروفیسر صاحب نے جتنی بھی نثری مثالیں قدما کی تحریروں سے پیش کی ہیں وہ سب مسجّع و مقفّیٰ کے ذیل میں آتی ہیں۔انھیں شعری پیرائے میں لکھنے سے وہ شعر یا نظم نہیں ہو جائیں گی۔مثلاً

ظاہر کا کعبہ پتھراں کا ہے وہاں حجر اسود ہے
ہور باطن کا کعبہ اسراراں کا ہے یہاں نور احمد ہے

اگر ہم میؔر اور داؔغ کے درج ذیل اشعار کو نثری ہیئت میں لکھیں تو کیا وہ ''نثری نظم'' ہو جائیں گے؟

دیدنی ہے شکستگی دل کی کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں ادھر جاتا ہے یا دیکھیں ادھر پروانہ آتا ہے۔

پروفیسر سیّد طلحہ رضوی برقؔ (بھارت) کا مضمون ''فارسی ادب میں نعتیہ شاعری بہت خوب ہے۔ فارسی اشعار کی کمپوزنگ اور پروف میں کچھ خامیاں رہ گئی ہیں۔ میری رائے ہے کہ فارسی اشعار اور نثری عبارتوں کی پروف ریڈنگ پر خاص توجہ دی جانی چاہئے کیونکہ آجکل فارسی کا ذوق بہت کم ہو گیا ہے۔ بیشتر قاری انھیں صحیح پڑھ نہیں پاتے۔مثلاً:

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را
ہمت نخور د نیشتر لاو نعم را (ص۱۴۰)

لفظ ''نخورد'' سے 'د' الگ ہو گیا ہے۔اسی طرح ''لاؤ'' ہے جبکہ 'لا' اور 'و' الگ الگ ہونے چاہیے تھا۔اسی طرح

بریشم تنی بلکہ لولوسمی
رونده چوچو لولو برابر یشمی (ص۱۴۶)

شعر اس طرح ہونا تھا:

بریشم تنی بلکہ لولو سمی
رونده چو لولو بر ابریشمی

''آں شہنشاہی کہ بہر اعتصام ابنا'' نامکمّل ہے۔ص ۱۴۸

مگر پای عزت بر افلاک نہہ
بگوروی اخلاص برخاک نہہ (ص۱۴۹)

''بگو روی'' چاہئے۔

مصرعہ ''مکرم ترا ز آدم و نسل آدم'' ص۱۵۰۔''مکرم تر از'' چاہئے۔

مصرعہ ''زا حوالم محمد راخبر کن''ص۱۵۱۔''ز احوالم'' چاہئے۔
مصرعہ ''ہزار بار بشویم دہن زشکر وگلاب''،شکر نہیں ''مشک'' چاہئے۔ص۱۵۱
مصرعہ ''حق جلوہ گر زطرز بیان محمد است''۔''گر۔ز'' چاہئے۔ص۱۵۱
اسی طرح محمد شہزاد مجددی (لاہور) کے خط میں درج فارسی شعر بھی درست نہیں ہے۔ص۵۸۹
''توحید متاعیست کہ بردار فروشند=گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند
شعر میں ''بر دار''''بردار'' ہوگیا جسکی بنا پر شعر کا مطلب ہی بدل جاتا ہے۔

گوہر ملسیانی (خانیوال) نے ''فروغِ نعت'' میں ''سیارہ'' کا کردار بڑی عرق ریزی و محنت سے لکھا ہے۔اسے مضمون نہیں ''سیارہ'' کی نعتیہ تاریخ کہنا چاہئے۔انکے مضمون کی اس عبارت کے تعلّق سے کچھ کہنا چاہوں گا۔

''صاحبان ادارت (سیّارہ) نے ایسی نعتیں بھی شامل اشاعت کیں جن میں نعت کی حدود سے تجاوز تھا۔اس سلسلے میں ایک مثال بلا اسم شاعر اور اس پر حرف گیری کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں (چار مختلف مصرعے)

(۱)مشکل سے مجھے نکال آقا (۲)دے اپنے کرم کی بھیک مجھ کو (۳)اب تو ہی مجھے سنبھال آقا (۴)رحمت کی نگاہ ڈال آقا

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال کر دیا کہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو نے اپنے پیچھے وہ امت چھوڑی جو میرے بجائے تجھ سے ''استمداد'' کرتی رہی؟ تو حضور ﷺ کیا جواب دیں گے؟ یہ ایک بہت بڑی جوابدہی ہے جس کا بوجھ ہمارے شعرائے کرام روز افزوں حضور ﷺ کے کندھوں پر ڈالتے رہتے ہیں۔'' (ص۱۹۹)

گوہر صاحب نے شاعر کا نام دیا ہے نہ حرف گیری کرنے والے کا!! لیکن انکے انداز تحریر سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ اس ''حرف گیری'' سے متفق ہیں۔اگر اس اعتراض کو درست تسلیم کر لیا جائے تو اردو فارسی نعتیہ ادب کا ایک بہت بڑا حصہ دریا برد کر دینا پڑے گا جس میں استمداد، استغاثہ، فریاد نامے وغیرہ شامل ہیں۔قرآن سے ثابت ہے کہ ''شہداء اپنی قبروں میں حیات ہیں اور اللہ تعالیٰ انھیں ان کا رزق پہنچاتا ہے۔'' شہداء کا درجہ ہر حال میں انبیاء کرام سے کمتر ہے تو کیا انبیاء نعوذ باللہ اپنی قبروں میں مردہ ہوں گے؟ خدانخواستہ اگر ایسا ہے تو پھر ایسے اشعار و شعراء کا کیا ہوگا؟

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہباں بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
کر حق سے دعا امت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے لگا ہے (حاؔلی)

آپ کی امت ہے باحالِ تباہ
اس طرف بھی اک عنایت کی نگاہ (ماؔہرالقادری)

پھرتا ہوں ڈانواں ڈول سا نظر کرم بدرالدجیٰ
سارے جہاں میں آپ ہیں کردار و سیرت میں حسیں (یارحمۃ للعالمین۔گوہر ملسیانی)

مشہور ہے کہ قدسیؔ نے اپنی نعت استمداد:

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جس کا مقطع ہے:

سیّدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوی تو قدسیؔ پے درماں طلبی

کہا، تو روایات معتبرہ میں ہے کہ قدسیؔ کو حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ حضور ﷺ نے ان پر اپنی ردائے مبارک ڈال دی، صبح جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو ان کی بیماری دور ہو چکی تھی۔ اور یہ روایت بھی ہے کہ جس شاعر نے بھی قدسیؔ کی نعت پر صدق دل سے تضمین کی اس کی پریشانی دور ہوگئی۔

ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی (بھارت) نے سیّد یحیٰی نشیط کی کتاب ''اردو میں حمد ومناجات'' [ا] پر کچھ معروضات پیش کئے ہیں جو یحیٰی صاحب کے ساتھ زیادتی کے مترادف ہیں۔ ہر ادیب کا اپنا مطمح نظر اپنی پسند ہوتی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے کیا اور کیسا لکھا ہے یہ نہیں کہ اسے ''وہ بھی'' لکھنا چاہئے تھا۔ مشاہد صاحب کیساتھ ایک اک تخ یہ لگی ہوئی ہے کہ وہ ادب کو بھی مسلک کی میزان میں تو لتے ہیں جبکہ ادب کو اسکے اصولوں پر پرکھنا چاہئے۔ یحیٰی نشیط نے اگر امام احمد رضاؔ بریلوی، حسن رضا بریلوی اور مصطفٰے رضا نوریؔ کو اپنی کتاب میں شامل نہیں کیا تو اس پر چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ مشاہد صاحب کو چاہئے تھا کہ ان حضرات پر خود ایک بسیط مقالہ تحریر فرماتے جیسا کہ شمارہ نمبر ۲۳ میں ''افکار وانوار حدائق بخشش'' کے عنوان سے شہزاد احمد (کراچی) نے پیش کیا ہے۔ مشاہد صاحب کے مضمون کا آخری پیرا گراف ملاحظہ ہو۔

''اس مقام پر پہنچ کر میں ایک بار پھر یہ کہنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں کہ ڈاکٹر یحیٰی نشیط نے آخر کن وجوہات کی بنا پر ''اردو میں حمد ونعت'' جیسی اپنی ''معرکۃ الآرا'' تصنیف میں اتنی خوبصورت، قرآنی اثرات سے مملو، تصوفانہ رنگ و آہنگ میں رچی بسی حضرت رضا بریلوی، حضرت حسن رضا بریلوی اور حضرت نوری بریلوی کی حمدیہ شاعری سے روگردانی برتی ہے؟

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

مشاہد صاحب اگر یہ حق اپنے پاس ہی محفوظ رکھتے تو بہتر ہوتا۔ کیونکہ ہمیں کسی طور یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی ادیب یا شاعر کو ہماری اپنی مرضی کا ادب تخلیق کرنے پر مجبور کریں اور انکے پیش کردہ شعر نے نشیط صاحب کی ''معرکہ آراء'' تصنیف پر نہ صرف جھاڑ و پھیر دی بلکہ انکی ذہنیت کو بھی واضح کر دیا۔

''نعت شناسی'' میں شامل تمام ہی مضامین عمدہ ہیں۔ خصوصی گوشے میں مہر وجدانی (کراچی) کے منظوم تراجم بہت خوب ہیں۔ کسی غیر زبان کا اردو میں ترجمہ اپنی زبان میں کرنا بیحد دشوار کام ہے۔ اسکے مفاہیم ومطالب کی ادائیگی کبھی کبھی ممکن نظر نہیں آتی اسکے باوجود مہر صاحب نے وجدانی تراجم کئے ہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

''محمد علی اثرؔ کی حمدیہ ونعتیہ شاعری'' پر ڈاکٹر نسیم الدین فریس (بھارت) نے کافی عمدہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ لیکن انھوں نے بعض اشعار ایسے بھی درج کر دیئے ہیں جن کا مضمون میں نہ ہونا ہی بہتر ہوتا۔ مثلاً

کاسۂ ہنر میں فن کے موتی ڈال کر
جو تصور سے پرے ہو وہ خوشی دیتا ہے تو

اگر کمپوزنگ کی خامی نہیں ہے تو مصرعۂ اولیٰ کی بحر درست نہیں ہے۔

جو دل پر گزری ہے وہ واردات اسکی ہے
ورق یہ اس کا ہے اور لفظیات اسکی ہے

لفظیات کی مناسبت سے ثانی مصرعہ میں ردیف میں ''ہے'' کی بجائے ''ہیں'' کامحل ہے۔

عطا ہو ژرف نگاہی کا بھی ہنر مجھ کو
ترے کرم سے مرا ذوق دکنیات میں ہے

''ژرف نگاہی'' فطری صلاحیت ہوتی ہے۔ اسے ہنر کہنا غلط ہے۔ ہنر کسبی چیز ہے اور ژرف نگاہی سیکھی نہیں جاسکتی۔

رائیگاں ہوتا نہیں ہے کسی مقتول کا خوں   وہی قاتل کو بھی اک روز سزا دیتا ہے
سر کچل دیتا ہے اللہ ہر اک ظالم کا   اور مظلوم کو جنّت میں جگہ دیتا ہے

دوسرے شعر میں قافیہ غلط ہے۔ سزا، افسانہ، پروانہ کے ساتھ ''جگہ'' کسی طور استعمال نہیں ہوسکتا۔ اس کا اصل املا ''جگہہ'' ہے جگہ نہیں اگر اسے بہ اعتبار قافیہ پڑھیں تو ''جگا'' پڑھنا پڑے گا اور اسکے معنی بدل جائیں گے۔ جیسا کہ افسانا، پروانا، دیوانا لکھنے کی باوجود انکے معنی نہیں بدلتے۔ اگر سزا کے ساتھ جگہ کو قبول کرلیں تو پھر ''وجہ'' میں کیا برائی ہے؟

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اپنے مضمون میں صفوت علی کے یہ شعر بھی پیش کئے ہیں۔

دربار محمد ہے مری آنکھ کے اندر   بیٹھے ہوئے وہ صاف نظر آنے لگے ہیں

پہلا سوال تو یہ اٹھتا ہے کہ کیا واقعی ایسا ہے؟ دوسرا یہ کہ کیا اسکی ردیف صحیح ہے؟ ''آنے لگے ہیں'' کی بجائے ''نظر آرہے ہیں'' ہونا چاہئے تھا۔

لو سانس بھی آہستہ کہ ٹوٹے نہ مرا خواب   سرکار دو عالم مرے پاس آنے لگے ہیں

کسی اور کے سانس لینے سے شاعر کا خواب کیسے ٹوٹے گا؟ یہاں بھی ردیف کا وہی حال ہے یعنی ''آنے لگے ہیں'' بجائے ''آرہے ہیں'' کی ضرورت ہے۔ صفوت صاحب کس اہمیت کے حامل ہیں کہ انکی آنکھوں میں دربار محمد لگتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بیٹھے نظر آتے ہیں اور آپؐ ان کے پاس وقت بے وقت آنے بھی لگے ہیں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلّق سے حقیقت سے بعید یا منافی شعر کہنا بھی باعث عذاب ہے۔

بالآخر ڈھونڈ لیں گے محور نور خدا صفوت   بالآخر نور احمد گرد اس محور کے دیکھیں گے

صفوت صاحب نے ''نور خدا'' اور ''نور احمد'' کو اس طرح ایک دوسرے کے گرد گھما دیا ہے کہ میری عقل چکرا گئی کہ اس پر کیا اور کس طرح لکھا جائے؟ مجھے یحییٰ نشیط صاحب کے انتخاب پر حیرت ہورہی ہے۔

حمیرا راحت کی نظمیں بہت خوبصورت ہیں اور ان پر عزیز احسن کی تحریر نے سونے پہ سہاگے کا کام کیا ہے۔ عزیز احسن کو انکی نگاہ انتخاب اور راحت صاحبہ کو ایسی تخلیق پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

آفتاب معظّم (کراچی) کو ''جوابی تبصرہ اور عروضی نکات'' شمارے کا اہم مضمون ہے جو ہم جیسے طالب علموں کے لیے نہایت نافع ہے۔

انھوں نے جس طرح اپنی معروضات کو دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے مزہ آ گیا اس مضمون کے مطالعہ سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہئے جو عروض تو جانتے نہیں اور اس پر قلم اٹھانے کی جسارت کرتے ہیں۔

''مدحتیں'' کا آغاز درج ذیل شعر سے ہوتا ہے:

اس اک نگاہ کی وسعت پہ دو جہاں صدقے
جسے خدا شب اسریٰ دکھائی دیتا ہے (ص۵۱۰)

کیا اس دنیائے فانی میں خدا کا دیدار ممکن ہے؟ اور وہ بھی ہر نگاہ کے لئے جو وسعت رکھتی ہے؟ شبِ اسریٰ حضور ﷺ کو اللہ کا دیدار ہوا تھا۔ اگر چہ اس میں بھی علماء کا کلام ہے؟ اگر یہ شعر حضور ﷺ سے متعلّق ہے تو اس کی ردیف غلط ہے۔ اسے ''دکھائی دیا تھا'' ہونا چاہئے تھا۔

ہے فہم و فراست ترے افکار پہ شیدا
تاریخ تری سیرت و کردار پہ شیدا (ابراہیم حسان)

''ہے'' کی بجائے ''ہیں'' کا محل ہے۔

عرفاںؔ زندگی بھی میسر ہوا تو کیا
تحریر کر نہ پاؤں گا مدحت رسول کی (غالب عرفان)

''عرفاںؔ'' تخلّص کی بجائے اس کے اصل لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر مصرعے کو ''عرفان۔ زندگی'' پڑھیں تو بحر میں سکتہ پیدا ہوتا ہے اور مذکر مونث کا بھی عیب پیدا ہو جاتا ہے۔

اکثر شعرائ تخلّص کی اہمیت و حیثیت کو سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ تخلّص شاعر کا دوست ہوتا ہے۔ ہمزاد ہوتا ہے۔ دشمن و رقیب ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ شعرائ نے اپنے تخلّص سے بڑے بڑے کام لئے ہیں۔ مثلاً غالبؔ کا مشہور مقطع:

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا وگرنہ شہر میں غالبؔ کی آبرو کیا ہے

اس مقطع پر کیا ہنگامہ ہوا۔ ذوقؔ کی شکایت، غالبؔ کی دربارِ ظفرؔ میں طلبی اور غالبؔ کی معذرت طلبی و تاویل سے اہلِ علم و ادب واقف ہی ہیں۔ تخلّص کو اسی وقت اسکے لغوی معنی کے ساتھ استعمال کر سکتے ہیں جبکہ اسکی حیثیت بطورِ تخلّص قائم رہے ورنہ وہ مقطع کی بجائے شعر شمار کیا جائے گا۔

یہ مشیّت تھی کہ اک شب عبد اور معبود میں
دو کمانوں سے بھی کم کا فاصلہ رہ جائے گا (عبدالغفار حافظ)

شعر زمانے کے اعتبار سے درست نہیں ہے اگر ردیف میں ''گا'' نہیں ہوتا تو شعر درست ہوتا یا پھر ردیف ''رہ گیا تھا'' ہونی چاہئے تھی۔ اولیٰ مصرعے میں ایک حشو ہے ''اُس'' کی ضرورت تھی۔

بعض شعرائ نئی نئی ردیفوں اور قوافی میں شعر کہنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اکثر ناکام رہتے ہیں۔ ضمیر کاظمی (بھارت) کی نعت کا بھی یہی حال ہے۔ مطلع تو بڑا عجیب و غریب ہے۔

وہ ایک امی لقب، کردگار کا لہجہ تلاوتوں میں اسی لالہ زار کا لہجہ

اس شعر کا مطلب خود شاعر یا کوئی صاحب بتا سکیں تو ممنون ہوں گا۔

تلاش نقشِ کف پائے مصطفٰے کی قسم
میں جب تلک رہا طیبہ میں سر خمیدہ رہا (مولانا قمرسلطانپوری)

مولانا کو شاید یاد نہیں رہا کہ غیراللہ کی قسم کھانا منع ہے۔ بعض علماٗ نے تو اسے شرک میں شمار کیا ہے۔

دم اخیر جو ٹوٹی ہے ڈور سانسوں کی
شفیع حشر کا لب پر مرے قصیدہ رہا

کیا مولانا قمر نے یہ شعر مرتے وقت کہا ہے؟ غزل میں تو عاشق مرنے کے بعد بھی غزلیں کہتا ہے لیکن نعت میں خلافِ واقعہ مضمون نظم کرنا کسی صورت مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ شعر ایسا ہوتا تو اعتراض کی گنجائش نہیں ہوتی۔

دم اخیر اگر ٹوٹے ڈور سانسوں کی شفیع حشر کا لب پر مرے قصیدہ رہے
وہ ذات جس سے قمؔر بھوک و پیاس ہار گئی حسین سا کہاں کوئی ستم رسیدہ رہا

اول تو یہ نعت کا شعر نہیں یہ منقبت ہے دوسرے ''بھوک و پیاس'' کی ترکیب غلط ہے۔ دونوں ہی ہندی الفاظ ہیں۔

جہانِ رنگ و بو ہے بس مرے سرکار کا صدقہ
فواد و قلب تاباں ہے شہ ابرار کا صدقہ (ص۵۲۳)

''فواد، قلب'' دونوں ایک ہی ہیں۔ اگر قلب کو روح سے بدل دیں تو!! ثانی مصرعے میں ''ہے'' کی بجائے ''ہیں'' کی ضرورت ہے۔

ہمہ عالم کی رعنائی، ہمہ عالم کی زیبائی
خدا نے نور کا صدقہ، خدا کے یار کا صدقہ

شعر میں ''خدا کے یار'' کا استعمال حضور ﷺ کے لیے استعمال کرنا میری نگاہ میں معیوب ہے کیوں کہ ''یار''، دوست، آشنا، معشوق اور یار باز، آوارہ، بدچلن کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ (لغات دیکھ لیجئے) اس لئے حضور ﷺ کے لیے ''حبیب'' کا استعمال ہی ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ کے لیے کوئی لفظ ایسا استعمال نہیں کرنا چاہئے جو آپ کی شان کے منافی ہو۔

قلم کو چاند ستاروں کا پیرہن آقا
یہ التماس یقیناً مری وفا کی ہے (ص۵۲۹)

''التماس'' مؤنث نہیں مذکر لفظ ہے۔ مصرع اس طرح ہوگا۔ ''یہ التماس یقیناً مری وفا کا ہے''

جب نشید خیر مقدم گا رہی تھیں بچّیاں
آنکھوں میں سرمہ ثنا کا تھا لبوں پر نعت رنگ

جس طرح ''سزا۔ جگہ''، ہم قافیہ نہیں اسی طرح ''ذات۔ نعت'' بھی ہم قافیہ نہیں ہیں۔ رات۔ نشاط۔ صوتی اعتبار سے قافیہ ہو سکتے ہیں لیکن ''ذات۔ نعت'' نہیں۔

ہر ایک پیڑ پہ اترے بہار کا موسم
حجاز عشق پیمبر میں یہ دعا کی ہے (ص۵۳۰۔ ریاض حسین چودھری)

''حجازِ عشق پیمبر'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا!؟

بلاوا عرش سے ہوا ہے جب مرے حضور کا
تو سامنا ہوا ہے نور سے نبی کے نور کا (ص۵۳۲۔شاکرادیبی)

''بلاوا ہونا'' غیر فصیح ہے۔''بلاوا آیا۔آنا'' محاورہ ہے۔شعر کے تیور سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''نور اور نبی کا نور'' دومختلف النوع انوار ہیں اوران دونوں میں عرش پر ''مقابلہ'' ہوا تھا۔''سامنا'' سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے اور بلانے والی کوئی تیسری ہی ہستی ہے۔

اذاں ہوئی ہے جب ہمیں نبی قریب جاں ملے
تصور اپنے ذہن میں کہاں ہے ان سے دور کا

''تعجّب ہے یہ کیسا عشق نبی ہے جو صرف اذان کے وقت ہی جاگتا ہے؟'' ''دور'' کی بجائے ''دوری'' کا محل ہے۔

نہیں ہے کچھ تو ایک کھجور دیجے روزہ دار کو
مرے نبی کے پاس کیا ہے مرتبہ کھجور کا

جب ''کچھ نہیں'' تو پھر کھجور کہاں سے آئے گی؟ ''کچھ نہیں تو اک'' کہنا تھا، اسکے علاوہ شاکر صاحب نے حدیث کا مفہوم ہی الٹ دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''کھجور کا نہیں روزہ دار کا مرتبہ ہے اور وہ بھی ثواب کی خاطر''

رسول سب خطائیں اپنی رب سے بخشوائیں گے
اسی لئے ہے انتظار عرصۂ نشور کا

شعر میں زبردست تعقید معنوی ہے۔مفہوم تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ''رسول اپنی خطائیں بخشوائیں گے'' شاعر یا امت کا تصور نہیں ابھرتا۔اگر ''اپنی'' کی جگہ ''میری'' رکھ دیں تو یہ عیب دور ہو جائے گا۔

اے سبز گنبد نبی گواہ ہے عرش کا مکیں
ملا ہے میری چشم دل کو نور کوہ طور کا

گواہ کا ''ہ'' ساقط الوزن ہے۔شاکر صاحب کی ''چشم دل'' کو کیا واقعی ''کوہِ طور'' کا نور ملا ہے؟ نعت میں اس قسم کی تعلّی درست نہیں ہے اور پھر ستم یہ کہ عرش کے مکیں کو گواہی میں پیش کر رہے ہیں!!

مجھے مئے طہور شاکر آپ خود پلائیں گے
گواہ ہوگا رب دو جہاں مرے سرور کا

مقطع میں بھی تعقید ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ ''شاکر خود پلائیں گے'' یہاں بھی رب دو جہاں کو گواہی میں گھسیٹ لائے ہیں۔

صابر زاہد (دھولیہ۔بھارت) کا امسال عین عید کے روز انتقال ہو گیا۔دوگانہ کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ان کی نعت امام احمد رضاؔ کے سلام کا عکس معلوم ہوتی ہے۔اللہ انکی مغفرت فرمائے۔ آمین!!

دل کی خواہش ہے کہ گل گشت جہاں سے نکلے
دشتِ طیبہ کے کسی خار پہ ٹھہرے جا کر (ص۵۴۰۔ریاض احمد شیخ)

آج سے صدی دیڑھ صدی قبل تک تو نعتوں میں ''دشت طیبہ وخار مغیلاں'' کا ذکر مناسب تھا لیکن اب ''طیبہ۔ جنت ارضی'' بن چکا ہے۔ اسے جو لوگ دشت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہاں خار وخس کی خواہش رکھتے ہیں حماقت کرتے ہیں۔ اسکے ساتھ ہی ''نکلے'' نہیں ''چھوٹے'' چاہئے اور ''خار'' پہ کیوں ٹھہرے؟

طائر روح کا مسکن ہے ریاضؔ احمد
کیسے اغیار کے اشجار پہ ٹھہرے جاکر

ریاضؔ یہاں بہ حیثیت تخلّص استعمال ہوا ہے جو بے محل ہے۔ یہاں ''ریاض'' باغ کے معنی نہیں دیتا اور اگر ریاضؔ۔احمد'' پڑھیں تو سکتہ در آتا ہے۔

دشمنانِ دیں کے لشکر ہوگئے پل میں فرار
ذوالفقار حیدری اس طرح لہراتی کہ بس (ص۵۴۱۔ارسلان احمد)

منقبت کا شعر ہے:

مدحت احمد کہاں اور بے ہنر ارسلؔ کہاں
نعت خود سرکار نے اس طرح لکھوائی کہ بس

ارسلؔ صاحب کیا واقعی یہ ''مدحت'' سرکار ﷺ نے آپ سے لکھوائی ہے؟ یا پھر ''جذبۂ حبّ نبی ﷺ'' نے؟؟ یہاں ردیف بھی نبھ نہیں سکی۔ ''لکھوائی کہ بس'' سے معلوم ہوتا ہے کہ زبردستی لکھوائی ہے۔ ''کہ بس'' کہاں کہاں اور کن کن معنوں میں مستعمل ہے اس کا علم ہونا ضروری ہے۔

جسے دھتکار دے سارا زمانہ
محبّت اس سے شیوہ آپ کا ہے (ص۵۴۴۔حافظ نور احمد)

بھکاریوں، مجرموں اور گناہ گاروں کو دھتکارا جاتا ہے ایسے لوگوں سے محبّت آپ ﷺ کا شیوہ کس طرح ہوسکتا ہے؟

نبی کا نورؔ میری زندگی پر
اجالوں کی طرح پھیلا ہوا ہے

یہاں بھی ''نور'' بطور تخلّص غلط استعمال ہوا ہے۔ نور اور اجالا میں کیا فرق ہے؟ نور اجالوں کی طرح نہیں تو کیا اندھیروں کی طرح پھیلے گا؟؟

یاد کرکے جو مدینہ نہ بہائیں آنسو
ایسی آنکھوں سے تو بہتر ہے کہ نا ہوں آنکھیں (ساجد سعیدی)

''نا'' قافیہ غلط ہے۔ ''نہ'' درست ہے۔

نور کیا نور خدا ہے آپ کا
مرتبہ سب سے جدا ہے آپ کا (ص۵۴۸۔سیّد ضیاء)

''نور کیا'' استعجابیہ یا استفہامیہ ٹکڑا ہے اور دونوں اعتبار سے غلط ہے۔ اس میں ایطاً کا عیب بھی موجود ہے۔ قوافی میں حرف روی ''ضمہ'' کی حرکت سے ہے جبکہ دیگر اشعار ''زیر زبر'' ہوگئے ہیں۔

خطوط میں پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ اور حافظ عبدالغفار حافظ صاحبان کی عروض پر بحث ہم جیسے نو آموزان ادب کے لیے انتہائی کارآمد ہیں۔

کئی جگہ کتابت کی خامیاں ہیں۔مخبون کئی مقامات پر مجنون ہو گیا ہے۔

معز الدین غضنفر مقری (جدہ) کے خط کی درج ذیل عبارت بڑی عجیب وغریب ہے: ''اگر اعلیٰ حضرت کا عقیدہ وحدت الوجود اتنا ہی کفر پہ مبنی ہے تو وحدت الشہود کے عقیدہ پیش کرنے والے شیخ احمد سرہندی اپنی تصنیف میں یہ کیونکر لکھیں کہ وہ اعلیٰ حضرت کے جھوٹے ٹکڑے کھانے والے کے سوا کچھ نہیں۔'' (ص ۶۰۷)

عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ احمد سرہندیؒ، اعلیٰ حضرت کے بعد ہوئے ہیں جبکہ حضرت مجددؒ (پیدائش ۹۷۱ھ۔وفات ۱۰۳۴ھ) اعلیٰ حضرت سے ۴۰۰ سال قبل ہوئے ہیں پھر مجدد صاحب اعلیٰ حضرت کے جھوٹے ٹکڑے کس طرح کھا سکتے ہیں۔

محترمہ طلعت سلیم (برمنگھم) کی معروضات نہایت درست ہیں۔غالباً یحییٰ نشیط صاحب کی توجہ ''کیخسرو'' کی جانب نہیں گئی۔جسے ''کَے'' بھی کہا جاتا ہے۔جیسے جمشید کو ''جم'' کہتے ہیں۔اس لئے انھوں نے ''شان کئی'' پر اعتراض کیا ہوگا۔''قدموں میں جھکنا'' اور ''پیر چھونا'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔معترض (ناقد) کو چاہئے کہ اپنے اعتراض کا ہر پہلو سے جائزہ لے لے تاکہ وہ خود بھی گرفت سے محفوظ رہے۔

اشفاق انجم

۱۔۲۰۰۰ء، کراچی: فضلی سنز، ۲۸۰ص

~~~~~~

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۲۲ موصول ہوا۔اس عنایت اور میرے مضمون ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' کی اشاعت کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' کے مطالعے کے دوران کہیں کہیں نگاہ کو ٹھوکریں اور دل کو ہچکولے سے لگے ممکن ہے یہ ٹھوکریں اور ہچکولے میری کم علمی کے باعث ہوں، اس تحریر کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ان کی نشان دہی یا پھر ناچیز کی اصلاح ہو جائے۔

ابتدائیہ، اظہاریہ بہت خوب ہیں ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ کافی ضخیم اور وقیع ہوتا ہے۔اس لیے اشاعت پر تاخیر کے لیے معذرت جیسا لفظ بے معنی سا لگتا ہے۔

نعت، نہایت مقدس ومحترم صنف سخن ہے لہٰذا اس کی تقدیس وطہارت کا تقاضا ہے کہ مضامین وافکار بھی ایسی ہی صفات کے حامل ہوں، ان کے اظہار کا ذریعہ زبان ہے تو اس کا بھی صحیح اور پاکیزہ وشستہ ہونا لازمی ہے۔اس لیے الفاظ کا انتخاب انتہائی غور وفکر اور احتیاط کا طالب ہے۔اگر ایک بھی نامناسب لفظ در آیا تو وہ ساری شعری فضا کو مکدر کر دیتا ہے۔زبان کے ساتھ فنِ شاعری اور عروض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ یہی شاعری کی اساس ہیں۔مضمون کتنا ہی اعلیٰ ہو، زبان کتنی ہی عمدہ ہو، بیان لاکھ خوب صورت سہی لیکن اگر شعر میں فنی عیب یا عروض کی خامی موجود ہو تو وہ ایک زنگ آلود آئینے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

نعت گوئی کے لیے ان خصوصیات کے علاوہ حقیقت وصداقت کیساتھ سنّت وشریعت، سیرتِ پاک، قرآن وحدیث کا قابل قدر علم اور اس کی پاسداری بھی لازم ہے۔ہمارے اکثر شعرا کا تو یہ حال ہے کہ وہ مدینہ منورہ کی تعریف وتوصیف میں کہے گئے اشعار کو بھی نعت کہتے ہیں۔افسوس ناک امر یہ ہے کہ دیوبندی، بریلوی، سلفی، نجدی جیسے تنازعات بھی نعت میں شامل ہو گئے ہیں جب کہ ان کے لیے اردو میں ایک بہترین صنفِ سخن ''ہجو'' موجود ہے، شعرا ہجو یہ نظمیں نہ کہتے ہوئے اس قبیل کے اشعار نعت میں کہتے ہیں جو مجھے تو مناسب نہیں معلوم ہوتے۔احمد صغیر صدیقی صاحب کی حمد کا مطلع ہے:

پتھروں کو بھی نمی دیتا ہے
ساری توفیق وہی دیتا ہے
~~~~~~

شعر میں ''بھی''، حشو قبیح ہے۔بھی کے معنی ہیں ''نیز۔علاوہ'' اس لیے پتھر کے ساتھ کسی اور نم ناک شے کا ذکر ضروری تھا۔اس کے علاوہ نمی کی بجائے نمو کا محل ہے اور ایک توفیق کے لیے ''ساری'' کا استعمال بھی غلط ہے یہاں ''ایسی یا اس کی'' کہنا تھا:

بے زبانی کو جو دیتا ہے وہ نطق
نغمہ و نغمہ گری دیتا ہے

یہاں ''جو'' کی بجائے ''جب'' کی ضرورت ہے ہاں اگر شعر میں ''وہ'' نہ ہوتا تو جو درست ہوتا۔اسد ثنائی کی نظم تشنگی کا مصرع ''مشیتوں کے کواڑ سرکے'' پڑھ کر ہنسی آ گئی۔شاید اسد صاحب سمجھتے ہیں کہ مشیّت کوئی کمرہ ہے یا کسی کمرے میں رکھی ہوئی ہے اور کواڑ سرکنے پر اس کا نزول ہوتا ہے۔انھیں شاید یہ بھی معلوم نہیں کہ کواڑ کھلتے ہیں سرکتے نہیں اور Sliding Doors میں کواڑ نہیں ہوتے۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مقالہ ''نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' شاید ان کی اوّلین تحریر ہے، ایسا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے اپنی تمام معلومات اسی ایک مقالے میں انڈیل دینے کی سعی فرمائی ہے چاہے وہ موضوع سے متعلّق ہوں یا غیر متعلّق!! وہ لکھتے ہیں:

آرمین زبانوں کے علاقوں میں کسی نبی یا رسول کے (کی) بعثت کے علمی شواہد نہیں ملتے ہیں اس لیے آرمین زبانوں میں نعت کی تلاش تحصیل لاحاصل ہے۔(صفحہ۳۳)

شعیبؔ صاحب نے لسانیات کا مطالعہ ضرور کیا ہوگا لیکن یہاں اس کے ذکر کی کیا ضرورت تھی؟ انھیں اس کا خیال نہیں رہا کہ نعت صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جن انبیا کی بعثت کے ''علمی شواہد'' ملتے ہیں کیا ان کی شان میں نعت کے آثار موجود ہیں؟

شعیبؔ صاحب کے یہ دو اقتباسات بھی ملاحظہ فرمایئے:

شیراز میں اسلام کا شیرازۂ اخلاق بکھر گیا۔ملحدوں، زنادقہ اور صوفیا کی گرم بازاری سب سے زیادہ شیراز ہی میں ہوئی۔(صفحہ۳۷)

فارسی کے نعت گو شعرا دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے باوجود اپنے موروثی مذہب مجوسیت اور وحدۃ الوجود کے شرکیہ عقیدے سے اپنا دامن نہ چھڑا سکے۔ان شعرا میں سرفہرست فریدالدین عطار، جلال الدین رومی اور عبدالرحمٰن جامی کے نام لیے جاسکتے ہیں۔جلال الدین رومی نے اپنی ایک نعت میں اس بات کو ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ رسول عربی کی صورت میں جلوہ گر ہوا۔(صفحہ۳۷)

ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب کی یہ تحریر بتاتی ہے کہ وہ سلفی (اہلِ حدیث) ہیں۔اس جماعت کے لوگ اپنے علاوہ ہر ایک کلمہ گو کو ملحد، زندیق، کافر، مشرک، بدعتی جانتے ہیں۔صوفیائے کرام تو ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں یہ ہر صوفی کو ملحد و مشرک کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے جب کہ سفیان ثوری، حسن بصری، ذوالنون مصری جیسے کئی صوفیائے کرام ہیں جن کی روایتیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔کیا اس وقت صرف شیراز ہی ایسا علاقہ تھا جہاں اسلام کا شیرازۂ اخلاق بکھرا ہوا تھا؟ بقیہ تمام دنیا میں اسلام کا شیرازۂ اخلاق منضبط تھا؟ ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب بتا سکتے ہیں کہ آج کل سعودی عرب سے لیکر ایران، عراق، خلیجی ممالک، پاکستان، بنگلہ دیش جیسے اسلامی ممالک میں اسلامی شیرازۂ اخلاق کی کیا حالت ہے؟ شیراز سے بہتر ہے یا بدتر!!؟ اس کے ذمہ دار کون ہیں علما، اُمرا یا صوفیا اور شعرا؟

مجھے یقین ہے کہ شعیب صاحب نے عطارؔ، رومیؔ، جامیؔ اور شیخ اکبر کا راست مطالعہ نہیں کیا ہے۔سلفی تو اپنے اسلاف کے مقلّد ہیں انھوں نے جو کہہ دیا اس پر آنکھ بند کر کے ایمان لے آئے۔

تصوف اور مشاہدات صوفیہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔تصوف، احسان اور تزکیۂ نفس وقلب کا نام ہے اس کے لیے سنت وشریعت کی پابندی اور درود و ذکر الٰہی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔قرآن وحدیث میں بھی تزکیۂ قلب ونفس کی تاکید موجود ہے جس پر صوفیائے کرام سختی سے عمل پیرا ہیں کیوں کہ روحانیت ومعرفت کا تعلّق قلب سے ہے۔وحی بھی حضور ﷺ کے قلب اطہر پر اُترتی تھی (سر میں نہیں)، اس لیے حضور ﷺ کے قلب اطہر کو حضرت جبرئیلؑ نے دوبار دھویا تھا (دنیا میں ہارٹ سرجری کا یہ پہلا آپریشن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر اس سرجری کے نشانات موجود تھے) اب صوفیا اپنے قلوب کو ذکر الٰہی اور درود شریف سے دھوتے اور منزہ کرتے ہیں۔اسی لیے ان کے آئینۂ قلوب پر وہ اسرار منعکس ہوتے ہیں جن سے بندۂ عقول محروم ہیں۔ اسی لیے صوفیائے کرام کے کلام ان کی معذور عقلوں میں نہیں سماتے اور کفر وشرک کا فتویٰ جاری فرما دیتے ہیں۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ تصوف کتابی علم ہرگز نہیں ہے جو لوگ کتابیں پڑھ کر تصوف کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔تصوف سنت وشریعت کی پابندی کیساتھ پیر طریقت کے بتائے ہوئے طریقے پر درود شریف اور ذکر الٰہی کے اہتمام کا نام ہے۔''وحدت الوجود تصوف ہے نہ وحدۃ الشہود'' تصوف چیزی دیگر است۔شعیب صاحب! جس طرح علمائے سؤ موجود ہیں اسی طرح صوفیا کے بھیس میں بہروپئے بھی ملتے ہیں اگر آپ ان میں تمیز کر سکیں تو آپ کی بہت ساری الجھنیں دُور ہو جائیں گی۔

پروفیسر محمد علی اثر کا مضمون ''دکن میں نعتیہ شاعری'' بڑی محنت سے لکھا گیا ہے اگر انھوں نے کتابیات کی فہرست کے ساتھ دکنی الفاظ کے تلفّظ ومعنیٰ کی مختصر فرہنگ بھی شامل کر دی ہوتی تو ایک عام آدمی کے لیے بڑی آسانی ہو جاتی۔

عزیز احسن صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش''، تحقیق وتنقید کی ایک نئی جہت سے روشناس کراتا ہے، لیکن یہ اچھا نہیں لگا کہ عزیز احسن صاحب بھی مغربی ناقدین کی بیساکھیوں کے سہارے چلتے ہیں پتا نہیں اردو میں Original ناقد کب پیدا ہوں گے جن کے حوالے ہماری آئندہ نسلوں کے لیے مشعل راہ ہوں گے!!

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب، سیّدنا طاہر سیف الدین کے قصیدے ''فضیلۃ محمد رسول اللہ ﷺ'' کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) (سرزمین گجرات) جہاں پر بہت سارے صحابۂ کرام بھی مدفون ہیں۔(صفحہ ۲۸۵) میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ گجرات میں ایک بھی صحابی مدفون نہیں ہے البتہ تابعین کرام ضرور اس کی خاک میں آسودہ ہیں۔

(۲) تمام انبیا ورُسل دنیا میں صرف دینے کے لیے آتے ہیں۔(صفحہ ۲۹۳) اصلاحی صاحب نے ''آتے ہیں'' کی قباحت پر غور نہیں فرمایا۔اس سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ انبیا ورُسل کی آمد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے! انھیں ''آتے/آئے تھے'' لکھنا چاہیے تھا۔

(۳) یہ حقیقت ہے کہ آپ کی ولادت تمام کائنات کے لیے برکتوں اور سعادتوں کا ذریعہ تھی اور رہتی دنیا تک رہے گی۔اُسوۂ رسول ہر عید (عہد) میں ذریعۂ نجات رہا ہے اور آئندہ (بھی) رہے گا۔لیکن اسے عید کا درجہ دینا غیر اسلامی تصور ہے، اسی طرح اس کے لیے اہتمام کرنا، چراغاں کرنا، جشن منانا...خلافِ دین ہے۔(صفحہ ۳۰۵)

اصلاحی صاحب! کیا خوشی منانا غیر اسلامی تصور ہے! کیا اسلام میں عید۔بقرعید پر ہی خوشی منانے کا حکم واجازت ہے؟ کیا اولاد کی پیدائش اور شادی بیاہ پر خوشی منانا غیر اسلامی ہے! سفر حج پر روانگی اور واپسی کے موقع پر گھر سجانا غریبوں کو کھانا کھلانا غیر اسلامی ہے!! ہندوستان اور پاکستان کے جشنِ آزادی کے موقع پر پورے ملک کو سجانے چراغاں کرنے، جلسے جلوس کا اہتمام کرنے کو کسی عالم نے غیر اسلامی قرار نہیں دیا۔ہمارے یہاں ہر سال جمیعۃ العلمائے ہند پورے ملک میں مجاہدین وشہدائے آزادی کی یاد میں جشن آزادی بنامِ ''یادِ محبان وطن'' کا انعقاد کرتی ہے سیکڑوں شہروں

میں شان دار اسٹیج سجائے جاتے ہیں، لاکھوں پوسٹرس اور بینرس لگائے جاتے ہیں، بے اندازہ دولت پھونک دی جاتی ہے یہ سب غالباً اسلامی شعائر ہیں۔ یہی جمیعۃ العلمائے ہند ۲۰ جون ۲۰۱۲ء کو پورے ملک میں ''ریشمی رومال تحریک'' کی پیدائش کا صد سالہ جشن منا رہی ہے۔ شہیدوں کی برسی اور تحریک کی سالگرہ منانا جمیعۃ العلما کے نزدیک اسلامی شعائر میں ہے اور یہی جمیعۃ العلما ''عید میلاد النبی'' کی مخالفت کرتی ہے جب کہ یہی دن اور یہی ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کائناتِ ارض وسماوات کے لیے رحمت ونجات کا باعث ہے جس کے لیڈروں کی سالگرہ اور شہیدانِ وطن کی برسی اور تحریکوں کا جشن منانے والے علمائے کرام مخالفت کرتے ہیں، خدا رحمت کند ایں عاقلان شور طینت را۔

میں نے محسوس کیا ہے کہ اکثر مضمون نگار اور مقالہ نویس جب شعرا پر قلم اٹھاتے ہیں تو وہ ان سے انصاف نہیں کر پاتے کیوں کہ وہ خود فن شاعری اور شعر کے عیوب ومحاسن سے ٹھیک ٹھیک واقفیت نہیں رکھتے کچھ حضرات تو ایسے ہیں جو شعر فہمی کی بھی واجبی ہی سہی صلاحیت رکھتے ہیں جس کی بنا پر وہ حوالے اور مثال میں ایسے اشعار بھی پیش کر دیتے ہیں جن میں زبان وفن کے عیوب واسقام ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب نے علاّمہ احمد یار نعیمی کی ایک طویل نعت پیش کی ہے جس کا یہ شعر:

خوشی میں سب کی کھلی ہیں باچھیں رچی ہے شادی مچی دھومیں
چرند ادھر کھلکھلا رہے ہیں پرند ادھر چہچہا رہے ہیں (صفحہ ۳۱۶)

چرندوں کے تعلّق سے رینکنا، ہنہنانا، ڈکارنا وغیرہ استعمال ہوتے ہیں۔ ''کھلکھلانا'' نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے علامہ کے چار مصرعے اس جملے کیساتھ درج کیے ہیں، ''ایک نعتِ پاک میں چار کے عدد سے کیا ہی مضمون آفرینی کی ہے کہ پڑھ کر دل وجد کرنے لگتا ہے۔ (صفحہ ۳۱۷)

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں
آتش وآب وخاک وباد ان ہی سے سب کا ہے ثبات چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

اس قطعہ میں رُسل انھیں انبیا کو کہا گیا ہے جن پر کتابیں نازل ہوئی ہیں۔ جب کہ رُسل میں ان کا بھی شمار ہوتا ہے جن پر صحائف نازل ہوئے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السّلام، کیا فرشتے صرف چار ہیں؟ اس کے علاوہ دین بھی چار نہیں صرف ایک ہے ''اسلام'' جس کی ابتدا حضرت آدم علیہ السّلام سے ہوئی اور تکمیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہوئی، ''**اکملت لکم دینکم**'' اِسی کا اعلان ہے۔ ''سلسلے دونوں چار چار'' کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا! آتش وآب وخاک وباد سے تخلیق شدہ اشیا تو فانی ہیں انھیں ثبات کہاں؟ یہاں ثبات کی جگہ وجود کا محل ہے۔ چوتھے مصرعے کی ردیف مضمون کے اعتبار سے ''میں'' کی بجائے ''پر'' کا تقاضا کرتی ہے۔

قادری صاحب لکھتے ہیں، ''حضرت مفتی صاحب کے دیوان میں ایک نعت ہندی زبان میں ہے۔ (صفحہ ۳۱۷) انھوں نے جن کو اشعار کہا ہے وہ دراصل نعتیہ دوہے ہیں۔

نازمانک پوری کا شعر:

کوئی کسی کی پرسش احوال کو آتا نہ تھا
تھے آدمی کی شکل میں لیکن سبھی خون خوار تھے (صفحہ ۳۲۶)

'' آدمی کی شکل میں خونخوار؟'' عجیب بات ہے یہاں آدمی کی شکل میں شیطان یا درندے جیسے لفظ کی ضرورت تھی۔

نظمی مارہروی کے یہ اشعار:

میں عشق شہ دیں میں ہوجاؤں فنا اک دن
ہر سو مری شہرت ہو کچھ ایسی کلا لے آ (صفحہ۳۳۱)

عشق رسولﷺ اگر ''شہرت'' کے لیے ہوتو وہ ریا ونمائش ہے۔

اس لیے پڑھتے ہیں ہم سنّی کھڑے ہوکر سلام
ہے یہی سرکار طیبہ سے محبّت کی سند (صفحہ۳۳۱)

سرکارطیبہ سے محبّت کی سند خلوص قلب اور تمام آداب کی رعایت کیساتھ درودوسلام پڑھنا ہے۔کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھنا محبّت کی سند نہیں ہے۔

عزیز احسن صاحب نے صبا اکبر آبادی کے یہ اشعار مثال میں دیے ہیں:

جس کو چاہا اسے قدموں میں ترے ڈال رہا
خود مشیّت بھی سمجھتی تھی ارادہ تیرا (صفحہ۳۳۷)

میں انتہائی ادب سے کہنا چاہتا ہوں کہ نبی کا اپنا کوئی ذاتی ارادہ نہیں ہوتا اس کا ہر ارادہ ہر خواہش، زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ مشیّت کی طرف سے وحی والقا ہوتا ہے۔اس کے علاوہ اولیٰ مصرعے میں ''جس کو چاہا'' میں تعقید ہے کس نے چاہا؟ نبی نے یا اللہ نے!!

پیکر نور ازل ، تکملۂ علم و عمل
نقش بت مثل و بدل، سارے جہاں میں یکتا (صفحہ۳۳۹)

میں سخت حیران ہوں سمجھ میں ہی نہیں آرہا ہے کہ ''پیکر نورِ ازلﷺ'' کو ''نقشِ بت'' کس رعایت سے کہا گیا ہے!!

مٹ رہے ہیں در رسول پہ ہم
زندگی کیسی کام آئی ہے (صفحہ۳۴۱)

شعر میں دو اسقام ہیں اول تو زمانے کا فرق ''مٹ رہے ہیں''، ''کام آئی ہے''، یہاں ''مٹ گئے'' کی ضرورت تھی۔دوم مٹ جانا کے معنی ہیں تباہ ہوجانا، برباد ہوجانا!! اگر مٹ کی جگہ ''سُو'' رکھ دیں تو دونوں اسقام دُور ہوجاتے ہیں۔

بات اس کی اُتر گئی دل میں
تیر گویا کمان پر آیا (صفحہ۳۴۲)

ثانی مصرع ''تیر گویا کمان سے نکلا'' کا متقاضی ہے۔

امان خان دِل کے اشعار:

آپ کا شہر بھی کیا خلد سے کم ہے ہم کو
دشت طیبہ بھی بہ انداز ارم ہے ہم کو (صفحہ۳۵۹)

جس طرح طیبہ کے لیے یثرب کا استعمال غلط ہے اسی طرح میری نگاہ میں جنت کے لیے ''ارم'' کا استعمال بھی غلط ہے کیوں کہ ''جنتِ ارم'' نمرود نے بنائی تھی۔(جس کی حیثیت وحشر اظہر من الشّمس ہے)

جا کے پل میں خدا سے مل آئے
کیا ہی برّاق کی سواری ہے (صفحہ ۳۵۹)

برّاق کے معنی ہیں درخشندہ، چمک دار اور جس سواری پر حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے اس کا نام ''بُراق'' ہے (غیر مشدد) اور اگر شاعر نے برّاق دانستہ استعمال کیا ہے درخشاں کے معنی ہیں تو پھر ''کی'' حشو قبیح ہے۔

آیا ہوں ذوق و شوق سے کہنے سلام دلربا
جرأت کہاں سے لاؤں میں یا صاحب خیرالوریٰ (صفحہ ۴۲۷)

یہ سلام دل رُبا کیا ہوتا ہے؟ سلام کہنے میں جرأت کا سوال کہاں اُٹھتا ہے؟

پروفیسر قیصر نجفی نے ستیہ پال آنند کی نظم ''پیغام رساں'' پر عقیدت سے پُر مضمون قلم بند کیا ہے۔ اس نظم کی اساس شاعری وہ خواب ہے جس میں اسے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

نجفی صاحب لکھتے ہیں: ہمارے خیال میں خواب ہو یا بیداری، جو انسان کے بطون ذات ہوتا ہے وہی متشکل ہو کر افکار و خیالات یا اعمال و افعال کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ ستیہ پال آنند کا خواب ان کے اندر کی حقیقت و ماہیئت اور درونی احوال کا کاشف ہے۔ (صفحہ ۳۶۴۔۳۶۵)

حال ہی میں بہ حالت خواب حضور ﷺ کو نزول وحی کے عالم میں دیکھنا (جس عالم میں غالبًا آپ کو کسی نے نہیں دیکھا) ان (ستیہ پال آنند) کا ایک منفرد اختصاص ہے۔ (صفحہ ۳۶۵)

غیر مسلموں کا خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونا کوئی تعجّب خیز بات نہیں ہے کہ آپ ﷺ رحمت للعالمین اور تمام بنی آدم کے ہادی اور رسول ہیں۔ اس لیے غیر مسلموں کے لیے ضروری ہے کہ وہ علمائے اسلام سے تصدیق کر لیں کہ جسے انھوں نے خواب میں دیکھا اس کا حلیہ حضور ﷺ کے حلیۂ مبارک کے مطابق ہے یا نہیں۔ اگر ستیہ پال آنند نے ایسا کیا تھا تو ٹھیک ورنہ ان کا خواب مشتبہ سمجھا جائے گا۔ ''البدایۃ والنہایۃ''، ''ابن کثیر'' میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

انٹرنیٹ پر ایک کتاب ہے ''اسلام سموئیل''۔ سموئیل ایک پادری تھے انھوں نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ انھوں نے حدیث کی کتابوں میں حضور ﷺ کا حلیۂ مبارک تلاش کیا اور جب تمام نشانیوں کو خواب میں دیکھی ہوئی ہستی کے مطابق پایا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ اس حوالے سے مجھے حیرت ہے کہ ''پیغام رساں'' کا شاعر اب تک ''ستیہ پال آنند'' ہی ہے!!

''نعت شناسی'' کا سلسلہ بھی بہت خوب ہے جن شعراء تک ہماری رسائی نہیں ہے وہ اس کے ذریعے ہم تک پہنچ رہے ہیں۔ لیکن اس تعلّق سے عرض خدمت ہے کہ بعض مضمون نگار و مبصّرین اپنے مضامین میں عیب دار اشعار بھی درج کر دیتے ہیں جن کی بنا پر مضمون کمزور اور شاعر کی فن کاری مشکوک ہو جاتی ہے، مثلاً پروفیسر اکرم رضا نے ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی میں یہ ایک شعر درج کیا ہے:

وفورِ جذب سکینت بتا رہی ہے ریاضؔ
یہ نعت بھی مری صلی علیٰ قبول ہوئی (صفحہ ۳۷۸)

''وفور'' مذکّر لفظ ہے اس لیے بتا رہی کی بجائے ''بتا رہا ہے'' چاہیے۔
اسی طرح بعض شعرا کے اشعار بھی محل نظر ہیں، مثلاً گوہر ملسیانی:

کسی بھائی کی دل زاری نہ کیجیے
مرے آقا نے یہ سب سے کہا ہے (صفحہ۴۲۶)

''دل زاری'' بے معنی ترکیب ہے یہاں دل آزاری کا محل ہے۔ زاریدن یعنی رونا، گریہ کرنا اور آزاردن یعنی تکلیف دینا، رنج پہنچانا۔

مرے ہر نفس میں ہے مصطفیٰ، مرے دل پہ ان کا نزول ہے
مری زندگی بھی رسول ہے مرے بندگی بھی رسول ہے (صفحہ۴۲۷)

کیا حضورﷺ کا کسی جگہ، مقام پر نازل ہونا ثابت ہے؟ چاہے وہ دل میں کیوں نہ ہو!! ثانی مصرعے میں ''مری زندگی بھی رسول ہے'' تو ٹھیک ہے لیکن ''مری بندگی بھی رسول ہے'' سے کیا مراد ہے؟

یہ جواہرات یہ سیم و زر، نہ اُٹھے گی ان کی طرف نظر
میں ہوں بادشاہ نصیب کا مرے پاس عشق رسول ہے

''میرے پاس عشق رسول ہے'' کیا عشق رسول کوئی مادی شئے ہے جسے اپنے پاس رکھا جاسکے؟ ''مرے پاس'' کی بجائے ''مرے دل میں'' کہتے تو بہتر ہوتا۔

چاند ٹوٹا کبھی سورج پلٹا
بات جو تونے کہی ہو کے رہی (مسعوداختر،صفحہ۴۳۸)

چاند ''ٹوٹا'' نہیں تھا دو ''ٹکڑے'' ہوا تھا نیز حضورﷺ نے ''کہا نہیں تھا'' صرف ''اشارہ کیا تھا۔''

جانِ بہار، جانِ جہاں، جانِ انجمن
جن کے ورودِ پاک سے عالم چمن چمن (خالد بخاری،صفحہ۴۳۹)

حضورﷺ کے لیے ایسے القاب استعمال کرنا درست نہیں جو ''معشوقِ ارضی'' کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ مصرعۂ اولیٰ میں ''جان'' کی بجائے ''روح'' استعمال کرنے میں کیا قباحت تھی؟

میری بینائیاں عرش سے جا ملیں
دیدہ ور آئینہ دیکھتے رہ گئے (ریاض ندیم نیازی،صفحہ۴۶۱)

شعر کی بے معنویت سے الگ ''میری'' کے ساتھ ''بینائیاں'' کا استعمال غلط ہے صرف بینائی استعمال ہوتا ہے۔

مظہر صدیقی صاحب کی نظم میں بھی کئی خامیاں ہیں۔

عرب کی سرزمیں تپتے ہوئے پیتل کی صورت تھی
وہ دن کی روشنی میں ہول ناک آتش کی مورت تھی (صفحہ۴۹۳)

میرے علم کے مطابق دورِ جہالت میں ''پیتل'' کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ البتہ ''تانبے'' کا ذکر روایات میں موجود ہے کہ قیامت میں جب سورج سوا نیزے پر آئے گا تو زمین تپ کر تانبے کی طرح سرخ ہوجائے گی۔ علاوہ ازیں روشنی میں تپش نہیں ہوتی اس لیے ''ہول ناک آتش'' کا استعمال درست نہیں ہے۔ نیز ''سرزمیں'' کو ''آتش کی مورت'' کہنا بھی غلط ہے۔ آج تک کسی نے زمین کو مورت سے تشبیہ نہیں دی ہے۔

سیاہی رات کی جب اپنی چادر لہلہاتی تھی
گناہوں کے نہ جانے کتنے دفتر کھول جاتی تھی

چادر پھیلانا، چادر بچھانا، چادر اوڑھنا تو محاورے ہیں لیکن چادر کے ساتھ لہلہانا کا استعمال آج تک دیکھنے میں نہیں آیا۔

لٹیرے شیر تھے اس ریگ کے تپتے کچھاروں میں
نقب زن گدھ کی صورت پھر رہے تھے ریگزاروں میں

ریگستان میں کچھار نہیں ہوتے، دریا کی ترائی کو کچھار کہتے ہیں:

یہاں انسان خود انسانیت سے نا شناسا تھا
تباہی اس کی منزل تھی تنزل اس کا منشا تھا

''ناشناسا'' غیر فصیح ہے نا آشنا کہتے ہیں۔ قافیہ بھی ناموزوں ہے۔ منشا یعنی مرضی، خواہش، کوئی اپنی منشا سے تنزل نہیں چاہتا۔ یہاں توشہ جیسا کوئی قافیہ ہونا چاہیے تھا۔

رذالت، ظلم، حق تلفی، جہالت اس کا شیوہ تھا
غرض ہر اک قدم تخریب کا ہی پیش خیمہ تھا

''تلفی'' کا ''ل'' ساکن نظم کیا گیا ہے۔ جب کہ اسے متحرک ہونا چاہیے تھا۔ (غلطی ہائے مضامیں مت پوچھ) اصل لفظ تلَف ہے۔

چلی باد صبا کچھ ایسے فاراں کی چٹانوں سے
گلابوں کی مہک آنے لگی صحرائی خاروں سے

''فاراں'' پہاڑ ہے چٹانوں کا مجموعہ نہیں! ''صحرائی خاروں'' کی بجائے ''صحرا کے خاروں'' کا محل ہے۔

یہ اس معمارِ اعظم ہی کی سب تعمیر لگتے ہیں
جنھیں خیر البشر کے نام سے ہم یاد کرتے ہیں

''تعمیر لگتے ہیں'' شکیہ صیغہ ہے شاید شاعر کو یقین نہیں ہے کہ یہ سب واقعی ''خیرالبشر'' کی تعمیر ہیں؟

شاعر کے لیے ضروری ہے کہ تلازمات لفظی ومعنوی پر خصوصی توجہ دے۔ ریاض حسین چودھری کی نعت:

درِ حضور سجا طشت روشنی کا ہے
چراغ بانٹنا منصب مرے نبی کا ہے (صفحہ ۴۹۵)

طشت روشنی کا ہے تو روشنی، نور بانٹا جائے گا یا چراغ؟

خزاں کا کب ہے مدینے میں داخلہ ممکن
ہر ایک پھول یہاں حسن دائمی کا ہے

خزاں، بہار، سردی، گرمی، بارش، کا چکر نظام قدرت ہے زمین کا کوئی خطہ ان سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اگر کہیں صرف ایک ہی موسم مستقل ہوگا تو نظام زندگی میں خلل واقع ہوگا۔ شعر میں نہ رمز وکنایہ ہے نہ استعارہ! پھول کا ذکر ہے تو اس کا مرجھانا فطری ہے۔ ثانی مصرعے کی نثر کریں تو یوں ہوگی۔ ''ہر ایک پھول یہاں دائمی حسن کا ہے'' کیا یہ عبارت درست ہے؟

مرے نصیب کا کیا پوچھتے ہو ہم سفرو
مرے نصیب میں موسم ثنا گری کا ہے

حمد وثنا کا کوئی موسم نہیں ہوتا۔شعر میں ''ہم سفرو'' بھی حشو ہے۔ہاں اگر موسم کی بجائے ''توشہ'' رکھ دیں تو ہم سفرو بھی نبھ جائے گا اور موسم کی قید بھی ختم ہو جائے گی۔

فقیہہ شہر کو چیخیں سنائی کیا دیں گی
حضور، دور مسلسل یہ بے بسی کا ہے

بے چارہ فقیہ،فتویٰ دینے کے سوا کیا کرسکتا ہے؟ یہ بادشاہ یا حاکم تو ہے نہیں!! اگر ''امیر شہر'' بھی کہہ دیتے تو بات بن جاتی۔

شاہ محمد سبطین کے یہ مصرعے بھی محل نظر ہیں:

(۱) کر کے وضو جو میں نے پڑھا اُسوۂ نبی (۲) اے دوست پڑھ کے دیکھ ذرا اُسوۂ نبی (۳) جس شخص نے ادب سے پڑھا اُسوۂ نبی

اسوۂ نبی کون سی کتاب ہے؟ یہ قرآن سے کنایہ ہے تو عرض ہے کہ قرآن کو ''قرآن حکیم''، ''فرقان مجید''، اُم الکتاب تو کہا جاتا ہے۔لیکن اسے ''اسوۂ نبی'' آج تک کسی نے نہیں کہا۔قرآن شریعت الٰہی اور قانون حیات ہے اور اسوۂ نبی اسی شریعت اور قانون کی کامل پیروی کا نام ہے۔شاید شاہ صاحب نے حضرت عائشہ صدیقہ کی مشہور روایت ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا'' کی بنا پر قرآن کو اسوۂ نبی کہہ دیا ہے جو مناسب نہیں ہے کیوں کہ خلفائے راشدین،صحابۂ کرام اور بیش تر اولیائے امت کی زندگیاں بھی قرآن وسنّت کی پیروی کا بہترین نمونہ ہیں۔

فضل خدا سے اس کے مقدر سنور گئے
قسمت سے جس نے اوڑھ لیا اسوۂ نبی

شعر میں واحد جمع کا عیب ہے ''اس کے''،نہیں ''ان کے'' چاہیے نیز ''جس'' کی بنا پر اولیٰ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا۔''فضل خدا سے اس کا مقدر سنور گیا'' اور اسوۂ نبی کوئی چادر نہیں ہے جسے اوڑھ لیا جائے۔

سبطین کو جہان میں دونوں عزیز ہیں
وہ اسوۂ رسول ہو یا اسوۂ نبی

مقطع میں زبردست تعقید معنوی ہے۔ثانی مصرع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اور نبی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں اور دونوں کا اسوہ شاہ صاحب کو عزیز ہے۔

ماجد خلیل صاحب کا شعر:

تمثیلاً دیکھ خلد دوزخ
تفصیلاً ہمیں بتانے والا (صفحہ۵۰۳)

شاید ماجد صاحب ''معراج روحانی'' کے قائل ہیں جب کہ صحیح احادیث موجود ہیں کہ حضور ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی تھی۔

مقصود احمد تبسّم صاحب نے زمین تو اچھی تلاش کی ہے مگر اسے نبھا نہیں سکے ان کے یہاں ایسے اشعار بھی موجود ہیں:

وجاہت اس قدر جیسے کسی سردار سر کا ہو
لئیق تاجدار و شان و شوکت ہے سرِ اقدس (صفحہ۵۰۸)

اس شعر میں سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سر اقدس کو ''کسی سردار کے سر سے تشبیہ دی گئی ہے'' جب کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیا

اور انس وجاں کے سردار ہیں۔ ''لئیقِ تاجدار'' کی ترکیب بھی بے محل ہے۔ ''لئیقِ تاج'' چاہیے تھا۔

یہاں بالیدگی ہوتی رہی موئے مبارک کی
زمانے بھر میں یکتا کشتِ قدرت ہے سرِ اقدس

حضورﷺ کے سرِ اقدس کو ''کشتِ قدرت'' کہنا کہاں تک مناسب ہے؟ کیا سرِ اقدس بالوں کی کھیتی ہے؟ بال تو ہر ایک سر پر قدرتاً اگتے اور بالیدگی پاتے ہیں۔ تو کیا یہ کشتِ قدرت کی بجائے کشتِ آدم ہیں؟ حضورﷺ کی ذات اطہر واقدس کی بنا پر آپ کے گیسوؤں کو موئے مبارک کہا جاتا ہے۔ ہم جیسے انسانوں کے بال صرف بال کہے جاتے ہیں۔

نمازِ عصر واروں گا ادب ملحوظِ خاطر ہے
مری آغوش میں مائل بہ شفقت ہے سرِ اقدس (صفحہ ۵۰۹)

''تلمیح کے بیان کا بھی ایک قرینہ ہوتا ہے۔ تبسّم صاحب نے ''میری آغوش میں'' کہہ کر حضرت علی کے واقعہ کو خود سے منسوب کر لیا ہے۔ حضرت علیؓ کے دل میں یہ خیال تک نہ تھا کہ وہ نمازِ عصر وار دیں گے۔'' بلکہ نماز قضا ہو جانے کے خوف سے آپؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جو رخسارِ اقدس پر ٹپکے اور آپﷺ کی آنکھ کھل گئی۔

عوام الناس کہتے ہیں احد میں ایک پتھر پر
زیارت کے لیے نقشِ محبّت ہے سرِ اقدس

نعوذ باللہ! اس شعر سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''اُحد میں ایک پتھر پر سرِ اقدس بطورِ نقشِ محبّت زیارت کے لیے رکھا ہوا ہے۔''

جو سر سرداری کے شایان ہے ابراہیم بیجوری
وہ ذہنی تقویت کی بھی علامت ہے سرِ اقدس

یہ ابراہیم بیجوری کون صاحب ہیں؟ سرداری کے شایان کون ہے ''جو سر'' یا ''سرِ اقدس''؟

چراغِ مدحتِ آقا منڈیرے پر رکھا ہے
مودّب ہوگئی سرکش ہوا الحمدللہ (نور محمد جرّال، صفحہ ۵۱۲)

''چراغ مدحت آقا'' کس شکل وصورت کا ہوتا ہے؟ منڈیرے شاید مقامی زبان ہے ورنہ ''منڈیر'' یا ''منڈیری'' کہا جاتا ہے۔

خجل ہو قوم عمل پر تو مہربان ہو رب
ہر آنکھ فرطِ ندامت سے خوں میں تر ہو جائے (عزیز احسن، صفحہ ۵۱۲)

عمل نیک بھی ہوتا ہے اور بد بھی!! اس لیے یہاں عمل کی تخصیص ضروری معلوم ہوتی ہے۔

سیّد صاحب! میں نے ''نعت رنگ'' ۲۲ کی مشمولات میں جو کچھ بھی پایا محسوس کیا، اسے بلا مبالغہ بیان کر دیا میرا مقصد کسی کی تنقیص وتضحیک ہرگز نہیں ہے۔ معاملہ چوں کہ نعت اور حضورﷺ کی ذاتِ اقدس کا ہے اس لیے ضروری خیال کیا کہ جو عیوب ونقائص نظر آئے ان کی نشان دہی کر دوں، ممکن ہے مجھے بھی کہیں شعر فہمی میں غلطی ہوگئی ہو اس لیے قارئین ''نعت رنگ'' سے رہنمائی کا خواہش مند ہوں۔

اشفاق انجم

۲/اکتوبر ۲۰۱۶

سید صاحب! اس مرتبہ کمپوزنگ کی بے شمار خامیاں در آئی ہیں جو سلور جبلی نمبر کو داغ دار کر رہی ہیں، خود میرے مضمون میں (جو میں نے DTP شدہ ارسال کیا تھا) Re-setting کے وقت آپ کے کمپوزر نے جانے کیا کیا کہ اشعار کی شکلیں ہی بدل گئی ہیں، مجھے یقین ہے اب تک قارئین نعت رنگ کے کئی خطوط اس تعلّق سے موصول ہو چکے ہوں گے۔ اب اس کی تصحیح کس طرح ہو یہ آپ جانیں!!

ابتدائیہ ہمیشہ کی طرح بے حد جاندار ہے۔ محترم مبین مرزا صاحب نے بڑی جگر کاوی سے کام لیا ہے مقالہ نہایت فکر انگیز ہے۔ ان کی تمام باتوں سے متفق ہوں سوائے غیر مسلم شعراء کی نعت گوئی کے! یہ بھی سچ ہے کہ ان میں سے بعض نے بڑی عمدہ شاعری کی ہے لیکن نبی کریم ﷺ سے عقیدت و محبّت اپنی جگہ اور آپ کی رسالت پر ایمان لانا اپنی جگہ!! جب تک رسالت پر ایمان نہ لایا جائے گا یہ صرف ''شاعری'' ہی کہلائے گی۔ (علامہ اقبال کی نظمیں رام، کرشن، نانک بھی اسی ذیل میں آتی ہیں۔) غیر مسلم خصوصاً ہنود ''کلکی اوتار'' کے آج بھی منتظر ہیں جس کا ذکر ان کی مقدس کتابوں میں موجود ہے، ان میں سے بیشتر تو اس پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ''کلکی اوتار'' کوئی اور نہیں حضرت محمد ﷺ ہی ہیں۔ اس لئے ہنود کی اکثریت آپ کو ''آخری رسول'' نہیں ''آخری اوتار'' کی حیثیت سے جانتی اور عقیدت و محبّت رکھتی ہے۔ فاروق ارگلی صاحب کا مضمون ''اردو کے سکھ نعت گو شعراء'' بھی اسی قبیل سے ہے۔ سکھوں کے یہاں وحدانیت تو ہے لیکن ''اقرارِ رسالت'' نہیں ہے اس لئے ان کی نعت گوئی ہنود سے بہتر ''تقدیسی شاعری'' کے زمرے میں آتی ہے۔

محترم مبین مرزا صاحب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ''تیری معراج'' والا شعر پنڈت نور بہار لکھنوی کا نہیں ''کرشن بہاری نورؔ لکھنوی'' کا ہے اور نورؔ صاحب ایسے طبقے سے تعلّق رکھتے تھے جن میں آج تک کوئی پنڈت نہیں ہوا اور نہ آگے اس کا کوئی امکان ہی ہے۔

مرزا صاحب نے غالبؔ کے دو اشعار ''ورق تمام ہوا۔۔۔ بوسے مری زباں کیلئے'' کو نعتیہ اشعار کے طور پر درج کیا ہے جب کہ یہ نواب تجمل حسین خاں کی شان میں لکھے گئے قصیدے کے اشعار ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> ''ابوالخیر کشفی نے بالکل ٹھیک کہا ہے ان شعروں کی بابت کہ بے چارے تجمل حسین خاں ان کا مصداق کب ہو سکتے تھے۔ اسی لئے ہمارا اجتماعی ذوقِ شعری ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے آیا۔'' (ص ۲۴)

یہاں سوال یہ اٹھتا ہے کہ غالبؔ اور دیگر عربی، فارسی اور اردو کے قصیدہ گویوں نے اپنے اپنے ممدوحین (بادشاہ و امراء) کے تعلّق سے جو کچھ کہا ہے کیا وہ واقعی ان کے مصداق ہیں؟ دور کہاں جائیے غالبؔ اور ذوقؔ نے ''بہادر شاہ ظفر'' کی شان میں جو کچھ کہا ہے کیا ظفرؔ اس کے مصداق تھے؟ غالبؔ نے جتنے بھی قصیدے لکھے (سوائے حضرت علیؓ کے) تمام کا مقصد صرف حصولِ زر تھا اور کچھ بھی نہیں۔ غالبؔ کی نظر میں اپنی مطلب برآری کے سوا کسی چیز کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ انھوں نے گدھے کو گھوڑا کہنے میں بھی عار محسوس نہیں کیا ملکہ وکٹوریہ کی شان میں لکھے گئے قصیدے پر جب انھیں کوئی ''دکشنا'' نہیں ملی تو وہی قصیدہ معمولی ردّ و بدل سے نواب واجد علی کے نام منسوب کر کے لکھنؤ بھیج دیا اور مبلغ دو سو روپے پائے!!

اس لئے ناچیز ''زباں پہ بارِ خدایا'' والے شعر کو نعت کا شعر تسلیم نہیں کرتا، قارئین سے بھی التماس ہے کہ شاعر اپنے شعر کو جس عنوان سے پیش کرتا ہے اسے اسی کے تحت دیکھنا چاہیے۔ ساحرؔ لدھیانوی کا مشہور نغمہ ہے ''لاگا چنری میں داگ چھپاؤں کیسے'' کو سن کر اگر کوئی ساحرؔ کو صوفی جان کر حضرت امیر خسروؒ کی صف میں لا بٹھائے تو اسے کیا کہیں گے!؟

اس جگہ راقم الحروف نعت رنگ کے مقالہ نگاروں سے خاص طور پر درخواست کرتا ہے کہ:

'' آپ اپنے مقالات ومضامین میں جو اشعار (کسی بھی حیثیت سے) پیش کرتے ہیں تو اس کے حسن وقبح پر بھی نظر ڈال لیا کریں تو بہتر ہوگا کیوں کہ مقالات میں عیب دار اشعار بڑے کریہہ المنظر نظر آتے ہیں۔''

مرزا صاحب کے پیش کردہ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

یہ کون سوچ پہن کر گیا ہے سوئے فلک — کہ جس کا چاند پہ نقش قدم سا لگتا ہے (ص۲۴)

یہ ''سوچ'' کیسا اور کس قسم کا لباس ہے میرے تو پلّے نہیں پڑا؟ نیز سوچ پہن کر جانے سے ''چاند پر نقش قدم سا لگنے'' میں کیا علاقہ ہے؟

کاش یہ میری جبیں اور نقش پائے مصطفیٰ — صرف روزِ حشر تک ہو جائیں سا کن ساتھ ساتھ (ص۲۷)

مطلب نقش پائے مصطفیٰ پر سجدہ!! وہ بھی صرف روزِ حشر تک، اس کے بعد؟ ''صرف'' حشو بھی ہے۔

ہم بھی آپ کی امت ہیں، ہم بھی آپ سے بیعت ہیں — اس خوش اقبالی پر اتنا کم ہے جتنا ناز کریں (ص۳۸)

اُمت ہیں؟ یا اُمت میں ہیں یا اُمتی ہیں؟ پاکستان میں تو تصوف کی روایت بڑی مضبوط ہے۔ شاعر کو کسی سالک یا پیرِ طریقت سے معلوم کر لینا چاہئے تھا کہ ''بیعت'' کس سے اور کس طرح کی جاتی ہے! میرے علم کے مطابق بیعت صرف باحیات مرشدین سے ہی کی جاسکتی ہے۔

نعت محبوبِ خدا لب پہ مرے آئی ہے — میں نے لکھی نہیں سرکار نے لکھوائی ہے (ص۳۹)

کیا یہ واقعہ ہے؟ اول تو لب پہ آنے کو لکھنا نہیں کہتے، دویم کیا سرکار ﷺ نے بہ نفس نفیس تشریف لا کر شاعر صاحب سے نعت لکھنے کی درخواست کی تھی؟

نخل صحرا کی طرح خشک ہوں، وہ ابر کرم — مجھ پہ برسے تو مجھے برگ وثمر جائے (ص۳۹)

کیا صحرا میں ''نخل خشک'' اُگتے ہیں؟ شعر میں ''صحرا کی طرح'' حشو ہے اس کے بغیر بھی معنی مکمّل ہیں۔ ''نخل خشک ہوں وہ ابر کرم'' نیز اس میں واحد جمع کا نقص بھی ہے ''برگ وثمر مل جائیں'' کہیں گے۔

سید صاحب! ''اپنی بات'' کے عنوان سے آپ نے بڑی عمدہ باتیں کہی ہیں لیکن آپ نے بھی چند شعر ایسے پیش کئے ہیں جن میں کوئی نہ کوئی نقص موجود ہے مثلاً ذوقؔ کا یہ مصرع،

''یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے''

اس میں شکست ناروا کا ایسا عیب موجود ہے جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہے ''لوٹنے'' کی تقطیع کی جائے تو ''ٹ'' متحرک (مفتوح) ہو جاتا ہے۔

جلوۂ روئے محمد کا ہے واصف طارقؔ — اس کی تربت میں اُجالے ہی اُجالے ہوں گے (ص۶۰)

اس سے صرف نظر کرتے ہوئے کہ ''جلوۂ روئے محمدؐ'' کے وصف سے قبر میں اُجالا ہوگا یا نہیں! شعر میں ''اُجالے ہی اُجالے ہوں گے'' غیر فصیح ہے۔ فصحائے زبان نے ہمیشہ ایسے مواقع پر ''اُجالا ہی اُجالا ہوگا'' استعمال کیا ہے۔

جو تجلّی منور مرے دل میں تھی — وہ پس مرگ شمع لحد ہو گئی (ص۶۲)

غزل میں تو قبر اور مرنے کے بعد حشر کے حالات کا بیان کسی طرح قابل اعتراض نہیں ہے لیکن نعت میں مرنے کے بعد قبر کے حالات اور حشر میں شفاعت وکامیابی جیسی باتیں قطعی نامناسب ہیں۔ شاعر کے دل میں کون سی یا کیسی تجلّی تھی جو پس مرگ شمع لحد ہوگئی؟ ''شمع لحد یا چراغ مزار'' تو تعویذ قبر کے ساتھ بنے ہوئے طاقچے میں روشن کرتے ہیں جس کی روشنی قبر میں جانا تو ممکن نہیں ہے!! شعر سے یہ بھی نہیں کھلتا کہ ''شمع لحد'' اوپر روشن ہوئی ہے یا قبر کے اندر!؟ صفحہ ۸۷ پر صرف ایک شعر درج ہے:

جادۂ حق نہ ملے،اس کے وسیلے کے بغیر　　　　جوملاتی ہے احد سے، ہے وہ سرحد،احمد

معاف کیجئے گا،''سرحد'' ملاتی نہیں''جدا'' کرتی ہے۔دوملکوں کوایک دوسرے سے جدا کرنے والی درمیانی لکیر(علامت) یا حد یا حد فاصل،کوسرحد کہتے ہیں۔

ڈاکٹرمعین الدین صاحب کا مقالہ ان کے سابقہ مقالات کی طرح نہایت عمدہ اورفکرانگیز ہے۔پی ایچ ڈی کے لئے تحریر کئے گئے مقالات کے تعلّق سے ڈاکٹر صاحب نے جس تشویش کا اظہار کیا ہے ناچیز بھی ان کی تائید کرتا ہے۔کالجوں میں (ہمارے یہاں) پرنسپل شپ کے لئے Ph.D اور لکچررشپ کے لئے NET (نیشنل ایلی جبلیٹی ٹیسٹ) لازمی ہونے اور تنخواہ کے اسکیل میں زبردست اضافے کے سبب کالج اساتذہ کسی نہ کسی صورت ڈگری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ہمارے یہاں تو بعض اہل قلم ایسے بھی ہیں جو بیگاری پر یہ کام کرتے ہیں یعنی Ph.D کے مقالات لکھ کرروزی کمارہے ہیں،بعض گائیڈ ایسے ہیں جن کے پاس تیار مقالات موجود ہیں بس اسکالر اپنا رجسٹریشن ان کے انڈر کروالے اور معاوضے کی رقم پیشگی ادا کر دے بقیہ کام وہ خود سنبھال لیں گے یہاں تک کہ Viva بھی فکس ہوجاتا ہے۔

شخصی مقالات میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔خاص طور پر اس وقت جب کہ وہ حیات ہوں تو صاحب موضوع خود شاندار مقالہ تحریر فرما کر اسکالر کی مشکل آسان کردیتا ہے۔(راقم جب پونہ یونیورسٹی،اب ساوتری بائی پھلے پونے یونیورسٹی میں اردو، فارسی اور عربی بورڈ آف اسٹڈیز کا چیئرمین تھا تب یہ تجویز پاس کی تھی کہ ''زندہ شخصیات'' پر Ph.D کا رجسٹریشن نہیں کیا جائے گا اور اب تک یہ قانون جاری ہے۔)

ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا مقالہ ''برسبیل نعت۔الفاظ وتراکیب'' نعت گویوں کے لئے دعوتِ عمل تو ہے لیکن جب شاعر الفاظ وتراکیب کو اشعار میں ''فٹ'' کرنے لگتا ہے تو جذبہ وتاثیر کہیں گم سے ہوجاتے ہیں اور شعر الفاظ وتراکیب کا گورکھ دھندہ بن کر رہ جاتے ہیں ''آمد'' کی کیفیت ختم ہوجاتی ہے اور آورد ہی آورد رہ جاتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے نظریئے کی تائید میں جتنے بھی اشعار پیش کئے ہیں سب کے سب بے کیف ہیں۔

ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ ''نعتیہ ادب کی تخلیق،تنقید اور تحقیق کے تلازمات'' بہت ہی عمدہ ہے۔انھوں نے جس طرح تلفّظ،معنی،عروض اور اسلوب پر شعراء کی گرفت کی ہے اسی طرح نعت رنگ میں اشاعت کے لئے موصول ہونے والی شعری تخلیقات پر بھی نگاہ ڈالتے رہیں تو بہت سارے خاروخس پہلے ہی صاف ہوجایا کریں۔مجھے ان کے ان جملوں سے بڑا مزہ آیا:

(i) یہ عیب اصوات کے ادغام کی وجہ سے بہت سنگین ہوگیا ہے۔(ii) صل علیٰ محمد کہنے سے بات بنتی ہے لیکن بعض شعراء یہ جانے بغیر ایک مجہول فقرہ صل علیٰ ہی لکھتے ہیں۔ستم تو یہ ہے کہ بعض شعراء اسی مجہول فقرے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم گرامی سمجھتے ہیں۔(iii) شعر انتہائی رکیک اور متبذل ہے۔(iv) قمر جلالوی کے شعر پر ہلال جعفری نے جو تین مصرعے لگائے ہیں وہ معراجیہ ادب میں انتہائی رکیک شعر ہے۔حیرت ہے کہ تضمین نگار نے اس مبتذل شعر کی تضمین کردی۔

غلط اشعار خصوصاً نعتیہ اشعار پر اسی طرح سختی سے گرفت کرنی چاہئے،تاکہ شعراء غزل کی طرح نعت میں بے راہ روی کا شکار نہ ہوں۔اور انھیں یہ خوف رہے کہ کچھ لوگ آج بھی قلم کو نشتر کی طرح استعمال کرنا جانتے ہیں۔

کاشف عرفان صاحب کے مقالے ''اردو نعت نگاری پر مابعد جدیدیت کے اثرات'' میں اپنا ایک شعر دیکھ کر ایک خوشگوار جھٹکا سا لگا کیوں کہ میں آج بھی ''مابعد جدیدیت کا فلسفہ'' سمجھنے سے قاصر ہوں، بہر حال کاشف صاحب کا شکر یہ کہ انھوں نے میرے یہاں بھی مابعد جدیدیت کی نشاندہی فرمائی۔کاشف صاحب نے بھی اپنے مقالے میں کئی عیب دار اشعار نقل کئے ہیں۔

اورنگِ سلیماں کیلئے رشک کا باعث　　　اے سید کونین ترے در کی چٹائی (ص١٠٤)

''اورنگ سلیماں'' کوئی جاندار شئے نہیں ہے کہ اس میں رشک وحسد کا جذبہ کارفرما ہو!! دیگر ''چٹائی'' گھر کے اندر بچھائی جاتی ہے، در پر پا تختہ (پائدان) بچھاتے ہیں۔

ملی ہے اس لئے خلعت کہ میں نے زیرِعبا　　　چلا تھا گھر سے تو شمشیر بھی پہن لی تھی (ص١٥٦)

شمشیر اگر کسی قسم کا لباس ہے تو ٹھیک ہے ورنہ یہ تو کمر سے باندھی جاتی ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ شاعر نے شمشیر ''زیرِعبا پہن لی تھی! شاید زیرِجامے کی طرح!! ایک بات اور کیا صرف شمشیر پہن لینے سے خلعت مل جاتی ہے؟ درج ذیل اشعار کی واقعیت، حقیقت اور تعلّی پر کیا کہا جاسکتا ہے:

لیل ونہار آپ کے در کے طواف میں　　　لوح وقلم ہے آپ کی مدحت کا آئینہ (ص١٥٦)

''ہے'' اگر کتابت کی خامی نہیں ہے تو اسے ''ہیں'' ہونا چاہئے۔

میں اسی روز سے منسوب تری ذات سے ہوں　　　جب کہ جبریل امیں بھی ترا دربان نہ تھا (ص١٥٦)

اس شعر پر میں اتنا کہوں گا کہ کاشف صاحب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا مضمون ''نعتیہ ادب کی تخلیق، تنقید اور تحقیق کے تلازمے'' (نعت رنگ ٢٥) کا بغور مطالعہ فرمالیں تو ایسے اشعار نقل کرنے سے بچ جائیں گے۔ کاشف صاحب نے غالب کے اس شعر:

سائے کی طرح ساتھ پھریں سرو وصنوبر　　　تو اس قدِ دلکش سے جو بازار میں آوے

سے متعلق اپنے استاد محترم ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر صاحب کی گفتگو کا درج ذیل اقتباس درج کیا ہے:

> ''انھوں نے (ساحر صاحب نے) فرمایا کہ غزل کے اس شعر میں دنیاوی محبوب کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ محبوب، محبوبِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ کی طویل قامتی کے باعث سرو کی علامت ان سے منسوب ہے جب کہ صنوبر مناسب قامت کے باعث حضرت علیؓ کی شخصیت کی علامت ہے اور شعر کی تشریح ایک منظر پر مبنی ہے جب نبی اکرم اپنے ظاہری جمال کے ساتھ بازارِ مدینہ میں تشریف لاتے تو حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ ان کے ساتھ چلا کرتے تھے۔'' (ص١٥٠)

محترم ڈاکٹر عبدالعزیز ساحر (ہیڈ آف اردو ڈپارٹمنٹ AIOU) سے ایسی غلطی کی امید کم ہی ہے ممکن ہے کہ کاشف صاحب ہی کچھ بھول رہے ہوں، ان کے بیان کردہ اقتباس کی نہ کوئی سند ہے اور نہ کہیں ایسی کوئی روایت ہی ملتی ہے اور سب سے اہم بات تو یہ کہ غالب نے اپنے شعر میں ''بازار'' نہیں ''گل زار'' استعمال کیا ہے۔ اس صورت میں سارا اقتباس ہی بے معنی ہوجاتا ہے۔

ڈاکٹر شبیر احمد قادری اور ڈاکٹر اصغر علی بلوچ نے بہترین مقالہ تحریر فرمایا ہے۔ اسے پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے بیک وقت پچاسوں کتابیں پڑھ لی ہیں۔ بہت بہت مبارکباد!

گوہر ملسیانی صاحب نے اپنے مضمون ''نعت اور رسول اکرم ﷺ کے تقاضے'' میں جہاں اور اشعار درج کئے ہیں وہیں یہ شعر بھی ہے:

پیشانی ہے جزوِ مصحف رُو　　　دس پارے کے دو رکوع ابرو (ص٢٩٤)

ایک عرصے سے میرے دل ودماغ میں ایک بات شدت سے کھٹک رہی تھی کہ ''قرآن کو سیپارہ کیوں کہتے ہیں؟ سی پارہ یعنی تیس ٹکڑے! اور اسی مناسبت سے ''جزدان'' بھی وجود میں آیا یعنی ''جزو'' رکھنے کی تھیلی!!! اسے ''کتاب دان یا قرآن دان'' کیوں نہیں کہتے!؟

کھٹکنے والی بات یہ ہے کہ جب قرآن کریم ’’مکمّل کتاب‘‘ ہے تو اسے سی پارہ (تیس ٹکڑے یا جزو) کیوں کہتے ہیں؟ اس سے یہ احساس ابھرتا ہے کہ قرآنِ حکیم تیس پاروں پر مشتمل ہے، مکمّل کتاب نہیں!! ’’جزدان‘‘ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس تعلّق سے میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ:

(i) قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب توفیقی یعنی منجانب اللہ ہے۔

(ii) پاروں کی تقسیم غیر توفیقی یعنی اجتہادی ہے جو بعد کے ادوار میں علماء نے کی۔ (کن علماء نے کی اس کی وضاحت نہیں ملتی)

(iii) ۱۲ھ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زید بن ثابتؓ کو اس کام پر مامور کیا کہ مختلف لوگوں کے پاس قرآن کی لکھی ہوئی تمام سورتوں کو جمع کریں، انھوں نے ایسا ہی کیا، ہر آیت کی تصدیق و تصحیح دو حفاظ کے ذریعے کی اور تمام سورتوں کو ایک مخصوص سائز کے چمڑے کے اوراق پر لکھا پھر ایک ہی جلد میں ایک ڈوری سے اس کی شیرازہ بندی کر دی گئی۔ عہد عثمانیؓ میں اس قرآنی نسخے کی سات نقلیں حضرت زید بن ثابتؓ ہی کی نگرانی میں تیار کرائی گئیں اور مملکت اسلامیہ کے سات مراکز میں بھیج دی گئیں۔ اس مصحف عثمانی کے دو نسخے آج بھی ترکی اور تاشقند کے میوزیم میں موجود ہیں۔

چونکہ شیعہ حضرات کے نزدیک موجودہ قرآن مکمّل نہیں ہے اس کے دس پارے امام غائب سامرہ کے غار میں لے کر چلے گئے ہیں اور جب وہ مہدیٔ معہود کے روپ میں ظاہر ہوں گے تو وہ دس پارے بھی لے کر آئیں گے اس وقت قرآن مکمّل ہوگا۔ اسی لئے موجودہ قرآن کو ’پاروں‘‘ میں تقسیم کیا گیا ہے اور لفظ ’’پارہ‘‘ فارسی ہے۔ اسی عقیدے کو ظاہر کرنے کے لئے ’’جزدان‘‘ کی اختراع ہوئی اور غیر شعوری طور پر یہ اصطلاح اہلِ سنت میں بھی جاری ہوگئی۔

علمائے اہلِ سنت اور مفتیانِ کرام سے میری درخواست ہے کہ اس تعلّق سے ایک مجلس کا قیام عمل میں لائیں اور ایک اجتماعی و اجتہادی فیصلہ فرمائیں کہ ’’قرآن کریم کو تیس پاروں میں تقسیم نہ کرتے ہوئے اسے ’’تیس ابواب‘‘ میں تقسیم کیا جائے۔ اس صورت میں ’’تیس ابواب‘‘ کے ساتھ قرآن کریم ’مکمّل کتاب‘ کی شکل میں ہمارے سامنے ہوگا۔‘‘

فاروق ارگلی (انڈیا) کا مضمون ’’اردو کے سکھ نعت گو شعراء‘‘ بہت خوب ہے۔ انھوں نے واقعی بڑی محنت سے مضمون لکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سکھوں کی نعت شعری، فنی اور جذباتی لحاظ سے نہایت قابل قدر ہے لیکن ہے تو شاعری ہی کیوں کہ جب تک ’’اقرارِ رسالت‘‘ نہ ہو ان میں وہ خوبیاں اور تاثیر پیدا نہیں ہوسکتی جو اہل ایمان کے کلام کا حصہ ہے اور جہاں تک کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر کے اس شعر کا تعلّق ہے۔

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں　　صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

اس شعر کو فاروق صاحب نے اپنے مقالے کا سرنامہ بنایا ہے۔ علماء اور عام مسلمانوں اور ناقدین نعت تک اس کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان ہیں لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ’’رحمت للعالمین‘‘ کہا ہے یعنی سارے عالم اور ساری مخلوقات کے لئے رحمت!! نیز مسلمانوں کے کسی بھی طبقے نے حضور ﷺ پر اپنی ’’اجارہ داری‘‘ کا دعویٰ نہیں کیا ہے تو اس صورت میں اس شعر کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے؟

ڈاکٹر شہزاد احمد کا مضمون ’’نعتیہ کلیات کی روایت، ایک مطالعاتی جائزہ‘‘ معلومات افزاء مضمون ہے لیکن ان کے انتخاب کردہ اشعار میں سے بعض میں فنی نقائص موجود ہیں۔ ملاحظہ ہو:

اٹھا کے آنکھ کو میں نے جہاں جدھر دیکھا　　تو جلوہ تیرا ہی رب العلا ادھر دیکھا (ص ۳۴۵)

’’کو‘‘ حشو ہے۔ آنکھ کو اٹھا کر دیکھنا غیر فصیح ہے۔ جدھر، اُدھر غلط قوافی ہیں اور اگر کچھ رعایت کی جائے تو ’’ایطاء‘‘ ہے۔

کفش بردارِ نبی میں ہوں اے شائق مشہور　　رُتبہ شاہوں سے بھی ہے افضل و برتر اپنا (ص ۳۴۵)

کیا شاعر کے پاس کفش نبی ہے؟ اس کے علاوہ ''میں'' اور ''اپنا'' میں شتر گربہ ہے۔

ثنا خواں سب زمانہ ہے ثنا خوانِ محمد کا — بشر تو کیا خدا خواہاں ہے خواہانِ محمد کا (ص۳۴۹)

اب تک تو شعراء ''خدا'' کو حضور کے دیدار کا خواہاں و آرزومند بتاتے تھے، یہاں شاعر دو قدم آگے بڑھ گیا ہے یعنی اب خدا ''خواہانِ محمدؐ'' کا بھی خواہاں وطلب گار ہو گیا ہے!!

مختارِ دو عالم کے ہو تم ظلِ الٰہ — پس خوبیاں ہم سے ہوں بھلا کیا محسوب (ص۳۵۳)

''مختارِ دو عالم''، یعنی اللہ تعالیٰ کے تم ظلِ الٰہ ہو کیا مطلب؟ کیا مختارِ دو عالم اور الٰہ دو الگ الگ وجود ہیں؟

جو دنیا میں ترا کھا کر ترے شکوے کریں یارب — تعجّب ہے کہ ان پر بھی رہے لطف و کرم تیرا (ص۳۵۵)

''ترے شکوے'' یہاں غیر فصیح ہے ایسے مواقع پر فصحا ''ترا شکوہ'' کہتے ہیں۔ لفظ ''تعجّب'' نے شاعر کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل پر تعجّب کا اظہار کرنا اس کی قدرت کاملہ پر شک کرنے کے مترادف ہے۔ شعر میں اللہ کی شانِ ربوبیت پر تعجّب کا اظہار کیا گیا ہے کہ وہ اس کا کھا کر بھی اس کا شکوہ کرنے والوں پر لطف و کرم فرماتا ہے۔ شاعر نے یہ نہیں سوچا کہ وہ کفار و مشرکین تک کو رزق دیتا ہے!!

دو جہاں میں ہے رواں سکہ رسول اللہ کا — دونوں عالم پڑھتے ہیں کلمہ رسول اللہ کا (ص۳۵۸)

اصل لفظ ''کَلِمَہ'' ہے، ''کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی''

ہے مثال ایسی کوئی وقت کے دامن میں تو لاؤ — ایک انگلی سے کہیں چاند بھی شق ہوتا ہے (ص۳۶۳)

''ایک انگلی سے'' ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے حضور نے چھری کی طرح انگلی چاند پر پھیری اور وہ سالگرہ کے کیک کی طرح شق ہو گیا!! ایک انگلی کی بجائے ''اِک اشارے'' کا محل ہے نیز ''بھی'' حشو ہے۔

نعت محبوب داور سند ہو گئی — فردِ عصیاں مری مسترد ہو گئی (ص۳۶۷)

آج کل شعراء میں یہ عجیب سی غلط فہمی بلکہ کج فہمی پرورش پا رہی ہے کہ ''نعت'' ہی بخشش کا ذریعہ ہے بقیہ تمام عبادات بے معنی ہیں یہاں تک کہ شاعر اپنے انجام کا خود فیصلہ کرنے لگا ہے، اپنی فردِ عصیاں کو خود ہی مسترد کر رہا ہے جب کہ نص صریح ہے کہ انبیاء کے سوا ہر شخص کا حساب کتاب لازماً ہوگا کسی کو اس سے مفر نہیں۔ ''بخشش'' کے اس ''معیار'' پر قدغن لگنی ضروری ہے۔

مجھ سا عاصی بھی آغوشِ رحمت میں ہے — یہ بھی بندہ نوازی کی حد ہو گئی (ص۳۶۷)

''بھی'' کی بجائے ''تو'' چاہیے۔ اس کے علاوہ شاعر کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی قدرت و رحمت کی کوئی حد ہی نہیں ہے آپ نے ''حد ہو گئی'' کہہ کر اس کی رحمت و بندہ نوازی کو محدود کر دیا ہے۔

حمد تیری ہے یہاں اور شکریہ تیرا ادا — ہے تو ہی معبود برحق جان تجھ پر ہے فدا (ص۳۶۸)

اللہ کا شکر ادا کیا جاتا ہے شکریہ نہیں! شکر کے معنی ہیں سپاس، تعریف!! شکریہ انسانوں کا ادا کیا جاتا ہے۔ ''زبان'' سے تو یہ کسی مبتدی کا شعر معلوم ہوتا ہے۔

آؤ اللہ کے دل دار کی کچھ بات کریں — ہاں اسی حسنِ طرح دار کی کچھ بات کریں (ص۳۶۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ کا دلدار کہنا قطعی نامناسب ہے اور آپ کے حسن کو ''حسنِ طرحدار'' بھی نہیں کہنا چاہئے کہ یہ غزل یا پھر عورتوں

کے حسن کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ آپ کے حبیب ہیں دلدار نہیں!!

ظہور کرتی ہے جس دم سحر مدینے میں　　　اذانیں دیتے ہیں دیوار و دَر مدینے میں (ص۳۷۳)

خلافِ واقعہ شعر ہے ''اذانیں'' دینے کی بجائے ''چمک سے اٹھتے'' جیسا کوئی ٹکڑا چاہئے تھا۔ ویسے بھی یہ نعت کا شعر نہیں ہے:

ہوا کے جھونکوں میں خوشبو بسی ہوئی ہے وہاں　　　درود پڑھتا ہے اک اک شجر مدینے میں

شجر، حجر، طیور و وحوش کے تسبیح و تہلیل سے متعلق روایتیں موجود ہیں لیکن ان کے درود پڑھنے کی روایت کہیں نظر نہیں آئی!! مدینے کے شجر ہیں تو درود پڑھیں گے اور مکہ شریف کے شجر ذکر کریں گے!؟

رُوحِ کونین کا ترجماں چاہیے　　　مدح احمد کو وہ زباں چاہیے (ص۳۶۸)

اگر کمپوزنگ کی خامی نہیں ہے تو ثانی مصرع بحر سے خارج ہے۔ ''وہ'' کی بجائے ''ایسی'' چاہیے۔ نیز زبان کی مناسبت سے ''کا ترجماں'' کی بجائے ''کی ترجماں'' چاہیے۔

یہ آرزو نہیں کہ دعائیں ہزار دو　　　پڑھ کے نبی کی نعت لحد میں اُتار دو (ص۳۹۰)

ایسے وقت دعا کی آرزو نہ کرنا بد نصیبی کی بات ہے۔ لحد میں اتارنے کی دعا سنت ہے اس کے بجائے نعت پڑھنا خلافِ سنت عمل ہے۔

مرتبہ سارے مراتب سے ہے اونچا تیرا　　　کون لکھ سکتا ہے قرآں سا قصیدہ تیرا (ص۳۹۴)

قصیدہ نظم کی وہ قسم ہے جس میں کسی کی تعریف یا ہجو ہو، اس کے علاوہ قصیدے کا خاص عنصر غلو اور مبالغہ ہوتا ہے اس لئے میری دانست میں قرآن کو حضور کا قصیدہ کہنا مناسب نہیں ہے جب کہ قرآن ایک مکمّل ضابطہ حیات ہے شریعت ہے۔

منظر عارفی کا مضمون ''اردو کے نعتیہ اشعار میں چٹائی، غار حرا جو کے تذکار'' بہت عمدہ مضمون ہے۔ اس سے کم از کم ان شعراء کی اصلاح ضرور ہوگی جو حضور کو نعوذ باللہ ''ایک انتہائی نادار شخصیت'' کے روپ میں پیش کرتے ہیں۔

''نعت نامے اور نقد نعت'' ڈاکٹر داؤد عثانی کے عمیق مطالعے کا گواہ ہے۔ ان کی یہ کاوش بتاتی ہے کہ وہ ہر تحریر اور خصوصیت سے ''نعت رنگ'' کے ایک ایک لفظ کو نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ ان کے معنی و مفاہیم کا ادراک بھی رکھتے ہیں۔ ان نعت ناموں سے نعت رنگ کے مزاج کی شناخت بھی آسان ہوگئی ہے۔

سرائیکی شاعری اور زبان سے متعلّق سرسری کہیں پڑھا تھا لیکن کچھ پلے نہیں پڑا۔ خورشید ربّانی صاحب کا شکر یہ کہ انھوں نے نہ صرف سرائیکی بلکہ سرائیکی شاعری میں نعت سے متعارف کروایا۔ اللہ نے ہر زبان میں وہ خوبی رکھی ہے کہ اس کے حبیب کی مدح سرائی میں معذور نہیں ہے۔

ہم احتیاط سے رکھتے ہیں اس زمیں پہ قدم　　　زمین نعت ہماری کلام ان کا ہے (ص۵۴۳)

سید صاحب! ''زمین نعت پہ میں تو کبھی نہ پاؤں رکھوں!!''

انور شعور کی نعتیں ''میرے مولا بلا لو مدینے مجھے'' یہ مصرع واوین میں ہونا چاہیے کیوں کہ یہ شعور صاحب کا نہیں ہے۔ (ص۵۴۸)

شاہِ عرب کے پیٹ پہ پتھر بندھے ہوئے　　　دیکھے تو کوئی طرزِ معیشت حضور کی (ص۵۴۹)

پیٹ پر پتھر بندھے ہونے سے کون سا طرزِ معیشت ظاہر ہوتا ہے؟ اور کیا حضور ہمیشہ پیٹ پر پتھر باندھے رہا کرتے تھے!! یہ تو صرف ایک بار ''خندق'' کے موقع پر ہوا تھا اور بس!! طرز مؤنث نہیں ''مذکر'' لفظ ہے۔

ہر امتی کا حق ہے زیارت حضور کی ہوں گے ضرور حاضر دربار ہم شعوؔر

ہر امتی کا ''حق''نہیں ''خواہش، آرزو، تمنّا'' ہے اور اگر حق ہے تو بے چارے جو بغیر زیارت دنیا سے رخصت ہو گئے وہ اپنی اس محرومی کا کس پر دعویٰ کریں گے؟

رکھتا ہے شوقِ شربت دیدار آپ کا یہ رند آپ کا ، یہ گنہگار آپ کا (ص۵۵۰)

شعر میں ''رند'' حشو قبیح ہے۔ رند، شراب کے ساتھ استعمال ہوتا ہے ''شربت'' کے ساتھ نہیں۔ یہاں رند کی بجائے ''تشنہ'' کر دیں تو یہ نقص دور ہو جاتا ہے۔

رہتا ہے انتظار میں مشغول رات دن بے روزگار آپ کا بیکار آپ کا

یہ تو خلافِ واقعہ، غلو یا کذب بیانی ہے شاعر کے لیے رات دن کی ایسی مشغولی تو ممکن ہی نہیں ہے۔ ''بیکار آپ کا'' میں تعقید معنوی بھی ہے بلکہ اس میں ایک طرح ذم کا پہلو بھی نکلتا ہے۔

نہ کوئی آپ سے ذی مرتبت زمانے میں نہ کوئی آپ سے ذی جاہ یا رسول اللہ

دونوں مصرعوں میں ''سے'' کی بجائے ''سا'' چاہئے۔ شاید کمپوزنگ۔۔۔۔؟ اگر نہیں تو ''آپ سے زیادہ/ بڑھ کر'' کہنا چاہئے تھا۔

ہمارے قلب میں فاران سے ہوئی روشن کلیم لائے تھے جو آگ طور سے اپنے

کیا شاعر فاران پر موجود تھا؟ ؟ یا پھر اب بھی فاران پر وہ آگ موجود ہے؟ ؟ حضور نے ''دلوں کو نور'' عطا کیا تھا یا آگ! ؟ ردیف ''اپنے'' بھی ضائع ہو گئی یعنی اس کے بغیر بھی شعر مکمّل ہے۔

شبِ سیاہ میں جب کچھ نظر نہیں آتا وہ کوئی راہ دکھاتے ہیں نور سے اپنے

اگر نعت کے عنوان سے یہ شعر درج نہ ہوتا تو کسی صورت اسے نعت کا شعر نہیں کہا جا سکتا۔ ''کوئی'' حشو ہے یہاں ''وہ کوئی'' کی بجائے ''حضور'' کر دیں تو؟ شعوؔر صاحب کی نظم کا شعر ہے:

سحر ہو شام ہو دن ہو کہ رات رہتی ہے رواں تو وقت کی نہر فرات رہتی ہے

''فرات'' حشو ہے۔ وقت کی نہر رواں رہتی ہے کافی تھا۔ وقت کے ساتھ فرات، راوی، گنگا، جمنا کہنا غیر ضروری ہے۔

کہاں حبیب خدا کی فضیلتوں کا بیاں کہاں شعوؔر سا کج مج بیاں و ہیچ مداں

ہوئے ہیں نعت میں اعجاز شعری و ادبی۔۔۔۔ محمد عربی

محمد عربی اے محمد عربی

جب تخاطب محمد عربی سے ہے تو پھر یہاں ''حبیب خدا'' کہنا درست نہیں ہے کیوں کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حبیب خدا اور محمد عربی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ شاعر کے ''دعویٰ اعجازِ شعری و ادبی'' پر کیا کہا جائے؟

ممنون ہیں نہایت بت خانے، مصطفٰے کے ہو کر بتوں سے خالی وہ بن گئے مثالی

منادر ''بتوں'' سے خالی ہو گئے تو پھر وہ بت خانے کہاں رہ گئے؟ اور اگر بت خانے ہیں تو ان میں بت بھی لازماً ہوں گے!! اور اگر قاری روانی میں بت خانے اور مصطفٰے میں وقفہ نہ دے سکا تو کیا مطلب ہوگا؟

کبھی قرار کبھی اضطراب آتا ہے امید و بیم میں رکھتا ہے شوقِ دید ہمیں

''بیم'' (خوف) کا استعمال بے محل ہے۔ اضطراب '' آتا'' نہیں، ہوتا ہے۔

محوطواف کون ومکاں آپ کے لئے پیدا کیا گیا ہے جہاں آپ کے لئے

اولیٰ مصرع میں '' لئے'' حشو قبیح ہے۔ ''محوطواف کون ومکاں آپ کے'' پر بات مکمّل ہو جاتی ہے اور اگر '' لئے'' کو شامل کریں تو سوال اٹھتا ہے کہ:

''کون ومکاں آپ کے لئے کس کے طواف میں محو ہیں؟''

ثانی مصرعے میں ''جہاں'' بھی حشو قبیح ہے کیوں کہ ''کون ومکاں'' میں یہ بھی شامل ہے۔

اس امر پر کہ سب سے عظیم آدمی ہے کون ہے اتفاقِ دیدہ وراں آپ کے لئے

شعر کی ردیف ضائع ہو گئی۔ اتفاق کے ساتھ ''کیلئے'' نہیں ''پر'' کی ضرورت ہے۔ یعنی ''دیدہ وروں کا آپ پر اتفاق ہے۔''

ہے زیارت کدۂ روضۂ محبوبِ خدا طیبہ اچھا نہ لگے باغِ جناں سے کیسے

شعر میں زبردست تعقید لفظی ومعنوی ہے یعنی شاعر کہنا چاہتا ہے کہ ''روضہ زیارت کدہ ہے'' لیکن شعر کی بندش سے ظاہر ہوتا ہے کہ،

''طیبہ محبوب خدا کا زیارت کدہ ہے! یعنی حضور ﷺ خود اپنے روضے کی زیارت فرما رہے ہیں۔''

''جگمگ نور نہایا رستہ'' (امین راحت چغتائی۔ پرویز ساحر)

جلیل عالی کی نظم کا راحت اور پرویز صاحبان نے نہایت عمدہ جائزہ پیش کیا ہے۔ صرف ایک چیز مجھے کھٹک رہی ہے جس کے لیے میں ماہر فن عروض سے رجوع ہونا چاہتا ہوں کہ نظم کے یہ دو اشعار ملاحظہ ہوں:

اللہ! اللہ! آقا! آقا!! کیسی منزل کیسا رستہ

قدم قدم قرباں دل اس پر جس کے وسیلے پایا رستہ (ص۵۶۹)

پہلے شعر کی تقطیع رکن ''فعلن'' مثمن سالم پر ہوگی جب کہ دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ اس وزن پر نہیں ہے تو کیا ماہرین عروض نے اسے جائز قرار دیا ہے؟ ''سید ضیاء الدین نعیم''

تہجّد میں کھڑے ہوتے تھے جب رب کی عبادت کو تو اک سیل رواں اشکوں کا آنکھوں سے برستا تھا (ص۵۷۷)

''سیل رواں'' کا مطلب ہے ''بہتا ہوا سیلاب'' اور سیل برستا نہیں، بادل برستا ہے!!

ساری بدزیبیاں ماحول کی زیبا کر دیں حسن نیت نے پیمبر کے سجائے شب وروز

اگر کوئی شئے ''زیبا'' ہے تو وہ ''بد'' کیسے ہوگی؟ یہاں ''بدرنگیاں'' بھی آ سکتا تھا۔ ثانی مصرعے کے ٹکڑے ''پیمبر کے'' میں تقصید ہے اس سے محسوس ہوتا ہے کہ ''حسن نیت نے پیمبر کے شب وروز سجائے!'' ''کے'' کی بجائے ''کی'' چاہئے تھا۔

خیر اندیش آپ اپنے دشمنوں کے بھی رہے بغض رکھا ہی نہیں دل میں کسی کے واسطے

رحمۃ اللعالمین کا امتی ہے تو نعیم دل میں ہرگز بغض مت رکھنا کسی کے واسطے

دونوں شعروں میں ردیف ''کے واسطے'' ضائع ہو گئی، اس کی بجائے صرف ''سے'' چاہئے۔

بھولا ہوا تھا اپنی حقیقت کو آدمی آئینہ آدمی کو دکھایا حضور نے

''آئینہ دکھانا'' محاورہ ہے جس کا مطلب ہے ''کسی کو اس کی اصلیت، اوقات یا عیب دکھانا!'' اس صورت میں میرے خیال میں یہاں

آئینہ دکھانا کا استعمال صحیح نہیں ہوا ہے۔

چلنا خدا کے حکم پہ انساں کے بس میں ہے　　اپنے عمل عمل سے جتایا حضور نے

یہاں پہلے ''عمل'' کو ''ہر اِک'' کر دیں تو!!

وہ عفو ان کا وہ ان کی شفقت وہ فتح کے دن بھی یہ عنایت

کہ جائے ہر شخص امان پائے صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

یہاں ''کہ جائے ہر شخص امان پائے'' محل نظر ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ''جاؤ ہر شخص کو امان دی گئی'' اس معنی کے مطابق یہ بیان غیر فصیح ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ ''جائے امان پائے'' تو جائے اور امان کے بیچ ''ہر شخص'' کی موجودگی غلط ہے جب کہ ''جائے، ہر شخص کو امان دی گئی'' یا ''ہر شخص کو امان دی گئی!!''

نعیم ان کی محبّت تھی رب سے بے پایاں　　رضا پہ رکھتے تھے اس کی نظر خدا کے رسول

مصرعۂ اولیٰ میں ''کی'' کی بجائے ''کو'' چاہئے اور جملے کی ترکیب یوں درست ہوگی ''اس کی رضا پہ نظر رکھتے تھے خدا کے رسول''

انھوں نے تزکیہ فرمایا اہل ایماں کا　　نکال لے گئے ظلمت سے روشنی کی طرف

عجیب سا شعر ہے ''انھوں نے اہل ایماں کا تزکیہ فرمایا اور انھیں ظلمت سے روشنی کی طرف نکال لے گئے!'' کیا اہل ایمان ظلمت میں تھے؟ یہاں ''اہل ایماں'' کی بجائے ''اہل عصیاں'' ہونا چاہئے!!

پروفیسر فتح محمد ملک کا مضمون ''اقبال، حضور رسالت مآب ﷺ میں'' عمدہ کاوش ہے۔ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن رحیمی نے اپنے مضمون، محسؔن کاکوروی کے قصیدۂ لامیہ پر ایک نظر میں'' جو اتفاق و اختلاف کی بحث چھیڑی ہے وہ برسوں پہلے سرد ہو چکی ہے اب اس کے احیاء کا کوئی موقع ہے نہ مطلب!!! ان کا یہ کہنا:

> ''جہاں تک اس کی تشبیب میں ہندوانہ ماحول وفضا یا ہندوصنمیات کی تلمیحات کے استعمال کی بات ہے تو ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ یہ قصیدہ اس وقت کہا گیا ہے جب برصغیر متحد تھا، اس کی تقسیم نہیں ہوئی تھی۔ ظاہر ہے اس وقت اس متحد ملک میں ہندو اور مسلمان سب ایک ساتھ رہتے تھے اور اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دونوں مذاہب ایک دوسرے پر اثر انداز ہوئے ہیں اس وجہ سے مسلمان ہندوؤں کی مذہبی شخصیات اور مقامات سے بخوبی واقف تھے اور ہندو بھی مسلم معاشرے میں گھل مل گئے تھے یہی وجہ ہے کہ متعدد غیر مسلم شعراء نے بھی نعت گوئی کا شرف حاصل کیا، اس ماحول و معاشرے میں محسؔن نے یہ قصیدہ کہا۔'' (ص ۴۶۵)

نہایت بھونڈا جواز اور نہایت بودی دلیل ہے۔ ماحول و معاشرے کے اثرات اپنی جگہ مسلّم لیکن مذاہب کا ایک دوسرے پر اثر انداز ہونا قطعی ناقابلِ قبول ہے۔ محسؔن نے کبھی مندر میں ماتھا ٹیکا اور نہ کنور مہندر سنگھ بیدی سحؔر اور کرشن بہاری نوؔر نے مسجد میں نماز پڑھی!!! اب محسؔن کے اس قصیدے پر بحث لاحاصل ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''ڈاکٹر محمود غازی'' بہت خوب ہے، مضمون میں یہ دو شعر ہیروں کی طرح جگمگا رہے ہیں:

لہو جلا کے کیا لفظ کا دیا روشن　　زمیں اٹھائی، اسے آسماں کیا ہم نے

کسی کے روبرو بیٹھا رہا میں بے زباں ہوکر　　مری آنکھوں سے حسرت پھوٹ نکلی داستاں ہوکر

سرشارؔ صدیقی کے درج ذیل اشعار نے ذہن کے دریچے کھول دیئے

بہت سکوں ہے گناہوں کے اعتراف کے بعد مدینے والے کو سب کچھ بتا دیا میں نے

اس میں اگر چہ ''مدینے والے'' حسن سمع و بصر پر گراں گزرتا ہے اس کی بجائے ''مدینے جا کے سبھی کچھ بتا دیا میں نے'' جیسا مصرع ہوتا تو لطف اور بھی دوبالا ہو جاتا۔

کاش یوں دربدری میرا مقدر ہو جائے درِ کعبہ ہو کبھی ہو مرے سرکار کا دَر

محترم پروفیسر انوار احمد زئی کا مضمون ''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر۔ ایک مطالعہ'' ڈاکٹر عزیز احسنؔ صاحب کے تحقیقی مقالے پر مبنی ہے جو ہم جیسوں کے جذبۂ شوق کو مہمیز کرتا ہے کہ اس سے سیراب ہوا جائے! کیا یہ ممکن نہیں کہ کتاب کی ایک جلد ہمیں بھی مہیا کی جائے!

حاصل مطالعہ

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر عزیز احسنؔ صاحب نے بڑے نپے تلے انداز میں تبصرے کئے ہیں۔ شعراء کے عمدہ اشعار بھی منتخب کئے ہیں لیکن ایک جگہ چوک گئے ہیں:

کبھی غلاموں کو دے رہے ہیں وہ باغِ جنت کی راہ داری
کبھی فقیروں کو دستِ رحمت سے جامِ کوثر پلا رہے ہیں

شعر میں دو نقائص ہیں: (۱) راہ داری دینا غلط ہے ''پروانۂ راہ داری'' دیا جاتا ہے۔ (۲) ''جامِ کوثر'' پلا رہے ہیں؟ یہ تو روزِ محشر کا معاملہ ہے!! خود ڈاکٹر عزیز احسن لکھتے ہیں: ''حشر و نشر کے تخیلاتی بیان کو واقعاتی سطح پر بیان کرنے سے گریز لازم ہے۔ ورنہ شاعر خواہ مخواہ دروغ گو قرار پائے گا۔'' (نعت رنگ نمبر ۲۵، ص ۱۲۲)

ایوانِ مدحت

حنیف اسعدی مرحوم کی نعت کی ردیف ''نہیں ان کے بعد کوئی نہیں'' سے تعقید پیدا ہو رہی ہے، تین شعر ملاحظہ ہوں:

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت، کوئی ایسا نور ہمہ جہت کوئی مصطفٰے، کوئی مجتبٰی، نہیں ان کے بعد کوئی نہیں
یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گناہگاروں کا آسرا تو رواں رواں یہ پکار اُٹھا نہیں ان کے بعد کوئی نہیں
وہ قدم اٹھے تو بیک قدم ہمہ کائنات تھی زیر پا یہ بلندیاں کوئی چھو سکا، نہیں ان کے بعد کوئی نہیں (ص ۸۱۳)

ردیف ''نہیں ان کے بعد کوئی نہیں'' سے تعقید یہ پیدا ہو رہی ہے کہ،
''ان سے پہلے یہ سب تھا!! بعد میں کوئی نہیں ہوا؟''

اورنگ نبوت پہ وہی صدر نشیں ہیں جو لمحے سرِ عرش گزارے ہیں ہزاروں (ص ۸۱۴)

''اورنگ'' کے معنی ہیں ''تخت شاہی'' جس پر سوائے بادشاہ کے کوئی اور نہیں بیٹھ سکتا اس لئے اورنگ نبوت پر صدر نشیں، کہنا غلط ہے کیوں کہ اس صورت میں کچھ اور لوگوں کو بھی اورنگ پر بٹھانا ہوگا تب ''صدر نشینی'' کی نوبت آئے گی!! ثانی مصرع بھی تعقید کا شکار ہو گیا ہے یعنی شعر سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ:

''جو ہزاروں لمحے سر عرش گزارے ہیں، وہی لمحے صدر نشیں ہیں!''

کیا میسر ہے، میسر جس کو یہ جگنو نہیں　　　نعت کیا لکھے گا جس کی آنکھ میں آنسو نہیں (ص۸۲۱)

کیا جس کی آنکھ میں آنسو نہیں وہ نعت نہیں لکھ سکتا؟ نعت لکھنے کے لئے تو ''حبِ ﷺ'' کی ضرورت ہے آنسو کی نہیں!!

خواب میں کاش کبھی ایسی بھی ساعت پاؤں　　　آپ کو نعت سنانے کی سعادت پاؤں (ص۸۲۲)

''خواب میں'' حشو ہے اس کے بغیر بھی مصرع مکمّل معنی دیتا ہے۔ یہ مصرع یوں بھی ہو سکتا تھا:

خواب ہی میں سہی ایسی کبھی ساعت پاؤں

مدینے کے جزیرے پر مری کشتی ہے آ پہنچی　　　خزانہ سامنے ہو تو بھلا نقشہ میں کیا مانگوں (ص۸۲۳)

مدینہ ''جزیرہ'' تو نہیں ہے!!

ریاض خوشنوا کو بھی رعایا میں رکھیں شامل　　　محمد کی غلامی کی خدا سے انتہا مانگوں

پہلا مسئلہ تو ''غلامی کی انتہا'' ہے، یہ کیسی ہوتی ہے؟ دوسرے ردیف ''مانگوں'' غلط ہے یعنی ریاض اور مانگنے والا یہاں دو الگ الگ شخصیتیں ہو جاتی ہیں مطلب مانگنے والا ''ریاض خوشنوا'' کے لیے مانگ رہا ہے جب کہ ریاض خود اپنے لئے مانگ رہا ہے۔ اس صورت میں ردیف ''مانگے'' ہونی چاہیے۔ نیز ''جب خدا سے مانگا جا رہا ہے تو ''رکھیں'' صیغۂ جمع قطعی غلط ہے اسے ''رکھے'' ہونا چاہیے تھا۔''

ستیہ پال آنند کی نظم ''استغاثہ'' بہترین نظم ہے اور میرے مسلک کی تائید کرتی ہے یعنی حضور ﷺ کو ''تو، تیرا'' سے خطاب کرنا بے ادبی ہے۔ (اس تعلّق سے میرا مضمون ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' ملاحظہ ہو۔ نعت رنگ نمبر ۲۲)

اُجالا آپ ہی کی ذات سے ہوا ورنہ　　　شعاعِ نور نہ تھی روشنی کے دامن میں (ص۸۲۶)

عجیب سا شعر ہے، اجالا اللہ کی قدرت سے ہوا یا آپ کی ذاتِ اقدس سے؟ نیز کیا حضور سے پہلے روشنی کے مظاہر چاند، سورج، ستارے نہیں تھے!؟ پھر ''شعاعِ نور'' اور ''روشنی'' میں کیا فرق ہے؟

جز ایک اشکِ ندامت، جز ایک حرفِ دعا　　　نہیں ہے کچھ مری تر دامنی کے دامن میں

''تر دامنی کے دامن میں'' سمجھ میں نہیں آیا!! ''کچھ'' کے بعد ''بھی'' کی ضرورت ہے۔

جہانِ کن سے ادھر کیا تھا کون جانتا ہے　　　مگر وہ نور کہ جس سے یہ زندگی ہوئی ہے (ص۸۲۸)

''جہانِ کن'' یہ کون سا جہان ہے؟ ''یہ'' حشو ہے۔ تقابل ردیفین کا نقص بھی ہے۔

ہزار شکر غلامانِ شاہ بطحا میں　　　شروع دن سے مری حاضری لگی ہوئی ہے

''غلامانِ شہِ بطحا میں حاضری'' یہ کون حضرات ہیں کہ جن کے یہاں حاضری پر شاعر ہزار شکر ادا کر رہا ہے؟ ''شروع دن'' سے کیا مراد ہے؟ روزِ ازل یا شاعر کی ولادت!؟ اولیٰ مصرع یوں بھی ہو سکتا تھا:

''ہزار شکر کہ دربارِ شاہ بطحا میں''　　　جدا ہوئے ہیں تو اب جان پر بنی ہوئی ہے

''دامن سے بہم ہونا'' یہ تو زبان نہیں ہے۔ بہم ہونا کا مطلب ''ساتھ، باہم، یکجا'' کے ہیں۔ ایسے مواقع پر ''دامن سے جڑنا، وابستہ ہونا'' کہا جاتا ہے۔

چاہیے خیر کے ایوان کی تعمیر اگر　　　کام اس کام میں دیتا ہے سراپا تیرا (ص۸۳۴)

''سراپا'' ایوانِ خیر کی تعمیر میں کس طرح کام آئے گا؟ یہاں ''اسوہ'' کی ضرورت تھی۔

''کام اس کام میں آتا ہے بس اسوہ تیرا''

شب دنیا میں ضیا تیری ہے اے ماہ عرب فرش سے عرش تلک طاری ہے ہالہ تیرا

''شب دنیا'' سے ایسا لگتا ہے کہ دنیا میں صرف رات ہی رات ہے اسے ''ظلمت دہر'' ہونا چاہئے تھا۔ حضور کے لیے ''اے'' کا اس طرح استعمال میرے نزدیک نامناسب ہے کیوں کہ یہ ہماری غیر منقسم ہندوستانی تہذیب کی نشانی ہے جو ''اپنوں سے چھوٹے یا کمتر شخص'' کے لیے مستعمل ہے۔ نیز ''ہالہ'' طاری نہیں ہوتا ''گھیرتا'' ہے۔

اس میں شامل ہے رضا و کرم عزوجل ہر عبادت سے درود آپ کا اعلیٰ افضل (ص۸۳۵)

نعوذ باللہ! ''نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ'' سب بیکار!! صرف درود پڑھو اور سیدھے جنت میں چلے جاؤ!!

سامنے ہیں سرورِ کون و مکاں آہستہ بول اے لبِ لرزاں! دلِ گریہ کناں آہستہ بول (ص۸۳۷)

''لب لرزاں! دلِ گریہ کناں'' دو چیزیں ہیں اس لئے ردیف ''بول'' کی بجائے ''بولو'' ہونی چاہئے۔ یہی حال اس مصرعے کا ہے

اے وفورِ شوق! اے جذبِ رواں آہستہ بول

''جذبِ رواں'' کا مطلب بھی میری سمجھ میں نہیں آیا؟

بولنا واجب نہیں سرکار کے دربار میں آپ سن لیتے ہیں اشکوں کی زباں آہستہ بول

جب ''بولنا واجب نہیں'' کہہ دیا تو پھر ردیف ''آہستہ بول'' بے معنی ہوگئی نیز اشکوں کی زباں سننا بھی محل نظر ہے، ''بات اور بیان'' سنا جاتا ہے، ''زبان'' نہیں!!

وہی ہے عشق نبی میں کامل ہے، وہی ہے حب نبی کا وارث
رہ محبّت میں چلتے چلتے، فنا جو انسان ہو گیا ہے (ص۸۳۸)

کیا ''حب نبی'' وراثت میں ملتی ہے؟ ''چلتے چلتے'' حشو ہے اس کے بغیر بھی معنی مکمّل ہیں۔ ''چلتے چلتے، ہنستے ہنستے، آتے جاتے'' جیسا کوئی بھی ٹکڑا رکھیں یہ صرف بحر پوری کرنے کے لئے ہوگا۔

ملیں قبائیں مجھے ہنر کی، وقارِ صوت و صدا بھی نکھرا
رسولِ اکرم کا ذکر انور، اسی کی پہچان ہو گیا ہے

''وقار'' نکھرتا نہیں ''گھٹتا، بڑھتا'' ہے۔

دن میں کتنی بار ادب سے ان کا انجم جی بھر کر میں نام نہ لوں تو رو پڑتا ہوں (ص۸۴۰)

''کتنی'' غلط زبان ہے، ''کئی کئی'' کا محل ہے، ویسے کیا انجم صاحب واقعی اس طرح روتے ہیں یا پھر یہ نری شاعری ہی ہے!؟

میرے محبوب! کہا رب نے یہ معراج کی رات آ مرے پاس تجھے زینہ بہ زینہ دیکھوں (ص۸۴۲)

کیا خالدؔ صاحب نے رب کو ایسا کہتے ہوئے خود سنا ہے؟ نبی کریم ''زینے چڑھ'' کر آسمان پر تشریف لے گئے تھے یا براق پر سوار ہو کر؟

اے شافع امم ہے تمنائے عاصیاں نوبت کبھی نہ آئے سوال و جواب کی (ص۸۴۳)

قبر اور عرصۂ محشر کے سوال و جواب تو لازمی و ناگزیر ہیں ان سے کسی حال مفر نہیں پھر ''عاصیوں کی تمنا'' کی اوقات ہی کیا ہے! عباد و زہاد تک

اس مرحلے کو یاد کر کے لرزاٹھتے ہیں حضرت عثمان غنیؓ کے تعلق سے مشہور ہے کہ جب آپ کسی قبر سے گزرتے تو زاروقطار گریہ کرتے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ: ''موت کے بعد پہلی کٹھن منزل قبر ہے، یہاں سے بچ نکلے تو آگے خیر ہی خیر ہے ورنہ۔۔۔!!''

''شافع امم'' پر بحث کی گنجائش ہے۔ کچھ حضرات اسے ''رحمۃ اللعالمین'' کی طرح درست مانتے ہیں لیکن میری نگاہ میں ''شافع امم'' درست نہیں ہے کیوں کہ امم، امت کی جمع ہے اس میں یہودی، نصرانی، سکھ، ہنود سبھی شامل ہو جائیں گے۔ ان کی شفاعت کے لئے سرکار کس طرح اور کیوں سفارش فرمائیں گے؟ شفاعت کی اولین شرط تو اقرار ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے جو اُمتِ مسلمہ کے سوا کسی کی زبان پر نہیں ہے۔ پھر۔۔۔!؟

کھلا یہ منزل ہستی کا مجھ پہ رازِ نہاں نجات کا کوئی رستہ نہیں سوائے درود (ص۸۴۵)

سلیم کوثر جیسا شاعر بھی اگر درود کو عبادات پر ترجیح دے تو جائے ماتم ہے۔

حضور میں بھی تو سوکھے شجر کی صورت ہوں مجھے بھی خوف ہے لوگوں سے پائمالی کا (ص۸۴۶)

''شجر کاٹا جاتا ہے'' پائمال نہیں کیا جاتا، گھاس پھوس پودے وغیرہ پائمال کئے جاتے ہیں۔

توڑ کر جس نے دوبارہ مہ کامل باندھا میں نے اس ہاتھ سے یہ ٹوٹا ہوا دل باندھا (ص۸۴۸)

شعر میں زبردست تعقید ہے، ''جس ہاتھ سے میں نے مہ کامل توڑ کر دوبارہ باندھا اسی ہاتھ سے یہ ٹوٹا ہوا دل باندھا!!؟''

اور اگر معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے تو حضور نے مہ کامل کو توڑا نہیں تھا اور نہ ہی باندھا تھا!! ٹوٹنے اور شق ہونے کے عمل سے شاید عاصم صاحب آگاہ نہیں ہیں اور ٹوٹی ہوئی چیز جوڑی جاتی ہے، باندھی نہیں جاتی۔

سایۂ سرکار پر دنیا کا ہر سایہ نثار قامت اطہر پہ ہر سرو سمن صدقے کروں

بے شمار روایتیں ہیں کہ ''سرکارِ دو عالم'' کا سایہ نہیں تھا پھر عاصم صاحب کس سائے پر دنیا کا ہر سایہ نثار کر رہے ہیں؟ اس کے علاوہ ''سرو سمن'' سمجھ میں نہیں آیا کہیں یہ کمپوزنگ کی نذر نہ ہو گیا ہو یعنی ''سروِ چمن!''

خواہش دید نبی کس کو نہیں ہے لیکن ربِ اکبر سا طلب گار کوئی اور نہیں (ص۸۵۸)

''دید'' کے معنی ہیں ''نگاہ، نظر، دیکھا ہوا'' اور یہ مرکبات میں استعمال ہوتا ہے جیسے ''چشم دید''! یہاں ''خواہش دیدار'' کہنا چاہئے تھا۔ ''ربِ اکبر سا طلب گار'' کے لئے قمر وارثی صاحب عزیز احسن صاحب کا مضمون ''نعتیہ ادب کی تحقیق۔۔۔ص۱۰۳-۱۴۸ نعت رنگ نمبر ۲۵ پڑھ لیں تو ان کے لئے بڑا نافع ہوگا۔

آپ احمد بھی محمد بھی ہیں محمود بھی ہیں ان چراغوں سے ضیا بار کوئی اور نہیں

''سے'' کی بجائے ''سے زیادہ'' یا پھر ''سا'' کہنا تھا۔

دل کو دنیا کے جھمیلوں میں الجھنے نہ دیا اس کو بس جستجوئے باغ ارم میں رکھا (ص۸۵۹)

محترمہ نورین صاحبہ سے التماس ہے کہ ''ارم'' کا استعمال نہ کیا کریں کہ یہ ''شداد'' کی جنت تھی۔

نعت لکھنے کو جو کاغذ پہ لکھا بسم اللہ آئی جبریل کی فوراً ہی صدا بسم اللہ (ص۸۶۰)

اگر واقعی جبریل علیہ السّلام نے بسم اللہ کہا تو مبارک ہو۔۔۔! ورنہ یہ دروغ گوئی ہے، یہی حال اس شعر کا بھی ہے:

میں نے اک نعت سنانے کی اجازت چاہی اور نکیرین نے خوش ہو کے کہا بسم اللہ

دلچسپ شعر ہے، شاعر نے قبر میں مشاعرہ برپا کردیا اور نکیرین سوال و جواب بھول کر دادِ سخن دینے لگے!!

خدا کی بزمِ جہاں پر ہے یہ عنایت خاص　　کہ دے کے آپ کو بھیجا گیا ہدایت خاص (ص ۸۶۲)

''ہدایت'' کی مناسبت سے ''بھیجی گئی'' کا محل ہے۔

ہم اُمتی ہیں رعایت یہ خاص ہے ہم سے　　خوشا کہ حشر کے دن بھی ہے یہ رعایت خاص

''کون سی رعایتِ خاص؟'' اس کی کچھ تو وضاحت ہونی تھی۔ ''حشر کے دن بھی'' ''ہے'' نہیں ''ہوگی!!''

قلم نے حرفِ ثنا جیسے ہی شروع کیا　　فلک نے وجد میں قرطاس پہ رکوع کیا (ص ۸۶۶)

قرطاس پر قلم کا سجدہ تو ہوسکتا ہے لیکن رکوعِ فلک کس طرح ہوگا؟

ہوئی جو فکر لکھوں نعت شان کے شایاں　　حسین شعر نے مطلع معاً طلوع کیا

''حسین شعر'' یہ کون صاحب ہیں جنھوں نے مطلع طلوع کیا!

اسی کو شان بڑھانی تھی آسمانوں پر　　تو اس نے آمد سرکار سے رجوع کیا

آفتاب صاحب کو لاکھوں بار استغفار کرنا چاہئے، شعر کا مطلب تو یہ نکلتا ہے: ''اللہ کو آسمانوں پر خود اپنی شان بڑھانی تھی، اس لئے اس نے آمد سرکار سے رجوع کیا!'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی شان بڑھانے کے لئے سرکار کا محتاج ہے! نعوذ باللہ!!

اک مٹھی ستو ہوں، روٹی خشک ادھوری ہو　　مولا! مجھ سے آپ کی سنّت کیسے پوری ہو (ص ۸۶۷)

روٹی، تازہ، خشک، کچی، جلی، آدھی، پاؤ تو ہوتی ہے لیکن ''ادھوری روٹی'' تو آج تک نہ دیکھی نہ سنی!! اور پھر ستّو اور خشک روٹی کھانا ہی حضور کی سنّت ہے؟ ارے بھائی اس تعلّق سے فکرمند نہ ہوں اگر یہ سنّت ادا نہ ہوسکی تو کوئی قابل گرفت بات نہیں ہے بس نماز، روزہ، تلاوت اور اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے رہئے انشاءاللہ بیڑہ پار ہوجائے گا۔

سمیعہ نازؔ صاحبہ کے درج ذیل اشعار میں تقابل ردیفین کا نقص موجود ہے:

عطا حسن ارادت ہو، بصیرت بھی ملے مجھ کو　　سبق سیرت کا جو از بر کرائے ایسی مدحت ہو

وہ مدحت ہو کہ جس میں حرمت سرور مجسّم ہو　　جو میری فکر کو اعلیٰ بنائے ایسی مدحت ہو

ثنائے شاہ طیبہ کا قرینہ بھی میسر ہو　　گہر افکار کے ہر سو لٹائے ایسی مدحت ہو

(ص ۸۶۹)

تینوں اولیٰ مصرعے اس طرح تبدیل کرنے سے یہ نقص دور ہوجائے گا (۱) عطا حسن ارادت ہو، ملے مجھ کو بصیرت بھی، (۲) وہ مدحت ہو کہ جس میں ہو مجسّم حرمت سرور، (۳) ثنائے شاہِ طیبہ کا میسر ہو قرینہ بھی۔

نعت نامے

''نعت رنگ'' کے نعت نامے اپنی ایک الگ ہی اہمیت رکھتے ہیں ان میں رسالے کی مشمولات پر جو علمی و ادبی، تحقیقی و تنقیدی مذاکرے و بحثیں ہوتی ہیں وہ نہ صرف قارئین بلکہ شعراء و ادباء کے لئے بھی نہایت مفید ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالکریم صاحب نے نعیم بازید پوری کے مضمون ''شاتم رسول ﷺ کی درخواست بریّت'' پر بہت اچھا لکھا ہے، اس مقام پر ایک

نکتے کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ ''شاتم رسول ﷺ'' لکھنے پر ﷺ کی نسبت کا گمان ''شاتم'' سے ہوتا ہے اس لئے میرے خیال میں ''شاتم'' کے ساتھ صرف ''رسول'' لکھا جائے یعنی ''شاتم رسول'' ﷺ نہیں۔

ریاض حسین چودھری صاحب کا خط پڑھ کر دل سے دعا نکلی کہ اللہ انھیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے، آمین! اعزازات کی دستیابی پر انھیں مبارکباد پیش کرتا ہوں ساتھ ہی آپ کے ایک شعر پر کچھ کہنا بھی چاہوں گا۔

چراغِ نعت جلتے ہیں مرے چھوٹے سے کمرے میں
مرے آنگن کی چڑیاں بھی درودِ پاک پڑھتی ہیں

چھوٹے سے کمرے میں صرف ایک ہی چراغ کافی ہے، ''جلتے'' کی بجائے ''جلتا'' بہتر ہوتا اس کے علاوہ شجر و حجر، طیور و وحوش کے تعلّق سے تو روایاتِ صحیحہ موجود ہیں کہ یہ سب تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں لیکن یہ روایت کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئی کہ چڑیاں درود شریف پڑھتی ہیں!! اور اگر ''چڑیاں'' سے مراد ''گھر کی بچیاں'' ہیں تو پھر سوال اٹھتا ہے کہ گھر کی بجائے آنگن میں کیوں پڑھتی ہیں؟ نیز چراغ نعت صرف آپ کے کمرے میں جلتا ہے؟

تنویر پھول صاحب نے میری حمد (نعت رنگ نمبر ۲۴، ص ۳۷) کے چھٹے شعر کے تعلّق سے لکھا ہے: ''چھٹے شعر کا دوسرا مصرع ''وہی کہ اخلاص و نشرح والا وہی کہ رعد و دخان والا'' شاعر کی نظرِ ثانی کا طلب گار ہے۔ ''نشرح'' کی جگہ ''فتح'' (سورۃ فتح) یا ''ناس'' (سورۃ ناس) یا اسی کا ہم وزن کوئی لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔''

تنویر صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ''اخلاص و نشرح اور رعد و دخان'' میں کیا خرابی ہے اور ''فتح و ناس'' کیوں استعمال کرنا چاہیے تھا! تنویر پھول صاحب سے میری مودبانہ درخواست ہے کہ نقد و اغراض کریں تو اس کی توجیہات و جواز بھی پیش کریں ورنہ یہ صرف اعتراض برائے اعتراض کہلائے گا۔ میں نے اپنے مضمون میں ''ارم'' کے استعمال پر اعتراض کیا تھا (غالباً) اسی کے جواب میں تنویر صاحب رقمطراز ہیں: ''غالبؔ جیسا بڑا شاعر بھی لفظ ''ارم'' کو اسی مفہوم (جنت) میں استعمال کرتا ہے۔''

تنویر صاحب! غالب نے جو کچھ کہا تو کیا وہ سند اور حرفِ آخر ہو گیا؟ کیا غالبؔ کے کہنے پر شداد کی ارم کو جنت میں شامل کر لیا جائے؟ اور جو غالبؔ کہتا ہے:

''دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو''

تو کیا آپ ''بہشت کو دوزخ میں ڈال دیں گے!؟''

محمد ثاقب رضا قادری صاحب کا خط پسند آیا کہ انھوں نے اپنی فروگذاشت (وہ بھی عدم معلومات کی بنا پر) کا اقرار کر لیا کہ ''فقیر نے رسائل حسن کے مقدمے میں درج ذیل تحریر لکھ دی: ''مولانا غلام احمد اخگر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ہندوستان کی تاریخ کا سب سے پہلا نعتیہ رسالہ بنام ''گلستانِ رحمت'' جاری کیا جس کا پہلا پرچہ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ (۴ نومبر ۱۹۰۷ء) کو نکلا۔''

جناب امداد صابری صاحب کی کتاب ''تاریخ صحافت اردو'' کی ورق گردانی کرتے ہوئے فقیر کی نظر ایک رسالہ پر ٹھہر گئی جو کہ نعتیہ ادب کے فروغ ۱۸۹۰ء میں جاری ہوا تھا چوں کہ اس دریافت سے فقیر کی گذشتہ تحریر یعنی ''گلستانِ رحمت'' کو پہلا نعتیہ رسالہ قرار دینے کی تردید ہوتی ہے۔ امداد صابری لکھتے ہیں: ''مداح النبیؐ' یہ نعتیہ کلام کا ماہنامہ گلدستہ جھجر ضلع رہتک سے ۱۸۹۰ء کو شائع ہوا۔''

محمد ثاقب رضا قادری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ: ''مداح النبیؐ'' سے قبل بھی ایک نعتیہ گلدستہ ''منشور شفاعت'' بمبئی سے فقیر محمد

فدا چشتی کی ادارت میں ۱۸۸۹ء مطابق ۱۳۰۹ھ میں جاری ہوا تھا اس کے علاوہ ایک اور نعتیہ گلدستہ بمبئی ہی سے بلقیس جہاں بیگم (مالک) اور فاطمہ بیگم کی ادارت میں ''چراغِ کعبہ'' کے نام سے ۱۸۸۵ء مطابق ۱۳۰۳ھ میں جاری ہوا تھا۔'' (تفصیلات کے لئے دیکھئے،''بمبئی میں اردو'' میمونہ دلوی، ستمبر ۱۹۷۷ء، ص ۳۲۵-۳۲۷)

نعت رنگ سلور جبلی نمبر میں کئی عمدہ نعتیں اور بہت سارے عمدہ اشعار بھی موجود ہیں جن کا ذکر نہ کرنا ادبی خیانت کے مترادف ہوگا۔

آپ ان کے لئے بھی رحمت ہیں ۔۔۔ جو زمانے ابھی نہیں آئے
(حنیف اسعدی)

پڑھوں درود تو ہوتا ہے یہ خیال کہ اب ۔۔۔ حجابِ فاصلۂ وقت اٹھنے والا ہے
(اُمید فاضلی)

خاکِ صحرا بنی کہکشاں آپ سے ۔۔۔ یہ زمیں ہو گئی آسماں آپ سے
(عنبریں حسیب عنبر)

کتنی صبحیں ظہور کرتا ہے ۔۔۔ جاگنا رات بھر مدینے میں
(عطاء الحق قاسمی)

کام تو کوئی اس طرح کا ۔۔۔ ظفر نام تو لے لیا محمد کا
(ظفر اقبال)

حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے ۔۔۔ حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے
(صبیح رحمانی)

شکر صد شکر کہ موت آئی درِ آقا پر ۔۔۔ اب مدینے سے کہیں جانے کا امکان گیا
(شفیق احمد فاروقی)

اپنے ہر جرم پہ احساس ہوا ۔۔۔ آپ نے دیکھ لیا ہو جیسے
(حنیف اسعدی)

مدینے والے کو سب کچھ بتا دیا میں نے ۔۔۔ بہت سکوں ہے گناہوں کے اعتراف کے بعد
(سرشار صدیقی)

درِ کعبہ ہو، کبھی ہو مرے سرکار کا دَر ۔۔۔ کاش یوں دربدری میرا مقدر ہو جائے
(سرشار صدیقی)

نہ دل پہ بوجھ رہے گا نہ امتحان میں جان ۔۔۔ درود پڑھتے رہو جب تلک ہے جان میں جان
(منیر سیفی)

نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں ۔۔۔ حیاتِ مصطفےٰ کو سوچنا اول سے آخر تک
(صبیح رحمانی)

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۶ پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور صدمہ بھی ہوا۔ خوبصورت اور وقیع مضامین کے پہلو بہ پہلو نعتیہ ادب کی قد آور اور ممتاز شخصیات کی رخصتی سے دل میں کسک سی محسوس ہو رہی ہے۔ ابھی چند دنوں قبل اطلاع ملی کہ محترم ریاض حسین چودھری صاحب بھی داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم چودھری صاحب نے میرے مضمون ''نعت میں منفی عناصر'' (مطبوعہ نعت رنگ ۲۵) کے ایک حصے پر تھوڑی برہمی کیساتھ اپنے خط میں لکھا تھا کہ: ''ڈاکٹر اشفاق انجم نے اپنے احتجاجی مضمون ''نعت میں منفی عناصر'' میں جو اعتراضات اٹھائے ہیں اگر انہیں سو فیصد درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ آج کی نعت کے بہت بڑے ذخیرے کو اور شعراً کی ایک بڑی تعداد کو دریا برد کر دیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں جو اشعار درج کیے ہیں ان میں اکثر قابل مذمت ہی نہیں قابل گرفت ہیں بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سرے سے نعت کے اشعار ہیں ہی نہیں۔ انہیں ضرور دریا برد کیجیے۔ کوئی صاحب ایمان آپ کی مخالفت نہیں کرے گا۔ خدا خالق ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مخلوق، افضل ترین مخلوق، بے مثل بشر؟

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(لیکن) نعت کے عظیم الشان سرمائے کو نظر انداز کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ ''شانِ محشر'' اور ''مرثیۂ شفاعت'' کو واوین میں لکھ کر تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ مدینہ منوّرہ کے ذکرِ جمیل کو نعت سے خارج کرنے کی منصوبہ بندی کیا رنگ لائے گی؟ کل گنبدِ خضریٰ، موجب اقدس، روضۂ رسول درِ حبیب، وادیٔ بطحا اور خلد طیبہ کی معطّر گلیوں کے ذکر کو بھی شجرِ ممنوعہ قرار دیا جائے گا۔ معجزات کے ذکر کو بھی نعت کے دائرے سے خارج کرنے پر اصرار کیا جائے گا۔ ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب! حضور ﷺ کی دکھی امّت پہلے ہی اَن گنت خانوں میں تقسیم ہو کر اپنی اجتماعی قوت سے محروم ہو چکی ہے۔ اسے ایک پلیٹ فارم پر لانے کی سعی کیجیے، بکھری ہوئی ملّتِ اسلامیہ کو اتحاد کا درس دیجیے۔'' (ص ۶۲۳، ۶۲۴)

مرحوم ریاض حسین چودھری صاحب نے کسی اور کا ٹھیکرا میرے سر پھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ''شانِ محشر'' اور ''مرثیۂ شفاعت'' اور ''معجزات'' وغیرہ پر اعتراضات کا تعلّق مجھ سے نہیں ہے۔ ہاں! میں نے یہ ضرور لکھا ہے: ''بیشتر شعراً ایسے ہیں جو نعت کے مفہوم و مقصد ہی سے ناواقف ہیں اور ایسے ایسے مضامین نظم کر جاتے ہیں جن کا نعت سے کسی طور تعلّق نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تو ''مدینہ شریف'' کی مدح و تعریف کو بھی نعت کہتے ہیں۔'' (نعت رنگ ۲۵، ص ۷۷)

میرا مضمون پڑھتے وقت پتہ نہیں چودھری صاحب کی ذہنی کیفیت کیا تھی کہ وہ اس قدر برہم ہو گئے، میرے ان جملوں سے تو ان کی تحریر کی تائید نہیں ہوتی، میں تو سمجھتا تھا کہ میرے اس جملے ''لوگ تو مدینہ شریف کی مدح و تعریف کو بھی نعت کہتے ہیں۔'' کی تفہیم نعت رنگ کے قارئین کے لیے مشکل نہیں ہوگی ورنہ میں ایک جملہ یہ بھی بڑھا دیتا کہ ''لوگ' مدینہ شریف کی مدح و تعریف کو بھی نعت کہتے ہیں جبکہ اسے ''منقبت'' کہا جائے گا۔'' اس کی تائید ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے: ''نعت کا لفظ اپنے آپ میں مخصوص معنی رکھتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح مراد لی جاتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسرے بزرگ یا اصحاب و امام کی تعریف بیان کی جائے تو اسے ''منقبت'' کہیں گے۔ (نعت رنگ ۲۶، ص ۲۴)

اپنے بیان کی وضاحت کے لیے میں نے کچھ اشعار بھی درج کر دیئے تھے جن کا نعت سے دور کا بھی علاقہ نہیں۔ مثلاً

خاک جل کر ہوتے ہیں تو ہوں رسالت کے عدو ... یا نبی کے ہم تو بس نعرے لگاتے جائیں گے

اتراتے پھر رہے ہیں جو نجدی ... کب ہو گا انہیں زوال آقا

ندائے یا رسول اللہ لگاتے ہی رہیں گے ہم　　　جلانا تجھ کو نجدی ہے وتیرہ اہل سنت کا

جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے　　　جام کوثر کا پلا احمد رضا !!

ہر ذی شعور میری جسارت سے متفق ہوگا کہ انہیں نعتیہ اشعار کسی صورت نہیں کہا جا سکتا، اس وضاحت کی ضرورت یوں پیش آئی کہ ممکن ہے کچھ قاری ریاض حسین چودھری صاحب کی تحریر سے متاثر ہوئے ہوں تو ان کے ذہن اس تعلق سے صاف ہو جائیں۔

اللہ چودھری صاحب کی مغفرت فرمائے، مجھ پر ان کی برہمی کا سبب صرف ان کا نعت سے خلوص اور حضور ﷺ سے محبّت تھی۔

شمارہ نمبر ۲۶ کا آغاز فراغ روہوی کی غیر منقوط حمد سے ہوتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی ردیف (عکس در عکس) حمد کے لیے مناسب نہیں ہے۔

کہاں کوئی رہا ہے عکس در عکس

وہی ہم کو ملا ہے عکس در عکس

اللہ کا عکس؟؟ فراغ صاحب نے عکس اور اصل کا فرق ملحوظ نہیں رکھا ہے۔ علاوہ ازیں ایسی کسرتی تخلیقات یعنی تحتہ النقاط، فوق النقاط، واسع الشفتین وغیرہ اپنے الفاظ کا گورکھ دھندہ بن کر رہ جاتی ہیں ان میں تاثیر و جاذبیت نام کو نہیں ہوتی۔ یہی حال ڈاکٹر صابر سنبھلی کی Four in one کا ہے۔ فراغ صاحب کی دوسری حمد کا شعر ہے،

فلک کیا، خلا کیا، زمیں کیا، سمک کیا، مکاں لا مکاں کیا دیار حرم کیا

درونِ کلیسا، درونِ شوالہ خدا تھا، خدا ہے، خدا ہی رہے گا (ص ۲۰)

میرے خیال میں یہ شعر کفر و شرک تک جا پہنچا ہے یعنی کلیسا اور شوالے میں پہلے بھی خدا تھا آج بھی اور کل بھی رہے گا!؟ یعنی مسجد، مندر، رام رحیم میں کوئی فرق نہیں ہے؟ علاوہ ازیں اولیٰ مصرعے میں ''کیا'' منفی معنی دیتا ہے یعنی فلک، خلا، زمین، سمک، مکاں لا مکاں، دیارِ حرم کی کیا حیثیت ہے خدا (تو) درونِ کلیسا، درونِ شوالہ کل بھی تھا آج بھی ہے اور کل بھی رہے گا!!

ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کا مضمون ''نعت، بحیثیت صنف سخن''، اہم مضمون ہے۔ ہمارے بعض ناقدین صرف مخصوص موضوع اور کوئی مخصوص ہیئت نہ ہونے کی بنا پر نعت کو ''صنف سخن'' تسلیم نہیں کرتے جبکہ یہی ناقدین ''مرثیے'' کو صنفِ سخن کا درجہ دیتے ہیں جبکہ یہ بھی موضوعی صنف ہے اور جو لوگ ''مسدس'' کو اس کی ''ہیئت'' قرار دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ اسکی مسدسی ہیئت تو انیس و دبیر کی وجہ سے مقبول ہوگئی ورنہ ان سے قبل اور آج بھی مسدس کو مرثیے کی حتمی ہیئت تسلیم نہیں کیا گیا ہے جس طرح رباعی کی ہیئت تسلیم شدہ ہے، آج بھی دیگر شعری ہیئتوں میں مرثیے کہے جا رہے ہیں اس لیے جس طرح مرثیے کو موضوع کے اعتبار سے صنف سخن کا درجہ دیا گیا ہے اسی طرح نعت کو بھی ''صنف سخن'' تسلیم کر لینا چاہئے۔

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا مضمون ''نعتیہ مجموعوں میں تقاریظ، دیباچوں اور مقدمات میں تنقیدی رویّوں کا جائزہ'' حسب سابق بہت عمدہ ہے۔ مجھے ڈاکٹر موصوف کا یہ رویّہ بہت پسند ہے کہ وہ نئے نئے موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں اور اس کا تنقیدی رویہ نہایت مثبت ہوتا ہے۔ کلام کے حسن و قبح کی تشخیص میں وہ کمال رکھتے ہیں اور بلا خوف و تردّد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

دیباچہ، تقریظ یا مقدمہ نگاری بڑی ذمہ داری کا کام ہے جس کا مقصد کتاب اور صاحب کتاب پر چچی تلی اور صحیح رائے کا اظہار ہوتا ہے۔ (اس میں دیباچہ نگار کی علمی حیثیت بھی داؤ پر لگی ہوتی ہے) لیکن آج کل بیشتر اہل قلم اسے آمدنی کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ کتاب چاہے جیسی ہو ''معاوضہ'' مناسب ہونا چاہیے بس!!

علاوہ ازیں بعض حضرات تعلّقات اور دوستی کے پاس ولحاظ میں مارے جاتے ہیں اور کتاب وصاحب کتاب کے تعلّق سے وہ کچھ لکھ جاتے ہیں جوخود ان کی اپنی علمی وادبی حیثیت کے منافی ہوتا ہے جس سے ان کی ہی حیثیت مجروح ہوتی ہے۔ایسی کئی ''قد آور شخصیات'' میرے علم میں ہیں جو معاوضے پر یہ کام کرتی ہیں اور توجیہہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ ''ہمارے نام سے کتابیں بکتی ہیں تو ہم معاوضہ کیوں نہ لیں!!

اپنے مجموعۂ کلام ''فصیل بے چراغ ہے'' کے لیے ایک صاحب سے دیباچہ کی فرمائش کی ۔انہوں نے لکھا بھی اسی دوران حلقۂ ادب میں یہ بات بڑی تیزی سے گردش کرنے لگی کہ جناب نے مجید کوثر اور عادل فاروقی سے دیباچہ نگاری کا معاوضہ کے ایک ہزار اور پانچ سو روپے وصول کیے، مجھ تک یہ بات پہنچی تو میں نے اپنے مجموعے میں ان کا دیباچہ شامل نہیں کیا۔ان کے ایک دوست نے وجہ پوچھی تو میں نے صاف کہدیا کہ میں اس بات سے ڈر گیا کہ لوگ مجھے بھی کوثر اور عادل کی صف میں نہ شامل کرلیں۔خیر۔۔۔عزیز احسن صاحب نے بقانظامی کی جم کر کھینچائی کی ہے اور ہونی بھی چاہیے تھی اس قسم کے شعری رویوں کی سختی سے مخالفت کی جانی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی شاعر ایسی جرأت نہ کرے۔

سیّد یحییٰ نشیط صاحب نے غالبؔ کی مثنوی ''ابر گہر بار'' کے ایک حصے ''بیان معراج'' میں بڑی محنت کی ہے لیکن ان کی نگارش لائق ستائش نہیں ہے بلکہ قابل گرفت ہے کیوں کہ یہ قرآن وحدیث سے متصادم ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت اُمّ ہانیؓ کے یہاں استراحت فرمارہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور آپ ﷺ کو وہاں سے حرم شریف لائے جہاں آپ ﷺ کا سینۂ مبارک چاک کیا اور سنہری طشت میں آبِ زم زم سے دھویا، پھر وہاں سے آپ ﷺ براق پر سوار ہوکر جبرئیلؑ کیساتھ بیت المقدس پہنچے جہاں انبیاء کی امامت فرمائی اور پھر وہاں سے عالم بالا کا سفر شروع ہوا۔

غالبؔ نے اپنی مثنوی میں قمر کو فلکِ اوّل، عطارد کو دوم، زہرہ کو سوم، شمر کو چہارم، مریخ کو پنجم، مشتری کو ششم اور زحل کو ہفتم فلک بتایا ہے جبکہ یہ علم نجوم کی اصطلاحیں ہیں۔

نشیطؔ صاحب نے ''فلک اور سما'' کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔فلک قرآن کے مطابق وہ اجرام فلکی ہیں جو متحرک ہیں جنھیں سائنسی وجغرافیائی اصطلاح میں ''سیّارہ'' کہتے ہیں اور علم نجوم کی اصطلاح میں یہ ''ستارہ'' کہلاتے ہیں۔(ستارہ شناس اور ستارہ شناسی کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے) اور یہ ہمارے نظامِ شمسی کا حصہ ہیں ایسے کئی نظام شمسی خلا میں موجود ہیں ان کے علاوہ غیر متحرک روشن اجرام (ستارے) آسمانوں کی زینت ہیں (جو شیطانوں کو مارے جاتے ہیں) یہ تمام کے تمام ''تحت السما''، یعنی حقیقی آسمانوں سے نیچے ہیں جو لوگ ''فلک'' کو ''سما'' جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

نشیط صاحب نے غالب کے بیان کی وضاحت کی ہے کہ آپ ﷺ کی آمد کی خبر تمام افلاک (قمر، شمس وغیرہ) پر پھیل گئی تھی اور ہر فلک پر آپ کا شاندار استقبال ہوا، سب مفروضات ہیں اگر ایسا ہی ہوتا تو پہلے آسمان کا دربان جبرئیلؑ کی دستک پر یہ نہ پوچھتا کہ کون؟ اور جواب ''جبرئیل'' ملنے پر یہ بھی نہ پوچھتا کہ ''تمہارے ساتھ اور کون ہے؟ کیا انہیں طلب کیا گیا ہے؟؟ (ہر آسمان پر یہی صورتِ حال پیش آئی) اس سوال وجواب سے تو صاف واضح ہوتا ہے کہ سبع سماوات کے دربانوں کو بھی آپؐ کی آمد کی اطلاع نہیں تھی ورنہ وہ بھی افلاک کے دروازوں پر پھولوں کی مالائیں لیے آپ ﷺ کے استقبال کے لیے کھڑے ہوتے!!

اسی طرح وہ تمام روایات بھی ضعیف ہیں کہ حوریں شاندار میک اپ اور گٹ اپ میں آپ ﷺ کی آمد کی منتظر تھیں۔ جنت کو بقعۂ نور بنادیا گیا تھا اور ان کے خوبصورت لبوں پر طربیہ نغمات بھی رہے تھے۔واقعۂ معراج تو اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔آپ ﷺ کی روانگی اور واپسی کا وقفہ ایسا ہے کہ عقلِ انسانی باور نہیں کرسکتی یعنی حضرت اُمّ ہانیؓ کے دروازے کی کنڈی کی حرکت بند نہ ہوئی تھی کہ آپ ﷺ سیر افلاک اور بارگاہِ الٰہی میں

حاضری دے کر واپس بھی لوٹ آئے۔

قرآن وحدیث میں سبع سماوات کا ذکر ہے اور ہر آسمان پر حضورﷺ نے انبیاءؑ سے ملاقاتیں کیں ان کے نام بھی افلاک کی ترتیب کے ساتھ درج حدیث ہیں جبکہ غالبؔ کی مثنوی میں اس سفر کی روداد بے ترتیب ہوگئی ہے جس کا اظہار خود نشیط صاحب نے بھی کیا ہے۔

نشیط صاحب نے غالب کو ماہر علم نجوم کی حیثیت سے پیش کیا ہے جبکہ غالب نے اپنی مثنوی میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس زمانے میں عام سی باتیں تھیں۔ دہلی میں اس علم کے ماہرین اور کتابیں موجود تھیں اور آج بھی عملیات کی کتابوں میں ستاروں، بروج ان کے اثرات اور اس قسم کی تمام باتیں تفصیل سے موجود ہیں۔ (نقش سلیمانی اور شمع شبستانِ رضا ملاحظہ ہوں) نجوم کی اصطلاحات سے واقفیت اور اس کے اسرار و رموز کا علم دو علاحدہ چیزیں ہیں اس کی واضح مثال غالبؔ اور مومنؔ ہیں، مومن کا شماران کے عہد کے نابغۂ روزگار ستارہ شناسوں میں ہوتا تھا جبکہ غالبؔ کے ستارہ شناس ہونے کی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔ میر حسنؔ کی مثنوی ''سحر البیان'' میں بھی علم نجوم کی بہت ساری اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں جبکہ میر حسن ستارہ شناس یا نجومی نہیں تھے۔ غالبؔ کی معلومات اس علم سے متعلق سرسری سی تھیں اس میں انہوں نے مریخ کو سب سے زیادہ روشن سیارہ کہا ہے جبکہ سائنس اور نجوم دونوں کے مطابق ''مشتری'' سب سے زیادہ روشن ہے۔

غالبؔ کے بیانات کی تصدیق کے لیے نشیط صاحب نے اقبالؔ کے جاوید نامہ کو پیش کیا ہے اور انہوں نے بڑی غلطی کی ہے۔ اقبالؔ نے جاوید نامہ میں چاند پر (فلکِ قمر) حضورﷺ کی ''جہاں دوست'' یعنی شنکر اور گوتم سے ملاقات اور امر پالی کا ذکر کیا ہے۔ کیا یحییٰ نشیط صاحب بتا سکتے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کے متذکرہ ''جہاں دوست'' شنکر اور گوتم و امر پالی کا کہیں ذکر آیا ہے؟ اور کیا اقبالؔ شنکر بھگوان، گوتم، امر پالی، بھگوان نٹ راج کے وجود کے قائل تھے!؟ جبکہ اسلامی عقیدے میں ان کی کہیں بھی گنجائش نہیں ہے۔

نشیط صاحب کے مضمون میں بہت سارے جھول ہیں، بہتر ہوتا کہ وہ اپنے مضمون میں مذہبی روایات اور مفروضات کے ذکر کی بجائے صرف مثنوی کی ادبی حیثیت اور شاعرانہ اظہار کے عمدہ نمونے کے طور پیش کرتے تو بہتر ہوتا کیوں کہ غالبؔ نے شعری تقاضوں کے مدنظر احادیث اور علم نجوم دونوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا مضمون ''بر سبیلِ نعت، تلفّظ و اِملا'' بھی بہت عمدہ۔ بعض اصحاب کا اِملا تو درست ہوتا ہے لیکن تلفّظ اللہ غنی!! اور جن کا املا درست نہیں ہے تو ان کی علمیت معلوم!!

ڈاکٹر مولا بخش نے اپنے مضمون ''حمد و نعت کی شعریات'' میں بڑی سچی بات کہی ہے، ''حمد و نعت کی شاعری کا اہم موتیف عام شاعری ہی کی طرح احساسِ جمال اور احترامِ آدمیت ہے نیز اپنی تہذیب وثقافت کا تحفّظ ہے یا اپنی ثقافتی اقدار و مداولات کی فنی پیش کش ہے۔ محمدﷺ صرف ایک نبی کا نام نہیں بلکہ تہذیب وثقافت، اقدار و روایات، اصول و نظریات، حق و باطل، نشست و برخاست، طرزِ زندگی، روحانی اسرار اور خدا اور کائنات کے درمیان ایک برزخ کا نام بھی ہے۔ اس لیے نعت کا موضوع پوری زندگی کو حاوی ہے اور اس مرکز پر شاعری وسیع الہیئتی کا تقاضہ کرتی ہے۔'' (ص ۱۱۱)

نعت کا یہی موضوع اور وسیع الہیئتی بلکہ کثیر الہیئتی اسلوب اسے ایک مستقل صنف سخن کہلانے کا مستحق قرار دیتے ہیں۔

کاشف عرفان صاحب کی ماورائی باتیں خالص ادبی ذہن کے حامل افراد کے لیے کسی معمّے سے کم نہیں ہیں۔ ہاں! سائنس سے شغف رکھنے والوں کے لیے یہ خاصے کی چیز ثابت ہوگی۔

ڈاکٹر نسیم الدین فریس کا مضمون ''دکنی مثنویوں میں نعت'' اپنے کلاسک کی بازیافت کہا جاسکتا ہے۔ دکنی زبان وادب اور خاص طور پر اس

کے شعری مضامین شمالی ہند کے اردو شعرأ کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے جس کا اعتراف میرؔ نے بھی کیا ہے
ع ''معشوق جو تھا اپنا باشندہ دکن کا تھا''
اور دکن کا یہ معشوق ولیؔ دکنی کے سوا اور کون تھا؟

گوہر ملسیانی صاحب کا مضمون ''اردو نعت میں انوارِ قرآن'' اچھا مضمون ہے لیکن انہوں نے بعض سقیم اشعار بھی جمع کر دیئے ہیں جو طبع پر گراں گزرتے ہیں، مثلاً:

شب و روز مشغولِ صلی علیٰ ہوں
میں وہ چاکرِ خاتم الانبیاء ہوں (سردار عبدالرب نشتر ص۱۷۹)

اس شعر میں ''چاکر'' یعنی نوکر محل نظر ہے۔ حضورﷺ پر شب و روز درود بھیجنا چاکری یا نوکری ہر گز نہیں ہے۔

رہتی ہے درودوں کی حسیں آس مرے پاس
آئے نہیں اس واسطے وسواس مرے پاس (مسرور بدایونی ص۱۷۹)

شعر میں ''درودوں کی حسیں آس'' کا مطلب میری تو سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کس قسم کی آس ہے؟ علاوہ ازیں رہتی کی مناسبت سے ''آئے'' کی بجائے ''آتے'' کا محل ہے اور درود کی جمع ''درودوں'' کس قاعدے سے بنائی گئی ہے؟

رحمت للعالمین، یٰسین و طٰہٰ، ص، ق،
جبرئیل آداب سے پیغامِ حق لاتے رہے (سیّد افتخار حیدر ص۱۸۱)

شعر میں آداب کی بجائے ''ادب'' کی ضرورت ہے۔

وہ محمد ہیں احمد بھی محمود بھی، حسنِ مطلق کا شاہد بھی مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی ظاہراً اُمّیوں میں اٹھایا گیا (کرم حیدری ص۱۹۷)

ثانی مصرعے میں ''اُمّیوں میں اٹھایا گیا'' عجیب ٹکڑا ہے۔ یعنی حضورﷺ اُمّی نہیں تھے بلکہ اہلِ عرب اُمّی تھے!! اس کے علاوہ ''غیر محدود'' بھی اردو میں غیر فصیح ہے ''لامحدود'' مستعمل ہے۔

کیونکر ڈریں نہ تجھ سے عدو، شاد دوست ہوں
پایا خطاب تو نے بشیر و نذیر کا (احقر بہاری ص۱۹۷)

احقرؔ صاحب نے ''بشیر و نذیر'' کی رعایت سے ''ڈریں، عدو، دوست، شاد'' استعمال کیا ہے لیکن اس پر توجہ نہیں دی کہ ''حضورﷺ اللہ سے ڈرانے آئے تھے خود سے نہیں!! مصرع یوں ہونا تھا: ''کیوں نہ ڈریں خدا سے عدو، شاد دوست ہوں''

پیکر نور اے سراجِ منیر
ہے یہ خورشید میں تری تنویر (اثر صہبائی ص۱۹۷)

''یہ'' حشو قبیح ہے۔

حفیظ ثابت صاحب کا مصرع ہے: روحِ رواں کی ہے صدا صلی علیٰ نبیّنا (ص۲۷۹)

مجھے ''روحِ رواں'' کی ترکیب سے متعلق کچھ کہنا ہے، ''روح اور رواں'' دونوں ہم معنی الفاظ ہیں میرے خیال میں ان میں اضافت لگانا غلط

ہوگا۔ہم معنی الفاظ میں اضافت کی بجائے ''واؤ عطف'' لگایا جاتا ہے۔اس مقام پر ایک نکتہ یہ بھی بیان کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ ''روح'' کا جسم میں کہیں ایک مقام متعیّن ہے یعنی یہ ''رواں'' نہیں ہے یعنی سارے جسم میں بہہ نہیں رہی ہے کہ اسے روح کیساتھ ترکیب دیا جائے ،اس کے علاوہ رواں کا ایک مطلب ''جان'' بھی ہے جو صرف جانوروں سے متعلق ہے یعنی جانوروں میں صرف جان ہوتی ہے ''روح'' نہیں اس لیے انہیں ''جانور یا جاندار'' کہتے ہیں۔روح صرف انسانوں میں ہے اور اسی لیے یہ مکلّف بھی ہے۔اس لیے ''روحِ رواں'' کی بجائے ''روح و رواں'' استعمال کرنا چاہیے۔'' اس تعلّق سے ماہرینِ لسانیات کی گراں قدر آراء کا منتظر ہوں۔

فاروقی صاحب غیر مسلم نعت گو شعراً پر مسلسل مضامین لکھ رہے ہیں۔اللہ انہیں جزائے خیر دے۔''جین و کرسچین نعت گو شعراً'' یقیناً معلوماتی مضمون ہے جو نعتیہ ادب میں اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

''مجید امجد کی ایک نایاب نعت'' ڈاکٹر محمد افتخار شفیع صاحب کی امجدؔ سے عقیدت کا اظہار ہے ورنہ نعت میں کئی جگہ جھول ہے، مثلاً:

ہے جبرئیل محوِ ثنائے رسول آج
ہے عاشق رسول ، فدائے رسول آج (مجید امجد،ص ۲۴۱)

ثانی مصرے میں ''آج'' حشو ہے!! آج سے عموماً ''دن'' مراد لیا جاتا ہے جبکہ یہاں بات ''رات'' کی ہو رہی ہے۔وہ بھی واضح نہیں کہ یہ رات کونسی ہے!؟ علاوہ ازیں ''عاشقِ رسول اور فدائے رسول'' کون ہے؟ اللہ تعالیٰ یا جبرئیلؑ!!؟

درج ذیل مصرعے بھی محلِ نظر ہیں:

اور ہے خدا فدائے لقائے رسول آج
ہے آستانِ قدس پہ پائے رسول آج

کیا خدا تعالیٰ عاشقانہ جذبات رکھتا ہے جو وہ رسول کے حسن پر فدا ہو جائے اور آستانِ قدس پر پائے رسول سے کیا مراد ہے؟ کرسیٔ الٰہی پر پائے رسول؟؟ یہاں ''آستان'' کی بجائے ''آسمان'' کہا جاتا تو اس بے حرمتی سے شاعر محفوظ ہو جاتا۔

حسنِ ازل کے چہرے سے پردے سرک گئے
حسنِ ازل ہے مستِ ادائے رسول آج

حسنِ ازل کے چہرے سے پردے سرکیں گے تو رسول مست ہوں گے یا حسنِ ازل؟ اور اگر پہلے مصرعے میں ''حسنِ ازل'' سے مراد حضور ﷺ ہیں تو یہ مفتیانِ شرع متین کے لیے مسئلہ پیدا کرسکتا ہے۔ایک سوال یہ بھی ہے کہ ''حسنِ ازل'' کے چہرے پر ایسے کونسے دبیز پردے پڑے ہوئے تھے کہ اللہ اسکے پار دیکھ نہیں سکتا تھا؟؟

ٹھکرا رہا ہے قیصر و کسریٰ کی سلطنت
یہ امجدؔ حزیں یہ گدائے رسول آج

کیا کسی نے امجد صاحب کو قیصر و کسریٰ کی حکومت آفر کی تھی جسے وہ ٹھکرا رہے ہیں!؟ جو چیز ہماری ملکیت نہ ہوا سے ٹھکرانا کونسا کمال ہے؟

ڈاکٹر صابر سنبھلی کا مضمون ''حدائقِ بخشش کے صنائع بدائع پر ایک اور نظر'' اس سے قبل بھی ''دبستانِ نعت'' (عادل آباد، بھارت) کے پہلے شمارے کے صفحات ۵۷ تا ۶۱ پر شائع ہو چکا ہے۔جو صابر سنبھلی صاحب کے لیے حیرت انگیز ہیں اور اہلِ ادب جن کا آج تک نام طے نہیں کرسکے وہ صدیوں

سے ادبی کتابوں میں اپنے ناموں کے ساتھ موجود ہیں، مثلاً تجنیس تام، تجنیس ناقص، تجنیس مرکب وغیرہ اب یہ الگ بات ہے کہ صابر صاحب ان الفاظ میں صنعت بتا رہے جن میں صنعت ہے ہی نہیں مثلاً یہ شعر:

ہے تو رضاؔ ترا ستم جرم پر گر لجائیں ہم
کوئی بجائے سوزِ غم سازِ طرب بجائے کیوں (ص ۲۴۳)

شعر پر صابر صاحب ''بجائے۔ بجائے'' میں صنعت بتاتے ہیں لیکن انہیں اگر صنعت کا نام معلوم نہیں، وہ تجنیس تام کہتے ہوئے جھجکتے ہیں کیوں کہ اس میں تجنیس تام ہے ہی نہیں۔ تجنیس دو الفاظ میں ہوتی ہے یہاں بجائے بجا تا ہے میں (ء) زائد ہے اور دوسرے بجائے کا املا ''بہ جائے'' ہوتا اور ''بہ'' کوئی لفظ نہیں ہے کہ اسے صنعت مرکب ہی سمجھ لیا جائے۔

صابرؔ صاحب مضمون پر بحث کرتے کرتے بحور وعروض میں الجھ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ''واسع الشفتین'' کی صنعت سے متعلّق احمد رضا صاحب کے اشعار مثال میں پیش نہ کرنے پر مؤلف 'بحر الفصاحت' مولانا نجم الغنی پر شدید برہمی کا اظہار کرتے ہیں جیسے نجم الغنی نے کوئی بہت بڑا گناہ کر دیا ہو!!

اسی قبیل سے حافظ عبدالغفار حافظ (کراچی) کا مضمون ''حدائق بخشش کے متن کا المیہ'' ہے۔ حضرت احمد رضا کا شعر ہے:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے (ص ۲۵۰)

اس کے تعلق سے حافظؔ صاحب لکھتے ہیں: ''شرر مصباحی نے اس کا وزن ''فعل فعولن فعلن فعل فعل فعولن فعولن فع'' بتایا ہے جو غلط ہے۔

حافظؔ صاحب نے اسے غلط تو کہہ دیا لیکن صحیح وزن نہیں بتایا جو ضروری تھا۔ تنقید یہ نہیں کہ کسی چیز کو غلط کہہ دیا جائے بلکہ اس کی تصحیح بھی کی جانی چاہیے۔

''کرناٹک میں اردو کی نعتیہ شاعری'' شاہ رشاد عثمانی صاحب کا کافی معلوماتی مضمون ہے لیکن انہوں نے بھی بعض سقیم اشعار نقل کیے ہیں، مثلاً:

وہی نظر ہے زمانے میں کامیاب نظر
جو نقش پائے محمد کو ڈھونڈتی ہو گی (منیر احمد حامیؔ، ص ۲۵۸)

شعر کی ردیف ضائع ہو گئی، یہاں ''ہو گی'' کی بجائے ''ہے'' کی ضرورت ہے۔

جو شخص مصطفےٰ کا مددگار ہو گیا
اللہ پاک اس کا مددگار ہو گیا (سورجؔ کرناٹکی، ۲۵۹)

شعر میں قافیہ نہیں ہے اور اگر ''مددگار'' کو قافیہ تسلیم کریں تو ''ایطائے جلی'' کا عیب ہے۔ اس میں تجنیس تام بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق (کراچی) کا مضمون ''انجمن ترقی اردو میں ذخیرۂ نعت ومنقبت''، محققین کے لیے خاصے کی چیز ہے۔

احمد جاوید کا مضمون نئے لکھنے والوں کے لیے ہدایت نامہ ہے۔ آجکل ایسے مضامین کی سخت ضرورت ہے کیوں کہ اکثر شعرائے کرام نعت کے تقاضوں سے بے خبر ہیں۔

محمد جنید عزیز خان کا مذاکرہ بھی متذکرہ بالا مضمون کی توسیع ہے اور بہت خوب ہے۔ پروفیسر سحر انصاری اور عزیز احسن معتبر ناقدین میں شمار ہوتے ہیں ان کی آرا اور تنقید بے حد نپی تلی ہوتی ہے۔ اللہ انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ آمین!

''فکر وفن'' کے تحت شامل تقریباً تمام مضامین ٹھیک ٹھاک ہیں انفرادی کوششوں کی ستائش بھی ضروری ہے لیکن اس میں بھی اشعار کے

انتخاب میں احتیاط ضروری ہے ورنہ شعروں کا انتخاب مضمون نگار کو رسوا بھی کرسکتا ہے۔اختر ہوشیار پوری کے یہ اشعار بھی محلِ نظر ہیں:

زمانہ تو یہاں سے ہے وہاں تک
محمد ہیں مکان و لامکاں تک (ص۳۶۴)

''زمانہ'' تو خود ''اللہ'' ہے (والعصر) جو ساری کائنات کو محیط ہے تو پھر یہ ''مکان ولامکاں'' اور ''یہاں سے وہاں تک'' کیا ہے؟

کب بامِ افق پر کچھ دھیرا ہے
سورج تو حرا سے پھوٹتا ہے (ص۳۶۴)

''سورج کا پھوٹنا'' عجیب بات ہے لوگ جدّت کے زعم میں زبان وحقائق سے روگردانی کرنے لگے ہیں۔کل کوئی صاحب یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ''گنگا جمنا، راوی چناب، ہمالیہ سے اُگتے ہیں۔اسکے علاوہ یہاں ردیف ''ہے'' کی بجائے ''تھا'' کا محل ہے ویسے سورج تو آج بھی افق ہی سے طلوع ہوتا ہے۔

احمد جاوید (بھارت) کے مضمون ''وسیم بریلوی: نئی نعت کا پیشرو شاعر'' میں وسیم بریلوی کے صرف ۹/ اشعار پیش کیے گئے ہیں جن میں ایک بھی ''نعت'' کا شعر نہیں ہے۔احمد جاوید صاحب نے زبردستی غزل کے اشعار کو نئی نعت کے عنوان سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔مضمون کا پہلا ہی شعر عیب دار ہے:

کھڑی ہیں دست بستہ خوشبوئیں پھولوں کی پلکوں پر
کسی کا جیسے نعت پاک کہنے کا ارادہ ہے (ص۳۷۷)

اوّل تو پھولوں کی پلکیں نہیں ہوتیں، اساتذہ نے برگِ گل، دامنِ گل، کفِ گل، تبسّمِ گل وغیرہ اور چشم نرگس جیسی تراکیب نظم کی ہیں۔ ''پھولوں کی پلکیں'' تو قیاس میں بھی نہیں آتیں۔یہاں کچھ رعایت کریں تو ''نرگس کی پلکوں'' کہہ سکتے ہیں کہ نرگس کو آنکھ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ دوسرے مصرعے میں ''کسی کا'' قطعی مہمل ٹکڑا ہے اس کی بجائے ''ہمارا جب سے'' کہا گیا ہوتا تو شعر مزہ دے جاتا۔اسی طرح:

فلک کو میزبانی کی سعادت جب ملی ہو گی
تو بے چاری زمیں کی رات آنکھوں میں کٹی ہو گی

شعر میں ''ہوگی'' شکّیہ صیغہ ہے اور زمانہ ماضی ہے تو یہاں ہوگی نہیں ''تھی'' کا محل ہے۔

ص۴۱۵ پر نظیر رضوی الہ آبادی کا شعر ہے:

دشمن ہوئے اخلاقِ شہ دیں سے مسلماں
یہ معجزۂ خلق ہے یہ شانِ نبی ہے

مصرعۂ اولیٰ میں زبردست تعقید معنوی ہے یعنی مصرعے کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ ''اخلاقِ شہِ دیں سے مسلمان دشمن ہوئے'' جبکہ شاعر کی مراد ہے کہ اخلاقِ شہ دیں سے دشمن (بھی) مسلمان ہوگئے۔

کافور کیا جس نے زمانے کی سیاہی
وہ روشنئ شمع فروزانِ نبی ہے (ص۴۱۵)

''کافور کیا'' غلط ہے ''کی'' چاہیے۔روشنی شمع فروزاں'' بھی عجیب سی ترکیب ہے۔فروزاں کا مطلب بھی روشن ہی ہے۔اردو ترجمہ کریں تو ''روشن شمع کی روشنی'' ہوگا یعنی ''روغنِ آملہ کا تیل!!''

سیّد الکونین ہے جس کا لقب
رحمت دارین ہے جن کا خطاب (ضیااحمد ضیا،ص۴۸۷)

''جس'' اور ''جن'' میں شترگربہ کا عیب ہے۔

معیار ہے دنیا کے لیے اسوۂ حسنہ
سرنامۂ توحید کے ہیں نقشِ حسیں آپ (عبدالکریم ثمر،ص۴۸۸)

لفظ ''حَسَنہ'' ہے ''حُسنہ'' نہیں۔مصرعۂ ثانی میں واحد جمع کا عیب ہے یعنی ''سرنامۂ توحید کے ہیں نقشِ حسیں آپ'' چاہیے۔

سرمایۂ حیات ہے سیرت رسول کی
اسرارِ کائنات ہے سیرت رسول کی (ساغر صدیقی،ص۴۸۸)

حضورﷺ کی سیرت تو ایک کھلی کتاب ہے ''اسرار'' سے اس کا دور کا بھی علاقہ نہیں ہے، یہاں اسرار کی بجائے ''اظہار'' ہونا چاہیے تھا۔

چہروں سے برسنے لگے انوار یقیں کے
ایمان سے ہونے لگی قلبوں کی صفائی (فدا خالدی،ص۵۰۶)

قلب کی جمع ''قلبوں'' غیر فصیح ہے ''قلوب'' کہتے ہیں۔

وہ دلبر حق سرورِ کونین کہ جس کے
جبرئیلِ امیں در پہ کریں ناصیہ سائی (ایضاً)

ترے جلو میں حدیں ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں
ازل ابد سے ادھر بھی خرام کرتا ہوں (عارف عبدالمتین،ص۵۰۶)

حدیں ٹوٹتی ہیں ''پھوٹتی'' نہیں! عارف صاحب بتائیں گے کہ ازل ابد سے ادھر کونسی جگہ ہے جہاں وہ خرام کرتے ہیں؟؟

وہ لمحہ جو کہ تری یاد سے تہی گزرے
میں اپنے آپ پر اس کو حرام کرتا ہوں (ایضاً)

شاعر کی زندگی میں یقیناً ایسے لاکھوں لمحات گزرے ہوں گے جو حضورﷺ کی یاد سے تہی ہوں گے یعنی شاعر کی زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ ''حرام'' ہو گیا!! ایسے بے تکے دعوے نیکی وثواب کی بجائے عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

بھینی بھینی خوشبو سے گھر مہکا ہے
شب کو خواب میں آنے والے کیسے ہوں گے (ع۔م۔مسلم،ص۵۱۲)

اوّل تو کسی قرینے سے یہ نعت کا شعر لگتا نہیں دوسرے اگر حضورﷺ کسی کے خواب میں آتے ہیں تو اپنے مکمّل وجود اور واضح خدوخال کیساتھ تشریف لاتے ہیں اس صورت میں ''آنے والے کیسے ہوں گے'' بے معنی سوال ہے۔

سبیل اور صراط ہے اور روشنی ہے
اک عبد مولا صفات ہے اور روشنی ہے (افتخار عارف،ص۵۱۴)

شعر میں ''سبیل'' سے کیا مراد ہے کچھ پتہ نہیں چلتا اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نعت کا شعر ہے یا منقبت کا!! تیسرے یہ کہ کوئی عبد کسی حال میں ''مولا صفات'' نہیں ہوسکتا۔ ''خالق'' اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے جو کسی بندے میں نہیں ہے۔

افتخار عارف صاحب نے صراط، صفات، ساتھ، صلوٰۃ بطور قافیہ استعمال کیے ہیں۔ اہل ہندط۔ۃ۔ت۔وغیرہ کا تلفّظ ''ت'' سے کرتے ہیں لیکن لکھتے تو صحیح ہیں۔ مملکت اہلِ عرب میں ان کا تلفّظ بالکل جدا ہے اس لیے اصل تلفّظ کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ورنہ لوگ چراغ، آگ، باغ، ناگ، قمیص، رئیس، خبیث جیسے الفاظ بھی ہم قافیہ استعمال کرنے لگیں گے۔ ماہرین لسانیات اور عروض دانوں نے عفوظی قوافی کو مکتوبی قوافی کے مماثل تسلیم نہیں کیا ہے تو قوافی کے لیے مکتوبی شکل میں یکسانیت لازمی ہے۔

محمد مصطفےٰ نے کس قدر اعجاز فرمایا
شتر بانوں کو شاہوں کی طرح ممتاز فرمایا (خالد بزمی،ص۵۱۵)

''اعجاز فرمایا'' یہ کونسی زبان ہے؟

کھلتا ہے جو بابِ ذکرِ طائف
ہو جاتی ہے آنکھ آنکھ نم ناک (سلیم شہزاد،ص۵۱۶)

''آنکھ آنکھ'' غیر فصیح ہے۔ ہر ایک آنکھ بھی کہا جاسکتا تھا۔

فرمایا! انا مدینۃ العلم
اس قول نے سب فسوں کیے چاک (ایضاً)

فسوں چاک نہیں کیا جاتا ''توڑا'' جاتا ہے۔

سلیم شہزاد قوافی کے پیچاک وفتراک میں الجھ کر رہ گئے ہیں اس لیے ان کے یہاں شعریت نام کی کوئی چیز نہیں ملتی۔

ایک ذرّہ سے آسمانوں تک
نقش ہے جا بجا محمد کا (ماجد الباقری،ص۵۱۷)

ایک ذرّہ!! کونسا؟ ذرّے ذرّے سے آسمانوں تک ہونا چاہیے تھا۔ نیز ''نقش ہے'' کی بجائے ''نقش میں'' چاہئے۔

طلعت سلیم کا مصرع ہے:

''ہوائیں جس کی بوجھل آپ کی خوشبو سے رہتی ہیں'' (ص۵۲۰)

حضور ﷺ کے تعلّق سے کوئی ایسا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہیے جس کے منفی معنی بھی نکلتے ہوں۔ ''بوجھل'' بادلوں اور ہواؤں کے لیے استعمال ہوتا ہے، سوٹھیک لیکن بوجھل کے معنی ہیں کثیف، تکدّر، گرانی، وزنی، بھاری، ظاہر ہے حضور ﷺ کی خوشبو نہ کثیف کہی جاسکتی ہے اور نہ ہی گراں!!

مصرع یوں بھی ہوسکتا تھا: ع فضا جس کی معطّر آپ کی خوشبو سے رہتی ہے

نسیم سحر (ص۵۲۲) اور افتخار عارف (ص۵۱۴) کی نعتیں ہم ردیف ہیں اور حق تو یہ ہے کہ نسیم سحر کی نعت افتخار عارف سے بہتر ہے۔

کلیم حاذق صاحب نے ''بُزُرگ'' کو ''بُزْرگ'' نظم کیا ہے۔

''تمہارے بزرگ اوّل کا یہ ارفع کرشمہ تھا'' (ص۵۲۶)

احسن زیدی کا مطلع ہے:

غروب تیرہ شبی اور طلوع صبح جمال
تری نظر کا کرشمہ تری جبیں کا جمال (ص۵۲۷)

''غروبِ تیرہ شبی'' عجیب سی ترکیب ہے۔ نہ شب غروب ہوتی ہے نہ تیرگی!؟ غروب تو آفتاب ہوتا ہے۔

وہی فردوس کی خوشبو معطّر ان سے چاروں سو
کہاں شب رنگ زلف ایسی یوں ہندی تل کہاں مہکا (احسان اکبر،ص۵۳۰)

شعر میں ''چاروں سو'' غیر فصیح ہے ''چہار سو'' یا ''چاروں طرف/سمت'' کہتے ہیں۔ یہ ''ہندی تل'' کیا چیز ہے اور اس کی خوشبو کیسی ہوتی ہے؟

ٹھنڈا کر ڈالا صدیوں کی آتش کو
بادل سے کوندا اترا تھا ، دیکھا تھا (منیر سیفی،ص۵۳۱)

''کوندا اترنا'' غلط زبان ہے ''کوندا لپکتا ہے'' اور یہ بجلی کی ایک باریک سی لکیر ہوتی ہے جو جس شئے پر پڑتی ہے جلا ڈالتی ہے اور اگر ''کوندا'' سے حضور ﷺ مراد ہیں تو شاعر کو ہزاروں استغفار کرنا چاہیے۔

کس نے زخموں پر شبنم سے ہاتھ رکھے
کوئی ہمارے بیچ آیا تھا ، دیکھا تھا (ایضاً)

شعر یوں ہونا تھا:

کس نے زخموں پر شبنم سا ہاتھ رکھا
کوئی ہمارے بیچ آیا تھا ، دیکھا تھا

عیادت کے لیے آنے والے زخموں پر دونوں ہاتھ نہیں رکھتے!!

رہِ عرفاں دکھائی آپ نے پرواؔز بندوں کو
بشر جس راستے سے ماورا تھا آپ سے پہلے (محمد یعقوب پرواز،ص۵۳۳)

شعر میں زبردست تعقید معنوی ہے، اس کا مطلب تو یہ نکلتا ہے: '' آپ سے پہلے بشر جس راستے سے ماورا تھا (اسے) پرواؔز نے رہِ عرفاں دکھائی'' اللہ کی پناہ!! ''ماورا'' پہلی بار ''نامعلوم/اجنبی'' کے معنی میں استعمال ہوتے دیکھا ہے۔

ان کی نسبت سے مجھے سارا جہاں جانتا ہے
ورنہ میں کیا ہوں مجھے کوئی کہاں جانتا ہے (علی رضا،ص۵۳۷)

''جہاں اور کہاں'' میں ایطائے جلی کا عیب ہے۔

شوقِ دیدار میں ہوتی ہیں جو سطریں تخلیق
سننے والا انہیں اعجاز بیاں جانتا ہے (ایضاً)

سطریں سنی نہیں پڑھی جاتی ہیں۔

میں بھی ہوتا کہ انہیں دیکھتا رہتا ہر دم
عکس جلوہ مری بینائی میں اترا ہوتا (ڈاکٹر اشرف کمال،ص۵۴۴)

نور کا عکس نہیں ہوتا!! عکس کو ''ان کا'' کر دیں تو!

حافظ عبدالغفار حافظ صاحب کے ''قصیدۂ نعت رنگ'' پر ''ﷺ'' کا عنوان دیا گیا ہے جو نا مناسب ہے۔ ویسے قصیدہ اچھا ہے مطلع میں ذرا سی ترمیم کر دیں تو بہتر ہوگا یعنی ''اردو زباں'' کی جگہ ''خیر اللہ'' رکھ دیں۔ حافظ صاحب کا مطلع یوں ہے:

فخر پاک و نازش ہندوستاں ہے نعت رنگ
بالیقیں ''اردو زباں'' کا ترجماں ہے نعت رنگ (ص۵۴۵)

کاشف عرفان صاحب کی نعت اچھی ہے اس کے مطلع اور مقطعے پر کچھ کہنا چاہوں گا۔

اس رنگِ محبّت کے اثر میں ہوں ابھی تک
گھر لوٹ بھی آیا ہوں، سفر میں ہوں ابھی تک (ص۵۵۰)

''رنگ'' کی جگہ ''جذب'' زیادہ بہتر ہوتا۔

کاشف ابھی آلودہ ہے خواہش سے مرا دل
پتھر ہوں مگر کانِ گہر میں ہوں ابھی تک

''گہر'' کان میں نہیں ''سیپ'' میں ہوتا ہے۔ ثانی مصرع یوں ہوتا تو: ع ''گوہر ہوں مگر ''کانِ حجر'' میں ہوں ابھی تک''
کاشف صاحب سے ''کانِ حجر'' ترکیب داد چاہوں گا۔

یہ وہ صنف ہے جس کو فرشتے ہاتھوں ہاتھ سمیٹتے ہیں
یہ وہ چیز ہے جو سرکار کو جا کر دکھائی جاتی ہے (ڈاکٹر شعیب،ص۵۵۲)

درود شریف کے تعلّق سے تو سند موجود ہے کہ فرشتے درود شریف حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچاتے ہیں لیکن ''صنف'' کے تعلّق سے ایسی کوئی روایت یا سند!! شعراؑ کو کم از کم نعت میں بداحتیاطی سے بچنا چاہیے۔

یہ احسان شعیبؔ ہے مجھ پر کالی کملی والے کا
یہ سوغات مدینے سے مجھ کو بھجوائی جاتی ہے (ایضاً)

کونسی سوغات؟ اس قسم کے دعوے کا شاعر کے پاس کوئی جواز بھی ہے؟

حجلۂ جاں تری خوشبو سے مہک اٹھتا ہے
گوشۂ دل میں نہاں غارِ حرا لگتا ہے (سیّد ابرار سالک،ص۵۵۳)

''اٹھتا ہے اور لگتا ہے'' میں تقابلِ ردیفین کا عیب ہے۔

شدت یاس میں پڑھتا ہوں میں جب حرفِ درود
کاسۂ سر ترے قدموں میں جھکا لگتا ہے (ایضاً)

یہ ''حرف درود'' کیا ہے؟ کیا درود سے الگ کوئی چیز ہے؟؟

مولانا عبدالرحمٰن جامی کی نعت میں کمپوزنگ کی بہت ساری خامیاں ہیں اس کے علاوہ جہاں جہاں فارسی شعر یا عبارتیں شائع ہوئی ہیں ان میں کوئی نہ کوئی غلطی ضرور ملتی ہے اس طرف توجہ دیجیے۔

اس شمع ہدایت سے ملتی ہے ضیا سب کو
جاری ہے مدینے پر فیضان محمد کا (محمد شفیق اعوان، ص۵۵۷)

ثانی مصرعے میں ''مدینے'' کی بجائے ''زمانے'' ہوتا تو شعر آفاقی ہو جاتا۔

صفحہ ۶۵۹ پر مجید اللہ قادری صاحب نے ایک شعر درج کیا ہے:

اور بھی ارض وطن میں ہیں ولے
سب شماروں سے جدا ہے نعت رنگ

شعر میں ''شماروں'' کی بجائے ''رسالوں'' کا محل ہے شاعر نے شمارے اور رسالے کا فرق ملحوظ نہیں رکھا۔

تنویر پھول صاحب اپنے خط میں لکھتے ہیں: ''نعت نامے میں احمد صغیر صدیقی صاحب کا مکتوب زیر نظر آیا۔ افسوس کہ ان کو راقم الحروف کی حمد کا یہ سادہ سا مقطع پسند نہیں آیا:

پامال ہے یہ گلشن ہستی میں ہو رہا
فریاد لایا پھول ہے تیری جناب میں (ص۶۶۳)

احمد صغیر صدیقی صاحب کو مقطع پسند نہیں آیا تو اس کی وجہ بھی صاف ہے کہ یہ فصاحت و بلاغت اور صرف ونحو کے اصولوں پر کھرا نہیں اترتا۔ شعر اگر اس طرح ہوتا تو صدیقی صاحب کو یقیناً پسند آتا،

پامال ہورہا ہے خس و خار کی طرح
فریاد پھول لایا ہے تیری جناب میں

نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۶ کے بیشتر مضامین عمدہ ہیں۔ شعری حصہ کمزور ہے مجھے صرف ان تین اشعار نے متاثر کیا؛

کس بلیغ انداز میں ساری دعائیں مانگ لیں
دل نے بس اک بار رو کر رحمت عالم کہا (سیّد قمر حیدر قمر، ص۵۴۰)

وہ ساعتِ نایاب جو گزری تھی حرم میں
اس شام میں زندہ ہوں، سحر میں ہوں ابھی تک (کاشف عرفان، ص۵۵۰)

جب سے آنکھوں میں بسا گنبد خضریٰ کا جمال
زرد پتّے کو بھی دیکھوں تو ہرا لگتا ہے (سیّدابرار سالک،ص۵۵۳)

اشفاق انجم

~~~~~~

اطہر عباسی (جدّہ)

۵۔جولائی۔۲۰۰۲ء

جناب صبیح رحمانی! السّلامُ علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی عظیم برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے آمین۔کافی دن ہوئے ای۔میل پر بھی رابطہ قائم نہیں ہو سکا دفتری مصروفیت کچھ زیادہ ہی ہیں ان دنوں کئی دفتری ساتھی سالانہ چھٹیوں پر ہیں۔بچوں کو بھی چار جولائی کو جانا تھا لیکن تاخیر سے روانگی ہے۔

''نعت رنگ'' کے حوالے سے جتنا کام کرنا چاہیے تھا نہیں کر سکا معذرت خواہ ہوں چاہتا تو ہوں کے اسے پورے سعودی عرب میں مقیم اہلِ اردو کی نذر کر سکوں۔اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو شرف قبولیت بخشے آمین۔

''نعت رنگ'' بے حد پسند کیا جا رہا ہے جسے بھی ملا اُس نے آنکھوں سے لگایا بے ساختہ آپ کو داد و دعا سے نوازا۔موجودہ حالات اور انتہائی مشینی دور میں آپ جس جہد مسلسل سے کام کر رہے ہیں آپ ہی کی ہمت ہے اور ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صحت وتندرستی کے ساتھ مزید ہمت واستقامت سے نوازے آمین۔

جہاں اکثر لوگوں نے قیمت کے اعتبار سے مہنگا بتایا وہاں جذبۂ شوق میں معمور لوگ ویسے ہی نذر کرنے کو تیار ہیں عام طور سے اس جسامت کی دوسری کتب یہاں پر ۱۵ ریال تک با آسانی فروخت ہو جاتی ہیں لیکن یقیناً ہمیں تو قاری کو وہ ذہنی آسودگی عطا کرنی ہے جو اس کی دنیا اور آخرت سنوار سکے۔لوگوں کی آراء جمع کرنے کی کوشش میں ہوں آئندہ شمارہ کب تک متوقع ہے۔اس مرتبہ کوشش کیجیے کے حجازِ مقدس کے اہل قلم حضرات کیلئے کوئی الگ گوشہ شامل اشاعت ہو سکے۔چند شعراء حضرات کا کلام ارسال کر رہا ہوں جو بعد میں موصول ہوگا بذریعہ فیکس روانہ کردوں گا۔نعیم بازید پوری ایک نعتیہ مجموعہ کلام پر مضمون لکھ رہے ہیں اگر وقت پر مجھے مل گیا تو روانہ کردوں گا۔وارثی صاحب بھی ملے تھے سلام کہہ رہے تھے یہاں تمام دوست واحباب آپ کی آمد کے منتظر ہیں۔غالباً رمضان ہی میں آنا ہوگا،تو اس مرتبہ عیدالفطر جدّہ میں کیجیے گا۔جلدی میں چند بے ربط جملے ہی تحریر کر سکا ہوں ای۔میل پر رابطہ رکھیے گا۔

جن شعراء حضرات کا کلام ارسال کر رہا ہوں ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے جناب ظفر مہدی (بُزرگ اور محترم شاعر کا تعلّق ہندوستان سے ہے)نسیم سحر،قمر حیدر قمر،ڈاکٹر اوصاف احمد،محترمہ شمع ظفر مہدی،اطہر عباسی،محسن علوی،محترمہ نورین طلعت عروبہ،اور مختار علی۔

کارکنانِ ''نعت رنگ'' واحباب کی خدمت میں سلام۔

محتاجِ دُعا
اطہر عباسی

پسِ نوشت: اپنے صاحبزادے عثمان کے ہاتھ یہ خط بمعہ [مع]۵سو سعودی ریال (SR.500/=)ارسال کر رہا ہوں۔شمارہ۱۲ کا حساب اور تفصیل بعد میں روانہ کروں گا۔

☆اطہر عباسی (پ:۱۹۵۳ء)،شاعر وادیب،صدر:اردو مرکز جدّہ،نمائندہ جدّہ:''نعت رنگ''۔

~~~~~~

افتخار عارف (اسلام آباد)

۱۹/ جنوری ۲۰۰۵ء

برادرم! سلام ورحمت۔

آپ کا پوسٹ کارڈ موصول ہوا۔ آپ سے پاکستانی نعت کے انتخاب کے حوالے سے بات ہوئی تھی۔ ہر چند کہ نعت کے بہت سے انتخاب شائع ہو چکے ہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی پاکستان میں لکھے جانے نعتیہ ادب کے لیے ایک نہیں بہت سے منتخب مجموعوں کی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ مسائل بھی ہیں۔ کسی قومی ادارے کے تحت شائع ہونے والے انتخاب میں بہت سی باتوں کو پیش نظر رکھنا ہوتا ہے۔ کوئی شخص ذاتی طور پر انتخاب کرے یا کوئی پبلشر یا نجی اداروں اس نوعیت کا کوئی مجموعہ چھاپے تو اُس کی اور بات ہوتی ہے۔ اس طرح کے کام مل بیٹھ کے کرنے کے ہوتے ہیں۔ ذرا ایک خاکہ سا بنا کے بھیجئے، پھر اس کو دیکھتے ہیں۔ مرتبین کتنے ہونے چاہییں؟ کیا صرف مرتبین کراچی ہی کے نعت گو شعرا سے منتخب کیے جائیں گے؟ کتنے صفحات ہوں گے؟ ہر شاعر کی کتنی نعتوں کا انتخاب ہوگا؟ یا یہ کہ بلحاظِ مدارج نعتوں کی تعداد کم یا زیادہ کی جا سکے گی؟ مقدمہ کون لکھے گا؟ نعت کی تنقید کے حوالے سے جو لوگ فوری طور پر سامنے آتے ہیں اور ادب میں جن کے قد وقامت کا اعتراف کیا جاتا ہے، اُن میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب، ڈاکٹر ریاض مجید صاحب، ڈاکٹر خالد محمود صاحب سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ لاہور میں مظفّر وارثی صاحب، عبدالعزیز خالد صاحب، خالد احمد صاحب کو بھی پیش نظر رکھا جا سکتا ہے۔ اسلام آباد میں بھی بعض بہت اہم نعت گو شعرا موجود ہیں۔ خاص طور پر پیر صاحب گولڑہ شریف پیر نصیرالدین نصیر صاحب، حکیم سروسہارن پوری صاحب، بشیر حسین ناظم صاحب اور امین راحت چغتائی صاحب۔

یہ منصوبہ پہلے بھی میرے پاس آ چکا ہے مگر بوجوہ اس میں پیش رفت نہیں ہوئی۔ اب آپ نے توجہ دلائی تو اُمید بندھتی ہے کہ کام ہو جائے گا۔ پہلے تجویز کا خاکہ بنا بھیجئے تاکہ میں ادارے کے متعلّق افراد سے بھی بات کر سکوں۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

مخلص

(افتخار عارف)

☆ افتخار عارف (پ:۲۱ مارچ ۱۹۴۲ء)، معروف شاعر، صدر نشین: مقتدرہ قومی زبان (۱۹۹۵ء-۲۰۰۰ء)، صدر نشین، اکادمی ادبیات پاکستان، کتب: ''مہر دو نیم''، ''حرفِ باریاب''، ''بارہواں کھلاڑی''، ''اقلیم ہنر''، ''جہانِ معلوم''، ''شہرِ علم کے دروازے پر'' (نعت، سلام و منقبت) و دیگر۔ اعزازات: ''فیض انٹرنیشنل ایوارڈ (۱۹۸۸ء)، وثیقہ اعتراف (۱۹۹۴ء)، نقوش ایوارڈ (۱۹۹۴ء)، بابائے اردو ایوارڈ (۱۹۹۵ء)، تمغہ حسن کارکردگی (۱۹۸۹ء)، ستارۂ امتیاز (۱۹۹۹ء)، ہلال امتیاز (۲۰۰۵ء)۔

افروز قادری چریا کوٹی، محمد (انڈیا)

مکرمی ایڈیٹر صاحب! ہدیۂ سلام ورحمت۔

ابھی دو چند ہفتہ قبل سولھویں شمارہ سے متعلّق ایک تجزیاتی مکتوب ارسال کیا تھا چوں کہ شمارہ تاخیر سے نظر افروز ہوا تھا۔ پھر بہت جلد دوسری بار بزم نعت رنگ میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ سر دست سترہواں شمارہ زیر نگاہ ہے۔ خوب سے خوب تر مقالات کے انتخاب کے سلسلہ میں آپ نے جس ہنرمندی اور خوش سلیقگی کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی کا خصوص ہے۔ بالخصوص ریاض حسین چودھری کے مقام کے حسن انتخاب میں آپ کو جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ برسوں پہلے مجھے کسی شاعر کا یہ شعر پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا:

تم نے جانا ہی نہیں آہ پسِ پردۂ فن کس قدر درد کے طوفان ہوا کرتے ہیں

دوڑتا ہے رگِ تحریر میں انساں کا لہو ورنہ الفاظ تو بے جان ہوا کرتے ہیں

مگر صحیح طور پر اس کی معنویت اس وقت بھر کر سامنے آئی جب ریاض صاحب کی نگارش فکر،نظر کے دوراہے سے دل وروح میں اتری۔ یقین جانیے پورے مقام میں کوئی ایسا جملہ نہیں گزرا جس نے ذوقِ دروں کوانہماک تمام کے ساتھ دو چند بار پڑھنے پر مجبور نہ کیا ہو۔ اتنے اچھے مضمون کی خلیق پر ریاض صاحب تہِ دل سے بدھائی کے سزاوار ہیں امید ہے کہ اپنی اسی مانند تحریرات سے وہ ہمارے بلکہ پوری دنیاے ادب کی نوازش کرتے رہیں گے۔

محترم صبیح صاحب! امام احمد رضا نمبر ابھی کس پوزیشن میں ہے؟ نگاہوں کا تجسّس اور شوقِ انتظار کا گراف بڑھتا جارہا ہے، بے تابی کی طنابیں سخت ہوتی جارہی ہیں اور بےقراری کے کبوتر ہاتھوں سے اُڑ جانا چاہتے ہیں جلدی کیجیے،شوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر کم زور دل کہیں دل نہ کھو بیٹھیں اور عروسِ مسرت کا سہاگ نہ غارت ہوجائے مگر ہاں! تصحیح کے سلسلہ میں التزام تمام اور مولانا ملک الظفر کے معروضات کو عملی راہ سے گزارنا ازحد ضروری ہے ابھی تازہ شمارہ میں تصحیح کے عدم التزام سے غلطیوں کی فراوانیوں نے مفہوم وقرأت کے تسلسل میں کیسی کچھ رخنہ آفرینیاں کی ہیں وہ قارئین ہی جانتے ہیں، پاکستان کی سرزمین سے شائع ہونے والے اتنے معیاری مجلّہ میں پروف کی خامیاں یقیناً باعث تشویش ہیں اتنا اچھا شمارہ اگر مسودہ بینی کی اس اچھائی سے بھی متّصف ہوجائے تو کیا برا ہے۔

محترم صبیح صاحب! دراصل اس تحریر کے ذریعے آپ کی بزم میں مداخلت کا پس منظر یہ ہے کہ بالکل شروع کتاب ہی میں ایک فاش غلطی نے نہ چاہتے ہوئے بھی کچھ لکھنے پر مجبور کر دیا ہے... بات صرف حکیم سروسہارن پوری کی ہوتی تو دیکھا جاتا کیوں کہ ذاتی طور پر ہم ان سے ناواقف اور ان کے مبلغ علم اور منہج تحقیق سے بے خبر ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب کو بھی کچھ نہیں کہیں گے کہ وہ براہِ راست ہمارے مخاطب نہیں۔ مگر آپ نے دوسروں کی تحقیق پر اعتماد کر کے قصیدہ کے ذیل میں جوادارتی نوٹ سجایا ہے اس سے شعر وادب اور تحقیق وتجسّس سے آپ کے تعلّق اور لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو آپ کی تحقیق صداقتوں کو زبان دیتی اور حقیقتوں کے آفتاب اجالتی نظر آتی ہے اور کبھی تحقیق کا گراف اتنا گر جاتا ہے کہ بس...

یہ دیکھیے 'نعت رنگ' کے سترھویں شمارہ میں ص ۸ پر مشہور ومقبول قصیدہ: الصبح بدا من طلعة۔الخ کو امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کیا گیا ہے حالاں کہ حقیقت کا اس سے دور کا بھی تعلّق نہیں۔ ہمارے یہاں رائج الوقت درس نظامی کے ادب عربی کی معروف ترین کتاب 'المدیح النبوی' جدید کے ص ۶۴ اور نسخہ تقدیمہ کے ص ۷۱ پر اس قصیدہ کا انتساب قاضی محمد الحنفی المعصومی کی طرف ہے۔ اور مرتب کتاب مولانا یٰسین اختر مصباحی، ایڈیٹر: ماہ نامہ 'کنزالایمان' دہلی نے اس قصیدہ کو محمد جاراللہ سمہودی کی کتاب 'المجموعة الکبری فی القصائد الفخری'' سے اخذ ونقل کیا ہے۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ 'دیوانِ بوصیری' میں بھی اس کا کہیں کچھ پتا نہیں... جو لوگ امام بوصیری کے سلاست آمیز اور فصاحت خیز قصاید کے مقام ومرتبہ اور شانِ طمطراقیت سے واقف ہیں وہ تو بدستور اجالوں کے راہی رہیں گے البتہ بیش تر حضرات کے اس مغالطہ کے دام ہم رنگ زمیں کے اسیر ہوجانے کا خطرہ تھا اس لیے یہ چند معروضی سطریں انھیں حضرات کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں۔

پندرھویں صفحہ سے شروع ہوتا ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کا مضمون بھی مجموعی طور پر معلوماتی اور عمدہ ہے۔ مگر کشفی صاحب نے ص ۱۸ پر قصیدۂ مشہورہ: ان نلت یاریح الصبا یوما الی ارض الحرم کا انتساب حضرت زین العابدینؓ کی طرف کیا ہے اور یہی زبانِ زدِ خاص وعام اور مشہور انام بھی ہے شاید اسی شہرت نے کشفی صاحب جیسے محقق کو بھی تحقیق کی زحمت اٹھانے سے باز رکھا ورنہ اس سلسلہ میں اہلِ علم وادب کی معمولی توجہ رخ

حقیقت سے نقاب کشائی کے لیے کافی ہوتی۔ محققینِ عصر کے نشترِ تحقیق نے واضح کردیا ہے اور خود قصیدہ کا زیرو بم کھلے بندوں اعلان کررہا ہے کہ مذکورہ قصیدہ حضرت سیّد سجادؓ کا نتیجۂ فکر اور ساختۂ عشق نہیں ہے۔ کشفی صاحب کی تشفّی کے لیے صرف اتنا عرض کردیں کہ صدرِ اسلام میں مقطعوں کا کوئی وجود نہ تھا اور اہلِ عرب کے قصاید عموماً مقاطع و تخلّصات سے خالی ہوا کرتے تھے مگر یہاں دیکھیے مقطع میں تخلّص کس شان سے جڑا ہوا ہے۔ نیز یہ کہ مطلع کے مصرع دوم میں روضۃ کا لفظ وارد ہوا ہے۔ جس سے قصیدہ کی عجمیت پر بھرپور روشنی پڑ رہی ہے کیوں کہ عربی میں روضۃ کا استعمال باغ وغیرہ کے معنی میں ہوا ہے۔ میری نظر سے عربی کی کسی کتاب یا عربی کی کسی لغت میں 'روضۃ' روضۂ نبوی کے معنی میں کہیں نہیں گزرا ہے۔ خدا بھلا کرے استاذ الاساتذہ محققِ دوراں علامہ محمد احمد مصباحی کا جنھوں نے اس سلسلے میں تحقیق تمام فرما کر یہ فیصلہ دوٹوک سنادیا ہے کہ: **ممانسب الٰی زین العابدین علی بن الحسین المتوفی سنتہ ۹۵ھ، والظاھر انہ شاعر عجمی علٰی اسلوب شعر العجم** (المدیح النبوی، جدید، ص۱۰۲ مطبوعہ مجلسِ برکات مبارک پور) یعنی گو یہ قصیدہ امام زین العابدینؓ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ عجمی اسالیبِ شعری کا حامل یہ کسی عجمی النسل شاعر کا کلام ہے۔

ص۲۴۲ پر خورشید رقم صاحب نے اپنے سحر طراز قلم سے چرخ قرطاس پر خوش خطی کا جو آفتاب اتارا ہے، خوب تر اور عظمت بردہ کے شایاں ہے مگران کی روح سے معذرت کے ساتھ عرض ہے کہ مصرع دوم میں اھوال ہائے ھوز کی بجائے احوال حائے حطی سے رقم ہوگیا ہے اصل شعر یوں ہے:

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ
لکل ھول من الاھوال مقتحم

پروفیسر محمد فیروز شاہ یقیناً قلم کے ساحری اور الفاظ کے جوہری معلوم ہوتے ہیں مگر کہیں کہیں ان کے قلم کا جادو خود انھی کے سر چڑھ کر بولنے لگا ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں، تفصیل تو محترمی اوکاڑوی صاحب دام ظلہ کا مکتوب سنائے گا اجمالاً عرض ہے کہ شاہ صاحب کے مضمون میں ص۳۶۵ پر ایک قطعہ کے انتساب نے مجھے چونکا سا دیا، میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسا شعوری طور پر ہوا ہے یا غیر شعوری طور پر مگر قرائن بتائے دیتے ہیں کہ اکابر پرستی کے خمار نے اس انتساب پر مجبور کیا ہوگا ورنہ حضرت شیخ سعدی شیرازی کا اس قدر مشہور و مقبول اور اتنا شہرۂ آفاق قطعہ جو معمولی علم داں حضرات کے حافظے کا بھی حصہ ہے کیوں کر اسے مہتمم دارالعلوم دیوبند انور شاہ کشمیری[۱] کے کھاتے میں ڈالا گیا، پس پردہ کوئی سازش تو نہیں کام کررہی، ورنہ پھر شاہ صاحب اپنے مبلغ علم اور وسعت مطالعہ کی دہائی دیں۔ میں اتنی بدیہی بات کو کسی حوالے سے مزین نہیں کرنا چاہتا۔ شعر وسخن اور سیرت سعدی پر مبنی کسی بھی معتبر کتاب میں اس کا حوالہ ڈھونڈا جاسکتا ہے۔

یوں ہی شاہ صاحب نے اپنے ایک دوسرے مضمون کے ص۱۹۳ پر ''**الفضل ما شھدت بہ الاعداء**'' کو حدیث رسول بتانے کی ناپاک جسارت کی ہے حالاں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ حدیث نہیں بلکہ عربی کے ایک مشہور شعر کا مصرع دوم ہے جو اب بطور مقولہ بھی مستعمل ہے۔ شعر یوں ہے:

و ملیحتہ شھدت لھا ضراتھا
والفضل ما شھدت بہ الاعداء (الردّالوافر:۲۷)

بلاتحقیق اتنے دھڑلے سے کسی بات کا انتساب آقائے عرش پناہ کی طرف کردینا شاہ صاحب جیسے اہلِ ادب کو زیب نہیں دیتا۔ شاید موصوف کی نظر سے یہ حدیث پاک نہیں گزری۔ ورنہ اس جرأت وجسارت کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار[۲]

بہرحال میں چاہوں گا کہ بزم 'نعت رنگ' میں شرکت کرنے والا ہر اہلِ قلم پوری تحقیق وتجسّس اور توانا حوالوں کے ساتھ شریک بزم ہو۔

انداز بیاں گرچہ مرا شوخ نہیں ہے
ممکن ہے اتر جائے ترے دل میں مری بات

امید کہ مزاج بعافیت ہوگا۔

پس نوشت: محترم صبیح صاحب! اتنی محنت سے نعت رنگ پڑھنے والا یہ طالب علم وادب کیا اب بھی اس کا مستحق نہیں ٹھہرا کہ ''نعت رنگ'' اس کے نام جاری کر دیا جائے۔

محمد افروز قادری چریا کوٹی

☆ محمد افروز قادری چریا کوٹی (پ: یکم جنوری ۱۹۷۹ء)، عالم دین، ادیب، محقق، مترجم، ڈائرکٹر: نعمانی اکادیمی، چریا کوٹ، مئو، انڈیا، کتب: ''چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں''، ''بزم گاہِ آرزو''، ''وقت ہزار نعمت ہے''، ''مرنے کے بعد کیا بیتی''، ''تسہیل و تحقیق انوارِ ساطعہ''، ''تسہیل و تحقیق تحفہ رفاعیہ''، ''نظریہ ارتقا ایک تاریخی فریب''، ''ایسے تھے مرے اسلاف''، ''بولوں سے حکمت پھوٹے''، ''چند لمحے ام المومنین کی آغوش میں''، ''وفیات مشاہیر الفقیہ'' ودیگر۔

۱۔ مولانا انور شاہ کاشمیری (۱۸۷۵ـ۱۹۳۳ء)، معروف عالم دین، شیخ الحدیث، کتب: ''عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السّلام''، ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح''، ''اکفار الملحدین فی ضروریات الدین''، ''تحیۃ السّلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السّلام''، ''خاتم النبین''، ''فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب''، ''خاتمۃ الکتاب فی فاتحۃ الکتاب'' ودیگر۔

۲۔ صحیح بخاری، باب اثم من کذب علی النبی ﷺ، رقم الحدیث: ۱۱۰

افضال احمد انور، ڈاکٹر (فیصل آباد)

3.4.96

برادرم محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

یہ خاکسار الطاف خداوندی سے بخیریت اپنے گھر پہنچ گیا ہے۔

حسب الحکم طارق محسن صدیقی صاحب کے نام درخواست لکھ دی ہے اور ضروری Documents کی عکسی نقول لف کر دی ہیں۔

بچّے کا آپریشن اِن شاء اللہ ۱۳ر اپریل کو ہوگا۔ ۱۲ر اپریل کو اسے ہسپتال میں داخل کیا جائے گا۔ اور ان شاء اللہ میں ۹ یا ۱۰ر اپریل تک کراچی پہنچ جاؤں گا۔ لہٰذا اس درخواست کو بہت جلد move کرنے اور اس کے پیچھا کرنے کی ضرورت ہے۔

ii- B+ive بلڈ کے چند احباب جو خون کا عطیہ دے سکیں ذہن میں رکھیں۔

iii- میں نے شبیر قادری صاحب تک آپ کا سلام پہنچا دیا ہے۔ ریاض مجید صاحب آج کل کالج نہیں آرہے۔ شبیر قادری صاحب نے آپ کا پیغام اُن تک پہنچانے اور مطلوبہ کتب اُن سے وصولنے کا ذمّہ لیا ہے۔ اگر کتب مل گئیں تو ان شاء اللہ میں ساتھ لیتا آؤں گا۔ برادرم غوث میاں صاحب کو سلام نیاز پہنچا دیجیے۔ محسن و مربّی قبلہ نوری صاحب تک سلامِ تشکّر پہنچا دیجیے۔ میں ان شاء اللہ آدابِ تخاطب نعت کا پرچہ لیتا آؤں گا۔ بہت احترام کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

بچوں کو پیار اور دعائیں۔ بھابی محترم کے حضور سلام۔ والسّلام

آپ کا بھائی
افضال احمد انور

پسِ نوشت: ڈاکٹر منظور قریشی صاحب سے گوجرا آ کر فون پر رابطہ کیا ہے لیکن بات نہ ہوسکی کیونکہ ان کے گھر والوں نے بتایا کہ وہ سو چکے ہیں۔اُن سے بھی فون پر درخواست کریں کہ وہ ضیاءالدین ہسپتال میں اپنی واقفیت نکال چھوڑیں کیونکہ اب آپریشن ان شاءاللہ وہیں کرایا جائے گا۔

گوجرا میں رابطے کا فون نمبر : دن (دکان حاجی رفیق صاحب) ۴۹۱۸ شب (گھر =====) ۲۴۱۸ گوجرا کوڈ نمبر ۰۴۶۵۱

☆ ڈاکٹر افضال احمد انور (پ: ۱۹۵۶ء)، محقق، ادیب، صدر: شعبۂ اردو، جی۔سی۔یونیورسٹی، فیصل آباد، کتب: ''فن اداریہ نویسی اور نعت رنگ'' ودیگر۔

~~~~~~

۱۹/ جنوری ۱۹۹۹ء

فضیلت مآب، بزرگوارم، قبلہ گاھی علّامۃ الدّھر، سراپا قہر حضرت ہولناک (یعنی میرے مربّی، میرے محسن میرے محبوب بھائی) صبیح رحمانی صاحب!!! وعلیکم السّلام وعلیکم السّلام، وعلیکم السّلام

آپ کے گرما گرم عید کارڈ نما صحیح معنوں میں ''قبض کشا'' خط ملا، اے بھائی! کیوں گھورتے ہو، اَپن سے جرا پیار سے بھی بات کرلیا کرو ہاں!!! آپ تو خیر آپ ہیں ہم تو فرشتوں کو بھی سنا دیتے ہیں:

انجام ہم گناہ کے پُتلوں کا اس طرح کردِّبِی ترازوئے محشر نہ ہم سے پوچھ
اے چھوڑ! اور شافع اعظمؐ سے کر سوال پھر مالکِ حساب کے لطف و کرم سے پوچھ

بہرحال۔ایک طویل عرصے بعد پیارے دوست کا آدھ صفحی خط ملا۔ورنہ آپ تو عموماً ''تین حرف'' ہی بھیجتے ہیں۔

یار...... میری سسرائیلیات سے لے کر آپ تک ہر شخص یہی کہتا ہے کہ ''خدا کے واسطے گھر میں فون لگوالو'' کوئی حاکمِ وقت کوئی حاکمِ بے وقت کبھی نہیں کہتا کہ ''خدا کے واسطے گھر میں فون لگوا دیتا ہوں''۔اے بھائی آپ بھی اوروں جیسے ہی نکلے۔محض دھونسو، اماں! غصّہ تو ہر شخص ہو لیتا ہے۔غریب کو طعنہ تو ہر کوئی دے سکتا ہے غریب کا ''مسئلہ'' کوئی حل نہیں کرتا۔کوئی حل نہیں کرتا۔

وہی باتیں ہیں وہی گھاتیں ہیں
یار بھی نکلا زمانے جیسا

بھائی یہ دو شمارے بیک وقت کیوں شائع ہو رہے ہیں۔کہیں آپ جڑواں صحافت کو جنم دینے کیلئے کڑک ہو کر تو نہیں بیٹھ گئے۔بہرحال ہمیں کیا، ہم تو حاکمِ نعت رنگ کے خادم ہیں۔ان شاءاللہ جلد ہی تینوں مضمون ارسال کردوں گا۔

۱۔جوابِ آں غزلِ رشید وارثی صاحب ۲۔سگِ مدینہ سے متعلّق بحث ۳۔حمد ومناجات سے متعلّق۔

آپ نے لکھا ہے کہ دورِ جدید کے شاعروں کے کلام سے......موتی نکال کر......''اے بھائی! میرے پاس دورِ جدید کے شاعروں کا کلام کہاں ہے۔تین حمد یہ دواوین حافظ لدھیانوی ''؟؟'' کے نکلے۔ مجال ہے جو کسی کو ایک بھی دینے پر تیار ہوں۔آپ نے وعدہ کیا تھا کہ آپ دورِ جدید کے نعت گوؤں کی کتب سے اس گداگر کا کشکول بھر دیں گے لیکن آپ نے بھی کلیاتِ اقبال بھیج دی۔یار خدا کیلئے نعتیہ مجموعے دیں پھر اچھے مضمون مانگنا آپ کا حق ہی نہیں بھتّہ پن بھی ٹھہرے گا۔اور......اور...... یہ کس شوخ نے اُڑادی ہے کہ ''نعت اور جدید اسالیب'' اس گنہگار کو خدانخواستہ پسند نہیں میں تو اس کی رسید لکھنے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈتا رہا۔بس اسی لئے لیٹ ہوگیا اور آپ نے طنز بھرٹو کرا میرے سر پر اُنڈیل دیا۔پیارے! لُولے لنگڑوں سے تیز نہ چلا جائے تو کوڑے نہیں مارتے، رحم کھاتے ہیں۔لوگوں کو روٹی کھانے کے علاوہ رحم کھانا کیوں نہیں آتا۔
~~~~~~

ان شاءاللہ اس پر بھی مضمون لکھوں گا۔ بس ذرا تھوڑی سی فرصت ملے۔

آپ نے لکھا ہے ''......اور آپ کے لیے شفقت اور پیار''

میں آپ کو قسم دیتا ہوں اُس محبوب حجازی ﷺ کی کہ اس شفقت اور پیار کو میرے لیے کبھی کم نہ کرنا' نہ اِدھر دنیا میں نہ اُدھر عقبیٰ میں، اپنے نانا جان ﷺ کی بارگہِ اقدس میں عرض کر دینا، حضور ﷺ! یہ آپ ﷺ کی آلِ پاک کے غلاموں کا سگ ہے۔ اس پر کرم، اس پر شفقت......

اس پر کرم اس پر شفقت

اس پر کرم اس پر شفقت

افضال احمد انور

بروز عید الفطر رات پونے ایک بجے

پسِ نوشت: مکرّر! اگر آپ کے آڈیو کیسٹس ہوں، یا کسی آپ کے دوست نے تیار کیے ہوں تو ایک کاپی ۳۰، ۴۰ کیسٹوں کی مجھے فوراً ارسال کر دیں۔ ثواب ہوگا۔ شکریہ۔

~~~~~~

۱۲/دسمبر ۲۰۰۶ء

صبیح بھائی!! میرے محسن دوست!!!

السّلام علیکم۔ میں نے حضرت عامر عبدالرّحمان چیمہ شہیدؒ [۱] پر جو کتاب لکھی ہے، وہ اگر چہ ماہ نامہ ''نعت'' میں پچھلے مہینے چھپ چکی ہے مگر کتابی شکل میں اس کو آپ کے حضور پیش کر رہا ہوں۔ غازی صاحب پر اگر چہ بہت کچھ لکھا گیا اور قیامت تک لکھا جاتا رہے گا لیکن میں نے بھی محض حقِ غلامی ادا کرنے کی غرض سے قلم اٹھایا ہے کاش! غازی عامرؒ مجھے اپنے غلاموں میں شمار کر لیں۔ آمین

.... آپ نے اس فقیر سے دوستی کی، بھائی بنے۔ زمانہ آگے بڑھ گیا آپ کو خدا نے شہنشاہ کر دیا تو آپ نے میرے لئے رسالہ بند کر دیا۔ بہر حال یہ آپ کا فیصلہ تھا۔ خدا آپ کو مزید ترقیاں دے، آمین۔

مجھ پر جو کچھ گزر چکی ہے وہ ناگفتنی نہیں تو نانوشتنی ضرور ہے۔

آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔

چند نسخے کراچی میں آپکے دوستوں کی نذر کر رہا ہوں۔ اُن تک پہنچا دیجئے گا۔ مجھ پر احسان ہوگا۔ اگر آپ کتابوں کی وصولی کی رسید سے مشرّف فرمائیں گے تو مزید احسان ہوگا۔ آپ کے سب دوستوں، احباب اور رفقاء کو سلامِ عقیدت۔ سب گھر والوں کو سلام بچوں کو پیار۔

آپ کا مخلص

افضال احمد انور

پسِ نوشت: ہاں یاد آیا کسی اہلِ محبّت سے تبصرہ لکھوا کر اگر نعت رنگ میں چھاپ دیں تو مزید، مزید، مزید احسان ہوگا۔ انور

۱۔ ''غازی عامر عبدالرحمٰن چیمہ شہید''/افضال احمد انور، ۲۰۰۶ء، لاہور: ایوانِ نعت، ۲۰۸ص

~~~~~~

افضال عاقؔل (کلکتہ)

۲۱/نومبر ۹۸ء

محترم ایڈیٹر صاحب! تسلیم۔

''نعت رنگ'' تازہ باصرہ نواز ہوا۔ آپ کا یہ جریدہ اردو ادب میں ایک انفرادی شان رکھتا ہے۔ اس ضخیم شمارے کے توسط سے آپ نے ''صنف نعت'' کی توانا روایت کو وسیع کیا ہے اور آپ اس دشوار صنف کے لیے نئے آفاق تسخیر کرتے نظر آرہے ہیں۔ خدا اس جریدہ کو استحکام عطا کرے۔ (آمین)

علامہ شبلی صاحب کا تعلّق بنگال سے ہے لیکن اس میں دو رائے نہیں کہ موصوف کی شاعری بدلتی ہوئی زندگی کا استعارہ ہے۔ انھوں نے اردو شاعری کو وسیع تر آ گہی کا وسیلہ بنایا ہے۔ ان کے کئی مجموعے ''بے چہرہ لمحے''، ''خواب خواب زندگی''، پھول آنگن کے''، ''تارے زمین کے'' اور نعتوں کا مجموعہ ''زادِ سفر'' شائع ہو چکے ہیں۔ ایک مضمون ''علامہ شبلی۔ وادیٔ حمد و نعت میں'' حاضر خدمت ہے۔ قریبی شمارے میں جگہ دیں، نوازش ہوگی۔

موصول ہوتے ہی رسید سے مرحمت فرمائیں۔

اُمید کہ مزاج بخیر ہوں۔

افضال عاقؔل

☆ افضال عاقؔل (معصوم انصاری)، سب ایڈیٹر ''اثبات ونفی'' (کلکتہ)، اسسٹنٹ سیکریٹری مولانا آزاد لائبریری، سیکریٹری بزمِ ارمان، جوائنٹ سیکریٹری شنسکرتی اٹھان سنساد، نائب صدر ڈبلیو۔ بی قومی تنظیم، سیکریٹری بزمِ ارمان

افضل اُلفتؔ (کراچی)

۱۲/ جنوری ۱۹۹۸ء

برادرِ محترم صبیح رحمانی!

سلام و مسنون! آپ کی خیر و عافیت کا طالب ہوں اور خدائے عز و جل سے آپ کی درازیٔ عمر، صحت کاملہ نیز زندگی کی تمام تر مسرتوں اور کامرانیوں کے لیے دعا گو بھی۔ نعت شہ لولاک کے حوالے سے آپ سے غائبانہ تعارف بھی ہے اور محبّت و عقیدت بھی۔

دل تو یہی چاہتا تھا کہ آپ کو ''برادرِ عزیز'' کہہ کر آپ سے مخاطب ہوتا کہ اس میں محبّت اور فطری احساسات کی وہ مہک ہے جس کا کوئی نعم البدل ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ شعر و ادب اور پھر خاص طور پر حمد و نعت کے حوالے سے ماشاءاللہ اُس مقام پر ہیں کہ عمر کا تفاوت بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے اور آپ کو ''برادرِ محترم'' ہی نہیں بلکہ محبّ محترم و مکرم لکھا جائے تو شاید یہ بھی آپ کی اس عظمت و سربلندی کے لیے ناکافی ہے جو آپ کو حضور پُرنور سرورِ کون و مکاں ﷺ، امام الانبیا آقائے نامدار ختمی مرتبت جناب محمد مصطفی ﷺ کی مدحت و ثنا (نعت گوئی اور نعت خوانی دونوں حوالوں سے) کرنے اور پھر ''اقلیمِ نعت'' کے ذریعے گراں قدر اور قابلِ صد آفرین خدمات کے باعث حاصل ہے۔

میں اسے مناسب بھی سمجھتا ہوں اور ضروری بھی کہ آپ سے اپنا رسمی تعارف کرادوں۔ میرا نام تو افضل بیگ ہے لیکن افضل اُلفت کے قلمی

نام سے مشقِ سخن کرتا ہوں۔ آبائی وطن تو جموں (مقبوضہ کشمیر) شہر ہے جو تقسیم ہند تک (اور کچھ عرصہ بعد تک بھی) ڈوگرہ حکمرانوں کا پایۂ تخت رہا۔ موجودہ دارالحکومت سری نگر کو ریاست کے گرمائی دارالحکومت کی حیثیت حاصل تھی۔ تقسیم ہند کے بعد اپنے آبائی شہر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ (شہرِ اقبال) میں سکونت اختیار کی۔ میں البتہ ۱۹۴۹ء میں اس شہرِ قائد (کراچی) میں آ بسا اور پھر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

لکھنے لکھانے کا شوق زمانۂ طالب علمی ہی سے تھا۔ نثر نگاری سے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے ادبی سفر کا آغاز کیا۔ سیاست، دین، ثقافت، علم و ادب اور فلم و فن جیسے سبھی شعبہ جات پر لکھا اور اچھا خاصا لکھا۔ ہفت روزہ ''نگار'' اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی میں راقم کے مضامین اور نگارشات اور شعری مواد بھی (غزلیات اور منظومات) اشاعت پزیر ہوتا رہا۔ خالصتاً ادبی (منظوم مجموعۂ کلام) ''بادِ صبا کی بات'' زیرِ ترتیب ہے (غزلیں، نظمیں، ملّی نغمے، رُباعیات و قطعات وغیرہ)

برادِ محترم! پروردگارِ عالم نے خوش الحانی کی نعمت غیر مترقبہ سے بڑی فیاضی کے ساتھ نوازا تھا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تقسیم ہند سے چند سال قبل (غالباً ۱۹۴۲ء) سے قیامِ پاکستان (اگست ۱۹۴۷ء) تک جموں شہر میں نئی نسل کے تین مشہور و مقبول ثنا خوانانِ رسول ﷺ میں اس خاکسار (افضل) کا نام بھی شامل تھا۔ دیگر دو نعت خوانوں میں قاضی ذکاؤالدین آج بھی بقیدِ حیات ہیں اور شہرِ اقبال (سیالکوٹ) میں سکونت پزیر ہیں۔ دوسرے نعت خوان اور میرے جگری دوست شمس الدین المعروف شمّی، ہجرت کے دوران سانبہ کے قریب ''ماوا'' نامی اُس ویرانے میں شہید ہوئے۔ جہاں ۵ اور ۶ نومبر ۱۹۴۷ء کو اسلامیانِ جموں کا اجتماعی قتلِ عام ہوا تھا اور سیکڑوں جوانوں، بوڑھوں اور بچوں کی متاعِ حیات چھین لی گئی تھی اور عورتوں، معصوم اور کمسن بچیوں کو ہندو اور سکھ درندہ نما انسانوں نے اغوا کر لیا تھا اور اس پورے ''آپریشن'' میں ڈوگر فورج اور پولیس کے علاوہ راشٹریہ سیوک سنگھ کے اسلام دشمن کارکن شامل تھے۔

کراچی میں بھی اگرچہ تسلسل سے نہیں لیکن اکثر و بیشتر محافل میلاد النبی اور اس قسم کی دیگر تقریباتِ سعید میں نعت خوانی کے ذوق کی تسکین کے لیے بھرپور حصہ لیتا رہا۔ ۱۹۹۵ء میں آواز میں دباؤ اور بھاری پن محسوس ہونے لگا اور نعت پڑھنے میں خاص طور پر اونچی سُر میں آواز اُٹھانے میں دِقت بھی محسوس ہونے لگی۔ اپنے معالج سے مشورہ کیا تو اُس نے (پہلی دفعہ) مجھے ایک E.N.T. سرجن الطاف ذکریا کے پاس بھیج دیا جس نے غالباً ۱۰ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو میری بائی آپسی (Bi-opsy) کی اور اُس کی حتمی تجزیاتی رپورٹ کے موصول ہونے پر مجھے حلق کے سرطان (Throat Cancer) کی نوید دِل فگار سنائی گئی۔ میری چھٹی حس نے تو صورتِ حال کی سنگینی کا اندازہ اُسی وقت ہی کر لیا تھا جب میرے فیملی ڈاکٹر نے زندگی میں پہلی بار مجھے کسی E.N.T. سرجن کو refer کیا تھا۔ بہر حال یہ تصدیق ایک بجلی کی مانند تھی جو میرے گلشن احساس پہ گری لیکن جانے کیوں اس پر میرا وہ ردّ عمل نہیں تھا جو اس قسم کی خبر سے کسی بھی حساس آدمی کی طرف سے ہوتا ہے یا ہونا چاہیے۔ مشہور انکالوجسٹ ڈاکٹر منظور ایچ زیدی سے رابطہ ہوا انھوں نے شعاعوں کے ذریعے علاج کا مشورہ دیا جسے طبی اصطلاح میں Radio-Theropy (ریڈیو تھراپی) کہا جاتا ہے۔ نومبر تا دسمبر ۱۹۹۵ء تک یہ سلسلہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور جب ڈاکٹر منظور زیدی نے یہ نوید مسرت دی کہ اب یہ خاکسار خطرے سے باہر ہے اور پھر آواز میں بتدریج بہتری پیدا ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ آواز معمول کے مطابق (Normal) ہو گئی۔ (گفتگو کی حد تک۔ خوش الحانی کی دولت سے محروم ہو چکا تھا) اپنی شدید خواہش اور تڑپ کے پیشِ نظر میں نے ڈاکٹر منظور ایچ زیدی سے کہا کہ حرمین الشریفین کی زیارت (عمرہ) کے لیے جانے کا ارادہ ہے کیا صحت کے نقطۂ نظر سے ایسا ممکن ہے؟ تو انھوں نے برملا کہا:

"Yes do go & also pray for me over there."

(ضرور جائیں اور وہاں میرے لیے بھی دعائے خیر کریں)

یکم فروری ۱۹۹۶ء (۰۱/۲/۹۶) (غالباً ۱۲ رمضان المبارک) کو میں جدہ روانہ ہوا۔ جدہ میں میری بیٹی ہوتی ہے۔ (میرا داماد بینک آف

ہالینڈ (ABN) میں اچھی پوزیشن پر فائز ہے) جدہ ایئر پورٹ سے گھر روانہ ہوا۔ افطار سے کوئی تین گھنٹے قبل بیٹی، داماد اور بچوں نے نوید دی کہ دو نفل ادا کریں اور احرام باندھ لیں ہم لوگ بغرض عمرہ حرم کعبہ جائیں گے۔ جدہ سے مکہ معظّمہ ۴۵ کا منٹ کا سفر ہے۔ گاڑی اپنی تھی۔ خالقِ ارض وسما کے حضور پیش ہو کر جو دلی راحت اور سکون ملا وہ بیان سے باہر ہے۔ عمرہ سے فراغت کے بعد (نمازِ مغرب بھی وہیں مسجد الحرام ہی میں ادا ہوئی) وہاں سے روانہ ہو کر نمازِ عشاء سے بہت پہلے ہم جلدہ چلے آئے۔ یوں اپنے قیامِ جدہ کے دوران جو ۲۹ رفروری (بعداز عیدالفطر) تک رہا خاکسار نے ۹ بار حرم کعبہ کا طواف (عمرہ) کیا اور دو دفعہ سرکار دو عالم حضور پُر نور آقائے نامدار ﷺ کے درِاقدس پہ حضوری کا شرف حاصل ہوا بلکہ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں حضور ﷺ ہی کے دربارِ اقدس (مسجد نبوی) میں گزاری۔ مورخہ ۲۹ رفروری ۱۹۹۶ء کو میں سعودی ایئر لائنز ہی کی پرواز سے کراچی واپس آیا۔ ۱۹۹۷ء اگست تک کسی قسم کی کوئی تکلیف یا آواز میں کوئی ناخوش گوار تبدیلی محسوس نہیں ہوئی۔ اس دوران میں اپنا Periodical check-up کرواتا رہا (ہر دو یا اڑھائی ماہ بعد) اگست ۱۹۹۷ء میں البتہ آواز میں وہی کیفیت پیدا ہونے لگی جسے طبی اصطلاح میں "Voice hoarsness" کہتے ہیں۔ بس پھر میں مارا مارا کہاں کہاں نہیں گیا۔ لاہور، اسلام آباد تمام بڑے بڑے سرطان کے مراکز اور ماہرین سے طبی معائنہ کروایا اور اُن کے مشوروں سے مستفید ہوا۔ آخرکار ڈاؤ میڈیکل کالج کے ENT پروفیسر اور سول ہسپتال کے شعبۂ حلق، ناک اور کان کے انچارج سرجن کے حتمی مشورے پر ذہن و قلب کو اس مرحلے کے لیے تیار کر لیا جس سے بچنے کے لیے میں نے کتنے ہی جتن کیے تھے اور حتیٰ المقدور کوشش کی تھی۔ مورخہ ۱۴ رمئی ۱۹۹۸ء کو سول ہسپتال کے ENT وارڈ کے آپریشن تھیٹر میں پروفیسر سرجن جاوید عالم نے اپنے معاونین کی ٹیم کے ساتھ وہ کارنامہ سرانجام دیا جسے طبی اصطلاح میں (Total laryengectorny) کہتے ہیں۔ مریض کا ساؤنڈ بکس (آلہ صوت فطری) نکال دیا جاتا ہے۔ سرطان اُسی ساؤنڈ بکس کی دو صوتی تاروں (Vocal Cords) کے درمیان براجمان تھا اور اب خوراک کی نالی کی طرف پیش قدمی کرنے والا تھا۔ پانچ گھنٹے تک جاری رہنے والے اُس میجر آپریشن (بلکہ اُسے میجر جنرل آپریشن کہنا زیادہ مناسب ہے) نے سرطان سے نجات کی نوید مسرت تو دی مگر ہمیشہ کے لیے قوتِ گویائی سے یکسر محرومی بھی مقدر بن گئی اور یوں یہ افضل خوش الحان، خوش ادا خوش بیان ہمیشہ کے لیے بے نوا و بے زبان ہو کر رہ گیا۔ ابتدا میں تو عجیب قسم کی گھٹن بے چینی یاس و بے چارگی کے شدید احساس اور ذہنی دباؤ سے پریشان ہو کر کئی بار دل چاہا کہ موت کو گلے لگا لوں لیکن پھر اپنے سے بھی زیادہ بے کسی اور لاچارگی کے شکار کچھ لوگوں کو زندہ رہتے ہوئے ہی نہیں بلکہ زندگی کرتے ہوئے دیکھا تو اندر سے ایک ایسی لہر اُٹھی جس نے ذہن و قلب کی اس پوری کیفیت کو یکسر بدل ڈالا جو مجھے ''مایوسی'' کے گھمبیر اور خوف ناک اندھیروں کی طرف لیے جا رہی تھی۔ ربّ ذوالجلال کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا کہ اُس نے ایک نعمت (قوتِ گویائی) واپس لے لی ہے تو باقی تمام نعمتیں بدرجۂ اتم موجود ہیں اور پھر سب کچھ اُس کی رضا ہی سے ہوتا ہے۔ وہ علیم و بصیر ہے اور قادرِ مطلق بھی۔

۲۹ مئی کو ہسپتال سے گھر واپسی ہوئی تو ۲ جون کا برادرِ محترم! یہ قطعہ ہوا:

''یہ جو کچھ بھی ہوا ہے سب رضائے ذات باری ہے — مگر ہاں! قوتِ گویائی چھن جانے کا غم تو ہے
میں پھر بھی مطمئن ہوں کہ بفضلِ ربّ عزوجل — متاعِ آگہی، فکر و نظر، لوح و قلم تو ہے''

اسی کیفیت پر ایک اور قطعہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

''اگرچہ مال و زر سے بے نیازی اپنی فطرت ہے — زمانے میں جیے ہم خوش ادا و خوش بیاں ہو کر
ہوا اب جسم و جاں سے منقطع آواز کا رشتہ — تو جی لیں گے جہاں میں بے نوا و بے زباں ہو کر''

مشہور صنعتی ادارے ''الکوپ (ALCOP) سے راقم بسلسلۂ روزگار (ملازمت) منسلک رہا اور مورخہ ۳۰ را پریل ۱۹۹۸ء (آپریشن سے پہلے)

بحیثیت ''اسٹور منیجر''، مستعفی ہوگیا تھا۔ اگرچہ عمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی حمد ونعت کی طرف رجحان ہونے لگا تھا لیکن عمرہ کی ادائیگی اور حجازِ مقدس سے وطن واپسی کے بعد سخن گوئی کا رجحان حمد ونعت کی طرف زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ معروف سخن ور جناب حمایت علی شاعر کے مخلصانہ مشورے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اپنے کلام پر نظرِ ثانی/اصلاح کے لیے عہدِ حاضر کے بزرگ اور قادرالکلام شاعر جناب راغب مرادآبادی کے حضور حاضر ہوا تو انھوں نے یہ کہہ کر مجھے حیران وششدر کردیا کہ وہ تین چار روز سے میرے منتظر تھے (جناب حمایت علی شاعر نے ٹیلی فون پر اُن سے میرا تفصیلی ذکر کردیا تھا) میرا مسودہ (کلام) دیکھ کر اُس کی سرسری سی ورق گردانی کرتے ہوئے فرمایا ''اس میں اصلاح کی کوئی اتنی زیادہ گنجائش تو نہیں بہرحال جہاں اور جتنا مناسب ہوا وہ کردیا جائے گا۔ مگر دو تین ماہ کے بعد میں نے اُن کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اجازت چاہی اور جب ان کے درِ دولت سے واپس لوٹا تو ایک ''عزمِ نو'' اور ولولۂ تازہ'' محسوس ہوا کہ عہدِ حاضر کے اتنے نامور اور باعظمت بزرگِ شعر وسخن نے میرے کلام کے بارے میں یہ کہا کہ اس میں اصلاح کی کوئی اتنی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔''

برادرِ محترم! گھر پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں یہ قطعہ ہوا:

''اک ولولہ تازہ بخشا مجھے انھوں نے ذوقِ سخن کو میرے راہِ عمل دکھا دی

فکر نظر میں اعلیٰ، شعر وسخن میں افضل ذیشان ومحترم ہیں راغب مرادآبادی''

میرا نعتیہ مجموعۂ کلام ''عبدہ ورسولہ'' (جس کی اصلاح حضرت راغب ہی نے فرمائی ہے) زیرِطباعت واشاعت ہے۔ پیش لفظ بھی انھوں ہی نے تحریر فرمایا ہے البتہ آراجن اربابِ فکر وسخن کی ہیں اُن کے اسمائے گرامی ہیں، جناب حمایت علی شاعرؔ، جناب پروفیسر حفیظ تائبؔ، جناب پروفیسر سحرؔ انصاری اور جناب شبنمؔ رومانی (مدیر ماہ نامہ ''اقدار'' اور معروف شاعر) جیسا کہ تفصیلاً عرض کرچکا ہوں۔ علالت اور پھر حتمی علاج یعنی آپریشن کے باعث میں اس سلسلے میں تیز رفتاری سے اس کام کو آگے بڑھانے میں ناکام رہا ورنہ اب تک کتاب ہٰذا کی اشاعت اور تقریب رونمائی کا انعقاد بھی ہوچکا ہوتا۔ اپنے اس ''مجموعہ کلام'' میں شامل ایک نعتیہ نظم (مسدس کی صورت میں) بعنوان ''محمدؐ'' خط ہٰذا کے ساتھ ارسال کررہا ہوں۔ اس نذرانۂ عقیدت و محبّت (ظاہر ہے حضور سرورِ عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہی) کی ندرت یہ ہے کہ اس کے ہر مصرعے کی ابتدا ''محمدؐ'' کے بابرکت اور مقدس لفظ ہی سے ہوتی ہے۔ یہ غلام اور گدائے درِ آقا اس میں کہاں تک کامیاب رہا ہے۔ برادرِ محترم! ضرور تحریر فرمایئے۔ مجموعۂ کلام اشاعت کے فوراً بعد اوّلین فرصت میں آپ کو ارسال کرنے میں ان شاءاللہ العزیز کسی قسم کی تاخیر راہ میں حائل نہیں ہونے دوں گا۔ آپ اس خستۂ جاں نحیف وناتواں (اور اب بےنوا و بےزبان بھی) افضل کے لیے دعا ضرور کریں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے میں مجھے آوازِ گم گشتہ کی نعمت دوبارہ عنایت فرمائے (آمین)

سعید احمد کشتی والا صاحب سے مجھے ''نعت رنگ'' کے چھٹے ایڈیشن کے ساتھ آپ کا مجموعۂ کلام ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' [۱] ملا ہے۔ بصد شوق و محبّت مطالعہ کررہا ہوں اور ہاں برادرِ محترم! حضرت راغب مرادآبادی کے مکتبِ فکر وسخن ہی سے فیض یاب ہونے والے اُن کے ایک ہونہار انتہائی شریف النفس، صاحب کردار اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شاگرد شاعر عزیزم مسعود چشتی کا اوّل ترین مجموعۂ کلام ''کشتی'' (حمد ونعت) ''تسکین قلب'' [۲] اشاعت پذیر ہوچکا ہے جس کا ایک نسخہ خاکسار بذاتِ خود آپ کے لیے جناب سعید احمد کشتی والا منیجنگ ڈائریکٹر (الکوپ) کو دے کر آیا ہے اور انھوں نے یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ جلدی آپ تک پہنچادیا جائے گا اور جسمانی نقاہت راہ میں مائل نہ ہوتی تو آپ کے پاس خود حاضر ہونا میرے لیے یقیناً باعث فخر ہے اگر زیرِ نظر خط پہنچنے تک وہ نسخہ (تسکین قلب) آپ کو نہ ملا ہو تو آپ جناب سعید کشتی والا صاحب سے ٹیلی فون پر رابطہ کرلیں۔ پُرخلوص اور نیک تمناؤں کے ساتھ اجازت کا طلب گار رہوں۔ اللہ نگہبان!

(میرا استحقاق تو نہیں ہاں اگر آپ کی گوناگوں ادبی شعری مصروفیتوں کے باوجود چند ہی جملوں پر مشتمل مختصر سا خط جواباً آیا تو یہ ایک

''محبّت نامہ'' ہوگا اور میرے لیے باعث فخر وانبساط بھی)

افضل الفت

☆افضل الفت، شاعر ادیب، نعت نگار۔ ا۔۱۹۹۷ء، مرتب: عزیز احسن، کراچی: فضلی سنز، باردوم، ۱۰۰ ۲۔۱۹۹۸ء، کراچی: راغب مراد آبادی اکیڈمی، باراول، ۱۷۶ص

افضل خاکسار، محمد (فیصل آباد)

۲۹/جنوری ۲۰۰۵ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب!

'نعت رنگ' کی محفلِ رنگ ونور میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہا ہوں۔ 'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ میں اس وقت میرے زیرِ مطالعہ ہے۔ صفحہ ۴۱۹ سے علامہ کوکب نورانی کا مکتوب شروع ہوتا ہے اور صفحہ ۴۸۰ پر اختتام پزیر ہوتا ہے۔ حضرت علامہ چوں کہ میدانِ جرح وتعدیل کے شہسوار ہیں، لہٰذا انھیں خود بھی بارِ تنقید برداشت کرنا ہوگا۔ صفحہ ۴۲۱ پر اُن کا ایک جملہ ہے 'میں نے اللہ کریم اور اس کے سیّد المعصومین ﷺ رسولِ کریم ﷺ کے لیے لکھے اور کہے جانے والے کسی منفی و ناروا لفظ وخیال کو گوارا نہیں کیا۔'

میرے خیال میں علامہ موصوف اپنی تحریر میں یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ گویا عصمتِ رسول ﷺ کے حوالے سے کچھ اہلِ قلم منفی و ناروا رویہ اپنائے ہوئے ہیں جب کہ حضرتِ موصوف ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ 'سیّد المعصومین' کی ترکیب اُن کی اسی ذہنی کیفیت کی آئینہ دار ہے۔

جہاں تک فصاحتِ کلام کا تعلّق ہے، اُن کا مذکورہ بالا جملہ بوجھل اور غیر فصیح ہے۔ یہاں مجھے اُن سے ایک سوال بھی پوچھنا ہے وہ یہ کہ انھوں نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لیے تو 'سیّد المعصومین' کی ترکیب 'استعمال' فرمائی مگر آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے خالق و مالک اور معبودِ واحد اللہ ربّ العزت کے لیے ایسی سعیِ بلیغ کیوں ضروری نہ سمجھی۔ بحوالہ عصمت ہر دو مقام پر قرینۂ کلام یکساں ہونا چاہیے تھا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوا؟

مجھے چوں کہ حضرت علامہ کی خدمت میں مزید گزارشات بھی پیش کرنا ہیں لہٰذا آیندہ سطور میں میرے مخاطبِ اوّل وہی رہیں گے۔

قارئینِ کرام! صفحہ ۴۲۱ پر ہی ایک اور جملہ ملاحظہ ہو' اور انھیں یہ بُرا لگا کہ کسی منفی یا ناروا لکھنے کہنے اور ماننے وقبول کرنے والے کے لیے کوئی رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی۔'

عالی جاہ! 'ماننے وقبول کرنے والے' ماننے اور قبول کرنے والے کے لیے، واوِ عاطفہ 'ماننے' کے بعد لگانے کا کیا قرینہ ہوا۔ لفظ 'ماننا' نہ تو عربی زبان کا لفظ ہے اور نہ ہی فارسی زبان کا۔ سو، اس لفظ کے ساتھ واوِ عاطفہ لگا کر اسے مرکب عطفی کا حصہ نہیں بنایا جاسکتا۔

'رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی' رعایت کی نفی کے بعد تکریم کی نفی بے معنی سی بات ہے۔ جہاں 'رعایت' کی گنجایش نہ ہو، وہاں 'تکریم' کیوں کر متصور ہوئی؟

'رعایت یا تکریم میں نے نہیں کی' فاعل جملے کے آغاز میں چاہیے، یوں کیوں نہیں کہتے: 'میں نے رعایت یا تکریم نہیں کی' یہ بات تو ہوئی گرامر کے حوالے سے، جب کہ قرینۂ کلام کے حوالے سے جملہ یوں چاہیے 'میں نے تکریم یا رعایت نہیں کی' تکریم پہلے لائیں اور رعایت بعد میں۔

اب اسی جملے کو فکری وفنی اعتبار سے دیکھتے ہیں، رعایت اور تکریم دو لفظ ہیں جو باہم نہ تو مترادف ہیں نہ متضاد اور نہ ان میں کوئی صوتی ہم

آہنگی ہے۔اسی طرح اگر سیاق وسباق کے حوالے سے بھی دیکھیں تو کوئی لف ونشر مرتب یا غیر مرتب والی صورتِ حال بھی نہیں، پھر ان الفاظ کی پیوندکاری کا کیا جواز ہوا؟ یہ تو پریشاں گوئی ہے جس کا نتیجہ مغائرتِ فکری و بعدِ معنوی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

صفحہ۴۲۲...'یہ فقیر بے توقیر سراپا تقصیر عرض گزار ہے کہ ان شاءاللہ میں یہ 'جرم' کرنا اپنی سعادت شمار کرتا رہوں گا اور اللہ کریم جل شانہ سے اس 'جرم' پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا۔اہلِ ایمان سے بھی اپنے حق میں اس دعا کی التماس کرتا ہوں'۔

حضرت! ہم تو آپ کو صاحبِ منزلت ہستی سمجھتے ہیں۔'دُور درشن' پر آپ کا دُور ہی سے 'درشن' کر کے خوش ہو لیتے ہیں، ویسے کسی زمانے میں کچھ تھوڑی سی قربت بھی نصیب ہوئی۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ کو ابھی 'خط' نہیں آئے تھے، یا آئے تھے تو ابھی ریش مبارک کا تکلّف نہ فرماتے تھے...بہرکیف ہم آپ کے دیرینہ نیازمندوں میں سے ہیں لہٰذا اسی نیازمندی کی بنا پر عرض گزار ہیں کہ آپ خواہ مخواہ کی کسرِ نفسی سے کام لیتے ہوئے خود کو 'بے توقیر' کرنے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔بھلا 'یہ فقیر بے توقیر سراپا تقصیر' لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔سچے دل سے خود کو 'فقیر' کہہ لینا ہی کافی تھا۔اور ہاں، یاد رہے، فقیر لوگ تو وہ ہوتے ہیں جو کسی کا دل نہیں دُکھاتے، اپنے اعلیٰ اخلاق سے غیر مسلموں کے دل بھی جیت لیتے ہیں مگر آپ کیسے فقیر ہیں کہ ثنا نگارانِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے بھی نرمی نہیں۔آپ اگر صدقِ دل سے محسوس کرتے ہیں کہ کوئی لفظ شایانِ رسالت مآب ﷺ نہیں تو آپ نرمی اور پیار سے رائے دے سکتے ہیں مگر اپنے مسلک کو دوسروں پر ٹھونسنا، فقہی مسائل کو لے بیٹھنا، ایک ایک حرف پر تنقید کرنا اور ساتھ ہی اصلاح کا فریضہ بھی سرانجام دینا، یہ تو دوسرے اہلِ قلم کی کھلی کھلی تضحیک ہے۔یقین جانیے آپ کا اپنا کلام بھی فصاحتِ زبان و بیان سے صد مرحلہ دُور ہے۔بطورِ دلیل چند سطور تحریر کی جارہی ہیں، اُمید ہے آپ خندہ پیشانی سے برداشت فرمائیں گے۔

ہاں تو بات ہو رہی تھی آپ کے خود کو 'بے توقیر' لکھنے کے حوالے سے۔

میرے محترم! آپ کو شاید یہ معلوم نہیں کہ آپ کے ذاتی حوالے سے نیز آپ کے والدِ گرامی قدر مرحوم و مغفور کے حوالے سے کتنے لوگ آپ سے رشتۂ عقیدت میں منسلک ہیں۔آپ تو خود کو 'فقیر، بے توقیر، سراپا تقصیر' کہہ کر اپنے ذوقِ کسرِ نفسی کی تسکین فرمالیں گے، مگر کل آپ کے عقیدت مندوں کے لیے آپ کی یہ کسرِ نفسی مسئلہ بن جائے گی۔آپ کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بھی اسی قسم کی کسرِ نفسی کا مظاہرہ کیا تھا:

کوئی کیا پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کُتّے ہزار پھرتے ہیں

جس کا خمیازہ آج تک بریلوی حضرات بھگت رہے ہیں۔بے چارے عقیدت کے مارے کبھی 'کُتّے' کی جگہ 'کِتّے' پڑھتے ہیں اور کبھی 'کتنے' پڑھتے ہیں، دراں حالے کہ اسی نوع کے اور بھی بہت سے اشعار ہیں جو اعلیٰ حضرت کے کلام کا حصہ ہیں مثلاً:

اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے ـــ عمر بھر میرے گلے میں رہے پٹّا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد ـــ ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اور:

تجھ سے در در سے ہے سگ سگ سے ہے نسبت مجھ کو
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

'اس جرم پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا۔اہلِ ایمان سے بھی اپنے حق میں اس دعا کی التماس کرتا ہوں' اس جملے میں آپ 'مستقبل' سے

یک لخت 'حال' میں جلوہ گر ہوئے ہیں، ممکن ہے اپنے پیری مریدی اپنے مشاغل کے حوالے سے طےِ زمانی ایسی کرامات دکھانا آپ کی کوئی مجبوری ہو، مگر اس کے لیے 'نعت رنگ' کی محفل کو تو تختۂ مشقِ ستم نہ بنائیں۔

اس 'جرم' پر استقامت کی دعا کرتا رہوں گا، لفظ 'جرم' اور پھر اُس پر 'استقامت کی دعا'، سچ بتائیں آپ کا ذوقِ لطیف کیا کہتا ہے؟ کیا پیرایۂ اظہار یوں ہی چاہیے تھا؟ کیوں خواہ مخواہ اپنے لیے بھی مسائل پیدا کر رہے ہیں اور دوسروں کے لیے بھی۔ یقین جانیے، نہ آپ وہ 'مجرم' ہیں جو حبِ رسول ﷺ میں گرم ریت پر لٹائے جاتے ہیں، دہکتے انگاروں میں پھینک دیے جاتے ہیں، گرم سلاخوں سے جن کی زبانیں اور بدن داغے جاتے ہیں مگر وہ دامانِ حبِ رسول ﷺ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور نہ ہی آپ کے مخاطبین خدانخواستہ دشمنانِ رسول ﷺ۔ کاش! آپ اُمت میں تفرقہ بازی کی قباحتوں کو آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مزاجِ معلّٰی و سیرتِ طیبہ کے آئینے میں دیکھنے کی کوشش فرماتے۔

ص ۴۲۲ پر ہی ذرا آگے چل کر آپ فرماتے ہیں، 'جناب صغیر احمد صدیقی نے حوالے کے لیے صفحہ نمبر اور سطر نمبر تو تحریر کی لیکن معترضہ جملہ نشان زد نہیں کیے۔ کیا اسے شرارت نہ کہا جائے۔

عالی جاہ! نشان زد کا مطلب ہوتا ہے انڈر لائن کرنا۔ جب کسی تحریر کا معتد بہ حصہ درج کیا جائے تو اس میں سے زیرِ بحث حصہ نشان زد کیا جاتا ہے جب کہ صغیر احمد صدیقی صاحب نے سرے سے کوئی جملہ تحریر ہی نہیں کیا، صرف آپ کی تحریر کے حوالے سے صفحہ نمبر اور سطر نمبر کی نشان دہی فرمائی ہے۔ آپ اُن سے معترضہ جملے نشان زد کرنے کا تقاضا اُس صورت میں کر سکتے تھے۔ جب انھوں نے آپ کی کوئی عبارت درج کی ہوتی اور آپ اُس عبارت میں سے قابلِ اعتراض جملے نشان زد کرنے کا مطالبہ فرماتے۔ آپ ہی فرمائیں، لفظ 'نشان زد' استعمال کرنے کا مذکورہ بالا صورتِ حال کے تناظر میں کوئی قرینہ بنتا ہے؟ ہمیں تو یہ آپ کی کوئی 'شرارت' لگتی ہے ورنہ آپ اتنے بے خبر تو نہیں۔ لفظ 'نشان زد' سے ایک شعر یاد آرہا ہے، اگر بے محل نہ خیال فرمائیں تو عرض کیے دیتا ہوں:

محبّت ایں چنیں بندہ نوازی ایں چنیں باید
زدی کشتی شکستی سوختی انداختی رفتی

ص ۴۲۳، ۴۲۴...'احمد صغیر صاحب کو اس فقیر نے خواب دکھائے نہیں بلکہ مستند کتابوں میں معتمد و ثقہ شخصیات کے بیان اور خواب بتائے ہیں اور انھی کتابوں اور شخصیات کی نقل کی ہوئی حکایات پیش کی ہیں۔'

بہت خوب! آج پتا چلا کہ شخصیات کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی حکایات نقل کرتی ہیں۔ میرے خیال میں کتابوں سے حکایات نقل کی جاتی ہیں، کتابوں نے کبھی حکایات نقل نہیں کیں۔

'وہ لوگ یہ بھی دیکھیں کہ 'نشتر زنی' کون کرتا ہے؟ اور کیوں کرتا ہے؟ ایسے مرحلوں پر ان دوستوں کا مشورہ یاد آتا ہے کہ کن لوگوں کی باتوں پر وقت اور محنت ضائع کر رہا ہوں، کیوں کہ تحمل سے ہر تلخی و تندی کے باوجود ہر طرح کے اعتراض پر حقایق اور تفصیل پیش کرنا بھی میرا جرم شمار ہو رہا ہے۔'

میرے نزدیک مذکورہ بالا جملے ترکیبِ نحوی اور فصاحتِ لسانی کے تقاضوں کے حوالے سے کچھ اس طرح ہونے چاہییں:

> 'وہ لوگ یہ بھی دیکھیں کہ 'نشتر زنی' کون کرتا ہے اور کیوں کرتا ہے؟ اس مرحلے پر ان دوستوں کا مشورہ یاد آتا ہے کہ کن لوگوں کی باتوں پر وقت اور محنت ضائع کر رہا ہوں، کیوں کہ ہر طرح تلخ و تند اعتراضات کے مفصّل جوابات تحمل اور شائستگی سے پیش کرنا بھی میرا جرم شمار ہو رہا ہے۔'

’اس بہانے جانے کتنے لوگوں کی حقایق سے آ گہی کا بیان ہوجاتا ہے‘۔ جملہ یوں چاہیے:

’اس بہانے جانے کتنے لوگوں کے لیے حقایق سے آ گہی کا سامان ہوجاتا ہے‘۔

’کاش کہ احمد صغیر صاحب اس راہ کے مسافر ہوتے تو انھیں ان باتوں کی قدر ہوتی۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ ’نعت رنگ‘ کے قارئین کو یہاں کچھ جھلکیاں دکھاؤں‘۔

جملہ یوں چاہیے:

’کاش! احمد صغیر صاحب اس راہ کے مسافر ہوتے اور انھیں ان باتوں کی قدر ہوتی۔ ضروری سمجھتا ہوں کہ ’نعت رنگ‘ کے قارئین کی خدمت میں چند مثالیں پیش کی جائیں‘۔

صفحہ ۴۲۷... آخری تین سطور۔ ’وہ خواب جن میں فی الواقع رسولِ پاک ﷺ کو دیکھا گیا ہے اس کی تفصیل اور اس کے احکام کا بیان اس کے سوا ہے۔ ایسے سچے خوابوں کی تضحیک کرنا غیر معمولی اور سنگین فعل ہے‘۔

سبحان اللہ! ایک طرف لفظ ’استعمال‘ بھی کھٹکتا ہے، دوسری جانب لفظ ’فعل‘ کی سنگینی کا بھی احساس نہیں۔ ’سنگین فعل‘ کی بجائے ’سنگین امر‘ بھی تو کہہ سکتے تھے لیکن شاید طبعِ عالی کو لفظ ’فعل‘ ہی مرغوب ہے خواہ ’سنگین‘ ہی کیوں نہ ہو۔ جہاں تک سچے خوابوں خصوصاً ان خوابوں (جن میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا گیا ہو) تضحیک کا تعلق ہے تو یہ تضحیک کون کرتا ہے؟ ابھی معلوم کر لیتے ہیں۔

حضورِ والا! کیا خیال ہے اُس خواب کے بارے میں جو بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم نانوتوی بیان کرتے ہیں۔ اُس خواب میں تو آں حضرت ﷺ بہ نفسِ اطہر تشریف فرما ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کا نقشہ بنا کر دکھاتے ہیں۔ تو کیا آپ اس خواب کے مؤید ہیں؟ اگر آپ کو خواب بیان کرنے والے کی صدق بیانی پر اعتماد نہیں تو پھر یہ اعتراض تو خواب بیان کرنے والے ہر شخص پر وارد کیا جاسکتا ہے۔ دراصل ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے دوہرے معیار قائم کر رکھے ہیں۔

ص ۴۲۸... ’جناب احمد صغیر صدیقی کے ’علم وفہم‘ کے مقابل، میں اور میرا پیش کیا ہوا عقاید، اصول اور کتاب کا ہر بیان کوئی معنی نہیں رکھتا‘۔

معاف فرمانا، آپ کا مذکورہ بالا جملہ فصاحتِ لسانی سے بالکل عاری ہے۔

ص ۴۳۵... ’رشید صاحب! اس کتاب کا نام اسی لیے تحریر کیا تھا کہ آپ کو یا ’نعت رنگ‘ کے کسی پڑھنے والے کو اس بارے میں آ گہی ہوجائے لیکن آپ اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع چاہتے ہیں‘۔

جملہ یوں چاہیے:

’رشید صاحب! اس کتاب کا نام اسی لیے تحریر کیا تھا کہ آپ کو اور ’نعت رنگ‘ کے پڑھنے والوں کو اس بارے میں آ گہی حاصل ہوجائے لیکن آپ اپنے پروفیسر صاحب کا دفاع چاہتے ہیں‘۔

حضرت! اردو زبان کا اپنا ایک مزاج، محاورہ اور قرینہ ہے۔ ’آپ اپنے پروفیسر صاحب سے دفاع چاہتے ہیں۔‘ لفظ دفاع چوں کہ عربی زبان کا لفظ ہے اور آپ شاید اسی تناظر میں اسے لے رہے ہیں مگر اردو میں ’سے دفاع‘ کی بجائے ’کا دفاع‘ لکھا جائے گا۔ عربی زبان میں لفظ شجر ’شَجَرۃ‘ کے

لیے تانیث کا صیغہ استعمال ہوتا ہے جب کہ اردو میں لفظ شجر مذکر آتا ہے۔اسی نوع کی متعدد دیگر مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں جن سے واضح ہو جائے گا اردو زبان ومحاورہ کے مطابق ہی اردو میں کلام کرنا چاہیے۔لفظ 'کلام' ہی کو لیجیے،عربی میں یہ مؤنث ہے جب کہ اردو میں مذکر بولا جاتا ہے۔

ص ۴۳۸،سطر:۶... 'رُخ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے درست نہیں۔'

عالی جاہ! 'فثم وجهه الله' کا ترجمہ آپ کیا کریں گے۔

صفحہ ۴۳۹... 'مدیر کا مؤقف اور حق تو وہی بیان کریں تو بہتر ہے۔' کیا لفظ 'تو' کی تکرار یہاں خلافِ فصاحت نہیں؟

ص ۴۴۵... 'رشید ارشد صاحب! حقایق کے بیان کو مناظرہ،مجادلہ اور فرقہ پرستی آپ قرار دے دیں تو صرف آپ کے کہنے سے وہ ایسا ہی نہیں تسلیم کرلیا جائے گا۔'

لفظ 'نہیں' لفظ 'تسلیم' کے بعد آنا چاہیے۔لفظ 'وہ' یہاں غیر ضروری بھی ہے اور بے محل بھی۔اس کے علاوہ لفظ 'ہی' بھی زاید ہے۔جملہ یوں چاہیے:

'صرف آپ کے کہنے سے ایسا تسلیم نہیں کرلیا جائے گا۔'

صفحہ ۴۴۱... 'جناب احمد صغیر صدیقی کہتے ہیں کہ بشر تو مٹی سے بنا ہے۔وہ شاید جاننا چاہتے ہیں کہ خاک اور نور کیسے جمع ہو سکتے ہیں؟ ان کی توجہ کے لیے عرض کروں گا کہ 'جگنو' چھوٹا سا کیڑا ہے اور مٹی سے بنا ہے،اس میں بھی نور ہے اور یہ بھی ملاحظہ ہو،حضرت جبریل امین علیہ السّلام فرشتوں کے سردار ہیں۔اُن کے نوری ہونے میں تو کچھ شبہ نہیں۔وہ حضرت مریم علیہ السّلام کے پاس تشریف لائے تو قرآن کے الفاظ میں 'فتمثل لها بشرا سويا' (مریم:۱۷) [وہ اس کے سامنے ایک تن درست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا] حضرت جبریل امین علیہ السّلام کیا اُس وقت نور نہیں تھے؟ شکلِ بشری میں آنا،نور ہونے کی نفی نہیں کرتا۔'

حضرتِ والا! قرآن مجید میں ایک اور مقام پر بھی فرشتوں کا بشکلِ انسانی ظاہر ہونا بیان فرمایا گیا ہے۔مگر جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے انھیں اپنے ساتھ کھانا تناول کرنے کی دعوت دی تو وہ بول اٹھے کہ ہم تو فرشتے ہیں،ہم کھانے پینے سے مبّرا ہیں۔اس حوالے سے ثابت ہوا کہ فرشتے بشری صورت میں ظاہر تو ہو سکتے ہیں،مگر وہ صفاتِ بشری سے متّصف نہیں ہو سکتے۔آپ غالباً اپنے مخصوص مسلک کی وجہ سے آں حضرت ﷺ کے لیے لفظِ 'بشر' کے قائل نہیں۔میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عامۃ الناس کے لیے لفظِ 'بشر' عمومیت کا حامل ہے۔لہٰذا انھیں چاہیے کہ جب حضورِ اکرم ﷺ کے لیے اس لفظ کی نسبت کرنا ہو تو خیر البشر یا افضل البشر کہا کریں،البتہ اربابِ تحقیق ومشاہدہ جو عظمتِ بشر سے بخوبی آگاہ ہیں،اُن کے ہاں لفظِ بشر متضمّن بہ کمال ہونے کے باعث چنداں مضر نہ ہے۔

ص ۴۳۹... 'نعت رنگ' میں میری تحریروں سے اگر تمام قارئین واقعی 'بےمزہ' ہوتے تو وہ بھی اس کا اظہار کرتے۔'

ص ۴۲۱... 'نعت رنگ' شمارہ ۱۶ میں جناب احمد صغیر صدیقی،جناب ظہیر غازی پوری،جناب رشید ارشد،جناب ریاض حسین زیدی اور جناب مجید فکری نے اپنے خطوں میں مجھ گنہ گار کو گرم لفظوں اور لہجوں سے یاد فرمایا ہے۔'

حضورِ والا! 'نعت رنگ' کے پانچ جلیل القدر صاحب الرائے اہلِ قلم قاری،جن کی اپنی نگارشات بھی اس مجلّے کی زینت بن رہی ہیں،بہ یک وقت آپ کے نشترِ قلم سے مجروح دکھائی دے رہے ہیں،الامان والحفیظ کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں،مگر آپ ہیں کہ فرمائے جا رہے ہیں کہ یہ تو محض چند افراد ہیں،تمام قارئین تو نہیں۔کیا آپ واقعی تمام قارئین کو 'بےمزہ' کر کے ہی دم لیں گے؟

جناب صبیح رحمانی سے میرا گزارش ہے کہ 'نعت رنگ' کے لیے لکھنے والے انتہائی قابلِ قدر لوگ ہیں براہِ کرم ان کو یوں بے توقیر نہ فرمائیں۔

علامہ کوکب نورانی کی خدمت میں بصد احترام گزارش ہے کہ اگر آپ واقعی خود کو محبِّ رسول ﷺ سمجھتے ہیں تو مستشرقین کی گستاخانہ تحریروں سے لائبریریاں بھری پڑی ہیں، اُن کا ردتحریر فرمائیں۔

اس طرح جہاں اُمت کا بھلا ہوگا، وہاں آپ بھی اپنی بات کو انگلش لینگوئج کے ذریعے بھی Zip hold کرنے کا ہنر بن جائیں گے۔

وما علینا الاالبلاغ

محمد افضل خاکسار

☆افضل خاکسآر (پ: ۱۹۵۴ء)، شاعر وادیب، کتب: ''نوید بخشش'' (نعتیہ مجموعہ)

~~~~~~

10-02-2005

مکرم ومحترم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامی موصول ہوا۔ شکریہ

چندسال قبل فیصل آباد میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا جس کی شیرینی کا ابھی تک احساس ہوتا ہے۔ آپ سے ترنم میں نعتیں سننے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی، ڈاکٹر ریاضؔ مجید، کوثر علی اور جناب حافظؔ لدھیانوی مرحوم بھی شریکِ محفل تھے۔ آپ کی خوب صورت مترنم آواز میں خوب صورت نعتیں خلدِ گوش وفردوسِ سماعت تھیں۔

میرا نعتیہ مجموعہ ’نویدِ بخشش‘[۱] زیرِ طباعت ہے جس کی اشاعت کے تمام تر اخراجات پیر نصیرالدین نصیر گولڑوی نے اپنے ذمے لے رکھے تھے۔ میرے خیال میں ''نعت رنگ'' کو اگر غیر ضروری مباحث سے پاک رکھا جائے تو بہتر ہے۔ آخر میں علامہ کوکب نورانی کی خدمت میں آپ کی وساطت سے نیازمندانہ سلام۔

نیاز آگیں
افضل خاکسار

۱۔۲۰۰۷ء، باراول، ۱۹۸ص

~~~~~~

اقبال احمد صدیقی (کراچی)

۲۵/جنوری ۲۰۰۵ء

صبا کے ہاتھ پھولوں کو جو پیغامِ بہار آیا — جنونِ عقل پرور کے لیے وقتِ قرار آیا
خوشا وہ اعتکاف روضہ جنت مدینے میں — نصیب اس کے جو دو گھڑیاں وہاں جا کر گزار آیا

(سیدابومعاویہ ابوذر بخاری)

برادرم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے اللہ کے فضل وکرم سے آپ مع رفقائے کار اور اہلِ خانہ بخیر وعافیت ہوں گے۔

چندروزقبل عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے آپ کاتہنیت نامہ مسرت افزا موصول ہوا۔کچھ دیرسوچا آپ خوب سے خوب تر معروف ہیں۔لیکن مجھے کہاں ملے اور میں یادوں کے ہجوم میں کہیں مع نام کے محفوظ رہ گیا۔پھر وہ منظر سامنے آ گیا جب محفل مشاعرہ کی ایک شب بقائی فاؤنڈیشن کے فیمی ہیلتھ ایجوکیشن سینٹر گلبرگ میں ہماری ملاقات ہوئی۔آپ نے کچھ حال سنایا۔گردوپیش کی سرد مہری کا شکوہ کیا۔تو میں نے آپ کی دل جوئی کی حوصلہ بڑھایا۔یہ بھی کہا کہ آپ کو رحمت خداوندی سے نعت ومنقبت کی ادائیگی کا اسلوب خاص قدرت کی جانب سے ملا ہے۔وہ ایک پہاڑی چشمہ کا بہاؤ ہے۔اورمزاحمت کے خس وخاشاک کوایک دن بہا کر لے جائے گا۔آپ سنجیدگی سے اپنا شوقِ نعت جاری رکھیں۔چوں کہ مجھے روز نامہ ''جنگ'' اور ''اخبارِ جہاں'' کے زمانے سے ان نشیب وفراز کا مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

بہرحال میں آپ کواور چیئرمین صابر داؤد صاحب کواکیڈمی[۱] کے قیام پر دلی مبارک پیش کرتا ہوں اور ساتھ میں کامیابی اور سرخ رو ہونے کی دعائیں بھی۔

خیراندیش

اقبال احمد صدیقی

☆اقبال احمد صدیقی،ادیب وصحافی،سابق ایسوسی ایٹ ایڈیٹر ہفت روزہ ''اخبارِ جہاں'' کراچی،سیرت نگار،کتب:''مدینہ منورہ کی عظمت ومحبوبیت''،''قائداعظم اوران کے سیاسی رفقاء''،''مقالات ہاشمی'' ودیگر۔

۱۔مہرمنیر اکیڈمی (انٹرنیشنل) کراچی۔

~~~~~~

اقبال احمد فاروقی، پیرزادہ (لاہور)

07-02-1996

عزیز محترم صبیح رحمانی صاحب زیدلطفہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' کا تازہ ایڈیشن[شمارہ۲] ملے دو ہفتے ہوگئے ہیں۔میں کثرتِ کار اور رمضان المبارک کی مصروفیات کی وجہ سے آپ کے مجلّہ پرنہ ہدیۂ تبریک پیش کرسکا،نہ اپنے تاثرات حوالۂ قلم کرسکا،البتہ رمضان کی مبارک راتوں میں ''نعت رنگ'' کے صفحات پر بکھرے ہوئے گل ہائے رنگارنگ کے مطالعہ سے دل ودماغ کومحظوظ کیا۔آپ نے سنہری اور روپہلی سرورق کے خوب صورت مجلّہ کودیدہ زیب بھی بنایا ہے اور گراں قدر مضامین سے علمی شاہ کار کی حیثیت سے سجا کر اہلِ نظر کودعوتِ مطالعہ دی ہے۔

اگر چہ میں پہلے ایڈیشن کے مطالعہ سے محروم رہا ہوں مگر موجودہ ایڈیشن نے ''قندمکرر'' کی بجائے ''لطف تازہ'' کا حصہ بخشا ہے۔مجھے حافظ محمد افضل فقیر رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون ''نعت کا مثالی اسلوبِ نظم'' نے بہت کچھ دیا ہے۔فاضل مضمون نگار نے قدیم نعت گوئی کے مختلف ادوار کوجس عالمانہ اور محققانہ انداز میں بیان کیا ہے،اس سے بہت سی علمی شخصیتیں سامنے آئی ہیں۔فقیر مرحوم اردو ادب کے علاوہ عربی اور فارسی پر بڑا عبور رکھتے تھے۔انھوں نے نعت کے میدان میں جن قادرالکلام شعرا کے اندازِ سخن کوسامنے لاکر دل ودماغ کو درخشاں کیا ہے وہ گلبن مصطفوی ﷺ کے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔مجھے اس مضمون کواس نسبت سے بھی لفظ بلفظ پڑھنا پڑا کہ حافظ محمد افضل فقیر مرحوم ایم اے فارسی میں میرے ہم سبق تھے۔پنجاب یونی ورسٹی
~~~~~~

اورینٹل کالج لاہور کی کلاس روم میں میرے دائیں جانب سیٹ پر بیٹھا کرتے تھے۔اس طرح مجھے ان کی سرگوشیوں کی لمس اب تک محسوس ہوتی ہے۔میں دینی مدارس میں پڑھ کر اورینٹل کالج تک پہنچا تھا اور ایم اے میں داخلہ لے کر فقیر کا ہم سبق بنا۔حافظ محمد افضل فقیر (جو عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے) اسباق سے فارغ ہوتے تو کالج کے صحن میں جا بیٹھتے تھے۔اس زمانہ میں جامؔی، رومؔی، حافظؔ اور سعدؔی کے اشعار یاد تھے۔میں انھیں کوئی شعر یاد دلاتا تو افضل فقیر کا چشمہ ذہانت اُبل پڑتا۔پھر ان کی زبان سے نامور سخن دانانِ فارس کے اشعار کے دریا بہہ نکلتے۔میرے علاوہ ہمارے دوسرے کلاس فیلوز اپنے ذوق کے مطابق فقیر محمد افضل سے اشعار سنتے، بعض اوقات کلاس روم میں اپنے اساتذہ کے سامنے فارسی اشعار سنانے کا موقع ملتا تو ہم ان کی زبان کی حلاوت اور یادداشت پر ہدیۂ تحسین پیش کیے بغیر نہ رہ سکتے۔وہ زندگی کے مختلف ادوار میں ملتے رہتے تو اپنے علمی خزانوں سے مجھے کچھ نہ کچھ عطا فرماتے۔ایک دور آیا جب انھیں ''بیدلؔ'' [۱] نے بڑا متاثر کیا وہ اکثر ان کے اشعار سناتے اور ساتھ ساتھ اس کی تشریح کر کے میرے لیے آسانیاں بہم پہنچاتے۔

مجھے ان کا مضمون پڑھ کر ان کی قلم کی روانی اور بلند پایہ نعت گو شعرا سے تعارف کا جو موقع ملا ہے وہ میرے مطالعہ کا ایک خوش گوار حصہ ہے۔

علامہ رشید وارثی صاحب کا مقالہ ''اردو نعت میں شانِ اُلوہیت کا استخفاف'' پڑھ کر ان کی باریک بیں نگاہ تنقید پر داد دینے کو جی چاہا۔انھوں نے بڑی ژرف خیالی سے ایسی لطیف باتیں بیان کی ہیں۔جن پر واقعی وہ ہدیۂ تحسین کے مستحق ہیں۔بایں تحقیق وخوبی وہ بعض مقامات پر اپنے منطقی اور فلسفی پیرائے سے اہلِ سخن کو نشانۂ تنقید بتاتے چلے جاتے ہیں تو بات اُٹھانے کو جی چاہتا ہے۔بعض مقامات پر بات کرنے کو جی چاہتا ہے مگر:

یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں مری!

ان کی تنقید سے الفاظ و بیان کی پرواہ نہ کرنے والے اربابِ سخن کو لکھنے سے پہلے صد بار سوچنے کا موقع ملے گا۔ورنہ ہم خیابانِ نعت میں بیٹھے جس سرمستی سے جھومتے چلے جاتے ہیں وہاں ذہن وفکر کی رکاوٹیں بھی آئیں گی۔اللہ تعالیٰ مزید تحقیق کی توفیق عطا فرمائے ان کی کاوش نے مجھ جیسے بے پرواہ قاری کو بے حد محظوظ فرمایا ہے۔

عاصی کرنالی صاحب کا کلام پڑھنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔وہ مختلف انداز میں ہمارے سامنے آتے ہیں۔مگر آپ نے ''نعت رنگ'' کے صفحات پر جس انداز میں ''اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایت کے اثرات'' کے عنوان سے پیش کیا ہے، وہ قابلِ صد ستائش ہے۔اگرچہ عروض وقوافی اور اوزان وبحور کا دور بہت پیچھے رہ گیا ہے اور اب یہ تمام پیمانے شعری دنیا میں ایک ایک کر کے ٹوٹ کر قدیم شعری سکریپ کی منڈی میں چلے گئے ہیں۔تاہم کرنالی صاحب نے کمپیوٹرز کے اس دور میں مقیاسِ فکر لے کر جس انداز سے اپنے مقالے کو سنوارا ہے اس سے کم لوگ استفادہ کریں گے مگر علم آخر علم ہے۔بایں ہمہ انھوں نے ''گاہے گاہے بازخواں ایں دفتر پارینہ را'' کی رسمِ سخن شناسی اور روایت شعر سنجی کو تازہ کر دیا ہے۔یہ مضمون میرے حلقہ کے ''اوزانِ شناسانِ سخنوری'' کو یقیناً پسند آئے گا۔

''دبستاں کراچی کی نعتیہ شاعری'' آپ کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے آپ نے کراچی کے اکثر نعت نویس اور نعت خوان حضرات سے ملاقات کرا دی ہے اور ان کے شعری انداز کی مثالیں دے کر اپنے مضمون کو دل کش اور وقیع بنا دیا ہے۔ماشاءاللہ

''نعت رنگ'' کے تازہ ایڈیشن میں یوں تو تمام مضامین قابل صد ستائش ہیں اور میں نے اکثر مضامین کو پڑھ کر مضمون نگار کے زورِ قلم اور بلند تخیل کے لیے دعائیں کیں۔مگر آپ نے آخر میں بعض گوشے سامنے لا کر ایک نہایت ہی عمدہ کام کیا ہے۔مجھے اپنے عزیز دوست ڈاکٹر سیّد آفتاب احمد صاحب نقوی مرحوم [۲] کے گوشہ نے بڑا متاثر کیا ہے۔آپ نے اس آفتاب نعت وعقیدت کو ہدیۂ تحسین پیش کر کے عمدہ کام کیا ہے۔آپ کو یاد ہوگا کہ ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم نے ہی مجھے آپ سے متعارف کرایا تھا۔جب آپ کراچی چلے گئے تو وہ میرے پاس آئے۔آپ کی بے پناہ تعریف کی۔مفصّل تعارف کرایا۔

غالباً وہ آپ کے سامنے وہ کلمات نہیں کہنا چاہتے تھے جو انھوں نے آپ کے بعد بیان کیے۔ انھوں نے مجھے تاکید فرمائی کہ ''صبیح رحمانی'' سے مرکزی مجلس رضا کی مطبوعات کی زبان میں مسلسل رابطہ رکھنا مجھے کیا معلوم کہ ان کی یہ باتیں نصیحت تھیں یا وصیت، آپ نے ایک عاشقِ رسول ﷺ دوست کو جو:

چہ خوش رسمے بنا کردند بہ خاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

کا منظر بنا۔ ہدیۂ تحسین پیش کرنے کا اہتمام کر کے مرحوم کی روح کو خوش کر دیا اور ہم ایسے واماندگانِ محبّت کو خوش کام کر دیا ہے۔ جزاک اللہ خیرا

ہندوستان میں میرے بعض علم دوست اور سخن شناس احباب ہیں جن میں ڈاکٹر مختارالدین احمد علی گڑھ یونی ورسٹی ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، بریلی شریف، ڈاکٹر وسیم بریلوی اور دوسرے احباب اس ''نعت رنگ'' کی ضرورت محسوس کریں گے۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ ان کے لیے چند نسخے عنایت کیے جائیں تو انھیں آپ کا یہ مجلّہ مل جائے۔

میں آپ کے التفاتِ کریمانہ کا دوبارہ سپاس گزار ہوں۔ کیا ''جہانِ رضا'' ہر ماہ دستک دیتا ہے، یا نہیں؟

والسّلام بالوف الاحترام
اقبال احمد فاروقی

☆ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (۴ جنوری ۱۹۲۸ـ۲۰ دسمبر ۲۰۱۳ء) ممتاز عالم دین، ادیب، مترجم، مدیر اعلیٰ: ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور، سربراہ: مرکزی مجلسِ رضا لاہور، رکن: جمعیت علمائے پاکستان، روحِ رواں: ''مکتبہ نبویہ'' لاہور، کتب: ''تذکرہ علمائے اہلسنت لاہور''، ''الدرالثمین فی مبشرات النبی الامین''، ''مقامات صوفیا''، ''قصر عرفان''، ''مجالس علما''، ''نسیمِ بطحا''، ''باتوں سے خوشبو آئے''، ''رجال الغیب'' و دیگر۔

۱۔ بیدلؔ عظیم آبادی (۱۹۰۷ـ۱۹۸۲ء)، نام: عبدالمنّان، تلمیذ: وحشتؔ کلکتوی، مجموعۂ کلام: ''نوائے بیدلؔ''۔

۲۔ سید آفتاب احمد نقوی، کتب: ''پنجابی نعت'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)

03-06-1996

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ!

۲۳ رمئی کا مکتوب گرامی مجھے آج ۳ رجون کو ملا۔ آپ کے محکمہ نے ٹکٹ کی قیمتیں بڑھا دیں، ڈاک رسانی کی رفتار گھٹا دی۔

کچھ روپ میں اضافہ کچھ محبّت میں کمی!

غالباً آپ کو ۲۳ رمئی تک ''جہانِ رضا'' کا ماہ مئی کا شمارہ نہیں ملا اسی لیے ان کا ذکر نہیں آیا۔ ورنہ ''نعت خوانانِ عصر حاضر والا'' مضمون بھی ''اوج'' کے صفحات کا عکس جمیل ہے۔ آپ کے اقلیم نعت کے مجلّہ سے حفیظ تائب پر جو مضمون چھپا اس پر ڈاکٹر مختارالدین احمد نے ہدیۂ تحسین پیش کیا ہے، انھوں نے مضمون نگار سے ملاقات کا تذکرہ فرمایا۔ ان کا یہ خط غالباً مئی کے ''جہانِ رضا'' میں چھپا ہے۔ ایک نظر دیکھ لیں۔

میرا دل چاہتا ہے آپ ''جہانِ رضا'' کے لیے کچھ لکھیں۔ پہلے بھی عرض کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی عنایات سے نوازے۔ غالباً آپ کا اب تیسرا خوب صورت مجموعہ تیار ہو رہا ہوگا۔ آپ بڑے سلیقے اور نفاست سے کام کرتے ہیں۔ بعض اہلِ ذوق تو ''نعت رنگ'' کا سنہری سرورق دیکھ کر ہی کتاب خرید لیتے ہیں۔ اگرچہ اس انداز میں روپیہ بہت خرچ آتا ہے۔ مگر اہلِ محبّت نے کب پیسے گن کر لگائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر وسائل کے دروازے کھول دے۔

ایک اور رسالہ حوالۂ ڈاک ہے۔ اگر پہلا مل گیا ہو تو کسی اور حضرت کو دے دیں۔ خط و کتابت کا رابطہ ٹوٹنا نہیں چاہیے!

والسّلام
اقبال احمد فاروقی

02-12-1996

محترمی حضرت رحمانی صاحب

السّلام علیکم۔گرامی نامہ مرقومہ ۱۷رنومبر ملا۔یادفرمائی کے لیے ممنون ہوں۔

ماہ نامہ ''نعت'' میں بشیر حسین ناظم[۱] صاحب کی خطائیں راجارشید محمود صاحب کے جارحانہ قلم کی زد میں ہیں جس سے آپ کو مجھے حتیٰ کہ ان تمام احباب کو دُکھ ہوا ہے جو ان دونوں نعت نویسانِ عصر سے کچھ تعارف رکھتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ ایک عرصہ سے ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔اور حضورﷺ کی بارگاہ میں ایک ہی راستہ چلے جارہے تھے۔مگر خدا بھلا کرے علمی عجب اور غرور کا۔ آپس میں الجھ پڑے۔ اب اس آگ کے اردگرد بیٹھنے والے بھی ''گستاخانِ رسول'' کہلانے لگے ہیں۔اللہ ان پر رحم فرمائے۔

راجارشید صاحب نے ایک کتاب لکھی۔ایوارڈ کے لیے وزارتِ امورِ مذہبی میں بھیجی، ناظم صاحب نے بعض تنقیدی نوٹس لکھ دیے۔کتاب ایواڈر حاصل نہ کرسکی۔اب تلخی کی بنیاد پڑی تو نعت کے نام پر ایک دوسرے کو زندیق، ملحد، گستاخِ رسول کہا جانے لگا اور اندازِ تنقید اتنا جارحانہ ہے کہ اس خدمت کو ''تحفّظ مقامِ رسول'' کہا جارہا ہے۔اب ان پڑھے لکھے بزرگوں کو کیا کہا جائے۔ بہرحال مجھے آپ کے اس جذبہ سے اتفاق ہے کہ یہ ''حجاب اکبر'' میں لپٹے ہوئے اہلِ قلم کم از کم گفتگو کو شریفانہ کریں۔اپنی تنقیدی تلخی کو رسول اللہ کی ناموس کے محافظ بن کر پیش کرنا تو زیب نہیں دیتا۔

والسّلام

اقبال احمد فاروقی

۱۔علامہ بشیر حسین ناظم (۲۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء۔۱۷ جون ۲۰۱۲ء)، اردو، عربی، انگریزی، فارسی اور پنجابی زبانوں کے شاعر، ادیب، نقاد، صحافی، مترجم، کالم نویس، صدر: ''بزمِ حمد و نعت'' (اسلام آباد)، کتب: ''جمالِ جہاں افروز''، ''اولیائے ملتان''، ''حکایات گنج بخش''، ''شاہد النبوۃ'' (ترجمہ)، ''ابدی آوازاں''، ''ہمعات شاہ ولی اللہ'' (ترجمہ)، ''شاہ فیصل اور عالمِ اسلام''، ''عرفان وایقان''، ''بابا بلّھے شاہ اور کلاسیکی ادب'' اعزاز: ''تمغہ برائے حسنِ کارکردگی'' (حکومتِ پاکستان)۔

06-09-1999

محترم قبلہ رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

ایک عرصہ سے آپ کی طرف سے کامل خاموشی ہے۔حالاں کہ ''جہانِ رضا'' ہر ماہ دستک دیتا ہے۔ مجھے کئی ماہ سے ''نعت رنگ'' کا بھی انتظار ہے۔آپ کا ''نعت رنگ'' آیا نہ ہی کسی دوست سے خبر آئی کہ ''نعت رنگ'' چھپ گیا ہے۔یہ آپ کی بے اتفاقی ہے یا میری نارسائی!

ملک بھر میں (بلکہ ہندوستان میں بھی) بے شمار دینی رسائل چھپتے ہیں مگر جو رنگ ''نعت رنگ'' کا ہے وہ منفرد ہے۔مضامین کا انتخاب، لکھنے والوں کے قلم کی حلاوت، تحقیقی مواد پھر نعت پر ایک خوب صورت مرقع سامنے لانے کا جو کمال آپ کو ہے وہ صرف آپ کا ہی حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں اضافہ کرے۔ بے سروسامانی کے باوجود ایک شان دار کام کر رہے ہیں۔آپ کا ''نعت رنگ'' نہ صرف عمدہ مضامین اور خوب صورت نعتیں اور معروف نعت نویس حضرات کا تذکرہ کرتا ہے بلکہ نعت نویس حضرات کی علمی اور ذہنی تربیت بھی کرتا ہے، نعت لکھنے والے وہ اہلِ قلم جو حضورﷺ کی بارگاہ میں کچھ پیش کرنے بیٹھتے ہیں اگر انھوں نے آپ کا ''نعت رنگ'' ایک نظر دیکھ لیا ہے تو وہ بار بار سوچتے ہیں کہ ان کے شعر پر کسی کی نگاہ تو نہیں ہے بعض رسائل تو جو نعت سامنے آئی تبرکاً شائع کر دیتے ہیں مگر آپ کا حسنِ انتخابِ نعت اور وہ بھی معاصر نعت نویسوں میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔اللہ آپ کو مزید زورِ قلم ذوقِ تحریر عطا فرمائے۔

والسّلام

اقبال احمد فاروقی

31-07-2000

محترمی قبلہ صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

ایک عرصہ گزر گیا۔ میرے شوق کی نارسائی اور آپ کی بے التفاتی سے ''نعت رنگ'' کی زیارت نہ ہوسکی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ جب ۸، ۹، ۱۰ نمبر کے تین شمارے بہ یک پیک تشریف لائے۔ ماشاء اللہ حسب روایت روشن اور ''دیدہ زیب'' چہروں کو لیے ہوئے ''نعت رنگ'' کے تینوں نمبر بصد انداز رعنائی بصد انداز زیبائی درخشاں درخشاں آئے۔ آپ نے جس انداز سے انھیں ترتیب دیا ہے، بلند پایہ تحریروں سے سجایا ہے اور نعتِ رسول کے پھولوں سے سجا کر اہلِ محبّت کو دعوتِ مطالعہ دی ہے وہ بس آپ کا ہی حصہ ہے۔ میں آپ کی اس کاوش پر ہدیۂ تبریک پیش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی کی تحریریں تو صفِ اوّل میں آرہی ہیں وہ لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں پھر ''نعت رنگ'' کے صفحات ان کے رشحاتِ قلم سے باغ و بہار نظر آتے ہیں۔ جناب عزیز احسن صاحب، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (انڈیا)، عاصی کرنالی صاحب اور رشید وارثی صاحب بھی اچھے انداز میں قلم اُٹھاتے ہیں اور قارئینِ ''نعت رنگ'' کو اپنی لطیف تحریروں سے نوازتے ہیں۔ ان سب حضرات کے علم و فکر کے بہتے ہوئے دریاؤں کے کناروں پر آپ حمد و نعت کے جو خوب صورت درخت لگا دیتے ہیں اس پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں صرف آپ کی اس کوشش کو ہدیۂ تحسین ہی پیش کرنے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ جی چاہتا ہے کہ نظیری نیشاپوری کا ہم زبان بن کر کہوں:

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجا ست!

آپ نے اپنے کسی ابتدائیہ میں شکایت کی ہے کہ علمائے کرام ''نعت رنگ'' کے لیے لکھنے سے گریز کرتے ہیں اور ان کی تحریریں ''نعت رنگ'' کے صفحات پر نہیں آتیں۔ آپ کا احساس آپ کی بہتر سے بہتر تحریروں کی تلاش اور جستجو کے اظہار کے لیے اچھی سوچ ہے۔ مگر میرے خیال میں موجودہ صورتِ حال اتنی مایوس کن بھی نہیں ہے۔ ''نعت رنگ'' کے صفحات اگر چہ ہم عصر شاعروں، دانش وروں اور نعت نگار اہلِ قلم اور ادیبوں کے جوہر پاروں سے مزین نظر آتے ہیں۔ ان لکھنے والوں میں ڈاکٹر بھی ہیں، پروفیسر بھی، دانش ور بھی اور اربابِ علم و فضل بھی ہیں۔ وہ بڑے بڑے علمی اور ادبی یونی ورسٹیوں اور درس گاہوں کے فارغ التحصیل ہیں۔ بعض بلند پایہ درس گاہوں کے استاد بلکہ صدر نشین ہیں۔ وہ بڑی بڑی خوب صورت کتابوں کے مصنّف ہیں، مؤلف ہیں اور مرتب ہیں۔ یہ لوگ آپ کے ''نعت رنگ'' پر چھائے ہوئے ہیں۔ مگر ہم نے دیکھا ہے کہ ان حضرات میں تین ''مولوی'' بھی نظر آرہے ہیں، مولوی کوکب نورانی (کراچی)، مولوی عبدالنعیم عزیزی (بریلی) اور مولوی عبدالحکیم شرف (لاہور) بھی آپ کے ''نعت رنگ'' میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان حضرات کی تحریروں کے بعد آپ کی شکایت کی شدت کو کم کر دیا ہے کہ علمائے کرام آگے نہیں بڑھتے۔ یہ تینوں حضرات ''مولوی'' ہیں، عالمانِ دین ہیں، حنفی ہیں، سنی ہیں پھر بریلوی ہیں۔ یہ مسجدوں کے حجروں سے نکلے ہیں، یہ دینی مدارس کی صفوں سے اُٹھے ہیں، بوریا نشین ہیں۔ یہ نان جوین کھا کر جوان ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے شہ سوارانِ قلم و فکر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مضامین بھی لکھتے ہیں۔ خطوط بھی لکھتے ہیں، تنقید کے نفیس نشتر سے آپ کے دانش وروں کی تحریروں کا قلمی آپریشن بھی کرتے ہیں اور کبھی کبھی اپنے مضامین سے آپ کے قارئین کو دعوتِ فکر اور دعوتِ مطالعہ بھی دیتے ہیں۔ یہ لوگ پی ایچ۔ ڈی۔ نہیں ہیں۔ کالجیئٹ نہیں ہیں، سرکاری گریڈوں کے مالک نہیں ہیں، پھر بھی اس انداز سے بات کرتے ہیں کہ ''دست گلچیں کی جھلک میں نے کبھی دیکھی نہیں'' کا انداز سامنے آتا ہے۔ یہ لوگ ضَرَبَ یَضرِبُ کی ریاضتوں سے گزرے ہیں۔ نحویوں کے نکتوں کو ازبر کرتے ہوئے آگے بڑھے ہیں۔ قرآن و احادیث کی ضیاؤں میں آگے بڑھے ہیں۔ مسجدوں کے تنگ حجروں کے تربیت یافتہ ہیں۔ میڈیا کی روشنیوں سے دُور ہیں۔ مگر جب آپ کے دانش وروں، ادیبوں، قلم کاروں اور مضمون نویسوں کی لغزش قلم فکر کا بڑے لطیف انداز سے

تعاقب کرتے ہیں۔ تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر دکھائی دیتے ہیں۔ تابڑتوڑ حملے کرتے ہیں۔ آپ کے مضمون نگاروں کے جنگل میں جناب کوکب نورانی، نعیم عزیزی اور عبدالحکیم شرف کی گرفت سے کئی مقالہ نگار کبیدہ خاطر دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے ''نعت رنگ'' میں لکھنے والے دانش ور بڑے ہی پختہ قلم سہی، خوش تحریر سہی، تعداد میں زیادہ سہی، مگر ہم نے دیکھا ہے کہ یہ تین مولوی ان دانش وروں کی نادانستہ لغزش قلم پر آواز بلند کرتے ہیں۔

پھولوں کی ہیں ہزار زبانیں مگر خموش
بلبل کا ایک دل ہے مگر بولتا ہوا!

آپ کے دانش وروں، ادیبوں اور تنقید نگاروں کی ہزار قلمیں جو ہر بکھیرتی جاتی ہیں مگر یہ تینوں ''مولوی'' آپ کے ''رنگ نعت'' کے صفحات پر یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے:

بلبل چہک رہا ہے ریاض رسول میں!

اہلِ علم وقلم کی باہمی نکتہ سنجی اپنی لطافتوں سے بھرپور ہوتی ہے۔ آپ کے ''نعت رنگ'' میں یہ رنگ پایا جاتا ہے۔

آپ نے تمام مضامین (خواہ رواں دواں ہوں خواہ تنقیدی ہوں) کے علاوہ نعت کی کتابوں پر ''تبصرہ نگاری'' کے بیل بوٹے لگانے شروع کیے ہیں۔ ان کو پڑھ کر ''غنچہ دل مہک مہک'' جاتا ہے۔ نعت خوانانِ رسول کے تعارف بھی ایک عمدہ موضوع ہے جو دل کو خوش کر دیتا ہے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیں کہ آج پاک و ہند میں نعتِ رسول ﷺ پر جتنے مجلّے شائع ہو رہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' ان میں گل سرسبد دکھائی دیتا ہے۔ جن حالات میں آپ اسے لا رہے ہیں۔ وہ آپ کا ہی دل گردہ ہے۔ ورنہ اب تو پاکستان میں ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ:

یاراں فراموش کردند عشق!

کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کے بعض مقالات اپنے ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' میں شائع کروں۔ آپ نے کب لکھا ہے کہ ''جملہ حقوق بحق اقلیم نعت محفوظ ہیں'' میرے اپنے قارئین بھی آپ کے مہکتے ہوئے پھولوں سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔

ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' کے جولائی اگست کے شمارے میں ہمارے فاضل دوست علامہ جلالی صاحب نے ''حدائق بخشش'' میں مدحت رسول میں ''چاند'' کا استعمال بڑا عمدہ مضمون لکھا ہے۔ اگر یہ مضمون ''نعت رنگ'' میں چھپ جائے تو آپ کو مولویوں کے عدم تعاون کی شکایت نہیں رہے گی۔

والسّلام
اقبال احمد فاروقی

~~~~~~

03-03-2001

محترمی علامہ صبیح رحمانی صاحب زاد مجدہ

ع اے تو مجموعۂ خوبی بہ چہ نامت خوانم

السّلام علیکم۔

افکارِ رضا کے ایڈیٹر زبیر قادری صاحب ممبئی سے رات کی فلائیٹ پر لاہور پہنچے۔ تو سیدھے مکتبہ نبویہ میں آئے۔ آتے ہی سفری تھیلا کھولا تو ''نعت رنگ'' کا خوب صورت تازہ شمارہ [شمارہ ۱۱] چھم چھم کرتا باہر آیا۔ ٹائٹل اتنا خوب صورت کہ:

جو ہر شاخ زمرد جامِ بادہ!

سپاس گزار ہوں۔ نظرِ التفات سے نوازا۔ رات گھر آیا۔ دل نے کہا کہ ''نعت رنگ'' پڑھ کر سونا چاہیے۔ واقعی رات گزرنے لگی۔ اوراق
~~~~~~

میں پلنے لگا۔ آپ بھی کہتے ہوں گے کہ اس عمر میں ''نعت رنگ'' کے لیے شب بیداریاں زندگی کی علامت ہے۔

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
لو آج کی رات بھی سو چکے ہم!

ابھی شب تار ختم ہوئے نہ آئی تھی کہ ''مرغِ سحر'' ٹھرٹھرایا۔ پھر مؤذّن بانگ بے ہنگام برداشت! اور علامہ کوکب نورانی کے خط کی آخریں سطریں ختم ہوگئیں۔ آپ کا اداریہ تو پڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ آپ گردوپیش کے احوال و آثار اور اہلِ سخن کے اذکار پر قلم اُٹھا رہے ہیں۔ مگر مجھے پروفیسر محمد اکرم رضا کے مضمون نے بڑا خوش کام کیا وہ بڑی باتیں کہہ گئے ہیں۔ بڑے نکتے بیان کر گئے ہیں۔ بڑی علمی اور ادبی گرہیں کھولتے گئے ہیں۔ پھر حضور کی بارگاہ میں جب سخن وروں کی نعتوں کے پھول برسانے پر آئے ہیں تو:

دل و جاں وجد کناں جھک گئے بہرِ تعظیم!

ایسے ایسے لوگوں کو بارگاہِ رسول ﷺ میں نعتوں کے گلدستے سجائے سامنے لے آئے۔ جنھیں دیکھنے کے لیے خوابوں کے دامن بھی خالی رہتے ہیں۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے شوقی کا نعتیہ قصیدہ پیش کر کے خوش کر دیا۔ اگرچہ بعض مقامات پر املا کی غلطیاں اور اردو ترجمہ کے اسقام ذوقِ مطالعہ کو مکدر کرتے ہیں مگر یہ بات تو موجودہ زمانہ کی تحریروں کا لازمہ بن گیا ہے میں تو بات اس تحقیق اور کاوش کی کرتا ہوں جو علامہ اصلاحی صاحب کے قلم و فکر نے کی ہے۔

عزیزاحسن صاحب نے تازہ نعتیہ کتابوں پر تبصرہ کو ایک نیا رنگ دیا ہے جو اچھا لگا۔ ماہ نامہ ''جہانِ رضا'' لاہور نے اپنے صفحات کے دامن میں نفاست ناموں کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے جس پر حلقۂ رضویت کے اہلِ قلم و فکر اظہارِ خیال کرتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں یہ سلسلہ خطوط کے عنوان سے سامنے آیا۔ ان میں اکثر خطوط تو رسمی ہیں۔ روایتی ہیں تعریفی ہیں۔ توصیفی ہیں۔ مگر ایک خط مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا چھپا ہے۔ خط کیا ہے ایک مضمون ہے ایک انشائیہ ہے۔ ایک اعترافیہ ہے ایک مستقل مقالہ ہے۔ پھر ناقدانہ مرقع ہے۔ فاضل ''نامہ نگار'' نے ہر انداز سے بات کی ہے۔ پھر بات کو ٹھہرایا ہے بات کو پھیلایا اور ہر بات کو اس انداز سے بیان کی ہے کہ پڑھنے والا کان لگا کر سنتا جاتا ہے اور آنکھیں بچھا کر بڑھتا جاتا ہے۔

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی — کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
سنگِ راہ سے گاہ بچتی گاہ ٹھکراتی ہوئی — آئینہ سا شاہدِ قدرت کو دکھلاتی ہوئی

وہ ''نعت رنگ'' کی اچھی تحریروں کو پیش کرتے ہیں۔ آپ کی کوششوں کو ہدیۂ تحسین پیش کرتے ہیں معاندین ومخالفین کا تعاقب کرتے جاتے ہیں۔ ان کی تحریروں کے دامن کو نوکِ قلم سے زخمی کرتے جاتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں لکھنے والے بعض شاہسوارانِ قلم کو للکارتے جاتے ہیں اور بعض غلط بیانیوں کا آپریشن ہی نہیں، پوسٹ مارٹم بھی کرتے ہیں:

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کے زلف نے اس کو اسیر دام کیا!

ان تنقیدی اور تعاقبی سطروں کے درمیان بعض علمی اور ادبی حقائق اور لطائف بیان کر کے دل خوش کر دیتے ہیں۔ اگر مناسب ہو تو میرے جذبات علامہ اوکاڑوی تک پہنچائیں۔

''نعت رنگ'' کے اس شمارہ کی ترتیب و تدوین پھر نفیس طباعت واشاعت پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے یہ آپ کا ہی انداز ہے، آپ کا ہی حصہ ہے۔ آپ کا ہی حسن انتخاب مضامین ہے۔ آپ کی علمی اور ذوقی معیار کی علامت ہے۔ کئی بار خیال آیا کہ

''نعت رنگ'' کے پھولوں کے گلدستے اُٹھا کر جہانِ رضا کے باغیچے میں سجاؤں اور اپنے قارئین کے دل و دماغ کو معطّر و منور کروں۔ مگر خدا معلوم ہاتھ کیوں رک جاتا ہے۔

اگر کرم فرمائیں تو ۱۰ جلدیں روانہ فرمانے کا اہتمام کریں بلکہ ساتھ بھیجیں تاکہ چیک بھیج دوں اگر ممکن نہ ہو تو یہاں تعمیر انسانیت سے خرید لوں گا۔ بعض علماء کو نذرانہ پیش کرنا ہے۔

والسّلام

اقبال احمد فاروقی

~~~~~~

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ بصد اندازِ رعنائی بصد آداب زیبائی تشریف لایا۔ دل خوش ہو گیا آپ حسن نفاست اور محنت سے ''نعت رنگ'' کے مجلّہ کو سجاتے ہیں۔ وہ ایک ''مرقع رنگ و بو'' بن کر سامنے آتا ہے۔ ''نعت رنگ'' کا ایک ایک مضمون صوری اور معنوی خوبیاں لے کر آیا ہے۔ میں ہر مضمون پر ہدیۂ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اپنے تاثرات اور جذبات کا اظہار کرنے کو جی چاہتا ہے مگر کس کس بات پر بات کروں مجھے اس شمارے میں صرف دو مقالات پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔

ایک مقالہ جناب پروفیسر حفیظ تائب صاحب کا ہے۔ جو انھوں نے ''حسرت حسین حسرت اور فن نعت گوئی'' کو مرتب کرتے وقت بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ دوسرا مقالہ تو نہیں ''خاکہ'' ہے جسے محترمہ بلقیس شاہین صاحبہ نے ''ان ﷺ کا تمنائی'' کے عنوان سے سپردِ قلم کیا۔ ان دونوں تحریروں میں ایک مشترک انداز ہے کہ دو گمنام نعت گو شعراء کو بڑی حسن و خوبی سے متعارف کرایا ہے۔ اگر یہ دونوں شعراء گمنام نہیں ہیں تو کم از کم ہم جیسے کم سواد قارئین کے لیے نئے نام ضرور ہیں۔ حسرت حسین حسرت لاہور سے اور مسرور کیفی کراچی سے ''نعت رنگ'' کے صفحات کے دامن پر اس انداز سے جلوہ گر ہوئے ہیں اور دل کی گہرائیوں میں اترے جیسے کہ چھوٹی چھوٹی جھونپڑیوں اور تنگ و تاریخ جگہوں سے قدم قدم چلتے چلتے ''ایوان ایوان'' کے تخت پر آبیٹھے ہیں۔ فاضل مقالہ نگاروں کے قلم نے ان دونوں نعت نویس شعراء کو نہایت ہی لطیف انداز سے متعارف کرایا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں سمیٹ کر بڑے بڑے علمی کارناموں سے آشنا کر دیا ہے۔ ہم لوگ لاہور میں رہتے ہیں۔ نعت خوانی کی مجالس میں راتیں گزارتے ہیں۔ نعت خوانوں کے ساتھ دعوتیں اڑاتے ہیں نعت نویس حضرات سے آشنائی ہے نعت گو حضرات سے شناسائی ہے نعت نمبروں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ مگر نہ لاہور میں کبھی حسرت حسین حسرت کو دیکھا نہ کراچی میں کبھی مسرور کیفی کو سنا۔ میں ممنون ہوں حفیظ تائب صاحب کا اور سپاس گزار ہوں محترمہ بلقیس شاہین صاحبہ کا جنھوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ کے دو ثنا خوانوں کو متعارف کرایا متعارف بھی اس انداز سے کرایا کہ پڑھتے پڑھتے ان کی محفل نعت میں جا پہنچے۔

یہ ایک اچھا انداز ہے۔ سخنواران نعت کا تذکرہ کسی نہ کسی انداز میں سامنے آتا رہتا ہے مگر کبھی نعت کے انداز میں ذکر آ گیا۔ کبھی نعت کے ایک شعر کی دل پسند پر دل جھوم اٹھا۔ مگر ایسے لوگوں کو جو مغل پور، ریلوے ورکشاپ لاہور اور پرانی کراچی کے تنگ و تاریک گلیوں میں زندگی گزار دیں انھیں اٹھا کر خیابان نعت کا گل سرسبز بنا کر پیش کرنا بڑی ہمت اور قابلیت کی بات ہے۔ جب ان دونوں کے نمونہ ہائے کلام پر نظر پڑی تو

دل و جاں وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم!

حضور کی بارگاہ میں یہ گلفشانی، یہ سخن رانی، یہ نعت خوانی بڑی نعمت کی بات ہے ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔ حضور کی محبّت میں بسنے والے کہاں کہاں رہتے ہیں! پھر حضور کی نگاہ التفات کہاں کہاں روشنی بخشتی ہے! مجھے ان دونوں کے تعارف سے بڑی خوشی ہوئی۔

''نعت رنگ'' کے خوب صورت صفحات سے کتنے اچھے لوگوں کے نام شائع کرتے ہیں۔ آپ نے اس گلدستۂ نعت کو نہ صرف ''رنگ نعت''
~~~~~~

بنا کر پیش کیا۔ بلکہ اہلِ محبّت کا ایک خوب صورت باغ بنا کر پھیلا دیا ہے۔ آپ کی اس خوب صورت کاوش پر داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میرے پاس پاکستان اور ہندوستان سے سینکڑوں رسالے آتے ہیں۔ جن کے صفحات پر نعتِ رسول ﷺ کی خوشبوئیں بکھری ہوئی ہوتی ہیں۔ بعض رسائل علمی وادبی مقالات سے مزین ہوتے ہیں۔ بعض نعت نمبر لے کر جلوہ گر ہوتے ہیں بعض نعت نمبر کے نام سے مستقل کتاب بن کر سامنے آتے ہیں بعض مجلّے اتنے خوب صورت آتے ہیں کہ کسی کو عاریتاً بھی دینے کو جی نہیں چاہتی۔ مگر آپ کا ''نعت رنگ'' جس قدر تحقیقی تنقیدی اور توضیحی مقالات لے کر آتا ہے اس کی حیثیت منفرد ہے۔ مجھے اس سلسلہ میں آپ کی ذاتی کاوش اور حسن انتخاب مقالات پر بھی خراجِ تحسین پیش کرنا ہے آپ اربابِ فکر و قلم سے کتنا گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور انھیں کس انداز سے آمادہ کر لیتے ہیں کہ وہ ''نعت رنگ'' کے لیے ایسی ایسی تحریریں لائیں جس سے دل ودماغ جھوم جھوم اٹھتے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سے بیس شمارے منگوا کر اپنے احباب کو ہدیہ پیش کروں تاکہ ان کے دل خوش ہو جائیں۔

لاہور میں آپ کی آمد کی خبر سنی تو آنکھیں بچھا دیں جہاں تک نظر گئی! مگر آپ نہ آئے حسرت ملاقات رہی باقی۔

والسّلام

اقبال احمد فاروقی

۲۲/ جنوری ۲۰۰۳ء

برادرِ گرامی حضرت سید صبیح رحمانی صاحب مدظلہ العالی! السّلام علیکم۔

''نعت رنگ''، نمبر ۱۳ اور ۱۴ کی جلدیں ڈاک کے ذریعے ملیں۔ غالباً لاہور میں یہ پہلا پارسل ہے جو آپ کی نظر التفات سے اس نیاز مند کو دست یاب ہوا۔ ''نعت رنگ'' اپنے روایتی اور صفاتی رنگ لے کر جلوہ گر ہوا۔ سرورق جاذبِ نظر، مضامین بلند پایہ ترتیب وتہذیب آپ کے حسن ذوقِ طباعت کا آئینہ دار بن کر آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ آپ اپنے اہتمام میں نعت رسول کا جو باغ سجا دیتے ہیں اس سے دل ودماغ کے غنچے کھل اُٹھتے ہیں۔ سودا نے شاید یہ بات آپ کے لیے ہی کہی تھی:

ہائے وہ پھول کے رخسار وہ قد بوٹا سا
وہ جہاں بیٹھتے ہیں باغ لگا دیتے ہیں

آپ نے ''نعت رنگ'' کیا شائع کیا۔ باغ لگا دیا ہے جس کی خوش بو چار دانگ عالم کو مہکا دے گی۔ فجزاک اللہ خیر الجزا۔

مجھے ''نعت رنگ'' کے ان دونوں شماروں میں عمدہ نعتیں اور مضامین ملے۔ ماشاء اللہ آپ کا حلقۂ احبابِ تحریر کے گل ہائے رنگ رنگا رنگ سے رونق چمن میں اضافہ کر رہے ہیں۔ شمارہ نمبر ۱۳ میں راجا رشید محمود صاحب نے ''نعت میں ذکر میلادِ سرکار'' ۱۰۰ صفحات پر نعت کے پھول سجا کر قارئین ''نعت رنگ'' کی ضیافت کی ہے آپ نے اس مضمون کی تیاری کے لیے پانچ سو بائیس کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ پھر جا کر یہ مرقع تیار فرمایا ہے مجھے حیات الحیوانات کے ایک ماہر نے بتایا تھا کہ شہد کی مکھی تین سو ساٹھ پھولوں کا رس چوس کر ایک قطرہ شہد تیار کرتی ہے اور قطرۂ شہد جب شہد کی مکھیوں کی محفل میں آتا ہے تو اس پر نعت مصطفیٰ (درود پاک) کی مٹھاس کا اضافہ کر کے شفاء للناس بنا دیا جاتا ہے۔ راجا رشید محمود نے پانچ سو بائیس پھولوں کا رس قارئین نعت کے سامنے پیش کیا ہے اور یہ اشعار بھرتی کے نہیں بلکہ حسن انتخاب کا ایک نمونہ ہیں۔

آپ نے ایسے ایسے لوگ اپنے حلقۂ تحریر میں جمع کر دیے ہیں۔ یہ آپ کا حسنِ انتخاب ہے۔ میں نے آپ کے دوسرے مضامین نگاروں کی

تحریروں کو بھی پسند کیا ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است! آپ کے بعض اہلِ قلم نہایت لطیف انداز میں نعت نویسوں، نعت خوانوں اور نعت کے مجموعے شائع کرنے والوں پر تنقید کر جاتے ہیں۔ یہ ایک اچھا انداز ہے۔ ورنہ آج ''سب اچھا ہے'' کا نعرہ بلند ہو رہا ہے اور ایک ''انجمن ستائش باہمی'' قائم ہو گئی ہے۔ نعتیہ مضامین سے تھوڑا آگے بڑھا تو ''خطوط'' کی ایک محفل مجھے جمی نظر آئی۔ چند لمحوں کے لیے اس محفل کے ایک کنارے پر کھڑا ہو گیا دیکھا تو میرے فاضل دوست علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی جانِ محفل بنے بیٹھے ہیں، مجھے ان سے محبّت ہے ان کی تحریروں سے دلچسپی ہے۔ وہ بڑے لطیف انداز سے تنقیدی قلم لیے بات کر رہے ہیں آہستہ آہستہ بات چلاتے چلاتے آپ کے محبوب مقالہ نگار سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کے جملوں پر چٹکیاں لے رہے ہیں پھر آہستہ آہستہ کشفی صاحب کے ''خانوادۂ عقائد و فقہ'' کا ایسا پوسٹ مارٹم کیا کہ مجھے کشفی صاحب پر ہی نہیں پورے ''مکتبِ دیوبند'' پر ترس آنے لگا۔ یہ بھولے بھالے لوگ، یہ عقائد و فقہ میں بھٹکے ہوئے مولوی، یہ محمد عربی کے مقامِ محبّت سے بے خبر علما اور ان کی گم راہ کن تحریریں کوکب نورانی کے دشنۂ قلم کی زد میں آ گئیں ہیں۔

نگاہ کے تیر سے گر بچ گیا شکار کوئی
تو بڑھ کر زلف نے اس کو اسیر دام کیا

اب آپ کے قارئین دبے دبے الفاظ میں اس ''اعتقادی بحث'' کو ''نعت رنگ'' میں پڑھ کر حیرت کا اظہار نہ کریں تو کیا کریں۔ کوکب نورانی صاحب ایک اعتقادی قلم کار ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بازی بازی! بابا! باریش بزرگان بازی! تو وہ کب باز آئیں گے۔

بہر حال کوکب نورانی کو میری دعائیں پہنچائیں۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے ''اسم محمد نعت کے آئینہ میں'' [۱] بڑی محنت سے ترتیب دیا ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی بھارت کا مضمون ''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی'' [۲] بڑی عمدہ تحریر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسے ''جہانِ رضا'' کے صفحات پر سجا کر قارئین جہانِ رضا کو دعوتِ مطالعہ دوں۔ مگر پہلے آپ سے اجازت تو لے لوں۔

آپ نے ''نعت رنگ'' کی جلدیں بھیجیں۔ لاہور کے احباب مستفیض ہوں گے کیا بریلی میں عبدالنعیم عزیزی اور علی گڑھ میں ڈاکٹر مختار الدین احمد کو ''نعت رنگ'' بھیجا گیا ہے یا میں بھیجوں؟

والسّلام
اقبال احمد فاروقی

۱۔ش ۱۳،ص ۱۵۔۵۸ ۲۔ایضاً،ص ۲۰۶۔۲۱۸

~~~~~~

09-12-2004

برادرِ گرامی محترم رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

ماہ نامہ ''مسیحائی'' کراچی آیا تو آپ کی یادیں تازہ ہو گئیں۔ یہ غالبًا آپ کے گوشۂ ابرو کے اشارہ کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ''مسیحائی'' میرے پاس نہیں آتا۔ ''نعت رنگ'' ایک زندہ تحریک / ڈاکٹر غفور شاہ قاسم کے قلم سے بن سنور کر آیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ''نعت رنگ'' کے تمام شماروں پر گفتگو کی ہے۔ ماشاءاللہ بہت سی چیزوں کو سامنے لائے ہیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر دے۔

رسالہ چوں کہ ''مکتبِ دیوبند'' کا ترجمان ہے۔ جو باتیں کھل کر لکھنی چاہیے تھیں نہیں لکھ سکے۔ تاہم اس میں ''نعت رنگ'' کے مدیرِ گرامی کا تذکرہ اور محنت کے اعتراف پر لطف آیا ہے۔ ورنہ:

اُو در مود و من در تابِ موئیش!
~~~~~~

آپ کے ''نعت رنگ'' میں برادرِ گرامی کوکب نورانی صاحب کے قلم کی خوش خرامیاں ایک اہم باب ہے اسے وہ دانستہ نظر انداز کر گئے ہیں۔تاہم بہت مفصّل مضمون آیا ہے۔میں نے ''نعت اور آدابِ نعت'' پر چند سطریں بھیجی تھیں۔وہ آپ کو مل جانی چاہئیں۔مجھے اطلاع دیں۔

حضرت علامہ ملک الظفر سہسرامی نے بھی ''نعت رنگ'' پر فاضلانہ گفتگو کی ہے اور ہندوستانی رسائل میں چھپی ہے۔پڑھ کر مسرور ہوا ہوں۔ اللہ انھیں خوش رکھے۔اگر ''نعت رنگ'' چھپ گیا ہو تو عنایت فرمائیں۔

اقبال احمد فاروقی

~~~~~~

24-10-2005

حضرت محترم قبلہ صبیح رحمانی صاحب زید مجدہ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک مدت سے تیری ''خواب'' بھی آئی نہ ہمیں
اور ہم بھول گئے ہوں کبھی ایسا بھی نہیں!

مجھے آپ کئی بار یاد آئے۔کئی دوستوں نے آپ کی یادوں کو تازہ کیا۔بعض اوقات نعت خوانوں نے آپ کی یادوں کی خوش بوؤں سے دل ودماغ کو معطّر کر دیا۔علامہ کوکب نورانی کی باتیں آپ کی یادوں کو لے کر آجاتی ہیں۔پروفیسر محمد اکرم رضا کی گفتگو آپ کی یادوں کے قافلے لے کر آجاتی ہے دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں آپ کی تلاش بھی یادوں کا جھونکا بن کر قریب سے گزرتا ہے۔

آرام کردہ بہ نہاں خانۂ دلم
خلقے دریں گماں کہ بہ محفل نشستہ

مجھے ''نعت رنگ'' کے اس خوب صورت ایڈیشن کا انتظار ہے جسے آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام سے سجا کر شائع کیا ہے۔یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔اس نمبر کے بغیر ''نعت رنگ'' کے خیابان بے رنگ تھے۔مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اس ایڈیشن میں کوکب نورانی کے رشحاتِ قلم خصوصیت سے قارئینِ ''نعت رنگ'' کو دعوتِ مطالعہ دے رہے ہیں۔

اگرچہ آپ کا حلقۂ تحریر بہت وسیع ہے اور ہر لکھنے والا ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است'' کا مظہر ہے مگر علامہ کوکب نورانی کا قلم اپنا جداگانہ رنگ رکھتا ہے جسے پاک وہند کے اہلِ محبّت ''وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں، طاہر بوستانوں میں!''

آپ نے مجھے کئی بار ارشاد فرمایا کہ آپ اس شمارے میں ''عندلیبانِ ریاض رضا'' سے مل کر نغمہ سرائی کروں مگر بات بن نہ سکی اور میں محروم رہا۔''نعت رنگ'' کے اس ایڈیشن کے لیے امریکا سے سیّد منور حسین بخاری، حسین امام الخیر، عثمان نوری، ڈاکٹر ظفر اقبال نوری، برطانیہ سے محمد امجد، قمر زمان بخاری، محمد نواز مالیگی، ہندوستان میں زبیر قادری، ڈاکٹر مختار الدین احمد، سعید نوری، خوشتر نورانی، غلام یٰسین مصباحی، مبارک پور سے مولانا عبدالمبین نعمانی، مبارک حسین مصباحی، غلام مصطفیٰ آلوسی مالیگاؤں جیسے اربابِ علم وقلم اس ایڈیشن کے لیے چشم براہ ہیں۔

جن دنوں آپ سے پہلی ملاقات ہوئی تھی۔آپ ''نعت رنگ'' کو انگلی سے پکڑے ملے تھے، آج ماشاء اللہ آپ کی کوششوں سے ایک جوان رعنا بن کر کھڑا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ:

منم بہ نعت رسول کریم ممتازم

یہ آپ کی شبانہ روز محنت اور لگن کا نتیجہ ہے۔

والسّلام
اقبال احمد فاروقی

~~~~~~

اقبال جاوید، پروفیسر محمد (گوجرانوالہ)

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون

نعت رنگ نمبر ۵ ملا، اس کا رنگ اور آہنگ روز بروز نکھر رہا ہے۔

ع مہکیں ترے عارض کے گلاب اور زیادہ

میرے پاس بوجوہ مفصّل مطالعہ کا وقت نہیں ہے کہ عنقریب حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منورہ کے لیے (ان شاءاللہ) جا رہا ہوں اور یہ سطور بھی انتہائی عجلت میں لکھ رہا ہوں۔

جناب مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب نے اپنے مکتوب میں میری دو تحریروں سے متعلّق چند امور کی نشاندہی فرمائی ہے۔ میں ان کا ممنون احسان ہوں اور اپنی قلمی لغزشوں کا معترف کہ خطاونسیان لازمۂ بشریت ہے۔

پہلی دو باتیں تو لفظی دروبست سے متعلّق ہیں اور حق یہ ہے کہ تفہیم مطالب کے لیے بہتر سے بہتر انداز ہوسکتا تھا۔ تیسری بات حمد اور نعت کی ہے۔ یہ دونوں لفظ اصطلاحی انداز میں استعمال ہوتے ہیں۔ حدیں واضح ہیں۔ کسی حمد پر نعت اور نعت پر حمد کا عنوان چسپاں نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد ہر تعریف حضور ﷺ ہی کے لیے ہے۔

رہ گیا ایک 'مسلمان کا نام' (میں بوجوہ اس نام کی تشہیر نہیں چاہتا) کے ساتھ 'رواروی' میں میرے قلم سے 'مرحوم' کا لفظ لکھا جانا...... مجھے اس شخصیت کے نظریات اور نظریات سے متعلّق ردعمل کا نہ تب کما حقہٗ علم تھا نہ اب۔ میں نے غالب کے ایک نعتیہ شعر کے سلسلے میں اس کا ایک متعلق اقتباس دیا تھا۔ اور اس میں غالب کا یہ شعر جس ''انداز'' سے تشریحی طور پر استعمال ہوا تھا۔ محض اس ''انداز'' کو خوبصورت لکھا تھا۔ جس طرح غالب کے دینی لگاؤ اور مذہبی نظریات سے واقف ہونے کے باوجود سبھی غالبؔ کے اس شعر کو نعت کا خوبصورت شعر کہتے ہیں:

غالبؔ ثنائے خواجہؐ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

رہ گئی یہ بات کہ کون مسلمان ہے اور کون نہیں۔ کس نام کے ساتھ مرحوم لکھنا چاہئے اور کس کے ساتھ نہیں؟ میں ان شرعی مسائل کے بارے میں بحث پر قادر نہیں ہوں۔ میں نے انتہائی خوف کی وجہ سے سطور بالا میں غالب کے ساتھ بھی ''مرحوم'' کا لفظ نہیں لکھا۔ حالانکہ عادتاً ہر جانے والے کے ساتھ ''مرحوم'' لکھ دیا کرتا ہوں...... میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس نوع کی بحثوں کو کچھ عرصے کے لیے اٹھا رکھنا چاہیے۔ کیونکہ آج ہر مسلک ایک ''مستقل دین'' بن چکا ہے۔ اُمتِ مسلمہ پارہ پارہ ہوچکی ہے۔ ساری دنیا ہماری حالت پر ہنس رہی ہے مگر ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا۔ وطن عزیز کے حالات اس نوع کی بحث وتمحیص کے قطعاً متحمل نہیں ہیں:

لہو پوشاک بندوں کو ملی ہے مساجد خوں میں تر کردی گئی ہیں
جواں لاشے اٹھائے جا رہے ہیں کہ عمریں مختصر کردی گئی ہیں

مدیرِ ''نعت رنگ''، اگر موجودہ شمارے میں چھپنے والے میرے مضمون (نیاز فتح پوری کی نعت سرائی) کا خوبصورت عنوان بیک قلم بدل سکتے ہیں تو ان کا یہ ادارتی فرض ہے کہ وہ موجودہ حالات میں نزاعی امور کا دروازہ نہ کھولیں اور انہیں اشاعت سے قبل حذف کردیں کہ نہ ''نعت رنگ'' کا یہ مسلک ہے نہ مشن۔ یوں بات دور تک نکل جاتی ہے اور اسے سنبھالنا اور سمیٹنا مشکل ہوجاتا ہے، ویسے بھی میں سمجھتا ہوں کہ نعت کو اپنوں اور غیروں کے

درمیان وصل کا وسیلہ ہونا چاہیے۔ فصل کا نہیں۔ بالکل اُسی طرح، جس طرح ماضی میں حضورﷺ کی ناموس کی خاطر'احرار' کی سٹیج پر ہر مکتبِ فکر، اختلافات کے باوجود یک زبان اور یک سو ہو گیا تھا۔

میں نے قبل ازیں غالبؔ کی ایک نعتیہ غزل پر مضمون لکھا تھا۔ اور اب کے نیاز فتح پوری کی غزل سرائی پر۔ درحالیکہ میں نہ غالب کے مذہبی نظریات سے متفق ہوں اور نہ نیاز فتح پوری کے مذہبی خیالات کے ہم آہنگ۔ عین ممکن ہے کہ نیاز کو نعت کے میدان میں پا کر بعض چیں بہ جبیں ہوں۔ اس لیے قبل از وقت معذرت کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر اسی شمارے میں ۲۱ شخصیات کی نعتوں کو شائع اور گوارا کیا جا رہا ہے۔ جبکہ ان کے مذہبی نظریات کسی اعتبار سے بھی معتبر نہیں ہیں۔ تو براہِ کرم نیاز کی نعتوں کو بھی گوارا کر لیا جائے کہ انہوں نے زندگی میں اپنی ان تحریروں کو غالباً ''عاق'' نہیں کیا۔

جہاں تک جناب راجا رشید محمود کے ایک جملے پر اعتراض کا تعلّق ہے۔ اس پر مفصّل رائے زنی کا اختیار تو انہی کو ہے البتہ وہ ''سرخم ہونا'' بطور محاورہ احترام کے معنوں میں لکھ گئے ہیں۔ مجازی دنیا میں تو مزاجِ یار کے حضور میں ہر ایک سرِ تسلیم خم کر رہا ہے۔ وہ تو محض یہ کہہ رہے ہیں کہ ہر مداحِ رسولﷺ اُن کے لیے قابلِ احترام ہے اور سب جانتے ہیں کہ لغوی طور پر تو سر ایک ہی بارگاہ میں خم ہوتا ہے۔

میں کم و بیش نصف صدی سے ادبی نوعیت کے مضامین لکھ رہا ہوں۔ یقیناً میرے قلم نے اکثر مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔ میں مولانا کوکب نورانی کا ممنون ہوں کہ مجھے انہوں نے اپنی لغزشوں پر احباب اور قارئین سے معذرت خواہ ہونے کا موقع فراہم کیا اور میں دیارِ خداوند رسولﷺ میں حاضری سے قبل اپنی ہر اُس بات پر معذرت کر رہا ہوں جس سے کسی بھی دل میں کبیدگی آئی ہو۔ میری ذات میں اور میرے قلم میں اگر کوئی حسن ہے تو وہ حسن آفرین کی دین ہے اور جتنی برائیاں اور لغزش ہیں ان کا ذمہ دار میرا نفسِ خطاوار ہے۔ وہ غفور و رحیم ذات بلند و برتر یقیناً میری کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرما دے گی کہ اس نے:

کیا ہے خلق مجھے باوجودِ علمِ گناہ
یہ ابتدا ہے کرم کی تو انتہا کیا ہے

کیا میں خلقِ خدا سے بھی توقع رکھوں کہ وہ مجھے معاف کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے گی؟؟

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

انتہائی عجلت میں لکھ رہا ہوں۔

والسّلام۔ محتاجِ دعا

محمد اقبال

☆ محمد اقبال جاوید (پ: ۱۵ اکتوبر ۱۹۳۶ء)، پروفیسر (ر) شعبۂ اردو، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ، مدیر: ادبی مجلّہ ''مہک'' (گورنمنٹ کالج گوجرانولہ)، کتب: ''قرآن حکیم اردو منظومات کے آئینے میں''، ''مضامینِ شورش''، ''مرقع چہل حدیث''، ''بیسویں صدی کے قرآن نمبر''، ''بیسویں صدی کے رسول نمبر''، شعری التجائیں''، ''کعبہ پر پڑی جو پہلی نظر''، ''نعت میں کیسے کہوں''، ''تیرا وجود الکتاب''، ''مخزنِ نعت'' (انتخابِ نعت)، ''اردو کے دس عظیم شاعر''، ''تعمیرِ ادب''، ''نقشِ ادب''، ''لوح بھی تو قلم بھی تو'' (مرتبہ)، ''نگارشاتِ شورش'' (مرتبہ)، ''قلم کے چراغ''، ''مولوی محمد شریف۔ علم و معرفت کے تناظر میں''، ''قرآن حکیم ایک طالب ہدایت کی نظر میں'' ودیگر۔

۲۲/مارچ ۹۹ء

اقبال نواز! سلامِ نیاز

ابھی ابھی سیرتِ طیبہ قرآن نمبر دونوں حصے ملے۔ رسمی شکریے کے بجائے محض دعا گو ہوں۔ مولا کریم آپ کے خلوص کو اور بڑھائے اور آپ کی محبّت کو اور نکھارے کہ:

ع من بہ بوئے مست و ساقی پُر دہد پیانہ را

خط کا جواب دینا اور جواب کی طلب رکھنا، اخلاق کا فرض اور محبّت کا تقاضا ہے۔ نام نہیں لوں گا، لاہور کے بعض احباب تو دوستوں کو انتظار کی کلفتیں عطا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ محبوب سراپا ناز اور عاشق سراپا نیاز ہوا کرتا ہے۔ حسن کو جو منظور ہوتا ہے۔ وہی عشق کا مقدور ٹھہرتا ہے:

لاکھوں طرح کے لطف ہیں اس اضطراب میں
تھوڑی سی دیر اور ہو خط کے جواب میں

اور

پھر خط کے انتظار کی لوٹوں گا لذتیں
پھر نامہ لکھ رہا ہوں تری بے رُخی کے نام

حق یہ ہے کہ آپ کی طرف سے جوابِ خط میں کبھی تاخیر نہیں ہوئی۔ میری جانب سے کبھی کبھی دیر ضرور ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ میں مکانی اعتبار سے لاہور کے قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان اخلاقی قدروں کو حسنِ استقامت عطا فرمائیں اور لاہور کے قرب و جوار کو ہدایت بخشیں۔

آپ کی جانب سے ملنے والی دو نظمیں، کاغذات میں محفوظ ہیں۔ رشید وارثی اور تابش دہلوی اور کوئی نہیں۔ تابش دہلوی کی نظم آپ کی جانب سے ملنے والے ایک لفافے سے ملی تھی۔ یوں لگتا ہے کہ وہ لفافہ کسی معصوم نے کھولا ہے۔ مجھے گھر میں ایک جگہ پڑا ہوا ملا تھا۔ میں نے اُسے خود نہیں کھولا۔ یہ صورتِ حال پہلی دفعہ پیش آئی ہے، حالاں کہ میری ڈاک گھر میں محفوظ رہا کرتی ہے۔ آپ کو اگر یاد ہو کہ تابش دہلوی کی نظم کے ساتھ اور کن کی منظومات تھیں تو توجہ فرمایں۔ دل کی گہرائیوں سے دعا گو رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ کراچی میں ''حمد و نعت'' کے سلسلے میں انتہائی قابل قدر کام ہو رہا ہے۔ آپ سے رابطہ نہ ہوتا تو احقر رنگ و نور کی اس کہکشاں سے محروم رہتا۔ آپ تو بفضلہٖ دن رات ایک کر رہے ہیں۔ مولا کریم آپ کے ارادوں کو توانائی اور آپ کے قلم کو رعنائی اسی طور عطا فرماتے رہیں اور حسن و کیف کی دولت اسی طور بٹتی رہے۔

دل میں ہے تیرے عشق، خدا اور رسول کا — ہر بات اس حقیقت روشن کی ہے دلیل
نغموں میں تیرے زمزمۂ قدس کی جھلک — افکار مثل موجۂ تسنیم و سلسبیل
انعام کی دعا ہے کہ نازل ہو رات دن — تیرے قلم پہ لطف و کرم، رحمتِ جلیل

آپ کو شیخ سعدیؒ[۱] اور حضرت بوعلی قلندرؒ کی نعت پر دو مضمون بھیج چکا ہوں۔ صوفیائے کرام کے نعتیہ ذوق پر کچھ اور تفصیلی نوعیت کے مضامین کم و بیش تیار ہیں۔ گزشتہ دنوں مولا کریم نے توفیق عطا فرما دی تھی۔ ایک مکمّل کتاب کا مواد ہے، رسالے کا خصوصی نمبر بھی ہوسکتا ہے۔ اس موضوع پر ابھی تک کوئی کام نہیں ہوا۔ میں یہ موضوع عام نہیں کرنا چاہتا۔ صرف آپ کو ''ذاتی نوعیت'' سے مطلع کروں ورنہ عمر بعد مرنے کے مرے گھر

سے یہ سامان نکلا، والی بات تو یہ ہوگی۔ درج بالا دو ناموں کے علاوہ دیگر اسمائے گرامی یوں ہیں۔ مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت احمد جام......، خواجہ محمد محمد ماہر فریدیؒ، قاضی محمد سلمان منصور پوریؒ، بیدم وارثیؒ، مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ والا مضمون تو رسالہ ''نعت'' لاہور میں آ چکا ہے۔ مولانا ظفر علی خاںؒ کی نعت پر بھی ایک مفصّل مضمون ہے۔ اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام۔مخلص

محمد اقبال

ا۔ ''شیخ سعدی کی نعتیہ تب وتاب''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۸، ص ۹۸۔۱۰۷

۲۴/ اکتوبر ۹۹ء

اقبال نواز! سلام مسنون

ا۔ دو مضمون بھیجے تھے، آپ کو مل گئے، روا روی میں لکھے تھے، آپ کو پسند آئے۔ ممنون ہوں۔

۲۔ جناب حافظ لدھیانویؒ[ا] کے بارے میں کچھ ''سطورِ تعزیت'' دراصل ریاض مجید صاحب کو بھیج رہا ہوں، آپ بھی خود کو مخاطب سمجھ لیجیے کہ ''درد مشترک'' ہے اور یہ قلم برادشتہ نوعیت کا ایک تاثراتی مضمون ہے۔

۳۔ دورِ حاضر کے نعتیہ رویوں پر جس نوع کی تنقید ہو رہی ہے، اس انداز میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے کہ بفضلہٖ:

بکھرے پڑے ہیں سیکڑوں عنواں مرے لیے

مگر حق یہ ہے کہ احقر کو نہ قرآن مجید کے حقائق پر کوئی عبور ہے، نہ مقامِ رسالت کی کچھ خبر، ڈرتا ہوں کہ نقد و نظر کے دوران میں، قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جس کا مداوا عمر بھر نہ ہو سکے، نعت گوئی اگر تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے تو نعت گوئی پر تنقید کہیں دشوار تر ہے۔ یوں ہی قلم کی شطرنج بچھانے کا فائدہ، اسی لیے مزاج کو تنقیدی نہیں، تحسینی بنا لیا ہے۔ میں نے گزشتہ دنوں اپنے ایک محترم نعت گو دوست کو عرض کیا کہ گاہے گاہے غزل کہہ لیا کرے کہ غزل سے اسلوب دادا کو رنگ ڈھنگ اور آہنگ ملتا ہے اور یہی آہنگ، نعت کے فکری گداز کو ''تیر نیم کش'' بنا جائے گا، جسے حافظ لدھیانوی نے بات کرنے کی ادا کہا ہے وہ ادا غزل سے ملتی ہے، یہ حقیر مشورہ، وجہِ ناراضی ہوا جب کہ احقر کے لیے ان کی ناراضی ''عذابِ جاں'' سے کم نہیں ہے:

میں نے فانؔی ڈوبتے دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

۴۔ ڈرتا ہوں کہ آپ بھی ناراض نہ ہو جائیں، اس لیے ڈرتے ڈرتے مشورہ دے رہا ہوں کہ جو شخص آپ کے کام کے بارے میں آپ کے منہ پر تعریف کرے، ہمت ہو تو اس کے منہ میں مٹی ڈال دیں کہ یہی فرمانِ رسالت مآبﷺ ہے۔ یہ ہمت نہ ہو تو حوصلہ افزائی نہ کریں، کانوں کے ذریعے فربہ ہونے کی آرزو، رونمائیوں کا شوق اور اخباری و اشتہاری بننے کی تمنا محض شوکتِ نفس کے حیلے ہیں خوشبو کو کسی اشتہار کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے:

نغمے سے جب پھول کھلیں گے، چننے والے چن لیں گے
سننے والے سن لیں گے تو اپنی دھن میں گاتا جا

البتہ قلم قلم اور قدم قدم شکر لازم ہے کہ اس سے نعمتیں بڑھتی اور ''تمنائے تملق'' سے گھٹتی ہیں اور شکر کی بہترین صورت نماز باجماعت کی پابندی ہے، اُس دریائے کرم کا تو کنارہ ہی کوئی نہیں ہے کہ اس نے:

کلک ثنا کو نور کی موجوں میں رکھ دیا یعنی گدازِ عشق کو ہونٹوں میں رکھ دیا
کتنا کرم کیا ہے، خدائے رحیم نے اُن کی ثنا کو ڈوبتی سانسوں میں لکھ دیا

خدا کرے کہ آپ مع افرادِ خانہ وجملہ احباب بخیر ہوں۔

والسّلام۔محتاجِ التفات
محمد اقبال

ا۔حافظ لدھیانوی (۷جولائی ۱۹۲۰ء۔۱۶اکتوبر ۱۹۹۹ء) نام: حافظ سراج الحق تخلّص: حافظؔ،حمد ونعت گوشاعروادیب،ڈراما نگار،افسانہ نگار،تصانیف:''خامۂ مژگاں''(غزلیہ مجموعہ)، ''ثنائے خواجہ''،''نشیدِ حضوری''،''کیفِ مسلسل''،''مطلعِ فاراں''،''نعتیہ قطعات''(نعتیہ مجموعے)،''ذوالجلال والاکرام''،سبحان اللہ بحمدہٖ''(حمدیہ دیوان)،''جمالِ حرمین''، ''منزلِ سعادت''(سفرنامۂ حجاز)،''متاعِ گم گشتہ''(شخصی خاکوں کا مجموعہ)،''یادوں کے انمول خزانے''(خودنوشت) وغیرہ۔

۱۹/دسمبر ۹۹ء

اقبال نواز! سلام نیاز

کتاب[ا] کے بارے میں آپ کی محبّتوں کے لیے سراپا سپاس ہوں، خدا کرے کہ بارگاہِ ناز میں بار پا جائے کہ یہی واحد آرزو ہے۔ آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ آپ نے اس کاوش کو دیارِ ناز میں بھیج دیا ہے۔ یوں تاریکیوں میں بھٹکنے والے اس مسافر کو''اُجالوں کے نگر میں'' ٹھکانا مل گیا۔ خود شاعر ہوتا تو نعت کہنے کی توفیق مانگتا۔ چوں کہ غیر شاعر ہوں اس لیے ثنا گرانِ رسول ﷺ کے قلم چومتا رہتا ہوں، نثر میں کچھ لکھنے کی توفیق مانگتا ہوں، دیکھیں:

نہالِ آرزو کتنے دنوں کے بعد پھلتے ہیں؟

ابھی صرف آرزو ہی ہے اور میرے لیے تو یہ آرزو بھی ایک سعادت سے کم نہیں ہے۔ آپ لوگ فی الواقع خوش نصیب ہیں کہ ذکرِ رسول ﷺ ہی آپ کی زندگی ہے۔ اقبالؒ، درود پڑھتے ہوئے آب آب ہوجاتے تھے اور اقبال جاوید محبوب دوجہان ﷺ کا نام لیتے ہی ندامت میں ڈوب جاتا ہے کہ خود کو اس قابل ہی نہیں پاتا، ثنا و مدحت تو دُور کی بات ہے:

ثنا تیری بیاں کیا ہو، صفت تری رقم کیا ہو؟
نہ اس قابل زباں نکلی نہ اس لائق قلم نکلا

مدینہ شریف میں واقع اس اردو لائبریری[۲] اور اس کے بانی کا اگر پورا پتہ مع فون مل جائے تو ممنون رہوں گا۔
نجمی صاحب[۳] سے ملاقات ہوئی تو ان سے آپ کے مکتوب کی روشنی میں بات کروں گا۔ ان شاء اللہ۔
اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام۔ محتاجِ دعا (فی الواقع)
محمد اقبال

ا۔اقراء/صہبا اختر،کراچی: ۱۹۸۱ء، مکتبۂ ندیم (کورنگی)، ۲۵۶ص
۲۔ڈاکٹر نعیم حامد علی الحامد (پہلے یہ لائبریری مدینہ منورہ میں تھی اب جدّہ منتقل ہو چکی ہے)
۳۔محمد اقبال نجمی (پ: ۱۹۵۳ء)، مدیرِ اعلیٰ: سہ ماہی ''مفیض'' (گوجرانوالہ)، کتب: ''آپ ﷺ کی باتیں''، ''نعتیہ ہائیکو''۔

۱۸/فروری ۲۰۰۱ء

اقبال نواز! سلام مسنون

آپ کا مکتوب ملا ملا، آپ کی محبّتوں کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ مولا کریم آپ کو بہرِ نوع اپنے حفظ وامان میں رکھے اور آپ نے ''نعت رنگ'' کی شکل میں رنگ ونور کی جو قوسِ قزح اُبھار رکھی ہے اُسے نیلے آسمان اور سبز گنبد کی تائید پیہم حاصل رہے، حافظؒ کا درج ذیل شعر ایک دعا ہے جسے پڑھتے رہنا چاہیے:

یارب! آں نو گلِ خنداں سپردی بخش
می سپارم بتو از چشمِ حسود چمنش

اے اللہ، وہ نوشگفتہ پھول جسے تو نے میرے حوالے کیا ہے۔ باغ کے حاسدوں کی آنکھ سے، میں اُسے تیرے حوالے کرتا ہوں۔

میں جب کالج کے ادبی مجلّہ ''مہک'' کے خصوصی نمبر نکالا کرتا تھا تو ایک ولی اللہؒ نے مجھے یہ شعر پڑھنے کی تلقین کی تھی۔

''بیاض''[۱] کے بارے میں، آپ کو، خالد شفیق صاحب کو، راجا رشید محمود صاحب اور مولانا زاہد الراشدی صاحب کو، احقر نے صورتِ حال کا احساس دلایا ہے، یہی میرا فرض تھا۔ میرے خیال میں بات سہواً نہیں ہوئی بلکہ ارادتاً ہوئی ہے۔ خالد احمد صاحب سے میری نیاز مندیاں بے باکِ تصدیعہ نہیں ہیں۔ دوسرے دورِ حاضر میں ہر بات ''ادبی اور فکری انا'' کا مسئلہ بن جاتی ہے۔ احقر کے لیے انتہائی دُکھ کی بات یہ ہے کہ صورتِ حال کو میرے انتہائی واجب الاحترام بزرگ جناب حفیظ تائب صاحب کی تائید حاصل معلوم ہوتی ہے۔ بہرکیف ہدایت مولا کریم کی طرف سے ہوا کرتی ہے، وہ ہم سب کو عطا فرمائیں۔ آمین۔

کمر درد کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا، پنجابی میں کمر درد کی اُس نوعیت کو ''چک'' کہتے ہیں۔ اچانک، جھکنے سے، کمر کے نچلے حصے میں بل سا پڑ جاتا ہے جو شدید درد کی کیفیت اختیار کر لیتا ہے۔ پنجابی بڑی بلیغ زبان ہے اور پنجابی کے صوفی شاعر ''سیف الملوک'' والے، حضرت میاں مولا بخشؒ لکھتے ہیں:

کوئی آکھے پیڑ لکے دی، کوئی آکھے چُک
اصل گل محمد بخشا، وچوں گئی اے مُک

اللہ تعالیٰ نظر، دل، زبان اور قلم کی لغزشیں معاف فرمائے اور آنے والی منزلوں کو آسان بنادیں کہ وہ غفور بھی ہیں اور رحیم بھی اور رحمت، غضب سے کہیں وسیع ہے:

میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھیے، مناسب شانِ عطا ہے کیا

خط طویل ہو گیا ہے۔ معذرت خواہ ہوں، اجازت دیجے کہ جناب کشفی سے استفادہ کر سکوں۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام۔ خیر اندیش
محمد اقبال

ا۔ ماہنامہ، مجلسِ ادارت: خالد احمد، عمران منظور، لاہور

۲۷/نومبر ۲۰۰۱ء

اقبال نواز! سلام نیاز۔

''نعت رنگ'' مع دیگر ادبی تحائف، عزت افزائے خاکسار ہوا۔ منہ پر تعریف تو نہیں کروں گا کہ اس سے اس زبانِ مبارک نے منع کر رکھا ہے جو کھلتی ہی صداقتوں کے لیے تھی۔ البتہ رات کے تاروں کو راز داں بنا کر، شکر بھی کروں گا اور التجا بھی کہ اسی سے نعمتیں بڑھتی ہیں:

در حضورت از دعا گویم چہ سُود   گوئی کہ تزویر دستاں می زنم
سا کنم ایں نغمہ را در نیم شب   ہمرہِ مرغ سحر خواں می زنم

زندگی کا کوئی مرحلہ ہو اس میں کامیابی کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۔ سچی طلب ۲۔ سعی پیہم ۳۔ رحمت خداوندی اور یاد رہے کہ پہلی دونوں چیزیں، تیسری چیز کو خود بخود جذب کر لیتی ہیں اور اس تیسری نعمت کے بغیر زندگی کا ہر ارادہ خام اور ہر خاکہ بے رنگ ہے۔

وہ جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب

مقامِ شکر ہے کہ آپ کو اہلِ قلم کا مخلص حلقہ نصیب ہو چکا ہے۔ میری مراد بھارت کے ان احباب سے ہے جن کے قلم کی نوک سے اُجالے لپکتے ہیں اور جن کی تحریروں میں خلوص مہکتا اور علم چھلکتا ہے... آپ دنیاوی ستائش سے قلباً بے نیاز ہو کر، گنبدِ نیلگوں سے رحمت اور گنبدِ اخضر سے تائید مانگتے رہیے۔ ان شاء اللہ بہت کچھ ملے گا۔ آپ کے تصور سے بھی کہیں زیادہ:

التفات سیّد سادات کب محدود ہے!
وسعت دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

ہاں، ایک بات، پروف ریڈنگ کی طرف ثواب سمجھ کر توجہ دیں، ایسی لغزشوں سے قاری، بے مزہ ہو جاتا ہے اور بسا اوقات بات کا مفہوم ہی تلپٹ ہو کر رہ جاتا ہے۔ بات چوں کہ اس ذاتِ گرامی قدر ﷺ کی ہے، جہاں دل کے دھڑکنے کی آواز بھی نہیں آنی چاہیے۔ اس لیے حرف حرف احتیاط لازم ہے۔ اِملا کی صحت بھی معیار کا ایک حصہ ہے۔ غالباً مولانا ظفر علی خاں کی کسی تصنیف میں کتابت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ مولانا نے اس کتاب کا تمام ایڈیشن راوی کی موجوں کی نذر کر دیا تھا۔ اگر احقر کسی مصرع سے قبل یہ :ع نشان دیتا ہے اور وہ ہر مقام پر ''عمر'' چھپ جاتا ہے تو الزام بہر نوع کمپیوٹر کے سر نہیں جائے گا کہ وہ تو اندھا کاتب ہے۔ بات بہر کیف ''دیدۂ بینا'' تک پہنچے گی۔

جناب کشفی کے بارے میں آپ کی زیرِ طبع تالیف[۱] میں میرے والے مضمون کی گنجائش نہیں نکل سکتی؟

جناب عماد الدین قادری سے ''تیر او جود الکتاب''[۲] منگوا لیجے وہ اس ''کاغذی امانت'' کے بارے میں بہت مشوش ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ مع جملہ افرادِ خانہ بخیر ہوں گے۔

جناب راجا رشید محمود نے آپ کو ''نعت'' کا وہ شمارہ نہیں بھجوایا جو مولانا ظفر علی خاںؒ کی نعت سے متعلق ہے یا آپ ہی نے طلب نہیں فرمایا؟

جملہ احباب کی خدمت میں غائبانہ سلام۔ آپ سے رمضان کے مبارک ایام میں دعا کی خاص التماس۔

والسّلام۔ آپ کا
محمد اقبال

۱۔ نعت نگر کا باسی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۱۶۰ص
۲۔ ۲۰۰۱ء، گوجرانوالہ: فروغِ ادب اکادمی، ۳۶۸ص

۱۴/ مئی ۲۰۰۴ء

مکرمی! سلام مسنون

میں ''نعت رنگ'' کا نقد و نظر سے متعلّق گوشہ بہت کم پڑھتا ہوں، ایک عادت سی بن گئی ہے کہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو قلبی ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ:

ع ''میں تو اس قابل نہ تھا''

اور اگر کوئی تنقیص کرتا ہے تو اُس کی روشنی میں مائل بہ اصلاح ہو کر خاموش رہتا ہوں کہ سکوت بھی ''تکلّم بلیغ'' کی حیثیت رکھتا ہے۔

ایک دوست کے احساس دلانے پر ''نعت رنگ'' کے حالیہ شمارے (۱۶) میں شائع ہونے والے مکاتیب کا بغور جائزہ لیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ نعت کی آڑ میں بریلوی دیوبندی عصبیت پر تول رہی ہے اور نہیں معلوم کیوں ادارہ ان نظریاتی اور مسلکی تلخیوں کو اعتدال کا حسن نہیں دے رہا یا نہیں دے سکا یا نہیں دینا چاہتا۔ میں فرقہ پرستی کی اس آگ کو نہ غذا دینا چاہتا ہوں نہ ہوا کہ بحالاتِ موجود اُمتِ مسلمہ ان مناقشات کی متحمل نہیں ہے۔ فکر و نظر اور دست و بازو کے تصادم کی کون سی کسر باقی رہ گئی ہے جسے ''نعت رنگ'' پورا کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ آج ساری دنیا ہماری زبوں حالی پر ہنس رہی ہے مگر ہمیں اپنی حالت پر رونا نہیں آتا۔ میں تو جب سورۂ روم کی آیات ۳۰ تا ۳۲ پڑھتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔ ترجمہ درج ذیل ہے:

پس آپ یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کردیں۔ اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (لوگو!) اللہ تعالیٰ کی طرف ہو کر اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم رکھو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ در گروہ ہو گئے اور ہر گروہ اُس چیز پر جو اس کے پاس ہے لگن ہے۔

افسوس کہ آج ہم میں کچھ مقابر پرست ہیں کچھ اکابر پرست، کچھ خود پرست، رہ گئے خدا پرست، انھیں چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ سورۂ حج کی آخری آیت و ترجمہ یوں ہے:

''اور اللہ کی راہ میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کا حق ہے، اسی نے تمھیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی، دین اپنے باپ ابراہیم (علیہ السّلام) کا قائم رکھو، اسی اللہ نے تمھارا نام مسلمان رکھا ہے...''

سوچتا ہوں کہ آج اگر کوئی غیر مسلم، اسلام قبول کرتا ہے تو وہ کس کس خانے میں اسلام کو تلاش کرتا پھرے گا، کیا ''کثرتِ تعبیر'' سے اُس کا خواب حسیں پریشان ہو کر نہ رہ جائے گا، اگر اسلام ایک ''نا قابلِ تقسیم وحدت'' ہے تو ان خانوں کو کس نام سے پکارا جائے گا۔ ہر مسلک کا ایک مستقل دین بن جانا ہی دین کا پارہ پارہ ہو جانا ہے۔

بہر کیف میں کسی نئی بحث دروازہ ہرگز نہیں کھولنا چاہتا کہ میری علمی لاعلمی اس کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔ صرف اپنی فکری لغزشوں اور قلمی لکنتوں کا کماحقہٗ اعتراف کرتے ہوئے، قارئین ''نعت رنگ'' سے معذرت طلب ہوں کہ ایک عرصہ میری بے کیف، بے مقصد اور بے مغز تحریروں نے انھیں بے مزہ رکھا۔ اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے اور ہدایت کی توفیق بخشے۔ آمین

مجھے پہلے ''نعت رنگ'' اعزازی طور پر ملا کرتا تھا۔ اب قیمتاً (بذریعہ وی پی) وصول کرنا پسند کروں گا۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام۔ دعا کے ساتھ دعا کا طالب

محمد اقبال

پسِ نوشت: اگر میری کوئی تحریر آپ کے پاس ہے تو براہِ کرم اُسے تلف فرمادیں، ممنون رہوں گا۔

۵/نومبر ۲۰۰۵ء

برادرِ عزیز! سلام مسنون

آپ کا مکتوب ملا، ممنون ہوں۔ اُمید ہے کہ آپ اب تک وہاں سے واپس آ گئے ہوں گے جہاں جانے کی تمنا اور جا کے نہ آنے کی آرزو۔ ہر دل کی متاعِ عزیز ہے۔ قبولیت اس ذاتِ برتر کے اختیار میں ہے جس کی حکمتِ بالغہ بہتر جانتی ہے کہ آنکھوں میں تیرتی ہوئی کس چمک کو باریابی عطا کرنی اور کسے اُخروی ذخیرہ بنانا ہے... قلم بے تاب ہوا چاہتا ہے مگر روکتا ہوں کہ مسلسل اپنی گزشتہ ''قلمی لغزشوں'' کی دل کی گہرائیوں سے معافی مانگ رہا ہوں اور پھر:

کیا اُن کے ذکر کے لیے لفظوں کے جوڑ توڑ
جاتی ہے بات آگے بیاں کے حدود سے

آپ نے وہاں اس عاجز کو یاد رکھا اور میں نے یہاں یاد رکھنے کی اپنی سی کوشش کی، میں شکر گزار ہوں کہ ''دیارِ یار'' میں یاد کیا گیا، یاد اور وہ بھی دعا کی شکل میں، میرا ایمان ہے کہ وہاں جو دعا بھی کی جائے وہ سنی بھی جاتی ہے اور قبول بھی ہوتی ہے، وہاں تو دھڑکنوں، آہوں، لرزشوں، آنسوؤں کی بھی پذیرائی ہے:

دیدۂ تر سے ڈھلک کر دامنِ رحمت میں تھا
لغزشِ مستانۂ اشکِ ندامت دیکھیے

ان دنوں وطنِ عزیز ایسی سنگینوں سے دوچار ہے، جن کی تلخیوں میں نہ کوئی سائنسی تاویل کی کر سکتی ہے اور نہ کوئی شاعرانہ تعبیر۔ بس ایک ہی دیوار ہے جس سے دُکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے اور ایک ہی سایۂ دیوار ہے جہاں ہر آبلہ پا سستا سکتا ہے۔ جانے والے مجھ سے کہیں بہتر تھے کہ انھیں اللہ تعالیٰ چند لمحوں میں، اپنے جوارِ رحمت میں لے گئے اور مجھے بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور سنبھلنے کے لیے مہلت دے دی کہ... عمل اور دعا کا وقت نزولِ بلا سے پہلے ہوتا ہے، اس کے بعد تو رضا کا مقام ہے۔

افسوس کہ سب کچھ سمجھنے کے باوصف کچھ بھی نہیں سمجھ رہا۔ بداعمالیوں کے نرغے میں حزم و شاداں ہوں اور یہ تصور بھی باقی نہیں رہا کہ میرا ہر عمل، بہت جلد نامۂ اعمال بننے والا ہے۔ مولا کریم رحم فرمائیں کہ نہ درِ توبہ بند ہے نہ درِ رحمت:

ساقی نے مسکرا کے گلے سے لگا لیے
وہ آدمی جو اپنی خطاؤں سے ڈر گئے

اُمید ہے کہ آپ مع جملہ افرادِ خانہ بخیر ہوں گے۔

والسّلام محتاجِ دعا
محمد اقبال

(۱) 'نعت رنگ'، 'نعت کے جدید رنگ'[۱] کے ساتھ عزت افزائے خاکسار ہوا۔ قبل ازیں خانہ کعبہ کے بارے میں آپ کی نظم بھی مل گئی تھی، میں نے اطلاع بھی دے دی تھی اور اب چند اشعار میں اصلاح کے بارے میں آپ کی ہدایت بھی مل گئی ہے، ممنون ہوں۔

(۲) 'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس'..[۲] اس تحریر کے بارے میں دوبارہ بروقت عرض کیا تھا کہ اسے نہ چھاپیں کیوں کہ اس میں ابھی بہت سا حک و اضافہ مقصود تھا۔ آپ ایک طویل قلمی رفاقت کے پیشِ نظر میری یہ 'آخری التماس' قبول فرما لیتے تو میں ذہنی کرب سے بچ جاتا۔

(۳) اس فقیر کو علم و عرفان کا کوئی سا دعویٰ بھی نہیں بلکہ اپنے پُرتقصیر ہونے کا اقرار اور سراپا لغزش ہونے کا اعتراف ہے۔ مولا کریم ہم سب کی لغزشوں کو معاف فرمائیں اور ہم سب کو قلم قلم، لفظ لفظ اور قدم قدم ہدایت نصیب فرمائیں۔ آمین

(۴) ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کردوں کہ شمارہ ۱۳ ص ۲۰ کا نثر پارہ 'طور پر تجلّیوں کی بارش...کافی تھی' واوین کے اندر ہے اور مقتبس ہے حضرت حافظ مظہر الدینؒ [۳] کے ایک انشائیے سے، چوک ہو گئی کہ آخر میں حوالہ نہیں دیا۔

(۵) شمارہ ۱۶ ص ۵۳ پر ایک نثر پارہ 'صلوٰۃ وسلام' دراصل تحسین ... سے شروع ...اور 'صلوٰۃ وسلام'... پر ختم ہوتا ہے۔ وہ فکری اعتبار سے حضرت حافظ مظہر الدینؒ ہی کی ایک تحریر کا تاثر ہے جو کبھی نظر سے گزری تھی اور ذہن میں محفوظ تھا۔ آج متعلق کتاب تلاش کی ہے اور اُن کی دونوں تحریروں کا عکس بھیج رہا ہوں۔

(۶) اس فقیر کو حضرت حافظ مظہر الدینؒ سے ایک تعلّق خاطر ہے کہ میرے والد مرحومؒ اور اُن کے والد ماجدؒ، سراج السالکین، قدوۃ العارفین حضرت محمد سراج الحق پانی پتی گورداس پوری چشتی صابریؒ سے بیعت تھے۔ اس نسبت سے اُن کی ذات میرے لیے واجب الاحترام بھی ہے اور اُن کی قلمی کاوشیں قابلِ قدر بھی اور جس سے قلبی تعلّق ہو، اس کی بہت سی باتیں ذہن میں محفوظ رہا کرتی ہیں۔ لفظوں کی صورت میں بھی اور خیالات کی شکل میں اور زندگی نام ہی اخذ واستفادہ کا ہے۔

(۷) قبل ازیں میرے جو مضامین 'نعت رنگ' میں چھپ چکے ہیں۔ اُن میں پروف ریڈنگ کی بہت سی غلطیاں ہوتی تھیں اور میں اشارتاً آپ کی توجہ بھی اس طرف مبذول کراتا رہا ہوں۔ 'نعت نگاری اور احتزازِ نفس' والے مضمون میں بھی حسبِ معمول درج ذیل غلطیاں خلطِ مبحث کا باعث بن رہی ہیں۔ شمارہ ۱۶

صفحہ	سطر	غلط	درست
۱۲۱	۷	فکر	نظر
۱۲۱	۱۷	صد	صدا نہیں
۱۲۳	۵	معقول تراوش	معقول تر روش
۱۲۳	۱۳	بھائیوں	بھاٹوں
۱۲۳	۱۶	مرنا	مرزا
۱۲۳	۱۸	بہت	بیت
۱۲۳	۲۵	مری تحری	میری تحریر
۱۲۴	۱	مجھے نفلوں	مجھے کتنے نفلوں
۱۲۴	۲۴	انحصار	اظہار
۱۲۵	۱۴	مہیار	مہیا
۱۲۶	۲۴	توصیف	توصیفی
۱۲۷	۲۵	آمادگی بے ساختگی	آمادگی اور بے ساختگی
۱۲۸	۲	یہ	×
۱۲۸	۴	ماقبل ازیں	قبل ازیں
۱۲۹	۵	داشتہ آید کہ بہ کار	کہ×

۱۲۹	۷	غذائیت کی ہے	غذا مہیا کی ہے
۱۳۰	۴	علوم	عوام
۱۳۰	۱۱	ہوسکتی	ہوسکتیں
۱۳۰	۱۳	تو	×
۱۳۱	۱۷	بو	بود
۱۳۱	۱۸	خوش	خود
۱۳۱	۲۱	قیود	قعود
۱۳۴	۲	مداح	مدح
۱۳۴	۳	کے لیے وہ	کے لیے کہ وہ
۱۳۴	۱۷	ادا ہی نہیں ہوسکتا	(پوری ایک سطر غائب ہے)
۱۳۵	۳	خوشامدان	خوشامدانہ
۱۳۵	۳	لاحاصل	لاطائل
۱۳۵	۱۴	بلند رکھا ہے	بلند کر رکھا ہے
۱۳۵	۱۸	ابہام طرازیوں	اتہام طرازیوں
۱۳۷	۴	کہ صنفِ سخن	کہ یہ صنفِ سخن
۱۳۷	۸	جاتی ہیں	جاتی رہیں
۱۳۷	۹	آتے ہیں	آتے رہیں
۱۳۹	۱۸	شرکت نفس	شوکت نفس
۱۳۹	۲۵	زنجیر	زنجیرِ در
۱۴۰	۳	کھیلیں گے	کھلیں گے
۱۴۱	۱۴	ہر ایک نام	ہر ایک کا نام
۱۴۱	۲۴	خوام	خوانم
۱۴۱	۲۴	گردو	گردد

میں نے ابھی مضمون کو سرسری طور پر دیکھا ہے بالاستیعاب نہیں۔ اب کیا لکھوں اور کیا کہوں؟

قلم ایں جا رسید و سر بشکست

محمد اقبال

۱۔ جاذب قریشی، سن ندارد، کراچی: بھوپال انٹرنیشنل فورم، ۱۱۲ص ۲۔ش ۱۷، ص ۱۲۱۔۱۴۴

۳۔ حافظ مظہر الدین مظہر (۱۹۱۲۔۲۲ مئی ۱۹۸۱ء)، عالم دین، نعت گو شاعر، کتب: ''خاتم المرسلیں''، ''شمشیر سناں''، ''حرب و ضرب''، ''تجلّیات''، ''جلوہ گاہ''، ''بابِ جبریل''، ''نشان راہ''، ''وادی نیل'' (جرجی زیدان کے ناول کا اردو ترجمہ)، ''میزاب''، ''نشانِ راہ''، ''نور و نار'' ودیگر۔

۴/ستمبر۲۰۱۴

خط ،شخصیت کا عکس ہوتا ہے اور شخصیت مسرّت کے قہقہوں ،غم کے آنسوؤں ، بے نیازی کی داستانوں اور نیاز مندی کی تمناؤں سے عبارت ہے ۔خط ایک مختصر صنفِ سخن ہے، یہ نثر میں غزل کے ایجاز کا اعجاز ہے،اس کا حُسن ،اس کی ایمائیت ہے اوراس کا اختصار،اس کی بلاغت، یہ ذاتی ہوتے ہوئے بھی آفاقی ہے کہ اِس میں عرضِ سخن کا نیاز اور جوہرِ فن کا ناز دونوں موجود ہیں____ خط ایک جہانِ راز ہے،جس کے راز اگر سر بستہ رہیں تو سینوں کو گہر ہائے معانی کے دفینے بنادیں، آشکار ہو جائیں تو جذبے کی ساری دینا مُشک زار بن جائے____ حق یہ ہے کہ ''نعت نامے'' نے میری بے کیف تنہا ئیوں کو فی الواقع ''مُشک زار'' بنا دیا، میں تب سے اب تک اپنی بے کیفیوں کو اسی سے بہلا رہا ہوں ۔ یہ اس اعتبار سے ایک منفرد تالیف ہے کہ اس کے جملہ مکاتیب ''نعت رنگ'' سے متعلق ہیں اور ''نعت رنگ'' اُس ذاتِ اقدسﷺ کے اسوۂ حسنہ سے زیبائی اور رعنائی لیتا رہا ہے اور لِے رہا ہے جو وجہِ وجود کائنات ہے، یہ مجموعۂ مکاتیب اِسی ذات والا صفاتﷺ کے انوار سے مستنیر بھی ہے اور ایک عہد کی نعتیہ تاب وتب کا عکاس بھی:

انداز ہیں جذب اس میں سب شمع شبستاں کے
اک حُسن کی دنیا ہے خاکسترِ پرواز!

جناب محمد سہیل شفیق کی خدمت میں سلام اور دعائیں ۔اور کچھ ''یونہی سی'' تحریریں محض ''خانہ پُری'' کے لیے ۔

~~~~~~

اکرم رضاؔ، محمد، پروفیسر (گوجرانوالہ)

''نعت رنگ'' بلاشبہ عشق وعقیدت حضورﷺ کا حسین ترین گل دستہ اور مصحف ایمانی ہے۔مضامین کی تازگی ، جدت فکرونظر،عنوانات کا تنوع۔سبحان اللہ! آپ جس احسن انداز سے اوراتنے تواتر سے کام کیے جارہے ہیں وہ لائق تحسین بھی ہے اور بے مثال بھی ۔

''نعت رنگ'' کی نمود اوّلین کے حوالے سے ایک شمارہ موصول ہوا۔آپ کے نعتیہ دیوان تک بھی رسائی ہوئی ۔مگر حالات کی کشاکش میں اس طور پریشان تھا کہ مبارک باد بھی نہ دے سکا پھر شرمندگی غالب آتی گئی۔نعت کے حوالے سے لکھنے سے تو کبھی بھی پہلو تہی نہیں کی مگر ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ بھجوا سکا۔آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ کراچی صحیح معنوں میں عشاق مصطفٰی علیہ التحیۃ والثنا کی نگری ہے ۔

میری استدعا ہے کہ تازہ شمارہ (جو بھی ہوگا وہ تازہ ہی ہوگا) ارسال فرما دیجیے گا اور نظم ونثر کے حوالے سے فوری حکم صادر فرمایے گا تا کہ طویل تاخیر کی تلافی کی کوئی صورت نکل آئے ۔آپ کے ہاں موضوعات کی اتنی ہمہ رنگی ہے کہ اس کی خوشبو میں کھویا ہوا ہوں ۔جن مصروفیات نے مجھے دبائے رکھا ان میں سے ایک تو مسلسل بیماری تھی اور دوسرا مکان کا مسئلہ تھا۔

برادرعزیز پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی معرفت سلام لکھوا تا رہا ہوں ۔ میں کوشش کروں گا کہ آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہو۔اس وقت تاریکی میں ہوں اور معلوم نہیں کہ آپ کون سا شمارہ لانے والے ہیں ۔اس لیے استدعا ہے کہ اعزازی طور پر پرچہ بھیج کر مجھے نوازنے کے ساتھ ہی اپنی تحریر سے بھی نوازیے گا جس سے معلوم ہو سکے کہ آئندہ کا ''نعت رنگ'' نکہت حضورﷺ کو کس موضوع کے ساتھ قارئین کے مشام فکرونظر تک پہنچا رہا ہے ۔

آپ نے تو نعت گوشعراء اور محققین نعت کا ایک ایوان خاص ترتیب دے رکھا ہے ۔تصور کی نظر سے دیکھتا ہوں تو آپ اور آپ کے رفقا کی محنتوں کے حوالے سے عشق وعقیدت حضورﷺ کی کہکشاں بکھرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔ مجھے امید ہے کہ اس کہکشاں کی ابدی جگمگاہٹ اور تب وتاب کا رخ ادھر کو بھی ہو جائے گا ۔ بے شمار مرتبہ ہدیۂ تبریک قبول فرمایے گا۔آپ کے سبھی رفقا اور قلم کار میری آنکھوں کے ستارے ہیں ۔ دعا ہے کہ آپ
~~~~~~

سلامت رہیں اور قلم کی نوک سے ماہِ طیبہ ﷺ کی طلعتوں کو اصحاب نظر کے دلوں تک پہنچانے کا اہتمام کرتے ہیں:

عشق شہ مجاز کی تنویر نعت رنگ — ایمان و آگہی کی ہے تصویر نعت رنگ
مضمون خوب تر ہیں تو نعتیں حسیں حسیں — حب حبیب پاک کی تاثیر نعت رنگ

محمد اکرم رضا

☆ پروفیسر محمد اکرم رضاؔ (۱۵ جنوری ۱۹۴۶ء۔۲۵ جون ۲۰۱۲ء)، ماہرِ تعلیم، نعت گو شاعر، ادیب، محقق، نقاد، کتب: ''توفیقِ ثناء''، ''تاجدارِ ملکِ سخن''، ''کاروانِ نعت کے حدی خوان''، ''قافلۂ شوق کے مسافر''، ''نعتیہ ادب کے تنقیدی نقوش''، ''رسولِ معظمؐ اور خلفائے راشدینؓ'' و دیگر۔

''نعت رنگ'' کے دو شمارے (۱۴۔۱۳) ایک ساتھ موصول ہوئے۔ آپ فروغِ نعت اور اشاعت توصیفِ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حوالے سے جس تسلسل اور ایمان آفریں عزمِ مصمّم کے ساتھ اس روحانی پیغام کو لے کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس کی حقیقی جزا تو ربّ کریم ہی دیں گے کیوں کہ آپ اس ہستی والا صفات کی مدحت نگاری کی خوش بو سے زمانہ بھر کو مہکانے کا عزم کیے ہوئے ہیں جو خدائے کریم کو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے اور جس کی محبّت میں فنا ہونے والے کو ہی وہ اپنا محبّ صادق قرار دیتا ہے۔ نیک کام کا آغاز بھی بڑی بات ہے اور پھر اس تواتر سے کیا جائے تو کارِ عظیم ٹھہرا۔ یہ کارِ عظیم چند لفظوں کے خراج تک محدود نہیں بلکہ اس پر آنے والے ادوار کے مؤرّخین اور ناقدینِ نعت بہت کچھ لکھیں گے۔ ''نعت رنگ'' کے شمارہ اوّل سے لے کر چودھویں شمارے تک آپ کو کئی بار مستقبل سے ملنا پڑا ہوگا۔ اور اسی ''مستقبل (کہ جواب ماضی میں ڈھل چکا ہے) کی صدائے بازگشت ''نعت رنگ'' کے حوالے سے کئی شماروں اور کئی دوسرے رسائل میں بھی جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اگر آپ کسی پر احسان نہیں کر رہے تو ''نعت رنگ'' کی مساعیٔ جلیلہ اور ہمہ رنگی پر قلم اٹھا کر کوئی اور بھی آپ پر احسان نہیں کر رہا۔ یہاں تو سبھی ثنا خوانی حضور میں الجھ کر سلجھ رہے ہیں۔ سب اپنے اپنے فکر و نظر کے پھول لے کر آپ تک پہنچ رہے ہیں۔ اور آپ ان پھولوں کو چن کر اس حسنِ ترتیب سے گل دستے کی تزئین کرتے ہیں کہ اس کے ظاہری حسن، معنوی جاذبیت اور فکری لطافت میں کہیں بھی کمی کا نہیں بلکہ ہر لحاظ سے بہارِ صد رنگ کا احساس ہوتا ہے۔ اوّل تو کمی کا گمان بھی نہیں ہونے پائے کیوں کہ ''نعت رنگ'' کے حسن کی جلوہ گری سب کے افکار و اذہان کو اپنی دلآویزی و جامعیت میں گم کر دیتی ہے۔ اور اگر کہیں کمی کا احساس ہو بھی تو آپ نے ناقدینِ فکر و فن کو دعوتِ عام دے رکھی ہے۔ معاملہ اپنی اپنی سوچ اور اپنے شہپرِ تخئیل کی بلندی کا ہے۔ آپ کا کمال ہے کہ آپ کسی کو ٹوکتے نہیں۔ روکتے نہیں۔ یہی تو آپ کا کمال اور کشادہ ظرفی ہے کہ تنقیدِ نعت کو اتنا پھیلا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خوب صورت تنقید کے بعض شہ پارے بجائے خود نعتیہ مضامین نظر آتے ہیں۔

ان شماروں میں حسبِ سابق نعت گوئی کے ادبی مقام کے حوالے سے مضامین نظر آئے... ''اردو میں نعت گوئی کا فن (ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی) ''نعت کا ادبی مقام'' (ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتح پوری) ''معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود'' (عزیز احسن)، ''نعت اور تنقیدِ نعت ایک جائزہ'' (پروفیسر واصل عثمانی) ان مضامین میں نقد و نظر کے حوالے سے قابلِ قدر مواد پیش کیا گیا ہے۔ فکر و نظر کی نئی نئی جہتیں سامنے آئی ہیں۔ مقالہ نگاروں کی فکری ریاضت نعت کے حوالے سے لکھنے والوں کو نیا مواد فراہم کرتی ہے۔

امام احمد رضا خاں محدث بریلویؒ کاروانِ نعت کے عظیم حُدی خواں ہیں۔ آپ کے چاہنے والے ہوں یا آپ کے مخالفین سبھی آپ کی نعت گوئی کے معترف اور آپ کو امامِ نعت گویاں تسلیم کرتے ہیں۔ یوں تو رضا بریلوی کا تذکرہ کئی اور مضامین میں بھی ہے مگر ''نعت رنگ'' کے ان شماروں میں دو مضامین بطورِ خاص آپ کے نعتیہ افکار کے حوالے سے پڑھنے کو ملے۔ میری مراد ''امام احمد رضا کا تصورِ نعت'' (ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی) اور

''حضرت رضا بریلوی کی نعت گوئی میں مضمون آفرینی'' (ڈاکٹر صابر سنبھلی) سے ہے۔ ان مقالہ نگاروں نے فاضل بریلوی کی نعت نگاری کے حوالے سے نئے حوالے تراشے ہیں۔ بات تو تحقیق اور نئے پن کی ہے ورنہ ''حدائقِ بخشش'' تو وہی ہے جو مدتوں سے اہلِ نظر کے لیے وظیفۂ ایمان بنا ہوا ہے۔

ان مضامین کے مطالعے سے احساس ہوتا ہے کہ فاضل مقالہ نگاروں نے اپنی اپنی جگہ موضوعات کو خوب صورتی سے نبھانے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ یہ تو ایک سلسلۂ طولانی ہے جسے چھیڑ دیں تو پھر نہ تو سلسلہ ختم ہونے میں آتا ہے اور نہ ہی قلم کو خاتمہ کا یارا ہے۔

''اسم محمد ﷺ نعت کے آئینے میں'' (پروفیسر محمد اقبال جاوید) بلاشبہ فکر و نظر کو روشنی عطا کرنے والا مضمون ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے قرآن واحادیث کے تناظر میں گفتگو کر کے مضمون کو اشعار کے انتخاب تک بڑھایا ہے۔ مضمون سجتا بھی اسی صورت میں کہ عنوان پر سیر حاصل علمی بحث کی جائے اور پھر شعرا کا انتخاب پیش کیا جائے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحبِ طرز نثر نگار ہیں۔ ان کے جملوں میں شعریت ہے اور ان کی نثر پر تغزل کا گمان ہوتا ہے۔ جب بھی لکھتے ہیں خوب لکھتے ہیں۔ تحقیق، تنقید کو نثرِ معریٰ کے ساتھ آگے بڑھانا بھی ایک صنعتِ خاص ہے۔ جواب خال خال ہی نظر آتی ہے۔

اسی طرح ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار'' (راجا رشید محمود) بھی ایک طویل اور نعت کے حوالے سے دلآویز مضمون ہے۔ یہ ایک مربوط اور مبسوط مقالہ ہے۔ راجا رشید محمود نعت کے حوالے سے خود حوالہ ہیں بلکہ روایاتِ نعت کی عملی تفسیر ہیں۔ کتب و رسائل نعت کے حوالے سے ایک جہاں نعت آباد کیے ہوئے ہیں۔ بہت تیزی اور روانی سے لکھنے والے ہیں خطیبِ سیرت ہیں۔ اس لیے ان سے بجا طور پر توقع رکھتا تھا کہ وہ میلادِ سرکار ﷺ کے حوالے سے تمہیداً خوب لکھتے اور پھر شعرا تک آتے۔ ان کے علمی مقام کے پیشِ نظر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اگر وہ ایسا کرتے تو انھیں زیبا تھا۔ ان کے دبستانِ نعت کی وسعت کا اندازہ ان کے اٹھارہ صفحات پر مشتمل حواشی سے ہی ہو جاتا ہے۔

''ہندوستان میں عربی نعت گوئی'' کے عنوان سے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کا طویل مقالہ قاری کے لیے مطالعۂ نعت کا نیا انداز لیے ہوئے ہے۔ ''نعت رنگ'' کی خوش بختی ہے کہ اس قدر گہرائی میں جا کر سیر حاصل بحث کرنے والے گلستانِ نعت کے مستند اور معتبر خوشہ چین اس ادبی وعلمی مرقع کا اعزاز بنے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نعت کے حوالے سے معروف محقق، نقاد ہونے کے علاوہ بلند پایہ نعت گو شاعر ہیں۔ انھوں نے ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ'' پیش کیا ہے۔ یہ مقالہ مختصر لگا۔ جنوبی پنجاب کے صاحبِ دیوان متعدد شعرا ان کی تحریر کی زینت نہ بن سکے۔ ایک اچھا اور بلند فکر ناقد تحریر کے لیے محض نعتیہ کتب کا محتاج نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی تو بہت آگے جا کر لکھنے والے ہیں۔

''علامہ ارشد القادری'' کی نعت پر ظہیر غازی پوری کا مضمون بہت معلوماتی اور دل کش ہے۔ علامہ ارشد القادری بہت اچھے نثر نگار تھے۔ ان کے نثری مضامین کی ادبی معنویت، جامعیت اور حسنِ کلام کو اپنے اور پرائے سب مانتے ہیں۔ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ وہ نثر نگاری میں جس شان سے لفظوں کے گلاب کھلاتے تھے نعت میں بھی اتنی ہی فکری دلآویزی اور عقیدتِ رسول کی دنیا آباد کیے ہوئے تھے۔ ربِّ کریم اپنے محبوب ﷺ کے طفیل ان کے درجاتِ اخروی کو سربلندیاں عطا فرمائے۔

پروفیسر شفقت رضوی کی دونئی کتابوں پر احمد صغیر صدیقی کا تجزیاتی مضمون پڑھا۔ پروفیسر شفقت رضوی بلاشبہ تنقید وتحقیق اور خاص طور سے نعتیہ تحقیق کے حوالے سے قابلِ قدر مقام رکھتے ہیں۔ ان کی تحریریں ''نعت رنگ'' کی وساطت سے نظروں سے گزرتی رہتی ہیں۔ انھیں جب بھی پڑھا ذہن وفکر کو مزید بالیدگی عطا ہوئی۔ ان کی کتب تک ابھی تک رسائی نہیں ہوئی۔ موقع میسر آیا تو پروفیسر صاحب پر لکھوں گا کیوں کہ ایسے باہمت تنقید نگار بلاشبہ اردو نعتیہ ادب کا سرمایہ ہیں۔

میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ ''نعت رنگ'' بلاشبہ نعتیہ مضامین کا نہایت دل کش، معنبر ومعطر گل دستہ ہے جس کے ہر گل کی خوشبو لازوال ہے،

مگراس کاایک امتیاز نقد ونظر کی دنیابسانا ہے۔نقد ونظر کے گوشے میں کئی نام ذہن میں ابھرتے ہیں۔تسلسل سے محوِتنقید رہنے والے علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی کا تذکرہ کیے بغیر بات مکمّل نہیں ہوتی۔علامہ کوکب نورانی خطیب اعظم حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑویؒ[۱] کے فرزندِارجمند ہیں۔خطیبِ مشرق سے ایک زمانہ آگاہ تھا۔میں بھی اس زمانے کا حصہ ہوں۔انھیں صرف تین چار مرتبہ سنااور جب بھی سنا یہی احساس ہوا کہ ''ایک بارسنا ہے دوسری بار سننے کی ہوس ہے''۔ انھیں کے صاحب زادے علامہ کوکب نورانی کوفقط ٹیلی وژن پر دیکھااور ''نعت رنگ'' میں تنقید کے شعبے میں بار بار پڑھا۔ٹیلی وژن پر جتنے دھیمے، مدھم، دل کش اور مدھر سروں میں بولتے ہیں،تنقیدی خطوط میں اس کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔کھرا کھرا لہجہ، بے نیاز و بے پروا۔بات بات پر بال کی کھال اُتارنے والے (حالاں کہ یہ محض ایک محاورہ ہے)''نعت رنگ'' کے مضامین کواتنی عرق ریزی، باریک بینی اور عبادت کی حدتک ڈوب کر پڑھتے ہیں کہ شاید اس طرح جناب صبیح رحمانی بھی نہ پڑھتے ہوں گے۔اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنے والے دوسرے کے دلائل کی ہرصورت کاٹ کرنے والے، شاعر نہ ہوکر بھی (کیاخبر کہ شاعر ہوں، کیوں کہ ممدوحِ دوعالمﷺ کے اکثر سیرت نگاروں کے دامانِ ادب سے نعتیں ٹپک ہی پڑتی ہیں)نعت پراس قدر سیر حاصل گفتگو کرنے والے، دلائل و براہین کے انبار لگا دینے والے،ان کے تبصروں کی شدتِ خلوص پڑھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔انھوں نے اتنے طویل تبصرے لکھے ہیں کہ ان کے لیے یہ مشورہ دیتے ہوئے روحانی اطمینان کا احساس ہوتا ہے کہ وہ باقاعدہ مضمون نگاری فرمائیں۔اگرچہ یہ تبصرے بھی مضمون نگاری ہی کاایک حصہ ہیں۔مگراس میں ان کی توجہ ''نعت رنگ'' اور ''قلم کارانِ نعت رنگ'' تک محدود رہتی ہے۔مجھے امید ہے کہ اگر یہ مشورہ میرے ممدوح خطیبِ پاکستان کے جانشین کے فکروذہن کے لیے معمولی حدتک بھی قابلِ قبول ٹھہرا تو اردو نعت کے ناقدین اور مستقل مضمون نگاروں کی فہرست میں ایک بڑے نام کا اضافہ ہوگا۔

محمد اکرم رضا

۱۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (۱۹۲۹ء۔۲۴اپریل ۱۹۸۴ء)، ممتاز عالم دین، شاعر وادیب، خطیب اعظم پاکستان، رکن قومی اسمبلی (۱۹۷۰ء)، کتب: ''ذکرِجمیل''، ''نغمۂ حبیب''، ''سفینۂ نوح''، ''راہِ حق''، ''تعارف علمائے دیوبند''، ''الذکر الحسین فی سیرت النبی الامین''، ''انوارِرسالت''، ''درسِ توحید''، ''شام کربلا''، ''راہِ عقیدت'' ودیگر۔

۲۳/جنوری۲۰۰۳ء

محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون

مضمون اور کتاب کاایک نسخہ ارسال ہے۔

آپ نے مضمون کے سلسلے میں مجھے جوراہ سمجھائی ہے اس کے علاوہ کچھ سوجھتا نہیں ہے۔براہ کرم کراچی ہی سے حل دریافت کر لیجیے گا۔

والاقدر! آپ تو امر کر دینے والی شخصیت ہیں۔مجھ سے زیادہ اس حقیقت سے [کو] کون جاننے والا ہے۔حالانکہ آپ کی شخصیت کی غلام گردش میں کھو جانے والے بے شمار ہیں اور مجھ سے دیرینہ تعلّق خاطر کے حوالے سے سینئر بلکہ بہت سینئر ہیں۔بہرحال یہ آپ کی کرم نوازی ہے جو کھو جانے کے بعد باہر نکلنے کا راستہ بھی بتا دیتے ہیں۔مگر یہ کیسا راستہ ہے۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

مگر ہم نے تو آپ کی ادبی زلفِ گرہ گیر سے رہائی کا کبھی سوچا ہی نہیں یہ مضمون شائع ہوجائے تو اس کی کم ازکم ۱۰ کاپیاں یا زیادہ موزوں سمجھیں تو بذریعہ وی۔پی ارسال فرمادیں۔آپ کی عظمت یہی کیا کم ہے کہ اس فکر قحط الرجال میں چراغِ نعت پوری ایمانی لو کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

کتاب کا مشورہ بھی بہت پسند آیا۔بہرحال آپ کی کون سی بات پسند نہیں آتی! ٹی وی پہ ہوں، روبرو ہوں، سلطانِ معظّم کے روپ میں ہوں، جلال

تابیوں کے جلو میں ہوں۔ آپ پسند ہی پسند ہیں۔ خدائے کریم ان پسندیدگیوں کو میری زندگی کا اعزاز اور آپ کا ذوقِ نوازش بنائے رکھے۔ جو کچھ عرض کیا اس پر مزید تاکید ہے۔ مضمون کی طوالت سے نہ گھبرائیں۔ لکھنے والے نے میرے صفحات کو دوگنا کر دیا ہے۔ ایک نظر دیکھتے ہی آپ کو احساس ہو جائے۔

آپ کی مہربانیوں کے لئے ہر حال میں شکر گزار ہوں۔

والسّلام مع لاحترام
سلطان منعم کی مملکت کا ایک باجگزار
محمد اکرم رضا

~~~~~~

۸/فروری ۲۰۰۵ء

مکرم، محترم، محتشم جناب صبیح رحمانی صاحب!

مدیر و الامرتبت ''نعت رنگ''۔ سلام مسنون

آپ سے ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی رہی۔ آپ نے انتہائی تھکاوٹ، بے پناہ مصروفیت اور مہمانوں کے ہجوم کے باوجود گفتگو سے نوازا۔ یہ سوچ کر ممنون ہو کہ شاہاں چہ عجب بنواز اگدارا۔ اور پھر آپ تو سچ مچ ہی شاہانِ سادات کا حصہ ہیں۔ جہاں دل بھی جھکتا ہے، جبین بھی جھکتی ہے۔

''قافلۂ شوق کے مسافر'' [۱] کی تین جلدیں ارسال ہیں۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ مجھے آج شام تک مل جائے گا۔ آپ فکر نہ کریں۔ شمارہ ملنے پر تفصیل سے ہی تاریخی صحیفہ کے بارے میں عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ اصل میں مجھے آپ کی مصروفیات کا بجا طور پر اندازہ ہے۔ آپ کو برصغیر کی ہی نہیں بلکہ بین البراعظمی ڈاک سے نمٹنا ہوتا ہے۔ اسی لئے میں آپ کے قلم صباحت رقم کو زحمت کم دیتا ہوں۔ فون کر لیتا ہوں۔ اپنے وقت سے بے نیاز ہو کر۔ اس خوش گمانی کے ساتھ کہ جب تک ممکن ہوگا آپ نوازتے رہیں گے۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی کی بات بھی آپ نے چھیڑی تھی (پچھلے شمارے کی اشاعت کے بعد) کہ یہاں ایک اکیڈمی شائع کرنا چاہتی ہے۔ میں نے فرطِ مسرت سے کہا کہ مجھے پہلے سے شائع شدہ مواد ایک نظر دوبارہ دیکھ لینے دیں۔ آپ نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور جب وقت آیا تو فرمایا کہ گوجرانوالہ ہی سے کمپوز کروا کر بھیج دیں۔ پیسے پہنچ جائیں گے۔ جناب والا! بات پیسوں کی نہیں۔ وہ تو تخمیناً میں بھی بھیج سکتا ہوں۔ آپ میری شدید نوعیت کی بیماری سے آگاہ ہیں۔ میں اب تک لکھ یا لکھوا تو رہا ہوں مگر کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کے معاملے سے نہیں گزرا۔ میں تو صحت کے زمانے میں بھی اس کا متحمل نہیں ہوتا۔ اور پھر ایسی بیماری میں۔ یہ تو شاہ جی! آپ کی دعائیں ہیں کہ لکھتا جا رہا ہوں آپ کا فرمان مقدم ہے۔ اپنا کیا ہے اپنی تو جہاں آنکھ لڑی پھر وہیں دیکھو۔ آئینے کو لپکا ہے پریشاں نظری کا۔

اے آئینۂ حسن شعار! ''پریشاں نظری'' پر بھی نگاہ احتساب دوڑائیے۔ مخدوم اہلسنت جانشین مجدد مسلک اہلسنت و جماعت حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی پر اپنی تحریر درکار ہے۔ اصل یا فوٹوسٹیٹ۔ آپ کئی مرتبہ وعدہ بھی فرما چکے ہیں۔ اصل میں کراچی کے سیماب صفت فرزندانِ روزگار سے بات کرتے ہوئے زبان لرزیدہ ہو جاتی ہے اور بلندی تک دیکھنے کی امنگ میں پگڑی کے نیچے آ گرنے کا احتمال ہے۔

ربِ کریم آپ کو تمام خوشیاں عطا کرے ''نعت رنگ'' ایک رسالہ نہیں ایک تحریک ہے۔ چراغ نور ہے جس سے نہ جانے کتنے چراغ روشن ہو رہے ہیں۔ ماننا نہ ماننا اور بات ہے مگر صداقت اپنی جگہ ہے۔ آپ چونکہ ٹھہرے انتہائی عدیم الفرصت اس لئے آپ کو جواب کی ذمہ داری سے
~~~~~~

سبکدوش کرتا ہوں۔

کچھ حمدیں اور نعتیں بھیج دیں۔ بھیجنے کی مجبوری نہیں میں آپ کے سدابہار شعری ذخیرے سے لے لوں گا۔ کیونکہ:

ع ہم کو وہی پسند ہے جو ہے تجھے پسند

والسّلام مع الاحترام

نیاز آگیں

اکرم رضا

۱۔''قافلۂ شوق کے مسافر''/ محمد اکرم رضا، ۲۰۰۷ء، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ص۲۴۸

22-02-2005

محترم مکرم سید صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

حکم کی فوری طور پر تعمیل کر رہا ہوں۔

''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارہ کے لیے تازہ مضمون ''گلستانِ نعت میں سیرتِ مصطفیٰ کی بہارِ جاوداں''[۱] ارسال ہے۔ (۳۸ر صفحات)

علاوہ ازیں حکم ہی کی تعمیل میں:

غیر مسلم نعت گو شعرا کا قبولیت اسلام سے گریز (مضمون)[۲]

حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی (مضمون) بسلسلہ کتب

منقبت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی بھی ارسال ہیں۔

باقی احکام کی بھی جلد تعمیل کی کوشش کروں گا۔

خدارا کتاب (سیّد مہر علی شاہ) کے حوالے سے جلد کچھ کر دیجیے گا۔ جو کچھ مجھ سے بن پڑ رہا ہے وہ میں کر رہا ہوں۔ اب تو ایسا لگ رہا ہے کہ سب کچھ آپ ہی کے لیے ہو رہا ہے۔ سوتے جاگتے اُٹھتے بیٹھتے۔

''گلستانِ نعت'' پر تنقیدی نظر ڈال لیجیے گا۔ کوئی غلطی ہو تو درست کر لیجیے گا۔ بیماری کی پریشانی الگ ہے۔ آپ سیّد زادے ہو۔ نعت رسول ﷺ کے نام پر زندہ ہو۔ مسلسل دعاؤں سے نوازیے گا۔

اشعار کم دینے کی کوشش کی ہے۔ بعض نام اگر ایک سے زیادہ مرتبہ آئے ہیں تو اس لیے کہ موضوع میں کوئی زاویہ بدل جاتا تھا۔ پنجاب، سندھ، کراچی اور پھر انڈیا کی بھی نمائندگی کی ہے۔ درجنوں کتابوں اور متعدد نعت نمبروں کے باوجود ''نعت رنگ'' نے سب کو یک جا کرنے میں بہت مدد دی ہے۔ کراچی وغیرہ کے حوالے سے کمی پوری کر لیجیے گا۔ عزیز احسن کے زیادہ اشعار دینا چاہتا تھا مگر ملے نہیں۔ آپ کے پاس مجموعہ ہوگا شامل کر لیجیے گا۔

والسّلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۹، ص۵۱۔۱۰۵ ۲۔ایضاً، ص۳۰۷۔۳۱۸

۱۷/ مئی ۲۰۰۵ء

جناب سید صبیح رحمانی۔سلام مسنون

آج رات ٹیلیفون پر گفتگو ہوتی۔آپ نے نوازا۔نہایت ممنون ہوں۔اس وقت بخار ہے۔سونے جاگنے کی کیفیت میں ہوں۔مگر عزم یہی ہے کہ کل مضمون روانہ ہوجائے۔براہِ کرم اپنی رائے سے مطلع کیجئے گا۔پرچے شائع ہوتے ہی آپ تک پہنچ جائیں گے۔

''مہرِ عالم تاب'' کی شدید طلب ہے کسی تک نہیں بھجوار ہا۔کتابوں کی زیادہ ضرورت ہے۔آپ کی حوصلہ افزایانہ گفتگو (اگرچہ آپ عمر میں چھوٹے ہیں مگر مطالبے، فہمائش اور تقاضے کا کام بڑوں والا سنبھال رکھا ہے) جناب والا خدا کی عطا ہو۔عمر سے کون بڑا بنا ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی کو چار چاند لگائے رکھے۔جس کی روشنی میں ہم سے کوتاہ قدم بھی آگے کو بڑھتے رہیں۔باقی جو کچھ کہنا ہے مضمون میں لکھ چکا ہوں۔

آپ کی محبّتوں، چاہتوں اور عظمت کو سلام

والسّلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

~~~~~~

20.6.2006

مکرمی، محترمی، محتشمی، معظمی! سلام وآداب

ایک عرصہ سے جس مضمون کی ترسیل کے بارے میں عرض کررہا تھا۔سووہ جھجکتے جھجکتے اب ارسال ہے۔میں خراجِ محبّت پیش کرتا ہوں آپ کو کہ آپ نے مرے ذہن کو آمادہ کیا کہ مضمون لکھا جائے۔سارے زمانے پر لکھنے والا مدتوں سے اپنے حصارِ گمنامی میں سرمست تھا۔حالانکہ رسائل و جرائد کے مدیران بھی مہربان تھے اور قلم کار بھی موجود۔مدتوں سے مختلف اطراف سے تقاضا بھی ہوتا رہا۔

لیکن!

''نعت رنگ'' تو نعت رنگ ہی ہے
سید صبیح رحمانی تو ایک ہی ہے

حافظ منور حسین سرمد[۱] کو درجنوں مطبوعہ نعتیں اور کئی ڈائریاں فراہم کیں۔انہوں نے مجھ سے مسلسل رابطہ رکھا تفصیل مقصود نہیں۔مدیرِ اعلیٰ سے کیا پوشیدہ ہوتا ہے۔اشاعت پر اس کے جتنے شمارے چاہیں بذریعہ V.P.P. ارسال کردیں۔دس کم از کم ہوں اس سے آگے جتنے پسند کریں۔

امام احمد رضا نمبر بلاشبہ تاریخی کارنامہ ہے۔اگرچہ ''تاریخی'' کا لفظ بذاتِ خود روایتی بن گیا ہے مگر یہ ہر لحاظ سے یادگار اور تاریخی ہے۔اس پر تفصیلی تبصرہ لکھ رہا ہوں۔فقط یہ چاہتا تھا کہ یہ مضمون پہلے پہنچ جائے۔فطری جھجک نے بھی دبائے رکھا۔یہ مضمون بطور خاص میری نعت نگاری کے حوالے سے ہے کیونکہ میرا تحقیقی کام اپنی جگہ مگر میں بنیادی طور پر آپ ہی کی صف میں کھڑا ایک نعت گو ہوں۔ایک حمد اور دو نعتیں بھی ارسال ہیں۔اب کیبل کی وساطت سے آپ کی زیارت ہونے لگی ہے۔یہ ''کڑوا گھونٹ'' آپ کی محبّت میں پیا ہے۔

اہلِ خانہ (وہ نہ جانتے ہوں۔تو بھی) کو مخلصانہ سلام دعائیں۔اس ننھّے کو بالخصوص پیار جو ٹیلیفون پر میرے پیغام وصول کرتا ہے۔

والسّلام مع الاحترام

محمد اکرم رضا

۱۔حافظ منور حسین سرمد، تلمیذ: پروفیسر محمد اکرم رضا

~~~~~~

نہایت ہی محترم مکرم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم

خیریت وطالب خیریت بخیریت۔

''طالب خیریت بخیریت'' ایسا لکھ تو دیا مگر بیماریاں ایسا ہونے کی نوبت نہیں آنے دیتیں آپ سیّد زادے ہو، حسنین کریمین کی اولاد پاک ہیں، خدارا مجھے دعائے خاص سے نوازیئے گا۔

اِک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو ''میر'' صاحب قبلہ فقیر ہو

میر تقی میر بھی سیّد زادے تھے۔

آپ نے دو تین ماہ قبل عاصی کرنالی کی نعت شناسی کے حوالے سے ارشاد فرمایا تھا اس کی تعمیل میں مضمون[۱] بھیج رہا ہوں۔ لکھتے ہوئے دقّت کا شکار رہا ہوں جس کا اظہار مضمون سے ہو رہا ہے۔ مضمون کے ہمراہ ایک حمد اور نعتِ رسولؐ بھی ارسال ہے ''نعت رنگ'' کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف بخشیے گا۔

گذشتہ ایام میں لکھی گئی آپ کی تین ''منقبتوں'' کا کیا بنا دربارِ رحمانیہ کا فیض تو زوروں پر ہے دیکھئے یہ مناقبت کسی قوّالی میں کھپ ہی جائیں گے۔ دعا اور دعا کا طالب ہوں۔ مگر بارگاہ رحمانیہ سے حسبِ طلب عطا ہو گیا تو پھر کرم ہی کرم ہوگا۔

نعتیہ کتاب کا عنوان وہی رکھا ہے جو آپ نے فرمایا تھا ''توفیق ثنا''[۲]

محمد اکرم رضا

پسِ نوشت: یا اللہ! اب تو ''نعت رنگ'' آ ہی جائے۔ اب تو طالبانِ نعت رنگ مجھ سے پوچھتے پوچھتے تھک گئے ہیں۔

۱۔ ''عاصی کرنالی کی نعت شناسی''/ محمد اکرم رضا، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۲۳، ص ۴۳۰۔ ۴۴۶

۲۔ ''توفیق ثنا''/ محمد اکرم رضا، ۲۰۱۲ء، گوجرانوالہ: فروغ ادب اکادمی، ۲۰۸ص

~~~~~~

اعلیٰ حضرت جناب سید صبیح رحمانی دام اقبالہ! سلامِ نیاز

حسبِ وعدہ مضمون بھیج رہا ہوں۔ ''نعت نگاری میں احتیاط کے تقاضے''[۱]

حضور والا! یہ تحریر غیر مطبوعہ ہے۔ کئی بار میں عرض کر چکا ہوں۔ آپ نے پالیسی ری پبلکن اور ڈیموکریٹ کی بنائی ہے۔ ری پبلکن والے کہتے ہیں کہ دوست تو دوست ہوتے ہیں ان کی ناز برداری کی کیا حاجت! ڈیموکریٹک کہتے ہیں کہ مزا تو جب ہے کہ دشمنوں کو دوست بنایا جائے۔ دونوں طرف سے دوست ہی مار کھا گئے۔

یحییٰ خاں کا کیا بنا جو پل بن کر چین اور یو ایس اے کو.....[ملا گئے]

براہِ کرم آپ سیّد زادے ہو۔ نعت گو اور میرے پسندیدہ نعت خواں۔ کراچی میں رہ کر بھی کراچی کا اثر قبول نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ الطاف حسین[۲] کے دست حق پرست پر بیعت کر رکھی ہے کیوں کہ:

اور بھی غم ہیں زمانے میں محبّت کے سوا

بات مان لیا کیجیے۔ خود ساختہ خوف زدگی کی کیفیت سے نکلیے۔ آپ نے تو کربلا کے لہو کے دریا عبور کیے ہیں۔
~~~~~~

آپ زندہ باد۔ آپ کا جذبۂ ایمانی پائندہ باد۔ آپ کا فکری ونظریاتی جذبۂ صد رنگ رخشندہ باد
مضمون قبول میں کر لیجیے۔ آپ سخیوں کی اولاد ہو اور خود بھی سخی ہو۔
دوسرا مضمون بھی پہنچ جائے گا۔ اگر چہ وہ مال گاڑی پر سوار ہے۔

والسّلام مع الاحترام

رضا

ا۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۲۰، ص ۱۵۲۔۱۷۱

۲۔ الطاف حسین (پ: ۱۹۵۳ء)، بانی: متحدہ قومی موومنٹ (پاکستان)، ۱۱/ جون ۱۹۷۸ء کو آل پاکستان مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کی بنیاد رکھی۔ ۱۸/ مارچ ۱۹۸۴ء کو ''مہاجر قومی موومنٹ'' (ایم کیو ایم) کا باضابطہ اعلان کیا۔ اگست ۱۹۹۷ء میں ایم کیو ایم کا نام ''مہاجر قومی موومنٹ'' سے تبدیل کر کے ''متحدہ قومی موومنٹ'' رکھ دیا گیا۔

~~~~~~

کتاب [ا] کے حوالے سے عزیز احسن صاحب کا مقدمہ ارسال ہے۔ کتاب میں شامل مضامین کو سن وار ترتیب دیجیے گا۔
انتساب: میرے خیال میں یہی بہتر ہے۔

''نعت رنگ'' کے اصحابِ تحقیق کے نام

آپ یو۔کے جا رہے ہیں۔
اے مجروحِ فیشن زدہ دوشیزگان، رب کریم آپ کی عفت وعصمت کی حفاظت کرے، بڑی مشکل سے لکھ رہا ہوں۔ عالمِ خواب میں شب یا بیداری میں۔ بے خبر ہوں۔
حسنین کریمین کے لاڈلے (رحمۃ اللہ علیہ اجمعین) میرے لیے خصوصی + خصوصی + خصوصی دعا فرمائیے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بطفیل مصطفیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام مجھے آپ کی دعاؤں کے حصار کی عافیت میں جگہ فرمائیے ربیع الاوّل شریف کی آمد آمد ہے۔ مالک کونین مجھے اس ماہ نور پُر سرور کی برکات عالیہ سے فیضیاب فرمائے رکھے۔ آمین بحرمتہ سید المرسلین۔
(کاش آپ کے پاس وقت ہوتا اور آپ اس کے لیے فلیپ لکھتے، میری خوشی کا معاملہ ہے۔)

محمد اکرم رضا

ا۔ ''نعت کے تنقیدی نقوش''/ پروفیسر اکرم رضا، ۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۸۸ص

~~~~~~

5/7/2011

مکرم محترم سیّد صبیح رحمانی صاحب ('مدظلہٗ')

سلام مسنون!

ان دنوں بیماری اور شدید بیماری سے گزر رہا ہوں۔ عاصی کرنالی کی نعت شناسی کے بارے میں لکھنے کا حکم آپ ہی نے صادر فرمایا۔ بیٹھ کر کام نہیں ہوتا اس لئے سطور سیدھی نہیں ہوتیں۔ جناب عزیز احسن کے بارے میں اپنی تحریر جلد ہی بھیج دوں گا۔
آپ سمجھتے ہیں کہ میں جو بھی لکھتا ہوں ہمیشہ آپ کے حکم کی تعمیل میں ہی لکھتا ہوں۔
عاصی کرنالی پر مضمون مع ایک حمد اور ایک نعتِ رسول ارسال ہیں۔ براہِ کرم سب کو جگہ عطا فرما دیجیے گا۔ ناراض نہ ہوں (ویسے آپ سراپا

شفقت ہیں خفگی آپ کو بجتی بھی نہیں ہے) شدید اور پرزور احتجاج۔ میرے علاوہ اکثر و بیشتر احباب حمد و نعت کے حوالے سے باقاعدگی سے چھپتے ہیں۔ کیا مجھی سے ناراضگی ہے کہ کراچی والے مجھے نثر نگار تو سمجھیں لیکن میری شاعری ان کے لئے ماوراالنہر کا اجڑا ہوا علاقہ قرار پائے۔ خدارا اس ضمن میں مجھے شجر ممنوعہ بنا کر نہ رکھیے جس کا پھل چکھنے سے آدمؑ و حواؑ زمین پر اتار دیئے گئے۔ بہر حال اور تو اوروں کے صدقے سے ہوں گے میں تو نورِ اوّلین حضور ﷺ کے صدقے سے زمین پر اس دور میں جی رہا ہوں۔

آپ کو مضمون پڑھنے میں دقّت آئے گی۔ اس مرتبہ درگزر کر لیجیے اور دعا کیجیے کہ خدائے کریم مجھے ہر قسم کی بیماریوں سے صحت عطا فرمائے۔

آپ حسنینؑ کریمین کی اولاد ہو۔ سادات کی نسبت سے ہمیں بے حد عزیز ہو۔ امید ہے موجودہ حالات کے پیش نظر آپ کی دعا کا حقدار قرار پاؤں گا۔

اک وقت خاص حق میں مرے کچھ دعا کرو
تم بھی تو میرؔ صاحب قبلہ فقیر ہو

میر تقی میر بھی تو سیّد ہی تھا۔ یہ علیحدہ بات کہ اسے چاند کی روشنی میں محبوب کا سراپا نظر آتا تھا آپ خوش بخت ہیں کہ آپ کو ماہِ عرب ﷺ کا سراپائے اقدس نظر آتا ہے جبھی تو محبوبِ دو عالم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام آپ کو بار بار اپنے دربارِ اقدس میں بلا رہے ہیں۔

خصوصی: ۱۔ آپ نے ایک صاحب کے حوالے سے عاصی کرنالی کے کلیات اور ایک کتاب کا وعدہ فرمایا (ابھی رات ہی) براہ کرم بھجوا دیجیے۔

۲۔ میرے پاس عزیز احسن کا کوئی نعتیہ مجموعہ نہیں ہے۔ اس کی ترسیل کا اہتمام فرما دیجیے۔

والسّلام مع الاحترام
محمد اکرم رضا

~~~~~~

الیاس، محمد، جسٹس (ر) (لاہور)

۲۳۔ شعبان المعظّم ۱۴۳۱ھ۔ ۵/اگست ۲۰۱۰ء

مکرمی جناب رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

کل فون پر آپ سے اچانک گفتگو ہوئی تو ایک دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوگئی۔

میں آپ کے بارے میں عرصہ سے بہت خوش گوار باتیں سن رہا تھا اور آپ کو بھی ٹی وی پر ذوق و شوق سے سن رہا ہوں مگر آرزو تھی کہ کبھی ملاقات ہو یا فون پر ہی بات چیت ہو۔ اللہ کا شکر کہ کل یہ ارمان پورا ہو گیا۔

آپ یقیناً حمد و نعت کی صفِ اوّل کے سرکردہ رکن ہیں اور آپ پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ لکھنے میں بھی کمال کرتے ہیں تو پڑھتے ہوئے بھی دل موہ لیتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے آپ کو توفیق مزید سے نوازے۔

میں اپنے چار حمدیہ و نعتیہ مجموعے [۱] پیش خدمت کر رہا ہوں۔ باقی وہی کچھ عرض کرنا ہے جو چند روز پہلے جناب تسلیم احمد صابری صاحب [۲] کو ایک خط میں لکھا ہے۔ اسے دہرانے کے بجائے میں اس خط کی نقل آپ کے مطالعے اور ضروری اقدام کے لیے ارسالِ خدمت کر رہا ہوں۔ یہی سمجھیے کہ یہ خط آپ کو لکھا گیا ہے۔

میرے مذکورہ بالا مجموعوں میں کہیں کہیں فارسی کلام بھی ہے۔ میں نے پنجابی میں ایک مجموعہ حمد و نعت تیار کیا جو محکمہ اوقاف پنجاب والوں
~~~~~~

نے طباعت کے لیے مجھ سے حاصل کیا۔ یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جناب اطہر طاہر صاحب اس محکمے کے سیکریٹری تھے۔ وہ تبدیل ہو گئے تو ان کی جانشینان نے کچھ نہ کیا اور میں نے مجبوراً مسودہ واپس لے لیا۔

محترم رحمانی صاحب! میری منظومات اور نثری تحریروں کی طباعت کے سلسلے میں بڑے بڑے تلخ تجربے ہوئے ہیں مگر میں ان کو بیان کر کے آپ کو دکھی کرنا نہیں چاہتا۔

اچھا جناب رحمانی صاحب! اب اجازت چاہتا ہوں اس دعا کے ساتھ کہ ربّ کریم اپنے محبوبِ صادق ﷺ کے طفیل آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے اور آپ حسبِ سابق دین و دنیا کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

بہ احتراماتِ فراواں۔ دعا گو

جسٹس (ر) محمد الیاس

☆ جسٹس (ر) محمد الیاس (۱۹۳۱ء۔۲۰۲۱ء)، شاعر و ادیب، ریٹائرڈ جج، سپریم کورٹ آف پاکستان، سابق چیف جسٹس، لاہور ہائی کورٹ، سابق جج فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان۔ کتب: ''شانِ دو کریم''، ''نا سور نارسائی''، ''دل صد پارہ''، ''قدیر و بشیرؐ''، ''نوائے بے نوا''، ''لاشریک و بے مثالؐ''، ''احمد و احمدؐ''، ''سنگریزں میں گہر''، ''رہرو درماندہ''، ''ظہورِ مصطفےٰؐ''، ''ثنائے کریمین''۔

۱۔ ظہورِ مصطفیٰ، لاہور: المدینہ پبلی کیشنز، ۹۶ص۔

۲۔ صاحبزادہ تسلیم احمد صابری (پ:۱۹۷۲ء)، معروف نقیبِ محفل، اینکر پرسن، QTV سے وابستہ ہیں۔

امان خاں دلؔ (نیویارک)

مورخہ ۵/اگست ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اُمید ہے کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ اللہ کا بڑا کرم ہے کہ میں بھی معہ اہلِ خانہ ساتھ خیریت کے ہوں۔ جولائی 2005ء میں آپ سے میں نے فون پر کینیڈا میں بات کی تھی۔ تھوڑی سی ہچکچاہٹ اور تامل کے بعد بالآخر پہچان ہوگئی تھی اور یادِ ماضی عذاب کے بجائے ثواب ثابت ہوئی تھی۔ بہر کیف پندرہ سولہ برسوں کے درمیانی عرصوں میں بہت ساری تبدیلیاں آ گئی ہیں۔ جس کی تفصیل میں جانا بے محل ہے۔ اب رابطہ کی سبیل پیدا ہوئی ہے تو ان شاء اللہ باتیں بھی ہوں گی اور ملاقاتیں بھی۔

فی الحال 9/جنوری 2005ء میں شائع ہونے والا مجموعہ کلام ''متاعِ سخن'' اور اسی سلسلہ کا ایک مجلّہ ارسالِ خدمت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جناب مناظر عاشق ہرگانوی صاحب کا ایک مضمون [۱] بھی آپ کے رسالہ ''نعت رنگ'' کے لیے اسی لفافے کے اندر مضمون نگار کی خواہش کے پیشِ نظر روانہ کر رہا ہوں اور E-mail بھی کر چکا ہوں جو شاید اس سے قبل ہی آپ کو مل چکا ہوگا۔ اس مضمون سے خاکسار کی مصروفیات کا بھی اندازہ ہوگا۔ اس کی اشاعت کے بعد رسالہ کی ایک کاپی خاکسار کے مندرجہ ذیل پتا پر ارسال فرما دیں تو عین نوازش ہوگی۔

Aman Khan "Dil", 1961 Marion Drive, East Meadow NY 11554, USA

نیویارک جب بھی آنے کی بات ہو تو خاکسار کے علم میں بھی آمد کی تفصیل ہونی چاہیے۔ عن قریب ان شاء اللہ اس نعتیہ مجموعۂ کلام کی

اشاعت ہونے والی ہے۔ دعا کریں اللہ کامیابی سے ہم کنار کرے۔ آمین
ان شاءاللہ پھر بات ہوگی۔

خیر اندیش
امان خاں دلؔ

امان خان دلؔ (پ: ۱۹۴۷ء)، شاعر و ادیب، کتب: ''حرم تا حرم''، ''شہ لولاک ﷺ''، ''شوخیٔ تحریر''، ''متاعِ سخن''۔
ا۔ ''امان خان دلؔ کی نعتیہ شاعری''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۹، ص ۴۴۹۔۴۵۱

امجد حنیف راجہ (آزاد کشمیر)

مئی ۸، ۲۰۱۴ء

مکرمی ومخدومی! سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

اُمیدِ واثق ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نعت میں آپ کا نام ایک معتبر حوالہ ہے۔ آپ کا شمار وطنِ عزیز کے ان گنے چنے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے نعت کی خدمت کو زندگی کا مقصدِ اولیٰ بنایا ہے۔ آپ یقیناً ان چند نفوس میں شامل ہیں جو نعت کی خدمت سے دنیوی اور اخروی سعادتیں سمیٹ رہے ہیں۔ احقر آپ کی نعتیہ کاوشوں سے گاہے گاہے مستفید و مستفیض ہوتا رہتا ہے۔ بفضل تعالیٰ اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی رحمتوں کے طفیل سنِ شعور میں قدم رکھتے ہی نعت پڑھنے، سننے اور کہنے سے شغف رہا ہے۔ خدائے لم یزل کا احسانِ عظیم ہے کہ پی ایچ۔ ڈی اردو کی سطح پر میرے مقالے کا خاکہ بعنوان ''اردو نعت شناسی کی روایت (قیامِ پاکستان تا ۲۰۱۳ء) کی حتمی منظوری ہو چکی ہے۔ اس ضمن میں مجھے شدت سے آپ کی مدد درکار ہے۔ آپ کے شہرت یافتہ ادارے ''نعت رنگ'' میں کئی ایسی کتابیں، پرچے وغیرہ یقیناً ہوں گے جو میرے مقالے کی تکمیل میں مدثابت ہوں گے۔ بذریعہ مکتب ہذا گزارشِ خدمت ہے کہ اس مشکل مگر باسعادت مشن میں میری مدد فرمائیں۔ میں آگاہ ہوں کہ اس سے قبل بھی آپ متعدد ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی اسکالرز کا بھرپور ساتھ دیتے رہے ہیں۔ آپ سے نہایت مثبت اور حوصلہ افزا جواب کی توقع ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور گام گام ترقی اور کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔ آمین۔

والسّلام۔ آپ کا مخلص
امجد حنیف راجہ

☆امجد حنیف راجہ (پ: ۱۹۸۲ء) لیکچرر، اردو، کشمیر ماڈل کالج، میرپور، آزاد کشمیر، کتب: ''نہاں خانۂ دل کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' (ایم۔ فل کا مقالہ)

امیر الاسلام صدیقی (کراچی)

۱۰/مارچ ۲۰۰۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

اُمید ہے آپ کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ غالباً مارچ 2001 بذریعہ محترم شفقت رضوی صاحب آپ کا تعارف ہوا اور اسی سال دو نعتیں اور میرا خط آپ نے شائع کیا۔ شکر گزار ہوں۔ آپ نے جس مبارک کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اس کے عوض اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا میں سرخ

رُو کریں گے اور ان شاء اللہ یہ کارِ خیر آخرت میں بخشش کا ذریعہ بنے گا۔ آمین

میں 2001ء سے صاحب فراش ہوں متعدد امراض کا شکار ہوں۔ اب حال یہ ہے کہ ٹانگیں جسم کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتیں۔ میرے لیے دعائے خیر کریں۔ شفقت صاحب بغرضِ علاج امریکہ سے آئے بھی اور غالباً واپس چلے گئے ہوں گے۔ ان سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ ملاقات نہیں ہوسکی۔ پلنگ پر لیٹے لیٹے رسول اکرم ﷺ کی مدح سرائی کرتا رہتا ہوں۔ تازہ نعت ''نام خیر الامم'' بھیج رہا ہوں۔ آپ سے گزارش ہے کہ مجھے ٹیلی فون پر اطلاع دے دیا کریں کہ نیا شمارہ بازار میں کب آ رہا ہے۔ بحالتِ موجودہ میرے لیے بازار جانا ناممکن ہے۔ کسی نہ کسی کی خوشامد کرنا پڑتی ہے۔ اگر بذریعہ V.P گھر پر بھیج دیا کریں تو مہربانی ہوگی۔

شمارہ نمبر 13 میں شارق صاحب نے فنی اسقام[۱] کا ذکر کیا ہے، غضب ہی کر دیا ہے۔ اس کا تفصیلی جواب اللہ نے چاہا تو جلد لکھوں گا۔ فی الحال اُن سے اور اُن جیسے اصحاب سے گزارش یہ ہے کہ زبان پہلے وجود میں آئی قواعد بعد میں۔ زبان کو قواعد پر سبقت حاصل ہے۔ اساتذۂ قدیم کے اشعار صحت زبان کے سلسلے میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں نے (خاکم بدہن) قرآن حکیم میں قواعد کی غلطیاں نکالی ہیں۔ شارق صاحب کی تنقید کی روشنی میں تمام قدیم و جدید شعرا کا سارا کلام ''دفتر بے معنیٰ'' قرار پائے گا۔ اس زمرہ میں مرزا یاس یگانہ یاسؔ اور نیازؔ فتح پوری بھی شامل ہیں۔ اس قسم کے تنقید نگار بزرگوں اور جید علما پر کیچڑ اُچھال کر اپنا قد اونچا کرنا چاہتے ہیں۔

خیر اندیش

امیر الاسلام صدیقی

☆ پروفیسر امیر الاسلام صدیقی، شاعر ادیب، نعت نگار۔

۱۔ ''نعت کے اشعار میں فنی اسقام''، ش۱۳، ص۱۶۲۔۱۶۸

محترم صبیح رحمانی صاحب سلام مسنون!

محترم شفقت رضوی صاحب کے فون سے مجھے معلوم ہوا کہ میری ایک نعت آپ کے مجلّہ ''نعت رنگ'' کے گیارھویں شمارے میں چھپی ہے۔ میں نے یہ شمارہ خریدا، پڑھا۔ اس میں فن نعت گوئی پر شفقت رضوی صاحب، ظہیر غازی پوری صاحب اور پروفیسر اکرم رضا صاحب کے مضامین بطورِ خاص نظر نواز ہوئے۔ نعت گو حضرات کے لیے یہ مضامین بہت مفید اور سبق آموز ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ''بعد از خدا بزرگ توئی'' کے زمرے میں آتی ہے اسی لیے کہا گیا:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

ظہیر صاحب نے اپنے مضمون میں رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کے پہلو پر بحث کرتے ہوئے مولانا حالی کی ''مسدس'' کا ایک شعر صفحہ نمبر 136 پر درج کیا ہے اور یہ تاثر دیا ہے کہ مولانا حالی (خدانخواستہ) حضور ﷺ کا موازنہ عام انسان سے کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا حالی نے بند نمبر 33 سے 38 تک تعلیم توحید کے سلسلے میں حضور سرورِ کائنات ﷺ کے ارشادات کو نظم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کارِ خداوندی میں نہ رسول مداخلت کر سکتے ہیں اور نہ کوئی عام انسان۔ چناں چہ اس مقام پر دونوں برابر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ رسول، اللہ کی اجازت سے گناہ گاروں کے شفیع ہوں گے۔ ظہیر صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ مسدس کے ان اشعار کو غور سے پڑھ لیتے۔

پروفیسر اکرم رضا صاحب کا 79 صفحات پر پھیلا ہوا مضمون انتہائی پُر مغز اور چشم کشا ہے۔ اس مضمون کے غائر مطالعہ کے بعد جہاں طبیعت

خوش ہوئی، وہیں منتخب اشعار میں بے شمار اسقام اور اغلاط دیکھ کر طبیعت منغض ہوگئی۔ اب یہ نامعلوم صاحب قلم کا سہو ہے یا کاتب کے قلم کا۔

مصنّف سے تو اس کا امکان کم ہے
یقیناً یہ کاتب کا سہوِ قلم ہے

کہیں مصرعے وزن سے خارج، بحر سے خارج، کہیں کچھ الفاظ چھوٹ گئے ہیں اور کہیں الفاظ کی صحت کا خیال کیے بغیر اٹکل پچو غلط الفاظ لکھ دیے ہیں۔ جس کی وجہ غالباً موزونیٔ طبع، ذوقِ شعری اور فنِ عروض سے ناواقفیت ہے۔ آج کل کی کتابوں میں یہ بات زیادہ دیکھنے میں آتی ہے۔ کاش چھپنے سے قبل کسی موزوں طبع سے کم از کم اشعار کی درستی کروالی جائے۔ خاص طور سے نعتیہ اشعار کی۔ صفحہ نمبر 22 پر اقبال کی مدحیہ اشعار کے الفاظ آگے پیچھے ہوگئے ہیں۔ مصرع اس طرح ہے:

وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

پہلا شعر ''وہ دانائے سبل'' سے شروع ہوتا ہے اور دوسرا شعر ''نگاہِ عشق و مستی'' سے شروع ہوتا ہے۔ ان اشعار کی ترتیب اُلٹ دی ہے۔ یہ اشعار بالِ جبریل میں ہیں۔ صفحہ نمبر 24 پر قرآن حکیم کی ایک آیت ''یاایھاالذین... و انتم لاتشعرون'' کا ترجمہ نامکمّل ہے۔ خاص طور سے یہ حصہ کہ ''کہیں ایسا نہ ہو کہ تمھارے اعمال ضائع ہوجائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو'' چھوڑ دیا ہے۔ یہی حصہ تو اہم ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کے سامنے اونچی آواز سے بولنے والوں سے سخت اظہارِ ناراضی کیا ہے۔

صفحہ نمبر 26 پر ایک اور آیت کا حوالہ ہے جس کا ترجمہ ہے ''اے ایمان والو! تم 'راعنا' نہ کہو اور 'اُنظرنا' کہو اور بغور سنو کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف ''راعنا'' کے دو متضاد معانی لکھتے ہیں۔ ایک (ہماری طرف توجہ فرمایئے) اور دوسرے (شریر) فرماتے ہیں عبرانی زبان میں ''راعنا'' کے معنی شریر کے ہیں۔ عبرانی زبان کی لغت دستیاب نہیں۔

عربی میں ''راعنا'' کے معنی ہیں (ہمارے ساتھ رعایت کیجیے)۔ ''راع'' کے معنی 'رعایت' اور ''نا'' کے معنی (ہمارے ساتھ)۔ یہود تضحیک کا پہلو پیدا کرنے کے لیے ''راعینا'' کہہ کر ادا کرتے تھے گویا وہ یہ کہتے تھے کہ ''اے ہمارے چرواہے'' اور اس کی غرض رسولِ اکرم ﷺ کی توہین تھی، چناں چہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ''راعنا'' کی جگہ ''اُنظرنا'' کہیں اور یہ پابندی مسلمانوں پر بھی عائد کردی گئی۔

منتخب اشعار میں اتنی اغلاط ہیں کہ ان کی نشاندہی اس خط میں ممکن نہیں لہٰذا میں ان اغلاط کی تصحیح شدہ فہرست کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں۔ گزارش ہے کہ اس تصحیح کے ساتھ اشعار کو پڑھیے اور دیکھیے کہ وہ اب بحر اور اوزان میں ہیں یا نہیں۔ ایک بڑی غلطی صفحہ نمبر 51 پر سیّد محمد مرتضیٰ یزدانی میرٹھی کے اشعار کے تیسرے مصرعے میں ہے۔ مصرع یوں لکھا ہے:

سلاطیں کا شرف ہے اُس کے آگے طرفو کہنا

''طرفو'' کوئی لفظ نہیں۔ اصل لفظ ہے ''طرقوا''، ''ط'' پر زبر، ''ر'' پر زبر اور تشدید، ق پر پیش اور ''الف'' غیر ملفوظ ہے یعنی وہ بولی نہیں جائے گی۔ عرب کے قاعدے کے مطابق نقیب، سلاطین کے آگے ''طرقوا''، ''طرّقوا'' کہتے ہیں یعنی ''ایک طرف ہوجاؤ'' یہ اصل میں سلاطین کے استقبال کا اہتمام تھا۔ شعر کا مفہوم یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا نقیب بننا سلاطین کا شرف ہے۔

آخر میں یہ کہنا ہے کہ نعت میں اس قسم کا خیال پیش کرنا جس سے روضۂ رسول ﷺ کے مقابلے میں کعبے کا احترام مجروح ہو یا سرزمین مدینہ کے مقابلے میں ''مکہ'' کا احترام کم ہوجائے مناسب نہیں ہے۔ اس سلسلے میں دو جگہ کے اشعار ضرور دیکھیے۔ صفحہ نمبر 79 پر منظور حسین منظور کا شعر:

یہ ارض مقدس ہے زیارت گہہ عالم
کعبہ سے کشش اس کی ہر اک دل میں سوا ہے

صفحہ نمبر ۳۵۸ پر آپ کی نعت کا چھٹا شعر ہے:

سوا ارضِ حرم سے خاکِ طیبہ کا شرف
جس کو آقا نے بسایا ارضِ بطحا چھوڑ کر

اس سلسلے میں ایک حدیث کا حوالہ دیتا ہوں جو مستند ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ پر اشرارِ مکہ نے ظلم وستم کیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا تو آپ ہجرت کے لیے آمادہ ہوگئے اور ''مکہ'' چھوڑنے سے پہلے آپ نے ''مکہ'' کی جانب منہ کر کہا: اے مکہ! اللہ کی قسم تو روئے زمین پر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر تیرے باشندوں نے مجھے نہ نکالا ہوتا تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔ پھر آپ نے جبل ثور کا رُخ فرمایا۔

خیر اندیش

(پروفیسر) امیر الاسلام صدیقی

~~~~~~

امین راحت چغتائی (راولپنڈی)

۲۵/فروری ۱۹۹۷ء

عزیزِ مکرم صبیح رحمانی، سلامِ شوق!

آپ مجھ سے بجا طور پر بدگماں ہوں گے۔ ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ گزشتہ سال نومبر کے مہینے میں مل گیا تھا۔ مگر ان دنوں گھر کی مرمت اور رنگ وروغن کی دیکھ بھال میں الجھا ہوا تھا، آپ کو ابھی اس بات کا تجربہ نہیں ہوا کہ جب شوہر ملازمت سے ریٹائر ہو جاتے ہیں تو بیویاں انھیں انتقاماً گھر کے کاموں میں جھونک دیتی ہیں۔ چنانچہ میں بھی ان مقامات آہ وفغاں سے گزرا۔ اس کے بعد قدرت نے میری بیوی سے انتقام لیا۔ یعنی میں بیمار پڑ گیا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ میری تحریر کو غور سے دیکھیں، ہاتھ کی گرفت کچھ کمزور سی نظر آئے گی۔ بہر حال ''ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور''۔ لیکن اس بپتا کے باوجود بصد ادب معذرت خواہ ہوں۔

میں نے ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ بھی پڑھا اور پورے انہاک سے پڑھا۔ اس کے بیش تر مضامین میرے علم میں اضافے کا باعث بنے۔ لہٰذا میں آپ کا نیز رشید وارثی، عاصی کرنالی، عزیز احسن، ڈاکٹر عصمت جاوید، پروفیسر محمد اقبال جاوید اور ابوالخیر کشفی صاحبان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ انھوں نے اپنے اپنے مضمون میں بڑی کاوش کی اور نعتیہ ادب کے کتنے ہی نئے پہلو اُبھر کر سامنے آگئے۔ میں نہیں کہتا کہ تاریخِ ادب میں آپ کا نام لکھا جائے گا کہ یہ ایک رسمی سا جملہ ہے لیکن حضور ختمی مرتبت ﷺ کی محبّت میں آپ جس طرح سرشار نظر آتے ہیں اس کے باعث ربّ العزت کے دربار میں آپ کے درجات یقیناً بلند ہوں گے۔

نعتیہ ادب کو تنقیدی عمل سے گزارنا، ایک نیا اور جرأت مند تجربہ ہے اور اس کے لیے رشید وارثی اور عاصی کرنالی صاحبان کے ہاتھ چوم لینے کو جی چاہتا ہے اور آپ کی پیشانی پر بھی شفقت کا بوسہ ثبت کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ وارثی صاحب اور عاصی کرنالی صاحب سے مستقل رابطہ رکھیے۔ یہ بڑے کام کی ''چیز'' ہیں۔
~~~~~~

اور پروفیسر حفیظ تائبؔ تو میرے قلب ونظر ہیں، اللہ اُن کی عمر دراز کرے، انھوں نے نے نعت کو انکسار ومحبّت کا نیا رنگ دیا ہے۔نعت کی حدود کو جس قدر وہ سمجھتے ہیں اور دورِ جدید میں وہ فہم ہمارے حصے میں کم کم آیا ہے۔ ’’نعت رنگ‘‘ کھولتے ہی میری نظروں نے سب سے پہلے اُن کی حمد کو چوما اور پھر ورق گردانی کی۔اعظم چشتی پر اُن کا مضمون بے حد معلومات افزا ہے۔نعتیہ ادب سے دلچسپی رکھنے والوں میں اسے بڑے شوق سے پڑھا گیا ہوگا۔تائب صاحب نے درست لکھا ہے کہ اہلِ ادب نے اعظم چشتی مرحوم کی نعت نگاری کی طرف کم کم دھیان دیا ہے۔

میں آپ کے لیے ضرور لکھوں گا، لیکن کب! یہ نہ پوچھیے، بس چپکے سے کسی روز مضمون بھیج دوں گا۔

اللہ عزوجل آپ کے درجات اور بلند فرمائے۔اُمید کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔

رشید وارثی اور عزیز احسن صاحبان تک ہمارا سلام پہنچایئے۔

نیاز آگیں

امین راحت چغتائی

☆ امین راحت چغتائی (۱۵/اکتوبر۱۹۳۰ء۔۲۲/مارچ۲۰۲۱ء)، ممتاز شاعر، ادیب، نعت خواں اور نقاد، کتب: ’’محرابِ توحید‘‘ (حکومت پاکستان کی طرف سے اوّل انعام یافتہ نعتیہ مجموعہ۔۲۰۰۷ء)، شعری مجموعے: ’’بھید بھنور‘‘ (۱۹۸۶ء)، ’’بامِ اندیشہ‘‘ (۲۰۰۸ء)، ’’ذرا بارش کو تھمنے دو‘‘ (۲۰۱۱ء)، ’’دشتِ شب‘‘ (۲۰۱۳ء)، بارش، تتلی، جگنو (ہائیکو، سین ریو)، تنقیدی و تحقیقی کتب: ’’دلائل‘‘ (۱۹۹۳ء) اور ’’ردِّ عمل‘‘ (۲۰۰۶ء)، تفسیری مضامین کا مجموعہ: ’’قرآن اور نظامِ کائنات‘‘ (۲۰۰۰ء) اور تحقیقی کتاب ’’مغل مکتبِ مصوری، سولھویں صدی عیسوی‘‘ (۲۰۰۲ء)، وادی کشمیر (۶۹ سال پہلے کی ایک سیاحت) ۲۰۱۶ء۔

~~~~~~

’’نعت رنگ‘‘ کے نویں اور دسویں شمارے ملے، سر آنکھوں سے لگائے اور آپ کے درجات کی مزید بلندی کے لیے دعا کی۔آپ کے حسن ذوق کی داد الگ۔ بلاشبہ نعتیہ ادب میں معیاری تنقید کی ضرورت کو آپ نے پورا کردیا ہے اور یہ بہت بڑا کام ہے۔ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی تو میرے دل کی دھڑکن ہیں۔ہم کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہوں، ہماری قربت میں کبھی فاصلے پیدا نہیں ہوتے۔ان کا مضمون ’’غزل میں نعت کی جلوہ گری‘‘ [۱] سب سے پہلے پڑھا۔بہت فکر انگیز مضمون ہے اور میں تو ان کے پہلے ہی جملے ’’جب بھی شاعر محدود سے لامحدود کی طرف سفر کرتا ہے تو وہ حمد ونعت کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔‘‘ پر جھوم جھوم گیا۔فیضؔ کی مثال سے ازخود دلیل بھی فراہم ہوگئی۔کشفی صاحب میری متاعِ عزیز ہیں۔مگر میں ان کی زیادہ تعریف نہیں کروں گا کہ:

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست وبازو کو

آپ کے ہاں ایک اور صاحب ہیں رشید وارثی۔انھوں نے بھی اس اکہتّر سالہ بوڑھے کو مار رکھا ہے۔ان کا مضمون میں لپک کر پڑھتا ہوں اور اپنے مالک کے حضور اس کے اس بے پایاں لطف وکرم پر سجدہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسے عہد میں زندہ رکھا ہے، جس میں رشید وارثی مضمون لکھ رہا ہے۔وہ ہمارے نعتیہ ادب کے نہایت متوازن فکر اور گہری بصیرت رکھنے والے ناقد ہیں۔ان کا مضمون ’’اردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں‘‘ [۲] بار بار پڑھنا چاہیے۔اللہ انھیں قائم ودائم رکھے۔

ایک جملہ خطوط کے بارے میں، براہ کرم ’’نعت رنگ‘‘ کو متنازع فیہ مسالک کی آماجگاہ نہ بنائیں اور یوں بھی نعت پر کسی ایک مسلک کی اجارہ داری نہیں ہے۔

امین راحت چغتائی

۱۔ش۹،ص۱۳۔۴۷ ۲۔ش۱۰،ص۱۰۔۳۷

~~~~~~

۲/دسمبر ۲۰۰۱ء

مکرمی رحمانی صاحب، سلام شوق

آپ کا خط اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں ملا تھا۔ اُن دنوں میں گھر کی مرمتوں اور رنگ و روغن کروانے کی انتہائی بیہودہ مصروفیات میں الجھا ہوا تھا۔ میری لائبریری کا کمرہ بھی متاثر تھا۔ گھر میں لکھنے پڑھنے کی فضا قطعی مفقود تھی۔ ایسے میں کشفی صاحب پر کیا لکھتا۔ بارے اب سکوں میسر آیا تو قلم اُٹھایا۔ اسے حسبِ توفیق جہاں جی چاہے، چھاپ لیجئے۔

''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارے کے لئے چند نعتیں بھی بھجواؤں گا۔ بشرطیکہ یہ خط آپ تک پہنچ جائے۔ کراچی کے ڈاکیے جانے کیوں میرا خط دیکھتے ہی کبیدہ خاطر ہوجاتے ہیں اور مکتوب، مکتوب الیہ تک نہیں پہنچاتے۔

آپ کی مصروفیات کا علم ہوتا رہتا ہے۔ ماشاءاللہ بڑے سلیقے سے پرچہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمارے انتقادی ادب میں، بلاشبہ، یہ ایک نئی چیز ہے۔ میری طرف سے ہزاروں دعائیں۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ خدانخواستہ میرا خط آپ تک پہنچ جائے تو ڈاکیے کو آداب کہیے گا۔

نیاز آگیں

امین راحت چغتائی

~~~~~~

۱۶/جنوری ۲۰۰۲ء

عزیزِ مکرم صبیح رحمانی! سلام مسنون۔

پہلے خط ملا پھر گزشتہ روز ''نعت رنگ'' کے بارھویں شمارے کے ساتھ، سفیرِ نعت، [۱] قصرِ بلند [۲]، جادۂ رحمت کا سفر [۳]، سبدِ گل [۴] اور حضوری [۵] پر مشتمل علم و حکمت اور خلوص و محبّت کا اَن مول خزانہ بھی ملا۔ جزاک اللہ۔

ان سب کتابوں کا جائزہ لیتے ہوئے محسوس ہوا کہ کراچی، حضور ختمی مرتبت کی محبّت میں ہمارے سب شہروں پر سبقت لے گیا ہے۔ کتنی بڑی سعادت آپ لوگوں کے حصے میں آئی ہے۔

اگر ممکن ہو تو میرے مضمون کی ایک نقل کشفی صاحب کو بھی بھجوادیں۔

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ اگلے شمارے کے لیے ان شاءاللہ کچھ نعتیں بھجواؤں گا۔ بروقت انتباہ!

نیاز آگیں

امین راحت چغتائی

۱۔ کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' کراچی، مرتب: آفتاب کریمی
۲۔ قصرِ بلند یعنی مطالعۂ قرآن، ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص
۳۔ مرتب: ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۳۶ص
۴۔ سبدِ گل (تذکرہ شعراء) / ایچ۔ ایچ۔ امام اکبر آبادی، اگست ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص
۵۔ مرتب: خواجہ طٰہٰ عدیل، تفصیلات ندارد، ۱۰۸ص

~~~~~~

امین ساجد سعیدی، محمد (حاصل پور)

وقارِ علم وادب فضیلت مآب مکرم ومحترم جناب صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عریضہ حال بعداز سلام آپ کی خیریت مطلوب ہے۔

نہایت ادب واحترام سے عرض گزار ہوں کہ ناچیز نے ''ﷺ'' [۱] ترتیب دی اور جب انتخاب کررہا تھا تو آپ کی کتاب کراچی سے میرے دوست کے توسل سے مل گئی اس سے آپ کی نعت: ''جلوہ گر مشعلِ سرمدی ہوگئی'' صفحہ ۹۵ شامل کر لی۔

حسن اتفاق سے مطلع کا مصرع ثانی میرے مصرع سے مل گیا میں نے خیر تھوڑی سی تبدیلی بھی کر لی۔ اب آپ تک کتاب پہنچانے کے لیے بے تاب رہا خوش قسمتی مجھے لاہور سے ''نعت رنگ'' ملا میں نے خیال کیا اب ایڈریس بھی مل گیا ہے، رحمانی صاحب تک رسائی ہو جائے گی، میں نے پورا ''نعت رنگ'' نہ پڑھا تھا کہ میرے کسی مہربان نے پڑھنے کے لیے ایک دو دن کے لیے لیا، آج تک نہ ملا۔

اللہ تعالیٰ کو اس وقت منظور تھا، بہاول پور سے نعت کے سلسلہ میں میرے پاس محترم جناب محمد حیات چغتائی صاحب حاصل پور تشریف لائے تو آپ کا ذکر خیر ہوا۔ ایڈریس حاصل کیا اور کتاب پہنچانے کی سعادت پائی اور نعتیں ان کے کہنے پر ارسال کر رہا ہوں۔

کتاب مل جائے تو ضرور اطلاع فرمانا بہت بہت شکریہ، کوئی تحریر میں لغزش یا غلطی ہوگئی ہو تو پیشگی معافی چاہتا ہوں۔

خداحافظ۔ والسّلام

محمد امین ساجد سعیدی

☆ محمد امین ساجد سعیدی، نعت گو شاعر، کتب: ''تاجدارِ عرب وعجم ﷺ''، ''صلی اللہ علیہ وسلم''، ''ظلم کے دن اب تھوڑے ہیں''، ''مدینہ یاد آتا ہے''، ''شاہ است حسین''، ''تجلّیِ حسن ازل''، ''مرحبا کاظمی''، ''اے سید لولاک''، ''مدحتِ شاہِ کونین''، اعزازات: صوبائی سیرت ایوارڈ یافتہ، صدارتی ایوارڈ یافتہ ودیگر

۱۔ ۲۰۰۲ء، لاہور: کتاب سرائے، باراول، ۱۲۸ص

~~~~~~

عریضہ احوال آپ کی خیریت مطلوب چاہتا ہوں۔ آپ کے عظیم الشان مشن اور فکر کو زبردست خراجِ تحسین کرتے ہوئے اس کی کامیابی وکامرانی کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دُعا گو ہوں اور یہ سب آقا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پاک نگاہِ کرم کا سلسلہ ہے جس کے لیے آپ چنے گئے ہیں۔

ثانی الذکر عرض یہ ہے کہ ناچیز نے صنعت مستزاد میں کچھ نعوت لکھی ہیں جو رسالت پناہ ﷺ میں نامکمّل سی کوشش ہے۔ اس کے پیچھے ناچیز کی سوچ اور فکر یہ تھی کہ آج کل کالم، رسائل اور علما کے خطاب میں بھرپور زور دیا جاتا ہے کہ نعت گانے کی طرز پہ نہ کہی جائے اور پڑھی جائے۔ کہتے اور لکھتے اور سنتے، وہ تو اپنا حق ادا کر دیتے ہیں لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کیونکہ نئی طرز پر محنت کرنی پڑتی ہے اور گانے پر آسانی سے کام چل جاتا ہے۔ ناچیز نے مستزاد کا سہارا لے کر اس روایت اور روش کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ نہ ایسا مستزاد میں لکھا ہوا گانا ملے گا اور نہ گانے پر نعت ڈھالی جائے گی اگر مستزاد میں گانا مل ہی جائے تو شاذ و نادر ہی ایسا ہوگا۔ اس مستزاد کے حوالے سے ہمارے ثناخوان بھائیوں کو تھوڑی سی از خود محنت کی
~~~~~~

ضرورت سے اچھا کام ہوجائے گا اور انگشتِ تنقید سے بچ سکیں گے۔

مثال کے طور پر جیسے نصرت فتح علی خان مرحوم نے حضرت پیر نصیر الدین نصیرؒ کے لکھے مستزاد کلام کو بڑے منفرد اور مشکل پیرائے سے آسان کر کے پیش کیا:

گولڑے کی زمیں کتنی مسعود ہے، خطۂ جود ہے
پیر مہر علی اس میں موجود ہے، خطۂ جود ہے

اس طرح آقا پاک ﷺ کی بارگاہ میں اسلوب بھی نکھر کر رحمت و کرم کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے۔

محترم قبلہ رحمانی صاحب ناچیز شاید بات کو واضح نہیں کر پایا یا بات واضح ہوگئی ہے۔ میرے لکھنے والے بھائی یقیناً اس طرز و قرینے سے لکھنے لگے تو بات بن جائے گی۔ میری کتاب ''اے سیّد لولاک'' پر مہربانی فرما کر چند لائنیں لکھ کر عطا فرمائیں گے۔ تو بہت نوازش ہوگی۔

~~~~~~

انجم نیازی۔ (راولپنڈی)

۱۲/ اکتوبر ۲۰۱۴ء

آپ کے حکم کے مطابق اپنی کچھ مطبوعات جن کی کچھ جلدیں موجود تھیں ارسال کر رہا ہوں۔ فہرست حسب ذیل ہے: ۱۔ حیات انسؓ ۲۔ ترے جیسا کوئی سورج نہیں ہے (قصیدہ) ۳۔ مناجات ۴۔ حرا کے مکیں ۵۔ حرا کے آفتاب ۶۔ حرا کی خوشبو ۷۔ سیدنا صدیق اکبر (پہلا صحابی) ۸۔ مرادِ مصطفیٰ ۹۔ ذوالنورینؓ ۱۰۔ سیدنا علیؓ ۱۱۔ سیدنا امیر معاویہؓ ۱۲۔ سیدنا ابوموسیٰ عشریؓ ۱۳۔ اولیاء ۱۴۔ آخری لمحہ (غزلوں کا مجموعہ) ۱۵۔ ایک تنہا آدمی (خودنوشت سوانح عمری) ۱۶۔ روشن ہیں سب ستارے رسالتمآب کے ﷺ ۱۷۔ کرنیں ایک ہی مشعل کی۔

مندرجہ ذیل کتب مکتبہ الفقر ۲۲۳ سنت بورہ فیصل آباد سے بھی دست یاب ہیں: ۱۔ حسنین کریمینؓ ۲۔ سیدنا حمزہؓ ۳۔ سیّدنا ذوالنورینؓ ۴۔ سیّدنا علی المرتضیٰؓ ۵۔ سیّدنا امیر معاویہؓ ۶۔ مرادِ مصطفیٰ ﷺ (سیدنا عمر فاروق) ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں دارالامین لاہور ۰۳۰۷۔۵۶۸۷۸۰۰ سے مل سکیں گی۔ ۱۔ میری امی جان حفصہؓ ۲۔ خدیجۃ الکبریٰؓ ۳۔ سیدنا عمرو بن العاص (زیرِطبع)

مندرجہ ذیل کتب کے مسودّہ جات طباعت کے لیے تیار ہیں: ۱۔ سیّدنا ابوعبیدؓ بن جراح ۲۔ سیّدنا سعد بنؓ ابی وقاص ۳۔ سیّدنا طلحہؓ ۴۔ سیّدنا عبدالرحمٰنؓ بن عوف ۵۔ سیدنا زبیرؓ بن العوام ۶۔ بناتِ رسول ﷺ ۷۔ ام المومنین سیدہ امِ ؟ ۸۔ ام المومنین سیدہ زینبؓ بنت جحش ۹۔ سیّدہ اُم المونین زینبؓ بنت خزیمہ ۱۰۔ صدیقہ کائنات (سیدہ عائشہ صدیقہؓ) میں عمر کے آخری حصہ میں ۷۲ سال کر اس کر چکا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے صحابہؓ و صحابیات پر کم از کم پچاس کتابیں لکھ جاؤں اللہ تعالیٰ مہلت اور توفیق عطا فرمائے۔

میں کتابوں کی رائیلٹی نہیں لیتا۔ ہر کسی کو چھاپنے کی اجازت دے دیتا ہوں۔ کبھی اس طرف تشریف آوری ہو تو زیارت کا شرف ضرور عطا کرنا۔

انجم نیازی

انجم نیازی، شاعر، ادیب، انشائیہ نگار، حمدیہ و نعتیہ کتب: ''حمد و مناجات''، ''کوئی سورج تیرے جیسا نہیں'' (نعتیہ قصیدہ)، ''حرا کے مکیں''، ''حرا کے آفتاب''، ''حیات النبی کی خوشبوئیں''، و دیگر۔

~~~~~~

انور سدید، ڈاکٹر (لاہور)

۱۴جون ۱۹۹۶ء

محبّی صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون

نادم ہوں کہ میں ''نعت رنگ'' کے لئے اپنی پرخلوص خواہش کے باوجود مضمون پیش نہیں کرسکا۔اوّل بڑھاپا غالب ہے۔دوم،صحافت کی مصروفیت دماغ چاٹ جاتی ہے۔درخواست ہے کہ فی الحال میری معذرت قبول فرمائیں۔

حسب ارشاد دو نعتیں ارسال خدمت ہیں۔اسے مدحت نہیں جسارت تصور کیجئے۔آپ خیر و برکت کا کام کررہے ہیں،آپ بھی لائق تحسین ہیں اور آپ کا کام بھی داد کے قابل ہے۔اللہ تعالیٰ توفیقِ مزید دے۔

رسید عنایت کیجئے گا۔

مخلص

انور سدید

☆ ڈاکٹر انور سدید (۴ دسمبر ۱۹۲۸ء۔۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء)،شاعر،ادیب،نقاد،محقق،مترجم،صحافی،کالم نویس،کتب:''اردو ادب کی تحریکیں''،''دلّی دور نہیں''،''محترم چہرے''، ''اقبال کے کلاسیکی نقوش''،''اردو حج نامے کی روایت''،''اردو ادب میں سفر نامہ''،''پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ''،''سعید صورتیں'' و دیگر،اعزازات:تمغۂ حسن کارکردگی (حکومت پاکستان)۔

~~~~~~

۲۷۔فروری۔۱۹۹۸ء

محبّی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

''نعت رنگ'' کتاب نمبر ۵ کی صورت میں نظر نواز ہوا،اسے دیکھتے ہی آپ کے لیے دل سے دعا نکلی کہ خدا نے آپ کو کتنے بڑے کام کی توفیق دی ہے۔اس پرچے نے دہر کے اندھیروں میں اجالا کر دیا ہے۔اوّلاً نعت کے چراغوں سے اور ثانیاً اس موضوع کے متنوع زاویوں کے تعارف اور حسنِ تنقید سے۔ماشاءاللہ۔

ڈاکٹر ہلال نقوی صاحب نے ''اردو مرثیے میں نعتیہ شاعری کے امتیازات'' میں ایک نئے موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔آپ اسے مرثیہ نگاروں کی نعتیہ شاعری کا عنوان کا دے سکتے ہیں،آپ کی یہ اطلاع کہ وہ اس موضوع پر کتاب مرتب کر چکے ہیں،بے حد خوش آئند ہے۔ان کا رسالہ ''رثائی ادب'' مرثیے کی ادبی خدمت میں اسی طرح پیش پیش ہے جس طرح ''نعت رنگ'' نعت میں۔

آپ کو سن کر خوشی ہوگی کہ روزنامہ خبریں کے مدیر ضیا شاہد صاحب نے لاہور سے ایک ماہنامہ ''نعت رسول'' جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ریحان منیر زبیری اس کے مدیر مقرّر ہوئے ہیں۔اس سے قبل راجا رشید محمود رسالہ ''نعت'' باقاعدگی سے نکال رہے ہیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ماہنامہ ''نعت رسول'' سے آپ خود بھی تعاون فرمائیں اور اہل کراچی کی معاونت بھی فراہم کیجئے۔

آپ کا پیغام مل گیا ہے۔توفیق الٰہی کا منتظر ہوں اور آپ کی دعاؤں کا مستحق ہوں۔

مخلص

انور سدید

~~~~~~

انور مینائی، ڈاکٹر (کولار۔انڈیا)

’’نعت رنگ‘‘ [شمارہ ۴] ملا مشمولات کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نعت کی سمت کوئی وسعتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے یہ مبارک سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا طویل مقالہ ’’نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم‘‘ شمارے کی جان ہے، جو مقالہ نگار کے تبحر علمی اور ژرف نگاہی کا جواز ہے۔ موصوف نے ’’لفظ‘‘ کی تخلیقی اہمیت و غایت سے متعلّق حوالوں کے ساتھ گفتگو کی ہے۔ شعر کی صوری و معنوی، جمالیاتی و تاثراتی سطح پر بھی بحث کی گئی ہے... تلازمۂ خیال یعنی Association of Thought کے ضمن میں عرض ہے کہ ضیغم، سرخ لیلیٰ کی انگلیاں، مجنوں کی پسلیاں وغیرہ کو علامتوں، استعاروں اور پیکروں سے منسوب کیا جا سکتا تھا نہ کہ تلازمۂ خیال سے۔

’’اب روزہ مرّہ گفتگو میں ’’تو‘‘ نے ’’تم‘‘ اور آپ کے لیے جگہ خالی کر دی ہے۔‘‘ یہ جملہ اس لیے کھٹکتا ہے کہ زمانہ لاکھ بدل جائے کوئی اپنے سے بڑوں کو ’’تو‘‘ سے خطاب نہیں کرے گا، البتہ ہندوستانی ہندی ٹی وی سیریلس میں ’’تو‘‘ اور ’’تم‘‘ کا فرق مٹ گیا ہے۔ پاکستانی ٹی وی سیریلس کے متعلّق راقم التحریر لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔

’’کہا جاتا ہے کہ کوئی دو لفظ ہم معنی نہیں ہوتے۔‘‘ مقالہ نگار نے یہ کیوں فرض کر لیا کہ کہی سنی بات پُر اعتماد ہوتی ہے۔ درحقیقت ہر زبان میں ہم معنی الفاظ کا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ معینہ اور لغویہ کے لیے Lexeme فہمیہ کے لیے Sememe کی اصطلاحوں کی تجویز سے اتفاق کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ کے لیے تو کا استعمال اور آپ ﷺ کے سراپا کو منظور کرنے سے متعلّق مقالہ نگار نے جو ٹھوس حوالے دیے ہیں وہ مقالے کو وقیع بناتے ہیں۔

رشید وارثی صاحب نے ’’اردو نعت اور شاعرانہ تعلّی‘‘، تعلّی کے اصطلاحی معنوں کے علاوہ اس کی شرعی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے۔ اور نعتیہ شعرا کو احساس دلایا ہے کہ نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مصداق ہے۔ شاعر رسول ﷺ، دربان رسول ﷺ اور خادم رسول ﷺ ہونے کے دعوؤں کے بجائے شاعر کو چاہیے کہ حفظ مراتب کو ملحوظ رکھے اور خاکساری کا پہلو اختیار کرے۔ عزیز احسن کا مضمون ’’اردو نعت اور جدید اسالیب‘‘ لائق مطالعہ ہے۔ نور احمد میرٹھی نے ’’غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری‘‘ میں غیر مسلم شعراء کی نعتیہ شاعری کا احاطہ کرنے کی سعی ہے۔

مگر ’’کچھ اور چاہیے وسعت‘‘ کے تقاضے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس وسیع موضوع پر مزید تحقیق لازمی ہے۔ تاہم مضمون نگار نے نعتوں کے عالمی تراجم کا جو تذکرہ کیا ہے وہ معلوماتی ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری معتبر نقّاد ہیں انھیں چاہیے تھا کہ ’’اردو نعت گوئی میں ہیئت کے تجربوں کی ضرورت‘‘ میں وہ نعتیہ سانیٹ، نعتیہ ہائیکو، نعتیہ ماہیے، نعتیہ ترائیلے، نعتیہ ثلاثیاں وغیرہ کا ذکر حوالوں کے ذریعے کرتے۔ نعتیہ شاعروں کے مجموعوں پر تاثرات کی شمولیت نے ’’نعت رنگ‘‘ کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔ بیشتر نعتوں کے شعر متاثر کن ہیں۔ خدا کرے کہ ’’نعت رنگ‘‘ کا سلسلہ جاری رہے اور اسے حیات دوام نصیب ہو۔

انور مینائی

☆ ڈاکٹر انور مینائی، شاعر، ادیب، کتب: ’’روپ نگر‘‘، ’’روشن جزیروں کا سفر‘‘، ’’روشنی کے پھول‘‘، ’’شہکار عروض و بلاغت‘‘، ’’گم شدہ موجودگی‘‘، ’’نقش علیم‘‘ و دیگر۔

این اے بلوچ، ڈاکٹر (حیدرآباد)

21-10-2008

السّلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی عنایت سے دو تحفے موصول ہوئے ہیں، یعنی کتاب ''نعت نگر کا باسی'' [۱] اور ماہ نامہ ''نعت گو'' کا شمارہ اگست 2008ء میں ممنون ہوں۔ کتاب ''نعت نگر کا باسی'' گراں قدر عطیہ ہے کہ آپ نے اسے بڑی محبّت اور محنت سے مرتب کیا ہے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی مرحوم سے کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا۔ مشفق و مہربان تھے۔ الحمدللہ آپ نے اپنی ان اشاعتوں سے ان کے نام کو مزید روشن کر دیا ہے۔ ''نعت رنگ'' کی عالمانہ اشاعت سے نعت کے موضوع کو اردو ادب میں ایک مقام حاصل ہوا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

این۔اے۔بلوچ

☆ ڈاکٹر این۔اے۔بلوچ (۱٦دسمبر ۱۹۱۷۔ ٦/اپریل ۲۰۱۱ء)، اصل نام: نبی بخش خان، سندھی، فارسی، عربی اور اردو زبانوں کے عالم، پروفیسر ایمریٹس، یونیورسٹی آف سندھ، حیدرآباد، کتب: ''دیوانِ صابر''، ''دیوانِ ماتم''، ''طلبا اور تعلّم''، ''سندھ میں اردو شاعری''، ''نہج تعلّم''، ''سندھ لوک ادب'' و دیگر۔ اعزازات: ''تمغۂ پاکستان''، ''کمالِ فن ایوارڈ'' (اکادمی ادبیات پاکستان)، ''ستارۂ امتیاز''، ''ستارۂ قائدِاعظم''، ''صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی'' (حکومتِ پاکستان)۔

۱۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، باراول، ۱٦۰ص

31-03-2009

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

آج کی ڈاک میں دو کتابیں موصول ہوئی ہیں جن سب سے اوّل تو آپ کی ہے [۱] اور دوسری محمد سہیل شفیق کی مرتب کردہ [۲]۔ اوپر سرنامے کے ساتھ آپ کا نامِ نامی پڑھ کر مجھے آپ کا شکرگزاری کا موقع ملا ہے۔ میں آپ کا اور سہیل صاحب کا ممنون ہوں کہ آپ نے یاد فرمایا اور کتابوں کے تحفہ سے نوازا۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص

این۔اے۔بلوچ

۱۔ نعت نگر کا باسی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، باراول، ۱٦۰ص

۲۔ اشاریہ نعت رنگ (شمارہ ۱۔۲۰)، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۷۴ص

آصف بشیر چشتی، پیر (فیصل آباد)

۱۵/دسمبر ۲۰۰۸ء

مکرمی ومحترمی، لائق صدعزّ وجاہ! حضرت سید صبیح رحمانی صاحب دامتہ برکاتہٗ

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج گرامی القدر؟

جناب ڈاکٹر شبیر احمد قادری کی زبانی معلوم ہوا کہ ماہنامہ ''نعت رنگ'' پر شعراء وادبا کی تحریروں (تبصروں، مقالات اور تاثرات وغیرہ) پر مشتمل کوئی سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ اور مجھے ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں منظوم تاثرات لکھنے کا حکم دیا ہے جس کی تعمیل میں اپنی فنّی استطاعت کے مطابق چند اشعار میں ''نعت رنگ'' پر کاوش کی گئی ہے ''گر قبول افتد زہے عزّ وشرف''۔

آپ کی زیرِ شفقت ''شہرِ نعت'' بھی باقاعدگی سے اشاعت پذیر ہو رہا ہے آپ کے اسمِ مبارک میں برکات ہی اتنی ہیں کہ کوئی بھی مشکل یا نامساعد حالات ہمارے راستے میں حائل نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر صاحب کی انتھک محنت اور علالتِ شدید کے باوجود اس میں گہری دلچسپی پرچے کی تزئین و وآرائش کا باعث ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائیں۔

آپ کی محبّت ہمارے دلوں میں روشن چراغ ہے۔ جس کی نورانی روشنی سے استفادہ کرتے ہوئے ہم بھی مدحِ سرکارِ دوعالمؐ کی نعمت سمیٹنے میں کوشاں ہیں۔ زیارت کی تمنّا ہے۔ کراچی آنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ جونہی ڈاکٹر شبیر احمد قادری صاحب حکم فرمائیں گے۔ آپ کی زیارت سے اپنے دلوں کی سیاہیاں دھوئیں گے۔ دُعاؤں میں یاد رکھنے کا بہت شکریہ۔

تمام دوستوں اور کارکنانِ ''نعت رنگ'' کو میری جانب سے مؤدبانہ سلام۔

آپ کا خیر اندیش
پیر آصف بشیر چشتی

☆ پیر آصف بشیر چشتی (۱۹۴۳ـ۲۰۱۲ء)، شاعر، ادیب، مدیر: ''شہرِ نعت'' (فیصل آباد)، نگران: نعت ریسرچ سینٹر فیصل آباد، سجادہ نشین چشتیہ دربار شریف، جنرل سیکرٹری: انجمن مشائخ وسجادگان، فیصل آباد، سرپرستِ اعلیٰ: مجلس معینِ ادب (فیصل آباد)۔ کتب: ''رنگِ عقیدت''، ''شہرِ نعت''، ''بابِ جنت کھلا''، ''خلدِ نعت'' ودیگر۔

آصف بھلی، محمد (سیالکوٹ)

16-09-2004

صبیح رحمانی صاحب! سلام ورحمت۔

فون پر آپ سے مختصر گفتگو ہوئی تھی۔ گویا تجدیدِ ملاقات کی ایک تمہید تھی۔

''نعت رنگ'' کے جو شمارے آپ نے مجھے ارسال فرمائے تھے۔ وہ 3 تا 8 تھے۔ گویا پہلے دو شمارے شامل نہیں تھے اور شمارہ نمبر 8 کے بعد بھی مجھے ''نعت رنگ'' کی ترسیل نہیں کی گئی۔

مجھے جو تعاون آپ سے مطلوب ہے وہ بلا تمہید طولانی عرض کیے دیتا ہوں۔

1- اپنے سمیت کراچی میں آپ کے رابطے میں موجود ہر قابلِ ذکر اور ہر قابل حوالہ شاعر کا منتخب نعتیہ کلام، فوٹو کاپی یا اگر دوست کتاب

ارسال کرسکیں تو ممنون ہوں گا۔

2-''نعت رنگ'' کے بقیہ شمارے جودستیاب ہوسکیں۔

3-نعت کے میدان میں اپنے تجربات کی روشنی جو بھی رہنمائی ممکن ہو تحریری صورت میں بھجوادیں۔

4- آپ کی نظر میں اب تک نعتیہ سرمائے کے جو انتخاب شائع ہو چکے ہیں اُن میں سے معیاری کتب کے حوالے۔ یہ کتب یا رسائل میں لاہور کی لائبریریوں میں اگر محفوظ ہوئے تو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

آپ کی طرف سے جلد از جلد تعاون کا منتظر۔

ایک بار پھر آپ کے کارہائے نمایاں کے اعتراف میں انعام پر مبارک ہو۔

محمد آصف بھلّی

☆ محمد آصف بھلی، ایڈوکیٹ، ضلع کچہری، سیالکوٹ

~~~~~~

آفتاب احمد نقوی، پروفیسر ڈاکٹر (لاہور)

17.5.95

برادرعزیز رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ جل جلالہٗ کے فضل وکرم سے آپ دیارِ مقدس سے ہو آئے آپ نے یقیناً جی بھر کر گنبدِ خضریٰ کی زیارت کے مزے لوٹے ہوں گے۔ آپ اُن گلیوں اور بازار میں گھومے ہوں گے جہاں آقا حضور ﷺ کے جسم اطہر کی خوشبو سے آج بھی مشامِ جاں معطّر ہیں۔ آپ نے دیارِ نور کی ان جگہوں راستوں پہاڑوں کو خوب خوب دیکھا جس پر آقا حضور ﷺ کی نظریں پڑتی رہی ہیں۔ میری طرف سے سفرِ حج اور حاضری دیارِ حبیب کی سعادت پر مبارکباد کا تحفہ قبول فرمائیں جی تو چاہتا ہے کہ اڑ کر آؤں اور آپ کی زیارت کروں لیکن فی الحال کچھ فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔ اللہ کو منظور ہوا تو جلد ہی آپ کی زیارت کی صورت نکل آئے گی۔

آپ کا گرامی نامہ ملا آپ نے دعاؤں میں یاد رکھا گویا جسمانی طور پر ہم آپ کے ساتھ اگرچہ نہیں تھے لیکن تصورات کی دنیا میں گویا ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔

''نعت رنگ'' کے اولین شمارے کی اشاعت پر بھی مبارک باد قبول فرمائیں اور حضرت حسانؓ نعت ایوارڈ پر بھی، کراچی میں دوبار آیا آپ کی کمی شدت سے محسوس ہوئی لیکن آپ ایک بڑے کام کے لیے گئے ہوئے تھے اس لئے آپ سے جدائی کا احساس ایک وجدانی رُخ اختیار کر جاتا تھا۔

اللہ کرے آپ مع اہل وعیال واحباب خیریت سے ہوں۔

والسّلام

آفتاب نقوی

☆ پروفیسر ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی (۱۹۵۱ـ۲۸/اکتوبر۱۹۹۵ء)، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، مدیر اعلیٰ: ''اوج'' (گورنمنٹ ڈگری کالج شاہدرہ لاہور)، کتب: ''پنجابی نعت''، ''تفسیر وحدیث'' (کتابیات ـ۸۸ء)، ''سیرت نگاری'' (تاریخ وتبصرہ ـ۹۱ء)، ''کرکتن دل دھیان'' (شعری مجموعہ)، ''دلیلِ آفتاب'' (مقالاتِ نعت)۔

~~~~~~

تابشؔ دہلوی (کراچی)

''نعت رنگ'' کا چوتھا شمارہ ملا، میں نے اس رسالے کو آپ کے ذوقِ سلیم اور آپ کی ترویج صنف نعت گوئی اور فروغ نعت کی کوششوں کا صلہ پایا، آپ اس سلسلے میں جو کام کررہے ہیں وہ نہایت قابل قدر ہے۔ اللہ آپ کو توانائی اور حوصلہ دے!

تعجّب ہے کہ اربابِ نقد ونظر نے صنف نعت کو اپنی تحریروں میں وہ مقام اور درجہ نہیں دیا جو دوسری اصنافِ سخن کو دیا ہے آخر کیوں؟ غالبًا اس کی وجہ مذہب سے کم تعلّقی اور رسول ﷺ کی تعریف وتوصیف کے حوالے سے اس کو (نعوذ باللہ) یک رخہ سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا رہا، صنف نعت پر جستہ جستہ کام ہوا جو نہ ہونے کے برابر ہے، نعتوں کے مجموعے بھی شائع ہوئے ہیں اور ایک آدھ کتاب تاریخ نعت کے حوالے سے منظر عام پر آئی ہے جس سے سیری نہیں ہوتی۔ آپ کا کام ٹھوس ہے اور آپ نے نعت کو ادبیات کی اعلیٰ اصناف میں شامل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

موجودہ شمارہ میں ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت اور گنجینۂ معنی کا طلسم'' نہایت فکر انگیز ہے اور لفظ وصوت کے حوالے سے جو گفتگو کی گئی ہے وہ اہلِ علم کے لیے اور خاص طور پر شعرا کے لیے سبق آموز ہے ایسے مضامین ادبیات میں خوشگوار اضافہ ہیں۔ رشید وارثی صاحب نے بھی ''اُردو نعت اور شاعرانہ تعلّی'' کے عنوان سے نئے اسلوب سے شعرا کا محاکمہ کیا ہے جو شعرا کو رسول ﷺ کے اوصاف اور ان کی تعلیمات کے بیان کے سلسلے میں زیادہ احتیاط کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

تابش دہلوی

☆ تابشؔ دہلوی (۱۹۱۱ء۔۲۳ستمبر۲۰۰۴ء)، نام: مسعود الحسن، تخلّص: تابشؔ، معروف شاعر وادیب، کتب: ''نیم روز''، ''چراغِ صحرا''، ''غبارِ انجم''، ''تقدیس''، ''ماہِ شکستہ''، ''دید باز دید'' (خودنوشت)، ''دھوپ چھاؤں''۔ ۱۹۸۸ء میں حکومتِ پاکستان نے صدارتی ایوارڈ ''تمغۂ امتیاز'' عطا کیا۔

تحسین فراقی، ڈاکٹر (لاہور)

۷/مارچ ۱۹۹۵ء

رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

کل مشفق خواجہ صاحب کو خط لکھا اور آج آپ کو لکھ رہا ہوں۔ آپ کی نعت کے باب میں ایک مختصر تاثر پیشِ خدمت ہے۔ پسند آئے تو کہیں ٹانک دیجیے۔ جعفر بلوچ صاحب کے نعتیہ مجموعے [۱] پر مضمون [۲] ہمراہ ہے۔ یہ مضمون میں نے ان کی کتاب کی تقریب اجرا کے موقع پر پڑھا تھا اور اس سال کے آخر تک میرے تنقیدی مجموعے میں شائع ہوگا۔ آپ اسے شامل اشاعت کر لیجیے۔ ملت اسلامیہ کی دردناک صورتِ حال پر کئی ماہ پہلے ایک مختصر نظم ہوئی تھی۔ عنوان تھا ''اُمتِ مظلمہ''۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:

''اُمتِ مظلمہ''

ماتھوں پہ چٹیں لگی ہوئی ہیں
ہاتھوں میں کاسۂ گدا ہے
حلقومِ برادراں پہ خنجر
اور لشکرِ دشمناں میں جا ہے

عبرت کیشو! نگاہ کرنا

یہ اُمت شاہِ دوسرا ہے

دیگر احوال لائق شکر ہیں۔ درِ حضورﷺ پر حاضری کے موقع پر اس عاجز اور خطا کار کو بھی یاد رکھیے گا۔

مخلص

تحسین

☆ ڈاکٹر تحسین فراقی (پ: ۱۷ رستمبر ۱۹۵۰ء)، اصل نام: منظور اختر، محقق، نقاد، شاعر، استاد شعبۂ اردو، یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ناظم: مجلس ترقی ادب، لاہور، مدیر: ''صحیفہ''، ''مخزن''، ''مباحث'' لاہور، مدیر اعلیٰ: اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور۔ کتب: ''مولانا عبدالماجد دریابادی: احوال و آثار'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''جستجو''، ''عجائباتِ فرنگ''، ''نقدِ اقبال: حیاتِ اقبال میں''، ''افادات''، ''اقبال: چند نئے مباحث''، ''مطالعۂ بیدل: فکرِ برگساں کی روشنی میں''، ''مغربی جمہوریت: اہلِ مغرب کی نظر میں''، ''نقشِ اول''، ''شاخِ زریاب'' و دیگر۔ اعزاز: وزیر اعظم ادبی ایوارڈ برائے سال ۱۹۹۷ء

ا۔ ''بیعت''، ۲۰۰۱ء، لاہور: الفیصل، بار دوم، ۱۲۰ص ۲۔ ''بیعت.... چند تاثرات''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ا، ص ۳۱۱۔۳۱۶

۱۰/ جولائی ۱۹۹۶ء

مکرمی و محترمی صبیح صاحب! سلامِ مسنون۔

اُمید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ آپ اور آپ کے معاون احباب لائقِ مبارک باد ہیں کہ آپ ''نعت رنگ'' جیسا معیاری اور انقلابی پرچہ نکال رہے ہیں۔ آپ کی عنایت سے دوسرا پرچہ مل گیا تھا اس پرچے کے حوالے سے چند باتیں گزارش کر رہا ہوں اگرچہ بڑی تاخیر سے!

آپ کا ''ابتدائیہ'' اور '' نئے دُکھ'' دونوں دعوتِ فکر دیتے ہیں۔ آپ نے جو سوالات اُٹھائے ہیں وہ واقعی اس قابل ہیں کہ اہلِ علم اور مؤرّخانِ ادب کو ان پر غور کرنا چاہیے۔ دراصل بات یہ ہے کہ بڑی شاعری کی طرح بڑی مذہبی شاعری بھی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خبرِ نظر کا، علم عین کا اور گوش آغوش کا روپ نہ دھار لے۔ ہمارے نقادوں کے صنفِ نعت سے اعراض کا ایک سبب شاید یہ بھی رہا ہو کہ اس کا بڑا حصہ محض رسمی اور رواجی رہا ہے اور جذباتِ عشق محض بیان کی حد تک مطلوب رہے ہیں بالعموم عشقِ سرورِ کونینﷺ شاعر کے لیے Living Presence نہیں بن سکا۔

نعت میں کن امور کا خیال رکھنا چاہیے اس باب میں حضرت حافظ فضل فقیر اور رشید وارثی کے مضامین قابلِ توجہ ہیں۔ مرحوم حافظ افضل فقیر کا مضمون جو دراصل ''وسلموا تسلیما'' / حفیظ تائب[ا] کا زندہ اور نہایت درجہ فکر افروز دیباچہ تھا، پہلے بھی میری نظر سے گزر چکا تھا مگر آپ کے پرچے میں اس کی موجودگی نے قندِ مکرر کا مزہ دیا۔ حافظ صاحب کو اللہ نے جو غیر معمولی بصیرت اور بیان کا جو حیران کن سلیقہ عطا کیا تھا وہ اس دیباچے سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ انھوں نے شعر و شاعر کے ضمن میں جن چار مقدمات کا ذکر کرنے کے بعد کمال وسعتِ نظر کے ساتھ ان کی جو توضیح کی ہے اس سے خود میرے بعض اشکالات رفع ہوئے۔ البتہ مضمون کے آخر میں عرفی شیرازی کے نعتیہ قصیدے کے جو دو شعر انھوں نے درج فرمائے ان میں سے پہلے میں عرفی وہ احتیاط ملحوظ نہ رکھ سکا جس کی اس جیسے عالی دماغ شاعر سے توقع تھی۔ عرفی بعض اور مقامات پر بھی ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے مثلاً اس کے ایک اور نعتیہ قصیدے کا ایک شعر ہے:

عیسیٰ مگسِ تکلّمِ تو ————— حلوائے دکانِ آفرینش

اب آپ غور فرمائیے کہ کیا اس شعر سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی تخفیف کا پہلو صاف نمایاں نہیں؟ بہر حال کہنا یہ ہے کہ متقدمین خواہ وہ فارسی ادب سے متعلّق ہوں خواہ اردو سے، ان امور پر وہ توجہ نہیں دے سکے جس کا تقاضا نعت گوئی کرتی ہے۔ اس تمام تر کے باوجود اردو اور فارسی کا

کلاسیکی نعتیہ ادب اس کا مستحق ہے کہ اس کے قابل لحاظ حصے کو ادب عالیہ میں شمار کیا جائے۔

رشید وارثی صاحب کا مضمون بھی بحیثیت مجموعی فکر افروز ہے اور نعت گوئی کے باب میں ایک عمدہ منشور کا درجہ رکھتا ہے۔ البتہ ص ۵۲ پر انھوں نے جس شعر کا انتساب حافظ شیرازی سے کیا ہے وہ سعدی شیرازی کا ہے۔ شعر یہ ہے:

دفتر تمام گشت و بپا یار رسید عمر
ماہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

اس مضمون میں میں رشید وارثی صاحب نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے کہ ذاتِ محمدیہ اور حقیقت محمدیہ دو مختلف حقائق ہیں۔ ان دو حقائق کو ایک قرار دینا ممکن کو واجب اور واجب کو ممکن قرار دینے کے مترادف ہے۔

عاصی کرنالی صاحب کے مضمون کے عنوان سے جو اُمید بندھی تھی وہ مضمون کے مشمولات سے پوری نہ ہوسکی۔ سوال یہ ہے کہ فارسی شعری روایت نے اردو نعت اور حمد پر صرف بحور و اوزان کی حد تک تو اثرات مرتب نہیں کیے۔ معانی، مضامین، تراکیب، تلمیحات اور بیان و بدیع کی بیسیوں صورتیں ہیں جن سے ہمارا حمدیہ نعتیہ شعری ادب متاثر ہوا ہے۔ عاصی صاحب کو ان امور سے بھی اعتناء کرنا چاہیے تھا۔ حواشی میں ایک جگہ انھوں نے ایک شعر مستغرق گنا ہیم، ہر چند عذر خواہیم... درج کر کے اسے معین الدین چشتی سے منسوب کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ معین الدین چشتی کے نام سے جس دیوانِ فارسی کا ہمارے یہاں چلن ہے وہ ان کا نہیں معین الدین ہرویؔ کا ہے اور اگر میرا حافظ غلطی نہیں کرتا تو حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالات میں ایک جگہ اس کے معین الدین چشتی سے انتساب کو بہ دلائل غلط قرار دیا ہے۔ بہرحال اپنے مخصوص دائرے میں عاصی کرنالی کا یہ مضمون مفید اور معلومات افزا ہے۔ باقی مشمولات ابھی پوری طرح نہیں پڑھ پایا اس لیے ان کے بارے میں رائے نہیں دے سکتا۔

لاہور میں اپنے مختصر قیام کے دوران آپ نے ارشاد کیا تھا کہ میں اپنی چند نعتیں بھجواؤں۔ امتثالِ امر کے طور پر کچھ نعتیں حاضر ہیں۔ کسی قابل ہوں تو ''نعت رنگ'' میں شامل فرمالیجیے گا۔ ردیف ''آیا'' والی نعت تازہ نعت ترین ہے۔

احباب کی خدمت میں سلام

مخلص
تحسین فراقی

ا۔ ۱۹۹۰ء، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۸۴ص

~~~~~~

۱۱ ستمبر ۲۰۱۷ء

آپ کا برقی مراسلہ کئی دن پہلے ملا تھا۔ شرمندہ ہوں کہ جواب جلد نہ دے سکا۔ آپ نے مراسلے میں عرفی کا ایک مشہور نعتیہ شعر لکھا ہے جسے اقبال نے ایک موقعے پر بہت سراہا تھا۔ شعر یہ ہے:

سایۂ من ہمچو من در ملکِ ہستی اُمّتت
سایۂ تو در عدم پیغمبرِ ہمتائے من!

آپ نے کرم کیا کہ میرے استفسار پر بتایا کہ علامہ کا یہ پسندیدہ شعر ''روزگارِ فقیر'' (سید وحید الدین) کی پہلی جلد میں (ص ۱۴۷) پر مذکور ہے جہاں علامہ نے اس کی پسندیدگی کی وجہ بھی بیان کی ہے۔

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اس شعر کی توضیح پیش ہے مگر پہلے یہ صراحت ضروری ہے کہ یہ شعر عرفی کے مشہور قصیدے ''در نعتِ حضرت
~~~~~~

رسول (ﷺ)'' کا حصہ ہے جس کا مطلع یہ ہے:

صبحدم چوں درد مددل صورِ شیون ز ای من
آسماں صحنِ قیامت گردد از غوغای من

تشریح طلب شعر کی وضاحت کے ضمن میں چند اُمور پیشِ نظر رکھنے ضروری ہیں۔ پہلا یہ کہ شعر چونکہ قصیدے کا ہے اس لیے اس میں تعلّی کا ہونا گویا اس کے عناصر ترکیبی میں سے ہے۔ دوم یہ کہ آپ کے فرستادہ شعر کی توضیح کا حق اس صورت میں اطمینان بخش طریقے سے ادا ہوسکتا ہے جب اس کے ساتھ اس کے معاً بعد کا شعر بھی پیشِ نظر رکھا جائے یعنی:

آسمانِ وحدتم برعالمِ فطرت محیط
تو اُمیّت برنتابد پیکرِ جوزای من

سوم یہ کہ یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ اس عالمِ ناسوت میں حضور اکرم ﷺ کے پیکرِ مبارک کا سایہ نہیں تھا (اُمّی و دقیقہ دانِ عالم۔ بے سایہ و سائبان عالم۔ فیضی) گویا یہ ایک معجزہ تھا منجملہ اور متعدد معجزوں کے۔ چہارم یہ کہ قصیدے کے میدان میں بقول عرفی کوئی اس کا ہمسر اور حریف نہیں۔ اقبال نے درست فرمایا ہے کہ عرفی کے مذکورہ شعر میں خوبصورت تعلّی موجود ہے۔ اب آیئے ان دونو شعروں کی توضیح کی جانب:

پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں شاعر حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ بابرکات سے اپنے کمالِ والہانہ پن کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اے نبیِ والاصرف میں ہی نہیں میرا سایہ بھی اِس دنیا میں آپ ﷺ کا اُمّتی ہے۔ دوسرے مصرعے کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کے پیکرِ مبارک کا سایہ معدوم ہے تو گویا وہ عالم موجودات میں نہیں عالمِ عدم میں ہے۔ اِس دنیا میں شاعری کے باب میں میرا بھی کوئی ثانی نہیں گویا میرا حریف بھی معدوم ہے یعنی ملکِ عدم میں ہے۔ لہٰذا وہاں آپ ﷺ کا سایہ میرے حریف کا پیغمبر ہوگا۔ اگلے شعر کا مفہوم سابقہ شعر کی تکمیل کرتا ہے۔ عرفی کہتا ہے کہ میں وحدت کا آسمان ہوں (یعنی شاعری کے میدان میں واحد ہوں) جو عالم فطرت پر چھایا ہوا ہے اور میری شاعری کا پیکر دوئی کا متحمل نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ شاعر نے اپنے پیکرِ شعری کو بارہ بروج میں سے ایک برج ــــ جوزَا قرار دیا ہے جس کی شکل وشبیہ دولڑکوں کی صورت میں ہے جو پشت کی جانب سے جڑے ہوئے ہیں گویا توام ہیں۔ شاعر کے نزدیک اس کی شاعری ہے تو برجِ جوزا سے مماثل مگر یہ پیکرِ شعری واحد ہے، اس کا جوڑا یا حریف وہمسر ناپید ہے۔ مطلب یہ کہ میری شاعری اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اب سوال یہ ہے کہ عرفی نے اپنے شعری پیکر کو جوزا کس لیے قرار دیا ہے تو اس کا جواب واضح ہے اور وہ یہ کہ منطقۃ البروج میں برجِ جوزا سب سے بڑا، سب سے زیادہ باشکوہ اور غیر معمولی شانِ امتیاز کا حامل ہے۔ باقی باقی۔

اُمید ہے آپ بہمہ وجوہ خیریت سے ہوں گے۔ احباب کی خدمت میں سلام۔

تنویر پھول (کراچی)

مورخہ ۲۷/ مئی ۲۰۰۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۱۱ زیرِ نظر آیا، نعتیہ سانیٹ شائع کرنے کا شکریہ! اس سے قبل ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۱۰ میں صفحہ نمبر ۲۵۵ پر میری نعت شائع ہوئی تھی، جو سندھی صنفِ سخن ''وائی'' کی ہیئت میں ہے، اگر وضاحت کردی جاتی اور مصرعوں کو اسی ترتیب میں شائع کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ ''وائی''

سندھی ادب کی ایک صنف سخن ہے، جس میں مطلع کا مصرعہ ثانی ہر شعر کے بعد دہرایا جاتا ہے، شاہ عبداللطیف بھٹائی کا کلام بھی اس صنفِ سخن میں ہے۔

کچھ عرصے پیش تر کہیں پڑھا تھا کہ آپ غالبؔ کی زمینوں میں نعتیں شائع کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں، چناں چہ میں نے بھی دو نعتیں آپ کے سابقہ پتے پر ارسال کی تھیں، معلوم نہیں ملیں یا نہیں؟ فی الحال ایک نعتیہ سانیٹ اور کچھ رباعیات، ثلاثی اور دوہے ارسال کر رہا ہوں۔ ماشاء اللہ ''نعت رنگ'' کا معیار کافی بہتر ہے جو آپ کی محنت اور انتھک کوششوں کا عکاس ہے:

دیکھو! بہار آئی ہے گلشن میں نعت کے! ضو بار اس سے ہوگیا آئینۂ خیال!
اے پھول! ہے یہ کوشش احسن، صبیحؔ کی معیار ''نعت رنگ'' میں آیا نیا جمال!

گزشتہ سال بارہ ربیع الاول کی شب پی ٹی وی کراچی سینٹر سے ایک نعتیہ مشاعرہ پیش کیا گیا، ایک معروف نعت گو شاعر نے طائف کی سنگ باری کا حوالہ دیتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے لیے ''سنگسار'' کا لفظ استعمال کیا:

کیا لاؤ گے طائف کا کوئی ایسا مسافر؟
جو ان ﷺ کی طرح راہ میں ''سنگسار'' ہوا ہو!

یہ لفظ نہایت قابل اعتراض ہے کیوں کہ ''سنگ باری'' اور ''سنگساری'' میں بڑا فرق ہے۔ موخر الذکر پتھر مار مار کر ہلاک کر دینے کو کہتے ہیں جو شریعت میں بدکاری کی سزا ہے۔ فنی اعتبار سے بھی شاعر موصوف کا یہ مصرعہ سقیم ہے کیوں کہ انھوں نے ''سنگسار'' بروزن ''سنسار'' استعمال کیا ہے، جو غلط ہے۔ ''سنگسار'' میں نون غنہ نہیں ہے بلکہ اس کا اعلان ہوگا، جس کی وجہ سے مصرعہ ساقط الوزن ہو کر بحر سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہمارے ذرائع ابلاغ کو احتیاط برتنی چاہیے۔

اچھا اب اجازت دیجیے، امید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

فقط والسّلام۔ مخلص

تنویر پھول

☆ تنویر پھولؔ (پ:۱۲/ اگست ۱۹۴۸ء)، اصل نام: تنویرالدین احمد صدیقی، شاعر و ادیب، سابق اسسٹنٹ چیف منیجر: اسٹیٹ بنک آف پاکستان، حال مقیم: نیویارک (امریکہ)، کتب: ''گلشن سخن''، ''خوشبو بھینی بھینی''، ''تنویر حرا''، ''رشک باغ ارم''، ''دھواں دھواں چہرے''، ''زبور سخن''، ''قندیل حرا''، ''چڑیا تتلی پھول''، ''نغمات پاکستان''، ''ارحم الراحمین'' ودیگر۔ اعزازات: صدارتی ایوارڈ (حکومتِ پاکستان)، تین سال مسلسل نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ (حکومت پاکستان) ودیگر

~~~~~~

'نعت رنگ' کا شمارہ ۷ انظر نواز ہوا جسے دیکھ کر مسرت ہوئی۔ ریاض حسین چودھری صاحب کا مقالہ 'جدید اردو نعت کی صورت پذیری کا موسم' وقیع تحریر ہے۔ صفحہ ۱۰۷ پر انھوں نے فرمایا ہے کہ 'نعتیہ رُباعی اور قطعہ نگاری کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی جا رہی۔' راقم الحروف چند نعتیہ رُباعیات ارسال کر رہا ہے۔ قطعات ان شاء اللہ آیندہ ارسال کیے جائیں گے۔

صفحہ ۳۱۵ پر پروفیسر غلام رسول عدیمؔ کے مضمون میں حنیف نازش قادری[۱] کے ایک نعتیہ شعر کی توصیف کی گئی ہے جو یہ ہے:

حسانؓ جو ہے رونقِ بستانِ مصطفیٰؐ میں نے اُس عندلیب کا دامن پکڑ لیا

اس شعر کا مصرعِ ثانی بحر سے خارج ہے کیوں کہ عندلیب کا 'ع' تقطیع سے باہر ہے۔

محترم پروفیسر محمد اقبال جاوید نے صفحہ ۱۴۰ پر تعلّیانہ خود نمائی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ راقم الحروف کے دو اشعار بھی اسی موضوع پر ہیں جو
~~~~~~

نعتیہ مجموعے 'قندیلِ حرا' [۲] میں شامل ہیں:

ثوابِ نعت گوئی کے بھلا کیا مستحق ہیں ہم
کریں کچھ غور، شہرت کی طلب میں ہر سخن ور ہے

ص۵۰۰ پر حافظ عبدالغفار حافظ صاحب نے جناب محمد علی شیدا کے مصرعے (یہ کائنات مطیع اک عرب کے شاہ ﷺ کی ہے) پر پروفیسر قیصر نجفی کے اعتراض کو رد کیا ہے کہ 'مصرع وزن سے باہر ہے مطیع کی 'ع' گر رہی ہے۔' پہلی بات یہ کہ 'ع' مذکر ہے مؤنث نہیں، اس لیے نجفی صاحب کو لکھنا چاہیے تھا کہ 'مطیع' کا 'ع' گرا نہیں اسے الف سے سہارا مل گیا۔ یہاں یہ تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ قیصر نجفی صاحب کے مجموعے 'رب آشنا' [۳] کے ص۶۳ پر ایک شعر ہے:

حوالے سے ترے اے سنگِ اسود! اک عظمت کی کہانی لکھا رہا ہوں

چوں کہ مصرع ثانی میں عظمت 'ع' گر رہا ہے اس لیے یہ مصرع بحر سے خارج ہے کیوں کہ یہاں الف کا وصل نہیں ہے۔

بعض اصحابِ نعت پر تنقید کے قائل نہیں لیکن اگر کوئی فنی غلطی ہو یا شرعی اعتراض ہو تو تنقید بلاشبہ درست ہے۔ 'نعت رنگ' یہی فریضہ انجام دے رہا ہے، اس موقع پر میں توجہ دلانا چاہوں گا کہ عصرِ حاضر کے ایک معروف نعت گو اپنی نعت میں اکثر اس مفہوم کا شعر پڑھتے ہیں کہ 'حضور ﷺ نے خلل کے چراغ بجھا دیے۔' چراغ ہمیشہ اچھے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے اگر 'خلل کے چراغ' کہنا درست ہے تو پھر 'جہالت کی شمع' اور 'باطل کا نور' کہنے میں کیا مضایقہ ہے؟ اسی طرح ایک شاعرہ کی نعت کا یہ مصرع دیکھیے 'کفر کے روشن ایوانوں میں آ کے اندھیرا کس نے کیا؟' یہ مصرع بھی قابلِ اعتراض ہے۔ کفر کے ایوانوں کو روشن کہنا درست نہیں اور اندھیرا کہنا اچھا فعل نہیں، جسے حضور ﷺ سے منسوب کرنا کھٹکتا ہے۔ یہ دونوں نعتیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور اکثر مشاعروں میں سنی گئی ہیں۔ اس تنقید کا مقصد کسی کی دل آزاری نہیں صرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

تنویر پھول

۱۔ محمد حنیف نازش قادری (پ: ۱۹۳۵ء)، نعت گو، نعت خوان، نعتیہ مجموعے: ''سخن سخن خوشبو''، ''آبرو''، ''حرف نیاز''، ''نعت ہوتی رہے''۔
۲۔ ۲۰۰۳ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۶۰ص ۳۔ ۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۴۴ص

~~~~~~

۹/اگست ۲۰۰۷ء

جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

کچھ عرصہ پیش تر نیویارک سے واپس کراچی آیا تو ''نعت رنگ'' کے دو شمارے (شمارہ: ۱۸ اور ۱۹) نظر نواز ہوئے۔ اوّل الذکر مولانا احمد رضا خاں نمبر ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ ابتدائیہ میں آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ ''ہم نے مولانا کی نعتیہ شاعری کو ادبی نقطۂ نظر سے سمجھنے اور بحیثیت شاعر ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو پرکھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش نہ خود کی نہ دوسروں کو اس کی اجازت دی۔'' حالاں کہ یہ مولانا کی شخصیت یا علمی مرتبہ پر کوئی حملہ نہیں ہے، بقول آپ کے کیا سعدؔی، رومؔی اور جامؔی کی منظومات پر کسی ادبی و لسانی تنقید نے ان کی شخصی عظمت اور علمی مرتبت کی ضیا کم کی ہے؟ راقم الحروف نے مولانا کے مجموعۂ نعت و منقبت ''حدائقِ بخشش'' کا جائزہ اسی تناظر میں لیا ہے۔ فاضل بریلوی کا یہ مجموعہ سب سے پہلے ۱۳۲۵ھ میں طبع ہوا۔ اس وقت میرے سامنے اس کا جو نسخہ ہے اسے مدینہ پبلشنگ کمپنی میکلوڈ روڈ (موجودہ چندریگر روڈ) کراچی نے شائع کیا ہے۔ یہ مجموعہ مشہور آفسٹ پریس کراچی میں چھپا ہے جب کہ سنِ اشاعت درج نہیں۔ ۴۰۴ صفحات کے اس مجموعے کا ہدیہ صرف نو (۹) روپے ہے جس سے اس کی
~~~~~~

قدامت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ پہلے ہی صفحہ پر سب سے اوپر حدیث نبویؐ درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بے شک شعر میں حکمت ہے اور بے شک بیان میں سحر ہے۔'' مجموعے کی ابتدا اس مشہور نعت سے ہے جس کا مطلع یہ ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

یہ نعت ۲۵/اشعار پر مشتمل ہے اسی سے متّصل اسی زمین میں حضرت غوث الاعظم کی منقبت ہے اور اس میں بھی اشعار کی تعداد ۲۵ ہے، دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا — شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کُتّا تیرا
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد — ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پہرا تیرا

اس منقبت کے بعد دو مناقب اور ہیں جن میں سے ہر ایک ۲۵/اشعار پر مشتمل ہے، یہ دونوں مناقب بھی حضرت غوث الاعظمؓ کی مدحت میں ہیں اس طرح نعت اور تینوں مناقب ملا کر فاضل بریلوی نے ایک ہی زمین میں مسلسل سو اشعار کہے ہیں۔ جو اُن کی قادرالکلامی کا ثبوت ہے تاہم کہیں کہیں شدتِ جذبات میں ایسے اشعار کہے ہیں جن میں مخالفین کو زجر و توبیخ کا عنصر نہایت نمایاں ہے مثال کے طور پر غوث الاعظمؓ کو نہ ماننے والوں کو اس طرح مخاطب کیا ہے:

باز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھرنی — دیکھ اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا!
شاخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی فکر میں ہے — کہیں نیچا نہ دکھائے تجھے شجرا تیرا!
حق سے بد ہو کے زمانہ کا بھلا بنتا ہے — ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

بعض اشعار میں فنی تسامحات بھی مل جاتے ہیں کیوں کہ یہ بشر کا کلام ہے، اللہ کا کلام تو ہے نہیں۔ مثال کے طور پر یہ اشعار:

اس گل کے سوا ہر پھول با گوشِ گراں آیا — دیکھے ہی گی اے بلبل جب وقتِ فغاں آیا!
طیبہ کے سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے — دیکھو گے چمن والو جب عہدِ خزاں آیا!
کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے!! — سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا!

تقطیع کرتے وقت پہلے، دوسرے اور تیسرے شعر میں بالترتیب پھول، باغ اور عقل کے آخری حروف بحر سے خارج ہو جائیں گے، اسی طرح یہ شعر دیکھیے:

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دُور ہو
ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی!

لفظ ''وہابی'' میں ہائے ہوز مشدد ہے کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسم ''وہاب'' سے مشتق ہے جب کہ یہاں بغیر تشدید باندھا گیا ہے۔ یہ اشعار بھی دیکھیے:

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا!! — دل تھا ساجد، نجدیا پھر تجھ کو کیا!
دیوں کے بندوں سے کب ہے یہ خطاب — تو نہ اُنؐ کا ہے نہ تھا پھر تجھ کو کیا!

مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن فرقہ بندی کے سخت خلاف ہے۔ اُمتِ مسلمہ کو ایک اللہ، ایک رسول ﷺ ایک آخری کتاب یعنی قرآن اور ایک

قبلے کی بنیاد پر متحد ہوجانا چاہیے اسی تناظر میں راقم الحروف کے یہ دو اشعار ملاحظہ فرمایئے:

مسلماں بھائی بھائی ہیں، خدا نے ہے یہ فرمایا! مگر یہ مولوی صاحب نہ جانے کیوں لڑاتے ہیں!

ہمیں فرقہ پرستی سے بڑی نفرت ہے اے یارو! نہ ہم ہیں دیو کے بندے، نہ ہم حلوہ اُڑاتے ہیں

فاضل بریلوی کے اس مجموعے میں خاک کے موضوع پر آٹھ اشعار مسلسل ہیں جن میں سے دو ملاحظہ فرمائیں:

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا خاکی تو وہ آدمؑ جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہؐ کونین! معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

بحر ہزج مثمن سالم میں فاضل بریلوی کے یہ نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

گنہ مغفور، دل روشن، خنک آنکھیں، جگر ٹھنڈا تعالیٰ اللہ ماہِ طیبہ عالم تیری طلعت کا!

یہاں چھڑکا نمک، واں مرہم کافور ہاتھ آیا! دلِ زخمی نمک پروردہ ہے کس کی ملاحت کا

سرہانے اُنؐ کے بسمل کے یہ بے تابی کا ماتم ہے! شہؐ کوثر! ترحم تشنہ جاتا ہے زیارت کا!

مندرجہ بالا اشعار میں طیبہ، پروردہ اور تشنہ تینوں الفاظ میں ہائے ہوز تقطیع میں شامل نہیں ہے جو حسنِ کلام سمجھا جاتا ہے لیکن ناواقف حضرات اس پر اعتراض کرتے ہیں جو اُن کی کم فہمی ہے۔ علامہ اقبالؔ کے مندرجہ ذیل اشعار میں ''دیدہ'' اور ''سجدہ'' کی بھی یہی کیفیت ہے جو کلام کا حسن ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے! بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا!

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے! ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

فاضل بریلوی کے اس شعر میں کتنا سوز پنہاں ہے اسے اہلِ دل ہی محسوس کر سکتے ہیں:

سویا کیے نابکار بندے!
رویا کیے زار زار آقا!

خلفائے راشدین کی منقبت میں یہ خوب صورت شعر دیکھیے:

صدق و عدل و کرم و ہمت میں
چارسُو شہرے ہیں ان چاروں کے!

اس مجموعے کے صفحہ نمبر ۱۴۴ پر یہ اشعار دیکھیے:

مفلسو! اُنؐ کی گلی میں جا پڑو! باغِ خُلد اکرام ہو ہی جائے گا!

بادہ خواری کا سماں بندھنے تو دو! شیخ درد آشام ہو ہی جائے گا!

''خُلد اکرام'' اور ''درد آشام'' میں الف کا وصل ہے یعنی تقطیع کرتے وقت الف شمار نہیں ہوگا اور الف پر مدہ کی صورت میں نہ صرف ایک الف لیا جائے گا جو لوگ یہ بات نہیں جانتے وہ خواہ مخواہ ایسے اشعار پر اعتراض کرتے ہیں جو ان کی کم علمی ہے۔ غالبؔ اور اقبالؔ کے اشعار دیکھیے:

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب میں
یہ سوءِ ظن ہے ساقیٔ کوثرؐ کے باب میں

دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے
تجھ میں پنہاں کوئی موتی آبدار ایسا بھی ہے!

غالب کے پہلے مصرعے میں ''آج'' کا ایک الف جب کہ اقبال کے دونوں مصرعوں میں ''ایسا'' کا الف تقطیع میں شمار نہیں ہوگا۔ اقبال کے اس شعر کے مصرعہ ثانی میں الف کا وصل دو مرتبہ ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا!

فاضل بریلوی کا یہ شعر کافی مشہور ہے:

حاجیو آؤ شہنشاہؐ کا روضہ دیکھو!
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبے کا کعبہ دیکھو!

اب ذرا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں:

کعبہ دلہن ہے، تربتِ اطہر نئی دلہن
یہ رشکِ آفتاب وہ غیرت قمر کی ہے

اسی زمین میں حضورﷺ کا باعثِ تخلیقِ کائنات ہونا ایک نئے انداز سے ان اشعار میں ملاحظہ فرمائیے:

اُنؐ کی نبوت اُنؐ کی ابوّت ہے سب کو عام
اُم البشر عروس انھیںؐ کے پسر کی ہے!
ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میرے نخل!
اُس گل کی یاد میں یہ صدا بوالبشرؑ کی ہے!

اب ایک شعر دیکھیے جو ذو معنی ہے اور اس میں کسی قدر مزاح کا عنصر بھی ہے:

میں مجرم ہوں آقاؐ! مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے!

مرزا غالبؔ کی زمین میں یہ اشعار دیکھیے:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں!
دل کو جو عقل دے خدا، تیری گلی سے جائے کیوں!

پوچھتے کیا ہو عرش پر یوں گئے مصطفٰےؐ کہ یوں
کیف کے پر جہاں جلیں کوئی بتائے کیا کہ یوں!!

غالبؔ نے ''پاؤں'' کی ردیف میں غزل کہی ''ایڑیاں'' کی ردیف میں یہ خوب صورت نعتیہ شعر دیکھیے:

ایک ٹھوکر میں اُحد کا زلزلہ جاتا رہا!
رکھتی ہیں کتنا وقار اللہ اکبر ایڑیاں!

یہ دل نشیں اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں:

سر تا بقدم ہے تنِ سلطانؐ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول بدن پھول
واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول!

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم! خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ!
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر خدائے محمدؐ، برائے محمدؐ!

اس مجموعے میں شامل فاضل بریلوی کی دوخوب صورت رُباعیات ملاحظہ فرمائیں، ان کا عنوان ''رُباعیاتِ نعتیہ'' ہے لیکن ان میں مضمون مناجات کا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ!! عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ!
بیٹھوں جو درِ پاک پیمبرؐ کے حضور ایمان پر اُس وقت اُٹھانا مولیٰ

نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا
جس سے تجھے نقصان نہیں، کردے معاف جس میں ترا کچھ خرچ نہیں، دے مولا!

فاضل بریلوی کا مشہور سلام ''مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام'' ان کے مجموعۂ کلام ''حدائقِ بخشش'' میں شامل ہے۔ مسلمانوں کا کوئی محلّہ اور کوئی آبادی ایسی نہیں جہاں اُن کا یہ سلام سنائی نہ دیتا ہو۔ اس سلام سے پہلے اسی مجموعۂ کلام میں ان کا ایک اور سلام بھی ہے جو نسبتاً کم معروف ہے مگر اپنی اثر پذیری میں کم نہیں۔ اس سلام کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے۔

کعبے کے بدرالدجیٰ! تم پہ کروڑوں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰؐ تم پہ کروڑوں درود

سرزمینِ کعبہ سے اعلانِ نبوت ہوا اور ہجرت کے بعد مدینہ منور میں مستحکم بنیادوں پر اسلامی حکومت قائم ہوئی۔ بدرالدجیٰ (چودھویں کا چاند) اور شمس الضحیٰ (دن چڑھے کا سورج) کے الفاظ کے ذریعے اس لطیف حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جسے اہلِ دل ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔ مطلع کے بعد اس سلام میں حسنِ مطلع اور زیب مطلع کا بھی اہتمام کیا گیا ہے یعنی اس میں تین مطلع ہیں۔ ایک خاص بات اس سلام میں یہ ہے کہ اسے ''دیوان'' کی طرز پر تحریر کیا گیا ہے یعنی پہلے وہ الفاظ ہیں جن کا مصرعۂ اولیٰ ''الف'' پر ختم ہوتا ہے پھر ب، ت، ث وغیرہ اور آخر میں ''ے'' ہر حرف کے لیے کم سے کم ''ایک'' اور زیادہ سے زیادہ سات اشعار ہیں۔ پورا سلام ۵۹/اشعار پر مشتمل ہے۔ الف کی ردیف کے یہ اشعار دیکھیے:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا! جب نہ خدا ہی چھپا، تم پہ کروڑوں درود
دل کرو ٹھنڈا مرا، وہ کفِ پا چاند سا سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروڑوں درود

دونوں اشعار عام فہم اور جذبۂ حبِ نبیؐ سے لبریز ہیں۔ اب اگلی یعنی ''ب'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لاجواب
نام ہوا مصطفیٰؐ تم پہ کروڑوں درود

''ت'' کی ردیف کا شعر:

تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات
اصل سے ہے ظل بندھا تم پہ کروڑوں درود

''ث'' کی ردیف کا شعر:

تم ہو حفیظ و مغیث، کیا ہے وہ دشمن خبیث!
تم ہو تو پھر خوف کیا، تم پہ کروڑوں درود

''ج'' کی ردیف کا شعر:

وہ شبِ معراج راج وہ صف محشر کا تاج!
کوئی بھی ایسا ہوا، تم پہ کروڑوں درود!

''ح'' کی ردیف کا شعر:

جان و جہانِ مسیح داد کہ دل سے جریح
نبض چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود

اسی طرح ہر حرف کی ردیف کے اشعار ہیں، کچھ مزید خوب صورت اشعار ملاحظہ کیجیے:

تم سے کھلا بابِ جود، تم سے سب کا وجود!
تم سے ہے سب کی بقا، تم پہ کروڑوں درود!

مندرجہ بالا شعر میں آیۂ رحمۃ للعالمین اور حدیث قدسی ''**لو لاک لما خلقت الافلاک**'' کی ترجمانی کی گئی ہے۔ کچھ اور اشعار دیکھیے:

آس ہے کوئی نہ پاس ایک تمھاری ہے آس — بس یہی ہے آسرا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو شفائے مرض، خلقِ خدا خود غرض! — خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود
آہ وہ راہِ صراط، بندوں کی کتنی بساط! — المدد اے رہنما، تم پہ کروڑوں درود
سینہ کہ ہے داغِ داغ، کہہ دو کرے باغ باغ — طیبہ سے آکر صبا تم پہ کروڑوں درود

''ق'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

تم نے برنگِ فلق حبیبِ جہاں کرکے شق
نور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود!

''ل'' کی ردیف کا شعر:

خَلق تمھاری جمیل خُلق تمھارا جلیل!
خِلق تمھاری گدا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا شعر میں زبر، زیر اور پیش کے فرق سے تین یکساں الفاظ کا استعمال مہارت سے کیا گیا ہے۔ ''م'' کی ردیف کے اشعار نسبتاً زیادہ ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

طیبہ کے ماہِ تمام جملہ رُسل کے امام — نوشۂ ملکِ خدا تم پہ کروڑوں درود
تم سے جہاں کا نظام تم پہ کروڑوں درود — تم پہ کروڑوں ثنا تم پہ کروڑوں درود
تم ہو جواد و کریم، تم ہو رؤف و رحیم — بھیک ہو داتا عطا تم پہ کروڑوں درود

خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم — تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
نافع و دافع ہو تم، شافع و رافع ہو تم — تم سے بس افزوں خدا تم پہ کروڑوں درود

اس شعر میں ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر'' کی ترجمانی نہایت احسن طریقے سے کی گئی ہے تاہم کہیں کہیں فنی تسامح بھی موجود ہے ''م'' کی ردیف کا یہ شعر دیکھیے:

جائیں نہ جب تک غلام خلد ہے سب پر حرام!
ملک تو ہے آپ کا، تم پہ کروڑوں درود!

مصرعہ ثانی میں آپ اور تم دونوں کا استعمال ''شتر گربہ'' ہے یہی سقم آخری دو اشعار میں بھی ہے:

آنکھ عطا کیجیے اس میں ضیا دیجیے — جلوہ قریب آگیا تم پہ کروڑوں درود
کام وہ لے لیجیے تم کو جو راضی کرے — ٹھیک ہو نام رضؔا تم پہ کروڑوں درود

اب حاصل کلام شعر دیکھیے:

ہم نے خطا میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی!
کوئی کمی سرورا! تم پہ کروڑوں درود

راقم الحروف کی دردمندانہ گزارش ہے کہ امام احمد رضا اور اُن جیسی دوسری قابلِ احترام شخصیات کے نام پر فرقے نہ بنائیں۔ یہ المیہ ہے کہ مسلمان قرآن پاک کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور انھوں نے حضور ﷺ کے بعد دوسری شخصیات کو بھی ایمانیات میں شامل کر لیا ہے اور فرقہ بندی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس طرح وہ شرک فی النبوّت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اسی وجہ سے قادیانیت کا بھی دروازہ کھلا۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی بھی شخصیت خواہ وہ کتنی بھی محترم ہو ایمانیات میں شامل نہیں ہے۔

محمدؐ شخصیت ہیں آخری ایمانِ کامل کی! — نہیں ہے بعد اُنؐ کے کوئی بھی ایمان میں شامل
بناؤ تم نہ فرقے کہہ رہا ہے آج بھی قرآں — نہ کاٹو گردنیں ہو جاؤ گے دوزخ میں تم داخل

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۹ صفحہ نمبر ۲۰۵ پر سیّد ہاشم حسین صاحب نے سورۂ یٰسین کی آیت ''و کل شیء احصینه فی امام مبین'' [آیت:۱۲] کے ترجمے پر اعتراض کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب قبلہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے'' یہاں امام مبین کے معنی ''کھلی کتاب'' لیے گئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں۔ عرض ہے کہ ''مفتاح اللغات'' عربی کا صفحہ نمبر ۵۹ ملاحظہ فرمائیں جہاں امام کے معنی ''کتاب'' اور ''قرآن مجید'' بھی ہیں جب کہ ''امام مبین'' کے معنی لکھے ہیں: ''لوحِ محفوظ یا کھلا ہوا راستہ''۔ اس آیت کی وضاحت سورۂ نبا کی آیت نمبر ۲۹ سے ہوتی ہے جو یہ ہے ''و کل شیء احصینه کتٰبا'' الفاظ وہی ہیں جب کہ ''امام مبین'' کی جگہ ''کتٰبا'' کہہ کر وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہاں کتاب یا لکھی ہوئی چیز مراد ہے، بلاشبہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام ہیں وہ صرف ولی نہیں بلکہ امام الاولیا ہیں لیکن مندرجہ بالا آیات میں کتاب یا لکھی ہوئی چیز کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ جناب احمد صغیر صدیقی نے راقم الحروف کا تنقیدی خط پسند فرمایا اُن کا شکریہ۔ صفحہ نمبر ۵۳۹ پر جناب منصور ملتانی نے حمدیہ مجموعے ''رب خیر البشر'' [۱] پر تبصرہ کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے، ''مجھے یہ بھی کچھ عجیب سا لگا کہ سجاد سخن کے لیے تقریباً چالیس صفحات اور تنویر پھول کے لیے تقریباً پینتیس صفحات مخصوص کیے گئے۔ جب کہ ڈاکٹر شاہد الوری [۲] اور سحر وارثی [۳] کے کلام کے لیے صرف ایک

ایک صفحہ۔ میرے خیال میں اتنا واضح امتیازی سلوک مناسب نہیں تھا۔'' اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ جن شعرا نے زیادہ تعداد میں ردیفی حمدیں کہیں انھیں زیادہ صفحات ملے اور جنھوں نے کم کہیں انھیں کم صفحات ملے اس میں امتیازی سلوک کی کوئی بات نہیں ہے۔
چند دن بعد نیویارک روانگی ہے۔ اُمید ہے کہ ای میل پر رابطہ رکھیں گے۔

فقط والسّلام
تنویر پھولؔ

۱۔ مرتب: قمؔر وارثی، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۲۰۱۲ء، ص ۳۱
۲۔ شاہد الوری (۲۶ دسمبر ۱۹۲۳ء۔ ۱۵ ستمبر ۲۰۰۴ء)، اصل نام: نذیر محمد انصاری، ممتاز مزاحیہ شاعر، تلمیذ ارمان اجمیری و راغب مراد آبادی، صحافی، مترجم، بانی: ماہنامہ ''شعلے'' کراچی و دیگر رسائل، کتب: ''سخن در سخن''، ''حمد و ثنا''، ''چراغ سے چراغ''، ''جذبوں کی زبان''، ''ففٹی ففٹی''۔
۳۔ سحر وارثی، معروف شاعر قمر وارثی کے صاحبزادے ہیں۔

~~~~~~

آپ کی دعاؤں سے بخیریت نیویارک پہنچ گیا ہوں۔ کراچی میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور حسب الارشاد ''ارحم الراحمین''[۱] کا ایک نسخہ آپ کو مل گیا تھا، ''رنگِ ادب''[۲] کا نعت نمبر بھی آپ کو مل چکا ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کے نئے شمارے کا انتظار ہے۔ گزشتہ شمارے میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلویؒ کے مجموعے ''حدائقِ بخشش'' پر میں نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سننے میں آیا ہے کہ لوگ اسے پڑھ کر مجھے ''کٹر دیوبندی'' سمجھ رہے ہیں۔ لاہور سے شائع ہونے والے ایک جریدے میں دارالعلوم اٹک سے تعلّق رکھنے والے ایک حافظ صاحب نے تحریر فرمایا کہ لفظ ''اعلیٰ'' صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے اور جو لوگ اسے غیر اللہ کے لیے استعمال کرتے ہیں وہ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں، ظاہر ہے اُن کا اشارہ ''اعلیٰ حضرت'' کی طرف تھا۔ میں نے جواباً تحریر کیا کہ کچھ الفاظ اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن خالق اور مخلوق کا فرق برقرار رہے گا، سورۂ طٰہٰ کی یہ آیت دیکھیے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے فرمایا ہے، ''لا تخف انک انت الاعلیٰ''[۳] اس پر وہ لاجواب ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ نے درسِ حدیث کے لیے کس شیخ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا ہے؟ انھوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ اپنی آخری علالت میں حضور ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ''قیامت کے دن میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔'' میں نے لکھا کہ حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ میں نے نہیں پڑھے، یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور یہ ایک پیش گوئی ہے، کیوں کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد اہلِ بیتؓ میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ حافظ صاحب موصوف حیات النبی ﷺ کے سلسلے میں تردّد کا شکار ہیں، اس لیے انھوں نے حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ بڑھا دیے۔ دراصل ہم حیات النبی ﷺ کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے جس طرح شہدا کی حیات کا، جو قرآن سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کا درجہ شہید سے زیادہ ہے، راقم الحروف کا ایک شعر ہے:

وہ بھی زندہ، شہادت ہے جس کو ملی
جان لو، جاوداں کوئی اُن سا نہیں!

معروف نعت گو اعجاز رحمانی[۴] صاحب کا مجموعۂ نعت ''آسمانِ رحمت'' جو حال ہی میں شائع ہوا ہے میری نظر سے گزرا، اس میں ان کا یہ مقطع موجود ہے:

و رفعنا لک ذکرک ہے کس کی شان میں آیا!
بھلا اعجازؔ پہنچے گی وہاں فکرِ سخن کس کی!
~~~~~~

اس شعر کا پہلا مصرع بحر سے خارج ہے، یہ شعر بحر ہزج مثمن سالم (مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن) میں ہے۔ وزن برقرار رکھنے کے لیے ''رفعنا'' کو ''رافعنا'' اور ''لک'' کو ''لکا'' پڑھنا پڑے گا جو دینی اور فنی دونوں لحاظ سے قابلِ اعتراض ہے کیوں کہ یہ سورۂ انشراح کی آیت ہے تاہم اس سے دل شکنی مقصود نہیں، اگلے ایڈیشن میں اس مصرع کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

تنویر پھول

۱۔ ارحم الراحمین/ تنویر پھول، ۲۰۰۵ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۵۲ص ۲۔ کتابی سلسلہ ''رنگِ ادب''، مدیر: شاعر علی شاعر، کراچی ۳۔ سورۂ طٰہٰ، آیت: ۶۸
۴۔ اعجاز رحمانی (۱۲/فروری ۱۹۳۶ء۔ ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۹ء)، معروف شاعر، نعت گو، کتب: ''کاغذ کے سفینے''، ''اعجازِ مصطفیٰ''، ''پہلی کرن''، ''آخری روشنی''، ''جذبوں کی زبان''، ''لہو کا آبشار''، ''کلیاتِ نعت''، ''سلامتی کا سفر'' (منظوم تاریخِ اسلام)، ''عظمتوں کے مینار'' (منظوم سوانح حیات خلفائے راشدین)، ''گل ہائے سلام ومناقب'' (مناقب اہل بیت) وغیرہ۔

~~~~~~

۱۵/ نومبر ۲۰۱۴

نیویارک میں برادرم فیروز احمد سیفی صاحب کی محبّت اور کرم فرمائی کے طفیل ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۴ نظر نواز ہُوا جسے پا کر دل باغ باغ ہو گیا، اُن کے لئے اور آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ یہ خبر بے انتہا مسرت کا باعث ہوئی کہ ''نعت رنگ'' کا اگلا شمارہ سلور جوبلی نمبر ہو گا یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''نعت رنگ''، مستقبل قریب میں اپنے عظیم سفر کی ۲۵ منزلیں طے کر لے گا سبحان اللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ۔

سر پر صبیح کے ہے سجا تاجِ ''نعت رنگ'' ممکن نہیں کہ دل سے ہو اخراجِ ''نعت رنگ''
اے پھولؔ ! جشنِ سیمیں مبارک صبیح کو محبوب اہلِ دل کو ہے معراجِ ''نعت رنگ''

اب آیئے زیرِ نظر شمارے کے حوالے سے کچھ باتیں ہو جائیں۔ سرورق پر بہت خوب صورتی سے ''اللہ ربّ محمد ﷺ'' تحریر ہے یعنی:

گناہوں کو وہ پھولؔ ! بخشے گا بے شک بڑا مہرباں ہے خدائے محمد

صفحہ نمبر ۲۵ پر راقم الحروف کی حمد کے ساتھ نام ''تنویر پھولؔ'' کی جگہ ''تنویل پھولؔ'' غلط کمپوز ہو گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۲۷ پر ڈاکٹر اشفاق انجم کی جو حمد ہے اُس کے چھٹے شعر کا دوسرا مصرعہ ''وہی کہ اخلاص ونشرح والا، وہی کہ رعد ودخان والا'' شاعر کی نظر ثانی کا طلب گار ہے، ''نشرح'' کی جگہ ''فتح'' (سورۃ الفتح) یا ''ناس'' (سورۃ الناس) یا اسی کا ہم وزن کوئی لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر شہزاد احمد کا مقالہ ''پاکستان میں نعتیہ صحافت'' ایک معلوماتی تحریر ہے، موصوف نے حال ہی میں نعت کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی ہے جس پر راقم الحروف کی طرف سے دلی مبارک باد۔ صفحہ نمبر ۲۲۳ پر راقم الحروف کے مضمون کی تیسری سطر میں ''حمد اور مناجات'' کی جگہ ''حمد اور نعت'' کمپوز ہُوا ہے جو درست نہیں۔ براہِ کرم جملہ اس طرح پڑھا جائے ''سورۃ الفاتحہ حمد اور مناجات کی یک جائی کا مظہر ہے''۔ صفحہ نمبر ۲۲۵ پر لفظ ''ارم'' کے استعمال پر بحث کی گئی ہے جو معلوماتی ہے اور صفحہ نمبر ۲۱۷ پر ایک دوسرے مقالہ نگار نے تحریر کیا ہے ''قرآن وحدیث اور دیگر مذہبی کتابوں میں جن آٹھ جنتوں کا ذکر ہے ''ارم'' ان میں شامل نہیں ہے، اس حقیقت سے جاہل وکم علم شعرا بے خبر ہو سکتے ہیں''۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہر زبان کا الگ الگ انداز ہے۔ اردو زبان میں لفظ ''ارم'' کا حوالہ کسی مخصوص جنت یا جنت کے کسی حصے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سے مجازاً جنت یا بہشت مراد ہے، فیروز اللغات، نسیم اللغات اور جواہر اللغات سب اسی مفہوم کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ لفظ ''عشق'' کی طرح اسے استعمال نہ کرنا چاہیں وہ نہ کریں لیکن استعمال کرنے والوں کو ''جاہل وکم علم شعرا'' کہنا مناسب نہیں۔ غالبؔ جیسا بڑا شاعر بھی لفظ ''ارم'' کو اسی مفہوم میں استعمال کرتا ہے: ''خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں''۔
عربی میں تو لفظ ''بہشت'' بھی نہیں ہے، کیا اسے بھی استعمال کرنا قابل اعتراض ہو گا؟ عربی میں ''رقیب'' اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے لیکن
~~~~~~

ہماری غزلوں میں اس کے دوسرے معنی ہیں۔

اردو میں لفظ ''مولیٰ'' سے مراد'' آقا'' ہے لیکن عربی میں اس سے مراد'' آزاد کیا ہُوا غلام'' بھی ہے۔ دیکھنا یہ پڑتا ہے کہ کوئی لفظ کس مفہوم میں استعمال کیا جارہا ہے۔ حال ہی میں کچھ لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ گوشت اور دالوں کے آمیزے کو''حلیم'' کہنا گناہ ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے، اسے ''حلیم'' نہیں بلکہ ''دلیم'' کہا جائے۔ یہ سب لایعنی باتیں ہیں اور زبان کو محدود کرنے کا سبب بن سکتی ہیں۔ اگر ''حلیم'' پر اعتراض ہے تو'' رقیب'' اور ''حکیم'' کا کیا ہوگا؟ ''رقیبِ رُوسیاہ'' اور ''حکیم صاحب''، ''حکیم جی'' ان سب کو زبان سے خارج کرنا پڑے گا۔ صفحہ نمبر ۲۳۴ پر نمرود کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ اُس نے بلند ترین مینار یا محل بنوایا تا کہ وہ ابراہیم (علیہ السّلام) کے معبود کو تلاش کرے لیکن قرآن پاک میں یہ بات نمرود نہیں بلکہ فرعون اور ہامان کے حوالے سے ہے (سورۃ المومن آیات ۳۶ و ۳۷، نیز سورۃ القصص آیت نمبر ۳۸)۔

ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کا مقالہ ''نعت اور نعتیہ عناصر'' ایک وقیع تحریر ہے جس پر موصوف مبارک باد کے مستحق ہیں۔ صفحہ نمبر ۴۷ پر نعت کا ایک شعر ہے:

رحمۃ للعالمیں! خیرالامم   آپ ہی کا سب سے اونچا ہے علم

اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو''خیرالامم'' کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے جو درست نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فخرِ امم یا شاہِ امم صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیئے۔ ''خیرالامم'' سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک نہیں بلکہ آپؐ کی امت کو''خیرالامم'' کہا گیا ہے (سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۰۔ علامہ اقبالؒ کی نظم ''بلادِ اسلامیہ'' میں ایک شعر ہے:

سوتے ہیں اس خاک میں خیرالامم کے تاجدار   نظم عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار

ڈاکٹر عزیز احسن کی تحریر ایک گراں قدر تحقیقی مقالہ ''ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر'' ایک قیمتی تحریر ہے جس میں ڈاکٹر محمد طاہر قریشی کے مقالے کا تعارف کرایا گیا ہے ۔ ملی شاعری میں حمدیہ و نعتیہ عناصر کے حوالے سے راقم الحروف اپنے ملی نغموں کے مجموعے'' نغماتِ پاکستان'' (صدارتی ایوارڈ یافتہ) میں شامل کچھ اشعار کا ذکر کرنا چاہتا ہے۔ اس مجموعے کی ابتدا اس حمد اور نعت سے ہوتی ہے:

تو ہے سب سے بڑا۔ تیرے ارض وسما   دہر میں جابجا۔ تیرا چرچا ملا
شکر تیرا خدا!   ملک پیارا دیا

پاک ہے یہ زمیں۔ نام ہے دل نشیں   پرچم سبز ہے۔ خوب صورت، حسیں
شکر تیرا خدا!   ملک پیارا دیا

تیری رحمت ملی۔ خوب دولت ملی   یعنی آزادی کی۔ ہم کو نعمت ملی
شکر تیرا خدا!   ملک پیارا دیا

کام اچھے کریں۔ سچے مسلم بنیں   ہم کو توفیق دے۔ تیری رہ پر چلیں
شکر تیرا خدا!   ملک پیارا دیا

تو ہی رحمان ہے۔ تو ہی منان ہے   ہر نفس پھول پر۔ تیرا احسان ہے
شکر تیرا خدا!   ملک پیارا دیا

(نعت)

مرحبا صد مرحبا آمد شہ ذیشان کی
آپ کے آنے سے عزت بڑھ گئی انسان کی

آپ نے باتیں بتائیں سب کو ہیں رحمان کی
آپ سے امت کو ہے نعمت ملی قرآن کی

دونوں عالم میں بہاریں آپ کے فیضان کی
آپ ہیں اللہ کے محبوب اے پیارے نبی!

خواب میں پائی بشارت حضرتِ حسرتؔ نے تھی
آپ کا جلوہ جو دیکھا، کھل گئی دل کی کلی

آج بھی تاریخ میں ہے قولِ حسرت موہانی یہی
آپ نے دی تھی بشارت ملک پاکستان کی

آپ کا احسان ہے بے شک ہر اِک انسان پر
چشمِ رحمت آپ کی ہو اپنے پاکستان پر

ہم عمل کرتے رہیں سنت پر اور قرآن پر
گر عدو حملہ کرے، ہم کھیل جائیں جان پر

آپ کی الفت جو ہے، بنیاد ہے ایمان کی
آپ ہی بدرالدجیٰ ہیں، آپ ہی نورالہدیٰ

ذکر بے شک آپ کا، اللہ نے اونچا کیا
گلشن ہستی میں آقا! پھولؔ کی ہے التجا

ہم پہ رحمت کی نظر، لطف وکرم کا در ہو وا
آپ ہی سے پائیں گے تسکین قلب وجان کی

مشاہدہ ہے کہ کچھ لوگ بلاسمجھے بوجھے حیات النبی ﷺ کے موضوع پر بحث میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں، ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں اور فریق مخالف کو شیطان اور گمراہ قرار دیتے ہیں جبکہ سورۃ الحجرات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں مبتلا ہونا بہت بری بات ہے، جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہی ظالم ہیں۔''

یہاں ایک نکتے کی طرف توجہ دلانی مقصود ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ ''شہیدوں کو مردہ نہ کہو، وہ زندہ ہیں اور رزق پا رہے ہیں لیکن تم یہ بات نہیں سمجھ سکتے۔'' ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کا درجہ شہید سے بڑا ہے اس لئے ہمیں حیات النبی ﷺ کے سلسلے میں تردد کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ ہم اسے سمجھ نہیں سکتے، یہ غیب کی باتیں ہیں اور ایمان کی پہلی شرط ہی غیب پر ایمان لانا ہے (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۳)۔ اس بحث کے نتیجے میں ایسا نہ ہو کہ شان رسول ﷺ میں کوئی گستاخی سرزد ہو جائے اور سارے اعمال اکارت ہو جائیں (سورۃ الحجرات، آیات نمبر ۱ اور ۲) جو لوگ حضور ﷺ کی وفات کو عام لوگوں کی موت کی طرح سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور ﷺ کو اپنا بڑا بھائی سمجھو۔ اس بات پر ہنسی آتی ہے کہ زمرہ ءعلما میں شامل ہونے کا دعویٰ کرنے والے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ذرا قرآن پر ہی غور کر لیتے کہ ازواج مطہّرات ؓ کو قرآن نے اُمہات المومنین قرار دیا ہے۔ جب وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں تو حضور ﷺ کم از کم باپ کے برابر تو ہوئے، بڑے بھائی کیسے ہو گئے؟ اب آیئے وفات اور حیات کے مسئلے کی طرف، قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے لئے بھی وفات (انی متوفیک) کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے جبکہ وہ آسمان پر زندہ اٹھا لئے گئے (سورہ آل عمران، آیت نمبر ۵۵)۔ دنیا کی دائمی زندگی کسی کو نہیں ملی، ہاں شیطان کو قیامت تک کی زندگی اُس کی خواہش پر عطا کی گئی ہے۔ آخرت کی زندگی حسب مراتب عطا کی جاتی ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ ایک بات یہ بھی غور کرنے کی ہے کہ شہیدوں کو زندہ کہا گیا لیکن ان کی بیوائیں دوسری شادی کر سکتی ہیں جبکہ ازواج مطہّرات ؓ کے لئے حضور ﷺ کے بعد ایسا کرنا یا کسی کو اُن کے بارے میں ایسا سوچنا بھی سختی سے ممنوع ہے (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۳)۔ یہ بھی دیکھیں کہ لفظ ایک ہی استعمال ہوتا ہے لیکن دیکھنا پڑتا ہے کہ یہ کس تناظر میں اور کس کے لئے استعمال ہوا ہے؟، قرآن میں فرمایا: **کل نفس ذآئقة**

الموت (ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی لفظ ''نفس'' استعمال کیا ہے (سورۃ الانعام، آیت نمبر۱۲)، نعوذ باللہ کسی کو غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے قرآن کو مکمّل طور پر سمجھنا چاہئے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نہیں۔ دونوں جگہ لفظ ''نفس'' ہے لیکن یہ دیکھا جائے گا کہ کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات الحی القیوم ہے اس لئے یہاں نفس کے معنی دوسرے ہوں گے، اسی طرح حضور ﷺ کی وفات کو عام لوگوں کی طرح سمجھنا صریح غلطی ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت اور وفات (دونوں کا دن پیر بتایا جاتا ہے) کی تاریخوں کے بارے میں اختلاف ہے، ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول، ۱۲ ربیع الاول اور اہلِ تشیع کی روایات میں ۱۷ ربیع الاول بتائی جاتی ہے جبکہ حضور ﷺ کی وفات کی تاریخ وہ ۱۲ ربیع الاول نہیں بلکہ ۲۸ صفر بتاتے ہیں۔ بارہ وفات کے مہینے کی ترکیب عوام الناس کی زبان ہے جس طرح وہ صفر المظفر کو تیرہ تیزی اور ذیقعد کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں، اس کی کوئی مستند حیثیت نہیں ہے۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے یا نہ دیکھنے کا معاملہ بھی نزاعی بنالیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ کوئی نظر اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی، حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر جو روشنی دیکھی تھی اور جسے وہ آگ سمجھے تھے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہی تھا، انھوں نے اسے دیکھا لیکن جب مزید کی خواہش کی تو تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے اپنی وسعت کے مطابق دیدار تو انھوں نے بھی کیا۔ اسی طرح شب معراج میں حضور ﷺ نے ظاہر ہے حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں زیادہ ہی دیکھا لیکن کتنا دیکھا؟ یہ ہمیں نہیں معلوم، اسی لئے حضرت ابن عباسؓ کہتے تھے کہ معراج کی شب حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا (اور قیامت میں جنتی بھی کریں گے جو حدیث سے ثابت ہے) جبکہ حضرت عائشہؓ کی روایت اس کے خلاف ہے لیکن جب معراج کا واقعہ ہوا تھا اُس وقت وہ حضور ﷺ کی زوجیت میں نہیں آئی تھیں اس لئے اس مسئلے میں جھگڑنا نہیں چاہیے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ''فیوض الحرمین'' کے صفحہ نمبر ۳۳ پر مکہ مکرمہ میں جشن میلاد النبی ﷺ اور اس موقع پر انوار کے ظہور کا تذکرہ کیا ہے جو انھوں نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ میں خود محسوس کیا۔ وہ رقم طراز ہیں: ''اس سے پہلے میں مکہ معظّمہ میں آں حضرت ﷺ کے مولد مبارک میں تھا، میلاد شریف کے روز لوگ نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے تھے اور وہ معجزے بیان کرتے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے اور وہ مشاہدے جو اعلان نبوت سے پہلے ہوئے تھے تو میں نے دیکھا کہ یکبارگی انوار ظاہر ہوئے ہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا ان آنکھوں سے دیکھا اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ فقط روح کی آنکھوں سے۔ خدا جانے کیا امر تھا ان آنکھوں سے دیکھا یا روح کی۔ پس میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور اُن ملائکہ کا ہے جو ایسی مجلسوں اور مشاہد پر موکل و مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوارِ رحمت ملے ہوئے ہیں''۔ صفحہ نمبر ۳۵ پر رقم طراز ہیں: ''میں نے دیکھا آں حضرت ﷺ کو اکثر امور میں اصلی صورت مقدس میں بار بار، باوجودیکہ مجھے بڑی آرزو تھی کہ روحانیت میں دیکھوں نہ جسمانیت میں آں حضرت ﷺ کو، پس مجھ کو دریافت ہوا کہ آپ ﷺ کا خاصہ ہے روح کو صورتِ جسم میں کرنا اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف آپ ﷺ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا ہے کہ انبیاء نہیں مرتے اور اپنی قبروں میں نماز پڑھا کرتے ہیں اور انبیاء حج کیا کرتے ہیں، اپنی قبروں میں وہ زندہ ہیں وغیرہ وغیرہ اور جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا تو مجھ سے خوش ہوئے اور انشراح فرمایا اور ظاہر ہوئے اور یہ اس واسطے کہ آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں''۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ''فیوض الحرمین'' اس لنک پر دیکھی جا سکتی ہے:

https://archive.org/stream/Fuyooz-ulHaramainarabicWithUrduTranslation
/00357_FUYOOZ-UL-HARAMAIN-ur#page/n6/mode/2up

وہ بھی زندہ، شہادت ہے جس کو ملی — جان لو، جاوداں کوئی اُن سا نہیں
پھولؔ ! بعد از خدا اُن کا ہے مرتبہ — خلق میں بے گماں کوئی اُن سا نہیں

لاہور سے شائع ہونے والے ایک جریدے میں دارالعلوم اٹک سے تعلّق رکھنے والے ایک حافظ صاحب نے ایک حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ اپنی آخری علالت میں حضورﷺ نے اپنی دختر حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ قیامت کے دن میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی۔ میں نے جواباً لکھا کہ حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ میں نے نہیں پڑھے، یہ حدیث حضرت عائشہ سے مروی ہے اور یہ ایک پیش گوئی ہے کیونکہ حضورﷺ کی وفات کے بعد اہل بیتؓ میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی۔ حافظ صاحب موصوف حیات النبیﷺ کے بارے میں تردد کا شکار تھے اس لئے انھوں نے حدیث میں ''قیامت کے دن'' کے الفاظ بڑھا دیئے۔ دراصل ہم حیات النبیﷺ کا صحیح ادراک نہیں کر سکتے جس طرح شہدا کی حیات کا، جو قرآن سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ نبیؑ کا درجہ شہید سے بڑا ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ نے اپنے ایک شعر میں حیات النبیﷺ کا ذکر اس طرح کیا:

تو زندہ ہے واللہ، تو زندہ ہے واللہ ! مری چشمِ ظاہر سے چھُپ جانے والے

صبیح رحمانی کا یہ خوب صورت نعتیہ شعر بھی اسی کیفیت کی عکاسی کر رہا ہے :

میں لب کشا نہیں ہوں کہ یہ جانتا ہوں میں سنتے ہیں وہ صدائیں سکوتِ نگاہ کی

ایک صاحب نے راقم الحروف کے مجموعۂ نعت ''قندیل حرا'' میں ایک نعت پڑھی جس کا مطلع یہ تھا:

آپ جیسا یا نبی ! باحوصلہ کوئی نہیں کھا کے پتھر دشمنوں کو دے دعا، کوئی نہیں

فرمانے لگے، نعت تو اچھی ہے لیکن آپ نے ''یا نبی!'' کہہ کر اسے قابل اعتراض بنا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ قائداعظم محمد علی جناح کو اُن کی وفات کے بعد ''اے قائداعظم!'' کہنے پر تو اعتراض نہیں کرتے (میرا اشارہ اس مشہور شعر کی طرف تھا: یوں دی ہمیں آزادی کہ دنیا ہوئی حیران۔ اے قائداعظم! ترا احسان ہے احسان) لیکن نعت میں ''یا نبیﷺ!'' کہنے پر اعتراض کر رہے ہیں! اس پر وہ لا جواب ہو کر خاموش ہو گئے۔

حضرت امام زین العابدینؒ کے یہ اشعار بھی سند کی حیثیت رکھتے ہیں:

یا مصطفیٰ ! یا مجتبیٰ ! اِرحم علیٰ عصیاننا مجبورۃ اعمالنا ذنب وّ طمع وّ الظلم

یا رحمۃ للعالمیں ! اَدرِک لزین العابدینؒ محبوسِ ایدی الظالمیں فی الموکبِ و المزدحم

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ یہ اشعار حضرت امام زین العابدینؒ کے نہیں ہو سکتے کیونکہ ''زین العابدین'' اُن کا تعریفی لقب تھا اور وہ خود اسے اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنا تعریفی لقب ''صدیق'' اپنی مناجات میں بطور تخلّص استعمال کیا ہے:

انت وافی انت کافی فی مھمّات الامور انت حسبی انت ربی انت لی نعم الوکیل

این موسیٰؑ این عیسیٰ این یحییٰؑ این نوحؑ انت یا صدیقِ عاصٍ تب الی المولی الجلیل

جو لوگ عید میلادالنبیﷺ منانے کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ جو سال میں ایک ایک مرتبہ آتی ہیں لیکن وہ یہ بھول گئے کہ حدیث میں جمعہ کو بھی عیدالمومنین کہا گیا ہے جو سال میں ہر ہفتے ہی ہے۔ عید اُس خوشی کے دن کو کہتے ہیں جو بار بار آئے۔ یہ لوگ ''بدعت بدعت'' کی تکرار کرتے ہیں لیکن ''بدعت سیئہ'' اور ''بدعت حسنہ'' کا فرق نہیں سمجھتے۔ بدعت کا مطلب ہے نئی چیز ایجاد کرنا، ''البدیع'' اللہ تعالیٰ کے اسماءالحسنیٰ میں شامل ہے جو اسی کا اسم فاعل ہے۔ اچھی بات اچھی ہوتی ہے اور بُری بات بُری ہوتی ہے۔

اگر یہ لوگ ہر نئی بات کو بدعت کہہ کر ممنوع قرار دیتے ہیں تو قرآن کو کتابی شکل میں لانے اور نماز تراویح کی پابندی کرنے کے بارے میں ان کا

کیا خیال ہے؟ مساجد میں برقی پنکھے اور ایئر کنڈیشنر کیوں لگاتے ہیں؟ اونٹ پر سواری کی جگہ کاریں اور ہوائی جہاز کیوں استعمال کرتے ہیں؟ خصوصاً حج اور عمرے کے سفر کے لئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک صاحب نے رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ بھی کہا تو آپ ﷺ نے اسے پسند فرمایا اور اُن کی تحسین کی۔ یہ بھی عجیب ستم ظریفی ہے کہ سعودی عرب والے جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کے خلاف ہیں لیکن ہر سال اپنا قومی دن بڑے دھوم دھام سے مناتے ہیں! اُن کے فلسفے کے مطابق تو یہ بھی بدعت ہے اس لئے ممنوع ہونا چاہیے۔

حمد و نعت میں لفظ ''عشق'' استعمال کرنے کے خلاف جاپان کے ایک اردو اخبار میں ایک صاحب نے یہ بے تکی دلیل پیش کی کہ لفظ ''عشق'' بہت ہی خراب ہے، کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ اپنی بہو سے عشق کرتے ہیں؟ اتنا خراب لفظ حمد و نعت میں کس طرح استعمال ہو سکتا ہے!۔ راقم الحروف نے انھیں جواب دیا کہ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ اپنی بہو کا بوسہ لیتے ہیں؟ آپ کے کہنے کے مطابق لفظ ''بوسہ'' بھی قبیح و مردود ٹھہرا پھر آپ حجر اسود کا بوسہ لینے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟۔ دیکھا یہ جاتا ہے کہ لفظ کس کے لئے اور کس تناظر میں استعمال ہو رہا ہے؟ خط طویل ہو گیا ہے اس لئے اب اجازت دیجئے۔ ای میل سے رابطہ رکھیے گا۔

~~~~~~

۱۵/ اکتوبر ۲۰۱۶ء

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۵ (سلور جوبلی نمبر) برادرم شبیر احمد انصاری [۱] صاحب اور برادرم امتیاز الملک آسی سلطانی [۲] صاحب کی وساطت سے موصول ہُوا جسے دیکھ کر مسرت ہوئی۔ مضامین نثر و نظم کا انتخاب خوب ہے جس کے لئے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کمپوزر صاحب کی توجہ کے لئے عرض ہے کہ صفحہ نمبر ۱۳۱ پر دوسری سطر میں سورۃ الانبیاء کی آیت درست تحریر نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب [۳] سے آپ کی ملاقات اور اُن کی طرف سے منہاج یونیورسٹی میں نعت چیئر قائم کرنے کا ارادہ نہایت خوش آئند ہے۔ اس شمارے میں ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا پُر مغز مقالہ پسند آیا، اس مقالے میں بھی کمپوزنگ کی غلطی ہے، صفحہ نمبر ۱۰۸ پر ''الفقر فخری'' والی روایت تحریر کرتے ہوئے دونوں الفاظ کے درمیان حرف ''واؤ'' لگانا درست نہیں ہے۔ یاد رہے کہ فقر کا لفظ محتاجی کے علاوہ درویشی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے (بحوالہ فیروز اللغات)۔ عام طور پر ''فقیر'' کا لفظ ''غنی'' کے مقابلے میں آتا ہے، علامہ اقبال نے کہا :

تو غنی از ہر دو عالم، من فقیر

مولانا ماہر القادری کے سلام کے یہ اشعار اسی حوالے سے ہیں:

سلام اُس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ تھا ''الفقر فخری'' جس کا سرمایہ سلام اُس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایہ
سلام اُس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا

صفحہ نمبر ۱۱۷ پر استاد قمر جلالوی کے جس شعر کا حوالہ ہے اُس میں چُپ بیٹھنے اور اپنے گھر میں شرمانے کا ذکر نعتیہ ہر گز نہیں بلکہ غزلیہ ہے۔ اسی طرح کا ایک شعر اعجاز رحمانی کے مجموعۂ نعت ''آسمان رحمت'' کے صفحہ نمبر ۴۷ پر بھی ہے:

ہر اِک موسم ہے اُن کے گیسو و رخسار کا موسم نہ کوئی شب ہماری ہے، نہ کوئی دن ہمارا ہے

یہ حقیقت ہے کہ غلطیاں سبھی سے ہوتی ہیں کیونکہ سب انسان ہیں۔ استاد قمر جلالوی کی غزل کا یہ مشہور مصرعہ بھی معیاری نہیں لگتا: غنچے اپنی آوازوں میں بجلی کو پکارا کرتے ہیں اس مصرعے میں ''آوازوں میں'' کا استعمال کھٹکتا ہے، اس کی جگہ شاید یہ مناسب ہوتا: خاموش زباں سے غنچے بھی
~~~~~~

بجلی کو پکارا کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر۱۳۲ پر تحریر ہے''کبریا کا لفظ ہمارے ہاں بڑے بڑوں نے اللہ کے صفاتی نام کے طور پر استعمال کیا ہے''۔یہ حقیقت ہے کہ اُردو میں ایسا ہی ہے،اسی سے لفظ''کبریائی'' بھی بنا ہے جس طرح رحمٰن سے رحمانی اور رحیم و کریم سے رحیمی و کریمی۔علامہ اقبال کے اس شعر میں بھی یہی صورت ہے:

اگر ہوتا وہ مجذوبِ فرنگی اس زمانے میں   تو اقبالؔ اُس کو بتلاتا،مقامِ کبریا کیا ہے

بات دراصل یہ ہے کہ ہر زبان کا الگ الگ انداز ہے۔ایک زبان کا لفظ جب دوسری زبان میں آجائے تو ضروری نہیں کہ معانی و اعراب و قواعد ہو بہو ایک ہی ہوں،مثال کے طور پر عربی میں''رقیب''اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے لیکن فارسی اور اُردو میں یہ لفظ جن معنوں میں استعمال ہوتا ہے اسے سب ہی جانتے ہیں۔عربی لفظ''صَدَقہ''اُردو میں حرف دال کے سکون کے ساتھ استعمال ہوتا ہے،''کلمہ''عربی میں مونث ہے جبکہ اُردو میں مذکر، علیٰ ہذا القیاس لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس میں کھلی چھوٹ ہو۔صفحہ نمبر۲۶۶ پر عزیز لدھیانوی کے اس شعر میں لفظ''عرب''کے درمیانی حرف کو مفتوح کی جگہ ساکن باندھنا غلط ہے:

حق کی مدد سے بالیقیں   حامی شہِ عرب و عجم

''حامی شہ ارض و سما''والا مصرعہ درست ہے لیکن مذکورہ بالا مصرعہ درست نہیں۔صفحہ نمبر۲۸۸ پر ڈاکٹر اشفاق انجم برافروختہ نظر آئے۔ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میری تحریر ان کے مضمون کا ردّعمل نہیں ہے بلکہ یہ تبصرہ''جہانِ نعت''کرناٹک کے شمارہ ۶ مطبوعہ ۲۰۱۲ء میں شائع شدہ حلیم حاذق کے مضمون کے جواب میں تھا جس میں موصوف نے حمد و نعت میں لفظ''عشق''لانے والوں کو بھی''جاہل شعراء''کے نام سے یاد کیا تھا۔مزید یہ کہ میرے اس تبصرے میں جو لہجہ اختیار کیا گیا ہے وہ جارحانہ نہیں بلکہ نہایت نرم ہے جسے پڑھنے والے محسوس کر سکتے ہیں۔۲۰۱۲ء میں ہی میرے تبصرے کا یہ حصہ اُردو نیٹ جاپان اور اُردو بندھن جدہ میں شائع ہو چکا ہے۔انھوں نے آخر میں جو استفسار فرمایا ہے اس کے جواب میں عرض ہے کہ جنت کی زبان عربی ہوگی وہاں''تو''اور''آپ''دونوں کے لئے ایک ہی ضمیر(واحد حاضر)استعمال ہوگی اور یہاں بھی نماز میں''السّلام علیک ایھا النبی ﷺ!''ہی کہتے ہیں۔مزید یہ کہ اگر خطاب بزبانِ شعر ہوگا تو''آپ''کہنا بہر صورت لازمی نہیں،یہ صرف نثر میں ضروری ہے۔علامہ اقبال کے اس شعر کے متعلق موصوف کا کیا خیال ہے؟:

جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں   طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

اور حضرت شمس تبریزی کی نعت کا یہ شعر بھی موصوف کے نزدیک قابلِ اعتراض ہوگا:

شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا!   مصطفیٰ و مجتبیٰ و سیدِ اعلیٰ توئی

صفحہ نمبر۳۰۰ اور صفحہ نمبر۳۰۱ پر سورۃ الفتح اور سورہ ءتوبہ کی آیات میں پھر کمپوزنگ کی بے احتیاطی ہے،موخر الذکر میں''مُشرکون''کی جگہ ''مشرقین''کمپوز ہُوا ہے جو افسوس ناک ہے۔براہ کرم کمپوزر اور پروف ریڈر صاحبان اس طرف خصوصی توجہ دیں۔

صفحہ نمبر۳۹۸ پر''چٹائی ،غارحرا،جو کے تذکار''کے بارے میں جو مضمون ہے اسے پڑھ کر احساس ہُوا کہ اس میں تنقید برائے تنقیص کی گئی ہے۔نعت گو شعراء نے بوریا اور چٹائی کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ سلطان مدینہ ،سرور دو عالم اور بادشاہ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سادگی اور قناعت پسندی کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے ورنہ کرسی،مسند،چادر،بستر وغیرہ تو دنیوی بادشاہوں نے بھی استعمال کیا ہے۔

یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ آپ نے صرف چٹائی کو ہی پسند فرمایا اور باقی چیزوں سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔یہ مقالہ نگار کے اپنے ذہن کی اختراع

ہے ورنہ شعرائے نعت نے آپ کی سادگی کو ہی بیان کیا ہے:

سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی، نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑوں میں سوتا تھا
(ماہرالقادری)

بوریا ، ٹوٹی چٹائی ، زیرِ پا عرشِ علیٰ
عیش کوشو ! بادشاہِ دو سرا ، سرکار ہیں
(تنویر پھولؔ)

کیا فاضل مقالہ نگار کی نظر سے وہ روایت نہیں گزری کہ حضرت عمر فاروقؓ جسم اطہر پر چٹائی یا بوریا کے نشانات دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے تھے اور جب اُنھوں نے قیصر و کسریٰ کے عیش و آرام کا ذکر کیا تو آپ نے جواب میں کیا ارشاد فرمایا؟ یاد رہے کہ آپ کی یہ سادگی اختیاری تھی ورنہ اگر آپ چاہتے تو پورا کوہِ اُحد سونے کا بنا دیا جاتا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

صفحہ نمبر ۲۰۴ پر مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ ''عموماً'' لوگ ''حفصہؓ'' کو ''حصفہ'' پڑھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے، جہلاء کی بات اور ہے۔

مقالہ نگار نے غارِ حرا کی اہمیت کو بھی کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ غارِ حرا اور اس کے بعد غارِ ثور دونوں کو جو مقام حاصل ہے وہ دنیا کے کسی اور غار کو نہیں (یاد رہے کہ اصحابِ کہف کے غار میں کسی نبیؑ نے قیام نہیں کیا)۔ غارِ حرا میں پہلی وحی (جو سورۃ العلق کی ابتدائی ۵ آیات پر مشتمل ہے) سے نزولِ قرآن کا آغاز ایک تابناک حقیقت ہے جس کا انکار کوئی کورچشم ہی کر سکتا ہے اور یہ حق ہے کہ ''ممتازِ حرا ہے آج تلک اس دنیا کے سب غاروں میں۔'' علامہ اقبال غارِ حرا میں آپ کے ذکرِ الٰہی، مراقبے اور نزولِ وحی کے حوالے سے فرماتے ہیں:

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

صبیح رحمانی نے اپنے خوب صورت اشعار میں اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے:

معمور ہیں حضور کے قدموں کی آہٹیں
کیسا نصیب آج بھی غارِ حرا کا ہے!
حرا کے سوچتے لمحوں کو زندہ ساعتیں لکھ کر
صفا کی گفتگو کو آبشارِ آگہی لکھوں

لوگ عام طور پر آپ کو ''مدینے والے آقا'' کہتے ہیں لیکن ایک مصرعہ ایسا بھی ہے جو خواب میں عطا کیا گیا:

''اے غارِ حرا والے آقا! ہم پر ہو کرم کی ایک نظر''

اس مقالے میں بھائی شبیر احمد انصاری صاحب کی مرتب کردہ کتاب ''شبستانِ حرا'' کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ حُسنِ اتفاق سے یہ کتاب یہاں میرے پاس موجود ہے اور صفحہ نمبر ۱۲ پر مولف نے کتاب کی تدوین و تکمیل میں مکمّل رہنمائی اور خصوصی معاونت کے سلسلے میں جن اصحاب کا شکریہ ادا کیا ہے اُن میں فاضل مقالہ نگار کا نام بھی شامل ہے یعنی اس ''کارِلا حاصل'' میں وہ بھی شریک ہیں اور اس طرح وہ خود اپنی تنقید کا ہدف بن رہے ہیں!

مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ''حرا'' ہی کے موضوع پر صفحہ نمبر ۱۴۳ پر موصوف کے متفرق اشعار، صفحہ نمبر ۱۹۸ پر ''حرا کی روشنی'' کی ردیف میں ان کی نظم، صفحہ نمبر ۱۹۹ تا صفحہ نمبر ۲۰۲ حرا کے بارے میں ان کی معرّا نظمیں اور صفحہ نمبر ۲۲۹ پر ثلاثی ''شبستانِ حرا'' میں شامل ہیں یعنی ''حرا'' کو ایک سے زیادہ بار اپنی شاعری کا موضوع بنانے کا ''جرم'' انھوں نے خود بھی کیا ہے!!

اسی طرح جو یعنی شعیر کے ذکر کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی کھانے میں آپ کی سادگی کا ذکر ہے اور مکرر عرض ہے کہ یہ

سادگی اختیاری تھی۔ مقالہ نگار صفحہ نمبر ۴۱۸ پر خود تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضور کا فقر و فاقہ اختیاری تھا اور قیامت تک کے ناداروں، مسکینوں اور فاقہ مستوں کے لئے تسلّی اور دلاسے کا سبب تھا اور نہ حدیث شریف سے ہی ثابت ہے کہ اگر حضور پسند فرماتے تو آپ کے لئے پہاڑ سونے کے ہوجاتے۔''

آپ سرکارِ دوعالم ، ہے غذا نانِ شعیر　　　بے کس و نادار کے حاجت روا سرکار ہیں

علامہ اقبال آپ اور آپ کے اصحابؓ کی اسی سادگی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر　　　کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدریؓ

صفحہ نمبر ۴۲۳ پر حضرت عبداللہ بن علیؓ کی جو روایت مقالہ نگار نے پیش کی ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ جَو کی روٹی بڑے شوق سے تناول فرماتے تھے۔ اسی طرح اور بھی روایات انھوں نے درج کی ہیں جن میں جَو اور غارِ حرا میں خصوصی عبادت بشمول رمضان میں پورے مہینے کی عبادت کا ذکر ہے۔ اس طرح ان کا یہ مقالہ تنقید برائے تنقیص اور تضادات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۷۹۳ پر ''حاصل مطالعہ'' کے زیرِ عنوان ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کی یہ وقیع تحریر قابلِ غور ہے: ''بعض ادبی حلقوں میں یہ بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے لئے ''تو، تیرا، تم، تمھارا'' کے ضمائر استعمال کرنا سوءِ ادب ہے، لیکن وہ لوگ شعر کی نزاکتوں اور لفظ کی حرمتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا شعر گوئی کے لئے بھی اپنا کوئی نصاب مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں میری رائے اس ادبی حلقے کے ساتھ ہے جو شاعری کے تقاضوں اور لفظوں کے برتنے کے سلیقوں کا ادراک رکھتے ہوئے ان ضمائر کے استعمال کو معیوب نہیں جانتا۔''

''ایوان مدحت'' میں ''اوّل سے آخر تک'' کی منفرد ردیف میں جناب صبیح رحمانی کی نعت بہت دل نشیں ہے۔ شاعر کے لئے داد اور دلی مبارک باد۔

''نعت نامے'' میں احمد صغیر صدیقی صاحب کا مکتوب زیرِ نظر آیا۔ افسوس ہے کہ ان کو راقم الحروف کی حمد کا یہ سادہ مقطع پسند نہیں آیا:

پامال ہے یہ گلشنِ ہستی میں ہو رہا　　　فریاد لایا پھول ہے تیری جناب میں

وہ لکھتے ہیں: ''یہ شعر کوئی بہت کمزور اور اناڑی شاعر لکھتا تو اس سے صرفِ نظر کیا جاسکتا تھا۔''

اس محبّت اور عزت افزائی پر ان کا ممنون ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی شاعر کے تمام اشعار ایک ہی معیار کے نہیں ہوسکتے۔ صغیر بھائی کو حمد و نعت میں الفاظ کے مناسب استعمال پر لکھا ہوا میرا مقالہ نہایت دلچسپ اور فکر انگیز لگا جس پر اُن کا شکریہ۔ ''خیر الامم'' کے استعمال کے بارے میں شاید میں اپنی بات پوری طرح سمجھا نہیں سکا۔ ''خیر الامم'' کا مطلب ہے ''اُمتوں میں خیر'' اور یہ اعزاز حضور کی امت کو دیا گیا ہے (بحوالہ قرآن: سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۰)۔ علامہ اقبال نے بھی اپنی نظم ''بلادِ اسلامیہ'' میں اسے ان ہی معنوں میں استعمال کیا ہے:

سوتے ہیں اس خاک میں خیر الامم کے تاجدار　　　نظمِ عالم کا رہا جن کی حکومت پر مدار

''اُمم'' جمع ہے ''اُمت'' کی اس لئے اُس میں خیر کوئی امت ہی ہوسکتی ہے، فرد نہیں۔ حضور کو ''خیر البشر'' کہنا درست ہے لیکن آپ کو ''خیر الامم'' کہنا ایسا ہی ہے جیسے ''شہروں میں اہم'' کی جگہ یہ کہا جائے کہ ''ٹوکیو ملکوں میں اہم ہے۔'' امید ہے کہ اب یہ بات واضح ہوگئی ہوگی۔

صغیر صاحب لکھتے ہیں کہ: ''ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنے مقالے میں ایک حدیث نوٹ کی ہے۔ ''اے اللہ! روح القدس کے ساتھ حسانؓ کی مدد فرما۔'' مجھے سمجھانے کے لئے بتائیں یہ ''رُوح القدس کے ساتھ'' کا اضافہ کیوں کیا گیا ہے؟'' عرض ہے کہ اس حدیث کے الفاظ کو سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۸۷ کی روشنی میں دیکھئے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''ہم نے عیسیٰؑ ابنِ مریم کو رُوح القدس کے ساتھ مدد دی'' وَ اَیّدنٰہُ بِرُوحِ القُدُس (واضح ہو

کہ ''روح القدس'' حضرت جبریل علیہ السّلام کو کہتے ہیں)۔

صفحہ نمبر ۸۹۶ کی سطر نمبر ۱۳ میں غالباً کمپوزر صاحب نے ''واضح'' کو ''واضع'' کر دیا ہے۔

صفحہ نمبر ۹۱۲ پر سعید بدر صاحب نے ''خطائے بزرگاں گرفتن خطا است'' کا حوالہ دیا ہے مگر یہ قول ''نعت رنگ'' کے مزاج کے خلاف ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ صحت مند تنقید فن پر کی جاتی ہے، ذاتیات پر نہیں اس لئے اسے ذات سے الگ کر کے دیکھنا چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کا مشہور قول ہے کہ یہ مت دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے؟ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے؟ عصر حاضر کے ایک دانشور پروفیسر ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی کا کہنا ہے کہ لوگ خطائے بزرگاں گرفتن خطا است کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ بزرگوں کی خطا کو پکڑے رہنا یعنی اس پر کاربند رہنا خطا ہے۔ قرآن پاک بھی باپ دادا کی اندھی تقلید سے منع کرتا ہے (سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۷۰)۔ صفحہ نمبر ۹۱۴ پر انھوں نے راقم الحروف کے مقالے کو قابلِ قدر قرار دیا ہے جس کا شکریہ۔ چالیس برس تک غاروں میں اجالا کرنے والی بات پر تنقید سعید صاحب کو ناگوار گزری اور انھوں نے اسے ''شعری ضرورت'' کہا مگر ایسی جگہ ''ضرورتِ شعری'' کا حوالہ ہونا چاہئے اور اگر بہتر صورت ہو تو اسے ہی اختیار کرنا چاہیے جیسے ''غاروں میں'' بطور قافیہ و ردیف استعمال کرنے کے لئے یہ کہا جا سکتا تھا:

''ممتاز حرا ہے آج تلک اس دنیا کے سب غاروں میں''، ''ارم''، ''عشق'' اور ''خدا'' جیسے الفاظ کے استعمال کے بارے میں اُن کی رائے سے راقم الحروف کو اتفاق ہے۔ صفحہ نمبر ۹۳۴ پر سمیعہ ناز صاحبہ نے راقم الحروف کے مقالے ''حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' کو پسند کرنے کی اطلاع دی جس پر اُن کا ممنون ہوں۔ سب کو سلام کہئے۔

اور دعاؤں میں یاد رکھئے۔ ای میل سے رابطہ رکھئے گا۔

۱۔ شبیر احمد انصاری (پ: ۲۰ اپریل ۱۹۵۲ء)، شاعر، ادیب، تذکرہ نگار، کتب: ''ڈاکٹر عبدالصمد مرحوم''، ''شبستانِ حرا''، ''واحد متکلّم سرشار صدیقی'' و دیگر۔

۲۔ امتیاز الملک آسی سلطانی، حمد و نعت گو شاعر

۳۔ ڈاکٹر طاہر القادری (پ: ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء)، ممتاز عالمِ دین، خطیب، مصنّف، محقق، بانی تحریک منہاج القرآن، سربراہ پاکستان عوامی تحریک، چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی، لاہور۔ سینکڑوں کتابوں کے مصنّف۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے: www.minhajbooks.com

~~~

بھائی صبیح رحمانی صاحب، السّلامُ علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

۲۴ دسمبر ۲۰۱۶ء کو انجمن تبلیغ الاسلام نیو یارک کے سالانہ نعتیہ مشاعرے میں کافی عرصے بعد آپ سے ملاقات، مصافحہ اور معانقہ کے خوشگوار لمحے باعث صد مسرت ہوئے۔ اس کے بعد پاکستان میں آپ نے میرے بھتیجے کو ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۶ عنایت فرمایا جس کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ اس سے قبل صاحب کتاب نعت گو شعراء کا ضخیم تذکرہ ''کراچی کا دبستان نعت'' بھی نظر نواز ہوا جس کے لیے آپ اور مولف دونوں قابل مبارک باد ہیں۔ سورہ یوسف کی آیت نمبر ۶۷ سے مزین ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۶ کا خوش رنگ سرورق بہت پسند آیا، مضامین نثر و نظم کا انتخاب بھی خوب ہے جس کے لیے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں تاہم کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ پر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ آپ کا لکھا ہوا ''ابتدائیہ'' بہت وقیع اور روح پرور ہے، یہ حقیقت ہے کہ ارضیت اور دہریت کے طوفان نے انسانی قدروں کو بری طرح متاثر کیا ہے اور جو لوگ صرف زبان سے مذہب کا نام لیتے ہیں وہ بھی تصورِ آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں، اس موضوع پر راقم الحروف کی ایک مختصر تحریر اس لنک پر دیکھی جا سکتی ہے:

http://www.urdubandhan.com/bazm/viewtopic.php?f=2&t=7795
~~~

ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ ''نعتیہ مجموعوں میں تقاریظ، دیباچوں اور مقدمات میں تنقیدی رویوں کا جائزہ'' بغور پڑھنے کا متقاضی ہے۔ صاحب تحریر نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے اور لطیف اثر مرحوم کے بے وزن کلام کے بہت سے اشعار بطور ثبوت نقل کیے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے درست فرمایا ہے کہ ''مقدمہ نگاری کی اہمیت اس وقت کم ہوجاتی ہے جب اصل کتاب میں کوئی شعر شعری یا شرعی معیارات سے فروتر پایا جاتا ہے اور دیباچہ، تقریظ یا مقدمہ نگار اس کی نشاندہی نہیں کرتا۔ ایسی صورت میں نعتیہ شاعری کے باذوق قاری کے ذہن کو بڑا دھچکا لگتا ہے۔'' اس سلسلے میں یہ حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا کہ پی ٹی وی کے سابق پروڈیوسر تاجدار عادل صاحب نے راقم الحروف کے پاس رفیع الدین راز صاحب کی کتاب ''روشنی کے خدوخال'' تبصرے کے لیے بھیجی، اس تاکید کے ساتھ کہ تبصرہ بے لاگ کیا جائے۔ جب یہ تبصرہ شائع ہوا تو کچھ لوگ چیں بجبیں ہوگئے۔ وہ تبصرہ ملاحظہ کیجیے:

''روشنی کے خدوخال'' معروف شاعر جناب رفیع الدین راز کی شعری تخلیق ہے جو مسدس کی شکل میں ہے۔ پہلا حصہ دورِ جاہلیت سے آغاز اسلام تک اور دوسرا دورِ نبوت سے اسلام کے عروج تک ہے جس میں خلفائے راشدینؓ، ازواجِ مطہراتؓ اور خانوادۂ نبی ﷺ کا ذکر بھی شامل ہے۔ کتاب کا نام شاعر کے اس مصرع سے ماخوذ ہے: سایۂ جسم محمد ﷺ، روشنی کے خدّ وخال۔ کتاب سلیقے سے مجلّد شائع ہوئی ہے اور سرورق پر سورہ نمل کی آیت نمبر ۳۰ طغرے کی شکل میں موجود ہے۔ یہ آیت دراصل ملکہء سبا بلقیس کا قول بیان کرتی ہے جو حضرت سلیمانؑ کے مکتوب کے بارے میں ہے۔ کتاب کا انتساب سرورِ کونین ﷺ کے نام کیا گیا ہے۔ کتاب کا بیک ٹائٹل تابش دہلوی، محشر بدایونی، ڈاکٹر اسلم فرخی، شبنم رومانی، انجم اعظمی، مشفق خواجہ، قمر ہاشمی، اور کریم بخش خالد کی ستائشی آراء سے مزین ہے۔ ان بڑے ناموں کے موجود ہوتے ہوئے کچھ کہنا مناسب نہیں لگتا اور مجھے کریم بخش خالد کی اس رائے سے اتفاق بھی ہے کہ ''ان کے شعروں میں ایک پراسرار تقدس اور پاکیزگی کا احساس ہوتا ہے''۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ بڑے سے بڑا شاعر بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ اس کا کلام نقائص سے یکسر پاک ہے کیوں کہ یہ اللہ کا کلام تو ہے نہیں، خاکی بشر کا کلام ہے۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ راز صاحب نے اپنے مسدس کے ٹیپ کے مصرع (مرحبا! صلِّ علیٰ اے آئنہ! اے روشنی!) میں سب حقائق کو سمو دیا ہے لیکن بصد ادب عرض ہے کہ منفی پہلو اور دورِ جاہلیت کی منظر کشی کرتے وقت اس مصرع کی تکرار بری طرح کھٹکتی ہے اور مفہوم غلط تاثر دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے (یہ رائے تاجدار عادل صاحب کی ہے جس سے مجھے بھی اتفاق ہے) مثال کے طور پر ان مصرعوں کے ساتھ۔ (۱) جیسے ویرانے میں ہونڈی کوئی سوکھی ہوئی (۲) ہر طرف توہین حوا، چار سو بے حرمتی۔ (۳) کیسا رب اور کیسا قرآں، کون سا دین نبی ﷺ۔ ہاں مثبت پہلو بیان کرتے وقت یہ مصرع بڑے کام کا ہے۔ مثال کے طور پر یہ خوب صورت بند ملاحظہ کیجئے:

کام صدیوں پر محیط اور عمر اتنی مختصر — آپ کے نقش کفِ پا کے اُجالے دیکھ کر
محوِ حیرت ہیں سبھی، کیا فکر، کیا قلب ونظر — میں ثنا شیشے کی لکھوں یا ثنائے شیشہ گر
کیا کروں یہ نوک خامہ سوچتی ہی رہ گئی
مرحبا! صلِّ علیٰ اے آئنہ! اے روشنی!

اس مسدس میں کچھ مقامات پر تذکیر و تانیث کی غلطیاں ہیں مثلاً صفحہ نمبر ۹۱ پر ''مخلوق'' اور صفحہ نمبر ۱۴۳ پر ''گود'' کو بطور مذکر استعمال کیا گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۷۰ پر ''محمد ﷺ کے سپاہ'' کی جگہ ''محمد ﷺ کی سپاہ'' ہونا چاہئے اور ''منفرد ہیں'' کی جگہ ''منفرد ہے'' درست ہوگا۔ اسی طرح صفحہ نمبر ۲۵۲ پر ایک شعر ہے: یہ سلامِ بندگی ہے خانماں بربادکی: مرحبا صلِّ علیٰ اے آئنہ! اے روشنی!۔ پہلا مصرع آخر میں ''کی'' نہیں بلکہ ''کا'' کا تقاضا کررہا ہے۔ واحد اور جمع کی غلطیاں بھی موجود ہیں۔ صفحہ نمبر ۱۸۷ پر ایک مصرع ہے: لرزہ براندام تھے اک اک پرستار بتاں: ''اک اک'' کے ساتھ ''تھے''

درست نہیں۔صفحہ نمبر۱۴۰پر''احکام'' کو واحد باندھا گیا ہے جبکہ یہ''حکم'' کی جمع ہے اسی طرح صفحہ نمبر۲۲۳پر''سلاسل'' کو واحد باندھا گیا ہے: جس کی نسبت ظلم سے ہو، اُس سلاسل سے جہاد: تلفّظ کی غلطیاں بھی کھٹکتی ہیں۔صفحات ۱۳۷، ۱۴۴، ۱۶۳ اور مزید تین مقامات پر لفظ''وحی'' کا تلفّظ غلط ہے، اس میں حائے حطی مکسور نہیں بلکہ ساکن ہے۔صفحہ نمبر۱۵۶پر لفظ''نفی'' میں''ف'' کو مشدّد باندھا گیا ہے، یہی غلطی صفحہ نمبر۲۲۱پر دہرائی گئی ہے۔'ہم سے نقّی ہو رہی ہے سورۂ قرآن کی''۔صفحہ نمبر۱۸۳پر''معرکہ'' کی جمع''معرکاؤں'' غلط ہے۔صفحہ نمبر۱۵۹پر''نسل و مٹی'' کی ترکیب غلط ہے۔'پاک ہے یہ نسل و مٹی جیسے احساسات سے'۔''مٹی'' ہندی زبان کا لفظ ہے اس لیے''نسل اور مٹی'' کہا جائے گا۔اسی طرح صفحہ نمبر۱۷۰پر''چاہت بدوش'' اور صفحہ نمبر۱۸۵ پر''سگِ پیاسا'' کی تراکیب بھی غلط ہیں۔صفحہ نمبر۲۲۴پر''قتل عدو'' کی جگہ''قتال عدو'' استعمال کیا گیا ہے اور''قتال'' میں''ت'' مشدّد باندھا گیا ہے جو غلط ہے۔

راز صاحب نے اکثر مقامات پر قرآنی سورتوں کے حوالے دیئے ہیں جو ان کی قرآن فہمی کا مظہر ہیں اور اس سلسلے میں وہ قابل مبارک باد ہیں۔مثال کے طور پر صفحہ ۲۱۳ تا صفحہ ۲۱۶ سورہ حشر، سورہ رحمٰن اور سورہ ماعون کے حوالے دیئے گئے ہیں۔صفحہ نمبر۲۲۰پر سورہ نساء اور سورہ نور کے حوالے ہیں۔صفحہ ۲۴۷ پر سورہ کوثر اور صفحہ ۲۴۸ پر سورہ آل عمران کے حوالے ہیں جو مستحسن امر ہے۔

کچھ تاریخی غلطیاں بھی ہیں۔صفحہ نمبر۹۷پر غزوۂ خندق کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے:'' آپﷺ کی نسبت سے ٹھہرا ہے یہ غزوہ آخری''۔ حالانکہ اس کے بعد اور بھی غزوات ہوئے ہیں مثلاً غزوۂ حُنین اور غزوہ تبوک وغیرہ۔خلفائے راشدینؓ کے دورِ حکومت کے تذکرے کے بعد پھر حیات طیبہ کے مختلف ادوار کا ذکر ہے، اگر ترتیب درست کر لی جاتی تو بہتر ہوتا۔صفحہ ۱۹۱ پر حضرت عثمان غنیؓ کی شان میں راز صاحب کا مصرع ہے:''گھر میں جو کچھ تھا میسر، نذر کر بیٹھے غنیؓ'' لیکن یہ واقعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منسوب ہے، حضرت عثمان غنیؓ سے نہیں۔علامہ اقبال نے اس واقعے کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں کہا ہے: پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس۔صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولﷺ بس۔

صفحہ نمبر۲۳۳پر حضرت خالدؓ بن ولید سے پہلے''ابن قاسم''(محمد بن قاسم) کی سپہ سالاری کا ذکر ہے جبکہ محمد بن قاسم کا زمانہ دورِ رسالت اور خلفائے راشدینؓ کے بعد ولید بن عبدالملک کے دور کا ہے۔صفحہ نمبر۲۵۲پر آخری بند کا مصرع ہے:''ہو قبول افتد مِرے آقاﷺ! سلامِ بندگی''۔''ہو'' کے ساتھ''افتد'' کا استعمال محل نظر ہے۔اس کا صحیح استعمال اس فارسی مصرع میں موجود ہے:''گر قبول افتد زہے عز و شرف''۔پروف ریڈنگ کی غلطیاں بھی کھٹکتی ہیں، مثال کے طور پر صفحہ ۱۸پر''ثور'' کو''ثور''، صفحہ نمبر۲۳پر دو مرتبہ''اذن'' کو''ازن'' اور صفحہ ۱۳۴ پر''سفیان'' کو''صفیان'' لکھا گیا ہے۔ان تمام باتوں کی نشاندہی کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے وقت ان کا خیال رکھا جائے، اس سے تنقیص یا دل شکنی ہرگز مقصود نہیں۔آخر میں راز صاحب کا ایک بہت ہی خوب صورت بند جو دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

سو بڑے ناموں کی اِک فہرست ہے دیوار پر — روشنی ڈالی گئی ہے ایک اک کردار پر

پرتوِ دستِ ہنر کی ضو ہر اِک دستار پر — ہر نظر جا کر ٹھہرتی ہے اُسی سردار پر

سو بڑے ناموں میں پہلا نام ہے نام نبی

مرحبا! صلِ علیٰ اے آئنہ! اے روشنی!''

صفحہ نمبر۳۳۵پر لفظ''عشق'' کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عجمی شعراء نے اس کا استعمال کیا ہے یعنی عربی میں اس کا استعمال نہیں ہُوا جبکہ ''درود تاج''، جو ظاہر ہے کہ عربی ہے، اس میں حضورﷺ کو''راحت العاشقین'' کہا گیا ہے۔صفحہ نمبر۳۸۵پر جو نعت ہے اس کے مطلع کا دوسرا مصرع یہ

ہے: ''کوئی کیا بتائے لیکن تو کیا ہے کیا نہیں ہے'' استفہامیہ ''کیا'' کو ہمیشہ ''کا'' کے وزن پر باندھا جاتا ہے جبکہ اس مصرع میں دوسرے ''کیا'' کا وزن مختلف ہونے کی وجہ سے مصرع بحر سے خارج ہوگیا ہے۔(متفاعلن فعولن متفاعلن فعولن)

صفحہ نمبر ۴۹۲ پر ''کراچی کا دبستان نعت، ایک مطالعہ'' قندِ مکرر محسوس ہوا، پھر یاد آیا کہ یہ تحریر اُس کتاب میں بھی بطور مقدمہ شامل ہے۔اس کتاب کے حوالے سے یہ عرض ہے کہ اس میں اکثر مقامات پر ''صلِّ علیٰ'' کو ''صلی علیٰ'' لکھا گیا ہے (مثلاً صفحہ نمبر ۳۹) جو درست نہیں۔درودِ ابراہیمی میں بھی ''صلِّ علیٰ'' ہے جسے ہم ہر نماز میں پڑھتے ہیں۔یہ ضخیم تذکرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے جسے آپ نے منظر عارفی صاحب سے مرتب کرا کے قابلِ تحسین کارنامہ انجام دیا ہے۔اس میں ایک صاحب کتاب نعت گو شاعر ساجد امروہوی کا تذکرہ شامل نہیں ہے جن کے نعتیہ مجموعے کا نام ''عرفانِ مدینہ'' (سن اشاعت ۲۰۰۳ء) ہے۔صفحہ نمبر ۲۹۶ پر مولف نے ایک اور تذکرے ''نعت کی بہاریں'' کا ذکر کیا ہے یعنی وہ تذکرہ ان کی نظر سے گزر چکا ہے۔اس تذکرے میں ساجد امروہوی کا انٹرویو اور ان کی کتاب ''عرفان مدینہ'' کا ذکر ہے۔دوسری اشاعت میں ان کا تذکرہ شامل کیا جا سکتا ہے۔

''نعت رنگ'' صفحہ ۵۰۶ پر جو نعتیہ قصیدہ ہے اُس کے سرِ مقطع شعر میں ''طٰہٰ'' میں حائے حطی کا اضافہ غلط ہے (دیکھئے سورہ طٰہٰ)۔صفحہ ۵۰۷ پر شعر نمبر ۱۰ میں ''جلالت'' کو ''جالت'' کمپوز کیا گیا ہے۔صفحہ ۵۰۸ پر مقطع کے پہلے مصرع میں کچھ چھوٹ گیا ہے جس کی وجہ سے مصرع کا وزن متاثر ہوا ہے۔صفحہ ۵۴۰ پر دوسرے شعر میں ''تمتمائے'' کو ''تمتائے'' کمپوز کیا گیا ہے۔

صفحہ ۵۴۲ پر دوسرے شعر میں اضافت کے بغیر ''رمز آشتی'' مفہوم نہیں دے رہا ہے اور اضافت کے ساتھ مصرع بحر سے خارج ہے۔اسے اس طرح کیا جا سکتا ہے: کہ وجہِ زندگی و آشتی اسمِ محمد ﷺ ہے۔

صفحہ ۵۴۸ پر مطلع کے قوافی ''سلامت'' اور ''علامت'' ہیں، اس وجہ سے دیگر قوافی میں بھی ''ل ام ت'' ہونا چاہئے جیسے ''ملامت''۔علاوہ ازیں چوتھے شعر میں تقابل ردیفین ہے جسے اس طرح دور کیا جا سکتا ہے: ''تو وہ چراغ جو نورِ ازل سے ہے روشن''۔صفحہ ۵۵۷ پر مطلع میں ''کہ'' کی جگہ ''کے'' غلط کمپوز ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ۶۰۲ پر مرحوم ماجد خلیل صاحب (اللہ تعالیٰ اُن کی اور ہماری مغفرت فرمائے) کے ایک مصرع کا حوالہ ہے۔عرض ہے کہ راقم الحروف نے وہ مصرع اس طرح تجویز کیا تھا: ''اِک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں'' کی جگہ ''اِک لفظ کن سے بنے جہاں میں'' یا (اِک حرفِ کن سے بنے جہاں میں)۔اس طرح تبدیل شدہ صورت (اک کن سے بنے ہوئے جہاں میں) میں حرف ''ک'' کی وجہ سے جو تنافر پیدا ہو رہا ہے، اس سے بچا جا سکتا تھا۔

ریاض حسین چودھری صاحب نے اپنے مکتوب میں بالکل درست فرمایا ہے کہ نعت کے عظیم الشان سرمائے کو نظر انداز کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے؟ یہ ممکن نہیں کہ آج کی نعت کے بہت بڑے ذخیرے کو اور شعرا کی ایک بڑی تعداد کو (جن میں قدیم شعرا بھی شامل ہیں) دریا برد کر دیا جائے۔راقم الحروف خود اپنی نعتوں میں تو اور تم استعمال کرنے سے حتی الامکان گریز کرتا ہے لیکن اس معاملے میں شدت پسندی کا قائل نہیں۔

ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب نے کمپوزنگ کی بے شمار خامیوں کی طرف توجہ دلائی ہے، اس معاملے میں راقم بھی اُن کا ہم نوا ہے۔جو شعرا ''صلِّ علیٰ'' کو حضور اکرم ﷺ کا اسم گرامی سمجھتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں لیکن جو اسے ''صلِّ علیٰ محمد'' کے مخفّف کے طور پر استعمال کرتے ہیں وہ درست ہیں جس طرح ''بسم اللہ'' کہہ کر پورا تسمیہ مراد لیتے ہیں اور ''الخ'' مخفّف ہے ''الیٰ آخرہ'' کا۔صفحہ ۶۴۱ پر ''رحمۃ للعالمین'' ﷺ لکھتے وقت ''ل'' سے پہلے الف لکھا گیا ہے جو زیادہ ہے اور سورۃ الانبیا کی آیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔صفحہ نمبر ۶۴۵ پر پیرزادہ قاسم صاحب کے مصرع میں ''تر دامنی'' کے

استعمال پر اعتراض درست نہیں، تر دامنی کا مطلب ہے خطا کاری یعنی گناہگاری۔ ایک مشہور شعر ہے: تر دامنی پہ شیخ! ہماری نہ جائیو☆ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ صفحہ نمبر ۶۴۸ پر قمر وارثی صاحب کے مصرع ''خواہشِ دیدِ نبی ﷺ کس کو نہیں ہے لیکن'' پر اعتراض درست نہیں۔ ''دید'' کے معنی ''نگاہ اور نظر'' کے علاوہ ''دیدار اور نظارہ'' بھی ہیں جیسا کہ نسیم اللغات (جس کے مرتبین میں آغا محمد باقر نبیرۂ آزاد بھی شامل ہیں) میں صفحہ نمبر ۴۹۰ پر درج ہے، نیز ملاقات (دیدار) کے خواہش مند کے لیے ''دید خواہ'' استعمال ہوتا ہے (بحوالہ فیروز اللغات، صفحہ نمبر ۶۷۰)۔ صفحہ نمبر ۶۴۱ پر ''رحمۃ للعالمین'' ﷺ میں 'ل' سے پہلے 'الف' لگایا گیا ہے جو سورۃ الانبیا کی مشہور آیت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ صفحہ نمبر ۶۴۷ پر یہی غلطی دہرائی گئی ہے۔

صفحہ نمبر ۶۴۷ پر عزیز احسن صاحب کی نعت کے اس شعر پر اعتراض کیا گیا ہے: اے شافعِ امم ﷺ! ہے تمنائے عاصیاں☆ نوبت کبھی نہ آئے سوال و جواب کی، اعتراض ہے کہ سوال و جواب تو لازمی و ناگزیر ہیں، ان سے کسی حال مفر نہیں۔ ''شافعِ امم'' ﷺ پر بھی اشفاق صاحب کو اشکال ہے۔ اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۳۷۴ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں سب لوگوں کا سردار ہوں گا...... اُس دن دنیا کے شروع سے قیامت کے دن تک کی ساری خلقت ایک چٹیل میدان میں جمع ہوگی......سورج بالکل قریب ہوجائے گا اور لوگوں کی پریشانی اور بے قراری کی کوئی حد نہ رہے گی جو برداشت سے باہر ہوجائے گی۔ لوگ آپس میں کہیں گے، دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا حالت ہوگئی ہے۔ کیا ایسا کوئی مقبول بندہ نہیں ہے جو اللہ پاک کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کرے؟......حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیا نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ سب لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور آپ ﷺ اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔ (اس حدیث کے آخر میں بغیر حساب کے جنت میں جانے والوں کا ذکر بھی ہے)۔ درودِ تاج میں بھی آپ ﷺ کو ''شفیع الامم'' ﷺ کہا گیا ہے۔ ایک بات یہ بھی قابلِ غور ہے کہ جب تمام انبیاؑ شفاعت کرنے سے انکار کردیں گے تو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہونے والوں، حضرت عیسیٰؑ کے حواریین اور اصحابِ کہف وغیرہ کی شفاعت کون کرے گا؟ ظاہر ہے کہ انبیائے سابقین پر اُن کے دور میں جو لوگ ایمان لائے ہوں گے وہ بھی مومن ہوں گے اور آپ ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند ہوں گے۔

صفحہ نمبر ۶۴۹ پر اجمل سراج صاحب کے مصرع ''کہ دے کے آپ ﷺ کو بھیجا گیا ہدایت خاص'' پر اعتراض درست نہیں کیوں کہ ''بھیجا گیا'' 'ہدایت' کے لیے نہیں بلکہ ''آپ'' ﷺ کے لیے استعمال ہوا ہے، اس کی نثر اس طرح ہوگی: کہ آپ ﷺ کو خاص ہدایت دے کے بھیجا گیا۔

صفحہ نمبر ۶۵۱ پر اشفاق انجم صاحب نے اپنے مصرع ''وہی ہے اخلاص ونشرح والا، وہی ہے رعد و دخان والا'' کے بے وزن ہونے کے بارے میں وضاحت چاہی ہے اور وضاحت نہ کرنے پر اعتراض کیا ہے۔ عرض ہے کہ راقم الحروف نے اپنی بات کو بالکل عام فہم سمجھ کر اس کی وضاحت ضروری نہیں سمجھی تھی۔ ظاہر ہے کہ ''نشرح'' بروزن ''فعلن'' ہے جبکہ بحر میں صرف ''فاع'' کی گنجائش ہے، اس لیے ''نشرح'' کی جگہ ''فتح'' یا ''ناس'' یا اسی کے ہم وزن یعنی ''فاع'' کے وزن پر کسی لفظ کے استعمال کی تجویز دی گئی تھی۔ اشفاق صاحب کی حمد کی بحر یہ ہے:

''مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن'' (۴ بار)۔ مذکورہ بالا مصرع بحر میں نہیں ہے کیوں کہ تقطیع میں حرف ''ح'' بحر سے خارج ہے۔ تقطیع کر کے خود دیکھ لیں یا کسی عروض داں سے سمجھ لیں۔ ویسے شاید یہ تقطیع سمجھ میں آجائے:

وہی ہ اخ لاص و نش رَح وا لا وہی ہ رَع دو دخا ن وا لا

مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن مفاعلاتن

غالبؔ کا مصرع ''دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو'' سیاق وسباق سے الگ کر کے پیش کیا گیا ہے، پہلا مصرع بھی تو دیکھیں:

طاعت میں تا رہے نہ مے وانگبیں کی لاگ:

حضرت رابعہ بصری کا قول بھی اسی طرح ہے کہ میں نہ جنت کی طمع میں اور نہ دوزخ کے خوف سے اُس کی عبادت کرتی ہوں بلکہ خالص اُس کی رضا کی طالب ہوں۔

اُس کی رضا سے کام ہے، جو کچھ عطا کرے
ہم کو غرض سقر سے، نہ باغِ جناں سے ہے

یہ ضرور ہے کہ غالبؔ نے ''شوخیاں'' بھی کی ہیں لیکن یہاں شوخی نہیں بلکہ سنجیدگی ہے اور ''خیاباں خیاباں ارم دیکھتے ہیں'' میں بھی شوخی نہیں ہے۔

صفحہ نمبر ۶۳۴ پر اشفاق انجم صاحب نے درست فرمایا ہے کہ پاروں کی تقسیم اجتہادی ہے جو بعد میں کی گئی۔ جو لوگ ایک ہفتے میں قرآن مجید ختم کرتے تھے وہ منزلوں کے حساب سے تلاوت کرتے تھے (قرآن پاک میں ۷ منزلیں ہیں)۔ ایک مہینے میں ختم کرنے والوں کے لیے قرآن پاک کو تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا گیا یہاں تک کہ چوتھے پارے کی آخری آیت پانچویں پارے کی پہلی آیت سے تشدید کے ذریعے مربوط ہے۔

صفحہ نمبر ۶۵۷ پر احسان اکبر صاحب نے ''مزّمّل'' کے درست تلفّظ (ز اور م پر تشدید کے ساتھ) کی بات کی ہے۔ ایک نجی گفتگو میں حضرت راغب مراد آبادی مرحوم نے راقم الحروف سے کہا تھا کہ لوگ اکثر ''مزمل'' اور ''حرمین'' کا تلفّظ غلط کرتے ہیں، مزمل میں حرف ز اور میم نمبر ۲ پر تشدید ہے اور حرمین جمع ہے حرم کی اس لیے ح اور ر دونوں پر زبر ہے یعنی درست تلفّظ ہے حَ رَ مَ ی ن۔ اس بات کی تصدیق درود تاج سے بھی ہوتی ہے۔ صفحہ نمبر ۶۶۱، سطر نمبر ۴ میں ''السلامُ علیک ایھا النبی ﷺ!'' میں ہائے ہوز کی جگہ حائے حطی درست نہیں۔

اوپن ہارٹ سرجری کی وجہ سے سینے اور پشت میں تکلیف ہے، دعاؤں میں یاد رکھنے کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے، ریاض حسین چودھری صاحب، ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب اور تمام بیماروں کو جلد از جلد مکمّل تندرستی عطا فرمائے، آمین۔ سب کو سلام کہیے اور ای میل سے رابطہ رکھیے۔

آپ کی بڑی نوازش کہ آپ نے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۲۷ گلستان جوہر، کراچی میں میرے بھتیجے سیف الدین کو مجھے ارسال کرنے کے لئے عنایت کیا۔ شمارہ پا کر بے حد مسرت ہوئی اور آپ کے لئے دل سے دعائیں نکلیں۔ سرورق پر سورۃ الرحمٰن کی آخری آیت ''تبارک اسم ربّک ذی الجلال و الاکرام'' بہت خوبصورتی سے لکھی ہوئی ہے۔ سب سے پہلے آپ کا ''ابتدائیہ'' جو ۴ اصفحات پر مشتمل ہے، پڑھا۔

بلاشبہ آپ کی یہ تحریر ایک گراں قدر مقالے کی حیثیت رکھتی ہے اور پڑھنے سے تعلّق رکھتی ہے۔ مضامین نثر و نظم کا انتخاب خوب ہے جس کے لئے آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ کمپوزنگ پہلے سے بہت بہتر ہے لیکن پھر بھی مزید توجہ کی ضرورت ہے، مثال کے طور پر صفحہ نمبر ۴۲۸ پر چوتھی سطر میں کئی الفاظ آپس میں اس طرح مل گئے ہیں جو بدنما لگ رہے ہیں۔ صفحہ نمبر ۴۵۱ پر شعر نمبر ۱۱ کے دوسرے مصرع میں لفظ دوزخ ''دروزخ'' کمپوز ہوا ہے۔ صفحہ نمبر ۴۵۴ پر شعر نمبر ۷ میں گل عذار، گل غدار بن گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۴۶۶ پر نعت کے آخری مصرع میں کونین کے آخری ن کا نقطہ غائب ہے۔ صفحہ نمبر ۴۷۱ پر ریاض حسین چودھری مرحوم کی نعت کے پانچویں مصرع میں ''رکھ'' کی جگہ ''رکھے'' کمپوز کر کے مصرع کو بے وزن کر دیا گیا ہے، درست مصرع یہ ہونا چاہیے:

ملائک ہر قدم پر پھول رکھ جاتے ہیں مدحت کے

صفحہ نمبر ۴۸۲ پر احمد صغیر صدیقی مرحوم کی نعت میں کمپوزنگ کی تین غلطیاں ہیں۔ دوسرے مصرع میں ''راہ نما'' کے بعد ''میں'' لگا کر مصرع

بے وزن کردیا گیا ہے، درست مصرع یہ ہونا چاہئے ''رہبر وراہ نما آپ کی بات''۔ تیسرے مصرع میں ''آنگن'' کو ''آنگین'' بروزن ''رنگین'' لکھا ہے اور ساتویں شعر کے پہلے مصرع میں ''سب'' کو ''سبب''۔ درست مصرع یہ ہونا چاہئے: ''اہل دانش کے سب ابہام ادھر''۔

صفحہ۴۸۳ کی نعت کے پہلے ہی مصرع میں ''دعا سلام'' کو ''سلام دعا'' کر کے مصرع کو بحر سے خارج کردیا ہے، درست مصرع یہ ہونا چاہیے: ''کھلاؤں مسکیں کو کھانا، دعا سلام کروں''۔ اسی نعت کے تیسرے اور چوبیسویں مصرعے کمپوزنگ کی وجہ سے بے وزنی کا شکار ہیں۔ صفحہ نمبر۴۸۴ والی نعت کے بارھویں اور سولھویں مصرعے کا یہی حال ہے۔ صفحہ نمبر۴۸۵ پر چوتھے شعر میں ''رہِ اُحد'' کو ''راہِ اُحد'' کمپوز کرنے سے مصرع بے وزن ہوگیا ہے۔ صفحہ۴۸۶ پر دسویں مصرع کا یہی حال ہے اور قافیہ بھی بدل گیا ہے۔ صفحہ نمبر۴۸۷ پر شعر نمبر۱۸ میں ''امن واماں'' کو ''امان واماں'' کمپوز کیا گیا ہے۔ صفحات ۵۰۲ اور ۵۰۳ پر ''صلِ علیٰ'' کو ''صلی علیٰ'' کمپوز کیا گیا ہے، یہ غلطی دیگر مقامات پر بھی ہے۔ صفحہ نمبر۵۲۳ پر اٹھارویں سطر میں ''کے استعمال'' کو ملا کر ''کیا ستعمال'' کردیا گیا ہے۔ امید ہے کہ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ پر مزید توجہ دی جائے گی۔

صفحہ نمبر۱۵ پر گوہر ملسیانی مرحوم کا ایک مصرع ہے: جان وتن، مال ومتاع، قربان کرنا ہے مجھے۔ اس مصرع میں حرف ''ع'' بحر سے خارج ہے۔ صفحہ نمبر۱۷۴ پر مقالے کا عنوان ہے: ''اُردو نعت میں صنعت تلمیح''، لیکن اس میں تلمیح کا کوئی ذکر نہیں بلکہ ''تلمیع'' کا ذکر ہے۔ تلمیح میں کسی واقعے کی طرف اشارہ جبکہ تلمیع میں ایک سے زیادہ زبانیں جمع کی جاتی ہیں۔ موخرالذکر میں میرا ایک شعر دیکھئے: آئے ہیں در پر آپ ﷺ کے، آنکھوں سے ہیں آنسو رواں ☆ چشمِ کرم آقائے ما! آقائے ما! چشم کرم۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری کا مقالہ ''نعت میں نظریاتی افکار وخیالات'' بہت وقیع ہے، ڈاکٹر صاحب نے ایک اہم موضوع پر قلم اُٹھایا ہے۔ انھوں نے ایک خاص عقیدے کے حامل ڈاکٹر رحیمی اور پروفیسر شاہین کی درست گرفت کی ہے۔ ایسے لوگوں کو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی استاد مولانا قاسم نانوتوی ومولانا اشرف علی تھانوی کی ''کلیات امدادیہ'' پڑھنی چاہیے جس کا ایک حوالہ راقم الحروف نے شمارہ نمبر۲۷ میں ہی صفحہ نمبر۹۹ پر دیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ امام زین العابدینؒ کی نعت کے ان اشعار کے بارے میں کیا کہیں گے؟:

یا رحمة للعالمیں، انت شفیع المذنبیں
اکرِم لنا یوم الحزیں فضلًا وّ جودا وّ الکرم
یا رحمة للعالمیں، ادرِک لِزین العابدیں
محبوس ایدا لظالمیں فی الموکب و المزدحم

ایک ایسا ہی عقیدہ رکھنے والے صاحب نے اعتراض کیا کہ ''زین العابدین'' اُن کا صفاتی نام تھا، وہ خود کو زین العابدین نہیں کہہ سکتے تھے۔ راقم الحروف نے جواب دیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنی مشہور مناجات میں اپنا صفاتی نام ''صدیق'' استعمال کیا ہے: **انت یا صدیق عاصِ تب الی المولی الجلیل**۔ وہ اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکے۔ صفحہ نمبر۲۸۳ پر پروفیسر مولا بخش نے اقبال سہیل کے جو اشعار درج کئے ہیں اُن میں ہمدم، شبنم، مرہم کے ساتھ ''رِم جھم'' کا قافیہ استعمال کیا گیا ہے جو درست نہیں لگتا۔ صفحہ نمبر۲۹۰ پر انسان کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں لیکن چوتھی قسم ''دنیا کے فقیر، آخرت کے فقیر'' نہیں دی گئی، صرف تین قسمیں لکھی ہیں اور دوسری قسم کے پہلے۲ کی جگہ۱۲ کمپوز ہوا ہے۔ صفحہ نمبر۴۱۵ پر آپ نے برادرم طاہر سلطانی کے مجلّے ''جہانِ حمد'' کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد ''ارمغانِ حمد'' کا ذکر بھی ہے۔ طاہر بھائی کی خواہش پر میرے کچھ تبصرے اور مضامین میرے نام کی جگہ ڈاکٹر ایم خورشید صدیقی کے فرضی نام سے شائع ہوئے۔ میری چھوٹی خالہ زاد بہن ملکہ خورشید صدیقی مدراس یونیورسٹی سے اُردو کی پہلی

پی ایچ۔ ڈی ہیں۔ جلدی میں اُن کا نام تھوڑی تبدیلی کے بعد استعمال کیا۔ اب اس راز سے پردہ اُٹھا رہا ہوں۔ احمد صغیر صدیقی مرحوم نے شمارہ ۲۶ پر بہت اچھا تبصرہ کیا ہے۔ اس مضمون میں صفحہ نمبر ۴۲۴ پر گیارھویں سطر میں ''جذباتی'' کی جگہ ''جدیاتی'' کمپوز ہوا ہے۔ صفحہ ۴۲۳ اور صفحہ ۴۲۵ پر ''بھی تحقیقی'' اور ''نعت خداوند حرم'' کو ایک ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے جو غلط ہے۔ صغیر صاحب مرحوم نے راقم الحروف کے خط کو سراہا اور لکھا: ''میں اُن کی ''امم'' والی بات سے متفق ہو گیا ہوں اور اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔'' یہ اُن کی بڑائی تھی، اللہ اُن کی، تمام مرحومین کی اور ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ صغیر صدیقی مرحوم کی وفات پر راقم الحروف نے قطعات تاریخ کہے، ملاحظہ کیجیے:

آج نقدِ ادب کا حصہ ہیں ☆ اُن کے اعلیٰ خطوط تنقیدی پھول! تازہ رہے گا ہر دل پر ☆ ''نقش احمد صغیر صدیقی'' (۲۰۱۷ عیسوی)

افسوس! ایک شاعر و نقاد چل بسا ☆ لکھتا جو نثر بھی تھا بہت خوب دوستو! ۔۔۔ لرزش سی آ گئی ہے ادب کے جہاں میں پھول!

☆ ''احمد صغیر، آہ! بساطِ ادب'' کہو (۱۴۳۸ ہجری)

صفحہ نمبر ۴۶۲ پر منظر عارفی صاحب نے شاہ ولی نعمانی کا جو شعر درج کیا ہے اسے پڑھ کر دل کانپ اُٹھا۔ صفحہ نمبر ۵۰۰ پر اشفاق انجم صاحب نے تحریر کیا ہے ''جو لوگ ''فلک'' کو ''سما'' جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔''

فیروز اللغات جدید اور جدید نسیم اللغات (جس کے مرتبین میں آغا محمد باقر نبیرہ ءآزاد بھی شامل ہیں) دونوں میں فلک اور سما کا مطلب آسمان بتایا گیا ہے یعنی دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ مفتاح اللغات (عربی۔ اُردو) میں بھی یہی صورت ہے۔ موصوف صفحہ ۴۹۹ پر لکھتے ہیں ''فلک قرآن کے مطابق وہ اجرامِ فلکی ہیں جو متحرک ہیں۔'' سورہ یٰس، آیت نمبر ۴۰ میں ہے ''وَکُلّ فی فلک یسبحون'' جس کا ترجمہ ہے: اور سب اپنے اپنے دائرے (فلک) میں تیر رہے ہیں۔ شاہ فہد قران کریم پرنٹنگ کمپلیکس، سعودی عربیہ میں طبع شدہ نسخے میں ترجمہ یہ ہے: اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

اشفاق انجم صاحب صفحہ ۵۰۰ پر آگے خود ہی لکھتے ہیں: قرآن و حدیث میں سبع سماوات کا ذکر ہے اور ہر آسمان پر حضور ﷺ نے انبیاء سے ملاقاتیں کیں، ان کے نام بھی افلاک کی ترتیب کے ساتھ درج حدیث ہیں۔ یعنی موصوف خود بھی سماوات، آسمان اور افلاک (فلک کی جمع) کو ایک ہی معنی میں استعمال کر رہے ہیں۔ صفحہ نمبر ۵۰۳ پر اشفاق انجم صاحب لکھتے ہیں:

''رُوحِ رواں'' کی بجائے ''روح و رواں'' استعمال کرنا چاہیے۔'' نسیم اللغات کے مطابق: رُوحِ رواں کا مطلب ہے ''جانے والی روح۔ وہ شخص یا چیز جس پر کسی کام کا دار و مدار ہو''۔ اس میں ''روح و رواں'' نہیں ہے لیکن فیروز اللغات کے مطابق دونوں درست ہیں۔ صفحہ نمبر ۵۰۷ پر انھوں نے فدا خالدی کے مصرع ''ایمان سے ہونے لگی قلبوں کی صفائی'' پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے ''قلب کی جمع ''قلبوں'' غیر فصیح ہے ''قلوب'' کہتے ہیں''۔ راقم الحروف انجم صاحب کی اس بات سے متفق ہے، مذکورہ مصرع اس طرح بہتر ہوگا: ''ایمان سے ہونے لگی ہر دل کی صفائی''۔

صفحہ نمبر ۵۰۹ پر کلیم حاذق صاحب کے مصرع پر اشفاق انجم صاحب نے اعتراض کیا ہے۔ اُن کا اعتراض درست ہے کیونکہ لفظ ''بزرگ'' کے غلط تلفّظ کی وجہ سے مصرع بحر سے خارج ہو گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۵۱۱ پر انجم صاحب نے حافظ عبدالغفار حافظ صاحب کے مطلع کے بارے میں لکھا ہے: مطلع میں ذرا سی ترمیم کر دیں تو بہتر ہوگا یعنی ''اردو زباں'' کی جگہ ''خیر اللہ'' رکھ دیں۔ حافظ صاحب کا مطلع یوں ہے: فخرِ پاک و نازش ہندوستاں ہے نعت رنگ ☆ بالیقیں ''اردو زباں'' کا ترجماں ہے نعت رنگ۔ یہ شعر بحرِ رمل (فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان) میں ہے۔ راقم الحروف یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اس میں ''اُردو زباں'' کی جگہ ''خیر اللہ'' کس طرح آ سکتا ہے؟؟

صفحہ نمبر۵۱۳ پر اشفاق انجم صاحب نے راقم الحروف کے مصرع ''فریاد لایا پھولؔ ہے تیری جناب میں'' یہ اصلاح تجویز فرمائی ہے: ''فریاد پھولؔ لایا ہے تیری جناب میں''، یعنی موصوف نے ایک لفظ آگے پیچھے کیا ہے لیکن اس طرح مصرع میں تنافر کا عیب پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے مصرع ''پامال ہے یہ گلشن ہستی میں ہو رہا'' کو تبدیل کر کے انجم صاحب نے یہ اصلاح تجویز کی ہے: ''پامال ہو رہا ہے خس و خار کی طرح''۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ درست ترکیب ''خار و خس'' ہے، ''خس و خار'' نہیں اور دوسرے مصرع میں ''پھولؔ'' کی رعایت سے پہلے مصرع میں ''گلشن ہستی'' ہی زیادہ مناسب ہے، بہر حال: پسند اپنی اپنی، خیال اپنا اپنا۔

آخر میں نعت سے وابستہ چند مرحوم شخصیات کی تاریخ وفات:

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق: ''عقیل و نیک رُو رفیع الدین اشفاق'' (۱۴۳۹ ہجری)

جناں کو چل دیئے اے پھولؔ! جن کو رب کی جانب سے
ملی تھی خدمتِ نعتِ نبی کی سلطنت ، کہہ دو
محقق نعت کے اوّل، وہ عالی مرتبہ بے شک
''رفیع الدین اشفاق اِک ادیبِ مرتبت'' کہہ دو
(۲۰۱۷ عیسوی)

ریاض حسین چودھری: ''بلبل ادب ریاض حسین چودھری'' (۱۴۳۸ ہجری):
''دادِ مدیح ریاض حسین چودھری'' (۱۴۳۸ ہجری)

خبر صبیحؔ نے اے پھولؔ! دی ہے پُر افسوس
جو اہل نعت ہیں، دل اُن کا ہو گیا بے چین
مقام اُن کا ہوا اب کہو ''پاکیزہ عدن'' (۱۶۹)
''جہاں سے آج گئے نعت گو ریاض حسین'': ۱۶۹ جمع ۱۸۴۸ (۲۰۱۷ عیسوی)

حسن اکبر کمال:
دادِ تحسین پا کے دنیا سے اُڑ گیا پھولؔ! روح کا ہدہد
کہہ دو تاریخ، کر کے خارج ''داد'' (۹)
''حسن اکبر کمال رخصت شد'': ۲۰۲۶ نفی ۹ (۲۰۱۷ عیسوی)

(تاریخ ہجری)
پھولؔ! جنت مکاں حسن اکبر
دل پہ چھایا رہے گا نامِ کمال
وہ گیا، تم نکالو 'اوجِ فوز' (۱۰۳)
''نعت اور منقبت، سلامِ کمال'': ۱۵۴۱ نفی ۱۰۳ (۱۴۳۸ ہجری)

بیکل اتساہی:
''فرزانۂ اُردو ادب سخنور بیکل اتساہی'' (۲۰۱۶ عیسوی)
چل دیئے اے پھولؔ! اب سوئے جناں کشورِ اُردو ادب کے بادشاہ
نعت گوئی میں نمایاں وہ رہے ''بیکل اتساہی سخن کے عکس جاہ'' (۱۴۳۸ ہجری)

ثاقب انجان:

پھولؔ! وہ کہتے رہے نعت وغزل   اُن کا لہجہ تھا بہت عمدہ، کہہ
شاعری یاد رہے گی اُن کی   ''ثاقب انجان سخن زیبا''، کہہ (۱۴۳۸ ہجری)

(تاریخ عیسوی)
اپنے لہجے کا جگاتے رہے پیہم جادو   بزمِ اُردو میں نمایاں تھے وہ مہمان، کہو
پھولؔ! تم اُن کی صفت جوڑو جو ہے ''سحر ادا'' (۲۷۴)
''شاعرِ ابرِ کرم'' ثاقبِ انجان، کہو: ۲۷۴ جمع ۱۷۴۲ (۲۰۱۶ء) نعتیہ مجموعہ

کوثر بریلوی:
''دیدِ جوہر محمد فاروق کوثر'' (۱۴۳۷ہجری)

اے پھولؔ! دل میں روشنی حُبِّ بلالؓ کی   یعنی ضیائے نعت تھے کوثر بریلوی
غزلیں کہیں مگر تھا انھیں عشق نعت سے   کہہ دو ''وفائے نعت تھے کوثر بریلوی'' (۲۰۱۶ء)

ڈاکٹر اسلم فرخی:
''دُرِّ مکنونِ ڈاکٹر اسلم فرخی'' (۲۰۱۶ عیسوی)

چل بسے شہرِ کراچی میں وہ عالم آہ! آہ!   اپنی دانش گاہ کے معمار اسلم فرخی
خندہ پیشانی سے وہ موتی لٹاتے علم کے   پھولؔ! کہہ دو ''با ادا، دربار اسلم فرخی'' (۱۴۳۷ھ)

منیبہ شیخ:
''گلشنِ طیبِ منیبہ شیخ'' (۱۴۳۸ہجری)

منیبہ چل بسیں اے پھولؔ! اُس پاکیزہ ہستی کو   بہارِ باغِ ایماں، عندلیبِ مصطفیٰ ﷺ کہیے
نوائے نعت یوں اُن کی، سحر کا نور ہو جیسے   ''منیبہ شیخ صبحِ رمزِ دل سازِ ثنا'' کہیے (۲۰۱۷ء)

سب کو سلام کہیے اور ای میل یا میسینجر سے بدستور رابطہ رکھیے۔ والسّلام

انجمن تبلیغ الاسلام نیویارک کے سالانہ نعتیہ مشاعرے میں ایک مرتبہ پھر آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہُوا اور آپ نے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۸ عنایت فرمایا جس پر آپ کا بے حد ممنون اور سراپا سپاس ہوں۔ حاشیے کے ساتھ اس شمارے کا خوش رنگ اور دیدہ زیب سرورق بہت پسند آیا۔

ابتدا میں ایک شعر زیرِ نظر آیا جس میں ''کتابِ جہل'' کی ترکیب مناسب نہیں لگی۔ شعر یہ تھا: وہ دل جو عشقِ محمد ﷺ سے روشناس نہیں ☆ کتاب جہل ہے جس کی کوئی اساس نہیں۔ علم کے حوالے سے کتاب کو اچھے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا ذکر اکثر مقامات پر کتاب کے نام سے ہی کیا ہے اور حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اس لئے راقم الحروف کے خیال میں یہ لفظ یک گونہ تقدس کا حامل ہے، اسے جہل کے ساتھ استعمال کرنا مناسب نہیں لگا۔ شاید اس طرح بہتر ہوتا اگر یہ کہا جاتا: شجر ہے جہل کا جس کی کوئی اساس نہیں۔ یا اسی طرح کی کوئی اور ترکیب جیسے شرارِ جہل، مکانِ جہل، درختِ جہل وغیرہ۔

یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اس شمارے کا انتساب بھائی فیروز احمد سیفی کے نام کیا ہے جو امریکہ میں رہتے ہوئے ہندوستان میں نعتیہ صحافت کے فروغ کے لئے سرگرمِ عمل ہیں۔ آپ کا تحریر کردہ ''ابتدائیہ'' نہایت وقیع اور قیمتی ہے۔ آپ نے بالکل درست فرمایا ہے کہ اختلاف کو ہمیشہ اپنی حدود کا خیال رکھنا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ہو تو اختلاف پھر اختلاف نہیں رہتا بلکہ مخالفت بن جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی درست فرمایا کہ تنقید کو فتوے کا انداز ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

اس شمارے میں مضامین نثر و نظم اور ''نعت نامے'' کے زیرِ عنوان خطوط اہم حیثیت کے حامل ہیں۔ کمپوزنگ کی کچھ اغلاط ہیں جو نہ ہوتیں تو

بہتر تھا۔مثال کے طور پر صفحہ نمبر ۶۸ پر پانچویں سطر میں ''شراب'' کی جگہ ''شرااب'' کمپوز ہوا ہے۔صفحہ نمبر ۹۶ پر مسلسل اشعار میں شعر نمبر ۸ کے مصرع ثانی میں ''رازدار'' نہیں بلکہ ''رازداں'' ہونا چاہئے ورنہ شعر کا قافیہ برقرار نہیں رہے گا۔صفحہ نمبر ۱۷ پر دوسرے پیراگراف کی پانچویں سطر میں ''پر'' کی جگہ ''پو'' کمپوز ہوا ہے۔صفحہ نمبر ۱۲۳ پر دوسرے پیراگراف کی تیسری سطر میں ''قاصر تھی'' نہیں بلکہ ''قاصر تھے'' کمپوز ہونا چاہئے تھا کیونکہ یہاں شعراء کا ذکر ہے۔ صفحہ نمبر ۱۲۷ پر یہ مصرع ''نہ شام مطلب کی صبح ہوگی ہرگز نہ یہ فسانہ تمام ہوگا'' غلط کمپوزنگ کی وجہ سے ساقط الوزن ہوگیا ہے۔نہ جانے کمپوزر نے اس مصرع میں ''ہرگز'' کا اضافہ کیوں کردیا ہے!۔صفحہ نمبر ۱۲۸ پر ''حضور'' میں ح کی جگہ خ کمپوز ہُوا ہے جو کھٹکتا ہے۔صفحہ نمبر ۱۴۰ پر ''برہنہ گفتاری'' کی جگہ ''برہنا گفتاری'' کمپوز ہوا ہے۔صفحہ نمبر ۱۴۶ پر ''مذموم سازش'' کمپوز کرتے وقت سازش ''شازش'' ہوگئی ہے۔صفحہ نمبر ۱۶۰ اور ۱۶۱ پر ''ہر شے گزشتنی ہے'' ہونا چاہیے جبکہ یہاں ''گزشتی ہے'' کمپوز ہوا ہے۔اسی صفحے پر فاضل مقالہ نگار کی اس رائے سے راقم الحروف کو اتفاق نہیں کہ ''غزل کی لفظیات میں مثنوی نہیں لکھی جاسکتی''۔اول تو یہ کہ مثنوی لکھی نہیں بلکہ کہی جاتی ہے۔

دوسری بات یہ کہ ایسا ہرگز نہیں کہ جو لفظ غزل میں استعمال ہوا ہو، وہ مثنوی میں استعمال نہیں ہوسکتا، ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ایک مشہور مثنوی کا مشہور شعر ہے: برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن ☆ جوانی کی راتیں، مرادوں کے دن۔اب غزل کے یہ مصرعے دیکھئے: وہ ابھی کم سن ہیں اور ان کے ارادے خام ہیں۔دوسرا مصرع: آئنہ دیکھتے ہی دل تڑپا، دیں صدائیں عبث جوانی کو۔(یہ دونوں مصرعے راقم الحروف کے ہیں)۔اگلے صفحے پر فاضل مقالہ نگار اپنی رائے کے برعکس لکھتے ہیں: بعض فقرے اور ترکیبیں یقیناً غزل کے علاوہ اور صنف (اصناف) میں بھی مستعمل ہوسکتی ہیں۔یہ بات درست ہے لیکن ان کی پہلی بات درست نہیں کیونکہ الفاظ تو الفاظ ہیں وہ مناسب مقام پر ہر جگہ استعمال ہوسکتے ہیں۔

ہر سخن کا ہے یقیناً نقطۂ آغاز لفظ — فرش سے عرش بریں بھی کر گیا پرواز لفظ
حمد باری، نعت پیغمبر سے ہے یہ تاجور — پیشِ خالق عاجزی ہو تو ہے سرافراز لفظ
ہے کبھی معیوب پہلو اور کبھی حُسنِ کلام — نت نئے ہم کو دکھاتا ہے یہاں انداز لفظ
علم رحماں نے سکھایا ہے قلم سے بے گماں — کاخِ علم وفن کا در کرتا ہے ہم پہ باز لفظ
آنکھوں ہی آنکھوں میں اسرارِ محبّت کھل گئے — شاذ و نادر ہی بتا پاتا ہے دل کا راز لفظ
چیر دیتا ہے دکھے دل کو یہ نشتر کی طرح — اور کبھی ٹوٹے دلوں کا ہوگیا دمساز لفظ
لفظ ہی سے پا گیا دل ہے قناعت کا سبق — کرگیا افزوں کبھی مقدارِ حرص و آز لفظ
لفظ کی یہ منزلیں ہیں، غور تم ان پر کرو — دل سے نکلا، لب پہ آیا، بن گیا آواز لفظ
گلشن ہستی میں لب ہیں پھولؔ کے نغمہ سرا — دل کی کیفیت کا یوں ہوجاتا ہے غمّاز لفظ

(تنویر پھولؔ)

اب بتائیے اس غزل کا کون سا لفظ ایسا ہے جو غزل کے علاوہ دیگر اصناف میں استعمال نہیں ہوسکتا؟ صفحہ نمبر ۱۶۳ پر فاضل مقالہ نگار سخت تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: صرف ایک مثال نامی گرامی شاعر وناقد سلیم احمد کی نعت میں دیکھ لیں:

وہ ابتداؤں کی ابتدا ہے، وہ انتہاؤں کی انتہا ہے
ثنا کرے کوئی اس کی کیونکر، بشر ہے لیکن خدا نما ہے

(اس نعت کے باقی اشعار اس شمارے کے صفحہ نمبر ۱۶۴ پر دیکھے جاسکتے ہیں جو آگے بھی درج کئے جارہے ہیں) اس نعت کے بارے میں مقالہ نگار لکھتے ہیں: مندرجہ نعت کے ہر شعر میں شاعر کا ذہن بری طرح بھٹکا ہوا اور گمراہی کا مارا ہوا دکھائی دیتا ہے۔۔۔ یہ لغو دانش ورانہ اظہار کے سوا کچھ نہیں۔۔۔سلیم احمد کی درج بالا تخلیق کو مجسّم لغویت کی مثال کہنا قطعی بے جا نہ ہوگا۔ صفحہ نمبر ۱۶۶ پر لکھتے ہیں: یہاں ''ابتداؤں کی ابتدا'' اور ''انتہاؤں کی انتہا'' جیسے فقرے قطعی بے معنی ہیں: یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو لامحدود ہے، نہ اُس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن تمام عالمین کی تخلیق سے پہلے حضور ﷺ کی تخلیق ہوئی جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: اوّل ماخلق اللّٰہ نوری (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا)۔ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ ﷺ کی تخلیق کے بعد (قرآن کے الفاظ میں چھے دن میں) یکے بعد دیگرے تمام عالمین (جن میں زمین و آسمان، سیارے، ستارے، ملائک، جنات، انسان، وحوش و حشرات وغیرہ سبھی شامل ہیں) کی تخلیق کا آغاز ہوا۔ قرآنی ارشاد کی منظوم تفہیم:

سنو، شش دن میں ہم نے کردیا سارا جہاں پیدا — بنائی ہے زمیں ہم نے، کئے ہفت آسماں پیدا
زمین و آسماں کے درمیاں موجود عالم کو — بنایا ہم نے ہی لیکن تکاں پہنچی نہ کچھ ہم کو

(''تنویر حرا'' جلد اوّل سے ماخوذ)

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپ ﷺ مخلوقات میں سب سے برتر ہیں، آپ ﷺ ہی کی وجہ سے تمام کائنات بنی ہے یعنی سب کی ابتدا آپ ﷺ کی ابتدا کے صدقے میں ہے۔ سلیم احمد نے ''ابتداؤں کی ابتدا'' کہہ کر اسی نکتے کی طرف اشارہ کیا ہے جسے بے معنی کہنا درست نہیں۔ اب آیئے ''انتہاؤں کی انتہا'' کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اُس کی ذات کی طرح لامحدود ہیں یعنی ان کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد تمام اوصاف حسنہ کا منتہا آپ ﷺ ہی کی ذات ہے۔ مثال کے طور پر حاتم طائی کی سخاوت کی انتہا، نوشیرواں کے عدل کی انتہا، حضرت ایوب علیہ السّلام کے صبر کی انتہا سب آپ ﷺ کی صفات کے آگے کم ہیں یعنی آپ ﷺ کی صفات حسنہ تمام مخلوقات کی صفات حسنہ کا منتہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں خود کو رؤف اور رحیم فرمایا ہے اور حضور ﷺ کو بھی رؤف اور رحیم کہا ہے (سورہ توبہ کا آخری حصہ) لیکن رؤف اور رحیم ہونے میں دونوں میں خالق اور مخلوق کا فرق برقرار رہے گا۔ ایک لا انتہا ہے اور ایک تمام مخلوقات کی صفات حسنہ کی انتہاؤں کی انتہا۔ سلیم احمد نے یہی بات کہی ہے۔ مطلع کے بعد اس نعت کے باقی اشعار یہ ہیں:

وہی ہے اوّل، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر — یہ سوچ ہے آگہی سے باہر، وہ اور کیا ہے جو رہ گیا ہے
وہ سرِّ تخلیق ہے مجسّم کہ خود ہی آدم ہے، خود ہی عالم — وجود کی ساری وسعتوں پر محیط ہے جو وہ دائرہ ہے
کوئی نہیں ہے مثیل اُس کا، کوئی نہیں ہے نظیر اُس کا — وہ شخص بھی ہے وہ عکس بھی ہے اور آپ اپنا ہی آئنہ ہے

ہے خطّ واصل کہ حدّ فاصل کہ قوس کے قوس ہے مقابل
سلیم! عاجز ہے فہم کامل، وہی بشر ہے، وہی خدا ہے

حضور ﷺ کے اسمائے مقدسہ میں اوّل، آخر، باطن اور ظاہر شامل ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی کہا ہے:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل، وہی آخر

دوسرے مصرع کی تشریح ان اشعار میں ہورہی ہے:

محمد کا بھلا کیا مرتبہ ہے سنو، اس راز کا محرم خدا ہے
محمد رحمۃ للعالمیں ہیں یہ ربّ العالمیں فرما رہا ہے

(تنویر پھولؔ)

مرزا غالبؔ نے بھی کہا ہے: کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد است۔ بعد کے اشعار میں یہ بات کہی گئی ہے کہ آپ ﷺ ہی باعث تخلیق کائنات ہیں، آپ ﷺ بے مثال اور بے نظیر ہیں، بہ الفاظِ دیگر آپ اپنی مثال ہیں۔ مقطع کے پہلے مصرع میں ''قابِ قوسین'' (سورۃ النجم) کا حوالہ ہے۔ یہ سب نعتیہ مضامین ہیں، پھر مقالہ نگار کے الفاظ میں اسے ''نام نہاد نعت'' (صفحہ نمبر ۱۶۴، سطر نمبر ۵) کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ مقطع کا مصرع ثانی مناسب نہیں ہے، جذبات کی رَو میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔ اس مصرع کا نصف آخر اس طرح کہا جا سکتا تھا: وہاں بشر ہے، جہاں خدا ہے (معراج کے حوالے سے) مقالہ نگار صفحہ نمبر ۱۶۶ پر رقم طراز ہیں: زماں کا ایک اور نظریہ جو قرآن میں پایا جاتا ہے، وہ انسانی ذہن وفکر سے ماورا ہے مثلاً حضرت عزیر علیہ السّلام کا سو برس تک اور اصحاب کہف کا ساڑھے تین سو برس تک سونا۔۔۔ اسی طرح شب اسریٰ کا واقعہ:۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اس لئے اسے بقول مقالہ نگار ''نا قابلِ فہم زمانی تصور'' کہنا مناسب نہیں۔ اس سلسلے میں یہ لنک ملاحظہ کرنا مفید ہوگا:

world.html-of-creation-of-duration/05/2008/allaboutreligions.blogspot.com//:https

واقعۂ معراج کے حوالے سے راقم الحروف نے اپنی کتاب ''انوارِ حرا'' کے صفحہ نمبر ۱۵ پر تحریر کیا ہے: یہ واقعہ تاریخ انسانی کا عظیم الشان واقعہ ہے۔ بعض روایات کے مطابق (بحوالہ صحیح قصص الانبیاء، مرتّبہ ابوالبیان مولانا محمد عبدالمنان، ناشر فرید مبین پبلشرز، ناظم آباد، کراچی، صفحہ نمبر ۴۱۷) یہ ستائیس برس کے عرصے پر محیط تھا۔ گمان ہے کہ اس وقت پوری دنیا پر وہی کیفیت طاری ہوگئی تھی جو تین سو سال تک غار میں اصحابِ کہف پر طاری رہی تھی یعنی وقت رک گیا تھا۔ موجودہ دور میں اس کی مثال برقی پنکھے یا برقی گھڑی سے دی جا سکتی ہے جو بجلی جاتے ہی رک جاتے ہیں اور بجلی خواہ کتنے ہی وقفے کے بعد آئے دوبارہ وہیں سے چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ جب آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تو بستر مبارک گرم تھا اور دروازے کی زنجیر ہل رہی تھی۔

راقم الحروف مقالہ نگار کی اس رائے سے متفق ہے جو انھوں نے صفحہ نمبر ۱۷۱ پر بیان کی ہے: زمانہ (ایک قول کے مطابق) اگر خدا ہے تو ازل، ابد زمانے کی (نعوذ باللہ خدا کی) دو انتہائیں ہیں: نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ سورۃ العصر کی پہلی آیت کا ترجمہ ''زمانے کی قسم'' کیا جاتا ہے، یہاں لفظ ''عصر'' استعمال ہوا ہے جبکہ (ایک قول کے مطابق) زمانے کو گالی نہ دو، زمانہ خدا ہے، اس میں زمانے کے لئے لفظ ''دہر'' استعمال ہوا ہے۔ خدا کے وجود کا انکار کرنے والوں کو دہریہ کہتے ہیں اور ان کا تذکرہ سورۃ الجاثیہ، آیت نمبر ۲۴ میں ہے: اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو بس دنیا ہی کی ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں کوئی نہیں مارتا مگر زمانہ (دہر)۔ اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں، صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔ اس آیت شریفہ میں دہریوں کے قول کو غلط کہا گیا ہے یعنی ان کو زمانہ (دہر) نہیں مارتا بلکہ وہ خدا کے حکم سے مرتے ہیں جو محی وممیت ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے صفحہ نمبر ۱۷۵ پر ''دستِ خدا ہیں آپ ﷺ'' کو ''نا قابلِ قبول اعتقادی لفظیات'' میں شامل کیا ہے۔ موصوف سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۱۰ دیکھیں جس میں فرمایا گیا ہے: جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں، وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں، خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے: یہ امر باعثِ حیرت ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے صفحہ نمبر ۱۷۵ پر حضور ﷺ کے ''اوّلِ مخلوق'' ہونے کو ''نا قابلِ قبول اعتقادی لفظیات'' میں شامل کیا ہے لیکن صفحہ نمبر ۴۳۸ پر موصوف مثنوی کے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

تھی روزِ ازل آرزوئے ظہور
کیا خلق پہلے محمد کا نور

اسی صفحے کے آخر میں انھوں نے ''طلب'' کا قافیہ ''مضطرب'' استعمال کیا ہے جو درست نہیں کیونکہ ''طلب'' میں حرف ''ل'' مفتوح ہے جبکہ ''مضطرب'' میں حرف ''ر'' مفتوح نہیں بلکہ مکسور ہے۔ صفحہ نمبر ۴۴۲ پر ''مکۃ المکرّمہ کی سوغات'' کے شاعر کا مقطع یہ ہے:

وہ پہلے پہل تو انجم سے کچھ خفا سا تھا　　　پھر ایک رنگ سے احرام کو غلاف کیا

شعر کا مفہوم واضح نہیں ہے، کون خفا تھا؟ اللہ تعالیٰ یا خانۂ کعبہ؟۔ دونوں صورتوں میں مفہوم مبہم اور پیچیدہ ہے۔ مزید یہ کہ یہ شعر بحر مجتث میں ہے (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن)۔ ''پہل'' میں ہائے ہوز مفتوح ہے لیکن شاعر نے اسے ساکن باندھ کر مصرع کو بحر سے خارج کر دیا ہے۔ استاد شاعر معروفؔ کا یہ شعر نسیم اللغات میں بطور سند درج ہے:

پہلے سر پر خط رکھوں یا سر کو تیرے پاؤں پر
اُس کا خط لایا ہے تو اے نامہ بر! پہلے پہل

صفحہ نمبر ۵۴۳ پر ''روشنی کے خدوخال۔۔۔ایک مطالعہ'' پڑھ کر یہ معلوم ہوا کہ ۲۰۰۵ء میں اس کی پہلی اشاعت (جس کے ناشر میڈیا گرافکس، سیکٹر A11 نارتھ کراچی ہیں) کے بعد ۲۰۱۷ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی نے شائع کیا ہے جس میں اُن اغلاط کی تصحیح کر دی گئی ہے جو راقم الحروف نے اپنے تبصرے (جو پہلے ایڈیشن پر ۲۰۰۵ء میں تاجدار عادل صاحب کے کہنے پر کیا گیا تھا اور ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کراچی میں شائع ہُوا تھا، جس کا حوالہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۷ کے ''نعت نامے'' میں موجود ہے) میں تحریر کی تھیں۔ خوشی ہوئی کہ یہ تبصرہ کام آیا۔ مقصد بھی یہی تھا جیسا کہ راقم الحروف نے اُس تبصرے کے آخر میں تحریر کیا تھا: ''ان تمام باتوں کی نشاندہی کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی طباعت کے وقت ان کا خیال رکھا جائے، اس سے تنقیص یا دل شکنی ہرگز مقصود نہیں۔''

معراج نامے کے بارے میں ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا مقالہ ایک معلوماتی تحریر ہے۔ معراج کے حوالے سے جو درود مشہور ہے، وہ درود تاج ہے۔ راقم الحروف نے ۱۹۹۸ء میں اسلامک مشنری یونیورسٹی، گلشن اقبال، کراچی کی ایک طالبہ نصرت کی فرمائش پر درود تاج کا منظوم مفہوم قلم بند کر کے انھیں دیا تھا جو انھوں نے وہاں سالانہ جلسے میں پڑھا تھا۔ اُس کے بعد یہ نظم ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' کراچی میں بھی شائع ہوئی جو یہ ہے:

خدا کے نام سے آغاز ہوتا ہے ہر اِک شے کا　　　جو بے حد رحم والا ہے، جو رحمانی میں ہے یکتا
الٰہی! رحمتیں نازل ہوں سرکار دوعالم پر　　　جو ہیں سردار اور مالک، محمد جو کہ ہیں برتر
جو ہے اولاد اُن کی، اُس پہ بھی رحمت ہو اے مولیٰ　　　محمد بے گماں سردار ہیں اعلیٰ ہیں اور اولیٰ
وہی معراج والے ہیں، وہی تو تاج والے ہیں　　　عَلَم اُن کا، براق اُن کا، وہ بے شک راج والے ہیں
بلائیں اور وبائیں دُور ہیں سب نام سے اُن کے　　　مَرَض، رنج و الم اور قحط سب ہی ہیں فنا ہوتے
ہے اُن کا نام ارفع، ہیں وہی شافع، وہی اعلیٰ　　　لکھا ہے، نقش ہے لوح و قلم پر جو کہ ہے بالا
عرب کے اور عجم کے ہیں وہی سردارِ با رتبہ　　　بدن اُن کا بہت ہے پاک، خوشبودار و پاکیزہ
منور نام اُن کا ہے حرم میں اور کعبہ میں　　　وہ روشن مثل سورج کے، ہے جس سے نور دنیا میں

اندھیری رات میں بے شک مثالِ ماہ کامل ہیں ... وہ ہیں صدرالعلیٰ، نور ہدایت کے وہ حامل ہیں
پناہِ بے کس و مظلوم، شاداں خلق ہے ساری ... چراغ ایسے ہیں وہ بے شک، مٹائے ساری تاریکی
ہے اُن کے نام سے نیکی، شفیع عاصیاں ہیں وہ ... عطا فرمانے والے ہیں، بہت ہی مہرباں ہیں وہ
محافظ اُن کا ہے اللہ اور جبریل خادم ہیں ... اطاعت فرض ہے اُن کی، وہی ہم سب کے حاکم ہیں
سواری ہے براق اُن کی ، سفر معراج ہے اُن کا ... مقامِ سدرہ سے آگے گئے وہ، ہے نہ شک اصلا
وصال اللہ کا مطلوب تھا، قربت ملی پیہم ... وہاں بس فاصلہ تھا دو کمانوں کا، یا اس سے کم
جو ہے مطلوب اور مقصود، وہ موجود ہے بے شک ... رسولوں کے وہ سرور ہیں، نہیں پہنچا کوئی واں تک
وہ سب نبیوں کے خاتم ہیں، گنہگاروں کے شافع ہیں ... مسافر کے ہیں وہ غمخوار، ہر نیکی کے جامع ہیں
ہے اُن کی ذات بے شک سب جہانوں کے لئے رحمت ... جو ہیں عشاق، شہ کے فیض سے پاتے ہیں وہ راحت[1]
مراد اُن کی ہیں جو عاشق ہیں اور مشتاق ہیں اُن کے ... مثال اُن کی نہ ہے کوئی، بلند اخلاق ہیں اُن کے
وہ شمس العارفیں ہیں اور سراج السالکیں ہیں وہ ... مقرب ہیں وہ رب کے ، بے گماں نورِ مبیں ہیں وہ
فقیروں اور غریبوں اور مسکینوں کے ملجا ہیں ... وہ سرور دونوں عالم کے ، شہ بطحا و طیبہ ہیں
خدا نے کی عطا اُن کو امامت دونوں قبلوں کی ... وسیلہ دو جہانوں میں ، ہمارے ہیں وہی والی
وہ ہیں محبوب رب، قربت ہے اُن کی دو کمانوں کی ... نبی کے سامنے ہیں گردنیں خم حکمرانوں کی
بڑا ہے مرتبہ، اُن کو میسر قرب خالق کا ... وہی خالق تو مالک ہے مغارب کا، مشارق کا
وہ جد شبیرؓ و شبرؓ کے ، ہمارے ہیں وہی آقا ... جہاں میں جتنی ہے مخلوق، ان سب کے ہیں وہ مولا
ابوالقاسم محمد ہیں، وہ عبد اللہ کے بیٹے ... خدا کا نور ہیں بے شک ، وہی قرآن ہیں لائے
سنو اے عاشقانِ حُسنِ نورِ مصطفیٰ! سن لو ... درود اُن پر سدا بھیجو، سلام اُن پر سدا بھیجو
جو اُن کی آل اور اولاد ہیں اُن پر بھی ہو رحمت ... الٰہی! پھولؔ احقر کو نبی کی کر عطا قربت

سب کو سلام کہیئے اور ای۔میل نیز واٹس ایپ سے بدستور رابطہ رکھئے، والسّلام!

[1] جو لوگ نعت میں عشق اور عاشق کے الفاظ استعمال کرنے پر اعتراض کرتے ہیں، وہ دیکھیں کہ درودتاج میں حضور کے لئے 'راحت العاشقین' کا لقب موجود ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ عربی میں یہ لفظ حضور ﷺ کے لئے استعمال نہیں ہوا لیکن درودتاج بھی عربی زبان میں ہے۔ شب معراج کی نسبت سے اس مثنوی میں اشعار کی تعداد ۲۷ ہے کیونکہ وہ رجب کی ستائیسویں شب تھی اور ایک روایت کے مطابق یہ عرصہ ۲۷ سال پر محیط تھا جس کا تذکرہ پہلے کیا جاچکا ہے۔

آپ کی عنایت سے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۹ فضلی سنز، کراچی کے توسط سے نیویارک میں موصول ہُوا جسے دیکھ کر مسرت ہوئی۔ سورۃ الفتح کی آخری آیت کے ابتدائی حصے سے مزین اس شمارے کا خوش رنگ اور دیدہ زیب سرورق بہت پسند آیا۔ آپ کا تحریر کردہ ابتدائیہ ایک بیش قیمت مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ محترم شمس الرحمٰن فاروقی کے تنقیدی خط کے جواب میں آپ نے درست فرمایا ہے کہ فاروقی صاحب کا تنقیدی مقام ومرتبہ اپنی جگہ، لیکن صرف ان کی رائے پر تو ان مقدمات ومباحث کو اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں نہیں ڈالا جاسکتا۔

ڈاکٹر طارق ہاشمی کے مضمون ''اُردو نعت میں تعظیمی بیانیہ'' کا حوالہ دیتے ہوئے آپ نے سوال اُٹھایا ہے کہ ملوکیت (بادشاہت) کے استعاروں سے ہمارا نعت گو کس طرح باہر آسکتا ہے؟ راقم الحروف کی رائے میں اسے صرف دنیوی تناظر میں دیکھنا درست نہیں، اس میں روحانی اور استعاراتی پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ فاضل مضمون نگار نے جن اشعار کو روایتی تعظیمی بیانیے سے گریز کی عمدہ مثال قرار دیا ہے اس میں بھی ملوکیت، شاہانہ شان و شوکت اور سلطانی کا ذکر موجود ہے۔ صفحہ نمبر ۱۰۸ پر علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے:

شوکت سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید، تیرا جمالِ بے نقاب

اس شعر میں ''شوکت سنجر و سلیم'' شاہانہ شان و شوکت کا اظہار نہیں تو اور کیا ہے؟ صفحہ نمبر ۱۱۰ پر مظفرؔ وارثی مرحوم کے یہ مصرعے دیکھئے:

ع وہی تو سلطان بحر و بر ہے
ع جسے شہ شش جہات دیکھوں
ع لگے جو مزدور، شاہ

ایسا راقم الحروف کا ایک شعر بھی اسی تناظر میں ہے:

بوریا، ٹوٹی چٹائی، زیر پا ہفت آسماں
عیش کوشو! بادشاہِ دوسرا سرکار ہیں

قرآن پاک میں بھی ذوالقرنین، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی بادشاہت کا ذکر ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے حوالے سے یہ مصرع بہت مشہور ہے:

ع شاہ است حسینؓ، بادشاہ است حسینؓ

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں یہ مصرع ہے: ''شاہِ مرداں، شیرِ یزداں، قوتِ پروردگار'' صفحہ نمبر ۲۷ اور ۸۲ پر یہ نعتیہ مصرعے دیکھئے: تو شافعِ محشر ہے شہنشاہِ معظّم!: شاہِ شفا آثار کی نعلین کے صدقے: صفحہ نمبر ۸۳ پر: وہ فخرِ کل یعنی شاہِ بطحا: موجودہ دور میں مشہور مغنّی مہدی حسن کو شہنشاہ غزل کہا جاتا ہے حالانکہ وہ غزل گو نہیں تھے اس لئے انھیں ملکہء ترنم نور جہاں کی طرح شہنشاہ ترنم کہنا مناسب ہوتا۔ صفحہ نمبر ۸۲ پر ''مکی سے مدینے'' غلط کمپوز ہوا ہے، یہاں ''مکے سے مدینے'' ہونا چاہیے۔ اسی صفحے پر یہ مصرع ''مل جائے مدینے میں اقامہء عبادہ'' بحر میں نہیں ہے، مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن کے وزن پر لانے کے لئے ''اقامائے عبادہ'' پڑھنا پڑے گا جو درست نہیں۔ صفحہ نمبر ۹۲ پر ''دل قحط زدہ شہر کا'' کے بعد ''ہے'' کمپوز ہونے سے رہ گیا ہے۔ صفحہ نمبر ۳۰ پر اس مصرع ''پُر عیب ہوں تو بخش دے محض اپنے کرم سے'' میں ''دے'' زیادہ ہے اور ''محض'' میں حائے حطی ساکن ہے جسے متحرک باندھا گیا ہے اس لئے یہ مصرع بحر سے خارج ہے۔ اس شعر کا دوسرا مصرع بھی بحر میں نہیں ہے۔ صفحہ نمبر ۱۳۱ پر جو حمد ہے اس میں رکھنے، رہنے، دینے، سننے، بسنے وغیرہ کو بطور قوافی استعمال کیا گیا ہے جو مناسب نہیں لگتا کیونکہ ''نے'' الگ کرنے کے بعد جو صورت ہوگی وہ ہم قافیہ نہیں ہے، ہاں، ساتویں اور آٹھویں اشعار میں کرنے اور بھرنے کے قوافی درست ہیں صفحہ نمبر ۳۲ پر شائع شدہ نظم پُر اثر ہے، موجودہ حالات کے تناظر میں یہ حصہ زیادہ پسند آیا:

کہو، اللہ قادر ہے — کہ ہنستی کھیلتی بستی کھنڈر کر دے
شجر کو بے ثمر کر دے — سمندر چیر کر سینے میں اس کے رہگزر کر دے

راقم الحروف کی کی ہوئی سورۂ ق کے آخری حصے کی منظوم تفہیم بھی دیکھئے:

منظوم تفہیم سورۂ ق (آیت نمبر۳۰ تا آیت نمبر۴۵)

قیامت کا جو دن آئے گا دوزخ سے کہیں گے ہم
گنہگاروں سے تیرا پیٹ ہم نے بھر دیا اِس دَم

شکم تیرا ہُوا پُر یا تجھے ہم اور ایندھن دیں؟
کہے گی، اور بھی کچھ ہوں تو ان کو ڈال دے مجھ میں

جو ہیں پرہیزگار، اُن کے قریں ہو جائے گی جنت
رہے گی کچھ نہ دُوری، اُن کو حاصل ہوگی وہ قربت

یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ تھا کیا ہم نے
کہ جنت کو لیا بے شک ہے اُس اولادِ آدم نے

ہمارے حکم کی تعمیل جس نے خود پہ کی لازم
رہا پابند رب کا جو، وہ ہرگز ہے نہیں ظالم

ڈرے رحماں سے بے دیکھے، جو مائل دل کو کرتا ہو
ہمارے سامنے آئے گا جب کہہ دیں گے ہم اس کو

سلامت اب رہے گا تو سدا رب تیرا حامی ہے
تو اس جنت میں داخل ہو، یہ دن سن لے، دوامی ہے

بہشتی جو بھی چاہیں گے، اُنھیں سب کچھ ملے گا واں
کمی کچھ بھی نہ آئے گی کہ ہے وہ گنج بے پایاں

اُنھیں ہم اور زیادہ نعمتیں بھی دیتے جائیں گے
کبھی دیکھا نہ سوچا ہو، وہ چیزیں ایسی پائیں گے

بہت سی اُمتوں کو کر چکے ہیں ختم ہم پہلے
جو دولت اور قوت میں تھیں ان سب سے کہیں آگے

سبھی شہروں میں اُن کے دندناتے پھرتے تھے لشکر
عذاب آیا ہمارا جب، ہوئے محصور وہ یکسر

بڑی عبرت ہے اس میں ایسے انساں کیلئے، سن لو
سمجھتا دل سے جو ہو یا لگا کر کان سنتا ہو

سنو، شش دن میں ہم نے کر دیا سارا جہاں پیدا
بنائی ہے زمیں ہم نے، کئے ہفت آسماں پیدا

زمین و آسماں کے درمیاں موجود عالم کو
بنایا ہم نے ہی لیکن تکاں پہنچی نہ کچھ ہم کو

تو کر صبر ان کی باتوں پر ہمیشہ پیارے پیغمبر!
تو کر تسبیح و تحمید اپنے رب کی جو کہ ہے برتر

طلوعِ شمس کے پہلے، غروبِ شمس کے پہلے
تو کر تسبیح شب میں اور اُس دم کر لے جب سجدے

یہ سن رکھّو کہ اِک دن اِک فرشتہ یوں پکارے گا
یہی محسوس ہو گا ہر جگہ، نزدیک ہی بولا

جہاں میں صور پھونکے گا، سنیں گے بالیقیں سب ہی
نکل آئے گا اپنی قبر سے ہر ایک مردہ بھی

ہر اِک کو مارنا ہے اور ہمیں سب کو جلانا ہے
ہماری ہی طرف پھر تم سبھوں کو لوٹ آنا ہے

ہمارے حکم سے اُس دن زمیں ہو جائے گی جب شق
نکل بھاگیں گے قبروں سے، سبھوں کا چہرہ ہوگا فق

اکٹھا سب کو کر لینا، سنو! اِک امر آساں ہے
نہیں اُس کے لیے مشکل جو قادر ہے، جو ذیشاں ہے

سن اے پیارے نبی! یہ لوگ آپس میں جو کہتے ہیں
اسے ہم جانتے ہیں خوب، سب کچھ سنتے رہتے ہیں

نہیں ہے کام تیرا، جبر کرنا ایسے لوگوں پر
سنا قرآن اُس کو، جس کے دل میں ہو خدا کا ڈر

(ماخوذ از ''تنویر حرا'' مطبوعہ مارچ ۱۹۹۴ء)

صفحہ نمبر۴۲ پر جو حمد ہے اُس کے مقطع کا مصرع ثانی موجود نہیں ہے۔ ''مغرب کا نعتیہ بصری ادب'' ایک وقیع تحریر ہے۔ راقم الحروف کو اس

بات سے اتفاق ہے کہ ہر وہ تخلیق جس میں آپ ﷺ کی تعریف کی گئی ہو نعت کہلائے گی۔ صفحہ نمبر ۵۱ پر اس تحریر میں فلم ''عیسیٰ'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا گیا ہے: ''عیسیٰ'' کا ایک دلچسپ پہلو یہ خیال ہے کہ جس طرح ایک دنبے نے قربانی دے کر فرزند ابراہیمؑ کو بچالیا بالکل اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی مصلوب ہو کر اپنی جان فدیے میں دی اور انسانیت کو بچایا۔ قرآن پاک کے مطابق نہ وہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل ہوئے لیکن عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق اگر وہ خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی قربانی پیش کر رہے تھے تو انھوں نے قربانی دیتے ہوئے خدا سے فریاد کیوں کی ''الوھی ! الوھی ! لما شبقتنی ؟'' (الٰہی ! الٰہی ! تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟)

جبکہ فرزند ابراہیمؑ نے اپنی قربانی کے وقت کوئی فریاد نہیں کی تھی۔ اس موضوع پر راقم الحروف کی ایک تحریر اس لنک پر ملاحظہ فرمائیے:

8871=2&t=viewtopic.php?f/bazm/urdubandhan.com//:http

صفحہ نمبر ۵۸ پر تحریر ہے ''یہ آیات لکھی نہ گئیں مگر انھیں اتنی بار دہرایا گیا کہ وہ اجتماعی یادداشت کا حصہ بن گئیں۔ رفتہ رفتہ ان آیات نے ایک کتاب کی شکل اختیار کر لی جسے اب ہم قرآن پاک کہتے ہیں۔'' یہ بات درست نہیں، قرآن پاک کی آیات حضور ﷺ نے خود لکھوائی تھیں مگر وہ الگ الگ تھیں، یکجا کتاب کی شکل میں نہیں تھیں۔ آپ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد مسیلمہ کذاب کا خاتمہ کر کے قرآن کو کتابی شکل میں لایا گیا۔

صفحہ نمبر ۶۱ پر تحریر ہے ''کس طرح رسول کریم ﷺ کامرانی سے ہم کنار ہوئے اور اُس فتح عظیم کی روشنی میں آج کی دنیا میں اسلام کا کیا کردار ہے۔'' گوسپل آف مارک میں اس کامرانی اور فتح عظیم کا بیان ''جان دی بیپٹسٹ'' کی زبانی موجود ہے جس کی تفصیل اس لنک پر دیکھئے:

8617=2&t=viewtopic.php?f/bazm/urdubandhan.com//:http

صفحہ نمبر ۶۲ پر تحریر ہے ''فی زمانہ بہت سے امریکی اسلام کو دہشت گردی کے تناظر میں دیکھتے ہیں حالانکہ نظریۂ دہشت کا رسول کریم ﷺ کی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں اور ایسے خیالات آپ ﷺ کی فکر سے متصادم ہیں''۔ یہ بات بالکل درست ہے۔ راقم الحروف نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انگریزی اور اُردو میں اس موضوع پر لکھا ہے جسے غیر مسلم امریکیوں نے بھی سراہا ہے۔ یہ لنکس ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں:

7593=2&t=viewtopic.php?f/bazm/urdubandhan.com//:http

7575=2&t=viewtopic.php?f/bazm/urdubandhan.com//:http

صفحہ نمبر ۶۳ پر یہ جملہ کھٹکتا ہے '' آپ ﷺ ان حالات میں مکہ سے مدینہ ہجرت پر مجبور ہوئے''۔ یہاں آپ ﷺ کے لئے ''مجبور'' کا لفظ مناسب نہیں۔ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت ہوئی پھر مدینے کی طرف بھی بیشتر مسلمان ہجرت کر گئے لیکن آپ ﷺ مکے میں ہی رہے۔ جب آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم ہوا تب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی۔ آپ ﷺ ہجرت پر مجبور نہیں بلکہ مامور ہوئے۔ بقول شاعر: ہجرت پر مجبور نہیں تھے، ہجرت پر مامور تھے ہم۔

صفحہ نمبر ۶۴ پر آپ ﷺ کی ولادت کا سن ۵۱۷ء غلط لکھا گیا ہے، یہ ۵۷۱ء ہے۔ اسی صفحے پر آپ ﷺ کے لئے ''ملازم'' کا لفظ مناسب نہیں، آپ ﷺ تجارت میں حضرت خدیجہؓ کے نمائندے اور شراکت دار تھے ملازم نہیں، ملازم کا نام تو میسرہ تھا۔ صفحہ نمبر ۶۵ پر حضرت عائشہؓ سے شادی کا ذکر ہے اس سلسلے میں یہ لنک دیکھا جاسکتا ہے:

8811=2&t=viewtopic.php?f/bazm/urdubandhan.com//:http

صفحات ۶۶ اور ۶۷ پر سلطنت ثمرقند لکھا گیا ہے جو درست نہیں، سمرقند درست ہے۔ مجموعی طور پر یہ ایک وقیع مقالہ ہے اور یہ بات درست لکھی گئی ہے کہ ''رسول کریم ﷺ پر بننے والی یہ فلمیں عصری عالمی تناظر میں بہت اہم ہیں۔ فی زمانہ جبکہ پوری دنیا میں تہذیبی تصادم کی ایک فضا تشکیل پا چکی ہے۔ اس صورت حال میں اس نوع کی فلمیں مشرق و مغرب کو فکری سطح پر قریب لانے میں بہت معاون ہیں''۔ (قرآن پاک میں سورہ سبا کی

آیت نمبر۱۳ میں حضرت سلیمانؑ کی خواہش پر ''تماثیل'' بنانے کا ذکر موجود ہے)

صفحہ نمبر۱۱۳ پر فقہی مسالک اور مذہبی گروہ بندیوں کی چپقلش کے رد میں ''بر سبیل نعت'' ایک اچھا مضمون ہے۔ قرآن میں فرقہ بندی کی سخت ممانعت ہے۔ لوگ اس کے جواز میں ۷۲ اور ۷۳ فرقوں والی حدیث پیش کرتے ہیں لیکن وہ ایک پیش گوئی یا خبر ہے۔ حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ قرب قیامت میں ایک شخص سرعام بدکاری کرے گا۔ اسے دیکھ کر ایک آدمی کہے گا کہ یہ کسی دیوار کی اوٹ میں ہی ہو جاتا۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے دریافت کیا کہ جانتے ہو؟ وہ آدمی اُس زمانے میں کیسا ہوگا؟

انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے، حضور ﷺ! آپ ارشاد فرمائیں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی اُس زمانے میں ایسا ہوگا جیسے آج کل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ لوگ ابھی سے اس شخص کی طرح سرعام گناہ شروع کر دیں اور کہیں کہ یہ تو حدیث میں موجود ہے۔ یہ لنک بھی دیکھئے: http://urdubandhan.com/bazm/viewtopic.php?f=3&t=6971

صفحہ نمبر۱۱۵ پر دوسرے پیرا میں ''شاید'' کی جگہ ''شائد'' کمپوز ہو گیا ہے اور صفحہ نمبر۱۲۰ پر دوسرے پیرا کی دوسری سطر زبان کے لحاظ سے غلط کمپوز ہوئی ہے۔ صفحہ نمبر۱۴۲ پر حضرت ابوذرؓ کا نام غلط لکھا گیا ہے۔ صفحہ نمبر۱۴۷ پر پہلے پیرا میں سدرۃ المنتہٰی کا ذکر کرتے ہوئے تین مرتبہ ''سدرہ'' کی جگہ ''صدرہ'' کمپوز ہوا ہے۔ کاش! کمپوزنگ کی یہ اغلاط اشاعت سے پہلے درست ہو جاتیں۔

''اُردو حمد کی شعری روایت'' آپ کا لکھا ہُوا بیش قیمت مقالہ ہے جس میں بڑی عرق ریزی سے حمد گوئی کے متعلّق معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ صفحہ نمبر۲۴۹ پر سب سے اوپر راقم الحروف کے دوسرے مجموعۂ حمد (حمد گوئی کی تاریخ میں پہلا مجموعۂ حمدیہ سانیٹ) کا نام درست نہیں چھپا ہے۔ اس کا نام ''الرحمٰن الرحیم'' نہیں بلکہ ''ارحم الراحمین'' ہے جس کا فلیپ ڈاکٹر جمیل جالبی کا لکھا ہوا ہے۔ صفحہ نمبر۳۸۲ پر اللہ تعالیٰ کے لئے سمیع اور بدیع کے ساتھ شفیع کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے جو درست نہیں لگتا کیونکہ شافع یا شفیع شفاعت یا سفارش کرنے والے کو کہتے ہیں، یہ حضور ﷺ کا صفاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا نہیں۔ وہ خود احکم الحاکمین ہے، اُس سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں، وہ کس سے سفارش یا شفاعت کرے گا؟ صفحہ نمبر۴۰۷ پر نعتیہ قطعات کے زیرِ عنوان تین تین مصرعوں کی منظومات شائع کی گئی ہیں جو عنوان سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ ''نعت نامے'' میں شمس الرحمٰن فاروقی کا دوسرا خط نیز صاحبزادہ احمد ندیم اور کاشف عرفان کے خطوط اہمیت کے حامل ہیں۔ موخرالذکر نے میرے مکتوب کو پسند فرمایا جس کے لئے اُن کا ممنون ہوں۔ آخر میں آپ کی اور قارئین کی دلچسپی کے لئے کچھ قطعات تاریخ پیش ہیں:

تاریخِ اعترافِ خدماتِ صبیح رحمانی:

(ہجری) تم کو بخشے خدا نے اعزازات — پُر ہے دامن، صبیح رحمانی!
پھولؔ! تنویرِ نعت ہم کو ملی — ''ہست روشن صبیح رحمانی'' (۱۴۴۰ ہجری)

(عیسوی) پھولؔ! مہکا ثنا کا ہے گلشن — اس کی نکہت صبیح رحمانی
اُن کو خلعت ملا مدینے سے — ''مستِ خلعت صبیح رحمانی'' (۲۰۱۹ء)

تاریخ وفات مولانا سراج الحسن:

(ہجری) اُس کا دل آتا خود راہِ اسلام پر — جس پہ پڑتی نگاہِ سراج الحسن
نورِ ایماں سے اے پھولؔ! تاباں تھا رُخ — ''دادِ تشریقِ جاہِ سراج الحسن'' (۱۴۴۱ ہجری)

(عیسوی) ہم کوملول کرگئی رحلت سراج کی — وہ رزم گاہِ زیست سے باغِ عدن گئے
مومن پہ فرض پھولؔ! ہے خالق کی بندگی — ''جنت کو دیدفرض سراج الحسن گئے'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات اقبال حیدر:

(عیسوی) آہ! اقبال حیدر گئے — سُونا سُونا ادب کا چمن
پھولؔ! صدمے سے ہے نیم باز — ''بابِ افکارِ باغِ سخن'' (۲۰۲۰ء)

(ہجری) چل بسے اقبال حیدر، ایک مردِ پارسا — شاعرِ پاکیزگی اور فخرِ معیارِ سخن
شاعری اُن کی ہمیشہ آئنہ دارِ نمو — پھولؔ! کہہ ''اقبال حیدر عزمِ گلزارِ سخن'' (۱۴۴۱ہجری)

تاریخِ وفات سید اسحاق الدین (والدِ صبیح رحمانی)

(ہجری) ''اسلوبِ استقامتِ سید اسحاق الدین''(۱۴۴۰ ہجری)

قطعہ تاریخ: اے صبیح! اب پھولؔ بھی غمگین ہے — اُٹھ گیا سر سے تمھارے سائباں
بارشِ شفقت رہی تم پر سدا — ''ابرا دا اسحاق ہیں خلد آشیاں'' (۱۴۴۰ہجری)

(عیسوی) ''حضرت اسحاق دید گنجِ فردوس'' (۲۰۱۹ء)

قطعہ تاریخ: پھولؔ! بے شک تھے وہ مردِ باصفا — ہیں صبیح الدین جن کے دل کا لخت
جمعے کے دن راہِ جنت پر گئے — ''اوجِ رَہ اسحاق تھے بیدار بخت'' (۲۰۱۹ء)

تاریخ وفات میر جاوید رحمٰن:

(ہجری) ''مسلکِ مُلکِ صحافت میر جاوید رحمٰن'' (۱۴۴۱ہجری)

(عیسوی) میر جاوید، صحافت کی نمایاں ہستی — ان کی محنت کا ثمر، پھولؔ! ملا ہے ہم کو
دے کے تحفے وہ گئے خلد کی جانب آخر — ''جنگ، اخبارِ جہاں لختِ مواہب'' آ کہہ دو(۲۰۲۰ عیسوی)

عطیات، تحفے

تاریخ وفات احمد زین الدین:

(ہجری) ''شایانِ اہلِ ادب احمد زین الدین مدیر روشنائی'' (۱۴۴۱ہجری)

(عیسوی) اُردو کی وہ کر کے خدمت، دنیا چھوڑ گئے — پھولؔ! غریقِ رحمت اب ہیں احمد زین الدین
اُردو کے گلشن میں کھِلائے غنچے کثرت سے — کہہ دو ''کثیر باغِ ادب ہیں احمد زین الدین'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات سید ضیاء الحسن:

(ہجری) پھولؔ! اعلیٰ ادیب آہ! رخصت ہوا — گلستانِ ادب میں ہے رنج والم
حاملِ علم ودانش تھا، ذیشان تھا — ''وہ ضیاء الحسن بہرہ ورجاہِ جم'' (۱۴۴۱ہجری)

(عیسوی) ایک خوش دل ادیب کی رحلت — آج سُونی ادب کی ہے محفل
کہہ ''ضیاء الحسن'' کے بعد اے پھولؔ! ۹۶۰ — ''دادِ نخلِ ادب، کشادہ دل'' ۹۶۰+۱۰۶۰(۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات عبدالاحد ساز:

(ہجری) ہوا پھولؔ! خاموش ہستی کا ساز نہیں اب ہے آوازِ عبدالاحد
وہ بزمِ سخن کو لبھاتا رہا ''ورودِ غزل سازِ عبدالاحد'' (۱۴۴۱ہجری)
(عیسوی) سخنور معتبر، افسوس! دنیا سے ہوا رخصت فلک پر شاعری کے نام تاباں ہے مثالِ مہ
رہا لطفِ مسلسل محفلِ اُردو میں پھولؔ! اس کا ''تخلّص ساز، وہ عبدالاحد الطافِ شعریؔ'' کہہ (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات نعمت اللہ خان:

(عیسوی) سوگوار اُن کی کرگئی ہے وفات بالیقیں پھولؔ! وہ تھے نیک سرشت
وہ ہیں خلد آشیاں، کہو تاریخ ''نعمت اللہ خان اہلِ بہشت'' (۲۰۲۰ء)
(ہجری) پھولؔ! فردوس کی طرف وہ گئے جو تھے دیں دار، متقی انسان
ذکرِ حق ہر سحر وہ کرتے تھے ''بلبلِ صبح نعمت اللہ خان'' (۱۴۴۱ہجری)

تاریخ وفات ایم آئی ارشد:

(ہجری) ''ضیائے آدابِ پاکیزہ ایم آئی ارشدؔ'' (۱۴۴۱ہجری)
(عیسوی) علم و ادب کی راہ میں بے حد سخی تھے وہ خدمت ادب کی کرتے رہے تھے وہ برملا
رب کی رضا سے پھولؔ! وہ جنت مکیں ہوئے ''کے پی ٹی والے ارشدِ بابِ ہدا رضا'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات حفیظ الرحمٰن احسن:

(ہجری) اے پھولؔ! باغِ ہستی وہ چھوڑ کر گئے ہیں کرتے تھے یاد رب کو بے حد حفیظ احسن
اخلاص کے تھے پیکر، اُن کا کلام اعلیٰ ان خوبیوں میں کہہ دو ''مفرد حفیظ احسن'' (۱۴۴۱ہجری)
(عیسوی) اے پھولؔ! مل گیا ہے اب اُن کو باغِ جنت اللہ اور نبی ﷺ کے تابع حفیظ احسن
نعتِ نبی تھے کہتے، جھکتے تھے رب کے آگے ''رحمٰن کو ہیں پیارے راکع حفیظ احسن'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات علی یاسر:

(ہجری) تیری رحلت سے آج پژمردہ ہے ادب کا چمن علی یاسر!
پھول آئی صدائے ہاتف ہے کہہ ''سفیرِ سخن علی یاسر'' (۱۴۴۱ہجری)
(عیسوی) وہ تھے اِک اچھے سخنور اور ادیب پھولؔ! وہ قابل، زباں اُن کی فصیح
تھی صراحت اور فصاحت دَر زباں ''ہوگئے رخصت علی یاسر صریح'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات پروفیسر شریف المجاہد:

(ہجری) ''قصیدۂ پروفیسر شریف المجاہدؔ'' (۱۴۴۱ہجری)
(عیسوی) ہوئی باعث غم ہے پھولؔ! اُن کی رحلت جہالت کے ناسخ شریف المجاہد
معزز تھے وہ، پہلے تم جوڑ دو ''عزت'' ۴۷۷ ''ادیب و مورخ شریف المجاہد'' ۴۷۷+۱۵۴۳(۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات اجمل سلطان پوری:

(عیسوی) ''زبدۂ اسلوبِ میراثِ سخن اجمل سلطان پوری'' (۲۰۲۰ء)

(ہجری) افتخارِ شاعری تھے، نعت گو تھے بے مثال ہو گئے جنت مکانی اجمل سلطان پور

پھولؔ! اِن تینوں کا مجموعہ ہے تاریخ وفات کہہ دو ''جنت، نعت گوئی، اجمل سلطان پور'' (۱۴۴۱ہجری)

تاریخ وفات وجاہت رسول قادری:

(ہجری) ''وجاہتِ وجاہت رسول قادری'' (۱۴۴۱ہجری)

(عیسوی) افسوس! مردِ نیک جہاں سے گزر گئے مشرب تھا اُن کا آشتی، امن وسکون وصلح

وہ عاشقِ رسول تھے، نورِ سحر تھے پھولؔ! ''رخصت ہوئے جہاں سے وجاہت، جبینِ صبح'' (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات ڈاکٹر طاہر تونسوی:

(ہجری) ''دید جلوۂ ادب ڈاکٹر طاہر تونسوی'' (۱۴۴۱ہجری)

(عیسوی) پھولؔ! یہ ملتان سے آئی خبر افسوس ناک ایک علمی شخصیت سُوئے عدم رخصت ہوئی

مصرعِ تاریخ میں ''ادراک'' شامل کر کے کہہ ۶۲۲ ''چل بسے دنیا سے آخر آہ! طاہر تونسوی'' ۲۲۶+۱۷۹۴=۶۲۲ (۲۰۲۰ء)

تاریخ وفات سید صفوان اللہ:

(عیسوی) ''مرقدِ صفوان پر اللہ کی بارشِ رحمت'' (۲۰۲۰ء)

(ہجری) قدر دانِ علم وفن تھے بے گماں محفلِ اُردو کی اُن کو جان کہہ

پھولؔ! کہنی ہے جو تاریخِ وفات ''صبحِ اظہارِ ادب صفوان'' کہہ (۱۴۴۱ہجری)

تاریخ وفات حمایت علی شاعر:

(ہجری) ''صراطِ حمایت علی شاعر'' (۱۴۴۰ہجری)

(عیسوی) محفلِ شعر سے اُٹھ گیا اور گیا دَرِ بہشت پھولؔ! اہلِ ادب اُس کو رکھیں گے تادیر یاد

شاعرِ باہنر داد پاتا رہا ہر جگہ کہہ ''حمایت علی شاعرِ ذوقِ وجدانِ داد'' (۲۰۱۹ء)

تاریخ وفات اعجاز رحمانی:

(عیسوی) ملا تھا لحن داؤدی، گئے وہ جانبِ جنت عطا کی رب نے پھولؔ! اُن کو سخن فہمی، سخن دانی

تغزل کے لٹاتے پھول اور تنویرِ مدحت بھی ''وطن میں تھے گل افشاں روشنی اعجاز رحمانی'' (۲۰۱۹ء)

(ہجری) اے پھولؔ! آہ اب وہ جہاں سے گزر گئے معروف جن کا اسم تھا سب خاص وعام میں

''اعجاز'' اُن کا نام تھا ''رحمانی'' بھی وہ تھے ۸۲ ۳۰۹

جوڑ و ''شکوہِ دادِ سخن'' اُن کے نام میں ۸۲ + ۳۰۹ + ۱۰۵۰ (۱۴۴۱ ہجری)

(ہجری) مزید: وہ اِک مقبول شاعر تھے، جہاں سے ہو گئے رخصت بہت تھے خوش نوا اور نکتہ رس اعجاز رحمانی

صدا آتی نہیں اے پھولؔ! گلشن سے عنادل کی کہو تم ''ہو گئے خاموش بس اعجاز رحمانی'' (۱۴۴۱ ہجری)

(عیسوی) مزید: مہک نعتوں کی ہے اے پھولؔ! پیہم باغِ مدحت میں
جہاں سے ہو چکی گو رحلتِ اعجاز رحمانی
''جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں''
''نمودِ صبحِ زیبا حضرتِ اعجاز رحمانی''(۲۰۱۹ء)

تاریخ وفات ذو الفقار علی حسینی:

(عیسوی) ''مراحلِ مداحِ محمد مصطفیٰ ﷺ ذو الفقار علی حسینی'' (۲۰۱۹ء)
(ہجری) پڑھتا تھا ''ذو الفقار علی'' نعت باادب ۱۲۲۸ مصروف روز و شب تھا درود و سلام میں
رحلت کا سال نکلے گا، شامل کرو جو پھولؔ! ''بابِ نمودِ صبحِ ادب'' اس کے نام میں ۱۲۲۸+۲۱۲ (۱۴۴۰ہجری)

تاریخ وفات ڈاکٹر جمیل جالبی:

(ہجری) ''جاوداں اوجِ گلشنِ اُردو ڈاکٹر جمیل جالبی''(۱۴۴۰ہجری)
(عیسوی) پھولؔ! اب وہ جانب جنت روانہ ہو گئے آفتابِ علم کی تابش جمیلِ جالبی اُن کی
تحریروں میں ہے گہرائی بھی، گیرائی بھی ''قعرِ حکمت مخزنِ دانش جمیلِ جالبی'' (۲۰۱۹ء)

تاریخ وفات خالد محمود نقشبندی:

(ہجری) اِک نمایاں نعت خواں اور نعت گو تھی اُن کی ذات پڑھتے اور لکھتے رہے وہ نعتِ محبوب خدا
پھولؔ! کہہ دے گلشنِ مدحت میں تاریخ اجل نقشبندی خالدِ محمود اوجِ اصطفا''(۱۴۴۰ ہجری)
(عیسوی) جنت الفردوس کی جانب روانہ ہو گئے جن کے انوارِ عقیدت زیبِ مصباحِ ثنا
پھولؔ نے باغِ سخن میں کہہ دی تاریخ وفات ''نقشبندی خالدِ محمود طرّاحِ ثنا'' (۲۰۱۸ء)
طرّاح بمعنی تخلیق کار، نقاش

تاریخ وفات سہیل غازی پوری:

(عیسوی) ''احترامِ طوبیٰ سہیل غازی پوری''(۲۰۱۸ء)
(قطعہ) دل ہے غمگین، چل بسے آخر 'شاعری' کے مدیر دنیا سے سال میں چار بار ملتا تھا ارمغانِ سہیل غازی پور
تھی ہمیشہ نگاہ میں اُلفت، مثل گل نرم لہجہ تھا اُن کا پھولؔ! یہ کہہ دو ''دیدِ محمودی گلستانِ سہیل غازی پور''(۲۰۱۸ء)
(ہجری) ''نجومِ سہیل غازی پوری''(۱۴۴۰ ہجری): سہیل ایک مبارک ستارے کا نام ہے
(قطعہ) ہم کو 'قرضِ سخن'[1] وہ دے کے گئے، اُن کو فردوس ہو عطا یا رب!
شاعروں کو نشانِ منزل ہے شاہراہِ سہیل غازی پور
یاد آتے رہیں گے وہ دل کو، دوست روزانہ اُن کو سوچیں گے
پھولؔ! جب ہو طلوعِ خورِ
 کہہ دو ''صبحِ جاہِ سہیل غازی پور''(۱۴۴۰ء ہجری)

ا۔سہیل غازی پوری کا مجموعۂ کلام ۲۔خورشید (سورج) کا مخفّف
تاریخ وفات صدیق فتح پوری: (ہجری) ''مہ احبابِ ملت صدیق فتح پوری'' (۱۴۳۹ ہجری)
(عیسوی) وہ تھے فرزندِ بہار اور نیک طینت شخص تھے پھولؔ! اُن کی ذات بے شک افتخارِ فتح پور
کر دو خارج آج'' آدابِ مطلاّ''چل دیئے ۸۸ ''نعت گو صدیق جو تھے یادگارِ فتح پور'' ۲۱۰۶_۸۸ (۲۰۱۸ء)
مطلاّ یعنی طلائی، سنہری
ابھی مزید قطعات باقی ہیں جنھیں ان شاء اللہ بشرط زندگی آئندہ پیش کروں گا، والسّلام!

تنویر پھول

ثاقب رضا قادری، محمد (لاہور)

۱۲/مئی ۲۰۱۵

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ فقیر نے ردقادیانیت کے حوالہ سے ایک نیا رخ یعنی ''سنی صحافت'' کو متعارف کروایا اور بحمداللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی ایک ضخیم جلد فروری ۲۰۱۵ء میں مکتبۂ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ اب اس کی دوسری جلد اخبار اہل فقہ (امرت سر) کی فائلوں سے تیار کی جا رہی ہے۔ یہ اخبار مولانا غلام احمد اخگرؔ امرت سری نے ۱۹۰۶ء میں جاری کیا اور تقریباً ۱۹۱۴ء تک جاری رہا۔ مولانا غلام احمد اخگرؔ نے نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے ایک ماہوار رسالہ بھی جاری کیا تھا جس کا نام'' گلستان رحمت'' تھا۔ فقیر قادری کو اگرچہ اس کا کوئی شمارہ نہ مل سکا تاہم اخبار اہل فقہ کے متعدد شماروں میں اس کے اشتہار ضرور نظر سے گزرتے رہے چنانچہ انہی اشتہارات کی بنیاد پر فقیر نے رسائل حسن کے مقدمہ میں درج ذیل تحریر لکھ دی:

''مولانا غلام احمد اخگرؔ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے ہندوستان کی تاریخ کا سب سے پہلا نعتیہ رسالہ بنام'' گلستانِ رحمت'' جاری کیا۔ مولانا اخگرؔ لکھتے ہیں:

> ''یہ نعتیہ رسالہ جو ہندوستان بھر میں اکیلا ہے ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۵ ہجری المبارک (۴ نومبر ۱۹۰۷ء) کو پہلا پرچہ نکلا۔ عاشقان رسولِ کریم کے نور ایمانی کو جلا دینے والا اور قلب مخزون کو تسکین بخشنے والا ہے۔ کون مسلمان ہے جو رسول مقبول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نعت پڑھنے سننے کا عاشق نہ ہو۔'' (اہلِ فقہ، ۶ دسمبر ۱۹۰۷)

اس کے ہر شمارے کے لیے کوئی خاص مصرع طرح رکھا جاتا اور تمام شعرا حضرات اسی پر نعتیہ کلام تحریر فرماتے۔ شہنشاہ سخن، استاذ زمن مولانا حسن رضا خان حسن فاضل بریلوی سے ایک ملاقات میں مولانا اخگرؔ نے جب اس رسالے کے اجرا کا ارادہ ظاہر کیا تو مولانا حسن رضا نے اس کی تحسین فرمائی اور تاریخی قطعہ بھی تحریر فرمایا جو کہ حسب ذیل ہے:

اخگر نے کیا نعت میں گلدستہ وہ جاری — بلبل کی طرح غنچہ و گل جس پہ ہوں شیدا
اللہ یہ گلزار پھلے پھولے جہاں میں — ہر پھول سے ہو رنگ ترقی کا ہویدا
نکلے گی تاریخ حسنؔ شاخ قلم سے — انداز گلستاں کے ہیں گلدستہ سے پیدا

۱۳۲۵ھ (کلیاتِ حسن: ۳۸۶-۳۸۷ مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور)

کچھ روز قبل تحقیقی کام کی غرض سے پنجاب پبلک لائبریری (لاہور) جانا ہوا۔ جناب امداد صابری صاحب کی کتاب ''تاریخ صحافت اردو'' کی ورق گردانی کرتے ہوئے فقیر کی نظر ایک رسالہ پر ٹھہر گئی جو کہ نعتیہ ادب کے فروغ میں ۱۸۹۵ء میں جاری ہوا تھا۔ چونکہ اس دریافت سے فقیر کی گذشتہ تحریر یعنی ''گلستانِ رحمت'' کو پہلا نعتیہ رسالہ قرار دینے کی تردید ہوتی ہے۔ اب آپ کی خدمت میں ان دونوں رسائل کا تعارف پیش کر رہا ہوں، کیونکہ نعتیہ ادب کے حوالہ سے آپ کا تحقیقی کام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے چنانچہ عرض یہ ہے کہ اس موضوع پر تحقیقی بنیادوں پر کام کیا جائے تا کہ سُنی صحافت کا ایک اور رُخ یعنی نعتیہ صحافت سے عوام و خواص متعارف ہوں۔ آپ کی سہولت کے لیے امداد صابری کی کتاب ''تاریخ صحافت اردو'' جلد سوم سے اس رسالہ کا تعارف نقل کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

> ''گلدستہ مداح النبی'' - یہ نعتیہ کلام کا ماہ نامہ گلدستہ جھجر ضلع رہتک سے ۱۸۹۵ء کو شائع ہوا۔ پہلے سولہ (۱۶) صفحات پر، بعد میں بیس (۲۰) صفحات پر نکلنے لگا تھا۔ مہتمم مولوی غلام احمد خاں بریاں تھے۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ تھا۔ نمونہ کا پرچہ ڈیڑھ آنہ میں ملتا تھا۔ مسلم پریس جھجر میں طباعت ہوتی تھی۔ اس گلدستہ میں نعتیہ کلام کے ساتھ اپریل ۱۸۹۷ء کے بعد سے ایک ناول بالاقساط چھپنے لگا تھا، اس وقت سے بیس صفحات ہو گئے تھے اور اس کی ابتدا مولانا بریاں نے اپنے ناول ''الحسنات'' سے کی تھی۔ مولانا نے کتب تصوف بھی تالیف فرمائی تھیں۔'' (تاریخ صفحات اردو، جلد سوم، ص ۶۵۵)

اپریل ۱۸۹۷ کے شمارہ سے منتخب نعتیہ اشعار ملاحظہ ہوں:

اس لیے سیر چمن کرتا ہوں گاہے گاہے — نکہت گل سے مجھے شاہ کی بُو آتی ہے
خاک ہم کیوں نہ رہِ عشق نبی میں چھانیں — جب وفا کی ہمیں ہر ذرّے سے بُو آتی ہے
مست ہو جائیں نہ کیوں سُونگھ کے خوشبو گل کی — یاد جب ختم رُسل کی ہمیں خُو آتی ہے

جناب محمد عبدالحئی اختؔر صاحب (طالب علم از امرت سر)

کیا صبا گلشن یثرب سے تُو آتی ہے — تجھ سے اللہ کے محبوب کی بُو آتی ہے
وصف گیسوئے محمد کا اثر نطق میں ہے — مشک سے بڑھ کے مرے شعر میں بُو آتی ہے

جناب سید مظہر حسین صاحب کے کلام سے کچھ اشعار:

میں مدینہ کو گیا اور نہ کعبہ پہنچا — وجہ کیا ہے ابھی اے موت کہ تُو آتی ہے
میں تو حضرت کا فدائی ہوں بتا دے اے حور — کیا سبب ہے کہ مرے سامنے تُو آتی ہے

جناب ڈاکٹر محمد اسماعیل خان صاحب ذبیح دہلوی:

جتنی بڑھتی ہے ترے لطف و کرم کی امید — اتنی عصیاں میں مرے نشوونما آتی ہے
جادۂ طیبہ گر اے شیخ بنے جائے نماز — نہر کوثر سے ابھی بہر وضو آتی ہے

جناب قمرالدین صاحب قمؔر دہلوی شاگرد وحیدالدین بیخوؔد دہلوی:

عشق احمد میں یہاں حشر کا بھی خوف نہیں — کیا ڈرانے کو شب غم مجھے تُو آتی ہے
مر مٹا خاک ہوا عشق محمد میں قمؔر — سُونگھ لو خاک سے بھی عشق کی بُو آتی ہے

جناب حاجی تجمل حسین صاحب تجمل جلال پوری مقیم بمبئی:

تیری کیا بات ہے اے شفقت سلطان عرب — کام مظلوم کے ہر حال میں تُو آتی ہے
صف مستان نبی کا جو گذر ہوتا ہے — توڑ کر ساغر و مینا و سبو آتی ہے
گنبد روضۂ انور کو نظر زائر کی — کبھی چوم آتی ہے جا کر کبھی چھو آتی ہے
نزع کا وقت ہے محبوب خدا آتے ہیں — اے اجل کس نے بلایا ہے جوتُو آتی ہے
مرے اشعار نہ کیوں کر ہوں تجمل مقبول — عشق احمد کی ہر اک لفظ سے بُو آتی ہے

اللہ کرے کہ کوئی صاحب اس موضوع پر تحقیقی بنیادوں پر کام کرتے ہوئے نعتیہ ادب کے فروغ میں سُنّی صحافت کے کردار کی تاریخ مرتب فرمادیں۔

محمد ثاقب رضا قادری

☆ محمد ثاقب رضا قادری (پ: یکم جولائی ۱۹۸۴ء)، مصنّف، محقق، چارٹرا اکاؤنٹینٹ، کتب: ''تحریک ختم نبوت اورنوائے وقت''، ''تحریک ختم نبوت ۱۹۷۵ء''، ''غازیانِ ناموسِ رسالت''، ''سید غلام معین الدین نعیمی۔حیات وخدمات''، ''ردِقادیانیت اورسنّی صحافت'' (تین جلدیں)، ''رسائل محدث قصوری'' (دوجلدیں)، ''رسائل حسنؔ''، ''کلیاتِ حسنؔ''، ''مرزا قادیانی حاضر ہو'' ودیگر۔

جاوید احسنؔ (ڈیرہ غازی خان)

05-01-2012

محترم المقام صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

ٹیلی فون کال کے بعد آپ کی طرف سے ''نعت رنگ'' کا تحفہ موصول ہوا۔ پڑھ کر انتہائی خوشی ہوئی کہ آپ نعت رسول کریم ﷺ کے حوالے سے نقد ونظر کا وہ مقدس فریضہ سرانجام دے رہے ہیں جس کا میں ایک عرصے سے آرزومند تھا۔ بقولِ شاعر:

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

اس تناظر میں مجھے اپنا ایک شعر بھی حسب حال دکھائی دے رہا ہے۔

تیری صورت میں نمایاں ہے مرا حسن خیال
تُو مرا مثل ہو، ہم زاد ہو، ایسا بھی نہیں!

ادب لطیف کے ممتاز علم بردار سجاد انصاری نے کہا تھا کہ ''میں تو اُس حالی کا قائل ہوں جس نے پہلے شاعری کی اور بعد میں مقدمہ (مقدمہ شعروشاعری) لکھا''، مگر اتفاق سے میرا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ میں نے پہلے نعتیہ شاعری کا تنقیدی مطالعہ ''فی احسن تقویم'' [۱] مطبوعہ ۱۹۹۷ء کی صورت میں پیش کیا اور اس کے دس بارہ برس بعد اپنا نعتیہ مجموعہ ''لوحِ شفاعت'' [۲] منظر عام پر لایا۔ شاید اس میں کوئی حکمت کی بات ہو۔ تاہم:

ہر کام کا اک وقت مقرر ہے جہاں میں
جو وقتِ موافق ہو وہی کام ہے اچھا!

اس میں کوئی شک نہیں کہ میری ان دونوں کتابوں کی کمپوزنگ، طباعت اور پیش کش کا وہ معیار نہیں جو مارکیٹ میں پزیرائی کے لیے ضروری

ہے۔ پھر بھی مطمئن ہوں کہ میں نے اپنے خیالات ضابطۂ تحریر میں لا کر اہلِ ادب کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ بقولِ قدیم اردو شاعر:

تیری نظر کے سامنے چاند بھی چکور بھی
عشق کا انتخاب دیکھ، کوشش رائیگاں نہ دیکھ!

آپ بجا فرماتے ہیں کہ میں درماندہ رہرو کی طرح ڈیرہ غازی خان کے پس ماندہ جزیرے میں بیٹھ کر رہ گیا اور قافلۂ شوق بہت آگے نکل گیا۔ اس حقیقت کا اعتراف میں نے اپنے ایک شعر میں یوں کیا ہے:

نکل گئے ہیں بہت دُور ہم سفر میرے
میں رہ گیا ہوں کہیں گردِ کارواں کی طرح!

آپ نے ''نعت رنگ'' کی تہذیب و ترتیب اور طباعت و پیش کش میں جس اعلیٰ ذوق، والہانہ لگن اور عرق ریزی کا ثبوت دیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے متنوع عنوانات قائم کر کے ''نعت رنگ'' کو جہاں حسنِ ترتیب کا مرقع بنایا ہے وہاں اہلِ قلم کی فیاضی نے اسے بہت ضخیم بھی بنا دیا ہے جس سے ''نعت رنگ'' مجلّہ سے بڑھ کر ایک مکمّل کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ بہتر ہوگا کہ مضمون نگار حضرات اختصار اور جامعیت کے ساتھ کام کی بات ادبی اُسلوب میں لکھنے کی روش اختیار کریں۔ یہی حسنِ ادب اور سنتِ رسول کریم ﷺ ہے، مثلاً مقالات کے زیرِ عنوان محترم گوہر ملسیانی کا مضمون ''رحمت و شفقت محسن انسانیت...نعت کے آئینے میں'' تقریباً ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے جو غیر ضروری طوالت کا شکار ہونے کے ساتھ درسی نوعیت کا ہے۔ علاوہ ازیں برادرم عزیز احسن کا مضمون ''نعتیہ شاعری میں متنی رشتوں کی تلاش'' غلط مفروضہ پر مبنی ہونے کے ساتھ ادبی حوالے سے گم راہ کن ہے۔ ''متن'' سے مراد کسی کتاب کی اصل عبارت ہے جسے انگریزی میں original text of a book کہتے ہیں۔ علم و ادب کے مسلمہ اصول کے مطابق کسی مقتدرہ کو کسی وَ کتاب کا اصل متن تبدیل یا تجدید کرنے کا اختیار نہیں البتہ اس کا ترجمہ یا تلخیص ہو سکتی ہے اور تشریح و تفسیر بھی قارئین کے صوابدید پر ہے اور وہ کسی متن کی تفہیم بھی اپنی سوچ اور اپروچ کے مطابق کر سکتے ہیں۔ اس موضوع پر تفصیلی مضمون کسی اور وقت لکھوں گا۔ فی الحال اجازت۔ والسّلام

نیاز کیش

جاوید احسن

☆ جاوید احسن (پ: ۱۹۴۸ء)، شاعر، ادیب، مصنّف، محقق، کتب: ''فی احسن تقویم''، لوحِ شفاعت''، ''سرائیکی ثقافت'' و دیگر۔ اعزاز: مسعود کھدر پوش ایوارڈ (۱۹۹۶ء)

۱۔ ۱۹۹۷ء، بار اوّل، ڈیرہ غازی خان: سلیمان اکیڈمی، ۱۲۸ص ۲۔ ۲۰۰۹ء، بار اوّل، ڈیرہ غازی خان: سلیمان اکیڈمی، ۱۲۷ص

جعفر بلوچ، ڈاکٹر (لاہور)

۲۷۔ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ

جنابِ صبیح۔ السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ عید مبارک!

آپ کا ''نعت رنگ''، مسلسل نظر نواز ہو رہا ہے آپ کے بے پایاں اخلاص و کرم کے لیے سراپا سپاس ہوں اور اپنی کوتاہ قلمی پر حد درجہ شرمندہ بھی کہ آپ کے عنایت ناموں کا جواب بھی بر وقت نہ دے سکا۔

''نعت رنگ'' کے حوالے سے چند شعر موزوں ہوئے ہیں۔ امید ہے آپ قبول فرمائیں گے۔ آپ کا نعت رنگ صبغۃ اللّٰہی شان رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیقات ارزانی فرمائیں۔ آمین! میرا نعتیہ مجموعہ ''بیعت'' [۱] چند روز تک آپ کی خدمت میں پہنچے گا انشاء اللہ۔ خط اور اشعار

کے تخاطب میں جو شتر بربگی ہے اس کے لیے معذرت خواہوں۔

نیازمند
جعفر بلوچ

مرے عزیز مکرم صبیح رحمانی — نہایت آ گہی افزا ہے ''نعت رنگ'' ترا
ارادتوں کے تسلسل کی شان ہے اس میں — عقیدتوں کا حوالہ ہے ''نعت رنگ'' ترا
نقوشِ طیبہ و بطحا یہاں چمکتے ہیں — فروغِ دیدۂ بینا ہے ''نعت رنگ'' ترا
اس آئنے میں ہیں امروز و دوش عکس افگن — جمالِ طلعتِ فردا ہے ''نعت رنگ'' ترا
ہمارے دور میں منجملۂ فتوحِ حرم — بہ فضلِ ربِّ تعالیٰ ہے ''نعت رنگ'' ترا

☆ ڈاکٹر جعفر بلوچ (۲۷ جنوری ۱۹۴۷ء۔۲۷ اگست ۲۰۰۸ء)، اصل نام: غلام جعفر، شاعر، محقق، نقاد، ماہر اقبالیات، کتب: ''مطلعین''، ''اقبالیات اور اسد ملتانی''، ''اقلیم''، ''بیعت''، ''برسبیلِ سخن''، ''علامہ اقبال اور ظفر علی خاں''، ''مجالس اقبال''، ''آیاتِ ادب'' و دیگر۔

ا۔ بیعت، ۲۰۰۱ء، لاہور: الفیصل، باردوم، ۱۲۰ص

۲۰۔دسمبر ۱۹۹۹

برادر مکرم صبیح رحمانی!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ عید مبارک!

ایک روز پہلے آپ کا مکتوبِ گرامی ملا کل رات حضرت تحسین صاحب[۱] نے آپ کے ارسال کردہ نعت رنگ کے دونوں شمارے عنایت کیے۔ آپ کے لطف و کرم کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں؟

حمد نمبر کو آپ نے متنوع مضامین اور دل نواز حمدوں سے آراستہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اجر جزیل عطا فرمائیں۔

یہ حمد نمبر دیکھ کر اپنی محرومیٔ قسمت کا بے طرح احساس ہوا۔ میں گزشتہ تین چار ماہ سے خاکبازی میں ملوث ہوں یعنی توسیع مکان میں مصروف ۔لکھنے پڑھنے کا ہوش ہی نہ تھا۔ اب قدرے افاقہ ہے۔ دُعا فرمائیں صحت کاملہ عطا ہو اور کچھ دینی خدمت کرنے کا موقع ملے۔

نیازمند
جعفر بلوچ

پسِ نوشت: تلافیٔ مافات اگرچہ نہیں ہوسکتی، تاہم جلد ہی کچھ نہ کچھ گھسیٹ کر پیش کروں گا۔ ڈاکٹر تحسین فراقی ہفتے عشرہ تک اسپین چلے جائیں گے۔ والسّلام

ا۔ پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی مراد ہیں۔

۸۔جون ۲۰۰۱ء

جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ

''سفیرِ نعت'' کا صبیح رحمانی نمبر[۱] اور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کی تالیف لطیف ''وطن سے وطن تک''[۲] نظر نواز ہوئے۔ یہ آپ کے آثارِ محبّت ہیں۔ سپاس گزار ہوں۔

تازہ نعت رنگ مجھے اور تحسین فراقی صاحب کو نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاک کی خرابی کی نذر ہو گیا ہے۔ حضرت حفیظ تائب صاحب نے

فون پر بتایا کہ اس میں علیم ناصری صاحب کے نعتیہ مجموعہ پر میرا مضمونچہ [۳] بھی شامل ہے۔ بارِ خاطر نہ ہوتو یہ پرچہ دوبارہ بھجوائیں۔ تحسین صاحب بھی اس کے منتظر ہیں۔ ایک تازہ نعت ''نعت رنگ'' کے لیے بھیج رہا ہوں۔ امید ہے آپ کو پسند آئے گی۔

نیازمند
جعفر بلوچ

۱۔ سن ندارد، پہلی کتاب، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۲۸ص
۲۔ ''وطن سے وطن تک'' (سرزمین حجاز کے تاثرات)/ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار دوم، ۴۸ص
۳۔ ''علیم ناصری کی نعت گوئی''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۱، ص ۲۶۹۔۲۷۲

۱۸۔ جون ۲۰۰۱ء

جناب صبیح رحمانی صاحب!
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

چندروز قبل آپ کو غلطی سے پرانے پتے پر خط لکھ دیا۔ معلوم نہیں وہ Redirect ہو کر آپ کو ملا کہ نہیں۔ سفیرِ نعت کے صبیح رحمانی نمبر اور ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کے کتابچے ''وطن سے وطن تک'' کی رسید بھیجی تھی۔ یہ دونوں کام بہت اہم اور جاں نواز ہیں۔ ''سفیرِ نعت'' میں ایک آدھ مختصر رائے جعفر بلوچ کی بھی شامل کی جاسکتی تھی۔

ع مگر ایک میرؔ شکستہ پا ترے باغِ تازہ میں خار تھا؟

مجھے نعت رنگ نمبر ۱۱ اور غالب نمبر [۱] نہیں ملے ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کو بھی نہیں ملے۔ شاید ڈاک کی خرابی کی نذر ہو گئے ہیں۔ بارِ دگر یہ کرم فرمائی کرنا ہوگی۔ سُنا ہے نعت رنگ ۱۱ میں میرا ایک مضمونچہ بھی شامل ہے۔

نیازمند
جعفر بلوچ

۱۔ ''نعت رنگ'' کا غالبؔ نمبر شائع نہیں ہوا، البتہ ش ۱۲ میں ''گوشۂ غالب'' شامل تھا۔

۲۹۔ جولائی ۲۰۰۳ء

جناب مکرم صبیح رحمانی صاحب!
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

تازہ ''نعت رنگ'' نہ مجھے پہنچا نہ پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کو، مجھے تو برادرم خالد شفیق صاحب سے پرچے کی اشاعت کی اطلاع ملی۔ آپ کی یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں۔

قیمتِ جنسِ وفا، نیم نگاہی؟ توبہ!
ایسی باتیں نہ کریں آپ کہ سودا نہ بنے

اُمید ہے آپ مع سوابق ولواحق خیروعافیت سے ہوں گے۔

نیازمند
جعفر بلوچ

پسِ نوشت: میں آج کل حضرت اسد ملتانی کا نعتیہ کلام Re-edit کر رہا ہوں۔ دعا فرمائیں کہ بخیر و خوبی یہ کام مکمّل ہو۔

جگن ناتھ آزاد، پروفیسر (نئی دہلی، انڈیا)

۷/نومبر ۲۰۰۱ء

محبِّ مکرم صبیح رحمانی صاحب، آداب

اس سے قبل ''نسیم حجاز'' [۱] کی چھے جلدوں پر مشتمل ایک پارسل آپ کی خدمت میں روانہ کر چکا ہوں۔ (تاخیر کے لیے اپنی معافی کے ساتھ۔) وہ ابھی رستے میں ہوگا۔ اس پارسل میں تین کتابچے اس فرانسیسی منظوم ترجمے [۲] کے ہیں جو میرے نعتیہ کلام کا ڈاکٹر حمید اللہ [۳] نے کیا ہے۔ ایک آپ کی نذر ہے دوسری دو کا پیاں آپ اپنے دو ایسے دوستوں کو دے دیں جو فرانسیسی سے آشنا ہوں۔

خدا کرے آپ ہر لحہ خیریت سے ہوں۔ والسّلام

خیر اندیش

جگن ناتھ آزاد

☆ جگن ناتھ آزاد (۵ دسمبر ۱۹۱۸۔۲۴ جولائی ۲۰۰۴ء)، ممتاز شاعر، ادیب، محقق، ماہرِ اقبالیات، پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو جموں یونیورسٹی (۱۹۷۰۔۱۹۸۰ء)، تصانیف: ''بے کراں''، ''ستاروں سے ذروں''، ''وطن میں اجنبی''، ''نوائے پریشاں''، ''کہکشاں''، ''بوئے رمیدہ''، ''جستجو''، ''گہوارۂ علم و ہنر''، ''آئینہ در آئینہ'' (شعری مجموعے)، ''روبرو'' (خطوط کا مجموعہ)، ''نشانِ منزل'' (تنقیدی مضامین)، ''اقبال اور اس کا عہد''، ''اقبال اور مغربی مفکّرین''، ''اقبال اور کشمیر''، ''اقبال۔شخصیت اور شاعری''، ''اجنتا''، ''دہلی کی جامع مسجد''، ''کولمبس کے دیس میں'' (سفر نامۂ امریکا و کینیڈا)۔ ادبی خدمات کے اعتراف میں پاکستان و ہندوستان کی حکومتوں نے کئی اعزازات سے نوازا۔

۱۔ ۱۹۹۹ء، نئی دہلی: محروم میموریل لٹریری سوسائٹی، باراول، ۱۶۰ص ۲۔ Hommage a Mohomet, 1990, Paris, p.38

۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۹ فروری ۱۹۱۰۔۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء)، ممتاز محقق، مورخ، سیرت نگار، کئی زبانوں کے ماہر، متعدد کتب اور ان گنت مقالات کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''عہد نبوی میں نظامِ تعلیم''، ''الوثائق السیاسۃ عہدِ نبوی ﷺ وخلافت راشدہ''، ''عہدِ نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی''، ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی''، ''قانون بین المما لک''، ''رسول اکرم ﷺ کے میدان جنگ''، ''خطبات بہاولپور''، ''صحیفہ ہمام بن منبہ''، ''سیرت نبوی'' (فرانسیسی)، قرآن پاک کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ۔

''نعت رنگ'' کی جو جلدیں مجھے موصول ہوئیں ہیں انھیں تو میں انسائیکلو پیڈیا کہہ سکتا ہوں۔ سر دست تو ''نعت رنگ'' کے لیے اپنی ایک غیر مطبوعہ نظم ''محفل نعت میں ایک رات'' آپ کو بھیج رہا ہوں۔ آپ مناسب سمجھیں تو اسے کسی شمارے میں شامل فرمالیں ذرا طبیعت سنبھل جائے تو میں آپ کو اپنا اور غیر مطبوعہ نعتیہ کلام بھی بھیجوں گا۔ اگر فرصت مل گئی تو علامہ اقبال کی نعت گوئی پر ایک مضمون بھی۔

اس وقت اسلام اور اسلامیات کے تعلّق سے میرے غیر مطبوعہ کلام کا مجموعہ زیرِ کتابت ہے۔ اس میں حمدیہ کلام بھی ہے نعتیہ بھی اور منقبت بھی۔ اسلامیات کے تعلّق سے دوسری نظمیں بھی مثلاً ''دہلی کی جامع مسجد'' اور ''بھارت اور بھارت کے مسلمان'' وغیرہ اس میں سے نعتیہ کلام نکال کر آپ کو بھیجوں گا۔

''نعت رنگ''، نمبر ۶ میں علامہ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' کا ذکر دیکھا میں بھی اسے نعت ہی کہتا ہوں حمد نہیں کہتا۔ پروفیسر عبد المغنی کے ساتھ اس موضوع پر دو ایک بار گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ لیکن وہ بضد ہیں اور مصر بھی کہ یہ نعت نہیں حمد ہے۔ اس بارے میں اپنی رائے (یا ناقص رائے) تفصیل سے لکھ کر بھیجوں گا۔

جگن ناتھ آزاد

جمیل جالبی، ڈاکٹر (کراچی)

۱۸/ جنوری ۱۹۹۶ء

محترمی۔السّلام علیکم!

گرامی نامہ ملا اور ساتھ ہی ''نعت رنگ'' کے دو شمارے اور ''جادۂ رحمت'' [۱] کا ایک نسخہ بھی۔ان سب کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔

آپ نے جس سلیقے اور عمدگی سے ''نعت رنگ'' مرتب و شائع کیا ہے وہ یقیناً قابلِ تعریف ہے۔معیار اور حسنِ طباعت کے اعتبار سے بھی ایسا کوئی دوسرا رسالہ میری نظر سے نہیں گزرا۔آپ نے نعت گو شعرا کے اندازِ نظر کی اصلاح کا جو بیڑا اُٹھایا ہے وہ بھی یقیناً قابلِ تعریف ہے۔شرک ہر صورت میں روحِ اسلام کے منافی ہے۔رسالے کے معیار اور طباعت کو دیکھتے ہوئے مجھے یقین ہے کہ آپ کا رسالہ نہ صرف کامیابی سے ہم کنار ہوگا بلکہ بہت مقبول بھی ہوگا۔''جادۂ رحمت'' کی شاعری بھی دل پذیر اور پُر اثر ہے۔آپ کے اندر شعر گوئی کی بہت اچھی صلاحیت ہے۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

مخلص
جمیل جالبی

☆ ڈاکٹر جمیل جالبی (۱۲ جون ۱۹۲۹ء۔۱۸ اپریل ۲۰۱۹ء)، دانشور، ادیب، محقق، نقاد، مترجم، سابق وائس چانسلر، کراچی یونیورسٹی وصدر نشین مقتدرہ قومی زبان، چند کتب کے نام: ''پاکستانی کلچر''، ''تنقید اور تجربہ''، ''نئی تنقید''، ''ادب کلچر اور مسائل''، ''محمد تقی میر''، ''معاصر ادب''، ''قومی زبان، یک جہتی، نفاذ اور مسائل''، ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ''، دیوان حسن شوقی''، ''دیوان نصرتی''، ''تاریخ ادب اردو''، ''فرہنگ اصطلاحات جامعہ عثمانیہ''، ''جانورستان''، ''ایلیٹ کے مضامین''، ''ارسطو سے ایلیٹ تک''، اعزازات: داؤد ادبی ایوارڈ (۱۹۶۴ء، ۱۹۷۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۷۵ء)، محمد طفیل ادبی ایوارڈ (۱۹۸۹ء)، ستارۂ امتیاز، حکومت پاکستان (۱۹۹۰ء)، ہلالِ امتیاز، حکومتِ پاکستان (۱۹۹۴ء)

ا۔ صبیح رحمانی، ۱۹۹۳ء، کراچی: ممتاز پبلشرز، باراول، ۱۲۸ص

جوہر قدوسی، ڈاکٹر (سری نگر)

22-04-2005

۱۲/ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے مزاجِ گرامی بخیر ہوں۔

آپ تک یہ اطلاع پہنچاتے ہوئے بے حد مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ جموں و کشمیر میں نعت گوئی کے فن کی ترویج و اشاعت اور فروغ و ارتقا کے لیے راقم ناچیز کی ذاتی کوششوں سے 1998ء میں ''نعت اکادمی کشمیر'' کا قیام عمل میں آیا، جو اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔

''نعت رنگ''، جس کا علم راقم کو حال ہی میں ہوا، کے نام ''نعت اکادمی'' کا تھوڑا لٹریچر مع ماہ نامہ ''الحیات'' (چند شمارے) اور ذاتی تعارفی مکتوب ارسال کر رہا ہوں۔ازراہِ کرم باہمی تعاون و اشتراک اور استفادہ کے لیے اس خط سے منسلک تحریری مواد پر اپنی نظر التفات فرمائیں اور اپنے جوابی عنایت نامے کے ساتھ مؤقر ''نعت رنگ'' کے (ممکنہ حد تک) شماروں کی ایک ایک کاپی استفادہ کے لیے ارسال فرمائیں۔(اعزازی طور بھیجنے کی گنجائش نہ ہو تو قیمتاً ارسال فرمائیں)

والسّلام
جوہر قدوسی

☆ ڈاکٹر جوہر قدوسی، معلّم، محقق، شاعر، ادیب، سیکریٹری نعت اکادمی کشمیر، مدیر: ماہنامہ ''الحیات'' (کشمیر)، کتب: ''اردو میں نعت گوئی: روایت اور ارتقا'' (پی ایچ۔ڈی۔کا مقالہ)، ''اردو کے پچیس نعت گو شعرا: ولی دکنی سے صلاح الدین پرویز تک''۔

محترم المقام رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اللہ کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا عالمی معیار کا نعتیہ ادب کا شاہ کار رسالہ 'نعت رنگ' (شمارہ ۱۱) حال ہی میں نظر نواز ہوا۔ دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا۔ اس کے بارے میں سنا بھی تھا اور پڑھا بھی تھا لیکن کشمیر میں کہیں بھی دست یاب ہوسکا۔ بالآخر یہ پرانا شمارہ ایک دوست کی وساطت سے دستیاب ہوا۔ صد ہزار مبارک باد قبول فرمائیں۔

اللہ اپنے حبیب کے پاک ﷺ کی محبّت میں آپ کے اس جذبۂ بے پایاں کو قبول فرمائے اور دین و دنیا و آخرت کی خوشیوں سے آپ کا اور آپ کے تمام متعلّقین کے دامن بھر دے۔ آمین

راقم الحروف اور دہ نعت کے ساتھ والہانہ شیفتگی رکھتا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ راقم نے پی ایچ۔ ڈی کے لیے اپنا تحقیقی مقالہ 'اردو میں نعت گوئی: روایت اور ارتقا' کے موضوع پر ہی تحریر کیا ہے، جس پر راقم کو ۱۹۹۷ء میں کشمیر یونی ورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض ہوئی ہے۔ اب تک راقم کی ایک کتاب (اردو کے ۲۵ نعت گو شعرا: ولی دکنی سے صلاح الدین پرویز تک، صفحات ۳۲۰، سالِ اشاعت ۲۰۰۲ء) اور ۱۵ سے زائد مقالے نعتیہ موضوعات پر شائع ہو چکے ہیں۔ ایسے میں راقم جیسے نعتیہ ادب کے طالب علم کے لیے 'نعت رنگ' کی اہمیت وافادیت اور اس کے ساتھ والہانہ وابستگی کا اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں۔ چناں چہ میں نے بہت کوشش کی کہ دہلی یا کسی اور جگہ سے 'نعت رنگ' کے پرانے اور نئے شمارے حاصل ہوسکیں لیکن افسوس کہ اب تک کوئی کامیابی نہ ملی، حالاں کہ 'اردو بک ریویو' دہلی کے مدیر محمد عارف اقبال صاحب سے مارچ کے اوائل میں اسی غرض سے ملنے گیا کہ ان کے ذریعے شاید میرے شوقِ والہانہ کی تشفّی ہو جائے لیکن انھوں نے بتایا کہ سارے شمارے ختم ہیں۔

سب سے پہلے تو میں یہی درخواست کروں گا کہ از راہِ کرم 'نعت رنگ' کے جتنے شمارے آپ کے پاس دستیاب ہیں، ان تمام شماروں کی ایک ایک کاپی راقم ناچیز کو رجسٹرڈ پارسل سے ارسال فرمائیں اور رقم کے بارے میں بھی مطلع فرمائیں کہ کتنی رقم ادا کرنی ہے۔ ان شاء اللہ المستعان مطلوبہ رقم ادا کروں گا۔

دوسری بات یہ کہ نعت گوئی فکر وفن سے وابستگی نے ڈاکٹریٹ کے لیے تحقیق کے دنوں ہی میں راقم کو اس بات پر اکسایا کہ کشمیر میں اس جن کی باضابطہ ترویج واشاعت اور فروغ وارتقا کی خاطر ایک پلیٹ فارم منظّم کیا جائے، چناں چہ اللہ کے فضلِ خاص سے راقم کی انفرادی کوشش رنگ لائیں اور میری تحریک وترغیب پر کشمیر کے چند اہلِ شوق 'نعت اکادمی' کشمیر کے قیام پر آمادہ ہوئے۔ جس کا قیام سال ۱۹۹۸ء میں عمل میں آیا۔ اس ادارے کا کچھ لٹریچر بھی آپ کے نام اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

راقم کی ادارت میں ایک خالصتاً دینی پرچہ 'الحیات' سرینگر (کشمیر) سے ۴ سال سے شائع ہو رہا ہے، جس کا مئی ۲۰۰۵ء میں مسلسل اشاعت کا ۳۸ رواں شمارہ منظرِ عام پر آرہا ہے، الحمدللہ۔ اس جریدے میں راقم نے 'نعت اکادمی کشمیر' (جس کا میں سیکریٹری ہوں) کے لیے دو صفحے مختص کر دیے ہیں، جن میں حمدیہ ونعتیہ کلام وغیرہ کی اشاعت ہوتی ہے۔ (کئی شمارے ساتھ میں منسلک ہیں)

الحمدللہ 'نعت اکادمی کشمیر' ریاست جموں وکشمیر کی واحد ایسی انجمن ہے، جو خالصتاً نعت گوئی کے فروغ وارتقا کے لیے کوشاں ہے۔ اس انجمن کا میں بانی سیکریٹری ہوں اور پروفیسر مرغوب بانہالی صاحب اس کے صدر ہیں جب کہ ریڈیو کشمیر سرینگر کے ایک پروڈیوسر غلام حسن غم گین اس کے نائب صدر ہیں۔ اکادمی کے پہلے نائب صدر مشتاق کاشمیری تھے، جو کشمیر کے سب سے معروف نعت گو شاعر ہیں لیکن موصوف اب کشمیر میں نہیں بلکہ آزاد کشمیر میں قیام پزیر ہیں۔

میں اللہ کے فضل سے 'نعت رنگ' کے شمارے موصول ہوتے ہی اپنا حقیر قلمی تعاون چند تحقیقی مقالموں کی صورت میں ارسال کروں گا اور آپ سے تعاون کی درخواست کروں گا۔ فی الحال میں بڑی بے تابی کے ساتھ اس دن کا انتظار کروں گا، جب اپنے محبوب رسالے 'نعت رنگ' کے زیادہ سے زیادہ نئے و پرانے شمارے موصول ہوں گے۔ براہِ کرم ترسیلِ زر کی صورت میں زرِ مبادلہ کی صورت بھی بتائیں۔

نعت گوئی کے مختلف موضوعات پر میرے مطبوعہ مقالے/مضامین

نمبر شمار	نام اخبار/رسائل	تاریخ اشاعت	بہ عنوان
۱۔	ہفت روزہ 'ہماری زبان' نئی دہلی	یکم اگست ۱۹۹۷ء	اردو کا اوّلین نعتیہ نمونہ نئے انکشاف کی روشنی میں
۲۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۴/اپریل ۱۹۹۸ء	اردو نعت کا ہیئتی تنوع
۳۔	ہفت روزہ 'خبر و نظر' سری نگر	۱۰/اگست ۱۹۹۷ء	اردو کے نعتیہ انتخاب اور 'شہنشہِ کونینؐ'
۴۔	ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	جنوری ۱۹۹۸ء	اردو میں نعت کا اصطلاحی مفہوم
۵۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۶/ستمبر ۱۹۹۷ء	رسمی نعت گوئی اور حقیقی نعت گوئی
۶۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۵/ستمبر ۱۹۹۷ء	لفظ نعت کا اوّلین استعمال
۷۔	ہفت روزہ 'ہماری زبان' نئی دہلی	۱۵/فروری ۱۹۹۸ء	نعت گوئی کا فن اور اس کے تقاضے
۸۔	ہفت روزہ 'خبر و نظر' سری نگر	۱۶/نومبر ۱۹۹۷ء	اردو نعت میں موضوعات کی بوقلمونی
۹۔	ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	مارچ ۱۹۹۷ء	احسان دانش کی نعتیہ شاعری
۱۰۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۷/اکتوبر ۱۹۹۸ء	علامہ اقبال کا نعتیہ کلام
۱۱۔	'گلالہ' کشمیر یونی ورسٹی سری نگر	سال ۱۹۹۸ء	مولانا ظفر علی خاں کا نعتیہ کلام
۱۲۔	ہفت روزہ 'اخبارِ نو' نئی دہلی	۷/ستمبر ۱۹۹۸ء	علیم صبا نویدی کی نعتیہ شاعری
۱۳۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۲۷/اگست ۱۹۹۷ء	اردو میں نعت کے مختلف انداز و اسالیب
۱۴۔	ماہ نامہ 'حریمِ ناز' جموں	دسمبر ۱۹۹۸ء	تادم بلخی کا نعتیہ کلام
۱۵۔	روز نامہ 'عقاب' سری نگر	۱۷/اپریل ۲۰۰۰ء	اردو کے نعتیہ گلدستے اور 'عقاب'
۱۶۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	۱۵/نومبر ۲۰۰۰ء	صلاح الدین پرویز کا نعتیہ کلام
۱۷۔	روز نامہ 'عوام' نئی دہلی	۱۳/مارچ ۲۰۰۱ء	مولانا حالی کا نعتیہ کلام
۱۸۔	ہفت روزہ 'جبروت' سری نگر	اگست ۲۰۰۲ء	اردو نعت میں ہیئتی تنوع
۱۹۔	ماہ نامہ 'پیش رفت' دہلی	اگست ۲۰۰۲ء	اردو نعت میں ہیئتی تنوع

اس کے علاوہ کئی اور مضامین میں مختلف نعتیہ موضوعات پر شائع ہوئے۔ افسوس کہ ان کا ریکارڈ دست یاب نہیں۔

والسّلام
جوہر قدوسی

حبیب الرحمٰن سیال (نواب شاہ)

آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' کے تین محبّت بھرے تحفے ملے۔ کچھ عرصہ شہر سے باہر ہونے کی وجہ سے وصولی میں تاخیر ہوئی، جس کے لیے معذرت قبول فرمایئے۔ حقیقت میں یہ ہیچمدان کسی طرح بھی اتنی محبّت اور اپنائیت کے قابل نہیں لیکن نعت پاک سے کسی طرح کی بھی نسبت ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتی ہے۔ یہ بات میرے لیے باعث انبساط و مسرت ہے کہ سندھ میں نعتیہ شاعری پر پی ایچ ڈی کرنے کی سعادت مجھے نصیب ہو رہی ہے۔ ایسے وقت میں آپ دوستوں کا پرخلوص تعاون نا قابل فراموش ہے۔

محترم نعتیہ ادب کے جس پہلو کو آپ نے صفحۂ قرطاس پر سجایا ہے وہ میرے جیسے طالب علموں کے لیے جس قدر فائدہ مند ہوسکتا ہے اس کا اندازہ صرف کوئی طالب علم ہی لگا سکتا ہے۔ اردو میں نعتیہ ادب پر آپ کی کاوش تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

مدحتِ رسول ﷺ کی سعادت تقریباً ہر زبان کو حاصل ہے۔ لیکن سندھی زبان نے آپ ﷺ کی ثنا اور تعریف کو ایک منفرد مقام دیا ہے مگر جغرافیائی قیود اور میڈیائی ذرائع کم ہونے کے باعث منظر عام پر نہیں آسکا۔ انشاءاللہ میں اس سلسلے میں تحقیقی مضمون لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

سندھی ادب میں نعتیہ شاعری پر تنقیدی پہلو کو یکسر فراموش کر دیا گیا ہے یا نا کافی ہے۔ البتہ اصناف کے لحاظ سے جس قدر صنفوں کو نعت کا سنگھار بنایا گیا ہے، اردو ادب میں میری نظر سے نہیں گزرا۔ مثلاً سہ حرفی، صنف واسع الشفتین، صنعت عکس و ترد، صنعت تحت النقاد، صنعت فوق النقاط، صنعت حروف متّصل، صنعت عمودی عکس اور بغیر الف کے وغیرہ اس سلسلے میں ''نعت رنگ'' کے مؤقر مضمون نگاروں کو دعوت فکر و تحقیق ہے۔

آخر میں ایک گزارش عرض کرتا چلوں کہ ''نعت رنگ'' کے لکھنے والے ماشاءاللہ کافی تحقیق اور عرق ریزی سے مضامین لکھتے ہیں۔ اگر عہدِ رسالت ﷺ میں ''نعت'' کو ترنم کے ساتھ سنانے یا اس کی شرعی حیثیت کو واضح کریں تو کیا ہی اچھا ہو۔ ڈاکٹر غلام یاسین طاہری میری طرف سے پرخلوص سلام قبول فرمایئے۔

حبیب الرحمٰن سیال

☆ حبیب الرحمٰن سیال، محقق، ادیب، مقالہ نگار۔

حسین نہری، شاہ (اورنگ آباد، دکن)

اگر آپ کو میرے خطوط ملے ہوں گے اور کتاب بھی، تو آپ کے لیے میرا نام نامانوس اور اجنبی نہ ہوگا اور اگر نہیں تو عرض ہے کہ مجھ بندۂ اللہ کو شاہ حسین نہری کہتے ہیں۔ شاعری کے چار مجموعے ''شب آہنگ'' (غزل و نظم)، ''شب تاب'' (غزل)، ''سامانِ تسکین'' (حمد و مناجات، نعت و منقبت)[ا] اور ''رُباعیاتِ شاہؔ'' شائع ہو چکے ہیں۔ میرا پورا نام سیّد شاہ حسین نہری ہے۔ میں بل بھیم کالج بیڑ میں جولائی ۱۹۹۹ء تک لگ بھگ تیس برس اردو کا لکچرر رہا۔ جی ہاں! بیڑ یعنی وہ شہر جہاں آپ کے قریبی عزیز، میرے شاگر دِرشید جناب سیّد سجاد اختر بھی رہتے ہیں۔ اب میں اپنے وطن اورنگ آباد، دکن میں مقیم ہوں، البتہ میرا بیٹا سیّد فرید احمد نہری مسلمہ، بیڑ کے ملیہ سینئر کالج میں اردو ہی کا لکچرر ہے۔ ۱۹۹۲ء سے یہ کالج انجمن اشاعت تعلیم، بیڑ کے تحت قائم ہے اور اس انجمن کے صدر جناب سیّد سجاد اختر ہیں۔ عزیزم فرید احمد نے اطلاع دی کہ آج کل سجاد صاحب بیڑ کی ادبی و ثقافتی سرگرمیوں سے متعلّق ایک مثنوی تخلیق کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس مثنوی میں آپ کا نام نامی اور تذکرہ بھی بطورِ خاص شامل ہے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۹، ابھی چند روز قبل فضلی بک سپر مارکیٹ سے حاصل کیا۔ ماشاءاللہ ٹائٹل دیکھتے ہی طبیعت خوش ہوگئی۔ کوئی پوچھے کہ ''سادگی و پرکاری'' کیا اسی کو کہتے ہیں تو میں کہوں گا، جی ہاں! اس میں کیا شک ہے۔

مجھے جو نسخہ ملا ہے ''نعت رنگ'' کا اس میں دو صفحے سادہ ہیں، چھپے ہوئے نہیں ہیں، ص ۱۸۲ اور ص ۱۸۷، کیا یہ ممکن ہے کہ ان دو صفحات کی نقل مجھے مل جائے تا کہ میں متعلّقہ جگہوں پر چسپاں کرلوں۔

''ظہورِ رحمت'' (شادؔ عظیم آبادی) مسدس کی ہیئت میں ہے نہ کہ مثنوی کی۔ مثنوی میں تو ہر شعر کا اپنا الگ قافیہ ہوتا ہے۔ اگلے مضمون میں کنیز فاطمہ زہرا کے کلام کو بجا طور پر مسدس کہا گیا ہے۔ اپنی چند رُباعیات اور چار نعتیں ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے لیے بھیج رہا ہوں، توقع ہے کہ پسند آئیں گی۔ میں نے غالبؔ کی غزلوں پر مبنی جو دو نعتیں کہی ہیں ان میں کوشش یہ کی ہے کہ ذرا سی تبدیلی کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو غالبؔ کے الفاظ ہی کو باقی رکھا جائے۔ اب امان خاں دلؔ صاحب کے بارے میں پڑھ کر خوشی ہوئی کہ وہ غالبؔ کی زمینوں ہی میں نعتیں کہہ رہے ہیں، ماشاءاللہ

میں دسمبر ۲۰۰۶ء کے دوسرے نصف میں پاکستان آیا تھا۔ ایک مہینہ اسلام آباد میں رہا۔ اپنے چھوٹے بھائی سیّد شاہ احسان اللہ طارق نہری کی بیٹی سیّدہ مبینہ فاطمہ نہری سلّمہا کی شادی میں شرکت کی۔ اب کراچی میں اپنی خالہ زاد بہن کے پاس مقیم ہوں اور ان کے گھر کو مرکز مان کر دوسرے رشتہ داروں اور احباب سے ملاقاتیں کر رہا ہوں۔ کیا آپ سے بھی ملاقات کی خوشی میسر آنے کا کوئی امکان ہے۔ میں ۶ / مارچ کو ان شاءاللہ یہاں سے واپس روانہ ہوں گا۔

برادرِ گرامی سلیم شہزاد صاحب (مالیگاؤں، بھارت) سے فون پر گفتگو ہوئی تھی۔ انھوں نے کوئی مقالہ ''نعت رنگ'' میں اشاعت کے لیے روانہ کیا تھا، کب شائع کر رہے ہیں آپ؟

شاہ حسین نہری

☆ شاہ حسین نہری، شاعر، ادیب، لیکچرار اردو، بل بھیم کالج بیڑ، مہاراشٹر، کتب: ''شب آہنگ''، ''شب تاب''، ''سامان تسکین''، ''رباعیات شاہ'' ودیگر
ا۔ ۲۰۰۳ء، اورنگ آباد: نوائے دکن پبلی کیشنز، باراول، ۵۶ ص

۷/ فروری ۲۰۰۱ء

۱۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۱ھ

برادرِ گرامی قدر صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم وعلیٰ من لدیکم۔

اللہ تعالیٰ آپ کا اقبال بلند رکھے، مزید بلند کرے۔ ربّ العزت اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں سرخ رو کرے اور بامراد رکھے، آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی شفاعت آپ کو نصیب ہو۔

ایک زمانے سے ''نعت رنگ'' کے اعلانات اور اس پر تبصرے دیکھتا اور پڑھتا آیا ہوں۔ اب تک اس کا کوئی شمارہ دیکھنے تک کو نہیں ملا، لیکن نہیں، بہت دونوں کی بات ہے کہ عزیز گرامی پروفیسر سیّد سجاد اختر صاحب (ملیہ کالج، بیڑ) نے ایک مرتبہ آپ کی کوئی کتاب (غالباً ''نعت رنگ'' ہی) دیکھنے کو دی تھی۔ سجاد اختر صاحب نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان کی آپ سے عزیز داری ہے۔ اپنی اُنتیس نعتیہ کاوشیں ارسال کر رہا ہوں۔ ان کی تخلیق کا عرصہ برسوں پر محیط ہے۔ ابھی چند نعتیں (حمدیہ تخلیقات بھی) اور ہیں جو اس وقت مل نہیں رہی ہیں کہ میں نے کوئی بیاض نہیں بنائی ہے۔ ان نعتوں کے بارے میں آپ کی رائے جاننے کا اشتیاق ہے اور اگر ''نعت رنگ'' میں شائع بھی ہو جائیں تو مسرت وسعادت۔ رسید اور رائے سے مطلع فرمائیں تو احسان ہے، ممنون رہوں گا۔

توقع ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

والسّلام
دعا کناں، طالب دعا، منتظر جواب
شاہ حسین نہری

حفیظ الرحمٰن احسن (لاہور)

17/12/2003

برادر گرامی قدر صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ

آپ کے مرسلہ ارمغان بہ تفصیل ذیل مصول ہوئے:

۱) نعت رنگ، شمارہ نمبر ۱۲۔۱۳

۲) سفیر نعت (تیسری کتاب)

۳) نعت اور تنقیدِ نعت

۴) اردو میں نعت گوئی

آپ کے ساتھ اُن سب کرم فرماؤں کا بے حد ممنون ہوں جنھوں نے یہ قیمتی تحفے عنایت کیے۔(وصولی کی رسید تاخیر سے دے رہا ہوں اس کے لیے معذرت) ان کی اور دیگر رفقاء کار کی خدمت میرا اسلام مسنون کہیے۔جزاہم اللہ۔

پیرایۂ حمد کی اشاعت کے لیے شکریہ قبول فرمائیے۔چھوٹے موٹے تسامحات ہیں۔البتہ ایک جگہ خُبزِ سمین کو جز سمین لکھا گیا ہے۔ہوسکے تو آئندہ شمارے میں وضاحت شائع کر دیجیے گا۔

وہ بے نیاز ہے، دیتا ہے جس کو جو چاہے

کسی کو خبز سمین اور کسی کو نان شیر (کسی کو بھی کس لکھا گیا ہے)

اس طرح اس شعر کے دوسرے مصرع میں 'ہے' کا لفظ زائد ہے۔اصل شعر اس طرح ہے۔

جو تلخیاں ہو کہ شیر ینیاں اسی کا ظہور

عسل بھی اس کا۔سم اس کا، اُسی کے حنظل و شیر

اچھا اب اجازت امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔والسّلام

مخلص

حفیظ الرحمٰن احسن

☆ حفیظ الرحمٰن احسن (۱۱۹کتوبر۱۹۳۴ء۔۲۲ فروری ۲۰۲۰ء)، معلّم، شاعر، ادیب، نقاد، مدیر: ''سیارہ ڈائجسٹ'' لاہور۔

~~~~~~

۲۳۔مئی۔۲۰۰۵

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہٗ

میں ایک عریضہ پہلے ارسال کر چکا ہوں۔طبیعت اس عرصے میں کافی غیر مستحکم رہی ہے اس لئے آپ کے فرمودات پر اب تک عمل نہیں کر سکا۔

بہرکیف ''موجِ زمزم''[۱] کا ایک نسخہ حاصل کر کے ارسال خدمت کر رہا ہوں مناسب ہے کہ آپ اس کی رقم براہِ راست جناب ضیاء محمد ضیا صاحب کو روانہ فرما دیں۔
~~~~~~

ان کا پتہ ہے: جناب ضیاء محمد ضیاء۔محلّہ پتّی۔سرکلر روڈ۔سیر دور (سیالکوٹ)
سوچ رہا ہوں اور حیران بھی کہ ''سیارہ'' کے کون سے اہم قلم کار ہیں جن کے پتے میں آپ کو دوں۔ ماشاءاللہ آپ کا اپنا حلقہ بہت وسیع ہے۔ بہرکیف کچھ نہ کچھ پتے ضرور بھیج دوں گا چاہے چاہے وہ آپ کے لیے تحصیل حاصل ہی ہوں۔
ابھی تک کوئی نظم بھی آپ کو نہیں بھیج سکا۔ جلد بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ان شاءاللہ۔اچھا اب اجازت۔
امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔

مخلص
حفیظ الرحمٰن احسن

ا۔''موجِ زمزم''/ضیاء محمد ضیاء،۲۰۰۱ء،لاہور: ایوانِ نعت، بار دوم،۱۹۲ص

~~~

۲۲ جون ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ
ایک عریضہ پہلے لکھ چکا ہوں۔ آپ میرے دوسرے عریضہ کے منتظر بھی رہے۔ گزارش ہے کہ گزشتہ مہینہ پریشانیوں میں گزرا (گھر میں علالت رہی)۔الحمداللہ اب بڑی حد تک افاقہ ہے۔خود بھی علیل رہا۔شکر ہے اب بہت بہتر ہوں۔ اللہ تعالیٰ عافیت سے بامراد رکھے۔ دعا کیجئے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اپنی امان میں رکھے اور خدمت دین وادب سے بیش از بیش نوازے۔
گزشتہ دنوں چند اشعار ہوئے ہیں۔سو وہ حاضر خدمت کر رہا ہوں اگر زیرِ ترتیب شمارہ مکمّل ہو چکا ہو تو آپ اسے آئندہ شمارے کے لئے رکھ لیں۔
سیارہ اشاعت نمبر ۵۲ امید ہے جلد آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ براہ کرم آئندہ شمارے کے لئے عنایت فرمائیے گا۔
احباب ورفقاء کی خدمت میں میرا سلام کہیے۔

والسّلام۔آپ کا بھائی
حفیظ الرحمٰن احسن

مکرر: گزشتہ پیر کو الحمراء میں جناب تائب کی یاد میں ایک بھرپور تقریب ہوئی۔کلیاتِ تائب کی تقریب رونمائی بھی تھی۔ برادرم عبدالمجید منہاس نے خاص اہتمام فرمایا۔

~~~

حفیظ تائبؔ (لاہور)

۱۴/اکتوبر ۱۹۹۵ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ!
گزشتہ اپریل میں، جب میں حضرت حسان نعت ایوارڈ کی تقریب میں شرکت کے لیے کراچی پہنچا تو احباب نے بے پایاں محبّتوں سے نوازا،لیکن آپ کی کمی پھر بھی محسوس ہوئی۔اگرچہ یہ مسرت بھی کیا کم تھی کہ آپ کو حج وزیاراتِ حرمین الشریفین کے ارمان نکالنے کا موقع نصیب ہوا تھا اور آپ اُن دنوں شہرِ محبوب...مدینہ مکرمہ میں مقیم تھے...ایوارڈ زتقریب سے فارغ ہو کر جب ہم لوگ بھائی وسیم بیگ کے گھر پہنچے تو جناب غوث میاں نے جریدۂ ''نعت رنگ'' عطا فرمایا۔ میں اس شاہ کارِ حسن ومعنویت پر ایک نظر ڈال کر حیران رہ گیا اور کافی دیر تک آپ کو یاد کر کے دعائیں دیتا

رہا۔ جملہ احباب بھی ہم نوا تھے۔ پھر ہم جہاں جہاں گئے وہاں وہاں آپ اور ''نعت رنگ'' کا ذکر خیر ہوتا رہا۔

لاہور آ کر عوارض و مسائل میں گھرا رہا اور مدت تک اس شمارۂ خاص کا مطالعہ نہ کر سکا۔ اسی لیے پہلے آپ کو اس کے بارے میں، خط نہ لکھ سکا۔

''نعت رنگ'' کا شمارۂ اوّل حسنِ انتخاب و ترتیب کا رفیع و وقیع جریدہ بن کر سامنے آیا ہے۔ ابتدائیہ میں بہت عمدہ و بلیغ انداز میں پیش کیے گئے مقاصد حاصل کرنے میں آپ کافی حد تک کامیاب رہے ہیں۔

''اجمال'' میں آنے والی سحر انصاری اور شبنم رومانی کی حمدیہ و نعتیہ نظمیں نہایت خوب ہیں۔ سعید بدر کا مضمون ''نعت کیا ہے'' اس حصے میں آنے کی وجہ پوری طرح سمجھ میں نہیں آئی... گل چیدہ کے عنوان سے نمائندہ شعرا کی نعتوں کا اچھا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ منظومات کا حصہ الگ ہی رہتا تو بہتر تھا۔ آئندہ کوشش کیجیے کہ اس حصے میں تازہ نعتیں آئیں۔

تحقیق کے باب میں تمام تر مضامین بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ راجا رشید محمود اور غوث میاں نے ایک ہی موضوع پر کام کر کے ایک دوسرے کے کام کو تکمیل تک پہنچا ہے۔ دونوں حضرات کی عرق ریزی قابلِ تحسین ہے۔ ان کی محنت سے پاکستان میں چھپے ہوئے تمام تر نعتیہ گل دستوں کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ راجا رشید محمود نے البتہ سارے مجموعے دیکھ کر اُن کے کوائف جمع کیے ہیں اور یوں اُن کی فہرست ببلیو گرافی کے سائنسی اصولوں کو پورا نظر آئی ہے، مگر انھوں نے اپنے کام کو پاکستان تک محدود رکھا ہے اور قیامِ پاکستان سے پہلے چھپنے والے انتخابوں پر کام کرنے میں بنیادی دقت کا ذکر بھی کیا ہے پھر بھی ہم اُن سے اس ہفت خواں کو بھی سر کر لینے کی اُمید رکھتے ہیں، اگرچہ بھارت میں موجود نعت کے محقق اس کام کو نسبتاً آسانی سے کر سکتے ہیں۔ غوث میاں اور شہزاد احمد سے بھی اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ غوث میاں نے پہلے بھی قیامِ پاکستان سے پہلے چھپنے والے بہت سے نعتیہ گل دستوں کا ذکر تو کیا ہے۔ انھوں نے اُس دور کے اہم ترین انتخاب ''بوستانِ نعت'' کو دیکھ نہ سکنے کا اعتراف بھی کیا ہے، جب کہ راجا رشید محمود نے بجا کہا ہے کہ ''اس انتخاب کی اہمیت اور افادیت آج بھی مسلّم ہے''۔ بھائی غوث میاں کے ریکارڈ کے لیے عرض گزار ہوں کہ ''بوستانِ نعت'' کے مرتب احمد علی سیف کلانوری خود بھی نعت نگار تھے۔ اُن کا انتخاب "6"x9 سائز کے ۲۷۲ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور عمدہ کاغذ پر اشاعت پذیر ہوا تھا۔ یہ چھپا تو ''فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ لاہور میں تھا، لیکن اس کی اشاعت کا اہتمام نواب صادق پنجم شہریار بہاول پور نے کیا تھا۔ مرتب نے اس بات کا ذکر اپنے دو صفحات پر مشتمل مقدمہ بعنوان ''وجہِ تالیف'' میں کیا ہے اور یہ تحریر انھوں نے ۱۷/ ذی قعدہ ۱۳۴۹ ہجری کے دن لکھی۔ اس مجموعہ میں ہر اہم شاعر کی نعتیں ردیف وار جمع کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی نے اپنے مضمون ''پاکستان میں نعت نمبروں کی روایت'' (مطبوعہ ''اوج'' ''نعت نمبر) کو ''چند مزید نعت نمبر'' لکھ کر مکمّل کر دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا جو وہ اس مضمون کی ابتدا میں اپنے پہلے مضمون کا خلاصہ دے دیتے۔ جاذب قریشی[۱] اور آپ کا مضمون تنقید کے باب میں چلے جاتے تو شاید زیادہ مناسب ہوتا کہ تحسین و جائزہ بھی تنقید کا حصہ ہوتا ہے۔

نعت میں محتاط رویوں کی ضرورت کو ہمیشہ محسوس کیا گیا، لیکن دورِ موجود میں یہ ضرورت کچھ زیادہ بڑھ گئی ہے کہ پہلے عام طور پر وہ لوگ نعت کہتے تھے جن کا فطری رجحان اس موضوع کی طرف ہوتا تھا اور وہ دینی تعلیم رکھتے تھے۔ لیکن پاکستان میں ہر شاعر نعت کہنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اور نعت کے موضوعات میں بہت وسعت آ رہی ہے۔ اس لیے نعت میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے لانے کی ضرورت بہت زیادہ ہوگئی ہے۔ غالبًا یہی محسوس کرتے ہوئے رشید وارثی اور عزیز احسن نے اس کام کے لیے بڑے بھرپور انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ دونوں حضرات قرآن پاک اور حدیث مبارکہ پر گہری نگاہ رکھتے ہیں اور اُن کا ادبیات کا مطالعہ بھی وافر ہے، پھر انھوں نے پہلے ہونے والے احتساب سے بہتر انداز اختیار کیا ہے...

رشید وارثی نے ذم کے پہلو رکھنے والے اشعار کی نشان دہی کی، لیکن شعرا کرام کے نام نہیں دیے۔ یہ روش اس اعتبار سے بہتر ہے کہ مقصود نعت نگاروں کی تحقیر نہیں، بلکہ ذم کے پہلوؤں کو سامنے لانا ہے، تاکہ نعت، معیاری بن سکے۔ عزیز احسن نے البتہ پورے اعتماد اور جرأت سے شعرائے کرام کے نام لے کر بے احتیاطیوں کی نشان دہی کی ہے، لیکن انھوں نے اپنا زاویۂ نظر یہ بتایا ہے:

محبّتیں بھی رہیں دل کو ٹھیس بھی نہ لگے
کسی کے سامنے اس طرح آئنہ رکھیے

اشتہارات سے پتا چلا ہے کہ یہ دونوں حضرات اور ادیب رائے پوری ان موضوعات پر کتابیں تیار کر لیتے ہیں۔ اللہ انھیں مزید فکری بالیدگی اور توازن سے نوازے۔ ''تنقیدِ نعت'' تخلیقِ نعت سے بھی کہیں مشکل کام ہے، لہٰذا اس کام کو وسعت دینے والے احباب سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نعت کا فنی محاسبہ جس طرح چاہیں کریں، لیکن اس کے فکری پہلوؤں پر قلم اُٹھاتے ہوئے ہر نکتۂ نظر وزاویۂ فکر پر نگاہ رکھیں اور ہر پہلو کا بہ نظرِ عمیق جائزہ لے کر بات کریں۔ اختلافی معاملات میں احباب سے مشورہ کر لینے میں کچھ حرج نہیں ہوتا بلکہ باہمی تبادلۂ خیال سے کوئی نہ کوئی اور رُخ بھی سامنے آ سکتا ہے۔ یہ دردمندانہ التماس اس لیے کر رہا ہوں کہ نعت کا احترام بہرصورت قائم رہنا چاہیے اور اس سے مختلف دینی مسالک کو قریب لانے کی سعی بھی ہونا چاہیے۔ یہ بات اس لیے بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو بعد میں تنقید پر تنقید لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہو اس ضمن میں آپ کو اپنا مدیرانہ استحقاق بھی بروئے کار لانا ہوگا۔

''فکر وفن'' میں مضامین کا انتخاب شان دار اور جان دار ہے۔ مطالعات مجموعہ ہائے نعت کا یہ سلسلہ مفید ثابت ہوگا۔

''نعت رنگ'' شمارہ اوّل کے مطالعہ کے بعد ضروری لگا ہے کہ نعت میں تحقیق، تدوین، تنقید اور تخلیق کا کام کرنے والے صاحب نظر لوگوں کو یک جا کر کے ''مسائلِ نعت'' پر کوئی سمپوزیم ہو اور اُس کی کارروائی ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے کا حصہ بنے۔ سمپوزیم کا ایجنڈا طے کر کے مختلف مسائل پر ناقدین سے اشاراتی بلکہ کلیدی مضامین لکھوائے جائیں اور اُن پر بحث کے بعد کچھ نتائج مرتب ہوں۔ اس منصوبے پر اپنے رفقائے کار اور دوسرے اسکالرز سے مشوروں کے بعد، اگر تجویز اچھی لگے تو اسے عملی جامہ پہنانے کی اپنی سی کرنا چاہیے۔

آپ کی محبّت اور ''شوق نے بات کیا بڑھائی ہے''، ورنہ ایک کم علم، کوتاہ قلم اور بیماری کے تھکائے آدمی سے کیا توقع ہو سکتی ہے... کسی مدیر کے نام یہ میرا (غالباً) پہلا خط ہے اور روا روی میں جانے کیا کچھ لکھ گیا ہوں۔ اس کی اشاعت نہ ہو تو بہتر ہے کہ یہ صرف آپ کے لیے ہے۔

آپ کو بہت اچھے ساتھی، معاونت اور مشاورت میسر ہیں اور نہایت اہم ادیب وشاعر آپ سے تعاون کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی محبّت اور بڑوں کے ادب کی وجہ سے ہے اور بہت بڑی خوش بختی۔ اللہ کریم آپ کے ذوق وشوق اور توفیقات میں اضافہ فرمائیں۔ جملہ احباب، متعلقین اور اپنے اہلِ خانہ کو سلام اور دعائیں پہنچانے کی زحمت اُٹھائیں۔ خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں۔

مخلص
حفیظ تائب

☆ پروفیسر حفیظ تائب (۱۴ فروری ۱۹۳۱ء۔۱۳ جون ۲۰۰۴ء)، اردو اور پنجابی کے نامور نعت گو شاعر، ادیب، سیرت نگار، کتب: ''صلوعلیہ وآلہٖ'' (اردو نعت)، ''سِک متراں دی'' (پنجابی نعت)، ''وسلّموا تسلیما'' (اردو نعت)، ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' (اردو نعت)، ''لیکھ'' (پنجابی نعت)، ''بابِ مناقب'' (تذکرہ نعت گو شعراء)، ''پن چھان'' (پنجابی تنقید)، ''پنجابی نعت'' (تحقیقی جائزہ)، ''کوثریہ''، ''کتابیاتِ سیرتِ رسولؐ'' (۱۹۷۳ء تا ۱۹۸۷ء) ودیگر۔

۱۔ پروفیسر جاذب قریشی (۳ جون ۱۹۴۰ء۔۲۱ جون ۲۰۲۱ء) شاعر، ادیب، نقاد، کتب: ''نعت کے جدید رنگ'' (۲۰۰۴ء)، ''تخلیقی آواز''، ''آنکھ اور چراغ''، ''شاعری اور تہذیب''، ''دوسرے کنارے تک''، ''میں نے یہ جانا''، ''پہچان''، ''آشوبِ جاں''، ''شکستہ عکس''، ''شناسائی''، ''عقیدتیں''، ''مجھے یاد ہے''، ''میری شاعری'' ودیگر۔

۱۵/جولائی ۱۹۹۶ء

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے فون کی کچھ تعمیل کر رہا ہوں...اپنی تازہ حمد اور محترم احمد ندیم قاسمی کی پُرانی مگر غیر مطبوعہ نعت پیش خدمت ہے۔ یہ نعت خود ندیم صاحب کے ریکارڈ میں نہیں۔تاج کمپنی لاہور نے ایک زمانے میں ایک بہت بڑا نعتیہ مشاعرہ بیرون باغ موچی دروازہ میں منعقد کیا ہے۔ یہ نعت مجھے اُس مشاعرے کے ریکارڈ سے ملی ہے...نعت میں نے احتیاطاً ندیم صاحب کوفون پُر سنا بھی دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں نعت آپ کو بھیج رہا ہوں...نعت خوان ونعت نگار کے سلسلے کا پہلا مضمون بھی حاضر ہے۔ان شاءاللہ اگلے شمارے کے لیے سکندر لکھنوی مرحوم[۱] کے بارے میں مضمون لکھوں گا...محترم مرزا ادیب[۲] نے دونوں شماروں کے بارے میں کچھ لکھنے کی بجائے سلسلہ نمبرا پر مضمون لکھ دیا تھا اور اُن کی یہ خواہش تھی کہ اگر آپ کو مضمون پسند آئے تو نوائے وقت لاہور میں اشاعت کے لیے عمران نقوی[۳] صاحب کو بھیج دیں۔ یہ مضمون بھی آپ کو اسی لفافے میں ملے گا۔

''نعت رنگ'' کے سلسلہ ۲ کی خبریں لاہور کے جنگ اور نوائے وقت کے ادبی صفحات پر چھپ گئی تھیں اور غالباً آپ کی نظر سے گزر چکی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو رفقا و اہل خانہ سمیت محفوظ و مامون رکھے اور توفیقات میں اضافہ فرمائے...''نعت رنگ'' سے بہت سی توقعات وابستہ ہوتی جا رہی ہیں۔خدا کرے انھیں آپ کما حقہٗ پورا کرتے چلے جائیں۔

جملہ احباب واقارب کی خدمت میں دعا اور سلام پہنچانے کی تکلیف اُٹھایئے۔

دُعا گوودعاجو

حفیظ تائبؔ

۱۔ سکندر لکھنوی (۱۹۱۸ء۔۲۴ دسمبر ۱۹۹۱ء) اصل نام: مرزا سکندر بیگ، معروف شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''گلستانِ ثناء''، ''مختارِ کونین''، ''تسکینِ روح''، ''میخانۂ عرفان''، ''ممدوحِ کائنات''، ''تاجدارِ طریقت''، ''سید المرسلین''، ''امام القبلتین''، ''سحابِ رحمت''، ''قاسمِ خلد''، ''سفینۂ دل''، ''ارمغانِ حرم''، ''سراجاً منیراً''، ''نعت حبیب کریم''۔

۲۔ مرزا ادیب (۱۴/اپریل ۱۹۱۴ء۔۳۱ جولائی ۱۹۹۹ء) ادیب، ڈراما نگار، مدیر: ادبِ لطیف (۱۹۳۴ء۔۱۹۴۱ء) کتب: صحرا نورد کے خطوط، صحرا نورد کے رومان، جنگل، حسرتِ تعمیر، ساتواں چراغ، لہو اور قالین، آنسو اور ستارے، پسِ پردہ، مٹی کا دیا و دیگر۔

۳۔ سید عمران نقوی (۲۶ نومبر ۱۹۶۵ء۔۳ ستمبر ۲۰۲۰ء) شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''دلیل آفتاب'' (مطالعات نعت از ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی)، ''اک شخص مہکتی چھاؤں سا'' (حفیظ تائب کی شخصیت وفن پر مضامین کا مجموعہ مع انتخاب کلام)، ''وجب الشکر علینا'' (نعتیہ مجموعہ)۔

۳۱۔ مارچ۔۱۹۹۷

صبیح بھائی! سلام ودعا!!

۲۰۔مارچ ۱۹۹۷ کو بچھڑنے والے ایک عظیم شاعر ونعت نگار[۱] کے بارے میں ایک مضمون بھیج رہا ہوں یہ وقت کی چیز ہے اس لیے اس کے لیے آنے میں شمارے میں ضرور گنجائش پیدا کیجیے۔تازہ نعت بھی ارسال ہے۔

خدا کرے آپ عافیت سے ہوں اور مستعد وتوانا۔

مخلص

حفیظ تائب

۱۔حسرت حسین حسرت (۱۹۲۵۔۱۹۹۷ء)، اردو وانگریزی نعت گو، تلمیذ: زخمی لکھنوی واحسان دانش، مجموعۂ نعت: ''سماوات'' (۱۹۹۸ء)۔

۲۱۔دسمبر۱۹۹۹ء

برادرِعزیز صبیح رحمانی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کا ۱۱؍دسمبر کا مکتوب مل گیا ہے۔حسب الارشاد تازہ نعت اور حافظ لدھیانوی صاحب[۱] کے بارے میں تعزیتی مضمون حاضر ہے...
فون پر آپ نے اسلوب احمد انصاری صاحب کے مضمون مطبوعہ نقد ونظر علی گڑھ کی نقل بھی بھجوانے کو کہا تھا۔وہ بھی حاضر ہے۔

کتاب ''مناقب'' [۲] بھی پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔طبیعت پچھلے چند ماہ بہت بگڑی رہی۔اب کسی قدر بحال ہو رہا ہوں۔ہم رمضان کے روزے رکھنے کے لیے آج کل بیٹی کے ہاں قیام پذیر ہیں،وہاں کا فون نمبر۵۴۲۲۹۶۰ ہے۔

''نعت رنگ'' اور ۱۹۹۹ء میں چھپنے والی دوسری حمد ونعت کی کتابوں کے بارے میں ''نوائے وقت'' میں لکھوں گا۔کراچی میں چھپنے والی کتب جو دستیاب ہوں وہ بھجوانے کی زحمت اُٹھایئے۔جو کتب دستیاب نہ ہوں اُن کے کچھ کوائف ہی لکھ بھیجئے۔

اہل خانہ اور احباب کی خدمت میں سلام اور محبّتیں...خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں۔آپ کے دو اشعار پر مبنی نہایت خوب صورت اسٹکرز بھی ملے تھے،جو میں نے اپنے ڈرائنگ روم میں چسپاں کر دیے تھے۔شعر بھی نہایت عمدہ تھے۔یاد فرمائیوں کے لیے ممنون۔

دعا گو و دعا جو

حفیظ تائب

۱۔''ادب ونعت کا سراجِ روشن.....حافظ لدھیانوی''،مشمولہ:نعت رنگ،ش۹،ص۲۰۹۔۲۱۲
۲۔۱۹۹۹ء،لاہور:القمر انٹر پرائزرز،باراول،۱۲۷ص

۱۰۔اکتوبر۔۲۰۰۰

برادرِعزیز صبیح صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا ۲۴۔ستمبر کا مکتوب مل گیا ہے۔آپ کی محبّت کے [کا] ممنون ہوں۔آپ کے ذخیرۂ خطوط کے لیے پانچواں خط حاضر ہے۔نئے فلیٹ میں رہائش مبارک ہو۔اس کا سب سے پہلے فائدہ غالباً مجھی کو ہوا کہ میرے مضامین مل گئے۔

''غالب نمبر'' کب تک لانے کا ارادہ ہے اور اس میں کیا کچھ چھاپنے کا عزم ہے؟ یہ اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ آپ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے ذہن بنا سکوں۔

سید افتخار حیدر[۱] ان دنوں لاہور میں ہیں اور آپ کو بڑی محبّت سے یاد کرتے ہیں اور آپ کی نعت خوانی،نعت گوئی اور دیگر صلاحیتوں کے معترف ہیں۔اُن کے [کو] جو کچھ بھیجنا چاہیں میرے پتے پر بھیج دیں۔۱۹۹۹ء والے نعت سیمینار کی جو رپورٹ میں نے اخبارات کو بھی بھجوائی تھی،اُس کی نقل ارسال خدمت ہے کہ شاید کسی کام آسکے اگرچہ یہ بھی کوئی ادبی رپورٹ نہیں۔

ڈاکٹر وحید قریشی صاحب[۲] کو نعتیں دینے کے لیے کہا ہے۔اُنھوں نے بھی حال ہی مکان بدلا ہے اور تمام مضامین ومسودات ڈبوں میں بند پڑے ہیں۔البتہ اُنھوں نے نعتیں نکال کر دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔

''نعت رنگ'' کے دس شماروں پر لکھنا،پہاڑ کاٹنے سے کم نہیں میں سال بہ سال دو دو شماروں کے بارے میں شذرات ''نوائے وقت'' لاہور میں لکھتا رہا ہوں۔وہ کہیں مل جائیں تو شاید کوئی صورت نکل سکیں [سکے]۔بہر حال آپ اپنے ذہن میں موجود نقشے کو تو مجھ تک پہنچایئے۔
میں بھی اگست ستمبر میں مکان کی مرمت میں لگا رہا ہوں کہ مکان کی حالت بہت ختم ہو چکی تھی۔اس عمل میں میرا ساز و برگ کچھ زیادہ ہی

بے ترتیب ہو گیا ہے اور وجود میں اسے کسی ترتیب سے رکھنے کی ہمت نہیں پاتا، پھر یونیورسٹی بھی کھل چکی ہے اور پڑھا کر آنے کے بعد اُٹھنے کی ہمت نہیں پاتا۔ دعا کیجیے گا اور حضرت کشفی صاحب کو دعا کے لیے کہیے گا۔ اُنہیں اور اُن کے اہلِ خانہ کی خدمت میں میرا [سلام] پہنچانے کی زحمت بھی اُٹھائیے گا۔ آپ کے بچوں اور اہلیہ کے لیے بہت سی محبّتیں اور دعائیں: خدا کرے آپ عافیت سے ہوں۔

دعا گو و دعا جو

حفیظ تائب

۱۔ ڈاکٹر وحید قریشی (۱۴ فروری ۱۹۲۵ء۔ ۱۷ اکتوبر ۲۰۰۹ء)، ڈی لٹ، ادیب، محقق، شاعر، نقاد، ماہرِ اقبالیات، چیئرمین: نیشنل لینگویج اتھارٹی، ڈائرکٹر: اقبال اکیڈمی، کتب: ''انشائی ادب''، ''قرآن حکیم کی روشنی میں تعلیم''، ''تعلیم کے بنیادی مباحث''، ''اقبال اور نظریۂ وطنیت''، ''مثنویات میر حسن''، ''قائد اعظم اور تحریکِ پاکستان''، ''اُردو نثر کے میلانات''، و دیگر۔ اعزازات: ''نیاز فتح پوری ایوارڈ'' (۱۹۸۴ء)، ''طفیل ایوارڈ'' (۱۹۸۶ء)، ''اقبال اکیڈمی'' (۲۰۰۳ء)، تمغۂ حسن کارکردگی (حکومتِ پاکستان)۔

۲۔ سید افتخار حیدر (پ: ۱۹۲۹ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''سوزِ ازل''، ''صبحِ ازل''۔

۱۶۔ فروری ۲۰۰۱ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ سے بروقت رابطہ نہ ہونے کے باعث، ''جائزہ'' 2000ء ٹھیک سے نہیں چھپ سکا۔ بہر حال چھپا ہوا جائزہ مع اصل مسودہ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ''بیاض'' جدید نعت نمبر کی ایک جلد بھی ارسالِ خدمت ہے۔

سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب کا تازہ پتا بھیجئے اور فون پر میری یادیں اور تسلیمات پیش کر دیجیے۔

خالد احمد کی ''تشبیب'' [۱] اور احمد ندیم قاسمی کی نعتیہ شاعری پر بھیجے گئے مضامین چھاپنے کا ارادہ ہے؟ ''نعت رنگ'' کا کوئی تازہ کب تک آ رہا ہے؟

خدا کرے آپ مع اہل و عیال عافیت سے ہوں۔

مخلص

حفیظ تائب

۲۔ ''کھلتے لہجوں کی سوغات۔ تشبیب''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۱، ص ۲۹۶۔۳۰۰

۷۔ دسمبر ۲۰۰۱ء

صبیح بھائی! دعائیں اور محبّتیں!

آپ کا خط اور کتابیں مل گئی تھیں۔ کشفی صاحب کی تنقیدِ نعت پر کچھ لکھنا، بہت بھاری پتھر لگ رہا ہے۔ اُن کے بارے میں کتاب چھاپنے کا کب تک ارادہ ہے؟

۲۰۰۱ء میں چھپنے والی حمد و نعت کی کتابوں کا جائزہ بھیج رہا ہوں، مگر کراچی مرکز سے چھپنے والی کتابوں تک رسائی نہیں ہو سکی، سوائے ماجد خلیل صاحب کی کتاب [۱] کے۔ اگر آپ کے علم میں کچھ کتابیں ہوں تو اُن کے دو دو سطری کوائف کسی فوری ذریعے سے بھجوائیے یا فون پر لکھوا دیجیے کہ اگلی قسط میں شامل ہو سکیں۔

اہل خانہ و احباب کو دعائیں اور سلام
خدا کرے آپ سبھی عافیت سے ہوں

مخلص

حفیظ تائب

۱۔ روشنی ہی روشنی / ماجد خلیل، ۲۰۰۱ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۶۰ ص

۸۔۷۔۲۰۰۳

برادرعزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

''نعت رنگ'' کا ۱۵واں شمارہ مل گیا۔ممنون ہوں عزیز احسن کی کتاب بھی پہنچ گئی ہے۔اُس کے لئے الگ شکریہ۔دُعا کیجیے کہ اِن پر کچھ تفصیل سے لکھنے کے قابل ہوسکوں۔

خدا کرے آپ مع اہل وعیال واحباب خیریت سے ہوں۔

دُعا گوودُعا جُو

حفیظ تائب

پسِ نوشت: رواں دواں رہنے کی مبارکباد۔نعت پرحضرت مولانا کوکب صاحب کی کتاب تو بھجوائیے اورانہیں میرا اسلام بھی پیش کیجیے۔

~~~~~~

۳۔اپریل

برادرعزیز صبیح رحمانی صاحب!تسلیم!!

آپ کا نوازش نامہ مل گیا ہے۔توجہ کے لیے ممنون ہوں اوراس بات پہ بہت مسرور کہ آپ میں مدیرانہ چابک دستی آ گئی ہے، جو''نعت رنگ'' کے معیار کومزید اونچا لے جائے گی۔

میں نے ۵ مارچ کوکالے موتیا کالیزر کے ذریعے آپریشن کروایا تھا۔لیکن آنکھ کے جس حصّے میں لیزر لگا تھا،اُس میں بہت درد رہتا ہے۔اسی عالم میں آپ سے ڈرتے ڈرتے کچھ مضامین بھیج دیئے تھے۔حافظ صاحب کی حمدیہ شاعری پرمضمون اس خیال سے بھیج دیا گیا کہ وہ حمدیہ شاعری میں بھی زیادہ سکور کرنے والے ہیں۔ندیم صاحب کی نعت پرمضمون ''بیاض'' میں بُری طرح اور بڑی اغلاط کے ساتھ چھپا۔اس لیے سوچا کہ وہ مضمون بہتر انداز میں اور بہتر مجلّہ میں بھی چھپ جائے کہ ''بیاض'' کا وہ عام شمارہ ''نعت رنگ'' کے حلقۂ قارئین کی نگاہوں سے شاید ہی گزرا ہو۔بہرحال ان سطور کومحض میری معذرت سمجھیں۔

پرچے کب تک آرہے ہیں؟ کتاب ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''[۱] پرکسی سے کچھ لکھوایا؟اگر نہ لکھوا سکے ہوں تو آپ پرکوئی حرف نہیں کہ میں نے لکھنے والے لوگوں کوکتاب بھیجی ہی نہیں۔اس کوتاہی کاازالہ جلد کروں گا۔

عطاالرحمٰن شیخ صاحب سے بات ہوئی اورانہوں نے کہا تھا کہ وہ اب جب بھی کراچی جائیں گے،''نعت رنگ'' کی خدمت کرکے آئیں گے،اس کے فوراًبعد وہ اچانک حج کے لیے چلے گئے وہ واپس آتے ہیں تویاددہانی کراؤں گا.... تحسین فراقی،جعفر بلوچ اورریاض مجید صاحبان کو گرمانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں.... قابل صداحترام ڈاکٹر سیّد کشفی صاحب اورجمیع احباب کی خدمت ہدیۂ سلام۔

آپ کے اہل وعیال کے لیے سلام ودعوات..... خدا کرے آپ سب لوگ عافیت سے ہوں۔

دُعا گوودُعا جُو

حفیظ تائب

پسِ نوشت: حضرت کشفی صاحب سے دُعا کے لیے بھی التماس کریں کہ آنکھ کی تکلیف پریشان کن ہے۔

۱۔''وہی یٰسین وہی طٰہٰ''/حفیظ تائب،۱۹۹۸ء،لاہور:القمرانٹرپرائزرز،۱۳۵ص

~~~~~~

حلیم حاذق (بنگال)

۱۰ جون ۲۰۲۱ء

مکرمی سید صبیح رحمانی صاحب۔ سلام نیاز

عرض کہ میری نعتوں کا مجموعہ ''لوحِ افکار'' ۲۰۰۱ء کے بعد کوئی دوسرا نعتیہ مجموعہ شائع نہیں ہوسکا ہے۔ ۲۰۱۳ء سے لکھنا پڑھنا برائے نام رہ گیا ہے۔ دراصل ڈاکٹروں نے سخت پابندی لگا رکھی ہے۔ شاید آپ کے علم میں ہو کہ مجھے کینسر کا مرض لاحق ہوگیا تھا۔ ماؤتھ کینسر کا آپریشن اگر چہ کامیاب ہوا۔ مگر شکل وصورت بالکل بدل گئی۔ ایک طرف سے جبڑے نکل گئے ہیں۔ بڑی مشکل سے بات چیت کرتا ہوں۔ سنبھل سنبھل کر۔ الفاظ صاف ظاہر نہیں ہوتے۔ کھانے پینے میں بھی بہت دشواری ہوتی ہے۔ نرم نرم غذائیں ہی استعمال کرتا ہوں۔ پھر آپریشن کا کچھاؤ اس قدر رہتا ہے کہ سلیقے سے کوئی کام ذہنی آسودگی کے ساتھ نہیں کر پاتا ہوں، مگر ان سب کے باوجود نعت ومنقبت کہنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ اور یہی میری زندگی کا حاصل بھی ہے۔ اللہ کا شکر اور احسان۔

بس دعاؤں میں یاد رکھیں۔ میں نے چالیس برسوں تک میلاد النبی کے جلسوں اور مشاعروں کی نظامت بھی کی ہے۔ یہ نعت کا صدقہ ہے کہ جی رہا ہوں۔ ادھر طبیعت کی ناسازی کے بعد ۱۶/۱۵ برسوں میں جو کلام جمع ہوگئے ہیں ان کی ترتیب ہو رہی ہے۔ یہ مضامین ''کتابوں کے تعارف و تعریف'' کے حوالے سے کتاب کے آخری باب میں شامل کرنا ہیں۔ یہ کتاب نعتیہ مجموعہ ہے۔ ادھر ملکی حالات اور کرونا کے وبائی مرض کے سبب گھر سے نکلنا مشکل ہے۔ کوشش میں لگا ہوں کہ کوئی سبیل پیدا ہو جائے۔ بس دعا فرمائیں۔

میں یہ خط عزت مآب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کو بھی ارسال کر رہا ہوں۔ اپنائیت ہی کچھ ایسی ہے۔

فقط والسّلام
حلیم حاذق

☆ حلیم حاذق (پ: ۱۹۶۶ء) اصل نام: محامد اصغر، شاعر، ادیب، نقیبِ محفل، کتب: ''مرکزِ نور''، ''فروغِ تجلّی''، ''انمول نعتیں''، ''زنداں بدوش''، ''مطلعِ انوار''، ''لوحِ افکار''، ''آ گہی گر نہیں''، ''ارمغانِ حبیب''، ''اصولِ نعت گوئی''، ''معین الدین ماجد شخصیت اور شاعری''۔

~~~~~~

حمایت علی شاعر (کراچی)

آپ کی خواہش کے مطابق اپنی نظم بھیج رہا ہوں۔ ''عقیدت کا سفر'' [۱] اوج کمال کے دفتر (صدر) میں رکھی ہے۔ وہ آپ کو پہنچا دیں گے۔ میں نے ان سے کہہ دیا ہے۔

ابھی ''عقیدت کا سفر'' (نعتیہ شاعری کے سات سو سال کا انتخاب) کا حصّہ اوّل شائع ہوا ہے۔ اس میں خواجہ بندہ نواز گیسو دراز سے لے کر مولانا ماہر القادری تک شعراء کے نعتیہ کلام کا انتخاب ہے۔ (صرف مرحوم شعراء) دوسرے حصّے میں ان شعراء کا کلام بھی ہوگا جو خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔ جن کا ذکر ٹی وی کے سلسلہ وار پروگرام میں کر چکا ہوں۔ (آپ بھی ان میں شامل ہیں) ممکن ہے آپ نے بھی یہ پروگرام دیکھا ہو۔

جب وہ حصّہ چھپے گا۔ میں آپ کو بھجوا دوں گا۔ آپ کا رسالہ خوب ہے۔ اکثر مضامین قابل مطالعہ ہوتے ہیں۔ خدا آپ کا حوصلہ سلامت رکھے۔ آپ اہم کام کر رہے ہیں۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

حمایت علی شاعر

☆ حمایت علی شاعؔر (۱۴ جولائی ۱۹۲۶ء۔ ۱۵ جولائی ۲۰۱۹ء)، شاعر، ادیب، صحافی، معلّم، مرتب: مجلّہ، صریر خامہ (خصوصی نعت نمبر۔ ۱۹۸۷ء)، کتب: ''آگ میں پھول''،
~~~~~~

''شکستِ آرزو''، ''مٹی کا قرض''، ''تشنگی کا سفر''، ''حرف حرف روشنی''، ''دودِ چراغِ محفل'' (مختلف شعراء کا کلام)، ''عقیدت کا سفر'' (نعتیہ شاعری کے سات سو سال، تحقیق)، ''آئینہ در آئینہ'' (منظوم خودنوشت سوانح حیات)، ''ہارون کی آواز'' (نظمیں اور غزلیں)، ''تجھ کو معلوم نہیں'' (فلمی نغمات)، ''کھلتے کنول سے لوگ'' (دکنی شعراء کا تذکرہ)، ''محبّتوں کے سفیر'' (پانچ سو سالہ سندھی شعراء کا اردو کلام)، ''شیخ ایاز''، ''شخص وعکس''۔اعزازات: ''نگار ایوارڈ'' (بہترین نغمہ نگار)، ''رائٹرز گلڈ آدم جی ایوارڈ''، ''عثمانیہ گولڈ میڈل'' (بہادر یار جنگ ادبی کلب)، ''صدارتی ایوارڈ'' (حکومتِ پاکستان)۔

ا۔۱۹۹۹ء، کراچی: دنیائے ادب، ۲۴۱ص

~~~~~~

حنیف اسعدی (کراچی)

29-05-1999

پیارے صبیح! دعائیں۔

تم نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا ہے کہ میں مر چکا ہوں تو یہ بات کچھ ایسی غلط بھی نہیں ہے۔ میں واقعی مر چکا ہوں مگر یہ بات خاصی فکرمندی کی ہے کہ تم زمانۂ علالت میں آئے اور نہ بعد مرگ تعزیت کے لیے آئے۔ نہ پُرسا دیا۔ نہ فاتحہ میں شریک ہوئے۔ یہ رسمیں میں نے اکیلے ہی ادا کیں۔ اب اگر کبھی جی چاہے آنے کو تو پتا وہی ہے اس لیے کہ جس گھر میں رہتا تھا وہی اب میرا مقبرہ ہے۔

میرا حال جاننے کی خواہش ہو تو مجھے خط لکھو اس لیے کہ حال پوچھو گے تو حال بتاؤں گا۔ کیا تم نے ملازمت بدل دی ہے۔ پہلے تو ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ میں تھے وہاں تو فون کرنے کی سہولت ہے یا تھی...

بیٹی شاہین کو بہت سی دعائیں اور بچوں کا ڈھیر سا پیار۔

خبریں تو بہت سی ہیں مگر بے خبر کو کیا سناؤں — مگر خبر تو وہی ہے خبر جو باقی ہے۔

والدعا

حنیف بھائی

☆ حنیف اسعدی (۱۹۱۹۔۲۰۰۵ء)، شاعر و ادیب، نعت گو، نعتیہ مجموعہ: ''ذکر خیر الانامﷺ''، ''آپﷺ''۔ آپ کے والد اسعد شاہجہانپوری بھی معروف شاعر تھے۔

۲۵/جون ۱۹۹۹ء

~~~~~~

صبیح صاحب!

تم تو غم دے کے بھول جاتے ہو
مجھ کو احساں کا پاس رہتا ہے

تم نے فون کیا کہ دو ۲ نعتیہ مجموعے واپس نہیں ہوئے۔ میں نے دیکھا تو دونوں میرے پاس موجود۔ میں کئی روز سے فون کر رہا ہوں مگر کوئی ریسور اٹھاتا ہی نہیں۔ یوں بھی تمہاری ''سہالکوں'' کے دن ہیں۔ گھر نہیں محفلوں میں ملو گے۔ بہرنوع کتابیں موجود ہیں۔ جب چاہو آ کر لے لو۔ ایک کتاب پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ یہ مصنّف کی تحریر ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب مجھے ہدیہ کی گئی ہے معلوم نہیں اس پر تمہارا استحقاق کس طرح قائم ہوتا ہے مگر یہ دور ہی دھاندلی اور دہشت گردی کا ہے۔ سب کچھ ممکن ہے۔ میری کمزوری سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو اُٹھالو۔

کل شام شاہنواز[۱] کا فون آیا تھا۔ ٹھیک ہیں۔ ایک سے حالات سے گزر رہے ہیں۔

ع نہ ساون سوکھے نہ بھادوں ہرے

پرسوں شام یا شاید کل ہی طاہر سلطانی آئے تھے۔ اپنے سوالنامہ کے جوابات لینے۔ میں نے لکھ رکھے تھے لے گئے۔

آج شام تابش بھائی کے سلسلے میں جلسہ ہے یہ نعیم میرٹھی[۲] نے برپا کیا ہے۔ مجھے نہ بلایا نہ میں جاؤں۔ میں کہیں نہیں آ جا رہا۔ طبیعت اس

قابل نہیں ہے۔کیسی ہے۔پوچھو گے تو بتاؤں گا۔ویسے مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ دُکھڑا سناتا پھروں۔کوئی پوچھتا ہے تو مزے لے لے کر سناتا ہوں اب یہی رہ گیا ہے۔کچھ دیر سوئے کچھ دیر روئے۔آنسو تو نکلتے نہیں شاید سنجیدگی مانع ہے۔بس جی رو لیتا ہے۔رات بھر جاگتا ہوں۔دن بھر سوتا ہوں۔

دن تو کٹ جاتا ہے لیکن ہر رات
ایک ہی رات کو دہراتی ہے

وہ رات کونسی ہے۔پوچھو تو بتاؤں ورنہ....... بچے کتنے بڑے ہوئے۔شاہین کیسی ہیں یہ سب کچھ جاننے کی خواہش رکھتا ہوں۔ان کے لئے دعا کرتا رہتا ہوں اور شاید تمہارے لئے بھی۔

حنیف بھائی

۱۔شاہنواز مرزا،شاعر،ادیب،نعت خواں۔
۲۔نعیم میرٹھی،شاعر،ادیب،تدوین:''کشتِ نوا''(کلیات تابش دہلوی)

~~~~~~

۱۶۔ستمبر۔۱۹۹۹ء

خط لکھا پڑا رہا اور پوسٹ کرنے [کی] مہلت نہ ملی مصروفیت علالت کی تھی۔جب خود ہی ''گرے پڑے'' ہیں تو خط کو تو پڑا ہی رہنا تھا۔خیر ارادہ ہے کہ کل انشاءاللہ اسے پوسٹ کر دیں گے۔اسوقت رات کا ایک بجنے کو ہے۔نیند تو...

نیند کیا جانے کہاں جا سوئی
نیند آجائے تو ہم بھی سولیں

ساری رات کروٹیں بدلتے گزر جاتی ہے صبح کے قریب سوتا ہوں اور پھر دس،ساڑھے دس بجے اٹھتا ہوں۔پھر اس کمی کو دوپہر میں پورا کر لیتا ہوں۔اللہ کا شکر ہے کہ

عمر بھی کٹ رہی ہے راہ کے ساتھ

ایسا نہ ہوتا تو زندگی بور ہو جاتی اور پھر خودکشی ہی میں نجات نظر آتی۔سنا ہے خودکشی حرام ہے۔نہیں بھائی نہیں میں حرامی بننے کے لئے تیار نہیں۔
چلو تم سے کچھ اور گفتگو ہوگئی۔اللہ تمھیں خوش رکھے اور تمہارے صدقے میں ہم بھی خوش رہیں۔آمین۔

حنیف بھائی

پسِ نوشت: کل پرچہ لکھا تھا مگر بوجہ پوسٹ کرنا رہ گیا تھا یہ اچھا ہی ہوا۔آج نعت رنگ کے دو شمارے موصول ہوئے۔ہاتھ کے ہاتھ ان کا شکریہ بھی ادا کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا۔شکریے سے زیادہ مبارکباد قبول کرو۔شاید ملک بھر میں ''اقدار'' اور ''نعت رنگ'' جیسا خوبصورت اور دیدہ زیب کوئی پرچہ نہیں نکلتا ہے۔پھر اسکی خصوصی حیثیت تو صوری حیثیت سے بھی زیادہ قابل تعریف ہے۔اللہ تم کو خوش رکھے۔

''وہ کام کیا تم نے جو رستم سے نہ ہوگا''

میں ہنوز بیمار ہوں اور کوئی آثار صحت کی بحالی کے بظاہر نظر نہیں آ رہے۔دعا کرو کہ اللہ برداشت عطا فرمائے۔انعام الحق کا فون آیا تھا۔بتا رہے تھے کہ ۲۵/ستمبر کو وہ اپنے یہاں تابش بھائی کے اعزاز میں جلسہ کر رہے ہیں۔دعوت مجھے بھی ہے مگر میں خود سے عداوت پر تُلا ہوا ہوں دعوت میں کیسے جاؤں گا۔اچھا بھائی رخصت۔

حنیف بھائی

~~~~~~

20-09-1999

تاریخ آج کی نفی مقام: جہاں میں رہتا ہوں

تم کون ہو اور میں کسے مخاطب کر رہا ہوں یہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں اس لیے نام اور القاب کا تکلّف برطرف۔ البتہ سلام کی سعادت سے نہ میں خود کو محروم رکھنا چاہتا ہوں اور نہ تم کو اس لیے

السّلام علیکم!

خط کیوں لکھ رہا ہوں۔ خط کے مندرجات سے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا لیکن ارسال شدہ مضمون (جو منسلک ہے) سے خط تحریر کرنے کی غایت ظاہر ہو جائے گی۔ یہ لکھنا کہ یہ انٹرویو ہے اور یہ کہ یہ تہذیب میں شائع ہوا تھا۔ یہ بھی غیر ضروری ہے اس لیے کہ مضمون کسی طرح تشریح طلب نہیں۔ انٹرویو کس نے لیا تھا یہ بتانے کی بھی ضرورت نہیں۔

یہ مضمون میں صرف اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم کو وہ بھی معلوم ہو جائے جو تم میرے بارے میں نہیں جانتے ہو اور یہ کہ لوگ طرح طرح سے میری رسوائی کے طریقے تلاش کر لیتے ہیں۔ اللہ انھیں بھی رُسوا کرے۔ شہرت بھی ایک طرح سے رُسوائی ہے اور خصوصاً اس وقت جب انسان ''مشہوری'' نہ چاہتا ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ یہ مضمون تمھارے ریکارڈ میں رہے اور میرے بعد میری یاد کا ایک اور وسیلہ تمھارے ہاتھ آ جائے اور تم خود بھی محسوس کر سکو اور دوسروں کو بھی محسوس کرا سکو کہ مرحوم کو تم سے کس درجہ محبّت اور کتنا لگاؤ تھا۔

رات میں نے تبصروں کا جائزہ لیا۔ جیسا کہ میں نے تم کو بتایا تھا کہ چھ تبصرے لکھے جا چکے ہیں۔ آج سے اُن کو صاف کرنا شروع کروں گا اور اس کے بعد باقی ماندہ کتابوں کا بھی پوسٹ مارٹم کر ڈالوں گا پھر تم کچھ کتابیں اور مجھ پر لاد دینا۔ گدھے کا اور مصرف ہی کیا ہوتا ہے۔ یہ بار برداری کے کام ہی تو آتا ہے۔

اپنی بیوی کو دعا اور میرے بچوں کو پیار۔ اور ہاں اُن صاحب کو جن کا نام اللہ جانے کیا ہے الطاف ملطوفی، کریم مکرّمی کوئی کریمی[۱]۔ کو بھی سلام پہنچا دینا۔

اگر تمھارے پاس ''مکالمہ'' (نیا) ہو تو مجھے پڑھنے کے لیے دے دو۔ میں تمھیں فون پر بتا دوں گا کہ تمھیں کب آنا ہے یعنی تبصرے کب مکمّل ہوگا۔

حنیف بھائی

۱۔ آفتاب کریمی (۱۹۴۴ء۔۲۰۰۷ء)، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت''، کتب: ''آنکھ بنی کشکول''، ''قوسین''، ''ممدوحِ خلائق''، ''منہاج العقائد''۔

۳۰/اپریل ۲۰۰۰ء

پیارے صبیح دعائیں لاکھ دعائیں ہزار لاکھ دعائیں

دعاؤں کے علاوہ میرے پاس کیا رکھا۔ اپنی خشک سالی میں میرے پاس کیوں کوئی پھٹکے۔ آنا تو دور کی بات ہے فون تک سے لوگ گریزاں ہیں۔ میں تمہارے لئے یہ بات نہیں کر رہا۔ عام بات کر رہا ہوں اس لئے اکیلے تم ہی برا مت مان جانا۔

میرا فون آجکل یک طرفہ (One way) ہے بچے جانے کیا کرتے ہیں۔ بل جمع نہیں کرایا ہوگا۔ میں نے پوچھا بھی نہیں۔ میری بے

نیازی اب بیزاری میں بدل رہی ہے حالانکہ میں اسے پسند نہیں کرتا مگر شاید یہ بڑھاپے کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

پرچہ لکھنے کی غایت یہ ہے کہ سیّد وحید الحسن ہاشمی کا خط آیا ہے۔ وہ گلہ گزار ہیں کہ میں نے صبیح رحمانی صاحب کو رجسٹرڈ خط لکھا مگر انہوں نے جواب نہیں دیا۔ معلوم کر کے مجھے لکھیے۔ اب تم وجہ بتاؤ تو میں ان کو جواب دوں جی چاہے تو مجھے فون کرلو۔ بہرنوع ان کی شکایت تم تک پہنچانے کے سبب مجھے تمہاری خیریت معلوم کرنے کا بہانہ مل گیا۔ تو بتاؤ کیسے ہو۔ بچّے کیسے ہیں بیٹی شاہین کیسی ہے۔ ہماری دعوت کا کیا ہوا۔ سحر صاحب بھی دعوت کا تقاضا کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی دن بس چلتے چلتے ہیں اور جو کچھ گھر میں ہوگا کھا پی لیں گے۔ دعوت وغیرہ تکلّف کی باتیں ہیں۔ اصل چیز تو حاضری ہے تو کسی دن بس ہم حاضر ہونے والے ہیں ورنہ اب آنے جانے کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ بچوں کو پیار۔ شاہین کو دعا

والدّعا

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

07-05-2000

فراموشکار۔ بہت سی دعائیں

پرسوں فون کی گھنٹی بجی۔ ریسیور اُٹھایا۔ تمھاری آواز آئی۔ جی خوش ہوا۔ میں نے شکایت اور شکریے کے لفظ ایک ساتھ ادا کرنا شروع کر دیے۔ معلوم ہوا وہ تم نہیں تھے۔ تم سے ملتی جلتی آواز والے اختر صاحب تھے...اے بسا آرزو کہ خاک شدہ...اُن سے معذرت کی اور تمھارے حق میں دعا کی اور تم کو معاف بھی کر دیا۔ اب کسی معذرت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی خط پڑھ کر بھاگ پڑنے کی۔ بھلا تمھاری مصروفیت جب تم کو تمھارے لیے وقت نہیں دیتی تو اور کسی کے لیے وقت کہاں سے نکالا جائے گا۔ اپنی اپنی طرزِ زندگی ہے جو جس نے پسند کرلیا یا حالات نے خود جکڑ لیا اور فرصت کا ایک ایک لمحہ چھین لیا۔ بہرنوع خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو تمھارے دیدار سے بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں۔ رونمائی ہوتو رہی ہے۔ کہیں بھی کسی کے لیے بھی:

جس کے پہلو میں ہو تم اُس کا نصیب اچھا ہے
میری دانست میں تم سے تو رقیب اچھا ہے

چاہنے والوں کا کیا ہے وہ تو صرف چاہنے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور چاہے جانے والے صرف چاہے جانے کے لیے۔ اپنا اپنا نصیب اور اپنا اپنا مشغلہ ہے۔

اور سناؤ۔ اور سے کیا مطلب؟ سنا یا ہی کیا ہے کہ ''اور'' کا تکلّف برتا جائے۔ بیوی بچے کیسے ہیں اُن کو وقت دیتے ہو؟ یا وہاں سے بھی شکایتیں بٹورتے ہو۔ میں نے نہ تمھارا ٹھکانا دیکھا ہے۔ نہ آنے جانے کی ہمت ہے ورنہ:

ع تم نہ آئے تو ہم چلے آئے

والا کام دکھاتا۔ میں اب زیادہ بیمار رہنے لگا ہوں اب گھنٹی بجنا شروع ہوگئی ہے۔ ہمت انحطاط پزیر ہے الحمدللہ، الحمدللہ۔

ہر لحظہ ہو رہا ہوں تجھ سے قریب تر
ہر سانس اک قدم ہے مسافتِ حیات میں (بقلم خود)

بس اس شعر پر مخاطبت ختم۔ باقی کبھی پھر یا تحریراً یا تصور میں۔ شاہین کو دعائیں۔ بچوں کو پیار۔

حنیف بھائی

~~~~~~

۸۔۸۔۲۰۰۰

صبیح صاحب

بعد از سلام یہ اطلاع دینا ہے کہ دو عدد اپنی نعتیں ارسال کر رہا ہوں اور ارادہ یہ ہے کہ صرف نعتیں بھیجنا ہیں سرنامہ (covering letter) نہیں لکھوں گا آخر اسکی ضرورت بھی کیا ہے۔ خط وہاں لکھا جاتا ہے جہاں کی خیریت درکار ہوتی ہے یا اپنی خیریت پہنچانا ہوتی ہے لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ خط نہ آئے تو خیریت سمجھی جائے یعنی خط صرف ناگوار صورتِ حال کی اطلاع کا ذریعہ ہے اور بس۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ خط محبّت کا سرنامہ ہے۔ تعلّق خاطر کا وسیلہ ہے۔ چاہت سے لے کر عشق تک کا وسیع میدان ہے۔ محبّ اور محبوب کی محبّت کو چار چاند لگانے کا سررشتہ ہے ان سب باتوں کے باوجود میں خط لکھنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ خط تو وہ لکھے جسے محبّت جتانا ہو اور یہاں جتائے بغیر محبّت چل رہی ہے اور لطف یہ کہ دونوں طرف ایک سا عالم ہے۔ برسوں (مبالغہ کا صیغہ) کی باہم خاموشی کے بعد کبھی کبھار ایک فون آجاتا ہے یا کیا جاتا ہے ورنہ سناٹا!

حضرت[۱] اوّل تو ہاتھ نہیں آتے اور آتے ہیں تو ہاتھ نہیں لگانے دیتے یعنی موعودہ نظم نہیں دے رہے یعنی وہ انگریزی والی اور اس کا ترجمہ۔ یاددہانی کراتا رہتا ہوں مگر اُن کو ٹالنے میں ید طولیٰ حاصل ہے۔ ''نہیں'' کہنا تو وہ جانتے نہیں۔ معلوم نہیں اُن کی یہ عادت کتنی پرانی ہے ہمیں تو اس سے اب واسطہ پڑا۔

مکالمہ کا انتظار ہے۔ خریدار کرلا دو۔ ادائیگی ہاتھ کے ہاتھ ہو جائے گی۔ اس بارے میں تکلّف کو تکلّف بے جا سمجھتا ہوں۔

اور کیا لکھوں۔ لکھتا تو جب، جب خط لکھنا ہوتا مگر خط تو لکھنا ہی ہے۔

ع مجھے پہچان تو گئے ہو گے وہی بدنام زمانہ

ایکس وائی زیڈ

۱۔ حضرت سے مراد پروفیسر سحرؔ انصاری ہیں۔

~~~~~~

۲۷۔ستمبر۔۲۰۰۰ء

۹ بجے شب

رفیقی صبیح صاحب۔

سلام مسنون اور دعائے سلامتی

میں نے آج اپنی تمام کتابیں چھان ماریں۔ دونوں کتابوں کا پتہ نہیں چلا۔ جہاں تک گیلانی صاحب[۱] کی کتاب کے دونوں حصّوں کا تعلّق ہے مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ وہ تم واپس لے گئے تھے۔ میں تساہل کے سبب لکھ نہ سکا تھا اور تمھیں شاید وہ کسی سلسلے میں درکار تھیں میں نے معذرت کر لی تھی اور تم نے کہا تھا کہ پھر سہی۔ ذرا اپنا خزانہ تو چیک کرو۔

گوہر ملسیانی بھی غائب ہیں۔ میری ساری کتابیں ایک ہی جگہ رکھی ہیں اور وہاں سے کتابوں کا اِدھر اُدھر ہونا ناممکن ہے۔ پھر یہ کتابیں میں کسی اور کو دیتا بھی کیوں۔ ایک تو وہ امانت تھیں دوسرے کسی اور کے کام کی بھی نہیں۔ اگر تم یہ بات مان لو گے کہ کتابیں واپس ہو گئی تھیں تو میرے جی کا بوجھ ہلکا ہو جائے ورنہ بصورتِ دیگر سوائے پشیمانی کے اور کیا ہو سکے گا۔

سحرؔ آئے تھے ان سے تمہارا تذکرہ رہا۔ اب وہ کسی دن پروگرام بنائیں تو میں بھی اُن کے سہارے آجاؤں گا ورنہ اکیلے تو ممکن نہیں۔ رہ گیا
~~~~~~

کھانے پینے کا تو وہ میں نے یوں ہی لذّت گفتار کے [لیے] بہت سی باتیں بگھار دیں تھیں۔ پرہیز کرتا ضرور ہوں مگر کبھی کبھی سب کچھ کھا تا ہوں۔ تم جو کھلاؤں گے وہ کھاؤں گا حتیٰ کہ مٹھائی بھی کھاؤں گا۔ پندرہ بیس دن سخت پرہیز کرتا ہوں اور پھر ایک دن میٹھا کھاتا ہوں۔ اس طریقہ سے کوئی خرابی بھی پیدا نہیں ہوتی اور شوق بھی پورا ہو جاتا ہے۔

معلوم نہیں تم گھر کس وقت ہوتے ہو۔ کبھی کبھی فون کرنے کو جی چاہتا ہے۔ کسی دن فون پر بتادو کہ کون سا وقت مناسب رہے گا۔

شاہین بیٹی کو بہت سی دعائیں اور بچوں کو ڈھیروں پیار۔

والسّلام ودالدّعا
حنیف بھائی

ا۔سید عاصم گیلانی، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''وسیلہ''، ''وظیفہ''۔

~~~~~~

اسی شہر سے
۵/ستمبر ۲۰۰۰ء

مخاطبت کی کیا ضرورت ہے البتہ سلام قبول کرو

میں نے تمہارے لئے کس کس سے نہ پوچھا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا ناچار ہو کر طلوعِ صبح سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ گھر اور فون سب کچھ بدل گیا ہے۔ اب رابطہ نئی جگہ پر ہو سکے گا۔ تم نے گھر بدل دیا مگر میرا گھر وہی ہے۔ فون نمبر بھی وہی ہے بس رابطہ کے لئے توفیق درکار ہے اس باب میں بندے کی خواہش ضروری ہے باقی کام اللہ کا ہے۔

میں عرصہ سے آنا چاہتا ہوں مگر تم عرصہ سے ٹال رہے ہو۔ اب زیادہ سہل ہے اس لئے کہ اب کھانے میں تکلّف کی گنجائش نہیں رہی۔ پتلا شوربہ یا لمبے پانی کی دال وہ بھی مونگ کی، پھلکا یا سلائس۔ قورمہ، بریانی، تنجن، فرنی سب دوسروں کے لئے۔ میرا حصّہ دور کا جلوہ۔ البتہ کباب کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ یہ گائے کے گوشت کے بھی چلیں گے مگر ان سب باتوں کا تعلق میری نیت سے ہے۔ جب تک اس میں میزبان کی نیت نہ شامل ہو یہ سب کچھ کاغذ کی حد تک ہی رہ جائے گا۔ بہرنوع وما توفیقی الاّ باللہ!

تابش بھائی بیمار ہیں۔ فون پر رابطہ رہتا ہے جانے کی ہمت نہیں۔

اس وقت دن کے ساڑھے دس بجے ہیں۔ میں چوبی چوکی پر براجمان ہوں۔ زبان چپ ہے قلم چل رہا ہے۔ دماغ بھی چل رہا ہے بلکہ چل گیا ہے۔ بھلا ایک فراموش کار کو راہ پر لانے کی کوشش کا کیا نتیجہ نکلے گا۔

یہ سب کچھ پڑھ کر بھاگ مت لینا۔ مجھے تمہاری بے وفائی ہی اچھی لگتی ہے۔ دوسرے رنگ میں اللہ جانے کیسے لگو گے۔

مجھے اس بات سے بے انتہا مسّرت ہوئی ہے کہ تمہارا اپنا ٹھکانہ ہو گیا ہے۔ اللہ راس لائے۔ میری طرف سے دلی مبارکباد قبول کرو۔ تم نے زندگی میں سب سے اچھا اور بڑا کام یہی کیا۔ بچّوں کا مستقبل محفوظ ہو گیا۔ اللہ ان سب کو خوش وخرم رکھے۔ آمین۔

اپنی بیوی کو دعا اور میرے بچّوں کو پیار۔ اب نام کیا لکھوں۔ بس

والسّلام

~~~~~~

۲۹/اکتوبر۲۰۰۰ء

پیارے دوست صبیح! سلامِ مسنون

تم کو حیرت ہو یا نہ ہو مگر مجھے ضرور حیرت ہے کہ زندہ کیسے ہوں۔ پچھلے اتوار (۲۲/اکتوبر) کو صبح سو کر اٹھا اور بستر سے نیچے اتر کر چلنے کی کوشش کی تو دھم سے زمین پر آرہا۔ کولھے میں چوٹ آئی مگر بے غیرت آدمی کی بے غیرت ہڈّی سلامت رہی۔ بچوں کو آواز دی اُنہوں نے گرے پڑے انسان کو اٹھایا اب جائزہ لیا گیا تو اسی نتیجے پر پہنچے کہ یہ جزوی فالج (partial paralysis) ہے۔ اللہ کا شکر کیا کہ دماغ دل اور زندگی محفوظ رہی۔ بات ٹانگوں ہی تک رہی۔ میری ٹانگ تو پہلے ہی ناکارہ ہو چکی تھی اب یہ بیساکھیاں بھی گئیں۔ دوڑ بھاگ شروع ہوئی۔ بلڈ پریشر ناپا گیا شوگر ٹیسٹ ہوئی۔ شوگر کے ماہر ڈاکٹر کو ذیابیطس کے ہسپتال سے بلوایا گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ سارا تماشا ذیابیطس کا ہے۔ علاج تو ہو رہا تھا۔ پرہیز پر زیادہ توّجہ نہیں تھی دونوں پر مزید توّجہ دی گئی۔ اب حال یہ ہے کہ لڑکھڑا کر یا ڈگمگاتے ہوئے گھر میں چل لیتا ہوں یعنی بدّقت ہی سہی پیشاب پاخانے کو اپنے پیروں چل کر ہو آتا ہوں۔ صحت تیزی سے گر رہی ہے اور کمزوری بڑھ رہی ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ

ے ہر لحظہ ہورہا ہوں میں تجھ سے قریب تر
ہر سانس اک قدم ہے مسافتِ حیات میں (بقلم خود)

میں نے سوچا کہ تم کو مطلع کردوں ورنہ کچھ اور ہوگیا تو میرے جنم میں تھوکو گے کہ سب کچھ ہوگیا مگر اطلاع نہیں دی گئی۔ سو اطلاع حاضر ہے مگر پریشان ہو کر اک دم سے دوڑ نہ پڑنا اسلئے کہ بچ گیا ہوں اور ابھی مرنے کے کوئی آثار نہیں ہیں۔ اس لئے آرام اور سہولت سے مناسب وقت پر آنا۔ آنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ عرصہ دراز سے تمہاری شکل نہیں دیکھی۔ البتہ اپنی شکل آج دیکھی تھی عرصہ کے بعد آج آئینہ دیکھا۔ ارے یہ کون ہے۔ یہ میں تو نہیں۔ میں کہاں چلا گیا؟

کاروانِ رنگ وبو دورِ خزاں تک آ گیا
اپنے پیچھے چلتے چلتے میں کہاں تک آ گیا

ظاہر ہے کہ مشاغل میں صرف ہگنا موتنا کھانا پینا رہ گیا ہے۔ رونا پیٹنا میرا مسلک نہیں۔ یہ کام دوسروں کے سپرد ہے۔ گھر والے۔ اقارب واحباب یہ کام کررہے ہیں مگر میرے سامنے نہیں مجھ سے چھپ کر۔ اس ڈر سے کہیں یہ کام باجماعت شروع نہ ہوجائے یعنی میری شرکت بھی شامل ہوجائے۔ چلو اللہ اس طرح شرک سے بچا رہا ہے ورنہ مشرک کہلانے لگوں گا۔

اب کچھ تم بھی کہو۔ میں نے تو اتنی بکواس کرلی۔ اچھا پیارے والسّلام

اپنی بیوی کو دعا کہو اور میرے بچوں کو پیار اور سب سے کہو کہ میرے لیے دعا کریں مگر دعا زندگی کی نہیں ''انجام بخیر'' کی ورنہ مجھے شکایت ہوگی کہ

مجھے زندگی کی دعا دینے والے
ہنسی آرہی ہے تیری سادگی پر

تمہارے حلقۂ احباب میں ایک بزرگ کریمی صاحب ہیں اُن سے ضرور دعا کروانا۔

حنیف بھائی

تازہ غزل کا مطلع سنو:

زندگی دی ہی گئی تھی ختم کرنے کے لئے
اک دن جینے کا باقی عمر مرنے کے لئے

ایک اور شعر:
ہم ہی کیا سارا زمانۂ ناشناسی کے سبب
ساغرِ ہستی اُٹھا لایا تھا بھرنے کے لئے

برادرم صبیح رحمانی! سلام مسنون

تم سے مل کر اِس بار کچھ زیادہ ہی خوشی ہوئی ان دنوں میں ذرا زیادہ ہی جذباتی رہا۔ اس کی وجہ علالت بھی ہے اور یہ احساس بھی کہ اب انجام قریب ہے۔ پھر کہاں یہ صحبتیں اور کہاں ہم۔ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ تم میری اس فہرست میں ہو جو مختصر بھی ہے اور مخصوص بھی۔ تم میرے لئے جو کتابیں اور رسالے لائے تھے ان میں سب سے پہلے میں نے ''گئے دنوں کا سراغ'' [۱] پڑھی کتاب کا ٹائیٹل اور گٹ اپ جتنا خوبصورت ہے اندر سے کتاب اتنی ہی بے ہودہ اور غلیظ ہے۔ اس کی زبان بھی گندی ہے اور لہجہ بھی جاہلانہ ہے۔ مظفّر وارثی نے اب تک جو امیج بنایا تھا وہ سارا کا سارا ان کی تصنیف سے نیچے آ رہا۔ انہوں نے دوسروں کو ننگا کرنے کی کوشش میں خود کو ننگا کرلیا ہے۔ انہوں نے اپنے لئے اچھا نہیں کیا۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر خشت بازی کا جو انجام ہوتا ہے وہ اب شروع ہو جائے گا۔ یہ عمر ایسی نہیں کہ لوگوں سے برگشتہ ہوا جائے یا لوگوں کو اپنے سے برگشتہ کرلیا جائے۔

بہرنوع اُن کے اندر کا اصل انسان سامنے آ گیا۔ تم نے کتاب پر تبصرہ کرنے کو کہا تھا۔ میرا تبصرہ نہ مصنّف کے حق میں اچھا ہوگا اور نہ نتیجتاً میرے اپنے حق میں بھی اس لئے معذرت۔

یہ تبصرہ جو نوکِ قلم پر بے اختیارانہ آ گیا یہ میرے اور تمہارے درمیان کا معاملہ ہے۔ اسے عام کرنے کی ضرورت نہیں۔ مظفر وارثی کینہ پرور آدمی نکلے۔ اُن سے وہ اعزاز ہضم نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اُن کو بخشا تھا۔ نعت جیسی صنف کے مصنّف کا ایسی پست سطح پر اترنا عجیب سا لگتا ہے۔ اخلاقیات کے موضوع پر بیسیوں اشعار کہنے والا شاعر اسقدر رکیک لہجہ اختیار کرے گا اس کا کبھی گمان بھی نہیں ہوا تھا۔ معلوم نہیں یہ کتاب تم نے مجھے بخش دی ہے یا محض پڑھنے کے لئے دی ہے۔ میں اس ''سنڈ اس'' کو کہاں رکھوں۔

دوسری کتاب کا جواب نہیں۔ یہ کتاب تم واپس مانگو گے تو مجھے واپسی میں تکلّف ہوگا۔ اللہ حافظ محمد نواز کو اجرِ عظیم سے نوازے انہوں نے جو موضوع منتخب کیا وہ انوکھا بھی ہے عقیدت مندی کا ثبوت بھی۔

ہاں شمس الدین فاروقی نے وہ افسانہ کس نام سے لکھا ہے جس کی تم نے بہت تعریف کی تھی اور افسانے کا عنوان کیا ہے فون پر بتا دینا۔ فون کرتے رہا کرو۔ اب میرے ''کربِ تنہائی'' کو رفاقتوں کی بہت ضرورت ہے اور تم جانتے ہو کہ میرے رفیق کم ہیں۔ سحر۔ صبیح اور..... اور کون؟

اچھا پیارے والدّعا

پسِ نوشت: میرا حال نہ پوچھنا۔ جو دیکھ گئے ہو بس وہی سچ ہے باقی سب مبالغہ۔ کہنے کو حال بہت بہتر ہے مگر چال پون کی ہے۔ شاہین کو بہت سی دعائیں اور بچوں کو ڈھیروں پیار اور تم کو۔ تم کو صرف دکھاوے کی محبّت اور نمبر ۲ خلوص۔

والدعا

تمھارا حنیف بھائی

ا۔ ''گئے دنوں کا سراغ''/مظفّر وارثی، ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم وادب، ۲۷۰ص

۲/نومبر ۲۰۰۰

پیارے صبیح.......السّلام علیکم

میں نے تم کو خط لکھا اور اس میں مظفّر وارثی کی کتاب پر تبصرہ بھی بھیجا۔ وہ تبصرہ یکطرفہ تھا۔ پوری کتاب پڑھنے کے بعد کتاب کا دوسرا رُخ سامنے آیا۔ پنجاب میں بیٹھ کر پنجابیوں کے بخیے اُدھیڑنے کی جرأت مظفّر وارثی کے علاوہ کہیں اور نظر نہیں آتی۔ میں پہلے تبصرے کو القط[کذا] کرتا ہوں اور اس تبصرے کو زیادہ حقیقی سمجھتا ہوں۔ کتاب میرے پاس ہی رہنے دو اور اگر واپس لو تو پھر احتیاط سے رکھو تا کہ سندر ہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

اور ہاں یہ بتاؤ کہ ''مکالمہ'' کے دونوں شمارے میں رکھ لوں یا تم کو واپس کر دوں۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام والی کتاب کس کی ملکیت رہے گی۔ یہ بھی بتا دو۔ میں آج کل بہت جلدی جذباتی ہو جاتا ہوں۔ جہاں عقل ماری جاتی ہے۔ یہ اعصاب کی کمزوری کی دلیل ہے جس سے میں ان دنوں گزر رہا ہوں۔ اچھا پیارے اجازت دو۔

وعلیکم السّلام

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

۱۶/فروری ۲۰۰۱ء

شفیق مکرّم صبیح صاحب! سلام مسنون

اللہ کرے تم بخیر ہو میں الحمدللہ باوجود یکہ زار ونزار ہوں مگر زندہ ہوں اور پیٹ بھر زندہ ہوں۔ تین روز سے انجائنا نے ستا رکھا۔ پہلے ہی سے ٹانگیں چلنے سے بیزار تھیں اب دوسرے آزار نے اور بھی مفلوج کر رکھا ہے۔ چند قدم چلوں تو چند سیکنڈ کے لئے ٹھہر جانا پڑتا ہے یہ انجائنا کا شاخسانہ بھی ہے اور موصوف کی پہچان بھی ہے مگر میں ایسا ضدّی کہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنے کو سزا سمجھتا ہوں اور دن کو میں کئی چکّر پاپوش نگر کے لگاتا ہوں۔ میں ہار ماننے کو تیار نہیں جب تک پورا کھیل (game) ختم نہیں ہو جاتا۔ اب یہ کون بتائے کہ کھیل ختم ہونے میں کتنی دیر ہے۔

یہ کس سے پوچھوں کہ اس بے ثبات دنیا میں
گزارنی تو ہے، کتنی گزارنی ہے مجھے (بقلم خود)

تم مناسب سمجھو تو اللہ میاں سے پوچھ کر بتا دو۔ مری تو اُن سے اس موضوع پر گفتگو ہوتی نہیں۔ ڈر لگتا ہے اُن کے جلال سے ویسے اُن کی ایک صفت۔ **اللّٰہ جمیل و یحب الجمال** بھی ہے۔ میرا اُن کا معاملہ اسی تناظر میں ہوتا ہے۔

حضرت[ا] سے دو روز سے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔ آئیں تو اُن سے تمہارے یہاں آنے کے بارے میں استفسار کروں۔ چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسدؔ۔ حالات ایسے ہیں کہ کچھ دن میں آنا جانا ناممکن ہو جائے گا اس لئے کہ دشوار تو اب بھی ہے۔ دیکھیں یہ حسرت کب پوری ہوتی ہے۔

خط لکھنے کا جواز اس طرح فراہم ہوا کہ تمہاری کتاب ''صحابہ کرام کی وصیّتیں'' مل گئی۔ میں شرمندگی سے بچ گیا اور تم تقاضوں سے فارغ ہوئے۔ آئندہ مجھے کوئی ایسی کتاب نہ دینا جس کے ساتھ واپسی کی شرط لگی ہو۔

اب کچھ تم بھی سناؤ۔ کیا مصروفیت ہیں۔ بچے کیسے ہیں۔ شاہین کیسی ہیں۔ تم اہل وعیال کو کتنا وقت دیتے ہو۔

میں آج کل ہاتھ سے تنگ ہوں۔ دوائیں بڑھتی جاتی ہیں اور آمدنی محدود ہے بہر نوع اللہ کا کرم ہے کہ ابھی تک کسی کے سامنے دستِ طلب دراز نہیں کرنا پڑا۔ اللہ کے کرم سے پورا پڑ جاتا ہے۔ نہ کم پڑتا ہے نہ بچتا ہے۔ نہ باقی بچے نہ کُتّا کھائے۔ کُتّے سے یہاں مراد کُتّے ہی سے ہے۔
~~~~~~

کاغذ بھی ختم پر ہے اور باتیں بھی نمٹ گئیں اس لئے اب رخصت دو اور میرے حق میں دعا کرتے رہو۔

ع کہ ایں آوارۂ کوئے بتاں آوارہ کر بادہ

آفتاب میاں ان شاء اللہ ۲۵ فروری کو حج کے لئے روانہ ہو جائیں گے اللہ اُن کو اس سفر میں آسانیاں مہیّا کرے اور حج قبول فرمائے۔ آمین۔ بچوں کو پیار۔ شاہین کو دعا اور والسّلام

حنیف بھائی

ا۔ یعنی، پروفیسر سحؔر انصاری

~~~~~~

۲۷۔ جون۔ ۲۰۰۱

صبیح مکرم۔ سلام مسنون

تم نے آنے کا وعدہ کیا مگر وہ وعدہ بھی تمہارے مجھ کو بلانے کے وعدہ کی طرح گوزشتر ثابت ہوا۔ تمہاری مصروفیات ظاہر ہے کہ تم کو وقت نہیں دیتیں تو اوروں کا معاملہ تو پھر دور کا ٹھہرا۔ بہرنوع تم میری یادوں کے ہدف میں ر پر رہتے ہو۔ کبھی نہ کبھی ملاقات بھی ہو جائے گی۔ میں اکیلا ہوں۔ اکیلا ہو گیا ہوں۔ اکیلا کر دیا گیا ہوں۔ کل سحؔر کہہ رہے تھے کہ تابش بھائی شکایت کر رہے تھے کہ حنیف نے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا ہے اس طرح وہ اپنی صحت خراب کر لیں گے اور کر رہے ہیں۔ بات تو ٹھیک ہے۔ وہ بلائے جاتے ہیں اس لئے گھر سے باہر بھی وقت گزارتے ہیں۔ مجھے کوئی بلاتا نہیں تو کیا زبردستی بن بلائے مہمان کی طرح خود ہی شریکِ محفل ہو جایا کروں۔ آج کے جنگ کا ''مڈ ویک'' دیکھ لو۔ پورا ایک صفحہ نعت گو شعرا کے ناموں اور تصویروں سے بھرا پڑا ہے مگر مجھے کہیں نہ اپنی تصویر نظر آئی نہ نام۔ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے خود ہی آنا جانا ترک کیا اس لئے لوگوں نے بلانا ترک کر دیا۔ چلو یہی سہی۔ بات اپنے منطقی انجام کو پہنچی اب مٹّی پاؤ۔ اور لمبی تان کے سو جاؤ یعنی مٹّی اُوڑھ کے سو جاؤ!

اور کیا لکھوں۔ دعائیں لو اور بیوی بچوں کے لئے خیر خواہی کے جذبات وصول کرو اور خوش رہو۔

میری ہوس کو عیشِ دو عالم بھی تھا قبول
تیرا کرم کہ تونے دیا دل دُکھا ہوا (فانؔی)

اللّٰہ باقی من کل فانی ۔ تھوڑی سی رہ گئی یہ بھی گزر جائے گی۔ خیریت یہ ہے کہ وقت گزر رہا ہے ورنہ نہ عمر گزرتی نہ زندگی گزرتی۔

حنیف بھائی

~~~~~~

۳۰/ جولائی ۲۰۰۱ء

برادرم صبیح صاحب! دعائے سلامتی

خط بازی کو نیم ملاقات کہا جاتا ہے۔ فون ایک قدم وحشت اور بڑھا اور تین بٹہ چار ملاقات کا مزہ دینے لگا۔ سنا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں فون پر تصویر بھی آنے لگی ہے۔ اگر ایسا ہے تو گویا پوری ملاقات مگر۔ ہاتھ آئیں تو انہیں ہاتھ لگائے نہ بنے۔ وہی بات ہو جائے گی مگر یہ بات ''معاملات'' کی ہے یا شعر کی زبان میں ''معاملہ بندی'' کی مگر اسکی پیروی کے لئے آدمی کا داغؔ ہونا ضروری ہے۔

کمال یہ ہوا کہ جس دن تم سے فون پر بات ہوئی اُسی دن شام کو سحؔر آ گئے۔ میں نے نعت کا ذکر کیا۔ سن کر چلے گئے اور دوسرے دن ایک تازہ نعت جو بقول ان کے اُسی رات ہوئی دے گئے۔ میں اسے ارسال کر رہا ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ آپ کے لئے تو بہت وقت ہے مگر سحؔر صاحب سے یہ نہ

کہنا تو میں تو اس بات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ اُس دن تمہارے گھر آ کر شاہین کی خوش سلیقگی دیکھ کر جی خوش۔ اللہ بچّی کو سدا خوش رکھے۔ کھانوں میں ایسی لذّت کہ میں نے تو اُسی وقت کہہ دیا تھا کہ ''پھر آنا پڑے گا۔''

اُس دن تم کو پرسکون دیکھا۔ بہت جم کر بیٹھے ہوئے تھے ورنہ تم ہمہ وقت گھوڑے پر سوار نظر آتے ہو۔ آنے کے ساتھ ہی جانے کی تیاری۔ مضطرب بے چین۔ خدا اگر چین سے بیٹھے بھی تو ٹانگوں میں چھپا ہوا اہتزاز نظر آنے والوں کو نظر آتا ہے میں نے تو بہر نوع دیکھا ہے۔

اچھا اب رخصت۔ باقی باقی۔

شاہین کو بہت سی دعائیں۔ بچوں کو ڈھیروں پیار

والدّعا

حنیف بھائی

~~~~~~

13-01-2003

پیارے بھائی! دعائے سلامتی۔

اس بار بھی وعدہ کر کے مکر گئے اور خود آنے کے بجائے پھر پیغامبر بھیج دیا۔ رسالے مل گئے۔ اُن کو سروے کر لیا۔ کیا معیار ہے۔ کیا اچھے اور نادر مضامین ہیں۔ مگر بھارت کا جیسا تعاون ہے ویسا پاکستان کا نہیں۔ کیا یہاں لکھنے والوں کا کال پڑ گیا ہے یا تمھاری اُن تک رسائی نہیں ہے۔ یہ بات توجہ طلب ہے۔ تم وعدہ کرتے ہو۔ میں منتظر رہتا ہوں اور تمھاری مصروفیت تم کو کروٹ لینے پر مجبور کر دیتی ہے۔ اب کیا کیا جائے سوائے صبر کے سو کر رہا ہوں۔

اُمید ہے اچھے ہو گے۔ اللہ اچھا ہی رکھے اور سارے خاندان کو خوش و خرم و شاد و آباد رکھے۔ آمین

والسّلام

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

پیارے صبیح! دعائیں۔

دس غزلیں بھیج رہا ہوں۔ جہاں چاہو بھیج دو۔ رسوائی منظور ہے تو یوں ہی سہی۔

تمھارا دوسرا کام[ا] بھی ہو رہا ہے مگر بہت سست روی سے میں دراصل اب ڈھے رہا ہوں۔ زیادہ تر لیٹا رہتا ہوں بیٹھتا صرف ضرورت کے وقت ہوں اور کھڑے رہنے کی تو اب عمر بھی نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے ابھی حوصلہ نہیں ہارا۔ تھک جاتا ہوں آرام کر لیتا ہوں پھر تازہ دم ہو کر کام میں لگ جاتا ہوں۔ میرا بس چلے تو میں اپنے جنازے میں شریک ہو کر خود کو کاندھا دوں۔ خیر یہ تو سب سخن طرازیاں ہیں۔ نہ میں ابھی مر رہا ہوں نہ تمھیں ماتم کرنے کی اجازت ہے۔

میرے تمھارے تعلّقات آج کل اچھے نہیں ہیں مگر اب ایسے بھی خراب نہیں ہیں کہ میں تمھارا کام بھی نہ کروں ویسے تم نے مجھے بڑا سخت کام دیا ہے اور وہ بھی ایسے وقت میں جب مجھ میں کام کرنے کی صلاحیت کم زور پڑ رہی ہے۔

ہاں تم یہ نہ پوچھنا کہ تعلّقات کے خراب ہونے کی وجہ کیا ہے وجہ تو مجھے بھی نہیں معلوم۔

میرے بچوں کو پیار کرنا اور میری بیٹی کو دعائیں دینا۔

والدّعا

تمھارا بھائی حنیف

ا۔ یعنی ''نعت رنگ'' کے لیے کتابوں پر تبصرہ۔

~~~~~~
~~~~~~

۱۱/۵/۲۰۰۲

پیارے صبیح دعائے سلامتی!

اس وقت دن کے ۲/۱۲۱ بجے ہیں۔ میں لیٹے لیٹے اٹھا ہوں۔ طبیعت گھبرا رہی ہے۔ دل پر وحشت طاری ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے دل کا دورہ پڑنے والا ہے ریاحی غلبہ ہے۔ دوا کھائی ہے۔ وقتی سکون ہو جاتا ہے۔ سوچا تم سے باتیں کروں۔ صحت روز بروز گر رہی ہے۔ ایک دم سے گر جائے تو جان چھوٹے مگر یہ تو موت کے گڑھے میں بھی قسطوں میں گرنا چاہتی ہے۔ عرصہ سے سوچ رہا تھا کہ تم کو ایک علیحدہ سے دلچسپ خط لکھوں گا مگر بھائی کہاں کی رباعی کہاں کی غزل۔ معلوم نہیں تابش صاحب کا کیا حال ہے اور ہم میں سے کون پہل کرے۔ نمبر تو ان کا ہے مگر یہ حساب تو قضا و قدر کے پاس ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ خط لکھ رہا ہوں اور تم نظروں کے سامنے ہو۔ ایسے اگر دھم سے جو آ جاؤ تو کیا ہو! کافی تعداد میں بہ عنوانِ دیوانِ نعت میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کا کیا کروں۔ لے جاؤ ورنہ اپنی جان چھڑانے کے لیے کچھ اور کر گزروں گا۔ ردّی میں دینا نہیں چاہتا بے حرمتی ہوگی۔

قلم کیسا ہے۔ تحریر کیسی ہے۔ مضمون کیسا ہے۔ سب کچھ گڑ بڑ ہے۔ سارا عالم گڑ بڑ ہے۔ اچھا چھوڑو سب پر مٹّی پاؤ اور کبھی آ جاؤ صورت دکھا جاؤ۔ صورت دیکھ جاؤ جانے بعد میں صورت دیکھنے کے قابل بھی رہے یا نہ رہے۔

بچوں کو پیار شاہین کو دعا۔

سحر لاپتہ ہیں۔ یونیورسٹی میں امتحانات ہو رہے ہیں اس میں مشغول ہیں اس لیے مجھ سے غافل ہیں۔ آج عالمی مشاعرہ ہے۔ مدعو ہوں مگر جانا ممکن نہیں۔ آنا جانا۔ رات بھر جاگنا۔ بیٹھنا۔ پڑھنا۔ خود پر ہوٹنگ کروانا اب یہ بس کا نہیں رہا۔

تمھارا حنیف بھائی

پسِ نوشت: آنکھ کا آپریشن الحمدللہ کامیاب رہا۔ خوب روشن ہے۔ دوسری کا اب دیکھیں کب ہو۔ خط کا پڑھنا دشوار ہے غلطیاں خود درست کر لینا۔

~~~~~~

عزیز القدر صبیح رحمانی! سلامِ شوق اور دعائے سلامتی!

اور تو کون عیادت کے لیے آئے گا
بے خبر ہی کو کسی روز خبر کر دیکھیں

آج بہت جی چاہا کہ تم سے گفتگو رہے سو قلم اٹھایا اور چل مرے خامے بسم اللہ۔ اللہ جانے مجھے یہ پوچھنے کا حق بھی ہے کہ نہیں کہ کہاں ہو اور اس قدر مجھ سے بے نیاز کیوں ہو۔ مصروفیت کا عذر تو بڑا معروف اور بڑا مصلحت آمیز ہے۔ بڑا کارآمد بھی آزما دیکھو۔ فائدے میں رہو گے ورنہ گلے شکوے کا ہدف بن جاؤ گے۔ شرمندگی مفت ہاتھ آئے گی۔ جس کا مصرف بھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

یہ تو رہی تمہید اب آمدم برسرِ مطلب:

۱۔ تمہارے خیریت درکار ہے

۲۔ بچوں اور شاہین کی خیریت کا خواہاں ہوں

۳۔ اپنا حال بتانا ہے۔

۵ ستمبر کو پھر دل کا دورہ پڑا۔ ہلکا تھا اس لئے بے غیرت زندگی مزید بے غیرتی کے لیے بچ گئی علاج جاری ہے۔ فائدہ بھی ہے مگر آہستہ آہستہ بہتر ہو رہا ہوں۔ کمزور ہو گیا ہوں اور روز بروز کمزوری بڑھ رہی ہے۔ غذا کم ہو گئی ہے مگر معمولات زندگی میں فرق نہیں۔ چل پھر رہا ہوں۔ لکھ پڑھ رہا
~~~~~~

ہوں۔مگر کم کم۔دل کی دھڑکن کبھی کم کبھی زیادہ۔یہ کسی شاعر کی مشہور غزل کی ردیف بھی ہے مگر اب تو میرا قافیہ تنگ کیے ہوئے ہے۔بقول کسے

گلیوں میں آزار بہت ہیں گھر میں جی گھبراتا ہے
ہنگامے سے سناٹے تک میرا حال تماشا ہے

چاروں طرف ہنگامہ برپا ہے مگر میرے اندر ایسا سناٹا ہے جس کا اندازہ تمھیں تو تمھیں مجھے خود بھی نہیں ہے۔تنہائی کے کرب میں مبتلا ہوں۔سحر چین گئے ہوئے ہیں۔تم شاید شہر کے باہر ہو۔ایک تابش بھائی ہیں ان سے کبھی کبھی فون پر بات ہو جاتی ہے ورنہ اس بیگانی دنیا میں کون اپنا ہے۔

کئی بار سوچا کہ تم جو کام دے گئے ہو وہ کر ڈالوں ورنہ مردے پر لعنت بھیجنے کا ناگوار عمل کہیں تم سے بھی سرزد نہ ہو جائے۔مگر حوصلہ نہیں ہوتا۔مگر آخر اسے نمٹانا تو ہے دعا کرو کہ پست ہمتی ختم ہو اور پھر سے کام کا آدمی بن جاؤں۔

بچوں کو پیار، شاہین کو دعا

حنیف بھائی

~~~~~~

برادرم صبیح! دعائے سلامتی

میں موٹے قلم سے خط لکھ رہا ہوں کہ اس لئے کہ اب نیم نابینا ہوں اور اپنا لکھا بھی پڑھا نہیں جاتا۔دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا ہے۔چشمہ بھی اُتر گیا ہے۔کل ایک آنکھ کا آپریشن کرانے جا رہا ہوں اور انشاء اللہ کل ہی واپس آ جاؤں گا۔اب ٹیکنالوجی اتنی ترقی کر گئی ہے کہ چند منٹ میں کام تمام ہو جاتا ہے۔گھر آ کر تمہارا انتظار کروں گا۔یہ ضروری نہیں کہ کل ہی تم وحشت زدہ ہو کر بھاگ لو۔آرام سے کسی دن آ جانا۔ویسے:

ع تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی

تم نے آنے کا وعدہ کیا تھا اس لئے یہ شکایت کر رہا ہوں ورنہ اس افراتفری کے ماحول میں کس کے پاس وقت ہے۔ہاں مگر فون کی سہولت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے مگر اُس کے لئے بھی فراغت درکار ہے۔چلو چھٹی ہوئی۔عذر مل گئے معذرت کی ضرورت نہیں۔مٹّی پاؤ۔

سحر آ جاتے ہیں یا کم سے کم اُن سے فون پر رابطہ رہتا ہے تنہائی کا کچھ احساس کم ہو جاتا ہے۔سنا ہے تابش بھائی بیمار ہیں اور چند روز ہسپتال رہ کر گھر واپس آ گئے ہیں۔فون کر لو۔شاہین سے کہنا کہ میرے لئے دعا کریں۔پرندوں میں سب سے اونچی اڑان شاہین ہی کی ہے۔قرب الٰہی اس کے علاوہ اس درجہ کس کے پاس ہے۔ہم تو شاہین کے مقابلے میں گدھ ہیں جسے کرگس بھی کہتے ہیں۔یہ مردار کھاتا ہے اور منحوس سمجھا جاتا ہے۔معلوم نہیں تم کیا ہو۔فاختہ کہ کبوتر کہ کچھ اور۔فاختہ اور کبوتر تو دونوں معصوم جانور ہیں۔کوّا مکّار ہوتا ہے تم چالاک ہو مکّار نہیں۔چلو ملاقات پر بتا دینا کہ کیا ہو کچھ بھی ہو مجھے تو اپنا جانتے ہو۔مجھ سے تو محبّت کرتے ہو۔اللہ تم کو خوش رکھے۔

کئی دن ہوئے انصار صاحب[ا] سرِ راہ مل گئے تھے۔الحمدللہ اب صحتمند ہیں۔کچھ کمزور سے لگ رہے تھے۔

شاہین کو دعا۔بچوں کو پیار۔

والدّعا

حنیف بھائی

ا۔ شاہ انصار الٰہ آبادی (١٩١٧۔٢٠٠٧)، پیرِ طریقت، شاعر، ادیب، سولہ مجموعہ ہائے حمد و نعت و مناقب: ''تحفۂ نظامی''، ''ھل اتیٰ''، ''سبحٰن الذی''، ''صلوٰۃ وسلام''، ''اشک متبسّم''، '' آفتابِ چشت''، ''فیض العظیم''، ''سراج السالکین''، ''مرقۂ محبوبیت''، ''مرقع غوثیہ''، ''فردِ فرید''، ''صبغۃ اللہ''، '' کلام لا کلام''، ''الحمدللہ الذی''، ''مدینۃ العلم''، ''مظہر العلوم''۔

~~~~~~

۸ /دسمبر۲۰۰۲ء

برادرم خردم صبیحم رحمانیم!

السّلام علیکم

معہ خاندان عید کی دلی مبارکباد قبول کرو۔ میں نے دو روز میں چار بار فون کیا مگر رابطہ نہ ہو سکا۔ نہ جانے کہاں آوارہ پھر رہے ہو یہ منصب تو دوسروں کا ہے تم نے کہاں سے اختیار کر لیا۔

سب سے پہلے تو ایک شکریہ واجب ہے۔ یہ تکلّف سہی مگر ضروری ہے اس طرح بندے کا شکریہ اور اللہ کا شکر ادا ہو جاتا ہے اور جزائے خیر کی عطا حاصل ہو جاتی ہے۔ میرے بہت سے مسائل تم نے حل کر دیے اور میں اس کی حامی بھی نہ بھروں۔ اعتراف بھی نہ کروں یہ تو زیادتی ہوگی۔ زیادتی بہت وسیع المعانی لفظ ہے مگر یہاں بہت پاکیزہ طور پر استعمال ہوا ہے۔ خاطر جمع رکھو۔

تمہارے دیدار کو دیر ہوئی۔ آ نہ سکو تو کم سے کم فون کر لو اچھا اب رخصت۔

شاہین کو دعا بچوں کو پیار اور تم کو والسّلام

پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

جون ۲۰۰۳ء

برادرم صبیح رحمانی! السّلام علیکم

میں نے کئی بار فون کیا مگر معلوم نہیں ایکسچینج سے طرح طرح کی زبان بولی جاتی ہے اور عموماً ہندسوں کی زبان میں کوئی خاتون بات کرتی ہیں۔ یا اُن کا ریکارڈ بجتا ہے۔

میری دونوں آنکھوں کا آپریشن الحمدللہ کامیاب ہو گیا ہے۔ کل پورے طور پر فارغ ہو گیا۔ بار بار کا آنا جانا ختم ہوا چشمے کا نمبر گیا۔ بہت سی رعایتوں کے باوجود کافی خرچ آیا اب چشمہ بنوانا ہے۔ کم سے کم دعا تو کرو۔

سوچ رہا ہوں فارغ ہوں تو تمہیں اطلاع کروں۔ تمہاری دعاؤں اور تعاون سے سارے کام سہل ہو گئے۔ الحمدللہ! الحمدللہ!! سو اب خط لکھ رہا ہوں۔ جی ہو تو ملاقات (کبھی کبھی) کر لیا کرو ورنہ آسان سی صورت فون ہے۔ یہ سہولت اللہ کریم نے ہم دونوں کو دے رکھی ہے۔

شاہین کو دعائیں۔ بچوں ڈھیروں پیار۔ سحر اچھے۔ آج کل زیادہ مصروف ہیں اب وہ بھی کم آتے ہیں۔ میں بہت اکیلا ہوں۔

والسّلام

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

۲۳/ستمبر۲۰۰۳ء

برادرم صبیح رحمانی! دعائے سلامتی

تم ملک بدر ہو۔ یہ بات مجھے ایک دن تمہاری تلاش کے دوران معلوم ہوئی۔ سوچا کہ تمہارے آنے سے پہلے تم کو خط لکھا جائے تا کہ کراچی آنے پر سب سے پہلی قطار میں میرا چہرہ تم کو صاف صاف نظر آئے۔

آنکھیں روشن ہیں مگر اب ایک مصیبت یہ ہو گئی ہے کہ ایک ایک کے دو دو نظر آتے ہیں۔ اب دوسرے علاج کے پیچھے پڑا ہوں۔

حالت خراب ہے۔ دوائیں بڑھ رہی ہیں۔ دواؤں کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ وسائل محدود۔ بہرنوع گزارا ہے۔
تحریر خراب ہورہی ہے۔ کیڑے مکوڑے بن رہے ہیں بجائے الفاظ کے۔ تم آؤ تو کچھ بخیہ گری کی سوچیں۔ بچوں کو دعائیں۔ شاہین کو دعا۔

والدّعا

تمھارا حنیف بھائی

~~~~~~

قبل ازمرگ واویلا
یعنی
قبل از وقت عید مبارک

پیارے بھائی! دعائے سلامتی

مدّت ہوئی کہ صورت نہیں دیکھی حالانکہ تم کہو گے کہ ابھی اسی دن تو ملے تھے۔ یہ الگ الگ احساس کی بات ہے۔ بہرنوع عید آرہی ہے تو تم بھی آؤ گے اُس وقت میں کہہ سکوں گا کہ مصیبت تنہا نہیں آتی۔ عید تو بہرنوع اب مصیبت ہی بن کر آتی ہے کہ کس کے ساتھ عید مناؤں۔ عید تو اپنے ساتھ اتنی یادیں لاتی ہیں کہ سنبھالی نہ جاسکیں۔

ع اتنے آنسو کہاں سے لائیں ہم

اب رہ گیا تم کو مصیبت کہنے کا سوال تو یہ تو محاورے کی مجبوری تھی ورنہ احباب تو راحت کا سبب بنتے ہیں مصیبت کا موجب نہیں۔ ایک کتاب آئی ہے وہ کسی کا شعری مجموعہ ہے اسکا نام ہے۔ ''وصلِ تنہائی''۔ میرے ایک دوست زاہد حسین ہیں اُن کی نظر سے گزری وہ تذکرہ کررہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ وہ نام کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ میں نے کہا یار اس شخص نے بلاوجہ اتنا تکلّف کیا سیدھا سادھا لفظ پہلے سے موجود تھا یعنی ''حلق'' لطف یہ ہے کہ اس کتاب پر تابش بھائی اور ہمدانی[۱] نے تقریریں لکھی ہیں۔ نام پر کسی نے غور کرنے کی تکلیف نہیں کی۔

اشتیاق طالب نے مجھ سے پوچھا کہ سنا ہے سحر روزے رکھ رہے ہیں۔ ''ہاں'' میں نے کہا۔ ''کیا نماز بھی پڑھتے ہیں'' انہوں نے پوچھا میں نے کہا ''ارے یار کیوں روزے بھی چھڑواؤ گے۔''

تم کہاں ہو۔ کہیں بھی ہو خوش رہو۔ شاید سحر کی طرح روزوں میں مبتلا ہو چلو یہ ابتلا اب ختم پر ہے دو تہائی سے تو فارغ ہو رہے ہو ایک تہائی اور ہے وہ بھی کٹ جائیں گے۔

میں تو اس نعمت سے محروم ہوں۔ شوگر کے مریض کو روزہ ممنوع ہے۔ معلوم نہیں کس وقت شوگر کم ہوجائے اور لینے کے دینے پڑ جائیں۔ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ میں روزے کا صدقہ دیتا ہوں شاید اسی طرح نجات ہوجائے۔ ویسے مجھے نجات کی زیادہ فکر نہیں ہے۔ جنت تو ملنے سے رہی۔ اعمال ایسے ہیں ہی نہیں۔ دوزخ اس لیے قریب نہیں آسکتی کہ اب ایسے بداعمال بھی نہیں رہے۔ اس لئے برزخ پکّی ہے۔ برزخ کے عادی بھی ہیں۔ اس لئے کہ زندگی میں رحمتیں بھی رہیں اور زحمتیں بھی اٹھانا پڑیں۔ چلو یہ تو میری کہانی ہوئی تمہارا افسانہ کیا ہے۔ تم تو جنتی ہو۔ اگر یہ میری خوش فہمی نہیں ہے تو پھر اسے میری دعا سمجھنا۔

بچوں کو پیار کر لینا۔ اور شاہین کو بہت سی دعائیں دے دینا۔

تمھارا حنیف بھائی

۱۔ سید احمد ہمدانی (پ: ۱۹۲۷ء)، شاعر، ادیب، سینئر پروڈیوسر: ریڈیو پاکستان، کتب: ''پیاسی زمین''، ''ہجر کی چھاؤں''، ''قصّہ نئی شاعری کا''، ''سلسلہ سوالوں کا''، ''اقبال فکر وفن کے آئینے میں''، ''نئے رنگ نئے ڈھنگ''، ''نئی شاعری کے ستون''۔

~~~~~~

خالد شفیق (لاہور)

28-08-1994

میں آج تک صبیح رحمانی سے متعارف نہیں تھا۔ سینکڑوں کلومیٹر کے زمینی فاصلے ہمیں ایک دوسرے سے کیسے متعارف کرا سکتے تھے۔ جناب عاصی کرنالی کو تو یہ موقع جناب غوث میاں کے توسط سے مل گیا... بہرحال آج میں صبیح سے بہت اچھی طرح متعارف ہو چکا ہوں۔ زمینی فاصلے قلب و نظر میں سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ میرے سامنے صبیح رحمانی کا مجموعۂ نعت ''جادۂ رحمت'' تعارف کے لیے کھلا ہے اور صبیح کی شخصیت اور شاعری کے حوالے سے مجھ پر مسحور کن حیرت اور مسرت کے دریچے وا کر رہا ہے کس قدر پاکیزہ اور عظیم خواہش ہے:

تمنا ہے کہ ہو وہ نام نامی آپ کا آقاؐ
میں جو لفظ آخری بولوں میں جو لفظ آخری لکھوں

اور پھر یہ مشاہدہ:

زباں کو تاب گویائی نہیں رہتی مدینے میں
صدا دیتی ہے لیکن چشمِ تر آہستہ آہستہ

اور پھر اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے:

جو اہلِ دل ہیں، مدینے کی سمت جاتے ہوئے
متاعِ نعت بھی زادِ سفر میں رکھتے ہیں

حضور ﷺ کی سیرت کا بیان بھی قابل دید ہے:

گفتگو خوش بو کے لہجے میں سکھائی آپ نے
خارِ نفرت چن لیے دے کر محبّت کے گلاب
نکل آئیں گے حل سب مسئلوں کے چند لمحوں میں
حیاتِ مصطفیٰؐ کو سوچنا اول سے آخر تک

صبیح کا ''جادۂ رحمت'' حال کے اُفق پر ایک رخشندہ و تابندہ مستقبل کے طلوع کی نشان دہی کر رہا ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

خالد شفیق

☆ خالد شفیق (۱۹۳۲ء۔۲۰۱۵ء)، اصل نام: محمد خالد بٹ، مدیر: شام و سحر (لاہور)، کتب: ''عالم افروز''، ''نعت سوغات'' (پنجابی)۔

۱۹۹۹۔۲۔۹

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

گرامی نامہ ملا۔ شکریہ ''شام و سحر'' کے نعت نمبروں کے بارے میں عرض ہے کہ میرے پاس صرف نعت نمبر ۲ (نقش ثانی)، نعت نمبر ۴ اور نعت نمبر ۵ ہی ہیں۔ جو آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ آپ کا ''شام و سحر'' والوں سے رابطہ تو ہو چکا ہے، انہوں نے نعت نمبروں کے بارے میں کیا جواب دیا تھا.....؟ دراصل ان سے میں نظریاتی اختلاف کی بناء دسمبر ۸۷ء میں علیحدہ ہو گیا تھا۔ اسلئے ان سے نعت نمبروں کے حصول میں آپ کی مدد کرنے

کے قابل نہیں ویسے ممکن ہے کہ ان کے پاس سٹاک میں موجود نہ ہوں۔

مولانا صلاح الدین احمد[ا] کے مضمون ''محسن کاکوروی کی نعت گوئی'' کی فوٹو کاپی حاضر ہے۔ ''نعت رنگ'' کے سلسلہ میں آپ کی کاوشیں قابل رشک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس ہمت اور جذبے کو روز افزوں فرمائے۔ آمین۔

احقر

خالد شفیق

ا۔ مولانا صلاح الدین احمد (۲۵ مارچ ۱۹۰۲ء۔۱۴ جون ۱۹۶۴ء)، ممتاز صحافی، ادیب، محقق، انشاء پرداز، ناشر، مترجم، مدیر و مالک: ماہنامہ ''ادبی دنیا'' لاہور (۱۹۳۵ء۔۱۹۶۴ء)، کتب: ''اقبال کے دس شعر''، ''تصوراتِ اقبال''، ''اردو میں افسانوی ادب''، ''محمد حسین آزاد''، ''خدا ہمارے ساتھ ہے''، ''امریکہ کا سیاسی نظام''، ''توہمات یا سائنس'' و دیگر۔ اعزازات: ''صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی'' (حکومت پاکستان)۔

~~~~~~

۲۱۔۳۔۲۰۰۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

ابھی ابھی ''نعت رنگ'' کے بارے میں ایک تعارفی کتابچہ شائع کردہ ''اکادمی بازیافت'' ملا ہے۔ جو میرے پرانے پتے پر بھیجا گیا تھا۔ براہِ کرم میرے پتے کی تبدیلی نوٹ کر لیجیے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہوں کہ نعت رنگ نمبر۶ کے بعد مجھے آپ کا کوئی شمارہ نہیں ملا۔ گذشتہ دنوں علیم ناصری صاحب بھی پوچھ رہے تھے۔ یہ صرف اس لئے لکھ رہا ہوں کہ کہیں آپ ''نعت رنگ'' بھیج رہے ہوں اور مجھ تک نہ پہنچ رہا ہو تو محکمہ ڈاک سے پوچھوں اور اگر آپ کی طرف سے یہ سلسلہ بند ہے تو کوئی بات نہیں۔ مہنگائی کے اس دور میں ایسا کرنا ہی مشکل ہے۔

تعارفی کتابچہ ایک نظر دیکھا ہے۔ آپ نے جو کام اب تک کیا ہے قابلِ رشک ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید توفیق دے۔ آمین۔

ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ

خالد شفیق

~~~~~~

۲۹۔۱۰۔۲۰۰۴ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! مکرمی۔ سلام مسنون

الحمدللہ میں اپنے ذاتی مکان میں منتقل ہو گیا ہوں۔ براہ کرم اپنے ریکارڈ میں میرا پتہ تبدیل کر لیں۔ پتہ درج بالا ہے۔

آپ کے کچھ خطوط میرے بہت ہی پرانے پتہ پر بھیج رہے ہیں۔ جبکہ میں وہاں سے ۲۰۰۰ء میں رحمٰن پورہ لاہور کرایہ کے مکان میں منتقل ہو گیا تھا جہاں سے اب مندرجہ بالا پتہ پر منتقل ہو چکا ہوں۔

امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ ''حمایت اسلام'' کی ادارت سے میں سبکدوش ہو چکا ہوں اطلاعاً تحریر ہے۔

خالد شفیق

~~~~~~
~~~~~~

۱۰۔۲۔۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی! السّلام علیکم

آپ کا ارسال کردہ پوسٹ کارڈ نومبر ۲۰۰۴ء میں ملا تھا لیکن حالات کی ہمواریوں کی بناء پر شکر یہ ادا نہ کرسکا۔ معذرت خواہ ہوں۔ مختلف عوارض کے ساتھ بینائی کے بحران کا شکار ہو کر معذور سا ہو کر رہ گیا ہوں۔ اس کے ساتھ اکلاپا میرے سارے جذبوں کو لے بیٹھا ہے۔ دعا فرمائیں زندگی کا میرا بقایا سفر عزت آبرو اور سکون سے طے ہو جائے۔

آپ جس لگن اور محبّت سے نعت کے فروغ کے لئے سرگرم عمل ہیں وہ میرے لئے قابل رشک ہے۔ کاش میں بھی اسی لگن کا مظاہرہ کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ مدحت رسول کریم ﷺ اور فروغ نعت کے لئے سرگرم عمل ہونے کی ہمت اور استطاعت سے نوازے۔ آمین۔

دعاؤں میں یاد رکھئے گا۔

خیر اندیش

خالد شفیق

~~~~~~

خان حسنین عاقب (مہاراشٹرا، انڈیا)

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ نعت رنگ شمارہ ۲۸ موصول ہوا۔ تمام مشمولات پر مفصّل گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ حسبِ دستور نعت ریسرچ سنٹر، نعت نگاری کے شعبے میں تنقید و تحقیق کے دریچے وا کرنے والا واحد اور منفرد ادارے کے طور پر اپنی شناخت مستحکم کر چکا ہے۔ آپ کی مساعی کی جزا خدائے واحد و برتر کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا اس کے باوجود بشری تقاضہ ہے کہ کسی مستحسن کام پر حوصلہ افزائی اور پذیرائی اس کے جوش اور جذبے کو مہمیز کرتے ہیں۔ صائب تبریزی کا مشہورِ زمانہ شعر ہے

صائب! دو چیز می شکند قدرِ شعر را   تحسین ناشناس و سکوتِ سخن شناس

لہٰذا میں سکوتِ سخن شناس کا ٹیگ خود پر لگانے کا روادار نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے درج بالا کلمات آپ کی مساعیِ جمیلہ کے تئیں کلماتِ تحسین ہیں۔ اللہ اسی طرح نعت رنگ کو دوام بخشتا رہے اور 'عاشقانِ نعت' کو اس کی اشاعتوں میں حتی المقدور شامل ہونے کی توفیق ملتی رہے۔ صفحہ ۲۱۳ پر میرا مقالہ 'گوئٹے کی نظم نغمۂ محمدی ﷺ کا تنقیدی جائزہ' اسی شمارے میں شامل ہے۔ بہت سے اہلِ علم و ادب نیز عاشقانِ محمد ﷺ کے پیغامات اور فون موصول ہوئے کہ اس مقالے نے گوئٹے کو نئے سرے سے متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔ میرا ماننا ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ورنہ میری کیا مجال کہ میں کچھ لکھ سکوں۔ بس یہ ہے کہ

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم
قلم کش را بدولت می رسانم

اس سے قبل بھی میں نے گوئٹے کی اسی نظم پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا جس کا عنوان تھا 'گوئٹے کی نظم نغمۂ محمدی کے تین تراجم' جو نعت رنگ کے گزشتہ شمارے میں شامل ہو چکا ہے۔ اس مقالے کے بعد بھی بہت سے احباب نے پذیرائی کی پیغامات روانہ کئے تھے۔ ہمارے ایک ادیب دوست نے اس مقالے سے تحریک پا کر ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی گوئٹے دراصل ان مستشرقین میں سے ایک تھا جو اسلام
~~~~~~

کے خلاف منظّم قوتوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے تھے اور جن کا مقصد اسلام اور تعلیماتِ اسلام کی شکل کو مسخ کرنا تھا اور اس نے اپنے ادب کے ذریعے یہ کام کیا۔ میں نے اس سمت مزید تحقیق کی تو بہت سی باتوں کی تردید ہوئی، بہت سی باتوں کی تصدیق ہوئی اور بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلی اور میری اس گفتگو کی واحد مثال علامہ اقبالؒ اور گوئٹے کا باہمی تعلّق ہے۔ گوئٹے کو اقبالؒ نے جرمن زبان میں پڑھا تھا اور وہ اس کی تخلیقی قوت، اس کی مشہورِ زمانہ کتاب دیوانِ گوئٹے نیز اسلام سے اس کی عقیدت سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ اس کے جواب میں پیامِ مشرق تحریر کر ڈالی اور اس کی محولہ بالا نظم ’نغمۂ محمدی ﷺ‘ کا فارسی زبان میں ترجمہ بعنوان ’جوئے آب‘ کر ڈالا۔ اس لئے یہ کہنا کہ گوئٹے اسلام مخالف مستشرقین کی قطار میں شامل تھا، یہ محض ایک عقلی مفروضے سے زیادہ کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ کیا اقبالؒ کو اتنا شعور نہیں تھا کہ وہ پہچان سکتے کہ گوئٹے کی شعری تخلیقات کا under current کیا ہے؟ اور پھر گوئٹے اقبال سے بہت پہلے ہو گزرا تھا اس لئے اقبال پر گوئٹے نے بحیثیتِ شخص نہیں بلکہ بحیثیتِ تخلیق کار، شاعر اور ادیب اثرات مرتب کئے تھے۔ اگر اقبال اس کی تخلیقات میں کہیں ایسی بات محسوس کر لیتے تو ان جیسا عاشقِ محمد ﷺ کیسے قبول کرتا کہ وہ گوئٹے کی اسلام دشمنی کے باوجود اس کی تحسین وستائش کرتے؟ بہر حال، یہ موضوع مزید اور مفصّل، پُراز دلائل گفتگو کا متقاضی ہے۔ اس بحث کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں یا پھر اہلِ قلم کو دعوت دی جائے کہ وہ نعت رنگ کے متعاقب شماروں میں اس موضوع پر کُھل کر اظہارِ رائے کریں۔

دوسرا ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ آپ کے سفرِ امریکہ کے دوران برادرِ بزرگ اور بھارت میں ''نعت ریسرچ سینٹر'' کے تحت شائع ہونے والے رسالے ’دبستانِ نعت‘ کے سرپرست فیروز سیفی اور آپ یعنی صبیح رحمانی نے مجھے فون کر کے نعتیہ ادب میں میری اختراع پردازی پر گفتگو کی۔ اس گفتگو کے دوران آپ نے جب مجھ سے انگریزی زبان میں میرے وضع کردہ لفظ prophiem پر مفصّل گفتگو کی اور اس لفظ سے متعلق تمام تر تخلیق کردہ ادب اور دنیا بھر کے انگریز اہلِ زبان، اہلِ علم وادب لوگوں کی آراء کے ساتھ میری تخلیق کردہ prophiems طلب کیں تو مجھے امید بندھ گئی ہے کہ شاید اب اس سمت میں کسی اہم پیش رفت کا آغاز ہونے جارہا ہے۔ دو ہفتہ قبل جب نعت ریسرچ سنٹر، کراچی کے ڈائیریکٹر عاشقِ نعت، جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا فون موصول ہوا اور انہوں نے prophiem سے متعلق مفصّل گفتگو کے دوران میری اس اختراعی کاوش کا استحسان کیا تو میرا حوصلہ دو چند ہو گیا۔

اس سلسلے میں چند معروضات یہ ہیں۔ بہت سے اہلِ علم مجھ سے بالمشافہ اور بذریعہ فون، دونوں صورتوں میں دریافت کرتے ہیں کہ میں نے انگریزی میں نعت کے لئے لفظ کیسے وضع کیا اور پھر انگریزی میں نعتیں کیوں کہیں؟ میرا جواب یہ ہے کہ دراصل میں نے اپنی شعری سفر کا آغاز اردو اور فارسی سے بہت پہلے انگریزی سے کیا تھا۔ اس لئے یہ کہا جائے کہ میں بنیادی طور پر انگریزی ادب کا آدمی ہوں تو شاید بہت زیادہ غلط بھی نہیں ہوگا۔ بہرکیف، میری انگریزی شاعری نیٹ پر بھی بہ آسانی دستیاب ہے۔ جب میں نے یہ سوچا کہ اللہ رب العزت نے جب مجھے انگریزی زبان میں شعر گوئی کی صلاحیت سے نوازا ہے تو پھر کیوں نہ اس میں کوئی ایسی اختراع کی جائے جو آخرت میں مغفرت کا وسیلہ بن جائے۔ لہٰذا اس نیت کے ساتھ دو کام کئے۔ پہلا کام تو اللہ نے یہ کروایا کہ میں نے قرآنِ مقدس کے آخری پارے ’عمّ‘ کی تمام سورتوں کا انگریزی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو موصولہ اطلاعات نیز دو عرب علمائے دین کے مطابق دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا منفرد اور واحد کام ہے۔ عربی، فارسی اور اردو زبانوں میں قرآنِ پاک کے منظوم ترجمے تو بہت ہوئے ہیں لیکن انگریزی زبان میں آج تک ایسی کسی مساعی کا کوئی تذکرہ ہمیں نہیں ملتا۔ چونکہ ’بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر‘، لہٰذا دوسرا کام اللہ نے یہ کروایا کہ اس نے انگریزی ادب میں نعت کو ایک الگ صنف کے طور پر متعارف کروانے اور پھر نعت کے لئے انگریزی ادب میں ایک اصطلاح وضع کرنے کی توفیق بھی مجھ ہیچمداں کو بخش دی۔ لہٰذا میں نے نعت کے لئے لفظ prophiem وضع کیا۔ اس کے پسِ پشت ایک وجہ

یہ بھی رہی کہ دنیا بھر کے بہت سے انگریز شاعر جو میرے حلقۂ احباب میں ہیں، مجھ سے جب تقدیسی ادب کے بارے میں دریافت کرتے تھے تو نعت کے ذیل میں مجھے ہمیشہ مجھے اس لفظ کی تشریح کرنی پڑتی تھی۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ جس طرح حمد کے لئے انگریزی میں psalmpaean,hymn, وغیرہ جیسے الفاظ موجود ہیں، اس طرح نعت کے لئے کوئی لفظ اس زبان میں نہیں ملتا۔ دوسری وجہ یہ دکھائی دیتی ہے کہ جیسے ہم لوگ اپنے پیغمبر ﷺ سے محبّت کرتے ہیں، انگریزی میں حضرت عیسیٰ سے ویسی عقیدت کا کوئی ثبوت کم از کم ان کی شاعری یا نثر میں نہیں ملتا۔ ان کے یہاں اپنے پیغمبروں کی تحسین اور سیرت نگاری کی کوئی روایت ہنوز دستیاب نہیں ہوتی سوائے بائبل کے۔ اور بائبل کوئی ادبی تخلیق نہیں ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انگریزی ادب میں پیغمبروں کی سیرت نگاری کی روایت سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اس لئے وہ نعت کی اصطلاح اور اس کے مفہوم سے واقف نہیں ہوتے۔ میرے بہت سے انگریز شاعر دوستوں نے اس اصطلاح کی وضع سے متعلق بہت حوصلہ افزا باتیں کیں۔ کچھ کے استفسارات نہایت جینوائن تھے اور کچھ کی باتیں توصیفی واستحسانی۔ لیکن ان کی اکثریت اس بات پر متفق تھی کہ نعت کی تفہیم کے سلسلے میں لفظ پروفیم کی اختراع اور پھر انگریزی میں پروفیس کی تخلیق، انگریزی تقدیسی ادب میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک معروضہ اس دوران یہ بھی وارد ہوا کہ ہمارے بہت سے نعت گوشعراء نے بہت پہلے ہی انگریزی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ تو پھر 'پروفیم' کو ایک اختراع کیوں سمجھا جائے؟ ہاں، ہم لفظ 'پروفیم' کو ضرور ایک اختراع مانتے ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ دراصل ہمارے جتنے بھی نعت گوشعراء نے انگریزی میں نعتیں کہی ہیں، وہ ان کی انگریزی دانی کا ثبوت ہیں۔ بنیادی طور پر وہ انگریزی زبان وادب کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کی تخلیقی زبان انگریزی نہیں ہے۔ انہوں نے محض انگریزی زبان سے واقفیت کی وجہ سے اس زبان میں نعتیں کہی ہیں۔ لہٰذا ان کی نعتوں کی تخلیقی جہت انگریزی شاعری کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہوتی اور ایسا لگتا ہے جیسے کسی اردو، فارسی یا عربی نعت کو انگریزی میں ترجمہ کر دیا گیا ہو۔ میں نے ایسی بہت سی انگریزی نعتوں کا بغور فنی اور تنقیدی مطالعہ کیا ہے جس کے بعد میں یہ نتیجہ اخذ کر پایا ہوں۔ واللہ اعلم بالثواب۔ لیکن ایسے لوگوں کی مساعی بھی یقیناً ایک نہایت اہم پیش رفت ثابت ہوتی ہیں۔ رہی بات انگریزوں کی تو ان کے یہاں نعت نامی شاعری کی کوئی صنف سرے سے موجود ہی نہیں ہے۔ اور اگر بالفرضِ محال، کوئی انگریز، انگریزی زبان میں نعت کہہ بھی دے تو اسلام اس کا مذہبی عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے کیا اس کی عقیدت میں سچائی ہوگی؟ چونکہ میری شاعری کی ابتداء انگریزی سے ہوئی تھی اور اردو میں شاعری کا آغاز کرنے سے قبل ہی انگریزی شاعری کے ذیل میں میری شناخت قائم ہو چکی تھی، اس لئے میرا یہ احساس ہے کہ میں نے جو نعتیں انگریزی زبان میں کہی ہیں وہ انگریزی شاعری کے مزاج اور معیار سے بہت قریب ہیں۔

دریں اثناء بھارت کی ریاست کرناٹک میں ایک سیمینار کے دوران ہماری بہن معروف شاعرہ اور ادیبہ، ماہرِ تعلیم ڈاکٹر مہر افروز صاحبہ نے ایک مرتبہ فون پر اطلاع دی کہ سیمینار کے دوران تمہارے اختراع کردہ لفظ prophiem پر صحتمند گفتگو ہو رہی ہے اور کچھ اہلِ علم استفسار کر رہے ہیں اگر prophiem کے معنی انگریزی میں 'پیغمبر' کی تحسین وستائش اور سیرت نگاری میں کہی گئی نظم ہے تو پھر اس اصطلاح کا اطلاق صرف محمد ﷺ کی ذات پر ہوگا یا کسی بھی پیغمبر کی تعریف اور سیرت نگاری کے لئے کہی گئی نظم کو prophiem کہا جائے گا؟ یہ بات تو میرے لئے بھی ذہن کی گرہ کھولنے والی تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ الحمدللہ، اہلِ علم ودانش، academicians، اور محققین کے بیچ اس موضوع پر بحث کے دریچے کھل رہے ہیں۔ اس سوال کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ سیدھے سبھاؤ صرف حضرت محمد ﷺ کی تعریف میں کہی گئی نظم کو ہی پروفیم کہا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی انگریز حضرت عیسیٰ کی تعریف میں کوئی نظم کہے، اسے بھی پروفیم کہا جائے گا، کوئی یہودی حضرت موسیٰ کی تعریف میں کوئی نظم کہے، اسے بھی پروفیم ہی کہا جائے گا۔ یعنی یہاں پیغمبر کا اختصاص نہیں ہوگا کیونکہ ہمارے عقیدے کے مطابق تمام پیغمبر، برحق ہیں اور ان تمام پیغمبروں

کا تذکرہ قرآنِ مقدس میں موجود ہے۔اس مسئلہ پر بحث اہلِ علم ودانش ہی زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔

نعت ریسرچ سنٹر، کراچی، سے میری توقع بھی ہے اور گزارش بھی کہ اس موضوع پر مباحثوں کا باضابطہ آغاز کیا جائے۔میرے ذہن میں چند سرگرمیاں اور منصوبے ہیں جن کی مختصر فہرست میں یہاں درج کرر ہا ہوں۔اس پر عمل آوری میں شامل ہونے والا ہر عاشقِ محمدﷺ یقیناً اجرِعظیم کا مستحق قرار پائے گا۔

۱۔ جو نعتیہ مجموعے شائع ہورہے ہیں، ان پر ایک طرف جہاں اردو زبان میں 'نعتیہ مجموعہ' لکھا جارہا ہے، انگریزی میں بھی ساتھ ہی ساتھ collection of prophiems لکھا جائے۔

۲۔ لفظ prohphiem کی اصطلاح پر ایک مضمون تحریر کر کے اسے وِکی پیڈیا پر اپلوڈ کر دیا جائے تا کہ اس لفظ کو آنلائن تلاش کرنے والوں کو اس کی اختراع اور اس کی تاریخ وروایت کی مکمّل معلومات بہ آسانی حاصل ہو سکے۔

۳۔ انگریزی میں پروفیمس تخلیق کرنے کی ترغیب دینے والی سرگرمیوں کا انعقاد اسکولوں اور کالجوں میں کیا جائے۔

۴۔ اس اصطلاح اور اس سے مناسب رکھنے والی تحقیقی سرگرمیوں کا انعقاد کیا جائے۔

۵۔ مختلف سیمیناروں اور سمپوزیمس میں اس موضوع پر مقالے تحریر کئے جائیں اور اسے زیرِ بحث لایا جائے۔

۶۔ پروفیمس کے مجموعے مرتب کر کے شائع کئے جائیں۔

۷۔ اس اصطلاح کو انگریزی کی لغات میں درج کروانے کی مخلصانہ کوششیں کی جائیں۔

لفظ 'پروفیم' prophiem کو اس قدر کثیر الاستعمال بنایا جائے کہ انگریزی لغات میں یہ اصطلاح از خود درج کر لی جائے۔جب انگریزی میں 'لہنگا' اور 'قمیض' درج ہو سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے نبیﷺ کی شان میں کہی جانے والی نعت کے لئے انگریزی میں متبادل لفظ prophiem اس میں جگہ نہ پا سکے۔یہیں ہماری عقیدتوں کا امتحان بھی ہے کہ ہم ٹکنالوجی کے اس دور میں اپنی صلاحیتوں کا مثبت استعمال کرتے ہوئے اس اصطلاح کو کیسے عام کر سکتے ہیں۔امید ہے میری یہ تحریر انگریزی میں نعت گوئی کے لئے بہت سے لوگوں کے لئے حوصلہ فراہم کرے گی۔

خان حسنین عاقب

خان حسنین عاقب (۸ جولائی ۱۹۷۱ء) اردو، فارسی، ہندی اور انگریزی کے مشہور شاعر، مترجم، نقاد، لیکچرر: جی این آزاد جونیئر کالج آف ایجوکیشن، آکولہ (انڈیا) چند کتب کے نام: ''رم آہو''، ''خامہ سجدہ ریز''، ''اقبال بہ چشمِ دل''، ''کم وبیش'' ودیگر۔اعزازات: اے ایم پی نیشنل ایوارڈ برائے ایکسی لینس ان ایجوکیشن، مخلص مصوری ایوارڈ۔

خضر حیات (سیالکوٹ)

۲۔۵۔۲۰۱۳

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

ٹیلیفون پر تعارف کے بعد میں اپنا خط قدرے قطع برید کے ساتھ نئے سرے سے آپ کی خدمت میں ارسال کرر ہا ہوں۔اُمید ہے کہ قابلِ اشاعت پائیں گے۔

(۱) ڈاکٹر صابر سنبھلی اپنے تحقیقی مقالے 'کچھ آدابِ نعت کے بارے میں' (نعت رنگ شمارہ ۲۰۔ص ۱۷۷) کے آخر میں فرماتے ہیں کہ 'اگر ہمارے نعت گو حضرات ... کا مقصد خوشنودیِ سرکارﷺ کے سوا کچھ نہیں ... تو وہ نعت میں اپنا تخلّص کیوں شامل کرتے ہیں۔صاف ظاہر ہے کہ خوشنودی

سرکارِ دوعالم ﷺ تو محض گفتن ہے۔ اصل مقصد شہرت کی خواہش اور داد کی تمنا ہے۔ اگر کوئی بغیر تخلّص شامل کیے نعت کہے تو مانا جائے گا کہ اُس نے خوشنودی آقا ﷺ کے لیے خلوصِ دل سے نعت پاک کے اشعار کہے ہیں۔ یہ بات آجکل کے دنیادار شاعروں کے لیے ہے۔ اہلِ اللہ پر اس رائے کا نفاذ نہیں ہوتا۔'

میرے لیے یہ بڑی حیران کن بات ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ کیسے فرض کرلیا کہ آجکل جو بھی ثنا گو اپنے کلام میں تخلّص شامل کرتا ہے وہ صرف دنیاوی شہرت اور داد کا بھوکا ہے۔ اُنہوں نے لفظ 'آجکل' کے استعمال سے ایک زمانی تفریق بھی ڈال دی ہے جس سے یہی مراد لی جاسکتی ہے کہ اُن کے خیال میں ماضی میں تخلّص شامل کرنے والوں کی نیتوں میں یہ خلل نہیں تھا۔ شکر ہے اُنہوں نے ہر دور کے اللہ والوں کو استثنا دے دیا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ آجکل اللہ والا کون ہے۔ اگر وہ اپنا نقطہ نظر مشورے یا امکان کی حد میں رکھتے تو شاید اتنا عجیب نہ لگتا لیکن اُنہوں نے فردِ جرم عائد کرتے ہوئے دوٹوک بات کہہ دی جو سراسر زیادتی ہے۔ میرے خیال میں تو یہ مسئلہ اُٹھانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ شاید اُنہیں یہ اندازہ نہیں کہ اسطرح اُنہوں نے کتنے دلوں کو دُکھایا ہوگا۔ قبولیت کا دارومدار یقیناً نیتوں پر ہے اور اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ اپنے ثناخوانوں کی نیتوں کو خوب جانتے ہیں بلکہ میرا ایمان ہے کہ ثنا کی توفیق و بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں۔ لہٰذا یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اس بارے میں پیمانے مقرر کرے یا فتوے صادر کرے۔ یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ 'نعت رنگ' کے شمارہ ۲۱ کے صفحہ ۶۱۹ پر ڈاکٹر صاحب کی ایک خوبصورت نعت چھپی ہے جس میں اُن کا تخلّص بھی شامل ہے۔ لکھتے ہیں:

ہے توقع یہ بھی صابؔر حشر کے دن خیر سے
قبر سے پڑھتا اُٹھے گا، سیّدِ عالمؐ کی نعت

(۲) صبیح رحمانی صاحب نے 'نعت رنگ' شمارہ ۲۰ کے ابتدائیہ میں لکھا تھا کہ 'آج یہ بات پورے یقین سے کہی جاتی ہے کہ نعت ہر صنفِ سخن میں موجود ہے۔' مَیں اِس کے ساتھ یہ گرہ لگانا چاہتا ہوں کہ ہر کلمہ گو شاعر کے کلام میں تھوڑی بہت عقیدت نگاری ضرور پائی جاتی ہیں بھلے ہی وہ کتنا دنیادار، ترقی پسند یا بادہ خوار کیوں نہ ہو وہ ضرور کبھی نہ کبھی اس قلبی واردات کا شکار رہتا ہے۔ اس کی ایک قابلِ قدر مثال سیّد عبدالحمید عدؔم (مرحوم)[۱] کے کلام میں شامل اُن کے لاتعداد حمدیہ اور نعتیہ اشعار اور نظمیں ہیں۔

کچھ روز قبل اپنے میٹرک کے سال (۶۱-۱۹۶۰) کی درسی کتب کا ایک پرانا ڈبہ کھنگالتے ہوئے اُن کی تین کتب، ''خمِ ابرُو''، ''شہرِ فرہاد'' اور ''زلفِ پریشاں'' ہاتھ لگیں تو بڑے شوق سے ورق گردانی کرنے بیٹھا۔ حالی، اقبال اور غالب سے ابتدائی واقفیت تو سکول کی کتابوں سے ہوئی تھی البتہ عدؔم کو دیکھنے اور سننے کا اتفاق بھی ہوا جب کہ، شاید ۱۹۵۹ء میں، وہ ایک مقامی سینما میں مشاعرے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اس کے بعد ہی میرے ایک تایازاد کہیں سے اُن کی یہ کتابیں ڈھونڈ لائے جو میرے پاس پڑی رہ گئیں۔ زیادہ تر چھوٹی بحر کی یہ چٹ پٹی اور غنائی شاعری اُس عمر میں خوب مزا دیتی۔ البتہ اب کے مجازی جہت کی بجائے کئی حمدیہ اور نعتیہ اشعار میری خوشگوار توجہ کا سبب بنے۔ ان میں سے کچھ کا قیاس حقیقت اور مجاز دونوں پر ہوسکتا ہے اور کئی ایک میں رِندانہ مگر فکرانگیز شوخی نے چار چاند لگا دیے ہیں۔ ہر مصرعے میں معانی کا ایک جہان آباد ہے۔ اُمید ہے کہ یہ اہلِ ذوق کی تسکین قلب اور اہلِ تحقیق کے لیے تحریک کا موجب ہوں گے۔ طوالت کے خوف سے اپنے انتخاب سے تقریباً آدھی مقدار میں اشعار یہاں نقل کررہا ہوں:

جو کچھ بھی ہو گیا وہ خدا کی رضا تو ہے ۔۔۔ یہ گر نہیں ہوا نہ سہی وہ تو ہو گیا
کچھ تو کہیے کہ سلسلہ کیا ہے ۔۔۔ آدمی کیا ہے اور خدا کیا ہے
میرے ہونے کا معترف ہوں میں ۔۔۔ تیرے ہونے کا مُدعا کیا ہے

ہم رضا بن کے آئے تھے تیری
کیا خبر اب تیری رضا کیا ہے

آ گیا ہے تیرے ہی در پہ عدمؔ
اے خدا تیرے ماسوا کیا ہے؟

قسم خدا کی بغیر خدا جنابِ عدمؔ
نہ کائنات میں رونق نہ آدمی میں لہو

وہ جو عرض و نیاز ہوتی ہے
عاشقوں کی نماز ہوتی ہے

ہے عبادت وہی بجا جو عدمؔ
اجر سے بے نیاز ہوتی ہے

ہو سکے تو حضور دے دیجیے
کچھ توجہ ضرور دے دیجیے

میرے دل میں بڑا اندھیرا ہے
اپنی آنکھوں کا نور دے دیجیے

ہو سکے تو عدمؔ کو ہستی کا
ہلکا ہلکا شعور دے دیجیے

مجھے تجسّس و تحقیق کی نہیں عادت
مجھے خدا پہ یونہی اعتبار ہے ساقی

مرے خلوص کی آنکھوں سے دیکھ اُسے ایک دن
کہ تو مُحیطِ یمین و یسار ہے ساقی

ترک کر دو اُس آدمیت کو
جو خدا کو جگا نہیں سکتی

جونہی قریب دیارِ حبیب آتا ہے
سرور قلب و نظر کو عجیب آتا ہے

عدمؔ جب بھی مَیں تنہائی میں اُس کو یاد کرتا ہوں
مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وہ موجود ہوتا ہے

ہم نشیں صورتِ حالات سے مایوس نہ ہو
التجا دیر سے سنتا ہے خدا

کہتے ہیں جنابِ شیخ یہ کیا ماجرا ہوا آخر
سنا ہے آپکو کعبے میں بھی خدا نہ ملا

مَیں کو ئی جرم نہ کرتا تو خود خدا ہوتا
تیری خدائی بنی ہے میری خطاؤں سے

نہ آئے ہوں گے وہ رِندوں کے خواب میں بھی عدمؔ
گناہ ہوگئے سرزد جو پارساؤں سے عدمؔ

انسان کے بے لوث آنسو
فرشتوں کی دعا سے کم نہیں ہیں

منکرِ رحمتِ خدا رہنا کفر ہے اتنا پارسا رہنا
ہر اِک رُوح پر ہے عدمؔ کیف طاری

ہر ایک رنگ میں ذکرِ صلی علیٰ ہے
ستارے بےخود و سرشار تھے کل شب جہاں مَیں تھا

اندھیرے روکشِ انوار تھے کل شب جہاں مَیں تھا
دے اجازت کہ تجھ کو فاش کروں

لوگ کہتے ہیں لا پتہ ہے تو
بے سہاروں کا آسرا ہے تو

باقی ہر چیز درمیاں کی کڑی
ابتدا تُو ہے انتہا ہے تُو

صورتِ حال کیا حسیں نکلی
اُن کے در سے میری جبیں نکلی

جس کو سمجھے تھے ہم حیات عدمؔ
کیسی نادانی یقیں نکلی

محبّت پر عدمؔ بنیاد قائم ہے عناصر کی
یہ ہے اسلام اور اسلام مشکل سے بدلتا ہے

ستایا ہے بہت اُس کی رحمت کو عدمؔ
اب اپنے جرم کا اقرار کرنے والے ہیں

کس بات کی مثال مہیا کرے کوئی — جو بات تھی حضور کی وہ لاجواب تھی
مَیں نے ہر ایک چیز کو اپنا سمجھ لیا — مجھ کو خبر نہ تھی یہ تری کائنات تھی

اپنے خط کے اس حصے کو یہاں ختم کرنا چاہ رہا تھا کہ مدتوں پہلے سُنی ہوئی عدؔم کی ایک مشہورِ زمانہ حمدیہ غزل ذہن میں اُبھر آئی ہے جسے اپنے وقت کی ایک مشہورِ زمانہ مغنّیہ نے امر بنا دیا تھا۔ ایسے خیال آفریں اور نایاب تلمیحات وتمثیلات سے مرصّع کلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے۔

وہ باتیں تیری وہ فسانے تیرے — شگفتہ شگفتہ بہانے تیرے!
بس اک داغِ سجدہ مری کائنات — جبینیں تری آستانے ترے
ضمیرِ صدف میں کرن کا مقام — انوکھے انوکھے ٹھکانے ترے
بہار و خزاں کم نگاہوں کے وہم! — بُرے یا بھلے سب زمانے ترے
عدم بھی ہے تیرا حکایت کدہ — کہاں تک گئے ہیں فسانے ترے

یقیناً ایسے مزید گوہر مایہ ناز ان کے بقیہ کلام سے بھی ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ اگر ہو سکے تو ایسے اور بہت سے شعراء کا کلام بمعہ [کذا] تعارف وتحقیق گاہے بگاہے نعت رنگ میں شامل کریں۔ لیجئے عدؔم کا ایک اور ضرب المثل شعر یاد آ گیا ہے:

آگہی میں ایک خلا موجود ہے
اس کا مطلب ہے خدا موجود ہے

(۳) شمارہ ۲۰ صفحہ ۶۴ پر مندرجہ ذیل شعر کے آگے شاعر کا نام حافظ لدھیانوی لکھا گیا ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے۔ کیونکہ یہ لاجواب شعر محترم صبیح رحمانی کا ہے جو اُن کی کتاب 'سرکار کے قدموں میں' (بمعہ انگریزی) کے صفحہ ۹۷ پر درج ہے اور جو مَیں اکثر اُٹھتے بیٹھتے گنگناتا ہوں:

لباسِ حرف میں ڈھالوں مَیں کردارِ حسیں اُنؐ کا
امیں لکھوں، اماں لکھوں، غنی لکھوں، سخی لکھوں

(۴) 'نعت رنگ ۲۳' کے صفحہ ۱۹ پر مصنّفین اور ناقدین کو صبیح رحمانی صاحب کا یہ مشورہ بالکل درست اور بروقت ہے کہ اگرچہ 'علمی موضوعات پر مکالمات کے جنم لینے سے علمی آفاق کی تسخیر کا عمل تیز تو ہو سکتا ہے لیکن لہجوں کی تلخی سے ہمیں آبگینہ ہائے قلوب کو ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے! کاش اہلِ قلم ہماری محدودات اور موضوع کی متانت کا خیال رکھ سکیں!!!'

میرے پاس 'نعت رنگ' کے صرف تین شمارے (۲۰، ۲۱، اور ۲۳) ہیں اور اپنی تسکینِ طبع کی خاطر کئی مضامین بار بار پڑھتا ہوں۔ مَیں نے نوٹ کیا ہے کہ کہیں کہیں تنقید کے جواب میں شائستگی اور حوصلے کا دامن چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ طریقۂ کار بھی کسی لطیفے سے کم نہیں لگتا کہ پہلے تنقید نگار کی کسی تعلّق سے توصیف کی جاتی ہے اور پھر لٹھ مارنے کے انداز میں اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے۔ مَیں مثالیں دے کر کسی بحث میں شامل ہونا نہیں چاہتا۔ صرف اتنا عرض کروں گا کہ 'نعت رنگ' جیسے سنجیدہ فورم پر اس کے شایانِ شان زبان ہی استعمال کی جائے۔ یہ بھی پیشِ نظر رہے کہ پاکستان اور پاکستان سے باہر انگنت عاشقانِ حمد ونعت آپ کی تحریریں پڑھتے ہیں اور ایسا طرزِ تکلّم یقیناً کوئی اچھا تاثر نہیں بناتا۔

کچھ بھی نہ کہوں اور یہ چاہوں کہ میری بات
خوشبو کی طرح اُڑ کے تیرے دل میں اُتر جائے

(۵) مقالات کے شروع میں انگریزی زبان میں مختصر تعارف کا اضافہ بے حد پسند آیا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ خوشگوار اضافہ جو کہ 'ورفعنالک ذکرک'

کی مبارک روشنی کو بین الاقوامی سطح پر پھیلانے کی مدیرِ 'نعت رنگ' کی سچی لگن کا مظہر ہے، خاطر خواہ نتائج پیدا کرے گا۔ اس پیش رفت پر 'نعت رنگ' کی ساری ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے۔

(۶) شمارہ ۲۳ کے شروع میں جو حمدیں دی گئی ہیں اُن میں سے چند اشعار پر اپنی ناقص سمجھ کے مطابق کچھ عرض کرنا چاہوں گا: از سجاد سخن (ص ۲۶)

کاتبِ قسمتِ بشر کیسے نہ پُر اُمید ہو
تیری رضا پہ چھوڑ کر اپنے معاملات دل

میرا گمان ہے کہ اس شعر کا مصرعہ اولیٰ کتابت کی غلطی سے اس طرح چھپا ہے ورنہ یہ کچھ یوں ہونا چاہئیے تھا: کاتبِ قسمت! بشر کیسے نہ پُر اُمید ہو

از بدیع الزماں سحر (ص ۲۷)

تری کہکشاں کے نظام میں ہے جو انتشار کی کیفیت — یہی وجہِ ارض و قمر بھی ہے یہی وجہِ شان ربوبیت
یہ شعاعِ برق یہ حرکتیں یہ نظامِ گردش و انتشار — تری حکمتوں کی مناسبت سے زمیں کو آنے لگا قرار
تُو نے آب و باد کی چھاونی جو دی اس فضائے محیط میں — تو مہک اُٹھی ہے حیاتِ نو کی کلی ہوائے بسیط میں

ایسا لگتا ہے کہ جنابِ مصنّف اپنے مافی الضمیر کی ٹھیک ٹھیک وضاحت نہیں کر پائے یا اس کے اظہار پر گرفت نہیں رکھ سکے۔ ہر دو مصرعوں کا آپس کا تعلّق بھی عجیب غیر منطقی تاثر دیتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ ان اشعار کو پھر ایک نظر دیکھ لیں۔

از فیاض ٹانڈوی (ص ۲۹)

فیاّض جس سے شوکتِ اسلام ہو عیاں
روئے حیات کو تو وہی خد و خال دے

'روئے حیات' کی ترکیب آفاقی مفہوم رکھتی ہے۔ میری دانست میں 'اپنی حیات' یا 'اپنے کلام' کے الفاظ زیادہ مناسب لگتے۔

(۷) آخر میں راقم الحروف کے دو قطعات:

ہر آلائش سے پاک رکھنا — اُنّ کے قدموں کی خاک رکھنا
خدایا! خضؔر کو یہ شرف دینا — فقیر صاحبِ لولاکؐ رکھنا

سنتا تو ہے مخلوق کی ہر حال میں لیکن — اشکوں کی زباں اللہ کو محبوب بہت ہے
تا نکہ اُسے دکھلا دے وہ شانِ کریمی — ہر بندۂ عاصی اُسے مطلوب بہت ہے

باتیں تو اور بھی ہو سکتی تھیں لیکن فی الحال اتنا ہی۔ شکریہ اور والسّلام
اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

خضؔر حیات

☆ خضر حیات ولد حاجی عبدالرشید (پ: ۱۹۴۴ء)، شاعر، ادیب، نعت نگار۔

ا۔ سید عبدالحمید عدؔم (۱۹۱۰۔۱۹۸۱ء)، مقبولِ عام غزل گو شاعر، ۵۰ کے قریب مجموعہ ہائے کلام چند کتب کے نام: ''نقشِ دوام''، ''خرابات''، ''چارۂ درد''، ''زلفِ پریشاں''، ''سرو سمن''، ''گردشِ جام''، ''شہرِ خوباں''، ''گلنار''، ''عکسِ جام''، ''رمِ آہو''، ''بطِ مے''، ''نگار خانہ''، ''سازِ صدف''، ''رنگ و آہنگ''۔

''نعت رنگ'' کی افادیت کے پیشِ نظر نعت خوانی کے حوالے سے اپنے کچھ ذاتی مشاہدات ومحسوسات رقم کرنا چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ مفید تصور کریں گے۔

(۱) میری دانست میں نعت گوئی کے بعد نعت خوانی کا شعبہ اس بنا پر سب سے اہم ہے کہ یہ عوام الناس تک کلام کی رسائی کا بے حد آسان، پُر اثر اور ہر دور کا پسندیدہ ذریعہ ہے۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کا بھی مسلسل تحقیقاتی اور تنقیدی جائزہ لیتے رہنے کی خاطر خواہ گنجائش موجود ہے تا کہ وقت کے ساتھ ساتھ اصلاح وافزائش کا عمل جاری رہے۔ اس میں اہلِ قلم کے شانہ بشانہ اگر نعت خواں حضرات کو بھی اظہارِ خیال کا موقع دیا جائے تو بے محل نہ ہوگا۔

(۲) مجھے یہ بات بہت کھلتی ہے کہ اکثر وبیشتر محافل میں حمد ونعت کے ساتھ صاحبِ کلام کا اسمِ گرامی نہیں بتایا جاتا۔ ٹی وی کا بھی یہی عالم ہے۔ جو سراسر زیادتی ہے۔ کم از کم میرے جیسے سامع کا مزہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کے ہم کلام سُن کر تو جھوم جھوم جائیں لیکن یہ علم نہ ہو کہ یہ کس صاحبِ دل کی آواز ہے جو ہمارے دلوں کو گرما رہی ہے۔ ہم نعت خواں پر تو ڈونگرے برسائیں لیکن نعت گو ہمارے تشکّر سے محروم رہے۔ آخر کیوں؟ میرے نزدیک اس میں پہلا فرض تو نعت خواں کا بنتا ہے اور اس کے بعد منتظمین کا کے وہ انصاف کے اس تقاضے کو پورا کریں۔

(۳) اُوپر والی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ سوال بھی اُٹھانا چاہتا ہوں کہ کیا کسی کلام کے پڑھے جانے سے پہلے صاحبِ کلام سے اجازت لی جاتی ہے یا لی جانی چاہیے؟ کیا اس کے لیے کوئی قاعدہ قانون وضع کیا گیا ہے؟ یہ خیال مجھے اس لیے بھی آتا ہے کہ ثناء خوانی اب معقول مالی منفعت کا ذریعہ بن چکی ہے اور کیا یہ عجیب نہیں لگتا کے اثاثہ کسی کا ہو اور فائدہ کوئی اور اُٹھا رہا ہو؟ ظاہر ہے کے یہ کوئی آسان بحث نہیں جسے چند جملوں میں سمیٹا جا سکے۔ میری درخواست ہے کہ ''نعت رنگ'' میں اس حوالے سے بھی سیر حاصل بات کی جائے۔

(۴) ''نعت رنگ'' کے مضامین سے یہ خوش آئند حقیقت بڑی واضح طور پر میرے سامنے آئی ہے کہ حمد ونعت غزل کی زمین سے گزرتے ہوئے اپنی ادبی حیثیت کا لوہا منوا رہی ہیں۔ اس بیش بہا تبدیلی کے پیشِ نظر آپ اتفاق کریں گے کہ نعت خواں حضرات کو بھی اپنے لب ولہجے کو زیادہ سے زیادہ غزل سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے جو اب تک کم کم نظر آتا ہے۔ عوامی سطح پر بھی سامعین کی توجہ اور تربیت کا اہتمام کرنا ہوگا تا کہ ماحول بنانے میں آسانی ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ غزلیہ حمد ونعت کا سُننا سنانا کسی خاص طبقہ تک محدود ہو کر رہ جائے یا پھر اس کے قبولِ عام ہونے کے لیے لمبا عرصہ درکار رہو۔

(۵) اکثر ایسی نعتیں بھی سننے میں آتی ہیں جن کی طرز فلمی گانوں پر بنائی جاتی ہیں اور کئی بڑے بڑے نعت خواں بھی اس روش پر چل نکلتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کے ایسا کسی مجبوری سے ہوتا ہو یا کچھ سامعین اسے پسند بھی کرتے ہوں لیکن مجھے ذاتی طور پر اس سے نعت کا تقدس مجروح ہوتا دکھائی دیتا ہے اور میرے نزدیک اس رجحان کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔ تھوڑی سی کوشش اور ریاضت سے کوئی منفرد طرز موزوں کرنا چنداں مشکل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ بھی کہوں گا کے اگر کوئی لکھاری جان بوجھ کر کسی فلمی گانے کی تضمین لکھنے کی کوشش کرے تو میرے نزدیک یہ بھی نامناسب ہے۔

(۶) میرے خیال میں روائتی صنفِ حمد ونعت کے لیے موسیقی کے استعمال سے بھی چنداں گریز کرنا چاہیے۔ ادب اور روحانیت کا تقاضہ ہے کہ خاموشی سے الفاظ میں ڈوب کر کلام کو سنا اور سمجھا جائے جیسے کے صدیوں سے ہوتا آیا ہے۔ مجھے احساس ہے کی ہمارے ہاں اس بارے میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں اسی لیے میں نے روایتی صنف کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ موسیقی کا اس طرح کا استعمال روز بروز بڑھتا ہی جا رہا ہے اور میرے خیال میں یہ جدت طرازی بھی پیشہ ورانہ سوچ کی آئینہ دار ہے۔

(۷) اگلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محافل میں نوٹوں کو عامیانہ انداز میں اُچھال اُچھال کر نچھاور کرنا یا مغرب کی تقلید میں ہاتھ کھڑے کر کے دائیں بائیں لہرانا حمد و نعت کے شانِ شایاں ہرگز نہیں لگتا۔ میرے لیے ایسے مظاہرے ایک غیر ضروری آزمائش سے کم نہیں ہوتے۔ دم سادھ لیتا ہوں اور سر جھک جاتا ہے۔ ساری توجہ ملیا میٹ ہو جاتی ہے۔ ثناخواں حضرات کی خدمت بے شک دل کھول کے کریں لیکن دکھاوے کا شائبہ نہ ہو۔ اس سے عزتِ نفس کے مجروح ہونے کا خدشہ بھی رہتا ہے. دوسری طرف لطف و سرُور کی کیفیت میں روح کے ساتھ جسم کا وجد ایک قدرتی امر ہے البتہ وقار کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

(۸) یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہمارے ہاں سامعین کی ایک بڑی تعداد اشعار میں استعمال شدہ بیش تر الفاظ، تراکیب یا تشبیہات کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے۔ گویا عرفِ عام میں یہ اُن کے سر سے گزر جاتی ہیں. اگر چہ اس کے باوجود اُن کا شوق و واجدان دیدنی ہوتا ہے۔ غزلیہ نعت وحمد میں تو مشکل گوئم کا غالب ہونا ویسے بھی قرینِ قیاس ہے ایسے میں اگر ثناخواں مشینی انداز میں بولتے چلے جانے کی بجائے اندازِ بیاں میں لچک پیدا کرے، تلفّظ پر زور دے اور کہیں کہیں رُک کر ضروری وضاحتیں کرنے کا فن اپنائے تو مجھے یقین ہے کہ نہ صرف سننے والوں کی دلچسپی بڑھے گی بلکہ نعت خواں کی قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہوگا۔ صرف ایک دو مرتبہ اتنا کہہ دینا ہی کافی نہیں کہ ''میرے ساتھ مل کر پڑھیں'' بلکہ چاہیے یہ کہ دیگر پہلوؤں سے بھی سامعین کو ساتھ لے کر چلا جائے تاکہ اس کارِ خیر کے جملہ مقاصد کے حصول کا بہتر موجب ہو۔

(۹) جب سے ٹی وی نے ثناخوانی کی بڑھ چڑھ کر سرپرستی شروع کی ہے جہاں اس صنف کو کئی اعتبار سے تقویت ملی ہے وہیں تجارتی مفاد کے در آنے سے معیار میں اکھاڑ پچھاڑ کا سماں بھی صاف دکھائی دیتا ہے۔ اکثر غیر ضروری شو، شا اور نت نئی اختراعوں کے استعمال سے کافی حد تک مقصود سامع کے دل کو نہیں بلکہ جیب کو ٹٹولنا لگتا ہے۔ ہر چھوٹا بڑا اپنا لوہا منوانے کے درپے ہے۔ معیار سے زیادہ مقدار پر زور ہے۔ انوار کی بجائے سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز کی بارش ہو رہی ہے۔ اکثر سُر پر اتنا زور دیا جاتا ہے یا یہ ایسی بے ربط ہوتی ہے کہ شعریت سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔ اس روش کی اصلاح کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے تو نعت وحمد کے حوالے سے یہ حرف و صوت کی خدمت نہیں لگتی۔

میں اپنی بات اس وضاحت اور التماس کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ میرا مقصود کسی کا دل دُکھانا ہرگز نہیں البتہ اگر کہیں بہتری کی گنجائش ہو تو اسے خوش دلی سے قبول فرمائیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلے بھی کئی سوال اُٹھائے جا چکے ہوں اور میں خوامخواہ لکیر پیٹنے بیٹھ گیا ہوں تو اس صورت میں اپنی کم علمی کے اعتراف کے ساتھ معذرت خواہ ہوں۔ میں آپ کے موقر جریدے نعت رنگ کا ایک نیا قاری ہوں اور میرے سامنے صرف دو تین شمارے اور چند ایک دوسری کتب ہیں جو آپ نے وقتاً فوقتاً خود مجھے مرحمت فرمائی ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ شمارہ نمبر ۲۰ میں محترم مولانا کوکب نُورانی نے بھی لباس اور وقار کے حوالے سے قابلِ توجہ خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔

خضر حیات

~~~~~~

خورشید احمد سعیدی، ڈاکٹر (اسلام آباد)

محترم جناب سید صبیح الدین رحمانی آف کراچی (زید مجدہ)

۴؍اپریل ۲۰۲۱ء کو میں نے آپ سے وٹس ایپ پر رابطہ کیا، عرض کی کہ میں اپنی کتاب ''علوم اسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری'' کا اگلا ایڈیشن اللہ کریم کے فضل و کرم سے جون جولائی ۲۰۲۱ء میں چھاپوں گا۔ اس میں ایک فصل 'نعت میں تحقیقی مقالہ نگاری'' شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے
~~~~~~

آپ کی رہنمائی اور علمی معاونت کی ضرورت ہے بالخصوص درج ذیل حوالوں سے:

ا۔مشہور اردو نعت گو شعراء ۲۔مشہور عربی نعت گو شعراء

۳۔مشہور انگریزی نعت گو شعراء ۴۔نعتیہ ادب کی اصناف

۵۔اصحاب دیوان نعت گو ۶۔نعتیہ مشاعروں کی تاریخ

۷۔غیر مسلم نعت گو شعراء ۸۔اردو میں نعت گو شعراء کے فکری رجحانات

۹۔عربی نعتیہ ادب کے رجحانات ۱۰۔نعت اور نعتیہ مجالس کے سماجی اثرات

۱۱۔نعتیہ مجالس اور رجحانات پر تنقید وغیرہ

اس سلسلے میں آپ نے جو کتابیں مجھے ارسال فرمائی تھیں ان سے استفادہ کروں گا۔مزید درج ذیل کی بھی ضرورت ہے:

ا۔نعتیہ رسائل کی فہرست کی ضرورت ہے۔ ۲۔نعت اور نعتیہ ادب کے فروغ اور فراہمی کی ویب سائٹس کون کون سی ہیں؟

۳۔نعتیہ ادب کی آن لائن لائبریریاں کون کون سی ہیں؟ ۴۔پاکستانی جامعات میں نعت کے کسی بھی حوالے سے جو ایم۔فل یا پی ایچ۔ڈی۔کے تھیسس لکھے گئے ہیں ان کی پی ڈی ایف فائلیں یا فہرست درکار ہے۔

آپ نے وٹس ایپ میں تحریری طور پر رہنمائی فرمائی، کئی کتابیں، تھیسس وغیرہ پی ڈی ایف میں بھیجے، اور پھر بذریعہ فون کال بھی اس جہان تخلیق، تالیف اور تحقیق سے آگاہ فرمایا۔اس سلسلے میں پہلے ایک ریسرچ پیپر لکھنے کی تجویز بھی دی.

آج ۱۲/اپریل ۲۰۲۱ء کو آپ کی طرف سے درج ذیل چار کتابوں کا تحفہ موصول ہوا:

ا۔نعت رنگ، شمارہ ۳۰، نومبر ۲۰۲۰ء(۹۲۷صفحات)

۲۔نعت نگاری: فنی اور تاریخی تناظر، اشاعت دوم: مارچ ۲۰۲۱ء(۲۵۶صفحات)

۳۔ڈاکٹر عزیز احسن اور تقدیسی ادب کا فکری تناظر، فروری ۲۰۲۱ء(۲۸۸صفحات)

۴۔اردو کا حمدیہ ادب: اجمالی مطالعہ، ۲۰۲۰ء(۷۲صفحات)

جزاہ اللّٰہ خیر الجزاء فی الدارین ویبارک فی جھودہ الطیبة.

خورشید احمد سعیدی

☆ ڈاکٹر خورشید احمد سعیدی (پ: ۱۰ اگست ۱۹۶۵ء) محقق، ماہر تقابلِ ادیان، استاد: شعبۂ تقابلِ ادیان، کلیہ اصول الدین، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، کتب: ''علومِ اسلامیہ میں تحقیقی مقالہ نگاری'' ودیگر۔

خورشید رضوی، ڈاکٹر (اسلام آباد)

۱۵۔اکتوبر۔۱۹۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

عنایت نامہ موصول ہوگیا تھا۔ان دنوں بہت سے کاموں میں بہت عدیم الفرصتی کی کیفیت چل رہی ہے۔مسلسل ارادے کے باوجود جواب نہ لکھ سکا۔

آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اطمینان سے بیٹھ کر کچھ لکھ سکنے کی توقع سر دست نظر نہ آئی تو آج قلم برداشتہ چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ ڈالے ہیں۔ اگر آپ کو پسند آ جائیں تو میں خود کو سُرخرو سمجھوں گا۔ وصولی سے مطلع فرما سکیں تو کرم ہو۔

اور کیا عرض کروں۔ امید ہے مع الخیر ہوں گے اور دعاؤں میں یاد رکھیں گے۔

والسّلام
دعا گو، دعا جو
خورشید رضوی

☆ ڈاکٹر خورشید رضوی (پ: ۱۹۴۲ء)، اصل نام: محمد خورشید الحسن رضوی، تخلّص: خورشید، شاعر، ادیب، محقق، استاد: شعبۂ عربی، گورنمنٹ کالج سرگودھا، کتب: ''رائگاں''، ''شاخِ تنہا''، ''سرابوں کے صدف'' (شعری مجموعے)، ''تاریخ علوم میں تہذیب اسلامی کا مقام''، ''خاکے، مضامین، ترجمے''۔

~~~~~~

۱۳/نومبر ۱۹۹۶ء

مکرّمی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

گرامی نامہ موصول ہوا۔ یادآوری کا بے حد شکریہ۔ معافی کا خواستگار ہوں کہ جواب میں تاخیر ہوئی۔ ''نعت رنگ'' میں عزیز احسن صاحب کے جن ارشادات کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا وہ اُن کی ذرّہ نوازی ہے اور میرے لئے وجہ اعزاز۔ میں نعت گوئی کی جسارت کم کم ہی کر سکا ہوں۔ بہر حال تعمیل ارشاد میں چند نعتیں ارسال کر رہا ہوں۔ اگر کسی قابل نظر آئیں تو آئندہ کسی اشاعت میں شامل فرما لیجیے۔ مناسب خیال فرمائیں تو وہ نعت بھی جو محترمی عزیز احسن صاحب نے نقل فرمائی ہے شامل کی جا سکتی ہے۔ اور کیا عرض کروں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے۔

والسّلام۔ نیازمند
خورشید رضوی

~~~~~~

۷/جولائی ۱۹۹۷ء

مکرّمی جناب صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ [شمارہ:۴] اور آپ کا گرامی نامہ، یکے بعد دیگرے وصول ہوئے۔ آپ کی کرم گستری پر ممنون اور نالائقی پر شرمندہ ہوں کہ بروقت رسید بھی نہ بھیج سکا۔

آپ نے پوچھا ہے، گوشہ کیسا لگا؟ کیا عرض کروں۔ مختصراً اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اپنی اوقات اور اس اعزاز پر نظر کر کے آنکھیں نم ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں آمین۔

پرچے کا مواد سب کا سب بہت خوب ہے۔ کس کس کا نام لے کر داد دوں۔ ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب نے اپنے فاضلانہ مقالے میں نہایت باریک ادبی و لسانی نکات اٹھائے ہیں۔ جناب عزیز احسن اور جناب نور احمد میرٹھی[۱] نے اپنے اپنے موضوع کا کمال محنت سے بہت اچھا تجزیہ پیش فرمایا ہے۔ حسرت حسین حسرت مرحوم کے فن نعت گوئی پر جناب حفیظ تائب کا مضمون بطور خاص اچھا لگا کہ یہ حُسنِ اعتراف اُس پختہ گو، درویش صفت شاعر کا حق تھا۔

نعت کے کسی پہلو پر سر دست کچھ لکھنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکی اگر کچھ بن پڑا تو ان شاء اللہ تعمیلِ ارشاد میں ارسال خدمت کیا جائے گا۔

آپ کی عنایت کا ایک بار پھر شکریہ اور اپنی کوتاہیٔ قلم پر اعتذار۔

والعُذر عند کرام الناس مقبول.

ممنونِ کرم

خورشید رضوی

۱۔ سید نور احمد میرٹھی (۱۷ جنوری ۱۹۴۸ء۔۱۸ جون ۲۰۱۱ء)، محقق، ادیب، کتب: ''اذکار وافکار'' (تذکرہ شعرائے لانڈھی کورنگی)، ''نورِ سخن'' (غیر مسلم شعراء کی نعتوں کا انتخاب)، ''صابر براری کی تخلیقات''، ''بہر زماں بہر زباں''، ''تذکرہ شعرائے میرٹھ''، ''مشاہیر میرٹھ''، ''شخصیات میرٹھ''، ''اشاریہ''، ''انتخاب'' (۱۹۸۱ء سے ۱۹۹۶ء تک شائع ہونے والا زیرِ مطالعہ شعری مجموعوں کا انتخاب)، ''گلبانگِ وحدت'' (غیر مسلم حمد گو شعراء کا عالمی تذکرہ وکلام) ودیگر۔

خوشتر نورانی، ڈاکٹر (نئی دہلی)

۲۰ رمئی ۲۰۱۴ء

صبیح میرے دوست! سلام قبول کرو

ہر حال میں اللہ کا شکر ہے!

عزیز از جاں دوست اسید الحق قادری[۱] کی بغداد میں نا گہانی شہادت سے زندگی بے رنگ ونور ہوگئی ہے، کسی علمی کام میں بھی جی نہیں لگتا، ڈھیروں فون آتے ہیں، بیگانی آوازیں گویا سمع خراشی کرتی ہیں، اس لیے کبھی اٹھالیتا ہوں، ورنہ یوں ہی رِنگ ہوا کرتی ہے۔اب نہ وہ زندہ دل ہنسی رہی، نہ وہ دیوار شکن قہقہے، نہ وہ علمی مباحثے رہے اور نہ راز ونیاز کی وہ باتیں۔زندگی اتنی بدرنگ ہوجائے گی، کبھی سوچا نہ تھا-اب تو حال یہ ہے کہ

جب ترا نام لیجیے تب چشم بھر آوے
اس طرح سے جینے کو کہاں سے جگر آوے

تم سے دل کو بہت رسم وراہ تھی اور اب بھی ہے، مگر تم اتنی دور ہو کہ تمہارے سینے سے لگ کر دل کا غبار بھی نہیں نکال سکتا۔آج برطانیہ سے کچھ اہل علم ملاقات کے لیے آئے تھے، انھوں نے ایک بار پھر اسید میاں کا تفصیلی ذکر چھیڑ کر دل غم زدہ کو مضطرب کر دیا، کیوں کہ:

تاب کس کو ہے جو حال میرؔ سنے

بے قراری جب حد سے بڑھی تو تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا، کیوں کہ اسید میاں سے تمہارا گہرا تعلّق رہا ہے۔تم ان کے نیاز مند رہے اور وہ تمہارے ناز بردار۔وہ ہمیشہ تمہارے قدر دان رہے اور دل سے تمہاری علمی خدمات کے معترف بھی۔وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ ''صبیح رحمانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے 'نعت رنگ' کے ذریعے ہندو پاک کے ایک بڑے حلقے کو اجتماعی طور پر نعت کے تنقیدی مطالعے اور نعت شناسی کا فنی شعور بخشا ہے۔'' وہ جب بھی ہندوستان کے علمی مذاکروں اور نجی مجلسوں میں اس بات کو دہراتے تو اہل علم ان سے متفق نظر آتے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں نعت شناسی کے حوالے سے 'نعت رنگ' کے اجرا سے پہلے بھی کام ہوتے رہے اور ایک صنف سخن کی حیثیت سے اس کی فنی شناخت کے لیے آوازیں بھی اٹھتی رہی ہیں، مگر یہ آوازیں پاکستان کی سرحدی فصیل کو توڑ کر ہندوستان کے علمی حلقے تک نہیں پہنچ سکیں، ان انفرادی آوازوں اور کوششوں کو تم نے نعت رنگ کے ذریعے استحکام عطا کیا اور اس قدر توانائی بخشی کہ ہندوستان کے ادبا اور علما اجتماعی طور پر نہ صرف نعت کے مذہبی پہلوؤں، بلکہ اس کے سماجی، تہذیبی اور فنی رویے پر بھی غور وفکر کرنے لگے۔ورنہ یہاں 'نعت' دینی محفلوں اور میلادوں میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔اس میں بھی رسول کریم ﷺ سے عقیدت ومحبّت اور ان سے والہانہ قلبی وابستگی کے اظہار سے زیادہ 'حصول برکت' کا رجحان نمایاں تھا۔اللہ کا شکر ہے کہ نعت

کے حوالے سے ہندوستان میں یہ برف پگھلی۔فکری جمود ٹوٹا اور بصیرت اجاگر ہوئی۔اس کا تمام تر کریڈٹ تمھیں جاتا ہے۔نعت کے فنی مقام و مرتبے کی تعیین کے حوالے سے جب بھی تاریخ لکھی جائے گی 'صبیح رحمانی' کو نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔

تمھیں یاد ہوگا کہ جون ۲۰۱۰ء میں جب پہلی بار تم انڈیا آئے تھے تو یہاں کس طرح اسید میاں نے تمہارا والہانہ خیر مقدم کیا تھا۔تمہاری میزبانی میرے حصے میں بھی آئی تھی،اس لیے جیسے ہی تمہاری آمد کی خبر اہل علم کو ہوئی،تم سے ملنے کی کے لیے لوگ بے چین ہو گئے۔یہ دراصل تمہاری علمی خدمات کا اثر تھا۔مولانا یٰسین اختر مصباحی[۲]،ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی،پروفیسر خواجہ اکرام[۳]،مولانا عطیف قادری[۴]،احمد جاوید،ابرار کرت پوری[۵]،ذیشان احمد مصباحی[۶]اور ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی[۷]اور نہ جانے کتنے اہل علم تم سے ملے اور تمہاری خدمات کو سراہا۔ان سبھوں کی خواہش تھی کی تمہارے اعزاز میں دہلی میں مختلف پروگرامز ہوں،مگر ایک تو تمہاری آمد کی پہلے سے اطلاع نہیں تھی اور دوسرا یہ کہ تم بہت کم وقت لے کر آئے تھے۔تاہم اسید میاں تمھیں لے کر اجمیر شریف گئے،میں بھی تمہارا شریک سفر رہا،وہاں مختلف ادبی نشستوں کا انھوں نے انعقاد کیا،لوگوں نے تمھیں جی بھر کے سنا اور تمہاری مقبول بارگاہ نعتوں پر سر دھنتے رہے۔یہاں ان باتوں کا ذکر اس لیے کر رہا ہوں کہ اسید میاں کی شکل میں تمہاری اور میری ناز برداری کرنے والا مخلص اور بے لوث دوست اب نہیں رہا۔اس کی بے پایاں محبّتیں اب بے حد یاد آتی ہیں اور تڑپاتی ہیں۔

اسی طرح تمھیں یاد ہوگا کہ مارچ ۲۰۱۱ء میں محدث اعظم مولانا سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کی پچاس سالہ وفات کے موقع پر گجرات انڈیا میں دو روزہ ''محدث اعظم انٹرنیشنل کانفرنس'' ہوئی تھی،یہ کانفرنس شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں کی سرپرستی میں ہوئی تھی،جس میں دنیا کے مختلف ملکوں سے بے شمار علما،مشائخ اور اہل علم مدعو کیے گئے تھے۔حضرت شیخ الاسلام اور ان کے نواسے مولانا سید قاسم اشرف صاحب کی خواہش پر خاص طور تمھیں بھی مدعو کیا گیا اور تم نے اس کانفرنس میں شرکت بھی کی۔مجھے خوب یاد ہے کہ پانچ لاکھ سے زائد ٹھاٹھیں مارتا ہوا مجمع تمھیں کس طرح سننے اور دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔بلاشبہ تمہاری یہ بے پایاں عزت و توقیر نعت رسول کریم ﷺ کی اشاعت کی رہین منت ہے۔اس موقع پر بھی اسید میاں صرف تمہاری خاطر بدایوں سے بمبئی تشریف لائے اور بمبئی میں تمہارے اعزاز میں ایک پروگرام ''ایک شام صبیح رحمانی کے نام'' رکھا۔جس میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط،ندیم صدیقی اور بمبئی کے کافی اہل علم نے شرکت کی۔بمبئی سے دہلی واپسی پر ہندوستان کے معروف دانشور پروفیسر اختر الواسع[۸] بھی تمہارے اعزاز میں اردو اکیڈمی میں تمہارے اعزاز میں نشست چاہتے تھے،مگر وقت کم تھا،اس لیے یہ نشست نہیں ہو سکی۔

اسید میاں نے نہ جانے کتنی بار تمھیں اپنی خانقاہ کے سالانہ عرس قادری میں بھی بلانے کی کوشش کی،مگر ویزا کے دائمی مسائل حائل رہے۔

اسید میاں سے ہم دونوں کی رفاقت کا یہ سفر مختصر رہا،بلکہ ان کی زندگی ہی بہت مختصر رہی،مگر اس مدت میں انھوں نے،اپنے علم و فضل،تحریر و خطابت،عجز وانکساری اور اخلاص و محبّت کے جو نقوش چھوڑے ہیں،وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔

میرے لیے خاص طور پر دعا کرو کہ اللہ کریم مجھے صبر عطا کرے اور علمی،دینی اور تحقیقی ورک کرنے کی توفیقات۔احباب کو سلام پیش کریں۔

تمہارا

خوشتر نورانی

☆ خوشتر نورانی (پ: ۲۵ مئی ۱۹۷۵ء)،عالمِ دین،مصنّف،محقق،ادیب،ناظمِ تعلیمات: جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء (نئی دہلی)،ترجمان: آل انڈیا مدرسہ کوآرڈینیشن کمیٹی،مدیر: ماہنامہ ''جام نور'' دہلی،مدیر اعلیٰ: پندرہ روزہ ''New Age Vision''،کتب: ''قلم کی جسارت''،''دورِ جدید کے بعض مسائل: بازدید''،''تعقبات''،''فغانِ درویش''،''ارشد کی کہانی ارشد کی زبانی''،''مشارق الانوار'' (دو جلدیں)،''علامہ فضل حق خیر آبادی۔چند عنوانات''،''روبرو'' (انٹرویوز۔تین جلدیں)،''Islam, Jihad and Terrorism''،''تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ ایک تحقیقی مطالعہ'' وغیرہ۔

۱۔ علامہ شیخ اسید الحق قادری عثمانی بدایونی (۱۹۷۵ء۔۲۰۱۴ء) خانوادۂ عثمانیہ بدایوں کے چشم و چراغ، جامعۃ الازہر کے فارغ التحصیل، شیخ الحدیث (مدرسۂ قادریہ بدایوں) ۲۰ سے زائد علمی و تحقیقی مقالات اور ایک درجن سے زائد مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کے مصنّف و مؤلف، اردو و عربی زبان و ادب کے ماہر، نئی نسل کے نمائندہ عالم اور قلم کار تھے۔۴/مارچ ۲۰۱۴ء کو بغداد میں دہشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بنے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔

۲۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی (پ: ۱۹۵۳ء)، عالمِ دین، ادیب، محقق، کتب: ''المدیح النبوی''، ''دانش کی نظر میں''، ''گنبد خضراء''، ''امام احمد رضا کی فقہی بصیرت''، ''اصلاحِ فکر و عقائد''، ''جشن میلاد النبیﷺ''، ''موئے مبارک''، ''معارف کنزالایمان''، ''مسلم پرسنل لاء کا تحفّظ''، ''پیغامِ عمل''، ''ردِّ بدعت و منکرات''، ''سوادِ اعظم''، ''شرحِ بخاری''، ''تعارفِ اہلِ سنت'' و دیگر۔

۳۔ ڈاکٹر خواجہ اکرام (پ: ۱۹۶۴ء)، ایسوسی ایٹ پروفیسر: جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی۔

۴۔ مولانا عطیف قادری (پ: ۱۹۸۲ء)، برادرِ خورد علامہ اسید الحق قادری، عالمِ دین، خطیب۔

۵۔ ابرار کرت پوری (پ: ۱۹۳۹ء)، شاعر، ادیب، نعت نگار، کتب: ''ورفعنا لک ذکرک''، ''خوشبو خیال کی''، ''دلکش نظمیں''، ''مدحت''، ''خالقِ ذوالجلال''، ''غزوات''، ''بچپن''، ''حرف حرف ثنا''، ''قسامِ ازل''، ''شہرِ علم''، ''بعد از خدا''، ''حمد کہوں تو ہوا جیارا''، ''روشنی تخیّل کی''، ''عقیدت پارے'' و دیگر۔

۶۔ ذیشان احمد مصباحی (پ: ۱۹۸۴ء)، شریک مرتب: مجلّہ ''الاحسان'' (الٰہ آباد)، مدیر: سالانہ ''الاحسان'' (عربی)، سابق مدیر: ''جامِ نور'' (دہلی)۔

۷۔ ڈاکٹر نوشاد عالم چشتی (پ: ۱۹۶۵ء) ممبر: عام آدمی پارٹی، علی گڑھ۔

۸۔ ڈاکٹر اختر الواسع (پ: ۱۹۵۱ء)، پروفیسر: اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ (نئی دہلی)، وائس چیرمین: اردو اکیڈمی دہلی، ڈائرکٹر: ذاکر حسین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز (جامعہ ملیہ اسلامیہ)، مدیر: سہ ماہی ''اسلام اور عصرِ جدید''، ''Islam and the Modern Age''، ''اسلام اور ادھونک یوگ'' (ہندی)، ماہنامہ ''رسالہ جامعہ''، اعزاز: ''پدما شری ایوارڈ'' (انڈیا)۔

ذکیہ بلگرامی، ڈاکٹر (کراچی)

نعت رنگ کا ۲۸ واں شمارہ آیا تو حسب عادت سب سے پہلے اداریہ پڑھا۔ آپ کے لکھنے کا اپنا ایک منفرد انداز ہے جو پڑھنے والے کے دل میں خود ہی جگہ بنالیتا ہے۔ یہاں پر صرف چند جملے نقل کر رہی ہوں تفصیل میں نہیں جاؤں گی کیونکہ اس خط میں مجھے بہت کچھ لکھنا ہے۔

اختلافات کے سلسلہ میں آپ لکھتے ہیں کہ اختلاف کو ہمیشہ اپنے حدود کا خیال رکھنا چاہیے اگر ایسا نہ ہو تو پھر اختلاف، اختلاف نہیں رہتا بلکہ مخالفت بن جاتا ہے جو کہ ظاہر ہے مثبت نہیں منفی رویہ ہے......ادبی تنقید اور خصوصاً نقد نعت میں یہ بات لازماً یاد رکھنی چاہیے کہ یہ فکر و نظر کو روشن کرتی ہے اور ذہنوں کو کھولتی ہے اس لیے اس میں لہجے اور اندازِ بیان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ چونکہ فکر و فہم کے راستے وا کرتی ہے اس لیے ہمیشہ دلیل کے ساتھ آتی ہے۔ تنقید کو فتوے کا انداز ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ بھی جو کچھ آپ نے لکھا وہ سب جامع اور مکمّل ہے۔ آپ کی شخصیت میں ایک جاذبیت ہے جو تحریر میں بھی نمایاں نظر آتی ہے۔

اب بات کروں گی ڈاکٹر اشفاق انجم کے مضمون ''غلطی ہائے مضامین'' کی!!! یقین جانیں یہ مضمون پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا، کئی دن تک طبیعت خراب رہی جو یوں بھی خراب ہی رہتی ہے۔ مجھے اپنی علمی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہے اب جو بھی پڑھا ہے دل و دماغ اور روح ان باتوں کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اللہ اور رسول اللہﷺ کی اس قدر بے حرمتی (معاذ اللّٰہ)!!! یہ صرف جہالت ہے یا پھر ان لوگوں نے قرآن حکیم کھول کر کبھی پڑھا ہی نہیں، یہ نہیں جانتے کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب لغو اور کفر و شرک کی باتیں لکھنے والے بہت معتبر مانے جاتے ہیں ان کی لکھی ہوئی تحریریں ہر جگہ چھپتی ہیں اور واہ واہ بھی ہوتی ہے۔ مثلاً محسن کاکوروی کا شعر:

ذات احمد تھی یا خدا تھا سایہ کیا میم تک جدا تھا
اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے
بندے سے ہو ثنائے محمد مجال کیا ترسٹھ برس لباسِ بشر میں خدا رہا

مجھ سے کچھ لکھا نہیں جاتا میں کیا کروں؟ میرے دل میں اللہ، رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم کے سوا کچھ بھی نہیں، میں اس طرح کے اشعار اور خیالات پڑھوں تو دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جنت کی تحقیر کے بارے میں جو کچھ پڑھا وہ میرے لیے نیا نہیں میں اس طرح کی باتیں پہلے بھی پڑھ اور سن چکی ہوں۔ ایک نعت جو QTV پر روز پڑھی جاتی ہے وہ یوں ہے:

جنت کی طلب چیز ہے کیا اور بھی کچھ مانگ
ہے آج وہ مائل بہ کرم اور بھی کچھ مانگ

اُردو زبان میں ''چیز'' کا لفظ تحقیر کے مضمون میں استعمال ہوتا ہے۔ 'تم ہو کیا چیز؟'' وہ ہے کیا چیز'۔ مجھے نہیں معلوم اس شعر کا شاعر کون ہے مگر جنت کی طلب کو حقارت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اللہ صرف اس دن مائل بہ کرم تھا جب نعت لکھی جا رہی تھی ورنہ تو نعوذ باللہ اللہ عام طور پر مائل بہ کرم نہیں ہوتا۔ شاعر نے جنت اور اللہ تعالیٰ کو ایک ہی شعر میں Degrade کر کے معاملہ نمٹا دیا۔

قرآن کی بے حرمتی کے بارے میں صابر سنبھلی کا شعر بھی اپنی مثال آپ ہے۔

کیا مجھ کو ضرورت ہے کہ قرآن پڑھوں میں
ہے یاد مجھے مصحف رخسارِ محمد

انبیاء و ملائیکہ کی تذلیل کے بارے میں جو اشعار لکھے گئے ہیں حیرت ہوتی ہے پڑھ کر۔

اُصول نعت گوئی (حلیم حاذق) کی کتاب میں ایک باب نبی رحمت ﷺ اور انبیاء سابقین کا تقابل میں پڑھا۔ آپ لکھتے ہیں کہ رسولوں میں فرق کرنا جائز نہیں، ان کے درجات اور فضائل کو اس طرح بیان کرنا کہ تنقیص و توہین کا کوئی گوشہ نکل پڑے یہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک کفر ہے۔ ایک حدیث شریف میں رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''مجھے یونس علیہ السّلام پر بھی بزرگی نہ دو۔''

جہاں تک رسول پاک ﷺ کی عظمت و بزرگی کا سوال ہے تو اس کے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہیں اور قرآن پاک میں بھی ارشاد ہے (ترجمہ) یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر بزرگی دی ہے ان میں سے وہی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض وہ ہیں جنھوں کا درجہ بلند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کلام کیا تھا اس لیے کلیم اللہ کا خطاب ملا۔ یہاں پر میں ایک نعت کا تذکرہ کرنا ضروری خیال کر رہی ہوں جو اکثر ٹی وی پر پڑھی جا رہی ہوتی ہے۔

گئے طور پر جو موسیٰ اسے آپ کیا کہیں گے
جسے خود خدا بلائے اسے آپ کیا کہیں گے

بے شک حضور ﷺ کا بلایا جانا (معراج شریف) بڑا واقعہ ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السّلام طور پر خود سے نہیں گئے تھے انھیں اللہ تعالیٰ ہی نے بھیجا تھا۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۱۴۲ میں مذکور ہے: ''اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس راتیں اور ملا کر اسے پورا (چلّہ) کر دیا تو چالیس رات کی مدت پوری ہو گئی۔''

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اللہ کے حکم کے مطابق کوہِ طور پر گئے اور پھر اللہ تعالیٰ سے کلام بھی ہوا جس کی تفصیل قرآنِ پاک میں موجود ہے۔اس واقعہ میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قدر و قیمت میں کمی کیوں کر واقع ہو رہی ہے۔اسی طرح کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السّلام کا بھی ہے شعر ملاحظہ ہو:

اس شہر میں بک جاتے ہیں خود آ کر خریدار
یہ مصر کا بازار نہیں شہر نبی ہے

اس شعر کے معنی مطالب پر غور کریں حضرت یوسف علیہ السّلام کی تضحیک کا پہلو نکلتا ہے۔

محسن کاکوروی کا شعر (اصول نعت گوئی ص ۹۷):

مفت حاصل ہے مگر اس کی یہ تقدیر نہیں
کھوٹے داموں بکے یوسف کی تصویر نہیں

ایک صاحب نے فاضل بریلوی کو شعر سنایا: 'شانِ یوسف جو گھٹی تو اسی در سے گھٹی' آپ نے شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا حضور کسی نبی کی شان گھٹانے کے لیے تشریف نہیں لائے بلکہ انبیاء و مرسلین کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگانے کے لیے تشریف لائے اور مصرعہ یوں بدل دیا:

شانِ یوسف جو بڑھی تو اسی در سے بڑھی (ص ۹۷)

عرصے سے میرے ذہن میں ایک بات تھی کہ حضور ﷺ کے لیے نعت میں تو، تم، تیرے، کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے جو مجھے بُرا لگتا تھا سوچتی تھی کہ کوئی کچھ کہتا کیوں نہیں، مگر نعت رنگ شمارہ ۲۷ پر پروفیسر سحر انصاری کے انٹرویو میں یہ بات بھی پڑھنے کو مل گئی۔انھوں نے آخری بات جو کہی وہ یہ کہ بھئی جس کا جی چاہتا ہے لکھے مگر ہم نہیں سمجھتے کہ آپ کے علاوہ بھی کوئی صیغہ حضور اکرم ﷺ کے لیے استعمال ہونا چاہیے اب جو نہیں سمجھتے یہ ان کی صوابدید پر ہے وہ لکھیں۔

جی ہاں میں بھی پروفیسر صاحب کی ہم خیال ہوں۔میں اچھا نہیں سمجھتی جو اچھا سمجھتا ہے وہ لکھے اور لکھ بھی رہا ہے۔شاعری کی صلاحیت قدرت کی طرف سے ہوتی ہے، شاعر کے لیے کیا مشکل ہے کہ وہ شعر کو کسی دوسرے انداز میں پیش کرے۔میں یہاں کچھ مثالیں دے رہی ہیں۔

ا۔معروف قوالی ''بھر دے جھولی مری یا محمد میں نہ جاؤں گا اب ہاتھ خالی'' ذرا سوچیے کوئی عام انسان یا ملازم سے بھی اس طرح نہیں کہے گا کہ بھر دے، یہ کام کر دے وغیرہ۔اگر اس مصرعے کو یوں لکھا جاتا:

جھولی بھر دیجیے یا محمد میں نہ جاؤں گا اب ہاتھ خالی

پہلے مصرعے میں بدتمیزی اور حکم دینے کا عنصر نمایاں ہے۔دوسرا مصرعہ جو میں نے تجویز کیا اس میں تمیز و تہذیب کے ساتھ انکساری اور التجا غالب ہے۔

۲۔دوسری مثال لیجیے: ''یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے''۔اس شعر کو اگر یوں لکھا جائے: یہ آپ ﷺ ہی کا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے۔

۳۔ایک مثال اور دے رہی ہوں: ''لو مدینے کی تجلّی سے لگائے ہوئے ہیں''۔اسی نعت کا ایک شعر کچھ یوں ہے:

شرمِ عصیاں سے نہیں سامنے جایا جاتا
یہ بھی کیا کم ہے ترے شہر میں آئے ہوئے ہیں

یہاں پر 'ترے' کا استعمال انتہائی غیر مناسب ہے اور بلا وجہ بھی۔ اس کو اس طرح کہا جا سکتا ہے:

یہ بھی کیا کم ہے کہ اس شہر میں آئے ہوئے ہیں

ضروری نہیں کہ تیرے، تم کو آپ سے تبدیل کیا جائے۔ بات کو دوسرے انداز میں بھی کہی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اوپر کے مصرعے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اوپر دی گئی مثالوں میں نہ عزت نظر آ رہی ہے نہ احترام۔ مثالیں بہت ہیں مگر میرے اندر ہمت نہیں ہے۔

سب سے آخر میں، میں پروفیسر سحر انصاری کی بات ایک بار پھر دہراؤں گی کہ جس کا دل چاہتا ہے وہ لکھے۔ میں بھی یہی کہتی ہوں کہ جو ایسا لکھتے ہیں ان کا دل و دماغ اور روح سب مطمئن ہوں گے اور وہ اپنے کلام سے خوش بھی ہوں گے مگر میں اس دل کا کیا کروں جو نہ راضی ہوتا ہے اور نہ خوش!!!

ذکیہ بلگرامی

☆ ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی: شاعر، ادیب، ناول نگار، کاتب قرآن، ۷ اقرآن کریم اپنے ہاتھ سے لکھنے کا شرف حاصل کرنے والی خوش نصیب خاتون، کتب: ''میرا خدا عزوجل'' (حمدیہ کلام)، ''یادوں کی مالا'' (آپ بیتی)، ''اگر ملنا نہیں ہمدم''، ''سرابِ زندگی''، ''تلاش'' و دیگر۔

دوست محمد خان، ڈاکٹر (پشاور)

08-04-2002

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

''نعت رنگ'' کا بارہواں شمارہ نظر سے گزرا۔ پسند آیا۔ نعت کے ساتھ اسلامی تعلّق کے علاوہ طالب علمانہ تعلّق بھی ہے۔ ''پشتو نعت عقیدۂ توحید کی روشنی میں'' میرا ایم فل کے لیے موضوع تھا۔

''السراج'' سالانہ کی ادارت کی ذمہ داریاں بھی سرانجام دے رہا ہوں۔ اسلامک سینٹر میں اسلامیات پڑھاتا ہوں۔ استشراق پر پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری لی ہے۔ براہِ کرم ''نعت رنگ'' کے گزشتہ رسائل سے مستفید ہونے کی راہ نکالیے گا۔ ''نعت رنگ'' کو اسلامک سینٹر کے لیے مستقل طور پر لگانے کے لیے ڈائریکٹر سے منظوری کے لیے کوشش کروں گا۔

والسّلام۔ خیر اندیش

دوست محمد خان

☆ دوست محمد خان، ریسرچ اسکالر، اسلامک سینٹر، پشاور یونیورسٹی، پشاور

راجا رشید محمود (لاہور)

۲۰۰۱/۷/۳

محترم المقام صبیح رحمانی وملیح زید مجدکم۔ سلام و رحمت

کچھ وقت اُس کام پر بھی لگا رہا ہوں۔

آپ کی بہن شہناز کوثر [۱] بھی اپنے بھائی کے جریدے کے لیے کچھ لکھنے کا داعیہ رکھتی ہے لیکن وہ میری طرح ''راجا رشید محمود لاہور'' کے بجائے ''شہناز کوثر، ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ 'نعت' لاہور'' کے طور پر آپ کے پرچے میں آنا چاہتی ہے۔ پتا نہیں، یہ ممکن ہے یا نہیں؟

کل مدیر ''الکوثر'' کا مکتوبِ گرامی مل گیا ہے، اس میں آپ کے لیے ایک خط تھا جس کی برکت سے مجھے بھی عریضہ لکھنے کی سعادت مل رہی ہے۔

فضلی سنز کو ماہنامہ ''نعت''، رجسٹرڈ ڈاک سے بھیجا جاتا رہے گا۔حساب کتاب آپ جانیں یا روزِ حساب۔

اگر آپ راغب مراد آبادی ہوتے تو خود بھی پنجابی میں شاعری کر سکتے اور میری پنجابی شاعری بھی پڑھ لیتے۔لیکن میں کیا اور میری شاعری کیا۔آپ پڑھ بھی لیتے تو کیا تھا۔

اگر آپ نے مجھے دعاؤں میں یاد نہ رکھا تو میں مارا جاؤں گا۔

پسِ نوشت: ابھی چند دن پہلے میں نے الکوثر والا مضمون ''اولیاتِ نعت'' دیکھا تو معلوم ہوا کہ مضمون لکھ کر دوبارہ نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے بعض جگہوں پر غلطیاں رہ گئی ہیں۔کہیں واحد جمع کی' کہیں کسی اور قسم کی۔اگر اسے چھاپنا ہو تو احتیاط سے پڑھ لیجئے گا۔

راجا رشید محمود

☆ راجا رشید محمود(۲۳ اگست ۱۹۳۹ء-۱۲ اپریل ۲۰۲۱ء)، ماہرِ تعلیم، حمد و نعت گو شاعر، مدیر: ماہنامہ ''نعت'' (لاہور)، ۳۷ مجموعہ ہائے نعت کے خالق، کتب: ''نعت کائنات''، ''ورفعنا لک ذکرک''، ''حدیثِ شوق''، ''مدحِ رسول''، ''سیرت منظوم''، ''قطعات نعت''، ''حی علی الصّلوٰۃ''، ''تضامین نعت''، ''حمد میں نعت''، '' آثارِ مدینہ'' ودیگر، اعزازات: قومی صدارتی سیرت ایوارڈ (۱۹۸۸ء، ۱۹۹۷ء)، صوبائی سیرت ایوارڈ (۱۹۹۹ء)، صوبائی نعت ایوارڈ (۲۰۰۳ء) ودیگر۔

ا۔ شہناز کوثر (پ: ۱۹۵۵ء)، صاحبزادی راجا رشید محمود، ادیبہ، محققہ، طبیبہ، ڈپٹی ایڈیٹر: ماہنامہ ''نعت''، لاہور، کتب: ''قوسِ قزح''، ''حالاتِ طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت''، ''حضور ﷺ کا بچپن''، ''حضور ﷺ کی معاشی زندگی''، ''سیرت مصطفیٰ ﷺ''، ''حضور ﷺ کی مکی زندگی اور مسلمان''، ''حضور ﷺ اور مکہ مکرمہ''، ''ہجرتِ حبشہ''، ''حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین''، ''دربارِ رسول ﷺ کے اعزاز یافتہ صحابہؓ''، ''دربارِ رسول ﷺ کی اعزاز یافتہ صحابیات''، ''بیعت عقبہ''، ''محاوراتِ نعت'' ودیگر۔

~~~~~~

۷-۵-۲۰۰۱ء

برادرِ عزیز و مکرم صبیح رحمانی صاحب۔ سلام و رحمت

آپ کے کئی گرامی نامے، کئی فون اور کئی روحانی رابطے میرے سامنے ہیں، لیکن میری ناکردہ کاریاں بھی تو آپ سے پوشیدہ نہیں۔اس لئے:

(۱) مجھے معاف کر دیا کریں۔

(۲) دعاؤں میں یاد رکھنا نہ بھولیں۔

اللہ کریم آپ کو خوش رکھے۔آپ کے بار بار تقاضے اور مدیر ''الکوثر'' کے مکتوب اور اپنی شدید خواہش کے باوجود میں اُن کے لئے کچھ نہیں لکھ سکا... اور اب تو وقت بھی گزر گیا ہوگا۔

فضلی سنز سے تین کتابیں مل گئی ہیں۔آپ کے اشارے پر اس بار رسالہ براہِ راست انھی کو بھیج دیا گیا۔لیکن ذمہ دار بہرحال آپ ہی ہیں۔ اللہ آپ کو مزید عملی خدمت کی توفیق دے۔

راجا رشید محمود

~~~~~~

۲۸-۵-۲۰۰۱ء

برادرِ عزیز و مکرم صبیح رحمانی! سلام و رحمت۔

آپ کی مسلسل مار دھاڑ سے بالآخر گھبرا گیا ہوں اور ایک مضمونچہ ''الکوثر'' کو بھیج رہا ہوں۔اس کی نقل اس خیال سے آپ کو بھیج رہا ہوں کہ اگر میرا بھیجا ہوا نہ ملے تو آپ بھجوا سکیں۔

''نعت رنگ'' کا تازہ پرچہ مل گیا ہے۔اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔آپ میری ''غیر مرتبیت'' پر پریشان ہوتے رہیں۔میں نہ شاعر نہ نثر نگار۔میری تو ایک ہی تمنا ہے کہ زندگی کے آخری ایام میں، اپنے آقا حضور ﷺ کی ثنا میں ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھتا چلا جاؤں۔کبھی کوئی بات پسند

خاطر سرکار ﷺ ہوگئی تو بات بن جائے گی۔

''نزول''[۱] آپ کی طرف سے نزولِ اجلال فرما چکی ہے۔شکریہ! آفتاب کریمی کی انگریزی نعتیں کہاں ہیں۔
مئی کا شمارہ فضلی سنز کو رجسٹرڈ ڈاک سے گیا تھا، جون کا بھی اسی طرح بھیج دوں گا۔بعد میں آپ کی رہنمائی کے لیے نگراں ہوں۔

دعاؤں کا طالب

راجا رشید محمود

۱۔شفیق الدین شارق،۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت،۱۴۴ص

~~~~~~

۲۰۰۲/۴/۱۰

برادرِ مکرم صبیح رحمانی صاحب۔سلام ورحمت

آپ کے کہنے پر ایک مضمونچہ[۱] محسن کا کوروی مرحوم پر لکھ دیا ہے۔اگر ''سفیرِ نعت'' مکمّل نہ ہو گیا ہو تو شامل کرلیں۔دوسری صورت میں ''کوئی بات نہیں''۔درّد کا کوروی کا ایک مضمونچہ ملا ہے' وہ بھی بھیج رہا ہوں۔اگر پہلے سے سامنے نہ ہو تو شاید کام آجائے۔
شہناز کوثر کی اسناد کی عکسی نقل حاضر ہے۔اس نے ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔اردو کیا۔بعد میں ڈویژن ''امپروو'' کی۔سنا ہے کہ ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔کرنے والوں کے لیے ''ایم فل'' کی گھاٹی عبور کرنا ضروری نہیں۔اگر ایسا ہے تو اسے پی ایچ۔ڈی کا کوئی موضوع دلوادیں۔

اِن شاءاللہ حسبِ وعدہ اپریل کے اواخر تک ''نعت رنگ'' میں حاضری کی سعادت مل جائے گی۔شہناز کو بھی اور شاید مجھے بھی۔
جن احباب نے فون پر خط کے ذریعے یا کسی دوست کی وساطت سے تعزیت کی ہے یا دل میں (بغیر مجھے یا کسی اور کو بتائے) مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی ہے، ان سب کا شکر گزار ہوں۔اللہ تعالیٰ سب دوستوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے نوازے۔
پسِ نوشت: اگر آپ نے یا کسی اور دوست نے سید ہجویر داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی منقبت کہی ہو تو اس کی نقل بھجوادیں۔شاید اوقاف والے مناقب کا ایک کتابچہ چھاپنے اور مفت تقسیم کرنے پر رضامند ہو ہی جائیں یکم مئی کو ایک مشاعرۂ نعت ومنقبت بھی ہوگا۔ان شاءاللہ۔

دعا گو دعا جو

راجا رشید محمود

۱۔''محسن کا کوروی کی نظم دل افروز''، مشمولہ: کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' (محسن کا کوروی نمبر)، مرتب: آفتاب کریمی، ستمبر ۲۰۰۳ء، ص ۱۹۴۔۲۰۵

~~~~~~

۱۲۔۴۔۲۰۰۲ء

برادرِ مکرم صبیح رحمانی صاحب۔سلام ورحمت

ایک مضمونچہ ''محسن کا کوروی کی نظم دل افروز'' بھیج چکا ہوں۔امید ہے مل گیا ہوگا۔

خالد بزمی مرحوم کا ایک مضمون ''محسن کا کوروی۔نعتیہ شاعری میں ایک معتبر نام'' حمایت اسلام لاہور (مارچ ۹۲ء) میں چھپا تھا۔ایک چھوٹا سا مضمون عمر علوی شاہین کا ''محسن کا کوروی۔شخصیت اور شاعری'' ماہنامہ سیارہ لاہور (اکتوبر ۶۲ء) میں شائع ہوا تھا۔اور ایک چھوٹا مضمون ''مولانا محسن کا کوروی کی نعتیہ شاعری'' ضیائے حرم فروری ۱۹۷۳ء میں تھا جس کے ساتھ مضمون نگار کا نام نہیں ہے۔اگر ان میں سے کسی چیز کی ضرورت ہو اور گنجائش بھی تو فوٹو سٹیٹ بھجوا سکتا ہوں۔

دعاؤں کی درخواست ہے۔''نعت رنگ'' کے لئے آپ کے کہنے پر اپنے ایک مضمون ''نعت میں ذکر میلادِ سرکار (ﷺ)[۱] میں اضافے کر رہا ہوں۔ اس خیال سے کہ شاید زیرِ تدوین شمارہ میلاد شریف پر لایا جا رہا ہے۔

راجا رشید محمود

۱۔مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش۱۳، ص۵۹۔۱۶۱

~~~

۲۰۰۲/۴/۲۱

محترم صبیح رحمانی صاحب۔سلام و رحمت

عجیب بات ہے کہ محسنؒ والے مضمون کی فوٹوسٹیٹ میں نے کروائی تھی، وہ اب حاضر ہے۔ ڈاکخانے والوں سے ڈر کر TCS کی وساطت پسند کی ہے۔ خدا کرے خوش گمانی درست ہو۔''نعت میں ذکر میلادِ سرکار ﷺ کی ۱۳۷ سلپس [slips] حاضر ہیں۔ میں نے محنت کر لی ہے، نقل میرے پاس نہیں ہے۔ اس لیے خدارا اسے ضائع نہ ہونے دیجے۔ کسی وجہ سے ''نعت رنگ'' میں نہ بھی چھاپنا ہو تو احتیاط سے مجھے واپس کر دیجئے کہ ''نعت'' میں چھاپ لوں۔

محسن کاکورویؒ پر تین مضامین کی فوٹوسٹیٹ بھی حاضر ہے۔

شہناز کوثر کی اسناد کی فوٹوسٹیٹ بھی دوبارہ بھیج رہا ہوں۔ بنیادی طور پر شہناز نے ۱۹۹۳ء میں ایم۔اے۔ کیا تھا بعد میں ڈویژن امپروو کی تھی۔ اور شاید ۱۹۹۳ء والوں کے لئے ایم۔فل۔ ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو مہربانی سے اسے پی ایچ۔ڈی۔ کے لیے ٹاپک ڈلوا دیجئے۔ وہ مضمون لکھ رہی ہے، چند دنوں میں بھیج دیا جائے گا۔

آپ کو محسن والے مضمون کی رجسٹری ۲۰۰۲/۴/۱۱ کو ڈاکخانہ قرشی دواخانہ لاہور سے کروائی تھی۔ رسید نمبر ۱۱۴۹ ہے۔ ڈاکخانے والوں کا کہنا ہے کہ آپ (صبیح) اپنے کراچی کے ڈاکخانے والوں سے پوچھیں کہ اس نمبر اور اس تاریخ والی رجسٹری انھیں وصول ہوئی ہے یا نہیں۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ احباء و اعزّہ کو سلام مسنون

والسّلام

راجا رشید محمود

پسِ نوشت: اگر یہ پیکٹ مل ہی جائے تو از راہِ کرم اطلاع دے دیں۔

~~~

۲۰۰۳/۱۲/۱۶

محترم المقام صبیح رحمانی صاحب۔سلام و رحمت

۶ جنوری ۲۰۰۳ (پیر) کو صبح دس بجے سیمینار ہال، مرکزِ معارفِ اولیاء داتا دربار کمپلیکس میں ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی کی کتاب (پی ایچ۔ڈی کے مقالے)''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعت''[۱] کی تقریب رونمائی ہوگی اور ۲ بجے وہیں نعتیہ مشاعرہ (ماہانہ) ہوگا۔

اگر آپ ان دونوں تقریبات میں شرکت فرمائیں۔ کتاب پر اپنے خیالات کا اظہار کریں اور مشاعرے میں بھی نعت سنائیں تو بہت اچھا ہو۔ کتاب چھپتے ہی آپ کو بھیج دی جائے گی۔ مصرع طرح میں ابھی بتائے دیتا ہوں:

ہیں تا ابد حضور ﷺ کی فرماں روائیاں (حافظ محمد افضل فقیر۔ وفات: ۸ جنوری ۱۹۹۴ء)

آپ کو ایک طرحی اور ایک سے زیادہ غیر طرحی نعتیں سنانی ہوں گی۔ کتاب پر بھی کچھ پڑھنا ہوگا۔ محکمۂ اوقاف پنجاب آپ کی خدمت میں

ہوائی جہاز کا کرایہ پیش کرے گا۔ از راہِ کرم یہ عریضہ ملتے ہی اطلاع دیں کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔ تا کہ دعوت نامے کی دیدہ زیبی میں اضافہ ہو۔

والسّلام مع الاکرام

راجا رشید محمود

ا۔ ''برصغیر پاک و ہند میں عربی نعتیہ شاعری''، ۲۰۰۲ء، لاہور: مرکز معارف اولیاء، محکمہ اوقاف حکومت پنجاب، ۱۰۰۰ص

~~~~~~

۲۰۱۳/۱۱/۶

محترم صبیح رحمانی صاحب۔ سلام ورحمت

آپ کا رجسٹرڈ والا نامہ اس وقت آیا جب میں اسلام آباد میں تھا۔ واپسی پر دیکھا۔ آپ کے حکم کے مطابق پورا مضمون اپنے ''سوادِ قلم'' میں لکھنا تو ممکن نہیں لیکن یہ یقین دلانے کے لیے کہ مضمون میرا ہی لکھا ہُوا ہے میں نے ہر صفحے کے اختتام پر دستخط کر دیے ہیں۔

میں تو مدینہ طیبہ میں ہر ملنے والے سے یہ پوچھتا رہا کہ صبیح رحمانی صاحب کہاں ہیں لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ میں ۱۶/ ستمبر سے ۱/۶ اکتوبر تک شہرِ سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رہا۔ امید ہے کہ آپ مع الخیریت ہوں گے۔

''مناقب خواجہ غریب نوازؒ'' چھپ گئی ہے، الگ ڈاک سے بھجواؤں گا۔

راجا رشید محمود

~~~~~~

راغبؔ مراد آبادی (کراچی)

07-10-1995

عزیزم صبیح رحمانی! سلام ورحمت۔

''نعت رنگ'' کی اشاعت پر دلی مبارک باد قبول فرمایئے نعتوں پر قرآن وسنت اور زبان و بیان کی اساس پر دیانت دارانہ تنقید سے نعت گو حضرات کو فائدہ پہنچے گا۔ میں شکر گزار ہوں گا اگر مجھ ہیچ مدان کے نعتیہ مجموعے بھی پیشِ نظر رہیں۔ اکابر شعرا کے کلام میں بھی بے احتیاطیاں نظر آتی ہیں۔ یہ کارِ خیر ہے اور اس کی جزا اللہ جل شانہ دیں گے۔ لوگ کیا کہتے ہیں اس کی پروا نہ کریں۔

جب خود اللہ بھی لوگوں کی زباں سے نہ بچا — ہم ہیں پھر کون کہ ہم پر کوئی الزام نہ ہو

''نعت رنگ''

اِک آئینہ ہے صبغۃ اللہ کا — بلا شک، بہت خوب ہے نعت رنگ
بہ سعیٔ صبیح، فدائے رسول — مسلماں کو محبوب ہے نعت رنگ
مرتب ہیں اس کے سزاوارِ قدر — بہت ہی خوش اسلوب ہے نعت رنگ
بخوبی ہیں اس سے بھی واقف صبیح — کہ راغبؔ کو مرغوب ہے نعت رنگ

طالبِ دُعا

راغبؔ مراد آبادی

☆ راغب مراد آبادی (۲۷ مارچ ۱۹۱۸۔ ۱۸ جنوری ۲۰۱۱ء)، اصل نام: سید اصغر حسین، معروف شاعر، تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ کتب: ''بدرالدجیٰ'' (نعتیں)، ''نذرِ شہدائے کربلا''، ''مدحِ رسول (غیر نعتیہ کلام)، ''ساغر صد رنگ''، ''عزم وایثار''، ''ضیائے سخن''، ''رگِ گفتار''، ''مدحتِ خیر البشر''، ''مکالماتِ جوش و راغب''، ''ہمارا کشمیر''، ''محنت کی ریت''، ''بحضور خاتم الانبیاء'' (رباعیات)، ''تاریاں دی لو'' (پنجابی کلام) ودیگر۔

رزاق افسر (میسور، انڈیا)

17-07-2003

محترم المقام جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب! سلام مسنون وخلوص بیکراں۔

بحمداللہ! بندہ بخیر اُمید کہ آپ اور جمیع اراکین ادارہ بعافیت ہوں گے۔عرض یہ ہے کہ سہ ماہی ''اسباق'' پونہ تازہ شمارہ بابت جولائی تا دسمبر ۲۰۰۲ء میں صفحہ نمبر ۲۹ میں نعت ریسرچ سینٹر (رجسٹرڈ) کراچی کے قیام کی خبر پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی کہ ایک مدت کے بعد دین کے دو اہم موضوعات یعنی حمد و نعت کی تحقیق اور اس سلسلے کے دوسرے اہم امور انجام دینے کے لیے ایک باقاعدہ ادارے کا قیام عمل میں آیا ہے اور کئی ایک منصوبوں پر کام شروع ہو چکا ہے اس احسن پیش رفت پر دلی مبارک باد عرض ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ ادارے کو مزید استحکام اور ٹھوس ترقی عطا کرے اور جس مشن پر کام شروع ہوا ہے۔جلد سے جلد تکمیل کو پہنچے آمین۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں بھی اردو شعر وادب سے وابستہ ہوں اور اپنے شہر میں اردو ادب کے فروغ کے لیے مقدور بھر ممکنہ خدمات تقریباً پینتیس سالوں سے کرتا آیا ہوں اسی ناتے اربابِ ادب سے رابطے بھی بحال ہوئے۔ پچھلے سترہ سالوں سے بینائی کی غیر معمولی خرابی میں مبتلا ہوں۔طویل علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا لیکن بفضل تعالیٰ فکر وقلم دونوں رواں دواں ہیں۔تخلیقی عمل جاری ہے ملک اور بیرونِ ملک سے شائع ہونے والے چھیالیس ادبی رسائل اور ۴۲/اخبارات میں اشاعت کے سلسلے بحال ہیں۔ رسائل واخبارات میں تقریباً ۱۶۰۰ تخلیقات شائع ہو چکے ہیں تین شعری مجموعے (۱) ''آبشار'' فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی اشتراک سے ۱۹۸۱ء۔(۲) حمد و نعت اور مناقب پر مشتمل دوسرا شعری مجموعہ ''اعتراف'' سال ۱۹۹۰ء اور تیسرا (۳) غزلوں پر مشتمل ''شب چراغ'' دونوں کرناٹک اردو اکیڈمی کے مالی اشتراک سے شائع ہوئے، ابھی آٹھ مسودے اشاعت کے منتظر میز پر دھرے ہوئے ہیں۔اس خط کے ساتھ چند غیر مطبوعہ حمد و نعت کی نقول اور دوسرا شعری مجموعہ ''اعتراف'' دونوں آپ کے نام میرے ایک عزیز کی معرفت جو دبئی میں مقیم ہیں آپ کے نام بھیج رہا ہوں۔اُمید ہے کہ ڈاک ملتے ہی جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔

حمد، نعت، مناقب، غزل، پابند نظم، آزاد نظم، مختصر نظمیں، مکالماتی نظمیں، قطعات، ثلاثی، ماہیے، مرحومین کے نام نوحے (جس میں تاریخ گوئی بھی شامل ہے) پر طبع آزمائی کا سلسلہ بحال ہے۔ ماہ نامہ ''نقوش'' لاہور کے خصوصی مرحوم محمد طفیل نمبر کی دوسری جلد میں موصوف مرحوم کی رحلت پر لکھی ہوئی نظم آپ دیکھ سکتے ہیں۔حضرت ٹیپو سلطان شہیدؒ کے ہر سالہ عرس میں دو تین منظوماتِ عقیدت لکھتا رہا ہوں اور یہ سلسلہ تقریباً ۲۸ سال سے جاری ہے۔موصوف شہیدؒ کے نام لاہور اور کراچی سے شائع ہونے والی کتابوں میں تین چار نظمیں شامل ہیں۔ادارہ بزمِ اردو میسور کا بانی رکن اور ۳۳ سالوں سے اس ادارے کا مستقل سیکریٹری ہوں۔اُمید ہے کہ فوری جواب سے شاد کام فرمائیں گے۔ آپ کے ادارے کے کاموں میں ممکنہ تعاون مجھ سے ہمیشہ ملے گا۔ان شاءاللہ اس سلسلے میں چند ضروری باتیں درج ذیل ہیں:

1- حضرت امیر مینائیؒ اور علامہ منور بدایونی اور مولانا ضیاء القادری، احمد رضا خان بریلویؒ اور احسن مارہروی کے نعتیہ دیوان ضرور حاصل کریں اور آزادی سے بہت پہلے نعت کے دو انتخاب شائع ہوئے تھے جن کا نام مدحیہ کلام حصہ اوّل اور حصہ دوم جن میں کئی نعت گو شعرا اکٹھے ملیں گے۔

2- مرحوم امجد حیدر آبادی کی رُباعیات کا دیوان۔

3- شہر بنگلور کرناٹک کے متوطن مرحوم علامہ عبدالحئی احقر کا نعتیہ دیوان اور سیرت پر لکھی ہوئی ضخیم کتاب جنان السیر جو ۳۲۰۰۰ شعروں پر مشتمل ہے اور پچھلی ایک صدی سے اس کے ایڈیشن ہر تین چار سال میں ایک شائع ہوتا رہتا ہے، موصوف مرحوم کی ڈیڑھ سو کتابیں شائع ہوئیں جن کا تعلق دین سے ہے۔

4- عربی قصیدہ بردہ شریف مصنّفہ حضرت سیّدنا شرف الدین امام بوصیری متوطن مصر کا اردو مقفع ترجمہ مرحوم محمد حسین عارف جو کشمیر ہائی کورٹ کے جج

نے بہت اچھا کیا ہے جو ۱۹۸۶ء میں لاہور سے شائع ہوا تھا۔ ضرور حاصل کریں۔
جمیع اراکین ادارہ کو سلام و نیاز۔ دعاؤں میں یاد رکھیں جواب سے شاد کام فرمائیں۔

طالب دُعا
رزاق افسر

☆ رزاق افسر، بانی ممبر و سیکریٹری بزمِ اردو میسور

رشاد عثمانی، شاہ (کرناٹک، انڈیا)

11-12-1996

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔
اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

گرامی نامہ مورخہ 15 نومبر 96ء ''نعت رنگ'' کے شماروں اور نعتیہ مجموعوں کے ساتھ براہِ وطن (گیا، بہار) کل یہاں موصول ہوا۔ اس کرم فرمائی کے لیے سراپا سپاس ہوں۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر 3 ابھی وطن میں احباب کے درمیان گردش کر رہا ہے۔ پہلے دونوں شمارے جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے کتب خانہ میں بھی دیکھنے کو ملے تھے۔ کراچی و لاہور کی اکثر مطبوعات برادرم عبدالمتین منیری بھٹکلی (حال مقام دبئی) کے توسط سے یہاں آجاتی ہیں، جس سے استفادے کا موقع مجھے بھی مل جاتا ہے۔

''نعت رنگ'' کا پہلا ہی شمارہ دیکھ کر طبیعت پھڑک اُٹھی تھی اور آپ حضرات کے لیے بے اختیار دعائیں نکلی تھیں۔ بلاشبہ ظاہری و باطنی حسن سے آراستہ دستاویزی رسالہ آپ نکال رہے ہیں۔ اس شمارے کا تینوں حصے تحقیق نعت، تنقید نعت اور نعتیہ مجموعوں پر تبصرہ، وقیع و رفیع ہے اور وسیع مسائل و مباحث پر محیط ہے۔ اردو نعت کی باضابطہ تحقیق و تدوین کا کام تو گزشتہ دو تین دہائیوں سے جاری ہے اور اس موضوع پر بعض معرکہ کی چیزیں سامنے آ گئی ہیں، مگر تنقید نعت کا کوئی کام ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا، گویا آپ نے مطالعۂ نعت کی ایک نئی طرح ڈالی ہے جو بے حد مفید و مستحسن ہے مگر اسے تنقید نعت کے بجائے نعت کا شرعی محاسبہ کہا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ آج اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ اردو نعت کا مطالعہ اسلامی فکر اور شریعت محمدیﷺ کی روشنی میں کیا جائے اس لیے کہ نعت گوئی ایک مشکل اور نازک فن ہے، ذرا سی لغزش شاعر کو کہاں سے کہاں پہنچا سکتی ہے، عقیدہ و ایمان اور عشق و محبّت کی ہم آہنگی اور خلوص و وابستگی کے بغیر کوئی شاعر نعت کا ایک شعر نہیں کہہ سکتا اور نہ اس کے کلام میں تاثیر ہی پیدا ہوسکتی ہے۔ عرفی جیسا خود پسند اور متکبّر شاعر بھی جب اس میدان میں آتا ہے تو کانپ اُٹھتا ہے، اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا است
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را

جدید ادب کی فکری بے راہ روی اور فنی بے اعتدالیوں کے درمیان نعت کی مقبولیت اور اس کی بے پناہ وسعت نہایت خوش کن جزیرہ ہے اور یہ عصری ادب کا ایک خوش آئند اور مستحسن پہلو ہے جو ادب و زندگی دونوں کی خیر و فلاح کا ضامن ہے۔ ارض پاک میں تو اب یہ ادبی رجحان ایک عوامی تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ ان حالات میں محتاط رویہ کی اب اور زیادہ ضرورت ہے۔ آپ قابل مبارک باد ہیں کہ دنیائے نعت میں اس جہت سے آپ نے پہلی آواز اُٹھائی اور نعت میں احتیاط کے تقاضوں کو سامنے لایا۔ عاصی کرنالی، رشید وارثی، اور عزیز احسن کے مقالات، ممنوعاتِ نعت، نعت نگاری میں ذم کے پہلو اور نعت نبیﷺ میں زبان و بیان کی بے احتیاطیاں۔ دراصل اردو نعت کا بہترین شرعی محاسبہ ہیں۔ اُمید ہے کہ اس

سلسلے کو آپ مزید آگے بڑھائیں گے اور نئی نئی تحقیقی کاوشوں کو پیش کرتے رہیں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر 2 بھی قیمتی مقالات سے مزین ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ہر حصے پر اظہارِ خیال کروں مگر طوالت کا خوف مانع ہے، تاہم عصرِ حاضر میں نعت نگاری کے مختلف رنگ اور پہلو کو آپ نے جس ترتیب اور معنویت کے ساتھ جمع کر دیا ہے، اس کی تعریف کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا۔ عہد جدید کی نعت نگاری کے عنوان سے مذاکرہ بہت خوب ہے۔ جس سے موجودہ ادبی صورتِ حال کی بھی عکاسی ہو جاتی ہے۔ آپ کے مضمون سے دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ شبیر احمد قادری کا مضمون ''جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں استمداد، استغاثہ وفریاد'' مجھے بطورِ خاص پسند آیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو نعت عصری آگہی، ملّی شعور اور اجتماعی درد کا مرقع ہے۔ خصوصاً عصرِ حاضر میں ملت اسلامیہ پر مصائب و آزمائش کا طوفان ٹوٹ پڑا ہے، اس کی بھرپور عکاسی نعتیہ شاعری میں بھی ہوتی ہے۔ شہید وفا ڈاکٹر سیّد آفتاب احمد نقوی (پرنسپل گورنمنٹ کالج شاہدرہ لاہور) عصری اردو نعت کے عظیم ادیب و محقق اور عاشق تھے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اس شمارے کا نصف حصہ اُن کے نام مختص کر دیا۔ معلوم نہیں کہاں کہاں سے میرا پتا حاصل کر کے ''اوج'' کے نعت نمبر کی دونوں جلدیں اپنے گراں قدر گرامی نامہ کے ساتھ مرحوم نے مجھ جیسے گم نام اور دُور افتادہ شخص کو ارسال فرمائی تھیں۔ سچ تو یہ ہے کہ نعتیہ ادب کا یہ ایک ایسا دستاویزی نمبر ہے جو انھیں دنیائے ادب میں عمر دوام عطا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور بلند درجات عطا فرمائے۔ آمین

خط خاصا طویل ہوتا جا رہا ہے، خوب صورت نعتیہ مجموعہ ''جادۂ رحمت'' از صبیح رحمانی اور ''آپ ﷺ'' از حنیف اسعدی، اس وقت مطالعہ کی میز پر میرے سامنے ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی ان پر تبصرہ لکھ کر یہاں کے رسالوں کو بھیج دوں گا اور اس کی نقل آپ کی خدمت میں بھی ارسال کر دوں گا۔

میری کتاب ''اردو شاعری میں نعت گوئی''[۱] اس وقت یہاں موجود نہیں، وطن گیا بہار سے یہاں منگوا کر جلد ہی رجسٹری سے ان شاء اللہ آپ کے نام ارسال کروں گا۔ ایک مضمون ''اردو میں نعت گوئی کا ارتقا'' بہت پہلے لکھا گیا تھا جو لکھنؤ کے ایک ادبی رسالہ میں شائع بھی ہوا، اس کی نقل ارسال خدمت کر رہا ہوں، شاید کبھی آپ کے کام آ جائے۔

رفقائے کار کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ جواب سے شاد کام فرمائیں، منتظر رہوں گا۔

والسّلام۔ خیر طلب
ارشاد عثمانی

☆ شاہ رشاد عثمانی، شاعر، ادیب، محقق، کتب: ''اردو شاعری میں نعت گوئی''، ''ادب کا اسلامی تناظر''۔
۱۔ (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ۱۹۹۱ء، دہلی، ۳۳۶ص

~~~~~~

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے نمبر ۹ اور ۱۰ موصول ہوئے۔ ساتھ ہی عصر حاضر کی بزرگ ادبی و شعری شخصیت جناب پروفیسر سیّد محمد ابوالخیر صاحب کشفی کا خوب صورت نعتیہ مجموعہ ''نسبت''[۱] نظر نواز ہوا۔ ان قیمتی تحفوں کے لیے آپ کا بے حد شکر گزار ہوں۔

نعت گوئی کے فن پر جناب ابوالخیر کشفی صاحب کی تحریریں مختلف ادبی رسائل خصوصاً ''نعت رنگ'' میں پڑھنے اور مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہے، اور اسی طرح رسائل میں ان کی نعتوں سے محظوظ و مستفیض ہوتا رہا ہوں، مگر اب اتنی ساری نعتوں کو ایک ساتھ ایک مجموعہ کی صورت میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی، اس کے مطالعہ آنکھوں کو نور اور دل کو سرور حاصل ہوا۔ پروفیسر کشفی صاحب کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دیں اور اس مجموعہ کی اشاعت پر مبارک باد بھی۔
~~~~~~

کئی ماہ ہوگئے، میں نے اپنی ایک نئی کتاب ''ادب کا اسلامی تناظر''[۲] آپ کی خدمت میں بہ ذریعہ رجسٹرڈ ڈاک بھجوائی تھی۔ معلوم نہیں ملی بھی یا نہیں۔ براہ کرم اس کے بارے میں بھی ضرور لکھیے۔

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے ابھی سرسری طور سے دیکھ سکا ہوں، دو دن قبل ہی یہ ڈاک سے ملے ہیں۔ آپ نے حسب معمول نہایت معیاری اور قیمتی مضامین جمع کر دیے ہیں، جس سے نعت کے فن پر نئے نئے مباحث سامنے آرہے ہیں اور موضوع سے متعلّق کئی نئے پہلو روشن ہو گئے ہیں، اس طرح ''جہانِ نعت'' میں آپ کے رسالہ کے ذریعے بڑا قیمتی اضافہ ہوا ہے اور یہ بلاشبہ آپ کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ اس خدمت عظیم پر میری طرف سے مبارک باد قبول فرمائیے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۰ کی خاص چیز پروفیسر شفقت رضوی کا وہ طویل مقالہ ہے جو اردو نعت کی تحقیقی وتنقیدی کتب پر تنقیدی تبصرے کی صورت میں تحریر کیا گیا ہے۔ بلاشبہ موصوف نے خاصی محنت کی ہے اور تاریخی نوعیت کا کام انجام دیا ہے۔ جس سے میرے جیسا نعت کا ایک معمولی طالبِ علم ہی نہیں، ماہرین شعروادب بھی استفادہ کریں گے۔ میں نے تو اس مضمون کو بڑے ذوق وشوق سے پڑھا اور ایک بار میں جب سیری نہیں ہوئی تو دوسری بار خوب چبا چبا کر پڑھا اور یقیناً میرے علم میں اضافہ بھی ہوا اور مطالعہ کی کئی نئی جہات واضح ہو کر سامنے آگئیں، جس کے لیے میں ان کا ممنون ہوں۔ اس مبسوط مقالہ کی تخلیق پر میری طرف سے پروفیسر شفقت کی خدمت میں مبارک باد پیش فرما دیں۔ ہاں اس وقت صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس مقالہ کے حرف آخر کا دوسرا حصّہ، جو مضمون کا آخری پیراگراف ہے اور صفحہ نمبر ۱۳۷ پر شائع ہوا ہے، میرے خیال میں شاید اس کی ضرورت نہیں تھی۔ بہرحال بے باکی اور صاف گوئی اس مضمون کی خاص خوبی ہے۔ ابھی تو میں صرف رسالہ کی مختصر رسید لکھنے بیٹھا تھا اور یہ خاصا طویل خط تیار ہو گیا۔ جس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ آئندہ اِن شاءاللہ پورا رسالہ پڑھ کر خاص طور سے اس مضمون کے حوالہ سے اپنے تأثرات تحریر کروں گا۔

رشاد عثمانی

۱۔ مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹۶ص
۲۔ ۱۹۹۹ء، اپلائیڈ پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۱۵۶ص

رشید اختر خاں (بہار، انڈیا)

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

گزشتہ سال سمرسٹہ (پنجاب) سے ایک صاحب بھارت آئے تھے، غالباً نومبر ۹۷ء میں ان کی واپسی ہوئی۔ اپنی واپسی پر کراچی ہوکر جانے تھا، چناں چہ اُن کے معرفت کئی عزیزوں اور دوستوں کے نام خطوط کے پیکٹ بھیج دیا۔ انھوں نے اپنی معذوری بتاتے ہوئے اتنا ضرور کیا تھا، سارے لوگوں کو خطوط پہنچانا تو ممکن نہیں لیکن کسی ایک سینٹرل پوائنٹ پر ضرور پہنچا دوں گا جہاں سے سب کو خطوط مل جائیں گے۔ میں نے غنیمت سمجھا کہ ڈاک سے بیش تر خطوط ضائع ہوجائیں گے آدمی معقول تھے گرچہ اُن کا تعلّق شعروادب سے نہیں تھا۔ آپ کے نام جو لفافہ بھیجا اس میں مختلف چیزیں تھیں جن کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ ''نعت رنگ'' پر اپنے تاثراتی مضامین کا ترانہ جو یہاں کے ہندی اخبار میں بزبانِ ہندی شائع ہوئے۔
۲۔ آپ کے نعتیہ اشعار، جو ہندی رسم الخط میں منتقل کر کے عید میلاد النبی کے موقع پر یہاں کے ہندی اخبار شائع کرایا تھا۔
۳۔ اپنا مضمون اردو کی نعتیہ شاعری پر ہندی اثرات کی زیراکس کاپی وہ مضمون آل انڈیا سے نشر ہو چکا ہے۔
۴۔ ایک دوسرا مضمون ''عہد حاضر کی اردو نعتیہ شاعری'' زیر ترتیب کتاب سے ایک اقتباس برائے اشاعت ''نعت رنگ''

۵۔ ''نعت رنگ'' کے لیے کرشن موہن کی ایک عمدہ نعت۔

آپ کی طرف سے مکمّل خاموشی کی وجہ سے میں بالکل مایوس ہوگیا، یقیناً یہ ساری چیزیں آپ تک نہ پہنچ سکیں مجھے اس نقصان کا بے حد افسوس ہے۔اور وہ سب کچھ دوبارہ جمع وترتیب کے بعد بھیجنا محال عمل ہے۔ پھر بھی آپ سے رابطہ کے بعد کوشش کروں گا، ان شاءاللہ۔

میں آپ کے لیے اجنبی ضرور ہوں لیکن ایک خاص تعلّق ونسبت کی بنا پر آپ میرے بڑے قریب ہیں اور یہ عقیدت مندی میرے لیے باعث فخر وسعادت ہے۔اس حقیر کو اردو کی نعتیہ شاعری سے خصوصی دلچسپی تو ہے لیکن نعت کے اشعار کہنے کی صلاحیت وسعادت سے محروم ہے۔ مدح و مداح رسولﷺ پر کچھ تخلیقی کام کر کے ایک وسیلہ ضرور بنانا چاہتا ہوں کہ دربارِ رسالتﷺ میں اُن خوش نصیب نعت گوشعرا کے ساتھ پچھلی قطار میں شامل ہونے کی سعادت مجھے بھی نصیب ہوجائے۔عہد حاضر کی اردو نعتیہ شاعری پر ایک طویل و بسیط تنقیدی کام کر رہا ہوں (یہ کام ۱۹۸۸ء میں ''جدید اُردو نعت ایک مطالعہ'' کے عنوان سے شروع ہوا لیکن کتابت وطباعت کے دشوار ترین مرحلے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر نا تمام مسودہ محفوظ رکھ دینا پڑا) اب اُسی مسودہ کو از سرِ نو نظرثانی اور اضافہ کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش جاری ہے اور کاوش تو یہ ہے کہ اس طرح کے سابقہ کاموں کے کچھ منفرد انداز کی یہ چیز ہو۔خاص طور سے عہد بہ عہد اردو نعت گوئی کی تاریخی وتخلیقی سفر میں زماں ومکاں کی تبدیلی عصری میلانات، اردو شاعری کے بدلتے مزاج ورجحان اور نت نئے تجربات وسعت فکر کی ہمہ گیری کے ساتھ آج کی نعتیہ شاعری اس دور میں داخل ہو کر اسے عہد نعت قرار دیا جانے لگا ہے۔مجوزہ کتاب میں اسباب وعوامل کے ساتھ تخلیقات کے حوالہ سے ایک اہم بحث شامل ہے۔موضوع کے تنوع اور وسعت کے لحاظ سے کام پھیلتا جارہا ہے اور اسے سمیٹنا مشکل ہے۔ ورفعنا لک ذکرک دعا کیجیے یہ اہم کام سرانجام پا جائے کہ اس خاکسار کا دین ودنیا دونوں سنور جائے۔اس کے علاوہ موضوع نعت پر کچھ دوسرے عنوان سے بھی کام ہو چکا کچھ تبصرے ومضامین کی شکل میں بھی اور کچھ تحقیقی بھی۔سید الطائفہ محققِ نعت سیّدی رفیع الدین اشفاق صاحب مدظلہ العالی کی ہدایت پر عہدِ حاضر کے اہم نعت گو جناب حفیظ تائب صاحب کے تیسرے مجموعہ نعت ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' [۱] ایک تبصرہ تیار ہو چکا ہے ٹائپ کاری کی دیر ہے رمضان کے بعد یہاں اردو بک ریویو کے ساتھ آپ لوگوں کو بھی ایک کاپی بھیجوں گا۔ان شاءاللہ۔

میرے ساتھ مشکل یہ ہے کہ نہ تو میں کسی علمی انجمن سے وابستہ ہوں اور نہ ہی کسی تعلیمی ادارے سے، حصولِ معاش کے لیے مرکزی حکومت کے پروویڈنٹ فنڈ ڈپارٹمنٹ میں شعبہ آڈٹ سے متعلّق ہوں جس کا علم وادب سے کوئی تعلّق نہیں اور دفتری مصروفیات بھی بے پناہ ہے لیکن کچھ تو خاندانی پس منظر اور کچھ قلندر صفت حضرات کی صحبت صالح نے دل کی تاریکیوں میں ایک قندیل تو منور کر دیا ہے۔لیکن اس کی لو اتنی مدھم ہے کہ دنیاوی حرص و ہوس کی تیز آندھی اسے گل نہ کرے۔عمر رائیگاں کے بیش تر حصے یوں ہی نکل گئے زادِراہ کے لیے اب تک کچھ نہ ہوسکا۔ آپ جیسے لوگوں کے جذبۂ عشق صادق کی سرشاری اور اس میں ڈوبی ہوئی تخلیقات نیز دوسرے کاموں کے عزم وحوصلے کو دیکھ کر رشک آتا ہے اور بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔

ہمارے مسائل کے پیش نظر اپنے قیمتی مشوروں، کتابوں سے میری رہنمائی اور تعاون فرمائیں اور دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اس گنہ گار کی کاوشیں بھی بارآور ہوں۔ آمین

''نعت رنگ'' کے چار شمارے کسی طرح دست یاب ہوئے اُسکے بعد کے شمارے دیکھنے کی تمنا دل میں ہے لیکن مایوسی مایوسی۔دراصل یہاں اس طرح کی کتابیں قیمتاً بھی دست یاب نہیں آپ کا خوب صورت اور شان دار گل دستہ نعت۔بس دیکھنے کو دل میں تڑپ ہے، ''انقلاب'' اخبار ہی تبصرہ پڑھا ہے۔

''بہارِ نعت'' / مرتب جناب حفیظ تائب، [۲] کے انداز پر ہندوستانی شعرا کے نعتوں کا ایک مجموعہ انتخاب بھی زیرِ ترتیب ہے تاکہ مختلف رسائل میں بکھرے ہوئے زیرِ آب موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تاکہ آئندہ اس موضوع پر کام کرنے والوں کو سہولت ہو۔

جناب نور احمد میرٹھی صاحب کو ہمارا سلام پہنچا دیں ان کی دوسری کتاب کے لیے کچھ چیزیں ہندی، بنگلہ، آسامی، تلگو ادب سے فراہم کروں گا، ان کی کتاب کے لیے، ان شاء اللہ۔ ان کی پہلی کتاب بہر زماں...[۳] دیکھا ہے پڑھا نہیں۔

جس بزرگ سے یہ خط آپ کو بھیج رہا ہوں وہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف (پٹنہ) بہار کی قدیم خانقاہوں میں ہے) سے تعلّق رکھتے ہیں ان کا نام مولانا سیّد شاہ ہلال احمد قادری ہے اردو و فارسی ادب سے آپ کو گہرا شغف ہے فارسی میں شاعری بھی کرتے ہیں۔ ملفوظات اور دوسرے عنوان پر بہت اچھا مقالہ لکھ چکے جو رابطہ کے اجلاس میں پڑھا گیا اور رابطہ کے سفر کاروانِ ادب میں شائع ہوا۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ اپنے قیام کا پتا وہ آپ کو لکھ دیں اگر موقع ملا تو آپ اُن سے ضرور ملاقات کر لیجیے۔ آپ مناسب سمجھیں تو ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۵۔۶۔۷ اُن کے معرفت بھیج سکتے ہیں اور اپنا مجموعہ نعت ضرور بھجوا دیجیے کرم ہوگا۔ اپنا فون نمبر ضرور لکھیں۔

ڈاکٹر کشفی صاحب کو ہمارا سلام ضرور دیں۔

آپ کا بھائی

رشید اختر خان

☆ رشید اختر خان (۷ جولائی ۱۹۴۷ء۔ ۲۹ اکتوبر ۲۰۲۱ء) محقق، ادیب، نثر نگار۔

۱۔ ۱۹۹۸ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۱۳۵ص ۲۔ ۱۹۹۰ء، لاہور: پاکستان رائٹرز گلڈ، باراول، ۲۰۸ص

۳۔ بہر زماں، بہر زباں (اضافہ شدہ)، ۲۰۰۶ء، کراچی: ادارۂ فکرِ نو، ۱۰۰۸ص

~~~~~~

سلام مسنون، کئی روز سے فون لگواتا ہوں رنگ ہوتا ہے لیکن جواب نہیں ملتا۔ آپ کی معرکہ آرا کتاب ''حمد کی شعری روایت'' پہلے PDF سے بعد میں وہ کتاب بھی ملی جواز راہِ کرم ارسال فرمایا ہے۔ ڈاک خرچ میں تقریباً سات ہزار لگ گئے۔ خدا بخش لائبریری میں بھی کتاب پہنچ گئی ہے لیکن نعت رنگ کے حوالے سے وہ کتاب نہیں ملی ہے اپنی کاپی وہاں پہنچواؤں گا خدا بخش لائبریری کی حالت اب بہتر ہوگئی ہے جب سے شائستہ خان ڈائریکٹر ہوگئی ہیں اس لائبریری میں مطالعہ کے شائقین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہے۔

تقریباً ۴۰ صفحات پر مشتمل آپ کا دیباچہ پڑھ کر خوش ہوگیا اس مختصر مضمون میں جہانِ حمد کو سمونے کی کوشش بھرپور ہے لیکن موضوع حمد و نعت کی وسعت بیکراں لامحدود ہے۔ بہت افسوس ہوا کہ آپ نے اس کو مضمون کے حصہ میں کیوں نہیں شامل کیا۔ ایک تازہ اور اہم مضمون کی انفرادیت الگ ہی ہے۔ میری گزارش ہے اس میں اور اضافہ کے ساتھ جلدی ایک کتاب شائع کر دیجیے بڑی اہم چیز ہوگی۔ ڈاکٹر اسماعیل آزاد صاحب ایک دیباچہ لکھیں گے، انہوں نے اپنی کتاب میں نعت رنگ اور آپ مجموعی خدمات کے حوالہ سے ۳ صفحے پر مضمون شامل کیا شاید اس کتاب کی رونمائی بدایوں میں آپ کی صدارت میں ہو۔ حمد کے حوالہ سے اپنے مضمون خواتین کی نعتیہ شاعری میں آپ کے دیباچہ کا حوالہ پیش کیا ہے اور وہ مضمون ۶۷ شاعرات کا تذکرہ ڈاکٹر صاحب کو بھجوا دیا ہے۔ دبستانِ نعت کے شمارہ ۴ میں شامل ہوگا انشاء اللہ۔ دوسرا نعت حصہ یعنی ۴۵ قدیم صاحب دیوان نعت گو شاعرات ۱۹۰۵ء تا ۱۹۶۰ء کا تذکرہ نعتیہ مجموعہ کا تعارف و تجزیہ مع نمونہ نعت بھی تیار ہوگیا ہے اس کا۔۔۔ پیش کر دوں گا۔ ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کی خواہش اور خوشی ہے۔ ۱۰۰ سال پرانا نعتیہ گلدستہ مضمون کے ساتھ بھی ہے۔

وہاں سے آپ کی روانگی سے پہلے میری بیٹی شمع آفریں ملنے کو جائیں گے تاکہ ان کے احوال و کوائف آپ جان سکیں اور وہ اپنی امی کے لیے کوئی ہلکا سا پیکٹ بھی دینا چاہتی ہیں وہ بھی جو ہر میں ہیں۔ آپ کا پتہ معلوم ہو جائے ان کو بتا دوں گا۔ بقیہ فون پر!... والسّلام!

رشید اختر خان
~~~~~~

رشید امین (اسلام آباد)

۲۸/اپریل ۲۰۰۹ء

السّلام علیکم!

کل آپ سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی۔ آپ کی ہدایت کے مطابق اپنی چند نعتیں ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے آپ ''نعت رنگ'' میں شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ دراصل میں غزل کا شاعر تھا۔ (دو کتابیں ''صحرا میں پھوار'' اور ''مدھر سروں کا جھرنا'' شائع ہوچکی ہیں تیسری اشاعت کے لیے تیار ہے) اللہ نے کرم کیا اور نعت نبی ﷺ کہنے کی توفیق عطا ہوئی۔ اب اتنی نعتیں ہوچکی ہیں کہ ایک کتاب شائع کی جاسکتی ہے۔ اللہ نے توفیق دی تو ان شاء اللہ جلد شائع کرواؤں گا۔ شکریہ

نیازمند
رشید امیںؔ

☆ رشید امیںؔ (پ: ۱۹۴۹ء)، شاعر، ادیب، دیگر کتب: ''حدِّ ادراک سے آگے''۔

~~~~~~

رشید وارثی (امریکہ)

۱۰۔۱۲۔۱۹۹۶ء

عزیزم سیّد صبیح رحمانی صاحب سلمہٗ! السّلام علیکم

امید ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ اور آپ کے اہل خانہ بخیریت وعافیت ہوں گے۔ کراچی سے آئے ہوئے تین روز ہوگئے ہیں۔ بہت اچھا سفر رہا۔ نیویارک کے ادبی حلقوں سے وابستہ احباب روزانہ ملاقات کے لیے آجاتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کی چار جلدیں لایا تھا۔ دو جلدیں برادرم رئیسؔ وارثی سلمہٗ اور نصیر وارثی سلمہٗ کیلئے تھیں۔ باقی دو جلدیں مقامی شعراء میں سے دو حضرات کو دے دیں۔ لیکن اندازہ ہوا کہ یہ بہت کم ہیں۔ پروفیسر مامون ایمن، حمیرا رحمان، حنیف اخگر صاحب[۱]، ڈاکٹر صبیحہ صباؔ، یٰسین مراد آبادی، ڈاکٹر متین، مسرور جاوید، ڈاکٹر جمال قادری، ڈاکٹر شفیق اور دیگر صاحبان جن سے ابھی فون پر یا ذاتی ملاقات نہیں ہوئی ہے یہ کتابیں دینا ضروری تھیں۔ البتہ یہ بات رونق تحریر ہے کہ یہاں نیویارک میں اگرچہ محدود حلقے میں سہی لیکن تمہارا تفصیلی تعارف ہوگیا ہے۔ یہ لوگ ''نعت رنگ'' سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور شاید دو چار روز میں اسکی تعارفی تقریب کا اہتمام ہوگا۔ میں اس لئے شرمندہ ہو رہا ہوں کہ تعارفی تقریب کیلئے کم از کم اظہارِ خیال فرمانے والے افراد کو تو کتاب دے سکتا۔ آنے سے پہلے مجھے اس کا خیال نہ آیا۔ اس کے علاوہ تمہاری آڈیو اور وڈیو کیسٹس (کسی پروگرام کی) ساتھ ہوتیں تو جس انداز میں، میں آپ کو متعارف کرانا چاہتا تھا۔ اس میں بہت مدد ملتی تاہم پروگرام آرگنائز کرنے والے کئی افراد غائبانہ طور پر آپ سے متاثر ہوئے ہیں۔ حنیف اخگر صاحب شمالی امریکہ کے کسی شہر میں پرسوں مشاعرہ کر رہے ہیں، راغبؔ مراد آبادی صاحب اور غالب رخالد عرفان ان کے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ مجھے مدعو کیا تھا لیکن میں مختصر سے عرصہ کیلئے آیا ہوں اس لئے اس کا متحمل نہیں ہوسکتا کہ دو تین روز مشاعرہ میں آنے جانے کی نذر کردوں۔ سید ضمیر جعفری صاحب[۲] آج کل یہیں پر ہیں انہوں نے ''نعت رنگ'' کو بہت پسند کیا ہے اور مرتبین خصوصاً مدیر صاحب کی بہت تعریف کی ہے۔ ابھی میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ کل یا پرسوں وہ ہمارے گھر آرہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں شامل میری نعتیہ نظم کی توقع سے زیادہ پذیرائی ہوئی ہے۔ دراصل یہ نظم رئیس وارثی سلمہٗ اور بریگیڈیر صاحب کے پاس پہلے سے موجود تھی اور کسی نہ کسی موقع پر اس کا حوالہ گفتگو میں آجاتا تھا۔ اب کئی دوسرے احباب نے اسے پڑھا ہے اور ایسے
~~~~~~

الفاظ سے نوازا ہے کہ میں کتنا بھی شکر بجالاؤں، کم ہے۔ میں پروگرام کے مطابق زیادہ سے زیادہ وقت اپنے بھائیوں کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں، اس لئے دوسرے معاملات پر سرسری سی توجہ ہے۔ البتہ ''نعت رنگ'' کا معاملہ مختلف ہے اسے میں زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا چاہتا ہوں۔

یہ پہلا خط ہے جو یہاں سے لکھ رہا ہوں۔ موقع ملا تو شہزاد احمد صاحب اور عزیز احسن صاحب کو علیحدہ خط لکھوں گا۔ ان حضرات کو سلام کہہ دیں۔ رئیس احمد سلمۂ کی کتاب ''حریم نعت'' [۳] بہت پسند کی گئی۔ چار جلدیں ساتھ تھیں چاروں بٹ گئیں۔ طاہر سلطانی سلمۂ کی دو کتابیں اور مجلّے ساتھ لایا تھا۔ کتابیں اردو مرکز کی کتابوں میں شامل کر دی ہیں۔ اس کے بارے میں سرورق اور طباعت کے پھیکے پن کی وجہ سے واضح رائے سامنے نہیں آسکی۔ آئندہ دیکھتے ہیں۔

''حرفِ معتبر'' [۴] کی یہاں بہت پذیرائی ہوئی ہے۔ سو کتابیں میں نے ارسال کی تھیں، ختم ہو چکی ہیں۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ میں مزید کتابیں لاؤں گا لیکن اس مرتبہ میں ایک جلد بھی ساتھ نہ لایا کیونکہ میں سمجھا کہ گزشتہ سال کی کتب حاضر اسٹاک ہوں گی۔ اسی طرح ''ورثہ'' [۵] اور ''معطّر معطّر'' [۶] بھی بس حوالہ کی کتب کی حیثیت سے موجود ہیں۔

یہاں کے مقامی صحافی حضرات میں سے مسرور جاوید صاحب، اشرف قریشی صاحب نے گذشتہ روز یہ بات کہی کہ جناب ''نعت رنگ'' پر آپ تبصرہ لکھ دیجیے ہم اس کو شکریہ کے ساتھ شائع کریں گے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی اور یہ خدمت انجام دے تو بہتر ہے۔

اب خط مکمّل کرتا ہوں شفیق الدین شارق صاحب [۷] سے آتے وقت فون پر بات کرنا بھول گیا۔ ان کو سلام کہئے۔ آپ سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے۔ ایک دو روز میں بات کروں گا۔ امید ہے کہ اہل خانہ پر ضروری توجہ اور وقت دے رہے ہوں گے۔ اجازت چاہتا ہوں۔

والسّلام

دعا گو۔ طالب دعا
رشید وارثی

پسِ نوشت: آج شام ITV کے دو افراد اردو مرکز آئے تھے ملاقات کے دوران انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اردو نعت کے حوالے سے ہم ایک مذاکرہ ٹائپ کا پروگرام تشکیل دیں گے اس میں آپ جی بھر کر اظہار خیال کریں۔ لیکن میری تمام تحریریں اور نوٹس پاکستان میں ہیں اور اسکرین پر کبھی میں آیا نہیں لہٰذا فی الحال معذرت کر لی۔ آئندہ کے وعدہ پر۔ شاید یہ بات آپ کے لئے خوش کن ہو۔ وارثی

☆ رشید وارثی (پ: ۱۹۴۷۔۲۰۰۹ء)، اصل نام: عبدالرشید خان، نعت گو شاعر، صحافی، مدیر: ''فلک پرواز'' (پی آئی اے)، صدر: بزمِ وارث، کتب: ''خوشبوئے التفات'' (حمد و نعت و مناقب)، ''اردو نعت کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ''، ''عالمِ اسلام کی شرح درودِ تاج'' و دیگر۔

۱۔ حنیف اخگر (۱۹۲۸۔۲۰۰۹ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، نعتیہ مجموعہ: ''خلقِ مجسّم''۔

۲۔ سید ضمیر جعفری (پ: ۱۹۴۱۔۱۹۹۹ء)، معروف طنز و مزاح نگار، ریٹائرڈ میجر (پاکستان آرمی)، کتب: ''کارزار''، ''لہوترنگ''، ''جزیروں کے گیت''، ''من کے تار''، ''مافی الضمیر''، ''ولایتی زعفران''، ''قریۂ جاں''، ''آگ''، ''اک تارہ''، ''ضمیریات''۔

۳۔ ''حریم نعت''، مرتب: رئیس وارثی، ۱۹۹۵ء، کراچی: اقلیم نعت، ۲۲۴ص

۴۔ ''حرفِ معتبر''/ ستار وارثی، ۱۹۹۴ء، نیویارک: اردو مرکز، ۲۲۴ص

۵۔ ''ورثہ''/ سعید وارثی، ۱۹۸۸ء، راولپنڈی: بزم وارث، ۱۱۹ص

۶۔ ''معطّر معطّر''/ ستار وارثی، ۱۹۸۶ء، کراچی: مدینہ پبلشنگ ہاؤس، ۱۲۷ص

۷۔ شفیق الدین شارق (پ: ۱۹۲۷ء)، اصل نام: سید شفیق الدین، کتب: ''نزول'' (نعتیہ مجموعہ)، ''نظرے خوش گزرے'' (مضامین)۔

۲۴۔۱۔۹۷ء

عزیزم سید صبیح رحمانی سلمہ! السّلام علیکم!

آج روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے ادبی صفحہ پر ''اردو نعتیہ شاعری اور عصری تقاضے'' کے عنوان سے شائع ہونے والی پروفیسر حفیظ تائب صاحب کی تحریر نظر سے گزری، جس میں یہ پیراگراف شامل ہے۔ ''سب سے پہلے انھوں نے شاعر دربار رسالت حضرت حسانؓ ابن ثابت کے رہنمایانہ کردار کو یاد کیا ہے۔ جنھیں اس وقت منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر مدحِ رسول ﷺ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، جب منعوتِ ہر جہاں فرش زمیں پر جلوہ گر ہوئے۔''

اللہ تعالیٰ معاف فرمائے، حفیظ تائب صاحب سے سخت مغالطہ ہوا ہے۔ دیگر واعظوں کی طرح وہ بھی اس غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت حسانؓ منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر مدحِ رسول بیان کرتے تھے۔ جب کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو ضعیف العمری کی وجہ سے وعظ کے لیے قیام میں زحمت ہوئی تو 8ھ میں آپ کے لیے مسجد نبوی میں جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنایا گیا (اور استوانہ کو دفن کر دیا گیا) (فتح الباری)۔ اور اسی سال فتح مکہ کا واقعہ ہے۔ 9ھ میں جب بنو تمیم کے وفد نے مدینہ منورہ آ کر مفاخرت کی تو ان کے ایماء پر آپ نے ان کے شاعر کا جواب دینے کے لیے حضرت حسانؓ کو حکم دیا اور انھوں نے کھڑے ہو کر اسلام کی مدافعت میں اشعار سنائے۔ اس کے بعد ایک چوکی نما منبر تیار کیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ مسجدِ نبوی میں حضرت حسانؓ بن ثابت کے لیے یہ منبر رکھواتے تھے تا کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اکرم ﷺ کی مدحت بیان کریں (مدارج نبوت)۔ اس طرح اب یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت حسانؓ جس منبر کو اشعار سنانے کے لیے استعمال کرتے تھے وہ منبر رسول ﷺ نہیں تھا بلکہ ایک چوکی نما Portable (نقل پذیر) منبر تھا جس پر وہ بیٹھ کر نہیں بلکہ کھڑے ہو کر مدحت گوئی فرماتے تھے۔ رہا رسولِ اکرم ﷺ کا منبر شریف، تو وہ تین زینوں پر مشتمل تھا۔ زمین سے پہلے دو زینے Steps قیام کے لیے استعمال فرماتے تھے اور تیسرے زینے پر آپ نشست فرماتے تھے۔ آپ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی نشست والے حصہ پر بیٹھنے کے بجائے آپ کے قدم مبارک رکھنے والے دوسرے زینہ پر نشست فرماتے اور ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کی وجہ سے زمین سے پہلے حصہ پر نشست فرماتے تھے۔ (یہ تمام باتیں متفقہ علیہ ہیں)۔ لہٰذا منبر رسول ﷺ پر حضرت حسانؓ کے بیٹھنے کی بات بالکل غلط ہے۔ اس کو ذہن سے محو کر دینا چاہیے۔ کیوں کہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی بے ادبی کا پہلو ہے۔

اُمید ہے کہ محترم حفیظ تائب صاحب کے غیر ذمہ دارانہ جملے سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے، اس کے ازالہ کے لیے مناسب تدبیر کی جائے گی۔

والسّلام۔ لاشیء

رشید وارثیؒ

~~~~~~

۱۹/ مئی ۲۰۰۸ء

عزیزم سید صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم! السّلام علیکم!

گزشتہ رات فون پر آپ سے بات ہوئی۔ ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی رحلت کا دلی افسوس ہوا۔ ان کی تاریخ وفات کے حوالے سے دو قطعات حسب ارشاد ارسالِ خدمت ہیں۔ ان کا مناسب استعمال کر لیجیے۔ دو تین روز سے گردے میں تکلیف ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ افاقہ ہوا ہے۔ ذرا طبیعت اور بہتر ہونے پر ان شاء اللہ تعالیٰ کشفی صاحب پر کچھ تحریر کروں گا ان کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں۔ سب سے اہم نسبت تو یہ ہے کہ وہ ڈاکٹریٹ میں میرے نگراں تھے۔ پھر میرے والد صاحب علیہ الرحمۃ سے محبّت رکھنے والے بزرگ تھے اور انھیں گورنر جنرل آف پاکستان جناب
~~~~~~

غلام محمد وارثی صاحب کے زمانے سے جانتے تھے۔ مجھے یہ بات معلوم نہ تھی لیکن ایک بار انھوں نے آپ کی اور عزیز احسن صاحب کی موجودگی میں اس بات کا اظہار کیا تھا۔اس کے علاوہ میرے پسندیدہ موضوعات پر انھوں نے کئی بار تفصیلی گفتگو فرمائی اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے۔

ان شاءاللہ تعالیٰ طبیعت بہتر ہونے پر کچھ لکھنے کا ارادہ بن گیا۔اللہ تعالیٰ مدد فرمائے۔شاہین سلّمہا اور بچوں کو دعائیں۔

والسّلام
رشید وارثی عفی عنہ

~~~~~~

رفاقت علی شاہد (لاہور)

۱۸/فروری ۹۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

اُمید ہے آپ بفضل خدا خیریت سے ہوں گے۔حسب ارشاد ایک گل دستے[۱] پر تعارفی مضمون اور گل دستے کے دو شمارے ارسال کر رہا ہوں جو آپ مشفق خواجہ صاحب سے حاصل کر سکیں گے۔ آپ فون کر کے خواجہ صاحب سے معلوم کر لیں کہ آپ کا پیکٹ اُن کے پاس پہنچ گیا ہے؟ پھر اُن سے حاصل کر لیں۔

میں نے جس نعتیہ گل دستے پر مضمون لکھا ہے، ساتھ ہی اُس کے دست یاب دونوں شمارے بھی ارسال کر دیے ہیں۔ اگر آپ ان کی Tracing لے کر ان کا عکس بھی مضمون کے ساتھ شامل کر دیں تو سونے پہ سہاگا ہو جائے گا۔ اگر آپ یہ کر دیں تو میں کوشش کروں گا کہ آئندہ اس طرح کے نوادر آپ کے جریدے کے ذریعے منظر عام پر آتے رہیں۔

میں نے آپ کے حساب میں ''نعت رنگ'' کے تین شمارے (شمارہ نمبر 6,5,4) لے لیے ہیں۔ آپ طارق صاحب کو بتا دیجیے گا۔ لاہور آنا ہو تو ضرور بتائیے گا۔ میں بھی کراچی آنے کے لیے پَر تول رہا ہوں۔

احباب آپ کو سلام کہتے ہیں۔ میری طرف سے بھی آپ کو اور ساتھیوں کو پُرخلوص سلام پہنچے۔ اجازت دیجیے۔

والسّلام
رفاقت علی شاہد

☆ ڈاکٹر رفاقت علی شاہد (پ: ۱۹۶۶ء)، محقق، ادیب، مدیر کتب: مجلس ترقی ادب لاہور، رکن مجلس ادارت: ''صحیفہ'' لاہور، کتب: ''انیسویں صدی میں اردو گل دستے... تاریخ و تحقیق'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''اردو مخطوطات کی فہرست''، ''تحقیق شناسی''، ''کتابیات پاکستانی مطبوعات'' و دیگر۔

۱۔ ''گلزارِ نعت۔ایک نایاب نعتیہ گلدستہ''، مشمولہ: ش ۸، ص ۹۴۔۹۷

~~~~~~

رفیع الدین اشفاق، پروفیسر سید (ناگپور)

۳ مارچ ۹۶ء

محبّ مکرم۔ وعلیکم السّلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا ارسال کردہ علمی و تحقیقی کتابی سلسلہ نمبر ۱ ''نعت رنگ'' وصول ہوا۔ آپ حضرات کے خلوص کا احسان مند ہوں۔ جسے محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم سمجھتا ہوں۔ جو علمی و ادبی ماحول میں نے پاکستان میں پایا اس سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔ جی تو چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے طور پر

آپ حضرات کی خدمت میں حاضری دوں مگر غالب کا یہ شعر یاد آجاتا ہے اور اپنے حال پر اس کے مفہوم کو قیاس کر کے سفر کی ہمت نہیں کر سکتا۔

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احسان اٹھائیے

پرسان حال حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

پسِ نوشت: جناب شہزاد احمد صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام پہنچا ئیں۔ جناب ادیب رائے پوری صاحب کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا تھی۔ موصوف کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسّلام
رفیع الدین اشفاق

☆ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق (۱۴/جنوری ۱۹۱۸ء۔ ۲۷/نومبر ۲۰۱۷ء)، اردو نعت کے پہلے محقق، کتب: ''اردو میں نعتیہ شاعری'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''کشمکش'' (ڈرامہ)، ''زہر و تریاق'' (ڈراما)۔

~~~~~~

عزیزی و محبی جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جناب نور احمد میرٹھی کی خدمت میں عریضہ ارسال کرتے ہوئے آپ کا خیال آ گیا اور آپ کے خلوص اور محبّت کے احسان کا احساس تازہ ہو گیا۔ خیال ہوا کہ چند سطور آپ کی خدمت میں بھی لکھ کر روانہ کر دوں۔ امید ہے کہ میری خاموشی کی وجہ سے آپ خفا تو نہ ہوئے ہوں گے۔

حال یہ ہے کہ عمر طویل قوی مضمحل مشاغل کثیر اور گونا گوں، یہ ہیں میرے حالات۔ نومبر ۹۷ء کے پہلے ہفتے میں علی گڑھ یونی ورسٹی میں لکچر کے لئے بلایا ہے۔ گذشتہ سال انکار کر دیا تھا اس سال ممکن نہیں اس لیے کہ وہ لوگ محض خلوص اور محبّت کی وجہ سے بلاتے ہیں۔ بچے میرے Ph.D کے لئے وہیں پڑھتے ہیں اسلئے چلا جاتا ہوں۔ بہر حال قوت ارادی سے کام کر رہا ہوں۔ احباب کی فرمائش پوری نہیں کر سکتا۔ اس لیے شرمندگی بھی ہوتی ہے۔

مخدومی جناب نور احمد میرٹھی کے ارشاد کی تعمیل تقریباً دس ماہ بعد کر رہا ہوں۔ اس لیے کہ موصوف کے پرخلوص تقاضے کے سامنے سر جھکانا پڑا اور دیگر کاموں کو بالائے طاق رکھ کر یہ کام کرنا پڑا۔ جو کچھ عجلت میں لکھ سکتا تھا لکھ دیا۔ خدا کرے انہیں پسند آجائے۔

آپ سب حضرات بہت یاد آتے ہیں۔ مکرمی ادیب رائے پوری[۱] صاحب، جناب غوث میاں صاحب اور جناب شہزاد احمد صاحب کو ان شاءاللہ لکھوں گا۔ راجا رشید محمود صاحب کا بھی اکثر خیال آجاتا ہے۔ سب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

آپ کی نگارشات اور رسالے مجھ تک پہنچتے ہیں جس کے لئے میں نہایت ممنون ہوں۔ آپ حضرات کی عنایات کو میں عطائے ربانی سمجھتا ہوں۔

والسّلام۔ ناچیز
رفیع الدین اشفاق

۱۔ ادیب رائے پوری (۱۹۲۸ء۔ ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۴ء)، اصل نام: سید حسین علی، اردو حمد و نعت کے ممتاز شاعر، نقاد، خطاط، مصور، بانی: پاکستان نعت کونسل (۱۹۷۰ء)، پاکستان نعت اکیڈمی (۱۹۸۰ء)، بانی: ماہنامہ ''نوائے نعت'' کراچی، کتب: ''اس قدم کے نشاں'' (۱۹۷۷ء)، ''تصور کمالِ محبّت'' (۱۹۷۹ء)، ''ارمغانِ ادیب''، ''مقصودِ کائنات''، ''نذرانۂ اشک''، ''مدارج النعت'' (۱۹۸۶ء)، ''مشکوٰۃ النعت'' (۱۹۹۳ء)، ''درودِ تاج: تحقیق و تشریح'' (۱۹۹۷ء)، ''نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلاتِ تنقید'' (۱۹۹۹ء)، ''مرزا غالب کی نعتیہ شاعری''، ''اردو زبان کا ارتقاء تصوف کی روشنی میں''، ''موجِ اضطراب'' ودیگر۔

~~~~~~

۸/نومبر ۹۶ء

محبّ مکرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبّت نامہ ملا تھا نیز کتاب بھی وصول ہوئی۔ آپ حضرات کی محبّت کے احسان سے دبا جا رہا ہوں۔ شرمندہ ہوں کہ اس کے جواب میں کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ کئی مرتبہ سوچا کہ محض آپ حضرات سے ملاقات کی نیت سے حاضری دوں مگر اب کمزور ہوگیا ہوں اور تنہا سفر نہیں کر سکتا۔ اگر موقع ملا اور قسمت نے یاوری کی تو ایک بیٹے کو ساتھ لاؤں گا۔ سب سے چھوٹا بیٹا سید حبیب الحسن مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں زیرِ تعلیم ہے۔ اس وقت وہ عربی میں Ph.D کے لئے مقالہ تیار کر رہا ہے۔

امید ہے کہ آپ کے مزاج اچھے ہوں گے۔

جملہ پرسان حال حضرات کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسّلام۔ فقط

رفیع الدین اشفاق

پسِ نوشت: اس وقت میرے پاس شہزاد احمد صاحب کا پتہ نہیں ہے لہٰذا موصوف کے نام خط آپ کے توسط سے بھیج رہا ہوں۔

~~~~~~

۲۵/اپریل ۹۹ء

محبی جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' کے تمام شمارے وصول ہوئے۔ ممنون ہوں کہ آپ حضرات کے التفات سے محروم نہیں ہوں۔ اب میرے لیے مشکل یہ آن پڑی ہے کہ میرا کوئی نامہ ایک سال سے پاکستان نہیں پہنچا۔ حالاں کہ میں جناب صاحب، جناب حفیظ تائب صاحب، جناب پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب اور دیگر حضرات کی خدمت میں عریضے ارسال کر چکا ہوں۔ اس دفعہ ذریعۂ رجسٹری جملہ کاغذات بھیجے جا رہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ آپ تک پہنچ جائیں۔

آپ کا تقاضا ہے کہ میں آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ لکھوں، اب کب تک لکھوں گا۔ عمر اپنی طبعی مدت سے تجاوز کر چکی ہے۔ ۱۹۵۳ء میں Ph.D ڈگری کے لیے مقالہ مکمّل کرنے والا کب تک جیے گا۔ بہرحال جتنی عمر بڑھتی جا رہی ہے۔ مشاغل کی کثرت میں بھی اضافہ ہوتا جائے۔ تدریسی مشغلہ بھی جاری ہے۔ شکر ہے کہ بحمدللہ ربّ العزت کی عطا کردہ امانتیں یعنی توانائیاں ساتھ دے رہی ہیں۔

بڑی فکر تھی کہ جناب مسرور کیفی صاحب کی نعت گوئی پر کچھ لکھوں اس لیے کہ موصوف سے نہایت مختصر ملاقات نے دیدار کا مشتاق بنا دیا۔ چناں چہ موصوف کے کلام پر خفیف تبصرہ [۱] جو بہت پہلے تیار کرلیا ہے اب نظرِ ثانی کے بعد ارسال کر رہا ہوں۔ اگر پسند آجائے تو شائع فرما دیں۔

ایک مضمون علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری پر چند سال قبل سندھ یونی ورسٹی کے ''تحقیق'' میں شائع ہوا تھا۔ اب نظرِ ثانی کے بعد از سرِ نو لکھ رہا ہوں۔ خدا کرے یہ کام جلد تکمیل کو پہنچا سکوں۔

آپ کے پاکستان کے مشہور شاعر پروفیسر منظور حسین شور مرحوم میرے علی گڑھ کے پُرانے سینئر ساتھی تھے اور ناگ پور یونی ورسٹی میں رفیق کار رہے تھے۔ موصوف کی خواہش پر میں نے پندرہ سال قبل ان کے کلام پر عمومی تبصرہ بھی لکھا تھا جو پاکستان میں شائع ہوا تھا۔ پھر موصوف نے اپنا نعتیہ کلام بھیجا تھا اور اس پر لکھنے کی فرمائش بھی کی تھی۔ میں نے امتثال امر کے طور پر وہ کام بھی انجام دے دیا لیکن وہ مضمون بھول کا شکار ہوگیا۔ اب مرحوم کی وفات کے بعد تلاش کیا تو مل گیا۔ معلوم نہیں آپ اسے شائع کرنا پسند کریں گے یا نہیں۔
~~~~~~

دیگر یہ کہ میری کتاب ''اردو میں نعتیہ شاعری'' [۲] کا کوئی نسخہ میرے پاس نہیں ہے۔ ویسے سندھ اکیڈمی کراچی نے شائع کیا تھا۔ اب دستیاب نہیں ہے۔ چاہتا ہوں کہ نظر ثانی کے بعد اسے دوبارہ شائع کروں۔ خدا کرے کہ وسائل ساتھ دیں اور طبیعت رجوع ہو۔

نام ونمود کی خواہش ہوتی تو بہت سے کام انجام پا جاتے مگر اس جذبے سے دل خالی ہے اس لیے کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ حمد کہتا ہوں تو اپنے مولا کو پہنچا تا ہوں، نعت کہتا ہوں تو روضۂ اقدس کا تصور کر کے تنہائی میں اپنے آقا کو سناتا ہوں اور غزل کہتا ہوں تو خیالی محبوب سے مخاطب ہوتا ہوں۔ اس حال میں زندگی گزار رہا ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ ''نعت رنگ'' کے لیے مضامین لکھوں۔ خدا کرے کہ ہمت ساتھ دے۔

میرے ایک مخلص جناب رشید اختر خان صاحب جو ابھی ناگ پور میں مرکزی حکومت میں ایک عہدے پر تشریف لائے ہیں صاحبِ ذوق علم دوست ہیں اور تعلیم یافتہ شخصیت کے مالک ہیں۔ انھیں نعت سے نہایت دلچسپی ہے۔ غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام بھی موصوف کے پاس موجود ہے۔ حال ہی میں موصوف نے جناب حفیظ تائب کے حالیہ کلام پر تبصرہ لکھا ہے۔ موصوف جناب نور احمد صاحب کو بھی غیر مسلم شعرا کا نعتیہ کلام فراہم کر سکتے ہیں۔ دیگر حالات حسب سابق۔ پُرسانِ حال حضرت کو سلام کہیے۔

والسّلام
سید رفیع الدین

ا۔ ''مسرور کیفی کی نعت گوئی''، ش ۱۰، ص ۲۱۷-۲۲۲ ۲۔ پی ایچ۔ڈی کا مقالہ، ۱۹۷۶ء، کراچی: اردو نعت اکیڈمی سندھ، ۶۸۴ص

رفیع الدین ذکی قریشی (لاہور)

07-05-2007

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بہت عرصہ پیش تر آپ کا محبّت نامہ ملا۔ جو میرے منتشر کاغذات میں کہیں کھو گیا۔ چندروز پیش تر پُرانے کاغذ کو دیکھتے ہوئے دوبارہ نظر نواز ہوا۔ اس میں تحریر تھا کہ میرے مطبوعہ مجموعۂ نعت آپ کے ریسرچ سینٹر میں موجود نہیں ہیں اس لیے آپ نے ان کے حصول کا طریقہ پوچھا تا کہ اس گراں قدر سرمائے سے استفادہ کیا جا سکے۔

اس سلسلے میں عرض کہ تفصیل لف مکتوب ہذا ہے۔ مبلغ ۵۶۰ روپے کا بینک ڈرافٹ میرے نام کا بھجوادیں۔ ۱۱ عدد کتب بذریعہ رجسٹری روانہ کر دی جائیں گی۔ میری صحت وسلامتی کا پوچھنے پر احسان مند ہوں اور تاخیر کے لیے شرمندہ ہوں اور معذرت کا طلب گار ہوں۔ اُمید ہے فراخ دلی فرماتے ہوئے کوتاہی کو صرفِ نظر فرمائیں گے۔

دُعا گو اور دعا کا طالب
فقط۔ والسّلام۔ خاکسارِ مدینہ
رفیع الدین ذکی قریشی

☆ رفیع الدین ذکی قریشی (پ: ۱۹۳۴ء)، نعت گو شاعر، کتب: ''سازِ عقیدت''، ''نور ونکہت''، ''حرفِ نیاز''، ''مہر فاراں''، ''عنوانِ تمنا''، ''نوید رحمت''، ''ریاضِ نعت''، ''فیضان''، ''توشہ''، ''جواہر نعت''، ''صریرِ خامہ مدحت طراز''، ''خورشید حرا''۔

رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر (لاہور)

۶/نومبر ۲۰۰۸ء

مکرمی برادرم سید صبیح الدین رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

آپ کا مراسلہ تحفہ پہنچا ''نعت نگر کا باسی''[۱] اور ''نعت رنگ''...اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں۔

کتاب، مرحوم کشفی صاحب کی نعت گوئی اور صنف نعت سے دلچسپی، وابستگی اور دلی تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور یہ بھی کہ صنف نعت پر ان کی خاص توجہ رہی...خدا اُن کی مغفرت کرے۔ آمین

اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام

رفیع الدین ہاشمی

☆ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (پ: ۹ فروری ۱۹۴۰ء)، معلّم، محقق، نقاد، ماہر اقبالیات، سابق صدر: شعبۂ اردو، اورینٹل کالج لاہور، ایچ ای سی ایمینٹ پروفیسر، شعبۂ اقبالیات، جامعہ پنجاب، لاہور۔ کتب: ''اقبال کی طویل نظمیں''، ''سرور اور فسانۂ عجائب''، ''خطوطِ اقبال''، ''کتابیاتِ اقبال''، ''تصانیفِ اقبال کا توضیحی و تحقیقی مطالعہ''، ''علامہ اقبال اور میر حجازؑ''، ''تفہیم و تجزیہ''، ''پوشیدہ تری خاک میں...''، ''اقبال: شخصیت اور فن''، ''سورج کو ذرا دیکھ''، ''اقبالیات: تفہیم و تجزیہ''، ''جامعات میں اردو تحقیق''، ''مکاتیب مشفق خواجہ''، ''علامہ اقبال: مسائل و مباحث''، ''یادنامہ لالۂ صحرائی'' و دیگر۔ اعزازات: بابائے اردو ایوارڈ، قومی صدارتی اقبال ایوارڈ، تمغۂ امتیاز۔

۱۔ ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیم نعت، باراول، ۱۶۰ص

~~~~~~

۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء

سلام مسنون۔

آپ کی مراسلہ دونوں کتابیں (اشاریہ نعت رنگ[۱]، غالب اور ثنائے خواجہ[۲]) مل گئی ہیں۔ اس عنایت کے لیے ممنون ہوں۔ دونوں کتابیں اپنی اپنی نوعیت میں اہم ہیں۔ اشاریہ...نعت رنگ، کی پوری تاریخ ہے جس پہلو سے بھی دیکھیں، یہ ایک راہ نما اور گائڈ ہے۔ شفیق صاحب کو میری طرف سے مبارک باد!

غالب اور ثنائے خواجہ کے موضوع پر، مجھے یاد پڑتا ہے، ایک بہت عمدہ مضمون ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے بھی لکھا تھا...وہ بھی شامل ہوجاتا تو مجموعہ زیادہ وقیع ہوتا...بہرحال، نعت کے خاص باب میں آپ کی کاوشیں قابل قدر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

یاد آیا: ڈاکٹر تحسین فراقی کی کتاب ''غالب: فکر و فرہنگ'' (مطبوعہ اردو اکیڈمی لاہور ناظم: ڈاکٹر وحید قریشی) میں دو مضامین شامل ہیں (۱) مہر نیم روز اور غالب کا شعور دینی (۲) مثنوی: ابر گہر بار اور غالب کے عمومی فکری رویے' دونوں کا موضوع ''غالب اور ثنائے خواجہ' سے متعلق اور قریب تر ہے۔

رفیع الدین ہاشمی

۱۔ ۲۰۰۹، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، باراول، ۲۷۲ص ۲۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۷۶ص

~~~~~~

''نعت رنگ'' کا صوری اور معنوی لحاظ سے حسین و جمیل تازہ شمارہ موصول ہوا۔اس عنایت کے لیے دلی طور پر شکر گزار ہوں۔

آپ نے ''ابتدائیہ'' میں اختصار مگر جامعیت سے فروغ نعت کے سلسلے میں اپنی کاوشوں کا تعارف اور تذکرہ کر دیا ہے۔اس سے ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر کی پوری تاریخ اور پورا پس منظر سامنے آجاتا ہے۔ بلاشبہ آپ نے نعت گوئی کو پوری ایک تحریک بنا دیا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ نیک نیتی اور بےلوث طریقے سے (جو کام) انجام دیا جائے، باری تعالیٰ اس میں برکت دیتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ ''ہماری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی نہ کوئی نیا پہلو بھی ہم پیش کرسکیں۔'' یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی علمی، ادبی یا فکری تحریک آگے بڑھتی ہے، نشو نما پاتی ہے تو بلاشبہ نئے نئے پہلو بھی سامنے آتے ہیں مگر ان نئے پہلوؤں کے معیار پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔نعت شناسی کی تحریک پھل پھول رہی ہے، خدا کرے یہ کلمہ طیبہ کی طرح پھلے پھولے۔ جسے قرآن حکیم نے ایک ''شجر طیبہ'' کے مماثل قرار دیا ہے، جس کی جڑیں مضبوطی سے زمیں میں جمی ہوئی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ پیش نظر شمارے میں جناب شمس الرحمٰن فاروقی نے جن نکات کی طرف توجہ دلائی ہے وہ بہت اہم اور قابلِ غور ہیں۔

رفیع الدین ہاشمی

~~~~~~

رؤف پاریکھ، ڈاکٹر (کراچی)

لفظ ''نعت'' کے استعمال کے سلسلے میں محترم مبین مرزا صاحب کی تحریر[۱] نظر سے گزری، جی خوش ہوا۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اللہ تعالیٰ مرزا صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے انھوں نے اس مسئلے پر مختصر مگر جامع انداز میں روشنی ڈالی ہے۔اور اس پر اضافہ کرنا مشکل ہے۔البتہ صلاح الدین پرویز صاحب اور جیلانی کامران صاحب کے خیالات سے آگاہی کے بعد ایک نیا پہلو اس عاجز کے ذہن میں ابھرا ہے۔وہ پیش خدمت ہے۔

چوں کہ پرویز صاحب اور کامران صاحب دونوں اردو ادب کی جانی پہچانی شخصیات ہیں اور عام قاری نہیں تو کم از کم ادبی حلقے ان کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں لہٰذا بہتر ہوگا ان حضرات کے خیالات کی تہہ میں اور تحریر کے بین السطور جو پیغام مستور ہے اسے عیاں کر دیا جائے تاکہ قارئین بالخصوص راسخ العقیدہ مسلمان قارئین چند حقائق سے آگاہ رہ کر ان حضرات کی تحریروں سے لطف اندوز ہوں اور اگر اس میں کہیں شر یا شرارت کا پہلو ہو تو اس سے کما حقہٗ بچیں۔

اس ضروری تمہید کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۳۷ء۔۱۹۰۸ء) کے خیالات و تعلیمات سے متعلّق کچھ عرض کرتا ہوں۔

غالباً عام مسلمانوں کے علم میں ہوگا کہ موصوف نے نہ صرف نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا بلکہ رسول اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے سے بھی (نعوذ باللہ۔ نقل کفر کفر نباشد) انکار کر دیا تھا اور باوجود اس کے کہ اس ضمن میں کسی بحث کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد نہ صرف نئی شریعت بلکہ نبوت کا دروازہ بھی قیامت تک بند ہو چکا ہے (اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام بھی قیامت سے قبل آپ ﷺ کے اُمتی بن کر تشریف لائیں گئے) مرزا قادیانی صاحب نے ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے دیا جو ان کی جھوٹی نبوت پر ایمان نہیں لاتے۔
~~~~~~

یہی نہیں مرزا قادیانی صاحب نے ۱۸۹۱ء کے لگ بھگ مہدی اور مسیح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ اگر چہ ان کا انتقال ہیضے سے ہوا تھا لیکن موصوف نے نہ صرف مہدی اور مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا بلکہ غالباً سکھوں اور ہندوؤں کی ہم دردیاں حاصل کرنے کے لیے یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ وہ گرو گوبند سنگھ (سکھوں کے دسویں گرو) اور مہاراج کشن (ہندوؤں کے نزدیک خدا کے اوتار) بھی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ رجعون۔ گویا ہندو مت کا نظریہ تنا سخ یا آواگون (جسے انگریزی میں re-incarnation) بھی اپنا لیا یہ سوچے سمجھے بغیر کہ یہ سراسر غیر اسلامی عقائد ہیں اور نعوذ باللہ اگر نبی ہونے کے دعویدار تھے تو کم از کم اسلامی عقائد تک ہی محدود رہتے۔

اس ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ کرشن بت پرست تھا اور بت پرستوں کا جھوٹا خدا یا ان کے جھوٹے خدا کا اوتار تھا۔ جب کہ کبھی کوئی نبی بت پرست نہیں رہا۔ کیوں کہ حضرت آدم علیہ اسلام سے لے کر آخری نبی ﷺ تک تمام انبیا نے بنیادی طور پر ایک ہی دین یعنی ایک سچے رب کی تعلیمات کو پھیلایا لہٰذا کوئی بت پرست، کوئی شرک، کوئی کافر، کوئی وحدانیت کا منکر نہ تو نبی ہوسکتا ہے۔ نہ نعوذ باللہ ''اگلے جنم'' میں دوبارہ نبی بن سکتا ہے۔

معافی چاہتا ہوں کہ تمہید کے بعد یہ عرض ذرا طویل ہوگئی لیکن ناگزیر تھی۔ التماس یہ ہے کہ اگر محترم جیلانی کامران صاحب (اور صلاح الدین پرویز صاحب بھی) کافر و مشرک کرشن کو نعوذ باللہ قادیانیوں کی طرح نبی سمجھتے ہیں تو بہتر ہوگا کو وہ اپنے بقیہ عقائد کا بھی اعلان کر دیں اور قارئین بھی خبر دار رہیں کہ شعر و ادب کے پردے میں کون ان کے دین و ایمان کی دولت بے بہا پر ڈاکے ڈالنے کی سازش کر رہا ہے۔

چوں کہ مرزا قادیانی کا ذکر نکلا ہے تو یہ وضاحت کر دی جائے کہ ان کے قریبی ساتھی محمد علی لاہوری (۱۸۷۴ء۔۱۹۵۱ء) نے (اور ان کے پیروکاروں نے بھی) پوری کوشش کی ہے کہ کسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ مرزا قادیانی نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا لیکن خود قادیانی صاحب کی کتابوں میں اپنی نبوت کے واضح دعوے اور دلائل ملتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ محمد علی لاہوری نے مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد خلیفہ نہ بنائے جانے پر اور پھر دوبارہ ایسا موقع آنے پر بھی خلیفہ نہ بنائے جانے پر احمد یہ جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اور لاہوری گروپ کی بنیاد رکھی۔

ایک مزے کی بات اور قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام وفات پا گئے تھے (جبکہ قرآن میں واضح طور پر ہے کہ اللہ نے انھیں زندہ اوپر اٹھا لیا تھا اور نہ قتل کیے گئے نہ مصلوب ہوئے) اور بقول ان کے قبر کشمیر میں کہیں ہے۔ ابھی حال ہی میں آپ نے شاید اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ کوئی امریکی محقق اور سائنس داں کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی قبر دریافت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کسی مزار کے قریب سے مٹی کے نمونے بھی لے گئے ہیں تا کہ ان کا ڈی این اے (DNA) چیک کر کے اس امر کی تصدیق کی جا سکے کہ وہ قبر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی ہے یا نہیں (گویا نعوذ باللہ ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ڈی این اے کا نمونہ پہلے سے موجود ہے جس سے ان نمونوں کا تقابل کیا جا سکے)

لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ قطع نظر اس امر سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ اسلام اور حقیقت آسمانوں پر زندہ ہیں، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ آپ کا انتقال ہو گیا تھا تو انھیں بیت المقدس سے نکل کر کشمیر جیسے پہاڑی، دشوار گزار اور دور افتادہ مقام پر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ بات یہ ہے کہ امریکی ان قادیانیوں کے اس عقیدے کے تصدیق کرنا چاہتے ہیں تا کہ جھوٹے نبی کے مسیح ہونے کے دعوؤں کو سچ مان کر ان کی قبر کی پبلسٹی کی جا سکے۔

دراصل یہ حضرات شروع ہی سے انگریزوں کے ایجنٹ رہے اور غالباً انھی کے اشارے پر مرزا قادیانی نے جہاد کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی۔ کیوں کہ علمائے حق نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف باقاعدہ جہاد میں حصہ لیا تھا اور آزادی سے قبل کے ہندوستان میں بھی انگریزوں کے لیے یہ خطرہ موجود تھا۔ آج بھی جھوٹے نبی کے پیروکاروں کا مرکز لندن میں ہے۔

بہرحال، اردو ادب کے تمام قادیانیوں، احمدیوں اور ''لاہوریوں'' (اس سے مراد مولانا محمد علی لاہوری کے پیروکار ہیں) سے گزارش ہے کہ اپنے

چہرے سے نقاب اتار کر کھلم کھلا سامنے آئیں۔تا کہ ’’اردو ادب کی ترقی میں قادیانیوں کا حصہ‘‘ کے موضوع پر کوئی احمدی مقالہ لکھ کر کوئی ڈگری وغیرہ حاصل کر سکے۔

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

چلتے چلتے دونوں محترم اہلِ قلم سے (اہلِ علم تو کہنا مشکل ہے) عرض ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں بھیجے لیکن قرآن میں ’’پچیس چھبّیس‘‘ ہی کا ذکر ملتا ہے۔اوران کے علاوہ چندایک کے بارے میں علماء بھی متذبذب ہیں۔اور جب تک بقیہ کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہ ہوں کسی مشرک کو نبی کہنا اللہ کے ربّ العالمین ہونے کا اعتراف نہیں اپنی نادانی اور نبوت کے عظیم مقام نہ سمجھ سکنے کی جہالت کا اعتراف اوراعلان ہے۔وما توفیقی الا باللہ۔

رؤف پاریکھ

☆ ڈاکٹر رؤف پاریکھ (پ:۲۶اگست ۱۹۵۸ء)، محقق، ادیب، نقاد، ناول نگار، کالم نگار، فرہنگ نویس، سابق مدیر اعلیٰ: اردو لغت بورڈ، ایسوسی ایٹ پروفیسر (ر)، شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، صدر نشین: ادارہ فروغ قومی زبان (اسلام آباد)، کتب: ’’اردو نثر میں مزاح نگاری کا سیاسی اور سماجی پس منظر‘‘ (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ’’خفیہ پیغام‘‘ (ناول)، ’’پٹاخوں کا ہنگامہ‘‘ (بچوں کے لیے مزاحیہ کہانیاں)، ’’ہوائیاں‘‘ (طنزیہ و مزاحیہ مضامین)، ’’نازک صاحب کا بکرا‘‘ (بچوں کے لیے کہانیاں) ’’سرخاب کے پر‘‘ (انگریزی میں مزاح کے تراجم)، ’’عصری ادب اور سماجی رجحانات‘‘، ’’لسانیاتی مباحث‘‘، ’’لغت نویسی اور لغت‘‘ ودیگر۔

ا۔ ’’لفظ ’نعت‘ کا استعمال۔ایک توجہ طلب مسئلہ‘‘/ مبین مرزا، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۱، ص ۱۷۵۔۱۷۸

~~~~~~

رؤف نیازی (کراچی)

۱۰/اکتوبر ۲۰۱۴ء

نعت رنگ کا شمارہ ۲۴ ملا۔آپ نے بڑا کام کیا ہے۔عصر حاضر میں نعت کا فروغ دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے آپ کی خواہش ہے کہ میں ذکر نبی کریم ﷺ کے حوالے سے کچھ لکھوں سو چند پہلو جن پر میں غور کرتا رہا ہوں پیش کیے دیتا ہوں۔علم کائنات (cosmology) کی تاریخ ہیئت دانوں (astronomers) کے مطابق ۳۵۰۰ سال پرانی ہے ہماری کائنات کے وجود میں آنے کی کھوج اس کے مظاہر کے شاہدوں پر غور وخوض اور فکر ونظر کے ارتکاز کی ابتداء جن ممالک سے شروع ہوئی ان میں سیلون، چین، یونان، اٹلی، انڈیا اور مصر شامل ہیں یہ اعزاز ارسطو (۳۸۴۔۳۲۲ق۔م) کو جاتا ہے کہ اس نے اپنی تصنیف (Decaele on the Heavens) میں بیان کیا ہے کہ ہماری مقدس سرزمیں چھوٹے چھوٹے ۵۵ مقدس کرُوں کے درمیان چکر لگا رہی ہے ہماری زمین سے قریب ترین اور سب سے چھوٹا کرُہ چاند ہے۔حشو وزوائد سے قطع نظر یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ ارسطو کا نقطۂ نظر دو ہزار سال تک تسلیم کیا جاتا رہا اسے مورخین کی آراء میں کیتھولک فرقہ نے اپنے مفاد میں استعمال کیا اور علم کائنات کی تفہیمیت وفروغ کی راہ میں روڑا بنا رہا۔(The Handy space Answer Book TM Visible Imfa press, 1998, USA, P-12)

حیات وکائنات کی ایسی حقیقت مطلق جس جو فکری، نظری اور علمی، عملی تائید حاصل ہو اب تک ممکن نہیں ہوا ہے پیش نظر موجودات ومظاہر کی حقیقت کو فلسفہ حتیٰ الامکان پرکھتا اور برتتا ہے اس کا ہدف اور دائرۂ عمل اور ناموجود دونوں کی کنہُ تک پہنچنا ہے تاہم فلسفہ حتمی اور فیصلہ کن نتائج یا یقین دہانیوں سے گریز برتتا ہے۔فشٹے اسے علم وآگہی، کانٹ علم انتقادیات، اور نٹشے اسے تخیّل وتصور (Conception) اور ادرک یا احساس (Preception) کی ثانویت میں تقسیم کر کے اسے فلسفہ کی ذیل میں رکھتے ہیں۔ایک اور جہت اخلاقی ومذہبی اقدار کا توارث اور تسلسل ہے جو تحقیق وتفتیش سے عبارت
~~~~~~

ہے یہ برٹرینڈ رسل سے منسوب ہے المختصر فلسفہ کا ارتکاز سے عاری مدوجزر اسے کہیں ٹھہرنے نہیں دیتا یہ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ میزان معاشرتی زندگی میں اپنی معنویت اورافادیت کھو بیٹھتا ہے اس کے برعکس سائنسی پیش رفت اور اس کے انکشافات بڑی حد تک معاشرہ کو سدھارنے میں 'راہِ راست برد گرچہ دور ہست' کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں ہر چند کہ سرجیمس کا اصرار ہے کہ سائنس جس مقام پر آ کر سکوت واستقرار کا شکار ہو جاتی ہے فلسفہ وہاں سے اپنی پیشِ رفت کا آغاز کرتا ہے وُہیر نے فلسفہ اور سائنس دونوں کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ سائنس ایک جسم ہے، بے روح جسم اور فلسفہ روح ہے ،جسم کے بغیر گویا اس نے دونوں کو ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم قرار دے کر زندگی کے پہیہ کو پھر رواں دواں کر دیا۔

فلسفہ ہو یا سائنس یہ اجتماعی کاوشوں سے صورت پذیر ہوتا ہے جب کہ فن کار تن تنہا پوری انسانیت کے لیے محبّت، ہمدردی اور خیر کا پیغام لے کر طلوع ہوتا ہے۔فن کار اپنی تخیلاتی اور تخلیقی سوچ کو رنگوں یا لفظوں کا جامہ پہناتا ہے تو گویا اپنے فن اور ہنرمندی کے توسط سے اپنی جذباتی ،حسیاتی ، جمالیاتی اور تجزیاتی کیفیات کو قارئین ،ناظرین یا سامعین تک منتقل کرتا ہے سامع ،قاری یا ناظر اس سے جو کیف وسرور یا فکر ونظر کے جن نئے ابعاد سے متعارف ہوتا ہے اس صورت حال کو میور ہیڈ حساس سامع ،قاری یا ناظر کی فطری محرومیوں اور نارسائیوں کی طمانیت وتسکین کا باعث گردانتا ہے فن کا حسن وجمال تخیّل کی شادابی میں گھل مل کر ایک صاحب ادراک اور ایک نفس مُطمئِنہ کے حامل قاری سامع یا ناظر کو سکون و آسائش مہیا کرتا ہے اس راحت رساں فن کار کو میور ہیڈ'' آفاقی انسان'' کہتا ہے جو مافوق الانسان آفاقیت پر محیط ہونے کے سبب کائنات کا نگراں اور محرّک ہونے کا استحقاق رکھتا ہے اس نکتہ پر آ کر ہماری نظریں ان تقدیس یافتہ ،قابل احترام بابرکت محسنِ انسانیت پر آ کر پڑ جاتی ہے جو اپنے اپنے زمان ومکان میں بحیثیت انبیاء اکرام تشریف لائے خالق ومخلوق کے درمیان حدادب کے رابطے اور ضابطے پیش کیے خالق ومخلوق کے درمیان عابد ومعبود کی تفریق کو نمایاں کیا، جزاوسزا کا تصور دیا۔آداب بندگی سکھائے رب العالمین کی آفاقیت اور حاکمیت کا درس دیا اور اس ابدالآباد کی حقانیت کے حضور سجدہ ریزی اور تضرع کی تلقین کی اسی رُشد وہدایت کی آخری کڑی سرورکونین ﷺ کی ذات والاصفات ہے آپ ﷺ کی صورت زیبا ہو یا سیرت مُنزہ ایثار ہو یا انکسار،فکر رسا ہو یاذکر خدا،عفو ودرگزر ہو یا برداشت وصبر، آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو خالق کائنات کی رضامندی اور خوشنودی سے مشروط ہے۔کیٹس (Johan Keats,1795-1821) نے سچ کہا ہے "Beauty is truth, truth is beauty"(حسن صداقت ہے اور صداقت حسن ہے)حسن وصداقت کے اس پیکر جمیل ﷺ کے قدموں تلے آنے والے خزف ریزے بھی آپ ﷺ کے جاں نثاروں کے لیے کسی گوہر نایاب سے کم نہیں۔دین ودنیا کی سرخ روئی آپ ﷺ کی تعلیمات اور نقوش قدم کی پیروی میں مضمر ہے۔

ہماری وجودیت(Existentialism)اور اس کی مظہریات(Phenomenology) کا بنیادی قضیہ یہ ہے کہ ان دونوں میں اولیت یا ترجیح کس کو حاصل ہے؟فرد کے وجود کو یا اس کے اوصاف کو؟ جرمن مفکّر ہیڈیگر(Martin Heidegger,1889-1976)اپنی تصنیف"Time and Being" (ہستی وزمان)میں،فرد کی اس کائنات میں ہوئیت کو(Dasein) سے تعبیر کرتا ہے"Field Theory of Dasein" " کے مطابق یہ کہیں ٹک کر نہیں بیٹھتا۔موجودات سے بھری پوری دنیا میں اپنی ذات کو کھوجتا اور اس کی قدر کا تعین کرتا ہے یہ'وجودٔفی العلالم بامعنیٰ اور بامقصد ہے اگر انسان اپنے مختصر عرصہ حیات میں بروقت اپنے اہداف کی تکمیل کر لے تو فبہا بصورت دیگر پچھتاوں کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔'وجودٔفی العالم کی عارضیت کو ہیڈگر 'Temporal Temporality'،(زمانی عارضیت) کا نام دیتا ہے اس کی دانست میں مغربی فلسفہ وجودیت اور عدم وجودیت اپنی تفہیمیت ، وسعت اور کارکردگی میں ادھورا ،نامکمّل اور غیر موثر ہے وہ پانچویں صدی (ق۔م) کے چینی فلسفی لازوئے اور سدھارتھ گوتم بدھ (۵۶۰تا۴۸۰،ق۔م) کی تعلیمات اور نگارشات کو جو مذہبی عجز وانکسار، پارسائی ،خداترسی ،تقوی وپرہیز گاری اور دنیاوی لہولعب سے پاک شفاف ہیں ان کو افضلیت دیتا ہے

۔جرمن مفکّر ہیڈگر کے اس فلسفہ اور اس کی تعلیمات کو ساتر نے فرانس میں متعارف کرایا اور حتی الامکان فروغ دینے کی کوشش کی۔
دنیا کو کوئی فرد نہ تو عقلِ کُل ہوتا ہے اور حرف آخر۔خطا و نسیاں کا یہ پتلا حیات و کائنات کی پُر پیچ وادیوں میں دامن سمیٹے، گرتا پڑتا، ٹھوکریں کھاتا Zigzag Graph کی صورت اپنی مجوزہ منزل تک پہنچنے کی تگ و دو میں تن من دھن سب کچھ لٹا کر یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا عمومی بشریت کا یہی وتیرہ اور طور طریق ہے یہ اعزاز نبیوں اور رسولوں کے حصہ میں آیا ہے جنہیں خالق کائنات نے 'بشریت کی تخصیصیت' کے ساتھ انسانیت کی فلاح اور بہبود کے لیے زندگی کے عمودی (up-right) گراف کے ساتھ اس طلسم حیات کی گوں نا گونی میں بھیجا گویا ایں سعادت بزور بازو نیست۔اس بشریت کی تخصیصیت سے بڑھ کر ایک آخری مقام تکمیلیت کا ہے اس کی واحد اور اپنی مثال آپ ﷺ نبی آخری الزماں رسالت مآب حضرت محمد ﷺ کی ہے جو 'بشریت کاملہ' کے مقام پر فائز ہیں آپ ﷺ کی ذات وصفات لاثانی ہیں آپ ﷺ کا ذکر خیر منظوم ہو یا منثور خیر الوراسے ماروا کی نامختتم کائنات تک پھیلا ہوا ہے جہاں تک منظوم کا تعلّق ہے تو ممکن ہے بعض اذہان میں یہ ابہام پیدا ہو کہ خود قرآن ''سورہ الشعرا'' جو مکی ہے دوسوستائیس (۲۲۷) آیتوں اور گیارہ (۱۱) رکوع پر مشتمل ہے اس میں آیت نمبر ۲۲۴، ۲۲۵ اور ۲۲۶ کا بالترتیب اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

''شاعروں کی پیروی وہ کرتے ہیں کہ جو بہکے ہوئے ہیں...........'' (آیت ۲۲۴) ص ۱۰۴۲

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شاعر ایک بیاباں میں سرٹکراتے پھرتے ہیں......'' (آیت ۲۲۵) ص ۱۰۴۲

''اور وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں............'' (آیت ۲۲۶) ص ۱۰۴۲

آیت نمبر ۲۲۷ میں استشناء کی جو صورتیں ہیں وہ اس طرح ہیں:

سوائے ان کے جو ایمان لائے (۱) اور نیک عمل کیے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا (۲) جنہوں نے ظلم کیا ہے وہ بھی ابھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں (۳)۔[قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر ص ۱۰۴۳، مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس]

۱) ان شاعروں کا مستثنٰی قرار دیا ہے جو صداقت اور حقائق پر مبنی شاعری کرتے ہیں۔[ص ۱۰۴۳، ایضاً]

۲) جو کافر شاعروں کو شاعری میں جواب دیتے ہیں۔(مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ) ص ۱۰۴۳، ایضاً

۳) حدیث مبارکہ ہے کہ ''ان (کافروں) کی ہجو بیان کرو، جبریل علیہ السّلام بھی تمہارے ساتھ ہیں، ص ۱۰۴۳، ایضاً

وجودی وحدت (Ontological Unity) اور عددی وحدت (Numerical Unity) دو مختلف النواع وحدتیں ہیں کلیات اور جزیات دونوں بیک وقت کسی ایک معروض (Object) میں موجود نہیں ہو سکتیں اگر وجودی وحدت پر اصرار ہے تو عددی وحدت سے انکار لازمی ہے اگر وجودی وحدت پر اصرار ہے تو عددی وحدت سے انکار لازمی ہے اگر عددی وحدت کا اقرار ہے تو وجودی وحدت سے دست برداری لازمی ہوگی گویا کل اور اجزاء میں سے کسی ایک عنصر (Factor) اپنا اثبات کرانے کے لائق ہوگا دوسرے عنصر کی نفی لازمی قرار پائے گی ایمانیات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پہلے لات و منات کی نفی کی جائے اور پھر واحدہٗ لاشریک کی ذاتِ والا صفات کا صدقِ دل سے اعتراف کیا جائے اور اس اثبات کے بعد پھر دستِ دُعا کسی غیر اللہ کے سامنے دراز نہ ہو یہ اعلیٰ وارفع مقام واصل باللہ کا ہے۔

حاشاللہ کوئی ذات ماسوا خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ایسی نہیں جو واصل باللہ ہونے کا اعزاز رکھتی ہو۔ایسی تقدیس یافتہ رہبر و محسن انسانیت شخصیت کی جس قدر تعریف و توصیف کی جائے وہ کم ہے یہی وجہ ہے کہ عہد رسالتمآب ﷺ سے آج تک ہر وہ شاعر جس نے حضور اکرم ﷺ کی عظمتوں، رفعتوں اور بشری بلندیوں کے بارے میں سوچا وہ آپ ﷺ کی شان میں کچھ نہ کچھ نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا

کچھ شعرا کو بہت زیادہ کامیابی نصیب ہوئی اور انہوں نے شعرِ عقیدت ہی کہتے رہنا اپنا شعار بنالیا۔خود حضور اکرم ﷺ نے بھی شعرا کی حوصلہ افزائی فرمائی۔واجب الاحترام ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی نے آسمان رسالت ﷺ کی اہمیت،افادیت،رفعت اور معنویت کو دو مصرعوں میں سمیٹ کر گویا کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔

آپ کے نام میں ہر لفظ کا مفہوم ملے میرے سرکار ہیں ہر دور کی زندہ فرہنگ

شمائل ترمذی سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حسان بن ثابت کفار کے الزامات کا منظوم جواب دیا کرتے تھے اور آپ ﷺ مسجد میں منبر کا اہتمام کرتے تھے تاکہ اس پر کھڑے ہو کر کفار کو للکاریں حضرت جابر بن سمرہؓ بھی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ صحابہ اکرام کے ان اشعار سے لطف اندوز ہوتے تھے جو عہدِ جاہلیت کے بیانیہ کی حیثیت رکھتے تھے۔اسی طرح حضرت ثریدؓ سے اُمّیہ کے اشعار بھی آپ ﷺ نے سماعت فرمائے۔اس سے ثابت ہوگا کہ شاعری اسلام میں شجرِ ممنوعہ نہیں ہے۔مدحتِ رسول ﷺ کا جذبہ عربی کے شعرا سے فارسی گویانِ عجم میں منتقل ہوا اور وہاں بڑے بڑے شعرا جن میں جامی،قاآنی،فریدالدین عطار،سعدی وغیرہ ہم نے نعتیہ اشعار کہہ کر حضورِ اکرم ﷺ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔پھر اردو زبان کی ابتداء ہی سے نعتیہ اشعار اردو شعری روایت کا حصہ بنتے رہے۔فخر دین نظامی نے مثنوی کدم راؤ پدم راؤ (جس کا زمانہ تصنیف ۸۲۵ھ تا ۸۳۹ھ مطابق: ۱۴۲۱ء تا ۱۴۳۵ء بتایا جاتا ہے) میں حمد کے بعد نعت ہی کہی۔پھر تو یہ سلسلہ ایسا چلا کہ غیر مسلم شعرا بھی نعت کہنے لگے۔

پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ کی تو ایک تاریخ ہے۔یہاں نعتیہ شعری اقدار اس طور پھلی پھولیں کہ نعتیہ صحافت کا ایک الگ میدان سج گیا۔شعرائے اردو نے بڑی کامیاب نعتیں کہیں۔حفیظ جالندھری،ماہرالقادری،بہزاد لکھنوی وغیرہ ہم سے لے کر حفیظ تائب،عبدالعزیز خالد اور صبیح رحمانی تک بے شمار شعرا نے یہ سعادت حاصل کی۔اب نعتیہ شعری سرمائے میں روز افزوں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ایک محتاط اندازے کے مطابق اردو کی شائع ہونے والی شعری تخلیقات پر مبنی ۶۰٪ کتب نعتیہ اشعار پر مشتمل ہوتی ہیں۔

میں نے جون کیٹس کا یہ قول نقل کیا تھا کہ ''حسن صداقت ہے اور صداقت حسن ہے''......اس قول کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ انسانی فطرت میں جو جمال پرستی رکھی گئی ہے وہ اپنی ارتقائی (Sublimity based) شکل میں ''صداقت'' پرستی بن کر ان شخصیات کو محبوب بنادیتی ہے جو سراپا صداقت ہوتی ہیں۔یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ کائنات میں صرف اور صرف ایک ذاتِ محمدی خاتم الانبیاء ﷺ ہی ایسی ہے کہ جو بشریت کے محاسن کی تکمیلی شکل میں عالمِ بشری کو میسر آئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ وہ ذاتِ ستودہ صفات ہر راست فکر انسان کی محبوب ہے۔نعتیہ ادب کے فروغ کی اساس حضورِ اکرم ﷺ کی اسی محبوبیت پر قائم ہے اور جوں جوں انسانی شعور ارتقائی منازل طے کرے گا انسان آپ ﷺ کی ذات ہی کی طرف متوجہ ہوگا۔لیکن آپ کی شان بیان کرنا آسان نہیں ہے اسی لیے خورشید رضوی نے کہا تھا:

شان ان کی سوچیے اور سوچ میں کھو جائیے
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائیے

اس تناظر میں ''نعت رنگ'' کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔میں آپ کے اور مجلس مشاورت کے تمام اراکین کے لیے دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت انہیں اس کارِ خیر کا اجر عطا فرمائے۔(آمین)

رؤف نیازی

☆ رؤف نیازی (پ: ۱۲۰کتوبر ۱۹۴۰ء) اصل نام: عبدالرؤف خان،صحافی،بینکار،افسانہ نگار،نگار،کتاب: مابعد جدیدیت (تاریخ و تنقید)

رئیس احمد نعمانی، ڈاکٹر (علی گڑھ)

28-12-1999

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

صدیق مکرم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی کے علمی ذخیرے میں مجلّہ ''نعت رنگ'' کا ''حمد نمبر'' [۱] دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ حصۂ نظم میں متعدد چیزیں پسند آئیں، مگر بھائی دوایک کو مستثنیٰ کر کے مقالات اکثر غیر معیاری نظر آئے۔ ان مقالات کا سب سے بڑا سقم یہ ہے کہ ان کے لکھنے والے جتنی ادبی حساسیت رکھتے ہیں اس کے مماثل دینی شعور سے (قرآن وحدیث سے مستفاد خالص اسلامی تصور) سے بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں... بہرحال، ذاتِ رسول ﷺ سے اس بے عمل کو جو عقیدت ہے وہ اس پر آمادہ کرتی ہے کہ ''نعت رنگ'' جیسے رسالے کے اجرا پر آپ کو صمیم قلب سے مبارک باد اور ''نعت رنگ'' کو بقائے دراز کی دعا دوں۔ وفقنا اللّٰہ لما یحب و یرضی و حشرنا مع المحبین له۔

اس خط کے ساتھ ایک چھوٹی سی نعت ارسال خدمت ہے۔ اُمید ہے ''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں جگہ پائے گی۔ ساتھ ہی علاحدہ پیکٹ میں ''نیل المراد منظوم اردو ترجمہ قصیدہ بانت سعادٗ'' [۲] کی فوٹو کاپی بھیج رہا ہوں۔ یہ اگرچہ چھپ چکا ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ پاکستانی محبانِ رسول ﷺ بھی اس کے مطالعے کی سعادت اندوزی سے محروم نہ رہیں۔ لہٰذا اس کو بھی ''نعت رنگ'' میں شائع کر کے عندی مشکور اور عنداللہ ماجور ہیں۔

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

☆ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی (مرکز مطالعاتِ فارسی، علی گڑھ، انڈیا) استاد، شاعر، ادیب، نعت گو۔ کتب: ''شعاعِ نوا''، ''سرمہ نعت''، ''چراغِ نوا''، ''براتِ معنیٰ''، ''فروغ، نوا'' ودیگر۔

۱۔ ش ۷، اگست ۱۹۹۹ء، ۲۸۸ص ۲۔ ش ۱۰، ص ۱۷۱۔۱۸۳

01-03-2001

برادرم صبیح رحمانی صاحب زیدمجدکم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۔ ۳۰ جنوری کا مکتوب گرامی ۲۶ فروری کو موصول ہو کر موجب تشکّر ہوا۔ جس کے آخر میں تو دعا لکھی گئی ہے، مگر شروع میں بغیر سلام کے ہی کلام (نفس مطلب کا بیان) شروع کر دیا ہے! خدا جانے تعجیل میں آپ سلام لکھنا بھول گئے ہیں یا غالب مردود کی تقلید میں ایسا کیا ہے (کیوں کہ شخص ذلک بھی خط کو غیر اسلامی طریقے پر شروع کرنے میں فخر محسوس کرتا تھا)

۲۔ اس سے پہلے مجھے آپ کا خط کبھی نہیں ملا۔ زندگی میں یہ آپ کی پہلی غیر مطبوعہ تحریر ہے جو میری نظر کے سامنے آئی۔

۳۔ ''نعت'' سے اور [کذا] ''غالب'' سے کیا تعلّق ہے؟ کہ ''نعت رنگ'' کا ایک پورا نمبر اس کے لیے برباد کیا جائے؟ جیسے اشارے آپ مجھ سے غالب کی شاعری میں تلاش کرانا چاہتے ہیں، ایسے اشارے تو اکثر غیر مسلم شعرا کے ہاں بھی موجود ہیں۔ اس طرح تو سینکڑوں کافر ومشرک شعراء کے نام سے نمبر نکالے جا سکتے ہیں جنھوں نے زندگی میں ایک آدھ نعت غالب کی طرح لکھی ہے۔ غالب کے زمانے میں تو تقریباً ہر ہندو بھی اپنی کتاب کی ابتدا حمد ونعت سے کرتا تھا، پھر ان سب کا ایک ایک نمبر نکالنا ضروری ہوا؟

غالب کی شاعری کے فریب خوردہ لوگوں میں ایک غلام رسول مہر [۱] بھی ہوا کرتے تھے۔ پنجاب یونی ورسٹی لاہور کی مجلس یادگار غالب نے مہر کا ترتیب دیا ہوا غالب کے ''قصائد ومثنویات'' فارسی کا جو مجموعہ ۱۹۶۹ء میں شائع کیا تھا وہ اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ ساڑھے چھ سو صفحات

کی اس کتاب میں ۷۱ قصائد شامل ہیں جن میں سے صرف دو مختصر قصیدے نعت کے موضوع پر ہیں۔ ۱۶ قصیدے مغل بادشاہ کی چاپلوسی میں اور ۱۹ قصائد انگریزوں کی بھیئی [کذا] میں ہیں۔ باقی دوسرے ہندو مسلم اور شیعہ نوابین و امرا، کی خوشامد میں ہیں۔ تقریباً دس قصیدے خالص شیعیانہ ہیں جن کا کاملاً اسلامی ہونا نامعلوم! ایسے شخص پر ''نعت رنگ'' کیا کسی بھی دینی یا نعتیہ رسالے کا نمبر نکالنا میرے نزدیک انتہائی غیر معقول تجویز ہے۔ کجا نعتِ رسول ﷺ اور کجا غالب جیسا شرابی، جواری، بے نماز، بے روزہ، آزردہ جیسے دوست کا احساس فراموش، صحابہ رسول پر اپنی نثر و نظم میں (اردو، فارسی دونوں میں) تبرا لکھنے والا اور اسلامی عقائد و مسلّمات کا مذاق اُڑانے والا۔ قرآن وحدیث پر علمی نظر رکھنے والوں کو تو اس کے مسلمان ہونے میں بھی شک ہونا چاہیے۔ ''نعت رنگ'' تو شیدایانِ رسول کا مجلّہ ہے۔ غالب پر اس کا ایک پورا نمبر نکالنا، میری نظر میں کسی طرح استحسان کے دائرے میں نہیں آتا۔ کسی عام ادبی رسالے میں کوئی مضمون نچہ لکھا جا سکتا ہے اور بس! (باقی آئندہ)

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

۱۔ غلام رسول مہر (۱۳/اپریل ۱۸۹۵ء۔ ۱۶ نومبر ۱۹۷۱ء)، نامور صحافی، ادیب، مؤرخ، محقق، نقاد، مترجم، شارحِ اقبال و غالب، روزنامہ ''زمیندار'' سے وابستگی (۱۹۲۲ تا ۱۹۲۷ء)، بانی مدیر: روزنامہ ''انقلاب'' لاہور (۴۹۔۱۹۲۷ء)، کتب: ''نوائے سروش''، ''مطالب بالِ جبریل''، ''غالب''، ''سیاسیاتِ اسلامیانِ ہند''، ''آزادی کی جنگ''، ''تاریخ سندھ''، ''سید احمد شہید''، ''جماعتِ مجاہدین''، ''سرورِ عالمؐ''، ''سرگزشتِ مجاہدین''، ''مطالعۂ تاریخ''، ''انسائیکلوپیڈیا تاریخِ عالم''، ''ہٹلر کا عروج و زوال''، ''طبقاتِ ناصری'' و دیگر۔

۱۴۲۰/۱/۲ھ۔ ۲۰۰۱/۳/۲۸ء

برادرِ گرامی مراتب صبیح رحمانی صاحب زید مجدہ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

۱۴/مارچ کا محبّت نامہ وارد ہو کر موجب تشکّر ہوا۔

۱۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ نے ایک صائب رائے قائم کی اور ''غالب نمبر'' کو ''گوشۂ غالب'' [۱] تک محدود کر دیا۔ جزاک اللہ۔

۲۔ میرا معاملہ یہ ہے کہ اوّلاً ایک مسلمان، حافظ قرآن، تھوڑا بہت عربی زبان اور تفسیر وحدیث کا علم رکھنے والا ہوں۔ اس کے بعد ادیب و شاعر ہونے کا نمبر آتا ہے اور یہی صفت میں ہر مسلمان میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ رسول ﷺ اور شعائر اسلام کے خلاف کوئی بات برداشت کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے۔ اب اس میں راہ چاہے غالب کو پائے قلم سے روندنا پڑے، چاہے کسی اور کو۔

۳۔ آج کل چار بچوں کے امتحان چل رہے ہیں، خود میں جہاں نوکر وہاں بھی سالانہ امتحانات کا دور ہے۔ کئی طرح کی مکروہات و مصروفیات صبر آزمائی کے درپے ہیں اور غالب پر مضمون لکھنے کے لیے جو فرصت درکار ہے اس سے سردست قطعاً محروم ہوں۔ اور معذرت خواہ (چاہے آپ رسالہ ارسال فرمائیں، چاہے نہ ارسال فرمائیں) غالب پر ان شاء اللہ پھر کسی موقع پر لکھوں گا اور پورے دلائل کے ساتھ!

سردست ایک مضمون ''احمد رضا خاں کی نعت گوئی'' اس خط کے ساتھ ہی علیحدہ پیکٹ کی شکل میں ارسال ہے۔ اس کو آپ اپنے ایک ''مدیرانہ نوٹ'' کے ساتھ ''نعت رنگ'' میں شامل کر سکتے ہیں کہ اس کے مندرجات کے آپ ہرگز ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

۴۔ ''چراغ نوا'' [۲] کی دو کاپیاں میں خود اپنے ہاتھ سے ۱۸/جنوری کو رجسٹری کر کے آیا تھا۔ تعجّب ہے کہ ڈھائی ماہ کے قریب مدت ہو گئی اور آپ کو کتاب نہیں ملی! ہو سکتا ہے عن قریب پہنچ جائے۔ (بصورتِ دیگر دوبارہ ارسال کر دی جائے گی۔)

رئیس احمد نعمانی

۱۔ ش ۱۲، ۷۔۴۳۳ص ۲۔ ۲۰۰۰ء، علی گڑھ، باراول، ۶۴ص

07-06-2001

برادرِگرامی جناب صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم !السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

کل جناب ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے آپ کا گراں قدر وگراں پایہ تحفہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۱ (مارچ ۲۰۰۱ء) عنایت فرمایا۔ ازبس متشکّر ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک اہم دینی وادبی کام انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں بلندی، عزائم میں استحکام اور نظر وفکر میں صالحیت سے نوازے اور ہم جیسے ناکارہ لوگوں کو بھی توفیق دے کہ آپ کی ہم کاری کی سعادت حاصل کرسکیں۔ اس خط کو رسالے کی رسید سمجھئے۔ خدا نے توفیق دی تو تفصیلی خط بعد میں لکھوں گا۔

۱۸ر جنوری ۲۰۰۱ء کو آپ کے نام اور پتے پر ''چراغِ نوا'' کی دو کاپیاں رجسٹری کرکے آج تک رسید کا منتظر ہوں۔ اگر کتاب پہنچ گئی ہو تو آئندہ شمارے میں تبصرے کی زحمت فرمائیے گا اور اگر کتاب نہ ملی ہو تو اطلاع دیجیے تاکہ دوبارہ ارسالِ خدمت کردوں۔

حضرت بوصیریؒ کے قصیدہ بردہ کے ۱۲۹ ابیات کا منظوم ترجمہ ہو چکا ہے۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جلد مکمّل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آپ کو برائے اشاعت ارسال کرسکوں۔

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

~~~~~~

۱۴۲۵/۱۲/۲۶ھ۔ ۲۰۰۵/۲/۶ء

برادرم صبیح صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

۱۔ آج برادرگرامی ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کے توسط سے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۷ (نومبر ۲۰۰۴ء) کی زیارت ہوئی۔ کیا محبّت رسول ﷺ کے دعوے کے باوصف آپ اس پر ہجرت نبوی ﷺ سے جاری شدہ مہینا اور سنہ نہیں لکھ سکتے؟

۲۔ ص ۳ پر حضرت بوصیریؒ کے نام سے انتساب دیکھ کر یاد آیا کہ کم از کم دو بار میں آپ کو اپنا ''اوراق الوردہ منظوم اردو ترجمہ قصیدہ بردہ'' [۱] بھیج چکا ہوں، مگر خدا جانے کون سی مصلحت حائل ہے کہ آپ نے آج تک اس کو شائع نہیں فرمایا؟

۳۔ دسمبر ۲۰۰۰ء میں ''چراغِ نوا'' آپ کو تبصرے کے لیے بھیجی گئی، پھر اس کی دو کاپیاں مکرر جولائی ۲۰۰۱ء میں ارسالِ خدمت کی گئیں۔ لیکن اس کتاب پر تبصرہ بھی آپ نے تاحال شائع نہیں کیا!

۴۔ ''سلام در حضور خیرالانام ﷺ'' آپ کو اشاعت کے لیے بھیجا گیا وہ بھی آپ نے چھاپا!

۵۔ سلام در حضور خیرالانام ﷺ'' کی مطبوعہ کاپیاں برائے تبصرہ ارسالِ خدمت ہوئیں (جولائی ۲۰۰۴ء) اس کا بھی ''نعت رنگ'' میں کوئی ذکر نہیں!

۶۔ آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہو تو لکھنے کی زحمت فرمائیے۔ میں ان شاء اللہ اس کے ازالے کی کوشش کروں گا۔ مگر یہ کون سا عشقِ رسول ﷺ ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کی مدح وثنا میں جو چیز میں آپ کو بھیجتا ہوں اس کو بھی (خدا جانے کسی گروہی یا مسلکی عصبیت کے زیر اثر یا۔ کیوں۔) شائع کرنے سے گریز فرما رہے ہیں! (خط کا جواب دینا بھی اسلامی اخلاق کی ایک فرع ہے)

سوائے سچ کے مجھے بولنا نہیں آتا یہ عیب ہے تو یقیناً مری زبان میں ہے

جویائے خیر

رئیس احمد نعمانی

۱۔ مشمولہ: ششماہی ''الایام''، کراچی: مجلسِ تحقیق برائے اسلامی تاریخ وثقافت، ش ۲، ص ۱۲۹۔ ۱۶۸
~~~~~~

۱۴۲۶/۱/۲۷ھ۔۲۰۰۵/۲/۹ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب زیدت فضیلتکم ! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

۲۰۰۵/۲/۲۸ء کا نوشتہ باصرہ نواز ہوا۔ جی خوش ہوا کہ آخر آپ نے کچھ تو لکھا۔ جزاکم اللہ۔

''چراغِ نوا ﷺ'' کے پیش لفظ میں تلخی ہے مگر حقیقت سے دُور نہیں ہے ویسے آپ اگر شیخ احمد رضا خاں صاحب کی زبان کے کچھ خاص نمونے دیکھ لیں تو غالبًا کیا یقیناً میری عبارت کی تلخی کو بھول جائیں گے۔(علیحدہ لفافے میں ایک مصنّف کی ایک کتاب کے چند صفحات کا برقی عکس ارسالِ خدمت ہے)

آپ نے ''اوراق الوردہ...'' کی عن قریب اشاعت کا مژدہ سنایا جزاکم اللہ خیر!

میں نے آپ کو پہلے بھی لکھا تھا، پھر عرض ہے کہ ''نعت رنگ'' اس وقت بظاہر پاک و ہند کا سب سے اہم رسالہ ہے جو نعتیہ ادب کے تعلّق سے شائع ہوتا ہے۔اس لیے میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا پورا سیٹ میری چھوٹی سی (ذاتی) لائبریری میں موجود رہے۔ چند شمارے میرے پاس ہیں۔ شماروں کی تفصیل آپ کو دوبار لکھ چکا ہوں۔ بقیہ بھی اگر حاصل ہوجائیں تو موجب تشکّر ہوگا۔اگر آپ فرمائیں گے تو میں ان کی قیمت بھی ہندی مطبوعات کی شکل میں آپ کو بھیج دوں گا!(باقی آئندہ)

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

~~~~~~

۱۴۲۸/۱۱/۲۳ھ۔۲۰۰۷/۱۲/۵ء

برادر صبیح رحمانی!السّلام وعلیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔

۲۷ نومبر کو ''اے سبز گنبد کے مکیں'' [۱] کی ۵ کاپیاں رجسٹری کر چکا ہوں۔آپ کی نعت ریسرچ سینٹر کی لائبریری کی زینت میں اضافہ کریں گی، اور ہوسکتا ہے کوئی صاحب دو چار سال کی محنت کے بعد ایک تفصیلی تبصرہ بھی ''نعت رنگ'' میں لکھ دیں... لیکن میں آج تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ حُبِّ نبیؐ کا وہ کون سا معیار ہے جو اتنا اخلاقی جرأت مند بھی نہیں بناتا کہ خط کا جواب نہ دیا جائے تو کم از کم کتاب کے پہنچنے کی اطلاع تو دے دی جائے... اور... خدا جانے وہ کون سی اخلاقی ہمت ہے کہ کسی کے خلاف ڈیڑھ سو صفحات کالے کئے جائیں اور اس تحریر کی ایک کاپی بھی اس کو ارسال نہ کی جائے۔

ایک درخواست یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو، نعت رنگ کے گذشتہ شماروں میں جس جس شمارے کی فاضل کاپی آپ کے پاس موجود ہو،اس کی اطلاع دینے کی زحمت فرمایئے تا کہ میرے ریکارڈ میں جو شمارے غائب ہیں،اور آپ کے پاس برائے فروخت موجود ہیں ان کی قیمت کسی شکل میں ادا کرنے کی کوشش کروں تا کہ آپ وہ شمارے ارسال فرما دیں!

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

۱۔السّلام اے سبز گنبد کے مکیں، ۲۰۰۷ء،علی گڑھ: مرکز مطالعات فارسی، بار سوم،۳۲ص

~~~~~~

۱۴۳۳/۱/۱۸ھ۔۲۰۱۱/۱۲/۱۴

برادرم صبیح رحمانی! سلام مسنون!

۱۔آپ کی تمام بے رخی اور بے مروتی کے باوصف آپ کو عزیز رکھتا ہوں۔

۲۔''نعت رنگ''میں ''فروغ نوا'' پر تبصرے کا منتظر ہوں۔

۳۔آپ کے علم وفہم میں اضافے کے لئے دعا گو ہوں۔
۴۔تمام نعت گو حضرات کے ہدایت یاب ہونے کے لئے بارگاہِ الٰہی میں آرزومند ہوں۔
اگر ممکن ہو تو ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے کی ایک کاپی یا اس پورے شمارے کی الیکٹرو اسٹیٹ کسی ذریعے سے مجھ تک پہنچا دیجئے۔فوٹو کاپی اورڈاک رجسٹری وغیرہ کے تمام اخراجات جس ذریعے سے آپ کہیں گے ادا کردوں گا۔

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۳ بردارم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کے پاس دیکھا۔نعت اور خط کی اشاعت کے لیے سپاس گزار ہوں! مگر بھائی شمارہ ۲۳ کی ایک کاپی مجھے بھی تو ملنی چاہیے! میں جس شوق واہتمام سے ''نعت رنگ'' کو اپنے ذخیرۂ کتب کا حصہ بناتا ہوں، اس کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔(اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ مجھ جیسے آپ کے چاہنے والے دنیا میں بہت کم ہوں گے)
بہر حال، شمارہ ۲۳ کی ایک جلد کسی بھی طرح مجھ تک پہنچایئے اور براہِ کرم شمارہ اوّل کی فوٹو کاپی ہی سہی کسی طریقے سے میرے لیے مہیا فرمایئے۔(میں نے یہاں متعدد شماروں کی فوٹو کاپیاں کئی ہزار روپے خرچ کر کے حاصل کی ہیں۔شمارہ اوّل کی یہاں کہیں سراغ نہیں مل رہا ہے۔اگر آپ ہندوستان میں کسی ایسے آدمی کی نشان دہی کرسکیں جس کے پاس ''نعت رنگ'' پہلا شمارہ موجود ہو، تو میں بہر قیمت اس کو حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔

جویائے خیر
رئیس احمد نعمانی

رئیس نذیر احمد، پروفیسر (رحیم یار خان)

۲۴/ جولائی ۲۰۲۱ء

مکرم ومحترم سید صبیح الدین رحمانی صاحب
السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

نعت رنگ شمارہ ۱۲— نعتیہ ادب سے اولین تعارف کا ذریعہ بنا۔اس نے نعت رنگ سے ایسا انسلاک پیدا کیا کہ نئے شمارے کا بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ملک نواز احمد صاحب اعوان[۱] اور محمد راشد شیخ صاحب[۲] کی بے پایاں محبّت اور شفقت کے وسیلے سے کبھی کبھار نعت رنگ کے شمارے نظر نواز ہو کر کحل البصر کا سامان مہیا کرتے رہتے ہیں جو میری لائبریری میں متاعِ عزیز کی حیثیت سے محفوظ ہیں۔
میرے علم کے مطابق نعت رنگ کے ابھی تک ۲۷ شمارے چھپ سکے ہیں۔لیکن جب پچھلے دنوں ایک کرم فرمانے نعت رنگ شمارہ ۲۹، ۳۰ از راہِ محبّت عنایت فرمائے تو جہاں خوشی کی انتہا نہ رہی وہاں اتنا عرصہ محرومی پر دل ملول بھی ہوا۔حسبِ معمول اداریے اور نعت نامے ترجیحاً پڑھے۔نعت رنگ ۳۰۔کے صفحہ ۷۴۵ پر ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا تحریکی مکتوب (نعت نما) نظر سے گزرا، پسند آیا، جو یقیناً شاندار ترغیب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔''نعت پیغمبر'' (منتخبات) اسی سلسلے میں آپ کو ارسال کی جارہی ہے۔اگر میں اس مکتوب کی روح کو سمجھ سکا ہوں اور ارسال کردہ کتاب آپ کے منصوبے میں خوش گوار اضافے کے طور پر جگہ پاسکے گی تو آپ سے رابطے کا میرا مقصد پورا ہو جائے گا۔نیز نعتیہ اشعار کی خطاطی (فارسی، عربی، اردو۔اردو رسم الخط میں) (غیر مطبوعہ) بخط راقم الحروف کی کاپی ارسال کی جاسکتی ہے۔

میں نعتیہ ادب کا ادنیٰ سا قاری ہوں۔ انتقاد تو ناقدین کا کام ہے جو وہ کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مثبت تنقید — سوچ اور فکر کے متنوع زاویوں سے آشنائی کا سبب بنتی ہے۔ اگر نعت رنگ پر تنقید (مثبت، منفی) میں آپ کی وسعت نظری شامل نہ ہوتی تو آج یہ حوالہ جاتی دستاویز کی سند حاصل نہ کر سکا ہوتا۔ اس رویے میں آپ کی اعلیٰ ظرفی کا بڑا عمل دخل ہے۔

نعت رنگ کے تمام سلسلے تنقید، تحقیق، توصیف، عمدہ تخلیقی سفر کے عکاس ہوتے ہیں۔ آپ کے ابتدائیے بھی بہت وقیع اور قیمتی ہوتے ہیں۔ کہیں کہیں اغلاط نعت رنگ کے حسن صوری کو متاثر کرتی ہیں۔ تاہم اتنی ضخیم کتاب میں اِکا دُکا غلطیوں کا در آنا فطری عمل ہے۔ کیوں کہ راقم فن خطاطی اور کمپوزنگ سے منسلک ہے، اس لیے ان باتوں سے بخوبی واقف ہے۔

مکتوب نگاری کی قدیم روایت کا سلسلہ نعت نامے، خطوط کی عمدہ روایت ہے اس کو برقرار رکھنا آج کے ڈیجیٹل دور میں نسل نو میں واقفیت کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ اس میں بہت سارے خاموش پیغامات بھی ہوتے ہیں۔

نعت ریسرچ سینٹر اپنی مطبوعات پر کتنا ڈسکاؤنٹ دیتا ہے، آپ کی تخلیقات منگوانے اور رقم کی ادائیگی کا طریقہ کار کیا ہوتا ہے؟ فہرست تخلیقات کیسے دستیاب ہوگی؟

روشنیوں کے شہر کراچی سے بہت سی یادیں وابستہ ہیں ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۶ء بسلسلہ گریجویشن کراچی میں قیام پذیر رہا ہوں، تب سے آج تک کراچی سے تعلق قائم ہے۔

اللہ رب العزت آپ کو سلامت رکھے۔

نعتیہ ادب کا ادنیٰ قاری

پروفیسر رئیس نذیر احمد

☆ پروفیسر رئیس نذیر احمد (پ: ۶ جون ۱۹۴۶ء)، معلّم، خطاط، پروفیسر: گورنمنٹ گریجویٹ کالج آف کامرس، رحیم یار خان، پنجاب

۱۔ ملک نواز احمد اعوان (م: ۳۱ اگست ۲۰۲۲ء) دانش ور، علم پرور، کتاب دوست و کتاب شناس، تبصرہ نگار (ہفت روزہ فرائیڈے اسپیشل، کراچی)

۲۔ محمد راشد شیخ، محقق، پیشے کے اعتبار سے انجینئر، کتب: ''تذکرہ خطاطین''، ''سوانح ڈاکٹر نبی بخش بلوچ''، ''علامہ عبدالعزیز میمن''، ''ڈاکٹر محمد حمیداللہ''، ''مجموعہ خطوط گیلانی''، ''مجموعہ مکاتیب اکبر'' و دیگر۔

ریاض حسین چودھری (لاہور)

۳۰/ دسمبر ۹۶ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

گزشتہ ہفتے سیال کوٹ جانا ہوا تو آپ کے خط سے ''ملاقات'' ہوئی۔ یاد آوری کا اور محترم عاصی کرنالی کے ایڈریس کا شکریہ۔ ''زرمعتبر''[۱] کی ایک کاپی انھیں بھجوا رہا ہوں۔ کراچی سے دو ایک نام بھجوایئے ''زرمعتبر'' کا پہلا ایڈیشن اگرچہ ختم ہوا چاہتا ہے لیکن آپ جن احباب کا ایڈریس بھجوائیں گے انھیں کتاب بھجوا دوں گا۔

حکم کی تعمیل کر رہا ہوں، ایک نعت ''ہوائے شہرِ مدینہ گلاب لائی ہے''، نظم معریٰ میں میں نے مسلسل تجربے کیے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہ نعت بھی نظم معریٰ میں ہے اور عام ڈگر سے ذرا نہیں بہت ہٹ کر، نعت کا کینوس وسیع ہو رہا ہے۔ آئندہ صدی امکانات کی صدی ہے اور نعت کا مستقبل روشن ہی نہیں روشن تر ہے۔ اپنے روشن ماضی کی طرح.......

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

☆ ریاض حسین چودھری (۸نومبر ۱۹۴۱ء۔ ۶ اگست ۲۰۱۷ء)، شاعر، ادیب، صدر شعبہ ادبیات: تحریک منہاج القرآن، مدیر: مرے کالج میگزین، مدیرِ اعلیٰ: پندرہ روزہ ''تحریک'' لاہور۔ کتب: ''زرِ معتبر''، ''رزقِ ثنا''، ''تمنائے حضوری'' (طویل نعتیہ نظم)، ''متاعِ قلم''، ''کشکولِ آرزو''، ''سلام علیک''، ''خلد سخن''، ''غزل کاسہ بکف''، ''طلوعِ فجر''، ''آبروئے ما''، ''زم زمِ عشق''، ''تحدیثِ نعمت''، ''دبستانِ نو''، ''لامحدود''، ''کائنات محوِ درود ہے''، ''برستی آنکھوں خیال رکھنا''۔

ا۔ ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم و ادب، بار دوم، ۲۸۸ص

~~~~~~

۵/دسمبر ۹۹ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔ مزاجِ گرامی۔

''نعت رنگ'' ۷ اور ۸ ارسال کر رہا ہوں۔ مضمون کا منتظر ہوں، اب یہ مضمون ہی آپ کی اور میری محبّتوں کی بحالی رکھ سکتا ہے۔''

آپ کے خط محررہ ۶رنومبر کے اختتامی جملے کئی بار پڑھ چکا ہوں، محبّت اور اپنائیت کا ایک جہان آباد ہے ان جملوں میں۔ یقین جانیے یہ جملے پڑھ کر جھوم اُٹھتا ہوں، کوئی مجھ سے اس قدر بھی محبّت کر سکتا ہے۔ اچھا تو بھائی میں نے ہتھیار ڈال دیے۔ آپ کا جب یہ خط ملا تھا (شمارہ ۷ اور ۸) کے ساتھ تو میں نے اُسی وقت حکم کی تعمیل کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کوئی اور گواہی تو نہیں دے سکتا البتہ میرا خدا شاہد ہے، میں نے ''بیسویں صدی میں اردو نعت'' کے موضوع پر کچھ لکھنے کا پروگرام بنایا تھا۔ ان دونوں لاہور میں ہی تھا... کہ ۲۲رنومبر ۹۹ء بروز اتوار سیال کوٹ سے لاہور جاتے ہوئے میری فلائنگ کوچ ایک خوف ناک حادثے کا شکار ہوگئی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ لاہور سے دو گاڑیاں جنھوں نے آپس میں دوڑ لگا رکھی تھی۔ میری فلائنگ کوچ سے پوری شدت سے ٹکرا گئیں۔ میں شدید زخمی ہوا۔ ہوش آیا تو خود کو ہسپتال کے بستر پر پایا۔

برادرِ عزیز! کیا گزری کچھ نہ پوچھیے، اللہ نے اپنے حبیب مکرم کے صدقے میں دوبارہ زندگی عطا کی ہے۔ سر، پیشانی اور دائیں آنکھ پر بے شمار چوٹیں آئیں۔ پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے، شروع میں کسی سہارے کے بغیر بستر سے اُٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔ اب تقریباً حادثے کے تیرہ دن بعد تھوڑا سا سنبھلا ہوں۔ تقریباً ۱۵ ٹانکے کاٹے جا چکے ہیں، بستر سے خود اُٹھ سکتا ہوں۔ ڈاکٹروں نے ایک ماہ کے لیے مکمّل بیڈ ریسٹ کا مشورہ دیا ہے۔ اس خوف ناک حادثے سے بچ جانا ایک معجزہ ہی ہے۔ میں آج کل قائدِ محترم[۱] کی کتاب سیرت الرسول کی نہم جلد پر کام کر رہا ہوں۔ یہ حصہ معجزاتِ حضور ﷺ کے بارے میں ہے۔ اس کا مسودہ نمبر ۱۴ ساتھ لے کر لاہور جا رہا تھا کہ یہ حادثہ پیش آ گیا اور مجھے معجزانہ طور پر نئی زندگی عطا کی گئی۔

یہ حادثہ پیش آنے کے تیسرے چوتھے دن ہسپتال سے یہ مسودہ معجزانہ طور پر ملا۔ آج کل گھر پر ہی ہوں، ذرا طبیعت سنبھلی ہے تو پہلا کام یہ کر رہا ہوں کہ آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ اچھا تو ایک بات آپ کو اور بتا تا چلوں۔ یہ حادثہ پیش آنے سے قبل ہفتہ عشرہ میں عجیب کرب اور اضطراب میں مبتلا رہا۔ مجھے چاروں طرف موت کے سائے رقص کرتے نظر آتے، بلڈ پریشر بڑھ گیا، دل کی دھڑکن تیز ہوگئی کیا ہو رہا ہے میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ شاید میری چھٹی حس آنے والے خطرے سے مجھے آگاہ کر رہی تھی، ان دنوں میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ یا باری تعالیٰ مجھے سیرت الرسول کا کام مکمّل کرنے کی مہلت دے، اس سال (۲۰۰۰ء) میں ربیع الاوّل کے موقع پر میرے تین نعتیہ مجموعے متاعِ قلم[۲]، کشکولِ آرزو'[۳] اور ''تمنائے حضوری''[۴] شائع ہو رہے ہیں۔ یا اللہ! مجھے ان مجموعوں کو منظرِ عام پر لانے کی توفیق عطا فرما، یا اللہ! بس سفرنامہ حجاز ''لبیک یارسول اللہ لبیک''، مکمّل کرنا چاہتا ہوں، مولا! مجھے اس کی مہلت عطا فرما۔ یا اللہ!! بس ساری عمر تیرے حبیب ﷺ کی ثنا کرتا رہا ہوں۔ مجھے یہ سارا کام سمیٹنے کی
~~~~~~

مہت دے، ان دنوں ایک نعت بھی ہوئی جس کے چند اشعار درج کر رہا ہوں:

دل کو گداز آنکھ کو نم کی تلاش ہے — کسی روسیہ کو قیصر و جم کی تلاش ہے
اک لفظ لکھ سکے نہ جو نعتِ نبی کے بعد — شاعر کو ایک ایسے قلم کی تلاش ہے
سرکار دست بستہ کھڑا ہوں میں شام سے — سرکار آپ ہی کے کرم کی تلاش ہے
اُن کی ثنا کے واسطے مانگی تھی زندگی — لیکن اسے بھی ملک عدم کی تلاش ہے

چوتھا شعر اُس وقت میری سمجھ میں، اپنی جزئیات کے ساتھ نہ آسکا، حادثے کے بعد اس کا مفہوم کھلا۔ اب جو زندگی مجھے عطا ہوئی ہے وہ صرف ثنائے رسولﷺ کے لیے ہے۔ نثر میں یا نظم میں، پہلے بھی ہر سانس سرکارﷺ کے لیے وقف تھی اب بھی ہر سانس سرکارﷺ کے لیے وقف رہے گی۔ میرا آپ سے وعدہ رہا کہ جب لکھنے پڑھنے کے قابل ہوا سب سے پہلے آپ کا قرض چکاؤں گا کیوں کہ میں ایک مداحِ رسول اور وہ بھی آپ جیسے محبّت کرنے والے دوست کی ناراضی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

اگر آپ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب، پروفیسر محمد اقبال جاوید، رشید وارثی، عزیز احسن اور بھارت کے سیّد یحییٰ نشیط اور دیگر احباب کے ایڈریس بھجوا دیں تو میں براہِ راست آپ کے حوالے کے ساتھ انھیں ''رزقِ ثنا'' [۵] کے اعزازی نسخے ارسال کردوں گا۔ میری اس فہرست میں اضافہ بھی فرما سکتے ہیں، کیوں کہ ''نعت رنگ'' کے حوالے سے آپ اہلِ قلم کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں۔ پاکستان میں، میں چند ایک نعت خوانوں کی خدمت میں بھی ''رزقِ ثنا'' پیش کرنا چاہتا ہوں، چند ممتاز نعت خوانوں کے (کراچی) نام لکھیے ان کی کتابیں آپ کو بھجوادوں گا۔

اس وقت صبح کے چھ بج رہے ہیں۔ بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالا رہا ہوں۔

احباب کی خدمت میں آداب، اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ تفصیلی جواب کا انتظار ہے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

۱۔ڈاکٹر علامہ طاہر القادری مراد ہیں۔ ۲۔۲۰۰۱ء، لاہور: القمر انٹر پرائزز، باراول، ۱۸۶ص
۳۔۲۰۰۲، لاہور: القمر انٹر پرائزز، باراول، ۱۶۷ص ۴۔۲۰۰۰ء، لاہور: کنٹراسٹ پرنٹرز اینڈ پبلشرز، باراول، ۹۶ص
۵۔۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم وادب، باردوم، ۱۷۶ص

~~~~~~

شہرِ اقبال

۲۴/فروری ۲۰۰۴ء

برادرم صبیح رحمانی۔ السّلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

آپ کے مسلسل اصرار کے آگے مجھے ہتھیار پھینکنا پڑے، ان دنوں ذیل کے موضوع پر تحقیقی کام کر رہا ہوں: ''جدید اردو نعت کا عصری حوالہ'' [۱]۔ مضمون ذرا طویل ہوجائے گا، ان شاء اللہ ایک مہینے تک ''نعت رنگ'' کے لیے پیش کروں گا۔

اب تو خوش ہیں نا!

اُمید ہے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۶ شائع ہو چکا ہوگا۔ براہِ کرم اس کی ایک کاپی بذریعہ وی پی درج ذیل ایڈریس پر بھجوادیں۔
~~~~~~

(ریاض حسین چودھری۔ڈاکٹر جیز انٹرنیشنل،طور آباد،ڈسکہ روڈ،سیالکوٹ)

عزیز احسن صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام پہنچے۔

احقر
ریاض حسین چودھری

ا۔بعنوان ''جدید اردو نعت کی صورت پذیری کا موسم''،ش ۱۷،ص ۶۳۔۱۲۰

~~~~~~

جشنِ عید میلاد النبیﷺ کی آمد آمد ہے، پلکوں پر ابھی سے اَن گنت ستارے جھلملانے لگے ہیں،نعتِ مسلسل کے سرمدی زمزموں کا شاداب موسم قریۂ جاں میں ابھی سے خیمہ زن ہے،کشتِ دیدہ ودل میں ابھی سے بادِ بہاری چل رہی ہے،شاخِ آرزو پر ابھی سے کلیاں مسکرانے لگی ہیں،صبحِ میلاد کی دل نواز ساعتوں کی پذیرائی کے لیے دل کی دھڑکنیں چشمِ محبّت کی دہلیز پر ابھی سے سمٹنے لگی ہیں۔صبا،خوش بو کے چراغ لے کر ابھی راہوں میں کھڑی ہے،تاریخِ کائنات کے سب سے بڑے دن کے استقبال کے لیے عناصرِ فطرت رنگ ونور کی نئی پوشاک پہنے ابھی سے چشم براہ ہیں۔

فصیلِ لب پہ سجانے لگی ہوا کلیاں ابھی سے آنکھ سحاب کرم میں ڈوب گئی
ابھی سے جشنِ ولادت کے خیر مقدم کو مری زبان بھی میرے قلم میں ڈوب گئی

ربیع الاوّل کے مقدس چاند کے طلوع ہونے میں ابھی چند روز باقی ہیں،خوشیوں اور مسرتوں کی دھنک سات رنگوں کا پرچم اُٹھائے آسمانِ قلب ونظر پر جلوہ گر ہے۔

سمٹ رہے ہیں ستارے فلک کی بانہوں میں غبارِ نور ہے پھیلا ہوا نگاہوں میں
یہ کس رسول کی آمد ہے بزمِ ہستی میں سحر ازل سے مؤدّب کھڑی ہے راہوں میں

اے صبحِ میلاد کی نورانی ساعتو! ہم غلاموں کا سلامِ شوق قبول کرو۔

جشنِ عید میلاد النبیﷺ...آپ کو اور 'نعت رنگ' کے قارئین کو مبارک، ربِّ محمد اس دن کے وسیلۂ جلیلہ سے عالمِ اسلام پر کرم کی بارش کردے اور اُمتِ مسلمہ کے بجھے ہوئے افق پر عظمتِ رفتہ کا سورج روشن فرما دے کہ ہماری ہر سانس اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

ان پُر کیف ساعتوں میں آپ 'نعت رنگ' شمارہ ۱۸ کے مضامین ونظم ونثر ترتیب دینے میں مصروف ہوں گے،سوت کی انٹی لے کر حاضر ہوں۔ شاید میرا نام بھی یوسف کے خریداروں میں شامل ہو جائے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا ہمارا سرمایۂ افتخار ہیں، آقائے مکرمﷺ کی نعت کے حوالے سے قلم اُٹھاتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے کائنات کا سارا حسن ان کے قلم کے ہم رکاب بارگاہِ حضورﷺ میں دست بستہ کھڑا ہو،لفظ لفظ میں مودّت کے چراغ جل اُٹھتے ہیں۔ ہر چند یہ تصویرِ ادب بن جاتا ہے ورق ورق پر ہجومِ مہ وانجم اُمڈ پڑتا ہے۔نقدِ نعت کے حوالے سے ان کی خدماتِ جلیلہ آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میں ان کا تحقیقی مضمون ''نعت میں نعت'' موضوع کے حوالے ہی سے نہیں بلکہ اظہار و بیان کے حوالے سے بھی خاصے کی چیز ہے۔اللہ ان کے قلم کو مزید روانی اور جولانی عطا فرمائے۔زیرِ بحث مضمون میں میری نعتیہ نظم 'نعت کیا ہے؟' کے تین بند درج کیے گئے ہیں، میں رضا صاحب کا بے ممنون ہوں لیکن رفیع الدین ذکی قریشی کے نام سے منسوب جو دو بند درج کیے گئے ہیں وہ بھی میری اسی نعتیہ نظم سے لیے گئے ہیں،یعنی:

نعت کیا ہے وصفِ ختم المرسلیںﷺ کا تذکرہ

اور
~~~~~~

نعت کیا ہے ہر صدی کے سر پر دستارِ کرم

سب سے پہلے یہ نعتیہ نظم راجا رشید محمود کے ماہ نامہ 'نعت' کے خصوصی شمارہ 'نعت کیا ہے' میں شائع ہوئی تھی۔ یہ نظم میرے دوسرے نعتیہ مجموعے رزقِ ثنا (ص ۶۷، مطبوعہ جون ۱۹۹۹ء) میں بھی شامل ہے، ممکن ہے یہ کمپوزنگ کی غلطی ہو، براہِ کرم ریکارڈ، کی درستی کے لیے یہ وضاحت شائع فرمادیں۔

ریاض حسین چودھری

~~~~~~

۲۰/ نومبر ۲۰۰۸ء

برادرم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔ مزاجِ گرامی!

طویل انتظار کے بعد ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۰ طلوع ہوا تو قریۂ دیدہ و دل فکر و نظر کے اَن گنت چراغوں سے منور ہو گیا۔ اصلاحی نقطۂ نظر ورق ورق پر ضوفشاں ہے جو ایک خوش آئند بات ہے۔ گزشتہ روز لاہور کے ایک دوست لاہور سے نعت کے حوالے سے ایک سہ ماہی پرچے کے اجرا کی منصوبہ بندی کر رہے تھے، لیکن انھیں مشورہ دیا کہ ''نعت رنگ'' کے چراغ سے اپنا چراغ روشن کرنا، انفرادی اور اجتماعی سطح پر احتساب کا عمل جاری رہنا چاہیے، انا کا مسئلہ کھڑا کیے بغیر اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج کے نعت گو اور نعت خواں دونوں کے لیے لمحۂ فکر یہ ہے۔ قرآن و حدیث سے نعت گوئی سیکھنے کے شعور کی بیداری کرنے سے محض دیوارِ رزق چاٹنے کے عمل پر کاری ضرب پڑے گی، ''نعت رنگ'' کی اس اشاعتِ دل پذیر پر دلی مبارک باد قبول فرمایئے، اگر آپ نعت گو نہ بھی ہوتے اور دورِ نعت خوانی کا اعزاز بھی آپ کو حاصل نہ ہوتا تب بھی آپ ''نعت رنگ'' کے ان بیس شماروں کے حوالے سے کائناتِ نعت میں زندہ رہتے، اللہ آپ کو عمرِ خضر عطا فرمائے۔ اسی لگن اور تڑپ کے ساتھ آگے بڑھتے جایئے۔ جہانِ نو کے مقفّل دروازے خود بہت کھلتے جائیں گے اور ''نعت رنگ'' کی خوش بو چار دانگ عالم میں پھیل جائے گی۔

یہ اکیس ویں صدی کی پہلی دہائی ہے۔ نقد و نظر کے پیمانے بھی تبدیل ہو رہے ہیں، شہرِ ادب میں تازہ کاری کی مسلسل بارشوں سے فرسودگی اور بوسیدگی کا زنگ بھی اُتر رہا ہے۔ آج کی نعت اعلیٰ حضرت کے زمانے کی نعت سے بہت مختلف ہے۔ نعت کی کائنات بھی ہر آن پھیلتی جا رہی ہے۔ اگرچہ نعت گو کا اساسی رویہ وہی رہے گا جس سے ایوانِ نعت روزِ ازل سے گونج رہا ہے۔ لیکن سوچ اور اظہار کے ارتقائی سفر کے مختلف مراحل پر رونما ہونے والی تبدیلیوں کو نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا، ہر زمانے کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، اس کا ڈکشن بھی بڑی حد تک بدل جاتا ہے۔ آج کے نقاد کو بھی اَن گنت چیلنجوں کا سامنا ہے۔ اب ادبی منظر نامہ نئے رنوں کی رنگ آمیزی سے بڑی حد تک تبدیل ہو چکا ہے۔ نعت وہ واحد صنفِ سخن ہے جس نے تمام اصنافِ سخن میں اپنے وجود کو منوایا ہے حتیٰ کہ نثر میں بھی نعت کے خوب صورت نمونے مل جاتے ہیں، ہدایتِ آسمانی کی آخری دستاویز قرآن حکیم اس کی روشن تر مثال ہے۔ جدید اردو نعت میں موضوعات کے تنوع کو بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ آپ کا فکر انگیز اداریہ اس حوالے سے نئی سمتوں کی نشان دہی کر رہا ہے اور مستقبل کے نعت گو اور نقاد کی درست رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ جمود کو توڑنا اور اُفقِ شعر پر نئے آفاق کی تسخیر بذاتِ خود ایک اجتہادی اور جہادی عمل ہے اور ''نعت رنگ'' اس اجتہادی اور جہادی عمل میں پہلے دن سے شریک ہے، نعت کائنات ہے اور ہم اس کائناتِ نعت میں سانس لے رہے ہیں۔ نقد و نظر کے نئے حوالوں کے ظہور اور نئے پیمانوں کی تشکیل کے بغیر اب آگے بڑھنا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔ انتخابی تنقید کا نظریہ بڑا توانا اور جان دار ہے۔ عملی سطح پر یقیناً اس کی پذیرائی ہوگی۔ انتخابی تنقید کا نظریہ ایک دبستانِ تنقید کے طور پر جلد ہی اپنے تخلیقی اور تنقیدی وجود کو منوا لے گا۔ آپ کے اس نقطۂ نظر میں کافی وزن ہے کہ تنقید کے تمام دبستانوں سے اکتسابِ شعور کیا جائے، ابتدائی خاکہ آپ نے دے دیا ہے اب اس ابتدائی خاکے میں رنگ آمیزی کا فریضہ بھی اربابِ علم و فن کو دینا چاہیے، پاک و ہند کے ممتاز نقاد حضرات کا آپ کو تعاون اور اعتماد حاصل
~~~~~~

ہے۔ ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط، ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، پروفیسر محمد اقبال جاوید، ڈاکٹر ریاض مجید، حسن محمود جعفری، پروفیسر محمد اکرم رضا، پروفیسر افضال احمد انور، عزیز احسن، ڈاکٹر غفور شاہ قاسم اور دیگر اربابِ فکر ونظر کے دروازوں پر دستک دیجیے کہ وہ شہرِ قلم کے دروازے وا کریں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی زندہ ہوتے تو آپ کو خوب خوب شاباش دیتے۔

علامہ کوکب نورانی صاحب میرے مضمون ''جدید اردو نعت میں صورت پذیری کا موسم'' کے بارے میں فرماتے ہیں ''معلوم ہوتا ہے ریاض صاحب کو عبارت آرائی سے خاصا شغف ہے'' ان کے جملے کی کاٹ نے مجھے پہروں سرشار رکھا۔ جی ہاں، آپ نے درست فرمایا۔ مجھے عبارت آرائی سے اس لیے شغف ہے کہ میں شعوری طور پر بھی کوشش کرتا ہوں کہ خوب صورت سے خوب صورت جملہ تخلیق کر کے تاج دارِ کائنات ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں، میں نثر میں بھی نعت کہنے کا قائل ہوں۔ کیا شعر و سخن کے تمام تر سوتے اسی عبارت آرائی کے بطن سے نہیں پھوٹتے؟ میرے آقا ﷺ حسنِ کائنات بھی ہیں اور کائناتِ حسن بھی، ارض وسما کا سارا حسن و جمال محبوبِ خدا ﷺ کے حسن و جمال کا پرتو ہے، نبی مکرم ﷺ صناعِ ازل کا شاہ کار ہیں، حسن و جمال کے تمام حوالے حضور ﷺ کے حسن و جمال کی رعنائیوں سے ابلاغ پاتے ہیں۔ علامہ کوکب نورانی صاحب! دعا کیجیے کہ اللہ ربّ العزت میرے قلم کو مزید روانی اور جولانی عطا فرمائے۔ میرے ذوقِ عبارت آرائی کو علم وفن کے نئے آفاق کی تسخیر کے تخلیقی شعور سے نوازے، شاید میرا کوئی جملہ یا شعر بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرلے اور میرے آقا ﷺ اسے سندِ جواز عطا فرما دیں اور میری نجاتِ اُخروی کا سامان ہو جائے۔ اس لیے قدرتی طور پر میں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہوں۔ آپ نے میرے بعض جملوں اور منتخب اشعار کی نشان دہی کی ہے، میں آپ کا ممنون ہوں، اختلافِ رائے کے جمہوری حق کو تسلیم کرتا ہوں۔ اتنا عرض کرتا چلوں کہ انسانی کاوش میں اصلاح و ترمیم کی گنجائش بہر حال موجود رہتی ہے۔ حرفِ آخر صرف اللہ اور اُس کے رسولِ عظیم ﷺ کا فرمان ہے۔

احقر

ریاض حسین چودھری

فون پر آپ کی آواز سن کر چونک پڑا تھا، یہ آپ کی محبّت ہے کہ پاکستان واپس آتے ہی آپ نے مجھ ناچیز کو یاد کیا۔ اللہ آپ کو صحت اور تن درستی سے نوازے۔ آپ کے عزائم کو پرِ پرواز عطا کرے، آپ کے قلم کو حصارِ کرم میں رکھے کہ طاقِ جاں میں ثنائے رسول ﷺ کے چراغ جلتے رہیں، صبا نامہ بری کا فریضہ سرانجام دیتی رہے اور درِ حضور ﷺ سے ربطِ غلامی قائم رہے یہی ربطِ غلامی ہماری نجات کا باعث ہے:

زنجیر سرہانے رکھ کر میں اُس سوچ میں ڈوبا رہتا ہوں

جب شہرِ مدینہ آئے گا دیوانے کا عالم کیا ہوگا

جی ہاں، ''نعت رنگ'' ۲۲ مجھے زکریا شیخ الاشرفی [۱] مدیر ''نعت نیوز'' کے توسط سے مل گیا تھا۔ پرچہ کیا ہے حوالے کی ایک کتاب ہے۔ جدید تر اردو نعت کا اشاریہ ہے، نعتِ حضور ﷺ کی ایک دستاویز ہے جو انفرادی اور اجتماعی رویوں کی آئینہ بردار ہے۔ غیر مشروط اور غیر متزلزل کومٹ منٹ کا پہلا صلہ یہ عطا ہوتا ہے کہ تخلیقی سطح پر سوچ اور اظہار کے مقفّل دروازے خود بخود کھلنے لگتے ہیں۔ تخیّل کے پرندوں کو تازہ ہواؤں سے دائمی وابستگی کا ادراک ملتا ہے اور لفظ معانی کی فضائے بسیط میں اونچی پرواز کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ''نعت رنگ'' نے اپنے جس تخلیقی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس کے نقوشِ پا اتنے تابندہ اور روشن ہیں کہ بہت سے دوسرے اربابِ وفا پر بھی سفر کے مراحل آسان ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔ ثنائے حضور ﷺ کی خنک ہواؤں کے قافلے کے رواں دواں رہنے کا چرچا خوش بوئیں ہی نہیں، دھنک کے رنگ بھی کرتے رہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۲ پھولوں کی

اپنی خوش بوؤں، دھنک کے انھی رنگوں اور آفتابِ ادب کی اسی روشنی کا عکسِ جمیل نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ابتدائیے اور اظہاریے میں جن گراں قدر خیالات کا اظہار کیا ہے اُسے جدید نعت نگاری کے نصاب کا درجہ حاصل ہے۔ نعت کے اسلوبیاتی پس منظر میں نئے امکانات کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے آپ کا مختصر مگر فکر انگیز اداریہ بھی شعور کے اَن گنت مقفّل دروازوں پر دستک دے رہا ہے، نعت شناسی کے حوالے سے شعرا کی انفرادی تفہیم ایک نئے جہانِ معنی کے تخلیق کا کارنامہ سرانجام دے رہی ہے جو آگے چل کر نعت کے جدید اور قدیم رجحانات کو مزید مضبوط کرنے کا باعث بنے گی اور ادبی تاریخ کی حرارت میں بھی آپ کو سرخ رو ہونے کا اعزاز بخشے گی۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، ڈاکٹر ریاض مجید اور گوہر ملسیانی کی نعت شناسی پر پُر مغز مقالات میں جہاں نعت نگاری کے دل کش اور منفرد انداز سے آگاہی ملتی ہے وہاں شخصی حوالوں کی مربوط کڑیوں کا ادراک بھی جدید نعت کے قارئین کے ذہنوں میں چراغاں کرتا دکھائی دیتا ہے۔ برادرِ عزیز! چراغ سے چراغ جلنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ یعنی آپ کے اخلاص، لگن اور تڑپ کا بالواسطہ اعتراف بھی کیا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے سفر زندگی کا دل کش بیان جہدِ مسلسل کی ایک دل آویز کہانی ہے۔ ثابت ہوا کہ عظمت یوں ہی طشت میں رکھ کر کسی کے نامۂ اعمال میں درج نہیں ہوتی، نعت شناسی کے موضوع کو مزید وسعت دیجیے اسے ایک تحریک بنا دیجیے، فکری منظر کے اَن گنت گوشے بے نقاب ہوتے چلے جائیں گے اور روحانی رتجگوں کا موسم ہماری ثقافتی اکائی کو تحفّظ کی ردا دے گا۔

ربّ کائنات کی رضا کے سامنے سر جھکانا بھی شعورِ بندگی کی پہلی کرن ہے۔ برادرِ عزیز! کیا کہوں بڑھاپا اس تیزی سے حملہ آور ہوا ہے کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہیں مل سکا، چند قدم چلتا ہوں تو سانس پھول جاتا ہے اور قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، شوگر اور بلڈ پریشر اس کے علاوہ، غلافِ کعبہ کو تھام کر التجائیں کرنے کی سعادت حاصل ہو تو میرے لیے ایمان کی سلامتی اور صحتِ کاملہ کی دعا کیجیے گا اور شہرِ بے مثال میں درِ حضور ﷺ پر چشمِ کرم کی التماس:

سب کچھ عطا کیا ہے خدا نے حضور پاک
سب کچھ ریاضؔ دامنِ خیرالبشر میں ہے

~~~~~~

شائستگی، قناعت اور سنجیدگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو زبان و قلم دونوں شترِ بے مہار کی طرح شہرِ ادب کی گلیوں اور بازاروں میں جگالی کرنے لگتے ہیں، آئینہ خانے کا ہر عکس سر پیٹ لیتا ہے اور تنقیدی رویے دشنام طرازی میں تبدیل ہو جاتے ہیں، کسی بھی دور میں اہلِ علم کا یہ شیوہ نہیں رہا، ڈاکٹر شعیب نگرامی کا ''مقالہ'' الا ماشاء اللہ تنقید نگاری کی ایک خوب صورت مثال ہے جس پر بے ساختہ انھیں داد دینے کو جی چاہتا ہے افسوس وہ اپنے مخصوص مسلکی فریم سے باہر ہی نہیں نکل سکے۔ مفروضوں پر مبنی بہتان تراشیوں کے پہاڑ تحقیق کر لینا کہاں کی دانش وری ہے۔ موضوع نعت ہے لیکن مدرسوں کے نصابِ تعلیم میں قرآن و حدیث کو تبرکاً شامل کرنے کی پھبتی بھی کسی جا رہی ہے۔ گویا مقصود تنقیدِ نعت نہیں اپنے مخصوص مسلک کی تنگنا ؤں کی رونمائی ہے ارشاد فرماتے ہیں:

عربی کی نعت کو توحیدِ خالص کی ڈگر سے ہٹا کر شرک کے غار میں دھکیلنے کے گناہ گار ساتویں صدی کے اندلسی الاصل شاعر ابن ہانی اور اسکندریہ کے نعت گو شاعر محمد بن سعید البوصری تھے۔ جن کے بارے میں ایک دوسرے استاد محمد البخار کہا کرتے تھے کہ مذکورہ دونوں شعرا نے شرکیہ نعت گوئی کا شجرِ خبیثہ لگایا تھا جو آج بھی پھل پھول رہا ہے۔

موصوف نے حسان بن ثابت، زہیر بن کعب اور عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بھی ذکر کیا ہے، یقیناً وہ جانتے ہوں گے کہ
~~~~~~

ان شعرائے دربارِ رسالت مآب ﷺ نے نعت سے دفاعِ رسول ﷺ کا کام لیا تھا اور کفار و مشرکین کی ہرزہ سرائیوں کا جواب دیا تھا۔ ڈاکٹر شعیب نگرامی کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ نعت آج بھی دفاعِ رسول ﷺ کے منصب جلیلہ پر رونق افروز ہے۔ طائف کے اوباش لڑکوں کے قہقہے آج بھی فضاؤں میں زہر گھول رہے ہیں، آج بھی سفاک لمحے ابوجہل اور ابولہب کی چیرہ دستیوں کی یاد دلا رہے ہیں۔ حق و باطل کا معرکہ آج بھی جاری ہے، حق، باطل کے ساتھ سمجھوتے کا روادار نہ کل تھا اور نہ آج ہے۔

آج دشمنانِ اسلام اور منکرین رسول کا دائرہ مزید وسیع ہو چکا ہے۔ گستاخانہ خاکوں سے لے کر نعوذ باللہ قرآن پاک کو جلانے تک کے روح فرسا واقعات اِسی زنجیر کی مختلف کڑیاں ہیں بعض اوقات ذہن مسلک کے گرد و غبار میں اس قدر الجھ جاتا ہے کہ نہ زبان قابو میں رہتی ہے اور نہ قلم ہی گرفت میں آتا ہے۔ زبان ہذیان بکنے لگتی ہے اور قلم گالیاں تخلیق کرنے لگتا ہے انتہاء پسندی دہشت گردی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کسی تحریر یا کسی شعر کا من مانا مفہوم اخذ کر کے بہتان تراشی کی بوچھاڑ کر دی جاتی ہے۔ کفر و شرک کا الزام لگانے کے بعد خود ہی فتویٰ صادر فرمانا قلم فروشوں کی پرانی عادت ہے۔ موصوف نے ایک ہی سانس میں نعتیہ شاعری کے ۸۰ فیصد حصّہ کو شرکیہ شاعری قرار دے ڈالا ہے اور تو اور انھوں نے اقبال کو بھی نہیں بخشا۔

نگاہِ عشق و مستی میں رہی اوّل وہی آخر

کیا تاجدارِ کائنات ﷺ، نبی آخر الزماں ﷺ، حضور رحمتِ عالم ﷺ رسولِ اوّل و آخر نہیں؟ وہ صاحبِ علم جو رباعی اور دو اشعار کے مابین فنی فرق سے بھی آگاہ نہیں، اس کے لکھے کو اعتبار اور اعتماد کی سند دی جا سکتی ہے؟ اربابِ نقد و نظر اس زہر فشانی کا تریاق دریافت کریں ورنہ یہ زہر سارے جسم میں سرایت کر جائے گا۔

گزارش یہ ہے کہ توحید تو ہمیشہ خالص ہی ہوتی ہے۔ اس میں ملاوٹ کا تصور بھی بندے کو کفر و شرک کے الاؤ کا ایندھن بنا دیتا ہے۔ اللہ ایک ہے اور وہ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ سے ہے اور اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی ثانی نہیں، کوئی ہمسر نہیں وہ یکتا اور تنہا ہے۔ لائقِ بندگی صرف اور صرف خدا کی ذات ہے سجدہ صرف اُسی کو روا ہے ہم اُسی کی عبادت کرتے ہیں اور اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ وہ پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات کا روزی رساں ہے، وہی بیماروں کو شفا دیتا ہے۔ وہی زمین کے سینے سے خوشۂ گندم اگاتا ہے۔ ہماری ایک ایک سانس اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے، وہی طاقت کا سرچشمہ ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، وہی کائنات رنگ و بو کا مالک و مختار ہے۔ آقائے محتشم ﷺ اُس کے بندے اور رسول ہیں، وہ بندے اور رسول جن کے سرِ اقدس پر قادرِ مطلق نے ختم نبوت کا تاج سجایا۔ انھیں کل جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ تاجدارِ مدینہ اللہ کے وہ بندے اور رسول ہیں جن کی قدم بوسی کے لیے یہ جہان رنگ و بو تخلیق کیا گیا۔ جس رسول اوّل و آخر پر اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور ربِ کائنات ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ تم بھی رسولِ رحمت پر خوب خوب درود و سلام بھیجا کرو، حضور ﷺ اللہ کے وہ بندے اور رسول ہیں جن پر ہدایت آسمانی کی آخری دستاویز نازل کی گئی۔ قرآن عظیم میں جن کے محاصر و محاسن کی دھنک سجائی گئی ہے، جنھیں مہمانِ عرش ہونے کا اعزاز بخشا گیا ہے جن کے وسیلے سے ہمیں ایمان نصیب ہوا۔ جنھیں زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، قیامت کا دن شافعِ محشر ﷺ کی عظمتوں اور رفعتوں کے ظہور کا دن ہے۔ ربّ کائنات آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر حضرت عیسٰی علیہ السّلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی اور رسول اپنی امتوں سمیت حضور ﷺ کے خیمۂ عافیت کی تلاش میں نکلیں گے، سورج سوا نیزے پر آگ برسا رہا ہوگا۔ نفسا نفسی کا عالم ہوگا۔ ساقیٔ کوثر حوضِ کوثر پر پیاسوں کو پانی پلا رہے ہوں گے، سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپ جنت الفردوس میں داخل ہوں گے، رہی علم غیب اور تصرفاتِ رسول کی بات تو گزارش ہے کہ اللہ

رب العزت کا علم لامحدود ہے اور یہ علم اس کا ذاتی علم ہے۔ اللہ خالق ہے اور حضور ﷺ اس کی مخلوق ہیں، حضور ﷺ کا علم ذاتی نہیں عطائی ہے، اللہ رب العزت کا عطا کردہ ہے۔ حضور ﷺ کو اُن کے ربِ عظیم نے کتنا علم اور کیا کیا عطا کیا ہے، مَیں اور آپ اس کا تعین کرنے والے کون ہوتے ہیں، کیا قاسم آقا حضور ﷺ کی کنیت نہیں؟ ہر عہد میں ہر نعت گو کا یہی عقیدہ رہا ہے سوویت روس کے بکھرنے کے بعد یہود، ہنود اور نصاریٰ نے اپنی توپوں کا رخ اُمتِ مسلمہ کی طرف کر دیا تھا۔ اسلامیان عالم کو ہر محاذ پر پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے، نعتیہ شاعری پر شرکیہ شاعری کا لیبل لگا کر آپ اپنے کن آقاؤں کو خوش کر رہے ہیں، کیا آپ ان عالمی قزاقوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کر رہے؟

فکری مغالطوں کی چلیں لاکھ آندھیاں
پرچم اُڑے گا اور بھی اونچا حضور کا

بدقسمتی ہے کچھ لوگ حضور ﷺ کی دکھی امت کو مزید خانوں میں تقسیم کرنے کی گھناؤنی سازش میں مصروف ہیں۔ مکینِ گنبدِ خضرا سے غلامی کا رشتہ ازسرِنو استوار کرنے کے بجائے یہ غلامئ رسول کی جڑیں کاٹنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت امت مسلمہ کو جدید علوم میں مہارت حاصل کر کے اپنے کھوئے ہوئے مقام کو اغیار کے ہاتھوں سے چھیننا ہے۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ علم و حکمت کی ہر روشنی تاجدارِ کائنات، حضور رحمت عالم ﷺ کے قدموں کی خیرات ہے، نعت درود و سلام کے پیکر شعری کا نام ہے۔ آقا ﷺ کی سیرتِ مقدسہ سے اکتساب شعور کرنے کی سعی ہے۔ نعت کے خلاف ہر سازش پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ایک کھلی سازش ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف سازش دین اسلام کو للکارنا ہے۔ اس کی توقع دشمنانِ اسلام سے تو کی جا سکتی ہے کسی کلمہ گو سے نہیں۔ لمحۂ فکر یہ ہے کہ یہ لوگ دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط کر کے کون سا مذہبی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، چلیے بات مختصر کرتے ہیں۔ کیا آپ اپنی محافل اور مجالسوں میں (بقول آپ کے) یہ ۲۰ فی صد غیر شرکیہ شاعری پڑھتے ہیں، یقیناً نہیں پڑھتے، تو پھر یہ تنقید برائے تنقید ہی ہوئی نا؟

(صبیح رحمانی صاحب!) گزشتہ دنوں جب آپ سیال کوٹ تشریف لائے تھے تو آپ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آج کل میری مصروفیات کیا ہیں؟ پھر اچانک گفتگو کا رخ دوسری جانب مڑ گیا، برادرِ عزیز! اللہ کے فضل و کرم اور آقائے کائنات ﷺ کی خصوصی توجہات سے نعتِ حضور ﷺ کے حوالے جو عمر بھر تھوڑا بہت کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس کام کو سمیٹ رہا ہوں، میرا بیٹا محمد حسنین مدثر میری بھرپور معاونت کرتا ہے یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ زرِ معتبر (۱۹۹۵ء) رزقِ ثنا (۱۹۹۹ء) تمنائے حضوری (۲۰۰۰ء) متاعِ قلم (۲۰۰۱ء) کشکولِ آرزو (۲۰۰۲ء) سلام علیک (۲۰۰۴ء) اور خلدِ سخن (۲۰۰۹ء) اب تک میرے سات نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ''رزقِ ثناء'' پر مجھے صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا تھا۔ حکومت پنجاب نے بھی ''رزقِ ثناء'' کو سیرت ایوارڈ دیا تھا۔ اب ''خلدِ سخن'' کو حکومت پاکستان کی طرف سے صدارتی ایوارڈ ملا ہے جب کہ ''خلدِ سخن'' کو نعت ایوارڈ کا بھی مستحق گردانا گیا ہے۔

۲۰۰۲ء میں تحریک منہاج القرآن کے شعبۂ ادبیات (لاہور) سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد واپس گھر (سیال کوٹ) آ گیا ہوں، جن مسودہ جات کو آخری شکل دے دی ہے، ان کی تفصیل یہ ہے ''طلوعِ فجر'' ۱۲ ربیع الاوّل کے حوالے سے یہ پانچ سو بند پر مشتمل ایک طویل نعتیہ نظم ہے۔ ہر بند کی آخری دو سطروں کو باقاعدہ شعر کی صورت دے دی ہے اور سعی کی ہے کہ بند کے نفسِ مضمون کو اس شعر میں سمیٹا جا سکے۔ ''طلوعِ فجر'' کا دیباچہ ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحاق قریشی نے تحریر کیا ہے۔ ''غزل کاسہ بکف'' کو بھی آخری شکل دے دی ہے۔ ''ہشت نعتیہ'' غزل کاسہ بکف کی پہلی نعت ہے جو ۴۰۰ اشعار پر مشتمل ہے، غزل کاسہ بکف کا پیش لفظ بشیر حسین ناظم نے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ نعتیہ نظموں پر مشتمل دو مجموعے، نعتیہ قطعات، نعتِ معریٰ اور مزید چار پانچ نعتیہ مجموعے بھی زیرِ ترتیب ہیں۔

حمدِ ربِ جلیل اور مناجات کے تین مجموعے مرتب ہوئے ہیں ''کتاب التجا''، ''لامحدود'' اور حمد یہ قطعات، غزلوں کے بعد دو مجموعے تیار ہیں، دعا کیجیے کے عمرہ کے دونوں سفرناموں کو بھی حیطۂ تحریر میں لاسکوں۔

مکینِ گنبد خضرا کا ہے کرم بے حد
قلم پہ رحمتِ یزداں بھی انتہائی ہے

جسمانی عوارض اپنی جگہ لیکن بڑھاپا ثنائے مصطفٰی کی تجلّیات میں گم ہے، یہ میرے اللہ کا فضل ہے اور میرے حضور ﷺ کا کرم نہیں تو اور کیا ہے۔ تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھ رہا ہوں کہ قلم بڑھاپے کا شکار نہیں ہوا۔

فضائے نعت میں اُڑتے ہوئے نہیں تھکتا
مرا قلم بھی ہے جبریل کے پروں کی طرح

ریاض حسین چودھری

ا۔ زکریا شیخ الاشرفی (پ: ۱۴؍اگست ۱۹۸۳ء) نعت خواں، مدیر: ''نعت نیوز''، مرتب: ''مدحت شاہِ دوعالم'' (نعتیہ انتخاب)

~~~~~~

نامور ادیب، نقاد اور نعت گو عزیز احسن کا نعتیہ مجموعہ ''اُمید طیبہ رسی'' [۱] اور ممتاز دانش ور پروفیسر محمد اقبال جاوید کی کتاب ''مرقع چہل حدیث'' [۲] گزشتہ دنوں حاجی محمد رفیق الرفاعی کے توسط سے موصول ہوئیں۔ چندروز بعد حاجی صاحب ہی کی معرفت ''نعت رنگ'' ۲۳ بھی نظر نواز ہوا۔ اتنے قیمتی تحائف کا بے حد شکریہ۔ آپ نے میری منتظر آنکھوں کو روشنیوں سے بھر دیا ہے۔

ابھی یہ چند جملے ہی حیطۂ تحریر میں آئے تھے کہ موبائل فون کی گھنٹی بجی، آن کیا تو آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ خوش خبری سنا رہے تھے کہ محترم عزیز احسن اور جناب شہزاد احمد نے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی ہے۔ دلی مسرت ہوئی، دونوں احباب کی خدمت میں میرا اسلام عرض کیجیے گا اور میری طرف سے مبارک باد بھی دیجیے گا۔ ڈاکٹریٹ کرنے کے بعد ان کی تخلیقی توانائیوں میں مزید نکھار پیدا ہوگا اور حمد و نعت کا کام مزید تیزی سے آگے بڑھے گا۔

ڈاکٹر شعیب نگرامی کے متنازعہ مقالے [۳] کا ردّعمل یقیناً خوش گوار نہیں ہوسکتا تھا۔ پروفیسر طلحہ رضوی برق، ڈاکٹر اشفاق انجم اور علامہ محمد شہزاد مجددی نے موصوف کو آڑے ہاتھوں لیا ہے ایک دو صاحب مقالہ نگار کے ہم نوا بھی نکلے، مجھے چنداں حیرت نہیں ہوئی۔ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے خوشامد کی ڈگڈگی بجانا ان لوگوں کی مجبوری ہے۔ ان جیسے ہم نواؤں کی ہرزہ سرائیوں کے پس منظر ہی میں امریکیوں کو گستاخانہ فلم بنانے کی جرأت ہوئی ہے۔ ''یومِ عشقِ رسول ﷺ'' پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ ابھی غیرتِ مسلم زندہ ہے۔ معلوم نہیں ان لوگوں نے یہ نام کس طرح ہضم کیا ہوگا۔ یہ مقالہ چھاپ کر آپ نے اچھا کیا۔ یہ خارش زدہ اور مکروہ چہرے بے نقاب تو ہوئے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم کے گراں قدر خیالات جمہور اہلِ اسلام کی ترجمانی کر رہے ہیں: ''نعت نہایت مقدس و محترم صنف سخن ہے لہٰذا اس کی تقدیس اور طہارت کا تقاضا ہے کہ مضامین و افکار بھی ایسی ہی صفات کے حامل ہوں۔ ان کے اظہار کا ذریعہ زبان ہے تو اس کا بھی صحیح اور پاکیزہ و شستہ ہونا لازمی ہے۔ اس لیے الفاظ کا انتخاب غور و فکر اور احتیاط کا طالب ہے۔ اگر ایک بھی نامناسب لفظ در آیا تو ساری شعری فضا کو مکدر کر دیتا ہے''۔

''ثنائے رسول ﷺ'' کے ضمن میں میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ شہرِ غزل، نعت گو کی تربیت گاہ ہے۔ رموزِ شعر سے آشنائی ضروری ہے۔ نعت گو کو شعر کی باریکیوں، نزاکتوں اور لطافتوں سے آگاہ ہونا چاہیے جمالیاتی قدروں کی پاسداری کا اہل ہو تو اسے اقلیم نعت میں داخلے کی اجازت ملنی چاہیے، آنسوؤں سے وضو کرنے کا سلیقہ جانتا ہو تو قلم اٹھائے۔ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ہدیہ نعت پیش کیا جائے تو نعت فنی حوالے سے بھی اعتبار و
~~~~~~

اعتماد کے معیارات پر پورا اُترتی ہو۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و با یزید ایں جا

یہاں تو ذرا سی بھی لغزش یا شوخی سوئے ادب میں شمار ہوگی اس لیے احتیاط اور ادب پہلی شرط ہے لیکن مجھے ڈاکٹر صاحب کے ان خیالات سے اختلاف کرنے کی اجازت دیجیے کہ ''زبان کے ساتھ فن شاعری اور عروض کا علم بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ یہی شاعری کی اساس ہے۔''

یقیناً زبان کے ساتھ فن شاعری اور عروض کا علم بھی شاعر کے لیے ضروری ہے لیکن یہ شاعری کی آساس نہیں۔ شاعری تو دل کے آبگینوں کے رقص میں آنے کا نام ہے، شاعری کی اساس تخیّل ہے، شاعرانہ اپردچ ہے۔ اظہار کا کھرا پن ہے، ندرت فکر اور سوچ کی بلند پروازی ہے۔ جذبے کی سچائی اور اثر پزیری کے اوصاف زندہ شعر کی بولتی علامتیں ہیں، شاعری جمالیاتی شعور کے ابلاغ کا نام ہے، گذارش ہے کہ پہلے شاعری وجود میں آئی۔ فن شاعری کے ضابطے اور اصول اساتذہ کی شاعری سے اخذ کیے گئے کون کافر علم عروض کی اہمیت سے انکار کرسکتا ہے لیکن ہر شاعر کے لیے علم عروض کا ''ماہر'' ہونا بھی تو ضروری نہیں۔ اگر مذکورہ کلیے کو حرف آخر سمجھ لیا جائے تو علم عروض کے ماہرین ہی کو شعر لکھنے کا حق حاصل ہوگا۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ ایک اچھا عروضی ایک اچھا شاعر نہیں ہوسکتا وہ ہر وقت جمع تفریق کے چکر ہی میں رہتا ہے۔ شاعری تو ایک خداداد صلاحیت کا نام ہے، شعوری کوششوں سے محض ان صلاحیتوں میں نکھار پیدا کیا جاسکتا ہے، شاعر پیدا ہوتے ہیں۔ عروض کی کتابیں پڑھ کر شاعر نہیں بنا جاسکتا علم عروض شاعری کی اساس نہیں بلکہ شاعری علم عروض کی بنیاد ہے، کیا آپ محسوس نہیں کرتے کہ آج لاشعوری طور پر زبان و بیان کا نیا ضابطۂ تحریر مرتب ہو رہا ہے۔

برادرِ عزیز! کیا عرض کروں گزشتہ دو ماہ آنسوؤں، ہچکیوں اور سسکیوں میں ڈوبے رہے، طارق امین۔ میرے ماموں زاد جو میرے ہم زلف بھی تھے طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ وہ کئی برس سے صاحب فراش تھے، ہر وقت درود پاک ورد زبان رہتا، تصور میں مدینے کے در و دیوار کو چومتے رہتے۔ ابھی آنسو خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ میرے چھوٹے بھائی اطہر حمید کا بڑا بیٹا فیض رسول حرکت قلب بند ہو جانے سے ابدی نیند سو گیا۔ یہ وہی فیض رسول ہے جس نے اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مل کر آپ کی ویب سائٹ بنائی تھی۔ ہمارے خاندان پر قیامت گزر گئی۔ ۲۳ سالہ گل رعنا آناً فاناً مرجھا گیا۔ شام کو ہم اسے سپرد خاک بھی کر آئے، ایک روز قبل فیض رسول اپنے بھائیوں حسن اور قاسم کے ساتھ مجھے ملنے آیا۔ کہنے لگا انکل میں پرسوں واپس دبئی اپنی جاب پر جا رہا ہوں، ہم تقریباً دو گھنٹے باتیں کرتے رہے، اپنے آقا ﷺ کی باتیں، مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی نورانی فضاؤں کی باتیں۔ فیض کہنے لگا، انکل! اب کے ربیع الاوّل حضور ﷺ کے قدموں میں گزارنے کا ارادہ ہے۔ انتہائی ملنسار اور صلح پسند نوجوان تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں نعت کا وہ ذوق وشوق پایا تھا کہ رشک آتا تھا۔ اس عمر کے نوجوانوں کے معمولات کے برعکس ہر وقت سرزمیں حجاز کی تجلّیات میں گم رہتا۔ چار بار دیارِ محبّت کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۶ رعمرے کیے میرا وجدان کہتا ہے کہ فیض رسول کی روح اب قیام حشر تک مواجہٗ اقدس میں تاجدارِ کائنات کی بارگاہ میں محو نثار رہے گی۔

بعد مرنے کے چلے جائیں گے سب سے چھپ کر
ایک گھر ہم نے مدینے میں بنا رکھا ہے

گزشتہ ماہ ہی میرے ایک کزن حافظ محمد رمضان بھی ۹۲ سال کی عمر میں رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آنکھیں تو اشکبار تھیں قلم بھی اشکبار ہو گیا۔ رہے نام اللہ کا۔

نعت رنگ ۲۳: خضر حیات صاحب کے مکتوب میں بہت سے سوال اٹھائے گئے ہیں واقعی نعت خواں کی حوصلہ افزائی کے ساتھ نعت نگار کی پذیرائی

بھی ہونی چاہیے، کیا نعت نگار کو اپنے آقا کی ذات اقدس کے حوالے سے اپنے تشخّص، یا اپنی شناخت کا حق حاصل نہیں، الیکٹرونک میڈیا کے صاحبانِ اختیار کو اس مسئلے کی طرف بھرپور توجہ دینے کی ضرورت ہے، جن نکات کی طرف خضر حیات صاحب نے نعت خواں حضرات کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی ہے کاش ان نکات کو دائرۂ عمل میں بھی لایا جائے۔ اسے انا کا مسئلہ بنالیا گیا تو یہ روش مزید افسوس کا باعث ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر افضال احمد انور کا مقالہ ''نثری نظم اور نعت'' دلچسپ بھی ہے اور فکر انگیز بھی جن قدیم اور جدید نثر پاروں کا حوالہ دیا گیا ہے وہ نثری نظم کے عنوان سے نہیں لکھے گئے۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں کہ غیرارادی طور پر نثری نظمیں اور نثری نعتیں تخلیق ہوتی رہیں۔ آج اپنے آبا کے اپنے انہی نقوش قلم کو بنیاد بنا کر نثری نظم ایک باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر سامنے آرہی ہے تو اس پر منفی ردّعمل کیوں؟ یوں لگتا ہے جیسے عبارت آرائی کو نثری نظم کا نام دیا جارہا ہے۔ لوگ عبارت آرائی کو منفی معنوں میں لیتے ہیں۔ کسی اہلِ قلم کو تضحیک کا نشانہ بنانا ہو تو اس پر عبارت آرائی کا الزام لگادیا جاتا ہے۔ میں اس بات کا زبردست حامی ہوں کہ قاری کو تخلیق کار کے نقطۂ نظر سے اختلاف کرنے کا جمہوری حق ملنا چاہیے، البتہ تنقید برائے تنقیص کا دروازہ بند ہونا چاہیے۔ عبارت آرائی بھی تخلیقی عمل کا حصہ ہے۔ یہ کسی نثر پارے کی اضافی خوبی ہے جسے بجا طور پر اب نثری نظم کا نام دیا جارہا ہے۔ نثر پر شاعری کا گمان ہونا ہی نثری نظم یا نثری نعت کا دستاویزی جواز ہے، ہمارے بعض مقررین کی تقاریر کے بعض حصوں کو بھی نثری نعت میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ عطاء اللہ شاہ بخاری، صاحبزادہ فیض الحسن، شورش کاشمیری، پیر کرم شاہ الازہری اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بعض مکمّل تقاریر یا ان کے متعدد حصے بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ نثری نظم اور نثری نعت کو ایک نئے تجربے کے طور پر اپنے قدم جمانے کا موقع تو دیں۔ اگر اس نئی صنفِ سخن میں تخلیقی توانائی ہوگی تو یہ زندہ رہے گی۔ ورنہ وقت سب سے بڑا اور ظالم نقاد ہے، نئی نئی اصنافِ سخن متعارف ہورہی ہیں۔ یہ سب تخلیقی عمل کی ارتقائی صورتیں ہیں۔ تخلیقی عمل بغیر کسی رکاوٹ کے جاری وساری رہتا ہے۔ جمود کا لفظ موت کے مترادفات میں شامل ہے، تخیّل کا پرندہ پرِ پرواز مانگتا ہے۔ اظہار کی تنگناؤں میں اُڑنا اس کی جبلّت کے خلاف ہے۔ یہ مسلسل پرواز کا تمنائی ہے۔ سانیٹ اور ہائیکو اب اجنبی اصنافِ سخن نہیں، تلاثی، کوثریہ... اور اب ''اکائی'' نئی اصنافِ سخن کے طور پر متعارف ہورہی ہیں۔ ''اکائی'' (حمد ونعت) کے تعارفی کلمات میں میں نے لکھا ہے:

> ''ہمارے ہاں، یک مصرعی نظموں کی روایت پہلے سے موجود ہے میں نے اس میں ہیئت کی معمولی سی تبدیلی کی ہے اور اس نئی صنفِ سخن کو ''اکائی'' کا نام دیا ہے۔ اکائی میں شامل تمام یک مصرعی نظمیں ایک ہی بحر میں ہوں گی، ان ہم وزن مصرعوں کی تعداد پر پابندی نہیں ہوگی۔ اسے شاعر کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے گا۔ قافیے اور ردیف کا اہتمام بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس پابندی سے نئے تخلیقی آفاق کی تسخیر کے امکانات محدود ہوسکتے ہیں۔ ''اکائی'' کی وسعت پزیری شاید اس کی متحمل نہ ہوسکے، یوں اس کی انفرادیت بھی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ اکائی میں شامل ہر مصرعی نظم کا آغاز ایک ہی یا ایک سے زیادہ الفاظ سے ہوگا۔ اور یہ لفظ یا الفاظ ہر یک مصرعی نظم میں دُہرائے جائیں گے۔ اس تکرار سے ایک دل نواز آہنگ پیدا ہوگا۔ اس کا انداز عموماً خطابیہ ہوگا ہر یک مصرعی نظم الگ خیال کی حامل ہوگی، لیکن بہت سی یک مصرعی نظموں کو جب ایک مربوط نظم کی شکل دی جائے گی تو یقیناً اس کا ایک مجموعی تاثر بھی مرتب ہوگا۔ اکائی کا مرکزی خیال حمد ونعت کے مضامین سے ابلاغ پائے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ اس نئی صنفِ سخن کو صرف اور صرف حمد ونعت کے لیے مختص رکھا جائے، زیادہ سے زیادہ اس کا دامن منقبت اور سلام تک پھیلایا جاسکتا ہے۔ یہ اس کے مزاج کا تقاضا بھی ہے۔ اکائی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسے محافل میں ترنم سے پڑھا جاسکتا ہے۔ ''اکائی'' کی تازگی ہوائے خوش گوار کا ایک جھونکا ثابت ہوگی۔ اس نئی صنفِ سخن کی پزیرائی کے بارے میں پُرامید ہوں۔''

’’نعت رنگ‘‘ کی موجودہ اشاعت میں مضامین کا خلاصہ انگریزی زبان میں درج کرنے کا سلسلہ پسند آیا۔ اسے جاری رکھیے۔ مضمون نگار کے یک سطری تعارف کا فیصلہ بھی خوب ہے۔

ریاض حسین چودھری

۱۔۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، صفحات ۱۲۸ ۲۔۲۰۱۲ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، صفحات ۲۴۸
۳۔ ’’نعت نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت‘‘، ش۲۲، ص ۳۳۔۴۳

~~~~~~

شہر اقبال
۲۲/فروری ۲۰۱۴ء

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی! السّلام علیکم۔ مزاج گرامی۔

’’آبروئے ما‘‘ کے چند صفحات لف ھذا ہیں۔ یہ میرا ۱۰۱واں نعتیہ مجموعہ ہوگا۔ اس کا دیباچہ ڈاکٹر خورشید رضوی نے تحریر فرمایا تھا۔ کمپوزنگ مکمّل ہو چکی ہے۔ ’’طلوعِ فجر‘‘ [۱] جو میرا ۹۱واں نعتیہ مجموعہ ہے، طباعت کے آخری مراحل میں ہے۔ ’’آبروئے ما‘‘ انشاء اللہ ’’طلوعِ فجر‘‘ کے فوراً بعد شائع ہوگا۔

آپ سے ’’آبروئے ما‘‘ کا بیک فلیپ (پسِ سرورق) لکھنے کی استدعا ہے۔ اس میں غزل کی ہیت میں نعتیں ہیں۔ نعتیہ قطعات، نعتیہ ثلاثی اور فردیات بھی شامل ہیں۔ بیک فلیپ کے لیے ۳۰/۴۰ سطریں مناسب ہوں گی۔ جدّہ جانے سے پہلے مجھے رجسٹرڈ ڈاک سے مطلوبہ فلیپ بھجوا دیجیے گا۔ ’’نعت رنگ‘‘ کا انتظار ہے۔

ریاض حسین چودھری

۱۔۲۰۱۴ء، لاہور: القمر انٹرپرائزز، ۵۱۸ص

~~~~~~

ایک عرصے سے رابطے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکی شاید اس میں میرے ازلی تساہل ہی کا عمل دخل ہے پچھلے دو تین تین ماہ چیسٹ انفیکشن کی اذیت میں مبتلا رہا ہوں۔ کھانسی تو بڑی حد تک ختم ہو چکی ہے لیکن بلغم ابھی باقی ہیں۔ خدا کا شکر ہے بلڈ پریشر اور شوگر کے جن قابو میں ہیں۔ اکھڑی ہوئی سانسیں بھی اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں البتہ چلنے پھرنے میں دقت محسوس ہوتی ہے آپ کو یاد ہے کہ ایک بار حاجی محمد رفیق الرفاعی کے ریسٹورنٹ کی سیڑھیاں اترتے ہوئے گر پڑا تھا اور آپ نے سہارا دے کر اٹھایا تھا صورتحال مزید بگڑ چکی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ میرے لیے صحتِ کاملہ کی دعا فرمائیں۔ اس سوچ میں گم رہتا ہوں کہ اگر سرکار مدینہ نے طلب فرمالیا تو چل کر حاضری دوں گا۔ کسی نے مجھے بتایا تھا کہ یہ بڑھاپا بڑی مشکل سے گزرتا ہے رب کائنات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جملہ جسمانی عوارض کے باوجود میرا بڑھاپا قابلِ رشک ہے، خضر حیات صاحب مجھے تنہا نہیں ہونے دیتے۔

کتنے دلکش ہیں بڑھاپے کے مرے شام و سحر
ایک اک لمحہ گذرتا ہے درِ آقا پر

تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہوں کہ اس سال ’’غزل کاسہ بکف‘‘ کو صدارتی ایوارڈ سے نوازا گیا ہے ’’رزق ثنا‘‘ اور ’’خلد سخن‘‘ پر بھی صدارتی ایوارڈ مل چکا ہے۔ رزق ثنا پر صوبائی ایوارڈ بھی ملا تھا۔ اب کے ’’آبروئے ما‘‘ پر صدارتی ایوارڈ (سندِ امتیاز) بھی عطا ہوا ہے۔

یہ سب تمھارا کرم ہے آقاؐ
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

''زم زم عشق''، جس کا دیباچہ ڈاکٹر عزیز احسن نے تحریر فرمایا ہے پریس میں ہے ممکن ہے اس تحریر کی اشاعت سے قبل آپ کے ہاتھوں میں ''تحدیثِ نعمت'' اور ''دبستانِ نو'' کو آخری شکل دے چکا ہوں دس بارہ مسودے مزید ہیں وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ، جو اللہ کو منظور۔

چراغِ نعت جلتے ہیں مرے چھوٹے سے کمرے میں
مرے آنگن کی چڑیاں بھی درودِ پاک پڑھتی ہیں

اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ، احباب کی خدمت میں سلام۔

~~~~~~

۳/ دسمبر ۲۰۱۵

نعت رنگ ۲۵ موصول ہو۔ بے ساختہ سینے سے لگا لیا، کتابِ جاں کے اوراقِ منتظر پر چاندنی پھیل گئی تخلیق، تحقیق اور تنقید کا ایک دلآویز مرقع، ایک تاریخی دستاویز جو اپنی مثال آپ ہے خدائے مصطفےٰ آپ اور آپ کے رفقائے کار کو مزید توفیقات عطا فرمائے۔ ڈاکٹر ریاض مجید نے قصیدہ دعائیہ لکھ کر ہم سب کی ترجمانی کی ہے اور خوب کی ہے۔

ابتدائیہ ایک فکر انگیز فن پارہ ہے۔ اردو کی شعری تہذیب میں عشق رسول کے موتیوں کی تلاش اور اس ضمن میں غزل کا بھرپور حوالہ بذات خود ایک تخلیقی عمل ہے۔ جستجو اور تجسّس کے نئے دروازوں پر دستک دینا بھی محقق کے فرائضِ منصبی میں شامل ہے۔ مبین مرزا مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے فکر و نظر کی پگڈنڈیوں پر آئنے بکھیر کر ثقافت کے ان گنت رنگوں کو ایک تہذیبی اکائی میں جمع کرنے کا فریضہ سرانجام دیا ہے اردو زبان کا خمیر بھی خاکِ مدینہ و نجف سے اٹھایا گیا ہے۔ اس کا پیش منظر ہی نہیں پس منظر بھی نورِ اسلام سے جگمگا رہا ہے۔ کیا یہ ایک تاریخی حقیقت نہیں ہے کہ حصول پاکستان کی جنگ اسی اردو زبان میں لڑی گئی تھی۔ اردو زبان قصرِ اخوت کا بنیادی پتھر ہے۔ تراجم قرآن، تفاسیر سیرت النبی کی کتب، میلاد نامے تمام تر اسلامی ادب حتیٰ کہ ممتاز علما و مشائخ کی تقاریر اردو زبان کا گرانقدر سرمایہ ہیں۔

معیار اور مقدار کے حوالے سے بھی حمد و نعت کے لیے اردو زبان ہی کو اظہار کا وسیلہ بنایا گیا ہے۔ اردو زبان و ادب سے محبّت کرنے والوں کے لیے یہ امر باعثِ صد افتخار ہے کہ آج بھی زیادہ تر نعت غزل کی ہیت میں کہی جارہی ہے۔ ہزاروں سال گزر جانے کے بعد بھی نعت کائنات میں غزل کی ہیت بھی مقبول ترین ہیت ہوگی۔ (اگرچہ نئی نئی اصنافِ سخن میں بھی مدحت نگاری کا عملِ دلپذیر جاری رہے گا)

قصیدے سے غزل تک گنبدِ خضرا کی ہریالی

ایک کائناتی سچائی اعتبار و اعتماد کی آخری سرحد بھی عبور کر جائے گی۔ کشورِ دیدہ و دل میں چراغ جلانے کا عمل بھی پوری آب و تاب سے جاری وساری رہے گا۔ غزل اپنے بختِ ہمایوں پر جتنا بھی ناز کرے کم ہے۔ غزل درِ حضور پر کاسہ بکف خیرات کی طلب گار ہے اور رہے گی۔ مبین مرزا کے جمالیاتی شعور کی تحسین ضروری ہے فرماتے ہیں: ''غزل نے ہمارے دل کی دھڑکنوں کو گنا ہے تو نعت نے روح کے وجد آفریں نغمے سے انہیں ہم آہنگ کیا ہے اس لیے کہ عشق رسول ہمارے دل کی آواز اور ہماری اوج کی پکار ہے اس صدا کا اجالا ہماری تہذیب، زبان، ادب، سماج، فکر اور دل کے سارے گوشوں کو منوّر کرتا ہے۔''

زبانیں کبھی بھی جمود کا شکار نہیں ہوتیں۔ شعوری اور لاشعوری دونوں سطحوں پر ارتقا کا عمل جاری رہتا ہے۔ زبان و ادب میں تغیّر و تبدل کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ ہر زمانے کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں اپنا ایک مزاج ہوتا ہے، اپنے مسائل ہوتے ہیں، ادب میں نئے نئے اسلوب وجود میں آتے ہیں، نئی نئی اصنافِ سخن اور نئے نئے پیرایۂ اظہار متعارف ہوتے ہیں، نقطہ و نظر کے معیارات بھی نئے موسموں کی خشک ہواؤں میں
~~~~~~

سانس لینے لگتے ہیں۔اس پس منظر میں ڈاکٹر ریاض مجید نے لفظیاتِ نعت کے حوالے سے جوفکرانگیز باتیں کی ہیں۔وہ خوشگوار حیرت کا باعث بنی ہیں اربابِ علم ودانش کو کھلی دعوتِ فکر ہے لکیر پیٹنے کی فرسودہ رسم کو اپنے ہی ملبے تلے دفن ہوجانا چاہیے،اجتہادی بصیرت یقیناً روشنیاں بکھیرے گی۔

ڈاکٹر اشفاق انجم نے اپنے احتجاجی مضمون ''نعت میں منفی عناصر'' میں جواعتراضات اٹھائے ہیں اگرانہیں سوفی صد درست بھی تسلیم کرلیا جائے تواس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ آج کی نعت کے بہت بڑے ذخیرے کواور شعرا کی ایک بڑی تعداد کودریابرد کردیاجائے ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون جواشعار درج کئے ہیں ان میں سے اکثر قابلِ مذمت ہیں نہیں قابلِ گرفت بھی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ یہ سرے سے نعت کے اشعار ہی نہیں۔انہیں ضرور دریابرد کیجئے کوئی صاحبِ ایمان آپ کی مخالفت نہیں کرے گی خدا خالق ہے اور حضورﷺ اس کی مخلوق،افضل ترین مخلوق،بے مثل بشر:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نعت کے عظیم الشان سرمائے کونظر انداز کردینا کہاں کی دانشمندی ہے۔شانِ محشر اور مرتبہ شفاعت کوواوین میں لکھ کرتضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ مدینہ منورہ کے ذکرِ جمیل کونعت سے خارج کرنے کی منصوبہ بندی کیارنگ لائے گی؟ کل گنبدِ خضرا،موجب اقدس،روضۂ رسول،درِحبیب، وادیٔ بطحا،اورخلدِ طیبہ کی معطّر گلیوں کے ذکر کوبھی شجرِ ممنوعہ قرار دیا جائے گا۔تمام علامتوں،استعاروں اور تلمیحات پر بھی پابندی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ معجزات کے ذکر کوبھی نعت کے دائرے سے خارج کرنے پر اصرار کیا جائے گا ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب!حضورﷺ کی دکھی امت پہلے ہی ان گنت خانوں میں تقسیم ہوکراپنی اجتماعی قوت سے محروم ہوچکی ہے۔اسے ایک پلیٹ فارم پرلانے کی سعی کیجئے۔بکھری ہوئی ملتِ اسلامیہ کواتحاد کا درس دیجئے۔

اُمتِ مسلمہ کی نئی نسل کوغبارِ مغرب کے اندھیروں میں کھوجانے سے روکئے۔عظمتِ رفتہ کی بازیابی کے سفر پر نکلنے کویقینی بنائیے۔ اسلامیانِ عالم کے اتحاد کا خواب حضور کی ذاتِ اقدس کومرکز ومحور بنائے بغیر شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔نعت تاجدار کائنات سے غلامی کے رشتے کومضبوط بناتی ہے۔نعت درود وسلام کے پیکرِ شعری کا نام ہے۔نعت کے وسیع ہوتے ہوئے منظر نامے کی رعنائیوں کے لیے دیدہ ودل فرشِ راہ کیجئے۔نعت حضور کی سیرتِ مقدسہ سے اکتسابِ شعور کرتی ہے نعت کی تجلّیات میں گم ہوجانے کا اعزاز حاصل کیجئے۔

کی محمد سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح قلم تیرے ہیں

التماس ہے کہ نعت رنگ کے اس شمارے میں ڈاکٹر عزیزاحسن کا مقالہ ''نعتیہ ادب کی تخلیق،تنقید اور تحقیق کے لوازمات'' کا مطالعہ فرمایا جائے شاید یہ نعت کے بارے میں خودساختہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔محترم احمد صغیر صدیقی نے ڈاکٹر شعیب نگرامی کے مقالے پر میرے ردِعمل کا بُرا بنایا ہے اور غصے کے عالم میں میرے اس شعر کوہدفِ تنقید بنایا ہے۔

بعد مرنے کے چلے جائیں گے سب سے چھپ کر
ایک گھر ہم نے مدینے میں بنا رکھا ہے

فرماتے ہیں:''اس شعر سے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے مدینے میں جوگھر بنایا گیا ہے وہ کوئی چرچ ہے اس میں شاعر چھپ کر جانے کی بات کررہا ہے عجیب ساشعر ہے ایسے شعر بظاہر اچھے لگتے ہیں لیکن جب ان میں اترا جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ شعر کیسا ہے اور یہ کام ہما شما کا نہیں۔''

بات صرف اتنی ہے کہ شاعر نے تصور میں شہر حضورﷺ میں جوگھر بنا رکھا ہے،مرنے کے بعد وہ اس گھر منتقل ہونے کا آرزومند ہے۔تنقید ضرور کیجئے لیکن یہ بتادیجئے کہ بات شہرِ حضور کی ہورہی ہے یہ چرچ کہاں سے آگیا۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا یا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

سعید بدر نے اپنے تفصیلی مکتوب میں ڈاکٹر ریاض مجید کوخراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے میرے دو اشعار ان سے منسوب کر دیئے ہیں:

بوقت حاضری سرکارِ دوعالم کی چوکھٹ پر — بہت اچھا مجھے لگتا ہے حرف التجا بننا
جلے خیموں کے اندر سسکیوں کو چننا پڑتا ہے — ریاض اتنا بھی کب آساں ہے دشتِ کربلا بننا

نام کی مطابقت سے ایسے کرشمے سرزد ہوتے رہتے ہیں بہرحال اشعار کے انتخاب اور پسندیدگی کا شکریہ۔ جدید اردو نعت کی نئی جہتوں کی دریافت، نئے نئے حوالوں سے نعت کا مطالعہ، سماجی، تہذیبی اور ثقافتی حوالوں سے نعتیہ ادب کا ابلاغ، نعت نگاری کے ساتھ ساتھ نعت نگاروں کے آثار و احوال نئے روّیوں کی اثر آفرینی اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر نعت نگاروں کا پیش منظر اور پس منظر کے حیطۂ ادراک میں لانے اور سوچ کے نئے آفاق کی تسخیر کے لیے ریاض مجید کی گرانقدر تجاویز پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ اگر تمام تجاویز پر من و عن عمل کرنا ممکن نہ ہو تو بعض تجاویز کو جزوی طور پر قبول کیا جاسکتا ہے۔ اربابِ فکر و نظر کو نئے موسموں کی تازہ آب و ہوا میں سانس لینے کے ان گنت مواقع میسر آئیں گے۔

حریم عقیدت کے عنوان کے تحت ''گوشۂ انور شعور''، ''گوشۂ سید ضیاالدین نعیم'' میں جدید اردو نعت کی مختلف جہتوں کے مطالعہ کی سعی کی گئی ہے۔ اظہار و ابلاغ کے نئے نئے گوشے سامنے آئے ہیں۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے انور شعور کی تخلیقی دانش کے تناظر میں موضوعاتی شعری کاوشوں کا احوال بڑے دلکش انداز میں قلمبند کیا ہے اور انور شعور کی شعری جمالیات کا سراغ لگایا ہے۔ انور شعور نے جس طرح ہمارے ظاہری، باطنی، تضادات کو سامنے لاکر ہمیں آئینہ دکھایا ہے۔ وہ انہی کا حصّہ ہے خود احتسابی کا عمل نعت کے شاعر کے لیے اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔

کب مانتے ہیں کوئی ہدایت حضور کی
پھر بھی ہمارا خواب شفاعت حضور کی

بارگاہِ خداوندی میں نعت طلبی واقعی ایک سرگوشی ہے جس پر نطق، بیان کی ساری رعنائیوں قربان کی جاسکتی ہیں ''جگمگ نور نہایا رستہ'' کے بارے میں امین راحت چغتائی بجا طور پر فرماتے ہیں: ''یہ بڑی دلآویز نعت ہے جو مناجات کے پردے میں کہی گئی ہے'' حمد میں نعت کے اشعار اور نعت میں حمد یہ اشعار جدید اردو نعت کو امتیازِ شان عطا کرتے ہیں، ''حمد و نعت'' کے عنوان سے خوبصورت فن پارے تخلیق ہو رہے ہیں۔ ''جگمگ نور نہایا رستہ'' جلیل عالی کا ہی نہیں اس پورے عہد کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ پرویز ساحر نے اس حمد یہ، نعتیہ نظم کے باطن میں اترنے کی سعی کی ہے انہوں نے جلیل عالی کی لفظیات اور آسان پیرایۂ اظہار کے حوالے سے اس شاندار نظم کی خوبصورتیوں کا اجاگر کیا ہے انہوں نے سچ لکھا ہے کہ:

''توفیقی لحات میں تخلیق ہونے والی یہ نعت مسلسل اردو نعت کی تاریخ میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور کامیاب تجربہ ہے۔ یقیناً جلیل عالی کی یہ کاوش ادبِ عالیہ میں شمار ہوگی۔''

اس خوبصورت تخلیق کو جتنی بار بھی پڑھا جائے معانی کی ایک نئی کہکشاں فکر و نظر کے آسمانوں پر جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ ربِ محمد ﷺ ان کے کاسۂ فن میں ایسی مزید نعتیں عطا کرے اور تمام راستے روشنیوں کی رم جھم میں بھیگ بھیگ جائیں۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے سید ضیاالدین نعیم کی نعتیہ شاعری کا جائزہ لے کر تعارفی کلمات تحریر کئے ہیں اور ان کے لہجے کی سادگی اور شعر کی مقصدیت کی طرف اشارے کئے ہیں۔ بساطِ ادب پر نئے شگفتہ پھولوں کی چادر بچھانے والوں کو خوش آمدید کہنا ضروری ہے۔ چراغ سے چراغ جلتے ہیں اور خوب سے خوب تر کی تلاش کا سفر کبھی ختم نہیں ہوگا۔

آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ آپ نے نعت رنگ کے پلیٹ فارم پر ممتاز اہلِ قلم کو جمع کرلیا ہے جو ہر شعبہ زندگی کی نمائندگی کرتے ہوئے نعت رنگ کے قیمتی صفحات کو مزید ثروت مند بنا رہے ہیں۔ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی، ڈاکٹر فتح ملک، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر عزیز احسن، ڈاکٹر افضال احمد انور، پروفیسر محمد اقبال جاوید، امین راحت چغتائی، ڈاکٹر شہزاد احمد، ڈاکٹر اشفاق احمد انجم، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، پروفیسر انوار احمد زئی، ڈاکٹر داؤد عثمانی، پروفیسر شفقت رضوی، گوہر ملسیانی، منظر عارفی، سعید بدر، تنویر پھول، مبین مرزا، کس کس کا نام لوں فکر ونظر کی ایک کہکشاں جو محبّتِ رسول کے ان گنت درجوں پر مشتمل ہے دور دور پھیلی ہوئی ہے۔اللہ کرے انفرادی اور اجتماعی شعور کی یہ دلآویزیاں تاابد سلامت رہیں۔

آپ کا اداریہ پڑھ کر کہ منہاج القرآن یونیورسٹی لاہور میں نعت چیئر قائم کی جا رہی ہے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے بجا فرمایا ہے کہ منہاج القرآن یونیورسٹی میں اگر نعت چیئر قائم نہ ہوسکی تو اس ادارے کے وجود کا جواز نہ رہے گا تحریک منہاج القرآن فروغ اسم محمد کی تحریک ہے۔

منیر نیازی کا ایک خوبصورت شعر:

فروغِ اسمِ محمد ﷺ ہو بستیوں میں منیؔر
قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو

مغرب کے فکری مغالطّوں اور اپنوں کی بے حسی کے باوجود قدیم یاد نئے مسکنوں سے پیدا ہو رہی ہے ہر ہر افق پر نعت مصطفےٰ کے چراغ جل رہے ہیں میرے شہر کے مرد قلندر نے کہا تھا:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

ہوائیں دروازوں پر دستک دے رہی ہیں ہم گہری نیند کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۲۳ رمئی ۲۰۱۷ء

سیّد صبیح رحمانی صاحب......السّلامُ علیکم......مزاجِ گرامی!

نعت رنگ ۲۶ موصول ہوا۔حسب معمول دیر آید درست آید والے محاورے پر ایمان لاتے ہی بنی۔تلاشِ ذات کا سفر بھی اجتماعی شعور کا ہی مرہونِ منت ہوتا ہے۔آپ نے ابتدائیے میں سچ کہا ہے کہ ادب وتہذیب کا کام اپنے اظہار میں بے شک فردیت رکھتا ہے۔لیکن اس کی صورت گری میں سماجی رجحانات اور گروہی رویے بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔واقعی فن خلا میں تخلیق نہیں ہوتا۔ہدایت آسمانی کے انکار سے جنگل کا قانون سکہ رائج الوقت ٹھہرتا ہے۔نام نہاد دانشور نجانے کیوں انسانی معاشروں کو حیوانی معاشروں کا رزق بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔شاعرِ مشرق نے بہت پہلے خبردار کردیا تھا کہ:

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اب تو بعض صورتوں میں دین کی آڑ میں چنگیزی کو تحفّظ دیا جا رہا ہے۔دہشت گردی اسلام کی ضد ہے۔لیکن ہمارے جرمِ ضعیفی کی وجہ سے اسلام دہشت گردی کے مترادفات میں شامل کرلیا گیا ہے۔کیا آزادی مادر پدر آزادی کا نام ہے، کیا تمام اخلاقی اقدار کو اٹھا کر کوڑے دان میں پھینک دینے کا نام روشن خیالی ہے۔

ع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اپنے تہذیبی، ثقافتی اور روحانی وجود کے اندر جھانک کر دیکھئے ہر اُفق پر شہرِ حضور کی روشنی پُرفشاں نظر آئے گی۔ہر لمحہ محو ثنا ہے، ہر ساعت محو درود ہے، فضائے عشق محمد میں گم ہو جانا ہی زندگی کی معراج ہے۔مادر پدر آزادی مانگنے والے پتھر اور دھات کے زمانے کو آواز دے رہے ہیں، غار کی

زندگی کی طرف لوٹ جانا کہاں کی ترقی پسندی ہے؟

ڈاکٹر اشفاق احمد انجم صاحب نے میرے تین اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے:

مدینے کے جزیرے میں مری کشتی بھی آپہنچی مدینے کے جزیرے میں مری کشتی بھی آپہنچی

ریاضِ خوش نوا کو بھی رعایا میں رکھیں شامل محمدؐ کی غلامی کی خدا کی انتہا مانگوں

چراغِ نعت جلتے ہیں مرے چھوٹے سے کمرے میں مرے آنگن کی چڑیاں بھی درودِ پاک پڑھتی ہیں

آئیے ڈاکٹر صاحب کے تنقیدی ارشادات کو ایک مرتبہ پھر پڑھ لیں:

(i) ''مدینہ جزیرہ تو نہیں ہے۔''

(ii) ''پہلا مسئلہ تو 'غلامی کی انتہا' کا ہے۔ یہ کیسی ہوتی ہے؟ دوسرے ردیف 'مانگوں' غلط ہے یعنی ریاض اور مانگنے والا یہاں دو الگ الگ شخصیتیں ہو جاتی ہیں۔ مطلب مانگنے والا 'ریاضِ خوشنوا' کے لیے مانگ رہا ہے۔ جبکہ ریاض خود اپنے لیے مانگ رہا ہے۔ اس صورت میں ردیف مانگے ہونی چاہیے۔ نیز جب خدا سے مانگا جا رہا ہے تو 'رکھیں' صیغۂ جمع قطعی غلط ہے۔ اسے 'رکھے' ہونا چاہیے تھا''۔

(iii) ''چھوٹے سے کمرے میں صرف ایک ہی چراغ کافی ہے، 'جلتے' کی بجائے 'جلتا' بہتر ہوتا۔ اس کے علاوہ شجر و حجر کے تعلّق سے تو روایاتِ صحیحہ موجود ہیں کہ یہ سب تسبیح وتہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن یہ روایت کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آتی کہ چڑیاں درود شریف پڑھتی ہیں۔ اور اگر 'چڑیاں' سے 'مراد' گھر کی بچیاں ہیں تو پھر سوال اُٹھتا ہے کہ گھر کی بجائے آنگن میں کیوں پڑھتی ہیں؟ نیز چراغِ نعت صرف آپ کے کمرے میں جلتا ہے؟''

میں اس تنقید کے جواب میں کیا کہوں، آپ نے میری صحتِ کاملہ کے لیے دعا کی ہے، محبّتوں کا بے حد شکریہ، پاؤں کا زخم بڑی حد تک مندمل ہو چکا ہے۔ باقیات سے نبرد آزما ہوں، مزید دُعاؤں کی ضرورت ہے، گردے کے انفیکشن کا مسئلہ بھی آپڑا ہے۔

ریاض حسین چودھری

ریاض حسین زیدی، سیّد، پروفیسر (ساہیوال)

محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۵ (مئی ۲۰۰۳ء) گل دستۂ سورنگ کی طرح مہکتا، جگمگاتا اور ذہنی و قلبی اور روحانی آفاق کو عطر بیز کرتا ہوا انگ انگ کو سرشار کرتا گیا۔ میں بلاشرط اس خوب صورت جریدے کی اشاعت پر آپ کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ بلا شبہ:

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

۱۰ عدد وقیع مقالہ جات نے نعت ﷺ کے اَن گنت چشم کشا پہلو ہمارے سامنے رکھ دیے ہیں۔ بالخصوص پروفیسر محمد اقبال جاوید کا نہایت جان دار مقالہ ''ظہورِ قدسی'' دلائل و براہین اور حوالہ جات کی وقعتوں کی وجہ سے لطف دے گیا۔ ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ معانی سے مالا مال اور ایمانی مواد سے معطّر ہے۔ محمد اقبال جاوید کی تحریریں مرصع نظموں کی طرح محظوظ کرتی ہیں۔ اُن کے ہاں تعصّبات اور فقہی موشگافیوں کی بھول بھلیاں نہیں ملتیں۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی ہیں اور قرآن و حدیث سے براہِ راست استفادہ کرتے ہوئے بے تعصّب اور بے لاگ نتائج فکر مرتب کرتے جاتے ہیں۔ لیکن مولانا کوکب نورانی اپنی توضیحات میں جیسے کسی مجلس مناظرہ سے خطاب کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ لٹھ باز خطباء

کی طرح اپنے حریفوں کو چِنگھاڑنے، پیس ڈالنے اور انھیں رگید ڈالنے کا عزم بالجزم ہر لحہ مدنظر رکھتے ہیں۔ وہ صفحہ ۴۰۲ سے نہایت برہم انداز میں حریفوں کو للکارتے اور روایتی دلیلوں کے اسلحہ کو چمکاتے اور ''دشمنوں'' کی آنکھوں کو خیرہ کرتے گزرتے جاتے ہیں جو بھی اُن کے مسلک سے ذرا اِدھر اُدھر ہوتا نظر آتا ہے، وہ اسے اُڑنگے پر لا کر ایسی پٹخنی دیتے ہیں پر اُس کا منہ ماتھا خاک میں رگڑتا اور حلیہ بگڑتا، چہرا بد وضع ہوتا اور لہجہ مغموم وملول ہوتا دیکھ کر اُن کا کلیجہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ وہ کتابوں کے پشتارے دائیں بائیں سجاتے ہیں اور روایتی مناظروں کی طرح نشان زدہ صفحات نکال نکال کر مخالفین کا ناطقہ بند کرتے جاتے ہیں۔ صفحہ ۴۰۲ سے صفحہ ۴۷۰ تک ایک ہی سُر اور ایک ہی راگنی الاپتے گئے ہیں لیکن یقین کیجیے، صفحہ ۴۷۰ پر پہنچ کر مجھے حیرت ہوئی کہ مکتوب نگار نے تعصّبات کی بھٹّی کو خوب دہکانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ میرے پلّے چند نفرتوں کے نوکیلے پتھر آئے ہیں جو ملتِ اسلامیہ کے حسد کو جگہ جگہ زخمی کرتے اور زخموں کو کریدتے بلکہ ادھیڑتے دکھائی دیے ہیں۔ کاش حضرتِ والا نعت جیسے صدق دلانہ مومنانہ اور روحانی و وجدانی کیفیات کو دو چند کرنے والے موضوع پر محبّت آمیز قلم اُٹھایا کریں اور بے جواز دلائل کے انبار در انبار لگا کر اپنے آپ کو کنویں کا مینڈک نہ بنایا کریں۔ الحمدللہ نعتوں کا انتخاب نہایت عمدہ ہے۔ ہر نعت پڑھ کر بے ساختہ سبحان اللہ کا کلمہ منھ سے ادا ہوتا گیا۔ حافظ یوسف سدیدی صاحبؒ کی ٹائٹل خطاطی۔ ماشاءاللہ! پرچہ نورٌعلیٰ نور ہو گیا۔

پروفیسر سید ریاض حسین زیدی

☆ پروفیسر سید ریاض حسین زیدی (پ: ۱۹۴۰ء) معلّم، نعت گو شاعر، ادیب، پروفیسر (ر): گورنمنٹ کالج ساہیوال، کتب: ''جمال سید لولاکؐ''، ''ریاض مدحت''، ذکرِ شہِ والا''، برگِ گل شاداب ہے'' ، ''اے رسولِ امیں''۔ اعزازات: صدارتی ایوارڈ حکومتِ پاکستان (اسلام آباد)، صوبائی سیرت ایوارڈ (حکومتِ پنجاب) ودیگر۔

~~~~~~

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

''نعت رنگ'' کے دو شمارے ۱۳، ۱۴ (دسمبر ۲۰۰۲ء) نظر نواز ہوئے۔ سبحان اللہ، نعت کے فروغ اور اُس کی ہمہ جہت اشاعت کا نہایت ایمان افروز سلسلہ ہے۔ اس سے قبل کے شمارے میری نظر سے نہیں گزرے (یہ میری کم نصیبی ہے اگر آپ شمارہ ا سے ۱۲ تک مجھے قیمتاً (بذریعہ وی پی پی) بھجوا دیں تو میں اسے پا کر بے حد خوشی محسوس کروں گا۔ یعنی ۱۲ شمارے یا جتنے بھی ہوں) ''نعت رنگ'' کا ہر مضمون معانیِ نعت کو واشگاف کرتا ہے اور اُس کی لطافتوں کو انگ انگ میں اُتارتا ہے۔ شمارہ ۱۳ کا پیرایۂ حمد (حفیظ الرحمٰن احسن) اور شمارہ ۱۴ کی دو حمدیں (حضراتِ حفیظ تائب، امین راحت چغتائی) نہایت وجد آفریں ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں حمدوں کی تعداد میں اضافہ کریں کیوں کہ حمد کے بغیر نعت کا حسن اُجاگر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ تصور کہ نشانی کے طور پر ایک آدھ حمد شامل اشاعت کر دی جائے، زیادہ مناسب نہیں۔ حفیظ الرحمٰن احسن کا سرمایۂ حمد و نعت نہایت وقیع ہے۔ اُن کے اشعار میں آمد ہی آمد ہے۔ جناب حفیظ تائب کی ذاتِ والا تبار ہمارے لیے باعث صد افتخار ہے کہ آپ نے حمد و نعت کے باکمال شاہ کار پیش کر کے اپنے آپ کو ہر محبّ حمد و نعت کا گرویدہ اور حمد و نعت کے بہترین ادبی رویوں کا روشن ترین اظہار یہ منوالیا ہے۔ جناب امین راحت چغتائی کا یہ شعرِ حمد انشراحِ صدر کا باعث ہوا:

ہم اُس کے ہیں کہ جس کی رحمتیں ہیں سارے عالم پر
کوئی پرکھے گا کیا راحت ہمارا جذبۂ ایماں

میرے برادرِ نسبتی صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں سیّد منظور الکونین [۱] فرماتے ہیں کہ حفیظ تائب اور امین راحت چغتائی کی دونوں حمدیں ترنم کے اعلیٰ معیاروں پر بھی پورا اُترتی ہیں۔ لہٰذا وہ آئندہ مجالس میں اُن کی ترنم ریزی کا حق ادا کرتے رہیں گے۔ ''اردو زبان میں نعت گوئی کا فن'' [۲] ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی کا مضمون نہایت چشم کشا ہے۔ تاہم حرفِ ''تُو'' یا ''تم'' کے ذیل میں حضور ﷺ کے لیے اس صیغے کو غیر مستحسن قرار دینے کے دلائل دل کشا نہیں ہیں۔ اس کو معیار مان لیں تو علامہ اقبالؒ کی بہترین نعت ''لوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب'' کس کھاتے میں جائے گی۔
~~~~~~

مولانا ظفر علی خان، مولانا محمد علی جوہر، اعلیٰ حضرت بریلوی اور حسرت موہانی جیسے بلند مرتبہ نعت گو حضرات نے نہایت خضوع وخشوع سے حرفِ ''تُو'' سے عشق ومحبّت کے لافانی جذبات منسلک کیے ہیں۔ میرے خیال میں یہ شاعر کے انداز پر منحصر ہے کہ وہ اسے حضور ﷺ کی عظمت ورفعت میں ''خدانخواستہ'' کسی کمی یا خرابی کا مرتکب تو نہیں بنا رہا۔ میں اپنے طور پر ہمیشہ ''آپ'' کا صیغہ ہی استعمال کرتا ہوں۔ ''ریاضِ مدحت'' میرا مجموعۂ نعت ہے جس پر صدارتی سیرت ایوارڈ عطا کیا گیا ہے۔ اُس کی تمام نعتوں میں حرف ''آپ'' کا صیغہ ہی استعمال کیا گیا ہے۔ لٰہذا شعرا کے لیے بہترین روش یہی ہے کہ حضور ﷺ کے لیے ''آپ'' کو اپنائیں۔ حضرت عاصی کرنالی نثر لکھیں یا حمد ونعت کا حق ادا کریں، جی چاہتا ہے کہ اُن کے ہاتھ چوم لیں۔ اُن کا قلم تھام لیں اور اُسی سے یہ راز پوچھیں کہ عاصیؔ جس جذب وشوق کا والہانہ اظہار کرتے ہیں، کاش اُس کی کوئی رمق ہمارے اندر بھی اُتر آئے۔ مضمون ''جنوبی پنجاب میں نعت گوئی'' [۳] تھا اور آپ نے اُس کے جملہ پہلوں کا کما حقہ احاطہ کیا ہے۔ علامہ کوکب نورانی کا خط ایک جامع مقالہ نظر آتا ہے۔ آپ نے علامہ اقبال جیسے عاشقِ رسول ﷺ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ لکھنا گوارا نہیں کیا۔ اسی طرح اپنے مسلک کے علاوہ دوسرے حضرات کو بھی تقدیم وتقدیس کا مستحق نہیں گردانا۔ میرے خیال میں ''نعت رنگ'' جیسے پرچے میں اس قدر فرقہ واریت کو فروغ نہیں ملنا چاہیے۔ ''نعت'' تو محبّت کی بہترین تبلیغ اور زمزمۂ محبّت کا خوش ترین ترانہ ہے۔ لٰہذا جس نے بھی نعت کہی ہے، یقین کرنا چاہیے کہ اُس نے حضور ﷺ سے ٹوٹ کر پیار کیا ہے۔ اُن سے وابستگی کا حق ادا کیا ہے۔ میرا یقین ہے کہ جس مسلک کے آدمی نے بھی نعت کہی ہے، وہ حضور کی ختم المرسلینی کو بے مثال اور اُن کی رحمۃ للعالمینی کو بے نظیر ہی سمجھتا ہے۔ ظفر علی خان، محمد علی جوہر اور سیّد نفیس الحسینی شاہ، حضرت کوکب نورانی کے ہم مسلک تو نہیں۔ لیکن اُن کی نعتیں اس قدر عشقِ رسول میں ڈوبی ہوئی ہیں کہ انھیں پڑھ کر حضور سے وابستگی اور والہانہ پن زیادہ اُجاگر اور دل نشیں ہونے لگتا ہے۔ لٰہذا نعت کے حوالے سے اس قدر کرخت فقہی بحثیں شاید سود مند نہ ہوں۔ میں آپ کی اشاعتی کوششوں کو فروغِ نعت کے حوالے سے بہترین قرار دیتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ یہ پھلیں پھولیں۔ میں ان شاءاللہ آپ کے ساتھ ہوں۔ (شمارہ ۱ تا ۱۲۔ ضرور بھجوا دیجیے۔ ان کے جتنے بھی پیسے بنتے ہیں اُن کا نصاب وی پی پی کر دیجیے۔ اس بارے میں مجھے آپ وسیع القلب پائیں گے)

فقط آپ کا بے حد مداح

(پروفیسر) ریاض حسین زیدی

۱۔ سید منظور الکونین (۱۵ جنوری ۱۹۴۴ء۔ ۱۹ جولائی ۲۰۱۶ء)، نعت گو شاعر، نعت خواں، لقب: بابائے نعت، اعزازات: صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی (حکومت پاکستان، اسلام آباد)، زیڈاے بخاری ایوارڈ (ریڈیو پاکستان) ۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش۱۴، ص۱۱۔۴۰

۳۔ ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ''/ عاصی کرنالی، ش۱۴، ص۱۰۰۔۱۰۸

ریاض مجید، ڈاکٹر (فیصل آباد)

۹/ مئی ۲۰۱۵

نعت رنگ کو پچیسویں پڑاؤ مبارک۔۔۔ ہر کام میں بہتر سے بہتر کی گنجائش ہمیشہ ہوتی ہے آپ نے اس مرحلے پر 'نعت رنگ' کے بارے میں مشاورت طلبی کا جو سلسلہ شروع کیا ہے اللہ کرے یہ خیر وبرکت کا سبب ہو اور 'نعت رنگ' کے قارئین اور اہلِ قلم اخلاصِ نیت سے 'نعت رنگ' کو اپنے مفید مطلب مشوروں سے نوازیں۔

جیسا کہ 'نعت رنگ' کے قارئین کو علم ہے اس جریدے کا واحد مقصد اردو کی اصنافِ سخن میں سے نعت کو فکری اوصاف اور فنّی محاسن کے حوالے سے ایک ایسی بلیغ صنف کے طور پر پیش کرنا ہے جس میں ادبیاتِ عالیہ کے سارے محاسن کا عمدگی سے اظہار ہُوا ہو۔ اسے محض ایک مذہبی

موضوع کا بیان نہ سمجھا جائے بلکہ اس کی تخلیق میں صرف کی جانے والی مساعی، مہارت، ریاضت اور تخلیقی اقدار کے شمول کو بھی زیر جائزہ لایا جائے۔

مقامِ اطمینان ہے کہ ''نعت رنگ'' سے وابستہ اہلِ قلم نے اس صنف کو ایک اعلیٰ ادبی معیار کی حامل صنف کے طور پر متعارف کروانے کی کوشش کی ہے یہاں میں متعارف کو لغوی مفہوم کی بجائے تلازماتی حوالوں میں لے رہا ہوں مقدار کے علاوہ معیار سازی کے لئے کوشاں ذہنوں نے اردو شعریات کے ساتھ اردو تنقیدات میں بھی اس صنف کو ایک عالمانہ جہت سے روشناس کیا یہ رُوشناسی اور تعارف گزشتہ دہائیوں میں اتنا جاندار اور شاندار نہیں تھا جتنا نعت رنگ کی سعیٔ جمیلہ سے ہُوا (جان دار اور شان دار کے الفاظ کثرت استعمال سے اپنی وہ تازگی کھو چکے ہیں جو اِن الفاظ کے آغاز میں آج سے کئی صدیاں پہلے شامل تھی۔) میں قارئین کی توجہ پھر ان الفاظ سے وابستہ مفاہیم کی قدیم تازگی کی طرف لے جانا چاہتا ہوں ''نعت رنگ'' کی تنقیدی جہت نے اس صنف کے نہ صرف آفاق وسیع کئے بلکہ اس صنف کو معیار آشنا بھی کیا۔

جرائد کا تسلسل کئی حوالوں سے ادبی میلانات کو ایک واضح رُخ دیتا ہے اردو رسائل میں نقوش، اوراق، فنون، سیپ ایک طرح کے ادب (افسانہ، نظم، غزل وغیرہ) کی اشاعت کے باوجود میلانات اور پیشکش میں ایک دوسرے سے ذرا مختلف رہے ہیں دراصل رسائل کا وقت کے ساتھ ایک اپنا مزاج بن جاتا ہے ''نعت رنگ'' کا تنقیدی حصہ بھی وقت کے ساتھ ساتھ جس طرح معیار آشنا اور توازن رُو ہوا ہے یہ نعت۔۔۔خصوصاً تنقیداتِ نعت کے لحاظ سے خاص انفرادیت کا حامل ہے اسے نہ صرف بحال رکھنے بلکہ علمی و تحقیقی انداز سے اور زیادہ متوازن رکھنے کی ضرورت ہے۔

''نعت رنگ'' کے آئندہ شماروں کے لئے چند تجاویز ہیں (ان سے آپ کا یا قارئین نعت کا متفق ہونا ضروری نہیں):

۱۔ سرورق سے شروع کرتے ہیں سہ ماہی ''آج'' نے سادگی کے ساتھ رسائل کے جرائد کو ایک تازہ جہت سے رُوشناس کیا ہے اس کے شمارے سٹال اور لائبریری میں بڑے ہوئے دُور سے پہچانے جاتے ہیں ہر نئے شمارے پر رنگ کے فرق اور شمارہ کے نمبر سے ''آج'' کے الگ الگ پرچوں کی شناخت ہو جاتی ہے۔ نعت رنگ کے سرورق کو بھی ایک مخصوص شکل دی جا سکتی ہے۔ ہر شمارہ پر نعتیہ خطاطی کے نمونے بھی دیئے جا سکتے ہیں اسلام آباد سے چھپنے والے رسالے پیغام آشنا کی طرح۔۔۔آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ صوفی برکت کی مرتب کردہ کتاب ''اسمائے نبی الکریم ﷺ'' میں اسماء مبارکہ کی خطاطی حافظ یوسف سدیدی مرحوم نے کی ہے میں نے اپنی نعتیہ کتابوں سیدنا احمد ''سیّدنا محمّد''، سیّدنا الرّحیم، سیّدنا الکریم ﷺ کے سرورق کی خطاطی اسی کتاب سے لی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ کتابوں کے عنوانات اور خطاطی بھی حافظ یوسف سدیدی مرحوم سے (بہ جذبہ تشکّر و دعا) اخذ کرنے کا آرزومند ہوں۔۔۔نعت رنگ کے سرورق پر مستقلاً ایک خاص سائز کے بکس میں اس مبارک خطاطی سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔۔۔حرمین شریف کی تاریخی تصاویر وغیرہ بدل بدل کر آتی رہیں اور باقی تمام سرورق ریورس میں ایک جیسے پس منظر ('آج' وغیرہ کی طرح) کے ساتھ ہر بار مختلف رنگ میں آتا رہے پُشتے پر شمارہ وار نمبر کے اندراج کے ساتھ۔۔۔

۲۔ نوتصنیف۔۔۔کے عنوان سے غزل کے علاوہ نعتیہ قصائد اور مثنویات یا دوسری صنفِ سخن کی اشاعت کی طرح ڈالی جائے یہ حصہ تین چار صفحہ پر مشتمل کسی بھی صنف میں نوتصنیف نعت پارہ پر مشتمل ہو اُس طرح غیر محسوس طور پر ایک دو سالوں میں نعت کے باب میں پُرشکوہ اور محاسن شعری کی حامل اصناف (عام غزلیہ نعتوں کے علاوہ) تخلیق ہوں گی اور ان کی جمع آوری ہو سکے گی۔

۳۔ اس نعت میں۔۔۔جیسے کسی عنوان سے بعض نعتوں کے فکری و فنی تجزیاتی مطالعے کی گنجائش پیدا کی جائے۔ نئی اور آزاد نظم کے تعارف کے لئے بیسویں صدی کی چوتھی اور پانچویں دہائی میں کئی رسائل نے نظموں کے تجزیاتی مطالعے شروع کئے تھے ایک ایک نظم پر تین تین چار چار اہل قلم کی آرا کو اس نظم کے ساتھ شائع کیا جاتا اس سے نظم کے کئی ہے پہلو سامنے آتے۔ میرا جی کی کتاب اس نظم میں ایسے ہی جائزوں پر مشتمل ہے بعد میں

مولانا صلاح الدین کے زیرِ اہتمام نکلنے والے جریدے ''ادبی دنیا'' لاہور میں بھی ایسے جائزے شامل ہوتے رہے۔۔۔بعض بلیغ مفاہیم کی حامل نعتوں پر ایسے جائزوں سے تنقیداتِ نعت کی نئی جہتیں سامنے آئیں گی۔

۴۔ توضیحی مطالعات۔۔۔کسی خاص شاعر کی آٹھ آٹھ دس دس نعتیں مختصر تعارف اور تنقیدی کلمات کے ساتھ شائع کرنے کے لئے آنے والے شماروں میں ایک خاص گوشہ وقف کیا جاسکتا ہے۔(مختلف شاعروں کی ایک ایک نعت کے علاوہ) ایسے گوشوں کی اشاعت سے کسی شاعر کی تخلیقی مساعی کا ایک بھرپور تاثر سامنے آئے گا اور یوں زیرِ مطالعہ شاعر کے فکروفن کے کئی رخ بیک نظر سامنے آئیں گے۔میری نظر میں نعت رنگ کا اب تک سب سے توجہ طلب حصہ نعتیہ شاعری سے تعلّق رکھتا ہے اس حصہ پر مزید محنت کی ضرورت ہے۔فکروفن میں بلاغت نادرہ کاری، ہئیت، لفظیات اور طرزِ ادا کی تازگی کے پیشِ نظر اس حصہ کو مقدار ساماں کی بجائے معیار آشنا کرنے اور رکھنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ تدوین کا پہلو نظر انداز ہو رہا ہے ۱۸۴۰ سے ۱۹۴۰ تک سینکڑوں نعتیہ گلدستے نامے کی مناسبت سے نظمیں (میلاد نامے، وفات نامے، معجزات نامے، معراج نامے، پیغمبر نامے، جنگ نامے وغیرہ) شائع ہوئیں بیس چوبیس صفحات سے لے کر اسّی، سو صفحات تک یہ نعتیہ سرمایہ فراموش ہو رہا ہے اگر نعت رنگ میں ہر بار ایک کاپی سولہ صفحات تدوینِ نعت کے ذیل میں محفوظ کئے جائیں تو ایسے مختصر نعتیہ کتابچوں کے تعارف کا سلسلہ شروع کیا جاسکتا ہے۔

یہ چند باتیں عجلت میں لکھ دی ہیں اگر ان میں ایک آدھ نکتہ کارآمد ہو تو اس پر غور کیجیے ورنہ نعت رنگ کے قلمکاروں اور قارئین پر چھوڑ دیجیے پچیس پرچوں کے بعد آئندہ پرچوں کی لے آؤٹ اور مندرجات کی ترتیب کیا ہوگی؟ یہ وقت کے ساتھ خود بخود طے ہو جائے گا۔نعت رنگ کے آغازِ سفر کے وقت اس بارے میں کون سوچ سکتا تھا اللہ تعالیٰ ایسے کاموں میں خود معاون و مددگار رہتا ہے۔۔۔اکیسویں صدی نعت کی صدی ہے مجھے امید واثق ہے کہ تخلیق، تنقید، تحقیق، تدوین، ترتیب اور پیشکش ان شاءاللہ ہر شعبے میں یہ صنف معیار افروز راستوں کی طرف گامزن ہوگی۔

'نعت رنگ' کے ذمّے 'نعت نما' کے عنوان سے اب تک کے شائع شدہ نعتیہ اثاثے کی سائنٹفک بنیادوں پر مبسوط اشاریۂ کتب کی تدوین ہے اس کے لئے الگ مضمون درکار ہے۔جس میں اس کے لئے رہنما اصول اور ضروری تجاویز کی تفصیلات دی جائیں۔۔۔سو یہ کام پھر سہی۔

(ڈائیوو ٹرمینل فیصل آباد ڈیرہ اسماعیل کے لیے آمادہ سفر 11:50 pm)

ریاض مجید

☆ ڈاکٹر ریاض مجید (پ: ۱۲ اکتوبر ۱۹۴۲ء) اصل نام: ریاض الحق طاہر، شاعر، ادیب، نقاد، نعت گو، پروفیسر گورنمنٹ کالج فیصل آباد، کتب: اردو میں نعت گوئی، سیدنا احمد ﷺ، حی علی الثناء، اللھم بارک علیٰ محمد، نعتیہ رباعیات، لغتِ نعت، سیدنا کریم ﷺ، اللھم صل علیٰ محمد، سیدنا محمد ﷺ، ربنا لک الحمد، سیدنا رحیم ﷺ، نعتیہ کلیات و دیگر۔ اعزازات: صدارتی ایوارڈ، قومی ہجرہ ایوارڈ، حسان نعت ایوارڈ، مسعود کھدر پوش ایوارڈ، انٹرنیشنل ایوارڈ لندن، میاں محمد بخش ایوارڈ و دیگر۔

~~~~~~

کبھی کبھار آپ سے فون پر گفتگو ہو جاتی ہے تو 'نعت رنگ' اور نعت کے بارے میں تازہ جانکاری سوچوں کے کئی دریچے کھول دیتی ہے 'نعت رنگ' کا تنقیدی و تحقیقی اثاثہ ماشاءاللہ ہر شمارے کے ساتھ بڑھتا جا رہا ہے گزشتہ دو اڑھائی عشروں میں نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ کا جو علمی اور تنقیدی ماحول سامنے آیا ہے بلاشبہ اس میں 'نعت رنگ' کا بڑا ہاتھ ہے مَیں اس حقیقت کا اعتراف اور اظہار جتنی بار بھی کروں بحمدللہ دل کو سکون ملتا ہے کیونکہ یہ اعتراف اور اظہار سچائی پر مبنی ہے۔بلاشبہ یہ سعادت جو آپ کے توسط سے نعت رنگ کے حصے آئی توفیقِ خداوندی ہے یوں نعت کے پورے تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی پھیلاؤ کو ایک واضح مطالعاتی اور تجزیاتی جہت مل گئی ہے وقت کے ساتھ ساتھ اس میں مزید علمی انداز اور سکالرشپ کا اضافہ ہوگا اور ہم جیسے 'فرفرنویسوں' کی تحریروں میں ضبط، توازن اور اعتدال کے عناصر پیدا ہوں گے قریباً نصف صد قبل کی کہی ہوئی ایک
~~~~~~

غزل کا مقطع یاد آرہا ہے (یہ غزل میرے پہلے مجموعہ غزل 'پس منظر' مطبوعہ اکتوبر ۱۹۷۶ء) میں چھپ چکی ہے:

وہ ضبط و اعتدال و توازن کہاں ریاض؟
معیار فن کہ جو کبھی یونانیوں میں تھا!

غزل میں پانیوں، نادانیوں وغیرہ کے قافیے تھے مثلاً:

ندی میں پہروں جھانکتے رہتے تھے پل سے ہم
کیا بھید تھا جو بہتے ہوئے پانیوں میں تھا

اور:

اک گھر بنا کے کتنے جھمیلوں میں پھنس گئے
کتنا سکون بے سر و سامانیوں میں تھا

'یونانیوں' کے قافیہ نے یہ خیال سمجھایا اور فن کے معیارات کی بات کہیں قرۃ العین حیدر کی تحریر میں پڑھی تھی۔

بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔۔۔ بہرحال نعت رنگ کی قریباً ربع صدی پر مشتمل روائت نے پہلی بار 'مطالعات نعت' کو ایک باقاعدگی کی شکل عطا کی۔۔۔ بھارت سے حال ہی میں شائع ہونے والے دبستان نعت (مدیر و مرتب: ڈاکٹر سراج احمد قادری) اور جہاں حمد و نعت (مدیر و مرتب: ڈاکٹر جوہر قدوسی) کی لے آؤٹ میں بھی 'نعت رنگ' کے اثرات نمایاں ہیں نعت رنگ کی یہ اثر پذیری نعت کے حوالے سے شائع ہونے والے آئندہ تمام رسالوں کے لئے اب قریب قریب ناگزیر ہوگئی ہے الاّ ماشاءاللہ اس معیارانہ پیشکش میں کوئی ایسا نیا رجحان ساز اضافہ ہو جو کسی مرتب کی تخلیقی اپچ کے علاوہ نعت دانوں اور ثنا کاروں کے لئے قابلِ قبول بھی ہو۔۔۔ نعت رنگ کے مجلّاتی سانچے (Pattern) کو ایک قابلِ قبول اور لائقِ اتباع نمونے کی شکل مل گئی ہے اور 'نعت رنگ' کے قاری اس روائت سے بخوبی آشنا ہو گئے ہیں۔ مَیں اس کے مندرجات کی ترتیب و پیشکش کے انداز سے زیادہ اس کے جس مرکزی اور تحقیقی پیرائے پر زور دینا چاہتا ہوں اس کے دو تین نمایاں پہلو یہ ہیں:

۱۔ نعت، نعت نگاروں، نعت کے فکری و فنّی پہلوؤں کے حوالے سے لکھے جانے والے مضامین کی فضا مناظراتی نہیں علمی ہونی چاہیے نعت کو مختلف مسالک سے وابستگان کے درمیان احترام اور محبّت کو فروغ دینا چاہیے۔

۲۔ نعت محض اظہار عقیدت نہیں یہ ایک باضابطہ، مربوط ادبی صنف ہے جو شاعر اور ناقد سے پوری فنکارانہ مہارت (Skill) کی متقاضی ہے اس کی تخلیق، تحقیق اور تنقید میں ادبی اور عالمانہ شان کو ملحوظ رکھا جانا چاہیئے احترام رسالت مآب ﷺ، آدابِ شریعت اور تعلیمات و شعائر دینی کی پاسداری اس صنف اور فن کی بنیادی اساس ہے جنہیں پیش نظر رہنا چاہیے۔

'نعت رنگ' اور اس کے لکھنے والے ان نکات سے آگاہ ہیں اور نعت رنگ کے ہر شمارے میں مستحکم ہوتی ہوئی یہی وہ علمی روایت ہے جو آج کے نعتیہ بیانیے کو معیار آشنا کر رہی ہے آشنا کی بجائے معیار یاب کی ترکیب شائد زیادہ مناسب ہو کیونکہ اب یہ اسلوب نقد و نظر اپنے تشکیلی دور سے نکل کر تکمیلی راستوں پر رواں دواں ہے تکمیلی اور امکانی منزلوں کی بات میں اس لئے نہیں کر رہا کہ نعت میرے نزدیک محض ایک آغاز ہے اک مسلسل آغاز

ان کی جانب نیست و نسبت سفر کی رکھ ریاض
وہ جو طیبہ رُو ہوئے وہ صاحب منزل ہوئے

ہم لکھنے والوں کے لئے طیبہ رو ہونا ہی صاحبِ منزل ہوتا ہے نعت رنگ نے جو پلیٹ فارم نعت کاروں کا مہیّا کر دیا ہے آنے والے زمانوں میں نعت کے فکر وفن اور تحقیق وتنقید کے بیانیوں میں جو تبدیلیاں اور اضافے رُونما ہوں گے نعت رنگ کا حالیہ معیار، اس کی شکل اور اس کی روایت خود بخود اسے قبول کرتی جائے گی۔

نعت کے روز افزوں پھیلاؤ اور امکانی مطالعات پر غور کرتے ہوئے میں پچھلے دنوں ایک خیال سے گزرا ـــ یہ ایک خیال نہیں ایک سلسلہ خیالات تھا جو پلک جھپکتے 'نعتیات' کی اصطلاح کی شکل میں مربوط ہو کر ذہن کو چمکا گیا اس لمحہ کی کیفیت کو میں نے یوں تحریر کیا۔

سبحان اللہ ـــ!

کبھی کوئی فن پارہ (غزل، نظم، حمد، نعت ـــ طویل قصیدہ یا مضمون) لکھ کر اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس ایک اصطلاح کے ذہن میں آنے سے ہوئی۔ سامنے کے لفظ تھے 'نعت' اور 'یات' ـــ اصطلاح سازی کا پیرایہ بھی معروف مستعمل اور سامنے کا تھا بس جیسے کہا جاتا ہے ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ عیدالاضحیٰ کے دن فجر کی نماز کے لئے صف بندی ہو چکی تھی اپنی کالونی کی معروف مسجد (مسجد خضرا) میں تکبیر پڑھی جا رہی تھی جب میرے ذہن میں 'نعتیات' کا اصطلاح نما ہیولا میرے ذہن میں ابھرا' پھر میں اس کی امکانی وسعتوں میں ایسے کھو گیا کہ پانچ چھ گھنٹے دوسری مصروفیات کے دوران بھی مرا ذہن اس بارے میں سوچتا رہا میں سب سے پہلے عزیزی صبیح رحمانی کو اس اصطلاح کو 'سحر کاری' میں شامل کرنا چاہتا تھا میں نے سوچا اس دن کی مصروفیات میں صبح سویرے فون مناسب نہیں میں نے کاغذ پر یہ لفظ لکھا اور اسے زیرِ ترتیب وطبع 'برسبیلِ نعت' والے مضامین سے منسلک کرتے ہوئے اس کاغذ کی تصویر کھینچ کر اسے وٹس ایپ کے ذریعے انہیں بھیج دیا کچھ لمحوں ہی میں مجھے کچھ نعت دوستوں کے فون اور موصول ہوئے جن میں کچھ کی توجہ 'زیرِ طبع کتاب' کی مبارکباد کے حوالے سے تھی اور کچھ کی اس اصطلاح کے حوالے سے میرا مقصد اس بارے میں احباب کی رائے جاننا تھی ورنہ میں نے کبھی (اپنی بیسووَں کتابوں) کے زیرِ طبع ہونے کی کبھی کوئی خبر نہیں دی۔

دراصل نعت کے امور ومسائل، اس کی تخلیق، تحقیق اور تنقید، نعتیہ کتابوں، رسائل، مشاعروں، کانفرنسوں اور نعتیہ تحریروں کے مطالعات کے حوالے اور ہالے میں رہنے کے سبب ذہن کو کبھی کبھار گھنٹوں ایک برکت خیز یکسوئی مل جاتی ہے ایسی ہی کسی ساعت میں اس اصطلاح کی تشکیل ہوئی ـــ یات کا لاحقہ انگریزی میں Ology ـــ اور اس کے ہم معنی کئی لفظوں کا متبادل ہے کہ ایک مضمون سائنس یا کسی بھی موضوع اور مضمون کے منضبط مطالعہ (ScientificStudy) کے معنی میں آتا ہے اسی طرح نعت جو فی زمانہ ایک مربوط مطالعاتی اکائی، مضمون سلسلہ افکار، تجزیاتی وحدت، صنفی جداگانہ، صنفی شناخت کا درجہ اختیار کر چکی ہے اس نعت میں یات (logy) ایک لاحقہ یا پس وند ہے جو سائنسی ودیگر تمام علمی مضامین میں کسی بھی قسم کے مطالعے کا اشارہ ہوتا ہے] یوں یہ اصطلاح کی شکل میں ایک ہمہ گیر بیانیہ نعت کی جداگانہ شناخت، اپنے مفہوم میں مضمون اور مطالعہ کی شناخت کا لوازماتی قرینہ رکھتی ہے۔ سو مجھے اس کی وضع کاری سے دلی انبساط ہوا۔

دیکھئے بات کہاں سے چلی اور کہاں نکل آئی ـــ

کبھی کبھار یوں لگتا ہے کہ ہم مٹی نہیں باتوں کے بنے ہوئے آدمی ہیں بات سے بات یونہی نکلتی چلی جاتی ہے ـــ پھر بات نعت کی ہو تو کیسے ختم ہو سکتی ہے۔ جلدی جلدی دو تین وہ موضوعاتِ نعت جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے ـــ ذہن میں یوں آ رہے ہیں۔

ا۔ نعتیہ خطّاطی ـــ گزشتہ کئی صدیوں میں مسلمان خوش نویسوں نے نعتیہ اشعار، قطعات، رباعیات اور مکمّل نعتوں کو (عربی، فارسی، اردو ودیگر زبانوں) میں بڑی عقیدت، مہارت اور نادرہ کاری سے لکھا ہے قدیم مساجد، کتابوں اور خطاطی کی کتابوں میں ایسی نعت کاری کے عمدہ نمونے مل

جاتے ہیں اگر کوئی صاحب ان کی جمع آوری کی کوشش کریں اور نئے خطاط بھی اس دیرینہ روایت میں اپنا حصہ ڈالیں تو نعتیہ خطّاطی پر ایک خوبصورت مرقع دستیاب ہوسکتا ہے۔

اسمائے رسول مقبول ﷺ، درود پاک کی خطّاطی، قرآن کریم میں درود پاک سے متعلّق آیات (سورۂ احزاب) اور آپ ﷺ سے متعلّق آیات کو بھی اس جمع آوری میں شامل کیا جا سکتا ہے آپ نعت ریسرچ سنٹر کے ذریعے اس کام کے لئے ایک خصوصی لنک فراہم کر سکتے ہیں جس میں دنیا بھر سے محبّانِ نعت آپ کو ایسے نمونے بھیج سکتے ہیں

۲۔ نعتیہ کلّیات ـــــ مقامِ مسرّت ہے کہ عہدِ حاضر میں مشاعروں کے نعتیہ کلیات کی جداگانہ اشاعت بھی سامنے آرہی ہے نعتیہ کلّیات کا بہ حیثیت مجموعی جائزہ وتعارف ـــــ نعت کے کام کو آگے بڑھائے گا جس طرح آپ نے اپنی حمد والی کتاب ''اُردو حمد کی شعری روایت'' (مطبوعہ اکادمی بازیافت) کے دیباچے میں حمدیہ مجموعوں کی فہرست دی ہے اس طرح کوشش سے نعتیہ کلّیاتوں کے بارے میں بھی معلومات یکجا ہوجائیں تو نعت کے بارے میں تحقیق وتنقید کے کئی نئے امکانات ظاہر ہوں گے۔

۳۔ ایک اور مسئلہ 'نعت نما' کا ہے یعنی نعتیہ کتابوں کے بارے میں ابتدا کے اردو سے اب تک (۲۰۱۹ء) تک چھپنے والے گلدستوں، مجموعوں، دیوانوں، مرتب ہونے والے کتابچوں، کتابوں، انتخابات، نعت نمبروں، نعت کے بارے میں تحقیقی وتنقیدی مواد، مقالوں (مضامین نہیں کتابی ضخامت اور صورت میں) موجودہ مقالوں کی عشرہ وار ترتیب جو ایک فوری حوالہ کے طور پر کام میں لائی جاسکے میں نے اس بارے میں ابوالحسن خاور صاحب (نعت ورثہ لاہور) سے بھی بات کی تھی ـــــ (اس کا خاکہ لائبریری قواعد اور نظام کتب خانہ جات کے اعتبار سے میں پھر کبھی پیش کروں گا)۔ آپ اپنے اہداف میں اسے بھی رکھیے۔

۴۔ نعت کی تخلیق کے بارے میں جدید شاعروں کی توجہ مبذول کراتے رہیں فنّی طور پر نعت کی ندرت وجدت اور نادرہ کاری کے نمونوں کی بہت ضرورت ہے تحقیق اور تنقید کا عمل خلا میں نہیں ہوتا نعت کے فنکارانہ نمونے دستیاب ہوتے رہیں گے تو نقدِ نعت کو جلا ملے گی۔

۵۔ ایک غیر مطبوعہ حمد اور ایک نعت (اس مہبطِ نور کمرہ مبارک کے حوالے سے جس میں آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی کے حوالے سے ہے مجھے یہاں بہت مختصر وقت میں دو نفل پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اس واقعے کے پندرہ بیس سالوں بعد یہ نعت لکھی گئی) بھیج رہا ہوں یہاں محبّانِ نعت کے لئے یہ معلومات بھی دلچسپی کا باعث ہوں گی کہ ترک حکومت کے زمانے میں جب مکّہ مکرمہ میں بجلی کا بندوبست ہوا تو یہ سوچا گیا کہ سب سے پہلے بلب اس کمرہ مبارک میں روشن کیا جائے ـــــ صلاح الدین محمود نے اپنے ایک مضمون میں اس کی نشاندہی کی ہے ـــــ یہ کمرہ شارع مولد النبی کی اس عمارت میں ہے جہاں آج کل ایک دارالمطالعہ ہے یہ علاقہ صفا اور مروہ کے باہر کھلے میدان کے کونے پر ہے۔

۶۔ گزشتہ شمارے میں کسی شاعر کی ایک حمد میری حمدوں کے ساتھ میرے نام سے چھپ گئی تھی مہربانی فرما کر اس سہو کی تصحیح فرما دیں اور ہو سکے تو وہ حمد دوبارہ بھی چھاپ دیں۔ نعت رنگ کے احباب کو سلام۔ بات لمبی ہوگی اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ بقول میر تقی میر:

عیب طول کلام مت کریو
کیا کروں میں سخن کا خوگر تھا

بڑے عرصے سے نعت کے حوالے سے ایک مبسوط اشاریے سے کی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ مَیں اس بارے میں چند تجاویز خط کی شکل میں آپ کو بھیج رہا ہوں میری خواہش ہے کہ آپ دنیا بھر کے تمام نعت کاروں میں سے کچھ ایسے لوگوں کو اس کام پر آمادہ کریں جو درج ذیل خاکے/

تجاویز کی روشنی میں اس منصوبے کو عملی شکل دینے کے لیے ہمارے ساتھ تعاون کر سکیں۔ جہاں کہیں بھی نعت دوست موجود ہیں آپ کی نظر میں ہیں سب کا تعاون حاصل کیا جائے اب تک اس حوالے سے چھپی ہوئی فہرستوں کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔

میری تجویز یہ ہے کہ یہ کام آپ کے زیرِ اہتمام کامیابی سے چلنے والے ادارے نعت ریسرچ سنٹر کی نگرانی میں ہو۔نعت اکادمی فیصل آباد اس بارے میں آپ سے مکمل تعاون کرے گی جہاں جہاں بھی نعتیہ ادارے، مجلسیں اور اکیڈمیاں ہیں سب سے تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی جائے گی ہر نعت دوست خواہ اس کا تعلق پاکستان سے ہو یا بھارت سے ہو یا دنیا سے کسی اور ملک سے اس پروگرام کے بارے میں نعت رنگ کے ذریعے اس کا آگاہی دی جائے۔

مجھے امید ہے تمام نعت دوست اس منصوبے کا خیر مقدم کریں گے اور ان شاء اللہ دو تین سالوں میں ہم نعت کے بارے میں بکھرے ہوئے ہزاروں مطبوعہ حوالہ جات کو ایک باقاعدہ فہرست کی شکل دیں سکے گے۔اس منصوبے کا نام میں نے 'نعت نما' تجویز کیا ہے اور اِس کا ایک سطری تعارف ہے:

نعت نما

مطبوعہ نعتیہ آثار کا سن وار اشاریہ، زیرِ اہتمام نعت ریسرچ سنٹر، کراچی

الحمدللہ ـــــ آج نعت نما کے منصوبے کا باقاعدہ آغاز و اعلان کیا جا رہا ہے اس منصوبے کا مطلب دنیا بھر میں نعت رسول اکرم ﷺ کے بارے میں چھپنے والے آثار کا ایک مبسوط اور منضبط اشاریہ تیار کرتا ہے یہ اشاریہ اشاعتی مواد کی سَن وار ترتیب پر مشتمل ہوگا۔کوشش کی جائے گی کہ اس میں دستیاب اور معلوم ہر طرح کے نعتیہ طبع زاد آثار کو محفوظ کیا جائے اس میں فہرست کتب خانہ (سید صبیح رحمانی) کو بنیاد بنایا جائے گا اور اس کے مابعد دریافت ہونے والے آثار کی نشاندہی اس انداز میں کی جائے گی کہ نعت کا ذوق رکھنے والے قارئین، ناقدین، محققین، ریسرچ سکالروں، اساتذہ اور دوسرے نعت کاروں کو اب تک کے مطبوعہ نعتیہ آثار و دستاویزات سے وآگاہی ہو اور وہ اس سے استفادہ کر سکیں۔نعت نما کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کے ساتھ بعد میں جدید الیکٹرونک اور ڈیجٹیل صورتوں میں اس کی مصنّف وار، موضوع وار فراہمی کی بھی کوشش کی جائے گی۔نعت رنگ کے زیرِ اہتمام یہ منصوبہ نعت رسول اکرم ﷺ کی تخلیق، ترتیب، تنقید، تحقیق، اشاعت اور فروغ سے دلچسپی رکھنے والے تمام نعت کاروں سے تعاون کا آرزومند ہے۔

آپ کے پاس درج ذیل اقسام مطبوعات نعت کے بارے میں کوئی معلومات ہو تو اطلاع دے کر ممنون فرمائیں خصوصاً وہ مواد جو آپ کے ذہن کے مطابق قدیم اور نایاب ہو ہم ایسے ہر اندراج کے لیے آپ کے تعاون کے آرزومند ہیں 'نعت نما' کے منصوبے میں درج ذیل مطبوعات آثار کی فہرست سازی کی کوشش کی جائے گی:

۱۔نعتیہ مخطوطے/ مسودے/ بیاضیں (قلمی)
۲۔نعتیہ کلیّات
۳۔نعتیہ دیوان
۴۔نعتیہ شعری مجموعے
۵۔نعتیہ انتخابات، منتخبات، گلدستے
۶۔رسائل و جرائد کے خصوصی شمارے/ نعت نمبر
۷۔نعتیہ مشاعروں کی مطبوعہ رودادیں
۸۔منظوم سیرتیں
۹۔حرمین کے منظوم سفرنامے
۱۰۔یک کتابی طویل نعتیہ نظمیں
۱۱۔منظوم احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۱۲۔منظوم خطبات رسول اکرم ﷺ
۱۳۔نعتیہ خطاطی (مطبوعہ نمونے)
۱۴۔نعتیہ مطبوعہ تحقیقی و تنقیدی مقالے (ایم اے، ایم ایس، ایم فل، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ)

۱۵۔نعتیہ تضمینوں کے مجموعے ۱۶۔نعتیہ تراجم

۱۷۔نعتیہ تنقیدی کتب اور مطبوعہ تحقیقی وتنقیدی مقالے ۱۸۔نعتیہ رسائل

۱۹۔نعتیہ کانفرنسوں، سیمناروں، اجتماعات اور مشاعروں کی روداد یں ۲۰۔نعتیہ وسیرت کی مطبوعات کی فہرستیں وغیرہ وغیرہ

موصول ہونے والی معلومات کو سن وار اس انداز میں مرتب کیا جائے گا کہ بعد میں ملنے والی ہر معلومات زمانی طور پر از خود معلومات کے مرکزی معلوماتی دھارے میں شامل ہوتی جائے اس ڈیٹا (Data) کو لائبریری سائنس کے مرّوجہ اصولوں کے مطابق آن لائن رکھنے کو ان شاء اللہ یقینی بنایا جائے گا۔

نعت رنگ میں 'نعت نما' کے منصوبے کے بارے میں یہ خبر ایسے تمام نعت کاروں سے صلاح ومشورہ کے لئے شائع کی جارہی ہے جو اس منصوبے کی اہمیت کو جانتے ہیں اور جو ہمیں اس بارے میں اپنی رائے اور مفید مشورے سے آگاہ کر سکیں۔'نعت نما' بنیادی طور پر اردو زبان کی نعتیہ مطبوعات کا اشاریہ ہوگا تاہم اس میں عربی، فارسی یا کسی بھی زبان کی از خود ملنے والے معلومات بھی شامل ہو سکے گی خصوصاً دوسری زبانوں میں ایسی نعتیہ تضمینیں یا ترجمے جن کا تعلّق اردو زبان سے واضح اور مسلّم ہے۔ 'نعت نما' کے اندراجات کا خاکہ:

نمبر شمار	نام مصنّف	نام کتاب/ آثار	نشریاتی ادارہ	سائز/صفحات
	یک سطری نوعی نشاندہی	حوالہ معلومات	کیفیت یا کوئی ضروری وضاحت	
	دستخط اندراج رابطہ کار		تصدیق وتوثیق	

'نعت نما'___ منصوبے کا مقصد دستیاب اور معلوم کتب وآثار نعت کا تاریخی طور پر دستاویزی گوشوارہ تیار کرنا ہے جس سے تخلیق وتنقید نعت کی رفتار کار کا اندازہ لگایا جا سکے۔

- مطبوعہ کتب ورسائل سے قبل کے آثار جو قلمی نسخوں کی صورت میں کہیں موجود ہیں ان کا اندراج جداگانہ طور پر معلوم سنِ تحریر کے زمانے کے اعتبار سے کیا جائے گا۔تاریخ طبع کی عدم موجودگی (سن ندارد۔س ن) کی صورت میں اس کتاب یا آثار کا اندراج داخلی شہادتوں کی بنیاد پر بحدود زمانہ کے طور پر کیا جائے گا۔

غیر مطبوعہ مواد

مذکورہ بالا اقسام مطبوعات کے علاوہ اگر کسی غیر مطبوعہ نعتیہ مواد کی عکسی نقل/فوٹوسٹیٹ کا مسودہ کتاب یا بیاض کے بارے میں معلومات دستیاب ہوتی ہے تو اس کا اندراج بھی ضمنی طور پر'نعت نما' میں کر دیا جائے گا۔

- یہ اشاریہ اگر چہ بنیادی طور پر اردو سے متعلّق ہے تاہم عربی، فارسی یا دوسری زبانوں کے وہ نعتیہ آثار جن سے اردو خواں طبقہ واقف ہے یا جن کے اثرات وتراجم اردو نعت پر پڑے میں ان کا اندراج بھی شامل اشاریہ ہوگا مثلاً قصیدۂ بردہ شریف امام بوصیری کے تراجم، تشریحات اور فارسی شعرا کی نعتوں پر مطبوعہ تضمینوں کے ترجمے وغیرہ۔
- کوشش کی جائے گی یہ سب آثار مرتبین کی نظر سے گزریں اور توثیق کے بعد اشاریہ کا حصہ بنیں تاہم بعض ناگزیر صورتوں میں ملنے والی معلومات کا حوالہ کیفیت کے خانے میں کر دیا جائے گا کہ اس کتاب/ آثار کے بارے میں آگاہی فلاں مطبوعہ فہرست/ کیٹلاگ لائبریری/شخصیت یا نیٹ/ ویب سائیٹ سے ملی ہے کوشش کی جائے گی کہ مندرجات کے اعتبار کو یقینی بنایا جائے نامکمّل معلومات کی صورت میں وضاحت کیفیت کے خانے میں کر دی جائے گی۔

نعت دوستو!

یہ کام چند افراد کا نہیں ایک مستقل ادارے کا ہے اس بڑے پھیلے ہوئے کام کے لئے آپ کا علمی تعاون درکار ہے اگر آپ کے پاس کسی نعتیہ کتاب، کتابچے، گلدستے یا کوئی دوسری معلومات ہو تو ہمیں اس سے آگاہ کریں اس کا اندراج آپ کے شکریئے کے ساتھ 'نعت نما' میں شامل کرلیا جائے گا۔

...O...

برادرم صبیح صاحب: نیا وٹس اپ گروپ/فیس بک پیج بھی اس مقصد کے لئے بنایا جاسکتا ہے اس بارے میں ڈاکٹر عزیز احسن، ڈاکٹر سراج احمد قادری، غوث میاں، ڈاکٹر طاہر قریشی، ڈاکٹر شہزاد احمد، محمد یوسف ورک، طاہر سلطانی، شاکر کنڈان، محمد قاسم، شاکر القادری، محمد ابوالحسن خاور، مقصود شاہ، اشفاق غوری اور دوسرے وابستگانِ نعت کو بھی مشورے میں شامل رکھیے۔ یہ کام سب کی رہنمائی کے ساتھ ہی مکمّل ہوگا۔

زاہد منیر عامر، ڈاکٹر (لاہور)

۱۵/ستمبر ۲۰۱۴

نعت رنگ کا شمارہ ۲۴ اور اس کے بعد نعت نامے اور پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر جیسے تحائف موصول ہوئے ان علمی وادبی ارمغانوں کے لیے ممنون ہوں نعت رنگ سے ناواقف تو پہلے بھی نہیں تھا لیکن استیعاب کے ساتھ دیکھنے کا پہلی بار موقع ملا۔ تمجید سے لے کر مقالات تک اور فکر وفن سے لے کر خطوط تک سب جگہوں پر عقیدت ہی کی نہیں حسن ذوق کی بھی کرشمہ کاری نظر آتی ہے جس سے دل خوش ہوا اردو نعت کے ادبی سفر کی جستجو میں ڈاکٹر عزیز احسن صاحب بہت دور تک گئے ہیں اور ایسے ایسے شعرا کے ہاں سے لولوئے لالہ ڈھونڈ لائے ہیں جن سے ادب کا عام قاری واقف بھی نہیں تھا یا وہ متجسّس قارئین کی یادداشت سے بھی محو ہو چکے تھے۔ ڈاکٹر سہیل شفیق صاحب نے تیزی سے اوجھل ہوتی مکتوب نگاری کی دنیا کو سنبھالا دیا ہے اور قیمتی خطوط کا ایک وقیع مجموعہ اہل وطن کی خدمت میں پیش کردیا ہے۔ آنے والے زمانے میں تو مکتوب نگاری ماضی کا ایک فراموش شدہ قصہ بن چکی ہوگی اس لیے یہ مجموعہ خطوط صرف نعت نگاری کے حوالے ہی سے نہیں بلکہ اس دم توڑتی صنف ادب کے حوالے سے بھی اہم ہیں آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے مولانا ظفر علی خان کی نعت نگاری پر اپنا مضمون ارسال کررہا ہوں قبول فرمائیں۔

زاہد منیر عامر

☆ پروفیسر ڈاکٹر زاہد منیر عامر (پ: ۱۸ جولائی ۱۹۶۶ء) محقق، شاعر، ادیب، نقاد، پروفیسر: شعبہ اُردو پنجاب یونیورسٹی (لاہور)، کتب: پہلی سحر کے رنگ، لمحوں کا قرض، اپنی دنیا آپ پیدا کر، تراعکس آئنوں میں، نظم مجھ سے کلام کرتی ہے، مکاتیب ظفر علی خان، نقوش جاوداں، مولانا تاج محمود۔ حالات ومکتوبات، آئینہ کردار، اقبال شناسی اور نوید صبح، مولانا ظفر علی خان۔ کتابیات، خطوط وخیوط ظفر علی خان، تاریخ جامعہ پنجاب، چار موسم ایچی سن کالج میں، پنجاب یونیورسٹی میں اردو (شعبے سے ادارے تک) ودیگر۔

ساجد صدیقی لکھنوی (لکھنؤ)

برادرِ مکرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اُمید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔ جناب کی خدمت میں یہ میرا تیسرا خط ہے آپ نے از راہِ کرم ''نعت رنگ'' کے دو نمبر اور ایک اپنا نسخہ بھیجا جس کا میں نے شکریہ ادا کیا اور ''نعت رنگ'' نمبر کو دیکھنے کے فیصلہ کیا کہ آپ سے کراچی آکر ملاقات کی جائے۔ پروردگار کا ہزار ہزار احسان ہے کہ جو کام میں ۱۹۵۱ء سے نعت پاک کے سلسلے میں کررہا ہوں وہی کام آپ اور آپ کا ادارہ کررہا ہے۔ میں نے سب سے پہلے ''ارمغانِ نعت'' جس میں

عربی، فارسی اورقدیم نعت جدید نعت اور دورِحاضر کے نعت گوشعرا کی ایک ایک نعت پاک شائع کی جونعتیہ شاعری کی مکمّل چودہ سوسالہ تاریخ اور تنقید ہے۔والی آسی کا مقدمہ ہے جس کے بارہ چودہ ایڈیشن اب تک چھپ چکے ہیں جس کوخواص وعوام دونوں نے پسند فرمایا۔ پھر دوسری کتاب مقبول کلام جس میں عربی فارسی اوراردو کے وہ تمام مشہور ومعروف سلام جمع کر دیے جومحفلوں میں پڑھے جاتے تھے۔اس کتاب کے بھی کئی ایڈیشن چھپے پھر کیا تھا کہ میں نے ہندو پاک کے نعت گوشعرا کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا۔اس سلسلے کوبھی مقبولیت حاصل ہوئی ہر مجموعہ کے بارہ بارہ چودہ چودہ ایڈیشن چھاپے۔والی آسی میرے ساتھ کام کرتے تھے مکتبہ دین وادب میں نے قائم کیا۔والی آسی صاحب میرے ساتھ بحیثیت مددگار رہے۔نعت گوشعرا میں انتخاب اعلیٰ حضرت اوّل ودوم حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی،مولانا ماہرالقادر،ظہورقدسی،شکیل بدایونی کی نعتوں کی کلیات جس میں ان کے فلمی نعتیہ گیت بھی شامل ہیں۔نغمۂ فردوس کے نام سے شائع کی۔آئینۂ انوار مولانا ضیاء القادری،صدائے عارف مولانا ابوالوفا عارف شاہ جہاں پوری،نوری برکھا،آفتابِ نور، بزمِ رحمت،عرش کا جلوہ سرورِ جاویداں مکمّل ضخیم مجموعہ،بکل بلرام پور کا شائع کیا۔نوائے ایماں نازش پرتاب گڑھی، ترانۂ نعت عمر انصاری آبشار علامہ محوی صدیقی لکھنوی مدینے کی گلیاں زائرحرم حمید صدیقی لکھنوی،شمع ازل عزیز سلونوی،موجِ طہور بہزادلکھنوی،گل افشانیاں ڈاکٹر خوشتر کھنڈری پھر میرے اپنے نعتیہ مجموعے (صہبائے حرم، برق جمال،سیل نور،نور ہی نور، برق ایمن،عرب کا چاند، آوازِحق،نسیمِ حجاز منتخب سلام ساجد صدیقی لکھنوی،اردوادب میں تمام اصناف کوادیبوں اورشعرا نے تسلیم کیا لیکن نعت پاک کوابھی تک وہ درجہ نہیں دیا جواس کوملنا چاہیے تھا۔مرثیہ پرنوحہ پراوردوسری اصنافِ سخن پرلکھا گیااورلکھا جارہا ہے۔

خدا کالاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ ہندوستان میں، میں نے اور پاکستان میں آپ کے ادارے نے۔آپ نے اور آپ کے ادارے نے جونمبر مجھے ملے یا آپ کا نعتیہ مجموعہ دوایک اورصاحب کے نعتیہ مجھے دیکھنے میں آئے۔بہت آئے لیکن ہمارے اور آپ کے شائع کردہ مجموعوں میں فرق ہے۔آپ حضرات کو جو آسانیاں وہاں میسر ہیں وہ ہم کونہیں۔آپ کی کتابت،کاغذ،مضامین،نعتیں اورنعتوں کا انتخاب بہت اچھا ہے،جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔آپ سبھی حضرات کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں قبول فرمائیں۔دوسری بات جو خاص طور پر آپ سے اوراپنی برادری یعنی شعرائے کرام سے عرض کروں گا کہ جب قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان کے جانثار صحابہ کرام کا بھی ذکر ہے، پروردگار عالم نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا کہ میں ان سے راضی ہوں اور یہ مجھ سے راضی ہوئے۔اسی مضمون کو میں نے اپنے دوشعروں میں عرض کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

یہاں کیا مدحِ اصحابِ حبیب کبریا ہوگی صحابہ کی حقیقت روزِ محشر آئینہ ہوگی
خدا سے وہ ہوئے راضی خدا ان سے ہوا راضی صحابہ کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی

ہندوستانی اور پاکستانی شعرا میں یہی فرق ہے کہ ہم لوگ اپنی نعتوں میں صحابہ کرام کا بھی ذکر کرتے ہیں اورخصوصیت سے لکھنؤ کے سنی شعرا تو نعت پاک میں ترتیب کا بھی خاص اہتمام کرتے ہیں جو آپ کے وہاں نہیں ملتا۔میں نے آپ کے بھیجے ہوئے نمبراور آپ کا خود مجموعہ کئی بار پڑھا لیکن کہیں بھی اصحابِ رسول ﷺ کا تذکرہ نہیں ہے۔کیا آپ حضرات صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ،عثمان غنیؓ اوردوسرے جلیل القدرصحابہ کونہیں مانتے جس کے واسطے سے اسلام ہم تک پہنچا۔حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت فاطمہؓ،حضرت حسنینؓ کا تو ذکر ملتا ہے اورحضرت خدیجہؓ کا۔لیکن حضور کی سب سے زیادہ چہیتی بیوی جن کے حجرۂ پاک میں آج بھی حضور آرام فرما رہے ہیں اورحضرت صدیق اکبرؓ،حضرت فاروق اعظمؓ۔پروردگار ہم سب کونعت پاک کے ساتھ فضائل صحابہ بھی نظم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ساجد صدیقی

☆ ساجد صدیقی لکھنوی،شاعر،ادیب،کتب:''نغمۂ فردوس''،''منتخب سلام''،''آئینۂ غزل''،''صہبائے حرم''۔

۱۲/نومبر/۱۹۹۸ء

برادرِمکرم جناب صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

میں بہت شرمندہ ہوں اور بدقسمت کہ میرے خطوط جناب کونہیں مل سکے۔ایک بار پھر معذرت خواں ہوں۔آپ میری طرف سے دل صاف کرلیں اور دل سے فیصلہ فرمائیں کہ کیا کوئی اپنے کرم فرما کو بھول سکتا ہے آپ نے کرم فرمایا برابر''اقلیم نعت'' کے نمبر ارسال فرمائے اور مجھے مل بھی گئے جس میں سے تین یا چار نمبر مجھ سے ضائع ہوگئے جس کا دکھ ساری زندگی رہے گا۔ بھائی آپ جو خدمت انجام دے رہے ہیں وہ ساری دنیا کے مسلمانوں پر احسان عظیم ہے میں بھی آپ کا مداح ہوں اور آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں اگر آپ تھوڑا سا تعاون فرمائیں وہ یہ کہ میرے نام بصورت دعوت نامہ ایک خط بھیج دیں جس کو دکھا کر میں ویزا لے سکوں اور پاکستان آسکوں۔جب میں جدّے میں تھا تو انڈیا جب بھی آیا پاکستان ہوکر آیا۔کراچی میں حفیظ صاحب سے ملا احسان دانش کے وہاں حاضری دی اور اپنے بھائی صوفی محمد نظیر صاحب سے ملا جن کا ادھر کافی عرصے سے کوئی پتہ نہیں ہے اگر آپ زحمت فرمائیں۔صوفی محمد نظیر نعت خواں (ڈرگ کالونی چورنگی کراچی) اسوقت ان کا مکمّل پتہ نہیں مل رہا ہے۔وہ معروف ہیں چورنگی پر ایک مٹھائی کی دوکان ہے اس پر وہ ضرور ملتے ہیں وہ مٹھائی کی دوکان بہت مشہور ہے وہیں آپ کسی سے ان کے بارے میں دریافت فرمائیں اور کیا عرض کروں ایک بات اور عرض کردوں کہ یہ میرا آنا آپ سبھی حضرات سے ملاقات کرنا ہے جس کا بار آپ پر نہیں ہوگا میں اپنے خرچے سے آؤں گا اور رہنے کا انتظام کروں گا۔ان شاء اللہ کراچی، لاہور اور پھالیہ میں ایک ماہ گزاروں گا۔جناب نور میرٹھی کو بھی میں نے ایک خط آپ کے ساتھ لکھا ہے خدا کرے مل جائے آپ جلد از جلد میرے آنے کے سلسلے میں دعوت نامے کی شکل میں ایک خط بھیج دیں تا کہ دہلی جا کر ویزا لگوا کر پاکستان آسکوں۔سب سے میرا سلام عرض کردیں اپنی خیریت سے جلد نوازیں۔

فقط۔والسّلام

ساجد صدیقی لکھنوی

پسِ نوشت: میں نے آپ کو کئی بار فون بھی کیا جو باوجود کوشش کے نہ مل سکا۔فون نمبر گھر کا ضرور تحریر فرمائیں تا کہ آنے سے پہلے آپ کو فون پر اپنا پورا پروگرام بتا سکوں۔ساجد صدیقی

۱۵/فروری ۹۹ء،

برادرِمکرم صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

جناب کا روانہ کردہ''نعت رنگ''، نمبر مل گیا جناب ظفر اقبال پرسوں لکھنؤ تشریف لائے تھے ان کا قیام غریب خانے ہی پر رہا، کافی اُن سے باتیں ہوئیں اور پاکستان آنے کا بھی پروگرام تیار ہوا جس کی اطلاع جلد از جلد جناب کو دوں گا ایک مضمون''نعت رنگ'' کیلئے بھیج رہا ہوں اگر پرچے کی شایان شان ہو تو شائع فرمادیں ورنہ کوئی شکایت نہ ہوگی۔میں بالکل جاہل ہوں مجھے اپنی جہالت کا اعتراف ہے ہاں شعر وشاعری میں تک بندی ضرور کرلیتا ہوں اچھے شعراء کے اچھے شعر یاد کرلیتا ہوں فی الحال نعتِ پاک پر کام کررہا تھا اور اب بھی وہی سلسلہ جاری ہے۔چھ مسودے نعتوں کے دہلی لے کر جارہا ہوں:

۱۔عرفانِ عارف: مولانا ابوالوفاء عارفؔ شاہجہانپوری

۲۔تبرکاتِ احمؔد: حضرت مولانا صوفی محمد امجد صاحب احمد پرتاب گڑھی

۳۔ فیضانِ ثاقب باندوی: حضرت مولانا قاری احمد صدیق احمد ثاقب باندوی
۴۔ پیغامِ صحابہؓ: عبدالرشید قمر افغانی جانشین علامہ انور صابری
۵۔ چار موتی: لکھنؤ کے پانچ نعت گو
۶۔ نسیم حجاز: یہ مجموعہ میری نعتیہ شاعری کا ہے اور یہ بار بار شائع ہوا ۱۹۷۵ء کے بعد اب دوستوں کے اصرار پر اضافہ کے ساتھ شائع کر رہا ہوں انشاءاللہ یہ تمام مجموعے میں خود لے کر آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اور کیا عرض کروں اور ہاں جو سب سے زیادہ ضروری بات تھی وہ تو رہ ہی گئی آپ نعت گو شعراء کی اپنی تصویر کے ساتھ ایک ایک تصویر بھیج دیں تاکہ گلدستۂ نعتؐ و مدح صحابہؓ، کے تاریخی البم میں دے سکوں اور کچھ علمائے پاکستان کی اگر ان کے سیرت پاک پر مضامین بھی مل جاتے تو اچھا تھا۔ ویسے یقین تو نہیں اب میں تین پاکستانی شعراء کی ''نعت رنگ''، میں سے لے لوں گا۔ پروردگار آپ کو اور آپ کے ادارے قائم و دائم رکھے۔

آپ کی اس محنت کا صلہ تو پروردگار ہی دے گا میں تو دعا کر سکتا ہوں اور کرتا رہوں گا انشاءاللہ اور ایک عرض کروں آپ سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے لیکن کیا عرض کروں اپنی بیماری، سب سے بڑی بات کہ میں تنہا ہوں سب بچے نواسے اور پوتے وغیرہ جدّے میں ہیں اور میں بھی عمرے کے لئے گیا تھا اور اس سال بھی جانے کا ارادہ تھا بوجہ بیماری ملتوی کرنا پڑا بہر حال پاکستان آپ سے اور برادرِ محترم نور احمد میرٹھی سے ضرور ملوں گا ان کا مجموعہ ''بہر زباں بہر زماں''، مجھے ایک صاحب نے دیکھنے کے لئے دیا تھا آج کل اسی کو پڑھ رہا ہوں کافی محنت کی ہے ایک اچھا خاصہ میٹر جمع کر لیا ہے بڑا مجموعہ غیر مسلموں کا نذرانہ عقیدت (گلہائے رنگا رنگ) جس میں تقریباً چار پانچ سال صرف کر چکا ہوں اس بیماری کی حالت میں بھی لگا ہوا ہوں انشاءاللہ آپ حضرات صاحبِ نظر ہیں پسند فرمائیں گے اس میں بھی میں ادیب اور شعراء کی تصاویر کا اہتمام کیا ہے جو کئی سو پر مشتمل ہیں۔

ہندوستان میں آپ کے اس خادم نے ہی نعت پاک پر کام کیا ہے اور کر رہا ہوں اور کیا عرض کروں۔ سب سے میرا سلام عرض کریں۔ ''نعت رنگ'' بھیجنے کا بہت بہت شکریہ کیا امید کروں کہ جناب جواب سے سرفراز فرمائیں گے مضمون صاف کر کے جلد ہی ڈاک سے بھیجوں گا۔

فقط۔ والسّلام
ساجد صدیقی لکھنوی

سبطین شاہ جہانی، خواجہ محمد، پروفیسر (اسلام آباد)

25-02-2006

برادرِ گرامی جناب سید صبیح الدین رحمانی! سلام مسنون و آدابِ طریقت!

برادرِ معظّم جناب عرش ہاشمی صاحب کی وساطت سے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۸ موصول ہوا۔ اس سلسلے میں آپ کی کاوش وکاہش ہر لحاظ سے قابل صد تحسین و آفرین ہے۔ لاہور میں ریلوے اسٹیشن کے سامنے سب سے اوّل ''یوم رضا'' جناب محمد حکیم محمد موسیٰ امرتسری نظامیؒ [۱] نے نوری مسجد میں کرایا تھا۔ جس کی معاونت کی سعادت ناچیز کو حاصل ہوئی تھی۔ اُس جلسے میں مجھے منقبت خوانی کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ حکیم صاحب محترم نے وہ منقبت اوّلین اشاعتوں میں شائع بھی کی تھی۔ ''حدائقِ بخشش'' کے فنی محاسن پر بھی ناچیز نے ایک نظم لکھی تھی۔ وہ بھی محترم حکیم صاحب نے شائع کی تھی اور مجھے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ آپ کی نظم کی جناب ماہر القادری صاحب نے تبصرہ فرماتے ہوئے کافی تعریف کی ہے۔ یہ اُن کی

بات ہے جب آتش جواں تھا۔ نعتیہ ادب میں ماشاءاللہ ''نعت رنگ'' نے اپنا خاص رنگ جما رکھا ہے۔ مطالعہ جاری ہے تاہم صفحہ ۳۸۷ پر جناب عرش صدیقی[۲] صاحب کے ایک شعر سے متعلق گزارش کروں گا۔ جس میں انھوں نے لفظ ''بدنصیب'' نظم کیا ہے۔ ''بد'' کا لفظ باندھنا مناسب نہیں نعت کے ادب کے خلاف ہے۔ عرش صاحب کا شعر:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آ گئے
کیا بدنصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

خوش نصیب کے ساتھ غم نصیب ہونا چاہیے تھا۔ یہ ادب بھی ہے اور حسنِ شاعری بھی مرے خیال میں شعر اس طرح ہونا چاہیے تھا:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آ گئے
کیا غم نصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

ناچیز آپ کے ملاحظہ اور مطالعہ کے لیے سلسلہ عالیہ کا کچھ لٹریچر بھیج رہا ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ اسلام آباد میں خاموشی کے ساتھ عقیدے کا کام کس قدر ہو رہا ہے۔ ''محرم شریف'' کے پروگرام نعتیہ مشاعرے اور محفلِ مسالمہ کے پروگرام الحمدللہ اس کے علاوہ ہیں۔ ''صد صلوٰۃ صد سلام'' بھی ارسال ہے۔ یہ سلام مجھے الحمدللہ مدینہ منورہ میں عرصہ ۴ سال تک پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اگر آپ نے اس کے کچھ اشعار منتخب کر کے ''نعت رنگ'' میں شائع کر دیے تو شکر گزار ہوں گا۔ اُمید واثق ہے کہ آپ لٹریچر کی رسیدگی اور اپنی رائے سے ناچیز کو سرفراز فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص
شاہ محمد سبطین شاہجہانی

☆ پروفیسر شاہ محمد سبطین شاہجہانی (پ: ۱۹۳۹ء)، سجادہ نشین درگاہ عالیہ حبیبیہ رحمانیہ صابریہ پاکستان، کتب: ''حسنِ تحریر''، ''تاریخ اردو ادب کا پہلا سہروی مشاعرہ''، ''بربطِ جمال''، ''نذرانۂ عقیدت''، ''صد صلوٰۃ وسلام''۔

۱۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۲۷ اگست ۱۹۲۷ء۔ ۷ نومبر ۱۹۹۹ء)، نامور علمی، دینی وروحانی شخصیت، محقق، ادیب، طبیب، کتاب دوست، خلیفہ: مولانا ضیاءالدین احمد قادری مہاجر مدنی، اعزازی مدیر: ماہنامہ ''مہرو ماہ''، ''بانی رکن: ''پنجابی ادبی بورڈ''، ''نائب صدر: ''دارالعلوم انجمن نعمانیہ''، رکن مجلس قائمہ: ''مرکزی پاکستان طبی کانفرنس''، کتب: ''اذکارِ جمیل''، ''ذکرِ مغفور''، ''مولانا غلام محمد ترنم''، ''مولانا نور احمد امرتسری''، ''تذکرہ علمائے امرتسر''۔

۲۔ عرش صدیقی (۲۱ جنوری ۱۹۲۷۔ ۸ اپریل ۱۹۹۷ء)، اصل نام: ارشاد الرحمٰن، شاعر، نقاد، ماہر تعلیم، افسانہ نگار، بانی: اردو اکیڈمی ملتان، پرنسپل: ملتان پوسٹ گریجویٹ کالج، صدر: شعبۂ انگریزی، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، کتب: ''دیدۂ یعقوب''، ''محبّت لفظ تھا میرا''، ''ہر موج ہوا تیز''، ''کالی رات دے گھنگھرو''، ''کملی میں بارات''، ''باہر کفن سے پاؤں'' (افسانے)، ''عرش صدیقی کے سات مستر د افسانے''، ''تکوین''، ''محاکمات''، ''ارتقاء'' ودیگر۔

12-07-2006

عزیز القدر صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون وآدابِ طریقت۔

''نعت رنگ'' آپ کی کوششوں اور کاوشوں سے روز بروز نعتیہ ادب میں باادب اضافے کر رہا ہے۔ اس بار تو آپ نے حضرت مولانا احمد رضا بریلویؒ کی حیات پر ضخیم نمبر نکال کر تاریخ عقیدت اور صحافت میں قابل ذکر اضافہ کیا۔ اس ہنگامہ آرائی اور مہنگائی کے دور میں اتنا پُر مغز اور پُر فکر صحیفہ نکالنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ اللہ کریم آپ کی رحمانیت عرفانیت میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا احمد رضاؒ نے مسلک کا اور مشرب کا جو بے مثال کام کیا ہے وہ آنے والی نسلوں کے لیے روشنی کے مینار سے کم نہیں۔ آپ نے

حضرت مولانا احمد رضا کے اس بھاری بھرکم نمبر میں مستند اور معتبر اہلِ قلم اور اہلِ سخن کی ایک پُر جمال کہکشاں سجادی ہے۔اب تو پاکستان کے ہر شہر میں کسی نہ کسی حوالے سے حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ کو یاد کیا جاتا ہے جو ایک خوبی کی بات ہے۔میں اُس زمانے کی بات کر رہا ہوں جب لاہور ایسے فقید المثال شہر میں بھی ذکرِ رضاؒ نہیں ہوتا تھا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ۶۰ء کے شروع یا ۷۰ء کی دھائی کے اختتام پر معروف مؤرّخ ژرف نظر طبیب، مستند ادیب جناب حکیم محمد موسیٰ نظامی امرتسریؒ نے حضرت مولانا احمد رضاؒ کا پہلی بار ''یوم رضا'' نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور میں کرانے کی سعادت حاصل کی۔ بندۂ عاجز نے اس میں بطور کارکن اور بحیثیت رضا کار کے کام کیا جس سے حکیم محمد موسیٰ صاحبؒ بہت خوش ہوئے۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب آتش جوان تھا۔حکیم صاحب نے مجھے فرمایا کہ میں اپنا منظوم خراجِ عقیدت بھی پیش کروں اور یوں آہستہ آہستہ ''یوم رضا'' کی لاہور میں داغ بیل پڑ گئی۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانبِ منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

حکیم صاحب ہی کی رہنمائی میں اُن دنوں ہر سال یوم رضا لاہور میں ہونے لگا اور بندۂ عاجز ہر سال منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرتا رہا۔انھی جلسوں میں ایک بار میں نے ایک نظم پیش کی جو ''حدائقِ بخشش'' کے محاسن کو بیان کرتی تھی اُس کا عنوان ''حدائقِ بخشش کے نام'' رکھا۔یہ نظم حکیم صاحب نے مقالات کے کسی مجموعہ میں شائع کی۔جناب حکیم محمد موسیٰ راوی ہیں کہ یہ کتاب کسی نہ کسی طرح جناب ماہرالقادری مرحوم کے ماہرانہ ہاتھوں میں جان پہنچی۔ماہر صاحب نے اپنی ماہرانہ اُپچ کی روشنی میں بے رحمانہ قلم سے تنقید لکھ ڈالی۔تاہم جب نظم پر آئے تو خاصی تعریف کر گئے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

حکیم صاحبؒ اکثر اس بات کا ذکر اپنے مطب میں احباب سے کرتے تھے۔میری یہ خواہش تھی کہ وہ نظم آپ تک پہنچ جائے مگر ایسا نہ ہو سکا۔تاہم جب بھی وہ نظم بازیافت ہوئی آپ کو ارسال کر دوں گا۔یہاں ''نعت رنگ'' کے پرچے ہمیں برادرم ومکرم جناب ریاض الاسلام عرش ہاشمی صاحب کی وساطت سے مل جاتے ہیں، وہ اس سلسلے میں بڑے فعال ہیں۔اللہ کریم اُن کی مسلکی خدمات قبول فرمائے۔

دعا گو۔آپ کا مخلص
شاہ محمد سبطین شاہجہانی

~~~~~~

سجاد مرزا (گوجرانوالہ)

۸/فروری ۲۰۰۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اُمید ہے آپ خیر وعافیت سے ہوں گے۔

''نعت رنگ'' میں آپ نے نعت کے حوالے سے تنقید، تحقیق اور تشریح کی جو طرح ڈالی ہے، وہ قابلِ قدر ہے۔''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے مکتوبات پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ بعض مکتوب نگاروں نے قلم کو تیغ وتبر بنا رکھا ہے۔اگر کسی سے اختلاف ہو تو اسے سلجھے ہوئے ملائم لفظوں میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔کسی بزرگ ہستی نے بڑی خوب صورت بات کہی ہے، ''اپنا عقیدہ چھوڑو نہیں اور کسی کا عقیدہ چھیڑو نہیں۔''

میرے تین نعتیہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں (۱) کیفِ دوام، (۲) چراغِ آرزو، (۳) شوقِ نیاز۔ناشر ہیں، محمد اقبال نجمی، فروغِ ادب اکادمی،
~~~~~~

۸۸۔بی،سیٹلا ئٹ ٹاؤن،گوجرانوالہ۔

اُمید واثق ہے،نجمی صاحب نے آپ کو مذکورہ مجموعے بھجوا دیے ہوں گے۔اگر آپ کو نہ ملے ہوں تو مطلع فرمایئے تاکہ بھیج دیے جائیں۔ ایک تازہ اور غیر مطبوعہ نعت،''نعت رنگ'' کی نذر۔احباب کی خدمت میں سلام۔

والسّلام۔مخلص

سجاد مرزا

☆ سجاد مرزا (۱۹۴۴۔۲۰۱۴ء)، اصل نام: عبدالحمید بیگ، شاعر و ادیب، دیگر کتب: ''لہو پکارے گا'' (۱۹۶۶ء)،''سوچاں'' (۱۹۸۳ء)،''اکھراں ہتھ زنجیراں'' (۱۹۸۴ء)،''بقائے دوام'' (۱۹۸۶ء)،''کیفِ دوام'' (۱۹۸۸ء)،''دشتِ تنہائی'' (۱۹۹۰ء)،''چراغِ آرزو'' (۱۹۹۲ء)،''درد کی خوشبو'' (۱۹۹۴ء)،''غالب نکتہ ہیں'' (۱۹۹۴ء)،''شوقِ نیاز'' (۱۹۹۸ء)۔

۱۔۱۹۸۸ء،۱۳،۱۱ص ۲۔۱۹۹۲ء،۹۶ص ۳۔۱۹۹۸ء،۱۴۴ص

سحر انصاری، پروفیسر (کراچی)

برادرم صبیح رحمانی! دعائیں!

اپنی اور تمھاری یادداشت کا مشترکہ اظہار یوں کروں گا کہ میں ''نعت رنگ'' کے پہلے شمارے سے تازہ ترین شمارے تک اس کا قاری بھی رہا ہوں اور گا ہے گا ہے اس میں میری تحریریں بھی شائع ہوتی رہی ہیں۔ مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ایک نیا مواد لے کر آتا ہے جس میں معیاری تحریریں بڑی لگن اور ذمہ داری سے لکھی ہوتی ہیں۔کسی کی کوشش کو کم تر ثابت کرنا مقصود نہیں لیکن نعت کے حوالے سے تمھارے پرچے کے لیے یہی کہنا پڑتا ہے کہ:

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تنقید،تحقیق،محاکمہ،اختلاف رائے،تازہ تخلیقات اور بے لاگ مراسلات بلاشبہ زندگی،حرارت اور توانائی کے مظہر ہوتے ہیں۔''نعت رنگ'' کی اشاعتوں سے برصغیر بلکہ اردو دنیا میں نعت گوئی،نعت فہمی اور نعت شناسی کے کئی تازہ در وا ہوئے ہیں۔میری دعا ہے کہ تم اسی انہماک سے اس اہم خدمت میں اپنے شب و روز صرف کرتے رہو۔نیکی کا اجر نیکی ہی ہے۔

اُمید ہے کہ تم ہر طرح خیریت سے ہو گے۔

سحر انصاری

☆ پروفیسر سحر انصاری (پ: ۲۷ دسمبر ۱۹۴۱ء)،اصل نام: انور مقبول انصاری،تخلّص: سحؔر،ممتاز شاعر،ادیب،تلمیذ: جالبؔ مرادآبادی،مدیر: ''نورس'' اورنگ آباد،ہفت روزہ ''نئی جمہوریت'' کراچی،کتب: ''نمود'' (شعری مجموعہ)،''خدا سے بات کرتے ہیں'' (شعری مجموعہ)،''ناسخ۔حیات اور شاعری'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)،''تنقیدی افق'' (مجموعۂ مضامین) سابق صدر: شعبۂ اردو جامعہ کراچی،سابق صدر: اردو لغت بورڈ،حکومت پاکستان نے صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی سے بھی نوازا ہے۔

۲۳/اکتوبر ۲۰۱۵

''نعت رنگ'' کا سلور جوبلی نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔سب سے پہلے تو اس قدر ضخیم اور منفرد شمارہ ترتیب دینے پر دلی مبارک باد قبول کیجیے۔''نعت رنگ'' کا کوئی تازہ شمارہ جب بھی نظر نواز ہوتا ہے تو مجھے بھائی حنیف اسعدی مرحوم کی قیام گاہ پر ہونے والی وہ ابتدائی صحبتیں یاد

آجاتی ہیں جن میں اس مجلّے یا کتابی سلسلے کی اشاعت کے مختلف پہلوؤں پر غور وخوض کیا جاتا تھا۔ میں آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے یہ چند نکات پیش کرنا چاہوں گا:

۱۔ موجودہ زمانے میں عام موضوعات کا جریدہ یا کتابی سلسلہ شائع کرنا، جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ چہ جائے کہ خاص موضوعاتی رسالہ اور وہ بھی نعت کے موضوع پر اس اہتمام اور پابندی سے شائع کیا جائے۔

۲۔ آپ نے اردو کی نئی بستیوں میں جوٹو کیو سے لاس اینجلس تک پھیلی ہوئی ہیں، اپنے ہم نوا پیدا کر لیے ہیں۔ یعنی معتبر لکھنے والوں کا ایک نیا حلقہ ''نعت رنگ'' سے وابستہ ہو گیا ہے۔ یہ کارنامہ اس سے قبل اپنے اپنے زمانے میں سرسیّد احمد خاں (تہذیب الاخلاق)، نیاز فتح پوری (نگار)، شاہد احمد دہلوی (ساقی)، صلاح الدین احمد (ادبی دنیا)، صہبا لکھنوی (افکار)، ڈاکٹر جمیل جالبی (نیا دور)، احمد ندیم قاسمی (فنون) اور ڈاکٹر وزیر آغا (اوراق) وغیرہ سرانجام دے چکے ہیں۔ اس صف میں شمولیت کوئی کم اہم پیش رفت نہیں ہے۔ مقامِ مسرت ہے کہ آپ ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

۳۔ نعت گوئی کے معیار اور اس سے متعلّق تحقیق وتنقید کا ایک باب آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعے وا کر دیا ہے۔ اس سے قبل کسی رسالے میں اس معیار اور تازہ تر عنوانات کے حامل مضامین کم ہی دیکھنے کو ملتے تھے۔

۴۔ آپ نے نعت گوئی کے آداب، شائستگی، حفظِ مراتب اور روایات کی صداقت اور لفظیات کے ضمن میں جن مباحث کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دی ہے، ان سے مبتدی اور منتہی دونوں روشنی حاصل کر سکتے ہیں۔

۵۔ آپ ''نعت رنگ'' میں روایتی انداز کی نعتوں اور روایتی معلومات کے سرسری مضامین کی اشاعت سے گریز کرتے ہیں، اس طرح نعت رنگ کی ادبی، علمی اور تحقیقی اہمیت میں روز افزوں اضافہ ہوا ہے۔

۶۔ دورِ حاضر کے معروف ادیبوں اور نقادوں میں پروفیسر فتح محمد ملک، ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر معین الدین عقیل، امین راحت چغتائی، ڈاکٹر یحییٰ نشیط، ڈاکٹر تقی عابدی، ڈاکٹر زاہد منیر عامر، ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی، پروفیسر انوار احمد زئی کے نام بہ طور امثال امر پیش کر رہا ہوں کہ یہ تو عرصہ دراز سے لکھ رہے ہیں اور دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ ''نعت رنگ'' کے لیے خصوصی مقالے بھی تحریر فرماتے ہیں۔

۷۔ میں اب بہ طورِ خاص مبین مرزا، ڈاکٹر عزیز احسن، ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، ڈاکٹر شہزاد احمد، ڈاکٹر داؤد عثمانی کے نام پیش کرتا ہوں جنھوں نے نعت گوئی کے ضمن میں تازہ نگاری کا ثبوت دیا ہے اور انھیں میں ''نعت رنگ'' کے خصوصی مقالہ نگاروں میں شامل کرتا ہوں۔

''نعت رنگ'' کے ۲۵ ویں شمارے کو ایک ادبی دستاویز کہنا چاہیے۔ اس کے مضامینِ نثر ونظم میں وہ ادبی، تحقیقی اور علمی معیار نظر آتا ہے جو موجودہ ادبی کساد بازاری کے دور میں ایک کرشمے سے کم نہیں۔ مجھے ہمارے اور آپ کے عزیز دوست مبین مرزا کا ابتدائیہ خصوصیت کے ساتھ بہت اہم محسوس ہوا۔ مبین مرزا ہمہ صفت موصوف ہیں، شاعر، افسانہ نگار، نقاد، مبصّر اور مدیر اور شاید:

بسیار شیوہ ہائے بتاں را کہ نام نیست

والا معاملہ بھی ہے۔ میں نے مختلف ادبی موضوعات پر ان کی تحریریں پڑھی اور پسند کی ہیں لیکن یہ خصوصی مقالہ جسے آپ نے اداریے کے طور پر شائع کیا ہے نعت شناسی کے ضمن میں اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مبین مرزا نے غیر روایتی انداز میں اردو کی شعری تہذیب کا سیر حاصل جائزہ لیا ہے اور پھر نعت گوئی کے مختلف ادوار سے مسلم اور غیر مسلم نعت گویوں کی عمدہ مثالیں پیش کی ہیں۔ اندازِ تحریر شگفتہ اور مدلل ہے جو عموماً ایسے موضوعات میں کم کم ہی

نظر آتا ہے۔ اگر مبین مرزا مزید مثالیں اور ادوار کو شامل کر سکیں تو یہ مقالہ بجائے خود ایک کتاب بن سکتا ہے جسے اپنے موضوع اور اسلوب کی بنا پر یقیناً مزید قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

مبین مرزا کے اس مقالے کی متعدد خوبیوں کے علاوہ بنیادی خوبی یہ ہے کہ انھوں نے ابتدا سے آخر تک وہ ممکنہ سوالات خود قائم کیے ہیں جو ہند اسلامی تہذیب اور اردو کی شعری تہذیب کے سلسلے میں مبتدی و منتہی کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں اور پھر مثالوں اور دلیلوں کے ساتھ ان سب کا جواب دیتے ہوئے اپنے بنیادی مقدمے (Basic Thesis) کو ثابت کرتے چلے گئے ہیں۔ اس طرح ان کا یہ مقالہ صرف اسلامی عقائد کے حامل افراد کے لیے نہیں، بلکہ اُن کے لیے بھی چشم کشا ہوگا جو سیکولر انداز میں شعر و ادب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید کو نعت شناسی اور نعت گوئی سے گہرا شغف ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر اصنافِ سخن میں اُن کی زود گوئی کی مثالیں موجود ہیں۔ پاکستان کے علاوہ جب ہم لوگ چین کے ادبی دورے پر گئے تھے تو ڈاکٹر ریاض مجید کے شخصی اور تخلیقی اوصاف کا زیادہ قریب سے اندازہ ہوا۔ انھوں نے ''نعت رنگ'' کے لیے جو قصیدہ دعائیہ لکھا ہے وہ ان کے خلوص اور قادر الکلامی پر دال ہے۔ قاآنی کے مشہور قصیدے ''بہار ہا بہار ہا'' کا ترنم اور بحر کی موسیقیت اس قصیدے کو پڑھ کر ذہن میں تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ کے لیے ان کا یہ منظوم قول حقیقت پر مبنی ہے:

جہان بھر سے نعت و نقدِ نعت کی فراہمی
جو کام ہم نہ مل کے کر سکے اُس ایک نے کیے

اس میں انھوں نے ہم سب کے خیالات و جذبات کی ترجمانی کر دی ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کا یہ دعائیہ قصیدہ ایک تنقیدی، تخلیقی اور ادبی منظوم مقالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قصیدے کے قافیے بجائے خود قابلِ داد ہیں۔ اس میں ''نعت رنگ'' کے معیارات کے ساتھ ساتھ آپ کی مساعیِ جمیلہ و منفردہ کو بجا طور پر سراہا گیا ہے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل دیگر موضوعات کے علاوہ تحقیق کے مزاج و منہاج کے بارے میں تسلسل کے ساتھ لکھتے رہے ہیں۔ ''تحقیقِ نعت'' کے ضمن میں ان کے خیالات سے یقیناً استفادہ کرنا چاہیے۔ ان کا یہ کہنا ہر طرح مناسب ہے کہ ایک تو نعت گوئی پر تحقیق و مطالعہ کو شخصیات پر منحصر و مخصوص نہیں ہونا چاہیے۔ دوسرے مطالعہ افادی مقصد سے ہونا چاہیے کہ یہ محض حصولِ سند یا مقام و منصب یا شہرت کی خاطر نہ ہو۔

انور شعور، جلیل عالی، اور سیّد ضیاء الدین نعیم کے خصوصی گوشوں سے ان کا اندازِ نعت گوئی اُجاگر ہو جاتا ہے۔ فتح محمد ملک کا مقالہ ''اقبال حضورِ رسالت مآب ﷺ میں'' خاصے کی چیز ہے۔ محسن کاکوروی کے لامیہ قصیدے پر تمام اہم آرا کی روشنی میں جائزہ تحریر کیا گیا ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ محسن کا یہ قصیدہ جامعات کے نصابِ اردو میں شامل ہے اور دورِ حاضر کے ناقدین کی رائے بھی طلبہ تک پہنچنی چاہیے۔

مرزا دبیر اور انشاء اللہ خاں انشا کی نعتیہ شاعری پر شفقت رضوی اور ڈاکٹر تقی عابدی کے مضامین تحقیقی رُخ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر اشفاق انجم کا مقالہ ''نعت میں منفی عناصر'' پسند آیا۔ ایسے مقالات کی یقیناً بہت ضرورت ہے تاکہ افراط و تفریط کی فضا کو ختم کیا جا سکے۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے ''المدیح النبوی'' کا تفصیلی تعارف عربی اشعار کے ترجموں کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ اس کا مطالعہ یقیناً اردو کے نعت گو شعرا کے لیے مفید ہوگا۔ کتابوں پر تبصرے اور مختلف شعرا کی نعتوں کے انتخاب میں ''نعت رنگ'' کی روایت کو قائم رکھا گیا ہے۔ سرائیکی شعر و ادب پر عموماً ہمارے یہاں کم توجہ دی جاتی ہے۔ پھر نعت گوئی تو خود ایک خصوصی حصہ ہے جس سے عام قارئین واقف ہی نہیں ہوتے۔ خورشید ربّانی نے بہت محنت اور توجہ سے سرائیکی شاعروں میں نعت گوئی کا جائزہ تحریر کیا ہے۔ پاکستان کی دیگر زبانوں کے محققین کو بھی اس قسم کے موضوعات کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

بہ ہر حال، عزیزِ من! یہ تأثرات تھے جو قلم بند کر دیے۔ احساس پھر بھی یہی ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ سلامت رہیے، شاد و آباد رہیے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

۷ استمبر ۲۰۱۸ء

تحفہ دینا اور تحفہ لینا ایک خوب صورت رسم ہے۔ آپ کے تحفوں میں محبّت اور اخلاص کے علاوہ عمدہ اور معیاری کتابیں اور رسالے بھی شامل ہوتے ہیں، اس سے حسنِ طلب میں اضافہ بھی ہوتا ہے اور ذوقِ طلب کو آسودگی حاصل ہوتی ہے۔ اس بار بھی آپ نے یہی ارمغان دیے ہیں۔ ان میں سلیم شہزاد صاحب کی کتاب ''کشفیہ'' مجھے بہ طورِ خاص پسند آئی۔ اگر چہ کتاب نسبتاً مختصر ہے لیکن بہ قول شیخ سعدی ''ہر کہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر'' اس کے تمام مضامین لائقِ مطالعہ ہیں۔ مجھے اس کتاب میں غالبؔ کی فارسی مثنوی ''ابرِ گہر بار'' کا منظوم ترجمہ دیکھ کر زیادہ خوشی ہوئی۔ غالبؔ نے ''ابرِ گہر بار'' کے علاوہ بھی فارسی میں نعتیہ کلام تخلیق کیا ہے۔ ایک نعت کا آغاز یوں ہوتا ہے:

بعد حمد ایزد و نعتِ رسول ﷺ
می‌نگارم نکتۂ چند از اصول

جلوۂ اوّل کہ حق بر خویش کرد   مشعلِ نورِ محمد ﷺ پیش کرد
شد عیاں زان نور در بزم ظہور   ہر چہ پنہاں بود از نزدیک و دور

ایک اور نعت کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بنام ایزد اے کلکِ قدسی صریر
بہر جنبش از غیب نیرو پذیر

محمد ﷺ کز آئینۂ روے دوست
جز نیش ندانست دانا کہ اوست

مثنوی ''ابرِ گہر بار'' ہر لحاظ سے بہت اہم اور اپنے اسلوب میں بے مثال ہے۔ اس کے نثری ترجمے ہوئے ہیں لیکن سلیم شہزاد کا منظوم ترجمہ بہت رواں اور شستہ ہے۔ ترجمے کی بحر بھی وہی ہے جو غالبؔ کی فارسی نعت کی ہے۔ غالبؔ کی فارسی اور قدرتِ کلام کو ذہن میں رکھیے تو اردو یا کسی اور زبان میں اس کا منظوم ترجمہ ایک کارِ محال معلوم ہوتا ہے۔ ''مہرِ نیمروز'' کے آغاز میں لکھتے ہیں:

اے ہمہ و بے ہمہ و با ہمہ

اب اس بلیغ مصرعے کا اردو میں کیا ترجمہ ہوسکتا ہے بجز اس کے کہ یہی مصرع اردو ترجمے میں دہرا دیا جائے۔ سلیم شہزاد کے ترجمے کو میں ترجمے کے بہ جائے ترجمانی کہوں گا۔ انھوں نے لفظی ترجمے کے بہ جائے خیال کو اہمیت دی ہے۔ مثلاً یہ شعر:

سپاسے کہ شوریدگان الست
دہندش بہ بانگِ قلم دل زدست

کا اُردو ترجمہ یوں کیا گیا ہے:

جسے سن کے شوریدگان الست
''بلٰی ربّنا'' میں ہوئے جذب و مست

بعض ترجمے لفظی بھی ہیں اور بے ساختہ بھی، مثلاً: ''ز دل جستہ وبا دل آویختہ'' کا ترجمہ:

وہ حمد و ثنا موج جس کی اُٹھے
اگر دل سے تو راہ دل میں کرے

اس ترجمے یا ترجمانی کی داد نہ دینا ناانصافی کے مترادف ہے۔

سلیم شہزاد کی قدرتِ سخن، فارسی اور اردو پر ان کی دست رس لائقِ ستائش ہے۔ فارسی سے عبرت انگیز دوری کے اس دور میں سلیم شہزاد جیسے اسکالر خال خال نظر آتے ہیں۔ اگر وہ غالبؔ کے فارسی کلام کے منتخبات کا اردو میں مزید ترجمے کریں تو غالب شناسی کا دائرہ عام قارئین تک بھی وسیع ہو سکتا ہے جو ایک بڑی علمی خدمت ہوگی۔

نبیِ کریم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ چودہ سو سال سے زیادہ (اب ۱۴۴۰ ہجری ہے) تمام دنیا میں توجہ کا مرکز رہی ہے۔ ان کی مخالفت سے زیادہ حضور ﷺ کی مدح وثنا اور رسالت شناسی پر مختلف گوشوں سے تحقیقی کام ہوا اور ہو رہا ہے۔ آپ کی دل چسپی کے لیے ایک حوالہ دینا چاہتا ہوں۔ بی وی رمن (B. V. Raman) نامی اسکالر نے جو علمِ نجوم کے ماہر ہیں، سائنسی بنیادوں پر اکابرِ عالم کے زائچے تیار کیے ہیں۔ انھی میں ایک رسالت مآب ﷺ کا زائچہ بھی ہے۔ رمن صاحب نے حضورِ اکرم ﷺ کی تاریخِ ولادت اور وقت کا یہ تعین کیا ہے: ۲۰/اپریل ۵۷۱ عیسوی، صبح ایک بج کر دس منٹ۔

پروفیسر رمن کے مطالعے کا خلاصہ یہ ہے کہ ''دنیا کی مذہبی تاریخ میں محمد ﷺ یقیناً ایک غیر معمولی شخصیت ہیں۔ وہ ایک پیغمبر، فلسفی اور ماہرِ سیاسیات تھے۔ یہ اس لحاظ سے غیر معمولی زائچہ ہے کہ نویں بُرج میں سیارہ مشتری، تیسرے بُرج میں آفتاب اور عطارد ہیں اور ہر ایک کا اثر بہت گہرا ہے۔ اُن ﷺ کے زائچے سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ﷺ ایک بے حد منفرد شخصیت تھے۔''

بہر حال یہ بھی ایک علم ہے۔ اور اس کے ذریعے حضورِ اکرم ﷺ کے فضائل تک رسائی کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے اسے کسی پیش گوئی، علمِ غیب یا تقدیر پرستی سے ہٹ کر دیکھنا چاہیے۔

''نعت رنگ'' کے اگلے شمارے کا انتظار ہے۔ حضرت محسن کاکوروی اور علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری پر آپ کی مرتّب کردہ کتابوں کا بھی تذکرہ سنا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی دیگر علمی کاوشوں کی طرح یہ تالیفات بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی اور حوالے کی کتب ثابت ہوں گی۔

سراج احمد قادری بستوی، ڈاکٹر (کبیر نگر، انڈیا)

یکم نومبر ۲۰۰۰ء

عزت مآب جناب سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک عرصہ دراز بعد آپ کو خط لکھنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ اُمید کہ میری اس کوتاہی کو درگزر فرمائیں گے۔ چوں کہ آپ کا حکم بھی تھا اور میرا وعدہ بھی کہ آئندہ مراسلت قلمی تعاون پر ہی موقوف ہے۔ جب کہ اس درمیاں برادر محترم جناب زبیر قادری[۱] مدیر ''افکارِ رضا'' بمبئی کے توسط

سے نوازشوں کا ایک پیکٹ بھی (۱) اردو نعت اور جدید اسالیب[۲] (۲) نعت رنگ نمبر ۱۱ (۳) سفیرِ نعت وغیرہ موصول ہوا تھا۔ میں نے آپ کو اس کے وصول یابی کی اطلاع بھی نہیں دی تھی محض اس لیے کہ میں اپنے کیے ہوئے وعدے کا ایفا نہیں کر پانے کی وجہ سے بے حد شرمندہ تھا۔ اب جب کہ اپنی ایک تازہ تخلیق ''تنقیدِ نعت کا ایک تجزیاتی مطالعہ'' کے ساتھ آپ کی جناب میں حاضر ہوں، عرض گزار ہوں کہ میری تمام تر کوتاہیوں کو معاف فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ ان شاءاللہ نعتیہ ادب پر وقتاً فوقتاً آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کا شرف حاصل کرتا رہوں گا۔ نیز نعتیہ ادب پر جو بھی تازہ مطبوعات آپ کے حوالے یا ''نعت رنگ'' کے زیرِ سائے منظرِ عام پر آئی ہوں عنایت فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔ استاذ گرامی پروفیسر سیّد ابوالحسنات حقی کے برادرِ محترم پروفیسر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب قبلہ کو سلام عرض ہے۔

اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

فقط۔ والسّلام
منتظرِ کرم
سراج احمد قادری

☆ ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی (پ: ۱۹۶۹ء)، شاعر، ادیب، محقق، اردو ترجمان محکمۂ اتر پردیس پولیس، ضلع سنت کبیر نگر، کتب: ''مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری'' (پی ایچ۔ڈی)، ''گلدستۂ نعت''، ''خزینۂ رحمت''، ''موجِ کوثر''، ''پنج گنج قادری''، ''عمدۃ الاسلام'' (ترجمہ)، ''مزارات پر عورتوں کی حاضری''، ''حقوقِ والدین''۔

۱۔ محمد زبیر قادری (پ: ۱۹۶۹ء)، مدیر: ''افکارِ رضا''، بمبئی، مدیرِ اعلیٰ: ''مسلک''، دہلی۔ ۲۔ عزیز احسن، ۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، بار اول، ۱۸۴ص

۱۱/ دسمبر ۲۰۰۱ء

عزت مآب، محبِّ رسول، عظیم نعت شناس، جناب حضرت سید صبیح رحمانی صاحب قبلہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کا ارسال کردہ کتابوں کا ایک پیکٹ موصول ہوا جس میں درج ذیل کتابیں موصول ہوئیں۔ (۱) ''نعت رنگ'' کے تین شمارے نمبر ۶، ۸، ۱۲، ''سفیرِ نعت'' کے دو شمارے اور جو ایک کتاب آپ نے برادرِ محترم زبیر قادری کو میرے نام ارسال کی تھی کل کی ڈاک سے وہ بھی موصول ہوگئی۔ (جادۂ رحمت کا مسافر) مذکورہ کتاب دیکھ کر بے پناہ مسرت ہوئی اور دل نے دل ہی میں صدا دی کہ یقیناً اس کا خلوص بارگاہِ رسول ﷺ میں قبولیت کا شرف حاصل کر چکا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کا میابی لوگوں کو ان کی زندگی میں شاذ و نادر ہی ہاتھ لگا کرتی ہیں۔ فارسی کے مشہور شاعر حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ نے سچ ہی فرمایا ہے:

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محترم! میں کام کرنے کا جذبہ تو ضرور رکھتا ہوں مگر آپ سے کیا عرض کروں زندگی شاید کہ ''مر مر کے جیے جانے ہی کا نام ہے''۔ میں یہاں جس محکمہ میں کام کرتا ہوں وہاں دن بھر سخت محنت کرنی پڑتی ہے۔ مطالعے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اسی لیے احباب کو بھی خطوط کے جواب لکھنے میں کبھی کبھی تاخیر ہو جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ میرا ایک اصول ہے کہ آدمی سال بھر میں ایک ہی مضمون لکھے مگر محنت کر کے اور معیاری۔ میں اس طرح کے مضامین لکھنا قطعاً پسند نہیں کرتا کہ کوئی صاحب بعد میں یہ کہیں کہ آپ نے میرا فلاں مضمون سرقہ کیا ہے۔ جیسا کہ شمارہ نمبر ۱۲ کے مطالعہ سے ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری اور ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کے خطوط سے منکشف ہوا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نے آپ کو ''نعت رنگ'' کا پورا سیٹ ارسال کیا تھا جب کہ آپ نے ایک بار مجھے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے

۹،۱۰،۱۱ارسال کیے تھے اور اس کے ساتھ مخدوم گرامی پروفیسر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کا نعتیہ مجموعہ ''نسبت'' [۱] اور برادر زبیر قادری صاحب کے توسط سے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۱ اور عزیز احسن صاحب کی کتاب ''اردو نعت اور جدید اسالیب'' [۲]، ''سفیرِ نعت'' کا شمارہ نمبر اوّل اور آفتاب کریمی صاحب کا مجموعہ ''آنکھ بنی کشکول'' [۳] اور ایک بار آپ نے پروفیسر غلام یحییٰ انجم دہلی کے توسط سے اپنا مجموعہ کلام ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' [۴] ارسال کیا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ بھی نہیں آپ کی جانب سے ملا ہے۔ یہ شکایت نہیں محض یاد دہانی کے طور پر تحریر کردیا ہے۔ معاف فرمائیں گے۔ ایک مضمون اور قلم بند کرنے کی تیاری میں ہوں ''نعتیہ موضوعات کا ایک تنقیدی جائزہ'' جب بھی تیار ہوگیا ارسالِ خدمت کردوں گا۔ ویسے محترم عزیز احسن صاحب کا یہ مقولہ بہت اچھا لگا تحریر فرماتے ہیں، ''ہر علمی کام کرنے سے قبل اس میدان میں ہونے والے معتد بہ کام کی آگہی بھی ضروری ہے اور اس سے خاطر خواہ استفادہ بھی لازمی ہوتا ہے۔'' (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۲، ص ۱۸۸)

اگر ہوسکے تو اس کے باقی ماندہ شمارے اوّل، دوم، سوم، چہارم، پنجم، ہفتم ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں اور اگر مذکورہ شمارے اختتام پذیر ہوگئے ہوں تو شمارہ اوّل جو تنقیدِ نعت پر مبنی ہے ضرور ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں، مہربانی ہوگی۔ اور بقیہ احوال اچھے ہیں دعاؤں کے لیے درخواست ہے۔ اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

عید سعید کی مبارک باد قبول فرمائیں۔

فقط و سلام محتاجِ دعا
سراج احمد قادری

۱۔ مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹۶ص ۲۔ عزیز احسن، ۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، باراول، ۱۸۴ص
۳۔ آفتاب کریمی، ۱۹۹۷ء، کراچی: اقلیمِ نعت، باردوم، ۱۴۸ص ۴۔ مرتب: عزیز احسن، ۱۹۹۷ء، کراچی: فضلی سنز، باردوم، ۱۰۰ص

یکم جنوری ۲۰۰۵ء

محبّ محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کے حکم کے مطابق امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر شائع ہونے والی دو درجن کتابوں کا تعارف لکھ کر ارسالِ خدمت کررہا ہوں۔ اُمید کہ شرفِ قبولیت سے نوازیں گے۔

ہاں مضمون کی ارسالگی میں قدرے تاخیر ہوگئی ہے۔ اس لیے کہ کچھ کتابیں میرے پاس نہیں تھیں ان کو حاصل کرکے مطالعہ کرنے کے بعد ہی مضمون مکمّل ہوسکا۔ کچھ کتابوں کے لیے آپ کو بھی لکھا تھا مگر آپ نے جواب ہی سے محروم رکھا۔ بہر حال کوئی بات نہیں، آپ کی بھی اپنی مصروفیات ہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میرا یہ مضمون ضرور بہ ضرور امام احمد رضا نمبر میں مناسب مقام پر اشاعت پزیر ہوگا۔ اور میرے پہلے والے مضمون کو بھی آپ نے کہیں نہ کہیں سٹ کردیا ہوگا۔ ادھر کافی دن ہوگئے آپ کی جانب سے کوئی کتاب نہیں موصول ہوئی۔ اُمید کہ اپنی تازہ ترین مطبوعات سے نوازیں گے۔ اور بقیہ احوال اچھے ہیں، مضمون ملنے کی اطلاع بذریعہ فون ضرور اتنا ہی بتادیں گے کہ مضمون مل گیا ہے، دل کو سکون ہوجائے گا۔ احباب کو سلام عرض کریں، خصوصاً مخدوم مکرم پروفیسر ابوالخیر کشفی صاحب کو۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

فقط و سلام محتاجِ دعا
سراج احمد قادری

۹/مارچ ۲۰۰۹ء

محترم ومکرم جناب سید صبیح رحمانی صاحب قبلہ!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

آپ کے حکم کے مطابق اپنی نعت شناسی پر مضمون ارسالِ خدمت کر رہا ہوں، قبول فرمائیں۔ میں ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر صاحب کی نعت شناسی پر مضمون اس لیے قلم بلند نہیں کر سکا کہ آفس میں اتنا زیادہ کام بڑھ گیا ہے کہ میں بالکل ہی پڑھنے لکھنے سے مجبور ہو گیا ہوں۔ اُمید کہ میرا عذر قبول فرمائیں گے۔ اپنے مقالات کے مجموعہ ''شمائم النعت'' [۱] کو آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ اس کی خوش خبری پہلے ہی محترم جناب محمد علی صدیقی شیدا بستوی صاحب آپ کو دے چکے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ پسند فرمائیں گے اور اس پر ایک وقیع تبصرہ مجلّہ ''نعت رنگ'' میں شائع فرمائیں گے۔ آپ سے ایک شکایت ہے کہ کافی دن ہو گیا آپ کی نوازشوں سے محروم ہوں۔ نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتب کے مطالعے کے لیے دل بے چین رہتا ہے۔ اگر زیادہ بار نہ محسوس ہو تو نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتب کرم فرما کر ارسال فرما دیا کریں۔ جس سے کہ علمی تشنگی بجھ سکے۔ احباب کو سلام عرض کریں جواب و دعا سے نوازیں۔

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔

فقط والسّلام۔ محتاجِ کرم

سراج احمد قادری

۱۔ ۲۰۰۹ء، دہلی، باراول، ۲۰۰ص

~~~~~~

مجھے آج بے پناہ خوشی ہو رہی ہے کہ آپ کی ناراضگی نے مجھ سے ایک بہت بڑا کام لے لیا۔ مفسّر قرآن حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی علیہ الرحمہ کی نعتیہ شاعری پر مضمون حاضر خدمت ہے۔ دیر آمد درست آید شرف قبولیت سے نوازیں۔

محترم! میں آپ سے اپنی پریشانیوں کو کس الفاظ میں بیان کروں اگر آپ قریب ہوتے تو میں بذاتِ خود حاضر ہو کر اپنی پریشانیوں کو آپ سے بیان کرتا۔ میں جس محکمے میں ملازم ہوں وہاں چھٹی نام کی کوئی چیز نہیں ہے یہاں تک کہ اتوار اور دوسرے چھٹی کے دنوں میں بھی آفس جانا پڑتا ہے اور شام کو کب واپسی ہوگی نہیں کہہ سکتا۔ دوسرے یہ کہ میں شگر کا مریض ہوں۔ مجلّہ ''نعت رنگ'' کے لیے اس بار مضمون نہ لکھ پانے کا بے حد افسوس تھا مجھے اس لیے کہ میں دلی طور ''نعت رنگ'' کے لیے مضمون لکھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں میں نے درمیان میں ڈرتے ڈرتے آپ کو ٹیلی فون کیا تھا جب کہ مجھے اس نسبت عظیم (سیّد) سے بے پناہ امید تھی آپ نے فرمایا تھا کہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ بھیجا جا رہا ہے مگر افسوس کہ تاہنوز میں اس کی زیارت سے محروم ہوں۔ جب کہ میں احباب میں اس کا ذکر بڑی ہی خندہ پیشانی سے کرتا ہوں۔ میری ایک سوچ ہے کہ اکابر اہل سنت نعت گو حضرات کی نعتیہ شاعری کا تعارف ہونا چاہیے اور خصوصاً جن کی شاعری یقیناً شریعت کی روشنی میں ہے میں عنقریب ہی حضرت مفتی رجب علی نانپاروی کی نعتیہ شاعری پر ایک مضمون آپ کی خدمت میں ارسال کرنے کا شرف حاصل کروں گا۔

مجھے امید ہے کہ اب میرے اور بند نوازشوں کا دروازہ کھل جائے گا اور مجلّہ ''نعت رنگ'' کے مذکورہ شمارہ کے علاوہ ادارے کی دیگر مطبوعات سے نوازیں گے اور بقیہ احوال اچھے ہیں۔ احباب کو سلام عرض ہے۔ جواب و دعا سے نوازیں۔

سراج احمد قادری
~~~~~~

سرشار صدیقی (کراچی)

''نعت رنگ'' کی چوتھی جلد رحمت دوعالم ﷺ کی نسبت سے نعمت بن کر نازل ہوئی۔ ممنونیت کے ساتھ دعا ہے کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں آپ کی یہ کاوشیں شرف قبول حاصل کریں۔ آمین۔

علالت کے بہت سے نقصانات کے باوجود فرصت کا ایک فائدہ ضرور میسر ہے، فرصت جو عالم صحت میں آرزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ کوشش کرتا ہوں کہ فراغت کے یہ اوقات مطالعے اور آموختے سے معنویت پا سکیں۔

آپ کا جریدہ کھولا تھا کہ قرعہ فال کی طرح محبی ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب کا مضمون سامنے آ گیا۔ ورق ورق، ٹھہر ٹھہر کر، سمجھ سمجھ کر کئی نشستوں میں ختم کیا۔ میرا خیال ہے کہ اس مضمون کی تفہیم کے لیے محض سرسری مطالعہ کافی نہیں۔ اس میں غور وخوض کے لیے متعدد علمی اور فکری مسائل چھیڑے گئے ہیں اور کئی سنجیدہ سوال اٹھائے گئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اہل قلم اور اہل نظر کے لیے اس کے مواد پر مکالمہ واجب آتا ہے۔

میں وسیع المطالعہ نہیں۔ لیکن بہرحال پچھلی نصف صدی سے پڑھنے ہی کا کار طفلاں انجام دے رہا ہوں اور لکھنے کا شوق فضول اس کے علاوہ ہے ان محدودات کے پیش نظر، یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے ''زبان، زندگی اور اظہار'' کے موضوع پر اس مضمون سے بہتر کوئی تحریر نہیں دیکھی۔

''لفظ اور نعت'' پر لکھتے ہوئے کشفی صاحب نے اردو کے معتوب ترین لفظ ''تو'' کو فکری دلائل اور منطقی استدلال سے ادب اور شاعری کی دنیا کا ایک زندہ، توانا اور مقدس لفظ ثابت کر دیا ہے اور اس طرح ایک پرانی بحث کی بساط لپیٹ دی ہے۔ میں ابھی تو اس مضمون کے مندرجات کے سحر میں ہوں۔ تحیّر کا یہ حصار ٹوٹے اور توانائی بحال ہو تو تفصیل کے ساتھ اپنا تاثر تحریر کروں گا۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

سرشار صدیقی

☆ سرشاؔر صدیقی (۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء۔ ۷ ستمبر ۲۰۱۴ء)، نام: اسرار حسین محمد امان، تخلّص: سرشاؔر، شاعر، ادیب، مدیر: ''قومی بنکاری'' (جریدہ، نیشنل بینک)، کتب: ''حرفِ مکرّر''، ''زخمِ گل''، ''پتھر کی لکیر'' (منتخب کلام)، ''حرزِ جاں'' (قومی نظموں اور نغموں کا مجموعہ)، ''خزاں کی آخری شام''، (قومی منظومات) ''اساس'' (نعتیہ کلام)، ''میثاق'' (حمد ونعت)، ''اجمال'' (تنقیدی اختصاریے)، ''آموختہ'' (منظومات)، ''ہجرت پر مجبور تھے''، ''بے نام''۔

سعید بدر (لاہور)

کنار راوی

۲۷/ جون ۹۸ء

محترم ومکرم جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

مزاجِ گرامی۔ خدا کرے آپ کی ڈائری آپ کو مل جائے تاکہ آپ کا اپنے احباب سے سلسلہ از سرنو شروع ہو سکے۔ دراصل دور ہی ایسا آ گیا ہے کہ حضرت انسان، ایجادات کا محتاج ہو کر رہ گیا ہے۔ کہیں ٹیلی فون اور اس کے نمبروں کا کہیں ڈائری کے پتوں کا۔ اس طرح دوست دلوں اور ذہنوں سے بھی خارج ہو کر رہ جاتا ہے، مثلاً اگر ذہن میں، یا دل کے نہاں خانے میں کبھی یاد کی لہر آ بھی گئی تو آپ کیا کر سکتے ہیں، فون کرنے کے لیے فون نمبر اور خط لکھنے کے لیے پتہ کے محتاج ہیں۔ مشہور ادیب میاں بشیر احمد آف ''ھمایوں'' نے ایک بار کہا تھا کہ:

''ٹیلی فون اچھا رفیق ہے لیکن نا قابل اعتبار''

آپ کے مکتوب گرامی کی آمد کے بعد ایک شام وارثی صاحب[۱] کی خدمت میں حاضر ہوا، ملاقات ہوگئی۔''نعت رنگ'' نہ ملا، وہ کہیں رکھ کر بھول گئے تھے۔ البتہ چندروز بعد اُن کا فون آیا تو پرچہ مل سکا۔

''نعت رنگ'' نمبر ۵ بہت شان دار ہے، ہر شمارہ پہلے سے بہتر اور معلومات افزا ہوتا ہے اور اپنے دامن میں رنگ رنگ کے حسین وجمیل پھول لیے ہوتا ہے جن کی خوش بو سے مشامِ جاں تازہ ہوتی ہے اور دل کو سکون ملتا ہے۔ نوجوانی ہی میں آپ ہم جیسے سن رسیدگان سے بازی لے گئے ہیں، راجا رشید محمود کے بعد بلاشبہ آپ کا نمبر آتا ہے۔ نعت کی اشاعت کے سلسلے میں آپ نمایاں مقام پر کھڑے ہیں۔

تازہ شمارہ، علامہ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' پر پروفیسر افضال احمد انور کی کاوش پسندیدہ ہے۔ انھوں نے نہایت محنت سے عرق ریزی اور جاں فشانی سے علامہ اقبال ہی کے اشعار سے ثابت کر دیا ہے کہ ذوق وشوق حمد نہیں بلکہ خالصتاً نعت ہے۔ ڈاکٹر عبدالمغنی بہت بڑے ادیب، بلند پایہ محقق اور نقاد ہوں گے لیکن ان کے دلائل بودے، کم زور اور حقائق سے بعید ہیں۔ ایک وجہ یہ بھی ہے شاید کہ بریلویوں کے مقابلے میں ایسے گروہ اور افراد پیدا ہو رہے ہیں جو بزعم خویش توحید پرست بنتے ہیں اور نعت کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں بلکہ نہ ہونے کے برابر۔ اس لیے نعت گو شاعر بریلویوں سے قریب ہو جاتا ہے اس لیے اب اُسے ''توحیدی'' ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا جا رہا ہے۔ ہمارے خیال میں وہ نقاد ہونے کے زعم میں اور نیا خیال ونظریہ پیش کرنے کی کوشش میں راہِ حق سے بھٹک گئے ہیں۔ جس طرح فلسفی کے بارے میں مولانا ظفر علی خاں نے فرمایا تھا:

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

(اس شعر کے مصرع آگے پیچھے ہو سکتے ہیں فقط یاد کے سہارے لکھ رہا ہوں۔) اس طرح آج کل کے نقاد حضرات، تنقید کے شوقِ فراواں کے ضبط میں مبتلا ہو کر ایسی ایسی بے پر کی ہانک جاتے ہیں کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ''حسنِ ازل'' کی ترکیب سے ''محبوبِ حقیقی' مراد لے لیا ہے۔ حالاں کہ اصل ترکیب ''حسنِ ازل کی نمود'' ہے۔ جوشِ استدلالیت میں ڈاکٹر موصوف نے ''نمود'' کو نظر انداز کر دیا ہے جس سے دراصل معانی واضح ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت ہمارے خیال میں ''ذوق وشوق'' قصیدہ نما نعت ہے بلکہ قصیدہ کے معیار پر پورا اُترتا ہے، اس لیے تغزل بھی موجود ہے۔ اس میں پہلا بند بالکل قصیدے کی طرح ہے۔ قصیدے میں آغاز ہمیشہ کسی جگہ مقام یا موسم یا وقت کی تعریف وتوصیف ہوتی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے پہلے بند میں شہر مدینہ کے نواح میں ''صبح'' کے وقت کو موضوع بنایا ہے اور اسی پر اپنا زورِ قلم صرف کر دیا ہے جس کا ثبوت پہلے ہی مصرع میں ''صبح کا سماں'' کی ترکیب میں موجود ہے اور دوسرے مصرع میں چشمۂ آفتاب سے ''نور کی ندیاں' رواں کہہ کر اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کر دی ہے۔ آپ کسی ریگستان یا صحرا میں ''صبح کے سماں'' کا تصور کیجیے، آفتاب طلوع ہو رہا ہو، کھلے اور صاف شفاف میدان میں سورج کی کرنیں پھیل رہی ہیں۔ (ہوا تازہ اور صاف وشفاف ہے۔) علامہ اب آگے بڑھتے ہیں تو اس منظر کو ''حسن ازل کی نمود' قرار دیتے ہیں، سورج اور اُس کی روشنی، حسنِ ازل کی نمود نہیں تو اور کیا ہے؟ علامہ اس منظر کو شعری حسن دیتے ہوئے ''نور کی ندیاں'' قرار دیتے ہیں۔ اس کے بعد سرخ وکبود، نیلی اور سرخ بدلیاں کیا خوب صورت منظر نگاری ہے، راقم کو مدینہ شریف میں صبح کے وقت ان بدلیوں کو دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ سورج کے طلوع کا منظر بھی دیکھا ہے۔ جسے دیکھ کر خاکسار وہاں وجد کے عالم میں جھومتا رہا اور ذوق وشوق کے اشعار پڑھ کر محظوط ہوتا رہا۔

اسی طرح کوہِ اضم، وادیٔ کاظمہ کی تراکیب، سرزمین مدینہ کو ثابت کر دیتی ہیں۔ دراصل علامہ کا یہ قصیدہ، مشہور قصیدہ نگار امام سعید بوصیریؒ

کے تتبع میں لکھا گیا ہے۔علامہ اقبالؒ، بوصیریؒ سے بہت متاثر ہیں، چناں چہ دو مقامات پر بوصیریؒ کا ذکر کرتے ہیں:

اے بوصیریت را ردا بخشندہ
بربطِ سلمیٰ مرا بخشندہ

(رموز بے خودی، عرض حال مصنّف بحضور رحمت للعالمین)

یعنی یارسول اللہ ﷺ! جس طرح آپ نے بوصیریؒ کو اپنی ردا (چادر) عطا فرمائی ہے، جامی اس چادر کو بردِ یمانی کہتے ہیں اسی طرح مجھے شعروشاعری کا ذوق اور ملکہ عطا کیا ہے۔دوسری جگہ مثنوی ''پس چہ باید کرد'' میں ''درِحضور رسالت مآب'' میں فرماتے ہیں:

چوں بوصیریؒ از تو می خواہم کشود
تا بمن باز آید آں روزے کہ بود

یہاں علامہ اقبالؒ خواب میں سرسیّد احمد خاں کے ارشاد پر عمل کرتے ہوئے اپنی صحت کے لیے دعا گو ہیں اور عرض کرتے ہیں جس طرح آپ نے اپنی چادر مبارک بخش کر بوصیری کو صحت سے ہم کنار کیا تھا اسی طرح مجھ پر کرم فرمایئے تاکہ میری صحت بحال ہو جائے اور میری تن درستی کے دن لوٹ آئیں۔اس بند کے اختتام پر، آئی صدائے جبرئیل...''گریز'' کا شعر ہے اور اس کے بعد وہ اپنے ممدوح سے مخاطب ہیں:

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات

یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ علامہؒ نے اپنے پورے کلام میں صرف دو مقامات پر قدرے مایوسی کا اظہار کیا ہے۔ایک تو مصرع بالا میں اور دوسرا ''پیامِ مشرق'' میں:

مرا اے کاشکے مادر نزادے

کہہ کر اظہار کیا ہے ورنہ علامہ ''اُمید'' کے شاعر ہیں اور اُن کے کلام میں مایوسی کا ذکر نہیں بلکہ وہ مایوسی کو کفر کے مترادف قرار دیتے ہیں۔

اگر ہم رموز بے خودی میں ''عرضِ حال بحضور رحمت للعالمین'' اور ''بحضور رسالت مآب (پس چہ باید کرد) کو پیش نظر رکھیں تو پتا چلتا ہے کہ علامہ جہاں کہیں بھی سرورِ کائنات ﷺ کا ذکر کرتے ہیں، وہاں سراپا ادب و احترام بن جاتے ہیں بلکہ یوں کہیے کہ گوسفند سلیم۔وہ ذاتی پریشانیوں یا قوم کی بدحالی کا ذکر کرتے ہیں تو دل کھول کر رکھ دیتے ہیں۔''پیامِ مشرق'' کی غزلیات میں ہے:

باخدا در پردہ گویم از تو گویم آشکار
یارسول اللہ اُو پنہان و تو پیدائے من

یعنی میں اللہ تعالیٰ سے چھپ کر باتیں کرتا ہوں اور حجاب قائم رہتا ہے لیکن آپ سے آشکار ہو کر عرض کرتا ہوں یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ تو میرے لیے پوشیدہ ہے، غائب ہے، لیکن آپ میرے سامنے ہیں جنھیں میں دیکھ رہا ہوں۔حتیٰ کہ ''عرض حال'' میں تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں:

مدتے با لالہ رویاں ساختم　　عشق با مرغولہ مویان باختم
بادہ ہا با ماہ سیماباں زدم　　بر چراغِ عافیت داماں زدم
برقہا رقصید گرد حاصلم　　رہزناں بردند کالائے دلم

کہہ کر دل کھول کر رکھ دیتے ہیں اور پھر اپنی کم زوری بیان کرتے ہیں:

سالہا بودم گرفتارِ شکے
از دماغِ خشک من لاینفکے

علامہ کا اسلوب اور انداز قدم قدم پر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ وہ ذوق وشوق میں اللہ تعالیٰ کی بجائے صرف اور صرف حضور رسالت مآب ﷺ سے مخاطب ہیں۔ اس کا ثبوت اس شعر سے بھی ملتا ہے جو علامہ نے ابتدا میں درج کیا ہے:

دریغ آمدم، زاں ہمہ بوستاں
تہی دست رفتن سُوئے دوستاں

یہ شعر مشہور صوفی شاعر۔۔۔[کذا] کا ہے جس سے اس واقعہ کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے جو فلسطین میں وقوع پزیر ہوتا ہے۔ اُس واقعہ کے مطابق علامہ ''ارضِ فلسطین'' میں پہنچنے اور ارادہ کے باوجود حجازِ مقدس جانے کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں اور ساتھی مولانا غلام رسول مہر سے عرض کرتے ہیں کہ ''میں اعمالِ محمود کے سرمایہ سے محروم ہوں اس لیے کس منھ سے مدینہ جاؤں۔'' اور اس تصور کے آتے ہی سفر کا ارادہ بدل دیتے ہیں اور اسی ''تہی دستی'' یعنی خالی دامن ہونے کا ذکر درج بالا شعر میں ہے۔ علامہ اقبالؒ کے اس ''تاثر'' کی تصدیق اُن کی معروف رُباعی سے ہو جاتی ہے جو اُن کے کلام میں موجود نہیں لیکن انھی کی ہے:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر روزِ محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر از نگاہِ مصطفےٰ ﷺ پنہاں بگیر

یعنی حضور رسالت مآب ﷺ کا احترام اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ سے فریاد ہے کہ روزِ حشر آں حضرت ﷺ کی موجودگی میں میرا نامۂ اعمال نہ کھولنا، اُن کی نگاہ سے بچ کر، اُن سے ذرا دُور ہٹ کر کھولیں کیوں کہ نامۂ اعمال، اعمالِ نامحمود سے پُر ہے۔

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور اقبال پیش ہونے کو تیار ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ سے حیا و شرم کا یہ عالم ہے کہ اُن کے سامنے ''نامۂ اعمال'' کھلوانے سے گریزاں ہے۔

علامہ اقبال کے پورے کلام میں نگاہ ڈالیے، اللہ تعالیٰ کا جہاں بھی ذکر آیا ہے، اس کا انداز اور پیرایہ بالکل مختلف ہے، بعض اوقات وہاں علامہ کا اندازِ بیان باغیانہ ہو جاتا ہے۔ ''شکوہ'' کے اشعار بطورِ مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

یا پھر:

یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

اس لیے ذوق وشوق کے پیرایۂ اظہار سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ حمد ہرگز نہیں۔ یہ محض نعت ہے جو قصیدے کے انداز میں لکھی گئی ہے۔ تغزل کی موجودگی نے اس کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

پروفیسر افضال احمد انوار نے چوتھی دلیل میں ''عشق تمام مصطفیٰ'' کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالمغنی کی دلیل کا معقول رد پیش کیا ہے۔ درحقیقت علامہ نے ''عشق'' کا ذکر زیادہ تر عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے ہی سے کیا ہے یا پھر یہ لفظ مقصود اور نصب العین کے لیے استعمال کیا ہے اور اگر

گہرائی میں جائیں تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ علامہ کا ''مقصود'' بھی رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارک ہی ہے۔ اس کا ثبوت ''اسرار و رموز'' کے اُس شعر سے ہوتا ہے جہاں علامہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حوالے سے کہا ہے:

معنی حرفم کنی تحقیق اگر بنگری بادیدۂ صدیقؓ اگر

بنگری بادیدۂ صدیقؓ اگر از خدا محبوب تر گردد نبی

یعنی اگر آپ تحقیق کریں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نگاہ پاک بیں سے دیکھیں تو نبی اکرم ﷺ کی ذات بابرکات قلب و جگر کی قوت بن جاتی ہے اور ان سے عشق و محبّت کی انتہا کا یہ عالم ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کی ذاتِ اقدس اللہ تعالیٰ سے محبوب تر لگتی ہے۔

یہ ہے وہ ''عشق'' جس کا علامہ جابجا ذکر کرتے ہیں اور ذوق و شوق میں ''عشق تمام مصطفیٰ ﷺ'' کہہ کر فرماتے ہیں کہ ''عشق کی تکمیل'' مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں ہے۔ عشق کامل ہوتا ہے تو وہ محمد مصطفیٰ ﷺ بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ تو کیا خود اللہ تعالیٰ (قرآن کے مطابق) اُن پر درود و صلوٰۃ بھیجتا ہے اور مومنوں کو اس کا حکم دیتا ہے۔

اس کے باوجود ڈاکٹر عبدالمغنی کو ذوق و شوق حمد نظر آئے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ان کی ایک بھی دلیل معقول نہیں جس سے حمد ثابت ہو۔ پروفیسر افضال احمد انوار کے دلائل بہت ٹھوس ہیں اور انھوں نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب ذوق و شوق کے اس شعر پر توجہ دیتے تو ذوق و شوق کو حمد کبھی نہ کہتے:

عین وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا

گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہِ بے ادب

نقادوں کی میں بات نہیں کرتا۔ وہ ہمیشہ دُور کی کوڑی لانے کے عادی ہوتے ہیں، خواہ انھیں اندھیرے ہی میں دُور کی سوجھ جائے۔

اہل نظر کے نزدیک درج بالا شعر میں علامہ اپنے ''خواب'' کا ذکر کرتے ہیں جس میں آپ نے حضور رسالت مآب ﷺ کو دیکھا۔ یہ کیفیت حضوری کی ہے اور پاسِ ادب بھی ہے۔ محبوب کی خدمت میں حاضر ہو کر، محبّ ہمیشہ سراپا احترام بن جاتا ہے اور اُسے ہمت نہیں پڑتی کہ وہ دیدے پھاڑ کر دیکھے جو سوئے ادب ہے۔ علامہ کو چوں کہ رسالت مآب ﷺ سے بے حد و حساب عشق ہے اسی لیے احترام و ادب کی بھی انتہا ہے۔ اگر چہ وہ اپنے آپ حوصلہ نظر نہیں پاتے لیکن وہی عقل والی بات، جستجو کا مسئلہ، وصال کی انتہائے آرزو کہ کنکھیوں سے دیکھنے کی کوشش جس کو وہ ''نگاہِ بے ادب'' قرار دیتے ہیں۔ یہ کیفیت اہلِ دل جانتے ہیں بھلا یہ بے چارے نقاد کیا جانیں۔ علامہ کو تو رسولِ اکرم ﷺ سامنے نظر آتے ہیں وہ انھیں زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں:

فلسفہ و شعر کی اور حقیقت ہے کیا

''حرفِ تمنا'' جسے کہہ نہ سکیں ''روبرو'' (بالِ جبریل)

حقیقت یہ ہے کہ ذوق و شوق کا ہر لفظ، ہر ترکیب، ہر استعارہ، ہر مصرع اور ہر شعر بلکہ ہر بند نبی اکرم ﷺ کی تعریف و توصیف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس کے باوجود کوئی نہ سمجھے تو کیا کیا جائے۔ آخر میں ہم اس شعر پر ختم کرتے ہیں:

کور ذوقاں داستاں ساختند

وسعتِ ادراک اُو نشناختند

ورنہ علامہ اقبال کا یہ شعر بھی ثابت کرتا ہے کہ علامہ شدید خواہش کے باوجود حضور رسالت مآب ﷺ کے حضور پیش ہونے سے ڈرتے ہیں

اور سخت گھبراتے ہیں ایک جگہ کہا ہے:

آہ تیرے سامنے آنے کے ناقابل ہوں
منہ چھپا کر مانگتا ہوں تجھ سے وہ سائل ہوں میں

سب سے آخر میں ایک ذاتی واقعہ بیان کرتا ہوں شاید دلچسپی کا حامل ہو۔

۶۳۔۱۹۶۲ء میں خاکسار نے پنجاب یونی ورسٹی میں ایم اے اردو میں داخلہ لینے کا ارادہ کیا، ڈاکٹر سیّد عبداللہ [۲] اورینٹل کالج کے پرنسپل اور شعبۂ اردو کے ہیڈ تھے۔ان سے خاکسار کی کچھ شناسائی تھی۔ چوں کہ بی اے میں ''اُردو'' مضمون پڑھا نہیں تھا اس لیے سیّد عبداللہ نے ایسے طلبہ سے ٹیسٹ لینے کا فیصلہ کیا۔ٹیسٹ میں شامل ہوا تو تین سوال لازماً کرنا تھے جن میں سے ایک سوال ''میری بہترین نظم'' تھا۔خاکسار نے ''ذوق وشوق'' کو بہترین نظم کے عنوان سے لکھنا شروع کر دیا۔حالاں کہ بڑے بڑے ماہرین اقبالیات ''مسجدِ قرطبہ'' کو بہترین نظم قرار دیتے ہیں۔خاکسار نے لکھنا شروع کیا تو لکھتا ہی چلا گیا۔شیٹ پر شیٹ لیں اور دونوں اطراف سے سیاہ کر دیں۔تین گھنٹے کا وقت تھا، خاکسار کو کچھ یاد نہ رہا کہ کوئی اور سوال بھی حل کرنا ہے۔بس لکھتا ہی رہا۔حتیٰ کہ بائیس صفحات بھر گئے، ابھی لکھنے کا سلسلہ جاری تھا کہ وقت ختم ہو گیا۔ پرچہ واپس لے لیا گیا۔راستہ میں یاد آیا کہ خاکسار نے صرف ایک ہی سوال حل کیا ہے اور وہ بھی ابھی نامکمّل تھا۔

ایک ہفتہ بعد انٹرویو تھا، بورڈ میں ڈاکٹر سیّد عبداللہ اور سیّد وقار عظیم [۳] کے علاوہ ایک اور استاد شامل تھے۔ جب خاکسار کی باری آئی تو سیّد عبداللہ صاحب نے سیّد وقار عظیم کی جانب دیکھا۔مقصد تھا کہ وہ خاکسار کے پرچہ کے نمبر بتائیں۔وقار صاحب بولے،سیّد صاحب! معاملہ کچھ عجیب ہے۔بس آپ انھیں (سعید بدر کو) داخل کر لیں۔سیّد عبداللہ نے مزید استفسار کیا تو وقار عظیم صاحب نے بتایا کہ سعید بدر فیل بھی ہیں اور فرسٹ بھی ہیں۔ یہ سن کر سب حیران ہوئے۔سیّد صاحب نے کہا وہ کیسے؟ وقار عظیم نے صورتِ حال بتائی کہ اس طالبِ علم نے ۲۲ صفحات پر مشتمل ایک ہی سوال حل کیا ہے اور وہ بھی اب تک نامکمّل ہے۔ دوسرے سوال نہ کرنے کی وجہ سے فیل ہے لیکن جو سوال حل کیا ہے وہ اس قدر جامع، مدلل اور ٹھوس مثالوں سے بھرپور ہے کہ میرے جیسا آدمی آج دوراہے پر کھڑا ہے جو مسجدِ قرطبہ کو بہترین نظم قرار دے چکا ہے اور آج سوچ رہا ہے کہ بہترین نظم ''ذوق وشوق'' ہے۔

سیّد صاحب نے پرچہ دیکھا،صفحات اُلٹ پلٹ کیے۔پھر کچھ سوچ میں پڑ گئے اور پھر داخلہ فارم پر ''داخل ہے'' لکھ کر دستخط کر دیے اور مجھے فرمایا، سالانہ امتحان میں ایسا نہ کرنا۔ بہر حال موقع ملے تو اس ''سوال کو مکمّل کرنا''۔اس سے سوچ کی نئی راہیں کھلیں گی۔زندگی میں یہ سوال نامکمّل ہی رہا۔وقت نے ساتھ نہ دیا اور آج ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو بہترین نعت کو ''حمد'' قرار دیتے ہیں۔

کاش بقول علامہ اقبالؒ:

کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند

صبیح رحمانی صاحب!

ایک بار آپ کو کئی نعتیں ارسال کی تھیں، کبھی کبھار ایک آدھ شائع فرما دیا کیجیے تا کہ ثنا خوانوں کی فہرست کے (آخر ہی سہی) اس گنہ گار کا نام بھی شامل رہے۔شاید نظرِ کرم ہو جائے کسی وقت۔ بہر حال ایک دو نعتیں بھیج رہا ہوں شاید پسند آئیں۔

مخلص

سعید بدر

☆ محمد سعید احمد بدر قادری (پ: ۱۹۴۰ء۔۶ مئی ۲۰۲۲ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، مدیر: ''برقاب''، ''دلیلِ راہ''، ''سجدۂ شوق''

۱۔ رشید وارثی مراد ہیں۔

۲۔ ڈاکٹر سید عبداللہ (۵ اپریل ۱۹۰۶ء۔۱۴ اگست ۱۹۸۶ء)، اردو، عربی اور فارسی کے نام ور عالم، استاد، محقق اور نقاد، مدیر: اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، چند اہم کتب کے نام: اردو ادب جنگِ عظیم کے بعد، ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ، نقدِ میر، ولی سے اقبال تک، سر سید احمد خان اور ان کے نامور رفقا کی اردو نثر کا فکری و فنی مطالعہ، مباحث، اشاراتِ تنقید، اطرافِ غالب، اردو ادب کی ایک صدی، مقاماتِ اقبال، مسائل اقبال، مقاصدِ اقبال، مطالعۂ اقبال کے چند نئے رخ، پاکستان میں اردو کا مسئلہ، کلچر کا مسئلہ، فارسی زبان وادب اور پاکستان: تعبیر و تعمیر۔

۳۔ سید وقار عظیم (۱۹۰۹۔۱۹۷۶ء)، معلّم، مترجم، نقاد، محقق، ماہرِ اقبالیات، صدر: شعبۂ اردو، اورینٹل کالج لاہور، نگران: ادارۂ تالیف و ترجمہ، جامعہ پنجاب (لاہور)، چند کتب کے نام: ''فن افسانہ نگاری''، ''ہمارے افسانے''، ''شرح اندر سبھا''، ''باغ و بہار اور اس کا مصنّف''، ''آغا حشر اور ان کے ڈرامے''، ''ہماری داستانیں''، ''داستان سے افسانے تک''، ''اقبال معاصرین کی نظر میں''، ''اقبال بطور شاعر و فلسفی''، ''اقبالیات کا تنقیدی جائزہ''۔

~~~~~~

کنارِ راوی

13-12-2002

محترم و مکرم محبی صبیح رحمانی! السّلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

آپ نے بہت کرم فرمایا کہ میرے ایک فون پر شرفِ ملاقات بخشا اور ''نعت رنگ'' کے شمارے مع ''سفیرِ نعت'' عطا فرمائے۔ یہ آپ کے بے پایاں خلوص و محبّت کا اظہار ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ۔

جی چاہتا تھا کہ رک جاتا اور آپ کی میزبانی سے لطف اندوز ہوتا لیکن قافلۂ شادی کے ساتھ گیا تھا، اسی کے ساتھ واپسی ضروری تھی۔

میرے میزبان اشفاق احمد خاں بھی دینی ادب اور کتب کے رُسیا ہیں۔ انھوں نے آپ کے دو تین شماروں کا پتا لکھ لیا تھا۔ وہ شاید رابطہ کریں۔ ممکن ہو تو انھیں مطلوبہ شمارے عنایت فرمائیں ورنہ کم از کم یہ عنایت ضرور کریں کہ انھیں تاجرانہ کمیشن پر دے دیا کریں۔ ایک پولیس افسر اور اس قدر گداز دل کا مالک۔ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ آپ کی مجھ پر عنایت ہوگی۔

پرچوں کا مطالعہ شروع کر دیا ہے۔ جو کام آپ نے تفویض کیا ہے۔ دعا کریں اس سے عہدہ برآ ہوسکوں۔ کام عظیم ہے اور بندۂ ناچیز ناقابل و نااہل۔ البتہ آپ کی دعاؤں سے شاید اس بارگراں سے سبکدوش ہوسکوں۔ یہ کام بہت ادیب کے کرنے کا ہے، ادنیٰ صحافی سرانجام نہیں دے سکتا۔ انکار اس لیے نہ کر سکا کہ شاید خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوسکوں۔

آپ عظیم انسان ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر میں مہمات سر کر لیں اور متعدد کارہائے نمایاں سرانجام دے ڈالے۔ بقول حسرت موہانی کارِ سخن بھی جاری ہے اور چکی کی مشقّت بھی۔ سچی بات یہ اللہ کے خاص کرم و فضل اور رسول مقبول ﷺ کی خاص عنایت اور توجہ کے بغیر ناممکن ہے۔ کسی دعائے سحر میں ناچیز کو یاد کر لیجیے۔ شاید مجھ ناچیز پر بھی اُن کی نظرِ کرم ہوجائے۔

کل دوپہر ایک بجے بخیریت ہم لوگ واپس پہنچ گئے۔ البتہ وہاں سے پرسوں شام چلتے وقت کچھ تکلیف ہوئی۔ رش کی وجہ سے اسٹیشن دیر سے پہنچ سکے۔ بمشکل تمام گاڑی ملی۔

احباب کی خدمت میں سلام۔

پسِ نوشت: نیز مطلوبہ کتاب کا خاکہ بہ نفسِ نفیس بنا کر روانہ فرمائیں تاکہ واضح ہو کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں آپ کے ذہن نے زیادہ بہتر خاکہ سوچا ہوگا اور زیادہ خوب صورت تصویر بنائی ہوگی۔ عبدالعزیز خالد سے رابطہ ہوا ہے۔ بہت جلد انٹرویو بھیج دوں گا۔ ان شاء اللہ

مخلص

سعید بدر

~~~~~~

۲۱۔ جولائی ۲۰۰۴ء

عزیزم عزیز القدر صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

چندروز پہلے آپ کی جانب سے ایک مکتوب گرامی اور ایک کتاب ملی تھی جس کے لیے سپاس گزار ہوں۔ ''نعت رنگ'' تو نہیں ملتا، کتاب ہی سہی، چلو کراچی والوں کے دل میں کسی جگہ یاد تو باقی ہے۔ سچی بات ہے کہ آپ اکثر یاد آتے ہیں لیکن میرے مسائل نہ کچھ کرنے دیتے ہیں اور نہ ہی یہ خود سلجھتے ہیں بلکہ بگڑتے جاتے ہیں جن دنوں آپ کا خط آیا میں مکان کی شفٹنگ کے مرحلے سے دوچار تھا۔ ہزاروں کتابیں ڈھیر کی صورت میں بکھری پڑی تھیں جو پھٹ رہی تھیں۔

چندروز پہلے آپ کا مکتوب تلاش کیا تا کہ خط لکھ سکوں۔ حُسنِ اتفاق سے مل گیا ورنہ اُمید نہ تھی۔ حفیظ تائب اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان پر ایک ٹوٹا پھوٹا مضمون لکھا جو ''نوائے وقت'' میں چھپا۔ پھر اس کی تجدید نو کی، وہ باتیں مزید شامل کیں جو پہلے نہ تھیں، آج پھر اُسے دوبارہ از سرِ نو لکھا، بہت طویل ہو گیا ہے۔ معلوم نہیں، آپ کا ''نعت رنگ'' کس پوزیشن میں ہے آپ کوئی گوشۂ حفیظ شاید چھاپ رہے ہوں۔ پرسوں حفیظ تائب کا چہلم بھی ہو گیا۔ کامیاب تقریب تھی دُور ونزد سے لوگ آئے تھے۔ نعت خواں بھی بہ کثرت تھے۔ آپ کی کمی محسوس کی۔ جانے مجید منہاس نے آپ کو دعوت بھیجی تھی، یا نہیں؟

تھوڑے روز پہلے آپ کے دوست جناب رشید وارثی کی کتاب ''خوشبوئے التفات'' [۱] بھی ملی۔ یہ کتاب دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ جناب رشید وارثی صاحب نے نہایت محبّت، توجہ، لگن اور خلوصِ دل سے کتاب طبع کرائی ہے۔ لے آؤٹ بہترین، کاغذ بھی اعلیٰ، جلد بھی عمدہ، متن دیکھا تو حیران و ششدر۔ ابواب میں منقسم اور ہر باب سے پہلے کچھ تاریخی و تحقیقی مواد۔ یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ بہت تحقیق کی ہے، بہت کاوش ہے۔ کسی دن اس پر تفصیل سے لکھوں گا۔ میری طرف سے انھیں فی الحال مبارک باد کہہ دیجیے۔ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' والی مثال ہے۔

کہیں ایک کتاب منسوب بہ شفقت رضوی کا تبصرہ پڑھا۔ اب یاد آیا کسی ہندوستانی رسالہ میں۔ میں کچھ نہ کرسکا۔ ہو سکے تو اس کتاب کا ایک نسخہ بھی بھیج دیں۔ ممنون ہوں گا۔ کچھ باتوں کی وضاحت کر دوں تا کہ دلوں میں میل نہ رہے:

(۱) آپ نے سوال نامہ مرتب کر کے دیا تھا۔ میں نے اس میں کچھ اضافہ کر کے دو تین بار کمپوز کرایا۔ عبدالعزیز خالد سے بات کی اور انھیں پوسٹ کیا۔ انھوں نے کہا میرے بہت انٹرویو چھپ چکے ہیں۔ اب ضرورت نہیں، تین ماہ قبل ایک شناسا نے ''خلش'' کے نام سے رسالہ نکالا۔ میں نے ان کا ایک پُرانا انٹرویو کمپوز کرا کر ان کو بھیجا کہ اس میں کچھ اضافے یا ترامیم کرنا چاہیں تو کر دیں۔ ایک دو ماہ انتظار کے بعد مایوس کن جواب ملا۔ بہت اصرار کیا تو ایک دو جملوں کی تبدیلی کر کے وہ بھیج دیا۔ میں نے نعت سے متعلق سوال نامہ بھی بھیجا تو اس کا جواب بھی دینے سے گریز کرتے رہے۔ ویسے بات کرو تو بہت محبّت سے بات کرتے ہیں، دل جوئی بھی کرتے ہیں اور میرے ناگفتہ بہ حالات پر کڑھتے ہیں جب میری کاوش کا کوئی جواب نہ دے تو میں آزردہ ہو جاتا ہوں۔ ڈپریشن بڑھ جاتی ہے، مایوسی سے ہم کنار ہو جاتا ہوں۔ پھر بہت کر کے قدم اُٹھایا۔ حفیظ تائب سے بار بار کہا وہ بیماری کی وجہ سے ٹال مٹول کرتے رہے۔ آخر اس بیماری نے انھیں ہم سے جدا کر دیا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں نے کوشش نہیں، بہت کوشش کی، نتیجہ حسب مرضی نہ نکلا۔ اب پھر ارادہ ہے کہ کوشش کی جائے۔

حفیظ تائب کے تبصرے (''نوائے وقت'' شائع شد) چھاپنے کا ارادہ ہو، بھیج سکتا ہوں۔ مزید برآں ان کی وفات پر شائع شدہ مضامین جمع کیے ہیں، ارادہ ہو تو وہ بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔

آپ ''نعت رنگ'' نہیں بھیجتے تو دل ڈوب جاتا ہے۔اندھیرے بڑھتے جاتے ہیں،سوچتا ہوں کہ یہ سب اس لیے ہے کہ میرے پاس کسی اخبار کا صفحہ نہیں ورنہ بڑے بڑے انکم ٹیکس کمشنر دفتر جانے سے پہلے میرے گھر چھے بجے سلام کرنے آیا کرتے تھے۔آپ جانتے ہیں کہ لوگ کرسی کو سلام کرتے ہیں، میں نے ایسے نعت نگار اور نعت خواں بھی دیکھے ہیں جو اسی مرض میں مبتلا ہیں، یہی دعا ہے کہ اللہ مجھ پر فضل کرے اور ان پر کرم کرے۔

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے اور حضور رسالت مآب کی خاص نظر۔میرے لیے دعا کیا کریں۔حضور پُر نور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک مومن دوسرے کے حق میں دعا کرے تو وہ جلد قبول ہو جاتی ہے۔آپ دل سے دعا نہیں کرتے، ورنہ میں اس حال میں نہ ہوتا، کعبہ ہو آتے ہیں، مدینہ میں حاضری دے آتے ہیں لیکن میرے حق میں دعا نہیں کرتے۔کتنے کنجوس ہیں آپ؟

بہت سی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ، لاہور کب آرہے ہیں؟

فقط والسّلام۔مخلص

سعید بدر

ا۔۲۰۰۴ء، کراچی: بزمِ وارث، ۲۰۸ص

~~~~~~

۱۱/ جولائی ۲۰۱۴

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وُہی باقی بُتانِ آزری

آج آپ کی عنایت خسروانہ کی بدولت نعت رنگ کا چوبیسواں شمارہ ڈاک کے ذریعے ملا۔دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کیونکہ طویل عرصہ کے بعد شائع ہوا ہے آنکھوں کو تازگی اور رُوح کو بالیدگی میسر آئی۔اتنی خوشی کی بیان نہیں کر سکتا۔آپ سے بھی نصف ملاقات ہوگئی۔

ٹائیٹل بہت ہی دلکش اور روح پرور ہے اور اس پر عبارت یہ کہ اللہ، ربِّ محمد ﷺ بے پایاں مسرت اس لیے ہوئی کہ اس سے قبل ایک صاحب، اللہ کعبہ اور محمد ﷺ کے نام سے ایک سفر نامہ (حجاز) شائع کر چکے ہیں۔ایک احساس ہوا کہ جیسے درمیان میں کوئی رکاوٹ ڈال دی گئی ہو، حالانکہ کعبہ رکاوٹ نہیں لیکن جانے کیوں، ہمیں اللہ اور محمد ﷺ کے درمیان کوئی شے اچھی نہیں لگتی۔آج ایک صاحب ٹی وی پر ''حدیث'' کے لفظ قرآنی آیات کی روشنی اللہ تعالیٰ سے منسوب کر رہے ہیں کہ قرآن نے اللہ کے کلام کو اور اللہ کی بات کو ''حدیث'' کہا ہے وغیرہ وغیرہ۔موصوف کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ لفظ رسول پاک سے مخصوص نہیں ہے۔پتہ نہیں اس ایک ''خاص طبقے'' کو کیا ہو گیا ہے۔وہ رسول پاک ﷺ کی ارفع شان کو گھٹانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

نعت رنگ کے زیرِ نظر شمارے میں ایک بات خاص طور پر محسوس ہوئی کہ اس کے ۵۶۰ صفحات میں سے ۵۳۴ سے ۵۴۶ تک صرف ۱۲ صفحات میں ۱۰ نعتیں شامل ہیں، باقی سب کچھ تنقید ہی تنقید ہے گویا مختلف احباب اور قابل قدر اصحاب نے ''نعت'' پر محض تنقید فرمانے کا ہی فریضہ ادا کیا ہے خوبیوں کے ساتھ زیادہ تر خامیوں اور کمزوریوں کو اجاگر کیا ہے۔تنقید نگار کا مزاج ہمیشہ خامیوں کی تلاش کرنا ہی ہوتا ہے وہ اگر ''حسن و قبح'' کی تلاش کے اس دلچسپ شغل میں نعت نگار کی تعریف یا تحسین کے چند جملے لکھتا ہے تو وہ درحقیقت ''بزور وزن بیت'' کے عامل ہوتے ہیں یا پھر ان چند جملوں سے اس کا مقصد خود خود کو ''غیر جانبدار'' ثابت کرنا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسے تنقید نگار ابھی موجود ہیں جنھوں نے غالب و اقبال اور ظفر علی خاں پر بھی نشتر زنی سے گریز نہیں کیا۔یہ کہنے سے میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ ان ''بزرگوں'' سے غلطیاں نہیں ہوئیں یا ان کے اشعار میں کہیں سقم موجود نہیں یا پھر وہ ''معصوم عن الخطاء'' تھے یا ہیں۔ایسا ہرگز نہیں لیکن فارسی اور اردو زبانوں میں ہمیشہ سے یہ روایت رہی ہے کہ ''خطائے بزرگان گرفتن خطا است''یعنی بڑوں اور بزرگوں کی غلطیوں یا کمزوریوں کو الم نشرح کرنا بھی ''خطاء'' کے زمرے میں آتا ہے لیکن مغربی افکار
~~~~~~

سے مسحور ومرعوب ہوکر ہم لوگ اپنے اجداد اوراسلاف کے تابناک اور خوب صورت چہروں پر بھی دھبے لگانے پر فخر محسوس کرتے تھے۔محترم المقام جناب صبیح رحمانی آپ نے جب نعت پر ''تنقید'' کا سلسلہ شروع کیا تھا تو راقم نے اس وقت بھی اُن سے اسی ''خدشے'' کا اظہار کیا تھا لیکن آپ اپنی دھن کے پکے ہیں آپ نے اس کام کو آغاز کر کے ہی دم لیا کیا ''تنقید نگار'' حضرات کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ وہ نعت نگاروں پر ہر پہلو اور ہر گہرے گوشے سے حملے کریں اور بالخصوص اگر کوئی نعت نگار پسند نہ ہو تو اس کی شامت ہی آجاتی ہے۔ چاہیے تو یہ کہ حوصلہ شکنی کے بجائے حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ اس صنف کو فروغ حاصل ہو۔

راقم کو اس امر کا ذاتی تجربہ ہے کہ جن نو آموز شعرا پر بے جا تنقید کی گئی، انہوں نے شعر کہنے سے ہی توبہ کر لی انہوں نے جب شعر کہنا ہی چھوڑ دیا تو نعت کیا کہنا تھی اس طرح نعت کو نقصان پہنچا۔ کتابوں پر تبصروں کے دوران میں راقم کے اس قسم کے رویہ کی وجہ سے استاذ مکرم ڈاکٹر وحید قریشی[۱] اور ڈاکٹر انور سدید[۲] نے فرمایا:

''اردو ادب میں ادیبوں، شاعروں اور اہلِ قلم کا پہلے ہی ''قحط'' ہے اگر آپ ان کی حوصلہ شکنی کریں گے تو اس شعبہ میں مزید لوگ نہیں آئیں گے میرے رویے کی تبدیلی کے نتیجہ میں تبصرۂ کتب کے لیے رابطہ کرنے والے اصحاب کی تعداد بڑھنے لگی لیکن راقم نے موقع ملنے پر ہر قلمکار کو زبانی کلامی اس کی خامیوں سے آگاہ کر دیا جس کے مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ یہ بات واضح ہے کہ راقم کو یہ دعویٰ نہیں کہ اُسے شعر وشاعری پر عبور حاصل ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ راقم شعر وشاعری کے ''ابجد'' سے بھی واقف نہیں اس کے لیے علم عروض پر عبور حاصل ہونا لازم اور مفید ہے ستم ظریفی یہ ہے کہ ایسے اصحاب بھی تنقید کے ہتھوڑے اور کلہاڑے چلاتے ہیں جنھوں نے خود زندگی بھر ایک نظم، غزل یا نعت نہیں کہی ہوتی۔''

زیر نظر شمارے کے ابتدائیہ میں ڈاکٹر معین الدین عقیل نے قدیم اور جدید نعت کے خد وخال پر بحث کی ہے کہ:

''اصلاح بیداری کی تحریکوں اور معاشرتی تقاضوں کے تحت زبان کے مزاج اور اظہار کی صورتوں میں نمایاں تبدیلی آئی ہے اور جہاں گیت، بارہ ماسے اور دوہے جیسی عام اور پسندیدہ اصناف میں کمی واقع ہوتی ہے، وہیں مسلمانوں میں قومی وملّی احساسات کے فروغ اور بیداری کی تحریکوں اور مذہبی مسالک کی باہمی کش مکشوں اور تنازعات کے نتیجے میں بھی جس میں مقام رسالت پر بحث ومباحثہ بھی شامل ہے نعت نگاری نے ماضی یا عہدِ وسطیٰ کے مقابلے میں عہدِ حاضر میں بتدریج زیادہ مقبولیت اور توجہ حاصل کی ہے۔''

جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب نعت کو ادب کی صنف تسلیم کیا جانے لگا بہر حال بارہ ماسے اور دوہوں کی اصناف میں کمی کا نقصان بھی تو ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ''عینیت اور غیریت'' کے مسئلے کو خوب اجاگر کیا ہے کہ ''ذات احمد'' کی ''میم'' سے جدا کر کے اُسے ''احد'' بنانے کا عمل محسن کاکوروی جیسے شعرا کرام نے روا رکھا لیکن عہدِ حاضر میں نعت نگاروں سے اس ''عمل'' اجتناب کرتے ہوئے حضور رسالت مآب ﷺ کی تعریف وتحسین کے معاملے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس کے لیے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کا ''سراپا'' بیان کرنے پر زور دینے کے بجائے ان کی سیرت طیبہ کے پہلو اجاگر کرنے پر زیادہ زور دیا ہے اور اُن کی ''تعلیمات'' کو زیادہ عام کرنے کی سعی وکوشش کی جو قابل صد تحسین شعار ہے۔

صفحہ نمبر ۲۵ پر نیویارک سے تنویل پھول صاحب درج ہے جب کہ صفحہ نمبر ۲۱۹ پر ''حمد ونعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' کے عنوان سے تحریر میں صاحب تحریر کا اسم گرامی ''تنویر پھول'' درج ہے اپنی اس دلپسند تحریر میں تنویر پھول صاحب نے بڑی عمدگی کے ساتھ اُن اشعار کا ذکر کیا ہے جن میں ان کے بقول ''فنی اور معنوی تسامحات'' موجود ہیں مثال کے طور پر مولانا ظفر علی خاں کے مشہور شعر ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں　　　ایک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

تنویر صاحب کا اعتراض ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ایک غار ''غارِ حرا'' میں مراقبہ فرمایا تھا اور شاعر نے ''غاروں'' استعمال کر کے مبالغہ آرائی کی ہے۔ تنویر صاحب! اہلِ علم و ادب نے اسے ''شعری ضرورت'' کے تحت جائز قرار دیا ہے لیکن آپ سائنس کے تحت دو اور دو چار ہی کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی طرح احمد ندیم قاسمی کے حمد یہ شعر پر ان کا یہ اعتراض بظاہر درست لگتا ہے:

مگر جو سوچ لیا میں نے وہ ضرور ہوا

جب کہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ: ''میں نے ارادوں کے ٹوٹنے سے اپنے رب کو پہچانا۔''

تنویر پھول کا یہ کہنا بہرحال درست اور بجا ہے کہ حمد ہو یا نعت یا منقبت ''انداز'' میں عاجزی و انکساری کی موجودگی ضروری ہے (بلکہ یہ ایمان کا حصہ ہے راقم) مشہور رہے کہ:

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

بہرکیف تنویر پھول کی کاوش قابلِ قدر ہے نعتیہ اشعار میں احتیاط لازم و لابدی ہے کیونکہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ: ''رسول اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا نہ کرو... کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے کے سارے اعمال ہی اکارت جائیں اور تمہیں اس کی خبر نہ ہو۔''

جناب منظر عارفی (کراچی) نے نعت گوئی میں لفظ ''ارم'' کے استعمال کی مذمت کی ہے کیونکہ اُن کے نزدیک یہ ''شداد'' کے بنائے ہوئے باغ کا نام تھا اور بقول اُن کے ''ارم'' جنت کا نام بھی نہیں ہے بعض لوگ اس لفظ کو مجازاً جنت کے لیے استعمال کرتے ہیں راقم کے خیال میں اگر زبان سے الفاظ کو ترک کرنے کے لیے یہ روش اور رویہ اختیار کیا گیا تو پھر اردو زبان میں بلکہ پنجابی میں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ''خدا'' کا لفظ بکثرت استعمال کرتے ہیں جو فارسی میں ''نمبردار'' یا ''چوہدری'' کے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کٹر توحید پرست لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ عشق پر بھی اعتراض کرتے ہیں حکیم الامت نے محبّت کے لیے عشق کے لفظ کو خوب استعمال کیا ہے اور اسے خاص معنیٰ عطا کر دیے ہیں جس سے عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول ﷺ تراکیب عام استعمال ہو رہی ہیں۔ اس روش کے تحت ہمیں بہت سارے الفاظ ترک کرنا ہوں گے جو فارسی یا ہندی زبان سے اردو میں در آتے ہیں یہ تو وہی رویہ ہوگا جو فارسی کے مشہور شاعر فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں اختیار کیا تھا اور اس نے بزعم خویش عربی الفاظ کا استعمال نہ کر کے خالص فارسی الفاظ استعمال کر کے ''عجم'' زندہ کرنے کی کوشش کی یہ رویہ آج بھی جاری ہے اس نے کہا:

عجم زندہ کردم بایں فارسی

بہرحال یہ منظر عارفی کا نکتہ نظر ہے۔ شہر کراچی کے ڈاکٹر شہزاد احمد مایہ ناز محقق اور ممتاز دانش ور ہیں انہوں نے ''پاکستان میں نعتیہ صحافت .....ایک جائزہ'' کے عنوان کے تحت طویل اور مبسوط مضمون تحریر کیا ہے اور پاکستان و ہند میں شائع ہونے والے ''نعت نمبروں'' کا مختلف حوالوں سے جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کی یہ تحقیق قابلِ قدر اور قابلِ صد ستائش ہے لیکن معذرت کے ساتھ عرض کناں ہو کہ غالباً کمپوزر کی غلطی سے ''گاہے بگاہے'' کا لفظ چھپ گیا ہے جو اہلِ علم و ادب کے نزدیک غلط ہے یہ لفظ فارسی زبان سے متعلّق لفظ ہے جو دراصل ''گاہ بہ گاہ'' ہے (جسے گاہ بگاہ بھی لکھا جاتا ہے) یا پھر اسے ''گاہے گاہے'' لکھتے یا بولتے ہیں بصد معذرت عرض ہے کہ اس گرانقدر مضمون میں روزنامہ امروز کے ۱۹۸۶ء کے ''رحمت للعالمین'' نمبر کا ذکر نہیں کیا گیا ہے جو نعت ہی کے حوالے سے راقم نے شائع کیا تھا آج کل کی طرح اس زمانے میں بھی اخبارات کے ہفت روزہ ایڈیشن جنھیں ''سنڈے ایڈیشن'' کہا جاتا تھا صرف بیس یا چوبیس صفحات پر مشتمل ہوا کرتے تھے لیکن راقم نے یہ ''نمبر'' ۴۸ صفحات پر شائع کیا تھا اس سے قبل ۱۹۸۵ء

کے ہفت روزہ میں بھی ۲۴ صفحات میں بیشتر صفحات نعتیہ ادب پر مشتمل تھے یاد رہے کہ جنرل ضیاء الحق کا دور تھا اور چھٹی اتوار کے بجائے جمعہ کو ہوا کرتی تھی اس لیے اسے سنڈے ایڈیشن کے بجائے جمعہ ایڈیشن ہی کہتے تھے۔

مزید براں راقم کو یاد ہے کہ ممتاز صحافی شورش کاشمیری[۳] نے بھی اپنی زندگی میں 'ہفت روزہ چٹان' کا رحمت للعالمین'' نمبر شائع کیا تھا جسے بہت پسند کیا گیا اسی شمارے سے متاثر ہو کر راقم نے ''رحمت للعالمین'' ایڈیشن شائع کیا۔ آخر میں ''ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر'' پر عزت مآب ڈاکٹر عزیز احسن کا تبصرہ نما مقالہ شامل ہے یہ مقالہ ڈاکٹر طاہر قریشی کا رشحۂ فکر ہے لیکن ڈاکٹر عزیز احسن کے تحریر و تبصرہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ گراں قدر مقالہ ہے جس میں کم و بیش تمام شعرائے کرام کے نعتیہ کلام کا عمدگی سے جائزہ لیا گیا ہے طاہر قریشی کی یہ کاوش بہر حال تعریف و تحسین کی مستحق ہے۔

مقالہ کے آخر میں اُن حضرات کے بارے میں بعض شعرا کے اشعار کا حوالہ پیش کیا گیا ہے جن کو پہلے بھارت سے ہجرت کر کے مشرقی بنگال (سابق مشرقی پاکستان) آنا پڑا اور پھر سقوط ڈھاکہ کے بعد جب مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا تو ''بہار'' کے صوبہ سے ہجرت کر کے مشرقی پاکستان آنے والے اپنے ہی ملک میں ''غیر ملکی'' ٹھہرائے گئے اس لیے ان کا دکھ اور غم دو چند ہو گیا۔ ایک شاعر نے خوب ترجمانی کی ہے:

عیاں ہے آپ پر ہم بے گھروں کا افسانہ   قبول کیجیے دو ہجرتوں کا نذرانہ
بس اک نگاہ کے طالب ہیں آبلہ پا ہم   عذاب دربدری بڑھ رہے ہے روزانہ

سقوط ڈھاکہ کے بعد لاکھوں لوگ اذیت ناک صورت حال کا شکار ہوئے بنگالیوں نے ''غیر بنگالیوں'' کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مغربی پاکستان یعنی موجودہ پاکستان نے بھی ایک محدود تعداد کو پاکستان آنے دیا باقی اب تک ڈھاکہ یا بعض شہروں میں مقیم ''خیموں'' میں زندگی بسر کر رہے ہیں نہ کوئی ان کا گھر ہے اور نہ بار، بہرکیف وہ عذاب دہ زندگی سے دوچار ہیں۔

اہلِ پاکستان نے بھی چند برس تک سقوطِ ڈھاکہ کو یاد رکھا اس کے بعد ''حقیقت ثابتہ'' کو قبول کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ سقوطِ ڈھاکہ پر شعری سرمایہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج کے پرنسپل اور نامور ادب اور محقق ڈاکٹر سید عبداللہ ایک بار راقم کے بات چیت کے دوران میں فرمایا کہ: ''ہم نے سقوط دہلی'' پر بہت آنسو بہائے اور بہت کچھ لکھا لیکن ''سقوط ڈھاکہ'' پر ہم نے نے خاموشی اختیار کر لی اور کچھ نہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر بالخصوص شعری سرمایہ ہونے کے برابر ہے۔''

''مدحت'' کے حصہ میں ڈاکٹر خورشید رضوی کی نعت خوب ہے مطلع ملاحظہ فرمایئے:

حمد سے نکلا ہوا نام محمد احمد   وراس نام کا کیا خوب ہے احمد، احمدؐ

ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت کا مطلع بھی عمدہ اور جاں پرور ہے۔

طیبہ کی چند راتیں وہ مکے کے چند دن   آتے ہیں یاد، آج بھی وہ ارجمند دن

بہر حال ان کی نعت بھی جاندار اور شاندار ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کو ان کی نعتیہ کتاب پر حکومت پاکستان سے ۲۰۱۳ء میں ایوارڈ مل چکا ہے۔

جلے خیموں کے اندر سسکیوں کو چلنا پڑتا ہے   ریاضؔ اتنا بھی کب آساں ہے دشت کربلا بننا

ان کا یہ شعر کتنا دلنواز ہے:

بوقت حاضری سرکار دو عالمؐ کی چوکھٹ پر   بہت اچھا مجھے لگتا ہے حرفِ التجا بننا

پس نوشت:

ملتان کے جناب گوہر ملسیانی نے ''گلاب رُتوں کا شاعر'' کے دلکش عنوان کے تحت جناب حافظ محمد افضل فقیر کے بارے میں معلومات افزا

اور روح پر تحریر پیش کی ہے وہ درویش منش لیکن بلند پایہ انسان تھے۔مشہور و شاعر اور نعت نگار حفیظ تائب کی معیت میں ان سے متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا وہ پہلے تو اورینٹل کالج میں پروفیسر کے منصب پر فائز تھے جب نعت کی طرف آئے اور روحانیت کا سفر شروع کیا تو بس اللہ اور رسول مقبولﷺ کے ہو کر رہ گئے۔ان کے پاس اپنی کہی ہوئی غزلوں کا کثیر ذخیرہ تھا لیکن ان کے عشق رسولﷺ کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے کہ جب نعت کہنے لگے تو غزلیات کے بیش بہا ذخیرے کو ہم سب کے سامنے نذرِ آتش کر دیا۔دوست احباب منع کرتے رہے لیکن وہ باز نہ آئے۔

جانِ جہاں کے دلکش اور جاں افروز عنوان کے تحت ان کے مجموعہ نعت کے حوالے جناب گوہر ملسیانی نے اس مرد درویش اور رسالت مآبﷺ کے سچے عاشق پر نہایت عمدگی سے خامہ فرسائی کی ہے ان کا مزار ضلع شیخوپورہ کے ایک گاؤں کوٹ عبداللہ شاہ میں مرجع خاص و عام ہے لوگ وہاں سے آج بھی روحانی فیض حاصل کرتے ہیں۔

بقول گوہر ملسیانی حافظ محمد افضل فقیر نے عربی زبان میں بھی شعر کہے اور ۱۶۳ اشعار پر مبنی ایک قصیدہ لکھا۔انہوں نے رباعیات پر خصوصی توجہ دی اس سے قبل عربی زبان میں رباعی کا رواج نہ تھا کہتے ہیں کہ صرف ایک شاعر ابن الفارض کے سوا کسی نے رباعی نہ کہی۔اس لحاظ افضل فقیر دوسرے شاعر ہیں جنھوں نے عربی زبان میں رباعیات کہیں۔وہ رباعی کے اوزان اخرب اخرم سے خوب واقف تھے اسی طرح انہوں نے فارسی اور پنجابی میں بھی رباعیات کہیں۔اردو زبان میں رباعی پیش خدمت ہے:

رسولؐ امیں کی محبّت کے راہی عنایت کو ہر گام پر دیکھتے ہیں
حبیبؐ خدا کو تمام اہل ایماں دل و جاں سے نزدیک تر دیکھتے ہیں

ایک رباعی میں سیرت نبویؐ کا ذکر کس قدر عمدہ انداز میں کیا ہے:

روشن ہیں سیرت نبویؐ کے تمام نقش ہر جلوۂ کمال یہاں بے جواب ہے
طرزِ نبیؐ کو چھوڑ کے امت ہے لخت لخت ناپید ہے سکون، دل و دل اضطراب ہے

ایک دوسری رباعی میں بھی سیرت پاک کی تجلّیات کا کس خوبی اور عمدگی سے اظہار کیا ہے:

جب دل ہو غم گردش ایام سے بیتاب انؐ کی نگہ لطف ہی دیتی ہے دلاسا
ہر دور میں ہے اس کی تجلّی نظر افروز تابندہ ہے سرکارؐ کی سیرت گہر آسا

ایک شعر میں خواہش حضوری کو کس سلیقے اور ادب نے بیان کیا ہے:

گر وقت سمٹ جائے، یہ فاصلہ ہٹ جائے قدموں سے لپٹ جائے، دل فرطِ محبّت سے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن جیسی عشق و محبّت کی وارفتگی ہم کو بھی عطا فرمائے۔اتنی بڑی شخصیت ہونے کے باوجود وہ ''چھوٹے افراد'' کا احترام کرتے۔بندہ ناچیز حاضری کے لیے پیش ہوتا تو فرماتے لو!''باباجی'' آگئے۔ایک دن حفیظ تائب نے اعتراض کیا تو فرمانے لگے! آپ کا کیا؟ میں جو چاہوں، کہوں۔یہ میری مرضی ہے۔ایک دفعہ مجھ سے نعت سن کر تڑپ اُٹھے اور اشکبار ہو گئے۔کہنے لگے کہ باباجی! تمہارے اشعار رُلا دیتے ہیں۔جانے اشعار میں یہ اثر کہاں سے آگیا پھر مسکرا پڑے کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں اب ایسے لوگوں کو۔

سعید بدر

۱۔ ڈاکٹر وحید قریشی (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۹ء)، معلّم، محقق، نقاد، شاعر، مخطوطہ شناس، سابق پرنسپل: اورینٹل کالج لاہور، مدیر: اورینٹل کالج میگزین، مجلّہ تحقیق، صحیفہ، سہ ماہی اقبال، اقبال ریویو، اخبارِ اردو، مخزن، چند کتابوں کے نام: میر حسن اور ان کا زمانہ، مطالعہ حالی، اقبال اور پاکستانی قومیت، اساسیاتِ اقبال، پاکستان کی نظریاتی بنیادیں،

قائداعظم اور پاکستان، پاکستانی قومیت کی تشکیلِ نو اور دوسرے مضامین، مثنویاتِ میرحسن، باغ و بہار۔ایک تجزیہ، الواح (مجموعۂ شاعری) ودیگر۔

۲۔ ڈاکٹر انور سدید (۱۹۲۸ء۔۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء)، اصل نام: محمد انوار الدین، شاعر، نقاد، کالم نگار، مدیر: ماہنامہ اردو زبان (سرگودھا)، اوراق، قومی زبان وغیرہ، کتب: اردو ادب کی تحریکیں (پی ایچ۔ڈی۔کا مقالہ)، اردو ادب میں سفرنامہ، بہترین نظمیں، غالبؔ کے نئے خطوط، ڈاکٹر وزیر آغا۔ایک مطالعہ، میرانیس کی اقلیمِ سخن، مولانا صلاح الدین احمد (کتابیات)، اقبال شناسی اور ادبی دنیا، اقبال کے کلاسیکی نقوش، اردو افسانہ کی کروٹیں، اردو ادب کی مختصر تاریخ، اردو افسانے میں دیہات کی پیش کش، دلّی دور نہیں (سفرنامہ)، پاکستان میں ادبی رسائل کی تاریخ، ودیگر۔

۳۔ شورش کاشمیری (۱۴/اگست ۱۹۱۷ء۔۲۵/اکتوبر ۱۹۷۵ء)، اصل نام: عبدالکریم، صحافی، سیاست دان، شاعر، خطیب، کتب: فیضانِ اقبال، چہرے، قلمی چہرے، گفتنی و ناگفتنی، خطابت، اس بازار میں۔

~~~~~~

عرصۂ دراز سے شبِ فرقت کی ظلمت طاری ہے اور صبیح ہے کہ صبح طلوع ہونے نہیں دیتا۔آج اخبار میں کسی نیازی کے کالم میں دیکھا کہ کسی غیر ملکی تنظیم ''المصطفیٰ ویلفیئر ٹرسٹ (برطانیہ)'' کی تقریب میں آپ تقریرِ دل پذیر فرما کر واپس چلے گئے۔کبھی وہ زمانہ تھا کہ آپ لاہور آتے یا گوجرانوالہ سعید بدر کو ملے بغیر نہ جاتے۔

گزشتہ دنوں آپ کو خطوط لکھے، کسی کا بھی جواب باصواب نہ ملا۔ایک خط تو اس لیے واپس آ گیا کہ راقم ہی نے ایڈریس مکمّل نہ لکھا تھا۔اس وقت بھی وہ لفافہ سامنے پڑا ہے اور میرا منہ چڑا رہا ہے۔آج کل ایسی غلطیاں سرزد ہو رہی ہیں۔رسول الصادق والامین ﷺ نے اسی لیے فرما دیا تھا کہ ''بڑھاپا ارذل عمر ہے''۔عمر ہی ارذل نہیں بلکہ بندہ بھی ارذل ہو جاتا ہے۔(حتیٰ کہ لوگ بھی سمجھنے لگ جاتے ہیں) ایک ہمارا مشترک دوست تھا، بہت اچھا، بہت ملنسار اور بہت غم گسار (بلاوجہ) ناراض ہے، اس سے تو آپ ضرور ملیں گے یا وہ ملا ہوگا۔

نعت رنگ کا نیا شمارہ بھی عرصہ سے ''ناراض'' ہے وہ بھی طلوع پذیر نہیں ہو رہا شاید وہ بھی بیرونِ ملک دورے پر ہے۔۲۵ویں نمبر کے بعد کوئی شمارہ نظر نواز نہیں ہوا۔نعت رنگ کے شمارہ ۲۵ پر طویل تبصرہ لکھا (بہت محنت شاقہ کے بعد) آپ کو بذریعہ ڈاک بھیجا، آج تک رسید سے محروم ہوں۔کچھ علم نہیں کہ ملا یا نہیں ملا۔افسوس نقل بھی نہ کرا سکا۔عرصہ ہوا آپ سے ذکر ہوا تھا کہ میرے ریکارڈ میں موجود نعتیہ کتب پر تبصرہ نما مضامین لکھے جائیں تا کہ ''نعتیہ ادب'' جیسے ملتے جلتے عنوان کے تحت مجموعہ چھپ جائے تا کہ نعت کو 'ادب' نہ ماننے والے لوگوں کو مسکت جواب مل جائے۔دو تین سال پہلے ۱۵، ۲۰ تحریرات تیار لیکن لیکن میری بیگم ہی نے ضائع کر دیں۔سیّد ابوالخیر کشفی اور مسرور کیفی کی کتب پر بھی تبصرہ لکھے وہ بھی بیگم صاحبہ نے غتربود کر دیے، اللہ اُسے ہدایت دے۔دو تین کاوشیں (وہ محترمہ) ضائع کر چکی ہیں ایک تو اس لیے وہ علم اور کتاب دشمن ہے، دوسرے ''وہابی'' ہو گئی ہیں۔

آج کل پھر دس بارہ مضامین تیار کر لیے ہیں۔آپ سے رابطہ نہیں ہو رہا، ابرار حنیف مغل سے کئی بار کہا کہ وہ مستند ایڈریس فراہم کر دے یا آپ سے رابطہ کرے لیکن وہ ''کاروباری'' مصروفیات میں مصروف ہے۔آج اخبار میں پڑھ کر، خط لکھ رہا ہوں، شاید رابطہ قائم ہو جائے۔پچھلے دنوں ڈاکٹر عزیز احسن کے نام خط لکھا اُن کا ایڈریس نہ ملا۔اس لیے پوسٹ نہ کر سکا۔اُمید ہے کہ یہ زیرِ نظر خط آپ کو مل جائے۔آپ کے نعت رنگ کے شمارہ نمبر ۲۵ پر درج ایڈریس پر بھیج رہا ہوں خدا کرے مل جائے۔

جن کتب پر تبصرہ کیا ہے وہ یہ ہیں (۱) زرِ معتبر، ریاض حسین چودھری (۲) خمتان سرمدی، ابوالطاہر فدا حسین فدا (۳) حریم نعت، رئیس احمد (کراچی) (۴) تقدیس، حسین سحر (ملتان) (۵) جمال، احمد ندیم قاسمی (۶) شہرِ نعت، آصف بشیر چشتی (فیصل آباد ڈویژن کے تمام نعت نگار) (۷) نشید حضوری، حافظ لودھیانوی (۸) مطلع فاراں، حافظ لودھیانوی۔

بات ''نعت'' کی عدم اشاعت کی ہو رہی تھی، جنگ والوں کے لیے ''مشورہ'' ہے کہ گورمکھی اور ہندی کا ایک ایک صفحہ ضرور شائع کیا کریں،
~~~~~~

اشتہارات بہت ملیں گے۔ دو قوموں کی نمائندگی بھی ہو جائے گی۔ جنگ والوں کو پہلے بھی یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہندوستان کے ساتھ بدترین دشمنی کے ایام میں، بھارت کے ڈرامے ''جیو'' نے چلائے تھے اور خوب کمائی کی تھی۔

''نعت'' بے شک نہ چھاپیں کیونکہ وہ مسلمانوں کی نمائندہ صنفِ سخن ہے اور اس کا آغاز مدینہ منورہ کے معزز صحابی شاعر حسانؓ بن ثابت، کعبؓ بن زہیر اور عبداللہؓ بن رواحہ جیسے بڑے بڑے صحابہؓ نے فخرِ موجودات، سیّد کائنات حضور رسالت مآبؐ کے فرمان پر کیا تھا اور سعدیؒ، ابوسعید ابوالخیر، حافظ خیام، فریدالدین عطار، نورالدین جامی نے نعتیں کہیں۔ یوپی، سی پی میں میرتقی میرؔ، شہیدیؔ اور غالبؔ جیسے بڑوں نے نعتیں لکھیں، اس کے بعد علامہ اقبال نے چار چاند لگائے اور آج کل نعت رنگ کے صبیح رحمانی جیسے محبّ وطن ادیبوں نے اس کا بیڑا اُٹھا رکھا ہے۔ پنجاب میں راجا رشید محمود، حفیظ تائب، حافظ لودھیانوی، ڈاکٹر افضل فقیر نے نمایاں کام کیا ہے۔ معذرت خواہ ہوں بات لمبی ہوگئی۔

وزیرآباد کے بلند مرتبہ اخبار نویس خلیل الرحمٰن نے بھی اپنے جنگ نامی اخبار میں کئی بار نعتیں چھاپیں اور نعت نمبر شائع کیے کیونکہ وہ بنیادی طور پر 'مسلمان' تھے۔ سیکولر یا ترقی پسند نہ تھے۔ البتہ ''اخبار'' کی توسیع واشاعت کے معاملے میں ''ماہر تاجر'' ضرور تھے۔ ان کے فرزند ارجمند شکیل الرحمٰن بھی اعلیٰ درجہ کے اخبار نویس اور مدبر شہیر ہیں اور سچے اور کھرے مسلمان ہیں اگرچہ آج کل یورپ میں مقیم ہیں اور ''اخبار'' (جنگ وغیرہ) ''بورڈ آف ڈائریکٹرز'' کے حوالے ہے۔ بہرحال ادبی صفحہ پر نعت چھاپ دیا کریں تو ''بہت ساروں کا بھلا ہوگا۔'' وہ سب آپ کو دعائیں دیں گے۔ کوئی بات جملہ ناگوار گزرے یا بارِ خاطر ہو تو باادب طور پر معذرت خواہ ہوں۔

سعید بدر

~~~~~~

سعید، حکیم محمد (کراچی)

۱۸/جولائی ۱۹۹۸ء

جناب محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ!

علم کی اشاعت، فکر کی وسعت اور دانش کی حفاظت کسی قوم کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس لیے وہ اصحاب جو اس خدمت میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے علم وفکر کی ملک وملت کے لیے عام کرتے ہیں ہمارے لیے نہایت قابلِ احترام اور لائق ستائش ہیں۔

میں نے برصغیر کے ان اہلِ فکر ونظر اور صاحبانِ تصنیف کی ایک فہرست مرتب کی ہے جن کے بارے میں مجھے یقین واطمینان ہے کہ انھوں نے برصغیر میں انقلاب فکر پیدا کیا ہے اور تعمیر وتہذیب اذہان میں ناقابلِ فراموش اور مؤثر ومثبت حصہ لیا ہے۔ اس فہرست میں آپ کا اسم گرامی بھی ہے۔ میں ممنون ہوں کہ آپ ازراہِ لطف وکرم اپنے گراں قدر تصانیف وقتاً فوقتاً مجھے ہدیۃً بھجواتے رہے ہیں۔ بلاشبہ یہ میرے پاس ایک قیمتی سرمایہ ہے، مگر میں اس سے ایک قدم اور آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی کم سے کم ایک تصنیف کا اصل مسودہ بھی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ برصغیر میں اہلِ فکر وقلم کی تحریرات کو محفوظ کرنے کا تخیّل صرف اس حد تک ہے کہ قومی اور سیاسی رہنماؤں کے بارے میں اس قسم کا انتظام کیا جاتا ہے ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک سیاسی رہنما سے زیادہ اہمیت کی حامل وہ شخصیات ہیں کہ جو افکار کو جنم دیتی ہیں اور علم وعمل کی راہوں کو ہموار کرتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں ایسی تمام تحریرات کو جمع کر کے ان کو محفوظ کر دینے کا انتظام کر دوں۔ بلاشبہ یہ تحریرات آج بھی قیمتی ہیں اور آج سے پچاس اور سو سال بعد ان کی قیمت وقدر کئی گنا زیادہ ہوگی کہ ان کو ایک اثاثۂ ملّی کی حیثیت حاصل ہوگی۔ پچاس اور سو سال بعد شاید ہم تو اس دنیا میں موجود نہیں ہوں مگر میں فکر ونظر کے لیے آنے والی ملت کے لیے یہ تاریخی سرمایہ محفوظ کر جاؤں گا کہ جو متعدد اعتبارات سے موضوعِ فکر بن سکتا ہے۔
~~~~~~

میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ کم سے کم اپنی کسی ایک تصنیف کا مکمّل مسودہ اصل حالت میں (یعنی جس حال میں کہ کتابت یا طباعت کے لیے دیا گیا تھا) مجھے عطا فرما دیجیے اور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے مجلّد کرا کے بیت الحکمہ کے شعبہ مسودات مصنّفین میں محفوظ کردوں۔ آپ کے اس تعاون وعطا سے مجھے ملّی خدمت کا موقع مل جائے گا اور میں ہدیۂ تشکّر و امتنانِ بھی آپ کو پیش کر کے مطمئن ہوں گا۔

میری ایک اور درخواست یہ ہے کہ آپ مجھے اپنے حالات (بایوڈیٹا، حیات نامہ) سے بھی مطلع فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں تا کہ میں اس مسودہ کے ساتھ اسے بھی محفوظ کرسکوں۔

احترامات فائقہ کے ساتھ
آپ کا مخلص
(حکیم محمد سعید)

☆ حکیم محمد سعید (۱۹۲۰ء۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۸ء)، نامور طبیب، ادیب، سماجی وسیاسی شخصیت، سیاح وسفر نامہ نگار، بانی: مدینۃ الحکمت کراچی، صدر: پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی، گورنر صوبہ سندھ (۱۹ جولائی ۹۳ء تا ۲۲ جنوری ۹۴)، چند کتب کے نام: ''نورستان''، ''اخلاقیات نبوی''، ''قرآن روشنی ہے''، ''تعلیماتِ نبوی''، ''سائنس اور معاشرہ''، ''ارضِ قرآنِ حکیم''، ''داستانِ حج''، ''یورپ نامہ''، ''جرمنی نامہ''، ''کوریا کہانی''، ''داستانِ لندن''، ''درۂ خیبر''، ''سعید سیاح اردن میں''، ''سعید سیاح امریکا میں''، ''سعید سیاح ترکی میں''، ''سعید سیاح چین میں''، ''ماہِ سعید''، ''یہ جاپان ہے''، ''اکیسویں صدی کی جانب''، اعزازات: ۱۹۶۶ء میں حکومت پاکستان نے ستارۂ امتیاز سے نوازا، ۱۹۸۳ء میں کویت فاؤنڈیشن برائے سائنس نے ''کویت پرائز برائے طب اسلامی'' عطا کیا۔

~~~~~~

مکرمی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کی ارسال کردہ کتاب ''نعت رنگ'' مجھے مل گئی ہے۔ اس ہدیہ علمی کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اس کے بارے میں میرے تاثرات درج ذیل ہیں: ''نعت رنگ'' مختلف شعراء کے نعتیہ کلام اور صنف نعت سے متعلق کچھ مشاہیر ادب ونقادان گرامی کے مضامین پر مشتمل نہایت اہم قابلِ قدر تالیف ہے۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ آج کل اردو شاعری میں نعت گوئی کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے ہمارے شعراء موضوع اور تکنیک ہر اعتبار سے نعتیہ کلام کے سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کر رہے ہیں پچھلے دنوں میں روایتی اسالیب سے الگ آزاد، معراء اور نثری نظم میں بھی نہایت اثر آفریں ودلنشیں نعتیں تخلیق کی گئی ہیں جن میں سے کچھ نعتیں اردو کی نعتیہ شاعری میں بیش بہا اضافہ ہیں۔

زیرِنظر تالیف ''نعت رنگ'' کے مولفین نے کوشش کی ہے کہ عہد حاضر کی نمائندہ نعتوں کو یک جا کر کے پیش کیا جائے تا کہ عام قارئین نعتیہ شاعری کے فروغ کی رفتار کا اندازہ کرسکیں اور نعتیہ شاعری کے سلسلے میں تازہ تر پیرایۂ اظہار سے بھی واقف ہوسکیں۔ نعتیہ کلام کے انتخاب کے علاوہ زیرنظر تالیف میں نعت سے متعلّق کچھ تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی شامل کیے گئے ہیں ان مضامین میں سیّد آل احمد رضوی کا مضمون ''نعت کا سفر'' اپنی نوعیت میں نہایت ہی وقیع تحقیقی مضمون ہے جناب آل احمد رضوی بتاتے ہیں کہ نعت اپنے موضوع کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ کی طرح قدیم ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ قرآن پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف موجود ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

جناب رضوی صاحب کے تحقیقی مضمون کے علاوہ نعت سے متعلّق کچھ تنقیدی مضامین بھی زیرِ نظر تالیف میں شامل ہیں۔ ان مضامین میں جناب عاصی کرنالی، جناب رشید وارثی اور جناب عزیز احسن کے مضامین خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں۔ ان مضامین میں ایسی تراکیب، استعارے اور مضامین کی نشان دہی کی گئی ہے جو ہماری نعتیہ شاعری میں اکثر استعمال ہوتے ہیں لیکن اگر غور کیا جائے تو ان مروّجہ مضامین میں شان رسالت میں
~~~~~~

گستاخی کے پہلو نکلتے ہیں جن سے اجتناب برتنا چاہیے۔نعتیہ شاعری دراصل پل صراط پر چلنے سے بھی مشکل کام ہے کیوں کہ یہاں معمولی سی بے احتیاطی بھی دین و دنیا میں خسارہ کا سبب بن سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے میدان نعت گوئی کو ایک ایسی ''ادب گاہ'' سے تعبیر کیا ہے جو عرش سے بھی ''نازک تر'' ہے اور جہاں ''جنید و بایزید'' جیسے صاحبان بصیرت بزرگوں کے بھی ہوش گم ہو جاتے ہیں مذکورہ تینوں مقالے نعت گو شعراء کے لیے ہدایت و رہنمائی کے نکات سے پوری طرح آراستہ ہیں جن کا مطالعہ عام قارئین کے علاوہ بہت سے نعت گو شعراء کے لیے بھی خاطر خواہ افادیت کا حامل ثابت ہوگا۔

''نعت رنگ'' کے مؤلفین نے نعتیہ کلام اور نعت گوئی سے متعلق مضامین میں جس محنت اور توجہ سے کام کیا ہے وہ ان کے دلوں میں موجزن حبِ رسول ﷺ کی نا قابلِ تردید شہادت ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ان کی اس سعیٔ سخن کو قبول فرمائیں اور انھیں اجرِ عظیم سے نوازیں۔

آپ کا مخلص

حکیم محمد سعید

~~~~~~

سلطان جمیل نسیم (کراچی)

06-01-1999

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔اسلام علیکم

''نعت رنگ'' کے مطلوبہ شمارے ملے۔گزشتہ دنوں یعنی رمضان المبارک سے چند روز پہلے طبیعت کچھ اس طرح رہی کہ سارا وقت گھر میں اور پڑھنے میں گزرا۔پھر آپ کا ٹیلی فون آیا تو میں نے ''نعت رنگ'' کے بارے میں آپ کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ اختصار سے مجموعی تاثر کا اظہار بھی کر دیا۔مگر آپ کا اصرار کہ میں اپنے تاثرات قلم بند کر کے بھیجوں۔اس لیے تعمیل کر رہا ہوں۔

سب سے پہلے تو اپنی بات کا جواب سن لیجیے۔حضرت قبلہ صبؔا اکبر آبادی پر اب تک جتنے مضامین جناب ابوظفر صہبؔا نے تحریر فرمائے ہیں وہ ان کو کتابی صورت دینے کے ارادے سے نظر ثانی کر رہے ہیں۔میں نے آپ کی فرمائش ان تک پہنچا دی ہے کہ صبا صاحب کی غزل میں جو نعتیہ مضامین آ گئے ہیں ان پر بھی ایک مضمون تحریر فرما دیں چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو۔انھوں نے وعدہ تو کر لیا ہے۔اب یہ وعدہ میں آپ سے کرتا ہوں کہ جیسے ہی وہ مضمون مجھے مل گیا میں بلا تاخیر آپ تک پہنچا دوں گا۔

مولانا الطاف حسین حالی نے شاعروں، خصوصاً غزل گو شاعروں کے لیے جو پند نامہ لکھا ہے یعنی مقدمۂ شعر و شاعری...اس میں غزل اور مضامین غزل کے بارے میں جو اندازِ نقد اختیار کیا گیا ہے اس معیار پر خود مولانا حالی کی غزل پوری نہیں اُترتی۔مقدمۂ شعر و شاعری کی اہمیت اور قدر و قیمت اپنی جگہ لیکن جذبات و خیالات کا بہاؤ اور تخلیقی جذبہ...تنقید کو خاطر میں نہیں لاتا۔لیکن اس کے باوجود تنقید ہی تربیت کا باعث ہوتی ہے۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے نعت کے موضوعات پر ایک بصیرت افروز مضمون تحریر فرمایا ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس بات سے تو میں بالکل ہی متفق ہوں کہ دوسروں سے الگ اپنی راہ تراشنے کے شوق میں، جدت کے گرداب میں بہت سے شاعر پھنس جاتے ہیں۔یوں وہ زبان سے غفلت برتتے ہیں اور نئے موضوعات تک رسائی حاصل کرنے کی جگہ اپنے اسلوب کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔

یہ صرف نعت گو شاعروں کا حال نہیں ہے بلکہ آج کل جو بھی قلم سنبھال کے ادب کے میدان میں اُترتا ہے وہ ان ہی مذکورہ سامانِ حرب سے لیس ہوتا ہے۔کسی نہ کسی طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی جائے تو جواب ملتا ہے، بات سمجھ آ رہی ہے نا...گویا اصل مقصد بات سمجھ آنا ہی رہ گیا ہے۔

پھر ایسے شاعروں کو جو اپنی راہ تراشنے کے شوق میں جدت کے گرداب میں پھنس جاتے ہوں.....زبان سے غفلت برتتے ہوں اور اپنے
~~~~~~

اسلوب کی بھول بھلیوں میں گم ہوجاتے ہوں، ہمارے کشفی صاحب کا مشورہ یہ ہے کہ وہ مطالعۂ حدیث اور مشاہدۂ کائنات کے ذریعہ ہی رسول اکرم ﷺ کی حقیقی عظمت کی بارگاہ میں بار پاسکتے ہیں..... بھائی! ہمارا شاعر تو رسالے کا بھی وہی صفحہ پڑھتا ہے جس پر اس کا کلام بلاغت نظام شائع ہوا ہو...... اور جو شاعر ''پڑھے لکھے'' ہونے کے دعویدار ہیں وہ مشاہدۂ کائنات اور مطالعۂ قرآن وحدیث کے بجائے دیگر فلسفیوں کی کتاب پڑھتے ہیں۔ نعت صرف ضرورتاً کہتے ہیں یعنی ریڈیو، ٹی وی کے مشاعروں کے لیے۔

اردو میں جب سے شعر وادب لکھا جارہا ہے اس وقت سے حمد ونعت بھی کہی جارہی ہے لیکن برکت وتبرک کے لیے..... اس جذبے سے بلند ہوکر جن شعرائے کرام نے نعت کو ایک صنفِ سخن کی حیثیت سے اپنایا ان میں حضرات محسن کاکوروی، امیر مینائی، احمد رضا خان بریلوی کے نام خصوصیت سے لیے جاسکتے ہیں۔ اب رہی بات علامہ اقبال کی..... انھوں نے واقعی حمد اور نعت کو ایک نیا رخ دیا ہے اور کشفی صاحب کے مطالبہ پر پوری اترتی ہے...... یعنی اقبال کے یہاں قرآن وحدیث کا مطالعہ اور کائنات کا مشاہدہ نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑوں سے نسبت ہی بڑا بناتی ہے۔ علامہ اقبال کی شاعری اسی وجہ سے بلند تر ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے اکتسابِ نور کرتے ہیں۔ اب رہی مولانا الطاف حسین حالؔی کی نظم ''مدّ وجزرِ اسلام'' تو اس کے ادبی محاسن اپنی جگہ لیکن برادرِ محترم جمال پانی پتی صاحب نے نہایت پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں: ''انھوں نے (مولانا حالؔی نے) اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بے مثل بشریت اور عبدیت کاملہ کو ہم جیسے عام انسانوں کی سطح کے برابر لانے سے نعت گوئی کا حق تو رہا درکنار، خود ایمان کی سلامتی بھی خطرے میں پڑسکتی ہے۔''

ہمارے بزرگ جو کچھ لکھ گئے ہیں ہم اس سے ہدایت بھی حاصل کرسکتے ہیں اور عبرت بھی بشرطیکہ دیدۂ بینا رکھتے ہوں...... آپ شاید میرے اس مشورے پر ہنس دیں لیکن میں اپنے نوجوان اور جدید شعراء کو یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ جس طرح دنیا کا کوئی بھی فن...... گانے بجانے سے لے کر..... کرکٹ، فٹبال اور شاعری تک بغیر سیکھے نہیں آتا...... اس لیے وہ جس شعبے سے بھی متعلّق ہوں اس کے بارے میں پرانی سے پرانی اور نئی سے نئی ہر اہم بات ضرور سیکھیں اور معلوم کریں...... خاص طور سے نئے شاعروں کو یہ چاہیے کہ وہ مطالعہ اور مشاہدے کے ساتھ ساتھ جو آئمۂ فن آج موجود ہیں ان سے بھی رہنمائی حاصل کریں۔ اس لیے کہ شاعری میں مشکل ترین صنف نعت ہے ...... ذرا سے ڈگمگائے اور گئے۔

پاکستان میں ۱۹۸۰ء کے بعد نعت گوئی کا چلن عام ہوا۔ ریڈیو اور ٹی وی پر نعتیہ مشاعروں کی کثرت دیکھ کر بڑے بڑوں کو، راتوں رات مشہور ہوجانے کا راستہ نظر آیا۔ پھر اردو کے ادبی رسائل نے بھی شعرائے قدیم کے دواوین کی طرح اپنے وقیع رسائل کی ابتداء حمد اور نعت سے کرنے کی بنیاد رکھی۔ یوں رفتہ رفتہ نعت ادب کا حصہ بنتی چلی گئی۔ گزشتہ بیس سال میں جتنے نعتیہ مجموعے شائع ہوئے ہیں بیس برس پہلے شاید اتنی نعتیں بھی شائع نہیں ہوئی ہوں گی۔ نعت گوئی کے سلسلے میں ٹھوس علمی اور ادبی کام کی طرف صاحبانِ علم کو متوجہ کرنا...... پھر ان کے کام کو سامنے لانا۔ یہ بڑا ادقّت طلب کام تھا...... جو آپ بڑی عمدگی سے انجام دے رہے ہیں۔ ایک زمانہ میں ''بگڑا شاعر مرثیہ گو'' کا مفروضہ قائم کرلیا گیا تھا اسی طرح نعت اور نعت خوانی کو بھی محفلِ میلاد کی ضرورت سمجھا جانے لگا تھا۔

اب..... آپ جیسے باہمت لوگوں کی وجہ سے نعت، محافلِ میلاد سے نکل کر علم وادب کی انجمن میں آن بیٹھی ہے۔ نعت پر گنا چنا تحقیقی کام تو سامنے آیا ہے لیکن آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعہ تنقید کو بھی نعتیہ ادب سے منسلک کرنے کی سعیٔ مبارک کی ہے۔ ''نعت رنگ''، مستقبل میں تحقیقی کام کرنے والوں کے بہت کام آئے گا۔

''حضارت جدید'' [۱] پر حمید نسیم مرحوم کا تجزیہ بھرپور ہے اور قاری کو نظم کے بہت سے مستور معنی کی بھی جھلک دکھاتا ہے۔ افسوس حمید نسیم

مرحوم نے لکھنے پڑھنے کی طرف اپنی عمر کے آخری حصہ میں توجہ دی (جوانی موسیقی اور حفیظؔ جالندھری کی دوستی میں گزار دی) بہر حال لکھنے پڑھنے کی ابتداء انھوں نے کلام پاک کی تفسیر سے کی..... اگر وہ اپنی شاعری کی کتابیں شائع کرانے کی طرف توجہ دینے کے بجائے ساتھ ساتھ تنقیدی مطالعہ اور موسیقی کے بارے میں اپنے علم کے مطابق کوئی کتاب چھوڑ جاتے تو اور نیک نامی حصے میں آتی۔ ویسے حمید نسیم مرحوم نہایت نفیس طبع اور خلیق سیرت آدمی تھے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

''قصیدہ مدیح خیر المرسلین کی ایک نادر تضمین'' از ڈاکٹر محمد یونس حسنی[۲] ایک تاریخی حیثیت کی چیز ہے۔ حضرت محسن کاکوروی کا یہ قصیدہ اب مشکل ہی سے دستیاب ہوتا ہے۔ اب تضمین کے ساتھ قصیدہ پڑھنے اور ''نعت رنگ'' کے ذریعہ بہت سے ضرورت مندوں کے پاس پہنچ جائے گا۔ عزیز احسن خوب لکھ رہے ہیں۔ ان سے ایک بار سرسری ملاقات ہوئی تھی۔ اب ان کی جب بھی کوئی تحریر پڑھتا ہوں۔ دوسری بار ملنے کا اشتیاق اور سوا ہو جاتا ہے۔

آپ کی فرمائش یعنی میرا خط طویل ہو گیا۔ مگر مشورہ سمجھیے یا شکایت، میں یہ لکھے بغیر رہ نہیں سکتا کہ نثر کے لیے جو خط (فونٹ) آپ نے منتخب کیا ہے وہ مناسب ہے لیکن اسی خط میں جب آپ ایک ہی صفحہ پر تین یا چار نعتیں شائع کرتے ہیں وہ بھلی نہیں لگتیں ہیں ان کے لیے ذرا جلی فونٹ ہونا چاہیے۔

اب آخر میں ایک بات اور...... محمد صادق قصوری[۳] کے مضمون ''سلسلۂ جماعتیہ کے نعت گو شعراء''[۴] میں حضرت ڈاکٹر مغیث الدین فریدی صاحب کا ذکر خیر آ گیا ہے۔ میں صرف اتنی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ مغیث صاحب شاعری میں حضرت صباؔ اکبر آبادی کے شاگرد ہیں۔ جس کا اعتراف انھوں نے اپنے مجموعۂ کلام ''کفر تمنا'' کے انتساب میں بھی کیا ہے۔

اللہ آپ کو خوش رکھے اور ہمت عطا فرمائے کہ آپ ''نعت رنگ'' اسی آب و تاب کے ساتھ شائع کر کے ثواب کماتے اور دعائیں لیتے رہیں۔

مخلص

سلطان جمیل نسیم

☆ سلطان جمیل نسیم (۱۴ اگست ۱۹۳۵ء۔ ۳۰ جولائی ۲۰۲۰ء)، صباؔ اکبر آبادی کے فرزند، افسانہ نگار، ڈرامہ نگار، صدا کار، کتب: ''جنگ زمین خوشبو''، ''حامد منزل''، ''کھویا ہوا آدمی''، ''سایہ سایہ دھوپ''، ''ایک شام کا قصہ''، ''میں آئینہ ہوں''، ''جنگل زمین خوشبو''۔

۱۔ ''حضارت جدید۔ تجزیاتی مطالعہ''، ش ۶، ص ۲۰۱۔۲۲۲ ۲۔ ش ۶، ص ۲۰۱۔۲۲۲

۳۔ علامہ محمد صادق قصوری (م: جنوری ۲۰۲۳ء) ممتاز عالم دین، محقق، مورخ، علامہ عبدالستار خان نیازی کے خلیفہ، مصنّف، متعدد کتابوں کے مصنّف، چند کتابوں کے نام: ''تذکارِ محمد ﷺ''، ''تاریخ مشائخ نقشبند''، ''رباعیاتِ نقشبند''، ''امیرِ ملت اور آل انڈیا سنی کانفرنس''، ''تحریکِ پاکستان اور علماء کرام''، ''تاریخ کا سچ''، ''نذرِ مجاہدِ ملت''۔

۴۔ ش ۶، ص ۱۲۷۔۱۷۷

14-06-2004

عزیز مکرم صبیح رحمانی! سلام و رحمت۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۶ اور جناب شفقت رضوی کی کتاب ''نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ''[۱] ارسال کرنے پر شکریہ قبول کیجیے۔ آپ نے جب ''نعت رنگ'' کا اجرا کیا تھا اور اس کے ابتدائی شمارے تواتر و تسلسل سے مجھے پہنچائے تھے، اُس وقت میں نے ''نعت رنگ'' کے حوالے سے جو کچھ سوچا اور محسوس کیا تھا وہ آپ کے گوش گزار کر دیا تھا کہ نعت شاعری کا وہ رُخ ہے جس میں غزل یا نظم کی طرح موضوعات کے تنوع کی گنجائش نہیں ہے اور شاعر کو جولانیِ طبع کے اظہار کا موقع کم سے کم تر ملتا ہے، اس لیے کہ ایک مخصوص موضوع کا پابند رہتے ہوئے، احترام و عقیدت کا اظہار ایک نہایت ہی مشکل ترین مرحلہ ہے۔ محض اسلوب اور اندازِ بیان کے نت نئے تجربات کے سہارے نعت گوئی میں جتنی گنجائش تھی وہ اساتذۂ فن

نے پوری طرح برت لی ہے، پھر یہ بھی ہے کہ اب تک کہی جانے والی نعتیہ شاعری پر کتنے اور کب تک مضامین لکھوائے جاسکیں گے۔ تنقید نویسوں کے متعلّق میں بہت زیادہ خوش گمان نہیں ہوں۔ اوّل تو ناقد خال خال ہیں۔ آج کل تو کالج اور یونی ورسٹی میں پڑھانے والے اساتذہ نے یہ منصب سنبھال رکھا ہے اور تعلیم کا حال بھی روزِ روشن کے مانند عیاں ہے تو اساتذہ کا کمال بھی پوشیدہ نہیں۔ کتابوں کی تقریباتِ رونمائی سے ہی بے چاروں کو فرصت نہیں ملتی ہے۔ اب تو حال بہ ایں جا رسید کہ مزاح نگار بھی کتابوں کی رونمائی میں مضامین پڑھنے لگے ہیں۔ ایسے عالم میں نعت گوئی جیسے سنجیدہ اور برگزیدہ موضوع پر مضامین کون لکھے گا۔ فرض کیجیے آپ نے چند اہم نقادانِ کرام سے مضامین لکھوا بھی لیے تو وہ کب تک لکھیں گے۔ غالبًا ایسی ہی بات میں نے ''رثائی ادب'' کے مدیر عزیزم ڈاکٹر ہلال [۲] سے بھی کہی تھی۔ مگر آپ دونوں ماشاءاللہ اب تک اپنا کام نہایت استقلال سے کیے جارہے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اور جناب شفقت رضوی کی کتاب دیکھ کر ہی آپ کے عزمِ صمیم، پختگیٔ ایمان وایقان واعتقاد کے ساتھ میرا یقین بھی ایمان کی حد تک پہنچ گیا کہ وہ بھی امداد واعانت فرماتے ہیں جن کا بیان ہے۔

شعرائے کرام، اظہارِ محبّت وعقیدت کے جتنے پیرائے اختیار کرتے ہیں مضامین تحریر کرنے والے بھی اسی حساب سے اپنی فکری تحریر میں تنوع اختیار کررہے ہیں۔ ایک بات اور بتاؤں... کوئی پندرہ سولہ برس ہوئے یا شاید زیادہ... سوچا کہ شعرائے کرام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ اپنے جذبات وکیفیات کے اظہار کے لیے نظم وغزل کے انداز کو اختیار کرلیتے ہیں اور کبھی قصیدہ ومثنوی کا اسلوب اپنا لیتے ہیں، ہم افسانہ لکھنے والے اس سعادت سے کیوں محروم ہیں... یہ خیال اور احساس اتنا حاوی رہا کہ ۱۹۹۲ء میں ایک افسانہ ''کروٹ'' کے عنوان سے لکھا اور ''اردو ڈائجسٹ'' لاہور کے لیے بھیج دیا۔ انھوں نے ''سیرتِ نبوی کے پس منظر میں ایک دل کش افسانہ'' کی ذیلی سرخی کے ساتھ شائع کردیا۔ ایک دو برس اس شش وپنج میں رہا کہ وہ لوگ ''اسلامی فکر'' رکھنے والے تھے شائع کردیا۔ کیا ادب کی طرف بھی ''کروٹ'' کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ صہبؔا لکھنوی [۳] ایک مذہبی انسان تھے مگر اپنے رسالے ''افکار'' کو انھوں نے ابتدا سے ہی ''ترقی پسند نظریات'' کے تابع کررکھا تھا۔ چناں چہ میں نے ''کروٹ'' ''افکار'' کے لیے بھیج دیا اور مجھے خوشی ہے کہ وہ افسانہ اپریل ۱۹۹۴ء کے ''افکار'' میں شائع ہوا۔ میں آج بھی اسی فکر میں غلطاں ہوں کہ محسنِ انسانیت ﷺ کی تعلیمات کے بے حد وبے شمار ایسے رُخ ہیں جو عہدِ حاضر کے انسان کی رہنمائی کرسکتے ہیں۔

خط خاصا طویل ہوگیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رحم وکرم اور شافع محشر ﷺ کے طفیل ہم سب کو ان کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے آمین۔
میں ان شاءاللہ اگست تک پاکستان میں ہوں... اور متوقع کہ جب تک ''نعت رنگ'' کا ایک شمارہ اور منصّۂ شہود پر آجائے گا۔

دعائیں اور سلام
سلطان جمیل نسیم

۱۔ ۲۰۰۴، کراچی: مہر منیر اکیڈمی، ۴۳۲ص
۲۔ ڈاکٹر ہلال نقوی (پ: ۱۹۵۰ء)، شاعر، ادیب، مرثیہ گو، محقق، کتب: ''بیسویں صدی اور جدید اردو مرثیہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''مشعل ومقتل''، ''گلدستہ اطہر پر ایک نظر''، ''جدید مرثیے کے تین معمار: جوش، آل رضا، نسیم''، ''علاقائی زبانوں کے پانچ بڑے شاعر''، ''پسِ تاریخ''، ''مسدس فریاد، جواب فریاد''، ''مقدمہ فرہنگ اقبال فارسی''، ''ارمغانِ نسیم''، ''عرفانیاتِ جوش''، ''مرثیے کی نایاب آوازیں''، اعزازات: ''اردو ورثہ ایوارڈ'' (لندن)، ''نیاز فتح پوری ایوارڈ'' (کراچی)، ''میر انیس ایوارڈ'' (ٹورنٹو)۔
۳۔ صہبا لکھنوی (۱۹۱۹۔۲۰۰۲ء)، اصل نام: سید شرافت علی، شاعر وادیب، صحافی، محقق، بانی مدیر: ماہنامہ ''افکار'' کراچی (۱۹۵۱۔۲۰۰۲ء)، کتب: ''ماہ پارے''، ''زیرِ آسماں''، ''مجاز ایک آہنگ''، ''میرے خوابوں کی سرزمین'' (سفرنامہ)، ''اقبال اور بھوپال''، ''برطانیہ میں اردو''، ''غالب ایک صدی''۔

سلیمان خمارؔ (بیجاپور، انڈیا)

۲۰/اگست ۲۰۰۸ء

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! سلامِ مسنون۔ امید کہ آپ بعافیت ہوں گے۔

کیوٹی وی [QTV] پر آپ سے بار بار ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ویسے اس سے بہت پہلے ہی ''نعت رنگ'' کے ذریعے آپ سے تعارف حاصل رہا ہے۔ آپ نے ''نعت رنگ'' نکال کر اس صنف کے ہر گوشے پر جتنی معلومات فراہم کی ہیں وہ نعتیہ ادب میں یقیناً ایک بیش بہا خزانہ ہے۔ آپ نے نعت کے اسالیب میں نئے نئے تجربوں کی ہمت افزائی بھی کی ہے۔ میں نے بھی ہندوستان میں غزلوں کے علاوہ نعت کو بھی نیا رنگ دینے اور اس کے مضامین میں وسعت پیدا کرنے کی کوشش آپ، ہندوستان میں میری نعتیں ماہ نامہ ''سب رس'' حیدر آباد، ماہ نامہ ''شاعر'' ممبئی، روزنامہ ''انقلاب'' ممبئی، ''اعتماد'' حیدر آباد۔ ''اردو ٹائمز'' ممبئی، اور ''آبشار'' کلکتہ میں شائع ہوکر مقبول ہوچکی ہیں۔ ''شاعر'' نے اپنے حمد و نعت نمبر کے اداریے میں میری نعتوں کے تعلّق سے اظہارِ خیال فرماتے ہوئے لکھا تھا کہ ان دنوں ہندوستان میں جو جدید رنگ کی نعتیں کہی جارہی ہیں ان میں ایک اہم نام خمارؔ کا بھی ہے۔ ماہ نامہ ''سب رس''، حیدر آباد کے اکتوبر ۲۰۰۶ء کے شمارے میں مدیر محترم مغنی تبسّم صاحب نے میری ایک نعت آپ کی نعت کے ساتھ نمایاں طور پر شائع کی ہے۔ اُمید کہ آپ کی نظروں کے گزری ہوگی۔ اس کی ایک فوٹو کاپی میں اسی لفافے میں آپ کے لیے بھیج رہا ہوں... بھائی ندیم صدیقی (معاون مدیر روزنامہ ''انقلاب'' ممبئی) نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں اپنی نعتیں ''نعت رنگ'' کے لیے بھی ارسال کروں۔ لہٰذا چار نعتیں مرسلِ خدمت ہیں۔ پسند آنے کی صورت میں میرے پسندیدہ رسالہ ''نعت رنگ'' میں شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔

ہندوستان میں ''نعت رنگ'' حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ ''نعت رنگ'' ۴ میں نے قریب دس سال پہلے دہلی کے سفر میں ایجوکیشنل بک ہاؤس والوں سے خریدا تھا۔ اس کے بعد مولانا احمد رضا خاں صاحب نمبر برادرم ندیم صدیقی صاحب نے فراہم کیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کوئی شمارہ میری نظروں سے نہیں گزرا۔ اگر آپ کے پاس اس کے حصول کا کوئی معقول طریقہ ہو، یعنی ہندوستان میں کہیں رقم جمع کرنے کا اہتمام ہو تو مطلع فرمائیں۔ میں چار پانچ شمارے اس شہر کے حلقۂ احباب کے لیے خریدنا چاہتا ہوں۔ پاکستان سے میرے پاس ''آئندہ''، ''مکالمہ'' اور ''روشنی'' کے شمارے آتے ہیں۔ ''شب خون'' الٰہ آباد کے توسط سے ''تخلیق'' راست میرے پتا پر آجاتا ہے۔ اس کی رقم ۴۰۰/روپے میں نے نارنگ ساقی صاحب (نئی دہلی) کے پاس جمع کردی ہے۔ ایسا آپ کے پاس بھی کوئی انتظام ہو تو ہمارے لیے آسانی رہے گی۔

نیا E-mail ID والا کارڈ بھی ساتھ رکھ رہا ہوں۔ اور ایک مختصر سا تعارف بھی جو انگریزی میں ہے حاضرِ خدمت ہے۔

ان نعتوں کے تعلّق سے اپنی گراں قدر رائے سے نوازیں تو اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھوں گا۔ ای میل کے ذریعے تخلیقات کی رسید اور اپنی رائے سے ضرور نوازیں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم فرمائیں۔

والسّلام

خلوص کیش

سلیمان خمارؔ

☆ سلیمان خمارؔ، سابق ممبر: کرناٹک اردو اکیڈمی بنگلور، صدر عادل شاہی ایوانِ اردو بیجاپور، ڈائرکٹر: الامان گروپ آف انسٹی ٹیوشنز بیجاپور۔

سلیم اختر، ڈاکٹر (لاہور)

برادرم صبیح رحمانی!

کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ'' کا چوتھا رنگ ملا اور اس رنگ کو بھی گزشتہ رنگوں جیسا خوش رنگ پایا۔

صبیح صاحب! منہ دیکھی بات نہیں، نعت کے حوالے سے سنجیدہ فکری پر مبنی۔ آپ کی یہ کاوش لائقِ تحسین ہے، گزشتہ شماروں کی مانند تازہ شمارہ میں بھی نعت کے فن کے بارے میں بعض بہت اچھے مقالات پڑھنے کو ملے، اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، نور احمد میرٹھی، احمد ہمدانی اور ڈاکٹر مجید بیدار کے مقالات خصوصی تذکرے چاہتے ہیں۔ ان میں سے بیش تر مقالات کی اساس تحقیقی مواد پر استوار ہے اور اسی میں ان کی افادیت مضمر ہے۔ ان کے علاوہ دیگر مقالات بھی موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے خوب ہیں۔ ظاہر ہے اس نوع کا پرچہ مرتب کرنے کے لیے محنت اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے جس کی آپ کے پاس کمی نہیں اور اس لیے ''نعت رنگ'' فکری اعتبار سے قابلِ توجہ جریدہ ثابت ہوتا ہے۔

مخلص

سلیم اختر

☆ ڈاکٹر سلیم اختر (۱۹۳۴ء۔۲۰۱۸ء)، ماہرِ لسانیات، اقبال شناس، محقق، نقاد، متعدد کتابوں کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''، ''اقبال کا نفسیاتی مطالعہ''، ''اقبال ممدوحِ عالم''، ''اقبال اور ہمارے فکری رویے''، ''نفسیاتی تنقید''، ''انشائیہ کی بنیاد''، ''غالب شناسی اور نیاز و نگار''، ''آدھی رات کی مخلوق''، ''اک جہاں سب سے الگ''، ''عجب سیر تھی''، ''نشانِ جگر سوختہ''۔ اعزاز: ۲۰۰۸ء میں، حکومت پاکستان نے صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی سے نوازا۔

~~~~~~

برادرم رحمانی! کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ'' کے دو شمارے اور محترم کشفی صاحب کی ''نسبت'' ملی۔ بے حد شکریہ۔

''نسبت'' قابلِ مطالعہ، خوب صورت کتاب ہے۔ ظاہری اور باطنی ہر دو لحاظ سے۔

''نعت رنگ'' کے ٹائٹل اتنے خوب صورت ہوتے ہیں کہ اگر آپ ان کے پوسٹر بنا دیں تو ہر کمرے کی زینت بن سکتے ہیں۔ بالخصوص مارچ کے شمارہ نمبر ۹ کا سرورق تو مصوری کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ حالاں کہ یہ پینٹنگ نہیں ہے۔

گزشتہ ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے روزنامہ ''جنگ'' لاہور نے ''عصری تقاضے اور نعت گوئی'' کے موضوع پر جنگ فورم میں ایک مذاکرہ کرایا تھا، اچھے لوگوں نے اچھی گفتگو کی تھی، میرا خیال ہے کہ مذاکرہ لاہور ایڈیشن تک ہی محدود ہوگا اور کراچی میں نہ چھپا ہوگا۔

اگر آپ اسے شائع کرنا چاہیں تو میں اخبار کا تراشہ ارسال کرسکتا ہوں۔ ''جنگ'' کراچی آفس سے بھی آپ لاہور ایڈیشن حاصل کر سکتے ہیں۔ غالباً ۹ جون کا پرچہ تھا۔

مخلص

سلیم اختر

~~~~~~

کیسے مزاج ہیں؟

''نعت رنگ''، اور ''نعت نگر کا باسی'' [۱] کے لیے ممنون ہوں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب سے میرے بھی دوستانہ مراسم تھے۔ میں کراچی جاتا یا وہ لاہور آتے تو ملاقات ہوتی۔ سب سے محبّت کرنے والے، سب کی عزت کرنے والے اور کلمہ تحسین میں بخل نہ کرنے والے ابوالخیر صحیح معنوں میں اسمِ بامسمّٰی تھے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کے بارے میں تحریر کردہ مقالات کو کتابی صورت میں محفوظ کر دیا، آپ نے ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ کا بھی ان کے نام انتساب کیا ہے جو کشفی مرحوم سے آپ کی محبّت اور عقیدت کا مظہر ہے۔

آپ نے نعت کے فروغ کے لیے اپنی صلاحیتوں کو وقف کر رکھا ہے ایسے کاموں کا اجر اللہ ہی دے سکتا ہے۔ ''نعت رنگ'' میں آپ جو مقالات طبع کرتے ہیں ان میں جذباتیت یا غلو کے برعکس تحقیق وتنقید کا رنگ زیادہ گہرا ہوتا ہے۔ ایسے مقالات جو اس ضمن میں مزید کام کرنے والے اصحاب نقد کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ کسی بھی مجلّہ کا آخری امتیاز یہی ہوتا ہے کہ وہ حوالے اور سند کا درجہ اختیار کر لے اور اس لحاظ سے ''نعت رنگ'' نہ صرف آج اہم ہے بلکہ کل کو مزید اہمیت اختیار کر لے گا۔ اگر چہ میں خود کو قلمی معاونت سے قاصر پاتا ہوں لیکن آپ کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

مخلص

سلیم اختر

۱۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۸ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۱۶۰ص

سلیم اللہ جندران، ڈاکٹر (منڈی بہاؤالدین)

۲۵/ جولائی ۲۰۱۴

آپ کا پیارا، محبّت بھرا، معلوماتی، مفید، علمی، تحقیقی تنقیدی کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۴ جولائی ۲۰۱۴ نظر نواز ہو چکا ہے یہ آپ کا خلوص کہ آپ مجھ ناچیز کو اعزازی یہ تحفہ پہنچا دیتے ہیں ساتھ پیشگی فون بھی کر دیتے ہیں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے اپنی نعتیہ کاوشوں کا دائرہ کار نعت ریسرچ سنٹر تک بڑھا دیا ہے ماشاء اللہ! ماشاء اللہ! صد مبارک!

اللہ تعالیٰ عز وجل حضور الصّلوٰۃ والسّلام کی لازوال، لجپال، محبّت اور قرب کا صدقہ آپ کو اس مبارک، مستحسن، مسنون، مقدس، محبوب کام کو آگے بڑھانے کے لیے اور اسے مستحکم بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے درکار بھرپور وسائل عطا فرمائے آپ کو بہترین افرادی و مادی ذرائع اور اعلیٰ درجہ کے اخلاص سے سرفراز فرمائے! نعت رنگ شمارہ نمبر ۲۳ اور ۲۴ کے درمیانی وقفہ میں جامعہ کراچی سے تین احباب گرامی کی نعت پاک کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کے مقالات کی تکمیل بڑی مسرت افزا خبر ہے۔ انشاء اللہ یہ عمل محققین صاحبان اور ان کے محترم متعلّقین کے لیے بارگاہ الٰہی و مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوشنودی کا باعث ہے۔

پاکستان میں تمام زبانوں میں پبلک / پرائیویٹ سیکٹر میں ماسٹر، ایم فل، پی ایچ ڈی درجہ پر جتنے بھی مقالات قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک لکھے جا چکے ہیں اگر ان کا ایک مفصّل، جامع انڈیکس کوئی محقق تیار فرما دے تو یہ اس شعبہ میں عظیم خدمت ہوگی۔ لاہور سے ایک فاضل دوست جناب حاجی محمد یوسف ورک صاحب [۱] نے نعت مبارک کے موضوع پر پیش ہونے والے مطبوعات کو اپنی مختلف اشاعتوں میں اپنی شاہدرہ نعت لائبریری کی طرف سے شائع فرمایا ہے بہرحال اگر ''پاکستانی جامعات وکلیات پر نعتیہ تحقیق'' کے عنوان کے طور پر مطبوعہ / غیر مطبوعہ ماسٹر / ماسٹر آف فلاسفی / ڈاکٹر آف فلاسفی لیول کے سبجیکٹ / ڈسپلن وائز مقالات کے مکانی و زمانی اشاریے کے تحت اشاریے تیار ہو جائیں تو اس کی منفرد جہت ہوگی۔

اس کام کے دوران انگریزی زبان میں اس مجوزہ کام کے سلسلہ میں بوقت ضرورت راقم الحروف نعتِ پاک سے متعلّقہ اپنے تین (۱) ایم ایڈ (۲) ایم اے (TEFL) (۳) پی۔ایچ۔ڈی درجہ کے تحقیقی مقالات کی تفصیل فراہم کرسکتا ہے۔

رمضان المبارک کا جمعۃ الوداع ہے۔مبارک، یادگار ساعتیں ہیں جو معزز نعت گو، نعت نگاران نعت رنگ سلسلہ ۲۳،۲۴ چوبیس کے درمیان اپنے ابدی گھر روانہ ہوگئے ہیں ان کا کام انہیں انشاء اللہ اس دنیا میں رہتی دنیا تک زندہ رکھے گا اور دعا ہے کہ اُس جہاں بھی انہیں قرب خدا و مصطفےٰ علیہ الصلو ۃ والعثناء کی برکات نصیب ہوں! اس نعت رنگ میں شامل محترم ڈاکٹر شہزاد احمد صاحب (کراچی) کا مضمون ''پاکستان میں نعتیہ صحافت: ایک جائزہ''، ماشاء اللہ بہت بڑا کام، عظیم علمی و تحقیقی سرمایہ، وسیع معلوماتی خدمت اور پاکستان میں ارتقائے نعت کے لیے اہم پیش رفت ہے پھر عرض کرر رہا ہوں کہ مستقبل کا کوئی فاضل محقق آپ کے نعت ریسرچ سینٹر کے تعاون سے اگر ان عنوانات پر تحقیق کرلیں مثلاً:

۱) سرکاری و نیم سرکاری جامعات و کلیات (یونیورسٹیز/کالجز) میں نعتیہ تحقیق

۲) پاکستان کے دینی مدارس میں نعتیہ تحقیق

تو اس موضوع پر میری محدود معلومات کے مطابق ابھی بہت تحقیقی کام کی گنجائش اور ضرورت ہے دینی مدارس میں بھی شہادۃ للعالمیہ/درس نظامی وغیرہ کے آخری سالوں میں مقالات لکھے جاتے ہیں ممکن ہے کہ نعت کے موضوع پر بھی بعض دینی مدارس نے عنوانات تجویز کیے ہوں! اس تناظر میں حمد و نعت کا مجموعی کام بھی سامنے آسکتا ہے اسے بھی شمار کرلیا جائے اور اس کی بھی indexing ہو جائے یہ مفید مددگار رہوگا۔

پیارے بھائی! اگر آپ مسلسل/مستقل ہر نعت رنگ میں تازہ ترین نعتیہ مطبوعات پر ''ریویو سیکشن'' Review-Supplement آخر میں شامل کرلیا کریں تو اس سے ''نعت رنگ'' کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جائے گا اکثر تحقیقی جرائد میں کتب پر تبصرے کا کالم آخر میں شامل ہوتا ہے۔ ماہرین کے تبصروں اور آرا سے بھی قلم و فکر کے نئے زاویے پھوٹتے ہیں ماشاء اللہ! اس شمارہ میں ''حاصل مطالعہ'' کے عنوان سے یہ حصہ شامل ہے ۵۱۴ تا ۵۳۰ صفحات پر درج ہے بہتر اور واضح ہوگا کہ ہر کتاب پر تبصرہ نئے صفحے سے درج ہو اگر زیرِ تبصرہ کتب کا Scanned ٹائیٹل کا چھوٹا سا عکس ساتھ دے دیا جائے تو دلچسپی اور توجہ بڑھنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

اس خط کے دوسرے حصے میں آپ کے نعت ریسرچ سینٹر کی خدماتِ عالیہ کی مزید وسعت کی خاطر راقم نے چند ایک معروضات نیک تمناؤں کے تحت تحریر کی ہیں خط کی اس دوسری فیز سے پہلے اس حصے کا اختتام اسی ''نعت رنگ'' میں شامل ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے مضمون میں شامل جناب حفیظ تائب صاحب کے اس شعر پر کرتا ہوں:

ایک نگاہِ خاص ہے درکار شاہِ انبیا　　　یا رسول اللہ انظر حالنا (ص:۵۰۵)

نعت ریسرچ سینٹر کی خدمات عالیہ کو مزید وسعت دینے کے لیے چند موضوعات پیش خدمت ہیں:

۱) ہر سال کسی سرکاری/نجی جامعہ کے ہال یا آڈیٹیوریم میں ''تحقیق و ارتقائے نعت'' یا ''نعت تحقیق و ارتقا کے آئینے میں'' کے عنوان کے تحت کانفرنس کے بارے سوچا جائے۔

۲) سالانہ نعت کانفرنس کا عنوان مخصوص بھی سالانہ مقالات کی نسبت سے رکھا جا سکتا ہے۔

۳) اُردو نعت کے ساتھ ساتھ نعت ریسرچ سینٹر کے لیے دیگر زبانوں میں نعت پر فروغِ تحقیق کے لیے دیگر زبانوں کے محققین نعت کے ساتھ بھی روابط استوار کیے جائیں۔

۴) نعت مبارک پرتحقیق اورفروغ وارتقاء کے لیے اِس شعبہ کے اصحاب علم وفن کی مدد سے موضوعاتِ نعت کی فہرست مرتب کروائی جائے۔

۵) شعبہ اسلامیات، شعبہ اردو، شعبہ صحافت، شعبہ عربی، شعبہ انگریزی، شعبہ فارسی، شعبہ سندھی، شعبہ پنجابی وغیرہ میں ماسٹر درجہ، ایم۔فل درجہ، پی۔ایچ ڈی درجہ کے لیے مقالات کے عنوانات عصری تقاضوں کے پیش نظر نعت پرتحقیق کے لیے تجویز کرواتے جائیں۔

۶) الیکٹرونک میڈیا/پرنٹ میڈیا کے کلچرل ونگز کے تحت منعقد ہونے والی محافلِ نعت کا بھی ریکارڈ مرتب کرنے کے لیے اسائمنٹس لکھنے، مضامین تحریر کرنے کی ترغیب دی جائے۔

۷) سالانہ نعت کانفرنس میں اسلامیات، عربی، صحافت، قرآن وسنت اور لینگوایجز (لسانیات) کے شعبہ جات کے ایسے مبارک نفوس جن کا اِس موضوع کی طرف خوب میلان ورجحان ہواُن کی مشاورت کے حصول کی سعی وکاوش فرمائی جائے۔

۸) یونیورسٹیز کی سیرت چیئرز کے ساتھ اس سلسلے میں ربط ومراسلت رکھی جائے۔

۹) ماہرین نصابیات ودرسیات کو ماسٹر لیول پر مذکورہ بالا متعلّقہ شعبہ جات میں نعت مبارک کے موضوع پر ایک کورس/ایک پیپر تشکیل دینا چاہیے اور ایڈوانسڈ لیول پر بھی یعنی ایم۔فل/پی۔ایچ۔ڈی درجہ بھی کورسز میں اس موضوع کی نمائندگی ہونی چاہیے۔

۱۰) ملکی نصابیات ودرسیات کے لیے تدریسی کورسز میں نعت سے متعلّقہ مواد کی ترتیب وتدوین کے دوران ''انتخابِ نعت، برائے نصابیات'' پرتحقیقی و فنی مضامین لکھے جانے چاہیں جن میں ضرورتِ نعت، اہمیتِ نعت، کلاس لیول سے متعلّقہ موضوعاتِ نعت، کلاس لیول سے متعلّقہ ادبی محاسنِ نعت، کلاس لیول سے متعلّقہ منتخب شدہ نعت پر مشقی وامتحانی سوالات کی تیاری وغیرہ جیسے عنوانات پر بھی مقالات تحریر کرنے کی ضرورت ہے اس طرف قدم اٹھایا جائے۔

۱۱) اہلِ ثروت اوراہل دل نعت پاک جیسے مبارک ومستحسن تحقیقی کام کو پروان چڑھانے کے لیے ایسے اداروں کی معاونت کے لیے آگے بڑھیں اوران اداروں کو بہتر وسائل اوراچھی سہولیات فراہم کرنے کے لیے مساعی فرمائیں۔

۱۲) نعت رنگ پر ریویوز زیادہ سے زیادہ تعداد میں ادبی وتحقیقی جرائد، قومی اخبارات میں شائع کروائے جائیں۔

۱۳) محققینِ نعت کا نیشنل/انٹرنیشنل پینل ترتیب دیا جائے۔ ہر''نعت رنگ'' میں کسی ایک محققِ نعت کا انٹرویو شائع فرمایا جائے!

۱۴) پاکستان کی سرکاری وپرائیویٹ جامعات میں نعت پاک کے موضوع پر لکھے جانے والے معیاری اورمستند مقالات کی طباعت اوروسیع ترسیل کا نعت ریسرچ سنٹر کے فورم سے باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔اگرممکن ہوسکے تو جناب رسالت مآبﷺ کی نعت مبارک پرتعلیم وتحقیق کے لیے ''حسّان فیلوشپ'' (سکالرشپ سکیم) کا اجرا فرمایا جائے۔امید ہے اس میں عاشقانِ مصطفےٰﷺ خوشی سے حصہ ڈالیں گے۔

۱۵) (الف) نعت رائٹرز (ب) نعت ریسرچرز (ج) نعت ری سائیٹرز
(د) نعت کریکولم/سلیبس ڈیزائنرز (مصنّفین نعت) (تدوین کاران/تشکیل کنندگان) (محققین نعت) (نعت خوانان، نعت گویان)

Na'at Designers / Na'at RecitersNa'at Curriculum
Na'at Researcher Na'at Writers

کے ہر زبان میں الگ الگ فورمز کی تشکیل پر توجہ فرمائی جائے۔

۱۶) ارادے بلند، عزائم پختہ، توکل برخدائے عزوجل، تمنّائے نظرِ عطائے مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ہمراہ یہ امید، خواہش اورسوچ بھی وقت کی ضرورت ہے کہ اِس نعت ریسرچ سنٹر کی چاروں صوبائی صدر مقامات پر ذیلی شاخوں کا قیام بھی عمل میں آئے! (آمین۔ثم آمین)

یا چاروں صدر مقامات پر روابط بہتر تشکیل ہوں۔

سلیم اللہ جندران

☆ ڈاکٹر سلیم اللہ جندران (پ: ۲۹ مئی، ۱۹۶۶) ماہر تعلیم، محقق، پرنسپل: گورنمنٹ ہائی اسکول دھنی کلاں، تحصیل پھالیہ، پنجاب، کتب: ''تعلیمی افکارِ رضا پر تحقیق''، ''والدین کے فرائض اور ذمہ داریاں''، ''والدین کی یادوں کے دریچے''، ''پیر کامل کے سنہری اقوال'' "Na'at: Need and Scope in English Curriculam"(2009), "Islamic Rhymes" (2000), ودیگر۔ اعزازات: نیشنل بیسٹ ٹیچر ایوارڈ، چلڈرن لٹریچر ایوارڈ، بیسٹ ایڈمنسٹریٹر ایوارڈ (حکومت پنجاب)

۱۔ چودھری محمد یوسف ورک (۲ مئی ۱۹۴۴ء۔ ۱۷ اکتوبر ۲۰۲۰ء)، نعت شناس، بانی: نعت لائبریری شاہدرہ، کتب: ''فہرست کتب نعت لائبریری شاہدرہ''، ''کشورِ نعت''۔

سلیم یزدانی (کراچی)

جب 'نعت رنگ' کا ۱۷واں شمارہ جناب مبین مرزا کے توسط سے مجھ تک پہنچا تو مسرت وشادمانی کی ایک لہر میرے جسم وجاں میں اُترتی چلی گئی جس عقیدت ومحبّت اور جاں سوزی سے اس کو نبی پاک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبّت رکھنے والوں تک پہنچانے کا اہتمام نظر آتا ہے، وہ آپ کی محبّت وعقیدت کا مظہر ہے، یہ آپ کی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ آپ ایک ایسا مبارک مقصد لے کر آگے بڑھ رہے ہیں جو اللہ کی دی ہوئی توفیق اور میرے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظرِ کرم کے بغیر ممکن نہ تھا۔

کسی انسان کی بساط ہی کیا ہے کہ وہ ختم المرسلین اور محبوب ربّ العالمین کی محبّت کے چراغ روشن کر سکے۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ آپ اپنی نعتیہ شاعری کے ذریعے اور 'نعت رنگ' کے اوراق پر حضور ﷺ کی ثنا سے مزین رنگوں سے وہ نقش اُبھار رہے ہیں جو خلقِ خدا کو تاریکیوں میں بھٹک بھٹک کر ہلاک ہونے سے بچائے رکھیں گے۔ میری نظر میں 'نعت رنگ' کا اجرا اور تسلسل کے ساتھ شائع ہوتے رہنا ایک قابلِ تحسین کارنامہ ہے۔ جس عرق ریزی سے آپ نے اس شمارے کو ترتیب دیا ہے اُس کا اظہار اس میں شامل نثر ونظم کے شہ پاروں سے ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی بھی تہذیب ہو اُس میں اعلیٰ ترین مقام اُس کے مذہبی شہ پاروں کو ہوتا ہے۔ یونان کے دیومالائی ادب کو اور دیوی دیوتاؤں کے شان میں کہے گئے گیتوں اور زمزموں کو جو مقام یونانی ادب میں حاصل ہے، وہ بعد میں معرضِ وجود میں آنے والے ادب کو نہیں ہے، یہی صورتِ حال بھارت کے کلاسیکل ادب کی ہے۔ سنسکرت میں جو ادبِ عالیہ نظر آتا ہے، اُس میں اظہار، وجدان کی سرحدوں کو چھوتا نظر آتا ہے، اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایسا ادب تخلیق کیف ومستی کی فضا میں ہوتا ہے۔ اور یہ خاص وعام سب کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہے۔

'رگ وید' میں بھارت میں آئے ہوئے آریوں کی عظیم شاعری اور مناجاتیں اُس دور کی بے مثال شاعری تصور کی جاتی ہے، اس لیے یہ وجدانی ذوق شوق کی مظہر ہیں۔ یہی حال کتاب متیٰ، مرقس کی انجیل اور اُس سے پہلے تورات، زبور اور کتبِ انبیا کی حمدیہ شاعری کا ہے جو تخلیقی اعتبار سے بلند پایہ کلام ہے۔

نعتیہ شاعری کی روایت عربی ادب سے فارسی ادب اور پھر اردو کے دامن کو گل رنگ کرتی ہے۔ عربی کے چار بڑے عربی شعرا جنھوں نے عربی شاعری کو شعری محاسن سے مالا مال کیا، وہ کعب بن مالک انصاریؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ تھے۔ یہ چاروں حضرت محمد ﷺ کے صحابی تھے۔ ان میں سے حضرت حسان بن ثابتؓ کو حضور ﷺ نے خاص طور سے یہود ومشرکین کے شعرا کی مخالفانہ شاعری کے جواب میں شعر کہنے کی اجازت دی تھی، انھوں نے نعت گوئی کے فن کو بلندیوں تک پہنچایا اور پھر یہ ایک مستقل صنف شاعری کے طور پر

عربی ادب کی شناخت بن گئی۔ آج عربی کا شعری ادب نعتیہ شاعری سے مالا مال ہے۔

بات درحقیقت یہ ہے کہ ہر شعر کہنے والا نعت نہیں کہہ سکتا ہے۔ اس کے لیے شعری سلیقہ، رسول اللہ ﷺ سے عشق، رسالت کے تقدس سے آگہی، مقامِ رسالت کا شعور اور لفظوں کو موتیوں کی طرح شعری مالا کا روپ دینا آنا ضروری ہے کہ کوئی لفظ مقامِ رسالت کے منافی نہ ہو اور کوئی شعر تقدسِ رسالت کے خلاف نہ ہو کہ کوئی لفظ مقامِ رسالت کے منافی نہ ہو اور کوئی شعر تقدس رسالت کے خلاف نہ ہو اور یہ سب اُس وقت آتا ہے جب وہ ایک تہذیبی روایت، ماحول فضاے ربانی سے گزر رہا ہو جس کی برتر مثال حضور ﷺ کے دور کی مدنی زندگی ہے کہ حضور ﷺ کا ہر صحابی حضور ﷺ کے عشق سے سرشار نظر آتا ہے۔ اس کا اندازہ کچھ بنی نجار کی لڑکیوں کے ان استقبالیہ اشعار سے بھی ہوتا ہے کہ اُن کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات کیا تھی اور وہ اُس ہستی میں کس کل کا منظر دیکھ رہی تھیں یا اُن کو دکھایا جا رہا تھا:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا ما دعیٰ للّٰہ داع
ایھا المبعوث فینا جئت بالامر المطاع

اب اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کیا ماحول تھا کہ بنی نجار کی چھوٹی چھوٹی بچیاں بلند پایہ روایت کی بنا ڈال رہی تھیں۔ حضور ﷺ کے مدینہ شریف میں ظہور فرمانے سے پہلے ہی اہلِ ایمان کے گھروں میں سرشاری کی کیفیت تھی۔ حضور ﷺ سے محبّت کا ذکر بلند تھا اور یہ نعتیہ اشعار اُس ذکر و شوق کا نتیجہ تھے یہ لفظ ہمیشہ کے لیے زندگی پا گئے، امر ہو گئے۔ اب میں اُس فضا، اُس تقدس، اُس ماحول کی طرف آتا ہوں جو ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کی یادوں میں محفوظ ہے اور جس کا سفر آج بھی جاری ہے، لیکن وقت نے اسے نئی جہتیں دے دی ہیں۔ اور اب یہ گھروں کے آنگنوں، راہ داریوں اور حویلیوں سے نکل کر عوامی سطح پر ایمان افروز محافل کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ اب یہ ایک ایسی Poetic sensibility (شعری حسیت) ہے جو تقدس کی زر مالاؤں کا روپ دھار چکی ہے، نعتیہ شاعری نے عربی ادب میں عشقِ نبی ﷺ سے اظہار کی ایک Dynamic (متحرک) اور پُراثر شکل اختیار کر لی جب کہ Devotional (جاں نثاران) شاعری کی اصناف میں کوئی دوسری شکل رائج نہ ہو سکی اس میں ایک تو یہ کہ نبی پاک ﷺ سے محبّت کرنے اور اُس کے اظہار کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ فعل سمجھا گیا۔ دوسرے یہ کہ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے محبّت کا وہ معیار قائم کیا جو روحِ زمانہ کے ساتھ سفر کر رہا ہے، ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی نے یادوں کے دریچوں سے پردے اٹھا کر وہ کہکشاں دکھائی ہے جو شہرِ نبی ﷺ کی فضاؤں کو چھو رہی ہے۔

'نعت کے جگنوؤں کے تعاقب' میں کشفی صاحب کا سفر جاری ہے اور یہ ایک ایسا سفر ہے جو تا ابد جاری رہے گا۔ یہ ہندوستان میں نقش بندیوں، چشتیوں، سہروردیوں اور قادری خانقاہوں کی روایت ہے جو سینہ بہ سینہ ظاہر اور باطن میں نور فشاں ہے اور اہلِ ایمان کے خون میں گردش کر رہی ہے۔ کشفی صاحب نے جس ماحول کا نقشہ کھینچا ہے، یہ صرف اُن کے گھرانے اور شہر کا نقشہ نہیں ہے، یہ ہندوستان میں مسلمان گھرانوں کی تہذیب کا نقشہ ہے، مجھے یاد ہے میں نے بدایوں کے ایک قصبے شیخوپور میں آنکھ کھولی، یہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی اولادوں کی بستی ہے۔ یہاں فرید یہ پٹاری ہے اس کی عمارت پاک پتن میں بابا فریدؒ کے مزار سے مشابہ ہے اور اس میں خوب صورت شیشے لگی چوبی الماری ہے جس میں بابا فریدؒ کے تبرکات محفوظ ہیں اور محرم کی ۵ تاریخ کو ان تبرکات کی زیارت اس خاندان کا بزرگ ترین اور اہلِ علم شخص کراتا ہے۔ جب ربیع الاوّل کا چاند نظر آتا، ننھّے میاں کے چھتے میں نعت خوانی کی محفل آراستہ کی جاتی، ذکرِ رسول ﷺ ہوتا، مولود شریف کی ایک کتاب ''کحل البصر فی ولادت خیر البشر'' سے اقتباس ہر روز پڑھ کر سناتے، اُس کے وہ شعر جو مجھے یاد رہ گئے ہیں، وہ بھی اس لیے کہ میری والدہ بواجی صاحبہ مسیت النسا بیگم یہ شعر اکثر یہاں پاکستان آ کر بھی

سناتی رہتی تھیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

جس نے اصحابِ باصفا کو دیکھا اُس نے گویا کہ مصطفیؐ کو دیکھا
اور جس کی نظر پڑے نبی پر باللہ اُس نے تو بعینہٖ خدا کو دیکھا

شعر فہمی کا تعلّق براہِ راست شعری حسیت سے ہوتا ہے اور یہ ہر سخن فہم کی الگ ہوتی ہے، کم تر سطح سے کچھ اور نظر آتا ہے بلکہ یوں کہیے کہ قطرے میں قطرہ بھی نظر نہیں آتا، لیکن شعری حساسیت کا ایک وہ مقام ہے کہ قطرہ گہر نظر آنے لگتا ہے یا پھر قطرے میں سمندر موجیں مارتا نظر آتا ہے، ۱۲ ربیع الاوّل کے دن بڑی دھوم دھام ہوتی۔ کھانے کھلائے جاتے، شیرینی تقسیم ہوتی، کچھ یہی کیفیت زنانی محافل کی ہوتی اُن دنوں پوری بستی لوبان اور اگر بتیوں کی خوش بو سے معطّر ہوتی۔

میں کشفی صاحب کے حوالوں اور یادوں کے سہارے ماضی میں چلا گیا اللہ تعالیٰ منشی محمد عاشق علی صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جنھوں نے مولود شریف کی ایسی کتاب لکھی کہ عشقِ رسول ﷺ اہلِ ایمان کے دلوں میں بس گئی۔ یہ ۱۲۹۶ھ میں ۱۳۰ سال قبل مطبع گلزارِ محمدی لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اور میری والدہ بواجی صاحبہ کو لفظاً لفظاً یاد تھی جو شمع میرے والد حضرت شاہ محمد اسمٰعیل میاں فاروقی چشتی اور میری والدہ بواجی صاحبہ نے میرے ننھے سے دل میں روشن کی تھی، وہ میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ رسول ﷺ سے محبّت کا جو بیج میرے دل میں بویا گیا تھا، وہ تناور درخت بن گیا ہے جس کی بدولت میں نے سیرتِ رسول ﷺ پر چار کتابیں لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ پاک پر چھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی کتاب ہے، اس کتاب کو حکومتِ پاکستان نے سیرت ایوارڈ سے نوازا، رائٹرز گلڈ ایوارڈ عطا ہوا، ساکنانِ کراچی کی ایک تنظیم نے نشانِ فضیلت دیا اور اب تک اس کے گیارہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ دوسری کتاب 'شفیق و مہربان نبی ﷺ' [۱] ہے جو روزنامہ 'جنگ' کے مذہبی صفحے پر شائع شدہ میرے مضامین کا مجموعہ ہے۔ تیسری کتاب 'شانِ نبی ﷺ' [۲] ہے جو نبی پاک ﷺ کی فضیلت اور آپ ﷺ کے مقامِ رسالت کا بیان ہے اور یہ اُن تقاریر کا انتخاب ہے جو مختلف محافل میں احقر نے حضور ﷺ کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت کے طور پر پیش کی تھیں۔ چوتھی کتاب ''نبیِ پاک حضرت محمد ﷺ'' ہے یہ اُن نوجوان لڑکے لڑکیوں کے لیے ہے جو انگریزی اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ یہ اہم تاریخی واقعات کے تناظر میں تحریر کی گئی ہے۔

یہ سب کچھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ ماحول اور تربیت ہوتی ہے جو دلوں میں منظروں کو جنم دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ سے محبّت اور ان کے ذکر سے جو روشنی دل و دماغ میں فروزاں ہوتی ہے وہی فقیرِ راہ کو اسرارِ مسلمانی کا خوگر بناتی ہے اور یہی وہ سرِّ نہاں ہے جو ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی سے کہلاتا ہے:

''جس ذاتِ گرامی کی تشریف آوری مومنوں کے لیے نعمت ہے، جس کی نبوت انسانوں کے لیے نعمت ہے، اُس کا ذکر بھی نعمت ہے اور نعمت کے اعتراف کی ایک شکل ہے و اما بنعمت ربک فحدث۔ (سورۃ الضحیٰ) اور ذکرِ رسالت مآب ﷺ کی عظمت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اس سورہ سے سورۃ الناس یعنی اختتامِ قرآن تک سورہ کی تلاوت کے ساتھ تکبیر کہنا سنت ہے۔ حضور ﷺ کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے اعترافِ کبریائی کی ایک صورت ہے۔

یہ وہی بات ہے جو اس شعر میں کہی گئی ہے:

اور جس کی نظر پڑے نبی پر باللہ
اُس نے بعینہٖ خدا کو دیکھا

اللہ سبحانہ تعالیٰ کے بعد حضور ﷺ کی ذاتِ کامل و اکمل ہمہ جہت و ہمہ صفات ہے جس نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اُسے باور آیا کہ اللہ ایک ہے۔ میلادالنبی کے جلسے اور نعت کی محفلیں مسلم تہذیب کی شان دار روایت ہے۔ اس سے حضور ﷺ کی محبّت آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ، آپ ﷺ کی حیاتِ پاک

دلوں ودماغ پرنقش ہوتی ہے اوراللہ کا وہ تصور جو حضورﷺ نے پیش کیا، بندہ اُس کے قریب تر ہوجاتا ہے اوراللہ کی ذات وصفات عظیم تر ہوجاتی ہے۔

اگر رسولﷺ کوراضی کرلیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، مصطفیٰﷺ کے غلاموں سے خود راضی ہوجائے گا۔

کشفی صاحب کی یادوں کی چاندنی دلوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی ہے، حقیقت کا اعتراف ہے، تہذیب کا بہاؤ ہے، حبِ رسولﷺ کا رچاؤ ہے، یہ ایک دعوت ہے، مصلحتوں سے پاک ہے، بلندیوں اور رفعتوں کو چھونے کے لیے ہمارے پاس ایک ہی نسخۂ کیمیا ہے۔

...نگاہے یارسول اللہ نگاہے...بچپن اور بچپن کے احساسات سچ کا مظہر ہوتے ہیں، جھوٹ اور فریب سے کوسوں دُور۔ میں نے شیخو پور میں ننھّے میاں کے چھتے میں جس محفلِ میلاد کا ذکر کیا ہے وہاں تہجّد کی نماز کے بعد درود شریف کا بلند آواز میں ذکر ہوتا تھا اور اختتام، سلام پر ہوتا تھا:

السّلام اے حضرت خیرالانام ۔۔۔ السّلام اے سرورِ عالی مقام
السّلام اے مہرِ ایماں السّلام ۔۔۔ السّلام اے ماہِ عرفاں السّلام
یا نبی سلام علیک یارسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک

کشفی صاحب کی یادیں ایک بھرپور اظہار ہے اُس تہذیب اور تہذیبی رویوں کا جن کو جب مسلمانوں نے چھوڑا، دامنِ مصطفیٰﷺ چھوٹا اور جب دامنِ مصطفیٰﷺ چھوٹا تو رب روٹھا۔ کشفی صاحب کے دل میں اس اُمت کا جو درد ہے، کاش اللہ تعالیٰ اُس کا سوواں حصہ بھی اُمت کو دے دے تو ہرطرف دینِ محمدی کا پرچم لہرانے لگے:

ہر مرض کی دوا درود شریف ۔۔۔ دافعِ ہر بلا درود شریف
ورد جس نے کیا درود شریف ۔۔۔ اور دل سے پڑھا درود شریف
جس لیے جو پڑھے وہ حاصل ہو ۔۔۔ ہے یہ عقدہ کشا درود شریف

حضرت ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی ایک ولی صفت انسان ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ولی ہیں۔ صاحبِ علم وعرفان ہیں۔ ساری زندگی علم کی دولت بانٹتے گزری ہے، عاجزی وانکساری اُن کا طرۂ امتیاز ہے، زمانے میں ایسے صاحبِ علم اور صاحبِ فکر کم ہوتے ہیں، حق کہنے سے چوکتے نہیں وہ ایک صاحبِ طرز نثر نگار ہیں۔ خانقاہی سلسلے کی کڑیوں میں پروئی ہوئی شخصیت ہیں وہ خانقاہیں آج کی خانقاہیں نہ تھیں یہ تو سجدہ گاہیں ہیں انسانوں کو انسانوں کے غلام بنانے کا نظام ہے وہ خانقاہیں علم کا مرکز تھے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلانے اور مومن سازی کے ادارے جیسا کشفی صاحب کے اس مضمون سے پتا چل ہی گیا ہوا۔

سلیم یزدانی

☆ سلیم یزدانی (۱۹ جنوری ۱۹۴۰ء)، اصل نام: پیرزادہ محمد ظفر فریدی، ادیب، محقق، افسانہ نگار، صحافی، سیرت نگار، کتب: ''مٹی کے آدمی''، ''شفیق ومہربان نبیﷺ''، ''نبینا محمدﷺ''، ''مولائے کل حبیبنا محمدﷺ''، ''شانِ نبیﷺ''، ''نبی کریمﷺ''، ''فکرِ فرید''، ''منتظر راہیں'' (خودنوشت) ودیگر۔ اعزازات: قومی سیرت ایوارڈ، رائٹرز گلڈ سیرت ایوارڈ ودیگر
۱۔۲۰۰۲ء، کراچی: مجلس شاہ فرید، ۸۸ص ۲۔۲۰۰۳ء، ایضاً، ۸۰ص

سمعیہ ناز اقبال (لیڈز، یو۔ کے)

اُمید ہے کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ آج اگر قلم اُٹھا کر کچھ لکھنے کی جسارت کر پا رہی ہوں تو تشکّر کے طور پر۔ صبیح جی میرے شوہر پرویز اقبال صاحب اور میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کے مشکور اور ممنون ہیں کہ آپ نے ہمارے تعاون کو بصد ممنونیت کے قبول کیا جو کسی عظیم اعزاز سے کم نہیں ہے۔ بلا شبہ ہم اس قابل نہیں ہیں کہ اس قدر خوب صورت اور لازوال ذمہ داری کو اُٹھا پاتے لیکن جس ذات والا کے صدقے اور نسبت سے یہ کام آج تک ہو رہا ہے وہی نسبت حوالہ بنی ہے اور انشاء اللہ آخرت میں یہ سب کام ہمارے لیے توشہ آخرت ہوگا۔ اس خط کو لکھنے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ تمام عالم اسلام کو اس بات کی آگہی ہو کہ نعت رنگ کی مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور اسے ہر کوئی پڑھنا چاہتا ہے۔ اور تمام عالم اسلام کو اس طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے ماشاء اللہ پاکستان، انڈیا، میں تو از حد مقبولیت ہے جس کی ہم سب کو بہت خوشی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے کرم سے نعت ریسرچ سینٹر کے قیام سے بہت راہیں کھلیں گی اور مزید روشن ہوں گی۔

صبیح رحمانی صاحب میں بہت اعزاز وتکریم کی بات سمجھتی ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اس عظیم سعادت کے ساتھ منسلک ہوئی اور کچھ کر گزرنے کا اک حسین موقع عطا ہوا بلکہ یوں کہوں تو بہتر ہوگا کہ میرے پروردگار عظیم نے بار بار یہ سعادت عطا کر دی۔ یو کے انگلینڈ کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے کہ جس میں خواتین کا نعتیہ مشاعرہ اور محفل نعت کا خصوصی طور پر انتظام کیا گیا۔ میں نے اس تقریب کا انعقاد ۱۷ جنوری ۲۰۰۹ کو بالخصوص بہت اعلیٰ پیمانے پر یو کے کے شہر لیڈز میں کیا جس میں یو کے کے مختلف شہروں سے خواتین شاعرات اور نعت خوانوں نے شرکت کی جن میں ناٹنگھم، برمنگھم، ہڈسفیلڈ، باٹلی، بریڈفورڈ، ڈیوزبری اور لیڈز شامل ہیں۔ اس تقریب کا عظیم مقصد ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر یو کے کو متعارف کروانا تھا جو کہ میرے نزدیک ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔

اس تقریب میں ''نعت رنگ'' کے تمام شمارے اور اس کے متعلّق شائع ہونے والی کتب بھی تمام شرکاء کے لیے موجود تھیں۔ استقبالیہ خطاب میں نے دیا جس میں میں نے ''نعت رنگ'' کے اجرا سے لے کر نعت ریسرچ سینٹر تک بات کی اور اس میں خصوصاً نعت رنگ کے بیسویں شمارے سے میں نے ایک سبق آموز مقالہ [۱] جو کہ محمد اکرام شاہ اوسلو کا تحریر کردہ ہے چند اقتباسات کے ساتھ اس میں شامل کیا اور جو موقع کی مناسبت سے بہت اچھا لگا۔ اور آپ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کے ''نعت رنگ'' اس قدر وسیع و وقیع جریدہ ہے کہ اس پر کچھ منٹ، کئی گھنٹے کیا کئی دن بھی بات کرنے کے لیے کم ہیں۔ میں آپ کی بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اس قدر مصروف ہونے کے باوجود بھی اس تقریب میں بذریعہ فون شرکت کی اور تمام مہمانوں اور انتظامیہ کا بطور خاص شکریہ ادا کیا اور سب کو مبارک باد بھی دی۔ میں نے بطور خاص لیڈز ریڈیو اور نور ٹی وی برمنگھم کی خدمات حاصل کیں تا کہ ''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر کو بالخصوص برطانیہ میں اور اس کے ساتھ تمام عالم اسلام میں متعارف کروایا جا سکے اور ماشاء اللہ اس تقریب کو بہت پزیرائی ملی اور بہت سراہا گیا ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اور لیڈز یو کے کی تاریخ میں ایک اہم علمی اور ادبی نوعیت کی یادگار تقریب قرار پائی۔ اس تقریب کے سپانسرز میں سب نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جن میں لوکل بزنس والوں کے ساتھ ساتھ افتخار قریشی صاحب (بک سینٹر بریڈفورڈ) اشتیاق میر صاحب لیڈز (رائٹ ٹریک فوڈز) جیسے بڑے بزنس والوں نے بھی بہت تعاون کیا جس کے لیے میں ان کی تہہ دل سے مشکور ہوں۔

اس خوب صورت اور کامیاب تقریب کے پورے چھ ماہ کے بعد نعت ریسرچ سینٹر لیڈز یو کے کے زیر اہتمام ۱۲ر جولائی ۲۰۰۹ء کو ایک اور تقریب کا میں نے خصوصاً انتظام کیا جس کا نام بھی ایک کتاب کے ٹائٹل نام پر رکھا ''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں'' [۲] اس تقریب کی بے حد افادیت

اورضرورت نظر آئی۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ تمام کام بخیر وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچے۔اس تقریب کا خاص مقصد یہ تھا کہ ''نعت رنگ'' کی متعلّقہ کتابوں کومنظرِ عام پرلایا جائے اور یوکے میں بسنے والوں تک اس علمی اورادبی ذخیرے کومتعارف کروایا جائے۔اس تقریب کوتین حصوں میں تقسیم کیا گیااور پہلے حصّے کا آغاز بُک ایگزبیشن سے شروع ہوا جس میں مہمانوں کوتمام کتب سے روشناس کروایا گیا۔خصوصاً ''نعت رنگ اہل علم کی نظر میں'' اس کتاب پر باقاعدہ بات چیت کی گئی اورمزید معلومات بھی فراہم کی گئیں۔اس بُک ایگزبیشن میں ان سب کتب کومتعارف کروایا جن میں سرفہرست:

''نعت رنگ'' اہلِ علم کی نظر، میں نعت کیسے کہوں[۳]،نعت اور تنقیدِنعت[۴]،شہپر توفیق[۵]، اشاریہ ''نعت رنگ'' [۶]، ''غالب اور ثنائے خواجہ'' [۷]،اس کے علاوہ تمام ''نعت رنگ'' کے شمارے بھی اس ایگزبیشن میں موجود تھے۔ان سب کتب کے ساتھ ایک اورخوب صورت کتاب بھی بصد شوق احترام وتکریم شامل کی گئی،جس کی سب شرکا محفل نے بہت پزیرائی کی اور جونعت ریسرچ سینٹرلیڈز یوکے کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے بلاشبہ صبیح رحمانی صاحب وہ آپ کی کتاب ''سرکار کے قدموں میں'' [۸] ہے جس کا انگریزی زبان میں ترجمہ سارہ کاظمی نے کیااورنعت ریسرچ سینٹرلیڈز یوکےکواس کتاب کے پبلشر ہونے کا خصوصی اعزاز بھی حاصل ہوا۔

تقریب کے دوسرے حصے میں ایک نعتیہ مشاعرے کے ساتھ ساتھ خواتین کی محفل نعت بھی ہوئی۔نعتیہ مشاعرے کی خصوصی مہمان مشہور و معروف شاعرہ صدف مرزا جوڈنمارک سے بطور خاص تشریف لائیں اوراس میں شرکت کر کے اس کوعزت بخشی اوراپنے خوب صورت حمد ونعت کے کلام سے بھی سب کومشرف کیا۔اس تقریب میں مقامی شاعرات ونعت خوان خواتین نے بھی شمولیت کی اوراس تقریب ''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں'' کے آخری حصے میں پاکستان اور بین الاقوامی شہرت یافتہ نعت خوان شہباز قمر فریدی جواس تقریب کے مہمان خصوصی تھے بصد افتخار اس میں شرکت فرمائی اورتمام شرکائے محفل کو اپنی خوب صورت اور پُرسوز آواز میں ثنائے مصطفیٰ ﷺ سے مستفید کیااوردلوں کوسرور بخشا۔شہباز قمر فریدی نے میری کتاب خزینۂ نور[۹] سے تین منتخب نعتیہ کلام جن میں سے دواردو کے اورایک پنجابی کا کلام بہت محبّت اورعقیدت کے ساتھ تمام حاضرین مجلس کوپیش کیا۔جس کے لیے میں ان کی ممنون ہوں۔

''نعت رنگ''،نمبر۲۱ بہت تاخیر اورطویل انتظار کے بعد ملا لیکن اُسے پڑھتے ہی ساری تشنگی مٹ گئی۔ہمیشہ کی طرح یہ شمارہ بھی اپنی مثال آپ ہے اور بلاشبہ کسی بھی کام کوسرانجام دینے کے لیے اس کی لگن اورخلوص نیت شرط ہے ورنہ ایسے علمی،ادبی اورروحانی کام سرانجام نہیں دیے جاسکتے، نبی اکرم ﷺ کا یہ کرم خاص ہے کہ ''نعت رنگ'' میں لکھنے والوں اور کام کرنے والوں کو یہ خوب صورت لگن عطا ہوئی،تا کہ وہ سیّد المرسلین، راحۃ العاشقین ﷺ کی ثنا وتوصیف کودُنیائے نعتیہ ادب میں علمی، ادبی، فکری اورفنی سطح پر عام کرسکیں۔میرے نزدیک ''نعت رنگ'' میں چھپنے والا ہرحرف اور ہر لفظ اپنی قدر و قیمت میں بےمثال ہے،کیوں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی توصیف ومدحت جیسے گراں مایہ اشعار،مضامین اورمقالات میں استعمال ہوتا ہے۔

ابتدائیہ ہمیشہ کی طرح ہی اک نئے آہنگ، فکرانگیزی اور چونکا دینے والی نگارشات سے مزین ہے۔اس میں آپ نے ''نعت رنگ'' کے اشاعتی سفر آغاز سے لے کر شمارہ نمبر۲۱ تک کی اشاعت کا ذکر خیر کیا۔اقلیم نعت سے چھپنے والی کتب کا حوالہ بھی پیش کیا جو بلاشبہ نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے نہایت مثبت قدم تھا جس سے تحقیقی وتنقیدی امکانات کومزید وسعت ملی۔آپ نے نعت ریسرچ سینٹر کی ضرورت کومحسوس کرتے ہوئے اسے منظّم کیا اوراس کی افادیت کے گواہ تمام اربابِ اہلِ علم وفکر ہیں۔اور وہ تمام کتب جواس کے زیرِاہتمام پایۂ تکمیل تک پہنچیں اورجن کی اشاعت آپ نے پورے وثوق،لگن اوردیانتداری کے ساتھ انجام دی۔میں سمجھتی ہوں کہ یہ نعت کی بہت بڑی خدمت ہے جو آپ نے پچھلے سال ۲۰۰۹ء میں پوری جان فشانی کے ساتھ انجام دی۔اوراتنی ساری کتب کونعتیہ ادب کے فروغ کے لیے پیش کیا جس کے لیے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

نئے دکھ کے حوالے سے آپ کی جملہ تحریریں پڑھ کے دل بہت افسردہ ہوا۔کہ نعت سے منسلک خواہ وہ نعت لکھنے والے ہوں یا نعت کو

پڑھنے والے ہوں کتنی ہی عظیم شخصیات اس دار فانی سے رخصت ہوکر اپنے ابدی مقام تک پہنچ گئیں۔ اللہ کریم ان کے احسن اعمال اور مدحت سرور کونین ﷺ، احمد مجتبیٰ ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے ان کے درجات کو بلند فرما کر اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

اس شمارے میں تمام مقالات و مضامین اس قدر عمدہ ہیں کہ بار بار پڑھ کے بھی جیسے تشنگی رہ جاتی ہے۔ تمام مضامین ایک سے ایک بڑھ کر ہیں جن میں ''اردو نعت میں ضمائر کا استعمال'' رشید وارثی صاحب کی ایک خوب صورت کاوش جو سدا یاد رکھی جائے گی اور جو نعت لکھنے والوں کے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔ گوہر ملسیانی کا مضمون ہمیشہ کی طرح بہت عمدہ ہے اپنے نام کے اعتبار سے بخوبی حق ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ دل جیسے سجدہ ریز اور آنکھیں اشکبار ہوتی جاتی ہیں جیسے جیسے جمال مصطفیٰ ﷺ کی ضوفشانیاں نعت کے آئینے سے ضوریز ہوتی ہیں۔ تمام تحقیقی مقالات بے مثل ہیں جس میں سرفہرست پروفیسر محمد اکرم رضا، شہزاد احمد کے تحقیقی مقالے ہیں۔ سب سے بڑھ کر جو مفصّل تحقیقی مقالہ تمام اہلِ علم و فکر کو پڑھنے کو ملا وہ ڈاکٹر شبیر احمد قادری اور ڈاکٹر محمد ارشد اویسی کی ایک عظیم کاوش ہے۔ جسے پڑھ کر بہت تسکین ملی کہ مدحت مصطفیٰ ﷺ کو گورنمنٹ کے حلقوں میں ایک بنیادی پزیرائی حاصل ہوئی جو کہ بہت پہلے سے ہی رائج ہوجانی چاہیے تھی لیکن کہا جاتا ہے: ''دیر آید درست آید''

نعت شناسی پر لکھے گئے سب مضامین دل موہ لینے والے ہیں اس قدر خوب صورت تحریریں ہیں کہ الا ماشاللہ! ہر ایک مضمون پر بات کرنا میرے جیسی کم فہم کے بس کی بات نہیں ہے لیکن پھر بھی کچھ کہے بغیر قلم رکے گا نہیں کیونکہ وہ مضامین جن ہستیوں کے بارے میں تحریر کیے گئے ہیں اور جنھوں نے انھیں احاطۂ تحریر میں لانے کی سعی کی ہے بلاشبہ بہت ہی گرانقدر کام کیا ہے۔ جن میں ڈاکٹر سیّد محمد یحییٰ نشیط کی تحریر ''ڈاکٹر سیّد رفیع الدین اشفاق کی نعت شناسی''، پروفیسر اقبال جاوید کی تحریر ''نظیر لدھیانوی کی نعت شناسی'' اور ڈاکٹر شکیل احمد اعظمی مصباحی کی تحریر ''ڈاکٹر سراج احمد قادری کی نعت شناسی'' شامل ہیں اور کچھ ایسے مضامین بھی ہیں جن سے صرف نظر کرکے اور کچھ کہے بغیر آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔

عزیز احسن نے ''پروفیسر اقبال جاوید کی نعت شناسی'' پر جو مضمون نعت رنگ کے قارئین کو پیش کیا ہے ایک عمدہ کاوش ہے۔ انھوں نے پروفیسر اقبال جاوید کے بارے میں ایک خوب صورت اقتباس نقل کیا ہے۔

''مخزنِ نعت'' میں ''عرضِ تمنا'' کے تحت لکھتے ہیں: اگر میں شاعر ہوتا تو نعت کہتا، مگر وہ عطیۂ ربانی ہے جو عطا ہوتا ہے۔ لیا نہیں جاتا پھر سوچا کہ میں اگر نعت کہہ نہیں سکتا تو کم از کم وہ قلم تو چوم سکتا ہوں جنھیں فطرت نے نعت گوئی کی توفیق بخشی ہے۔ کہ شاید عقیدت کے یہ بوسے میرے لیے توشۂ آخرت ہوجائیں۔

سجا کر لختِ دل سے کشتیِ چشم تمنا کو
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کر یہ نذرانہ

یہ مضمون اپنے اندر اس قدر گراں مایہ خوبیاں سمیٹے ہوئے ہے کہ کس کس بات کو بیان کیا جائے۔ خط کی طوالت کے باعث صرف ایک اور اقتباس کا بیان ضرور کرنا چاہوں گی جو دل کو چھو گیا۔ عزیز احسن پروفیسر اقبال جاوید کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔ کہ محمد متین خالد صاحب کی کتاب شہیدان ناموسِ رسالت ﷺ کی تقدیم بعنوان ''سر بیچ کر متاعِ دل و جاں خریدنا'' لکھتے ہوئے تحفّظِ ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے کی تڑپ رکھنے والوں کے کچھ واقعات اس طرح حوالۂ قرطاس کیے ہیں کہ قاری پر سکتہ طاری ہوجاتا ہے:

اللہ تعالیٰ ناموسِ نبوت ﷺ کے تحفّظ کے سامان خود فراہم کیا کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگ تحریریں لکھتے اور تقریریں کرتے رہ جاتے ہیں۔ اور قدرت کسی سادہ دل کے جگر میں آگ لگا کر اس کے ایمان کو عمل کا خوش رنگ نقش بنا دیتی ہے۔ کہ لالے کی حنا بندی فطرت کا محبوب مشغلہ ہے۔

دہد حق، عشق احمد بندگان چیدۂ خود را

بہ خاصاں می دہد شہ، بادۂ نوشیدۂ خود را

نعت شناسی پر ایک اور مضمون جس نے دل کو تازگی بخشی وہ ہے ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی کی خوب صورت تحریر ''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' صبیح رحمانی صاحب میں آپ کی اور ڈاکٹر صاحب کی بہت ممنون ہوں کہ یہ تحسین آمیز تحریر تمام قارئین کی نذر کی۔نعت رنگ بلاشبہ عطیۂ خداوندی کے سوا اور کچھ نہیں جس میں اس قدر دل آویز تحریریں اپنی جگہ پاتی ہیں اور دلوں کو عشق محمد ﷺ سے گرماتی اور سرور عطا کرتی ہیں۔''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' کو بار بار پڑھنے پر بھی تشنگی نہیں جاتی کہ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ کی نعت شناسی کا کیا ہی عالم ہے۔دل عقیدت سے سرشار ہو جاتا ہے۔کہ میرے رب غفور و رحیم نے اتنے بلند پایہ فکر و نظر کے لوگ اس دنیا میں بھیجے جو اس قدر خوب صورت لکھتے ہیں اور نہ صرف نعت کہنے ہی کی نہیں اس میں مزید غور وفکر کی تمیز و توفیق بھی عطا کر دی ماشاءاللہ!

ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی محمد اکرم رضا کی نعت شناسی کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہیں۔''نعت گو شاعر کی فکر کو شعری سرخروئی کے لیے کثیر الجہات ہونا ضروری ہے۔پروفیسر محمد اکرم رضا ہمہ وقت نئے سے نئے عنوانات تلاش کرتے ہیں۔ان کے بیش تر مقالات کا خمیر عصرِ حاضر کے تقاضوں سے اُبھرا ہے۔بارگاہ رسول ﷺ میں استمداد طلبی ہو یا آرزوئے شفاعتِ رسول ﷺ اُمت اسلام کی بے بسی ہو یا نعت کی جدت افکار، شعرا کے احساسات کی وسعت میں اضافے کا ذکر ہو یا جذبۂ عشقِ مصطفےٰ ﷺ، شوق تحریر نعت ہو یا ماضی اور حال کی نعتیہ شاعری میں تفاوت، عصرِ حاضر میں نعت کی ارتقا پذیری کا مسئلہ ہو یا احترامِ حضور ﷺ کے تقاضوں کی داستان، انھوں نے درجنوں موضوعات کی محفل سجائی ہے۔''نعت رنگ'' کراچی کے مدیر اعلیٰ سیّد صبیح الدین صبیح رحمانی اس حوالے سے پروفیسر رضا کے بارے میں لکھتے ہیں:

ایک طرف تو ان کی نثری تحریروں نے ان کی شخصیت اور تعارف کو توضیح اور توسیع بخشی ہے دوسری طرف شعری جہات نے ان کی ذہنی روش اور فکری رویّوں کو پایۂ استقرار بخشا ہے۔خصوصاً ان کی نعتیہ شاعری کی تب و تاب خاصی متاثر کن اور دلوں کو چھو لینے والی ہے۔جس میں علم اور شاعری ساتھ ساتھ چلتے دکھائی دیتے ہیں۔اس خوش آئند رفاقت نے ان کے کلام میں توازن اور سلیقے کی شمعیں روشن کر دی ہیں۔

''محمد اکرم رضا کی نعت شناسی'' کے بعد ''رشید وارثی کی نعت شناسی'' اور وہ بھی پروفیسر محمد اکرم رضا کی خوب صورت تحریر کی صورت میں ایک عقیدتوں بھری تحریر پڑھنے کو ملی۔اس میں پروفیسر صاحب نے رشید وارثی صاحب کا ایک اقتباس نقل کیا ہے جو مجھے از حد پسند آیا اور میں سمجھتی ہوں کہ یہ صرف اور صرف ایک عاشق رسول ﷺ ہی سمجھ سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے۔اس لیے آپ سب سے شیئر کرنے کو جی چاہا۔

بات دراصل یہ ہے کہ عشق ہی وہ جوہر ہے جو انسان کو مئودّب بناتا ہے اور اس جوہر کی تاثیر ہی ممدوح کی تعریف میں کہے جانے والے اشعار کو الفاظ و معانی کا نورانی پیکر عطا کرتی ہے اور اگر دل متاعِ عشق سے محروم ہے تو نہ صرف نعت نگاری کے تقاضے پورے نہیں کیے جا سکتے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم و تکریم میں کوتاہی برتنے سے تمام اعمال کے ضائع ہونے کا بھی اندیشہ ہے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب

بے ادب محروم ماند از لطفِ اب

نعتیہ تذکرہ نگاری اور ''نعت رنگ'' کے عنوان سے شہزاد احمد نے کراچی سے بہت ہی خوب صورت ''نعت رنگ'' کے ۲۰ شماروں کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا ہے جو کہ میں سمجھتی ہوں ایک نہایت ہی عمدہ کاوش ہے۔جس سے نئے قارئین کرام کو ''نعت رنگ'' میں چھپنے والی ان تحریروں سے

بہت استفادے کا موقع ملے گا۔

فکروفن میں ڈاکٹر محمد علی اثر کی دونوں نگارشات تحسین آمیز اور نہایت ہی عمدہ ہیں۔ ''حضرت خواجہ بندہ نواز کی نعت گوئی'' اور ''کلامِ شائق میں زیارتِ مدینہ کی آرزو''۔ اسی طرح عزیز احسن، ظفر علی راجہ، پروفیسر منظر ایوبی نے بھی بہت عمدہ نگارشات سے ''نعت رنگ'' کے فکروفن کے ایوان کو سجایا۔

''نعت رنگ'' اتنا وقیع جریدہ ہے کہ اس کے کسی بھی مضمون یا مقالے پر بات کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ اور یہ عنایت ربّانی کا ایک ایسا بے بہا خزانہ بن چکا ہے جس میں ایسے ایسے ہیرے، موتی اور لعل و جواہر بند ہیں جو اپنی مثال آپ ہیں۔ خواہ وہ مدحتیں ہوں، تحقیقی و تنقیدی مقالے، مضامین، تذکرہ نگاری ہو، نعت شناسی کے جوہر ہوں یا پھر مطالعات نعت اور خطوط کا منفرد تسلسل۔ سب کچھ ہی بے مثل ہے۔ ماشاء اللہ!

مطالعات نعت میں صبیح رحمانی صاحب آپ کا یہ سرسری جائزہ بہت عمدہ کاوش ہے اور جن باتوں کا آپ نے ذکر کیا ہے اور جن باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اُمید ہے اللہ ربّ العزت آپ کے اس احسن عملِ خیر کو مزید وسعت اور توفیق دے گا تا کہ ڈاکٹر افضال انور کے کام کو تمام اہلِ علم وفکر کے لوگوں تک پہنچایا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ان جذبوں کو استقامت عطا کرے اور مزید توفیقات عطا فرمائے۔ آمین!

حاصلِ مطالعہ ہمیشہ کی طرح لاجواب ہے اور جن کتابوں کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے بلاشبہ عارف منصور کی یہ نہایت ہی خوب صورت پیش کش ہے۔ ان میں بیشتر کتابوں کا مطالعہ کرنے کا مجھے بھی شرف حاصل ہے۔ ''نعت نگر کا باسی''، ''غالب اور ثنائے خواجہ''، ''شہپر توفیق''، اشاریہ ''نعت رنگ''، ''نعت میں کیسے کہوں'' اور جس کے لیے صبیح رحمانی صاحب آپ کی خصوصی طور پر ممنون ہوں کہ یہ تمام کتب ارسال فرمائیں۔

''نعت رنگ'' نمبر ۲۱ میں میرے خط کو پہلی بار شاملِ اشاعت ہونے کا شرف حاصل ہوا جس کے لیے میں آپ کی اور ''نعت رنگ'' کے جملہ معاونین کی مشکور ہوں کہ انھوں نے میرے خط کو ''نعت رنگ'' جیسے خوب صورت علمی وادبی جریدے میں جگہ دی۔ مجھے مطلقاً بھی اندازہ نہیں تھا کہ میرا خط شاملِ اشاعت ہو پائے گا کیوں کہ میرے اندر وہ علمی وادبی بصیرت قطعاً نہیں ہوسکتی جتنی کہ ''نعت رنگ'' سے جڑے لوگوں کی ہے ماشاء اللہ۔ جہاں تک ''نعت رنگ'' کے خطوط کی بات ہے تو وہ سراسر علمی وادبی نوعیت کے ہی ہوتے ہیں جن سے ایک قاری کو بہت سی ایسی باتوں کا علم ہوتا ہے جو شاید سب کی نظر میں نہ آئیں لیکن اہلِ علم وادب علمی اور فنی نکتۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور پھر اس کو سب کے علم میں لایا جاتا ہے جو کہ بہت ہی احسن عمل ہے۔ اور بلاشبہ یہ اس جریدے کا ایک منفرد پہلو ہے۔ اور اس سے بہت سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بفضل ربِ غفور ورحیم یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

سب سے آخر میں جو بات شیئر کرنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ آپ کی کتاب ''جادۂ رحمت''[۱۰] جس کا انگلش ترجمہ ڈاکٹر منیر احمد مغل صاحب نے تحریر کیا ہے الحمدللہ! ایک بار پھر بصد افتخار نعت ریسرچ سینٹر یو کے کو اس کتاب کے پبلشر ہونے کا شرف ملا ہے۔

والسّلام
سمعیہ نازؔ اقبال

☆سمعیہ ناز اقبال (پ: ۱۹۶۹ء)، شاعرہ، نعت گو، نعت خواں، نگراں: نعت ریسرچ سینٹر، یوکے، کتب: ''خزینۂ رحمت''، ''سائبانِ کرم''۔

۱۔ ''نعتِ رسولِ اعظم وآخر (ایک پیغام..... ایک تحریک)، ص ۲۵۵۔۲۶۳

۲۔ مرتب: ڈاکٹر شبیر احمد قادری، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۵۰۰ص

۳۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید، ۲۰۰۹، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۶۸ص

۴۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ۲۰۰۱ء، کراچی: طاہرہ کشفی میموریل سوسائٹی، ۶۷ص

۵۔ عزیز احسن، مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۰۰ص

۶۔ محمد سہیل شفیق، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، باراول، ۲۷۲ص

۷۔ مرتب: صبیح رحمانی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، باراول، ۱۷۶ص

۸۔ ۲۰۰۹ء، Reverance Unto His Feet (انگریزی ترجمہ)، ۱۴۶ص

۹۔ ۲۰۰۷ء، لیڈز، ۱۷۶ص

۱۰۔ Jada-i-Rahmat (انگریزی ترجمہ)، ۲۰۰۹ء، ۲۷۲ص

سرورق بہت خوب صورت ہے کلمہ طیبہ کے نورانی حروف سے مزین۔ ماشاءاللہ! بہت اچھا لگا یہ دیکھ کر کہ اس ''نعت رنگ'' [شمارہ ۲۲] کو رشید وارثیؒ کے نام سے انتساب کیا گیا۔ اللہ کریم اُن کو غریقِ رحمت کرے آمین۔

اس دفعہ ابتدائیہ پڑھ کر بہت ہی اچھا لگا۔ ڈاکٹر ریاض مجید ایک ''مہمان مدیر'' کی حیثیت سے انھوں نے بخوبی اپنا کردار نبھایا۔ بہت ہی باریک بینی کے ساتھ انھوں نے ''نعت رنگ'' کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ عقیدت نگاری کے حوالے سے جو کچھ بھی انھوں نے کہا دل کو چھو گیا۔ ان کے کہنے کے مطابق تمام نعت سے جڑے ہوئے لوگوں کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے اور محتاط رہنا چاہیے۔ وہ یوں رقم طراز ہیں:

نعت کو محض موضوع کے اظہار کا وسیلہ نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس اظہار کو سخن اور فن کا درجہ دینے کے لیے ہمہ پہلو کوشاں بھی رہنا چاہیے اور صنف میں بین الاقوامی معیارات فن اور ادبیات عالیہ کے حامل نمونے تخلیق کرنے کی خواہش رکھنی اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ مقدور بھر خواہش اور استعداد بھر کوشش کی کہ عقیدت نگاری کے راستوں کا رخت یہی خواہش اور کوشش ہے۔ یہ قدرت اور استعداد بھی عطائے ربی کرتی ہے اس رحمت کے حصول کے لیے اخلاص سے دُعا گو ہی رہنا چاہیے۔

وہ مزید فرماتے ہیں: صبیح رحمانی کی محنت اور توجہ قابل تعریف ہے۔ انھوں نے اپنی استعداد سے بڑھ کر کاوش کی ہے۔ اور اپنی ذات میں ایک ادارے کا کام کیا ہے۔ تنقیداتِ نعت کے باب میں ''نعت رنگ'' کی کارکردگی کو دیکھ کر ان کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ان کی محنت اور مختلف مسالک سے جڑے ہوئے لوگوں کو ساتھ لے کے چلنے کے شائستہ رویوں کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو تنقیدِ نعت جیسے نازک معاملات و مسائل سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور نعت سے فکری وفنی مسائل کے بارے میں مستقل غور وفکر کرتے رہے ہیں۔

اب آتے ہیں۔ صبیح جی ''اپنی بات'' کی جانب آپ نے بجا فرمایا کہ کارہائے دُنیا میں یہ تاخیر ہو جاتی ہے، لیکن اس بار ''نعت رنگ'' بلا مبالغہ کہوں گی کہ بہت تاخیر سے ملا۔ ایک تو اتنے طویل عرصے کے بعد چھپا اور پھر چوں کہ ہم سب یہاں دیارِ غیر میں ہیں تو اور بھی تاخیر سے اس کا دیدار نصیب ہوا، جو علمی، فنی، تنقیدی اور ادبی معیار ''نعت رنگ'' کا ہے وہ ابھی تک کسی اور جریدے کو حاصل نہیں ہو پایا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ علم وفکر کے حامل لوگ اپنی علمی پیاس بجھاتے ہیں اور بڑی بے تابی سے ''نعت رنگ'' کا انتظار کیا جاتا ہے۔ یوکے کے متعدد شہروں میں ''نعت رنگ'' بہت محبّت اور عقیدت کے جذبوں سے سرشار ہو کر پڑھا جاتا ہے۔ اُمید ہے صبیح رحمانی صاحب آپ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے اور آئندہ ''نعت رنگ'' کی اشاعت میں اس درجہ تاخیر نہ ہوگی۔ ان شاءاللہ!

''نعت رنگ'' میں ہر چند نیا اضافہ ملتا ہے جو کہ بہت خوش آئند اور تحسین آمیز ہونے کے ساتھ ساتھ ''نعت رنگ'' کی روز افزوں کامیابی کی دلیل بھی ہے۔ پچھلے شمارے میں ''نعت شناسی'' جیسے عمدہ سلسلے کو شامل کیا گیا اور یہ خوب صورت سلسلہ ''نعت رنگ'' کو زینت بخش رہا ہے اور اب ایک نیا سلسلہ ''مہمان مدیر'' کو دعوت دینے اور ان کے علمی ادبی رنگوں سے مزین اظہار یہ بلا شبہ ''نعت رنگ'' کے حسن کو مزید ضوریز کرے گا۔

وفیات کو پڑھ کے دل بہت افسردہ ہوا کہ کیسی کیسی عظیم شخصیات اس دارفانی سے پردہ فرما گئیں۔ اللہ کریم سب کی مغفرت فرمائے اور غریق رحمت کرے۔ پروفیسر شفقت رضوی، ڈاکٹر عاصی کرنالی، پروفیسر جعفر بلوچ اور مظفّر وارثی صاحب یہ وہ شخصیات ہیں جن کی نگارشات سے گاہے بہ گاہے مستفید ہوتی رہی ہوں اور علامہ اقبال کے بعد مظفّر وارثی صاحب وہ پہلے شاعر ہیں جن کی نعتوں کو جتنی بار بھی میں نے پڑھا ہر بار اک نیا لطف و سرور میسر آیا۔ مظفّر وارثی صاحب سے اک روحانی اور قلبی تعلق میرا بچپن سے رہا ہے۔ کیوں کہ میرے والد صاحب مرحوم نے ان کی نعتوں کو کمال محبّت و شوق سے پڑھا اور جب پی ٹی وی اسلام آباد سے انکی پڑھی ہوئی نعت آتی تو سنا بھی کرتے اور مجھے بتایا بھی کرتے تھے کہ مظفّر وارثی صاحب بہت خوب

صورت نعتیہ کلام لکھتے بھی ہیں اور خوب صورت لحن کے ساتھ اپنی نعتوں کو پڑھتے بھی ہیں۔ یہ ایک ادبی ذوق ہوتا ہے جو والدین سے منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ نے نعت کائنات کا ذکر کیا جس میں مظفّر وارثی صاحب کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ وہ بہت خوب صورت اور ایک یادگار پروگرام رہا۔

تمام مقالات اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے جداگانہ حیثیت کے حامل ہیں۔ پہلا مقالہ پڑھ کے دل بہت ملول ہوا۔ میں اس کے کسی بھی پیرائے پر گفتگو نہیں کرنا چاہتی کیوں کہ مجھے علم ہے کہ اس پر بہت علمی سطح پہ اہل علم وفکر بات کریں گے۔ لیکن اس مرتبہ مجھے نہیں علم کہ صبیح جی آپ نے کیا سوچ کر اس مضمون کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دی۔ یہ آپ بہتر جانتے ہیں لیکن میری ناقص رائے کے مطابق اس کے عنوان سے ہی پتا چلتا ہے کہ اس میں صرف اور صرف عقیدے پر بات کی جائے گی۔ ''نعت رنگ'' کو نعت کے خوب صورت رنگوں سے آراستہ ہی رہنے دیں تو بہتر ہے اس میں عقیدوں کا تفرقہ نہ ڈالا جائے تو مہربانی ہوگی۔ ویسے بھی مسلکی اور عقیدوں کے حوالے سے ''نعت رنگ'' پہلے ہی اپنے بہت سے شماروں میں ان مسائل سے گزر چکا ہے اور ایک بار پھر سے یہ باتیں دوہرانا، مسلکی مسائل کو زیر بحث لانا چہ معنی دارد؟ اب ''نعت رنگ'' میں اصلاحی اور فنی موضوعات میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہونا چاہیے۔ ایک ہی لکیر پیٹنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اس پہ آپ کو مزید توجہ دینا ہوگی۔ اُمید ہے کہ اس بات کا خاص خیال رکھا جائے گا کہ کسی بھی مکتبِ فکر کے عقیدے اور احساسات کو مجروح اور ٹھیس نہیں پہنچائی جائے گی۔ اچھی اور مثبت سوچ راہیں کھولتی ہے لیکن ایسے مضامین تنگ ذہنی اور محدود سوچ عطا کرتے ہیں اور اس میں قطعاً کوئی اصلاح کا پہلو نہیں ملتا۔

''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری'' ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کی نہایت عمدہ کاوش ہے۔ اس مقالے کی سب سے خوب صورت بات جو مجھے اچھی لگی وہ یہ ہے کہ انھوں نے قارئین کرام کو شریعت اور شعریت کا امتیاز نہایت ہی مختصر اور جامع الفاظ میں پیش کرنے کی سعی کی۔ انھوں نے بہت سے شعرا کے کلام کو موضوع فکر بنایا ہے جو گاہے بہ گاہے مخزن اور خیابان ارم میں شامل اشاعت ہوتا رہا۔ انھی میں سے چند نعتیہ اشعار محترمہ طلعت سلیم صاحبہ کے بھی ہیں۔ جو میرے لیے بہت ہی قابلِ احترام ہستی ہیں۔ میری بہت ہی پیاری آپا اور نہایت ہی شفیق اور ملنسار خاتون ہیں۔ بہت ہی خوب صورت فکر وخیال کی حامل نعت گو شاعرہ اور افسانہ نگار بھی ہیں۔ میں ان کو ہمیشہ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مدعو کرتی رہتی ہوں نور ٹی وی کے پروگرام بزم نور میں جس کی میزبانی کے فرائض میں خود انجام دیتی ہوں۔

''نعت رنگ'' میں نعت شناسی کا خوب صورت سلسلہ شروع کر کے آپ نے نہایت احسن کام کیا ہے اور اک مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ ﷺ کی مدحت کے لیے کیسے کیسے خوب صورت لوگوں کو منتخب کیا اور انھیں تحسین آمیز خوب صورت علمی اور روحانی بصیرت عطا فرمائی۔ پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے ڈاکٹر ریاض مجید کی نعت شناسی پر نہایت عمدہ دل ونظر کو خیرہ کرتا ہوا مضمون ''نعت رنگ'' کے قارئین کی نذر کیا ہے جس کے لیے میں ان کی بہت مشکور ہوں اور دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ میں ایک کم فہم ڈاکٹر صاحب کے بارے میں کہاں کچھ کہہ پاؤں گی۔ ڈاکٹر صاحب اپنے آپ میں ایک پورے ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ بہت ساری باتوں کو تحریر کرتی چلی جاؤں لیکن خط کی طوالت کے پیشِ نظر صرف اسی پر اکتفا کرتی ہوں۔

پس ہر پردۂ توصیف یارب! تو نکلتا ہے ۔۔۔ نبی کی نعت میں بھی حمد کا پہلو نکلتا ہے
ریاض آنکھوں پہ یہ فیضان ہے نعت محمد کا ۔۔۔ اثر میں ڈوب کر جو ایک اک آنسو نکلتا ہے

ڈاکٹر ریاض مجید کے نزدیک نعت کا تصور اور اس کی تشکیل کیا ہے؟ ان کا کہنا ہے:

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے عشق وعقیدت اور محبّت کو نعت کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ نعت گو شاعر کے لیے

ضروری ہے کہ وہ آپ سے والہانہ عقیدت وشیفتگی رکھتا ہو۔ وہ جس قدر آپ کے عشق میں سرشار ہوگا اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہوگا۔ حفیظ جالندھری نے دینِ حق کے لیے حضور کی غلامی کو شرطِ اوّل قرار دیا ہے محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے۔ اسی طرح تخلیق نعت کے لیے آپ کی محبّت کو ایک لازمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک شاعر نظمیں اور غزلیں تو لکھ سکتا ہے لیکن اس کے دل میں محبّت رسول کی چمک موجود نہ ہو تو اچھی اور کیفیت انگیز نعت کبھی نہیں لکھ سکتا۔ اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنھوں نے اپنے دل میں محبّت رسول کی باضابطہ پرورش کی ہے۔ اپنی فکر ونظر کی تربیت کی ہے اور قلب وروح کو احتیاط واحترام کا خوگر بنایا ہے ورنہ جذبات ہمیشہ دامن احتیاط چھوڑ کر اِدھر اُدھر نکل جانے کے عادی ہیں۔

ہمیشہ کی طرح مطالعات نعت میں عزیز احسن صاحب کی کاوش ''حاصل مطالعہ'' مجھے بہت پسند آئی اور میں ممنون ہوں آپ کی اور عزیز احسن صاحب کی جن کے توسّل سے ان تمام کتب کا تعارف خوب صورت حوالوں سے پڑھنے کو ملتا ہے۔ میں یہاں پر چند کتابوں کا ذکر ضرور کرنا چاہتی ہوں۔ جس میں ''خوش بوتری جوئے کرم'' / ریاض ندیم نیازی کی ایک خوب صورت کاوش ہے۔ بہشت تضامین/ حافظ عبدالغفار حافظ کی ایک نہایت عمدہ اور شاہ کار کاوش ہے اور صحیح معنوں میں حاصل مطالعہ ہے۔

اس کے علاوہ جس کا میں خصوصی ذکر کرنا چاہوں گی وہ ہے۔ فہرست کتب خانہ، نعت ریسرچ سینٹر/ محمد طاہر قریشی[۱] کی مرتب کردہ یہ کتاب کسی عظیم کارنامے سے کم نہیں اور جس کی افادیت سے کسی کو بھی کبھی بھی انکار نہ ہو پائے گا۔ اور جیسا کہ عزیز احسن صاحب نے معروف سکالر جناب پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل کی رائے پیش کی ہے کہ ''اس فہرست کو ایک انفرادیت، خصوصیت اور توجہ یوں بھی حاصل رہے گی کہ یہ فہرست اردو میں موجود دیگر اس نوع کی فہرستوں کے مقابلے میں فہرست سازی کے جدید تر اور سائنٹفک اصولوں کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔'' میں سمجھتی ہوں کہ نعت ریسرچ سینٹر بلاشبہ خراج تحسین کا مستحق ہے جو اس قدر علمی اور ادبی سطح پر کام ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ! اور آئندہ بھی ہمیشہ جاری وساری رہے گا۔ آیئے معزز ومکرم قارئین کرام آپ سے چند باتیں شیئر کرتی چلوں جو صرف دلچسپی کا باعث ہی نہیں ہیں بلکہ روشن راہوں کی طرف اُٹھے ہوئے مثبت اقدامات بھی ہیں۔ اور میں خصوصی طور پر یہ بات ''نعت رنگ'' کے معزز قارئین کرام سے شیئر کرنا چاہتی ہوں۔ کیوں کہ میں سمجھتی ہوں کہ آپ سب اس بات کو جاننے کا بطور خاص حق رکھتے ہیں۔

''نعت رنگ'' اور نعت ریسرچ سینٹر یوکے جس کو میں نے بطور خاص آپ کی اجازت سے ۲۰۰۹ء میں لیڈز میں ایک بڑے پیمانے پہ متعارف کروایا تھا اور اب صبیح رحمانی صاحب آپ کی اجازت سے اور ہم سب کے متّفقہ فیصلے کی بنیاد پر اس کو باضابطہ طور پر ایک باقاعدہ ٹرسٹ کی صورت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جو کہ ایک نہایت مثبت اور خوش آئند قدم ہے۔ ''نعت رنگ'' کے تمام معزز قارئین کرام کو اور آپ کو بہت مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ نعت ریسرچ سینٹر یوکے کی کمیٹی کے چار ممبران منتخب ہوئے ہیں جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

سیّد صبیح رحمانی، سمیعہ ناز اقبال، حاجی فراز یونس اور راہب رشید۔ ان تمام اراکین کی متّفقہ رائے کی بنیاد پر نعت ریسرچ سینٹر یوکے کے سرپرست اعلیٰ اور چیئر مین صبیح رحمانی صاحب آپ کو منتخب کیا گیا ہے۔ اس تنظیم کی وائس چیئر پرسن مجھے منتخب کیا گیا ہے جب کہ راہب رشید تنظیم کے جنرل سیکریٹری مامور کیے گئے ہیں اور حاجی فراز یونس مالی امور پر مامور ہوئے ہیں۔

مجھے ازحد مسرت ہے کہ ربِّ احمد مصطفےٰ ﷺ نے ہماری اس کوشش اور کاوش کو دائمی قبول ومنظور فرمایا اور آپ سب سے پُرخلوص دُعاؤں کی درخواست ہے کہ نعت ریسرچ سینٹر یوکے ہر قدم پر احسن کامیابیوں اور سرفرازیوں سے ہمکنار رہو۔ آمین ثم آمین!

ہر ایک انسان اپنے اندر بے بہا صلاحیتیں سمیٹے ہوئے ہے لیکن ان کا ادراک تبھی ہوتا ہے جب آپ محنت اور لگن کو اپنی زندگی میں اوّلین

درجہ دیتے ہیں تو بہت سے خوب صورت کام سرانجام دیے جا سکتے ہیں۔ میں نے بھی محنت اور لگن کو اپنی زندگی کا شعار بنایا ہے اور اس میں ربّ غفور و رحیم نے برکت اور خوب صورت توفیق عطا کر دی کہ میں نعت ریسرچ سینٹر یو کے کے خوب صورت پلیٹ فارم سے اس خوب صورت کام کا آغاز کر پاؤں۔ آپ سب بھی سوچ رہے ہونگے کہ میں نے اتنی تمہید کس بات کے لیے باندھی ہے تو اصل بات یہ ہے کہ جب بھی میں مشہور و معروف اشعار کو بہت ہی خوب صورت دیدہ زیب ڈیزائن اور رنگوں سے مزین تصاویر کی صورت میں دیکھتی تھی تو دل میں یہ خیال آتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ اللہ کریم مجھے توفیق عطا کر دے تا کہ میں آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی خوب صورت مدحتوں کو ایسے ہی دیدہ زیب، دل کش ڈیزائنوں اور حسین رنگوں سے آراستہ کر پاؤں تو میری یہ دُعا اللہ کریم کی بارگاہ میں قبول و منظور ہوئی اور ۲۰۱۰ء کے اوائل میں، میں نے تمام معروف شعرائے کرام کے نعتیہ کلام سے یہ کام شروع کیا اور اب تک چالیس شعرا کے نعتیہ کلاموں پر کام کر چکی ہوں۔ اور اب مزید توفیق یہ عطا ہوئی کہ حفیظ تائب کی ''کلیات حفیظ تائب''[۲] میں سے نبی کریم ﷺ کے ۲۷۱ رناموں پر تحریر کردہ اشعاروں میں سے ۹۰ پر کام کرنے کا شرف عطا ہوا۔

یہ تمام تصاویر انٹرنیٹ پر دیکھی اور پرنٹ بھی کی جا سکتی ہیں۔ اس کا ایک لنک فیس بک میں بھی بنایا ہے اور یہ میری ویب سائٹ پر بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ ہر نعت یا نعت کا ایک شعر خوب صورت ڈیزائن اور رنگوں سے سجا کر ایک تصویر میں منتقل کر دیا جاتا ہے اس میں نعت ریسرچ سینٹر یو کے کے نام کے ساتھ اس نعت کے لکھنے والے نعت گو شاعر کا نام بھی آخر میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ تمام قارئین کرام سے دُعا کی درخواست ہے کہ اللہ کریم سے دعا کریں کہ وہ مجھے مزید ہمت اور توفیق عطا کرے تا کہ میں اس کام کو مزید محبّت اور لگن سے انجام دے سکوں۔ آمین ثم آمین!

سمیعہ ناز اقبال

۱۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۳۸۷ص ۲۔ ۲۰۰۵ء، لاہور: القمر انٹر پرائزرز، ۶۹۲ص

بہت ہی مدت کے بعد ''نعت رنگ'' میں کچھ کہنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ اپنی کم فہمی کا ادراک ہے مجھے اسی باعث کچھ لکھنے سے ہمیشہ ہی گریز کرتی آئی ہوں اب کی بار خوشی دیدنی تھی کہ رہا نہ گیا۔ آپ کو اور ''نعت رنگ'' کے تمام قارئین کو بہت بہت مبارک باد پیش کرنا چاہتی ہوں جو اس قدر خوش آئند بات ہوئی ہے۔ ''ساتویں عالمی اُردو کانفرنس ۲۰۱۴'' جو آرٹس کونسل آف پاکستان کراچی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی اس میں پہلی بار آپ سب کی ان تھک کوششیں رنگ لائیں اور اُردو زبان اور نعتیہ ادب پر بھی باقاعدہ پروگرام تشکیل دیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور ایک خوش آئند قدم ہے۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ اس بات کو ہمیشہ روا رکھا جائے گا کیونکہ بلا شبہ ہر دور نعت کا دور ہے۔

''نعت رنگ'' کے حوالے سے بات شروع کرنے سے پہلے میں آپ کو ''نعت رنگ'' کے تمام قارئین اور بالخصوص جامعہ کراچی سے جن تین احباب نے نعت پر پی ایچ۔ڈی کے مقالات لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جس میں ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ''۔ ڈاکٹر شہزاد احمد کا مقالہ ''اردو نعت ...... پاکستان میں''۔ اور ڈاکٹر طاہر قریشی کا مقالہ ''ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر'' کی تکمیل پر بہت مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ اللہ کریم ان کی اس عظیم کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور انہیں نعت کی خدمت کی مزید توفیق عطا ہوتی رہے۔ آمین۔

''نعت رنگ'' ۲۳ تو بہت ہی مدت گذر جانے کے بعد خدا خدا کر کے میسر آیا اور جب تک مجھ تک پہنچا تب تک ''نعت رنگ'' ۲۴ پریس میں جا چکا تھا۔ ممنون ہوں کہ ''نعت رنگ'' ۲۳ آپ نے محترم ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے دست شفقت میں تھما دیئے، جب وہ برطانیہ تشریف لا رہے تھے۔ عزیز احسن بھائی صاحب کی از حد ممنون ہوں، جنھوں نے ''نعت رنگ'' کے ساتھ ساتھ اپنی تمام نادر کُتب مجھ ناچیز کو تحفے میں دیں۔ اللہ

کریم انکو ہمیشہ سلامت رکھے اور جس کام کا عہد انہوں نے لیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

''نعت رنگ''۲۴ کے لیے میں بہت شکر گزار ہوں کہ آپ نے حتی المقدور کوشش کی اپنی اتنی گونا گوں مصروفیات کے باوجود کہ ''نعت رنگ'' یو کے تک پہنچ جائے اور الحمدللہ ایک بار پھر سے عزیز احسن بھائی صاحب کے توسل سے ''نعت رنگ'' اور عزیز احسن بھائی صاحب کی کتاب ''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' بھی موصول ہوئی۔ جس کے لیے ''تشکّر'' کا لفظ چھوٹا پڑ جاتا ہے۔ اس کا اجر تو رب تعالیٰ ہی آپ احباب کو عطا فرمائے گا ان شاء اللہ۔

''نعت رنگ'' ایک خوبصورت دستاویز کی صورت اختیار کر چکا ہے جس کی ضیا سے روح و قلب منور ہوتے ہیں۔ اللہ کریم اس کو مزید عروج عطا فرمائے اور یہ سب آپ تمام احباب کی شب و روز کی محنت کا ثمر ہے۔ خوبصورت اور دیدہ زیب سرورق پر ''اللہ رب محمد ﷺ'' سی پیاری تحریر قلب و جاں کو مسحور کرتی ہے۔ ہمیشہ ہی ''نعت رنگ'' میں نعت کے حوالے سے کچھ انوکھا اور اچھوتا کام اور سلسلہ ہی پڑھنے کو ملتا ہے۔ جس کے لیے دل سجدہ ریز ہو جاتا ہے کہ رب تعالیٰ اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی شان و رفعت کو کس خوبصورت انداز میں بلند فرماتا ہے۔ ''نعت رنگ'' کی خصوصیت ہے کہ ہمیشہ انتساب میں علمی، ادبی شخصیات کو یاد رکھا جاتا ہے اور ہر بار اک نئی شخصیت کے نام ''نعت رنگ'' کا انتساب کیا جاتا ہے۔ اس بار بھی بہت خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ اپنے اکابرین کو کتنی محبّت و خلوص کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔

''راجا رشید محمود، خالد شفیق اور ڈاکٹر افضال احمد انور کی نعت شناسی کے نام۔''

''نعت رنگ'' کے تمام جملہ سلسلوں پر بات کرنا نہایت مشکل امر ہے تاہم چند ایک تحریروں پر ضرور کچھ اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہوں گی۔ مقالات سب بہت عمدہ اور وقیع ہیں۔ ان میں شہزاد احمد صاحب نے جو ''پاکستان میں نعتیہ صحافت'' کا ایک جائزہ پیش کیا ہے، نہایت عمدہ کاوش ہے اور ایک وسیع معلوماتی ریسرچ بھی۔ علاوہ ازیں مجھے تنویر پھول صاحب کا تحریر شدہ ''حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' اور منظر عارفی صاحب کی تحریر ''نعت گوئی میں لفظ (ارم) کا استعمال'' پڑھ کر بہت اچھا لگا اور میری گذارش ہے کہ اس پر مزید نگارشات ایک سلسلے کی صورت میں شامل کرنی چاہئیں تاکہ تمام نئے لکھنے والے استفادہ کریں۔ اس کے علاوہ نعت گوئی پر تمام مضامین ایسے ہیں جیسے ''نعت رنگ'' میں بہار آ گئی ہے رنگا رنگ پھول ہر سو مہک رہے ہیں اور سب کے قلب و روح معطّر ہو رہے ہیں۔ میں ''نعت رنگ'' میں تمام لکھنے والوں کو خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں۔ اللہ کریم آپ سب کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین۔

ڈاکٹر عزیز احسن کے ساتھ ایک مصاحبہ! (انٹرویو) جسے محمد جنید عزیز خان صاحب نے تمام ''نعت رنگ'' کے قارئین کی نذر کیا ہے ایک بے مثال کاوش اور نعت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کی کہی ہوئی ہر بات نعت لکھنے والوں کے لیے اک سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایسے انٹرویو خال خال ہی ملتے ہیں۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتی ہوں محمد جنید عزیز خان صاحب کو اس کاوش پر۔ ایک تنقیدی جائزہ ''ہمارے رسول ﷺ'' پروفیسر ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے پیش کیا ہے۔ جس میں غیر مسلم شعرا کی عقیدتوں کے پھول محبّت رسول میں مہکتے ہوئے ملے، تو آنکھیں برسنے لگیں۔ اور بے ساختہ جو نعتیہ شعر زبان پر آیا وہ شعر اور اس شاعر کا تذکرہ بھی اسی مضمون میں ملا۔

پروفیسر صاحب اپنی تحریر میں یوں رقم طراز ہیں:

> ''ہندو شعرا میں کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کا نام امتیازی حیثیت کا حامل ہے، جن کے آداب و انداز میں انفرادیت ہے۔ انہوں نے اپنے انداز و آہنگ سے ایک نئی نعتیہ شاعری کی بنیاد ڈالی ہے۔ ان کا ایک شعر ان کی بقا کا ضامن ہے:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں   صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

مذکورہ شعر میں کس قدر اعتبار واعتماد ہے۔انہیں رسول اللہ ﷺ سے اپنی عقیدت کا اعلان کرنے میں کسی طرح کا خوف وہراس نہیں۔نیز یہ کتنا قوی تر انداز ہے کہ آپ کی ذات گرامی پر صرف اُمتِ مسلمہ کا اختیار واقتدار نہیں۔''

پروفیسر انوار احمد زئی صاحب نے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے مقالے ''اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' کا ایک جائزہ بہت خوبصورت اور جامع نقد ونظر کے ساتھ پیش کیا ہے۔جیسا کہ ڈاکٹر عزیز احسن صاحب اوران کے مقالے کا حق تھا،اور میں پروفیسر انوار احمد زئی صاحب کو اس شاندار تحریر پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خراجِ تحسین پیش کرتی ہوں۔اورانہوں نے آغاز ہی ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے اس شعر سے کیا جو مجھے بے حد پسند ہے۔

اک صنف سخن جس کا تعلّق ہے نبی سے   صد شکر کہ نسبت ہے طبیعت کو اُسی سے

پروفیسر انوار احمد زئی صاحب نے کیا خوبصورت بات لکھی ہے اس شعر کی مناسب تشریح بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے حوالے سے۔

''منشور حیات کے اس واشگاف اور تفاخر آفریں اعلان نے عزیز احسن کو نعت گو شعرا کی صف میں تو داخل کر لیا،مگر کیا صنف نعت سے طبیعت کی یہ نسبت اسی حد تک متقاضی تسلیم تھی۔شاید نہیں!!۔۔اسی لیے عزیز احسن نے خود کو نعت گوئی سے آگے بڑھ کر نعت کو بطور صنف دیکھنے اور دکھانے کا نازک،وقیع،دل آویز،دل رُبا مگر دل آزما کام بھی کرنے کا بیڑا اُٹھالیا۔مانا کہ وہ تحقیق کی دل فگار راہوں میں صبر آزمائی اور ذہن آفرینی کی منزلوں سے قبل،انتقادِ نعت کے مشکل مرحلوں سے گذر چکے تھے۔''

پروفیسر صاحب مزید ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:''نعتوں کے مجموعے کی اشاعت سے گذر کر نعت گو کی حیثیت سے بھی اپنا مقام حاصل کر چکے ہیں۔جب شعر گوئی کی باریکیوں،تنقید کی نزاکتوں اور تخلیق کے تقاضوں سے بامراد گزر ہو جائے تو پھر محقق کو تحقیق کی گہرائیوں اور گیرائیوں کی شناوری کا یارا ہوتا ہے۔میں اس حوالے سے ڈاکٹر عزیز احسن کو اس منصب پر متمکّن دیکھتا ہوں تو تسلیم بھی کرتا ہوں کہ:

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو ان کو   دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

ڈاکٹر عزیز احسن کے مقالے کے مطالعے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ کام محض سند لینے کے لیے نہیں بلکہ سرکار رالاصفات سے سند غلامی لینے کی تمنا میں کیا ہے۔''

دل تو یہی چاہتا ہے کہ اس پر مزید بات کی جائے لیکن پروفیسر صاحب کی اسی آخری بات پر اکتفا کرتی ہوں جو انہوں نے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کے بارے میں تحریر کی۔اوران کے ایک اور خوبصورت شعر پر اس تمام جائزے کا اختتام کیا۔

''اس وسیع المطالعہ شخص کے مقالے کو پڑھ کر صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص اپنی فکری اپچ اور قلبی لگاؤ کے ساتھ دینی جذبے اور حُب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرشار ہو کر جس راستے پر چل پڑا ہے وہ اسے شخص سے شخصیت بنا رہا ہے اور وہ اپنے عشق کے زور پر منزل یاب بھی ہو رہا ہے۔۔۔بس اس کا یہی بڑا انعام ہے کہ اس ہنر آشنا کو حرف آشنائی کا بھی یارا ہے۔''

شہر ابیات میں خامے کا سفر نازک ہے   مدح سرکار دو عالم کا ہنر نازک ہے

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب نے ایک تحسین آمیز مطالعہ پیش کیا ہے۔''باریاب ایک مطالعہ'' جو کہ انور مسعود صاحب کی کتاب پر ہے۔خط کی طوالت کے

باعث شاید ہی میں کچھ مزید لکھتی لیکن جب سے یہ مضمون پڑھا ہے آنکھیں بار بار نم ہوئی جاتی ہیں اور تین دنوں سے اسی کوشش میں ہوں کہ اس خط کو مکمّل کر دوں لیکن جیسے ہی میں اس مطالعے میں لکھے فارسی کے شعر کو پڑھتی ہوں میرے دل کی زمین میں ارتعاش پیدا ہونے لگتا ہے۔

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب اپنے مطالعے میں لکھتے ہیں کہ ''انور مسعود کے لیے بھی حفیظ تائب کی ترغیب ہی نعت گوئی کا محرک بنی۔ انور مسعود نے ''تقدیم'' میں لکھا ہے: ''مجھے یاد پڑتا ہے کہ حفیظ تائب مرحوم نے ایک روز دوران گفتگو میں فرمایا کہ بلاشبہ نعت لکھنا آسان نہیں لیکن نعت ضرور لکھنی چاہیے کہ مدحِ پیغمبر بھی درود کے ذیل میں آتی ہے۔ لہٰذا اپنی بساط کے مطابق اس کار ثواب سے محروم نہیں رہنا چاہیے۔''

ڈاکٹر عزیز احسن صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ: ''حفیظ تائب کی وہ بات انور مسعود کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نعت گوئی کے لیے ذہن کو آمادہ کر لیا۔ مدینہ منورہ جاتے ہوئے ایک فارسی قطعہ کہا جس میں نعتیہ شاعری کا بلند آدرش ان کا رہنما بنا اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے ان کے شایانِ شان ''حرفِ ثنا'' کی بھیک مانگی۔''

یا سکوتم را بہ بزم خود پذیر یا بدہ حرفے کہ شایانت بود

(یارسول اللہ ﷺ! یا تو میرا سکوت آپ اپنی بزم میں قبول فرما لیجیے یا مجھے ایسا حرف عطا فرما دیجیے جو آپ کے شایانِ شان ہو!)

یہ وہ فارسی قطعہ ہے انور مسعود صاحب کا جس کو جتنی بار پڑھتی ہوں آنکھوں سے اشک رواں ہو جاتے ہیں۔ اللہ کریم انہیں سلامت رکھے آمین۔

''یارکشائر ادبی فورم'' کی ایک خصوصی پیشکش...... ''نعتیہ مشاعرہ ڈاکٹر عزیز احسن کے ساتھ''

''یارکشائر ادبی فورم'' نے اپنے قیام سے لے کر اب تک کے تین برس کے قلیل عرصے میں ادبی ورکشاپ، مشاعروں، کتابوں کی تعارفی تقریبات کے علاوہ اور بہت سے اردو کے ادبی افق پر جگمگاتی معتبر شخصیات کے ساتھ تقریبات کا اہتمام کیا۔ لنڈن یوکے سے جناب رضا علی عابدی صاحب، محترمہ بانو ارشد، پاکیزہ بیگ اور بین الاقوامی شخصیات میں، پاکستان سے جناب سیّد صبیح الدین رحمانی، ڈاکٹر خورشید رضوی، انتظار حسین، انور مسعود، امجد اسلام امجد، فاطمہ حسن، ڈاکٹر نجیبہ عارف، سرور حسین نقشبندی، فرحت عباس شاہ، وصی شاہ، ریحانہ روحی، سعود عثمانی، سیما غزل، ڈاکٹر صغرا صدف، سید ذبیب مسعود، ذوالفقار علی حسینی سعودی عرب سے سلمان باسط صاحب تشریف لائے۔ ابوظہبی سے ڈاکٹر صباحت واسطی صاحب۔ ڈنمارک سے صدف مرزا، فرانس سے ثمن شاہ، اٹلی سے نصیر ملک اور جرمنی سے توقیر عاطف صاحب۔

اسی سلسلے کی ایک اور کڑی ایک حالیہ تقریب بہ اعزاز جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب منعقد کی گئی۔ دُنیائے نعتیہ اَدب میں جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ کثیر الجہت شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک نعت نگار، نقاد اور محقق ہیں۔ ''نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ'' کے موضوع پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند بھی حاصل کر چکے ہیں۔ نعت ریسرچ سینٹر کراچی پاکستان کے ڈائریکٹر بھی ہیں۔ ان کی نعتیہ ادب میں علمی، ادبی، تحقیقی و تنقیدی گوناگوں خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ''یارکشائر ادبی فورم'' نے ایک نعتیہ مشاعرے کی تقریب کا اہتمام لیڈز شہر میں کیا۔

تقریب کی نظامت راقمہ (سمیعہ نازؔ) نے کی۔ تقریب کے آغاز میں سب سے پہلے صدارت کے لیے جناب ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو اور ''یارکشائر ادبی فورم'' کی چیئر پرسن محترمہ غزل انصاری صاحبہ کو سٹیج پر مدعو کیا گیا۔ مہمان خصوصی کے لیے ایک مختصر لیکن جامع سا تعارف پیش کرتے ہوئے (راقمہ) نے جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کو سٹیج پر متمکّن ہونے کی دعوت دی۔

سب سے پہلے تسنیم حسن صاحبہ کو دعوت کلام دی گئی۔اس کے بعد (راقمہ) نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔محترم اشتیاق میر صاحب نے اپنا کلام سنایا۔محترمہ غزل انصاری صاحبہ نے حمدیہ و نعتیہ کلام حاضرین کی سماعتوں کی نذر کیا۔اس کے فوراً بعد مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔انہوں نے کمال محبّت سے تمام حاضرین کا فرداً فرداً شکریہ ادا کیا۔اور اپنے ارشادات و کلام سے تمام حاضرین و سامعین کو نوازا۔ان کے کلام کو سن کر حاضرین نے بے اختیار خوب داد دی اور ان کی خدمات پر خراج تحسین پیش کیا۔آخر میں صدر محفل محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے اپنے نعتیہ کلام اور رباعیات سے تمام سامعین و حاضرین کو نوازا۔گو کہ موسمِ سرما کے باعث باہر سردی تھی مگر ہال میں محبّت و ستائش کی گرمی سے ماحول خوشگوار رہا۔لیڈز، بریڈفورڈ، ڈیوز بری، رادرھم اور دیگر شہروں سے احباب کی شرکت رہی۔جن میں خصوصی ذوق و شوق کے ساتھ آنے والوں میں پرویز اقبال صاحب، محترم ڈاکٹر راغب صاحب، محترم قیوم صاحب، محترم ڈاکٹر خالد ضیا صاحب (اسلام آباد، پاکستان) شامل ہیں۔تقریب کے آخر میں محترم ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کی اہلیہ محترمہ طلعت عزیز صاحبہ کو پھولوں کی شکل میں ''یارکشائر ادبی فورم'' کی جانب سے محترمہ تسنیم حسن صاحبہ نے ہدیہ تہنیت پیش کیا۔ایک اعزازی ایوارڈ ''یارکشائر ادبی فورم'' کی جانب سے ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کو ڈاکٹر خالد ضیا صاحب نے پیش کیا۔

آخر میں ''یارکشائر ادبی فورم'' کی چیئر پرسن غزل انصاری صاحبہ نے تمام شرکائے محفل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خصوصی طور پر جناب ڈاکٹر عزیز احسن صاحب اور انکی اہلیہ کی شرکت پر تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔اور یوں ایک خوبصورت اور یادگار تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

~~~~~~

پچھلے کچھ عرصے سے نعت رنگ کے لئے کوئی مراسلہ نہ بھجوا سکی، ایک تو نعت رنگ تاخیر سے موصول ہوتا رہا دوسرے کچھ علالت کے باعث بھی کوتاہی ہوئی۔جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔تمام تحقیقی و تنقیدی مقالے بہت پسند آئے جس کے لیے بہت مبارکباد!!

چند تحقیقی و تنقیدی مقالوں پر ضرور بات کرنا چاہوں گی جو مجھے اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ محسوس ہوئے۔جن میں سرفہرست نعتیہ تبرکات (فارسی) ماہنامہ ''صوفی'' کے آئینے میں۔ایک خوبصورت تحقیقی کاوش جو ایک گوہرِ نایاب کی مانند ہے۔ماشاءاللہ!

تحقیقی و تنقیدی مقالوں میں، سلیم شہزاد (بھارت) کا مقالہ ''نعتیہ شعری لفظیات کے تکنیکی زاویے'' ایک نہایت عمدہ تحقیقی کاوش ہے۔وہ کچھ یوں رقم طراز ہیں: ''شعر میں نعتیہ اظہار دراصل رسول اللہ ﷺ پر شاعر کا ایمان و یقین کا اظہار ہے۔اس کی عقیدت و ارادت ہی اسے نعتیہ شعری اظہار کی طرف راغب کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ پر شاعر کا اعتقاد نعتیہ شعری لفظیات کے تحت رنگوں میں سامنے آتا ہے۔اب تک پندرہ سو برس کی مدت اس صنف کے شعری اظہار پر گزر چکی ہے اور اس مدت میں متعدد زبانوں، ملکوں، تہذیبوں اور فکروں کے رنگ رنگ زاویے نعت پر اثر انداز ہو چکے ہیں۔ان رنگوں میں بہت سے رنگ اسلامی فکر کے ساتھ ساتھ علاقائی فکر اور تہذیب و ثقافت سے بھی ہمرشتہ ہوتے ہیں۔لامحالہ یہ رشتہ نعتیہ شعری اظہار میں راہ پا جاتا ہے۔کہہ سکتے ہیں کہ نعتیہ شاعری صرف شاعر کے اعتقاد کی شاعری ہے اس لیے اس پر شاعر کی انفرادی فکر کے ساتھ اجتماعی مذہبی تصورات بھی حاوی ہوتے ہیں۔''

ڈاکٹر ریاض مجید، فیصل آباد سے بہ عنوان برسبیلِ نعت: انتخاب و پیشکش ایک بہت عمدہ کاوش نعت رنگ کے قارئین کی نذر کی ہے جس پر فی الفور عمل ہونا چاہیے۔مجھے خوشی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ایک اہم مسئلے کی نشاندہی فرمائی۔جو آج کی ایک اہم ضرورت بھی ہے اور جس پر عمل ہونا چاہیے۔ہمارے یہاں یو۔کے۔اور یورپ میں نعتیہ محافل کا بہت رجحان ہے لیکن وہی مسائل درپیش ہیں جن کا ڈاکٹر صاحب نے ذکر فرمایا ہے۔بلکہ زیادہ
~~~~~~

ضرورت ہے نعت خوانی میں صاحبِ علم حضرات کی جو نعت کے انتخاب اور اس کو پیش کرنے کے آداب بھی جانتے ہوں۔

انہوں نے ان تمام تکنیکی اور بنیادی باتوں کی طرف سب کی توجہ مبذول کروائی ہے جسے ہر کوئی نظر انداز کیے ہوئے ہے۔اس پرفتن دور میں اب وقت آچکا ہے کہ نعت خواں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور صحیح معنوں میں نعت کا حق ادا کریں۔نعت کے انتخاب سے لے کر نعت کی ادائیگی،محفلِ نعت کے آداب اور اس کے تقدس کا خیال رکھا جائے۔

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق (کراچی)''اردو کی نعتیہ شاعری میں خواتین کا حصہ'' کے عنوان سے ایک نہایت عمدہ تحقیقی مقالہ نعت رنگ میں پیش کیا ہے۔نعت گو شاعرات پہ اس سے پہلے ایسا مقالہ نظر سے نہیں گذرا بہت مسرت ہوئی کہ نعتیہ شاعری میں نعت گو شاعرات کو بھی پزیرائی مل رہی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس میں جہاں دیگر شاعرات کے تذکرے شامل ہوئے وہاں ناصرہ رفیق کا ذکر بھی ہوا انہوں نے مجھے اپنی دونوں کتابیں بڑی محبّت سے لندن سے بھیجی تھیں نعت ریسرچ سینٹر کے لیے۔اچھا لکھتی ہیں۔حمیرا راحت کا ذکر ہوا بہت اچھا لگا۔اور وہ بہت اچھی نعت کہتی ہیں۔ماشاءاللہ!

نورین طلعت عروبہ نعتیہ ادب میں ایک معتبر نام و مقام رکھتی ہیں۔میری بہت پیاری دوست ہیں۔جون ۲۰۱۰ میں ناروے میں نورین کے ساتھ مشاعرہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اس مشاعرے میں میری دیرینہ دوست معروف شاعرہ صدف مرزا ڈنمارک سے میرے ساتھ آئیں تھیں اور یہ ایک نارمل ادبی مشاعرہ تھا،جس کی صدارت عطاالحق قاسمی صاحب نے فرمائی۔ اس میں بالخصوص میں نے اپنی نعت سنائی۔نورین جو غزل سنانے آئیں تھیں۔لیکن انہوں نے سب سے کہا سمیعہ نعت سنا کر گئی ہیں اس لیے پہلے میں بھی نعت پڑھوں گی پھر کوئی غزل سناؤں گی۔ یوں سب سے پہلی ملاقات نعت کے حوالوں سے ہوئی جو آج تک برقرار ہے۔ بہت خوبصورت لکھتی ہیں ان کی نعتیں مجھے بہت پسند ہیں۔اللہ کریم ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔آمین

مشکل میں جب لیا کبھی صلِ علیٰ کا نام
سنورے تمام کام ، میں لکھتی چلی گئی

ڈاکٹر زاہد منیر عامر (لاہور) نے''خورشید رضوی کی نعتیہ شاعری'' پر ایک عمدہ فکر و فن کے حوالے سے تحریر نعت رنگ کے قارئین کی نذر کی جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔خورشید رضوی صاحب کی شخصیت ایک نہایت علمی ادبی اور بلند پایہ شخصیت ہے۔ان سے ملاقات کا شرف مجھے بھی حاصل ہوا جو میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں۔ایسی بلند پایہ شخصیات صدیوں میں جا کے کہیں پیدا ہوتی ہیں۔خورشید رضوی صاحب کے الفاظ ہیں یا موتی یا آبشار سے بہتا ہوا سبک رو پانی وہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ مجھے یاد ہے کچھ سال پہلے،۲۰۱۳ء میں جب آپ کو بریڈفورڈ مشاعرے اور کتابِ رونمائی کی تقریب میں مدعو کیا گیا۔آپ کی نثر سن کر سب لوگ یوں محو تھے جیسے اس پورے ہال میں کوئی ذی روح موجود ہی نہیں ان کی آواز آہستہ آہستہ دھیمے سروں میں بہہ رہی تھی اور تمام سامعین کو اپنی لے میں جیسے جکڑ رکھا تھا۔وہ دو دن لیڈز و بریڈفورڈ کے گرد و نواح میں ہی قیام پذیر رہے ہم سب نے حتی المقدور ان کی علمی ادبی گفتگو سے استفادہ کی سعی کی۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر نے ان کے نعتیہ اشعار سے خوب علمی اور تاریخی توجیہات تمام قارئین کے سامنے پیش کی ہیں جو کہ بے حد عمدہ پیشکش ہے۔

بانت سعاد و بردۂ پاکیزہ کے طفیل
حاصل مجھے بھی فیضِ ردائے رسول

اس شعر کے بارے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''بہ ظاہر تو کچھ شعری تلمیحات کے ساتھ حصولِ سعادت کی خواہش کا اظہار ہے لیکن ان تلمیحات کو کھولنا خاصی تفصیل چاہتا ہے ''بانت سعاد'' جناب کعب بن زہیرؓ کے قصیدے کا نام ہے جو انہوں نے سرکار رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور آپ سے چادر انعام پائی۔ اور بردہء پاکیزہ سے مراد امام بوصیری کا قصیدہ الکواکب الدریہ فی مدح خیر البریہ ہے جو روایت کے مطابق انہوں نے فالج کا شکار ہو جانے پر لکھا اور عالمِ رویا میں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اس پر خوش ہو کر اپنی چادر عنایت فرمائی یا دستِ مبارک پھیرا جس سے جناب بوصیری کی بیماری جاتی رہی۔''

ڈاکٹر صاحب نے جس انداز سے خورشید رضوی صاحب کے فکر و فن پر بات کی ہے مختصر لیکن پر اثر جامع تحریر پیش فرمائی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ: ''شاعر ان کیفیات میں جینا چاہتا ہے لیکن زندگی کی ہماہمی اسے چند در چند بکھیڑوں میں الجھائے رکھتی ہے، وہ چندے ان میں الجھتا ہے لیکن پھر اس کے باطن کا احساس جلد اسے مدینے کی جانب لے جاتا ہے۔''

ابر ساون کے کڑی دھوپ میں چھا جاتا ہے | کس محبّت سے مدینہ مجھے یاد آتا ہے
کوئی پھر عہدِ گذشتہ مجھے دکھلاتا ہے | پھر اسی بارگہِ پاک میں لے جاتا ہے

انڈیا میں نعت ریسرچ سینٹر کے زیرِ اہتمام ایک خوبصورت جریدہ ''دبستانِ نعت'' شائع کیا جاتا ہے۔ مجھے بھی اس کے دوسرے شمارے کی ایک عدد کاپی موصول ہوئی جس کے لیے اس شمارے کے مدیر جناب ڈاکٹر سراج احمد قادری صاحب اور ادارہ نعت ریسرچ سینٹر انڈیا کی بے حد مشکور و ممنون ہوں۔ اور دعا ہے کہ اللہ کریم اس ادارے سے منسلک تمام احباب کو سلامت رکھے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین

ادارہ نعت ریسرچ سینٹر بتدریج کامیابیوں کی طرف گامزن ہے الحمدللہ! جو بہت خوش آئند ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پی۔ڈی۔ایف فارمیٹ میں جو کام ہو رہا ہے وہ بہت اعلیٰ نوعیت کا ہے جس کی بدولت نعتیہ ادب کے سرمائے کو محفوظ کیا جا رہا ہے۔ اور سب سے زیادہ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ نعت رنگ جیسے علمی ادبی جریدے کے وہ شمارے جو اب تقریباً ہم سب کے لیے ناپید ہو چکے ہیں ان تمام نعت رنگ کے شماروں کو بھی پی۔ڈی۔ایف فارمیٹ میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ میں سمجھتی ہوں یہ ایک دوررس اور بہترین حکمتِ عملی ہے۔

۲۰۱۸ء میں میری نعتیہ کتاب ''خزینۂ رحمت'' القلم پبلی کیشنز سے پبلش ہوئی اور اب اس کو بھی پی۔ڈی۔ایف فارمیٹ میں ڈھال دیا گیا ہے۔ اور آن لائن کوئی بھی اس کو پڑھ سکتا ہے یہ میرے لیے بڑی خوشی اور اعزاز کی بات ہے جس کے لیے آپ کی میں بے حد شکر گذار ہوں۔ میں ان تمام کامیابیوں پر نعت ریسرچ سینٹر کی تمام ٹیم کو بہت بہت مبارک پیش کرتی ہوں۔ اور بہت دعا گو ہوں کہ اللہ کریم سب کی توفیقات میں برکتیں اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین اللھم آمین

ماشاءاللہ! اللہ کریم آپ کو مزید عزت و تکریم سے نوازے آمین۔ تمغۂ امتیاز بلاشبہ ایک بڑا اعزاز ہے اور ہمیں بے حد مسرت ہے کہ اللہ کریم نے آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نعت کے حوالوں سے یہ اعزاز بخشا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی نعت کو لکھنا، نعت پڑھنا اور نعت پر کام کرنا بذاتِ خود ایک انعام، اعزاز اور ایک سعادتِ عظمیٰ ہے۔ نعت ریسرچ سینٹر یو کے کی تمام ٹیم کی جانب سے آپ کو بہت بہت مبارکباد!!!

سمعیہ ناز

سہیل احمد صدیقی (کراچی)

آپ کے مؤقر جریدے ''نعت رنگ'' کے پانچویں شمارے کے حوالے سے بعض نکات پر خامہ فرسائی کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر نعیم عزیزی کے مضمون ''تقسیم ہند کے بعد مغربی بنگال میں نعت گوئی'' میں ایک شاعر محامد حکیم حاذق کے متعلق لکھا ہے: ''ہائیکو اور سن دائی یو میں بھی کامیاب نعتیں کہی ہیں۔'' ساتھ ہی موصوف کے نعتیہ ہائیکو اور ''سن دائی یو'' درج کئے گئے ہیں۔ مضمون نگار کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ سین ریو (SENRYO) (نہ کہ سن دائی یو) ہائیکو کی وہ قسم ہے جو اپنے موجد سین ریو سے موسوم ہے اور ایسی تمام ہائیکو جن میں سماجی موضوعات خصوصاً معاشرے کی بدعنوانیوں پر گہرا طنز نمایاں ہو سین ریو ہیں۔ اس عنصر کے بغیر ہائیکو کو سین ریو کا نام دینا نادانی ہے۔ براہ کرم یہ وضاحت فرمائیں کہ نعت رسول (ﷺ) میں طنز و مزاح کا عنصر کس طرح شامل کیا جاسکتا ہے؟ میرے علم کے مطابق شاعر موصوف نے ہائیکو کو نادانستگی میں سن دائی یو (یعنی سن ریو) کا نام دے دیا ہے۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی نے ''نعت رنگ'' کے چوتھے شمارے میں شائع ہونے والے کشفی صاحب کے مضمون کے حوالے سے لکھا ''صفحہ نمبر پچاس پر ہے کہ اس لیے بہت سے صاحبان اللہ کے لفظ پر اصرار کرتے ہیں اور خدا کے لفظ کے استعمال سے گریز کرتے ہیں کیوں کہ خدا کی جمع خداؤں استعمال ہوتی ہے۔ اس حوالے سے عرض ہے کہ لفظ خدا اللہ کا نام نہیں ہے، خدا حافظ (وغیرہ) کہنا جائز ہے مگر اللہ کہنے پر ثواب ہوتا ہے، چالیس نیکیاں ملتی ہیں اور مومن کو ثواب کی طلب و خواہش بدیہی بات ہے۔'' یہاں بصد احترام گزارش کرتا ہوں کہ ایک عالم اور عالم زادہ سے مجھے اس قدر نامکمل جواب کی توقع نہ تھی۔ انھوں نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ لفظ خدا کی جمع کی بنا پر استعمال غلط ہونے کا اعتراض شرعی اعتبار سے کتنا درست ہے، یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ لفظ خدا اللہ کا نام نہیں، نیز اس لفظ کے استعمال سے ثواب میں کمی یا اس سے محرومی کا احتمال کیوں ہے؟

کشفی صاحب نے بھی یہ ظاہر کرنے سے گریز کیا ہے کہ وہ لفظ خدا کے استعمال کے قائل ہیں یا مخالف... قیاس کہتا ہے کہ اگر قائل ہیں تو اعتراض نقل نہ کرتے یا اس کے رفع کرنے کو دلائل دیتے۔ براہ کرم تاخیر سے سہی، وضاحت فرمائیے!

مندرجات بالا کے حوالے سے اب اپنی معروضات پیش کرتا ہوں۔ دورِ جدید کی ایک شان دار اور قابل ستائش علمی کاوش شرح صحیح مسلم کی شکل میں علامہ غلام رسول سعیدی صاحب (مدرس دارالعلوم نعیمیہ، فیڈرل بی ایریا، کراچی) کے قلم سے، کچھ عرصہ قبل منظر عام پر آئی، اس کی ساتویں جلد سے اقتباس پیش خدمت ہے:

''اللہ تعالیٰ کی ذات کو لفظ ''خدا'' کے ساتھ تعبیر کرنے کی تحقیق: اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات جن کا ذکر قرآن و سنت میں وارد نہیں ہوا، ان کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہر زبان اور لغت میں عَلَم (عین اور لام پر زبر) اور اسم سے تعبیر کرنا جائز ہے، مثلاً فارسی میں اللہ تعالیٰ کو خدا، ترکی میں تنکری کہنا بالاتفاق جائز ہے البتہ جب اللہ تعالیٰ پر کسی صفت کا اطلاق کیا جائے تو پھر یہ بحث ہے کہ آیا اس صفت کا کتاب و سنت میں ذکر ہے یا نہیں ہے۔ اگر اس کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو تو بعض علماء اس میں توقف کرتے ہیں اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لفظ کسی نقص کا موہم ہے تو پھر اس کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے اور اگر اس لفظ میں کسی نقص کا وہم نہیں ہے تو پھر اس کا اطلاق جائز ہے۔'' آگے علامہ صاحب نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سرخسی، علامہ بدرالدین عینی صاحب شراح ہدایہ، علامہ آلوسی اور علامہ شعرانی وغیرہ کے حوالوں اور دلائل سے لفظ خدا کا استعمال (حتیٰ کہ نماز میں) جائز قرار دیا ہے (ملاحظہ کیجیے صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۵) علامہ سعیدی نے امام اعظمؒ کے ذکر میں لکھا کہ انھوں نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے سورۂ فاتحہ فارسی میں لکھ کر اہل ایران کے پاس بھیجنے کی حدیث سے استدلال فرمایا۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دورِ رسالت ﷺ یا بہ اختلاف روایت دور فاروقی میں جنگ قادسیہ کے موقع پر سورۂ فاتحہ کا فارسی میں جو ترجمہ فرمایا، اسے تراجم کی فہرست میں اولیت

حاصل ہے، اس ترجمے کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ''بنام خداوند بخشائندہ و مہرباں'' (بسم اللہ کا ترجمہ) صحابی موصوف ایک جلیل القدر صحابی رسول (ﷺ) ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام، نصرانیت، یہودیت اور مجوسیت کے عالم تھے، اگر انھوں نے لفظ خداوند (جو لفظ خدا کی ایک شکل ہے) استعمال کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھا تو بیسویں صدی کے مسلمان اس لفظ پر کیوں اعتراض کرتے ہیں۔ (حوالہ کے لیے ''نقوش'' کا رسول نمبر ملاحظہ کیجیے)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے عہد تک پہلوی بڑی حد تک فارسی بن چکی تھی، اندازہ یہ ہے کہ لفظ خدا کا ماخذ قدیم زبان پہلوی ہے جو ژنداوستا کی زبان ہے۔ ژنداوستا میں توحید، رسالت، آخرت، کتب الہامیہ پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، نماز، روزے کا حکم جیسے عقائد و احکام موجود ہیں اور جدید تحقیق کی رو سے زرتشت (ZARTUSHT) یا زردشت (ZOROASTER) توحید پرست اور توحید کے مبلغ تھے۔ محمد حفظ الرحمٰن صدیقی سیوہاروی نے قصص القرآن میں انھیں پیغمبر لکھا ہے مگر میں اسلامی تعلیمات کے مطابق اس ضمن میں سکوت بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی داعی کو پیغمبر قرار دیا جائے یا اس کی تکفیر کی جائے۔

حوالہ جات

1.The World's religions by Stewart Sutherland ETC.Published by Routledge, London 198.Page N0. 552 to 568.

2. Encyclopaedia Britannica, Macropaedia-1986. 3. Do - 1981 Edition 4.Caxton Encyclopedia

5. Paris-Ancient and Modern and their Religion. By. F.K. Dadachanji, Karachi. 1989.

۶۔ قصص القرآن از محمد حفظ الرحمٰن صدیقی سیوہاروی ۷۔ وحید۔ تہران (فارسی رسالہ) اکتوبر ۱۹۴۹ء

۸۔ مسلم شخصیات کا انسائیکلوپیڈیا۔ از ایم ایس ناز ۹۔ ارتقا۔ سلسلہ نمبر ۱۷ مضمون زبانی تعصّب از سر کارزینی جار چوی، مئی ۱۹۹۶ء

۱۰۔ سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر۔

مندرجہ بالا ماخذ میں مؤخر الذکر مضمون جدید اذہان کے لیے بہت سے اعتراضات کا سدِّ باب کرتا ہے، اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ لفظ خدا پر جو بنیادی اعتراضات وارد ہوئے ہیں، غلط ہیں اور تکنیکی و مذہبی بنیاد پر اللہ کے لیے اس لفظ کا استعمال بالکل اسی طرح درست ہے، جس طرح لفظ اللہ کا استعمال! لفظ خدا کے لغوی معنی ہیں: خود سے آنے والا یا خود سے قائم۔ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ذات اس نام سے موسوم ہو سکتی ہے؟ میری دانست میں لفظ خدا کا مجازی استعمال شرعی اعتبار سے قابل گرفت ہے، لہٰذا اس کی جمع بھی نامناسب ہے!

آخر میں عرض کروں کہ میں عالم تو نہیں، علماء کا صحبت یافتہ ضرور ہوں۔ لہٰذا ایسے امور پر رواروی میں قلم چلانے کا قائل نہیں! میرے مؤید اور محترم استاد مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب خطیب جامع مسجد آرام باغ نے فرمایا کہ ان معاملات میں تنگ دلی کی بجائے کشادہ ذہنی کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ کوکب نورانی صاحب کی تشفّی ہوگی، نیز کشفی صاحب و دیگر اس باب میں عقلی و نقلی دلائل کو قبول کریں گے۔ براہ کرم قطع برید کے بغیر اس خط کو شائع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

سہیل احمد صدیقی

☆ سہیل احمد صدیقی (پ: ۱۹۶۴ء)، ماہر لسانیات، شاعر، ادیب، مصنّف، ریڈیو پاکستان سے وابستہ، کتب: ''خوش کن ہے پت جھڑ''، "Songs from the land of Rising Sun" ودیگر۔

الجواب.... (نوٹ: مذکورہ بالا وہ واحد خط ہے جس کا جواب نعت رنگ میں شائع کیا گیا۔ مرتب)

آپ کا پہلا اعتراض ہائیکو کی ایک قسم SENRYO کے اردو تلفّظ کے بارے میں ہے۔اس کا بہتر جواب تو مقالہ نگار موصوف ہی سے متوقع ہے۔سردست اتنی وضاحت کی جاتی ہے کہ دیگر زبانوں کی طرح انگریزی زبان میں بھی دوسری زبانوں کے بعض الفاظ کا تلفّظ اصل زبان کے تلفّظ سے مختلف ہوتا ہے۔مثلاً حضرت یعقوب علیہ السّلام کو Jacob، یوسف علیہ السّلام کو Joseph، یونس علیہ السّلام کو Jonah اور ادریس علیہ السّلام کو Enoch لکھا جاتا ہے۔اب اگر انگریزی زبان سے ان انبیاء علیہم السّلام کے اسمائے مبارک کا املا اخذ کیا جائے تو عربی زبان بالکل مختلف ہوگا۔لہٰذا یہ بات مدنظر رکھی جائے کہ SENRYO جاپانی زبان کے ایک لفظ کا انگریزی تلفّظ ہے۔اس جاپانی لفظ کا اردو میں تلفّظ سین دائی یو اخذ کیا گیا ہے جسے بھارت کے ماہر لسانیات کلیم احمد صاحب نے اپنی لغت میں اسی طرح تحریر کیا ہے اور مقالہ نگار نے وہیں سے یہ تلفّظ اخذ کیا ہے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ براہ راست جاپانی زبان سے اس کے الفاظ کا تلفّظ اخذ کرنے کے بجائے انگریزی میں وضع کردہ تلفّظ کی اردو میں بھی متابعت کی جائے۔

اسی طرح SENRYO کو نعت میں ذریعۂ اظہار بنانے کے لیے اسے نئے امکانات سے آشنا کیا جائے تو اس وسعت کے تجربات غزل کی وسعت کی طرح قبول کیے جانے چاہئیں۔

آپ نے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کی شرح مسلم کے جن صفحات کا حوالہ دیا ہے اگر آپ نے خود ان صفحات کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا ہوتا تو یہ نہ لکھتے کہ ''لفظ خدا پر جو بنیادی اعتراضات وارد ہوئے ہیں، غلط ہیں اور تکنیکی و مذہبی بنیاد پر اللہ کے لیے اس لفظ (خدا) کا استعمال بالکل اسی طرح درست ہے، جس طرح لفظ اللہ کا استعمال۔'' کیوں کہ علامہ موصوف نے صفحہ ۲۰۲ پر خود یہ صراحت فرمائی ہے۔''ان حوالہ جات کے نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو خدا کہنا جائز ہے اور ہر دور میں آئمہ اور فقہا اللہ تعالیٰ کی ذات کو خدا سے تعبیر کرنے کو جائز کہتے رہے ہیں۔ہر چند کہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ کے لفظ کو ''اللہ'' سے ہی تعبیر کیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو خدا سے تعبیر کرنا بھی جائز ہے۔''اسی طرح صفحہ ۲۰۵ پر علامہ صاحب تحریر فرماتے ہیں''ہر چند کہ سطور بالا میں پیش کیے گئے دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر خدا کا اطلاق جائز ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ اللہ کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جائے کیوں کہ قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے یہی لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کے محولہ بالا اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے خدا کا لفظ استعمال کرنا اگرچہ جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے اور بلا کسی عذر کے ترک اولیٰ کہاں کی دانش مندی ہے۔علامہ موصوف کی تحریر میں آپ کے اکثر اعتراضات کے جواب موجود ہیں۔ آپ اس تحریر کا غور سے مطالعہ فرمائیں تو تشفّی ہوسکتی ہے۔

مکتوب گرامی کے آخر میں اگرچہ آپ نے خود یہ اعتراف کیا ہے''میری دانست میں لفظ خدا کا مجازی استعمال شرعی اعتبار سے قابل گرفت ہے لہٰذا اس کی جمع نامناسب ہے۔''لیکن بات صرف اتنی نہیں ہے بلکہ اردو اور فارسی میں لفظ خدا کی جمع کے علاوہ اس کے دیگر مشتقات،اس کی تانیث اور مختلف لاحقوں کے ساتھ اس کا لسانی برتاؤ بھی ہے جس کی کچھ مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

۱۔خدائے سخن: فن شعر و شاعری میں باکمال، میر تقی میر کو اردو غزل کے حوالے سے خدائے سخن کہا جاتا ہے۔اسی طرح ولی دکنی کے بارے میں کہا جاتا ہے:

ولی سے ہوئی ابتدائے سخن
کہ مشہور ہے وہ خدائے سخن

۲۔خدائے خیر: ایزد (آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق خیر کا خدا۔)

۳۔خدائے شر (بدی کا خدا): آتش پرستوں کے عقیدے کے مطابق بدی کا خدا۔

۴۔خدائے مجازی: بادشاہ وقت، حاکم وقت، خاوند۔
۵۔خدافروش: مکار صوفی
۶۔خداتراشنا: (محاورہ) اپنے خیالات کے مطابق کسی کو اعلیٰ درجہ دینا: ''تراشیں تخیّل میں اپنے خدا''
۷۔خدانی: مالک کی تانیث۔ سردارنی۔ دیوی (خدا+نی) (لاحقۂ تانیث) استعمال: مرتبہ پاؤ گی خدانی کہلاؤ گی۔ طلسم نوخیز جمشیدی
۸۔خدائنی: آقا۔ مالک کی تانیث۔ (لغت۔ انجمن ترقیٔ اردو) ملکہ
۹۔خداوند: مالک، خدا، حاکم عہدیدار، حاکم

بحر کاہل کے جزیروں کے افیمی باسی
قسمت مشرق اقصٰی کے خداوند بنے (ابن انشا)

۱۰۔خداوند: (کنایۃً) محبوب، معشوق

اک بوسے کا سائل ہوں خداوند سے اے مہر
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

۱۱۔خداوند: بادشاہ کو مخاطب کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ (لاحقۂ صفت)
''بادشاہ کے سامنے زمین بوس ہو کے عرض کرنے لگا۔ خداوند! میری عمر پچیاسی برس کی ہے۔'' (مضامین شرر)
۱۲۔خداوندزادہ/ خداوندزاد: (کنایۃً امیر یا رئیس کا بیٹا)
۱۳۔خداوندطبع: آقامنش، مقدورانہ طبیعت کا مالک۔
''اردو نے تھوڑی سی عمر میں وہ شوخی دکھائی کہ اچھے اچھے خداوند طبع لوگ اس کی محبّت کا دم بھرنے لگے۔'' (مقالات ناصری)
۱۴۔خداوندمجاز: دنیاوی اور ظاہری خداوند، پیرومرشد، صاحب کرامات (خداوند+مجاز=لاحقہ صفت)

تجھے منظور ہو دنیا تو یہ کیا روک سکتا ہے
ذریعہ ہے حقیقت میں خداوند مجاز اپنا (دیوانِ حبیب)

۱۵۔خداوندنعمت: بادشاہوں اور رئیسوں کو مخاطب کرنے کا کلمہ۔

جگر کو مرے عشق خونابہ مشرب
لکھے ہیں خداوند نعمت سلامت (غالب)

۱۶۔خداوندان وقت: وہ لوگ (صوفیا) جو زمانے کی قید سے آزاد ہوتے ہیں۔ (ترجمہ کشف المحجوب)
۱۷۔خداوندی: اللہ کی قدرت، حکم الٰہی، خدائی (اور اس کے ساتھ)
۱۸۔خداوندی: امیری، بادشاہت

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی (اقبال)

۱۹۔خدائی: الوہیت، خدا سے منسوب، بندگی کی ضد۔

''خدا کی خدائی میں کون شریک ہے۔''(اس کے ساتھ یوں بھی مستعمل ہے)

۲۰۔ خدائی: راج، حکمرانی

رہیں گے اب خدائی میں بتوں کی
بہت گزری ہے دور آسماں میں

۲۱۔ خدائی: خدا بنانے کا عمل، ایسا کام جس سے کسی کو خدا ٹھہرا دیا جائے۔ (فرہنگ اقبال) ''گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ''

۲۲۔ خدایان: خدا+ ی (اتصال)+ان (لاحقہ جمع) جولوگ مالک ہیں۔ (فرہنگ اقبال)

۲۳: خدایان بحروبر: سمندر اور روئے زمین کا علم رکھنے والے۔ قضا وقدر کے کارکن فرشتے:

''خبر ملی ہے خدایان بحر و بر سے مجھے'' (بال جبریل)

۲۴۔ خدایان ہمالہ: ہمالیہ کی وادیوں میں رہنے والے ہندو سادھو۔ ہندودھرم کے فلسفی۔ ''دیتے ہیں یہ پیغام خدایان ہمالہ'' (ارمغان حجاز)

لفظ خدا کے مشتقات اور لاحقوں کے ساتھ استعمال کی یہ وہ صورتیں ہیں جن کی بنا پر ذات باری تعالیٰ کے لیے لفظ خدا کے استعمال سے بعض احتیاط پسند حضرات اجتناب کرتے ہیں۔ تاہم اولیائے کرام اور فقہائے عظام نے لفظ خدا اس کے اصل معنٰی میں کثرت سے استعمال کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذات باری تعالیٰ کے لیے خدا کا استعمال جائز ہے۔ لیکن افضل و اولیٰ یہی ہے کہ ذات باری تعالیٰ کو اس کے اسم ذات یا اسمائے حسنٰی ہی سے پکارا جائے۔

مکتوب گرامی میں فارسی میں نماز کے حوالے سے یہ وضاحت پیش خدمت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں اپنے فتویٰ سے رجوع فرما لیا تھا (الہدایہ) اور صرف عذر کی حالت میں یہ حکم ہے یعنی یہ عارضی حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ عذر کے رفع ہو جانے کے بعد یہ رعایت باقی نہیں رہتی۔ کتابیات کے حوالے سے بھی یہ بات محل نظر ہے کہ خط کے آخر میں صرف کتابوں کے نام تحریر کر دیے گئے ہیں اور یہ نشان دہی نہیں کی گئی کہ کون سے نکات کہاں سے اخذ کیے گئے ہیں۔

(ادارہ)

شاکر اعوان، پروفیسر ڈاکٹر (لاہور)

صباحتیں آپ کی دہلیز چومیں اور رحمانیت ربانی کے در آپ پر سدا وا رہیں۔ کس کس جذبے اور شوق سے ایک بہارستان نعت سجانے میں مصروف ہیں۔ نعت کو ایک باقاعدہ صنف سخن منوانے میں آپ کی سعی ان شاء اللہ کامیاب ہوگی۔ اس عاجز گناہ گار نے ۱۹۸۰ء میں ''عہد رسالت میں نعت''[۱] مرتب کی عربی لغت کی تحقیق و تنقید کا شاید یہ پہلا تجربہ تھا۔ مقصد اصولِ نعت گوئی کی تعیین تھا اسی لیے اس کا نام ''الاصول فی مدح الرسول مقبول ﷺ'' رکھا۔ اللہ غریق رحمت فرمائے احمد ندیم قاسمی کو انھوں نے ۱۹۹۳ء میں مجلس ترقی ادب لاہور کی ریویو کمیٹی کی اس رائے کے بعد کہ ''ایسی تخلیقی تحقیق اردو تو کیا خود عربی میں بھی نہیں آئی'' اپنی نگرانی میں اس کی اشاعت کی ہامی بھری تو نام کو آسان کرنے کی تجویز بھی آئی۔ چناں چہ بہت سارے مجوزہ ناموں سے ایک نام عہد رسالت میں نعت منتخب ہو گیا۔ لطافت ''میں نعت'' نے پیدا کی، ''کی نعت'' کا مفہوم کچھ اور ہوتا۔ اب اسے چھپے انیس بیس برس ہو رہے ہیں۔ اس کی مکرر اشاعت آپ کے ذریعے ممکن ہو تو آپ کے ذوقِ جمال کی وساطت سے کماحقہ، حسن کمال پا سکے گی۔

اس مختصر رسالے میں نعت سے متعلق جملہ مباحث اختصار اور جامعیت کے ساتھ جمع ہیں۔ نعت کے ارتقا میں عصری روح کی ترجمانی ہو یا

لفظ واصطلاح کی بحث اس کتاب کا حصّہ ہے۔میرا خیال ہے اب ''درود وصلوٰۃ'' کے درمیان معنوی بعد پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیوں کہ درود، فارسی مصدر درودن (کاٹنا) کا ماضی مطلق ہے اور صلوٰۃ: عربی مصدر التصلیہ سے مشتق ہے یعنی جوڑ۔ملاپ، اتصال۔

مرے طاقِ جاں میں نسبت کے چراغ جل رہے ہیں
مجھے خوف تیرگی کا کبھی تھا، نہ ہے، نہ ہوگا

سبحان اللہ! اس شعر کے حرف حرف سے پھوٹتی لو، شاعر کے خلوص کی آئینہ دار ہے۔اس خصوص کا آدمی ''نعت رنگ'' جمائے تو کیوں نہ ساری ادبی فضا رنگ ونور میں ڈھلنے لگے۔انتخابی تنقید کی اصطلاح، نعت کی زلف سنوارنے میں آپ ہی کی بدولت ظہور میں آئی۔اللّٰہم زِد فزد۔

''نعت رنگ'' کے چند شمارے ملے، آنکھیں روشن ہوئیں بلکہ سچ پوچھیے تو کھلیں کہ نام یہ ہوتا ہے۔صبیح صاحب کچھ عرصہ پہلے محمود آباد کے مجلّہ نعت کے کسی مضمون میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے منسوب دوبیتی کی اصل خالق خاتون صحابیہ کا نام نظر سے گزرا تھا۔وہ مجلّہ اب مجھے نہیں مل رہا۔سب سے پہلے شاید ''عہدِ رسالت میں نعت'' ہی کے اندر، حضرت حسان سے ان شعروں کی نسبت پر عدم اتفاق کا اظہار ہوا تھا۔اس مضمون سے میرے خیال کی توثیق ہوئی۔کیا آپ میرے لیے یہ دردِ سر قبول فرمائیں گے؟ مجھے اُس صحابیہ کا نام نامی چاہیے۔آپ اسے ''حضرت حسان کی ایک، دوبیتی'' کے عنوان سے مزے کا مضمون ''نعت رنگ'' میں چھاپ سکتے ہیں۔میری صحت اچھی ہوئی تو لکھ کر بھیجوں گا مگر مطلوبہ نام کے بغیر تحقیق ادھوری رہے گی۔ہم نے اپنے شعبہ کے ایک ایم فل اسکالر کو ''خواتین کی نعتیہ اردو شاعری'' کا موضوع دے رکھا ہے۔اس کی طرف سے تحریک ہوتو تعاون ضرور کیجیے۔ہاتھ رعشہ سے کانپتے ہیں اس لیے بدخطی کے لیے معذرت۔

شاکر اعوان

☆ پروفیسر ڈاکٹر شاکر اعوان (۱۹۴۰ء۔۱۴ اگست ۲۰۲۲ء)، مصنّف، محقق، کتاب: ''عہد رسالت ﷺ میں نعت''، ''دوقومی نظریہ (متون اقبال کی روشنی میں)''، ''اقبال کا تصوّرِ ملت اور آزادیِ ہند''، ''جاوید نامہ: مقدمہ، حواشی وتعلیقات''، ''بیان اقبال نیا تناظر'' ودیگر۔
۱۔۱۹۹۳ء، لاہور: مجلس ترقی ادب، بار اول، ۲۶۴ص

شاکر کنڈان (سرگودھا)

محترمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک فوجی آدمی ہوں، اس لیے زیادہ القابات سے آگاہ نہیں، سیدھی سادی بات سیدھے سادے انداز میں کہتا ہوں۔

میرے القابات پر کیا موقوف، اللہ ربّ العزت نے آپ کو ثنائے خواجہ کونین ﷺ سے جو نوازا ہے یہ کسی طور کم نہیں بلکہ ایک بہت بڑا انعام اور اعزاز ہے۔بہر حال...آمدم برسر مطلب

''نعت رنگ'' شمارہ ۵ دیکھا اور فوراً ہی خرید لایا۔مجھے علم ہے کہ ایک کتاب کو مارکیٹ تک لانے میں کتنی مشکلوں اور دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے...لیکن ہم نے اپنی جیب پر نظر کرنا ہوتی ہے۔۱۵۰روپے ''نعت رنگ'' کا ہدیہ کوئی زیادہ نہیں لیکن...آپ کو اب کیا بتاؤں۔میں گزشتہ شمارے منگوانا چاہتا ہوں اور کراچی سے نعت کے حوالے سے مرتب ہونے والی کتب خریدنا چاہتا ہوں۔

میں صرف فوجی ہی نہیں ایک ادیب اور شاعر بھی ہوں گو کہ مبتدی ہوں لیکن شوق نے مجھے خوب مہمیز لگا رکھی ہے۔چند ایک کتب شائع کروا چکا ہوں۔اگر آپ حوصلہ افزائی کریں تو میں ''نعت رنگ'' کے لیے علاقائی سطح پر تخلیق ہونے والا نعتیہ کلام مقالے کی صورت لکھ کر بھیج سکتا ہوں۔

علاوہ ازیں آپ ارشاد فرمائیں کہ ''نعت رنگ'' اور آپ کے ادارے کی شائع شدہ نعتیہ کتب کس قیمت پر ناچیز کو عنایت فرما سکتے۔ اُمید ہے آپ میری اقتصادی حالت کے مدنظر بندہ کو قیمتیں ارسال فرمائیں گے اور فہرست بھی۔ بہت ممنون ہوں گا۔ احباب کو سلام۔

والسّلام۔ دعا گو

شاکر کنڈان

☆ شاکر کنڈان (پ: ۲۰ جون ۱۹۵۱ء)، اصل نام: عطا رسول، شاعر، ادیب، مرتب: سہ ماہی ''عقیدت'' (سرگودھا)، کتب: ''آشوبِ زیست''، ''رفاقتوں کی فصیلیں''، ''اردو ادب اور عساکر پاکستان'' (تین جلدیں)، ''اردو نعت اور عساکر پاکستان''، ''نعت حضور اور سرگودھا کے شعراء''، ''کراچی کے نعت گو شعراء''، ''سندھ کے نعت گو''، ''راولپنڈی شہر کے نعت گو شعراء''، ''اسلام آباد کے نعت گو شعراء''، ''جادۂ شوق ومحبّت''، ''بیرک نامہ''، ''ہتھیلی پہ سورج''، ''مضباچے''، ''سنجیاں گلیاں سجریاں راہواں''، ''نعت گویانِ سرگودھا''، ''وجدان کی دوسری آنکھ'' ودیگر۔

~~~~~~

۲۰/ اگست ۲۰۱۴ء

آپ کی محبّتوں کا تحفہ ''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' اور ''نعت نامے'' کی صورت موصول ہوا۔ بہت ہی شکرگزار ہوں کہ اپنی عنایات سے نوازا۔

یہ دونوں کتابیں نعتیہ ادب میں بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ کل کا ادیب اس کی صحیح اہمیت سے آگاہ ہوگا۔ ''نعت نامے'' کے مکاتیب جن پہلوؤں اور نعت کی جن جہتوں کو اجاگر کرتے ہیں شاید آج تک لکھے جانے والے نعتیہ مقالے بھی ان کے پاسنگ نہیں۔ ان خطوط میں مختلف اذہان نے جن متنوع پہلوؤں پر سوچا یہ قابلِ تحسین بھی ہے اور قابلِ قدر بھی۔ آپ کو بہت بہت مبارک۔

آپ سے میں نے عساکرِ پاکستان کے نعت نگاروں کے تذکرے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اُس پر کام کر رہا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ ایک ہی دفعہ بھرپور کام کروں۔ دعا کریں۔ فی الحال ایک اور مضمون حاضر ہے۔ امید ہے پسند آئے گا۔

اہلِ خانہ کو دعائیں۔ احباب کو سلام

والسّلام۔ دعا گو

شاکر کنڈان

~~~~~~

شان الحق حقی (کینیڈا)

آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے کچھ معجزات ان کی حیات میں ظہور میں آئے ہوں یا نہ آئے ہوں، ان کی وفات کے بعد جو درود وسلام، لا تعد ولاتحصیٰ، ان کی ذات گرامی پر بھیجے گئے وہ اپنی جگہ ایک معجزے سے کم نہیں۔ یہ میرے نزدیک سب سے بڑا اور سچا معجزہ ہے، جس کا جواب محال ہے۔ نعتوں کا سلسلہ الگ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی اور برگزیدہ شخصیت کے لیے، اتنے منظومات، سلام، گیت، بھجن یا مدحتیں لکھی گئی ہوں گی۔ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں بہت سے odes, hymns, songs لکھے گئے ہیں، جیسے سپنسر کا Ode to the Nativity of Christ (برمیلادِ مسیح) مگر ان کی تعداد اس کا عشرِ عشیر بھی نہ ہوگی۔ حیرت بالائے حیرت یہ کہ خود غیر مسلموں نے اس میدان میں دل کھول کر طبع آزمائی کی اور بہت کچھ دادِ سخن آرائی دی، جس کا اعتراف واجب ہے۔ یہ سلسلہ قرونِ اولیٰ سے جاری ہے، اس کا آغاز جناب رسالت مآب ﷺ کے حینِ حیات میں

ہوگیا تھا، اور برابر فروغ پذیر رہا۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی میں گزشتہ سب زمانوں سے بڑھ گیا۔ ہمارے ہاں تحریک پاکستان سے بھی اس کو تقویت ملی، جس میں ایک نئے اسلامی معاشرے کی تشکیل اور دین کی عظمت مدنظر تھی، جو جناب رسالت مآب کی ذات مکرم سے عبارت ہے، بقول اقبال:

''بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست''

اس صدی کے آغاز میں بعض خلاف مذہب تحریکات کے ردعمل کے طور پر بھی دنیا بھر کے مذہبی حلقوں میں ایک ہلچل پیدا ہوئی، جس میں سوویت یونین کے خلاف کچھ شعوری تحریک کا بھی دخل تھا۔ جس کی روحانیت سے عاری نظام فکر اور محض مادی تصور حیات نے دنیا بھر میں بہت سے انسانوں کے ایمان کو متزلزل کر دیا تھا۔ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں ایک طرف روس کے خلاف سرد جنگ زوروں پر تھی اور یہ اس مہم کا آخری مرحلہ تھا جو ستر بہتر برس خصوصاً امریکہ کی طرف سے بہ شدت و بہ ہر حیلہ جاری رہی۔ دوسری طرف جنرل صاحب نے اسلامی نظام رائج کرنے کا سبز باغ دکھایا، جس سے مومنین کے دل میں ایک نئی امنگ پیدا ہوئی اور اس سے اہل تخلیق بھی متاثر ہوئے۔ چناں چہ انیس سو اسی (۱۹۸۰ء) کی دہائی میں سب سے زیادہ نعتیں لکھی گئیں اور جو نعتیہ مجموعے جب سے اب تک شائع ہوئے ان کی تعداد تمام ہند اسلامی تاریخ کے نعتیہ مجموعوں سے بڑھ گئی۔

حب رسول مسلمان کا جزو ایمان ہے، اور اس کا اظہار بصورت نعت ایک فطری اور اندرونی تقاضا ہے۔ چناں چہ کوئی بیرونی تحریک یا تقریب بھی تخلیقی ذہن کو اس طرف بآسانی مائل کر سکتی ہے۔ یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں۔ اب وہ جوش و جذبہ جسے بڑی طاقتیں اپنے مفید مطلب سمجھتی تھیں اور اسے ہوا دینے پر مائل تھیں، انھیں کھٹکنے لگا ہے۔ اب وہ اسے تقویت دینے کی جگہ اسے دبانے پر مائل ہیں۔ مگر بقول مولانا ظفر علی خاں:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مذکورہ تاریخی پس منظر سے قطع نظر، ثنائے رسول بھی صلوٰۃ وسلام کی طرح، ہمارا محبوب مشغلہ، بلکہ فریضہ اور ایک مبارک ادبی روایت ہے۔ یہ ہمیشہ سے جاری تھا اور جاری رہے گا۔ ''نعت رنگ'' کے کتابی سلسلے نے اس مقدس روایت کو منظّم institutionalized صورت میں جاری رکھا ہے، اور بڑے دل پذیر، رنگا رنگ، روح پرور، ایمان افروز مجموعے شائع کیے ہیں۔ میں آپ کے ذوق اور لگن کا معترف و مداح ہوں۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

شان الحق حقی

☆ شان الحق حقّی (۱۵ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء)، شاعر، ادیب، محقق، مترجم، ماہر لسانیات، نائب مدیر: ''آج کل''، مدیر اعلیٰ: ''ماہِ نو'' (کراچی)، رکن و معتمد: ترقی اُردو بورڈ (کراچی)، ڈائرکٹر: یونائیٹڈ ایڈورٹائزر (کراچی)، کتب: ''انتخابِ ظفر''، ''انجان راہی'' (ترجمہ امریکی ناول)، ''تارِ پیراہن'' (منظومات)، ''دل کی زبان''، ''پھول کھلے ہیں رنگ برنگے'' (منظومات)، ''نکتۂ راز'' (تنقیدی مقالات)، ''لغاتِ تلفّظ''، ''آپس کی باتیں''، ''افسانہ در افسانہ'' (خود نوشت سوانح)، ''حرفِ دل رس''، ''اوکسفرڈ انگریزی اردو لغت''، ''شاخسانے''۔ اعزازات: ''تمغۂ قائد اعظم'' (۱۹۶۹ء)، ''ستارۂ امتیاز'' (۱۹۸۶ء)۔

شبنم رومانی (کراچی)

۲۰/ اگست ۱۹۹۵ء

عزیزم! رنگوں میں نہائی نعتیں اور نعتوں میں ڈوبے ہوئے رنگ... تم نعت پڑھتے ہو تو کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ تم تو خود ''نعت رنگ'' ہو پھر یہ کتاب تم سے الگ کوئی چیز کیسے ہو سکتی تھی! سوچتے تو ہم بھی تھے اور بھی بہت سے اہلِ دانش و بینش نعت کی صنفی اہمیت کے قائل ہیں، مگر تم نے لگائی ایڑ تو خندق کے پار تھے۔ یہ ایک ایسا ہی کارنامہ ہے:

ایں کار از تو آید مردانِ چنیں کند

حقیقت یہ ہے کہ مدتِ دراز تک ''نعت'' کو ہمارے ہاں دوسرے درجے کی صنفِ سخن سمجھا جاتا رہا ہے۔ نعت کہنے والوں کا ایک الگ ہی گروہ تھا جس کو دانش ورانِ ادب قابلِ توجہ نہیں سمجھتے تھے۔ خدا بھلا کرے اقبال صفی پوری کا کہ انھوں نے کل پاکستان نعت مشاعرے کی روایت قائم کی اور ملک کے تمام بڑے اور اہم شاعروں کو باقاعدہ نعت کہنے کی طرف راغب کیا۔ نعتیہ شاعروں سے میرا شغف انھیں مشاعروں کے سبب پیدا ہوا۔ اس کا اظہار ضروری تھا کہ یہ بات ریکارڈ پر آجائے۔ حق دار کو اس کا حق ملنا ہی چاہیے۔ دوسرا سنجیدہ کام تم نے شروع کیا ہے بلکہ دوسرا نہیں، یہ پہلا سنجیدہ کام ہے جو اس جہت میں کیا گیا ہے۔ ''نعت'' کے سیاق و سباق پر گفتگو، نعت کے سفر کی نشان دہی، اس کی صنفی اہمیت پر تنقیدی مضامین اور نعت گو شعرا کی بے احتیاطیوں پر گرفت۔ یہ سب کچھ ''نعت رنگ'' میں یک جا ہے اور یہ کام یہاں ختم نہیں ہو گیا، تم نے اس کو جاری رکھنے کے جس عزم کا اظہار کیا ہے وہ نئی نسل کی تمام کج رویوں اور کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر دے گا۔ میری دلی دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔

دعا گو

(شبنم رومانی)

☆ شبنم رومانی (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۹ء)، اصل نام: مرزا عظیم احمد بیگ چغتائی، تخلّص: شبنم، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، کالم نویس، مدیر: سہ ماہی ''اقدار'' (کراچی)، کتب: ''مثنوی سیر کراچی''، ''جزیرہ'' (شعری مجموعہ)، ''حرفِ نسبت'' (نعت)، ''ارمغانِ مجنوں''، ''تہمت''، ''دوسرا ہمالہ'' (شعری مجموعہ)۔

شبیر احمد قادری، ڈاکٹر (فیصل آباد)

۲۸۔نومبر ۲۰۰۱ء

محترم صبیح بھائی! السّلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

کس طور آپ کا شکریہ ادا کروں... میرے چھوٹے سے ذاتی کتب خانے کا دامن آپ رنگ رنگ موتیوں بھرتے جا رہے ہیں۔ آپ کی ان نوازشات پر ممنون ہوں۔ سبدِ گل [۱]، قصرِ بلند [۲]، ایچ ایچ امام اکبر آبادی [۳] کی اہم کتب ہیں۔ سب سے زیادہ خوشی ''جادۂ رحمت کا مسافر'' [۴] دیکھ کر ہوئی۔ بھئی کیا کہنے؟ سبحان اللہ۔ مجھے بتاتے تو دیر سے لکھا ہوا آپ کے حوالے سے اپنا ادھورا مضمون میں بھی بھجوا دیتا۔ بغور اور بغائر مطالعہ کے بعد تفصیل سے کچھ لکھ سکوں گا۔ ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کا ''حصہ'' انھیں پہنچا دیا ہے۔ شکریہ ادا کر رہے تھے۔ کشفی صاحب کے بارے میں وہ مضمون غالباً مکمّل کر چکے ہیں، میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔

والسّلام

شبیر احمد قادری

☆ ڈاکٹر شبیر احمد قادری (پ: ۱۹۶۰ء)، معلّم، محقق، ادیب، مدیرِ اعلیٰ: کتابی سلسلہ ''شہرِ نعت'' (فیصل آباد)، کتب: ''شعروں کی خوشبو''، ''غنچۂ شوق''، ''سحرِ معلومات''، ''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں''، ''فرزند اردو۔ سید روح الامین''، و دیگر۔

۱۔اگست ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۲۲۶ص ۲۔ایضاً

۳۔ایچ۔ایچ۔امام اکبر آبادی (۱۸۸۴ء۔۱۹۶۶ء)، اصل نام: حاجی حافظ امام الدین، شاعر، ادیب، دیگر کتب: ''ہندوستانی زبان''، ''پردہ اور تعلیم''۔

۴۔مرتب: ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی، ۲۰۰۱ء، کراچی: آفتاب اکیڈمی، ۱۳۶ص

محترم صبیح بھائی! السّلام علیکم! مزاج صبیح۔

آپ کے فکروفن کے بارے میں رسائل کے خصوصی نمبر آنے لگے۔ بہت خوشی ہوئی۔ ایسا ہونا چاہیے۔ یہ تحفہ بھیجنے کا بہت شکریہ۔

میں حافظؔ لدھیانوی مرحوم کی نثری اور شعری خدمات پر پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ[۱] لکھ رہا ہوں۔ علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی اسلام آباد کے زیرِاہتمام ڈاکٹر بشیر سیفی[۲] کی نگرانی میں لکھے جارہے ڈاکٹریٹ کے اس تھیسس کے لیے مجھے آپ کے تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ سوال نامہ بھیج رہا ہوں۔ اپنی بے لاگ رائے سے ضرور نوازیں۔ ہوسکے تو دوسرے احباب کو بھی زحمت دیں یا مجھے باقاعدہ ایڈریس لکھ بھیجیں، میں خود اُن سے رابطہ کرسکوں۔ اُمید ہے آپ ''جواب نامہ'' ضرور بھجوائیں گے۔

والسّلام۔ نیازمند

شبیر احمد قادری

۱۔ ''حافظؔ لدھیانوی کی نثر اور شاعری''، ڈاکٹر بشیر سیفی کی زیرِنگرانی کام کا آغاز کیا گیا، ۲۰۰۱ء میں ڈاکٹر سیفی کے انتقال کے بعد ڈاکٹر ریاض مجید کی زیرِنگرانی یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ۲۰۰۷ء میں ڈگری ایوارڈ ہوئی۔ (غیر مطبوعہ) ۴۰۰ص

۲۔ ڈاکٹر بشیر سیفی (۱۹۴۸ء۔۲۰۰۱ء)، شاعر و ادیب، محقق، نقاد، تصانیف: ''مطلع''، ''خاکہ نگاری''، ''شعرائے راولپنڈی''، ''اردو میں انشائیہ نگاری'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''گفتار''، ''تنقیدی مطالعے''، ''دھوپ سے خالی دن'' (ہائیکو)۔

~~~~~~

السّلام علیکم!

'نعت رنگ' کا سترھواں شمارہ ضخامت کے اعتبار سے گزشتہ شماروں پر بازی لے گیا۔ ۵۱۲ صفحات پر مبنی یہ شمارہ بھی اپنے اندر رنگینیاں سمیٹے ہوئے ہے۔ ان سترہ شماروں میں حمد و نعت کے بعض بنیادی نوعیت کے موضوعات پر اہلِ علم و فضل نے خوب جم کر لکھا ہے۔ آپ نے نعت کے ایسے مقدس موضوع کی معیار بندی کی خاطر تنقید کے جو در کھولے ہیں اس سے نعت نگار اور نعت خوان دونوں محتاط ہوگئے ہیں۔ معاصر شاعروں کی نئی نعتوں میں ان موضوعات سے دامن بچا کر چلنے کا شعور پیدا ہوا ہے جنھیں صنفِ نعت سے دُور کی بھی نسبت نہ تھی۔ نعت پر تنقید اس سے پہلے بھی ہو رہی تھی مگر 'نعت رنگ' کا تخصص یہ ہے کہ اس حوالے سے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت کام شروع ہوا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نعت پر تنقید کے بعض ایسے نمونے دیکھنے کو ملے جس کی اس سے پہلے مثال موجود نہ تھی۔ اس سے ردِّعمل بھی سامنے آیا جو فطری بات تھی اس لیے کہ نعت کو صرف عقیدتوں کے اظہار تک محدود رکھنے والے اس کے فنی پہلوؤں کو یکسر نظرانداز کررہے تھے۔ نعت کو اصنافِ سخن میں شمار نہ کیے جانے کے پیچھے یہی عمل کارفرما تھا...مگر اب یونی ورسٹیوں میں نعت کو ادبی صنف کے طور پر قبول کر کے اس پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ۔ ڈی سطح کے تحقیقی مقالات لکھنے کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔

ادھر اردو کے صفِ اوّل کے نعت گو شاعر حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کو بھی ہمارے بعض علمائے کرام نے 'فاضل بریلوی' سے آگے نہ بڑھنے دیا۔ حالاں کہ ان علما میں بھی بعض شاعری کرتے ہیں۔ ایک شاعر دوسرے شاعر کی عظمت اور اہمیت کو بہتر جانتا ہے۔ اب مولانا احمد رضا خان کی شاعرانہ حیثیت اور مقام و مرتبہ پر کھل کر بات کرنا ہوگی۔ اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ (۱) جب تنقید کے اصولوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کلامِ رضا پر کام کیا جائے۔ (۲) تحقیقی اصولوں کو بروئے کار لاتے ہوئے بے لاگ تحقیق کی جائے۔ اس کے لیے ہم عقیدت مندانِ رضا کو حوصلے اور برداشت سے کام لینا ہوگا۔ اور دلائل کی روشنی میں بات کو آگے بڑھانا ہوگا۔ آپ نے 'جامِ نور' (نئی دہلی) کو دیے گئے انٹرویو (مئی ۲۰۰۵ء) میں ایک
~~~~~~

سوال کے جواب میں درست کہا ہے کہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب پر کام کرنے والوں پر ایک خوف کا سایہ ہے کہ ان کی نعتیہ شاعری کو اگر ہم تنقیدی رویوں سے گزاریں گے تو ہمارے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ بن جائے گا جب کہ میرا خیال یہ ہے کہ اس تاثر کو ختم کرنا چاہیے۔ دیکھیے! غالب اردو کا ایک عظیم شاعر ہے اگر اس کے حق میں دو سو کتابیں وجود میں آئی ہیں تو اس کے فن کے خلاف بھی دو سو کتابیں وجود میں آئی ہیں مگر شاعر ہونے کی حیثیت سے اس کے قد پر کوئی حرف نہیں آتا بلکہ تنقیدی کسوٹی سے گزر کر اس کی شاعری دن بدن فن کے نئے پہلوؤں سے ہمیں آشنا کر رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی شاعری اتنی بڑی، اتنی وقیع اور مقبول ہے کہ ان کے سر سے کلام کی مقبولیت اور عظمت کا تاج اب کوئی چھین نہیں سکتا۔ لیکن مولانا کی شاعری پر کھل کر گفتگو نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ اب تک ان کا کوئی ادبی مقام متعیّن نہ ہو سکا۔ (صفحہ نمبر ۳۷)

صبیح بھائی! آپ نے جس راستے کا انتخاب کیا ہے یہ بڑا پُر خار ہے اور پُر پیچ ہے۔ اس میں بہت مشکلات ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ بادِ مخالف سے نہ گھبرائیں اور آپ وہی کریں جو کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نعت کے میدان میں انقلابی سوچ رکھنے والے مدیر ہیں، 'خوف کا سایہ' خود بخود چھٹ جائے گا اور کوئی 'بہت بڑا مسئلہ' بھی کھڑا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ سترہ شماروں کے ذریعے آپ لوگوں کے ذہن تیار کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکے ہیں۔ اختلافِ رائے بقول آپ کے 'بری چیز نہیں مگر شائستگی ضروری ہے'۔ (اداریہ: شمارہ نمبر ۱۷)

'نعت رنگ' صوری اور معنوی ہر دو حوالوں سے بڑا معیاری اور دل آویز کتابی سلسلہ ہے۔ ایک مسلک سے منسلک ہوتے ہوئے بھی آپ نے 'نعت رنگ' کو 'مسلکی جریدہ' نہیں بننے دیا۔ اس میں ہر طبقے کو نمائندگی دے کر اسے آپ نے ایک دلچسپ مرقع بنا دیا ہے۔ 'نعت رنگ' میں مستقل لکھنے والوں نے اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ وہی مطالعہ اور مشاہدہ کہتا ہے۔ خطوط کا حصہ تو اچھا خاصا 'ہائیڈ پارک' بن چکا ہے۔ اس میں کسی خاص موضوع کے حق اور مخالفت میں دونوں آرا موجود ہوتی ہیں، ایک عمل کا ردِّ عمل اگلے شمارے میں سامنے آجاتا ہے۔ جواب آں غزل تو خیر کمال دلچسپی لیے ہوئے ہے۔ 'نعت رنگ' آپ کے باطنی اخلاص اور ذاتِ سرورِ کائنات ﷺ سے تعلّق خاطر کا مظہر ہے۔ ایک طرف آپ نعت گوئی اور دوسری جانب نعت خوانی کے ذریعے جو سعادت دارین حاصل ہوتی ہے وہ عطائے ربی ہے، 'نعت رنگ' عقیدتوں کے اظہار کی تیسری جہت ہے جس میں آپ کے ساتھ ہزاروں لاکھوں عقیدت مندوں کا قافلہ بھی ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ 'نعت رنگ' کے اجرا سے پہلے جب آپ محترم غوث میاں کے ہمراہ فیصل آباد آئے تھے تو آپ کا عجز آثار عزم بتا رہا تھا کہ آپ کوئی بہت بڑا منفرد کام کرنے جا رہے ہیں اور میرا یہ تاثر اب ایک زندہ حقیقت بن چکا ہے۔ ۵۱۲ صفحات کے شمارے کا حرف حرف اعلان کر رہا ہے کہ آنے والے دنوں میں اس سے بھی زیادہ کی وقع رکھی جائے۔

صبیح بھائی! آپ کی اب تک کی خدمات کو دیکھتے ہوئے مجھے تو کم از کم یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ کام آپ خود نہیں کرتے بلکہ یہ کام آپ سے لیا جا رہا ہے۔ بالفاظ دگر آپ کو اس کام کے لیے چن لیا گیا ہے۔ اللہ کریم قبولیت کا یہ سلسلہ جاری رکھے۔ آمین۔ دس سال اور سترہ شمارے گل ہائے تبریک قبول کیجیے۔

والسّلام۔ نیاز مند

شبیر احمد قادری

شفقت حسین رضوی، سیّد، پروفیسر (کراچی)

۱۹/فروری ۱۹۹۷ء

برادرم! سلام علیکم۔

آپ نے عنایت بالائے عنایت فرمائی، میرا پتا معلوم کر کے گھر تشریف لانے کی زحمت اُٹھائی۔ اپنی نعتوں کے مجموعے اور ''نعت رنگ'' کے شمارے عطا فرمائے۔ آپ ٹھہرے دولت و دین سمیٹنے والے، آپ کا نعتیہ کلام آپ کے لیے زادِراہِ آخرت ہے۔ میری کم علمی اور کم بصری کہ میں آپ کا ہم سفر نہیں۔ بہرحال یہ مقدس شعری سفر آپ کو مبارک! مجھے لذت نظارہ کچھ کم نہیں ہے۔

نعت میں آپ کا لہجہ روایت سے الگ اور منفرد ہے۔ اس عمر میں یہ ذوق اور تخلیقی صلاحیت قابلِ رشک ہے۔ ''نعت رنگ'' کی اشاعت کے سلسلے میں بھی آپ کی کاوشیں لائق داد ہیں۔ ہم جیسے لوگ جو نقش بر آب ہوئے جاتے ہیں۔ نئی نسل سے کچھ اچھی توقعات نہیں رکھتے ہیں۔ آپ نے ہماری غلط فہمی کا ازالہ کر دیا۔ آپ طاہر سلطانی[۱]، ہلال نقوی اور بہت سے دوسرے نوجوان اُمید کی کرنیں ہیں۔ خدا آپ سب کو سلامت رکھے اور وہ کام کرنے کی توفیق اور ہمت عطا کرے جو ہم سے نہ ہو سکا۔ آپ لوگوں کی ہمت اور محنت دیکھ کر ہماری زندگی میں دو چار روز کا اضافہ شاید نہ ہو لیکن دو چار قطرہ خون کا اضافہ ضرور ہو جاتا ہے۔

''نعت رنگ'' مجموعی طور پر پسند آیا۔ نعتیہ کلام اعلیٰ درجہ کا ہے اور مضامین خیال افروز۔ چند مضامین میرے خیالات کے ترجمان ہیں۔ شمارہ نمبر۳ میں عاصی کرنالی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس سے متفق ہی نہیں بلکہ حفظ مراتب کے لیے مزید اصلاح کی ضرورت سمجھتا ہوں۔ میرے خیال میں نعت میں جو سراپا نگاری کی جاتی ہے وہ ذات گرامی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی محض مجاز کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ تخاطب کے لیے ''تو'' اور ''تیرا'' کی ضمیریں میرے دل میں چبھتی ہیں۔

نعتیہ ادب کے سلسلے میں کسی دقیق مطالعہ کا میں دعویٰ نہیں کرتا لیکن جو کچھ پڑھا اور دوسروں کی رائے سے متاثر ہوئے بغیر جو رائے قائم کی ہے ممکن ہے درست نہ ہو۔ لیکن یہ میری رائے ہے اور اسی طور قبول کرنا میرے حق کو تسلیم کرنا ہے۔ میرا مطالعہ یہ نظریہ قائم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ اردو میں نعت گوئی چار نوع کی ہے۔

۱۔ وہ نعت جو جذبۂ صادق اور خلوص بے پایاں کے ساتھ لکھی گئی ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ قاری اور نعت خواں پر پڑھنے کے دوران ایک خاصی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

۲۔ کمالِ فن کے اظہار کے لیے لکھی گئی نعت، اس کا اثر دل پر کم ہوتا ہے۔ البتہ دماغ غور و فکر پر مائل ہوتا ہے۔ اس کی داد دی جاتی ہے اس سے کیف طاری نہیں ہوتا۔

۳۔ روایت کی پاسداری میں کہی جانے والی نعت۔

۴۔ بس یوں ہی کہی ہوئی نعت! جب سب کہتے ہیں تو ہم کیوں نہ کہیں کے جذبے سے وجود میں آنے والی نعت۔

ذرا سی توجہ سے ہر نعت کو ان میں سے کسی قسم میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں (۱) اور (۲) کے امتزاج سے جو نعت وجود میں آتی ہے وہ ہر اعتبار سے کامیاب ہوتی ہے۔

یہ میرے خیالات ہیں ضروری نہیں کہ آپ یا دوسرے ان سے متفق ہوں۔ میں نے دانستہ مثالوں سے گریز کیا ہے۔

''نعت رنگ'' عصر حاضر کی بھرپور نمائندگی کرتا ہے۔اس کا نہج قابلِ تحسین ہے۔میرے خیال میں دو، تین مزید شماروں میں نئی جہتوں کی تلاش لازم ہوجائے گی۔کیوں نہ ابھی سے اس کی داغ بیل ڈالی جائے اور ''نعت رنگ'' کے scope کو وسیع کیا جائے۔اچھا ہوا گر آپ پاکستان میں مروّج زبانوں سے اس صنف کی نمائندہ تخلیقات حاصل کرکے ان کے اردو تراجم شائع کریں۔اس کے علاوہ مشرقی اور مغربی زبانوں کی نمائندہ تخلیقات کو بھی شامل کریں۔دوسرے اس امر کی کوشش بھی کریں کہ سابق میں جن شعرا نے نعت گوئی کے معیاری نمونے تخلیق کیے لیکن وہ اب گوشہ گم ناں میں ہیں انھیں متعارف کروایا جائے۔اگر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے ان امور کی جانب توجہ کی تو مستقبل میں ''نعت رنگ'' ''نعت انسائیکلو پیڈیا'' بن جائے۔

میں آپ کی نوازشوں کا شکریہ ادا کرنے بیٹھا تھا ذہنی رو میں جانے کیا کیا لکھ گیا۔طوالت کلام کی معذرت اور آپ کے لیے بہت سی نیک خواہشات اور دعاؤں کے ساتھ۔

نیازمند
شفقت رضوی

☆ سید شفقت حسین رضوی (۱۹۲۷ـ۲۰۱۰ء)، ادیب، محقق، نقاد، افسانہ نگار، استاد: نیشنل کالج کراچی، کتب: ''اردو کے یورپین شعراء''، ''بندے اور ان کی تاریخ''، ''سراج اورنگ آبادی (شخصیت وفن)''، ''مولانا حسرت موہانی''، ''دیوان مہ لقا بائی چندا''، ''حسرت موہانی (کتابیات)''، ''مضامین حسرت موہانی''، ''فیضان دکن''، ''مخدوم محی الدین، حیات اور ادبی خدمات''، ''بیگم حسرت موہانی، حیات وسیرت''، ''اذکار دکن''، ''اردو میں حمد گوئی''، ''نعت رنگ کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' ودیگر۔

۱۔طاہر حسین طاہر سلطانی (پ: ۱۹۵۴ء)، شاعر حمد ونعت، مدیر: ماہنامہ ''ارمغانِ حمد'' وکتابی سلسلہ ''جہانِ حمد'' (کراچی)، کتب: ''اردو حمد کا ارتقا''، ''حریم ناز میں صدائے اللہ اکبر''، ''اذانِ دیر''، ''گلشنِ حمد''، ''خوشبوؤں کا سفر''، ''نعت کی بہاریں''، ''نعت رحمت'' ودیگر۔

ایک/چھ/دو ہزار ایک

مکرمی ومحترمی جناب ایڈیٹر صاحب نعت رنگ

بعد تسلیمات یہ حقیر وکم ترین قلم بردار اپنے چاہنے والوں اور نا چاہنے والوں کی خدمت میں اس کے ذریعہ بقائمی ہوش وحواس، بلا جبر واکرہ، حالت ذہنی صحت میں برضا ورغبت تحریر کرتا ہے کہ ساٹھ سال قلم گھسنے کے بعد چند زخم اور چند داغ لیے ادبی دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔میں لکھنے کے عمل سے تائب ہو چکا۔یکم جون ۲۰۰۱ء کے بعد لائق اشاعت علمی یا ادبی تحریر سے گریز کروں گا۔البتہ سابق میں جس اندوختہ پر میرے ''کرم فرماؤں'' نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اس پر میرا کوئی حق نہیں ہوگا، وہ چاہے چھاپیں نہ چاہیں نہ چھاپیں۔چاہے میرے نام سے میری تحریریں چھاپیں یا اپنے سے کم تر چہیتوں کے ناموں کو ترجیح دیں مجھے اعتراض نہ ہوگا۔ماقبل بھی لوگوں نے میری چھ کتابیں اپنے نام سے چھپوا لیں تو میں نے کیا بگاڑ لیا جواب بگاڑ [لوں گا]۔ایک کتاب لاہور کے ایک ناشر کے پاس عرصہ چار سال سے ہے ایک مسودہ کراچی سوپر مارکیٹ کے تہہ خانے میں عرصہ ساڑھے چار سال سے بند ہے ایک مسودہ حیدرآباد سندھ کے ایک پبلشر کے پاس ہے۔ان کے خلاف ایک ۷۵ سالہ بوڑھا ریٹائرڈ پروفیسر کیا اقدام کرسکتا ہے یہاں تو ان کا اُلّو بولتا ہے جن کا علم ''حرفِ چند'' سے ماسوا اور وہ افلاطون، سقراط اور بقراط کے استاد بنے شہرت اور سونے بٹور رہے ہیں۔جاہلوں کی قدردانی ناشروں کی بےبسی ایڈیٹر کی جہالت کو دیکھتے ہوئے شرفا اپنی عزت اسی طرح بچا سکتے ہیں کہ ''کتا شاہی'' ریس سے خود کو دُور رکھیں۔

اس لیے آپ سے دست بستہ التماس ہے کہ

۱۔ آئندہ کوئی مضمون یا کتاب لکھنے کے لیے مجھ سے رجوع نہ کیا جائے۔

۲۔ جو مضامین آپ کی تحویل میں ہیں اس کی اشاعت یا عدم اشاعت آپ کی صوابدید پر منحصر ہے اگر دو چار ٹکے دے کر کوئی اپنے نام چھپوانا چاہے تو

ضرور اس کو یہ خوشی مہیا کریں۔

۳۔ دیگر مدیران کرام اور ناشرین جن سے آپ کا رابطہ رہتا ہے ان تک میری یہ لعنت ضرور پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

۴۔ اس خط کو من وعن، بلا ترمیم و تنسیخ اپنے رسالہ میں شائع کریں تا کہ دیگر مدیران و ناشرین کو اطلاع ہو جائے اور لکھنے والے عبرت حاصل کریں۔

والسّلام
شفقت رضوی

~~~~~~

میاں صبیح رحمانی مدیر اعلیٰ ''نعت رنگ'' کی خدمت میں سلام و دعائیں اور شکایتیں، مہربانوں کی نامہربانیاں اس حد تک بڑھ چکی ہیں، کینیڈا اور ملیشیا تو ان کی دسترس میں ہے مگر کسی منتظر التفات کے نام نامہ لکھنے کی فرصت ہے نہ ضرورت! پچھلے دو ماہ میں دو خط لکھے کسی کا جواب نہ ملا۔ ایک خط میں چیک روانہ کرنے کا ذکر تھا اس میں چیک رکھنا بھول گیا بعد میں چیک لکھا مگر پوسٹ نہ کر سکا کہ ۳؍نومبر کی رات کو ہارٹ اٹیک سے نمٹنا پڑا۔ بڑا سخت جان ہوں لوٹ پوٹ کر ٹھیک ہو گیا کہ آپ لوگوں نے سینوں پر مونگ دل سکوں۔ چیک اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر دیں اور رقم پچھلے خط میں لکھے مصارف میں استعمال کریں۔

''نعت رنگ'' کا خاص نمبر اُمید ہے ۲۰۰۶ء میں ورنہ ۲۰۰۷ء میں ضرور چھپ جائے گا شاید تب پڑھنے کے لیے ہم نہ رہیں، ہماری قبر پر پھولوں کے بجائے ''نعت رنگ'' چڑھا دینا۔ اس سے ہماری مغفرت ہو یا نہ ہو تم کو ثواب ضرور مل جائے گا۔

میں خط لکھوں نہ لکھوں مہینے میں ایک خط ضرور لکھ دیا کرو۔ اب حالت یہ ہو گئی ہے کہ پڑھنا بھولتا جا رہا ہوں۔ اگر نامہربانوں نے مہربانیاں کیں تو شاید ان کے خطوط کے ذریعے پڑھنے کی عادت عود کر آئے۔ تفصیلات اہم و غیر اہم سے آگاہ کرتے رہیں۔ ڈاکٹر عقیل، کشفی صاحب، عزیز احسن، مبین مرزا اور مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی بریلوی کی خدمت میں سلام اور نیاز۔

والسّلام
شفقت رضوی

~~~~~~

جناب صبیح رحمانی صاحب! سلام! مزاج گرامی۔
ٹیلی فون پر یاد کرنے کا شکریہ!

آپ کو میرا پتا درکار ہے۔ خط کی پیشانی پر نام اور پتہ کی اسٹیکر لگی ہے اسے پھاڑ کر محفوظ کر لیں بلکہ تعویذ بنا کر گلے میں ڈالیں جملہ آفات سے بچے رہیں گے۔

کشفی صاحب کے انتقال پر ملال رہا۔ جب سے خبر ملی دل اُچاٹ سا ہے حالاں کہ شخصی رابطہ کم رہا اور ابتدا بھی خوش گوار نہیں تھی، مگر انھوں نے ہمیشہ اچھے لفظوں سے یاد کیا، میں نے نہا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ اور قل ۳؍مرتبہ پڑھ کر ان کی مغفرت کی دعا کی اس طرح باہم مسلمان ہونے کا حق ادا کر دیا۔

لکھنے لکھانے سے طبیعت بیزار سی ہو گئی۔ ناقدردانی حد سے سوا ہے کوئی رسالہ سوائے ''مخزن'' معاوضہ نہیں دیتا وہ پہلے آٹھ سو دیتے تھے اب پتا نہیں کیا ریٹ ہے۔ ۲،۳ سال سے ان کے لیے لکھا ہی نہیں۔ قومی زبان والے سو روپیہ دیا کرتے تھے میں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ معاوضہ ملا تو شکریہ نہیں نہ ملا تو شکایت نہیں۔ پہلی دفعہ ڈاکٹر جعفر احمد[۱] نے معقول معاوضہ دلایا، کتاب کے ۲۵؍ہزار روپیہ دلوائے۔ خدا بخش لائبریری والوں نے کبھی معاوضہ نہیں دیا نہ مقالہ کا، نہ کتاب کا۔ اب تو حد ہو گئی میں نے حسرت موہانی کی نثر نگاری پر ایک مسودہ روانہ کیا تھا کئی سال ہوئے وصولی کے خط کے

ساتھ اس وقت کے ڈائریکٹر نے اشاعت کی یقین دہانی کرائی۔ عرصہ گزر گیا حال معلوم نہ ہوا۔ ابوسلمان صاحب[۲] انڈیا گئے تھے خدابخش لائبریری کی بھی زیارت کی۔ ڈائریکٹر صاحب نے میری کتاب اوران کی کتابوں کی اشاعت کا یقین دلایا۔ وہ صاحب چلے گئے نئے صاحب... کسی استفسار کا جواب نہیں دیتے اب اگر ماں، بہن کو گننے پر آمادہ نہ ہوں تو میں کیا کروں۔ یہی حرکت بار بار ہو چکی ہے ایک بار ڈاکٹر وحید قریشی نے ''صحیفہ'' کے لیے مضمون چھاپنے کی اطلاع [کذا] وہ بدل گئے۔ احمد ندیم قاسمی مجلس پر مسلّط ہوئے مسودہ ہضم کر دیا۔ بزمِ اقبال لاہور نے ایک مضمون چھاپنے کے لیے لکھا نئے ڈاکٹر کوئی... ذوالفقار[۳] آئے ابوسلمان سے کہا مسودہ بہت پُرانا ہے اب کیا اہمیت! یعنی تحقیق نئی باتوں کی ہونی چاہیے پُرانی باتوں کی نہیں۔

میرے حالات لائق تشکّر سے بھی زیادہ اچھے ہیں۔ میری چھوٹی بیٹی اور داماد نے موجودہ گھر نومبر ۲۰۰۶ء میں خریدا تھا تب سے میں یہیں مقیم ہوں۔ بیٹی تو خیر جو کرتی ہے اس کا فرض ہے داماد نے اولاد سے بڑھ کر خیال رکھا ہے۔ نواسے، نواسی، بہو سب ہر لمحہ خدمت پر آمادہ رہتے ہیں۔ مکان بہت بڑا ہے ایک ملین ڈالر میں خریدا ہے زمیں ایک ایکڑ کے قریب ہے، مکان کے سامنے سڑک کو بڑا سا لان ہے بیک یارڈ میں لمبی چوڑی زمین کے علاوہ لان، باغ، دو سوئمنگ پول ایک مچھلیوں کا پانڈ، ایک طرف گیاریج۔ یوں سمجھیں ڈیفنس یا کلفٹن کے اچھے سے اچھے مکان سے اچھا ہے۔ اتنا کشادہ کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کو ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ سب کے کمرے پہلی منزل پر ہیں۔ گراؤنڈ پر ڈرائنگ، ڈائننگ، میڈیا، لائبریری اور ۸۰/گز کے مکان کی طرح کچن ہے۔ صرف ایک کمرہ ہے جسے گیسٹ روم کہہ سکتے ہیں جس پر میرا قبضہ ہے ایک فقیر کو اور کیا چاہیے۔ گھر سے باہر کہیں شاپنگ کو جانا ہو تو کسی کو ساتھ لے کر اس کی گاڑی میں جاتا ہوں۔ ہر بچے کے پاس اپنی گاڑی ہے کوئی چیز خریدوں، حد یہ کہ بال کٹواؤں تو پیسے خرچ کرنے نہیں دیتے۔ یہ تفصیل میں نے اس لیے لکھی، آپ کی فکرمندی دُور ہو۔

میرے بارے میں ایم۔ اے۔ کے مقالے لکھے گئے تھے ایک مقالہ سندھ یونی ورسٹی میں لکھا گیا وہ میں نے چھپوا دیا تھا اس سے میں مطمئن تھا، کیوں کہ تیاری کے دوران لڑکی میرے ساتھ رابطہ میں رہی۔ اس کے ایک سال بعد ڈاکٹر عقیل نے کراچی یونی ورسٹی کے طالب علم سے لکھوایا، مقالہ نگار مجھ سے رابطہ میں نہیں رہا ڈاکٹر عقیل نے رہنمائی [کی]۔ مقالہ کی ایک جلد مجھے بھی دی جو میں نے پڑھی بھی نہیں اور ابوسلمان صاحب کی لائبریری میں رکھوا دی تھی۔ اگر وہ یا آپ زحمت کریں اسے پڑھیں اور اسے قابلِ اشاعت سمجھیں تو کوئی صورت نکالی جائے۔

اب عمر ۸۲/سال ہوگئی ہے۔ ۷/برس سے ایک گردہ پر گزارا ہے، صبح شام انسولین لیتا ہوں۔ ۲/شدید ہارٹ اٹیک سے جانبر ہو چکا ہوں۔ پیر کے انگوٹھوں میں گاؤٹ کی تکلیف ہے۔ آنکھیں پڑھنے سے جلد تھک جاتی ہیں، معلوم ہوتا ہے اللہ میاں کو بلاوے کا نوٹس دینا یاد ہی نہیں رہا۔ اگر تاریخ طے ہو جائے اور اطلاع پہلے ہی پہل مل جائے کراچی میں آخری سانس لوں اور یا تو والد کی قبر میں جگہ پاؤں یا بیوی کی قبر میں ان کے ساتھ آرام کروں۔ یہاں دفن ہوا تو بس اکیلا ہی رہوں گا۔

شام کو یاد رہا تو امان خاں دلؔ کو فون کروں گا۔ پچھلی بار انھوں نے گھر پر کھانے پر بلایا تھا میں جوابی دعوت تب بھی دی اور اس بار بھی مگر وعدہ کے باوجود بعد وہ نیویارک میں ملنے بھی نہیں آئے۔ البتہ ڈیلاس میں نوؔرامروہوی[۴] نے جو مشاعرہ کیا تھا اس میں شرکت کے لیے میرے گھر آئے مگر ایسے موقع پر کہ میں گھر میں اکیلا تھا سب لوگ کہیں مدعو تھے۔ نیویارک میں ایک علاقہ ہے جو Long Island کہلاتا ہے زمینی ایک بہت بڑا قطعہ سمندر میں گھسا ہوا ہے اس کے ۳/اطراف میں سمندر ہے میں بھی لانگ آئی لینڈ میں ٹھہرتا ہوں ان کا گھر بھی وہیں ہے مگر دونوں کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ امریکا کا ہر شہر فاصلوں کا ہے۔ نیویارک میں ایئرپورٹ سے گاڑی وغیرہ پونے دو گھنٹوں میں پہنچاتی ہے۔ لانگ آئی لینڈ کی خوبی یہ ہے کہ جس سمت نکل جائیں تفریح کے لیے Beach موجود! تقریباً ۶۵ مقامات تفریح کے قابل بنائے گئے ہیں۔ گرمیوں میں ہر بیچ لوگوں سے بھری رہتی،

سیکڑوں مرد، عورتیں، بچے نہانے کے لباس پہنے پانی میں چھلانگ لگاتے نظر آتے ہیں اب کی بار ایک ہفتہ سخت طوفانی رہا۔ Beach پر جانے کی ممانعت تھی ایسے میں کئی پاکستانیوں نے شوق پورا کیا دو نوجوان واپس نہ آسکے۔ ڈیلاس میں بیچ کم ہیں۔ لانگ آئی لینڈ میں مہینے میں ایک دو بار خود ہم بیچ پر گزارہ کرتے۔ اس کے علاوہ وہ وہاں عام جیسے خوب صورت پارک ہیں مگر وہاں تفریح کے لیے جانے کو جی نہیں کرتا۔ نیو یارک میں میری بڑی بیٹی اس کے شوہر اور مزید چار بھتیجے رہتے ہیں۔ ان کی اولادیں، بچے، پوتے پوتیوں کی بھرمار ہے۔ وہ اس طرح لپٹے رہتے ہیں کہ واپس ہونے کی اجازت مشکل ہو جاتی، بڑی بیٹی کا برتاؤ بیٹی کا طرح کا نہیں ہے، وہ میری ماں بنی رہتی ہے۔

یہی زندہ رہنے کے آسرے ہیں اب اور کیا چاہیے۔

جہاں ''نعت رنگ'' کا کام کررہے ہو وہاں کسی سے نعت کی کتابیات مرتب کرواؤ۔ اردو میں نعتیہ مجموعے کتنے چھپے ہیں، کتنے مجموعوں میں نعتیں شامل ہیں۔ اچھی ضخیم کتابیات مرتب ہوسکتی ہے۔ مقتدرہ مرتب کو معاوضہ دے کر اسے چھاپتا ہے۔

پُرسانِ حال کو سلام

شفقت رضوی

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر جعفر احمد (پ: ۱۹۵۷ء)، معروف محقق، مصنّف، ادیب، دانشور، سیکریٹری: انسٹیٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز (جامعہ کراچی)، نائب صدر: کونسل آف سوشل سائنسز پاکستان، سابق ڈائرکٹر پاکستان اسٹڈی سینٹر، جامعہ کراچی، رئیس کلیہ سماجی علوم سہیل یونیورسٹی کراچی، کتب: ''افکارِ تازہ''، ''ادب اور روشن خیالی''، ''مغنیِ آتش نفس: سجاد ظہیر''، ''مارکس اور مشرق''، ''ڈاکٹر فیروز احمد کے مضامین''، ''جنوں میں جتنی بھی گزری''، ''حمزہ واحد اور جہدِ حیات''، ''محنت کشوں کے نام شاعری''، ''Fettered Freedom''، ''تعلیم۔ مسائل و افکار'' ودیگر۔

۲۔ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری مراد ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار (۱۹۲۴ء۔۲۰۰۷ء)، محقق، اقبال شناس، استاد و صدر: شعبۂ اردو: اورینٹل کالج لاہور، استاد اردو: استنبول یونیورسٹی (ترکی)، ناظم: بزمِ اقبال لاہور، کتب: ''اردو شاعری کا سیاسی و سماجی پس منظر''، ''دیوان زادہ''، ''تاریخ جامعۂ پنجاب''، ''پنجاب تحقیق کی روشنی میں''، ''مردم دیدہ وشنیدہ''، ''اقبال۔ ایک مطالعہ''، ''جگر لخت لخت''، ''استنبول، ترکیہ''، ''مولانا ظفر علی خاں: حیات، خدمات و آثار''۔

۴۔ نور امروہوی (مقیم امریکہ)، شاعر، ادیب۔

~~~~~~

محبّ مکرم۔ سلام!

آپ کی آمد کا انتظار ہے تاکہ آپ چند کتابیں ساتھ لے جائیں اور حسب سہولت انڈیا، کینیڈا، پنجاب بھجوانے کا استعمال فرما سکیں۔ میں ایک مضمون لکھنا چاہتا ہوں جس کا میں نے آپ سے ذکر کیا تھا، موضوع ہے ''اردو حمد و نعت میں صنمیات اور اس کا جواز'' اس مضمون کے سلسلے میں مجھے جن کتابوں کی ضرورت ہے درج ذیل ہے۔ حسب سابق مواد کی فراہمی کی ذمہ داری کب کی ہے اس کو پورا کیجیے:

(۱) محسن کاکوروی کا لامیہ قصیدہ (سمت کاشی کا چلا جانب متھرا بادل)

(۲) مضطر خیر آبادی کا حمدیہ دیوان

(۳) میر اعظم علی خاں ساکن کی نعتیہ ٹھمریاں

(۴) امیر حمزہ کا کلام بالخصوص ٹھمریاں (چمنستانِ حمزہ مطبوعہ ۱۳۳۷ھ)

(۵) دیوانِ حسرت، (عبدالقدیر) حیدر آبادی
~~~~~~

(۶) حضرت امجد حیدر آبادی کی نظم ''جوگنی''
(۷) رفیع الدین اشفاق کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ[ا]
(۸) اسماعیل آزاد کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ
ان کے علاوہ موضوع سے متعلّق دیگر ماخذ جو آپ کے علم میں ہوں یا آپ کے احباب کے علم میں ہوں۔
''نعت رنگ'' کا انتظار ہے، احمد صغیر صدیقی نے میری کتابوں پر تبصرہ کر دیا ہوتو ان کی فوٹو اسٹیٹ چاہیے۔ میں خود ترجمہ کر کے یا کسی سے ترجمہ کروا کے انگریزی میں شائع کروانے کی سعی کروں گا۔
اہلیہ اور بچوں کو دعائیں۔

والسّلام
شفقت رضوی

ا۔''اردو میں نعتیہ شاعری''، ۱۹۷۶ء، کراچی۔

01-01-05

جناب صبیح رحمانی صاحب!
کب تک خواب خرگوش میں رہو گے۔ اکتوبر میں لکھے گئے خط کا جواب آپ پر ادھار ہے۔ قرضہ بڑھتا جاتا ہے ادا کرنے کی کوئی صورت ہے؟ ''نعت رنگ'' کا قرض پچھلا اور موجودہ بھی ادا طلب ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ غیر اہم کاموں میں الجھ کر آپ نے ''نعت رنگ'' سے بے رُخی اختیار کیوں کر رکھی ہے۔ میری بات مانو ''نعت رنگ'' تمھیں زندہ رکھے گا باقی جو کچھ ہے بےکار ہے۔ اگر میرے آنے کے بعد کوئی شمارہ نہیں چھاپا ہے تو اس سے بڑھ کر آپ کی نالائقی اور کچھ نہیں ہوسکتی۔ بہرحال اگر خرافات سے فرصت ہوتو جملہ کوائف سے مطلع کر دو یا پھر مجھ سے بھی بےتعلّقی کا اعلان کر دو۔ میں نے اتنے صدمے برداشت کیے ہیں کہ اب میرے سامنے کوئی بات صدمہ نہیں ہے۔

باقی خیریت
شفقت رضوی

25-10-2005

میاں جہاں گرد۔ اب بھی گھر میں ہو یا گھر ہونے کے باوجود بےگھر، بےخانماں ہو، کئی بار ای میل چیک کروایا کوئی میل نہ ملی، فون کیا، کسی لڑکے نے اطلاع دی کہ ملیشیا کو پیارے ہوگئے ہیں معلوم نہیں کب وہاں سے رہائی ملے گی؟ میاں! بڑوں کی بات مانا کرو۔ یہ کینیڈا گردی اور ملیشیا گردی میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ وقتی واہ واہ سے بچو! بات تو جب ہے کہ تم کراچی میں رہو اور کینیڈا اور ملیشیا میں تمھارے نام کی دھوم مچی رہے۔ یہ درویش کی باتیں ہیں تمھاری سمجھ میں ابھی نہیں آئیں گی ان چکروں میں پڑ کے تم نے ''نعت رنگ'' کو فراموش کر دیا گویا سانس لینا چھوڑ دیا ہے۔ جلدی سے خاص نمبر نکال لو اور اگلے نمبر کی تیاری کرو تو ایک دھماکہ خیز مضمون لکھنا شروع کروں۔ پڑھو گے تو جی خوش ہو جائے گا۔

ع میرا کوئی کام تم سے ہوتا نہیں ہے۔

جامعہ کراچی کے شعبہ پاکستان اسٹڈیز کے ڈاکٹر جعفر احمد....... منقار زیر پر ہیں۔ میں ان کی طرف سے نااُمید ہو کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھ چکا۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں میری دلچسپی اس لیے بھی ختم ہوگئی کہ یہ کتاب زیادہ معتبر اور ممتاز ادارہ سے شائع ہو چکی ہے۔

میں نے خدابخش لائبریری کو ایک نئی کتاب کا مسودہ جون ۲۰۰۵ء کو نیویارک سے روانہ کیا تھا اس کی رسید اور اشاعت کے لیے منظوری کی اطلاع بھی آ گئی تھی۔ اب ڈاکٹر ابوسلمان کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ میں حیران ہوں چند ماہ میں یہ کیوں کر ممکن ہوا۔ کہیں ڈاکٹر صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہو یا انھوں نے ''شائع ہو جائے گی'' کے بجائے ''شائع ہو گئی ہے'' لکھ دیا۔ بہر حال کتاب مجھے ابھی تک نہیں ملی۔

میں نیشنل بینک میں اپنے اکاؤنٹ کے سلسلہ میں پریشان تھا معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ ہے اپنے اکاؤنٹ میں کم سے کم ۵/ہزار روپیہ رکھنا ضروری ہوتے ہیں۔ میرے اکاؤنٹ میں ۱۸/ہزار تھے میں نے ۱۵/ہزار کا چیک بھجوایا وہ کیش نہ ہوسکا تھا بعد میں ۱۰/ہزار کا بھجوایا۔ وہ کیش ہو گیا ابھی ۳/ہزار روپیہ بغیر کسی اعتراض کے نکالے جاسکتے ہیں اس لیے ایک چیک ۳/ہزار کا روانہ کر رہا ہوں اسے اپنے اکاؤنٹ میں جمع کر دو اور جب کبھی میرے لیے کوئی کتاب یا رسالہ بھجوانا ہو ڈاک خرچ اس میں سے ادا کر دینا۔

جامعہ کراچی کے شعبۂ تصنیف و تالیف میں خالد جامعی[۱] نہیں رہے ہیں کوئی صحافی باری صاحب[۲] مسلّط ہیں ابوسعادت صاحب[۳] نے ''سراج اورنگ آبادی'' کا مسودہ شعبہ کو روانہ کیا تھا اس کی رسید کسی شکیل مدنی نے دی تھی مجھے رسید کی کاپی ملی ہے معلوم نہیں مسودہ کا کیا حشر ہوا، اگر رابطہ کی کوئی صورت ہو تو معلوم کرو۔

مشفق خواجہ کے بارے میں میرا مضمون قومی زبان کے لیے پہنچا یا نہیں۔ اس کی اشاعت ہوئی یا نہیں۔ ابواسحاق صاحب کے پاس ''قومی زبان'' آتا ہے۔ پچھلے شماروں میں تلاش کرو۔ اگر چھپا ہو تو اس کا عکس روانہ کرو۔ اس کے علاوہ ''سفیرِ اردو'' میں میرا مضمون چھپا تھا۔ ''حسرت موہانی کا احساس جمالیات'' اور نوادر میں ''حسرت موہانی کے بارے میں غلط بیانیاں'' ان کی نقول بھی چاہیے۔ میری خاطر اتنی زحمت تو کر سکتے ہو۔

وہاں کے حالات کیا ہیں۔ زلزلہ آیا تو پہاڑی معصوم بستیوں پر، شہری حرام خوروں کو اب کے بھی معاف کر دیا گیا۔ افسوس! یہاں بھی اس موسم گرما میں اٹلانٹک میں اب تک ۲۲ زبردست طوفان اُٹھ چکے ہیں جن میں سے ۳/کارٹینا، ریٹا اور وعیما نے امریکا کے جنوب مشرق ساحلی علاقوں میں بڑی تباہی مچائی۔ لاکھوں افراد بے گھر ہوئے، اربوں ڈالر کا نقصان ہوا۔ قدرت سزا دینے پر مائل ہے اس لیے ان حادثات میں افسوس ہے رنج نہیں۔ متاثرین لائق سزا ہوتے تو خوشی ہوتی۔

اپنے احباب کا حال لکھو اور جو جو پُرسانِ حال ہو اس کو سلام پہنچا دو۔

ای میل کا جھگڑا ختم کرو۔ مہینہ میں ایک تفصیلی خط لکھنے کی زحمت گوارہ کر لو اس کی تکلیف بھی زیادہ عرصہ نہ دوں گا۔

والسّلام
شفقت رضوی

۱۔ خالد جامعی، شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی۔ ۲۔ پروفیسر عبدالباری، شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی۔
۳۔ ابوسعادت جلیلی (پ: ۱۹۳۸ء)، اصل نام: عزیز احمد، محقق، ادیب، نثر نگار، کتب: ''للّو لال کوی'' (ادبی سوانح حیات)، ''مبارز الدولہ''۔

محترم سلام!

(۱) اچھا ہوا کہ آپ نے آنا جانا ترک کر دیا۔ میرا پیچھا چھوٹا۔ اب کوئی میری جان کھا کر سو دو[سو] صفحے کے مضامین نہیں لکھوا سکتا۔

(۲) اگر ''نعت رنگ'' کے شمارے چھپ چکے ہوں تو کسی کے ذریعے بھجوا دیں۔

(۳) اگر خدابخش لائبریری جنرل آیا ہو اور اس میں میرا مضمون شائع ہوا ہو تو وہ شمارہ (غالباً ۱۱۹) مجھے بھجوا دیں۔

(۴) اسماعیل آزاد ذبیح نے اپنی کتاب میں جس مخطوطہ کو اردو کی اوّلین تحریر قرار دیا۔ اس کے بارے میں تفصیل درکار ہے: مخطوطہ کا عنوان؟

لکھنے والا کا نام؟ سالِ تصنیف یا سال کتابت؟ آزاد نے اسے پوربی کی کون سی بولی قرار دیا ہے۔
باقی خیریت اُمید کہ آپ بھی بخیر ہوں گے۔

والسّلام
شفقت رضوی

۱۱/ ستمبر ۲۰۰۶ء

جنابِ صبیح رحمانی سلّمہٗ تعالیٰ!

میاں صاحب زادے کیا تم زندہ ہو؟ میں پہلی جون کو نیویارک چلا گیا تھا۔ ۲۶/ اگست کو واپس آیا، اس دوران نیویارک سے پھر ڈیلاس واپس آ کے بار ہا فون کیا، گھنٹی بجتی ہے کوئی اُٹھاتا نہیں، حیرت ہے۔ رات ۱۱، ۱۲/ بجے تک گھر میں کوئی نہیں ہوتا۔

''نعت رنگ'' کا انتظار رہا، میں نے ''روپ''[۱] کے بعد مرزا دبیر کی نعت گوئی پر مضمون بھیجا تھا، معلوم نہ ہوسکا۔ دونوں مضامین تم کو ملے یا نہیں۔ ماشاءاللہ اردو کے رسائل کے ایڈیٹروں کی طرح تم بھی اخلاقیات کو لپیٹ کر تکیہ کے نیچے رکھ کر بھول گئے ہو۔ اللہ یہ روش سلامت رہے، مسلمان ہو اور پاکستانی کبھی اچھی بات قبول نہ کرنا۔ توقع تو نہیں جواب طلب امور پر توجہ دو گے پھر بھی ضروری باتوں کے جواب کا انتظار رہے گا۔

کوئی پُرسانِ حال ہو تو سلام کہنا۔ باقی حسب معمول جی رہا ہوں۔

والسّلام
شفقت رضوی

۱۔ ''مسدس در حالِ جنابِ رسولِ خدا (تصنیف روپ کنوار شاگرد نجم آفندی و فضل رسول)، مشمولہ: ش ۱۹، ص ۲۹۳۔ ۳۰۶

Nov. 24, 2006

جناب سید صبیح الدین صاحب رحمانی!

مدیر اعلیٰ (ناکارہ) نعت رنگ (بے قاعدہ) سلام اور دعائیں۔

آپ نے بڑا کرم کیا کہ ایک سال کے سکوت کے بعد ٹیلی فون کرنے کی سعادت آپ کو نصیب ہوئی۔ حسب ذیل دستور قدیم اب کی بار بھی نوید سنائی کہ ''نعت رنگ'' بس چھپنے والا ہے۔ پریس میں ہے۔ دیکھیں نو ماہ سے زائد عرصہ ہو گیا نوبت تولید کی نہ آئی بس امید ہی امید ہے اور دنیا کہتی ہے کہ وہ امید پر قائم ہے اور ہم ہیں کہ غالب کے ہم زبان نہیں ہم نوا ہیں۔

''کوئی امید بر نہیں آتی، کوئی صورت نظر نہیں آتی'' آپ نے جھانسہ تو دیا کہ دسمبر میں ''نعت رنگ'' مجھے پہنچ جائے گا دسمبر کے لئے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں اگر جھانسہ حقیقت بن جائے تو ہم قربِ قیامت کا یقین کر لیں۔ ''نعت رنگ'' روانہ کرنے میں تاخیر نہ کریں خیال پڑتا ہے میرے دو ہزار روپیہ سکہ رائج الوقت پاکستانی آپ کے اکاؤنٹ میں جمع ہیں انہیں استعمال میں لائیں اور نعت رنگ بھیجنے کا صرفہ اٹھائیں۔ اگر ممکن ہو تو فضلی سنز سے کلیات میر اور کلیات اقبال بھی خرید کر ''نعت رنگ'' کے ہمراہ روانہ کر دیں باقی حساب کتاب ہوتا رہے گا کلیات میر تو چومنے اور آنکھوں سے لگانے کے کام آنے کا سنا ہے اس سے مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے۔ کلیات اقبال... عرصہ سے ہاتھ میں کھجلی ہو رہی ہے۔ جی چاہتا ہے ان کو بھی جوش ملیح آبادی[۱] بنا دوں کیسی رہے گی۔

اہل کراچی کی نامعقولیت کا یہ عالم ہے کوئی خط کا جواب دینے کا روادار نہیں۔ان سب کی شان میں کچھ لکھنے کی آزادی قلم کو دے دوں تو آفت آجائے۔

یہاں آج کل سردیوں کی ابتدا ہے مستقل نزلہ زکام، بیٹی ڈاکٹر، داماد ڈاکٹر اوران کے درمیان ہم مریض! انشاء اللہ پوسٹ مارٹم تک پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔آپ کے کرم فرما ڈاکٹر تقی عابدی نے بڑی محبّت اور عقیدت اور احترام کے ساتھ ایک دن میرے ساتھ گزارا۔معلوم ہوا کہ ان کے پہلے ہی سے ہمارے چھوٹے داماد ڈاکٹر تجمل حسین سے جان پہچان ہے۔میں تو خیر انہیں کیا روٹی کھلاتا داماد ہی نے مدعو کیا تھا۔جب میں نیویارک چلا تو تجمل اپنی پوری فیملی کے ساتھ کینیڈا کا چکر لگا آئے میں نہ جاسکا۔اب اس کو کیا کہا جائے کہ لوگ ایک جملہ بھی برداشت نہیں کرسکتے۔بظاہر تو انہوں نے ناراضگی نہ دکھائی میرا خیال ہے وہ مجھ سے خوش نہیں ہیں میں نے ان کے یادگار مرثیہ کا مطالعہ کیا۔وہ ڈاکٹر تجمل کو دے گئے تھے۔

ان کو میں نے لکھا ''سنا تھا کہ آدمی کے مرنے کے بعد ڈاکٹر لوگ نعش کا پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اب معلوم ہوا کہ کینیڈا کے ڈاکٹر زندہ ادب کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے لگے ہیں''۔یہ جامع تبصرہ بھلا ناراض ہونے کا ہے بہرحال مشغلہ تو ''چھیڑ خوباں سے چلی جائے'' والا ہے۔

عید کی مبارک کیا دوں عید سے زیادہ مبارک باد باسی ہوگئی ہے۔تازہ خبر یہ ہے کہ کرسمس آنے والا ہے ابھی سے دھوم ہے چاروں طرف روشنی پھیلی رہتی ہے یہاں بس ایک کمی ہے کہ دل بجھا رہتا ہے اب تو روشنی کی امید ہی نہیں۔۔ میرا پیغام محبّت جہاں تک پہنچے۔

شفقت رضوی

ا۔ جوش ملیح آبادی (۱۸۹۸ء۔۱۹۸۲ء)، اصل نام: شبیر حسن خان، نامور شاعر، شاعر انقلاب، تلمیذ: عزیز لکھنوی، مدیر: ''کلیم'' و'' آج کل'' نئی دہلی، مشیر: وزارتِ تعلیم پاکستان، کتب: ''روحِ ادب''، ''شعلہ و شبنم''، ''جنون و حکمت''، ''نقش و نگار''، ''فکر و نشاط''، ''حرف و حکایت''، '' آیات و نغمات''، ''عرش و فرش''، ''رامش و رنگ''، ''سیف و سبو''، ''سرود و خروش''، ''سموم و صبا''، ''شاعر کی راتیں''، ''موجد فکر''، ''طلوع فکر''، ''نجوم و جواہر''، ''جذباتِ فطرت''، ''الہام و افکار''، ''محراب و مضراب''، ''مقالاتِ زریں''، ''اوراقِ سحر''، ''اشارات''، ''یادوں کی بارات''۔اعزازات: پدما بھوشن (بھارت)، نگار ایوارڈ۔

~~~~~~

حسبِ قرار داد آپ نے کینیڈا سے 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ نیویارک روانہ کردیا تھا۔وہیں میں نے اس کا مطالعہ کرلیا تھا۔ڈیلاس واپس آنے کے بعد آپ کا کراچی سے روانہ کردہ پیکٹ ملا۔اس میں 'نعت رنگ' کے مذکورہ شمارے کے علاوہ حضرت مولانا کوکب نورانی کی کتاب 'نعت اور آدابِ نعت' شامل تھے۔میرے حق میں آپ کا بڑا احسان ہے۔حضرت قبلہ کے خطوط کے بارے میں نے اپنی کتاب 'نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ' میں خراجِ تحسین وعقیدت کے تمام پھول نچھاور کردیے تھے اب نچھاور کرنے کے لیے کچھ باقی نہ رہا۔یہ غالباً تیسری بار ان خطوط سے بصیرت حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔کتاب کی اوّلین اشاعت سے قبل کمپوز میٹر کا بالتفصیل مطالعہ کیا تھا پھر کتاب نظر افروز ہوئی اور اب اضافہ کے ساتھ قندِ مکرر کے مزے لوٹے۔کہیے کس قدر خوش نصیب ہوں میں بھی!

'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میرے لیے دولتِ بایاباں ثابت ہوا۔عرصے سے..(یہاں)..انگریزی سنتے سنتے کان پک گئے تھے۔امریکی لہجے میں انگریزی بولتے بولتے زبان اور جبڑے تھک گئے تھے۔انگریزی کتابیں پڑھتے پڑھتے آنکھیں پتھرانے لگی تھیں۔'نعت رنگ' نے اردو زبان کے چٹکارے لینے کا مزہ دیا۔ایک تو سلونی زبان اس پر ذکرِ حبیبِ خدا ﷺ کی نورفشانی دل کے سرور اور روح کے کیف کے سامنے ہوگئے۔خیال ہوا اردو کو مٹانے کے لیے غیروں نے اور ان سے زیادہ اپنوں نے جو زحمتیں اٹھائیں وہ سب بے کار ثابت ہوئیں۔اگر اردو جنوبی ایشیا میں مٹ بھی جائے تو امریکا، کینیڈا، لندن، اٹلی، جاپان، وسطی ایشیا میں زندہ رہے گی اور اس کو مٹانے کا عزم رکھنے والے دوستوں کے سینے پر مونگ دلتی رہے گی۔
~~~~~~

ذکرِ حبیبِ خدا ﷺ کے سلسلے میں بھی یہ روِیہ صدیوں سے جاری ہے اور ذکر کی فراوانی ہے کہ بڑھتی جاتی ہے۔ لاکھ پابندی لگاؤ کہ ذکر نہ ہو، احترام نہ ہو، عقیدت میں سر نہ جھکے، ہاتھ کا اشارہ نہ ہو، زبان پر یارسول اللہ نے آئے، لیکن نہ تو فتوؤں کی ضرب اور نہ قینچیوں کی ضرب دلوں کے جذبوں پر قابو پا سکیں نہ محبّتوں اور عقیدتوں کے سوتے سوکھ سکے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ذہنی خلفشار، تہذیبی اقدار کی شکست و ریخت، مصلحتوں کو نظر سے ہٹانے کے اس دور میں 'نعت رنگ' طوفانوں کے درمیان جگنو کی طرح روشن ایک چھوٹا سا دیا ہے۔ اسے ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہیے۔ غالبًا میں نے اپنے کسی پچھلے خط میں لکھا تھا کہ 'نعت رنگ' ختم ہوا تو سمجھو تمھاری زندگی ختم ہوگئی۔ میرے خیال میں 'نعت رنگ' کے تمام لکھنے والے اور پڑھنے والے بھی اس سے متفق ہوں گے۔

'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ پچھلے تمام شماروں کی طرح جان دار ہے۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے شوقی کے جس قصیدے کا تعارف کروایا ہے وہ نہایت شان دار ہے مسلمانوں کے موجودہ حالات کے تناظر میں ایک ایک شعر دل کے تاروں کو چھیڑتا ہے کہیں کہیں تو اشعار اشک فشانی کے موجب بن جاتے ہیں۔ میں نے ان اشعار کو غور سے پڑھا اور شاعر کی ندرتِ بیان کا قائل ہوا۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ہمیشہ غور و فکر کی دعوت دینے والی تحریروں کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ ان کے مضمون نے باور کروایا کہ حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی کا ذکر زبان، نسل، مذہب، عہد اور دیگر نوعیت کی ہر حد بندیوں سے آزاد ہے۔ آپ سے عقیدت کے پھول کہاں کہاں اور کتنے خوب صورت اشکوں میں کھلتے چلے جاتے ہیں کہ ان کا شمار بھی انسانی قوت سے باہر ہے۔ مراٹھی زبان میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم حضرات نے نعت کے گلاب کھلائے ہیں، اس مضمون سے معلومات کا نیا در وا ہوا ہے لیکن اس میں ایک طرح کی تشنگی کا احساس ہوا۔ یہ مضمون غیر مراٹھی دان افراد کے لیے لکھا گیا ہے لیکن اس کا رویہ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراٹھی دان لوگوں کے لیے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مراٹھی کے جوا سما اور مراٹھی کی شاعری کے جن اصناف کا ذکر ہے ان کے مفہوم سے کما حقہ آشنائی نہیں ہو پاتی۔ جس طرح ڈاکٹر صاحب موصوف نے 'کلغی طرے' کی وضاحت (ص ۵۲) فرمائی ہے۔ اسی طرح مراٹھی صنفِ سخن 'روایتی' کی بھی وضاحت فرما دیتے۔ مراٹھی زبان کے الفاظ، اصطلاحات اور اسما و معنوں سے مبّرا صرف...لفظوں کے ڈھیر بن کر رہ گئے ہیں۔

'گرام گیتا'، 'دارگری سیر دائے'، 'تلک اگرکر'، 'مراٹھی وشوکوش' جیسے الفاظ اپنی معنویت سمجھانے میں کامیاب نہیں ہوئے یا یوں سمجھیے کہ ہم ان کے معنوں کو تلاش نہ کر سکے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کم استعداد لوگوں کا خیال رکھ کر تحریر فرمایا کریں تو اس کی اہمیت اور افادیت سیکڑوں گنا بڑھ جائے۔ اس مضمون میں دوسری بات جو تشنگی لیے ہوئے ہے شاعروں کے عہد کے تعین سے متعلّق ہے۔ مضمون پڑھ کر یہ تعین کرنا کہ کون سا شاعر کس عہدے کا ہے ممکن نہیں۔ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف ہر شاعر کے بارے میں اشارہ کرتے تو قاری کے لیے عہد کے تعین میں مدد ملتی۔ ہمیں علم ہے کہ ڈاکٹر صاحب صاحبِ علم ہیں اس کے اظہار کی ان کو ضرورت نہیں ہے ان کی معلومات ہمارے علم کے حدود سے بھی پرے تک ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک مضمون میں غیر متعلّق ضروری اور اہم باتوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اس مضمون کے ص ۵۸ کے آخری پیراگراف سے لے کر اگلے صفحے کے دو ابتدائی پیراگراف مضمون میں پیوند معلوم ہوتے ہیں۔

ریاض حسین چودھری اور پروفیسر فیروز شاہ کے مضمون نفسِ مضمون کے لحاظ سے ایک دوسرے کا سلسلہ ہیں۔ اس موضوع پر مزید گوہر افشانی کی ضرورت ہے۔ ان دونوں صاحبانِ علم نے مضامین میں اشعار کے جو گل دستے سجائے ہیں ان سے ان کے مطالعے کی وسعت اور شعر فہمی کی صف نمایاں ہے۔ اگرچہ تعداد بڑھانے کے خیال سے ایسے چند اشعار بھی حوالہ میں آ گئے ہیں جو مضمون سے مطابقت نہیں رکھتے یا نعت کے مزاج یا حضور ﷺ کی عظمت سے میل نہیں کھاتے۔

ان دونوں مضامین کو پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ ان میں الفاظ کی کثرت ہے۔ بیان میں رنگینی ہے، زبان میں لطف ہے، مفہوم میں کمی ہے اور خیال کی تکرار ہے۔ میری ناقص رائے ہے۔ اس موضوع کے لیے اسلوب جداگانہ ہوتا ہے 'طلسم ہوش رُبا' اور 'فسانۂ عجائب' نوعیت کی زبان اور ہے علمی، ادبی معلومات اور رائے کے لیے طرزِ بیان مختلف ہے۔ افسانہ اور ناول جداگانہ نوعیت کی تحریر کے متقاضی ہوتے ہیں۔ عشقیہ خطوط کی رنگینی بیان سے جدا ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے ذکر کو 'طلسم ہوش رُبا' نہ بنایئے۔ 'فسانۂ عجائب' کو بھول جایئے کہ اب مزاج اس سے ہم آہنگ نہیں۔ عقیدت کو عقیدت رہنے دیجیے اسے افسانے میں نہ ڈھالیے آگے مرضی آپ کی جو آپ کی رضا ہو سو کریں۔

'نعت رنگ' کے لکھنے والوں میں سب جانے پہچانے نام ہیں ان سب کی یادوں کے لیے دل کا ایک ایک گوشہ سجا رکھا ہے۔ جعفر بلوچ، مصباح الدین شکیل، 'نعت رنگ' میں کم دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی محبّتیں اور عنایتیں خوب یاد ہیں۔ جتنے اچھے یہ لوگ ہیں اتنی ہی اچھی باتیں کرتے اور لکھتے ہیں۔ مصباح الدین شکیل نے مرحوم رحمٰن کیانی[۱] کی یاد تازہ کردی۔ وہ شاعر بھی خوب تھے اور انسان بھی خوب تھے۔ ایک گروپ فوٹو میں ان کی یادگار موجودگی میرے پاس محفوظ ہے۔

اور آخر میں سب سے اہم نام ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی سب سے اہم ہے۔ یقین مانیے ان کی تحریریں ذہن میں ہلچل مچا دیتی ہیں۔ دل کے تاروں کو چھیڑنا خوب جانتے ہیں۔ ان کے دونوں مضامین میں جو ماضی قریب کی تہذیبی زندگی کے حوالے سے پڑھنے کو ملے ان کے وسیلے سے اپنے ۷۵ سالہ ماضی کو بار بار دُہرانے اور لطف اندوز ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ برصغیر کے مسلمانوں کی تہذیب، ان کا تمدن، ان کا رکھ رکھاؤ کسی قدر جاں فزا اور روح کو بالیدہ کرنے والا تھا کہ آج ان کے ذکر سے تاریکیِ جاں میں اُجالے جاگ جاتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مضمون میں ظاہری انتشار پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود اس میں فکری ربط ضرور ہے۔ کیا خوب ہو اگر وہ ذہن میں محفوظ تہذیبی یادوں کے ذخیرے کو نئی نسل کی تربیت کی خاطر مفصّل تحریر کرکے شائع کرنے کا اہتمام کردیں۔ یوں تو مسلمانانِ عالم کا شعوری اور تہذیبی رویہ روبہ انحطاط ہے۔ اس کی پست ترین سطح پر پاکستانی معاشرہ ہے کتنی بدنصیب قوم ہے جو گزشتہ نصف صدی میں ایک رہ نما قوت پیدا نہیں کرسکی۔ بیس ویں صدی کے نصف اوّل میں جو مسلمان رہ نما گزرے ہیں ان کے پست قامت بھی نصف آخر کے قد آور سے بلند تھے۔ مذہبی، سیاسی، سماجی، علمی میدانوں میں ہُو کا عالم ہے۔

کوئی بے راہ روی کو روکنے والا نہیں کوئی درست راہ سجھانے والا نہیں۔ ڈاکٹر کشفی اور وہ تمام بزرگ جو تہذیبی یادوں کے خزانے رکھتے ہیں اب اپنی تحریروں کے ذریعے زمانے کو لٹا دیں یہ بڑا احسان ہوگا اس عہد پر۔

شفقت رضوی

۱۔ رحمٰن کیانی (۱۹۲۴ء۔۱۹۹۰ء)، نام: عبدالرحمٰن، ممتاز شاعر، ماسٹر وارنٹ افسر: پاک فضائیہ، شعری کتب: ''ناشنید''، ''پلکوں کے چراغ''، ''سیف وقلم''، ''شعلۂ مشرق''، ''شرارِ سنگ''، نعتیہ مجموعے: ''حرفِ سپاس''، ''شمشیرِ ضیاء بار''۔

جناب صبیح رحمانی صاحب!
مدیر اعلیٰ ''نعت رنگ''۔

بعد سلام و دعا کے اطلاع ہے کہ آپ کی روانہ کردہ آٹھ عدد کتب وصول ہوئیں گو ان کے پہنچنے میں دو ماہ کی تاخیر ہوئی لیکن کیا کیا جائے حالات آپ کے اور میرے قابو میں نہ تھے۔ کتب کیا ہیں عطیہ من جانب اہل الخیر ہیں موسم خشک سالی میں لہلہاتے سبزہ زار ہیں۔ چند ماہ پہلے طوفان کینسر اور Rediation سر پر سے گزرا ہے اس کے بعد کھلتے ہوئے چمن کی فضائے صحت افزا کی نوید:

تم جیو ہزار برس اور ہر برس کے چاہو جتنے دن لے لو

تمھارا اصرار ہے کہ ان کتب پر میری رائے ضبطِ تحریر میں آنا چاہیے۔ میری رائے سے لوگ کب خوش ہوئے ہیں جواب ہوں گے تم چاہتے ہو کہ لوگوں کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا رہے تو یہ سر حاضر ہے بات عزیز محترم جناب عزیز احسن سے شروع کی جائے۔ ''..... بے مزہ نہیں ہوتے''۔ ان کے مجموعۂ نعت ''شہپرِ توفیق'' غور سے پڑھا، کتاب کے نام کو بار بار دہرانے کی کوشش کی عجیب وغریب آوازیں نکلیں مگر صحیح تلفّظ ادا نہ ہوسکا شاید کینسر کی سرجری کے مابعد اثرات ہوں لوگ کتابوں کے نام اتنے مشکل کیوں رکھتے ہیں ''آسان اردو'' والوں کے لیے بھی کچھ کرنا چاہیے۔ بہر حال اندازہ ہوا کہ عزیز محترم ہیئت اور اظہار کے تجربوں میں مبتلا ہیں۔ اللہ کرم کرے گا تو کوئی سمت تکمیل کی نکل ہی آئے گی۔ آثار اچھے ہیں۔ لیکن جو مزہ غزل یا قصیدہ کی ہیئت میں ہے وہ ذرا کم ہی کسی دوسری صنف میں ہے یہ اپنا اپنا ذوق ہے۔

''نعت میں کیسے کہوں!''[۱] ایک سوال مع جواب ہے، ہم تو پروفیسر محمد اقبال جاوید کی عبارت آرائی بلکہ طرز مرصع کے پرانے قتیل ہیں بار بار اس طرز خاص کو اپنانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے میرا خیال ہے عطا حسین خان تحسین بھی نوطرز مرصع کا جدید ایڈیشن تیار کرنا چاہیں اور محمد حسین آزاد ''آبِ حیات'' کی سبیل لگانے پر اصرار کریں یا خلیل جبران نثری شاعری میں الہامی شاعری دہرانا چاہیں تو بھی پروفیسر صاحب موصوف کی اس تصنیف کے آگے سپر ڈال دیں یہ ہم جیسے اردو سیکھنے والوں کے لیے مفید بلکہ مجرّب ہے۔ لیکن یہ احساس ہوتا ہے کہ مندرجات اور عنوان کے درمیان کچھ فاصلہ زیادہ ہے۔

یادش بخیر پروفیسر ابوالخیر کشفی کے بارے میں صاحب الرائے مبصّرین کے خیالات پر مشتمل ایک کتاب پہلے ہی وصول ہوئی تھی اب ان کے مضامین کا مجموعہ ملا ''نعت اور تنقیدِ نعت''[۲] قند مکرّر کا مزہ پایا کشفی صاحب سے ہمارے بہت پرانے تعلّقات ہیں کبھی وہ ہم سے ناخوش رہے کبھی ہم اُن سے، اس طرح رسم التفات نبھائی جاتی رہی ہماری کیا بساط کہ ہم ان کی شان میں ایک کلمۂ نادرست زبان پر لاتے ان کی اعلیٰ ظرفی کہ جب ہماری بات چلی اچھے لفظوں میں ذکر کیا ان کی تحریریں ان کی یاد کو زندہ رکھنے اور علم سکھانے میں مددگار رہیں گی۔

''نعت رنگ اہلِ علم کی نظر میں''[۳] یہ ''نعت رنگ'' کے لیے ایک توصیف نامہ ہے اس میں اہلِ علم کی آرا وقیع اور ''نعت رنگ'' کی اہمیت کو اجاگر کرنے والی ہیں البتہ اہلِ علم کے درمیان ''نااہلِ علم'' بھی ہیں۔ مثلاً شفقت رضوی! کیا اچھا ہوتا اگر صراحت کی جاتی ''اہلِ علم اور نااہلِ علم کی نظر میں'' کتاب کو مرتب کرنے میں بڑی محنت کی گئی ہے اور مطبوعہ تحریروں سے زیادہ غیر مطبوعہ تحریروں کا وزن ہے۔

''اشاریہ نعت رنگ''[۴] کئی کوششوں کے بعد ایک جامع اشاریہ ہے غالباً ''نعت رنگ'' کے اوّلین اشاریہ لکھنے کی بدعت میرے قلم سے ہوئی تھی جس کا تکملہ سہیل شفیق نے کر دیا ہے اور ہم سے زیادہ محنت سے کیا ہے اور سابقہ تمام کاوشوں پر سبقت لے گیا ہے۔

اس کا مقدمہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری نے لکھا ہے حسبِ عادت اس کی ابتدا مولانا ابوالکلام آزاد[۵] سے ہوئی ہے اور اختتام بھی مولانا ابوالکلام آزاد ہی پر ہوا ہے انھوں نے اشاریہ نویسی کے سلسلہ میں اہم کاوشوں کا ذکر کیا ہے لیکن غالباً مقدمہ عجلت میں لکھا گیا ہے جس کی وجہ سے بعض اہم کڑیاں ذکر سے محروم رہیں، مثلاً ڈاکٹر عابد رضا بیدار[۶] کا اشاریہ حسرت موہانی کے رسالہ ''اردوئے معلیٰ'' جو رسالہ ''برہان'' دہلی میں سولہ اقساط میں شائع ہوا ان کے علم میں ہے مگر اس کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

صبیح رحمانی کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ اپنی کہی ہوئی نعتوں کی وجہ سے مقبول ہیں یا ''نعت رنگ'' کے شائع کرنے کی وجہ سے مشہور ہیں اب انھوں نے ادارت کا قلمدان بند کر کے ترتیب وتدوین کا کام بھی شروع کر دیا ہے اب نئے نئے شعبوں کی تلاش میں ہیں کہ اپنے جوہر دکھلائیں۔

مؤلف نو کی حیثیت سے انھوں نے ''غالب اور ثنائے خواجہ'' [۷] پیش کردی ہے ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے ان مضامین کا مجموعہ جن میں غالب کی نعت گوئی کو موضوع بنایا گیا ہے مضامین وقیع اور جان دار ہیں مگر موضوع اتنا وسیع ہے کہ ابھی تشنگی باقی ہے اردو میں چیدہ چیدہ اشعار نعتیہ ہیں مگر فارسی میں بھرپور نعتیں ہیں ان کی فارسی نعتوں کا جس قدر ذکر اس کتاب میں ہونا چاہیے تھا نہیں ہے ہمارے محبِّ محترم ڈاکٹر سید تقی عابدی [۸] مقیم ٹورانٹو نے مذہبی لٹریچر کی اشاعت نو کے سلسلہ میں جو عظیم کام شروع کیا ہے وہ قابلِ صد تحسین ہے انھوں نے ایک ضخیم دیوان غالب نعت ومنقبت مرتب کیا ہے جو ۸۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اس میں غالب کی تمام فارسی نعتیں شامل ہیں۔ مجموعی طور پر نعتیہ اشعار کی تعداد ڈھائی سو سے زائد ہے اکثر اشعار کا مفہوم اردو میں دے دیا ہے مگر بہت سے اشعار کو اس عمل سے محروم رکھا گیا ہے اب جب کہ فارسی داں طبقہ برائے نام رہ گیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ فارسی کلام کو سمجھنے کے لیے اردو مفہوم سے کام لیا جائے ڈاکٹر صاحب موصوف اسے بخیر وخوبی کر سکتے تھے کہ وہ فارسی کو اہلِ زبان کی طرح بولتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ''نعت رنگ'' غالب کی فارسی نعتوں کا اردو منظوم ترجمہ کروا کر اسے اہتمام سے شائع کرے غالب کی فارسی مثنوی ''ابر گوہر بار'' کا ایک طویل حصہ نعتیہ اشعار پر مشتمل ہے یاد پڑتا ہے اس کا اردو منظوم ترجمہ مرحوم رفیق خاور [۹] نے کیا تھا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔

''فہرست کتب نعت لائبریری'' [۱۰] ایک اہم جدت ہے اوّل تو نعت لائبریری خود ایک جدّت ہے قابلِ تحسین ہیں وہ حضرات جنھوں نے بے سروسامانی میں ذوق کی تکمیل کی کوشش کی یہ عمل ان کی ہمت وحوصلہ، لگن اور خلوص کی نشان دہی کرتا ہے اور صاحب وسیلہ، ظاہر پرست نمود ونمائش کے خواہاں صاحبانِ ثروت کے منہ پر طمانچہ ہے جو شخص لائبریری اپنی دولت مندی کی نمائش کے ساتھ بے جا صاحب ذوقِ علم وادب ہونے کی شباہت کے طور پر رکھتے ہیں حالاں کہ ان لائبریریوں کی کتابیں کبھی کھول کر دیکھی بھی نہیں گئی ہوتیں۔ نعت لائبریری کا تصور اعلیٰ ذہنی اور روحانی خلوص کا نتیجہ ہے اس سلسلے میں پہلے راجا رشید محمود اور غوث میاں کے نام سننے میں آئے ہیں یہ میری بدنصیبی ہے کہ کبھی ان سے استفادہ کا موقع نہیں ملا اب نعت ریسرچ سینٹر نے بھی اس نوع کی لائبریری قائم کی ہے ان تمام لائبریریوں کی فہارسِ کتب تیار ہو جائیں تو محقق حضرات کی رہنمائی کے لیے ادبی ماخذ بن جائیں گی ہم محمد یوسف ورک صاحب قادری کی خدمت میں سپاس گزار ہیں کہ ان کی محنت اور کاوش سے شاہدرہ نعت لائبریری کا قیام عمل آیا ہے اور اس بات کے لیے بھی سپاس گزار ہیں کہ انھوں نے فہرست بھی مرتب کردی۔ لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ موجود کتب کی نسبت سے مطلوبہ کتب کی تعداد کم نہیں ہے یہ صاحبانِ تصنیف اور ناشرین کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

اور آخر میں سب سے اہم کتاب ہے صبیح رحمانی کی نعتوں کا انگریزی ترجمہ "Reverence Unto His Feet" [۱۱] ہم پہلے ہی صبیح رحمانی کی نعتوں کی سحر کے اسیر تھے اب سارہ کاظمی کے انگریزی ترجمے نے اس دام کو مزید مضبوط کردیا ہے اردو شاعری کے ترجمے تو ہماری نظر سے گزرے ہیں لیکن نعتوں کا کوئی ترجمہ اب تک دیکھنے کو نہیں ملا۔ سارہ کاظمی کو اس سلسلہ میں تقدم کا شرف حاصل ہے۔ یہ ترجمہ انھوں نے اصل مفہوم میں ڈوب کر کیا ہے۔ اس میں تخلیقی شان پیدا ہوگئی ہے۔ اندازہ ہوا کہ انھیں انگریزی زبان پر کامل عبور حاصل ہے اور وہ ہر قسم کے مضامین کو اس زبان میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی ہے ایک بات اس میں ہمیں یہ بھی نظر آئی کہ جہاں عربی یا مذہبی الفاظ واصطلاحات استعمال کی ہیں تو ان کا صحیح تلفّظ من وعن لکھا ہے۔ دوسرے لکھنے والوں کی طرح الفاظ کا حلیہ نہیں بگاڑا ہے اب ہم حیران ہیں اس کتاب کے لیے صبیح رحمانی کو تحسین کے لائق سمجھیں یا محترمہ کی خدمت میں کلماتِ تحسین گزاریں یہ ایک اہم کاوش ہے شاعر کو غیر اردو دنیا میں متعارف کروانے کی لاجواب کوشش ہے۔

شفقت رضوی

۱۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۶۸ص ۲۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۳۲ص

۳۔ مرتب: ڈاکٹر شبیر احمد قادری، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۵۰۰ص ۴۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۷۲ص

۵۔ مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸۔۱۹۵۸ء)، ممتاز عالم، صحافی، ادیب و شاعر، مدبّر، ماہرِ تعلیم، مدیر: ''الندوہ''، ''وکیل''، ''لسان الصدق''، ''الہلال''، وزیرِ تعلیم: حکومتِ ہند، کتب: ''ترجمان القرآن'' (جلد اول و دوم)، ''غبارِ خاطر''، ''کاروانِ خیال''، ''تذکرہ''، ''مسئلہٗ خلافت''، ''میرا عقیدہ'' ودیگر۔

۶۔ عابد رضا بیدار (۱۹۳۴ء۔)، مصنّف، محقق، ڈائرکٹر: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، کتب: ''آزاد۔ ایک عظیم صحافی''، ''نثر کا حسن''، ''متاعِ فقیر'' (ڈاکٹر ذاکر الرحمٰن کے حالات و خدمات)، ''غالبیاتِ نو''، ''غالب کی عظمت''، ''اردو کے اہم ادبی رسالے اور اخبار''، ''قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمانی۔ دو نظریے''، ''نئے اور پرانے چراغ''، ''نواب یوسف علی خان ناظم''، ''ہندوستانی مسلمانوں کے ریفارم کے مسائل''، ''مثنوی تصویرِ محبّت'' (داستان رام چندر) ودیگر۔

۷۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۷۶ص

۸۔ ڈاکٹر سید تقی عابدی (پ: ۱۹۵۲ء)، شاعر، ادیب، محقق، میڈیکل ڈاکٹر، کتب: ''چوں مرگ آید''، ''اقبال کے عرفانی زاویے''، ''رموزِ شاعری''، ''شہید''، ''جوشِ مودّت''، ''گلشن رویا''، ''انشاءاللہ خاں انشاء''، ''اظہارِ حق''، ''دُربارِ رسالت''، ''فکرِ مطمئنہ''، ''مجتہدِ نظم مرزا دبیر''، ''طالعِ مہر''، ''سلکِ سلام دبیر''، ''تجزیہ یادگارِ انیس''، ''ابواب المصائب''، ''روپ کنوار کماری''، ''مصحفِ تغزل''، ''غالب دیوانِ نعت و منقبت''، ''سبدِ سخن'' ودیگر۔

۹۔ رفیق خاور (۱۹۰۸۔۱۹۹۰ء)، شاعر، ادیب، مترجم، محقق، نقاد، مترجم، ماہرِ لسانیات، مدیر: ''ماہِ نو'' لاہور، چند کتب کے نام: ''ریختہ رشکِ فارسی''، ''خاقانی ہند''، ''اقبال اور اس کا پیغام''، ''ابر گہربار''، ''پدما سے چناب تک''، ''ہماری موسیقی''، ''پاکستان کے گیت''، ''گیت مالا''، ''گاندھی نامہ''، ''قلوپطرہ'' (ناول۔ شریک مصنّف)، ''شاہ جہاں'' (ڈرامہ)، ''حرفِ نشاط آور''۔

۱۰۔ ۲۰۰۶ء، لاہور: نعت پبلی کیشنز، بار دوم ۴۲۵ص ۱۱۔ ۲۰۰۹ء، برطانیہ: نعت ریسرچ سینٹر، ۱۴۶ص

May 2, 2009

جنابِ صبیح رحمانی صاحب

محترم۔ سلام۔ بہت دنوں سے بات نہیں ہوئی بے چینی سی ہے گلہ کام نہیں کر رہا ہے کہ فون کرتا سوچا خط لکھ کر بھڑاس نکال لوں۔ امید یہ ہے کہ ۲۳ر اپریل کو Radiation کا عمل جوں توں ختم ہوا گردن کے اندر کا حال معلوم نہیں بیرونی کیفیت یہ ہے کہ آگے کا حصہ دہکتی آگ کی طرح سرخ، یوں معلوم ہوتا کہ کسی نے بکرے کا گلہ کاٹ کرتن سے جدا نہیں کیا یوں ہی چھوڑ دیا ہے پتہ نہیں محاوروں میں اسے کیا کہتے ہیں۔ گردن زنی تو سنا تھا گردن سوختنی کے مرحلہ سے گزرا جیسے دوزخ کی نصف سزا یہیں بھگت لی ہے معلوم نہیں وہاں بھی آگ کس قسم کی ہوگی عمومی یا بجلی کی۔

آپ کی حسبِ ہدایت اسی روز میں نے امان خان صاحب دلؔ کو فون کر کے کتابیں منگوانے کے لیے کہہ دیا تھا انہوں نے کراچی اپنے عزیز سے بات کرنے کا وعدہ تو کیا معلوم نہیں یہ مرحلہ طے ہوا یا نہیں۔

آپ نے جس کتاب کو بھجوانے کا وعدہ کیا اس کا کیا ہوا ضروری نہیں کہ کوریئر سے بھجوایا جائے عام رجسٹرڈ ڈاک سے آجائے گی۔

آپ ایک ضروری کام کریں ابوسعادت جلیلی میرے کرم فرما ہیں میں ان کا زیر بار احسان ہوں ان کی عنایتوں اور مہربانیوں کی تفصیل لکھ نہیں سکتا صورت حال یہ ہے کہ کینسر کی وجہ سے ان کو فون نہ کر سکا خط ان کو ملتے نہیں۔ متعدد خط بھیجے جواب نہیں آیا میں فون کرنے سے کتراتا ہوں آپ انہیں اس نمبر پر فون کریں ۴۸۱۶۵۹۱ اور میرا حال سارا ان کو بتلا دیں۔ آپ دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی نہیں ہیں ان سے کہیں مجھے خط لکھیں بڑی مہربانی ہوگی۔

آپ نے اقلیم نعت کے شہنشاہ[۱] کا کلام بلاغت نظام روانہ کرنے کو کہا تھا میں منتظر ہی رہا آپ ردیف الف کا کلام فوٹو کاپی کروا کر ڈاک سے روانہ کر دیں میں کلام کو دوبارہ صحت کے ساتھ تحریر کر دوں گا اس عرصہ میں کچھ اور صفحات روانہ کر سکتے ہیں اس طرح سلسلہ بلاقساط جاری رہے گا کسی قسط کے کھو جانے سے بھی زیادہ نقصان نہیں ہوگا آج کل فرصت ہے کوئی کام نہیں شاید یہ ہی کام ہو جائے میرے پاس وقت کم ہے اور تیزی سے گذرتا

جا رہا ہے اگر AG سندھ میں کوئی با اثر آدمی ہے یا وہاں کسی افسر کو جاننے والا ہے تو تلاش کرو۔ اگر میری پینشن بحال کرواسکتا ہے تو یہ کام کر دے شاید یہ لالچ مجھے کراچی لے آئے کیا ہمارے مولا نائے محترم کوکب نورانی کے حلقۂ ارادت میں ایسا کوئی نہیں ہے جو یہ کام کروادے۔ میری طرف سے سلام آداب اور کورنش گزار یے اور استدعا کریں کہ جہاں وہ بابرکت کام کرتے ہیں وہاں اس بے برکت کے لیے یہ کام بھی کر دیں۔ پُرسانِ حال کی خدمت میں سلام۔ کام کیا لکھوں صفحات درکار ہوں گے وہ سب دور ہیں مگر دل سے دور نہیں جب گردن جھکا تا ہوں انہیں دیکھ لیتا ہوں۔

میں نے ذکر کیا تھا ڈاکٹر جعفر احمد کو خط لکھا ہے دو ماہ کی تاخیر سے جواب دیا ہے اور میرے مسودات منگوائے ہیں جلد بھجوادوں گا۔ باقی خیریت۔

شفقت رضوی

ا۔ کفایت علی کافیؔ شہید (م: ۶ مئی ۱۸۵۸ء)، مجاہدِ آزادی، شاعر، ادیب، کتب: ''خیابانِ فردوس''، ''بہارِ خلد''، ''نسیم جنت''، ''مولودِ بہار''، ''جذبۂ عشق''، ''تجملِ دربارِ رحمت''، ''دیوانِ کافی''، ودیگر۔

جناب مولانا صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم۔ مزاج گرامی۔ خط ملا اور خوشگوار حیرت ہوئی۔ چلئے اس بہانے آپ کو لکھنا تو آ گیا۔

مجھ پر ٹی وی دیکھنے کی بات محض تہمت ہے جو کچھ لکھا تھا وہ اچٹتی نظر کا حاصل تھا بھلا پاکستان اور انڈیا کے ٹی وی اور فلم میں رکھا ہی کیا ہے وہی فرسودہ موضوع محبّت اور شادی، سوصدیاں ہوگئیں اس دفتر کو در یا برد کیے۔ البتہ کچھ عرصہ امریکی ٹی وی سے شغف رہا یہاں کے مسائل اور نکتۂ نظر سمجھنے کے لئے معلوم ہوا یہاں جتنی اچھائیاں ہیں اس سے زائد برائیاں ہیں اگر یہاں کے ٹی وی کا حال لکھوں تو آپ کی روح کانپ جائے البتہ ''خالی ہاتھ'' میں اس پر ایک باب لکھوں گا۔

آپ رسالہ چھاپتے نہیں اور مضمون کے تقاضے کرنے لگتے ہیں آپ نے ''نوادر'' میں میرا مضمون چھپنے کی اطلاع دی ہے مجھے یاد نہیں ان کو مضمون کب بھجوایا تھا البتہ یہ مضمون ''انشا'' کے ایڈیٹر مجھ سے لے گئے تھے یہ یاد ہے۔ یہ میرے ایک طویل مقالے کا حصہ ہے ممکن ہے کبھی اس کا پھیلاؤ کتاب کی شکل اختیار کر لے۔ آپ نے زحمت کی مضمون پڑھنے کی۔ اس میں آپ کے محبّ خاص ڈاکٹر پروفیسر فرمان فتح پوری کا بھی ذکر خیر ہے پڑھیے اور موقع ہو تو ان کو پڑھوائیے میں نے ان پر جب بھی اعتراضات کیے اس کے جواب کا منتظر رہا ان پر میرا بہت قرض چڑھا ہوا ہے۔

بھائی عزیز احسن سے ملاقات ہو تو سلام کہیے اور میری طرف سے گزارش کیجئے کہ اپنے آپ کو سنبھالیں۔ انسان وہ نہیں جو مسجد کا فقیر بن کر رہ جائے۔ اللہ نے بت کدے بھی آباد کئے ہیں اس کے درشن بھی ہوتے رہنا چاہئے۔ چلو تو ساتھ زمانہ کو لے کے چلو۔ دین لینا ہے تو دنیا کو نہ چھوڑو جو دین کا ہو کر رہ گیا وہ بھی کام سے گیا اور جو دنیا کا ہو کر رہ گیا وہ بھی کام سے گیا۔ کیا اللہ میاں یہ نہیں پوچھیں گے کہ تجھے دنیا میں کیا صرف عمرے کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ بات تو جب ہے نہ بحرِ عصیان کے کنارے سے گذر رو اور دامن کو بھیگنے نہ دو نگاہیں پھیر کر گزر جانا کیا معنی! اللہ اور بندے کے تعلّق کو میں رسومات سے بالاتر سمجھتا ہوں عبادت اور رسومات ایمان نہیں۔ ایمان کے اظہار کا ذریعہ ہیں زیادہ سے زیادہ اسے تجدید کا عمل کہہ لیں۔ اب اگر ایمان تو رہا طاق میں اور اظہار ہی اظہار ہے یا تجدید ہی تجدید ہے تو کیا حاصل برا نہ مانیں۔ آپ لوگ رسمی مسلمان ہیں میں ایمان رکھنے والا مسلمان ہوں آپ لوگ عبادت اور رسومات کے ذریعہ خدا کو خوش کرنا چاہتے ہیں میں ایمان کو دل کی اور روح کی گہرائیوں میں بسا کر اسے خوش کرنا چاہتا ہو ں میں سمجھتا ہوں عبادت سے بالاتر ہے کہ انسان دنیا میں ملوث رہے اور گناہ سے بچا رہے۔ جس کا دنیا سے واسطہ نہ ہو وہ گناہ کو کیا سمجھے گا اور گناہ کی طاقت کو کیا سمجھے گا۔ طاقت سے منہ موڑ کر گزر جانا اور ہے طاقت کا دیوانہ وار مقابلہ کرنا اور زیر نہ ہونا اصل ایمان ہے۔

واللہ کہ میں گنہگار ہوں منکر نہیں مشرک نہیں صاحب ایمان ہوں اس لیے اپنے پر بھروسہ رکھتا ہوں جس خارزار سے کہیں گزرنے کے لئے

تیار ہوں شاید کوئی یقین نہ کرے مجھے ہمیشہ تائیدِ غیبی حاصل رہی ہے مشکل سے مشکل حالات میں جہاں سے گزرنا میرے بس کی بات نہیں تھی وہاں غیبی طاقت نے میرا ساتھ دیا۔ان حالات سے گزرا ہوں جس کے بارے میں کوئی منطق کوئی تاویل کام نہیں آسکتی مگر ایسا ہوا ہے معلوم ہوا معجزے پیغمبروں کے لیے ہی نہیں ہوتے ہم جیسے دین دار ایمان داروں کے لئے بھی ہوتے ہیں اگر زندگی رہی تو اس بارے میں تفصیلی شواہد اور واقعات کے حوالے ''خالی ہاتھ'' میں پیش کروں گا۔ یہ سب اس لئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ آپ کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مائل کروں۔ زبان سے نہ سہی دل سے آپ بیعت کر چکے ہیں یہی کافی ہے۔

''حسرت موہانی کی ادبی اور تحقیقی خدمات'' کے موضوع پر کتاب مرتب کر رہا ہوں اندازہ ہے کہ سو صفحات ہو جائیں گے۔''خالی ہاتھ'' کے سو، سوا سو صفحے لکھ چکا ہوں۔ ابوسعادت جلیلی صاحب نے جعفر احمد صاحب کے خط کی نقل بھجوائی ہے جعفر احمد نے میری کتاب پاکستان اسٹڈی سے جلدی شائع نہ ہونے کی معذرت کی اور فوری طور پر کام شروع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ معلوم نہیں شروعات ہوئی ہیں یا نہیں۔ خدا بخش لائبریری سے جو کتاب چھپی ہے وہ ابھی تک دیکھنے کو نہیں ملی۔ یہ نصیب ہے اردو کے ادیبوں کا۔ یہاں یہ حال ہے کہ کلنٹن کی سوانح عمری ۸ملین کی تعداد میں چھاپنے کا معاہدہ ہوا ہے پہلے روز ایک ملین کتابیں فروخت ہو گئیں۔ کلنٹن کو معاوضہ میں ۳۵ فی صد رقم ملے گی لکھ پتی بننے کے لیے ایک کتاب کافی ہے۔

امریکہ بڑا عجیب ملک ہے جہاں برائی بڑے پیانے پر ہے تو اچھائی اس سے بھی بڑے پیانے پر ہے۔ سماجی اور سیاسی نظام ایسا ہے کہ آپ کا جو جی چاہے لکھیں کوئی برا نہیں مانتا۔ ایک کتاب ۸/اگست کو چھپی ہے نام Check Point لکھنے والا ہے Necholson Baker سیاسی نوعیت کا ناول ہے جس کے ابتدائی ۱۰۰ صفحات میں اس بات پر بحث کی گئی ہے کہ کیوں نہ موجودہ صدر امریکہ کا مواخذہ کر کے سزا دی جائے۔ مبین مرزا سے کہیں اس کا ترجمہ کروا کے چھاپیں خوب بکے گی۔ اس کتاب پر بھی کوئی باز پرس نہیں ہوئی۔ مائیکل مور نے ۱۱/اگست کے حوالے سے ایک فلم بنائی ہے اخبارات میں اس کی نہایت حمایت اور مخالفت میں ڈھیروں لکھا گیا۔ سینما گھروں میں فلم چلانے سے انکار کر دیا خوب کیسٹ بکیں اس کے خلاف بھی کوئی کاروائی نہیں ہوئی نہ کوئی قانونی گرفت نہ کوئی فتویٰ اسے کہتے ہیں اظہارِ خیال کی آزادی!

ابوسلمان صاحب انڈیا جانے والے تھے گئے یا نہیں مشفق خواجہ صاحب کے کیا حال ہیں ان سے ملیں یا فون کرنے میرا سلام پہنچائیں اور خیریت معلوم کریں۔ وغیرہ وغیرہ کو سلام

مزید اور ضروری: اب ذہن جواب دیتا جا رہا ہے ایک وقت میں تمام باتیں یاد نہیں آتیں۔ خط میں ضروری امور کے بارے میں لکھنا بھول گیا تھا جو یہ ہیں:

۱۔ خدا بخش لائبریری کا مکمّل پتہ ہے مع Zip no (پوسٹل کوڈ) چاہیے۔

۲۔ میری ایک زیرِ تکمیل کتاب کے لئے میرا ہی مضمون درکار ہے عنوان ہے ''حسرت موہانی کا جمالیاتی احساس''۔ غالباً ''سفیر اردو'' میں چھپا ہے پرچہ ان پرچوں میں ہوگا جو آپ لے گئے ہیں۔ ویسے آپ کے ذخیرہ میں بھی ہوگا براہِ کرم تلاش کریں۔ اگر آپ کے پاس پرچہ کی ایک سے زائد کاپیاں ہیں تو اس کا تراشہ بھجوا دیں ورنہ عکس

۳۔ خط بھیجتے ہوئے فضول خرچی سے اجتناب کریں، میں سمجھتا ہوں خرچہ مجھ پر عائد کیا جا رہا ہے جو واجب الادا ہے رجسٹری کی قطعی ضرورت نہیں ۔ پاکستان میں رجسٹری کیا انشورڈ لیٹر کی بھی کوئی اہمیت نہیں اور یہاں خاص ہدایت ہے چاہے سرکاری محکموں کی ہو یا کاروباری اداروں کی ہو وہ کہتے ہیں اہم سے اہم دستاویز بھی اعتماد کے ساتھ عام ڈاک سے بھجیں Certified کرنے یا Courier سے بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہزاروں

ڈالر کے چیک معمولی ڈاک سے بھجوائے جاتے ہیں۔

۴۔ نعت رنگ چھپ گیا ہوتو Surface Mail سے بھیجیں کم خرچہ لگے گا حساب لکھتے رہیں اور جو رقم مجھ پر خرچ ہو مجھے بتلاتے رہیں چیک بھجوادوں گا ۔وہاں بینک میں ابھی کافی فالتو پیسے چھوڑ آیا ہوں۔

شفقت رضوی

~~~~~~

جناب سنی مولانا حضرت صبیح رحمانی دام اقبالہٗ۔

بعد سلام معلوم ہو کہ ابھی زندہ ہوں اور دعا دیتا ہوں ادبی رہزنوں کو۔ امید ہے کہ آپ مع اہل وعیال واقربا واحباب بخیر وعافیت ہوں گے۔ مکان کی خریدی اور گھر بسائی پر مبارک باد۔ وہاں ایک گوشہ میرے نام منسوب کر کے رکھنا کیا پتہ کبھی نازل ہو کر رونق بخشوں۔ ارادہ آنے کا نہیں ۔آخری چار ماہ میں نے وہاں جو عذاب جھیلا ہے اس کے بعد کراچی اور کراچی والوں کے نام سے وحشت ہوتی ہے ویسے وحشت کے بڑے سامان یہاں بھی ہیں کچھ وحشت مسلمانوں کی وجہ سے ہوتی ہے کچھ نئی نسل کی جنس عجیب کی وجہ سے!

آپ کو سنی مولانا اس لیے کہا کہ یہاں ٹی۔وی پر کئی دن اشتہار آتا رہا عید میلا دالنبیﷺ کا۔ تقریب بھی ''سنی رضوی جامع مسجد'' میں۔ اب مسجد مسلمانوں کی نہیں رہیں جانے کس کس نے قبضۂ ناجائز کر رکھا ان پر!

یہاں اردو، اسلام اور پاکستان کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے آپ کا ملک اس سلسلہ میں بہت پیچھے ہے آئے دن اردو مشاعرے اور کانفرنسیں ہوتی ہیں مقامی نہیں سب انٹرنیشنل ہوتی ہیں معیار صفر درجے سے کم ہے جو کسر رہ جاتی ہے وہ PTV Prime اور ARY پوری کر دیتے ہیں معلوم ہوتا ہے جو لوگ یہاں چینل چلا رہے ہیں وہ خصوصیت سے اسلام دشمن اور پاکستان دشمن ہیں دونوں کی بدنامی میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ اگست کا پورا مہینہ دونوں چینلوں پر نئی نسل کے ہیجڑوں اور طوائفوں کے اشتہارات کا زور تھا۔ کوئی دن ایسا نہ تھا کہ آزادی کے نام پر ناچ گانوں کے اشتہار نہ دکھائے جاتے ہوں، بے سری آواز میں چیخ چیخ کر بے معنی گیت الاپنا، کمر مٹکانا، کولھے مٹکانا، چھاتیاں اچھالنا اس نسل کا پیشہ ہے سنا ہے خوب کماتے ہیں اور ساری قوم کو نچاتے ہیں۔ اب تو یہ عالم ہے مذہبی نوعیت کا کلام بھی پاپ کی نذر ہو گیا ہے ایک بار دیکھا ایک صاحب چیخ رہے تھے ''میرا خدا اور ہے تیرا خدا اور ہے'' چیخنے میں اتنا زور صرف ہو رہا تھا کہ منہ پھٹا جاتا تھا حلق کا کوّا تک صاف نظر آتا تھا ہاتھ اور جسم اس طرح متحرک تھے گویا دیوانگی کا دورہ پڑا ہو سازوں کی آواز ان کی آواز کا ساتھ دے رہی تھی عرش پر خدا بھی کانپ گیا ہوگا کس مخلوق کو پیدا کیا مجھے پاپ کی نذر کر دیا۔

ایک پروگرام میں دیکھا ایک صاحب آیت اللہ کا جیسا لباس پہنے گا رہے ہیں سازندے سامنے فرش پر بیٹھے ساز بجا رہے ہیں کلام مذہبی نوعیت کا تھا پتہ نہیں گانے کے لئے آیت اللہ کا یونیفارم کب سے لازمی ہو گیا ہے۔

مجھے نیرہ نور کی آواز بہت پسند ہے ٹی۔وی پرائم پر جلوہ افروز ہوئیں۔ شوق نے ورغلایا آواز بلند کی۔ وہ گا رہی تھی 'بلاوا آیا ہے مجھے دیارِ نبی سے' ساز بج رہے تھے اور نعت فضا میں گونج رہی تھی۔ میرا جو حال ہوا سو ہوا اس شاعر کا کیا حال ہوا ہوگا جس کا دیار نبی سے بلاوا آیا تھا۔ میرا خیال ہے نعت نگاری سے تائب ہو گیا ہوگا۔

ان سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں جس چینل کو کھولو پہلے ٹی وی کی پیشانی پر ایک پٹی نمودار ہوتی ہے جس کے درمیان میں اس پروگرام کا نام ہوتا ہے جو چل رہا ہے بائیں تاریخ، وقت کے ساتھ یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ پروگرام اور کتنی دیر چلے گا سیدھی جانب چینل کا نمبر اور نام ہوتا ہے
~~~~~~

ایک بار ٹی وی کھولا پٹی پر درج تھا: ''حی علی الفلاح''۔اسکرین پر دیکھا ریما ناچ رہی تھی طبیعت خوش ہوگئی کہ قوم نے فلاح کی راہ پالی ہے۔دوسری بار دیکھنے کا اتفاق ہوا۔پٹی پر لکھا تھا: ''Comedy Theatre''۔اسکرین پر دیکھا حضرت مولانا حسین کاظمی تقریر فرما رہے تھے۔موصوف سے ملو میرے حوالہ سے ان کو بتلادو کہ ٹی وی پر آنے کے شوق نے ان کو کس کس طرح رسوا کیا ہے۔کیا کہتے ہیں علمائے دین بالخصوص حضرت مولانا کوکب نورانی پیش اس مسئلہ کے!

یہاں اردو کے رسائل نہیں چھپتے اخبارات چھپتے ہیں ہفت روزہ، بکتے نہیں، اسٹوروں پر رکھ دیے جاتے ہیں جس کا جی چاہے اٹھا لے جائے۔اردو وہی بولتے ہیں جو ترک وطن کر کے آئے ہیں ان کی نسل اردو سے نابلد ہے خود ہماری چھوٹی پوتی 'نسا' اور پوتا 'جوز' صرف انگریزی بولتے ہیں اردو بولیں تو امریکی لب ولہجہ میں! پیشہ ور شاعر آتے ہیں اپنے اعزاز میں مشاعرے کرواتے ہیں۔اپنی کتابیں بیچ کر ڈالر کماتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔حمایت علی شاعر آئے اپنی دھیڑی[کذا] بجا کر چلے گئے۔مظفّر وارثی آئے گائے بجائے مال کمایا چلتے بنے۔ہر دفعہ مجھے چلنے کو کہا گیا میں نے معذرت کر لی۔شاعؔر نے فون نمبر بھجوایا رابطہ کرنے میں گول کر لیا۔البتہ اب کی بار اتوار کو پھنس گیا ہمارے چھوٹے داماد ڈاکٹر تجمل رات کھانے پر ایک ایرانی ہوٹل لے گئے۔ہوٹل کا مالک ایرانی ہے ڈاکٹر تجمل اور ہماری بیٹی ۸ سال ایران میں ڈاکٹر رہے ہیں دونوں جدید فارسی خوب بولتے ہیں ،وہاں کھانا کھا کر وہ لوگ ہمیں سیدھے اس ہوٹل میں لے گئے جہاں مشاعرہ تھا ہم کافی دیر بعد پہنچے پھر بھی بڑے بڑے بڑوں کو بھگتنا پڑا صرف ذکیہ غزل[۱] اور خواہ مخواہ حیدرآبادی نے لطف دیا باقی بھرتی کے شاعر تھے رات ۲ بجے مشاعرہ ختم ہوا اردو کا چاہے ستیاناس ہو مشاعروں کی وبا ختم نہ ہوگی بڑی سستی عیاشی ہے رنڈی طوائف کو بلواؤ تو رات بھر کے ہزاروں ڈالر مانگے شاعر آئے تو ایک پیالی چائے کا خرچ اور لطف دوبالا۔

خط طویل ہوگیا اتنا پڑھنا بھی تمہاری طبیعت پر بار ہوگا اور پھر یہ کہ میں سیدھی بات کو بھی ٹیڑھا کر کے بیان کرتا ہوں۔کیسے ہیں مولانا کوکب نورانی، مولانا ابوالخیر کشفی مولانا عزیز احسن، مولانا ابوسلمان شاہ پوری و دیگر مولانا حضرات بشمول مولانا مبین مرزا سب کو سلام۔

ہمیں یاد کرتے رہو تو کیا برا ہو۔

شفقت رضوی

۱۔ذکیہ غزل (پ: ۱۲۰ کتوبر ۱۹۶۳ء)،معروف شاعرہ،ادیبہ،اناؤنسر: ورلڈ سروس (ریڈیو پاکستان)،مجموعۂ کلام: ''بادل، گیت، ہوا اور میں''۔

جناب صبیح رحمانی صاحب!

جیو اور جینے دو!

''نعت رنگ'' نمبر ۲۰ دلّ[۱] کو ۱۷ رنومبر کو ملا۔۱۹ کو انھوں نے مجھے پوسٹ کیا۔۲۶ کو مجھے ملا میں اوّل تو ''نعت رنگ'' کشفی صاحب پر کتاب اور اپنے مضمون کی نقل مل جانے پر آپ کی توجہ اور مہربانی کا شکریہ ادا کر دوں حالاں کہ اس کی ضرورت ہے نہیں۔آپ تبصرہ مانگتے ہیں یاد کریں ''نعت رنگ'' نمبر ۱۹ کے چھپنے سے کچھ دنوں پہلے میں نے خط میں وعدہ کیا تھا کہ میں تنقید سے کنارہ کش ہوتا ہوں صرف تحقیق کا کام کروں گا میں اس وعدہ پر قائم ہوں۔زندگی میں کبھی وعدہ خلافی نہیں کی۔اب دوسرا وعدہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں مذہب کے موضوعات پر ہرگز نہیں لکھوں گا اور نہ مذہبی رسائل کے لیے نہیں لکھوں گا سوا اللہ مجھے اس وعدہ پر قائم رہنے کی ہمت عطا کرے اور آپ بھی یہی دعا کر لیں۔

اپنے دونوں مضامین پڑھے۔جب آپ نے اطلاع دی تھی کہ کشفی صاحب پر میرا مضمون شامل کتاب ہے تو میں واقعی حیران تھا کہ یہ جسارت بھی میں [نے] کی ہے۔یہ مضمون میرے ذہن کے کسی گوشہ میں موجود نہ تھا پڑھا اور مزید حیران ہوا کیا ایسی تحریریں میرے واہیات قلم سے نکل سکتی ہیں۔مجھے نہیں معلوم کشفی صاحب کو مضمون پسند آیا نہیں۔

''نعت رنگ''، نمبر۲۰ میں یحییٰ نشیط کا مضمون [۲] پڑھا موضوع کی ندرت نے مزہ دیا۔ میں نے کبھی کسی شاعر کے شعر پر سن کر داد نہیں دی لیکن جب کبھی اور جہاں کہیں لوک گیت سنے ہیں میں یا میرا دل رقص کناں رہے زندگی کی بھر پور کیفیت اور سچائی کی آخری حد کو دیکھنا ہو تو لوک گیت سنو۔ اس مضمون کے حوالہ سے سلیمان خطیب بہت یاد آئے۔ بہت پیارا شخص اور محبّت کرنے والے دل کا مالک تھا۔ اس نے بتلایا تھا کہ وہ اور اس کی بیوی چوڑیاں، گہنے، کپڑے بطور سوغات لے کر گاؤں گاؤں گھومتے، جھونپڑے میں کسانوں کے مہمان بن جاتے۔ ان کو رک کر لوک گیت سنتے، جو ہندی، مراہٹی، تیلگو، کونکی وغیرہ زبانوں میں ہوتے مفہوم کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے لیکن اس کے رنگ اور رس میں کھو جاتے۔ بے حال ہو کر ان کے تال و سر پر رقص کرتے۔ دو چار دن فطرت کی گود میں گزار کر لوٹتے تو سوغات ان کی امانت ان کے حوالے کر دیتے۔ سلیمان صاحب کا کئی برس دستور رہا کہ گرمی کے موسم میں میرے غریب خانہ پر سال میں ایک رات ضرور گزارتے۔ چاندنی رات میں گھر کی چھت پر فرش ہوتا قالین اور گاؤ تکیہ لگے ہوئے۔ چند حضرات باذوق محفل سجاتے۔ پہلے طعام ہوتا نو بجے کے بعد محفل سجتی۔ حیدرآباد کے شاعر کلام پیش کرنے کے لیے بے تاب رہتے۔ میں منع کرتا اور سوائے سلیمان خطیب کے کسی کو سننا پسند نہیں کرتا۔ میں دعوے سے کہتا ہوں زندگی [کا] جو رس ان کی شاعری میں تھا وہ اور کہیں نہیں ملے گا۔ ان کے تقابل میں نظیر آبادی آتے ہیں لیکن خطیب کی مٹھاس ان کے پاس بھی نہیں ہے۔ اردو کے تمام اساتذہ نے جو تشبیہات اور تمثیلے استعمال کیے ہیں ان کے مقابلہ میں خطیب کے تشبیہات اور قہقہے تو سب حقیر دکھائی دیں۔ محبوب کی یاد کے لیے کہتا ہے ''جیسے کچی دیوار میں کنکر دھنسے'' ہے اردو شاعری میں اس کا جواب؟ ان کی نظم پگڈنڈی بھی غضب کی چیز ہے کیا کیا نادر تشبیہات ہیں۔ میں ان کے بارے میں لکھنے کے لیے سوچتا رہا۔ میری نالائقی کہ میں لکھ نہ سکا۔

اس مضمون میں یحییٰ نشیط نے امجد حیدرآبادی کا ذکر کیا اور ان کا نام امجد حسین لکھا ہے۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں یادداشت کم زور ہو گئی ہے لیکن ذہن ماؤف نہیں ہوا ہے۔ یاد پڑتا ہے حضرت امجد کا نام امجد حسین نہ تھا۔ کسی کتاب میں دیکھ لیں اور اگلے شمارہ میں تصحیح کریں۔ کئی غلط روایت نہ بن جائے اور اگر میں غلط ہوں تو میری تصحیح کر دیں۔

''نعت رنگ''، میں ایک اور مضمون نظر سے گزرا۔ نام نہیں بتاؤں گا۔ جو اعتراضات میں نے محبی مکرم عزیز احسن پر کیے تھے وہی ان پر وارد ہوتے ہیں۔ میاں امتحان کا پرچہ حل کرنا اور صحیح جوابات لکھنا اور ہے ادیب بننا اور ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے مضمون نگار کو استغراق کی بیماری ہے۔ علم ہضم نہیں ہوا جیسا کا ویسا باہر نکل آتا ہے۔ جو ہماری تاک میں رہتے کہ کہیں تو پکڑا جاؤں۔ اگر واقعی انھیں میری تلاش ہے تو ان کا تذبذب ختم کریں اور انھیں بتلا دیں میں امریکا کی ریاست ٹیکساس کے شہر ڈیلاس میں ہوں اور تا حال زندہ ہی نہیں سلامت بھی ہوں۔ میرا مطلب عزیز محترم جناب احمد صغیر صدیقی سے ہے۔ اگر وہ وصول کرنے آمادہ ہوں تو میرا اسلام ضرور پہنچا دیں۔

میری بیٹی جس کے ساتھ میں رہتا ہوں ۱۹/نومبر کو انڈیا گئی ہے وہاں سے ۸/نومبر کو کراچی جائے گی۔ کہاں ٹھہرے گی معلوم نہیں میں نے تم سے کہا تھا کچھ کتابیں بجھوانے کا انتظام کر و تم ٹال گئے۔ وہ جہاں بھی ٹھہرے گی اپنی خالہ سے ملنے پارک ویو اپارٹمنٹ ضرور جائے گی وہیں کا پتا میں نے دینا چاہا تھا تمھارا قصد کام نہ کرنے کا دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

میری خواہش تھی کہ زندگی کا آخری حصہ کراچی یا انڈیا میں گزاروں میں امریکا میں مرنا اور دفن ہونا نہیں چاہتا۔ امریکا ظاہری زندگی کے لیے بہترین جگہ ہے۔ اندرونی زندگی کے لیے زہر قاتل ہے۔ اچھا ہوتا کہ میں کراچی میں والد کی قبر میں یا بیوی کی قبر میں دفن ہوتا۔ لیکن کراچی کے حالات دیکھ کر ہی اس ملک سے نفرت ہو گئی ہے۔ جہاں صرف حرام خوروں کا جینا آسان ہے دنیا میں اتنی بے وقوف قوم کوئی اور نہ ہو گی جو جان بوجھ کر کمینے ترین افراد کو حکمران بناتی ہو۔ بزرگوں نے سچ کہا تھا کہ جیسی قوم ہو ویسے ہی لیڈر ہوتے ہیں۔ دنیا کے تمام اخبارات صدر مملکت کو بغیر اس خطاب

کے یادنہیں کرتے Formerly Known as 10% اور وہ بے غیرت ہے جوقوم کا مال خرچ کر کے دنیا بھر میں تفریح میں مبتلا ہے۔ بھیک مانگتا ہے اس کی حیثیت دیکھو ہر ملک امداد کی بھیک تو کیا قرض دینے کو بھی تیارنہیں۔ دنیا میں اس ملک کی کیا حیثیت؟ میں سناؤں۔ ایک دن میں اپنے ڈاکٹر سے ملنے ان کے آفس گیا۔ وہاں ویٹنگ روم میں بہت سارے لوگ بیٹھے تھے جیسے ہی میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ دروازہ کے قریب ایک بوڑھے جوڑے کو بیٹھا دیکھا۔ مجھے دیکھ کر بوڑھے نے اپنا انگوٹھا اوپر کی طرف کرتے ہوئے کہا،''انڈین'' میں نے کہا،''نو پاکستانی''اس نے انگوٹھا نیچے کی طرف کردیا۔ یہ زندگی میں سب سے بڑی گالی تھی جو میں نے سہی صرف پاکستانی ہونے کی وجہ سے۔

میں ایک خاص کیفیت میں خط لکھتا ہوں۔ یہ بھی خود کلامی کا ایک انداز ہے، اسے خط نہ سمجھو۔ میں اپنے آپ سے اسی طرح کی باتیں کرتا ہوں۔تم سمجھو گے میں بوڑھا ہوکر سٹیا گیا ہوں۔ بات یہ ہے کہ حساس آدمی کا اس دنیا میں یہی حشر ہوتا ہے۔ میں نے خبر کو خیر کے سوا کچھ نہ سمجھا، میں بد کو خیر ثابت نہ کرسکا اور پھر ایسا کرنا چاہا۔ اس حیثیت اور Values کی پاس داری نے مجھے کہیں کا نا رکھا۔

آج ۲۸؍نومبر کو خط لکھ رہا ہوں رات سے گھنگھور گھٹائیں چھائی ہیں ہلکی بارش ہے شہر کا میل باکس گھر کے سامنے نہیں لیکن دوری پر سڑک کنارے ہے بارش اور سردی میں وہاں تک جانے کو ہمت نہیں۔ دیکھو کب پوسٹ کرنے کی نوبت آتی ہے۔

جس مضمون کی نقل مانگی تھی اس کا کیا بنا؟

میاں صبیح مولانا کوکب کی خدمت میں، میرا اسلام پیش کریں اور معلوم کریں کہ کیا ان کے حلقہ اثر میں کوئی ایسے صاحب ہیں جو سندھ اکاؤنٹس آفس (A.G. Sindh) میں اہم عہدہ پر مامور ہوں اور میری پنشن کا مسئلہ حل کر سکتے ہوں تو شاید میں اپنے آپ کو کراچی آنے میں آمادہ کرسکوں۔

والسّلام

شفقت رضوی

ا۔امان خان دلؔ مراد ہیں۔ ۲۔''اردو لوک گیتوں میں ذکر رسول ﷺ''،ش ۲۰،ص ۸۲۔۱۰۹

شکیل اوج، محمد، پروفیسر ڈاکٹر (کراچی)

محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون۔

برادرم! آپ ایک عرصے سے سرگرمِ عمل ہیں، بحیثیت نعت گو اور بحیثیت نعت خواں آپ نے اپنا ایک مقام بنالیا ہے۔نعت رنگ کی مسلسل اشاعت سے آپ کی صحافیانہ صلاحیتیں بھی ظاہر ہیں۔ اور اس میں تحریر کردہ اداریے جہاں آپ کی دانش وبینش کی چغلی کھاتے ہیں، وہیں نعت ریسرچ سینٹر کے قیام اور اس کے استحکام کے لیے آپ کی کاوشیں، آپ کے حسنِ انتظام کی آئینہ دار ہیں۔ آپ نظم ونثر دونوں میں لکھتے ہیں اور کیا ہی اچھا لکھتے ہیں، جس بلا کا لکھتے ہیں اسی غضب کا بولتے ہیں۔ نوعمری میں ہی آپ نے اپنے شعبہ کا اقلیمِ ہفت خواں طے کرلیا ہے۔

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

گزشتہ دنوں (۲۴ مارچ ۲۰۱۲ء) جب میں نے ڈائرکٹر سیرت چیئر، جامعہ کراچی کا اضافی چارج سنبھالا تو حسن اتفاق کہ انہی دنوں ایک محفل میں آپ سے ملاقات ہوگئی۔ اور باتوں باتوں میں یہ بات بھی ہوئی کہ سیرت اور نعت ایک دوسرے کا اٹوٹ انگ ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے

جدا نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جہاں سیرت چیئر ہو، وہاں نعت چیئر بھی ہونی چاہیے، کیونکہ نعت بجائے خود ایک جہان ہے۔ جسے ملک کی تمام جامعات میں آباد ہونا چاہیے اور 'نعت' کو ایک باقاعدہ صنفِ سخن کے طور پر جامعات کے نصاب کا حصہ بننا چاہیے۔ اس نکتہ پر ہم دونوں کا اتفاق ہو گیا تھا۔ اب دیکھیے کہ یہ اتفاق کب معرضِ وجود میں آتا ہے۔

والسّلام
محمد شکیل اوج

☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج (یکم جنوری ۱۹۶۰ء۔۱۴ ستمبر ۲۰۱۴ء) ڈی۔لٹ۔معلّم، محقق، ادیب، شاعر، مصنّف، دانشور، مدیر: ششماہی ''التفسیر'' کراچی، رئیس: کلیہ معارفِ اسلامیہ و ڈائرکٹر: سیرت چیئر، جامعہ کراچی، کتب: ''صاحبِ قرآن ﷺ''، ''قرآن مجید کے آٹھ منتخب اردو تراجم کا تقابلی جائزہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''اصولِ حدیث و تاریخِ حدیث''، ''نسائیات'' (اردو، انگریزی، عربی)، ''خواجہ غلام فریدؒ اور ان کے مذہبی افکار''، ''تعبیرات''، ''افکارِ شگفتہ'' و دیگر۔

شکیل عادل زاد (کراچی)

کسی ایک موضوع پر رسالہ شائع کرنے کے مسائل و مراحل کا تھوڑا بہت اندازہ ہے۔ اردو میں موضوعی رسالے نکلتے بالعموم بڑے جوش و خروش سے اور دم جلد ہی توڑ دیتے ہیں۔ ایک نہیں، بے شمار مثالیں ہیں۔ ایسی پیچیدہ، حوصلہ شکن صورتِ حال میں آپ نے فنِ نعت پر ایک رسالہ شائع کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے اور وہ کام کیا ہے جو دوسروں نے نہیں کیا جو دوسرے نہیں کر پاتے، وہ کام یقیناً دشوار ہوتا ہے۔

نعت ہمارے ادب کی ایک مستقل صنفِ سخن ہے۔ قریباً ہر شاعر نے اس صنف میں طبع آزمائی کی ہے اور کمال کمال کیا ہے، صرف کلمہ گویاں ہی نہیں، دیگر مذاہب کے شعرا نے بھی بہ قول شخصے، کچھ یوں اپنی عاقبت کا سامان کر لیا ہے۔ نعت بڑی نازک صنف ہے۔ شاعری کی تمام اصناف میں شاید سب سے زیادہ نازک۔ سو اس موضوع پر رسالہ شائع کرنے کا کام کچھ کم احتیاط نہیں چاہتا۔ آپ کو پھونک پھونک کے قدم رکھنے، قدم اُٹھانے پڑیں گے۔

اب تک ''نعت رنگ'' کے تین شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی وقعت اور جامعیت کا ہر گوشے میں اعتراف کیا گیا ہے۔ ''نعت رنگ'' کی جلوہ نمائی کے بعد احساس ہوتا ہے کہ کتنی بڑی بھول ہوتی رہی ہے۔

ہر ادوررسالے کے لیے مہم جوئی کی خدمات درکار ہوتی ہیں۔ یہ تو ایک خاص رسالہ ہے۔ آپ اسی تن دہی، مستعدی سے، کوئی تحریک، کوئی کارنامہ سمجھ کر جُٹے رہے تو مجلّہ ''نعت رنگ'' اردو کے موضوعی رسالوں میں یادگار حیثیت اختیار کر سکتا ہے۔ ساری بات اس کام میں یقین اور خلوصِ نیت کی ہوتی ہے۔ مکمّل شاید کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہی گنجائش تخلیق کاروں، ہنر کاروں کا حوصلہ فزوں رکھتی ہے۔ مجھے آپ کے وسائل کی تنگی کا علم ہے لیکن وسائل والوں کو آج تک اس طرف توجہ دینے کا خیال کب اور کہاں آیا۔ وسائل والے تو مسائل اور بڑھانے کا ورد کرتے ہیں۔ آپ کے پاس اور خوبیاں بے پناہ ہیں۔ تکلّم ترنم، سخن کاری و خوش نوائی، جذبۂ فراواں، عمر بھی آپ کے ساتھ ہے۔ کام کرنے کے لیے تین بنیادی اوصاف شمار کیے جاتے ہیں۔ محنت، دیانت اور راست سمت میں جستجو، اقدام اور ہاں ایک اور چیز عشق۔ آپ کے ہاں عاشقی کی خو ہے اور سب سے بڑا عشق تو ایک ہی ہوتا ہے اور اسی عشق کا اظہار ''نعت رنگ'' ہے۔

شکیل عادل زادہ

☆ شکیل عادل زادہ (پ: ۱۹۴۰ء)، صحافی، ادیب، تبصرہ نگار، مدیر: ''سب رنگ''، رکن مجلسِ ادارت: روزنامہ ''شیراز''، ماہنامہ ''انشاء''، ماہنامہ ''عالمی ڈائجسٹ''، تصانیف: ''اقابلہ''، ''امربیل''، ''بازی گر'' و دیگر۔

شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر (الہ آباد)

اجون ۲۰۰۵ء

برادرم جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب، سلام علیکم

کچھ مدت ہوئی ’نعت رنگ‘ کا ایک ضخیم اور بہت عمدہ شمارہ آپ کا بھجوایا ہوا مجھے ملا تھا۔ کہنے کو تو ہر غلام سرورِ کائنات کی طرح میں نے بھی کچھ نعتیہ کلام کبھی نہ کبھی ضرور لکھا ہے، لیکن میں نعت کے میدان میں خود کو مجبور اور معذور سمجھتا ہوں، اس لیے میں نعت کا اچھا طالب علم بھی نہیں ہوں۔ بس اللہ کی مہربانی ہے کہ نعت کا اچھا شعر کہیں پڑھتا ہوں تو دل پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ دل تھام لیتا ہوں۔ ’نعت رنگ‘ کے موجودہ شمارے میں کئی اشعار ایسے تھے جسے میں پڑھ کر بے اختیار ہو گیا اور بے ساختہ آپ کے لیے دل سے دعا نکلی۔

جناب مولانا کوکب نورانی کے فاضلانہ اور عشقِ رسول کے سوز و گداز سے بھرے ہوئے مکتوبات بہ عنوان ’نعت اور آدابِ نعت‘[۱] کا ایک نسخہ بھی ملا تھا۔ آپ اور صاحب زادہ ارشد جمال نقش بندی[۲] ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ نعت گوئی کے فن پر کچھ تحریریں ہندوستان میں گزشتہ چند برسوں میں ضرور چھپی ہیں اور ایک صاحب نے اپنے مسلک کو بیان کرنے میں بہت غلو بھی کیا ہے۔ لیکن حضرت مولانا ے موصوف کی دقتِ نظر اور وضعِ احتیاط کا جواب شاید ہی کہیں ملے گا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ پہلے بھی آپ نے ’نعت رنگ‘ کے کچھ شمارے اور کچھ نعتیہ کتب مجھے بھجوائی تھیں لیکن جواب نہ ملا۔ میں شرمندہ ہوں کہ کتاب تو مجھے کوئی یاد نہیں آتی، لیکن ’نعت رنگ‘ کے ایک دو شمارے ضرور ملے تھے اور میں نے E-mail سے ان کی رسید بھی بھیجی تھی بلکہ ایک صاحب کا تقاضا تھا کہ مجھے بھی ’نعت رنگ‘ منگوا دیا جائے تو میں نے شاید آپ کو لکھا بھی تھا۔ بہر حال اگر میری کوئی تحریر آپ تک نہیں پہنچی تو میں اسے اپنی ہی کوتاہی پر محمول کرتا ہوں اور آپ سے معافی کا خواست گار ہوں۔

دراصل بات یہ ہے کہ مختلف وجوہات کی بنا پر مجھے خط کا جواب لکھنے میں دیر ہو جاتی ہے، مثلاً یہی کہ کوئی اگر کتاب ہے تو اسے پورا نہ سہی تھوڑا بہت پڑھ لوں تب ہی تو لکھوں اور اسی انتظار میں دیر ہوتی چلی جاتی ہے۔ پھر اتفاق یہ کہ آپ کی یہ کتابیں ایسے زمانے میں آئیں جب میں بہت بیمار تھا اور کئی مہینے تک کچھ کام نہ کر سکا تھا۔ اس بنا پر آپ کے موجودہ مراسلے اور مرسلہ کتابوں کے جواب میں اور بھی دیر ہو گئی۔ ان شاء اللہ آیندہ ایسا نہ ہوگا۔

یہاں کچھ احباب ’نعت رنگ‘ باقاعدگی سے پڑھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ عندالاشاعت ہر شمارے کے پانچ نسخے آپ مجھے بھجوا دیں اور اس کے عوض یہاں کی جو کتابیں آپ کو مطلوب ہوں میں بھجوا دیا کروں؟

آپ کا نیاز مند
شمس الرحمٰن فاروقی

☆ شمس الرحمٰن فاروقی (۳۰ دسمبر ۱۹۳۶ء۔ ۲۵ دسمبر ۲۰۲۰ء)، محقق، نقاد، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، مدیر: ’’شب خون‘‘ (الہ آباد)، دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنّف و مؤلف، چند کتب کے نام: ’’گنج سوختہ‘‘، ’’سبز اندر سبز‘‘، ’’چار سمت کا دریا‘‘، ’’آسماں محراب‘‘ (شعری مجموعے)، ’’سوار اور دوسرے افسانے‘‘، ’’افسانے کی حمایت میں‘‘، ’’لفظ و معنی‘‘، ’’فاروقی کے تبصرے‘‘، ’’شعر شور انگیز‘‘ (’سرسوتی سمان‘ ایوارڈ یافتہ)، ’’عروض، آہنگ اور بیان‘‘، ’’اردو غزل کے اہم موڑ‘‘ (مجموعہ ہائے مضامین) و دیگر۔ اعزازات: ساہتیہ اکادمی ایوارڈ (۱۹۸۶ء)، پدم شری اعزاز برائے ادب و تعلیم۔

۱۔ مرتب: صاحبزادہ ارشد جمال، ۲۰۰۴ء، کراچی: مہر منیر اکیڈمی، ۴۴۸ص

۲۔ صاحبزادہ ارشد جمال نقش بندی، سجادہ نشین خانقاہ بدخشانی، محمد شاہ قبرستان، نارتھ کراچی، کراچی

۲مئی ۲۰۰۹ء

برادرم جناب سید صبیح الدین!السّلام علیکم۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ: ۲۰ بابت اگست ۲۰۰۸ء مجھے کچھ دن پہلے ملا تھا۔اس کا ایک نسخہ جناب زبیر قادری نے بھی مجھے ممبئی سے بھجوادیا تھا اور فرمائش بھی کی کہ اظہارِ خیال کروں۔تفصیلی اظہارِ خیال کی نیت کے باوجود اب تک یہ کام انجام نہ دیا جاسکا اور اب بھی افسوس کہ اتنی فرصت نہیں کہ میں پوری کتاب پر نہیں تو کم سے کم اہم مشمولات پر اظہارِ خیال کرسکوں۔ بہر حال سب سے پہلی بات تو یہ کہتا ہوں کہ آپ صنف نعت کی اہمیت کو دوبارہ قائم کررہے ہیں اور اسے مذہبی شاعری کے دائرے سے باہر نکال کر لیکن اس کا تقدس برقرار رکھتے ہوئے ایک نیا علمی رنگ دے رہے ہیں۔

افسوس یہ ہے کہ اس زمانے میں بہت سے لوگوں نے نعت کو فیشن کے طور پر یا رواج عام کی پابندی کی مجبوری کی بنا پر اختیار کرلیا ہے۔ دوسری مشکل یہ کہ اکثر شعرائے کرام کو زبان پر پوری طرح قدرت نہیں، لہٰذا ان سے عجب عجب طرح کی بے تمیزیاں اور بھونڈے پن سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ایک عام طریقہ یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ یا پیغمبرِ اسلام سے یوں مخاطب ہوتے ہیں گویا نعوذ باللہ ان کو کچھ دے رہے ہوں، یعنی اظہارِ محبّت اس طرح ہوتا ہے کہ اپنی محبّت کا ذکر زیادہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کو گویا اپنی ثنا اور توصیف کا مستفید قرار دیے جانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔آپ کی زیرِ نظر کتاب میں کچھ مختصر تحریریں ایسی ہیں جن میں نعت گوئی کے آداب سے بحث کی گئی ہے، لیکن تشنگی محسوس ہوتی ہے کیوں کہ بنیادی باتیں پوری طرح زیرِ بحث نہیں آئیں۔دیگر مضامین میں جناب حسن محمود جعفری کا مضمون[۱] بہت خوب ہے لیکن مغربی حوالوں کی کثرت کے باوجود کوئی بنیادی نتیجہ پوری طرح واضح ہوکر نہیں ملا۔''نعت رنگ'' کے انیسویں شمارے پر جو بہت طویل مذاکرہ آپ نے شائع کیا ہے اس میں بھی بعض باتیں اختلاف کے دروازے کھولتی ہیں اور بات کو صاف ہونے سے روکتی ہیں۔عزیز احسن صاحب کے شعر:

زکات سیرت اطہر کی چاہتا ہے عزیز
گدائے خلق ہے آقا، یہ زر نہیں رکھتا

میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے بارے میں فرض کیا جارہا ہے کہ ان کے اوپر زکات فرض ہے اور انھیں چاہیے کہ اپنی سیرت پاک کو زکات میں دے دیں۔ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں نہ صرف مہمل ہیں بلکہ رسولِ کریم ﷺ کی شان کے خلاف جاتی ہیں۔دوسری بات یہ کہ شعر دولخت ہے، کیوں کہ دوسرے مصرعے کو پہلے مصرعے کا لازمی نتیجہ نہیں کہہ سکتے۔اگر کوئی شخص گدا ہے تو وہ حضورِ پاک ﷺ سے ان کی سیرت کی زکات کیوں مانگے؟ علاوہ ازیں، سیرت پاک سے کچھ زکوٰۃ مانگنا اور شے ہے اور پوری سیرت پاک ہی کو زکوٰۃ میں مانگ لینا اور چیز۔''گدائے خلق'' کی ترکیب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔اسی طرح عزت بخاری سے منسوب شعر:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

کا مفہوم شرکائے مذاکرہ کے ذہن میں واضح نہیں ہوا۔''نفس گم کردن'' کے معنی ہیں، سانس روک لینا، خاموش رہنا اور شعر کا مطلب یہ ہے کہ اس آسمان کے نیچے ایک ایسی بھی جگہ ہے جس کی پاکیزگی اور تقدس عرش سے بھی زیادہ نازک ہے (یعنی رسولِ مقبول ﷺ کا مزارِ مبارک)۔لہٰذا اس خوف سے کہ کہیں اس کی نزاکت کو ٹھیس نہ پہنچے، جنید اور بایزید جیسے سرگشتہ اور مغلوب الحال اور بلند مرتبہ خداشناس شخص بھی جب پیغمبر کے روضے پر پہنچتے ہیں تو دم سادھ لیتے ہیں۔یعنی پیغمبر ﷺ کے سامنے حفظ مراتب کا پورا پورا خیال رکھنا ضروری ہے۔اتنے صاف اور خوبصورت شعر کے معنی لوگوں نے خدا

جانے کیا کیا نکالے ہیں۔

اسی طرح صفحہ ۴۱۴ پر ایک عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ نواب صدیق حسن خاں کی کتابیں ان کی اپنی تصنیف نہیں ہیں۔ ان کے تمام معاصرین اور فوراً بعد آنے والے تمام علما نواب صدیق حسن خاں کے معترف اور ثنا خواں ہیں اور کسی نے کبھی یہ نہیں اشارہ کیا کہ وہ اپنی کتابوں کے مصنّف نہیں تھے۔ ان کے دو صاحب زادگان کے بارے میں ضرور بعض لوگوں نے دبی زبان سے کہا ہے کہ ان کی کتابیں ان کی اپنی تصنیف نہیں ہیں۔ لیکن یہ بھی محض افواہ ہے اور بہرحال دلیل کے بغیر ایسی بات نہ کہنی چاہیے تھی۔

مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی کا طویل مراسلہ حرف حرف پڑھنے کے قابل ہے۔ ان کی یہ بات بھی گرہ میں باندھ لینے کی ہے کہ ہم میں سے اکثر خود پسندی اور خود رائی کے شکار ہیں اور دور خاپن بھی ہم میں کچھ کم نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ علمی مباحث کے علاوہ خود حمد و نعت کی شاعری پر بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ ان کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ لفظ ''حمد'' اور ''محامد'' رسول اکرم ﷺ کے لیے بھی آتے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ صنفِ سخن کے طور پر جب ''حمد'' کا لفظ لایا جائے گا تو اس کے معنی اللہ کی تعریف ہی ٹھہریں گے۔ مولانا نے اپنے معترضین کا جواب خوب لکھا ہے، خاص کر احمد صغیر صدیقی اور ظہیر غازی پوری صاحبان کے لیے ان کے مراسلے میں بہت سی اچھی باتیں ہیں۔

مجموعی طور پر آپ کا یہ شمارہ بہت خوب ہے۔ بعض شاعر اور شاعروں کے بارے میں بعض مضامین البتہ اس بلند معیار کے نہیں ہیں جس کی آپ سے توقع ہمیشہ رہتی ہے۔

آپ کا نیاز مند
شمس الرحمٰن فاروقی

۱۔ ''صنفِ نعت انسانی تخیّل کے تناظر میں''، ش ۲۰ ص ۲۵۔۵۰

~~~~~~

۷ فروری ۲۰۱۹ء

'نعت رنگ' کا شمارہ ۲۸ یحییٰ نشیط صاحب نے بھجوا دیا تھا۔ آپ کا اور ان کا شکر گزار ہوں۔ 'نعت رنگ' جس محنت اور لگن سے آپ نکال رہے ہیں اس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ نعت کے متعلّقات پر بھی آپ نے بہت کچھ لکھا اور لکھوایا ہے۔ آپ نے بعض کتابیں مجھے بھیجی تھیں۔ ان کی رسید اور ان پر مختصر رائے میں پیش کر چکا ہوں۔ آپ کا تازہ شمارہ دیکھنے پر بھی وہی تاثر قائم ہوتا ہے جو گذشتہ کتابوں نے قائم کیا تھا۔ یعنی رطب اور یابس دونوں کو ماشاء اللہ وافر جگہ ملی ہے۔ ہم اُردو والوں کی یہ عادت بھی پرانی ہے کہ الفاظ کا صرف بے دریغ کرتے ہیں اور بات بہت ذرا سی نکلتی ہے، اگر نکلتی ہے۔ موجودہ شمارے کے اکثر مضامین کا یہی حال ہے۔ بعض لوگوں نے نئی یا گہری بات کہنے کی کوشش ضرور کی ہے، لیکن ان کے مقدمات محلِ نظر ہیں۔ سلیم شہزاد صاحب نے بطور خود 'لفظیات' کو مختلف اقسام میں بانٹا ہے اور فرض کیا ہے کہ شعری زبان کچھ اور شے ہے اور نثری زبان کچھ اور شے۔ پھر وہ 'شعری' زبان کی مزید بہت سی قسمیں بیان کرتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے یہاں معلّم صاحبان 'شاعرانہ' اور 'غیر شاعرانہ' الفاظ میں تفریق کرتے تھے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ کوئی بھی لفظ کسی صنف یا بیان کے لئے خاص نہیں۔ لفظ اگر موثر اور بامعنی ہے اور مناسب جگہ پر استعمال ہوا ہے تو وہ صحیح اور 'فصیح' ہے۔ بنیادی بات طریق استعمال اور موقع صرف کی ہے۔ امام عبدالقاہر جرجانی سے لے کر علامہ شبلی نے اس اصول کو بیان اور قائم کیا ہے۔ نعت ہو یا غزل یا قصیدہ یا ہجو، ان کے لئے کوئی لفظیات مقرر نہیں۔ معاملہ صرف سیاق وسباق کا ہے۔ 'شاعرانہ' لفظ بھی غلط جگہ استعمال ہو تو لغو اور فضول اور 'غیر شاعرانہ' ٹھہرے گا۔ شہزاد صاحب نے بطور خود لفظیات کی تقسیم کر کے شعر کو اور خود اس صنف سخن کو، جس میں شاعر طبع آزمائی کر رہا ہے، ہر
~~~~~~

طرف سے بند کر دیا ہے۔ فلاں لفظ نعت میں نہ آنے پائے، نعت کی ایک مخصوص لفظیات ہے، فلاں لفظ مرثیے میں نہ آنے پائے، مرثیے کی ایک مخصوص لفظیات ہوتی ہے۔ ایسی پابندیاں تو اسکولی استاد بھی عائد نہیں کرتے تھے۔ شاعر کا کام زبان کے امکانات کو وسیع کرنا ہے نہ کہ زبان کو تنگ اور محدود کرنا۔ پرانے لوگوں نے خود پر یہ لازم کر لیا کہ بعض الفاظ کو 'متروک' قرار دیا جائے۔ بھلا سوچئے، کوئی بھی شخص، خواہ وہ کتنا ہی بڑا شاعر کیوں نہ ہو، یہ استحقاق کہاں سے لا سکتا ہے کہ کسی بھی اچھے بھلے لفظ کو برادری سے خارج کر دے؟ آخر یہ حماقت تھی کہ نہیں کہ 'استادوں' نے 'سیتی'؛ 'تلک'؛ 'آگو'؛ 'اندھیاری' جیسے سینکڑوں الفاظ کو 'غیر شاعرانہ' یا 'غیر فصیح' قرار دے لیا؟ زبان کا دائرہ تنگ ہوا تو بلا سے ہوا۔ عام طور پر لسانی تہذیبوں میں تو شاعر اس بات پر فخر کرتا ہے کہ ہم نے زبان میں الفاظ اضافہ کئے، لیکن ہم اس بات پر اکڑتے تھے کہ ہم نے الفاظ کم کر دیئے۔ اب سلیم شہزاد صاحب 'شاعرانہ' اور 'نثری' الفاظ کو الگ الگ قرار دینے ہی پر اکتفا نہیں کرتے، ہر صنف سخن کی بھی لفظیات کو متعیّن کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ وہ نعت کی لفظیات میں صرف انھیں خوش نصیب لفظوں کو بار دینے کا حق اپنے لئے مخصوص کرتے ہیں جو ان کے خیال میں 'نعتیہ' ہوں۔ اس پر طرہ یہ کہ قرآن شریف کا حوالہ دے کر بحث کو ادبیات کے بجائے دینیات کے میدان میں لے جاتے ہیں۔ اگر سلیم احمد کی نعت میں وہ الفاظ نہیں ہیں جو شہزاد صاحب کے خیال میں نعت سے مختص ہیں، تو سلیم احمد مطعون ہوتے ہیں اور یہی نہیں، بلکہ وہ قرآن شریف کی روشنی میں مردود بھی ٹھہرتے ہیں۔ معلوم نہیں سلیم شہزاد صاحب نے اقبال کا مطالعہ کیا ہے کہ نہیں۔ اور اگر ہاں، تو کیا انھیں اقبال کے نعتیہ کلام میں وہی اور صرف وہی لفظ دکھائی دیئے جنھیں وہ نعت کا لازمہ سمجھتے ہیں؟ اگر نئے مضمون نکالنا، نئی بات کہنے کی کوشش کرنا، اگر گھسے پٹے راستوں سے ہٹ کر چلنا اور پھر بھی نعت رسول کا حق ادا کرنا 'لغو دانشورانہ اظہار' کے سوا کچھ نہیں' تو سعدی سے کر غالب اور غالب سے کر اقبال تک سب بڑے شاعر اس 'لغو دانشورانہ اظہار' کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

سلیم شہزاد صاحب کی بات نکلی ہے تو یہ بھی عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ غالب کی مثنوی کا نام ہم تو ہمیشہ 'ابر گہر بار' پڑھتے اور سنتے آئے ہیں، 'ابر گو ہر بار' نہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں نے ترجمے کو اصل اشعار سے ملا کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔ انھوں نے ترجمے کے لئے اشعار کہیں کہیں سے نکال لئے ہیں لیکن وضاحت نہیں کی۔ مثلاً 'ابر گہر بار' کا پہلا شعر حسب ذیل ہے:

سپاسے کزو نامہ نامی شود
سخن در گذارش گرامی شود

اور سلیم صاحب کے یہاں پہلا شعر حسب ذیل ہے:

وہ حمد و ثنا آبروے بیاں
وہ حمد و ثنا عیش نطق و زباں

میرا خیال ہے سلیم شہزاد صاحب نے منتخب اشعار کا ذرا آزاد ترجمہ فرمایا ہے۔ اچھا تھا کہ وہ، یا آپ نشان دہی کر دیتے کہ کن اشعار کو معرض ترجمہ میں لایا گیا ہے۔

~~~~~~

معافی چاہتا ہوں، تعمیل فرمائش میں بہت دیر ہو گئی۔ لیکن میرے ساتھ کئی مجبوریاں ہیں، کیا کروں۔ تقریظ کے الفاظ اس خط کے بعد لکھ دیے ہیں۔ امید ہے آپ کے کام آ جائیں گے۔ بعض باتیں الگ سے عرض کرتا ہوں۔ وہ صرف آپ کے ملاحظے کے لیے ہیں۔ کوئی بات ناگوار لگے تو پہلے ہی سے طالب عفو ہوں۔
~~~~~~

(۱) آپ کی نظم مجھے بہت سرسری لگی، خواہ حمد میں خواہ نعت میں۔ خاص کر نعتیہ نظموں میں جناب سید البشر کی روحانی بلندی رتبہ اور حب سبحانی کا کوئی احساس ان نظموں سے نہیں پیدا ہوتا۔ ان نظموں میں وہی کیفیت ہے جو محمد حسن عسکری کے بقول مولانا حالی کی ع وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا میں ہے کہ پیغمبر اسلام کی روحانی بڑائی اور برکات وتصرفات کا کوئی شائبہ اس کلام میں نہیں۔ بہر حال، یہ اپنا اپنا معاملہ ہے۔

(۲) آپ کے کاتب صاحب نے اوقاف، خاص کر کاما، بہت دل کھول کر استعمال کئے ہیں۔ نظم کوئی درسی کتاب معلوم ہونے لگتی ہے۔ خیر ممکن ہے یہ بھی آپ کی ترجیح ہو۔ بے تکلّف زیر زبر پیش لگانے سے بھی درسی کتاب کا شبہ ہوتا ہے۔ بعض جگہ تو عجب صورت پیدا کر دی ہے کہ ع 'باغ ہستی میں کھلا یوں ان کی شفقت کا گلاب میں' زیر کی علامت حرف کاف کے نیچے دی ہے: کِھلا۔ یہ تو بھائی کوئی املا نہیں۔ ایک جگہ زیر زبر کے شوق میں مصرع ہی غلط کر دیا ہے ع زباں خموش تھی دل محوِ التجاؤں میں تھا۔ اور یہ ستم تو خوب ستم ہے کہ مصرع برابر نہ کر سکے تو نقطوں کا وفور کر کے معنی بدل دیئے اور آخر میں فجائیہ لگا دیا ع گنبد سبز کو چوما تو نظر نے پایا۔۔۔!

(۳) اور بھائی فجائیہ (!) کا استعمال کس طرح مناسب ہے؟ علامہ اقبال کے بعض مسودے جو میری نظر سے گذرے ان میں کم وبیش ہر مصرعے کے آخر میں علامہ نے فجائیہ کا اہتمام کیا اور بسا اوقات تو اس طرح معنی کا بھی خون کر دیا، خدا معلوم کیوں۔ معلوم ہوتا ہے لوگ ان کی دیکھا دیکھی اپنی نظم کی شکل مسخ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر خیر ممکن ہے یہ بھی آپ کی ترجیح ہو۔

(۴) بعض عربی الفاظ الف ہمزہ پر ختم ہوتے ہیں۔ ان میں ہمزہ لکھنے کا کوئی جواز اردو میں نہیں، کیونکہ ان الفاظ میں ہمزہ نہ بولا جاتا ہے اور نہ وزن میں آتا ہے۔ فارسی والے بھی عطاء، شفاء کو خدا، روا کا قافیہ کرتے ہیں اور ہمزہ لکھتے بھی نہیں۔ آپ کے یہاں پاکستانی فیشن کے مطابق عطاء، ثناء، فضاء وغیرہ جگہ جگہ لکھا ہے۔ اب اگر ہمزہ کو ملفوظ قرار دیں تو وزن ہاتھ سے جاتا ہے اور ملفوظ نہ کریں تو اسے مکتوب کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

(۵) آپ نے مواجَہہ کو مواجہ باندھا ہے۔ یہ میری نظر سے نہیں گذرا، نہ سننے میں آیا۔ ممکن ہے مدینہ شریف میں ایسے ہی بولتے ہوں۔

شمس الرحمٰن فاروقی

~~~~~~

شمیم احمد گوہر، ڈاکٹر سید (الہ آباد۔ انڈیا)

16/3/2003

محبّ گرامی محترم جناب صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

مزاج گرامی! یہ آپ کی محبّت، التفات خیر اور خلوص بیکراں ہے کہ تازہ مطبوعات سے خاکسار کو نوازتے رہتے ہیں بے حد ممنون و مشکور ہوں اس سلسلۂ خلوص کو جاری رکھئے حتی المقدور استفادہ کر کے بہت محظوظ ہوتا ہوں۔

کیا عرض کروں کافی مصروف رہتا ہوں جس کے سبب اپنی تحریر حقیر سے آپکی خاطر خواہ خدمت نہیں کر پاتا احساس ہے تاہم دو نعتیہ آپکے لئے وقف کرتے ہوئے دو مضامین دو نعت شریف ارسال کر رہا ہوں قبول فرمائیں۔

اس بار ''دیارِ نعت'' کے تعلّق سے جناب راجا صاحب نے بہت مایوس کیا اس مایوسی کا اظہار تبصرے [۱] میں موجود ہے اگر آپ حضرات کو قابل قبول ہو تو شائع فرما دیں امید ہے کہ دیگر تحریریں بھی پسند آئیں گی۔

''نعت رنگ'' کراچی (شمارہ: ۱۳، دسمبر ۲۰۰۲ء) میں جناب شارق جمال صاحب کا مضمون بہ عنوان ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جس میں حروفِ علت کے تعلّق سے فنی سقم کے بعض گوشوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ الف، واو اور یائے معروفہ کے غیر قانونی محل استعمال کو واضح
~~~~~~

کرتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس نوعیت کا ناجائز استعمال قانوناً غلط ہے۔ خواہ اساتذۂ سخن ہی کے ہاں یہ عیب کیوں نہ پایا جائے قانون بخشے گا نہیں۔ بطور مثال آتش کا یہ مصرع پیش کیا گیا:

شہر میں قافیہ پیمائی بہت کی آتش

تقطیع کے تحت پیمائی کی ''ئی'' کے سبب یائے معروفہ کو زائد مانتے ہوئے اس مصرع کو خارج از بحر قرار دیا گیا جب کہ بقرینۂ صوت وقرأت ءِئی ہی کی منزل میں ہے۔ ایسی صوتی نزاکت میں نہ کوئی مضائقہ ہے اور نہ ہی فصاحت وبلاغت کے خلاف۔ بعد کے اس قانونی توضیع نے حروفِ علت کی بعض اہم کارکردگی کے پیش نظر بعض حرفی وصوتی اتصال وتعلّق کا لحاظ نہیں رکھا جو اردو شاعری کا بنیادی خاصہ ہے۔ ضرورت شعری کے تحت بعض اوقات وزن کے ایک حرف کو دو کے برابر تسلیم کر لیا جاتا ہے جو فطری لہجے کے مطابق صوتی وابستگی کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ شاعری تقطیع کی روشنی میں نہیں اوزان کی روشنی میں کی جاتی ہے۔ اگر چہ اوزان، تقطیع ہی کے تابع ہوتے ہیں اور تقطیع، صوتی ہم آہنگی سے الگ نہیں رہ سکتی۔ بہت سے شعرا محض گنگنانے (یعنی لے کاری) ہی کے سہارے بحروں کو اپنی گرفت میں لے کر شاعری کرتے رہتے ہیں۔ نہ وہ بحروں کے اصول سے واقف ہوتے ہیں اور نہ ہی تقطیع کی توضیح سے لے کاری یا ردم کی بنیاد پر بڑی سے بڑی شاعری کے نمونے پیش کر دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں مصرع مذکورہ کے لفظ پیمائی کے ہمزۂ مکسور کو ہائے معروفہ کے ساتھ مدغم کر دینے میں کوئی قباحت نہیں۔ مثلاً حالی کا یہ شعر:

وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنّم میں
عداوت اس کی عذابِ الیم جاں کے لیے

اگر مصرع اولیٰ میں یہ دیکھا جائے کہ ''جیتے'' کی یائے معروفہ زائد ہے تو پھر مصرع ثانی میں یہ بھی غور کرنا پڑے گا کہ ''عداوت اس کی'' کے مابین الف بے تعلّق کیوں رہ گیا۔ یہ بے تعلّقی قانوناً صوت وقرأت کے سبب ہے تقطیع کی بنیاد پر نہیں۔ چناں چہ ایسے وضع قانون سے جماعت شعرا کبھی متفق نہیں ہو سکتی۔ جس کے زیر اثر اساتذۂ سخن کے سیکڑوں، ہزاروں اشعار فضول مجروح ہو جائیں۔

اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

یہ پورا مصرع ہی غلط نقل کیا گیا۔ حیرت اس بات پر ہے کہ اس بے بحر مصرع کا وزن تک بتاتے ہوئے اس کی تقطیع بھی کر دی گئی۔ مفعول مفاعیلن، مفعول مفاعیلن حالاں کہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا:

اے بے کسوں کے آقا اب ہے تری دہائی

جس کی بحر مضارع مثمن اخرب کے تحت مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن ہے اور رول مثمن مشکول کے تحت فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ہے۔ ہزج مثمن اخرب یعنی مفعول فعاعیلن مفعول مفعاعیلن کے تحت مصرع کا وزن یہ ہونا چاہیے تھا:

اے جانِ وفا تیرے انداز نرالے ہیں (گوہر)

اب جہاں تک اجتماع ردیفین کا تعلّق ہے پہلے متحولہ اشعار ملاحظہ فرمالیں:

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے — سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے
حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے — حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

یہ چار مصرعے نہ رباعی کے ہیں نہ قطعہ کے، بلکہ غزل کے دو اشعار ہیں جس کی ردیف ''ہو جائے'' ہے۔ تیسرے مصرعے کے آخر میں

''بات بن جائے'' ہے جس کا ردیف سے کوئی تعلّق نہیں۔ مضمون نگار نے اس کو ردیف سے تعبیر کرتے ہوئے اجتماع ردیفین کا عیب قرار دے دیا اور اس عیب سے چھٹکارہ دلانے کے لیے الگ سے ایک مصرع بھی کہہ ڈالا:

حضور آپ جو سن لیں تو میری بات بنے

یہاں پر اجتماع ردیفین کی نزاکت ''میری بات بنے'' کی بنیاد پر بات نہیں بنا سکتی یہاں پر صرف حرف یائے معروفہ ہی کے سبب یہ خرابی لازم آرہی ہے۔ یائے معروفہ ہٹ جائے اجتماع ردیفین کا عیب خود بخود ساقط ہو جائے۔ مصرع کو یوں ہونا چاہیے تھا:

حضور بات بنے میری آپ جو سن لیں

''تو ان شاء اللہ ضرور بن جائے گی محض سن لیں'' کے تحت یہ عیب جاتا رہا۔

جناب قمر وارثی ایک مشہور وممتاز اور صاحب دواوین شاعر اسلام ہیں۔ ان کے نعتیہ کلام سے برابر محظوظ ہوتا رہتا ہوں۔ انھوں نے ایسے بہت سے روحانی وایمانی اشعار کہے ہیں جو والہانہ عشق ومحبّت اور احساس معصیت کے چراغوں سے خوب خوب چمکتے دمکتے رہتے ہیں۔ تازہ مجموعۂ نعت ''کہف الوریٰ'' [۲] پر حضرت گرامی جناب ڈاکٹر سیّد شاہ محمد طلحہ رضوی برقؔ داناپوری بھارت کا تبصرہ پسند آیا۔ محض تبصرے کی بنیاد پر ''کہف الوریٰ'' کے اوصاف ومحاسن، جذبۂ عشق رسالت اور فکری وفنی توسیعات کی گہری سچائی تک قاری کو پہنچا دینا اور بعض منتخب اشعار کی فنی پختگی پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک مستند پیمانہ سامنے رکھ دینا یہ تبصرہ نگار ہی کا کمال ہوسکتا ہے۔

طالب خیر
سید شمیم احمد گوہر

☆ سید شمیم احمد گوہرؔ، سجادہ نشین: خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ۔ چک۔ الٰہ آباد (انڈیا)

۱۔ ''دیارِ نعت۔ ایک مطالعہ''/ سید شمیم احمد گوہر، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۱۵، ص ۳۲۵۔۳۳۰
۲۔ ''کہف الوریٰ''/ قمر وارثی، ۱۹۹۵ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۲۸ص

23/12/2004

حضرت گرامی جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

مزاج گرامی! خدا کرے آپ تمام حضرات بخیر وعافیت ہوں۔ آمین

جس روز آپ کا فون آیا میں مضمون مکمّل کرنے میں مصروف تھا مکمّل ہوتے ہی آج ارسال کررہا ہوں قبول فرمائیں۔ فون کرنے کا بہت بہت شکریہ۔

راجا صاحب کو اپنے علم وادب کی بنیاد پر اعتراضات کا جواب سنجیدہ وادبی پیرایہ میں دینا چاہئے تھا نہ کہ اس قدر ذاتیات پر حملہ کردینا چاہئے۔ ان کی بوکھلاہٹ انہیں اور بھی ہلکا کردے گی امید ہے آپکو میرا یہ تبصرہ بھی ضرور پسند آئے گا اگر راجا صاحب نے اب بھی نرمی اختیار نہ کی تو پھر میں آپ کی اجازت کا منتظر رہوں گا اور جس قدر وضاحت سے صَرفِ نظر کررہا ہوں سب سامنے لے آؤں گا۔

صنف نعت پر کام کرنے یا نعتیہ شاعری کرنے والوں کی ہندوستان میں کوئی کمی نہیں مگر صنفِ نعت کے فروغ وارتقا اور سیمنار وسمپوزیم یا کانفرنس منعقد کرتے رہنے کی تحریک بحمدہٖ تعالیٰ سب سے پہلے اسی خاکسار نے شروع کی جس کی شہادت یہاں کے پچیسوں اخبارات وجرائد دے سکتے ہیں اسی سلسلہ میں نعت اکیڈمی کی عمارت قائم کرنے کی بے پناہ تمنا ہے اسی غرض سے میرے ایک مرید نے شہر میں تقریباً ایک ہزار اسکوائر فٹ

زمین بھی دی جو میرے نام رجسٹرڈ اور داخل وخارج ہے میں چاہتا ہوں کہ نعت اکیڈمی کی چھوٹی یا بڑی عمارت اس زمین پر ضرور قائم ہو جائے لیکن ہنوز معقول رقم کا بندوبست نہیں ہو پا رہا ہے عمارت تعمیر ہونے پر نعتیہ فروغ وارتقا کے تعلّق سے ہندوستان میں زبردست انقلاب پیدا کیا جا سکتا ہے۔ فراہمی رقم کی بابت اگر آپ کے توسط سے کوئی خاطر خواہ صورت نکل آئے تو ضرور ارشاد فرمائیں ممنون ہوں گا۔

''ارحملنا'' کا ایک مختصر اعلان بھی ساتھ کر رہا ہوں ترمیم واضافہ کے ساتھ آپ شائع کر دیں گے نوازش ہوگی۔

سید شمیم احمد گوہر

~~~~~~

23/12/2004

حضرت گرامی محبّ محترم جناب صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السّلام علیکم ورحمتہ اللہ! مزاج گرامی

میں ادھر کچھ عرصے سے اپنے اوّلین مجموعۂ نعت ''ارحملنا'' کو مکمّل کرنے میں مصروف ہو گیا جس کے سبب شدید احساس کے باوجود جناب راجا رشید محمود کے اعتراضات کا جواب دینے میں تاخیر ہوئی معذرت خواہ ہوں ایسے ادبی وتنقیدی اختلافات سے آپ قطعی نہ گھبرائیں ادارتی ذمہ داریوں کے تحت ایسے حالات سے سابقہ پڑتا ہی رہتا ہے معاملہ میری اصلاح کا ہو یا دوسروں کی، ایسی خدمات کا سلسلہ جاری رکھنا عینی فریضہ ہے۔

بعض تنقیدی مسائل ونظریات کا ذکر کرنے اور گزشتہ اعتراضات کے جواب میں میں نے راجا صاحب کی شاعری کا ایک بار پھر محاسبہ کرنے کی کوشش کی ہے مجھے یقین کہ آپ ضرور پسند فرمائیں گے اور شائع کر کے ممنون فرمائیں گے ان شاء اللہ نعتیہ اور نعتیہ کے بعد ایک اور تازہ ترین مضمون جلد ہی ارسال کرنے والا ہوں۔ جملہ اہل خانہ واہل بزم کی خدمت میں میرا اسلام ونیاز کہئے۔

طالب دعا۔ خاکسار

سید شمیم احمد گوہر

~~~~~~

3/1/2005

حضرت گرامی جناب سید صبیح رحمانی صاحب مدظلہ! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

چند روز ہوئے جناب راجا رشید محمود صاحب سے متعلّق جواب الاغراض خدمت میں ارسال کر چکا ہوں خدا کرے مل گیا ہو رسید سے مطلع کرنے کی زحمت فرمائیں۔

جناب عزیز احسن صاحب کی تصنیف ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' کا مطالعہ کرنے بیٹھا تو موصوف کے دیباچے ہی میں الجھ کر رہ گیا اور محض اسی دیباچے ہی پر اعتراض نام بھی ترتیب پا گیا۔ ایسے نقطۂ نظر اور ادبی اسلوب کی اصلاح ضروری ہے بعض حضرات نے ان کے اس تحریری مقاصد پر اثباتی فیصلے کا اظہار کیا جبکہ میں قطعی متفق نہیں مطالعہ کرنے کے بعد آپ خود ہی اپنی رائے قائم کر سکتے ہیں۔ اگر آپکے نزدیک کوئی وجہ مانع نہ ہو تو ادارتی فریضے کے تحت شائع کر کے ممنون فرمائیں۔ ان شاء اللہ دوسرا تازہ مضمون بھی جلد ہی ارسال کرونگا دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اہلِ بزم خدمت میں سلام نیاز کہیے۔

طالب خیر

سید شمیم احمد گوہر

~~~~~~
~~~~~~

شوکت زریں چغتائی، ڈاکٹر (کراچی)

محترمی مخدومی آداب!

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ آمدم برسرِ مطلب عرصۂ دراز سے نعت رسول مقبول سرورِ کونین پر تحقیق کا کام کر رہی ہوں اور اس کے علاوہ ۱۹۹۶ء میں جامعہ سندھ سے باقاعدہ ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے موضوع ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' [۱] کے تحت پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ چناں چہ میں نعت کے موضوع پر ''نعت رنگ'' اقلیم نعت کے لیے لکھنے کی خواہش مند ہوں۔ اُمید ''نعت رنگ'' میں شامل ہونے کا موقع فراہم کیا جائے گا اور نمونے کے طور پر چند مضامین نعت ارسالِ خدمت ہیں اور ایک نعت ہے، انھیں ''نعت رنگ'' میں شامل کر کے کاپی ضرور ارسال فرمائش نوازش ہوگی۔

والسّلام۔ طالب دعا

ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی

☆ ڈاکٹر شوکت زریں چغتائی (م: ۲۰۰۹ء)، مصنّفہ، محققہ، کتب: ''مولوی محمد اسماعیل میرٹھی اور بچوں کی نفسیات'' (ایم۔اے کا مقالہ)، ''اُردو نعت کے جدید رجحانات'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)

۱۔ ۲۰۱۱ء، کراچی: بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، ۳۸۳ص

شوکت عابد (کراچی)

۲۰ / اکتوبر ۱۹۹۸ء

برادرم صبیح! السّلام علیکم۔

تم نے میرے بکھرے ہوئے نعتیہ کلام کو یکجا کر کے ''نعت رنگ'' میں خصوصی گوشہ [۱] شائع کرنے کی گنجائش خوب نکالی۔ گوشہ پر جو تنقیدی وتعارفی نوٹ تم نے لکھا یا لکھوایا ہے، بہت جامع ہے۔ جس نے بھی لکھا ہے وہ نعت شناسی کے سمندر کا پرانا شناور لگتا ہے۔ خدا کرے یہ نوٹ تم نے کشفی صاحب سے لکھوایا ہو۔ ویسے میری رائے میں مجھ سے زیادہ غزل کے کئی اور شاعر ایسے ہیں جو ''نعت رنگ'' میں گوشے کے مستحق ہیں۔ جیسے انور شعور، ڈاکٹر پیرزادہ قاسم، احمد جاوید اور سرشار صدیقی..... مجھے علم نہیں کہ ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں انہیں اس طرح شائع کیا گیا ہے یا نہیں۔ فراست رضوی [۲] بھی نعت کی طرف آرہا ہے، غزل کی طرح فراست کی نعت بھی مرصع ہونی چاہیے۔ ہاں یاد آیا جمال پانی پتی نے فراست سے تمھارے بارے میں بڑی توقعات کا اظہار کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ تم ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعت کے فروغ اور نعتیہ تنقید پر جس معیار کا کام کر رہے ہو وہ حیران کن ہے..... میں ذاتی طور پر بھی جمال بھائی کی رائے سے سو فیصد متفق ہوں۔ تم جس کمال بے نیازی سے نئی نعت کے کارواں کو لے کر آگے بڑھ رہے ہو اللہ تعالیٰ مجھے اور دیگر غزل گو شاعروں کو اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

ویسے تمھاری شخصیت کا ایک اور گوشہ بھی مجھے قابل رشک لگتا ہے۔ اور وہ ہے تخلیقی صلاحیت رکھنے والے لکھاریوں کو نعت کے حوالے سے کام پر لگا دینا۔ تمھاری یہ کوشش اور صلاحیت بجائے خود انتہائی مفید اور بار آور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے اب تک نعت کے فروغ کے حوالے سے جو کام لیے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ کام ابھی شاید باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم ﷺ کے فیض سے تمھیں اپنے مستقبل کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک

پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور تمھارے سلسلۂ عمر کو دراز کرے۔ (آمین) اور ہاں ''نعت رنگ'' کے موجودہ شمارے میں تم نے جو مضمون[۳] جمال پانی پتی سے لکھوایا ہے وہ کمال کا ہے۔ عسکری صاحب کے مضمون کو حوالہ بناتے ہوئے جمال بھائی نے بات کو جس طرح آگے بڑھایا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ جمال بھائی سے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ اور بھی لکھواؤ۔

والسّلام۔ طلبگارِ دعا

شوکت عابد

☆ شوکت عابد (پ: ۱۹۵۳ء)، شاعر، ادیب، استاد: شعبۂ ابلاغ عامہ، جامعہ کراچی، کتب: ''شاعری میرا تعارف نہیں''، ''جسے دل کہیں'' (نظمیں)، ''اشکِ رواں'' (نعتیہ مجموعہ)

۱۔ ش ۶، ص ۱۷۴۔۱۸۰

۲۔ سید فراست حسین رضوی (پ: ۱۹۴۵ء)، شاعر، ادیب، نقاد، سینیئر آڈیٹر، سیلز ٹیکس (حکومتِ پاکستان)، کتب: ''درد کی قندیل''، زمستان کا چاند''، ''کہر میں ڈوبی شام''، ''کتابِ رفتہ'' و دیگر۔ ۳۔ ''نعت گوئی کا تصورِ انسان''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ۶، ص ۲۲۔۴۶

یکم اپریل ۲۰۱۲ء

برادرم صبیح رحمانی! السّلام علیکم۔

گزشتہ ہفتے میرے گھر پر منعقد ہونے والی ''شبِ مدحتِ سرکار ﷺ'' میں پڑھی جانے والی تمھاری نعتیں آج بھی میرے دل کے گوشوں میں گونج رہی ہیں اور مجھے تر و تازہ و شاداب رکھے ہوئے ہیں۔ محفل کے شریک سامعین (سرشار صدیقی سمیت) نے بھی اس محفل کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ خدا تمھیں اسی طرح ذکرِ سرکار ﷺ کو بلند کرتے رہنے میں اپنا حصہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔

لیکن بات یہ ہے کہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی..... تمھاری نعتوں نے مجھے ایک طرح کی مجرمانہ غفلت سے بیدار ہونے کا موقع بھی فراہم کیا۔ یعنی مجھے خیال آیا کہ حضرتِ صبیح رحمانی جو ایک غیر منظّم، جستہ جستہ، بکھرے بکھرے سے نظر آتے ہیں، اردو زبان میں نعتیہ ادب کے حوالے سے مختلف جہتوں میں جتنا کام کر چکے ہیں وہ ایک وقیع و جامع مضمون کا تقاضا کر رہا ہے اور اگر یہ کام میں خود ہی سرانجام دینے کی کوشش کروں تو صبیح کا شکریہ ادا کرنے اور اظہارِ محبّت و عقیدت کا ایک معقول ذریعہ بھی ہاتھ آ جائے گا۔ لکھنے بیٹھا ہوں تو سلسلہ ذرا دراز ہو گیا ہے اور تیس پینتیس صفحے لکھنے کے باوجود تشنگی بجھنے کے بجائے فزوں تر ہوتی جا رہی ہے۔ مسئلہ تمھارا ہی پیدا کردہ ہے لیکن مشکل کا شکار ہونا میں نے خود پسند کیا ہے یعنی تم نے نعت خوانی میں اپنی طرز اور لحن کا ایک منفرد مکتب تو تخلیق کر ہی لیا ہے لیکن جب میں نے نعتیہ ادب کے حوالے سے تمھاری سرگرمیوں پر ایک نگاہ ڈالی تو پتہ چلا کہ تم اس شعبہ میں معیار اور مقدار دونوں لحاظ سے جتنا کام کر چکے ہو اس میں تمھارا کوئی مدِّ مقابل نہیں۔ تمھارا تیسرا شعبہ نعت نویسی ہے جو غیر معمولی معیار کا نہ ہونے کے باوجود نا قابلِ نظر اندازی نہیں۔ یعنی ایک صبیح نعت کی تین جہتوں میں جس تیز رفتاری اور وسعت سے سفر کر رہا ہے وہ قابلِ رشک، لائقِ تحسین اور قابلِ صد احترام ہے۔

اسی لیے مجھے خیال آیا کہ تمھارے مضمون کا عنوان ''صبیح رحمانی۔ نئی اردو نعت کا سیّدِ سہ جہات'' ہونا چاہیے۔ دعا کرو کہ مضمون جلد سمٹ جائے اور میرے سر سے یہ قرض اترے۔

طلب گارِ دعا

شوکت عابد

---

۱۷ اکتوبر ۲۰۱۲ء

برادرم صبیح! السّلام علیکم۔

میں نے چند ماہ قبل تمھیں جو خط لکھا تھا اس میں اس دعا کی استدعا کی تھی ''خدا کرے تم پر لکھا جانے والا مضمون جلد از جلد سمٹ جائے اور میرے سر سے قرض اتر جائے''۔ بات یہ تھی کہ میں نثر کے معاملے میں انتہائی کام چور قسم کا آدمی ہوں، نہ نثر کی کتب یکسوئی اور توجہ سے پڑھ پاتا ہوں اور نہ ہی لکھ پاتا ہوں۔ تمھاری خوبیوں کی مدح میں سو اشعار کا ''قصیدۂ رحمانیہ'' لکھنا میرے لیے چند گھنٹوں کا کام ہے لیکن نعت کی تنقید..... بھائی کانٹوں پر تیز رفتاری سے چل کر بچ نکلنا آسان کام نہیں۔ یہ کام کشفی صاحب جیسا کشف و کرامات والا آدمی ہی کر سکتا ہے۔

ساتھ ایک عارضہ اور لاحق ہے کہ جب بھی کوئی ایسی تخلیق ختم کرنے بیٹھتا ہوں جو میں دل سے لکھ رہا ہوتا ہوں تو اچانک نئے موضوعات اور نئے گوشے سامنے آنے لگتے ہیں اور سفر ختم ہونے سے پہلے ہی ایک نئی سمت کی جانب دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ کچھ یہی حال تمھارے اوپر لکھے جانے والے مضمون ''صبیح رحمانی۔ نئی اردو نعت کا سیّد سہ جہات'' کے ساتھ ہو رہا ہے۔ دو تین کیفیتِ تخلیق سے بھری نشستوں میں جو تیس پینتیس صفحات مضمون کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے لکھے تھے مضمون کی تمہید لگنے لگے۔ ایک بات پر تو اچھی طرح یقین آ گیا کہ مضمون کا نام یا عنوان بالکل درست رکھا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ حقیقت بھی کھل گئی کہ ان تینوں جہتوں پر لکھنے کا حق ادا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ محض خانہ پری اور رسمی تبصرے اور تذکرے بازی سے کام نہیں چلے گا۔ تم نے مجھے ڈاکٹر ابوالخیر کشفی جیسی شخصیت سے متعارف کرا رکھا ہے جو میری نظر میں اس وقت نئی اردو نعت کے سب سے بہتر اور معتبر نقاد ہیں۔ نعتیہ ادب پر ان کی تجزیاتی، تخلیقی اور تاثراتی نوعیت کی تنقید لاجواب و باکمال ہے۔ بلکہ اسے تنقید کہنا بھی شاید زیادتی ہو، ان کی تاثراتی تنقید کے تخلیقی معیار نے اسے مزید اعلیٰ درجے کی چیز بنا دیا ہے جسے کوئی نام نہ دینا ہی فی الحال بہتر ہوگا۔ کشفی صاحب سے کم تر معیار کی تنقید مجھے ذرا کم ہی سمجھ آتی ہے اس لیے تمھارے مضمون کے تخلیقی و تنقیدی معیار کو میں نے کشفی صاحب کے معیار و ذوقِ تنقید پر پرکھنا شروع کیا تو شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔ نتیجتاً اب یہ مضمون پچاس ساٹھ صفحات سے تجاوز کر چکا ہے۔ جب ذرا سنجیدگی سے تمھارے کمالاتِ مستور کے پردے اٹھانے کا کام شروع کیا تو کام رفو کا زیادہ نکل آیا۔

طوالت و تاخیر کی سب سے بڑی اور بنیادی وجہ اردو کے معروف نقاد محمد حسن عسکری [۱]، سلیم احمد [۲] اور کشفی صاحب ہیں۔ عسکری کا معرکۃ الآرا مضمون جو انھوں نے محسن کاکوروی کے قصیدہ لامیہ کے حوالے سے لکھا ہے، نعتیہ تنقید کے نئے معیارات کا تعین کرتا ہے اس لیے عسکری صاحب کے اس طویل مضمون کے بغیر تمھارے مضمون کو صحیح معنوں میں معیاری بنانا شاید ممکن نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اردو ادب کے معروف ادیب، نقاد اور شعرائے کرام اور ہمارے موجودہ نعتیہ ادب کے مخصوص طبقے کے مابین فاصلے کم ہونے چاہییں۔ ویسے بھی کم از کم اب اردو غزل کے نئے شعراء بھی گزشتہ پچیس برسوں سے نعت نگاری پر توجہ دے رہے ہیں، جو کہ ایک اچھا شگون ہے۔ تم پر لکھے جانے والے مضمون کو بھی میں اسی سلسلے کی ایک کڑی بنانا چاہتا ہوں۔ ہاں ایک اہم بات یہ ہے کہ کیا تمھاری حرکات و سرگرمیوں کے تین حوالوں پر ایک طویل مضمون کے بجائے یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اس مضمون کو کتابی شکل ہی دے دوں..... تمھاری مخلصانہ، ماہرانہ، ناقدانہ اور ''طاہرانہ'' رائے درکار ہے۔ ویسے اگر تم رائے نہ بھی دو تو مجھے بہت شدت سے محسوس ہو رہا ہے کہ کیا پتہ مجھ جیسے نابلد، نالائق اور غافل آدمی کو اللہ تعالیٰ تم پر ایک کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرما دے۔ مجھے پتہ ہے کہ تم حسبِ روایت اسے بھی سنجیدگی سے نہیں لو گے اور ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دو گے۔ لیکن میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ جب تم ایک نظر میرے مقدمے پر ڈالو گے تو تمھیں پتہ چل جائے کہ تم تو محض اس مضمون کو کتاب کے درجے تک پہنچانے کا ایک بہانہ تھے۔

تم نے کشفی صاحب پر حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب ''نعت نگر کا باسی'' کے دیباچے میں کشفی صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

اسلامی ادب کی تفہیم، تحسین اور پرکھ کے معاملے میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ اور یہ کہ ان کی ادبی رائے مسلّم، ادب شناسی غیر متنازع، مذہبی مواد سے آگہی لائقِ تقلید اور بلند ذوقی قابلِ رشک ہے۔ مجھے تو لگتا ہے تعریف و تحسین کے یہی الفاظ تمھارے لیے بھی یکساں طور پر موزوں ہیں، تو شاید اس میں کوئی مبالغہ نہ ہو۔ یہ تمھاری تعریف نہیں ہے بلکہ میرے سیدھے سچے تاثرات و خیالات ہیں تمھارے کام کی وجہ سے تمھارے بارے میں..... خیر چھوڑو یہ سلسلہ تو جاری رہے گا۔ اس بار میں خط کا اختتام اس درخواست پر نہیں کروں گا کہ تم اپنے اوپر لکھے جانے والے مضمون کے جو میرے لحاظ سے کتاب بن چکا ہے، جلد از جلد اختتام کے لیے دعا کرو....

دعاؤں کا طلب گار
شوکت عابد

۱۔ پروفیسر محمد حسن عسکری (۱۹۲۱۔۱۹۷۸ء)، تاریخی نام: اظہار الحق، بہترین افسانہ نگار، نامور ادیب، اعلیٰ پایہ کے نقاد، کالم نویس، مترجم، شریک مدیر: ''ساقی'' کراچی، مدیر: ''ماہِ نو'' کراچی، استاد: شعبۂ انگریزی، اسلامیہ کالج کراچی، کتب: ''جزیرے''، ''قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے''، ''انسان اور آدمی''، ''ستارہ یا بادبان''، ''وقت کی راگنی''، ''جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کا خاکہ'' (دینی مدارس کے لیے درسی اشاعت)، ''ریاست اور انقلاب'' (ترجمہ)، ''میں نے لکھنا کیسے سیکھا'' (ترجمہ) ودیگر۔

۲۔ سلیم احمد (۱۹۲۷۔۱۹۸۳ء)، شاعر، ادیب، صحافی، ڈرامہ نگار، نقاد، کتب: ''ادبی اقدار''، ''بیاض''، ''نئی نظم اور پورا آدمی''، ''غالب کون''، ''ادھوری جدیدیت''، ''اقبال، ایک شاعر''، ''اکائی''، محمد حسن عسکری۔ آدمی یا انسان'' ودیگر۔

۸/فروری ۲۰۱۴ء

جنابِ من!

گزشتہ دنوں ''سچ'' ٹی وی پر فراست رضوی کی میزبانی میں تمھارا پروگرام دیکھا۔ ڈاکٹر عزیز احسن نے حسبِ روایت مناسب معیار کی گفتگو کی۔ لیکن فراست کی موجودگی میں تم نے نعت پر جہاں سے گفتگو شروع کی اور جہاں تک اسے پہنچایا وہ بہت عمدہ تھی۔ فراست رضوی نے مجھے دس عدد نعتیں ''نعت رنگ'' کے لیے دی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان پر تعارفی نوٹ میں خود ہی لکھ دوں اور ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں ان نعتوں کو یکجا شکل میں شایع کیا جائے۔

بھائی صاحب! شکایت کا تو میں آدمی نہیں لیکن ایک مسئلہ کے طور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تم سے بالمشافہ ملاقات کم کم ہونے کی وجہ سے بہت سارے نئے کام شروع ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ بہت سی باتیں کہی جانے سے رہ جاتی ہیں، اور بہت سے ادھورے کام پایۂ تکمیل تک تاخیر سے پہنچتے ہیں، مجبوراً خط کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ کوشش کرو کہ محض روحانی طور پر نہیں جسمانی طور پر بھی دستیاب رہو۔

یاد آیا..... آرٹس کونسل کے محمود احمد خان تمھارے ساتھ جو پروگرام کرنے کے بارے میں کہہ رہے ہیں ان سے کہہ دو پروگرام منعقد کرنے کا اہتمام کریں، شرکائے تقریب ہم خود تجویز کریں گے۔ پروگرام کا نام ہوگا: ''عقیدت کے رنگوں سے بھری شام صبیح رحمانی کے نام''۔

فراست رضوی میزبانی جبکہ انوار احمد زئی، سحر انصاری اور میں اظہار خیال..... ہوسکا تو طلعت حسین (صداکار و اداکار) سے تمھاری انگریزی نعتوں کی recitation کروادیں گے۔ میں طلعت بھائی سے بات کرلوں گا۔

تم جدّہ سے واپس آجاؤ تو تفصیلی ملاقات کا رکھو۔

والسّلام۔ نیاز کیش
شوکت عابد

۳۰ مئی ۲۰۱۴ء

برادرم سید صبیح رحمانی مدظلہ!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

جنابِ من! حسنِ اتفاق سے کل رات غالباً ARY ٹی وی پر شب معراج کے حوالے سے منعقدہ محفل میں تمھاری ایک دونعتیں سننے کی توفیق نصیب ہوئی۔ طبیعت ہشاش بشاس، تروتازہ اور باغ باغ ہوگئی.... بالخصوص تم نے علامہ شہزاد مجددی صاحب کا شب معراج کے حوالے سے جو نعتیہ کلام حسبِ تقاضائے محفل پڑھا اس نے تو رُکی رُکی محفل کو رواں دواں کر دیا اور محفل کا رنگ ہی بدل گیا۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اسی طرح سرکار ﷺ کی محفلوں میں عقیدت ومحبّت کے رنگ بکھیرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر یہ کلام کسی شکل میں مجھے دوبارہ اور سہ بارہ سننے کے لیے مل جائے تو میں تمھارا از حد ممنون رہوں گا۔

مذکورہ محفل نعت میں تمھاری آمد اور نعت خوانی کو صرف توصیفی ہی نہیں تنقیدی نگاہ سے بھی دیکھ رہا تھا اور سابقہ محفلوں میں تمھاری بحیثیت نعت خواں کارکردگی کے حوالے سے جائزہ لے رہا تھا۔ فوری تاثر یہ ہے کہ محفل کے تقاضوں کے مطابق اور حاضرین کے ذوق وشوق سے ہم آہنگ تمھاری نعت خوانی کی صلاحیت میں جو اضافہ ہوا ہے وہ قابل ستائش اور قابل رشک ہے۔..... یہ سب انھی کا کرم ہے جن کی نعت تم پڑھتے ہو، لکھتے ہو اور بسر کرتے ہو۔ بسر کرنے کے لیے نعت سے بہتر طرزِ زندگی اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں ہمیشہ نعت اور نعت سے وابستہ تجلّیات، کرامات اور فیضِ خاص سے جڑا ہوا رکھے اور مجھ فقیر کو بھی تم سے تعلّق کے حوالے سے کچھ حصہ پانے کی توفیق عطا فرمائے۔

علامہ شہزاد مجددی مجھے کچھ اپنے اپنے سے دکھائی دیتے ہیں۔ ٹی وی پر دکھائی جانے والی وضع قطع سے تو مجھے وہ اپنے ہی سیفیہ سلسلے کے جواں عزم بزرگ دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ صاحب کی نعت بھی کمال کی ہے اتنی سادہ، پراثر اور باوقار نعتیں میری نظر سے کم ہی گزری ہیں۔ خصوصاً یہ شعر:

یہ نکتہ ہی شہزاد معراج میں تھا
کہ رستے کو خود رہنما دیکھ آئے

سن ۹۵ء کی وہ دوپہر یاد کرتا ہوں تو یوں لگتا ہے ابھی کل ہی کی بات ہے جب برادرِ عزیز احمد سراج نے میرے کاندھے پر ''نعت رنگ'' نامی ایک جریدے پر مختصر سا تبصرہ تحریر کرنے کی ذمہ داری سپرد کی تھی۔ جس کے بعد تم سے مراسم کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اب تقریباً بیس برس کی عمر کو پہنچنے والا ہے۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے ایک حد تک یہی لگتا ہے کہ جیسے میں نے تمھاری شخصیت اور اس سے وابستہ باکمال ومنفرد خوبیوں کے بارے میں آگہی کا آغاز ہی کیا ہے۔ شاید جب ہم کسی دوست سے اخلاص ومحبّت کے ساتھ اکثر وبیشتر ملتے رہتے ہیں تو بہت سی باتوں کو taken for granted لینے لگتے ہیں اور اگر تعلّق ومراسم کی نوعیت بے تکلفانہ ہوجائے تو بعض اوقات ایک دوسرے پر عائد شدہ حقوق کی انجام دہی میں غفلت کے مرتکب بھی ہونے لگتے ہیں۔ مجھے اپنے اور تمھارے باہمی تعلّق کے حوالے سے کچھ ایسا ہی احساس دامن گیر رہنے لگا ہے کہ میں اپنے اندر تم سے جتنا اخلاص ومحبّت محسوس کرتا ہوں، عملی طور پر اس کا اظہار نہیں کر پاتا ہوں۔ زندگی کے اس مرحلے پر جہاں میری تاریخ پیدائش ایک بھولا بسرا خواب بن چکی ہے اور تاریخ وفات ایک جیتی جاگتی حقیقت کی طرح میرے سامنے کھڑی ہے مجھے اپنی ان ادھوری چیزوں کو سمیٹنے کی فکر شدت اختیار کرتی جا رہی ہے جنہیں میں نے اپنی خواہشوں کی فہرست میں اولین جگہ دی ہوئی ہے۔ ''نعت رنگ'' اور تم سے مبارک تعلّق کے حوالے سے میری زندگی میں جس طرح کی بہاریں اپنا رنگ دکھاتی رہتی ہیں اور مجھے سرخوش وسرمست کرتی رہتی ہیں اسی پر میں اپنے آپ کو اس حد تک تمھارا ممنون احسان سمجھتا ہوں کہ میں زندگی

بھرتمھارا احسان اتارنے سے قاصر رہوں گا۔البتہ اپنی بساط کے مطابق اپنی ٹوٹی پھوٹی کوششیں اپنی تسلّی کے لیے ضرور کرتا رہوں گا۔میرے ذمے جو قرض تم پرتحریر ہونے والی کتاب ''صبیح رحمانی نئی اردونعت کا سیدِ سہ جہات'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔میں اپنی تمام تر کوشش وخواہش کے باوجوداس کتاب کوتمھاری حقیقی قدرومنزلت کے لحاظ سے سپردِقلم کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہونے کے باوجود اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ناکام رہا ہوں، جس پر میں تم سے اپنی لاچاری اورشرمندگی کا اظہار کرتا رہا ہوں۔اب جب کہ اللہ تعالیٰ مجھے حج کی سعادت نصیب فرمارہا ہے کتاب کا آخری باب میں روضۂ رسول ﷺ کے سایۂ رحمت اور گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر لکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں...... دعا کرومیری یہ آرزو بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اورشاید آخرت ودنیا دونوں میں میری سرخروئی کا سبب بن جائے۔آمین۔

صبیح رحمانی...... تم آدمی ہولیکن کمال کے...... مجھ جاہل، غافل اورقلیل المطالعہ اورشاعری کی سلطنت سے خودساختہ جلاوطنی اختیار کرنے والے کونعت جیسے نازک وقیع اور کثیر مطالعے کے متقاضی موضوع پر ایک مختصر مضمون کو کتاب کی صورت دینے کی ذمہ داری سونپ دی ہے۔کتاب تقریباً ۹۰ فیصد مکمّل ہے اور میری ذاتی رائے میں تمھارے اخلاص وفیض نے ہی اسے یہاں تک پہنچایا ہے اورتمھاری دعا سے ہی میری یہ حقیرسی کوشش اختتام کو پہنچے گی ..... خیر چھوڑو اس موضوع کو درحقیقت میں تمھارے اوپر لکھی جانے والی مذکورہ کتاب کے ذکر پر جذباتی اور guilty ہوجاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جلد میری اس مشکل کوآسان فرمائے۔اس سلسلے میں خصوصی دعا کا طلب گار ہوں۔

پرسوں فراست رضوی سے تمھارے اور''نعت رنگ'' کے بارے میں بات ہورہی تھی..... فراست تمھاری کاوشوں کا دل سے معترف ہے اور بڑی عزت سے تمھارا تذکرہ کرتا ہے جو بلاشبہ فراست کے قلب کے سچے اور شفاف ہونے کی ایک دلیل بھی ہے۔کیونکہ میری ذاتی رائے میں سرکار ﷺ کی نسبت سے محروم کوئی بھی شخص تمھارے قریب آنے اور تمھارے بارے میں خیر کے کلمات ادا کرنے کی توفیق سے بھی ہمیشہ محروم ہی رہے گا۔یعنی بقول قمر انجم:

انجم جسے نصیب ہوا عشق مصطفیٰؐ
وہ محترم نہیں تو کوئی محترم نہیں

یہ سرکار ﷺ سے نسبت اور وابستگی ہی ہے جو دومومنوں کے دلوں کو جوڑنے اور ایک دوسرے کے لیے خیر کا ذریعہ بننے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔

ادھر بھائی ڈاکٹر طاہر مسعود[۱] بھی تمھاے بارے میں مجھ سے معذرت خواہ تھے..... کہہ رہے تھے کہ مجھے صبیح نے ''نعت رنگ'' کا شمارہ از راہِ خلوص بھجوایا تھا لیکن مجھ کم نصیب کو سنجیدگی سے مطالعے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی اس کی ایک ذاتی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ نعت کے سلسلے میں ان کا ذوق انتہائی محدود ہے اور بہت مشکل ہی سے کوئی نعت ان کے دل کو چھوتی ہے۔میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے ذوق کا حال بھی نعت کے سلسلے میں یہی ہے اورنعت کی سماعت کے حوالے سے بھی مجھے قاری وحید ظفر قاسمی، اُمِ حبیبہ اور صبیح رحمانی کے سوا کسی کی نعت سنائی نہیں دیتی۔لیکن جہاں تک ''نعت رنگ'' کا تعلّق ہے اس کا مطالعہ اس بنیاد پر بھی کیا جاسکتا ہے کہ اس جریدے میں جس معیار کا معلوماتی اور تنقیدی موادنعت کے حوالے سے یکجا شکل میں شائع ہورہا ہے کسی اور جریدے کو یہ توفیق نصیب نہیں۔''نعت رنگ'' نے جہاں صنف نعت کو مقبول بنانے میں اپنا کردار ادا کیا ہے وہیں ''نعت رنگ'' غزل ونظم لکھنے والے شاعروں اورادبی تنقید لکھنے والے نقادوں کے دلوں میں بھی اپنا راستہ بنارہا ہے جو کہ ایک نیک شگون ہے۔

اور ہاں ایک خاص بات جو میں صرف تم سے ہی شیئر کرسکتا ہوں وہ یہ ہے کہ طاہر مسعود نے تخلیہ میں مجھے ؏ 'یہ سب تمھارا کرم ہے آقا' والی

نعت انتہائی دل سوز و دل کشا لحن میں سنائی اور مجھے اشک بار کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ طاہر کی سنائی ہوئی نعت نے میرے قلب پر خورشید احمد کی پڑھی ہوئی نعت سے زیادہ اثر کیا..... میری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ طاہر مسعود کی شخصیت کا یہ گوشہ مجھ پر چالیس پینتالیس برسوں کی رفاقت میں کیوں نہیں عیاں ہوا...... کسی دن موقع ملا تو تمھارے سامنے بھی میں طاہر سے نعت سنانے کی فرمائش کروں گا۔

فی الحال اتنا ہی کافی ہے..... باقی باتیں انشاءاللہ ملاقات پر ہوں گی جو کہ بہت جلد ہونے والی چاہیے۔ تب تک کے لیے اللہ حافظ

دعاؤں کا طلب گار۔ خاکسار

شوکت عابد

ا۔ پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود (پ: ۷ مارچ ۱۹۵۷ء)، معلّم، صحافی، ادیب، کالم نویس، افسانہ نگار، محقق، سابق صدر: شعبۂ ابلاغِ عامہ، جامعہ کراچی، کتب: ''اردو صحافت انیسویں صدی میں'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''یہ صورت گر کچھ خوابوں کے'' (انٹرویوز)، ''کوئے دلبراں'' (شخصی خاکے)، ''دل درد سے خالی ہے'' (شخصی خاکے)، ''دل سوز سے خالی ہے'' (شخصی خاکے)، ''برگردن راوی''، ''اردو صحافت کی نادر تاریخ''، ''صحافت اور تشدد'' (مضامین)، ''گمشدہ ستارے'' (افسانے) و دیگر۔

~~~~~~~

شہزاد مجددی، علامہ محمد (لاہور)

''نعت رنگ'' کی برکات کا دائرہ مسلسل وسیع تر ہوتا جا رہا ہے، اہلِ علم و دانش خصوصاً اہلِ نعت کے افکار و آثار مائل بہ ارتقا ہیں اور یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مضامین نو کے انبار لگنے والے ہیں گلشنِ معانی میں فصلِ بہار ڈیرے ڈالنے والی ہے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ:

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد

''نعت رنگ'' (شمارہ: ۱۹) پیشِ نظر ہے، ابتدائیہ میں آپ نے ''گلوبل نعت فاؤنڈیشن'' کی تجویز پیش کی ہے جو نہایت مناسب بلکہ ضروری ہے۔ نعت اور صاحبِ نعت کو آفاقیت کے تناظر میں دیکھا جائے تو اُمتِ مسلمہ کو یوں بھی ایک دوسرے کے نزدیک لایا جا سکتا ہے، حضرت اقبالؔ نے فرمایا ہے:

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

نئے دُکھ پڑھ کر حضرت صابر براری مرحوم یاد آئے، خدا مغفرت کرے، انھوں نے بہ کمالِ شفقت اس ناچیز کے پہلے مجموعۂ نعت ''حریصٌ علینا''[ا] کے لیے تاریخی قطعہ لکھ کر بھجوایا تھا۔

مضامین و مقالات میں بے جا تکرار و طوالت بعض اوقات کافی گراں گزرتی ہے، کچھ علاج اس کا بھی...

''اسلام میں نعت کا مقام: جواز/عدم جواز'' ص ۳۴ پر ایک فقرے کی عبارت یوں ہے ''نبی کریم ﷺ نے ہر ضرورت کے موقع پر ان کی شاعری سے استفادہ کیا ہے۔''

یہ سطر لکھتے ہوئے شاید فاضل مضمون نگار کی توجہ اس طرف نہ تھی کہ:

ما ان مدحت محمداً بمقالتی
و لکن مدحت مقالتی بمحمد
~~~~~~~

کہ میں اپنے کلام سے محمد ﷺ کی مدح نہیں کرتا بلکہ آپ کے اسم گرامی سے اپنے مقالے کی شان بڑھاتا ہوں۔
ص۳۴ پر بھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر کا دوسرا مصرع کمپوزر یا پروف ریڈر کی نذر ہو گیا ہے: اس کو یوں ہونا چاہیے تھا:

و عند اللہ فی ذاک الجزاء

ص۳۶ پر بھی دوسرے شعر کا مصرع اولیٰ اسی رویے کا شکار ہوا ہے۔ اسے قد انزل...ہونا چاہیے تھا۔
ص۳۵ پر بھی پہلے شعر کا دوسرا مصرع غلط لکھا گیا ہے:

''رسول اللہ شیمتہ الوفاء'' ہونا چاہیے تھا۔

اگر چہ یہ اصلاح و تصحیح بھی کسی رِسک (Risk) سے کم نہیں ہے۔ بہر حال معاملہ نعت کا ہے اور اشعار سیّدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ہیں۔
ص۳۹ پر ''الأغانی'' کے حوالے سے ایک عبارت ہے جس میں عنترہ بن شداد کا شعر مندرج ہے لیکن شعر بھی عربی عبارت کا حصہ بنا کر لکھا گیا ہے اور اس میں بھی ''أظلہ'' کا الف غائب ہے، یعنی ''ظلہ'' لکھا ہے۔ یہ شعر چوں کہ ہمارے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کا پسندیدہ ہے اس لیے تبرکاً اسے درست اور صحیح کر کے پڑھ لینا چاہیے۔

ولقد أبیت علی الطّوی و أظلہ
حتی أنال بہ کریم الماکل (عنترۃ بن شداد)

فاضل مضمون نگار نے اس شعر کا ترجمہ یوں لکھا ہے:
''میں رات اور دن بھوکا رہنے کو تیار ہوں تا کہ محنت و مشقّت کے ذریعے عزت کی روزی حاصل کر سکوں۔'' انتہا
راقم کی نظر میں درست ترجمہ یوں ہوگا:
''یقیناً میں نے کئی راتیں اور دن بھوک (پیاس) کی حالت میں گزارے، یہاں تک کہ میں اسی کے باعث پاکیزہ روزی تک پہنچ گیا۔''
''کتاب الأغانی'' میں اس سے متّصل ہی عنترہ بن شداد کا یہ قول موجود ہے۔''
مجھ پر مسلسل دو دن کھاتے پیتے ہوئے کم ہی گزرے ہیں۔ یعنی دو دن کا فاقہ اس کے معمولات میں تھا۔
ص۴۴ پر نعت کا مشہور فارسی شعر یوں درج ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی ارشاد فرماتے ہیں:

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب... الخ

کیا یہ شعر مولانا جامی ہی کا ہے؟
''گلستانِ نعت میں سیرتِ مصطفیٰ کی بہارِ جاوداں'' اپنے عنوان اور محتویات کے لحاظ سے مفید اور دلچسپ مضمون ہے۔ ص۶۵ کے آخر میں محمد اعظم چشتی مرحوم کے ۲ا اشعار ہیں جن میں سے پہلے شعر کا پہلا مصرع کچھ یوں لکھا گیا ہے: گھبرائے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر
یہ غالباً درست نہیں ہے، ''بگڑے ہوؤں کو کس نے سنوارا ترے بغیر'' ہونا چاہیے تھا۔ اسی مضمون میں ص۷۳ پر مولانا احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کا نعتیہ شعر یوں لکھا گیا ہے: ترے خُلق کو حق نے عظیم کیا، تری خلق کو حق نے عظیم کیا
جو کہ درست نہیں ہے، صحیح مصرع یوں ہے: ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا، تری خَلق کو حق نے جمیل کیا (حدائق: ص۲۷)
''افصح العرب کے حضور میں'' واقعی بہترین کاوش اور اصلاحی تنقید کا لائق تقلید نمونہ ہے۔ البتہ ص۱۳۸ پر حضور ﷺ کی طرف شفا کی نسبت کے

حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ من وعن تسلیم کرنے میں راقم کو تامل ہے، کیوں کہ ہمیں تو روایاتِ صحیحہ اور اخبارِ متواترہ سے پہنچا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ظاہری و باطنی امراض سے شفا کے لیے بارگاہِ طبیب کائنات میں رجوع کرتے رہے ہیں بلکہ آپ سے نسبت رکھنے والی اشیا کے ذریعے بھی شفا حاصل کرتے رہے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی روایت میں الفاظ کچھ اس طرح آئے ہیں، جبہ مبارکہ کے بارے میں فرماتی ہیں:

''فنحن نغسلها للمرضی یستشفی بها'' (صحیح مسلم، کتاب اللباس، رقم: ۵۵۳۰)

تو ہم اسے مریضوں کے لیے دھوتے اور اس کے ذریعے شفا طلب کی جاتی تھی۔

بوقت ضرورت اس حوالے سے تفصیلی بات ہوسکتی ہے۔

ص۱۴۲ پر مسئلہ امتناعِ نظیر کے حوالے سے اسماعیل دہلوی کی طرف جو الفاظ منسوب ہیں غالبًا فاضل مضمون نگار نے خود لکھے ہیں یعنی مفہوم ہے اصل عبارت جہاں تک مجھے یاد ہے، سخت بے ادبی والے الفاظ پر مشتمل ہے۔ حضرت عزیز احسن صاحب نے شرک فی النبوّت کے حوالے سے بہت بجا لکھا ہے، فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مسلمانوں کے پہلے امام اور حضور اکرم ﷺ کے اوّلین ظاہری و باطنی خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سرہانے اُم المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک شعر ان کی طرف نسبت کرتے ہوئے پڑھا جو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے لیے کہا گیا تھا تو یارِ غار و مزار نے بیٹی کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا: ''ذاک رسول اللّٰہ'' یعنی یہ تو حضور کی شان ہے۔

''نعت گوئی کا تقدس اور اس کی تنقیدی قدریں'' بھی مفید اور اچھی کاوش ہے، ص۱۷۲ پر جناب شریف امروہوی کے ایک شعر پر تنقید کرتے ہوئے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ نظر ثانی کا متقاضی ہے، کیوں کہ کسی سہو کی نشان دہی کرتے ہوئے بعض اوقات خود مصلح بھی خطا کر جاتا ہے، بات ہے عرش کے دروازے کھلنے یا کھولے جانے کی، تو اے اہلِ علم و دانش! ذرا غور فرمایئے کہ آسمان اور عرش میں کچھ فرق ہے یا نہیں اور کیا دروازے عرش کے کھلوائے گئے تھے یا آسمان کے؟ دیکھیے ص۱۷۳ پر مندرج عربی عبارت اور اس کا ترجمہ ''عجب تضاد ہے کہیں عرش کے دروازے اور کہیں آسمان کے دروازے، یہ کیا غتر بود ہے۔

ص۴۳۹ پر ڈاکٹر سرمد صاحب کا مضمون ''محمد اکرم رضا... تجلّیاتِ نعت کے ایوان میں'' ایک لائق ستائش اور قابل تقلید عمل ہے جو اخلاص کے جذبے سے لکھا گیا ہے، البتہ ص۴۳۹ اور ص۴۴۲ پر دو اشعار آئے ہیں جن میں مشہور موضوع روایت ''الفقر فخری'' کو منظوم کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم کا مضمون ''نعت رنگ'' شمارہ: ۲۰ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

ص۴۴۵ کا آخری مصرع: ع اک بحرِ بے کنار کی صورت اچھل کے آ

محل نظر اور خلاف احتیاط ہے، کیا رحمت تمام کو ایسے مخاطب کیا جاسکتا ہے؟ ''نعت رنگ'' شمارہ: ۲۰ بھی حسب سابق تمام تر اہتمام و احتیاط کے ساتھ سامنے آیا ہے، ماشاء اللہ! مبارک ہو۔

ص۲۲ پر حمد باری تعالیٰ ہے، جس کے شعر نمبر ۳ کا دوسرا مصرع صحیح کمپوز نہیں ہوا، درست یوں ہے:

اور اس کو بناتا ہے وہی نخل ثمر بار

ص۱۵۱ پر عزیز احسن صاحب کے مضمون کا اختتام حدیث شریف پر ہوا ہے، لیکن یہاں بھی ''لاتجتمع'' کو ''تجمع'' لکھا ہے۔

فاضل اہلِ قلم سے گزارش ہے کہ حدیث کا حوالہ ہمیشہ حدیث کے اصل متون و مآخذ سے دیا کریں تو بہتر ہے۔

ص۱۶۸ پر امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی رُباعی کا دوسرا مصرع غلط کمپوز ہوا ہے، صحیح یوں ہے:

بے جا سے ہے المنۃ للہ محفوظ

ص۲۸۷ پر سیماب اکبرآبادی کے اشعار ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کی ردیف میں آئے ہیں۔ چوتھا شعر خبر نہیں کیا سے کیا ہوگیا ہے؟

ص۳۱۷ پر ''التفاتِ سیّد سادات ﷺ'' کے عنوان سے پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کی تحریر ہے۔ فرماتے ہیں، مندرجہ بالاعنوان، حافظ لدھیانوی مرحوم کے مندرجہ ذیل شعر سے ماخوذ ہے:

التفاتِ سیّد سادات کب محدود ہے
وسعت دامن بھی دیتے ہیں عطا کرتے ہوئے

جہاں تک مجھے یاد ہے یہ شعر حضرت حفیظ تائب مرحوم کا ہے۔

ص۳۶۶ کے آخر میں ''فیاض ٹانڈوی کی نعتیہ شاعری'' سے ماخوذ حمد یہ اشعار میں دوسرے شعر کا مصرع نمبر۲ یوں ہے:

شام کی یہ ملگجی میلی ردا تیری عطا

کیا یہی انداز حمد ہے؟ **سبحان اللّٰہ عما یصفون۔**

ص۳۷۴ پر آفتاب کریمی کا شعر ہے:

میں نبی کا ادنیٰ غلام ہوں مری آل ابن غلام ہے
مری آل کی بھی جو آل ہے وہ غلام ہو یہ پیام ہے

'' آل ابن غلام'' کچھ زیادہ درست نہیں لگتا بلکہ آل، آلِ غلام ہے'' زیادہ مناسب ہے۔ ایسے ہی '' آل کی آل'' بھی سمجھ سے باہر ہے۔

ص۴۵۳ پر ایک فقرہ ہے، ''کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے آپ کی۔''

بات سمجھ نہیں آئی، نرینہ اولاد نہ ہونا اور نرینہ اولاد کا بلوغت سے پہلے ہی دنیا سے چلے جانا کیا اس میں کچھ فرق ہے؟ اور یقیناً ہے تو پھر یہ کیسے سمجھ لیا گیا ہے؟

''خطوط'' میں علامہ کوکب نورانی صاحب کا مفصّل خط واقعی لائق مطالعہ اور معلومات افزا ہے۔ البتہ ایک مقام ص۵۵۲ پر میں رُک گیا، جہاں انھوں نے فیروز شاہ (میانوالی) کے مبالغے اور مغالطے کا تذکرہ یوں فرمایا ہے،'' وہ لکھتے ہیں، سرکارِ دوجہاں کا فرمان ہے، فضیلت اس گواہی کی ہے جو دشمن بھی دے۔''اس پر علامہ کوکب نورانی فرماتے ہیں:

''فی الواقع اگر یہ فرمان رسول کریم ﷺ ہی کا ہے تو اصل عربی مجھے یوں یاد ہے۔ **الفضل ماشهدت به الأعداء....الخ**''

میرے نزدیک صحیح ترجمہ یوں ہوگا کہ ''فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن بھی دیں۔'' بجا فرمایا ترجمہ تو یہی درست ہے، البتہ یہ فرمان رسولِ کریم ﷺ نہیں ہے بلکہ مشہور عربی مصرع ہے جو ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرچکا ہے۔ امام ثعالبی علیہ الرحمہ نے ''التمثیل والمحاضرۃ'' ص۲۲ میں اسے معروف عرب شاعر السری الموصلی الرفاء کے حوالے سے نقل کیا ہے:

النویری نے ''نهایة الارب فی فنون الادب'' میں اس طرح لکھا ہے:

و فضائل شهد العدو بفضلها
الفضل ماشهدت به الاعداء

ابن ہشام انصاری کی شرح ''قصیدہ بانت سعاد'' ص۶ پر یہ شعر اس طرح لکھا ہے:

و ملیحة شهدت لها ضراتها

والفضل ما شهدتْ به الاعداء

''نعت رنگ'' کا اشاریہ جناب محمد سہیل شفیق کی محنت اور لگن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

انتساب بھی خوب ہے البتہ سورۃ الاسراء آیت نمبر۲۴ قرآنی رسم الخط کے خلاف اور غلط لکھی گئی ہے۔ قرآن پاک دیکھ کر درست فرمالیں۔

طوالت کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

محمد شہزاد مجددی

☆ علامہ محمد شہزاد مجددی (پ: ۴ نومبر ۱۹۷۰ء)، عالم دین، نعت گو شاعر، ممبر: علماء ایڈوائزری بورڈ، حکومتِ پنجاب، مدیرِ اعلیٰ: ماہنامہ فقہ الباطن، ۳۰ سے زائد کتابوں کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''ثنا کا موسم''، ''تحیت''، ''حریص علینا''، ''مہرِ خراسان''، ''سلاسلِ اربعہ''، ''محاسن''، ''مجموعۂ رسائل سیوطی''، ''کلیاتِ شہزاد مجددی'' وغیرہ۔

اعزازات: صدارتی ایوارڈ (حکومتِ پاکستان)، سیرت ایوارڈ (حکومتِ پنجاب) وغیرہ۔

۱۔ ۱۹۹۶ء، لاہور: قرطاس پبلی کیشنز، باراول، ۸۸ص

~~~~~~

برادرِ مکرم سید صبیح رحمانی صاحب زید مجدکم!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۲۰ پیشِ نظر ہے۔ ماشاء اللہ! دیر آید درست آید کا مصداق بجز کہ آخر یہ اہلِ محبّت کا محبوب مجلّہ اشاعت پذیر ہوکر سامنے آ ہی گیا۔ آپ نے ''ابتدائیہ'' میں تنقیدِ نعت کے حوالے سے اہم امور کی نشان دہی کی ہے، اُمید ہے ناقدین اس جہت سے بھی غور وفکر فرمائیں گے۔ ص۲۲ پر راقم کی حمد کے شعر نمبر ۳ کے مصرعِ ثانی میں لفظ ''وہی'' چھوٹ گیا ہے۔ مصرع یوں ہے:

اور اس کو بنانا ہے وہی نخلِ ثمر بار

جناب عزیز احسن نے اپنے مضمون ''نعت اور تصورِ مقصودِ کائنات'' کے آخر میں ایک حدیث کے دو مختلف متون پیش کیے ہیں اور دوسری حدیث کے نیچے بطورِ حوالہ ''کشف المحجوب'' (اردو ایڈیشن) کا ذکر کیا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ وہ حدیث کا حوالہ حدیث ہی کی کتاب سے پیش کرتے، کیوں کہ علم وتحقیق کا تقاضا یہی ہے اور پھر احادیث کشف المحجوب کی تو تخریج بھی ہو چکی ہے۔

حدیث کے متن کی تصحیح فرمالیجیے۔ ''لاتجمع'' نہیں بلکہ ''لاتجتمع'' حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ ابن ماجہ الفلق رقم: ۳۹۴۰، ترمذی: الفتن، رقم: ۲۰۹۳، ص۳۱۷ پر پروفیسر محمد اقبال جاوید نے اپنے مضمون کا آغاز کرتے ہوئے حضرت حفیظ تائب مرحوم کا مشہور شعر حافظ لدھیانوی مرحوم کے کھاتے میں ڈال دیا ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۹ کے حوالے سے شائع شدہ مذاکرہ میں ص۴۵۳ پر لکھا ہے ''کوئی نرینہ اولاد نہیں ہے آپ کی، نرینہ اولاد اس لیے نہیں کہ قدرت تو یہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ نبوت کا سلسلہ آگے چلے...الخ'' فیاللعجب!

کیا حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نرینہ اولاد نہیں تھی؟ کیا ابوالقاسم ﷺ جناب قاسم وابراہیم علیٰ ابیہما وعلیہما السّلام کے والد گرامی نہیں ہیں؟ شاید قائل جو ذہن میں تھا اسے الفاظ میں نہیں ڈھال سکا۔ بہرحال ان امور میں خصوصی احتیاط درکار ہے۔

حضرت علامہ کوکب نورانی کے مفصّل مکتوب میں ص۵۵۲ پر ایک عربی محاورے کے حوالے سے (جسے صاحبِ مضمون نے سرکار وجہاں ﷺ کا فرمان لکھا ہے) بایں الفاظ تصحیح فرمائی گئی ہے۔
~~~~~~

فی الواقع اگر یہ فرمان رسول کریم ﷺ ہی ہے تو اصل عربی مجھے یوں یاد ہے:**الفضل ماشهدت به الاعداء۔**
ہماری دانست میں یہ عربی کا مشہور مقولہ حدیث نبوی نہیں ہے، عرب شعرا کے کلام میں یہ مقولہ بہ کثرت منظوم شکل میں ملتا ہے۔
امام الثعالبی نے ''التمثیل والمحاضرۃ'' (ص ۲۷) میں السّری الموصلی الرفّاء کے حوالے سے اسے درج کیا ہے۔
علامہ شہاب الدین تنویدی نے ایک شعر یوں لکھا ہے:

و فضائل شهد العدو بفضلها
والفضل ما شهدت به الاعداء (نہایۃ الادب فی فنون الادب، ص ۱۷۱۳/۸)

اسی طرح کا ایک خوب صورت شعر اور دیکھیے:

و مليحة شهدت لها ضرتها
والفضل ماشهدت به الاعداء (شرح قصیدہ بانت سعاد ص ۶)

علامہ کوکب نورانی زید شرفہ کا یہ مکتوب بھی حسب سابق بھرپور اور مفصّل تجزیے پر مشتمل ہے۔ پروف کی اغلاط کا معاملہ بھی لائق توجہ ہے۔ خدارا اس کا کچھ کیجیے۔ راقم کے مضمون میں کئی جگہ تکلیف دہ حد تک گڑبڑ ہوئی ہے۔ خصوصاً آیات واحادیث اور عربی عبارات کی مکمّل تصحیح کا التزام ناگزیر ہے۔

''اردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات ۔۲'' [۱] ارسالِ خدمت ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو کمپوزنگ کے بعد تصحیح اور پروف خوانی کے لیے مجھے بذریعہ E-mail بھجوادیں۔ میرا ای میل یہ ہے: msmujaddidi@yahoo.com/msmujaddidi@hotmail.com

اجازت چاہتا ہوں۔

والسّلام مع الاکرام
احقر محمد شہزاد مجدّدی

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۲۰، ص ۱۲۰۔۱۳۱

کتاب اُردو نعت کا تحقیقی وتنقیدہ جائزہ ''نعت رنگ'' ۲۲ کے ساتھ موصول ہوئی، شکریہ۔ پروفیسر شفقت رضوی مرحوم کی کتب درکار ہیں اور حضرت ادیب رائے پوری کی ''تنقید اور مشکلات تنقید'' کی بھی جستجو ہے۔

''نعت رنگ''، شمارہ نمبر ۲۲ کے حوالے سے بھی کچھ کہنا ہے۔

سب سے پہلے تو ''مہمان مدیر'' کو خوش آمدید اور ''اپنی بات'' کی تائید کرتے ہوئے تاخیر جو بعض اوقات تکلیف دہ بھی ہوجاتی ہے کا گِلہ کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کیوں کہ ''نعت رنگ'' سے ایک خاص فکری وروحانی تعلق سا بن چکا ہے جو بہرحال اپنی تسکین چاہتا ہے اور پھر کئی طرح کے تقاضے بھی رکھتا ہے۔ خدا کرے ہر نعت کا رنگ ہم سب اہلِ نعت کے قلوب واذہان پر یوں ہی چڑھا رہے اور اس میں برکت ہو، آمین۔

جناب ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مضمون ''نعت نبوی اور توحید ورسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' پڑھنے کے بعد بے اختیار آپ کی تائید کو جی چاہا ہے کہ ''ان کا مضمون'' نعتِ نبوی اور توحید ورسالت کے مابین فرق کی اہمیت ایک خاص مسلک ومکتبِ فکر کی واضح ترجمانی اور بعض مقامات پر سخت بیانی کے باوجود ایک اہم اور توجہ طلب مضمون ہے۔ واقعی یہ تحریر ایک خاص ذہنیت اور مسلکی رجحان کی آئینہ دار ہے اور اس میں جوشِ تعصّب نے صاحبِ مضمون کو کئی جگہ بے اعتدالی اور عدم توازن کا شکار بھی کیا ہے لیکن اس پر بھی شکایت نہیں ہے بلکہ شکوہ تو اس بات کا ہے کہ حضرت! اختلاف کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں، خدارا! اہل علم ودانش تو ''ادب الاختلاف'' کا پاس ولحاظ رکھیں۔ پھر ماہرین ادبیات اور متخصصینِ فنون ہی اگر اس قسم کی لغزشوں کا ارتکاب فرمانے لگے تو ہم ایسے مبتدیوں کا کیا ہوگا۔ بعض اوقات تو ایسے اہلِ علم حضرات جن سے بہت حُسنِ ظن ہوتا ہے، اس قسم کے تغافل و

تجاہل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ، مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں۔

اب آئیے کچھ مضمون کے مندرجات کی طرف، سب سے پہلے تو تحریر کی بے ترتیبی و بے ربط پیراگراف ہی طبع سلیم پر گراں ہیں کہ فاضل محرر نے اتنے مختلف النوع نثری ٹکرے باہم جوڑنے کی کاوش فرمائی ہے۔ بہر حال ان کی ہمت اور حوصلہ ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے کے لیے انھیں براہِ راست تمہیدی الفاظ نہ ملے تو انھوں نے ''بطورِ تشبیب'' یہ اندازِ بیان اختیار فرمایا، خیر! یہ بھی ان کا ذاتی معاملہ ہے، مضمون کے عنوان کی مناسبت سے انھوں نے سب سے پہلے توحیدِ خالص کو تین اقسام، یعنی توحیدِ الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور توحیدِ صفات پر مشتمل و منقسم قرار دیا ہے۔ لیکن ان اقسام اور تقسیم کی کوئی معتبر سند اور مستند حوالہ پیش کرنے کی زحمت نہیں کی، جو ان پر قرض ہے۔ البتہ یہ مہربانی ضروری کی کہ عصرِ اسلامی کے نعتیہ کلام اور قصائد کہنے والے آغوشِ نبوت کے پروردہ نیک نفس لوگوں یعنی حضراتِ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نہ صرف تحسین فرمائی ہے بلکہ انھیں انبیائے کرام علیہم السّلام کے بعد روئے زمین کے برگزیدہ لوگ بھی تسلیم کیا ہے۔

یادر ہے اقسامِ توحید کی یہ مثلّث ''متاثرینِ تثلیث'' کی ذاتی اختراع اور مقلّدینِ ابنِ تیمیہ کی ایجاد فرمودہ اعتقادی بدعت ہے۔ قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ و سلف میں اس کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ یہ سازش اُمتِ مسلمہ کے ان موحدین کو مشرکین ثابت کرنے کے لیے تیار کی گئی تھی جو انبیائے کرام علیہم السّلام اور اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو باذن اللہ تعالیٰ متصرف و مختار مانتے ہیں اور ان مقبولانِ بارگاہ کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بناتے ہیں۔ معروف عرب عالم دین شیخ حسن السقاف نے اپنے ''مجموعہ رسائل السقاف'' (۵۹۳/۲) میں اس تثلیثی توحید کا پردہ خوب چاک کیا ہے۔ علامہ سقاف لکھتے ہیں:

یہ تقسیم سلف صالحین میں متعارف و معلوم نہ تھی، اس تقسیم کو ساتویں صدی ہجری کے بعد گھڑ کر منتشر کیا گیا اور اسے پہلی بار ابن بطۃ العکبری نے بیان کیا جو عقیدۂ تجسیم کا قائل (مجسّمہ فرقہ کا رکن) مجروح العدالت اور وضاع تھا، جب کہ ابن تیمیہ نے اس من گھڑت اور محدث نظریہ کو شرح و بسط کے ساتھ عام کیا۔

علامہ سقاف نے ''شرح عقیدہ طحاویہ'' کے نام سے شائع ہونے والی کتاب کے بارے میں بھی معلومات افزا انکشافات کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ کچھ یوں ہے: عقیدۂ طحاویہ امام ابوجعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تیار کردہ متن ہے جو کتاب و سنت خصوصاً ائمہ احناف کے بیان فرمودہ عقائد پر مبنی مستند دستاویز ہے۔ اس کی ایک شرح ابن اَبی العز ''الحنفی'' نے کی ہے اور حواشی میں جگہ جگہ صاحبِ متن کی مخالفت کرتے ہوئے ذاتِ باری سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ''حد'' اور ''جہت'' کا اثبات کیا ہے جب کہ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے اس کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ملا علی القاری نے ''شرح فقہ الاکبر'' (ص۱۷۲) میں ابن ابی العز کے بارے میں لکھا ہے: ''صاحب مذہب باطل، تابع لطائفۃ من المبتدعۃ'' باطل عقائد کا حامل اور بدعتی فرقہ کا پیروکار ہے۔

اقسامِ توحید کی مذکورہ مثلّث ابن ابی العز نے شرح عقیدۂ طحاویہ میں کمال تلبیس سے تیار فرمائی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے مجموعۂ رسائل سقاف کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ذاتِ ورا اُلوریٰ کے لیے حد، جہت، جسم اور اعضا کے قائلین کیا جانیں کہ اس وحدہٗ لاشریک کی شان الوہیت وحدانیت کیا ہے۔

فرقہ، مجسّمہ و مشبہ کے پیروکار ''لیس کمثلہٖ شئی'' کی حقیقت تک رسائی سے عاجز ہیں۔ سچ ہے:

توحید متاعیست کہ بردار فروشند
گل نیست کہ در کوچہ و بازار فروشند

البتہ خود ساختہ توحید کی مثلّث کے ذریعے ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے پیاروں اور محبوبوں کی عظمت اور شرف و کمالات کی نفی کرنے سے ہی

ان کی توحید کا اثبات ہوتا ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجیے

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ''کتاب التوحید'' اور اسماعیل دہلوی کی ''تقویت الایمان'' اسی توحیدی تکون کے دو تیز دھار کونے ہیں۔

سانحۂ کربلا کے تناظر میں نگرامی صاحب نے اہلِ بیت علیہم الرضوان کے تذکرہ کو نعت کے ساتھ مبالغہ آرائی اور غلو کے ساتھ کیے جانے کا ذکر بھی چھیڑا ہے اور کچھ نعت گو شعرا کے اسما بھی پیش کیے ہیں جن میں کمیت الاسدی دعبل الغزاعی اور الشریف رضی شامل ہیں۔ صد شکر کہ مضمون نگار نے ان تینوں شعراء کو بھی دائرہ شرک سے خارج قرار دیتے ہوئے یوں لکھا ہے:

''مذکورہ تینوں شعراء نے اپنے سیاسی اور عقائدی نظریات سے قطع نظرِ رحمت عالم ﷺ اور اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کسی بھی فرد کو ربوبیت کا درجہ نہیں دیا کیوں کہ وہ توحید کی تینوں قسموں اور ان کے معانی و مطالب سے بخوبی آگاہ تھے۔

یہاں بھی ڈاکٹر صاحب نے اپنے معیارِ توحید و شرک کی کوئی صراحت نہیں کی البتہ اندازِ بیان بتا رہا ہے کہ ان کا اشارہ کسی قسم کی توحید اور شرک کی طرف ہے۔ جب کہ اس کی مزید وضاحت ان کی تحریر کا درج ذیل اقتباس پڑھنے سے ہو جاتی ہے:

عربی کی نعتیہ شاعری کو توحید خالص کی ڈگر سے ہٹا کر شرک کے غار میں دھکیلنے کے گنہ گار ساتویں صدی کے اندلسی الاصل شاعر ابن ہانی اور اسکندریہ کے نعت گو شاعر محمد بن سعید البوصیری تھے۔ (ص ۳۶)

تائید مزید کے طور پر انھوں نے اپنے ایک استاد کا قول بھی نقل کیا ہے جس سے ان کے مزاج و مسلک کا بھی بخوبی اندازہ ہو رہا ہے۔

مضمون نگار نے اندسی الاصل شاعر ابن ہانی کا تعلق ساتویں صدی سے بیان کیا ہے جو درست نہیں۔

ابن ہانی الاندلسی (۹۳۷/۹۷۳م/۳۶۳-۳۲۶ھ) ابوالحسن محمد بن ہانی، الأزدی کا تعلق بلحاظ سن عیسوی دسویں صدی سے اور تقویم ہجری کے اعتبار سے چوتھی صدی سے بنتا ہے۔ اشبیلیہ میں پیدا ہونے والا یہ ازدی شاعر بن ابی صفرہ الأزدی کی اولاد میں سے تھا اور عقائد کے لحاظ سے اسماعیلی شیعہ تھا۔ ابن خلکان کے بقول ابن ہانی مغرب کا متنبّی تھا۔ اسی لیے اسے ''متنبّی المغرب'' کہا جاتا ہے۔ ابن ہانی کو ادبیات عربی کے ائمہ نے مغرب کا سب سے بڑا شاعر تسلیم کیا ہے۔ ابن ہانی کا دیوان مطبوعہ ہے۔ جس کی شرح ''تبین المغانی فی شرح دیوان ابن ہانی'' کے نام سے نظام کالج حیدر آباد دکن انڈیا کے استاذ عربی ڈاکٹر زاہد علی کی تحقیق و تہذیب کے ساتھ (۱۳۵۲ھ) میں ''مطبعۃ المعارف'' مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ فاضل محقق نے اپنے مقالہ کی دوسری جلد میں دیوان کا انگریزی ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس تحقیقی کاوش پر انھیں آکسفورڈ یونی ورسٹی نے پی ایچ۔ ڈی (Ph. D) کی ڈگری سے نوازا تھا۔

باخبر مؤرخین اور ناقدین ادب نے جہاں ابن ہانی کے کلام اور ادبی کمال کو سراہا ہے وہاں اس کے عقائد و نظریات پر تنقید بھی کی ہے جو ہر بڑے ناقد کا حق ہے۔ ابن ہانی نے اپنے کلام میں جا بجا اپنے عقائد کا اظہار کھل کر کیا ہے بلکہ اسماعیلی عقائد کو جاننے کے لیے اس کے مدحیہ قصائد ایک اہم ذریعہ ہیں۔ البتہ اسے نعت گو شاعر تسلیم کرنے میں کم از کم مجھے تامل ہے۔ کیوں کہ اس کا تقریباً سارا کلام مصر کے فاطمی خلفا کی مدح پر مشتمل ہے اور کہیں کہیں وہ ائمہ اہلِ بیت کے فضائل اور مناقب اسی تناظر میں بیان کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی مزید تفصیلات کے لیے اہلِ علم تاریخِ ادب عربی کے موضوع پر لکھی گئی معروف کتب سے رجوع کر سکتے ہیں۔

رہی بات امام شرف الدین محمد بن سعید البوصیری علیہ الرحمۃ کی تو ''آفتاب آمد دلیل آفتاب'' والی بات ہے۔ ان کے علم وفن، عقائد و نظریات

اور بارگاہ خدا و مصطفیٰ ﷺ میں مقبولیت کا ایک زمانہ شاہد و معترف ہے۔ آپ کی ولادت مصر کے علاقہ ''دلاص'' میں ۶۰۸ھ/ بمطابق ۱۲۱۲ء میں ہوئی۔ حفظِ قرآن اور مروّجہ علومِ دینیہ کی تحصیل و تعلیم کے بعد آپ نے عربی ادب و شعر میں اپنے کمالِ فن کا لوہا منوایا اور حکام وقت کے درباروں تک رسائی حاصل کی، لیکن مدح حبیب ﷺ ان کی آخری منزل ٹھہری جس کی معراج ان کا ''قصیدہ بردہ'' شریف ہے۔ امام بوصیری علیہ الرحمۃ زہد و تصوف کی راہوں کے مسافر تھے اور سلسلۂ شاذلیہ کے بانی حضرت سیّدنا ابوالحسن شاذلی کے خلیفۂ اعظم حضرت شیخ ابوالعباس المرصی علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے۔ انھوں نے اپنے مشائخ کی مدح میں منقبت کے شعر بھی کہے ہیں۔

اُمت کے جلیل القدر ائمہ حدیث و تفسیر اور مشائخ طریقت نے ان کے مدحیہ قصائد کو حرزِ جاں بنایا اور اس کے شروحات و حواشی لکھ کر اپنے لیے سامانِ سعادت فراہم کیا۔ اگر کسی مزید تفصیل میں جائے بغیر صرف ان شروح و حواشی کی فہرست اور شارحین کے اسما ہی درج کر دیے جائیں تو ہر صاحب ایمان جان جائے گا کہ حضرت بوصیری علیہ الرحمۃ توحید کی جملہ اقسام سے کتنا واقف تھے اور عشقِ رسالت مآب ﷺ کے کس مرتبہ پر فائز تھے۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ''حسن المحاضرۃ'' میں ان کے تعارف میں لکھا ہے کہ علامہ بوصیری تفسیر و حدیث کے متبحر عالم تھے۔ جب کہ ان کے تلامذہ میں امام ابوحیان، امام ابوالفتح ابن سیّد الناس اور محقق عصر امام عزابن جماعۃ رحمہم اللہ جیسے اکابر علما بھی شامل ہیں۔ اُردو دائرۂ معارفِ اسلامیہ (۵/۵۳) میں لکھا ہے۔

اس شہرۂ آفاق قصیدے کا اُردو انگریزی، لاطینی، ایمانی، فارسی، ترکی اور بربری زبانوں میں ترجمہ کیا گیا اور ایک سو کے قریب عربی، فارسی، ترکی اور بربری زبانوں میں شرحیں لکھی ہیں۔ عبداللہ یعقوب انصاری، ابنِ ہشام النحوی، خالد بن عبداللہ الازہری اور شہاب الدین القسطلانی (شارح بخاری) کی شروح خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

یاد رہے کہ اس قصیدۂ میمونہ مبارکہ کی شروحات و حواشی کی فہرست نقل کرتے ہوئے کسی بھی محقق، ادیب اور فہرست نگار نے تمام و تکمیل اور ان کے احصا کا دعویٰ نہیں کیا۔ چناں چہ ڈاکٹر خالق داد ملک شیخ جمال بن نصیر الجنابی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تقدیم میں قصیدہ بُردہ کی ۳۶/ شرح قصیدہ شروح کی فہرست کا اندراج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس قصیدہ بردہ کو عالم اسلام کے اطراف و اکناف میں بزرگوں نے حفظ کیا اور دینی حلقوں میں اس کی قرأت کو معمول بنایا، جب کہ ناشرین نے مشرق و غرب میں اسے شائع کیا اور آٹھویں صدی ہجری سے آج تک شارحین نے مسلسل اس کی شرحیں لکھیں، جن میں سے چند کی فہرست اور شارحین کے اسما ہم یہاں بطورِ نمونہ نقل کرتے ہیں نہ کہ بطور اتمام فہرست ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ابوشامہ عبدالرحمٰن بن اسماعیل المقدسی الشافعی (۶۹۵ھ)
۲۔ علی بن جابر موسیٰ الیمنی الشافعی المتوفی سنۃ (۷۲۵ھ)
۳۔ جمال الدین عبداللہ بن یوسف المعروف بابنِ ہشام النحوی (۷۶۱ھ)
۴۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن الزمدوی الشہیر بابن الصائغ (۷۷۶ھ)
۵۔ مسعود بن عمر المعروف بسعد الایحہ تفتازانی (۷۹۸ھ)
۶۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن مرزوق التلمسانی (۷۹۱ھ)

شرح کا عنوان: ''الاستیعاب لما فیھا سحر البیان و الاعراب'' ان کی ایک اور شرح کا عنوان ''اظہار صدق اعودۃ فی شرح قصیدۃ البردۃ'' ہے۔

۷۔ جلال بن قوام بن الحکم، تکمیل شرح کی تاریخ ۷۹۲ھ ہے۔

۸۔ بدرالدین محمد بن بہادر الزرکشی المتوفی ۷۹۴ھ

۹۔ محمد البسطامی الستاھرودی المعروف بمصنفک المتوفی سنۃ ۸۷۵ھ

۱۰۔ شرف الدین علی البذوی المتوفی سنۃ ۸۲۸ھ

۱۱۔ کمال الدین حسین الخوارزمی المتوفی سنۃ ۸۴۰ھ

۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد الحلی الشافعی المتوفی ۸۴۶ھ وسماہ الانوار المضیہ فی مدح خیر البریۃ''

۱۳۔ جلال الدین احمد بن محمد بن محمد الخبندی المنوفی سنۃ ۸۰۳ھ وسماہ ''طیب الحبیب ھدیۃ الی کل حُبِّ لبیب''

۱۴۔ زین الدین ابوالعز طاھر بن حسن المعروف بابن حبیب الحلبی ۔المتوفی سنۃ ۸۰۸ھ

۱۵۔ القاضی شہاب الدین الدولۃ آبادی المتوفی سنۃ ۸۴۹ھ

۱۶۔ زین الدین خالد بن عبداللہ الازھری المتوفی سنۃ ۹۰۵ھ وسماہ ''الزبدۃ فی شرح قصیدہ البردۃ''

۱۷۔ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی سنۃ ۹۲۳ھ وسماہ۔
شارق الانوار المعنیۃ فی شرح الکواکب الدرّیۃ

۱۸۔ القاضی زکریا بن محمد الانصاری المتوفی سنۃ ۹۲۶ھ وسماہ ''الذبدۃ الرائقۃ فی شرح قصیدہ البردۃ الفائقۃ''

۱۹۔ عبیداللہ محمد بن یعقوب المولیٰ الفناری المتوفی سنۃ ۹۳۶ھ۔

۲۰۔ محی الدین محمد بن مصطفےٰ المعروف بشیخ زادہ المتوفی سنۃ ۹۵۱ھ

۲۱۔ بدرالدین محمد بن الفزی المتوفی سنۃ ۹۸۴ھ وسماہ ''زبدۃ''

۲۲۔ خیرالدین خضر بن عمر العطوفی المتوفی سنۃ ۹۸۴ھ

۲۳۔ حسام الدین حسن بن محمد العباسی

۲۴۔ احمد بن مصطفےٰ الشہید بلالی

۲۵۔ یحییٰ بن منصور بن یحییٰ الحسنی وسماۃ نتائج الافکار

۲۶۔ الامام فخر الدین احمد بن محمد بن ابی بکر الشیرازی وسماہ ''نزھۃ الطالبین وتحفۃ الراغبین''

۲۷۔ الفاضل الحسن بن محمد بن الحسن الحنفی النخعی

۲۸۔ یحییٰ بن زکریا المفتی وسماہ ''صدق المورۃ''

۲۹۔ ابوالعباس احمد الازوی المعروف بالقصار

۳۰۔ حسن بن حسین التالشی

۳۱۔ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن حسن القدسی البرمونی

۳۲۔ علی بن سلطان المعروف بملا علی قاری المتوفی سنۃ ۱۰۱۴ھ

۳۳۔ عبدالواحد بن احمد الانصاری المتوفی سنۃ ۱۰۴۰ھ وسماہ ''شفاء القلب الجریح''

۳۴۔ محمد بن منلا ابی بکر بن محمد بن منلا سلیمان الکردی الحنفی ائمہ شرح فی سنۃ ۱۰۴۸ھ وسماۃ الدرۃ فی شرح الکواکب الدریۃ المغنیۃ

۳۵۔ ابراہیم بن محمد الباجوری المتوفی سنۃ ۱۲۷۶ھ

۳۶۔ القاضی عمر بن احمد الحزبوتی وسماہ ''عصیدۃ الشھدۃ''

پروفیسر علی محسن صدیقی [۱] لکھتے ہیں:

ابن ادریس مراکشی نے جن کا انتقال ۶۶۰ھ میں ہوا ''خواص البردۃ فی برءالذرء'' کے نام سے قصیدہ بردہ کی شرح لکھی۔انھوں نے مندرجہ بالا فہرست میں ابوالعباس احمد التلمسانی (۶۷۷ھ) کا اضافہ بھی کیا ہے اور کچھ فارسی، ترکی اور اُردو شروح وتراجم کا تذکرہ بھی کیا ہے۔(مقدمات تاریخی ص۱۸۳) یوں پروفیسر صاحب نے یہ فہرست ۴۱ کے عدد تک پہنچائی ہے جو بہر حال نامکمّل ہے۔

''المدائح النبویہ فی الادب العربی'' میں ڈاکٹر زکی مبارک نے مزید کچھ اسماء کا اضافہ کیا ہے:

علاءالدین البسطامی المتوفی سنۃ ۸۷۵ھ

یوسف بن اَبی اللّطف القدسی المتوفی بعد الالف للھجرۃ

یوسف البسطامی من علماء القرن التاسع

ملا محمد من علماء القرن الحادی عشر

محمد بن مصطفیٰ المدرنی من علماء القرن الثانی عشر

محمد عثمان المیرغنی من علماء القرن الثالث عشر

اس کے علاوہ دارالکتب مصر میں اور بھی شروح موجود ہیں جن کے مؤلفین کے اسماء نامعلوم ہیں:

۱۔ الرقم علی البردۃ

۲۔ الجوھرۃ الفردۃ فی شرح البردۃ

۳۔ راحۃ الارواح

۴۔ الذبدۃ الرئقۃ فی شرح البردۃ الفائقہ

۵۔ قصیدۃ الشھدہ فی شرح البردۃ

۶۔ وردۃ الملیح فی شرح بردۃ المدیح (بحوالہ المدائح النبویہ (ص ۱۷۱۔۲۰۷) زکی مبارک)۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قصیدۂ بردہ کی بکثرت شروح علما وائمہ ملت نے تبرکاً وتمناً ہی لکھی ہیں اور سبھی نے گویا ان شروح وحواشی اور سیکڑوں تضمینات ومستبعات وتخمیسات کے ذریعے امام بوصیری علیہ الرحمۃ کی تائید وتصوکرتے ہوئے انھیں خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔

توفیق ہوئی تو شروحات قصیدہ بردہ شریف کے حوالے سے مستقل مضمون لکھ کر پیش کروں گا۔

یہاں نگرامی صاحب سے صرف اتنا پوچھنا ہے کہ کیا یہ جلیل القدر ائمہ اور اُمت کے دینی پیشوا ''شرکیہ نعت گوئی کے شجرِ خبیثہ'' کی آب یاری کرتے رہے ہیں؟

جنابِ نگرامی (صاحب) نے عربی ادبیات کا فاضل ہونے کی بنا پر فارسی ادب اور اس سے متعلق شعرا و ادبا کے ساتھ بھی پورے پورے تعصّب کا مظاہرہ کیا ہے جو اعتدال و توازن سے بہر حال دُور ہے۔ غیر منصف مزاج مؤرخین اور مسلکِ تشدد کے مؤیدین کا پروپیگنڈا ان کے افکار و نظریات پر خاصا غالب ہے۔

شاید اسی غلبہ جوش میں وہ علامہ ابن جوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' کو اپنے امام ابن القیم الجوزی کے کھاتے میں ڈال گئے ہیں اور اس توحیدی استغراق میں ہوش کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور انھوں نے رومی، عطار اور جامی علیہم الرحمۃ کے ایمان و ایقان کی جنس کو مصر کے ادیب احمد امین کے ترازو میں رکھ کر تولنے کی غیر منصفانہ جسارت بھی کی ہے۔

حضرت خواجہ فریدالدین عطار، عارف رومی اور علامہ امام عبدالرحمٰن جامی رحمہم اللہ تعالیٰ کے علمی و عرفانی مقام کو بیان کرنے کا تو وقت نہیں کہ مکتوب، مقالہ نہ بن جائے۔ البتہ اتنا ضرور کہنا ہے کہ سات آٹھ سو سال سے کم از کم عجم کی اسلامی دنیا ان ہی عرفا و صلحا سے توحید سیکھ رہی ہے اور دینی جامعات و مدارس میں اسلامی عقائد و اخلاق کی تعلیم کے لیے ایسے ہی بزرگوں کا کام بطورِ نصاب پڑھا پڑھایا جا رہا ہے اور پھر ''مثنوی معنوی'' تو معرفِ الٰہی کی کان ہے۔ بقول حضرت جامی مثنوی مثنویِ مولوی معنوی۔ ہست قرآں در زبانِ پہلوی لیکن کیا کریں۔

ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

حضرات صوفیا کرام خواہ وہ عطار ہوں، سعدی ہوں، حافظ ہوں یا رومی ایک ہی مسلکِ درد کے گہر ہائے آب دار ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف سے بطورِ تبرک عارف رومی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔ رومی فرماتے ہیں:

در نہ یابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید والسّلام

عارف رومی اور صوفیا کرام سے بغض و عداوت کی تان نگرامی صاحب نے علامہ اقبال پر آن توڑی ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے مشہور نعتیہ اشعار کی بابت وضاحت عرض کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ مضمون میں برّعظیم ہند و پاک میں اسلام کی آمد کے حوالے سے جو تحقیق انھوں نے پیش فرمائی ہے اس پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ ص ۳۸ پر لکھتے ہیں:

طلوعِ اسلام کے چار سو سال بعد درّۂ خیبر سے ملک (ملکی) ہوش گیری اور جنگی صلاحیتوں سے مالا مال ایسے اسلام کے پیامبر آئے جو خود کتاب و سنت سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور پھر توحید خالص کا وہ دینِ رحمت اسلام جو تمام ادیان اور نظم ہائے زندگی پر غالب ہونے کے لیے آیا تھا۔ برصغیر پہنچ کر مشرکانہ عقائد کے انبار میں دب کر رہ گیا اور کوہ فاران سے توحیدِ خالص کا جو صاف و شفاف چشمہ رواں ہوا تھا گنگا اور جمنا کی آمیزش نے اسے گدلا کر دیا۔ (نعت رنگ: ۲۲، ص ۳۸)

افسوس جناب نگرامی نے بت کدۂ ہند میں توحید کی شمع جلانے والوں کو ہی ظلمتِ شرک کے فروغ کا ذریعہ گردانا ہے۔ احسان ناشناسی اور کفرانِ نعمت کی حد ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ۔ (ترجمہ: جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہ کیا۔)

صوفیا اور تصوف سے بغض و تعصّب کی پستی نے ڈاکٹر موصوف کو تاریخی حقائق پر نظر ڈالنے سے محروم کر دیا ہے۔ ابھی صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں کہ ابوالفضل، فیضی اور ملا مبارک ناگوری جیسے علماسُو، کس سلسلۂ تصوف کے پیروکار تھے۔ جنھوں نے مسلمانانِ ہند کو ''دینِ الٰہی'' کے نام پر ورغلایا

تھا اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جنھوں نے ''ہند میں سرمایۂ ملت کی نگہبانی'' کا فریضہ سرانجام دیا تھا، کیا طریقت کے چاروں سلاسل نقش بندیہ، قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ کے امام اور نمائندہ نہیں تھے۔

علامہ اقبال نے صاحب ''کشف المحجوب'' کی شان میں ہی تو کہا تھا:

بند ہای کوہسار آساں گسیخت
در زمین ہند تخم سجدہ ریخت

صوفیائے خام اور حلول واتحاد کے غلط نظریات کا ردّ تو خود ائمہ تصوف وطریقت نے بطریقِ احسن فرمایا ہے اور اس پختگی اور کمال گرفت سے فرمایا ہے کہ غیر صوفی اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا ہے۔ لہٰذا منکرین صوفیا وتصوف اس قسم کی فضول زحمت نہ ہی فرمایا کریں تو بہتر ہے۔ اس سلسلے میں تصوف کی اُمہاتُ الکتب سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔ مزید برآں علامہ ابن تیمیہ کی کتاب ''الفرقان بین اولیاء الرحمٰن واولیاء الشیطان'' بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

یہ گزارش اس لیے کی ہے کہ تصوف میں باطل نظریات کی آمیزش کو جانچنے کے لیے بھی اس میں مکمّل مہارت کی ضرورت ہے جو کم از کم غیر صوفی کے بس کی بات نہیں ہے۔ صحیح کہتے ہیں: ''جس کا کام اسی کو ساجے''

نظریہ حلول اور وحدت الوجود کے حوالے سے بھی نگرامی صاحب شدید غلط فہمی اور بدگمانی کا شکار ہیں۔ شیخ اکبر امام محی الدین ابنِ عربی فرماتے ہیں:

''العبد عبد ان تعرج۔ والرب رب ان تنزل''

ترجمہ: بندہ کتنا ہی عروج کرے بندہ ہی رہتا ہے۔ اور رب کتنا ہی نزول فرمائے رب ہی رہتا ہے۔

اقبال عظیم مرحوم[۲] کے شعر سے اتفاق کرتے ہوئے اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا شعر نذر کرتا ہوں:

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز
شریعت وضو ہے طریقت نماز

مضمون کے آخری حصے میں موصوف نے اپنے مخصوص مسلک کی ترجمانی نہایت کم زور اور غیر مربوط انداز سے کرتے ہوئے رحمتِ کائنات ﷺ کی نورانیت اور علمِ غیب کی نفی بلا دلیل کرنے کی کوشش کی ہے جس کے لیے اگر وہ قرآن پاک سے ہی رجوع کرلیتے تو کافی تھا۔

سورۃ المائدہ نمبر ۱۵: ''قد جاء کم من اللّٰہ نور...الخ'' [المائدۃ: ۱۵]

اور اس کی تفسیر میں صحابہ کرام، تابعین اور مفسّرین سلف کی تحقیقات وفرمودات ملاحظہ فرمالیں تو ان شاء اللہ سینہ منور ہوجائے گا۔

احادیث اور کتب سیرت میں بھی اس حوالے سے تشفّی بخش مواد موجود ہے۔ اسی طرح علم غیب نبوی کے حوالے سے بھی قرآن وحدیث اور کتب میں وافر مقدار میں آیات وروایات موجود ہیں۔ اللہ کرے کہ صرف نعت گو شعرا پر برسنے والے حضرات ان کے مطالعہ کی بھی زحمت فرمایا کریں۔ معذرت کے ساتھ غالباً نگرامی صاحب بھی اپنے اکثر ہم مسلک حضرات کی طرح شعر فہمی اور ادبی ذوق سے تہی دامن لگتے ہیں۔ خصوصاً اصناف شعری وغیرہ سے انھیں کچھ خاص لگاؤ نہیں ہے اس لیے بار بار علامہ کے نعتیہ اشعار کو رباعی لکھا ہے۔

علامہ اقبال کے معروف اور ایمان افروز نعتیہ اشعار کو بھی انھوں نے عقیدت ومحبّت میں غلو ہی قرار دیا ہے۔ اشعار دیکھیے:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

نگرامی صاحب لکھتے ہیں: اس (رباعی) کا تیسرا مصرع محل نظر ہے۔ جس میں رحمت عالم ﷺ کو وہی اوّل وہی آخر کہا گیا ہے۔ جب کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اوّلیت وآخریت کی نسبت اپنی ذات والا صفات کی طرف کی ہے۔ آیتِ شریفہ ہے:

هو الاوّل والأخر والظاهر والباطن وهو بكل شي عليم. [۵۷:۳]

یہ تو تھی محررِ مضمون کی قرآن فہمی۔ اب آئیے ذرا اُمت کے مستند ائمہ تفسیر وحدیث سے رجوع کرتے ہیں کہ انھوں نے اس آیتِ قرآنی کو کیسے سمجھا ہے۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی مشہور کتاب ''مدارج النبوت'' کے ابتدائیہ میں رقم طراز ہیں:

هو الاوّل والأخر والظاهر والباطن، وهو بكل شي عليم.

یہ کلامِ معجز نظام حمد وثنائے الٰہی جل شانہٗ پر بھی مشتمل ہے کہ اس نے قرآنِ پاک میں اپنی کبریائی کا خطبہ انھی کلمات کو بنایا ہے اور اسی طرح رسالت پناہ ﷺ کی نعت وصفات پر بھی مشتمل ہے کہ ذاتِ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انھیں انھی اسما سے موصوف فرمایا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ قرآن و حدیث میں ایسے ہیں کہ جن سے اس نے اپنے حبیب ﷺ کو موسوم فرمایا ہے اور ان کے جمال وکمال کو بیان کرنے کے لیے ان کا زیور و پیراہن بنایا ہے۔

اگرچہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام اسما وصفات کا مظہر وعکس ہیں اس کے باوجود خصوصی طور پر آپ بعض اسما سے موسوم اور موصوف ہیں۔ مثلاً نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ہادی، رؤف، رحیم وغیرہ اور ایسے ہی یہ چار اسما اوّل، آخر، ظاہر، باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔ محدث کبیر نے ان چاروں اسما کی مدلل شرح بھی احادیث کی روشنی میں بکمال اختصار لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

اوّل، اس لیے کہ آپ اپنی اصل میں اوّل ہیں کہ ارشادِ گرامی ہے: اوّل ما خلق اللّٰه نوری. (اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔) اسی طرح نبوت میں بھی اوّل ہیں کہ فرمان ہے: كنت نبياً وان ادم لمنجدل فى طينه اور وعده الست بربكم کے وقت بھی سب سے پہلے جواب دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں میں بھی اوّل ہیں کہ فرمان ہے: وبذلک امرت وانا اوّل المؤمنين۔ [۶:۱۶۳]

مجھے یہی حکم ہے اور میں پہلا مومن ہوں۔

اور سب سے پہلے آپ ہی کے لیے زمین شق ہوگی اور سب سے پہلے آپ ہی کو سجدہ کی اجازت ہوگی اور شفاعت کا دروازہ بھی اوّل اوّل آپ ہی کے لیے کھلے گا اور جنت میں بھی داخل ہونے والوں میں آپ اوّل ہوں گے اور اسی سبقت اور اوّلیت کے باوجود آخر ہیں۔ بعثت ورسالت کے معاملہ میں ارشاد ہے ولكن رسول اللّٰه وخاتم النبيين۔ [۳۳:۴۰] اور ان کی کتاب آخری کتاب اور دین، دینِ آخر ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

نحن الأخرون السابقون.

اور درحقیقت بعثت میں یہی خاتمیت وآخریت، فضیلت کے لحاظ سے اوّلیت وسابقیت کا باعث بھی ہے کہ آپ جمیع کتب ومذاہب کے ناسخ اور ماحی بن کر سب پر غالب وحاوی ہو گئے۔

الظاهر الباطن: ظاہر اس معنی میں کہ آپ کے انوار تمام کائنات کو محیط اور تمام جہاں کو روشن فرمانے والے ہیں اور کوئی ظہور ان کی طرح اور کوئی بھی نور ان کے نور کی مانند نہیں ہے اور باطن بایں معنی کہ ان کے اسرار یوں مخفی ہیں کہ کوئی بھی ان کی حقیقت تک رسائی نہیں پا سکا اور قریب وبعید والا ہر شخص ان کے جمال وکمال کے نظارے سے حیران اور عاجز ہے۔''

شیخ محقق نے تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو ''وهو بكل شئى عليم'' کا بھی مصداق گردانا ہے۔ لکھتے ہیں: آپ اللہ تعالیٰ کے جملہ شیونات ذاتیہ، احکامِ صفات باری تعالیٰ اور افعال وآثار کے اسما سے پورے طور پر واقف اور ان کے ظاہری وباطنی اور اوّل وآخر کا علمی احاطہ فرمانے

والے ہیں اور یوں آپ فوق کل ذی علم علیم کا مصداق ہیں۔ (مدارج النبوت (فارسی)، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر پاکستان، مدارج: ج ا، ص ا)

اس ایمان افروز خطبہ کے بعد اگرچہ مزید کچھ نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن تبرکاً امام قسطلانی کی ''مواہب الدنیہ'' اور امام جلال الدین سیوطی علیہما الرحمۃ کی ''الریاض الانیقہ'' سے اسماء نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تحت کچھ تشریحات بھی ملاحظہ فرمائیے:

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ نے ''المواہب اللدنیہ'' (۱/۳۶۵) میں حدیث نقل کی ہے:

کافی القرآن سبعة اسماء، محمد، واحمد، یٰسین، وطٰهٰ والمزمل والمدثر، وعبداللّٰه۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: **قد خصه اللّٰه تعالیٰ بأن سماهٔ من أسمائه الحسنیٰ من ثلاثین اسماً۔**

اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے تقریباً تیس اسماء سے موسوم فرما کر خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ (ایضاً)

ابن دحیہ کلبی فرماتے ہیں۔ اگر جملہ کتب سابقہ اور قرآن وحدیث میں تلاش کیا جائے تو یہ تعداد تین سو تک پہنچتی ہے۔ (ص ۳۶۶ ایضاً)

امام قسطلانی علیہ الرحمۃ اسماء النبی ﷺ کی فہرست نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاوّل، اوّل شافع، اوّل المسلمین، اوّل المؤمنین، اوّل من تشق عنهُ الارض الباطن۔ (ص ۳۶۶ ایضاً)

الظاهر (ص ۳۶۷) **النور** (ص ۳۶۶ ایضاً)

یہی امام قسطلانی علیہ الرحمۃ الرّبانی المذاهب (ص ۳۷۶) میں ان چاروں اسما کو یک جا نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الاوّل: آپ اوّل اس لیے ہیں کہ آپ کی تخلیق انبیا میں سب سے پہلے ہوئی جب کہ حدیث گزری ہے۔ ایسے ہی آپ ابتداء میں اوّل ہیں اور واپسی میں بھی اوّل ہیں۔ آپ ہی نے سب سے پہلے ''الست بربکم'' کے جواب میں ''بلیٰ'' کہا تھا۔

فهو اوّل فی ذٰلک کله علی الاطلاق۔ اور الآخر: ایسے کہ بعثت میں آخرالانبیاء ہیں۔

الظاہر: **فهو الظاهر فی وجوه الظهور کلها۔** آپ ظہور کی ہر جہت سے ظاہر و غالب ہیں۔

الباطن: آپ وحیِ الٰہی سے جملہ اُمور خفی و باطنی پر مطلع ہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے ایمان افروز اشعار اسی کمال وخصوصیت کی طرف اشارہ کررہے ہیں:

وضم الالٰه اسم النبی الی اسمه — اذا قال فی الخمس المؤذن أشهد

وشق له من اسمه لیجله — فذو العرش محمود وهٰذا محمد

اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے اسم پاک کو اپنے نام کے ساتھ ضم کردیا ہے جب کہ مؤذن پانچ وقت اذان میں، **اشهد ان محمد رسول اللّٰه** کہتا ہے اور اس نے ان کے نام کو اپنے نام سے اس لیے نکالا ہے تاکہ ان کا مرتبہ بلند ہو پس عرش والا (رب) محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔ (۳۷۱: ایضاً)

امام شمس الدین سخاوی، ابنِ دحیہ کلبی، قاضی عیاض مالکی، امام سیوطی اور امام نبہانی علیہ الرحمۃ نے بھی ان اسماء وصفات نبوی کو نقل کرتے ہوئے تقریباً یہی مضامین مع اضافہ جات دہرائے ہیں جن کا اعادہ باعث طوالت ہوگا۔ اگرچہ دل چاہتا ہے کہ یہ حدیث محبّت درازتر ہوتی جائے لیکن والدِ گرامی کا سانحہ ارتحال اور اس کے بعد پیش آنے والے صدمہ واندوہ نے بے بس کردیا ہے۔

قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے اسمائے صفاتِ نبوی کی تشریح کرتے ہوئے اسما وصفات باری تعالیٰ کی یکتائی اور بے مثلیث کو بکمال ایمان واضح فرمادیا ہے کہ یہ اشتراک محض اسما کا ہے اور یہی اشتراک لفظی نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی شان وعظمت پر دلالت کرتا ہے ورنہ وہ ذات

پاک وراءالوریٰ ہے اور لیس کمثلہٖ شئی، اس کی شان میں وارد ہے۔

مزید تفصیل کے لیے کتاب الشفاء کی طرف رجوع فرمائیں۔

حدیث ''لولاک'' اور ''من رانی'' کے حوالے سے ایک مضمون بھی ارسالِ خدمت ہے۔ اُردو نعتیہ شاعری میں موضوع روایات کے حوالے سے گزشتہ مصروفیات ہی کے تسلسل میں یہ ایک اور کاوش ہے شاید اہلِ علم کے التفات کا باعث بن سکے۔

محمد شہزاد مجددی

۱۔ علی محسن صدیقی (۱۹۲۹۔۲۰۱۲ء)، پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی، سابق صدر شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی، معلّم، مورخ، محقق، مترجم، ادیب، شاعر، چند تصانیف وتراجم کے نام: ''کعب بن زہیر اور قصیدۂ بانت سعادُ''، ''بردۃ المدیح''، ''المعارف''، ''الملل والنحل''، تاریخِ اسماعیلیہ''، ''عہد اموی میں سیاسی و مذہبی احزاب''، ''الصدیق''، ''الفرق بین الفرق''۔

۲۔ اقبال عظیم (۱۹۱۳۔۲۰۰۰ء)، شاعر و ادیب، محقق، ماہرِ تعلیم، تصانیف: ''مشرقی بنگال میں اردو''، ''سات ستارے''، ''ماحصل''، ''مضراب''، ''لب کشا''، ''مضراب و رباب''، ''چراغِ آخرِ شب'' (غزلوں کا مجموعہ)، ''قاب قوسین''، ''پیکرِ نور''، (نعتیہ کلام)، مرتب: ''دیوانِ ناطق''۔

~~~~~~

آپ کی لاہور آمد اور پھر خصوصی نعتیہ ادبی نشست کا اثر ہنوز قائم ہے۔ برادرم ابوالحسن خاور اور ڈاکٹر ریاض مجید جیسے سینئر نعت شناس کی موجودگی سے نعت اور متعلّقات نعت پر مختصر مگر جامع گفتگو رہی جبکہ کئی اہم مباحث کے حوالے سے نادر ولطیف سوالات اٹھائے گئے۔ میں اس دن سے نعت کے امکانی پہلوؤں پر مسلسل غور وفکر کر رہا ہوں۔ امکان ووقوع کے حوالے سے جو بحث ڈاکٹر ریاض مجید نے اٹھائی بہت اہم ہے اور میرے خیال میں اس پہلو سے نعت کی معنوی جہات پر کام کی بہت گنجائش موجود ہے جبکہ نعت کے زمانی زاویے بھی اس سے متعلّق ہیں مضامین نعت ان تینوں ہی پر مبنی ہوتے ہیں، ماضی، حال اور مستقبل چنانچہ شعری اور شرعی دونوں اعتبار سے ان مفاہیم کو دیکھا جا سکتا ہے۔

حالیہ کراچی آمد پر بھی آپ کے ہاں ہونے والی گفتگو مفید رہی اور ڈاکٹر عزیز احسن کی کتاب ''نعت کی شرعی حیثیت'' میں موجود تنقیدی نقطہ نظر بھی اپنی جگہ اہم ہے جیسا کہ ان کی موجودگی میں بعض جہات پر علم افروز گفتگو ہوئی۔

''نعت رنگ'' کے گزشتہ شماروں میں جو مقامات خصوصاً زیر مطالعہ رہے ان کی نامکمّل اجمالی نشان دہی ضروری سمجھتا ہوں۔ یقیناً مستقبل میں ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ کئی ایم فل یا پی ایچ ڈیز کے مقالات کا محرک بنا کرے گا۔ شمارہ ۲۵ جو سلور جوبلی نمبر بھی ہے کے ص ۳۱ پر آیہ کریمہ ''وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ'' (الانبیاء: 107) کو یوں غلط انداز سے لکھا گیا ہے ''وماارسلنک الا رحمتہ اللہ العالمین'' جو نہایت خوفناک غلطی ہے۔ آیات قرآنی کی کمپوزنگ خصوصی توجہ کی متقاضی ہے۔ ص ۳۷ پر احمد ندیم قاسمی کی مناجات میں ایک سطر یوں ہے:

اے خدا! میری دعا ہے
کہ تو افلاک سے اک بار اتر کر۔۔۔

جدید اردو حمد میں اس طرح کے اعتقادی (Blunders) انگریزی اور مغربی ادب کے اثرات کے تحت در آئے ہیں، ان کی تشخیص بھی اہل نقد و نظر پر لازم ہے۔ اسی شمارہ میں ڈاکٹر معین الدین عقیل کا مضمون ''تحقیق نعت۔ صورت حال اور تقاضے'' بھی شائع ہوا ہے اس نہایت فکر انگیز تحریر میں ایک جگہ ص ۶۸ پر انہوں نے لکھا: ''کوئی تنہا شخص اب تک اردو نعت گوئی کی تاریخ اور اس کی مستحسن روایت میں ایسا شاید موجود نہیں جو صرف اور صرف اپنی نعت گوئی کی وجہ سے تاریخ کا حصہ بنا رہے''۔
~~~~~~

فاضل مضمون نگار کا نتیجہ فکر پڑھ کر مجھے حیرت ہوئی۔انہوں نے نعت کی گہرائی اور گیرائی سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی آفاقیت اور دائمیت کا لحاظ نہیں رکھا، جبکہ حقیقت حال اس کے برعکس نظر آتی ہے۔ ہمارے خیال میں تو بیشتر اکابر تاریخی شخصیات جو دیگر علمی و روحانی کمالات کی حامل ہونے کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کے منصب رفیع پر بھی فائز تھیں اوراق تاریخ پر ہی نہیں بلکہ جیتے جاگتے سماج میں اپنے ہونے کے احساس کے ساتھ موجود نظر آتی ہیں، جب ان کا کوئی زندۂ جاوید کلام کسی منبر یا مینار سے گونجتا ہے۔تفصیل میں جائے بغیر گزارش ہے کہ صاحب ''وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ'' کے طفیل اس ذکر کی رفعت سے وابستہ حضرات بھی ایک طرح کا تاریخی دوام بطور انعام پاتے ہیں اور یہ سرمدی نغمہ الاپتے رہتے ہیں:

ع ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

محترم ڈاکٹر عزیز احسن کا مضمون بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے ص۱۱۰ پر الفاظ حدیث کی کمپوزنگ خطرناک حد تک غلط ہوئی ہے۔توجہ فرمایئے! ص۱۱۱ پر شق نمبر ے کے تحت لکھا ہے حضور اکرم ﷺ کا تعلّق مع اللہ بھی نعت میں مترشح ہوسکتا ہے۔(ایسے تعلّق کو صوفیائے کرام نبی ﷺ کی جہت ولایت سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر نبی ﷺ کی ولایت کو ان کی جہت نبوت سے افضل جانتے ہیں۔۔۔لیکن یہ بڑا نازک معاملہ ہے۔۔۔انتہی)۔یاد رہے کہ نبی کی ولایت کو اس کی نبوت سے افضل سمجھنے والے اولیاء معدودے چند ہیں اکثریت نبوت کی ولایت پر فوقیت ہی کا عقیدہ رکھتی ہے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم کا مضمون ''نعت کے منفی عناصر'' بھی اہمیت کا حامل ہے۔انہوں نے کچھ اہم شرعی لغزشوں کی طرف متوجہ کیا لیکن جوش تنقید میں کچھ منصوص وقطعی الدلالت احکام کا انکار بھی کر گئے بطور مثال ص۲۷۹ پر شفاعت کے حوالے سے ان کی عبارت دیکھی جاسکتی ہے۔کمپوزنگ میں بھی اشعار کا بری طرح تیاپانچہ کیا گیا ہے۔یاد رہے کہ شفاعت کے مدارج و مراتب اور حدود اربعہ کو جانے بغیر اس انداز کا تحکم بعض اوقات خود مصلح کے لئے باعث گرفت ہوسکتا ہے۔معروف حدیث شریف اس سلسلے میں پیش نظر رہنی چاہیے:

عَن اَنَسٍ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلیہ وَسَلَّمَ :شَفَاعَتی لِاھلِ الکَبَائِرِ مِن اُمَّتِی۔(جامع ترمذی: قیامت کا بیان، باب شفاعت، رقم ۲۵۶۶)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت امت کے ان افراد کے لئے ہے جنہوں نے کبیرہ گناہ کئے۔

فاضل بریلویؒ کا شعر ہے: کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ
قرض لیتی ہے گنہ پرہیزگاری واہ واہ (حدائق بخشش: ص۸۴)

البتہ بعض سنگین لغزشوں کی نشاندہی اس مضمون کا خاصہ ہے۔

ص۴۳۶ پر ''نعت نامے اور نقد نعت'' کے تحت رشید وارثی مرحوم کا تحریری اقتباس ہے جس میں منبر رسول ﷺ اور منبر حسان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بات کی گئی ہے شاید مرحوم بھول گئے کہ اگر منبر رسول ﷺ پر بیٹھنا بےادبی ہوتا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کے پہلے زینے پر نہ بیٹھتے۔اور پھر جب منبر عطا کیا جاتا ہے تو بےادبی کیسی یہ تو عین تعظیم اور ''الامر فوق الادب'' کے تحت آتا ہے۔

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۲۷ بھی ہمیشہ کی طرح جامع ،علم افروز اور معلومات افزا ہے۔ص۵۰۰ پر ایک خط کے مندرجات میں واقعہ معراج کے تناظر میں اشفاق انجم صاحب نے کمال بے نیازی سے لکھا: ''اسی طرح وہ تمام روایات بھی ضعیف ہیں کہ حوریں شاندار میک اپ اور گٹ اپ میں آپ ﷺ کی آمد کی منتظر تھیں۔۔۔الخ''۔ایک تو فاضل موصوف نے میک اپ اور گٹ اپ جیسے الفاظ کا (Misuse) کیا ہے دوسرے انہوں نے تمام روایات کہہ کر بھی ضعیف لکھا تو میں اہل نعت کی توجہ کے لئے عرض کر دوں کہ ضعیف روایت اگر موضوع نہ ہو تو باتفاق محدثین فضائل کے باب میں قابل قبول ہے اور اگر وہ متعدد طرق یا اسناد سے مروی ہو تو درجہ ''حسن'' تک پہنچ جاتی ہے۔

یادش بخیر! حضرت امیر مینائیؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے جب لفظ ''یثرب'' کے استعمال اور چند دیگر حوالوں سے آپ سے بات ہوئی تو مدیر جہان رضا علامہ اقبال احمد فاروقیؒ کے نام لکھا ہوئے ایک خط کی یاد تازہ ہوئی اسی مکتوب کے چند اہم مندرجات پیش خدمت ہیں شاید لائق ملاحظہ ہوں:

''شہزاد مجددی بنام اقبال فاروقی''

جہان رضا کے مکتوبستان میں پہلی بار حاضر ہو رہا ہوں فروری مارچ کا جہان رضا مکمّل پڑھ چکنے کے بعد حسبِ معمول ایک گونہ فرحت اور علمی تازگی حاصل ہوئی۔ البتہ اہلِ سنت کے معتبر اور محترم دانشور جناب ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب (بریلی) کا مضمون ''امیر مینائی اور امام احمد رضا بریلوی'' پڑھ کر حسب سابق تسلّی نہیں ہوئی۔ اول تو یہ کہ مضمون کا عنوان اور متن باہم متصادم دکھائی دیئے کہ دونوں بزرگوں کا کوئی فکری، علمی اور عملی تعلق قارئین کے سامنے لانے کی کوشش نہیں کی گئی جب کہ لاشعوری طور پر ایک کو دوسرے پر ادبی ترجیح دینے کے لئے غیر مدلل انداز اختیار کیا گیا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ حضرت امیر مینائی اور محسن کاکوروی کے طرز نعت گوئی کی مثالیں پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی نعتیہ خصوصیات اور جدید طرز اظہار کوان کے تبحر علمی اور قادرالکلامی کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں بیان کیا جاتا کہ اردو نعت اپنے ارتقائی مراحل طے کرتے ہوئے نظر آتی۔

فاضل مقالہ نگار ان دونوں نعت نگاروں کا علمی اور ادبی پایہ بیان کرتے ہوئے جا بجا ایسے غیر تحقیقی کلمات اور جملے لکھتے ہیں جو ایک باشعور قاری کو فوراً چونکا دیتے ہیں مثلاً ''امیر مینائی عالم دین نہیں تھے، لہٰذا شرعی اعتبار سے کلام امیر محفوظ نہیں'' اس کی تائید کے لئے مزید لکھتے ہیں کہ ''اس لا علمی کی وجہ سے انہوں نے کئی جگہ مدینہ کو ''یثرب'' لکھا ہے''۔

اگرچہ اس بات میں گنجائش کلام نہیں کہ مدینہ شریف کے لئے لفظ ''یثرب'' کا استعمال ممنوع اور شرعاً ناپسندیدہ ہے، لیکن اس بات کو دلیل بنا کر ان کو علم دین سے ہی بے بہرہ قرار دے دینا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ اردو فارسی نعت میں بیشتر ایسے اساتذہ کے ہاں لفظ ''یثرب'' کا استعمال ملتا ہے جن کی علمی قدر و منزلت مسلمہ رہی ہے صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

حضرت مولانا جامیؒ جو اپنے علمی و روحانی کمالات کے علاوہ فارسی کے بلند پایہ نعت گو کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں اور انہیں ''خاتم شعرای بزرگ فارسی زبان'' کہا گیا ہے۔ ایک نعت میں لکھتے ہیں:

کے بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بہ مکہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم (بحوالہ اردو میں نعت گوئی، ص ۱۴۷)

مولانا کفایت علی کافیؒ جن کو اعلیٰ حضرت ''سلطان نعت گویاں'' قرار دیتے ہیں اور ملفوظات شریف میں بھی ان کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد موجود ہے۔ ''مولانا کافی اور حسن میاں مرحوم کا کلام اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے''۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص ۸۴)

حضرت کافی کی مشہور نعت جس کا مطلع ہے:

دیکھتے جلوہ دیدار کو آتے جاتے
گل نظارہ کو آنکھوں سے لگاتے جاتے

میں ایک شعر یہ بھی ہے:

''دشت یثرب'' میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب و گریباں کی اڑاتے جاتے

علاوہ ازیں علامہ اقبال ،ظفر علی خان اور بہت سارے متقدم اور متاخر شعراء کے ہاں لفظ یثرب کا استعمال ملتا ہے۔ مذکورہ مضمون میں فاضل محقق ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالہ (پی ایچ ڈی) اردو میں نعت گوئی سے بعض نامکمّل عبارات لکھ دی گئی ہیں جبکہ بعض کے مطالب ازخود اخذ کر کے بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً مذکورہ مضمون سے آخر میں نقل کردہ عبارت اور اس پر تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

''بقول ڈاکٹر ریاض مجید۔۔۔بحیثیت مجموعی امیر مینائی نے نعت گوئی کی تاریخ میں قابل قدر اضافہ کیا۔ وہ اردو نعت کے شعرائے ماقبل ''لطف'' اور ماقبل تمنا مراد آبادی وغیرہ اور شعرائے مابعد خصوصاً محسن کاکوروی اور مولانا احمد رضا خان وغیرہ کے درمیان ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں''۔ (اردو میں نعت گوئی، ص ۲۶۳)

اس پر عزیزی صاحب تبصرہ فرماتے ہیں: ''ڈاکٹر ریاض مجید کے اس قول سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب امیر مینائی ہر حال محسن ورضا کی پچھلی صف میں ہیں۔''

یہ بات عجیب بھی ہے اور حیرت انگیز بھی کہ جس شخصیت کو ناقدین فن نے شعرائے ماقبل و مابعد کے درمیان ایک اہم سنگ میل قرار دیا ہے ہمارے فاضل محترم نے اسے شعرائے مابعد کی پچھلی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

حضرت امیر مینائیؒ کے عالم ہونے پر علمی تحصیلات وتصنیفات کے حوالے سے کچھ مزید گزارشات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

حضرت امیر مینائیؒ (۱۸۲۶ء۔۱۹۰۰ء) ایک روحانی و علمی خانوادہ کے چشم و چراغ تھے۔ سلسلۂ نسب سلسلۂ چشتیہ کے معروف بزرگ حضرت شاہ مینا دہلوی علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔ ان کے والد مولوی مکرم احمد مینائی ایک صاحب حال بزرگ ہونے کے علاوہ ظاہری علوم سے بھی بہرہ ور تھے۔ بقول ڈاکٹر ابواللّیث صدیقی: ''امیر مینائی کے والد مولوی مکرم احمد مینائی تھے جو شرافت نسبی کے علاوہ جوہر ذاتی سے بھی کماحقہ بہرہ مند تھے اور اکثر شرفائے لکھنؤ علم ظاہر و باطن کا اکتساب ان سے کیا کرتے تھے۔ (لکھنؤ کا ''دبستان شاعری'' مطبوعہ اردو بازار لاہور)

امیر مینائی کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد کی نگرانی میں ہوئی۔ تعلیم کی بعض منزلیں ''فرنگی محل'' میں طے ہوئیں اور یہیں سے شعر وشاعری کی ابتداء ہوئی۔

ڈاکٹر ابواللّیث لکھتے ہیں کہ ''حضرت امیر مینائی نے اپنے والد کی ہدایت کے مطابق پہلے تکمیل علم کو ضروری خیال کیا اور بڑی محنت سے علوم عربیہ کی تحصیل کی ان کے استادوں میں حضرت مفتی سعد اللہ مشہور عالم ہیں''۔ (بحوالہ لکھنؤ کا دبستان شاعری)

حضرت مولانا مفتی سعد اللہ مراد آبادی علیہ الرحمۃ کی تاریخ پیدائش ۱۲۱۲ھ ۱۸۰۴ء لکھی گئی ہے۔ نواب رام پور بھی ان کے شاگرد تھے۔ کچہری کوتوالی (لکھنو) کے مفتی کے عہدہ پر ۲۹ سال رہے۔ شیخ جمال مکی سے علم حدیث کی جدید سند حاصل کی۔ (ہندوستانی اساتذہ کا ذکر تذکروں میں ملتا ہے)

۲۴ رمضان المبارک بروز اتوار ۱۸۷۷ میں بمقام رام پور داعی اجل کو لبیک کہا اور وہیں دفن ہوئے۔ صاحب ''تذکرہ علماء ہند'' نے آپ کی ۳۱ تصانیف کی فہرست دی ہے جو صرف نحو، فقہ، منطق، لغت، عروض اور ایسے ہی دیگر موضوعات پر مبنی ہیں۔ مزید تفصیلات اور حالات کے لئے تذکرہ علماء ہند، حدائق حنفیہ، تذکرہ کاملان رام پور، ابجد العلوم اور مظہر العلماء ملاحظہ فرمائیے:

امیر مینائی اپنے استاد مظفّر علی امیر کی وساطت سے دربار رام پور سے وابستہ ہوئے اور نواب یوسف علی خان ناظم نے قدر افزائی فرما کر آپ کو دیوانی عدالتوں کا مفتی مقرر کر دیا۔ ۱۸۶۵ء میں جب نواب کلب علی خان مسند نشین ہوا تو آپ کا اعزاز اور بڑھ گیا یہاں تک کہ آپ کو نواب کی استادی کا شرف حاصل ہوا۔ امیر کے معاصر علماء اور شعراء میں سے علامہ عبدالحق خیر آبادی، علامہ عبدالعلی مہندس، سید حسن شاہ محدث، مفتی سعد اللہ

مراد آبادی، مظفّر علی اسیر، امداد علی شجر، منیر شکوہ آبادی، آفتاب الدولہ قلق اور نواب مرزا داغ دہلوی دربار رام پور سے وابستہ تھے۔

نواب کلب علی خان نے امیر مینائی کو ''ملک الشعراء'' کا خطاب اور خلعت عطا کیا اور اپنے کلام میں ان سے مشورہ کرنے لگے ۱۸۸۴ء میں سر الفرڈ لائل کی فرمائش پر نواب کلب علی خان بہادر نے اردو کی ایک جامع اور مبسوط لغت تیار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اگر چہ اس وقت دربار رام پور میں امیر کے علاوہ اور شعراء بھی موجود تھے لیکن علم و فضل میں امیر کا پایہ ایسا مسلم تھا کہ اس اہم خدمت کے لئے انہیں کا انتخاب ہوا۔ (لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، ڈاکٹر ابواللّیث)

ڈاکٹر ابو اللّیث صدیقی صاحب نے امیر کی سترہ تصانیف کی فہرست دی ہے: ۱۔ ارشاد السلطان (نثر) ۲۔ ہدایت السلطان (نثر) ۳۔ غیرت بہارستان (ابتدائی کلام) ۴۔ سرمہ بصیرت (اصلاح لغت) ۵۔ بہار ہند (اردو اصطلاحات) ۶۔ نور تجلّی، ابر کرم (مثنویات) ۷۔ صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر وغیرہ (نعتیہ مسدس) ۸۔ نماز کے اسرار (تصوف) ۹۔ خیابان آفرینش (سیرت النبی) ۱۰۔ جواہر انتخاب (انتخاب شعری) ۱۱۔ دیوان غیر مطبوعہ ۱۲۔ محامد خاتم النبیین (نعتیہ دیوان) ۱۳۔ انتخاب یادگار (تذکرہ شعراء) ۱۴۔ مرآۃ الغیب (دیوان غزلیات) ۱۵۔ صنم خانہ عشق (عارفانہ کلام) ۱۶۔ شعلہ جوالہ (واسوخت) ۱۷۔ امیر اللغات (دو جلدیں)

مولانا عبدالحئیٰ لکھتے ہیں ''امیر مینائی کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ نظم و نثر دونوں میں مختلف موضوعات پر تصنیفات موجود ہیں نثر میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر ''خیابان آفرینش'' ۱۸۷۷ء کی تصنیف ہے یہ رسالہ اس قابل ہے کہ عورتوں اور بچوں کے نصاب میں داخل کیا جائے۔'' (تذکرہ گل رعنا، ص ۴۰۸، بحوالہ تذکرہ نعت گویان اردو)

صاحب ''تذکرہ نعت گویان اردو'' پروفیسر سید یونس شاہ رقم طراز ہیں ''امیر مینائی کی نعتیہ شاعری میں یہ خصوصیت ہے کہ حفظ مراتب کا خیال رکھا گیا ہے چونکہ وہ شاعر ہونے کے علاوہ ایک عالم اور صوفی بھی تھے اس لئے ان سے بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے۔''

مصنّف گل رعنا لکھتے ہیں ''نعت نویسوں کا وہ مذموم طریقہ جس میں شاعرانہ مبالغہ کے ساتھ دیگر انبیاء کرام کی جناب میں گستاخی کا پہلو نکلتا ہے اس کو چھوڑ کر نئی راہ نکالی ہے''۔ (تذکرہ نعت گویان اردو حصہ دوئم ص ۶۸)

ان گزارشات کے علاوہ اگر حضرت امیر مینائی کے تلامذہ کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو ریاض خیر آبادی، مضطر خیر آبادی، (مولانا فضل حق خیر آبادی کے نواسے اور شمس العلماء علامہ عبدالحق کے بھانجے تھے) اور جلیل مانک پوری جیسے نام فصاحت فشاں دکھائی دیتے ہیں''۔ انتھیٰ

اجازت چاہتا ہوں۔۔۔ سرمد، تابش، ذوھان اور شاویز کے لیے دعائیں اور جملہ اہل نعت کی خدمت میں سلام۔

شہزاد منظر (کراچی)

۱۸/دسمبر ۹۶ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔ برادرم طاہر سلطانی کے توسط سے آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''جادۂ رحمت'' اور ''نعت رنگ'' کے دو شمارے (کتابی سلسلہ نمبر ۱ اور ۲) موصول ہو گئے۔ اس کے لیے میں آپ دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں۔

نعت کے مجموعے کا مطالعہ وقت چاہتا ہے اس لیے میں فی الحال اس کے بارے میں اظہارِ خیال سے گریز کرتا ہوں، البتہ نعت گوئی کے بارے میں میرا خیال ہے کہ اگر یہ صدق جذبے سے کی جائے تو اس میں بڑا اثر ہوتا ہے، لیکن اگر اسے فیشن اور تقلید کے طور پر اختیار کیا گیا تو اس میں

وہ تاثر اور والہانہ پن پیدا نہیں ہوتا جس کے بغیر نعت، نعت نہیں ہوتی۔ پاکستان میں ان دنوں نعت گوئی نے ایک فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے جسے ٹیلی وژن، ریڈیو اور نعتیہ مشاعروں نے مزید فروغ دیا ہے۔ دل کی گہرائیوں اور رسول اکرم ﷺ سے گہری محبّت اور عقیدت کے تحت نعت کہنا اور محض قادرالکلامی کے زور پر شعر موزوں کرنا ایک بات نہیں ہے۔ اس لیے نعت گو تو بے شمار ہیں لیکن بہزاد لکھنوی[۱] جیسے نعت گو معدودے۔ بہرحال آپ کی کوشش قابلِ تعریف ہے۔ شکریہ

آپ کا نیازمند
شہزاد منظر

☆ شہزاد منظر (۱۹۳۳۔۱۹۹۷ء)، اصل نام: ابراہیم عبدالرحمٰن عارف، ادیب، نقاد، افسانہ و ناول نگار، صحافی، دانشور، کتب: ''علامتی افسانے کے ابلاغ کا مسئلہ''، ''جدید اردو افسانہ''، ''غلام عباس ایک مطالعہ''، ''پاکستان میں اردو تنقید کے پچاس سال''، ''مشرق و مغرب کے چند مشاہیر ادبا''، ''پاکستان میں اردو افسانے کے پچاس سال''، ''اندھیری رات کا مسافر''، ''ندیا کہاں ہے تیرا دیس''، ''سندھ کے نسلی مسائل''۔

۱۔ بہزاد لکھنوی (۱۹۰۰۔۱۹۷۴ء)، نام: سردار احمد خاں، تخلّص: بہزادؔ، ادیب، شاعر، گیت نگار، نعت گو، مجموعہ ہائے کلام: ''کرم بالائے کرم''، ''نغمۂ نور''، ''کیف و سرور''، ''موجِ طہور''، ''چراغِ طور''، ''بستانِ بہزاد''، ''ثنائے حبیب''۔

صابر سنبھلی، ڈاکٹر (مراد آباد، انڈیا)

یکم جولائی ۲۰۰۱ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم

ایک ماہ پیشتر ''نعت رنگ نمبر ۱۱ موصول ہوا تھا۔ ساتھ ہی آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''سلام کے لئے حاضر غلام ہوجائے''[۱] بھی تھا۔ یہ دونوں چیزیں بمبئی سے برادرم زبیر قادری صاحب نے ارسال کی تھیں۔ رسالے میں ایک طویل مکتوب جناب مقصود احمد اویسی صاحب[۲] کا لکھا ہوا رکھا تھا۔ انہوں نے بہت سی باتیں بھی دریافت کی تھیں۔ میں نے ان کو کتابیں بھیجنے کا شکریہ اور ان کے سوالات کے جوابات تفصیلی خط کے ساتھ اسی وقت ارسال کر دیے۔ ساتھ میں ''نعت رنگ'' کے لیے اپنی ایک غیر مطبوعہ نعت بھی ارسال کر دی۔ اس وقت قرآن کریم کے اردو تراجم پر کام کے سلسلے میں اتنا مصروف تھا کہ صرف سرسری نظر ڈالی اور دونوں کتابیں ایک طرف رکھ دیں۔

اس کے بعد بمبئی سے برادرم زبیر قادری صاحب کے دو خط آچکے ہیں کہ میں آپ کو ضرور خط لکھوں۔ پہلے تقاضے پر تو میں اس لیے ٹال گیا کہ مقصود اویسی صاحب کو لکھ چکا تھا۔ مگر اب دوسرا خط آ گیا۔ ادھر ترجمہ قرآن کے جائزے کا کام سورۂ کہف کے بعد روک دیا تو ''نعت رنگ'' کا مطالعہ کرنے کے لیے بیٹھا۔ اسے دیکھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کتاب پر میرے نام ڈیڈیکیشن آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ دستخط دیکھ کر اندازہ ہوا اور دستخط سمجھنے میں وقت یوں لگا کہ وہ بہت واضح نہیں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ جناب مقصود احمد اویسی صاحب کا نام نعت رنگ پر کس حیثیت سے ہے معلوم ہوا نہوں نے مجھے کس حیثیت سے بھیجا۔ اس لیے آپ کو خط لکھنا ناگزیر ہو گیا۔

''نعت رنگ'' کے بارے میں پہلے کچھ سن چکا تھا۔ یہ پہلا شمارہ ہے جس کا دیدار ہوا۔ اس عنایت کے لیے آپ کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں۔ اگرچہ مضامین اور مکاتیب میں اختلافات کو بہت جگہ ملی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بہتر تھا، بلکہ جیسا کہ پہلے سن چکا تھا ''نعت رنگ'' میں شروع سے ہی اہلِ قلم حضرات [کے] اختلافات نمایاں نظر آتے ہیں۔ جبکہ دیگر ادبی جریدوں میں اختلافات اتنے زیادہ نہیں ہوتے۔

ہاں تو صورت اور سیرت دونوں لحاظ سے ''نعت رنگ'' خوب ہے۔ کمپیوٹر کی کمپوزنگ میں غلطیاں بہت رہ جاتی ہیں۔ خدا جانے کس نے

کمال کیا ہے کہ کمپوزنگ کی کوئی غلطی نظر نہیں آئی۔ نعتیں...... بہترین امتزاج رکھتی ہیں۔ مضامین میں بھی رنگارنگی اور تنوع ہے اسے دیکھ کر ''نقوش'' کے محمد طفیل کی یاد تازہ ہوگئی۔ اگر چہ ''نقوش'' کا سائز بڑا ہوتا تھا مواد بھی زیادہ ہوتا تھا۔ مگر اس کی باریک کمپوزنگ کو دیکھا جائے تو میٹر اس سے کم نہیں ہے۔ اتنا مواد کیسے جمع کرتے ہیں اور اس کی اشاعت کیسے کرتے ہیں حیران ہوں۔ بھارت میں تو ایسا جریدہ جاری کرنا اور رکھنا کوہ کنی سے کم نہیں ہے۔ آپ ادب کی خدمت بھی کررہے ہیں اور دین کی بھی۔ اس کی جزا آپ کو مولا کے دربار سے ہی ملے گی۔

اس شمارے میں شامل ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون سے بھی کئی جگہ اختلاف ہوا۔ انشاء المولیٰ جلد اپنے تاثرات اس بارے میں ایک مضمون کی شکل میں برائے اشاعت پیش کروں گا۔

آپ کے نعتیہ مجموعے نے قلب وذہن کو سرشار کردیا۔ یہ بات میں نے مقصود احمد اویسی صاحب کو بھی لکھی تھی کہ پاکستان میں نعت گوئی بھارت سے پچاس سال آگے ہے۔ ایک میلاد خواں پارٹی کو نعتیں فراہم کر کے دیا کرتا ہوں۔ آپ کی ایک حمد ''اللہ کرم اللہ کرم'' اور ایک نعت ''سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے'' اُن کو دے رہا ہوں۔ ان کے ذریعے نعت سنبھل کے تمام نعت خوانوں تک پہنچ جاتی ہے کچھ مانگ لیتے ہیں۔ کچھ چوری سے سن کر لکھ لیتے ہیں اور کچھ ریکارڈ کر لیتے ہیں۔ اس چھوٹے سے مجموعے کی زیادہ تر نعتیں دنگلی نعت خوانیوں میں پڑھنے کی ہیں۔ خاص طور سے ''جاگ اٹھا'' ردیف والی نعت تو ہزاروں میں ایک ہے۔ یہاں (سنبھل میں) ایسی ایک دنگلی نعت خوانی ۲۷ر رجب کو موئے مقدس کی زیارت کے موقع پر ہوتا ہے۔

آپ سے درخواست ہے کہ نعت کا اگر کوئی مجموعہ اور ہو تو وہ بھی عنایت فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

جو نعت جناب مقصود احمد اویسی صاحب کو ارسال کی تھی اس کو آپ کو بھی بھیج رہا ہوں۔ کبھی کبھی کہتا ہوں۔ نثر نگار شعر گوئی کے لیے وقت نہیں دیتی۔ اس لیے عادت بھی نہیں رہی ہے نعت اس کاغذ کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بہ عافیت ہوگا۔ جملہ متعلّقین کو واجبات۔

صابر سنبھلی

☆ ڈاکٹر صابر سنبھلی (۱۵ جولائی ۱۹۴۱ء۔ ۲۸ دسمبر ۲۰۲۱ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، نقاد، ماہر لسانیات، چند کتب کے نام: ''دیوانِ صابر''، ''ادبی تجزیے''، ''تحقیق نما''، ''نقد و بصر''، ''اوراق العروس''، ''توضیح فنونِ ادب''، ''بہارستانِ سخن''، ''ادبیاتِ رضا''، ''کنز الایمان کا لسانی جائزہ'' و دیگر

۱۔ ''سلام کے لیے حاضر غلام ہوجائے''/ سید صبیح رحمانی، مرتب: محمد مقصود اویسی قادری، ۲۰۰۱ء، کراچی: فیض رضا پبلی کیشنز، ۳۲ص

۲۔ صوفی محمد مقصود اویسی قادری (پ: ۱۲ مئی ۱۹۵۶ء) معاون: کتابی سلسلہ ''سفیر نعت''، کراچی، رکن: ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا (کراچی)

30-05-2006

مکرمی سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۸ بہت تاخیر سے موصول ہوا۔ وہ بھی بار بار کے تقاضوں کے بعد۔ میں شکایت نہیں کرتا مگر محمد زبیر قادری صاحب (تحریک فکر رضا، بمبئی) کے بخل کا ذکر ضرور کروں گا۔ جناب ''نعت رنگ'' کا شمارہ سادہ ڈاک سے بھیج دیا۔ محض ۱۷ر روپے بچانے کے لیے (بھارت میں رجسٹری کا خرچ ۱۷ر روپے ہے) اور نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۰۰ر روپے کا شمارہ ڈاک میں ہی کہیں چوری ہوگیا۔ پھر بہت دنوں تک ٹال مٹول چلتی رہی۔ خدا خدا کر کے اب ملا ہے۔ بھارت میں جو لوگ فروخت کررہے ہیں وہ ۳۳۰ روپے کا منی آرڈر منگاتے ہیں۔ سترہ روپے منی آرڈر فیس کے ہوئے۔ ۳۴۷ر روپے میں قاری کو پڑے گا۔ آپ سے بھی کمیشن لیتے ہوں گے۔ نفع لینے کی کوئی حد بھی ہے۔

مضمون[۱] کی اشاعت کے لیے دل سے ممنون ہوں۔ آپ نے اس نمبر پر بہت محنت کی ہے۔ وقت بھی بہت لگایا، مگر اہلِ قلم کا جیسا

تعاون ملنا چاہیے تھا نہیں ملا۔ کچھ مستقل قلم کار اس نمبر سے بالکل غائب ہیں۔ یہ افسوس کی بات ہے۔

حضرت رؤف امروہوی صاحب[۲] مرحوم نعت کے ایک مقبول بارگاہ شاعر تھے۔ اُن کی نعت گوئی پر مضمون لکھنا چاہتا ہوں، مگر ان کا ایک مجموعۂ نعت ''تحفۂ مجاہد'' کہیں نہیں مل رہا ہے۔ اُس کے بغیر مضمون میں لطف نہیں آئے گا۔ تقریباً ۷۰ برس پہلے چھپا تھا۔ تلاش میں ہوں۔ ملتے ہی نوٹس لے لوں گا۔ مگر معلوم نہیں کب جا کر نظر نواز ہو۔ اس لیے آئندہ شمارے کے لیے ''ثنائے خواجہ'' کے تحت ایک نعت بھیج رہا ہوں۔ اُمید ہے پسند آئے گی۔ اگر پسند نہ آئے تو مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں۔ دوسری بھیج دوں گا۔ اگر پسند آ جائے تو شائع فرما کر ممنون فرمائیں۔ میرے قابل کوئی خدمت ہو تو تحریر فرمائیں۔

اُمید ہے کہ مزاج بہ عافیت ہوگا۔

نوٹ: ایک کی بجائے دو نعتیں بھیج رہا ہوں۔

فقط والسّلام
صابر سنبھلی

۱۔ ''مولانا حسن رضا خاں اور اعلیٰ حضرت میں کچھ مماثلتِ طرح''، ش ۱۸، ص ۶۲۳-۶۳۹

۲۔ رؤف امروہوی (۱۸۹۴-۱۹۸۶ء)، استاد: امام المدارس انٹر کالج، کتب: ''تحفۂ حامد'' (نعت و مناقب)، ''گل رنگِ تخیّل'' (غزلیات)، ''کوثرِ رحمت (نعت، مناقب اور غزلیات)''، ''اپنی زبان سے میں'' (خود نوشت سوانح) و دیگر۔

صاحبزادہ احمد ندیم، پروفیسر ڈاکٹر (سرگودھا)

آپ کی خدمت میں سپاس و تشکّر کا ہدیہ پیش کرنے کے لئے آپ سے مخاطب ہوں، سید مقصود علی شاہ صاحب کے نعتیہ مجموعہ ''مطاف حرف'' کی تقریب رونمائی میں آپ سے ملاقات میری زندگی کا ایک یادگار اور خوش گوار واقعہ تھا۔ اگر چہ یہ ہماری پہلی ملاقات تھی لیکن آپ نے جس خلوص، محبّت اور اپنائیت کا اظہار فرمایا وہ میرے لئے نا قابلِ فراموش ہے۔ فروغِ نعت کے لئے آپ کے قابلِ قدر جذبات اور دلچسپی ابھی تک مسحور کیے ہوئے ہے۔ آپ نے کراچی جاتے ہی مجھے نعت رنگ کے دو شمارے اور بعد ازاں کم و بیش ڈیڑھ درجن کتب ارسال فرمائیں جس کے لیے میں صمیم قلب سے آپ کا شکر گزار ہوں۔

اگر چہ میں پچھلے تیس سال سے کسی نہ کسی حوالے سے نعت اور تنقیدِ نعت سے وابستہ ہوں اور اس حوالے سے مطالعہ اور غور و فکر کے کئی مراحل سے گزرا ہوں لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں تنقیدِ نعت اور فروغ نعت کے ضمن میں آپ کی کاوشوں اور نعت ریسرچ سنٹر کی فتوحات سے بے خبر تھا۔ کراچی میں تنقیدِ نعت پر ہونے والی سرگرمیاں اور ملک اور بیرونِ ملک ان سرگرمیوں کا ابلاغ میرے لئے انکشاف تھا۔ آپ نے واقعی تنقیدِ نعت کو ایک تحریک بنا دیا ہے۔ اللہ کریم دنیا و آخرت میں آپ کو جزائے خیر دے۔

اُردو/ انگریزی تنقید اور لسانیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مجھے بہت سے ایسے مباحث پر غور و فکر اور اپنے طلباء سے تبادلہ خیال کا موقعہ ملا ہے جو اُردو تنقیدِ نعت کے ضمن میں معاون ہو سکتے ہیں۔ آپ کے وقیع کام نے اس ضمن میں فکر و نظر کے نئے دریچے وا کیے ہیں۔ نعت ریسرچ سنٹر اور نعت رنگ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے اتنے متنوع موضوعات پر اہلِ قلم کی آراء کو نہ صرف اکٹھا کیا بلکہ قلم کاروں اور نقادوں کو دعوت غور و فکر دی، اہم نعت گو شعراء پر تنقیدی اور توضیحی کام کے علاوہ آپ نے جن تنقیدی مباحث کو نعت رنگ کے شماروں میں چھیڑا ہے وہ اُردو تنقیدِ نعت کی فقید المثال خدمت ہے۔ آپ کے ساتھ ساتھ جناب عزیز احسن، ڈاکٹر ابرار عبدالسّلام اور ڈاکٹر سہیل شفیق کی محنت اور عرق ریزی سے بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ نے ماشاءاللہ اہلِ علم اور اہلِ قلم کی ایک جماعت تیار کر لی ہے جو تنقیدِ نعت کی خدمت میں جاں فشانی سے سرگرم عمل ہے۔

جناب کاشف مرزا کی کتاب ''نعت اور جدید تنقیدی رجحانات'' اس میدان میں ایک نیا نقطۂ آغاز ہے جو اہلِ قلم کو تنقیدِ نعت کے ضمن میں نئے اور ان چھوئے میدانوں میں قدم رکھنے کی دعوت دے رہا ہے۔ اس کتاب میں جہاں دعوتِ فکر و خیال کا ایک جہانِ نو موجود ہے وہیں اس بات کا احساس بھی ہوا ہے کہ تنقیدِ نعت کے ضمن میں جدید تنقیدی رجحانات کے بارے میں ابھی کافی کام باقی ہے۔ آپ سے تبادلۂ خیال کے دوران اور اس تمام تنقیدی سرمائے کا جائزہ لیتے ہوئے مجھے احساس ہوا تنقیدِ نعت کا لسانیاتی تناظر ابھی نہ صرف تشنۂ تحقیق ہے بلکہ اس ضمن میں ایک مفصّل کام کی اشد ضرورت ہے۔

آپ کی دلچسپی اور حوصلہ افزائی سے تحریک پا کر ''تنقیدِ نعت: لسانیاتی تناظر'' کے عنوان سے کام شروع کیا ہے جس میں ان شاء اللہ جدید اور مابعد جدید مغربی تنقید کے فکری زاویوں کو تنقیدِ نعت کے ضمن بروئے کار لانے کی کوشش کروں گا۔ مغربی تنقید اور لسانیات چونکہ میرا میدان تعلیم و تعلّم ہے۔ مجھے محسوس ہوا ہے کہ جس طرح اُردو کی عمومی تنقیدی روایت کو مغربی تنقید کے جدید اسالیب سے توانائی ملی، اسی طرح تنقیدِ نعت کا میدان بھی اس نئے تناظر سے ایک جہانِ معنی اخذ کرے گا اور ایک باقاعدہ تنقیدی دبستان کی بنیاد بنے گا۔ نعت گوئی اور نعت شناسی کا میدان بالعموم ایسے تنقیدی مباحث کے بارے جس ہچکچاہٹ کا شکار رہا ہے لیکن میرے خیال میں اگر نعت کو ایک ادبی فن پارہ کے طور پر دیکھنا ہے اور اسے ایک مذہبی صنف کے ساتھ تنقیدی صنفِ سخن بھی سمجھنا ہے تو اس ہچکچاہٹ پر قابو پانا ہوگا۔ ان شاء اللہ خاکہ تحریر مکمّل کر چکا ہوں اور چھ آٹھ ماہ میں ایک مفصّل تحریر آپ کے پیش نظر ہوگی۔

نعت رنگ کے شمارہ ۲۸ کے دو مضامین پر بھی چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں اور اپنے تاثرات نعت رنگ کے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ پہلا مضمون سلیم شہزاد صاحب کا ''نعتیہ شعری لفظیات کے تکنیکی زاویے'' ہے اور دوسرا مضمون جناب ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب کا ''نعت غلطی ہائے مضامین ہے''۔

دونوں مضامین میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ نقاد دیکھتے ہی دیکھتے مفتی کا روپ دھار لیتا ہے۔ تنقید ادبی سے زیادہ افتائی رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ مجھے اس بات پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں کہ مفتی صاحبان مضامین نعت کے بارے مناسب شرعی حکم بیان فرمائیں اور شرعی درست اور نادرست کا تعین کریں لیکن یہ کام دارالافتاء کے مستند مفتی صاحبان ہی کریں تو جچتا ہے۔ ایک تو مفتی صاحب کی مسلکی شناخت متعیّن ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ مفتی صاحب کا تعلّق مسلمانوں کے کسی بھی مسلکی گروہ سے وہ کم از کم اپنے مکتبۂ فکر کے اصول افتاء سے واقف ہوتے ہیں۔

تنقید کے ضمن میں میری رائے یہ ہے کہ نقاد کو ادبی پہلوؤں پر ہی بات کرنی چاہیے اور تنقید کو فتویٰ کا رنگ دینے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر کہیں یہ محسوس ہو کہ کوئی نعتیہ مضمون ناقابلِ قبول ہے تو اس پر کسی مستند مفتی صاحب سے فتویٰ حاصل کر کے اس کی اشاعت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

میں یہ ہرگز نہیں کہ رہا کہ نقاد جب مضامین نعت پر تنقید کرے تو اپنی رائے کا اظہار نہ کرے۔ نقاد کی اس رائے کو تنقیدی اور معروضی ہونا چاہیے۔ وہ یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ مضمون مسلمانوں کے فلاں فکری تناظر سے تعلّق رکھتا ہے اور اگر وہ مناسب علم رکھتے ہوں تو یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ اس نکتۂ نظر کا تعلّق مسلمانوں کے کسی بھی فکری تناظر سے نہیں ہے۔

ان موضوعات کی روشنی میں ذرا پہلے مضمون ''نعتیہ شعری لفظیات کے تکنیکی زاویے'' پر ایک نظر ڈالیے۔ مضمون کی ابتدا سے مجھے تاثر ملا کہ یہ شہ پارہ تنقید ساختیاتی اسلوب کی ایک تنقید ہے اور منظّم فکری تناظر میں نعت کی شعری لفظیات کا معروضی جائزہ پیش کرے گا کیونکہ لسانیاتی تناظر میں تحکم اور افتاء کا پہلو درست نہیں سمجھا جاتا۔ یہ امید بھی تھی کہ نقاد محترم ساختیاتی تشکیل کو بیان کرتے ہوئے وہی معروضی پیرایہ اختیار کریں گے جو ان کے مضمون کے ابتدائی پانچ صفحات میں اختیار کیا گیا ہے لیکن افسوس کے ساتھ عرض گزار ہوں کہ نقاد کے بطن سے ایک مفتی اور مناظر برآمد ہوا جس نے نہ صرف فتوے صادر فرمانا شروع کیے بلکہ دشنام طرازی تک نوبت آ گئی۔ تفصیلات میں جائے بغیر صرف چند فقروں کی طرف اشارہ کروں گا:

۱۔ ''مندرجہ نعت کے ہر شعر میں شاعر کا ذہن بری طرح بھٹکا ہوا اور گمراہی کا مارا ہوا دکھائی دے رہا ہے۔''
۲۔ ''یہ لغو دانش ورانہ اظہار کے سوا کچھ نہیں، اُردو نعتیہ شاعری میں ایسی لغویت کے مارے بے شمار اشعار جا بجا بکھرے ہوئے ہیں لیکن سلیم احمد کی درج بالا تخلیق کو مجسّم لغویت کی مثال کہنا قطعی بے جا نہ ہوگا۔''
۳۔ ''یہاں ں، ''ابتداؤں کی ابتدا'' اور ''انتہاؤں کی انتہا'' جیسے فقرے قطعی بے معنی ہیں (اگر چہ فلسفہ ان پر خوب بحث کرتا ہے) کسی واقع کی کئی ابتدائیں اور انتہائی لغو تصورات ہیں۔''
۴۔ ایسا کہنا قطعی لغو، بے معنی اور ایمان کے لیے خطرہ ہے۔''
۵۔ ''نعت میں ایسی خرافات کے نظم کرنے سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔''
۶۔ ''(اسلام میں فلسفے کی گنجائش ہی نہیں)۔''

عرض یہ ہے کہ ممکن ہے کہ تمام آرا درست ہوں لیکن ان کا تنقید شعر سے کیا تعلّق ہے اور کیا ساختیاتی مطالعات ایسے ہوتے ہیں۔

اقتباس نمبر ۱،۲،۳ سلیم احمد کی نعت پر تنقیدی تبصرہ ہیں۔ سلیم احمد کی اس نعت کے مضامین پر تحفّظات کا اظہار کرنا ہرگز قابل اعتراض نہیں لیکن اسے یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ سلیم احمد کی یہ نعت وحدت الوجودی تصورات پر مبنی ہے اور اس میں شیخ عبدالکریم الجیلی کی ''انسان کامل'' اور ''الکھف والرقیم'' کے تصورات کو نظم کیا گیا ہے۔ سلیم احمد نے وحدت الوجود کے تصورات بابا ذہن شاہ تاجی کے پاس فصوص الحکم کے سبقی مطالعہ میں حاصل کیے۔ نقاد محترم کا حق ہے کہ وہ کہیں کہ میں وحدت الوجود کو اسلام نہیں سمجھتا تھا لیکن سلیم احمد کو بھٹکا ہوا، گمراہی کا مارا ہوا، لغویت کا شکار کہنا کسی مفتی کا استحقاق تو ہوسکتا ہے نقاد کا ہرگز نہیں۔ چونکہ محترم نقاد معروضی ساختیاتی مطالعہ کرتے ہوئے اچانک افتاء کا لٹھ اٹھا لیتے ہیں اور پھر ایک غصیلے مناظر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ وہ معانی الآثار کی حدیث اسماء بنت عمیس جسے محدثین کی ایک کثیر تعداد نے حدیث صحیح قرار دیا اس حدیث کے مندرجات کو بھی اپنے فتویٰ کی زد میں لے آتے ہیں۔ یاد رہے کہ اس حدیث کے ایک ایک راوی پر بحث کے بعد محدثین نے اسے حدیث صحیح قرار دیا ہے لیکن حدیث ردشمس کے حوالے سے نقاد محترم فتویٰ جاری فرماتے ہیں کہ ''نعت میں ایسی خرافات کو نظم کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے''۔

مجھے ان کی رائے کا احترام ہے لیکن متن حدیث کو خرافات کہنا بہر حال قابل قبول نہیں۔

جناب ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب کا مضمون بھی خاصا دلچسپ ہے لیکن غلطی ہائے مضامین کو تلاش کرتے کرتے جب ان کی مسلکی حس جوش پر آتی ہے تو وہ اچھے خاصے درست اور قابلِ قبول اور قابلِ وضاحت اشعار پر نشتر تنقید چلاتے ہوئے ایسی تشریحات فرماتے ہیں نہ شاعر کا مدعا ہیں نہ قاری کا فہم۔ مثال عرض کروں گا۔

مصطفیٰ جو آئے ہیں آمنہ کے آنگن میں
قدسیوں کے سائے میں آمنہ کے آنگن میں

نقاد محترم فرماتے ہیں ''قدسی بھی نوری ہیں تو پھر ان کا سایہ؟''

تو کیا اشعار کی تشریح و توضیح ایسے کی جاتی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں ''السلطان ظل اللّٰہ فی الارض'' تو کیا محترم نقاد اس پر تبصرہ فرما سکتے ہیں۔ کیا سایہ کا معنی صرف لفظی ہی لیا جانا چاہیے۔ سو عرض یہ ہے کہ نقاد کو نقاد ہی رہنا چاہیے اور مفتی کا کام مفتی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ ان دونوں مضامین پر تفصیلی اظہار کسی دوسرے مضمون میں کروں گا۔

خط کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں لیکن ''نعت رنگ'' کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ اس کے صفحات میں نعت اور تنقید نعت پر مکالمہ اور تبادلہ خیال کے مواقع میسر آتے ہیں اور سوچ اور فکر کے متنوع زاویوں سے آشنائی ہوتی ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ کے تمام شماروں میں اپنی حاضری پیش کرتا رہوں گا اور قارئین نعت رنگ اور نقادانِ ادب سے فیض جوئی کا یہ سلسلہ بشرط زندگی جاری رہے گا۔

صاحبزادہ احمد ندیم

☆ پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ احمد ندیم، معلّم، محقق، شاعر، ادیب، نقاد

~~~~~~

نعت رنگ کا شمارہ ۲۹ اس وقت پیش نظر ہے۔ آپ سے براہِ راست شناسائی کا ایک برس بھی ابھی پورا نہیں ہوا لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ہم شاید عالم ارواح سے شناسا تھے لیکن ملاقات اپنے مقررہ وقت پر ہوئی۔

نعت رنگ کا یہ شمارہ بھی اپنی شاندار روایات کا تسلسل ہے۔ اداریے سے لے کر نعت نامے کے آخری خط تک ایک دبستانِ فکر پیشِ نظر ہے اور دل سے آپ کے لیے دعا نکلتی ہے کہ اللہ کریم آپ کو سلامت رکھے اور آپ ہمیشہ کی طرح خدمت نعت میں چاق و چوبند اور سرگرم نظر آئیں۔

پچھلے شمارے کے دو مضامین پر اپنی معروضات پیش کیں تھیں جو اس شمارے میں شامل اشاعت ہوئیں۔ اس دفعہ بھی چند گزارشات کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوں۔

نعت رنگ شمارہ ۲۹ میں ڈاکٹر طارق ہاشمی کا مغرب کا نعتیہ بصری ادب نہایت عالمانہ اور تحقیقی مقالہ ہے اور تنقید نعت کی ایک منفرد سمت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اس حوالے سے ضروری تنقیدی و تحقیقی مضامین کی ضرورت نظر آتی ہے جو اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالیں۔

سلیم شہزد صاحب کے دو مضامین بھی نظر نواز ہوئے۔ چوں کہ سلیم شہزاد صاحب لسانیاتی اور ساختیاتی تناظر کو بروئے کار لاتے ہیں اس لیے ان کے مضامین توجہ کھینچتے ہیں۔ وہ جس فقیہانہ صحت، فقیہانہ جوش اور فقیہانہ دقت نظر کے ساتھ اپنے موضوع کو نبھاتے ہیں وہ بہت قابلِ داد ہے۔ صحت زبان و بیان اور فکری و فنی درستی کے لیے وہ بہت ناپ تول کر لکھتے ہیں۔ ان کی بعض توضیحات و تصریحات پر تحفّظات اور اختلافِ رائے کے باوجود انھیں داد نہ دینا بخل کے مترادف ہے۔ اس شمارے میں ان کے دو مضامین شامل ہیں اور دونوں ہی معلومات افزا ہیں۔

ساختیاتی تناظر میں ''نعت کی شعریت'' بہت وقیع مضمون ہے۔ ایک دو مقامات کو چھوڑ کر ان کا یہ مضمون اپنے موضوع کے اعتبار سے تنقید نعت میں بہت ضروری اضافہ ہے۔ اگر سلیم شہزاد اس مضمون میں بھی فقیہانہ رائے سے اجتناب کرتے تو ان کے مضمون کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہوتا۔

ساختیاتی تنقید اپنے مزاج میں معروضی ہوتی ہے اگر وہ شعری لفظیات میں پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ نہ فرماتے کہ ''ایسی شعری لفظیات ہے جو محل نظر ہے'' (نعت رنگ: ص ۸۷) اور ''علمی لفظیات بھی شاعر نے وہیں سے اخذ کر لی ہیں اور یہ محل نظر ہے'' (نعت رنگ، ص ۸۹) تو ان کا یہ مضمون اپنی معروضیت کے اعتبار سے مزید وقیع ہوتا۔ میری رائے یہ ہے کہ ساختیاتی تناظر کو اختیار کرتے ہوئے نقاد کو موضوعیت سے بچنا چاہیے اور معروضیت کو قائم رکھنا چاہیے۔

سلیم شہزاد صاحب کا دوسرا مضمون ''نعت کے اسلوبیاتی جائزے کا جائزہ'' بھی نہایت دقت نظر اور احتیاط سے لکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال صاحب کی تحریر اور پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ کے پیش لفظ کا جو اسلوبیاتی اور لسانی جائزہ انھوں نے لیا ہے وہ مجھ ایسے قلم برداشتہ لکھنے والوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے کافی ہے۔

صحت زبان و بیان کے لیے جناب سلیم شہزاد صاحب کی کاوش سے قطع نظر انھوں نے اسلوبیات کے حوالے سے جو گرفت کی ہے اس میں
~~~~~~

کچھ باتیں میری رائے میں محلِ نظر ہیں۔ سلیم شہزاد صاحب کی دوٹوک رائے ہے کہ ''اسلوبیات تنقیدی رویہ ہرگز نہیں بلکہ علم (لسانیات) کی ایک شاخ ہے''۔ نہایت ادب سے گزارش ہے کہ اسلوبیات ایک تنقیدی رویہ پہلے ہے اور لسانیات کی شاخ بعد میں ہے۔ بنیادی طور پر اسلوبیات کا ارتقاء خطابت (rhetoric) سے ہوا اور اسلوبیات کا اولیں حوالہ ادبی زبان کا مطالعہ ہے، ادبی تنقید ادب پارے کے پیغام سے زیادہ اس کی معنویت، زبان اور اسلوب کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں: The Cambridge Handbook of Styliscs (2014)

یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے اس میں کل ۹۳ مضامین ہیں۔ اس میں آخری ۷ مضامین کے علاوہ تمام مضامین کا تعلّق ادب، ادبی تنقید اور ادبی زبان سے ہے۔ حصہ اوّل کا آخری مضمون Stylistics as literary critic ہے جو Geoff Hall نے لکھا ہے اور اس میں سے ایک دو اقتباسات بھی میں پیش کروں گا۔

دوسرے حصے میں آٹھ مضامین ہیں اور اس کا عنوان بھی Literary Concepts and Stylistics ہے۔ Geoff Hall نے اپنے مضمون میں تنقیدی رویوں اور اسلوبیات کے تعلّق سے بہت قابلِ توجہ باتیں کی ہیں اور اہم ادبی نقادوں کے حوالہ جات بھی پیش کیے ہیں۔ خلاصہ مضمون (Abstract) سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

> Literary criticsim concerns itself with reading, interpretation and evaluation of literary texts. As such its activities sound close to those of modern literary Stylistics. One of the most eminent of current British literary critics, Bate (2010) in English literature: A very short introduction, emphasises the centrality of the study of "style" to literary criticism.

اس اقتباس کے مطابق اسلوب ادبی تنقید کا مرکزی تصور ہے۔

اہم ادبی نظریہ ساز Terry Eagleton کے حوالہ سے Hall نے اس کا یہ قول پیش کیا ہے:

"Literary criticism typically involves grasping what is said in terms of how it is said."

Hall نے بیسویں صدی کے اہم نقاد Quiller Quoch کا (جسے جدید ادبی تنقید کا بانی قرار دیا جاتا ہے) ایک قول پیش کیا ہے جو اس کے ۱۹۱۱ء میں کیمبرج یونیورسٹی کے ایک افتتاحی خطاب سے ماخوذ ہے کہ ادبی تنقید کا بنیادی حوالہ اسلوب ہے۔ Quiller Quoch کے الفاظ میں:

"Our investigation with largely deal with style."

اسلوبیات کے موضوع پر تمام بنیادی کتابیں ادبی تنقید اور اسلوبیات کے لاینفک تعلّق کو سامنے لاتی ہے۔ اس موضوع پر ایک ابتدائی کتاب Routledge کی The New Critical Idiom سیریز کی کتاب Stylistics ہے۔ یاد رہے اس سیریز کی کتابیں جس اصطلاح پر بات کرتی ہیں اس کا مکمّل تاریخی تناظر اور ان کی موجودہ صورتِ حال کا احاطہ کرتی ہیں۔ اس کتاب کے ۱۹۹۷ء کے ایڈیشن کی فہرست مضامین ملاحظہ فرمائیں۔ حصہ اوّل کے ۵ مضامین کے عنوانات بالترتیب یہ ہیں:

1. Retoric 2. Stylisitics and Modern Criticism 3. Textualism I: Poetry 4. Textualism II=Novel
5. Contextualistic Stylistics

حصہ دوم کے چھے مضامین کے عنوانات یہ ہیں:

6.Renaissance & Augustan Poetry 7. Literary Style & Literary History

8. Shakespear's Drama: Two Stylistic Registers 9. The Eighteenth & Ninteenth Century Novel
10. Romanticism 11. Modernism & Neturalization
حصہ سوم کے دومضامین کے عنوان یہ ہیں: 12. Gender & Genre 13. Evaluative Stylistics

اس فہرست مضامین سے اندازہ لگائیے کہ اگر اسلوبیات ایک تنقیدی رویہ نہیں تو اور کیا ہے۔

دراصل سلیم شہزاد صاحب کو ایک پس ساختیاتی مؤقف سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ پس ساختیات کے مطابق ادبی اور غیر ادبی زبان میں کوئی امتیاز نہیں اس لیے اسلوبیات کو ادبی زبان کے مطالعہ تک محدود نہیں کرنا چاہیے۔ پس ساختیات نے تو بنیادی طور پر literary یعنی ادب کی امتیازی خاصیت پر ہی سوال اٹھادیا ہے اور اس تناظر میں ادب کا مطالعہ بطور ادب غیر ضروری اور غیر متعلّق ہوگیا ہے۔

سلیم شہزاد کی خدمت میں عرض کروں گا کہ متعدد بار ایم ۔فل کی سطح پر Stylistic پڑھانے اور لسانیات میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد ان کے اس جملے نے مجھے شک اور حیرت میں مبتلا کر دیا اور مجھے اپنی لائبریری کی چند کتابوں کو پھر سے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔نہایت ادب سے گزارش ہے کہ مذہبی اعتقادات کے حوالے سے آپ بھلے فتوے جاری کرتے رہیں لیکن لسانیات ایک شعبہ علم ہے۔اس کا براہِ راست مطالعہ فرمائیں۔ادبی تنقید کا ایک دور LinguisticTurn کے بعد کا دور کہلاتا ہے۔ساختیات، پس ساختیات اور اسلوبیات وغیرہ نے لسانیات کے اثرات کے تحت ایک خاص شکل اختیار کی ہے۔

لسانیات کی Core Branches بنیادی طور پر صوتیات،معنیات اور مارفالوجی اور ترکیب نحوی ہیں۔

(Phonetic/ Phonology/ Sementics/ Pragmatic/ Morphology/ Syntex)

یہ Core branches آواز،معنی اور لفظ کی صرفی اور جملے کی نحوی ساخت سے متعلّق ہیں جبکہ sociolinguistics زبان اور سماج کے تعلّق پر بات کرتی ہے۔Psycholinguistics زبان اور ذہن کے تعلّق پر بات کرتی ہے اور Stylistics زبان اور ادبی وغیر ادبی اسلوب سے بحث کرتی ہے۔غیر ادبی زبان کا اسلوبیات سے تعلّق پس ساختیاتی ارتقا کا نتیجہ ہے۔فی الاصل ان معنوں میں اسلوبیات لسانیات کا تو مرکزی موضوع نہیں بلکہ اس کا تعلّق ادبی زبان کے مطالعہ اور تنقیدی رویوں سے ہی ہے۔

سلیم شہزاد صاحب نے مضمون بہت محنت سے لکھا ہے لیکن متعدد مقامات پر احساس ہوتا ہے کہ سلیم شہزاد صاحب کی رسائی ثانوی ماخذوں تک ہے یا وہ لسانیات کو تراجم کے ذریعے پڑھ رہے ہیں،اگر ڈاکٹر اشرف کمال صاحب کے ''تجزیے کا تجزیہ'' کا مزید تجزیہ کیا گیا تو خط مضمون کی شکل اختیار کر جائے گا۔

آخر میں ایک اور مضمون پر چند باتیں۔ جناب احمد جاوید صاحب کا مضمون ''مولانا جامی کا سلام'' شعر خوانی،ادبی لطافت اور شعری تنقید کی ایک الگ روایت سے تعلّق رکھنے والا بہت پر کیف اور پر لطف مطالعہ ہے۔احمد جاوید صاحب کی شعری فہمی اور حسن ادا نے جامی کے سلام کا لطف دوبالا کر دیا ہے۔احمد جاوید صاحب کو فلسفہ وفکر،تصوف وروحانیت، دینیات اور ادبیات میں جو گہرا درک حاصل ہے وہ اس مضمون کے لفظ لفظ سے جھانکتا بھی ہے اور چھلکتا بھی ہے۔مضمون کا اسلوب ایسا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ مضمون ختم ہی نہ ہو اور ہم اس حضوری کیفیت کو پالیں جس کے گہرے شعور اور تجربے نے اس تحریر کو ممکن بنایا ہے۔

تاہم ایک نکتے پر ذہن میں کھٹکا پیدا ہوا اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے مؤدب اختلاف کو پیش کرنے کی جسارت کروں۔احمد جاوید صاحب

فرماتے ہیں: ''تین مختلف فقرے صریح بے خبری، غلط فہمی اور لاعلمی کی بنیاد پر رسول اللہ سے منسوب کیے جاتے ہیں۔۔۔۔اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے میرا نور خلق کیا گیا''۔

پہلے دو اقوال سے قطع نظر تیسرا قول سند صحیح کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے منسوب ہے۔ جناب احمد جاوید صاحب یا تو اس قول کے حوالے سے ہونے والی تحقیق پر توجہ نہیں فرما سکے یا انھوں نے اسے صوفیاء کتب میں موجود دیگر بعض احادیث کی طرح قول ضعیف سمجھا ہے۔ دراصل مصنّف عبدالرزاق کے مطبوعہ نسخوں میں جز واول سے ایک جز وموجود نہیں تھا۔ اس لیے بعض متاخرین کو غلط فہمی ہوتی کہ نور محمدی کے اول الخلق ہونے کی روایت غلط فہمی سے منسوب ہوگئی اور یہ بے سند قول ہے، لیکن ایک معاصر عرب محقق ڈاکٹر عیسی بن عبداللہ بن محمد بن مانع الحمیر ی نے امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصناعی کے قلمی نسخوں پر تحقیق کے دوران مصنّف عبدالرزاق کا مفقود حصہ ڈھونڈ نکالا اور اسے پوری تحقیق کے ساتھ ۲۰۰۵ء میں بیروت سے شائع کیا، مکمّل دستیاب ہونے والے مخطوطے کے اس اوّلیں حصہ کو الجزءالمفقو دمن الجزءالاول من المصنف کے عنوان سے پوری تحقیق اور تعلیقات کے ساتھ علمی دنیا میں پیش کیا۔ لاہور سے مکتبہ قادریہ نے بھی عربی نسخہ اور اس کا ترجمہ شائع کیا۔ اس جزءمفقود کی کتاب الایمان کے باب اوّل کا عنوان ہی ''باب فی تخلیق نور محمدؐ'' ہے اس باب میں اٹھارہ احادیث ہیں۔ حدیث نمبر ۱۸ کے ابتدائی جملے اس طرح ہیں۔

عبد الرزاق عن معمر عن ابن المنکدر عن جابر قال:سئلت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله و سلم عن اول شئی خلقه اللّٰہ تعالٰی افقال هو نور نبیک یا جا بر خلقه، الله، ثم خلق فیه کل خیر۔۔۔الیٰ آخرالحدیث

اب حدیث کی سند ملاحظہ فرمائیے۔صاحب کتاب سے صحابی رسول تک تین راوی ہیں:

۱۔عبدالرزاق ۲۔معمر بن راشدالازدی ۳۔محمد ابن المنکدر

حضرت جابر صحابی رسول ہیں۔ باقی راویوں کی ثقاہت کی تفصیل (یہ میری ذاتی تحقیق ہے) یہ ہے کہ کتب تسعہ (صحاہ ستہ+سنن دارمی، مؤطا، امام مالک اور مسند امام احمد بن حنبل) جوامہات کتب حدیث ہیں ان میں ابن المنکدر سے ۲۹۷ احادیث مروی ہیں اور تمام ائمہ حدیث نے ان کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

معمر بن راشدالازدی سے ان ۹ کتب حدیث میں ۲۱۷۷ احادیث ضروری ہیں۔گویا یہ صحاح ستہ کے کثیر الروایہ راویوں میں شامل ہیں۔ جب کہ امام عبدالرزاق صنعانی کی روایت کو بھی بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداوٗدنسائی، ابن ماجہ، دارمی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے بلاتردد قبول کیا ہے اور ان ۹ کتب حدیث میں ان سے ۴۵۲۶ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ گویا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ثبت ہیں، اس لیے نبی کریم کے نور کے اول خلق ہونے کے قول کو صریح بے خبری، غلط فہمی اور لاعلمی قرار دینا درست نہیں ہے۔اس حدیث پر وارد کیے جانے والے دیگر اعتراضات کے جوابات کا مطالعہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری کی تحقیق ''مصنّف عبدالرزاق'' شائع کردہ مکتبہ قادریہ لاہور یا ڈاکٹر مانع حمیری کے تحقیقی متن (الجزء المفقو دمن الجزءالاول من المصنف) میں کیا جاسکتا ہے۔

محترم صبیح رحمانی صاحب خط کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں اور ایک مرتبہ پھر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ ایسے وقیع شمارے سامنے لاتے ہیں اور خدمت نعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔

اللہ کریم آپ کو سلامت رکھے اور جزائے خیر دے۔

صاحبزادہ احمد ندیم

ضیا،ضیاءالحسن (کراچی)

''نعت رنگ'' کی کتاب نمبر۲ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ دیگر وجوہات کے ساتھ اس کی ایک بڑی وجہ تو نعت میں ''تو''، ''تم'' کے استعمال پر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کے دلائل ہیں جو بہر حال سمجھ میں آنے والے ہیں اور اکثر بزرگ شعرا کے کلام سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور دوسری خاص بات یہ کہ ''نعت رنگ'' نمبر۳ میں پروفیسر افضال انور صاحب کے مضمون کے مجھ پر اثرات ہوئے تھے کہ (خدا معاف کرے) بعض نعت خواں میری نظروں سے گر گئے تھے اور میں ان کو ناپسند کرنے لگا تھا۔ لیکن ''نعت رنگ'' نمبر۴ میں جب رشید وارثی صاحب کے معروضات پڑھے تو مجھے ہر اعتراض کا تسلّی بخش جواب مل گیا۔ میں نے غور کیا تو یہ باتیں شرعی طور پر بالکل ٹھیک ہیں اور ہر بات کا حوالہ موجود ہے جس سے نعت خوانوں کے بارے میں میری سابقہ رائے بحال ہوئی۔ جس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور رشید وارثی صاحب کے لیے دعائے خیر کا طالب۔ آپ کا یہ انداز اچھا لگا کہ آپ شکوہ، جواب شکوہ کی طرح تصویر کے دونوں رخ پیش کر دیتے ہیں۔ جس سے بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔

ضیاءالحسن

☆ ضیاءالحسن ضیاؔ(پ: ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۰ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''جلال و جمال''، ''ضیائے مصطفیٰ ﷺ'' (حمد و نعت)، ''روشنی سفر میں ہے'' (غزلیات)، ''بچوں کی نظموں کا مجموعہ'' ودیگر۔ ادبی خدمات پر متعدد اعزازات سے نوازا گیا۔

ضیاءالدین نعیم، سیّد (راولپنڈی)

۷فروری ۲۰۱۸ء

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۷ پیش نظر ہے۔ ''ابتدائیہ'' میں کیا خوبصورت بات کہی آپ نے ''کوئی لکھنے والا ہو یا پڑھنے والا، ہر شخص کا ہر دوسرے شخص سے مکمّل اتفاق ضروری نہیں ہے۔ مکمّل یا جزوی اختلاف کسی سے بھی ہوسکتا ہے۔ اختلاف کوئی بری چیز بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے، ادب، فکر اور تنقید کے لئے تو یہ بڑی بابرکت شے ہے۔ اس لئے کہ اس سے خیال کے نئے در وا ہوتے اور فکر و نظر کے نئے زاویے سامنے آتے ہیں۔''

ماشاءاللہ ''نعت رنگ'' کی یہی صحتِ فکر اسے ہر اعتبار سے وقیع سے وقیع تر مقام کا حامل بناتی چلی جارہی ہے۔ اس شمارے میں جناب ڈاکٹر عزیز احسن کا مضمون ''نقد نعت میں تنقیدی دبستانوں کی بوقلمونی'' میرے نزدیک خصوصی اہمیت رکھتا ہے اور اس میں فکر و تنقید کے ایسے ایسے گوشے قارئین کے سامنے آتے ہیں جن سے غالباً پہلے کم کم اصحاب فکر ہی آشنا ہوں گے۔ امین راحت چغتائی کے مضمون ''مشکلات تنقید'' کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے جناب عزیز احسن نے یہ چونکا دینے والے جملے تحریر کیے ہیں کہ ''امین راحت چغتائی نے غیر معمولی شہرت حاصل کرنے والے الفاظ 'لو لاک لما خلقت الا فلاک' کو حدیث قدسی کے طور پر قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اور ملا علی قاری کی ''الموضوعات الکبیر'' کے صفحہ ۹۵ کا حوالہ دے کر یہ بتایا ہے کہ یہ جعلی احادیث میں شامل ہے۔''

اہلِ علم سے گزارش ہے کہ تحقیق کر کے ہم واجبی معلومات رکھنے والوں کو آگاہ فرمائیں کہ یہ ''ملا علی قاری'' کون ہیں اور ''الموضوعات الکبیر'' کی استناد کے لحاظ سے کیا حیثیت ہے؟

جناب عزیز احسن کا یہ معرکہ آرا تفصیلی مضمون نقد و نظر میں دلچسپی لینے والے سب احباب کو بار بار پڑھنا چاہیے۔

''مذاکرہ'' میں بہت علم افزا اور ذہن کشا مباحث سامنے آئے۔ جناب عزیز احسن کی بیان کردہ حدیث مبارکہ کہ'' کلام میں مبالغہ کرنے والے ہلاک ہوگئے'' ایلیٹ کا یہ قول کہ''جو صنف ادب عالیہ میں داخل ہوتی ہے اس کا سینہ اتنا کشادہ ہونا چاہیے کہ وہ تنقید کے تیر برداشت کرسکے'' اور آپ کا یہ کہنا کہ''نعت کے ادب عالیہ میں لانے کے لئے''غفلت'' (اصل) مسئلہ ہے''نہایت قابلِ اعتنا باتیں ہیں۔'' شاعرانہ اپروچ، poetic reality اور fact کے حوالے سے گفتگو بھی بہت عمدہ رہی۔

جناب سحر انصاری نے انٹرویو کے دوران نعت نگاری میں نئے مضامین کے حوالے سے سوال کا جواب دیتے ہوئے بڑی اچھی رہنمائی کی کہ''نئے مضامین میں ایک تو حضور سرور کائنات کی انسان دوستی، ان کے ہاں جو رواداری ہے مسلک کی، ایک بہت وسیع میدان ہے زندگی کا، آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی زندگی کو بھی انہوں نے اہمیت دی ہے، جو حقوق العباد پر سب سے زیادہ توجہ دی ہے، ان موضوعات کو لوگ زیادہ نہیں لاتے۔۔۔ یہ زیادہ ضروری ہیں۔''

جناب ڈاکٹر اشفاق انجم ایک بے باک اور محترم نقاد کی حیثیت سے''نعت رنگ'' میں اپنا بلند مقام بنا چکے ہیں۔ دیگر احباب کی طرح میں بھی ان سے فیض اٹھاتا ہوں اور فکر وفہم کے نئے نئے دریچے ان کی بدولت وا ہوتے رہتے ہیں۔''نعت رنگ'' کے شمارہ ۲۵ میں میرا گوشہ شائع ہوا تو انہوں نے بنظرِ غائر اس کا مطالعہ کیا، بعض مشورے عنایت کئے اور کچھ غلطیاں بتائیں۔ میرا ایک مصرع تھا:

ساری ''بد زیبیاں ماحول کی زیبا کردیں''

جناب اشفاق انجم نے ازراہ کرم بالکل درست نشاندہی فرمائی کہ کوئی شے یا تو''زیبا'' ہوتی ہے یا''نازیبا''۔۔۔ میں نے شکریے کے ساتھ اپنا مصرع درست کرلیا ہے۔ بعض دوسری تجاویز کے ساتھ جناب اشفاق انجم نے میرے ذیل کے شعر:

انہوں نے تزکیہ فرمایا اہل ایماں کا
نکال لے گئے ظلمت سے روشنی کی طرف

کے بارے میں تبصرہ کیا کہ''عجیب سا شعر ہے۔ انہوں نے اہلِ ایماں کا تزکیہ فرمایا اور انہیں ظلمت سے روشنی کی طرف نکال لے گئے! ''کیا اہلِ ایمان ظلمت میں تھے؟ یہاں''اہلِ ایماں'' کی جگہ''اہلِ عصیاں'' ہونا چاہئے''۔)

جناب ڈاکٹر اشفاق انجم اور جملہ اہلِ علم کے روبرو مجھے اپنا یہ موقف رکھنا ہے کہ میرے خیال میں قرآن کریم کی رو سے تزکیہ اور ظلمت سے روشنی کی طرف نکال لے جانے کا عمل ایمان لے آنے کے بعد ہی انجام پاتا ہے۔

اللّٰہ ولی الذین آمنوا.. یخرجھم من الظلمات الی النور (القرآن)

(اللہ اہل ایمان کا ولی ہوتا ہے اور انہیں اندھیروں سے اجالے کی جانب نکال لے جاتا ہے)

اس مفہوم کو میں نے اپنے ایک حمدیہ شعر میں یوں نظم کیا ہے:

تو خود ظلمت سے لے آتا ہے اس کو نور کی جانب
وہ جس کے دل میں تیری ذات پر ایمان ہے یارب

سورہ آل عمران کی آیت ۱۶۳ ہے: **لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ؔ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین** (آیت)۔

مفہوم: یقیناً بڑا احسان کیا ہے اللہ نے مومنوں پر کہ بھیجا ان میں ایک رسول انہی میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اللہ کی آیات اور ''تزکیہ'' کرتا ہے ان کا اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب اللہ کی اور سکھاتا ہے ان کو حکمت، اگر چہ تھے وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں۔

شمارہ ۲۷ میں صفحہ ۴۸۳ پر شائع شدہ میری نعت میں کمپوزنگ کی بعض غلطیاں ہیں جن کی نشاندہی ضروری ہے:

شعر ۱ پہلا مصرع	کھلاؤں مسکیں کو کھانا سلام ''عام'' کروں
شعر ۲ پہلا مصرع	نبی کی پیروی ''ہی'' میں ہے رب کی خوشنودی
شعر ۸ پہلا مصرع	کرے جو دور رسول خدا کے ''رستے'' سے
شعر ۲۱ دوسرا مصرع	بلند سچ کا ہی ''ہر'' حال میں۔۔میں نام کروں

اللہ حافظ

☆ سید ضیاء الدین نعیم (پ:۱۴ جنوری ۱۹۵۱ء) شاعر، ادیب، کتب: ''ندی، دریا، سمندر'' (مجموعۂ کلام)، ''اقبال کی منتخب نظموں کا سرائیکی ترجمہ'' ودیگر۔

~~~~~~

طاہر تونسوی، ڈاکٹر (لاہور)

محترم صبیح رحمانی صاحب

تسلیمات۔ امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ ''نعت رنگ'' ملا۔ اس عنایت کے لئے شکر گزار ہوں۔ نعتیہ ادب کے سلسلے میں جو شاندار خدمات آپ سرانجام دے رہے ہیں وہ قابلِ ستائش ہے۔ صبا اکبر آبادی کا گوشہ بھی لائق تعریف ہے۔ ملتان میں بھی نعت گوئی کی روایت بڑی توانا ہے۔ عاصی کرنالی، ہلال جعفری، عزیز حاصل پوری، تابش صمدانی اور انور جمال وغیرہ کے نعتیہ مجموعے آچکے ہیں اور باقاعدہ نعتیہ مشاعرے بھی ہوتے رہتے ہیں۔ بہر حال کتابی شکل میں باقاعدگی سے ایسا مجموعہ ایک نئی روایت ہے جس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ میں انشااللہ ضرور لکھوں گا۔

خیر اندیش

طاہر تونسوی

☆ ڈاکٹر طاہر تونسوی (۱۹۴۸ء۔۳۱ دسمبر ۲۰۱۹ء)، محقق، ادیب، شاعر، نقاد، کتب: ''ملتان میں اردو شاعری''، ''سرائیکی کتابیات آغاز تا ۱۹۹۳ء''، ''سرائیکی ادب: ریت تہ روایت''، ''جہانِ تخلیق کا شہاب''، ''مطالعہ فرید کے دس سال''، ''جہت ساز دانشور۔ ڈاکٹر عرش صدیقی''، ''جہت ساز قلم کار۔ ڈاکٹر سلیم اختر''، ''جہت ساز تخلیقی شخصیت۔ ابوالامتیاز ع س مسلم''، ''سرسید شناسی''، ''اقبال اور پاکستانی ادب''، ودیگر۔

~~~~~~

طاہرہ انعام، ڈاکٹر (فیصل آباد)

۲۱ جولائی ۲۰۲۲ء

مکرّمی! آداب

پروردگار کی خاص عطا ہے کہ صنفِ نعت کی خیر اندیشی آپ کو اس قدر عطا ہوئی اور ''نعت رنگ'' نے تحقیق وتنقید کے گلہائے رنگ رنگ سے دنیائے ادب کو مہکا دیا۔ مضامین کے علاوہ نعت رنگ میں شامل خطوط کی فکر انگیزی بڑا اثر رکھتی ہے؛ اس بسیط منظر نامے سے جسارت پاتے ہوئے چند طالبعلمانہ استفسار بلاتمہید پیشِ خدمت ہیں:

☆ کیا سوشل میڈیا پر پیش کردہ نعتیہ کلام کے لیے (بالخصوص ایسے اصحاب جن کی بات نقد و ادب کے حوالے سے سنی جاتی ہے کی) رسمی داد و تحسین قابلِ مذمت نہیں ہے؟ لہجۂ مضامین اور تشبیہات کے ابتذال کو نظر انداز کر کے ایک طبقہ اس لیے واہ واہ کر رہا ہے کہ تازہ عوامی شہرت مخالفت میں نہ بدل جائے۔ ایک طبقہ اس لیے کہ جس شاعر نے پوسٹ کیا ہے اس سے تعلّقات رکھنے کو لائک کرنا اور کومنٹ کرنا ضروری ہے اور ایک سب سے مہلک طبقہ جو خود کو ''جدید'' ثابت کرنے کی دُھن میں بُزِ اَخفش بنا ہوا ہے وہ ہر نئے تجربے پہ خوش ہے یہ امر اس لیے دُوررس نقصانات رکھتا ہے کہ کتاب سے کٹا ہوا نوجوان طبقہ سوشل میڈیا کو اپنا اتالیق بنائے ہوئے ہے اور اس ادارے سے تعلیم پا کر ادبی اپج کے اعتبار سے کم مایہ اذہان ادب کو میسر آنے والے ہیں۔

☆ کیا انوکھا پیرایۂ اظہار کامیاب نعت گوئی کا ضامن ہے؟

اگر شعری اسلوب کی صفات ایسا واسطہ ثابت ہوں کہ پڑھنے والے کا ذہن بیخودی اور سرشاری میں نبیِ کریم کی ذات ستودہ صفات کی طرف منتقل ہو جائے تو یہ خوبی ہے لیکن شاعر کے پیرایۂ اظہار سے دب کر قاری کی فکر دونوں مصرعوں کے بیچ حیراں و ہراساں رہے کہ ممکنہ مفاہیم میں سے کس کو درست جانیے؟۔۔۔تو اسلوب کی یہ جدت کیا مقام رکھتی ہے؟

قاری کی اساس تنقید کہتی ہے کہ مفہوم کو ڈھو کر قاری تک پہنچانا متن اور لکھاری کی ذمہ داری نہیں۔۔۔لیکن نعت پر یہ کلیہ لگانا مناسب نہیں۔ نعت گو ذمہ دار ہے کہ متن اپنے اصل مفہوم کا ابلاغ کرے اس میں ابہام اور تشکیک کا امکان نہ رہے۔ شاعر کو یہ اجازت نہیں کہ اُس نورِ دو عالم کی بات دھندلکے میں کرے۔

بسا اوقات یہ صورتحال قرآن و حدیث سے ماخوذ تشبیہ یا تلمیح کے غیر واضح استعمال سے پیدا ہوتی ہے۔ دینی علم و فضل کے حامل قارئین ایسے اشعار پر اٹھنے والے اعتراض کا مدلل جواب بھی فراہم کرتے ہیں لیکن نعت میں کسی مضمون کو اتنا مبہم کیوں باندھا جائے کہ ہم ایسے کم علم مخمصے میں پڑ جائیں۔ اگر دل میں آئی ہوئی بات کہنا ہی ضرور ہے تو بہتر ہے کہ شاعر تب تک انتظار کرے جب تک بلاغت کا شفاف ترین قرینہ اس پر منکشف نہ ہو جائے۔ اگر چند فاضل لوگوں کے سوا بہت سے لوگ غلط مفہوم مراد لیں تو یقیناً شاعر ہی اس تذبذب کا ذمہ دار ہے۔

☆ کیا بنیادی موضوع کے بجائے ضمنی موضوعات کا غالب ہونا منصبِ نعت کو متاثر کر رہا ہے؟

یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بعض اوقات مکمّل شعری مجموعے میں چند اشعار آنحضور ﷺ کی ذات و صفات کی جھلک دِکھاتے ہیں جبکہ بیشتر اشعار میں شاعر کی اپنی ہی عظمت کا اعلان سنائی دیتا ہے۔ اپنے اختصاصات (مثلاً دیگر اصناف کو ترک کر کے صنفِ نعت کو اختیار کرنا، فنِ نعت گوئی میں نئے قرینے دریافت کرنا وغیرہ) کا ذکر، اپنے گھریلو ماحول سے نعت دوستی کی مثالیں پیش کرنا، تخلیقِ نعت کے مراحل کا تفصیل اور تفاخر سے مکرّر ذکر کرنا ان شعرا کا وتیرہ بن چکا ہے۔

☆ نعت میں استغاثہ و استمداد کے ابعاد کہاں تک ہو سکتے ہیں؟

ہمارے ہاں نعت میں یہ روایت چلی تو انداز یہ تھا کہ بطور امت ہم زوال آمادہ ہیں اور بے اختیار امت کے آقا (ﷺ) ہی سے مدد کے طلب گار ہیں۔ یہ انداز بھی حالی و اقبال کے سلیقے اور اعتدال میں گوارا تھا ورنہ ظفر علی خان کے کئی اشعار پر سوال اٹھایا گیا.... خیر، میرا مدعا یہ ہے کہ امت کو مٹتے، زائل ہوتے دیکھ کر حضور (ﷺ) کو پکارنا تو سمجھ میں آتا ہے کیا قدرتی آفات کا شکوہ بھی ہم حضور سے کریں گے؟ سیلاب کی وہ تباہ کاریاں جو ہماری بدانتظامی اور بے حسی سے وقوع پذیر ہوں ان پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں؟ (ع: دُکھ یہ ہے ترے ہو کے بھی ہم ڈوب رہے ہیں) کیا یہ طریقہ روا رکھنا چاہیے کہ کسی مسئلے کا یا تلخیِ ایام کا ذکر کسی قدر جھنجھلاہٹ سے تمام اشعار میں ہو صرف ردیف (آپ، حضور، آقا...وغیرہ) کے اہتمام سے وہ زمرۂ نعت

میں آجائے؟ دعا کا طالب ہونا اور بات ہے شکوہ کرنا اور بات ہے یہ لطیف فرق رکھنا شاعر کی ذمہ داری ہے ورنہ وہ پرہیز کرے۔ شکوہ اس سے ہوسکتا ہے جس کی طرف سے بے پروائی یا کوتاہی ممکن ہو۔ انسانِ کامل سے، رحمۃ اللعالمین سے شکوہ نہیں ہوسکتا۔

محترمی! نعت کے موجودہ دور سے اکثریت کی نیک توقعات وابستہ ہیں۔ خیال کیا جارہا ہے کہ تجربات کی یہ وسعت صنفِ نعت کو مزید ثروت مند بنادے گی۔ لیکن جو اندھادھند تجربات کی آندھی اور ستائشوں کی بارش سے پریشان ہے اُس اقلیت کی مؤثر نمایندگی جاری رکھیے۔ اللہ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

بصد احترام

طاہرہ انعام

☆ طاہرہ انعام، ریسرچ اسکالر، کتب: ''تراشیدم''، ''پرستیدم''، ''تالیفاتِ صبیح رحمانی۔ نقدِ نعت کی نئی تشکیل''، ''اردو میں معراج نامے'' (پی ایچ۔ ڈی)

طلحہ رضوی برقؔ، ڈاکٹر (بہار، انڈیا)

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

14/12/2000

برادرِ محترم و مکرم جناب سید صبیح الدین رحمانی زیدت معالیکم

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید کہ مزاجِ اقدس بخیر ہوگا۔

ایک عشرہ قبل ''اخبارِ نو''، فتح پور، رپورٹر جناب جمال احمد صاحب کا بذریعہ پوسٹ مرسلہ ایک پیکٹ ملا، کھولا تو نگاہیں روشن ہوگئیں۔ آپ کا تحفۂ محبّت نعت رنگ کے دو شمارے ۹، ۱۰ اور حضرت ابوالخیر کشفی مدظلہ کی کتاب ''نسبت''، ملا۔ ع درحیرتم کہ جاں بکدامی کنم نثار

بسی سربلندم زاحسان دوست دل و جانِ من، ہردو قربان دولت

کن لفظوں میں آپ کی برقؔ نوازیوں کا شکریہ ادا کروں۔

شمارہ ۱۰ میں پروفیسر شفقت رضوی صاحب کا نہایت ارجمند و پرادرش مضمون پڑھا موصوف محترم نے میری حقیر کاوش (ابتدائی) ''اردو کی نعتیہ شاعری'' کا اچھا جائزہ لیا ہے۔ ان کا کہنا بجا ہے کہ میں پاکستان میں متعارف نہیں ہوں یا کرایا نہیں گیا۔

میں کام سے کام رکھتا ہوں۔ نام ونمود کے پیچھے کبھی نہیں بھاگا۔ گوشہ نشین خانقاہ ہوں مگر ملازمت تدریس اور فیضانِ علمی کے ہاتھوں اکثر حلقوں تک پہنچ گیا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور بس ۳۸ سال کالج و یونیورسٹی میں درس وتدریس کی خدمات انجام دے کر اب ۳۱ر جنوری ۲۰۰۱ء کو سبکدوش ہورہا ہوں انشاء اللہ۔ پاکستان میں میرے بہت اعزّہ ہیں۔ اب تک وہاں میرا آب ودانہ تولے گیا فرصت پالوں تو ارضِ پاک چومنے کی تمنا ہے۔ دیکھئے کب آتا ہوں نئی صدی کے نئے سال میں امید رکھتا ہوں۔ اپنے متعلّق ایک تعارفی مضمون، اپنا ایک مقالہ نعت سے متعلّق اور آپ کی ادبی خدمات سے متعلّق نیز چند پاکستانی نعتیہ مجموعوں پر تبصرے جلد از جلد روانۂ خدمت کروں گا۔

ایک عزیز پاکستان جارہے ہیں، آج ہی ملاقات ہوئی تو محض رسید کے طور پر یہ خط اظہارِ تشکّر کے ساتھ ارسال کررہا ہوں۔

اس بڑے عجیب وغریب ملک میں آٹھ دنوں سے ملکی پیمانے پر زبردست پوسٹل اسٹرائیک ہے۔ کروڑوں کا نقصان ہورہا ہے۔ شاید کل تک کچھ فیصلہ ہو۔ ڈاک کا نظم بحال ہوئے تو پھر خط لکھوں گا۔

عید سعید کی پیشگی مبارک باد قبول ہو۔احباب وپُرسانِ حال کی خدمت میں میرا بہت سلام عرض کریں۔خدا کرے آپ ہر طرح بعافیت اور رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں سے بھرپور ہمکنار رہوں۔آمین

والسّلام
برقؔ عفی عنہ

پس نوشت: اگر ممکن ہوتو ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۵ اور نمبر ۸ مجھے بھجوانے کی زحمت فرمائیں۔اور میرے لائق جو خدمت ہو بلاتکلّف لکھیں۔نہایت عجلت میں یہ خط لکھ سکا ہوں ایک دو نعت صاف کرنے کا بھی موقع نہیں ملا۔ایک مختصر نعت لکھی رکھی ملی وہ بھی منسلک کر دے رہا ہوں شاید پسند آئے۔اور چند نعتیہ رباعیاں ہیں بس۔برقؔ

☆ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ (پ: ۱۹۴۱ء)، شاعر، ادیب، نقاد، دانشور، سجادہ نشین آستانۂ چشتیہ نظامیہ (پٹنہ، بہار)، صدر شعبۂ اردو و فارسی، رئیس کلیۂ ہیومینٹیز، ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ (بہار)۔ کتب: ''شہابِ سخن''، ''شایگاں''، ''نقدِ سخن''، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، ''شاہ اکبر داناپوری (حیات وشاعری)'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ) ودیگر۔

01-8-2002

مصدر مکارم حضرت صبیح رحمانی زاداللہ شانکم۔سلام وعقیدت۔

امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوں گے۔

جنوری ۲۰۰۱ میں ریٹائر ہو چکا ہوں۔ارادہ تھا کہ نومبر دسمبر تک کراچی پہنچوں گا اور ارباب کرم کا قرض حاضر خدمت ہو کر سود در سود ادا کروں گا مگر افسوس۔اللہ وہ دن لائے کہ ارض پاک کی حاضری نصیب ہو۔

میرے ایک عزیز جدہ جا رہے تھے۔انہیں ایک لفافہ بعجلت کچھ تحریریں لکھ کے دے رہا ہوں کہ آپ کے پتہ پر وہاں سے پوسٹ کر دیں گے۔خدا کرے یہ آپ کو مل جائے۔ بھارت سے کئی بار لفافہ روانہ کیا مگر شاید نہ پہنچ سکا ورنہ جواب ضرور آتا۔

بہرحال ''نعت رنگ''، نمبر ۱۱ تک موصول ہو چکا ہے۔اور بھی کئی کتابیں آپ کی مرسلہ مل گئی ہیں۔کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں۔

اس طرف کچھ علیل بھی رہنے لگا ہوں۔ضعف بڑھ گیا ہے۔دعاؤں کی درخواست ہے۔میرے بہت سے عزیز ان اقربا اہل خاندان، بڑی بہن بہنوئی ان کے بچے بچیاں سب وہاں آباد ہیں۔کیا کروں کیسے پہنچوں۔حسرت ہی حسرت ہے اردو کے نعتیہ ادب میں آپ کی بے مثال خدمات تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بارگاہِ بیکس پناہ میں آپ کی خوش نیتی وعقیدت مندی اور بے مثال تگ ودو قبول ہو **فجزاکم اللّٰہ خیر الجزا**۔

محترمی عزیز الدین خاکی صاحب کو بھی خط لکھا ہے ''الحمدللہ''[۱] پر تہنیت ومبارکباد کا خط ذرا تفصیلی ہو گیا ہے۔خدا کرے مل گیا ہو۔

اور کیا عرض کروں: ایک دل صد ہزار...... ہیں

خداوند قدوس آپ لوگوں کی زیارت نصیب کرے آمین۔

فقط والسّلام محتاج دعاء
برقؔ عفی عنہ

۱۔ ''الحمدللہ''، عزیز الدین خاکی کا حمدیہ مجموعۂ کلام، ناشر: تنظیم استحکامِ نعت، کراچی، ۲۰۰۲ء، ۱۲۲ص

یکم محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
۵/مارچ ۲۰۰۳ء

محبّ محترم ذوالمجد والکرم حضرت صبیح رحمانی زاداللہ شانکم
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امید کہ مزاج اقدس بخیر ہوگا۔

قاصد رسید و نامہ رسید و کتب رسید
در حیراتم کہ جاں بکدامی کنم نثار

عطوفت نامہ مورخہ ۱۲/جنوری ۲۰۰۳ء مع تحفۂ بیش بہائے ہفت کتب وسط فروری میں موصول ہوا۔ گویا دولت ہفت اقلیم ملی، صحیفوں کو چوما اور آنکھوں سے لگایا، روشنئ دیدہ ودل میں اضافہ ہوا۔ آپ کی صحت وعافیت ودرازی عمر وکامرانئ دارین کے لیے دل سے دعا نکلتی رہی۔ اظہار تشکّر وامتنان کے لیے الفاظ کہاں سے لاؤں یہ تحفہ ہای ارجمند میرے لئے سرمۂ نظر ہیں۔ ایک نظر تو سب پر ڈال ہی لی۔ بالاستیعاب مطالعے میں اسفار مسلسل حائل رہے۔ فی الوقت بمبئی کا سفر درپیش ہے۔ وہاں ذکرِ شھادت کی محفلوں میں شرکت کرنی ہے۔ ۱۱/محرم کو ماہنامہ ''الشرقیہ'' کے ضخیم وشاندار ''سیدین نمبر'' کا جشن اجرا میں حاضر رہنا ہے۔ پھر آخر ماہ میں کچھوچھۂ مقدسہ میں جامع اشرف کی سلور جوبلی کی شرکت کے لئے جانا ہے۔ ریٹائرمنٹ کو دوسال گذر چکے مشغولیت ومصروفیت اور بڑھ گئی ہے۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳، ۱۴، اردو میں نعت گوئی، نعت اور تنقید نعت، نعت ہی نعت، سفیر نعت اور ارمغان حافظ میں سے اکثر اب ہمسفر رہیں گی۔ انشاءاللہ تفصیلی تاثرات نیز پروفیسر شفقت رضوی مدعنایۃً اور حضرت کشفی کی کتابوں پر تبصرے ارسال خدمت کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

سادہ ڈاک سے ایک شکریہ نامہ بطور رسید کتب روانہ کردی تھی۔ اللہ جانے پہنچ سکی یا نہیں

ان کا جو کام ہے وہ اہل سیاست جانیں
میرا پیغام محبّت ہے جہاں تک پہنچے

میری بیٹی ڈاکٹر قدسیہ فاطمہ سلّمہا اور داماد ڈاکٹر راشد ضیا صاحب مدعمرہٗ لندن میں رہتے ہیں انہیں خط لکھ رہا تھا تو اس اندیشہ کے پیش نظر کہ میرا خط آپ کو ملا یا نہ ملا اب یہ خط آپ کے نام ان کے لفافے میں رکھ دیا اس تاکید کے ساتھ کہ آپ کو روانہ کردیں۔ خدا کرے مل جائے۔

بھائی! آپ بڑے خوش نصیب ہیں کہ نعت رسول کریم ﷺ سے متعلق یہ مثالی اور قابل صد رشک کام آپ کا مقسوم ٹھہرا۔ یہ ''نعت رنگ'' آپ کے لئے نعمت کونین اور رحمت دارین ہے۔ آپ کی ہمت وحوصلے کی داد نہ دینا کفر کے مرادف:

ذرہ را تا ہنوز ہمت عالی حافظ
طالب چشمۂ خورشید درخشاں نشود

پھر دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت دے، صحت وسلامتی کے ساتھ رکھے اور آپ سے ایسے ایسے کام لے کہ اسے دیکھ کے دوسروں میں زندگی انگڑائیاں لے اٹھے اور آپ پر یہ تو صادق آئے:

ہر چند پیر خستہ دل و ناتواں شدم
ہر گہ کہ یاد روی تو کردم جواں شدم

دیکھئے اس کوچۂ دلداراں تک رسائی کب میسر ہوتی ہے۔ آپ لوگوں سے ملاقات کی حسرت ہے اللہ پوری کرے۔ آمین

ایک دونعت منسلک کررہا ہوں، پسند فرمائیں گے۔
جمیع پرسان حال واحباب کی خدمت میں سلام وشوق والہانہ عرض کردیں۔

والسّلام۔کمترین
برقؔ عفی عنہ

~~~~~~

۲۰۰۵/۲/۲۰ء

محبّ گرامی وقار جناب سید صبیح رحمانی زیدمجدکم!
سلام ورحمت۔امید کہ بعافیت ہوں گے۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ آپ مخلصین کی صحبت سے فیض یاب ہوکر آرام کے ساتھ گھر (بھارت) آگیا۔آتے ہی ناگزیر مصروفیتوں اور مشغولیتوں نے گھیر لیا۔آپ کو خط لکھنے میں تاخیر ہوگئی معذرت خواہ ہوں اس درمیان میں وقت نکال نکال کے ''نعت رنگ ۔۱۷'' کا مطالعہ بھی کرتا رہا اور آپ کے صحافتی سلیقہ وہنرمندی کی داد دیتا رہا۔آپ کا حکم تھا کہ ''نعت رنگ ۔۱۷'' سے متعلق اپنے تاثرات لکھ بھیجنا،لہٰذا تعمیل ارشاد میں چند سطریں سپرد قلم ہیں:

کیا لکھوں اور کہاں کہاں سے لکھوں کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست ۔'مقالات ومضامین' نہایت معیاری، دلچسپ اور معلومات افزا ہیں۔'فکروفن' کے تحت بھی آپ نے اہلِ قلم سے قیمتی جائزے حاصل کیے ہیں۔'گوشۂ حفیظ تائب' اور'مذاکرہ' سے مستفید ہوا،نعتوں کا انتخاب بھی خوب ہے۔خطوط میں حضرت علامہ کوکب نورانی (مدظلہ) کا خط تو امتیازی اور خاصے کی چیز ہے اور ہوتی ہی ہے بصیرت افروز وچشم کشا۔

اس صحت مند وبرومند شمارے میں بھی کمپوزنگ کی فروگذاشتیں جابجا کھلتی ہیں مگر اس کی ضخامت دیکھتے ہوئے یہ کوئی تعجّب کی بات نہیں۔ ہاں! بعض جگہوں پر شبہ اور کہیں کہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ سہو وغلط خود صاحب تحریر سے سرزد ہوا ہے۔

حضرت کشفی کے مضمون میں جامی کی مذکورہ نعت 'خاکسارم یارسول اللہ'خسروؔ کی غزل'شب جائے کہ من بودم'اور قدسی کی مشہور نعت'مرحبا سیّد مکی مدنی العربی' سے متعلّق اہلِ نظر محققین خوب خوب بحثیں کرچکے ہیں،مگر کوئی بھی ان نعتوں کو ان مشہور شاعروں کے علاوہ کسی دوسرے کی ثابت نہ کرسکا۔قدسیؔ مشہدی کی نعت کو مسلم یونی ورسٹی،علی گڑھ کے پروفیسر سمیع الدین احمد نے بہت دُور کی کوڑیاں لا کے کسی قدسیؔ ہندی (غیرمعروف) سے منسوب کردی اور لکھ دیا:

نعت قدسی کے مصنّف اصلی کا سراغ اور تعین کے وقت اس اہم نکتے کو کسی طرح نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ غزل مذکور کا سبک ہندوستانی شاعر کا ہے۔لہٰذا جب تک ایسی کوئی مستند دستاویز بطور ثبوت نہیں حاصل ہوجاتی، یہ دعویٰ کہ نعت متذکرہ (مرحبا سیّد مکی مدنی العربی) قدسیؔ مشہدی ہی کی تصنیف ہے،ازروے تحقیق صحیح نہیں ہوگا۔(ماہ نامہ'معارف'اعظم گڑھ،اپریل ۱۹۷۸ء)

مگر راے عامہ ان کے ادعا کے خلاف ہی رہی۔

بھائی! اس طرح تو شیخ سعدیؔ شیرازی کا پندنامہ بہ عنوان کریما بھی سعدیؔ کے متداول نسخے یا کلیاتِ مستند مطبوعۂ ایران میں شامل نہیں،تو کیا کریماے سعدی بھی کسی اور کی قرار دے دی جائے گی۔اس فقیر نے 'کریماے سعدی' کے عنوان سے اپنے مضمون مطبوعہ ماہ نامہ'معارف'اعظم گڑھ، اکتوبر ۱۹۷۸ء میں اسے سعدیؔ کی ہی تصنیف ہونے کے مضبوط قرائن سے بحث کی ہے۔

ادارۂ تحقیقاتِ عربی وفارسی، پٹنہ (بھارت) کے ایک کل ہند امیرخسروؔ سیمینار منعقدہ ۶ر نومبر ۱۹۸۳ء میں اسی خاکسار نے اپنے مقالے بہ عنوان 'خسرو کی مشہور غزل' میں اس غزل (شب جائے کہ من بودم) کو روشن حقایق اور قوی قرائن کی روشنی میں خسرو ہی کی غزل ثابت کیا۔مقالہ چھپا اور اکیس سال گزرچکے اب تک کسی سے اس کا جواب بن نہ پڑا۔صدیاں گزرگئیں ان غزلوں پر صوفیہ ومشائخ کو وجد وحال کرتے۔تحقیق کی دنیا میں پکّی یا پکی
~~~~~~

روشنائی ہی واحد معیار نہیں ورنہ صحیح بخاری شریف کی تدوین پر اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کی سند نہ دی جاتی۔

'جدید اردو نعت کی صورت پذیری کا موسم' ۷۵ صفحات پر پھیلے ہوئے اس مضمون کا عنوان ہی چودھری صاحب کی جدت پسندی اور جودت طبعی کا غماض ہے۔ اس مضمون میں محولہ پہلا شعر ہی فیض احمد فیض[۱] کا لایا گیا ہے:

سیکھی یہیں مرے دلِ کافر نے بندگی
رب کریم ہے تو تری رہ گزر میں ہے

اتنے صفحات میں عبارت کم اور اشعار ہی زیادہ ہیں۔ انتخابِ کلام میں احتیاط لازم تھی۔ ایسے شعر بھی ہیں:

میں اس کا اُمتی ہوں جس کی خاطر
خدا نے روشنی تخلیق کی ہے

صہبا اختر[۲] کا شعر ہے:

خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والا ہے تو
سن اسے شیشوں کے مسیحا! دل شکستہ میں بھی ہوں

تیکھے تیور کے علاوہ اس میں 'شتر گربہ' بھی ہے اور اساتذۂ فن وسخن نے حرفِ ندا 'اے' کی تخفیف یعنی اس سے حرف یا کا گرانا غلط اور عجز بیان بتایا ہے۔ حالاں کہ مضمون میں اچھے اور بہت اچھے اشعار کا میلہ ہے۔

منیرؔ سیفی اور ناصرؔ زیدی نام کے جوان اور بوڑھے شاعر بھارت میں بھی ایک ہیں اور ایک تھے۔

'نعت نگاری اور اہتزاز نفس' محنت سے لکھا ہوا مضمون ہے۔ ایک جملے پر نظر ٹھہری:

...اللہ تعالیٰ بھی ثنا پسند فرماتے ہیں اس لیے بندے کو بھی مدح جو ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے صیغۂ جمع کا استعمال کیسا ہے، آپ بہتر جانتے ہیں۔

'نعت میں نعت' اور 'گوشۂ سلیم' سے محظوظ ہوا۔ 'منظور حسین منظور کی نعت گوئی' مصنّف کی دیدہ وری کا آئینہ ہے اور ایک خوب صورت کاوش۔ موصوف نے 'جنگ نامۂ اسلام' کے اشعار کی بحر ہزج مثمن سالم لکھی ہے اور درست رقم فرمایا ہے کہ اسی بحر میں حفیظ جالندھری کا شاہ نامۂ اسلام' اور اقبال کی نظمیں 'تصویرِ درد' اور 'طلوعِ اسلام' بھی تصنیف ہوئی ہیں۔ مگر 'مسدس مدوجزرِ اسلام' خواجہ الطاف حسین حالی نے بحر متقارب مثمن سالم میں لکھا ہے جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

کسی نے یہ بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا

صاحبِ مضمون کو مغالطہ ہو گیا ہے۔ انھوں نے مسدسِ حالی کو بھی بحر ہزج سالم ہی میں بتایا ہے۔ جنگ نامہ سے انھوں نے یہ شعر بھی نقل کیا ہے:

فقط وہ ملہم ازلی حقیقت دانِ او ادنیٰ
کہ جس کی تفسیر ہے اک آدم الاسما

لفظ اَزَلیُ میں تو خیر تین متحرک میں دوسرے کو ساکن کرنے کی اجازت دی گئی ہے مگر دوسرے مصرعے کا کیا ہوگا؟

شاہ مصباح الدین شکیل کے تعارفی مضمون 'شاعرِ جہاد...رحمٰن کیانی' سے بھی لطف اندوز ہوا۔ واقعی رحمٰن کیانی ایک وہبی شاعر تھے اور ان کی رزمیہ شاعری بڑی زوردار ہے۔ کہتے ہیں:

مصرع زباں پہ آتا ہے زورِ کلام سے
تلوار کی طرح سے، نکل کر نیام سے

تمام محاسنِ شعری اور زبان دانی کے باوصف ان کا جنگ پسندی جہادی مزاج بھی اشعار سے آشکار ہے۔ وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہیں:

رائج ہزار ڈھنگ ہو ذکرِ حبیب کے
شاہیں سے مانگیے نہ چلن عندلیب سے

شاید اسی وجہ سے منتخب کلام ''اذان'' میں عشقِ رسول ﷺ کا عنوان حبِ رسول ﷺ کر دیا ہے۔
کیانی چوں کہ فطرتاً شاعر ہیں لہٰذا قاری اگر ان کے کلام میں نرمی و نغمگی کی توقع بھی رکھے تو بے جا نہیں، مگر وہ کہتے ہیں:

مرا پیشہ ہے تلواری، مرا لہجہ ہے پیکاری

حالاں کہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں صحابۂ کرام کی تعریف قرآن نے یوں کی ہے: اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔[۳] اور اسی تعلیم کے زیرِ اثر علامہ اقبال نے یہ پیغام دیا:

گزر جا بن کے سیلِ تند رو، کوہ و بیاباں سے گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر شبستانِ محبّت میں حریر و پرنیاں ہوجا

رحمٰن کیانی کے اس قسم کے مصرعے بھلے نہیں لگے:

سڑکوں پہ ناچتی ہیں کنیزیں بتول کی
یعنی کچھ لے دے کے جنت میں چلے جاؤ گے تم

انھوں نے شمشیرِ ضیابار کی کسی نظم میں عشقِ نبی ﷺ کے دعوے داروں سے 'کیا آپ نے؟' کا جو سوال کیا ہے وہ سوال ملک کے سیاست دانوں سے کیوں نہیں؟ انھیں کا یہ شعر ہے:

ذلت و خواری کا باعث مجملاً کہتا چلوں
ترکِ قرآں اور شرعِ سیّد الابرار ہے

دوسرے مصرعے میں قرآن اور شرع میں اگر واوِ عطف رہتا تو ترک کا انطباق دونوں پر ہوتا مگر ترکِ قرآں کے بعد اور لکھنے سے شرع سیّد الابرار پر بھی (نعوذ باللہ) ذلت و خواری کے باعث کا اطلاع ہوتا ہے۔ ان نازک باتوں پر بھی نگاہ ضروری ہے۔
'مذاکرہ' میں محمد فیروز شاہ نے اس قطعہ ''یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر'' کو علامہ انور شاہ کشمیری مہتمم دارالعلوم دیو بند کا لکھا ہے۔ میرے علم میں اضافہ ہوا۔

حصہ 'مدحت' بھی خوب اور رنگارنگ ہے۔ حضرت وقار صدیقی اجمیری[۴] کی نعتیہ رباعیوں میں آخری (چوتھی) رُباعی، رُباعی کی بحر میں نہیں ہے۔ اسے قطعہ کہہ سکتے ہیں۔ جناب قمر رعینی کی تیسری رباعی میں 'بے ساختہ نام آپ کا لب پہ آیا' اس مصرعے میں پہ کی جگہ 'پر' لکھنا تھا۔ پہ، نہ، کہ وغیرہ صرف ایک حرکت شمار ہوں گے، نہ کہ سببِ خفیف۔ تخفیف سے مصرع ناموزوں ہو جاتا ہے۔ آصف اکبر کے مقطع میں بھی یہی بات ہے۔
شاعری میں زبان و بیان کا معاملہ مشکل بھی ہے، آسان بھی ہے۔ سیّد ریاض حسین زیدی لکھتے ہیں:

خدا سے جو سنی ہے آپ نے سچ سچ بتائی ہے

سچ سچ بتائی ہے میں سُو ے ادب ہے۔یوں کر سکتے تھے 'وہ سب بتائی ہے'۔
یعقوب تصور صاحب کی نعت کا مطلع ہے:

عظمتِ تخلیق کا ہر اک کمال ان کے لیے
حسنِ کائنات اوصافِ جمال ان کے لیے

'حسنِ کائنات' کو وزن میں 'حسنِ کائے نات' پڑھنا ہوگا جو غلط ہے۔اسی نعت کے بارھویں شعر میں یہ لفظ اصلاً درست استعمال ہوا ہے۔شعر بھی پڑھ ہی لیجیے:

ان کی اقلیمِ بصیرت میں ہے ساری کائنات
بازیِ طفلاں ہے کارِ دانیال ان کے لیے

دوسرے شعر میں قافیہ فِعَال لائے ہیں:

گردشِ ارض و سما تاروں کی چال ان کے لیے
دوجہاں کا ذرّہ ذرّہ ہے فعال ان کے لیے

حالاں کہ اس معنی میں لفظ فعّال عین مشدد کے ساتھ ہے۔فعال کے معنی لغت میں کچھ اور ہیں جن کا یہ محل نہیں۔

ایک مصرع ہے:

چاند، سورج، زحل، زہرہ، مشتری، مریخ سب

اس میں زحل بروزن فِعْل استعمال ہوا ہے جب کہ لفظ زحل بروزن فَعَل ہے۔
صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی کی نعت کا دوسرا شعر ہے:

ہاں ہاں وہی جو رحمتِ عالم ہے سر بہ سر
ہاں ہاں اسی تو شافعِ محشر کی بات ہے

اسی شعر کے دوسرے مصرعے میں تعقید کا عیب نمایاں ہے۔اور مقطع کا مصرع ثانی واوین میں ہے:

واحد طویل تر ہے عطاؤں کا سلسلہ
''ہر ذرّے میں حضور کے خاور کی بات ہے''

خاور کے معنی صرف مشرق کے ہیں نہ آفتابِ مشرق کے۔Middle East کو اسی لیے خاورِ میانہ کہتے ہیں۔

میرے بھائی!اور کیا عرض کروں،'نعت رنگ' درحقیقت آسمانِ ادب کی دھنک ہے،اب کوئی Colour blindness کا شکار ہو تو کیا کیا جائے!میں اپنی نگاہ سے مجبور ہوں، پھولوں کو دیکھتا ہوں اور کانٹوں پر بھی نظر پڑتی ہے۔واللہ میری نیت عیب جوئی کی نہیں،بس فکر وفن کی بات ہے، جی یہی چاہتا ہے کچھ کہوں اور سنوں کہ علم میں اضافہ ہو۔مجھے اپنی کم سوادی و بے بضاعتی کا اعتراف ہے۔

خدا کرے آپ شاداں وفرداں ہوں۔

والسّلام مع الاکرام محتاجِ دعا
طلحہ رضوی برق

ا۔فیض احمد فیض (۱۹۱۱۔۱۹۸۴ء)، نامور شاعر، صحافی، استاد، ٹریڈ یونینسٹ، ترقی پسند ادیب، مدیر: ماہنامہ ''ادبِ لطیف''، مدیر اعلیٰ: ''لیل ونہار''، ''امروز''، ''پاکستان ٹائمز''، صدر: ٹریڈ یونین فیڈریشن (۱۹۵۰ء)، سابق لیفٹنٹ کرنل شعبہ تعلّقات عامہ پاک فوج، کتب: ''نقشِ فریادی''، ''دستِ صبا''، ''زنداں نامہ''، ''دستِ تہِ سنگ''، ''سرِ وادیِ سینا''،

''شامِ شہرِ یاراں''،''میرے دل میرے مسافر''،''نسخہ ہائے وفا''(کلیات)،''میزان''،''صلیبیں میرے دریچے میں''(خطوط)،''متاع لوح وقلم''،''اقبال''،''ہماری قومی ثقافت''، ''مہ وسالِ آشنائی''(یادداشتیں)،''کیوبا''(سفرنامہ)۔اعزازات:''لینن انعام برائے امن''(۱۹۶۲ء)،''تمغۂ امتیاز''۔
۲۔صہبااختر (۱۹۳۱۔۱۹۹۶ء)،اصل نام:اختر علی،شاعر،فلمی نغمہ نگار،کتب:''سرکشیدہ''،''اقراء''،''سمندر''،''مشعل''۱۹۹۶ءمیں صدارتی تمغہ برائے حُسنِ کارکردگی سے نوازے گئے۔
۳۔سورۃ الفتح،آیت:۲۹ ۴۔وقارصدیقی اجمیری (پ:۱۹۲۳ء)،نعت گوشاعر،نعتیہ مجموعہ:''حرف حرف خوشبو''۔

گوید رمز عشق مگوئید و مشنوید
مشکل حکایتی است کہ تقریر میکند

''نعت رنگ'' شمارہ ۲۲ پیشِ نظر ہے۔ڈاکٹر شعیب نگرامی کا مقالہ''نعتِ نبوی اور توحید ورسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' پڑھ ڈالا۔ مصنّفِ مقالہ کے نام کے بعد''سعودی عرب'' دیکھتے ہی خیال آیا کہ مقالے میں کتاب التوحید مصنّفہ ابن عبدالوہاب نجدی کی صداے بازگشت **اباو استکبر و کان من الکافرین** [سورۃ البقرۃ: آیت:۳۴] کی روشنی لیے اس مقالے میں اپنی پوری شدت سے نمایاں ہے۔

جس کی نظر میں شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی، شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری، صاحبِ مثنویٔ معنوی مولانا جلال الدین رومی اور فنائے عشق رسول حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہم عقاید خبیثہ کے حامل ملحد اور مشرک ہوں۔ایسے خبط الحواس کی باتوں کو کیا اہمیت دی جائے۔قرآن حکیم ناطق ہے **ویتخبطه الشیطان من المس** ۔[سورۃ البقرۃ: آیت: ۲۴۵]وہی شیطان جس نے لاکھوں برس خدائے واحد کی عبادت کی مگر اسی کے حکم **فاسجد لآدم**[سورۃ البقرۃ: آیت:۳۴] کی سرتابی کر کے مردود و لعنتی ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اللہ والوں یعنی اپنے ولیوں کے لیے فرمایا: **لاخوف علیهم و لا یحزنون** ط[سورۃ البقرۃ: آیت:۲۶۴] جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا اور پھر نبیوں اور رسولوں کا مرتبہ تو وہی بہتر جانتا ہے۔اس کی آنکھ اللہ کی آنکھ،اس کا کان اللہ کا کان،اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ،اس کا پاؤں اللہ کا پاؤں،ایسا کہنے میں کون سا الحاد ہے،کون سا شرک کہ:

علم حق در علم صوفی گم شود این سخن کے باورِ مردم شود
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
اولیاء را ہست قدرت از الٰہ تیر جستہ باز گرد اند زِ راہ
(مشکوٰۃ شریف)

کیا اجل صحابیٔ رسول امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ والے نہ تھے جن کی آنکھ اللہ کی آنکھ بن کے مسجدِ نبوی کے منبر سے جنگِ نھاوند کا مشاہدہ کر رہی تھی، کیا جلیل القدر صحابی میدانِ جنگ کے کمان دار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ اللہ والے نہیں تھے جن کے کانوں نے اللہ کا کان ہو کے معرکۂ کارزار نھاوند میں **یا سارية الجبل یا سارية الجبل** کی صداے عمر فاروق سُن لی۔

تصوف پر عجمیت وویدانت کا اثر اور یونانی فلسفے سے متاثر ہونے کا بہتان گئی گزری بات ہو چکی۔صوفیائے کرام،مشائخ عظام اور عارفان باللہ کی شان میں منہ آنے والے اسی گستاخِ ازلی کے چیلے چپاٹے ہیں جس نے بارگاہِ ایزدی میں یہ کہنے کی جرأت کی تھی:

فبعزتک لأغوینهم اجمعین ٥الا عبادک منهم المخلصین ٥[سورۂ ص،آیت:۸۲۔۸۳]

رسول پر ایمان اور رسول سے عشق ومحبّت ہی اصلِ ایمان ہے جس کا اظہار ایک مومن اپنے عملِ نیک سے اور اگر وہ شاعر بھی ہے تو اپنے

اشعار سے کرتا ہے جو اپنے حبیب یعنی حضور رحمۃ للعالمین کی شانِ اقدس میں کہے ہوں۔ اولیا، اقطاب، غوث جوفنافی الرسول وفنافی اللہ ہوں ان کی شان میں ایسی دریدہ دہنی عبرت ناک بدانجامی ہے اور دراصل یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے فرمانِ الٰہی ہے:

ختم اللّٰہ عَلٰی قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ. [سورۃ البقرۃ، آیت: ۷]

یہ کتنا مہمل جملہ ہے کہ ''صوفی شعرا نعت گو نے نبیٔ رحمت ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ وہی سلوک کیا جو برہمنوں نے بدھ مذہب کے ساتھ کیا تھا۔''

بے خبری کی بھی حد ہوگئی۔ برہمنوں نے تو بدھ دھرم کو دیش نکالا دیا وہ اس کی تعریف میں پُل کیا باندھتے۔

کاش ڈاکٹر نگرامی علامہ اقبال کے عشقِ رسول کو سمجھتے اور عالم بے بدل علامہ محسن کاکوروی کے مرتبۂ علمی سے کماحقہ واقف ہوتے۔ علامہ محسن کاکوروی کے مشہور ومقبول نعتیہ قصیدہ ''سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل'' پر حرف زنی کرتے ہوئے اس سے زیادہ لکھنے کی جرات نہ ہوتی کہ قصیدے کی پوری فرہنگ پر ہندو ادبیات ومعاشرت کی پوری چھاپ ہے۔

صاحبِ مثنوی معنوی کہ ہست قرآں در زبانِ پہلوی، حکایت شبان وموسیٰ میں فرماتے ہیں:

ہندواں را اصطلاحِ ہند مدح — سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
من نگردم پاک از تسبیح شاں — پاک ہم ایشاں شوند و دُرفشاں
ما زباں را ننگریم و قال را — ما دروں را بنگریم و حال را
زانک دل جوہر بور گفتن عرض — پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز — سوز خواہم سود با آں سوز ساز
آتشی از عشق در جاں برفروز — سربسر فکر و عبادت را بسوز
ملتِ عشق ازہمہ دینہا جداست — عاشقاں را ملت و مذہب خداست

مذہبِ اسلام اور ملکی، علاقائی، تہذیبی، معاشرتی اور لسانی تقاضے ایک الگ موضوع ہیں جس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور لکھا جاچکا ہے۔

بھلے شاہ پنجاب کے مسلمان صوفی شاعر نعت گو نے کیا خوب کہا ہے:

جس تن لاگے سوت جانے دوجا کوئی نہ جانے — عشق اساں نال کہی کیتی لوک مریندے طعنے
ہجر ترے نے جھلی کرکے کھلی نام سراپا — صم بکم عمی ہو کے اپنا وقت لنگھایا

ڈاکٹر نگرامی امیر خسرو کے پیر بھائی میر حسن کے مصرع:

زینتِ یٰس توئی زیبائش طٰہٰ توئی

اور علامہ اقبال کے ''وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰس، وہی طٰہٰ'' کہنے پر آتش زیرپا ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ''تلبیس ابلیس'' کے اسیر کچھ جاہل دنیادار ڈھنگ بھیس بدل کر مشیخت کے لبادے میں ذرّیات شیاطین کا کام بھی کررہے ہیں۔ ظاہر ہے عقل وفہم والے انھیں خوب پہچانتے ہیں مگر اہل اللہ باقی باللہ جوشکر والحاد وزندقہ کے الفاظ استعمال کرنا لاعلمی وبے خبری نہیں نجدیت وشیطنت ہے۔ اگر عہدِ عباسی کی عرب دشمن تحریک 'شعوبیت'' کے نام سے جانی جاتی ہے تو ڈاکٹر نگرامی کی تصوف بیزاری کو ''شیعیت'' کا نام دیا جائے گا۔

علامہ اقبال کے عاشقِ رسول ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ وہ شاعر دانا بھی تھے اور فلسفیٔ معنیٰ بھی، اگرچہ خود کہتے ہیں:

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے　　　کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

مگران کے دل کی آواز یہ تھی:

دم عارف نسیم صبحدم ہے　　　اِسی سے رشتۂ معنی میں نَم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر　　　شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

ہاں شعیب کام کا ہو، نام کا نہیں ورنہ:

شیر قالیں اور ہے شیر نیستاہ اور ہے

تصوف کو مورد لعنت و ملامت دکھانے کے لیے نگرامی صاحب نے بہت دُور سے گھیرا باندھا ہے اور اُردو و فارسی نعت گوئی کو اپنے دھوکے کی ٹٹی بنا کر طریقت و تصوف کا شکار کیا ہے۔ جناب نگرامی رقم طراز ہیں:

عہدِ عباسی کی ابتدا میں فارسی شاعری پر عربی تہذیب و تمدن کا بہت کچھ اثر رہا لیکن چوتھی صدی ہجری آنے تک بالخصوص شیراز میں آ کر اس کا ڈھانچہ بالکل بدل گیا...ملحدوں زنادقہ اور صوفیا کی گرم بازاری سب سے زیادہ شیراز میں ہی ہوئی۔ میر حسن علی نے اپنی کتاب ''تصوف کا تنقیدی جائزہ'' میں عطار، رومی اور جامی کو مشرکانہ نعت گوئی اور عقیدۂ وحدت الوجود کے مبلّغین میں شمار کیا ہے۔

ڈاکٹر نگرامی ان کے ہم نوا ہیں، گو ان کا موضوعِ سخن اُردو میں نعت گوئی ہے۔ محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کے میر حسن کے اشعار بے سمجھے بوجھے ان پر وسی عقیدے کا بہتان لگایا کہ: رسول رحمت نعوذ باللہ کائنات ہیں، صاحب تصرف ہیں اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت میں آپ کا بھی حصہ ہے۔

میری گزارش ہے کہ نگرامی صاحب میر حسن کے مصرع:

صاحبِ معراجِ سبحان الذی اسریٰ توئی

کی صحیح قرات فرمائیں، حسنِ اضافت کی معنویت سمجھیں اور پھر حکم لگائیں۔ شعر فہمی بھی بڑی چیز ہے۔ ابن الجوزی کی کتاب ''تلبیس ابلیس''، شبلی کی ''شعرالعجم'' کا سہارا لے کر مصری ادیب احمد امین اور قاہرہ یونیورسٹی کی صدر شعبۂ عربی اپنی استانی جی ڈاکٹر سہر قلماوی کی بے تکی و بے اصل باتوں سے وہ اپنے مفروضات و معروضات میں زور پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے ڈاکٹر نگرامی کو تصوف و طریقت کی ہوا بھی نہیں لگی ہے۔ وہ اکبرالٰہ آبادی کے یہ آسان اشعار ہی سمجھ کر پڑھ لیں:

سنو دو ہی لفظوں میں مجھ سے یہ راز　　　شریعت وضو ہے، طریقت نماز
شریعت میں ہے صورتِ فتحِ بدر　　　طریقت میں ہے معنیٔ شقِ صدر
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب　　　طریقت میں حسن و جمالِ حبیب

نعتیہ اشعار جس زبان میں ہوں حسن و جمال کی تجلّیاں پیش کرتے ہیں۔ نعتیں محض علوے فکر و خیال کی عکاسی ہی نہیں آئینہ بندیٔ جمال بھی کرتی ہیں۔

تصوف کے خلاف غوغہ آرائی، طعن و تشنیع و تنقید کی ہفوات سامانی دراصل ان مستشرقین نے کی ہے جو مذہبِ اسلام کے خلاف عالمی سازشوں میں شریک ہو رہے ہیں۔ ان بدبختوں میں نمایاں نام ہارتون (Harton)، بلوشت (Blochet)، ماسی نون (Massignon)، گولڈزیہر

(Gold Ziher)، براؤن (Brown) اور اولیری (Oleary) کے ہیں۔ان کے باطل مشن کو تقویت پہنچانے میں ان دنیادار، مفاد پرست، مصلحت کوش علماسُو کا بھی ہاتھ ہے جنھوں نے اسلاف اور بزرگوں کے برحق اقوال کو لوگوں کی نگاہوں سے دُور رکھا، مثلاً سیّد الطایفہ حضرت جنید بغدادیؒ کا یہ ارشاد:
ایں راہ کس یابد کہ کتاب اللہ بردستِ راست گرفتہ باشد و سنتِ مصطفیٰ ﷺ بردست چپ۔

شیخ ابوبکر طلمستانی کا یہ زریں قول بھی طریق تصوف کا معیار پیش کرتا ہے: **الطریق واضح والکتاب والسنّہ والفقھہ قائم بین اظھرنا**۔(راستہ کھلا ہوا ہے اور کتاب و سنت و فقہ ہمارے سامنے موجود ہے)

شہر شیراز نے، جہاں بقول ڈاکٹر نگرامی ''اسلام کا شیرازۂ اخلاق بگڑ گیا''ہمیں حافظ دیا، سعدی دیا، عرفی دیا۔عرفی کا یہ شعر ہر نعت گو کے پیشِ نظر ہونا چاہیے:

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست
ھشدار کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

اور شیخ سعدی شیرازی تو شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید خاص ہی تھے، فرماتے ہیں:

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضایع است — جز سرّ عشق ہر چہ نجوانی بطالت است
سعدی بشوی لوحِ دِلت رازِ نقش غیر — علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

معجزاتِ انبیا اور کراماتِ اولیا کے منکرین کو آپ کیا کہیں گے جب کہ یہ قرآن سے ثابت ہے۔نعت گو صوفی شعرا انھی حقائق کو نظم کرتے ہیں۔اب کوئی انھیں شرک والحاد و زندقہ کہے تو کہتا رہے اپنی عاقبت خراب کرتا ہے۔اللہ اگر توفیق نہ دے ہر ایک کے بس کا کام نہیں۔

''نعت رنگ''شمارہ ۲۲ میں اور بھی اہم مقالات ہیں مثلاً''اُردو نعت میں ضمائر کا استعمال''مصنّفہ ڈاکٹر اشفاق انجم، اس پر بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔جا بجا ابہام و گنجلک کا عمل دخل ہے۔پروفیسر محمد علی اثر کا مضمون''دکنی میں نعتیہ شاعری صنف غزل کے حوالے سے''اختصار بداماں ایک کامیاب جائزہ ہے۔جناب عزیز احسن اور گوہر ملسیانی کے مقالے بھی نہایت معلومات افزا ہیں۔پروفیسر اقبال جاوید اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے مواد اکٹھا کرنے میں خاصی محنت کی ہے۔ساجد صدیقی نظامی نے''سفینۂ عشقِ مدینہ''کا خوبصورت تعارف پیش کیا ہے۔شہزاد احمد کا''اُردو کے چند اہم پاکستانی انتخابِ نعت''کا اجمالی تعارف بھی خوب ہے۔ماما(سیّدنا) طاہر سیف الدین کے عربی قصیدے کا تنقیدی جائزہ ڈاکٹر ابوسفیان کی عالمانہ کاوش ہے۔

شعری حصے میں احمد یار نعیمی ناز مانک پوری، نظمی مارہروی، ضیا اکبر آبادی، ریاض حسین چوہدری اور امان خاں دل کی خوب صورت نعتوں کی شمولیت نیز ستیہ پال انند کی ایک نظم''پیغام رساں''کا تعارف بھی خوب ہے۔

''نعت شناسی''کے تحت ڈاکٹر ریاض مجید، ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی اور گوہر ملسیانی جیسے باخبر و باہنر، صاحبِ علم و شعور فن کاروں کی شخصیت و انفرادیت پر وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔نعتیہ کتابوں پر تبصرے بھی موثر اور شوق مطالعہ کو انگیز کرنے والے ہیں۔اٹھارہ نعتوں کا انتخاب معیاری اور دلچسپ ہے۔جناب عزیز احسن کی نظم''رمزِ معراجِ مصطفیٰ''کا کیا کہنا مگر اس کا پانچواں مصرع:

عالمِ انسانیت میں صرف اک انساں ہیں آپ

میرے ناقص خیال میں اگر یوں ہوتا تو بہتر تھا:

عالم انسانیت میں آپ وہ انسان ہیں

مدیر''نعت رنگ''کے نام خطوط دلچسپ تو ہوتے ہی ہیں دعوتِ فکر و نظر بھی دیتے ہیں۔خاص طور سے پروفیسر عمران، پروفیسر ڈاکٹر منور غازی کہ ان کا مشغلہ درس و تدریس ہے اور کامران جاوید عرفانی، خطوط، ان تینوں صاحبان نے الفاظ''نہ''اور''کہ''کے دوحرفی استعمال پر عارف

منصور کے اعتراض کو ہدفِ تنقید بنایا ہے۔

آج سے تقریباً چالیس سال قبل ایسی ہی ایک بحث انجمن ترقیٔ اُردو ہند کے ہفتہ وار اخبار ''ہماری زبان'' میں چل نکلی تھی اور یہ کم سواد بھی اس بحث میں شریک ہوگیا تھا۔شکر خدا کہ میری معروضات اور دلیلوں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا اور بات مان لی گئی۔''نعت رنگ'' ۲۲ کے ان خطوط میں زیرِ بحث کتاب ''بلغ العلیٰ بکمالہٖ'' میرے سامنے نہیں اور نہ میں نے اس پر عارف منصور صاحب کا تبصرہ پڑھا ہے مگر جن باتوں پر اختلاف ہے وہ سامنے ہیں۔

بلا شبہ یہ صحیح ہے کہ واد عطف کی طرح ''نہ'' اور ''کہ'' کا تلفّظ اشعار میں یک حرفی ہوتا ہے نہ کہ دو حرفی۔پروفیسر منور غازی لکھتے ہیں:

الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کے دو حرفی الفاظ کے طور پر استعمال ہونے اور محسوب ہونے کے سلسلے میں قدیم اور جدید عہد کے نام ور شعرا کے کئی اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں۔

مجھ کم استعداد کو یقین ہے کہ موصوف اپنے اس دعوے کی دلیل لانے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکیں گے۔پروفیسر غازی آگے لکھتے ہیں:

میر تقی میر کا ایک شعر تقطیع کے ساتھ پیشِ خدمت ہے:

تشنہ لب مرگئے ترے عاشق ― نہ ملی ایک بوند پانی کی

فاعلن فاعلن مفاعیلن ― فاعلن فاعلن مفاعیلن

پروفیسر غازی سے سہو ہوا ہے۔فاعلن فاعلن مفاعیلن کسی بحر کا وزن نہیں ہے۔میر کا یہ شعر بحرِ خفیف مسدس مجنون محذوف میں ہے۔شعر کی صحیح تقطیع یوں ہوگی:

تشنہ لب مرگئے تیرے عاشق ― نہ ملی ایک بوند پانی کی

فاعلاتن مفاعلن فعلن ― فعلاتن مفاعلن فعلن

چونکیے نہیں! دوسرے مصرع میں پہلا رکن فعلاتن ہے۔اس بحر میں ''صدر'' و ''ابتدا'' میں زحاف خبن کو روا رکھا گیا ہے کہ اس سے صورت شعری و ترنم میں کوئی نقص نہیں ہوتا۔مثال میں ایک دو نہیں سیکڑوں اشعار اساتذہ کے پیش کرسکتا ہوں۔سر دست استاد ذوق کا شعر ملاحظہ ہو:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

ذوق کا یہ شعر بحر رمل مثمن مسکن محذوف میں ہے جس کا وزن ہے:

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

اس شعر کے پہلے مصرع کے ''صدر'' میں فاعلاتن مجنون ہوکر فعلاتن ہوجائے گا اور وہ محض اس لیے کہ لفظ ''نہ'' دو حرفی استعمال نہیں ہوتا۔

شاعری میں علم العروض کے اُصول وضوابط کی پابندی لازم ہے۔یہاں آزادی اور من مانی جائز نہیں۔بحر رمل کے بیان میں استاد یاس یگانہ چنگیزی فرماتے ہیں: صدر و ابتدا میں سالم و مجنون کا اجتماع جائز ہے۔رمل مثمن مخبون میں صدر و ابتدا اور حشو کے مقام پر فعلاتن کو تسکین اوسط کے مفعولن بنالینا صحیح ہے۔چاہیں تو اس شعر پر بھی غور کرلیں:

ہمہ از بہر نو سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نبا شد کہ تو فرماں مبری

حافظ شیرازی کے بھی ایک دو شعر ملاحظہ ہوں:

نشوی واقف یک نکتہ ز اسرار وجود تا نہ سرگشتہ شوی دایرہ امکاں را

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامی چند

اشکِ غمازِ من ار سرخ برآمد چہ عجب خُجِلْ از کردۂ خود پردہ درے نیست کہ نیست

ان اشعار میں ''نہ''، ''کہ''، ''وادعطف'' کا یک حرفی استعمال اور نفی بروزن وحی بھی نظر آئے گا۔

پروفیسر ڈاکٹر منور غازی نے حفیظ جالندھری کا یہ مشہور مصرع بھی:

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

اپنے اس دعوے کی دلیل میں پیش کیا ہے کہ اس میں لفظ ''نہ'' دوحرفی استعمال ہوا ہے اور اس مصرع کی یوں تقطیع کی ہے جو اُصولاً اور صریحاً غلط ہے۔ تقطیع یوں کی ہے:

تم نے ہمے	بھلا دیا	ہم نہ(نا) تمے	بھلا سکے
مستفعلن	مفاعلن	مستفعلن	مفاعلن

جاننا چاہیے کہ بحر رجز مفرد بحر ہے جس کے سالم ارکان آٹھ بار مستفعلن ہیں۔ انیس زحافات اس بحر میں لگتے ہیں جس سے اس کے سات مستعملہ اوزان بنتے ہیں مگر مستفعلن مفاعلن مستفعلن مفاعلن ان میں آتا ہی نہیں۔

حفیظ جالندھری کا مصرع دراصل بروزن:

مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

ہے جو بحر ھزج کا پانچواں مستعملہ مشہور وزن ہے۔ اسی بحر و وزن میں یہ شعر بھی ملاحظہ ہو جس میں لفظ ''نہ'' یک حرفی ہی استعمال ہوا ہے۔

آبلۂ پا نکل گئے کانٹوں کو روندتے ہوئے

سوجھا پھر آنکھ سے نہ کچھ منزلِ یار دیکھ کر

ہو سکے تو تقطیع کر کے دیکھ لیں۔ رہ گئی بات لفظ وحی کے صحیح تلفّظ کی۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: جن اشعار میں اسے (وحی) متحرک ح کے ساتھ استعمال کیا ہے، ان اشعار کو بے وزن نہیں کہا جا سکتا۔

دلیل یہ ہے کہ فیروز اللغات، نوراللغات اور رافع اللغات وغیرہ میں لفظ وحی کے حرف ح کو متحرک لکھا گیا ہے۔ اسی کو انگریزی میں کہتے ہیں Lame Excuse۔

وحی عربی لفظ ہے نفی وسعی کی طرح۔ قرآن سے بڑھ کے سند کیا ہوگی۔ سورہ نجم کے شروع میں ہی دیکھ لیں اِن ھو الا وحی یوحیٰ ط[آیت:۴]

سند کسی عربی یا فارسی مستند نعت سے دی ہوتی یا اُردو ہی کے کسی استاد شاعر کا شعر پیش کرتے۔ احمد فراز اچھے شاعر ہیں مگر وہ فن شعر و زبان کے استاد نہیں۔ ''وحی'' بروزن ''ڈہی'' عوام بولتے ہیں وہی جو لسان و ادب سے لاعلم ہوتے ہیں۔

اسی لیے ''غلط العام فصیح'' کہا گیا ہے۔ ''غلط العوام'' نہیں۔ ''حکایت شبان وموسیٰ'' کا یہ مشہور شعر تو بہتوں کو یاد ہے:

وحیِ آمد سوے موسیٰ از خدا　　بندۂ مار ازما کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی　　نے برائے فصل کردن آمدی

فارسی اشعار میں بھی ''نہ'' یک حرفی ہی استعمال ہوتا ہے اور اگر وزن کا تقاضہ دوحرفی کا ہو تو ''نہ'' کو نے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اوپر کے شعر سے ظاہر ہے اور یہی چلن اُردو اشعار میں بھی ہے۔

آگے بڑھے تو کامران جاوید عرفانی کا خط دیکھا۔ ''نہ'' اور ''کہ'' سے متعلّق جناب عارف منصور کے موقف کو غلط ثابت کرنے میں انھوں نے بھی بہت زور لگایا ہے۔ لکھتے ہیں: عارف منصور جیسے ایک آدھ نامعتبر عروضیے نے ان الفاظ کے بارے میں غلط رائے دی ہے جسے دسیوں اساتذہ کے اشعار غلط ثابت کر رہے ہیں۔

انھوں نے دلیل ومثال میں بیدل حیدری، حالی، غالب، درد اور میر کے یہ اشعار نقل کیے ہیں:

بیدل حیدری:　نہ سہی آشیاں قفس ہی سہی　سر تو آخر کہیں چھپانا ہے
حالی:　نہ ملا کوئی غارتِ ایماں　رہ گئی شرم پارسائی کی
غالب:　نہ سنو گر برا کہے کوئی　نہ کہو گر برا کرے کوئی
درد:　جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا　کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا

یہ چاروں اشعار متذکرہ بالا بحر خفیف مسدس مخبون محذوف میں ہیں جن کا وزن ہے:

فاعلاتن　مفاعلن　فعلن

جو اس شعر کا وزن ہے:

تشنہ لب مرگئے ترے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

میر تقی میر کے درج ذیل شعر کی تقطیع بھی عرفانی صاحب نے بالکل غلط کی ہے:

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسی کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

اس شعر کا صحیح وزن ہے:

مفعولُ　فاعِ　لاتُ　مفاعیلُ　فاعلن

تقطیع آتی ہو تو کر کے دیکھ لیں۔

ان کا غلط تقطیع کردہ وزن مستفعلن مستفعلن مستفعلن فعل بحر رجز کے تحت آتا ہی نہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

طلحہ رضوی برق

طلعت سلیم (برمنگھم)

''نعت رنگ'' ۲۲ کے اوراق پر بکھرے خوش رنگ خوش بودار پھولوں کی مہکار نے مشامِ جاں کو تر و تازہ کر کے قلب و ذہن کو مسحور و مسرور کر دیا۔ نعت شناسوں، نعت نگاروں اور اس کے پرستاروں کی خوب صورت کاوشیں یک جا کر کے، محنت اور محبّت سے ترتیب دیا ہوا۔ ہمارا ''نعت رنگ'' آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبّت عقیدت میں ڈوبے، اس کے نور سے جگمگاتے دلوں کو گرماتا تڑپاتا یوں ہی خوب سے خوب تر کی جستجو میں کامیابی و کامرانی کی راہوں پر اسی انفرادی شان سے گامزن رہے۔ (آمین)

''نعت رنگ''، چند نشستوں میں پڑھنے کی چیز نہیں یہ آنکھوں سے لگا کر ہمہ وقت دست رس میں رکھے جانے کے قابل ہے جب موقع ملا کوئی شہ پارہ پڑھ لیا۔ میری ایسی ہستی کہاں اور میں کہاں کی ایسی دانا کہ اس کے بلند پایہ مضامینِ نظم و نثر کے بارے میں کچھ لکھوں، بس یہ ہے کہ صنفِ نعت کے نو بہ نو پہلوؤں پر نامی گرامی نعت شناسوں کے عالمانہ انداز میں لکھے ہوئے مضامین پڑھ کر دل بہت خوش ہوتا ہے کہ ہر مضمون کے مطالعہ پر نئی نئی باتیں آشکارا ہوئیں۔ نئی سوچ نیا زاویۂ نگاہ، مستند حوالے، مثالیں، نئی اور مذہبی نقطۂ نظر سے چھیڑی ہوئی بحثیں، عام مغالطوں کی تشریح، مختلف عیوب کی نشان دہی، مشہور و مقبول تصانیف کے تذکرے جو ان کی جستجو پر اُبھاریں۔ غرض قدم قدم پر کیا کیا کچھ دامنِ دل کھینچتا ہے کہ جا ایں جاست! کئی مضامین کی عبارت اس درجہ دل آویز، اتنی دل کش ہے، مثلاً جناب گوہر ملسیانی اور پروفیسر اکرم رضا صاحب کے مضمون یوں لگتا ہے گویا قلم سے الفاظ نہیں پھول جھڑ رہے ہوں۔

میں اللہ پاک کی مہربانی اور نبی کریم ﷺ کی چشم کرم کی بدولت نعت کہنے کا شوق اور تھوڑی بہت صلاحیت رکھتی ہوں۔ آپ کی محبّت سے مزین اپنے دلی جذبات، احساسات، خیالات اور سرزمینِ مدینہ منورہ سے وابستہ اُلفت، حسرتیں ارمان اپنی سی کوشش کر کے نعتیہ اشعار کے قالب میں ڈھال لیتی ہوں اور خوش ہوتی ہوں۔ اس مرتبہ جناب ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے ''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری'' کے عنوان سے مضمون میں مغرب کے نعت گو شعرا کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے ناچیز کو بھی ذکر کے قابل سمجھا ان کا حسنِ ظن ہے، مہربانی ہے جس کے لیے ان کی ممنون ہوں۔ انھوں نے جن قابلِ گرفت پہلوؤں کی جانب توجہ دلائی ہے ان شاء اللہ ان پر ضرور توجہ دوں گی۔

ایک شعر کے بارے میں البتہ بصد ادب عرض کرتی ہوں کہ یہاں میں نے ''شان'' کے لفظ کو واحد ہی کے طور پر برتا ہے۔ شعر ہے:

اپنے کپڑوں میں پیوند خود ٹانکتے　　　اپنی پاپوش بھی بارہا گانٹھتے
زندگی کوئی دیکھے وہ کیسے کٹی　　　ماند تھی سامنے جس کے ''شانِ کئی''

آپ نے اس ترکیب کو خلافِ روزمرہ اور خلافِ محاورہ کہا ہے۔ میں نے ''شانِ کئی'' کہہ کر عالی مرتبت ایرانی شہنشاہوں کی شان بیان کی ہے۔ علامہ اقبال کا مصرع ہے:

مانگنے والے کو ہم شانِ کئی دیتے ہیں　　　(شکوہ جوابِ شکوہ)

اور مندرجہ ذیل شعر میں موجود شخصی تداخل کی نشان دہی فرماتے ہوئے جہاں اسے سراہا ہے وہاں اسے ہندوئی ثقافت کا مظہر بھی گردانا ہے۔

آپ کے قدموں میں جھک کر پیش میں کرتی سلام
آپ کی لے کے دعائیں کس قدر ہوتی نہال

یہاں بھی بصد ادب و احترام عرض کروں گی کہ قدموں میں جھکنے سے میری مراد حد درجہ ادب و احترام سے سلام پیش کرنا ہے۔ ہم والدین یا

بزرگوں سے کہتے ہیں، آپ کی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوں۔ یہ ان کی ذات سے وابستہ بے پایاں عزت وتکریم کا اظہار ہے۔ ہندوتو قدم چھوتے ہیں ہم ایک قدم اور آگے بڑھ کر قدم چومنے کی بات کرتے ہیں۔ قدموں میں جھک کر سلام کرتے ہیں۔ ہندوانہ رسم ورواج کی جھلک ہے، میں نے یہ نہیں سوچا تھا۔ والدین کی قدم بوسی والی بات کے بارے میں اظہارِ خیال کریں تو شکر گزار رہوں گی۔

طلعت سلیم

☆ طلعت سلیم (پ: ۱۹۴۵ء)، شاعرہ، مصنّفہ، نعتیہ مجموعہ: ''یا نبی یا نبی یا نبی''۔

ظفر اسحاق انصاری، ڈاکٹر (اسلام آباد)

۱۵/ جنوری ۲۰۰۹ء

برادرِ محترم جناب صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون

امید ہے کہ جنابِ والا کے مزاج بخیر ہوں گے۔

نہ معلوم اب سے کتنے سال قبل مجھے آپ سے رابطہ قائم کرنا چاہیے تھا۔ آپ نے اپنے نہایت وقیع مجلّہ ''نعت رنگ'' کے اجرا کے بعد اس گم نام پر کرم فرمایا اور رسالہ بھیجتے رہے۔ ایمان داری کی بات ہے کہ میں پہلے ہی شمارے سے اس رسالے کا بے حد قدرداں ہوں اور اس مناسبت سے آپ سے انس اور محبّت وعقیدت کا ایک گہرا تعلق رکھتا ہوں۔ یہ باتیں بھی اگر نہ ہوتیں تو احسان شناسی اور عام اخلاق کا تقاضا تھا کہ میں شکر یہ کا خط لکھوں۔ اب عرصہ دراز کے بعد شدید ندامت وخجالت کے ساتھ آپ کی خدمت میں معذرت کی درخواست کے ساتھ حاضر ہوں۔ آپ نے حال ہی میں مزید کرم فرمایا کہ رسالہ بھی ارسال فرمایا اور کشفی صاحب پر کتاب بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بھی اجر دے اور خاص طور پر ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں خود اور ہم سب بے زبانوں کی طرف سے ہدیۂ نعت ومنقبت پیش کرنے کا بھی۔

آپ نے خود جو اثر انگیز نعتیں لکھی ہیں وہ بھی اس صنف میں ایک نمایاں اضافہ ہیں لیکن بہترین نعتوں کا انتخاب پیش فرما کر آپ نے ایک نہایت عظیم خدمت انجام دی ہے۔ آپ اور آپ کے احباب نے ایک اور بڑا کارنامہ بھی انجام دیا ہے اور وہ یہ کہ نعت پر بلند پایہ تنقیدی مقالات کا ایک نہایت مفید سلسلہ سامنے لائے ہیں جس کی وجہ سے نعت کو اُردو تنقیدی ادب میں ایک مستقل مقام حاصل ہو گیا ہے۔

میں چالیس پچاس سال سے برادرم ابوالخیر کشفی صاحب مرحوم کے ارادت مندوں اور خوشہ چینوں میں ہوں، اور ہمارے تعلّقات مودت اور بے تکلّفی کے تھے۔ اب میری نالائقی کی بھی کوئی حد ہے کہ انھوں نے ایک بار اس بات پر میری سرزنش کی کہ میں آپ سے رابطہ میں کیوں نہیں ہوں اور میں پھر بھی ٹس سے مس نہ ہوا۔

پشیمانی کے ان احساسات کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوں، آپ کی عالی ظرفی سے توقع ہے کہ میری کوتاہیوں سے نہ صرف صرفِ نظر فرمائیں گے بلکہ مجھے اپنے ارادت مندوں کی صف میں شامل ہونے کی اجازت بھی مرحمت فرمائیں گے۔

ان شاء اللہ کراچی آنا ہوا تو آپ سے درخواست کروں گا کہ اپنی دست بوسی کا موقع عنایت فرمائیں۔

ادارہ تحقیقات اسلامی میں ہمارا ایک سہ ماہی رسالہ ''فکر ونظر'' ہے اس کے مدیر ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمٰن ہیں، وہ عنقریب مرحوم کشفی صاحب پر ایک خاص نمبر لا رہے ہیں۔ مجھ سے درخواست کرنے میں دیر ہو گئی ورنہ آپ کی تحریر سے اشاعتِ خاص کی شان دوبالا ہو جاتی۔ اب بھی اگر

جلد کوئی نظم مرحمت فرماسکیں تو ہم ممنون ہوں گے۔

میں دفتر کو یہ ہدایت کر رہا ہوں کہ سہ ماہی مجلّہ ''فکر ونظر'' آپ کے نام باقاعدہ نہیں جارہا تو آئندہ اسے آپ کو باقاعدگی سے روانہ کیا جائے۔ اگر تبادلہ کے طور پر آپ ''نعت رنگ'' روانہ فرماسکیں تو بہت ممنون رہوں گا۔

کیا آپ کا اسلام آباد تشریف لانا ہوتا ہے؟ جب کبھی تشریف لائیں، مطلع فرمائیں تاکہ ملاقات سے شادکام ہوسکوں۔

والسّلام مع الاحترام

خاکسار

ظفر اسحاق انصاری

☆ ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری (۲۷ دسمبر ۱۹۳۲ء۔ ۲۴ اپریل ۲۰۱۶ء) محقق، مورخ، ڈائرکٹر جنرل اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، متعدد عالمی تنظیموں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کی مجلس ہائے ادارت ومشاورت کے رکن، متعدد کتابوں کے مصنّف۔

ظہیر غازی پوری (جھارکنڈ، انڈیا)

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

آپ کا مرسلہ رسائل وکتب کا پیکٹ بہت پہلے مل گیا تھا۔ جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ اس کے دو اسباب ہیں۔ پہلا سبب یہ کہ میں آپ کے خط کا منتظر رہا تاکہ مجھے علم ہوسکے کہ موضوعاتی اشاریہ کی چار زائد کاپیاں کن لوگوں کے لیے ارسال کی گئی ہیں۔ کیا میں انھیں ایسے لوگوں کو بھیج دوں جو نعتیہ شعروادب تخلیق تو کرتے ہیں مگر ''نعت رنگ'' میں نہیں لکھتے۔ دوسرا سبب یہ کہ میری اہلیہ یوں تو گردے کے انفکشن کے باعث گزشتہ دس برسوں سے زیرِ علاج ہیں مگر ادھر۔ ۸ ماہ سے ان کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہے۔ بعض اوقات تو میں ان کی زندگی سے مایوس اور نااُمید ہوجاتا ہوں۔

پیکٹ میں ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۵ کے علاوہ کتابی سلسلہ ''راہِ نجات'' [۱] عزیز احسن صاحب کی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' [۲] سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی تصنیف ''نعت اور تنقیدِ نعت'' [۳] اور پروفیسر شفقت رضوی صاحب کی کتاب ''اردو میں نعت گوئی'' [۴] بدست ہوئی۔ ان سب کو جستہ جستہ دیکھ سکا ہوں۔ خوش ہوں کہ ''نعت رنگ'' میں شائع علامہ ارشد القادری صاحب کی نعت گوئی کے موضوع پر لکھا ہوا میرا مضمون [۵] قارئین نے بے حد پسند کیا۔

میں ادب میں اختلاف کا قائل ہوں اور اس سے بددل یا بدظن نہیں ہوتا۔ یہ اچھی بات ہے کہ اربابِ فکر وادب اب تک میرے مضمون ''نعتیہ شاعری کے فنی لوازمات'' [۶] پر کسی نہ کسی زاویے سے اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔ مگر بعض لوگ اسے ''دوسرا رنگ'' دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کاش ایسے لوگ خالص علمی اور فنی تحریریں عصبیت کی عینک اُتار کر پڑھنے کی عادت ڈالتے۔ جناب کوکب نورانی صاحب کے طویل مراسلات دلچسپ اور معلوماتی ہوتے ہیں مگر وہ سکے کا ایک پہلو پیش کرنے کے عادی ہیں اور ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں!

اس خط کے ہمراہ میں ایک مضمون ''تاج الفحول... ایک مداحِ رسول'' [۷] اور دو عدد نعت پاک روانہ کر رہا ہوں۔ ایک عدد نعت پاک ''سفیرِ نعت'' کے لیے ہے۔

گزشتہ چھ ماہ کے دوران ذہنی یکسوئی اور سکون حاصل نہ ہونے کے باعث کوئی تخلیقی یا ادبی کام نہیں کرسکا۔ اکتوبر ۲۰۰۲ء میں اپنی نثری تصنیف ''مطالعۂ اقبال کے بعض پہلو'' کمپوزنگ کے لیے دی تھی۔ ارادہ تھا کہ کمپوزنگ ہونے سے قبل ایک مضمون اور لکھ لوں گا مگر وہ بھی ممکن نہ ہوسکا

اور آخر کار ۲۴ رجون کو مسودہ دہلی بھیج دیا۔ اُمید ہے کہ کتاب اس ماہ کے آخر میں چھپ کر آجائے گی۔ آپ لوگوں کی خدمت میں ان شاء اللہ ضرور بھیجوں گا۔ یقین ہے آپ بہ عافیت ہوں گے۔

نیازمند
ظہیر غازی پوری

☆ ظہیر غازی پوری (۸ جون ۱۹۳۸ء۔۳ نومبر ۲۰۱۶ء)، نام: ظہیر عالم، تخلّص: ظہیرؔ، شاعر، ادیب، کتب: ''تثلیثِ فن''، ''الفاظ کا سفر''، ''آشوبِ نوا''، ''کہرے کی دھول''، ''سبز موسم کی صدا''، ''دعوتِ صد نشتر''، ''لفظوں کے نشتر''۔

ا۔ مرتب: غلام مجتبیٰ احدی، ۲۰۰۸ء، کراچی: چودھواں ایڈیشن، ۴۹۸ص ۲۔ ۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیم نعت، ۲۴۸ص
۳۔ ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۲۳۲ص ۴۔ اردو میں نعت گوئی۔ چند گوشے، ۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۲۲۴ص
۵۔ ''علامہ ارشد القادری کی نعت گوئی میں معنویت، شعریت اور تخلیقیت''، ش ۱۴، ص ۱۵۴۔۱۶۶ ۶۔ ش ۱۱، ص ۱۲۰۔۱۴۲ ۷۔ ش ۱۶، ص ۲۲۰۔۲۳۳

۲۰۰۲/۷/۴ء

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

میں نے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۲ کی وصولیابی کے بعد ایک خط لکھا تھا اور شعری تخلیقات بھی ارسال کی تھیں۔ معلوم نہیں وہ لفافہ آپ کو مل سکا کہ نہیں۔ وہ بڑا افراتفری کا دور تھا۔ رسائل و خطوط کی آمد و رفت کچھ روز تک متاثر ہوئی تھی۔ اس کے بعد ''صریر''، ''شاعری''، ''روشنائی'' اور ''تسطیر'' وغیرہ کے شمارے ملے تو قدرے اطمینان ہوا کہ ڈاک کی ترسیل جاری ہے مگر میں اچانک شوگر کے مرض میں مبتلا ہو گیا۔ اس مرض نے چند ہی دنوں میں لاغر و نحیف کر دیا تھا۔ علاج سے فوراً مرض جاتا رہا مگر صبح سویرے تاثیر ٹہلنے کا حکم ڈاکٹر نے دیا تھا۔ چند ماہ یہ سلسلہ جاری رہا کہ شدید قسم کا اکسیوزر لگنے سے گلے، کان اور ناک میں عجیب قسم کی تکلیفات پیدا ہو گئیں۔ دونوں کان میں درد رہنے لگا۔ زخم ہو گیا اور بہنے بھی لگا۔ اس کے بعد شائیں شائیں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ ان تکلیفات میں مارچ اپریل ۲۰۰۲ء تک مبتلا رہا۔ علاج ابھی تک جاری ہے مگر اب پڑھنے لکھنے لگا ہوں۔ ایک مضمون ''علامہ اقبال... حصارِ نقد سے باہر'' اشاعت کے لیے ''ایوانِ ادب'' کے اقبال نمبر کے لیے ارسال کیا۔ اس کے بعد علامہ اقبال کی ایک نظم نما غزل ''لکھا جو ماہ جون کے سرسبز'' اور ''پیش رفت'' میں شائع ہوا ہے۔ ایک مضمون رباعی کے موضوع پر لکھ رہا ہوں۔ رباعی اور دوبیتی کے فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ اقبال کی رباعیات کے بارے میں لکھ ہی رہا تھا کہ ایک متضاد رائے نے شک و شبہ میں مبتلا کر دیا لہٰذا اس کی تحقیق کے لیے رائے دہندگان کے علاوہ ڈاکٹر جگن ناتھ آزاد کو بھی طویل خط لکھا۔ انھوں نے نہ صرف طویل خط لکھا بلکہ ایک ہفتہ قبل سات عدد کتابیں اور ادھر دو تین دنوں کے دوران ۱۴، ۱۵ مزید کتابیں بھجوادی ہیں۔ ظاہر ہے ان سب کو پڑھنے میں وقت لگے گا۔ اسی دوران جناب مولانا ملک الظفر سہسرامی صاحب نے علامہ ارشد القادری کی خدمات کے کسی پہلو پر ایک مضمون کی فرمائش کی۔ غالباً کوئی کتاب ترتیب دی جا رہی ہے۔ لہٰذا مواد یک جا کر کے تعمیل ارشاد کر دی اور مضمون آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی دو عدد نعت بھی ہدیہ کر رہا ہوں۔ آپ انھیں اپنی پسند کے مطابق ''نعت رنگ'' یا ''سفیرِ نعت'' میں شائع کر سکتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نمبر ۱۲ کے بعد کوئی شمارہ شائع ہوا کہ نہیں، مجھے علم نہیں ہو سکا۔ آپ ''نعت رنگ'' اور ''سفیرِ نعت'' کی میری کاپیاں مدیر ''الکوثر'' کو بھجوا دیا کریں تو مجھے رسائل جلد مل جایا کریں گے۔ ''نعت رنگ'' کا پچھلا شمارہ نمبر ۱۲ مجھے بہت تاخیر سے ملا تھا۔

ایک بات اور میرے مضمون ''نعتیہ شاعری کے فنی لوازمات'' پر بہت سے اربابِ فن نے خطوط اور مضامین کی شکل میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ بعض نے بے حد تعریفیں کی ہیں اور بعض نے ضمنی باتوں کو ایشو بنا کر خواہ مخواہ تل کو تاڑ بنانے کی سعی کی ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی ہی جیسا مضمون

’’کنز الایمان‘‘ دہلی میں جناب شرؔر مصباحی نے بھی لکھا تھا۔ بعض اکابرین مثلاً ناوکؔ حمزہ پوری اور (علامہ) شارقؔ جمال صاحبان نے جوابی مضامین بھیجے مگر وہ شائع نہیں ہوئے۔ آپ کیا کہتے ہیں میں نعتیہ شاعری کی عظمت، اس کی تقدیس اس کے احترام پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے انتہائی سلجھے ہوئے انداز میں صابر صاحب اور شرر مصباحی کے اعتراضات کا جواب لکھوں تو کیا آپ اس مضمون کو ’’نعت رنگ‘‘ میں جگہ دیں گے؟ اگر ہاں، تو جلد مطلع فرمائیں۔ میں رُباعی کے موضوع پر اپنے دو یا تین عدد مضامین مکمّل کرنے کے بعد ایک بحث انگیز سنجیدہ مضمون قلم بند کرکے آپ کو بھیج دوں گا۔ کارِلائقہ سے یاد فرماتے رہا کریں۔ مجھے خوشی ہوگی۔

یقین ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ میں بفضلِ الٰہی بخیر ہوں۔

خلوص کار

ظہیر غازی پوری

~~~~~~

ضیاء الرحمٰن، ڈاکٹر (کوئٹہ)

۲۳ نومبر ۲۰۱۴ء

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ خوشی اور شرمندگی بہ یک وقت نازل ہوئیں۔ خوشی اس بات کی کہ آپ نے یاد رکھا، شرمندگی یوں کہ میں آپ اور آپ سے کیے ہوئے وعدوں کو بھول گیا۔ پہلا ازالہ تو یہ چند سطریں ہیں۔ دوسرا جواز یہ کہ میں مسلسل علالت میں رہا۔ دو ڈھائی ماہ اسی کی نذر ہو گئے۔ یہ سلسلۂ معالجہ کراچی بھی جانا ہوا دو ہفتے اسپتال اور زبردستی کے تیمارداروں کے گھروں میں رہا۔ اسی درمیان میں آپ کی تین کتابیں اور ۲۵ ستمبر ۲۰۱۴ کا خط آیا، مگر یہ چاروں چیزیں بند پڑی رہیں۔ چار شکر گزاریوں کا بوجھ لیے پھرتا ہوں۔ ازالہ کی ایک صورت یہ ہے کہ میں نے مقالے کے متعلّقہ حصے کی عکسی نقل تیار کرالی ہے۔ مگر اسے ایسے ذریعے سے سپرد کرنا رہ گیا ہے جو تیز رفتار ہو۔ ان شاءاللہ ایک دو دن میں یہ بھی ہو جائے گا۔ اس سیاق وسباق میں میری معذرت خواہی کو قبول فرمائیں گے۔ نعت رنگ سے متعلّق آپ کی فراہم کردہ کتابوں پر جو نگاہ ڈالی ہے اسے سرسری بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اب طبیعت قدرے بحال ہوئی ہے اور روزمرہ کے کاموں کو رفتہ رفتہ جزوِ زندگی بنا رہا ہوں لہٰذا مطالعے کا وقت فراہم ہو جائے گا۔ پھر نعت اس کے مباحث اور ذکرِ رسول پاک ﷺ سے دوری کس طرح ممکن ہے؟ پڑھنا ہوگا، پڑھ پڑھ کے سمجھنا ہوگا اور سمجھ سمجھ کے پڑھنا ہوگا۔ آپ کی اس خدمت اور نیکی کا صلہ اجرِ کثیر کی صورت میں عطا ہو۔ آمین۔

میرے معاونین کیا، معاون بھی نہیں ہے۔ سب کچھ مجھے خود کرنا پڑتا ہے۔ صبح سے رات تک یونیورسٹی کے تعلیمی، تدریسی اور انتظامی کام کرنا ہوتے ہیں۔ پھر وقت نکالتا ہوں تو دوسرے کام کرتا ہوں۔ اس لیے جب بھی ممکن ہوا ’’نعت‘‘ پر ضرور لکھوں گا۔ اب تو آپ سے راہ ورسم پیدا ہوگئی ہے ان شاءاللہ نعت رنگ کے لیے، کچھ تیار کرتے رہنے کی کوشش، جاری رہے گی۔ محترم ڈاکٹر سید جاوید اقبال صاحب کا بہت احسان ہے کہ وہ آپ جیسے احباب سے متعارف کرادیتے ہیں۔ ورنہ ہم تو بلوچستان میں دور بیٹھے ہیں۔ جو کچھ بھی کرلیں ہمیں کون جانتا ہے اور کسے فرصت ہے کہ ہمیں جانے اور نہ ہی ہمیں خود متعارفی کے سلیقے آتے ہیں۔ کڑوی کسیلی پر پھر معذرت۔

متعلّقین کو حسب مراتب سلام ودعا کہیے گا۔ زندگی بہ خیر تو اللہ بالمشافہ ملاقات کی راہ بھی ہموار کرے گا۔ ان شاءاللہ

ضیاء الرحمٰن

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن (پ: ۱۸ جولائی ۱۹۴۸ء)، ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینیٹیز، سردار بہادر خان ویمن یونیورسٹی، کوئٹہ، کتب: ’’قندیل خیال‘‘، ’’آثار وتحقیق‘‘۔

~~~~~~

۲۷/ دسمبر ۲۰۱۴ء

گرامی نامہ مرسلہ یکم دسمبر ۲۰۱۴ء تاخیر سے ۱۲ دسمبر کو موصول ہوا۔ اس کے تشکّر کے الفاظ میری ممنویت کو ادا کرنے سے قاصر ہیں جواب اس سے بھی تاخیر سے لکھ رہا ہوں جس کا کوئی جواز موزوں نہیں! ماسوائے اس کے کہ معذرت پیش کرنے پر اکتفا کر دوں۔

میری نگرانی میں نعت پر کوئی کام پی ایچ۔ ڈی سطح پر نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہو رہا ہے آپ نے توجہ مبذول کرائی ہے کوئی لائق، باذوق اور نعت پر مطالعہ رکھنے والا طالب علم سامنے آیا تو اس کی رضا سے یہ کام بھی انجام دینے کی کوشش کروں گا بہ شرطِ زندگی؟

''بلوچستان میں اردو حمد و نعت'' کی عکسی نقول کی موصولی کا ایس ایم ایس موصول ہو گیا تھا جس سے تشفّی ہو گئی تھی کہ مذکورہ مواد بہ حفاظت آپ تک پہنچ گیا ہے۔ میں صبح سے رات تک یونیورسٹی میں واقعتاً بہت مصروف رہتا ہوں اس لیے اکثر ایس ایم ایس جیسے مختصر ''مکتوب جدید'' کے لیے بھی وقت نہیں نکال پاتا ہوں پھر رفتہ رفتہ بھول جاتا ہوں کہ کس کو کیا کہنا ہے؟ یہ خط ان سب کا ازالہ جانیے۔ آپ کی بھیجی گئی تینوں کتابیں (میں انہیں تحفے گردانتا ہوں) مطالعے سے گزری ہیں۔ نئے ''تحائف'' کا بے چینی سے منتظر ہوں۔ اگر جنوری کے ہفتہ اول تک بھیجنا ممکن ہو تو یونیورسٹی کے پتہ پر ارسال کیجیے گا ورنہ یکم مارچ کے بعد زحمت کی گزارش کروں گا کیونکہ یونیورسٹی سردیوں کی تعطیلات کے سلسلے میں بند ہو جائے گی۔ امکانات میں ہے کہ میں جنوری یا فروری میں کراچی کا مختصر چکر لگاؤں آنا ہوا تو آپ سے رابطہ بھی ہو گا اور نعت ریسرچ سینٹر کو بہ نفیس نفیس دیکھنے کی سعادت بھی حاصل ہو جائے گی ان شاء اللہ۔

بلوچستان میں رفتارِ تحقیق بہت سست روی سے آگے بڑھی ہے اب رفتہ رفتہ جوشِ تحقیق بلند ہونے لگا ہے۔ دور نزدیک کے مرد و زن اُردو تحقیق میں وارد ہو رہے ہیں۔ امید ہے ان میں سے چند بلند قامت محقق سامنے آجائیں گے یہ بات میں یہاں ہونے والی ''سندی تحقیق'' کے پس منظر میں کہہ رہا ہوں۔ عمومی تحقیقی کی روایت پہلے بھی کم زور تھی اور اب اس سے بھی زیادہ دگرگوں ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر[۱] کے انتقال (وسط دسمبر ۲۰۱۴ء) کے بعد تو یہ اور بھی مدھم ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

۱۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر (یکم اپریل ۱۹۳۱ء۔ ۱۲ دسمبر ۲۰۱۴ء) محقق، مؤرخ، ماہرِ تعلیم، کتب: ''بلوچستان میں فارسی شاعری''، ''بلوچستان میں اردو''، ''تذکرہ صوفیائے بلوچستان''، ''تحریک پاکستان میں بلوچستان کا حصہ''، ''علامہ اقبال اور اردو''، ''سرورِ کائنات ﷺ کی مہک بلوچستان میں''، ''سرورِ کائنات ﷺ بحیثیت داعی امن و اخوت''، ''بلوچستان میں تحریک تصوف''، ''بلوچستان: مسلم لیگ کے رہنما اور کارکن''، ''قائد اعظم، تحریک پاکستان اور صحافتی محاذ''، پاکستانی زبانوں کے صوفی شعراء'' و دیگر۔ اعزازات: تحریک پاکستان گولڈ میڈل (۲۰۱۰ء)، صدارتی تمغہ حسن کارکردگی (۱۹۹۷ء)، رائٹرز گلڈ انعام (۱۹۶۸ء) و دیگر۔

عابد حسین حیدری، ڈاکٹر (سنبھل، انڈیا)

۱۳ فروری ۲۰۱۸ء

مزاجِ گرامی! کئی ماہ بعد سرسیّد مرحوم کے قابلِ فخر ادارہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اُردو میں اپنے عزیز دوست اور عہدِ حاضر کے معروف ناقد، ادیب اور شاعر پروفیسر مولیٰ بخش کی زیارت سے مشرف ہوا۔ از راہِ محبّت انھوں نے نعت رنگ شمارہ ۲۷ بطور تحفہ پیش کیا۔ دل باغ باغ ہو گیا۔ ہندوستان کے ایک چھوٹے سے شہر سنبھل میں ایم جی ایم کالج کی پرنسپلی کے باعث سرحد پار کی ادبی سرگرمیوں سے بہت کم واقفیت ہو پاتی ہے جس کے سبب اس عظیم تحفہ کے مطالعہ سے محروم رہا۔ آپ کی پُرخلوص کوشش کی جتنی بھی ستائش کی جائے کم ہے۔ اُستادِ محترم مرحوم علی جواد زیدی نے العلم ممبئی سے ایک خصوصی نمبر ''نعت خیر المرسلین'' شائع کیا تھا جس میں راقم الحروف بھی بحیثیت مدیران کا شریک کار تھا۔ ان کا خیال تھا کہ مذہبی شہ پاروں کی بھی ادبی پرکھ ضروری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ پاکستان میں جواں سال ادیب ارتضیٰ عباس نقوی اور آپ یہ کام بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ اللہ آپ حضرات کو اس کی جزا دے گا۔ سرِ دست پروفیسر مولیٰ بخش کے حکم پر ایک مضمون ''دلّو رام کوثری کی نعت گوئی، ہندو کی نعت و منقبت کے حوالے سے'' آنے والے شمارے میں

شمولیت کے لئے ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے کہ نعت رنگ میں شامل فرما کر شکر گزار فرمائیں گے اور اگر ممکن ہو تو گزشتہ شمارے بھی میرے پتہ پر ارسال فرمائیں تو خصوصی کرم ہوگا۔

عابد حسین منہاس، محمد (چکوال)

۸/مارچ ۲۰۰۶ء

محترم و محتشم سید صبیح رحمانی!

السّلام علیکم! خیریت موجود، خیریت مطلوب!

''نعت رنگ'' کا پمفلٹ موصول ہوا۔ اس بے پایاں خلوص و محبّت پر تہہ دل سے ممنون ہوں اور بقلبِ صمیم دعا کرتا ہوں کہ عشقِ رسول ﷺ میں آپ نے جو قلم کا علَم اُٹھا رکھا ہے مزید کامرانیاں عطا ہوں، آمین!

میں بھی ان دنوں ''ضلع چکوال میں نعت گوئی'' کے پراجیکٹ پر کام کر رہا ہوں اس سلسلہ میں آپ سے خصوصی گزارش ہے کہ ضلع چکوال کے کسی شاعر کا نعتیہ کلام آپ کے ریکارڈ میں ہے تو اس نیک کام میں میری معاونت فرماتے ہوئے وہ ارسال فرما دیں تا کہ کتاب کی زینت بنا سکوں۔ جناب کا ممنون بھی ہوں گا۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ ارسال فرما دیا کریں تو شکر گزار ہوں گا۔

جملہ اسٹاف کی خدمت میں سلام

احقر

محمد عابد حسین منہاس

☆ عابد حسین منہاس (پ: ۱۹۶۷ء)، محقق، مورخ، صدر: کہون ارباب سخن رائیٹر فورم، چیئر مین چکوال: ریسرچ سوسائٹی چکوال، بانی: غلام علی منہاس لائبریری دلیل پور، کتب: ''انسائیکلو پیڈیا آف چکوال''، ''تاریخ کہون''، ''دیوتاؤں کا دیس راج کٹاس''، ''چکوال میں نعت گوئی''۔

عارف نوشاہی، پروفیسر ڈاکٹر (اسلام آباد)

01-02-2011

جناب صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

ہمارے ہندوستانی دوست ڈاکٹر رئیس احمد نعمانی نے اپنا مجموعۂ نعت ''فروغِ نوا'' [۱] مجھے بھیجا ہے۔ اس خیال سے کہ یہ آپ کا تخصص ہے، آپ کو پیش کر رہا ہوں۔ اپنے رسالے میں اس پر تبصرہ بھی فرما دیجیے۔ یہ تبصرہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ مصنّف نے اپنے مقدمہ میں کچھ مباحث اُٹھائے ہیں جو ہم سب کے لیے لائق توجہ ہیں۔

عارف نوشاہی

☆ ڈاکٹر عارف نوشاہی (پ: ۲۷/مارچ ۱۹۵۵ء)، اصل نام: رضاء اللہ شاہ ولد بشیر احمد بشارت نوشاہی، معلّم، محقق، مدوّن، مخطوطہ شناس، ایران شناس، سابق صدر شعبۂ فارسی، گورڈن کالج، راولپنڈی، چند کتب کے نام: ''فہرست نسخہ ہای خطی موزۂ ملی پاکستان، کراچی''، ''فہرست نسخہ ہای خطی انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی''، ''فہرست کتاب ہای فارسی چاپ سنگی و کمیاب در کتاب خانۂ گنج بخش''، ''فہرستِ مخطوطاتِ اردو کتاب خانۂ گنج بخش''، ''پاکستان میں مخطوطات کی فہرستیں''، ''فہرست کتب خانۂ قریشی''، ''بھارت میں مخطوطات کی فہرستیں''، ''کمالِ عترت''، ''نقدِ عمر'' کتاب شناسی آثار فارسی چاپ شدہ در شبہ قارہ (۴ جلدیں) و دیگر۔

۱۔ ۲۰۰۹ء، علی گڑھ: مجلس مطالعاتِ فارسی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، بار اول، ۱۶۰ ص

نعت رنگ، شمارہ ۲۹، اکتوبر ۲۰۱۹ء آپ کی عنایت سے ملا، پہلے بھی آپ اس کے شمارے بھیجتے رہے ہیں اور نعت ریسرچ سینٹر کی مطبوعات سے بھی نوازتے ہیں۔ آپ کی ان پیہم مہربانیوں کا جواب ہمیشہ میں نے محض رسید اور شکریے کے طور پر ہی دیا ہے، کوئی اور خدمت نہ کرسکا، جس کے لیے میرا عذر قبول کیجیے۔

نعت رنگ کے موجودہ شمارے میں ایک حصہ ''قند پارسی'' سے موسوم ہے۔ میں نے فارسی زبان و ادب سے طبعی مناسبت کی رعایت سے سب سے پہلے اسے ہی دیکھا اور ڈاکٹر محمد اسمٰعیل آزاد فتحپوری صاحب کا مضمون ''فارسی کا نمائندہ شاعر نعت جامی'' پڑھا۔ افسوس کہ اس مضمون میں کافی غلطیاں ہیں۔ کچھ مضمون نگار کی اور کچھ کمپوزنگ کی معلوم ہوتی ہیں۔ پہلے زمانے میں مضمون نگار، مضمون ہاتھ سے لکھ کر رسائل کو بھیجتے تھے جنھیں کاتب یا کمپوزر کتابت یا کمپوز کرتا تھا اور رسائل کی ادارت سے وابستہ کوئی پروف خوان اسے دیکھ لیتا تھا۔ معلوم نہیں آپ کے ہاں صورت حال کیا ہے۔ اب ہاتھ سے لکھنا ختم ہوتا جارہا ہے اور نئی نسل کے لوگ مضامین یا کتابیں خود ہی کمپوز کرکے یا اپنی نگرانی میں کمپوز کروا کر ناشر کے حوالے کرتے ہیں۔ جیسا کہ اِس وقت میں یہ خط کمپوز کرکے آپ کی خدمت میں روانہ کررہا ہوں تاکہ کتابت کی کسی غلطی کا امکان نہ رہے۔ یہ تمہید اس لیے باندھی ہے تاکہ آزاد فتح پوری صاحب کے مضمون کی اغلاط کی وجہ معلوم ہوسکے۔ آیا یہ ان کے قلمی مسودے یا کمپوز شدہ موصولہ مضمون میں ایسا تھا یا آپ کے ہاں کمپوزنگ کے وقت یہ اغلاط در آئی ہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں محترم مضمون نگار کو بے جا قصوروار ٹھہراؤں۔

۱۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ مولانا جامی نے سعدی محمد کاشغری، خواجہ علی سمرقندی اور قاضی زادہ رومی کی رہنمائی میں مراحلِ سلوک طے کیے (ص ۴۷۵)۔ مضمون نگار کے اس بیان میں دو طرح کی غلطیاں ہیں۔ اولاً جامی کے راہنماؤں میں کوئی شخص سعدی محمد کاشغری نہیں گذرا۔ ممکن ہے یہ سعدالدین کاشغری کے نام کی بگڑی ہوئی صورت ہو جو جامی کے مرشد و راہ نما تھے۔ دوسرا خواجہ علی سمرقندی اور قاضی زادہ رومی سے جامی نے مراحلِ سلوک طے نہیں کیے بلکہ وہ ان کے عقلی اور نقلی علوم میں استاد تھے۔ ہرات کے مدرسۂ نظامیہ میں جامی، خواجہ علی سمرقندی کے حلقۂ درس میں رہے۔ ہرات سے سمرقند گئے تو قاضی زادہ روم کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ اس اعتبار سے یہ دو موخر الذکر شخصیات ان کے ظاہری علوم میں استاد تھے، سلوک کے مراحل میں نہیں۔ مولانا فخر الدین علی کاشفی نے ''رشحات عین الحیات'' میں جامی کے تحصیل علم اور طے سلوک پر پوری روشنی ڈالی ہے۔

۲۔ مضمون نگار نے لکھا ہے کہ سعدالدین کاشغری کی وفات کے بعد مولانا جامی سلسلہ نقشبندیہ کی مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے کیونکہ آپ سے زیادہ موزوں کوئی دوسری شخصیت اس سلسلہ والوں کو نہ مل سکی (ص ۴۷۵)۔ یہ بیان سراسر عقیدت میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے۔ جامی شیخ طریقت نہ تھے اور نہ ہی وہ سلسلہ نقشبندیہ کی کسی مسند خلافت پر بیٹھے۔ مضمون نگار کے بیان سے یہ متبادر ہوتا ہے کہ ہرات میں سلسلہ نقشبندیہ کی کوئی مسند تھی اور سعدالدین کاشغری سجادہ نشین تھے، ان کی وفات کے بعد جامی اس مسند پر بیٹھے! امر واقع یہ ہے کہ سعدالدین کاشغری کی وفات کے بعد مولانا جامی، خواجہ عبیداللہ احرار نقشبندی کی طرف متوجہ ہوگئے تھے اور ان سے رشتۂ ارادت جوڑ لیا تھا۔ جامی کے شاگرد اور عقیدت مند تو بہت تھے لیکن معروف مفہوم میں وہ مرید نہیں تھے اور نہ ہی جامی نے ہرات میں سلسلۂ نقشبندیہ کو آگے چلایا۔ جامی کے شاگرد مولانا عبدالغفور لاری نے ''تکملہ حواشی نفحات الانس'' میں واضح طور پر لکھا ہے کہ جامی کسی کو سلسلۂ نقشبندیہ کی تلقین نہیں کرتے تھے، حالانکہ وہ سعدالدین کاشغری سے اجازت یافتہ تھے۔ جامی کہتے تھے میں طریقہ (نقشبندیہ) میں شیخ (پیر) بننے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔

۳۔ مضمون نگار نے جامی کے معاصر عقیدت مندوں میں دو نام دولت سمرقندی اور بابر لکھے ہیں (ص ۴۷۵)۔ دولت سمرقندی کا پورا نام امیر دولت شاہ سمرقندی ہے۔ بابر سے ذہن ظہیر الدین بابر کی طرف جاتا ہے جس کی ولادت جامی کی وفات (۸۹۸ھ) سے گیارہ سال پہلے ۸۸۷ھ میں ہوئی،

اس لیے وہ جامی کا معروف معنوں میں معاصر نہیں ہے۔ جس بادشاہ کو جامی سے عقیدت تھی اس کا نام میرزا ابوالقاسم بابر ہے۔

۴۔ مضمون نگار نے خواہ مخواہ جامی کی تاریخ ولادت کی بحث چھیڑی ہے کہ '' تاریخ ادبیات ایران'' کے مصنّف رضا زادہ شفق نے ۸۷۰ھ لکھی ہے اور ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق نے اپنے تحقیقی مقالے میں جامی کا سن ولادت ۸۱۷ھ لکھا ہے اور یہی درست ہے (ص ۲۷۶)۔ اولاً رضا زادہ شفق نے '' تاریخ ادبیات ایران'' میں ہرگز جامی کی ولادت کا سال ۸۷۰ء نہیں لکھا۔ ممکن ہے یہ رضا زادہ شفق کی کتاب کے اردو مترجم مبارز الدین رفعت کی غلطی ہو جو مضمون نگار کا ماخذ ہے۔ رضا زادہ شفق کی فارسی کتاب '' تاریخ ادبیات ایران'' اس وقت میرے سامنے ہے اس کے ص ۳۲۰ پر یہ عبارت موجود ہے: '' جامی بسال ہشصد و ہفدہ در محل خرجرد ولایت جام خراسان تولد یافت۔'' (جامی نے آٹھ سو سترہ میں خراسان کی ولایت جام کے [گاؤں] خرجرد میں ولادت پائی۔ جامی کی تاریخ ولادت و وفات میں کبھی کوئی اختلاف رہا ہی نہیں ہے اور قدیم تاریخوں اور تذکروں میں ایک ہی تاریخ لکھی گئی ہے۔ اس تناظر میں ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کے سر پر تحقیق کا سہرا باندھنا چہ معنی دارد!

۵۔ مضمون نگار نے یا کمپوزر نے جامی کی کچھ تصانیف کے اسماء درست نہیں لکھے۔ سلامان وابسال کو سید ماں وابسال لکھا ہے۔ سبحۃ الابرار کو سبحۃ الاسرار لکھا ہے۔ معمیات کو معجیات لکھا ہے۔ نقد النصوص کو لقد النصوص لکھا ہے (ص ۲۷۶۔۲۷۷)۔ کلیات جامی، کلیات جامعہ ہو گیا ہے (ص ۲۷۸)۔ مضمون نگار نے جامی کے اشعار، جامی کے ہندوستانی مطبوعہ کلیات اور مثنویات سے نقل کیے ہیں جو غلطیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مضموں نگار کے نقل کردہ اکثر اشعار غلط یا وزن سے خارج ہیں۔ بہتر ہوتا وہ کلیات جامی کا کوئی مستند ایرانی ایڈیشن استعمال کرتے۔ یہاں اتنا وقت نہیں ہے کہ میں مضمون نگار کی شعری غلطیوں کی فہرست پیش کروں۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں:

بتدبیرتش اسرافیل از کمیں جست
ز رفرف جملۂ آیں ہودجش بست (ص ۴۸۲)

اس شعر کی درست شکل یوں ہے:

بتدبیرتش سرافیل از کمین جست
ز رفرف حجلہ آیین ہودجش بست (عارف نوشاہی)

~~~~~~

عاصی کرنالی، پروفیسر ڈاکٹر (ملتان)

۱۶/ مئی ۱۹۹۳ء

محترم صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم۔ محبّت کا فرض اور آپ کا حق ادا ہوا اور ایک مضمون وجود میں آ ہی گیا۔ ارسال کر رہا ہوں۔ خدا کرے آپ کو اور تمام احباب کو پسندِ خاطر ہو۔ '' جادۂ رحمت'' کا قلمی مسودہ جو عکسی نقل کی صورت میں ہے، نہیں بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ کو ضرورت ہو تو لکھ بھیجئے۔ میں بھیج دوں گا۔ ورنہ آپ کی امانت ہر طرح محفوظ رہے گی۔

تابش صمدانی [۱] صاحب '' ثنائے محمدؐ'' [۲] اور '' م محمدؐ'' [۳] بھیج چکے ہوں گے۔

کہیے غوث میاں کیسے ہیں؟ اُس مجاہد رسول ﷺ کو میرا اسلام نیاز پہنچا دیجیے۔ حضرت حنیف اسعدی میرے مرشدینِ معنوی کی صف میں
~~~~~~

ہیں۔ میں نے اُن کے کلام کے مطالعے سے بہت سی روشنی حاصل کی ہے۔نعت گوئی کی تاریخ میں اُن کا نام، کلام اور کام محفوظ رہے گا۔انھوں نے نعت کو دل اور دل کو نعت بنا دیا ہے۔خدا انھیں سلامت رکھے اور اُنکی شمعِ حیات کے اُجالوں میں مسافرانِ فکر ونظر جانبِ منزل رواں دواں رہیں۔
انھیں سلام پہنچا دیجیے اور اُن سے دعا کے لیے گزارش کیجیے۔

آپ اس پیکٹ کے پہنچنے کی اطلاع یعنی رسید جلد ارسال کیجیے۔

دعا گو

عاصی کرنالی

☆ عاصی کرنالی (۱۹۲۷۔۲۰۱۱ء)، نام: شریف احمد، تخلّص: عاصؔی، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، کتب: ''اردو حمد ونعت پر فارسی شعری روایات کا اثر'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''رگِ جاں''، ''جشنِ خزاں''، ''چمن''، ''میں محبّت ہوں'' (نظم وغزل)، ''مدحت''، ''نعتوں کے گلاب''، ''حرفِ شیریں'' (نعت)، ''جاوداں'' (سلام ومنقبت)، ''تمام و ناتمام'' (کلیاتِ شعری)، ''خاصانِ خدا کربلا میں'' (مرثیے)، ''چہرہ چہرہ ایک کہانی'' (افسانے)، ''لبِ خنداں'' (طنز ومزاح)، ''اپنی منزل کی طرف'' (سفرِ حج)، ''چراغِ نظر'' (انشائیے، خاکے، طنز ومزاح، مقالات)

۱۔تابش صمدانی (۱۹۴۱۔۲۰۰۱ء)، اصل نام: خلیل احمد، شاعر وادیب، کتب: ''منقبت کے پھول'' (۱۹۸۶ء)، ''نذرِ سعید'' (۱۹۸۷ء)، ''برگِ ثنا'' (۱۹۸۸ء)۔

۲۔ثنائے محمدؐ (غالب کی زمینوں میں نعتیں)/ ایاز صدیقی، ۱۹۹۳ء، ملتان: روحانی آرٹ پریس، باراول، ۱۱۲ص ۳۔م محمدؐ/ مرتضٰی اشعر، ۱۹۹۳ء، ملتان۔

~~~~~~

۱۶/۹/۹۴

عزیز صبیح رحمانی صاحب

السّلام علیکم۔کراچی میں آپ نے بہت سے وقت کا ایثار فرمایا اور مجھے شرفِ ملاقات ومصاحبت بخشا۔شکریہ

امید ہے قبلہ حکیم صاحب سے امانتیں لے کر متعلّقہ اصحاب تک پہنچا دی ہوں گی۔

آج کے پیکٹ میں قمر وارثی صاحب[۱] کے بارے میں مقالہ' صوفی صاحب[۲] کی کتاب ''رہبرِ رہبراں'' سے متعلّق سطورِ تبریک، ''حرفِ شیریں''[۳] کی چار جلدیں برائے مقابلہ حضرت حسان حمد ونعت بینک شامل ہیں۔یہ بھی جناب غوث میاں کی معاونت میں متعلّقین تک پہنچا دیجیے۔

آپ سے بے حد ضروری کام یہ ہے کہ 'نعت گوئی میں ذم کے پہلوؤ' کے نام سے جو مضمون کسی صاحب نے لکھا ہے اُسکا تراشہ یا عکسی نقل مجھے بلا تاخیر بھیج دیجیے۔قبلہ حکیم صاحب جناب سحر اور دیگر احباب کو سلام نیاز۔

امید ہے جناب سحر مجھے خط لکھیں گے۔اور شاید آپ بھی!

والسّلام

عاصی کرنالی

۱۔ قمر وارثی (پ: ۱۹۵۰ء)، اصل نام: ارشاد حسین وارثی، معروف شاعر وادیب، کتب: ''شمس الضحیٰ''، ''کہف الوریٰ''، ''یم تحریک''، ''عطائے ظہور''، ''حضورِ وارث''، ''آئینۂ ظہور'' ودیگر۔

۲۔ صوفی مسعود احمد رہبؔر چشتی (پ: ۱۹۲۹ء)، شاعر وادیب، بانی ومرکزی صدر: ''مرکزی انجمن رہبر اسلام پاکستان''، کتب: ''مجموعۂ نعت''، ''کلام رہبر''، ''گلہائے نعت''، ''نبی الحرمین''، ''رہبر نعت''، ''رہبر غزل'' ودیگر۔

۲۔ ''حرفِ شیریں''/ عاصی کرنالی، ۱۹۹۳ء، ملتان: سید قمر زیدی، ۱۲۷ص

~~~~~~

۲۶/دسمبر۱۹۹۴ء

جنابِ صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم۔ آپ کے احکامِ متواتر اور آپ کے تقاضائے پیہم نے مجھ سے ''ممنوعاتِ نعت'' [۱] پر مضمون لکھوا ہی لیا۔ مجھ میں ہمت پیدا نہ ہوتی تھی کہ اس نازک موضوع کو چھیڑوں لیکن اصرار پر آپ کی مستقل مزاجی نے مجھے سپر انداختہ کر ہی دیا۔ کیوں کہ آپ اس کے محرک ہیں اس لیے اگر اس محنت کا کوئی وجدانی اجر ہے تو آپ نیکی کی اس جزا میں برابر کے شریک ہیں اس لیے اگر اس پر مخالفانہ ردِّعمل ہوا تو سارا بارِ خجالت و معذرت آپ کے ذمے! مجھے اندازہ نہیں کہ میں اس موضوع کا کوئی حق ادا کر سکا یا نہیں، کیوں کہ بعض تلخ نوائیاں اب تک میرے نطق و بیاں کے درمیان ناگفتہ ہیں۔ مثلاً حضور ﷺ کو شبِ معراج کا دولہا قرار دینا جب کہ اردو زبان میں نیز ہمارے برصغیر کے کلچر میں یہ لفظ اپنا محلِ خاص اور مفہوم ممتاز رکھتا ہے لیکن اسے لکھوں تو ایک نہایت محترم اور ذی اثر طبقے کے زیرِ احتساب آتا ہوں۔ تاہم جو کچھ معرضِ تحریر میں لایا گیا اگر اس پر آپ کسی حد تک مطمئن ہوں تو مجھے اطلاع ضرور دیجے گا۔

مکرراً! آپ کا شکرگزار ہوں کہ اگر آپ مجھ پر ''مسلّط'' نہ ہوتے یا آپ کی خواہش مجھے جان و ایمان کی طرح عزیز نہ ہوتی تو شاید میں تذبذب و تامل ہی کی گرفت میں رہتا۔

ایک عریضہ محبوبی غوث میاں کے لیے اور ایک رقعہ محبی اسعدی صاحب کے لیے ہے۔ احباب و متعلّقین کو سلام۔

طالب کرم
عاصی کرنالی

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱، ص ۱۳۹۔۱۵۰

۱۳/۲/۹۵

مولانا صبیح رحمانی صاحب

۱) سب سے پہلے آپ کو سلام، بلکہ اس سے بھی قبل عاشقِ رسولؐ اور مبلغِ سیرتِ طیبہ و طاہرہ حضرت غوث میاں کو نیاز و عقیدت۔

۲) سید قمر زیدی کی حمد و نعت پر مضمون ارسالِ خدمت ہے۔

۳) میری نعت کے بارے میں جناب حفیظ تائب کے مضمون کی نقل حاضر ہے۔

۴) جناب راغب مراد آبادی صاحب کو وعدہ یاد دلائیے یا اُن سے آیات کا منظومہ نیز پاپڑ نامہ لے کر جلد بھیج دیجیے۔

حضرت حکیم حنیف اسعدی صاحب، جناب سحر انصاری اور تمام متعلّقین و متوسلین کو سلام

۵) کہیے ملتان کب آرہے ہیں؟

نیاز مند۔ دعا گو۔ طالب دعا
عاصی کرنالی

۱۷/مارچ ۱۹۹۶ء

جنابِ صبیح رحمانی!

سلام! آپ کے خط پر خط ملے۔ کسی صاحب نے فون بھی کیا، لیکن ہماری شانِ بے نیازی دیکھیے کہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تاہم بہت سی خجالت، ندامت اور انفعال کے ساتھ، حاضرِ خدمت ہوں۔ اس تاخیر کے بہت سے اسباب ہیں جن کی تفصیل غیر ضروری ہے۔ شرمندہ ہوں، آئندہ محتاط رہوں گا۔

موجودہ ''نعت رنگ'' پہلے شمارے ہی کی طرح آپ اور آپ کے رفقا کی محنت، ریاضت اور ذاتی لگن کا ثمر شیریں ہے۔ اس میں مضامین و مقالات کا تنوع اور تحریروں کا علمی مزاج اس کے معیار کی بلندی کا ضامن ہے۔ ایک قاری جب اسے پڑھ لیتا ہے تو وہ یقیناً اپنے شعور و بصیرت میں اضافہ محسوس کرتا ہے اور اس کا دامانِ طلب علم و تحقیق کے قیمتی جواہر پاروں سے معمور ہوتا ہے۔ آپ نے ''نعت رنگ'' میں بعض اچھوتے موضوعات پر لکھ کر یا لکھوا کر اس کی قدر و قیمت کو بڑھا دیا ہے۔ اللہ آپ کی توفیقات قائم رکھے اور ہم نوادراتِ نو سے مالا مال ہوتے رہیں۔

رشید وارثی صاحب نے استخفافِ الوہیت کے عنوان کے تحت میرے بعض اشعار کا محاکمہ کیا ہے اور اُن میں خدا کی ذات و صفات میں تخفیف تلاش کی ہے۔ ہر شخص کا اپنا نقطۂ نظر ہے۔ تاہم انھوں نے جو کچھ لکھا ہے اُن کی نیک نیتی، اخلاص، خیر خواہی، نیز راہ نمائی کی کوشش پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ مجھے توفیق عطا کرے کہ میں آئندہ زیادہ محتاط ہو کر شعر کہوں۔ اس مخلصانہ کاوش پر اُن کا، میری جانب سے شکریہ ادا کر دیجے۔

آپ (ﷺ)[۱] حضرت حنیف اسعدی کی جانب سے ایک نہایت اَن مول تخلیقی ہدیہ ہے جو انھوں نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کو عطا کیا ہے۔ اُن کی نعتیہ شاعری رفعت و عظمت کی انتہا پر ہے اور سبھی اہلِ ذوق اور اہلِ قلم اُن کی نعتیں پڑھ کر اپنی فکری تربیت کرتے ہیں بلکہ شعر کہنا سیکھتے ہیں۔ اللہ انھیں مدتوں سلامت رکھے اور وہ ہمیں شعر کے حوالے سے تعلیم کرتے رہیں۔ انھیں مبارک باد پہنچا دیجے۔

میاں غوث بہت یاد آتے ہیں۔ اُن سے کہیے ملتان آئیں۔ آپ بھی اُن کی ''نگرانی'' میں تشریف لا سکتے ہیں۔

پی ایچ۔ ڈی کے مقالے کی گراں بار مصروفیت کے سبب اب کے ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ نہ لکھ سکوں گا۔ احباب کو سلامِ محبّت۔

آپ کا

عاصی کرنالی

۱۔ ۱۹۹۶ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۱۵۴ص

~~~~~~

۹۶/۵/۱۱ء

جنابِ صبیح! سلامت و رحمت۔

آپ کا ایک پوسٹ کارڈ موصول ہوا جس میں آپ کی خدمت میں ارسال کردہ مدحیہ نظم پر آپ نے میرا شکریہ ادا کیا۔ یہ شکریہ غیر ضروری تھا کیوں کہ مدحت نامہ میرے سچے جذبات کا انعکاس تھا۔ تاہم شکریے کا شکریہ۔ آپ اب لفافے کی بجائے پوسٹ کارڈ لکھنے لگے ہیں جس کے بارے میں غالب نے ''حسینوں'' کو ایسا کرنے سے سخت منع کیا تھا۔

غیر پھرتا ہے لیے یوں ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

مکتوب، کاتبِ خط اور مکتوب الیہ کے درمیان اسرار و رموز کا تبادلہ (مبادلہ) ہوتا ہے جسے بہر حال کسی پر منکشف نہیں ہونا چاہیے۔ حتیٰ کہ فرشتوں تک پر بھی نہیں۔ دیکھیے ایک فارسی شعر میں اس عارفانہ پہلو کی نشان دہی کی گئی ہے:

میانِ عاشق و معشوق رمزے ست
کراماً کاتبیں را ہم خبر نیست

اگر یہ مالی مسئلہ نہیں ہے تو مکتوبِ ملفوفہ سے عنایت فرمائی مناسب ہوگی۔
~~~~~~

میں ڈیڑھ دن کے لیے کراچی آیا۔ آٹھ فون آپ کے دفتر میں (جہاں ایک بی بی یقین دلاتی تھی کہ ابھی پیغام صبیح صاحب کو پہنچاتی ہوں) اور دو فون آپ کے گھر میں کیے جہاں بیگم صبیح سے مکالمہ ہوا۔ آپ نے ٹیلی فونی جواب دہی کی ضرورت محسوس نہ کی۔ غوث میاں صاحب کا فون آیا کہ حضرت صبیح مدظلہ العالی نہایت اہم مہمانوں میں مصروف ہیں فارغ ہو کر رات میں کسی وقت فون پر لب کشا ہوں گے۔ تمام رات خواب و بیداری کے درمیان معلّق رہا۔ لیکن صدائے بے نیازی گوشِ نیاز کو نہ نواز سکی۔ بہرحال ملتان آ گیا۔

از درِ دوست چہ گویم بہ چہ عنواں رفتم
ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

حافظ لدھیانوی صاحب نے ایک مضمون عالم جذب و مستی میں میرے لیے لکھ مارا ہے۔ ''نعت رنگ'' کے لیے بھیج رہا ہوں۔ اگر کام کا ہو تو کسی شمارے میں چھاپ دیجے۔

والسّلام
عاصی کرنالی

~~~~~~

1/7/96

جنابِ صبیح رحمانی
کراچی میں (پر) نازل ہو رہا ہوں۔ ۱۲؍جولائی ۱۹۹۶ء
احباب کے لئے باعث رحمت۔ زحمت ۱۳،۱۴ جولائی ان شاءاللہ
ردِّ بلا (واپسی) ۱۵؍جون
قمر زیدی بلا رہے ہیں۔ ۱۲؍ کو وہی مرثیہ خوانی کا مجلسی امتحان
۱۳،۱۴ کی شام و شب (سر دست فارغ)۔

قمر زیدی سے مل کر ایک نعتیہ نشست (مختصراً صرف چائے کے ایک کپ پر) ''برپا'' کر لیجئے۔ احباب سے اجتماعی ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا۔

کیا اچھا ہو کہ خدا آپ کو یہ توفیق دے کہ آپ اپنے ''غریب خانے'' پر بھی دوستوں کو بلا کر اُن پر ''احسان'' فرمائیں۔ یہ مختصر نشست حضرت حکیم حنیف اسعدی کے طب کدے پر بھی منعقد ہو سکتی ہے۔ (اچھا ہے اُن کی عظیم نعتیں بھی سن لیں گے اور اُن سے ''مُفت'' دوا بھی لے لیں گے) باقی جس طرح آپ چاہیں۔ ویسے یہ طے ہے کہ میں پانچ منٹ کے لئے آپ کے گھر ضرور آؤں گا۔ تاہم مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنی ''خوش تدبیری'' سے مجھے اس شرف سے محروم ہی رکھیں گے۔

میرے محبّ و محبوب حضرت غوث میاں کو سلام۔
جناب سحر انصاری کو سلام نہ کہئے ممکن ہے اُنہیں سلام قبول فرمانے میں زحمت ہوتی ہو۔
جملہ احباب کو سلامِ شفقت و عقیدت

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۴/۱/۹۷

مولانا صبیح رحمانی

سلام مروّت قبول کیجئے۔ یہاں لفظ مروّت استعمال کرکے کنایۃً آپ کی بے مروتی عبارت نہیں ہے۔صرف یہ استفسار مدِنظر ہے کہ میری ایک مرسلہ نعت آپ تک پہنچی ہے یا ہنوز مراحل سفر میں ہے؟ دوسرا یہ امر گزارش طلب ہے کہ آپ نے کسی ضخیم کتاب کی فوٹوسٹیٹ نقل کا وعدہ کیا تھا وہ ہنوز کیوں ایفا نہیں ہوا۔فوٹوسٹیٹ کرانے پر پیسے تو خاصے اٹھ جاتے ہیں وہ میں آپ کو ادا کردوں گا۔آپ فی الحال حضرت غوث میاں سے مطلوبہ رقم قرض لےکر موعودہ کتاب کی نقل کا فوری اہتمام فرمائیں۔

جناب نور میرٹھی کی کیسی عمدہ کتاب ''بہر زماں بہر زماں'' چھپی ہے۔ مجھے اُنہوں نے بھیجی۔دیکھی، جستہ جستہ پڑھی۔مصنّف کے لئے دل سے دعا نکلی۔کیسا اہم کام اُن سے ہُوا ہے جو اُن کے لئے فی الدنیا حسنۃً وفی الاخرہ حسنۃً کا موجب ہوگا (ان شاء اللہ)۔

میں نے انہیں بھی خط لکھ دیا ہے۔

ہاں آپ کو بیٹی مبارک، صد بار مبارک، ہزار بار مبارک۔

کیا نام رکھا ہے؟ کوئی دلکش نام رکھیے اور ماوراہرگز نہ رکھیے۔

قلم کا جمود توڑیے اور مجھے دوسطری یا دوحرفی یا ''دونقطی'' خط ضرور لکھیے۔

والسّلام
عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۶/۲/۹۷

بھائی صبیح رحمانی! سلام۔خط۲ پہنچا۔خط۱ کو شاید عقیدتاً یا تبرکاً ڈاک والوں نے اُڑا لیا۔

مقالہ تکمیل میں دو تین ماہ، نیز آپ کی دعا، چاہتا ہے۔

بچّی کا نام معلوم ہوا۔خدا بچی کے عمر و اقبال میں برکت دے۔

اس نام کے معانی و مفہوم کسی عربی شناس عالمِ دین سے ضرور دریافت کر لیجئے گا۔

آج کی اہم بات یہ ہے کہ جو نعت برائے اشاعت ارسال کر چکا ہوں (ہوں ادب سے عرض گستر) اُس کو نہ چھاپئے بلکہ اُسے منسوخ کر دیجیے۔ اُس میں میں بہت زیادہ منفی ہوگیا ہوں اور میں نے اُمتِ مسلمہ کے دامن میں کچھ بھی نہیں رہنے دیا۔یہ بات حقائق کے خلاف اور حضور رسالت مآبؐ کی مسلسل و مدام رحمت اللعلمینی کے برعکس ہے۔میں نے اِسے اپنے مجموعۂ کلام سے خارج کر دیا ہے۔آپ یہ ورقِ نعت چاک کر دیں یا مجھے ارسال کر دیں۔

نئی نعت ارسال خدمت ہے اسے چھاپ دیجیے۔

حضرت حکیم حنیف اسعدی صاحب، جناب میاں غوث صاحب اور دیگر احباب کو سلامِ نیاز۔

آپ کا
عاصی کرنالی

~~~~~~

26/6/97

صبیح رحمانی صاحب! سلام!

حضرت! ''نعت رنگ'' کا شمارۂ نو ملا۔ خوب سے خوب تر۔ حسین سے حسین تر۔ مفید سے مفید تر۔ ہر شمارہ مائل بہ فروغ و ترقی۔ پیش رفت کا سفر جاری ہے۔ آپ اس قدر معیاری، وقیع، اہم مضامین و مقالات کیسے جمع کر لیتے ہیں جن میں اِبداع بھی ہے اور علم افروزی اور خرد افزائی بھی۔ اور پھر اتنی کثرت کے ساتھ ان کا حصول اور جمع و ترتیب آپ کے معجزاتِ فن میں شامل ہے۔ آپ کے رفقا کا ایثار و اعانت لائقِ تحسین ہے۔ تاہم آپ روحِ رواں ہیں اور آپ کی ریاضت، مہارت اور لیاقت شاد باش کے قابل ہے۔

صبیح رحمانی خود تو ہزار سال تک زندہ رہیں گے ہی، لیکن اُنہوں نے نعت پر تنقیدی اور تحقیقی ذائقوں کے مضامین کی تحصیل و ابلاغ کا جو نیا رخ نکالا ہے اور واقعی حمد و نعت بلکہ دینی ادب میں جو ایک جدت اختیار کی پھر اُس کے سبب اُن کا نام اور کلام قیدِ ماہ و سال سے آگے تک جائے گا۔ اللہ اس جہاد و عزیمت کو قائم رکھے۔

تمام احباب کو بھی مبارکباد دے دیجیے۔

غوث میاں بہت یاد آنے لگے ہیں۔ حضرت حکیم صاحب سے ملنے کو طبیعت بے قرار ہے۔

لیجیے ملاقات کی سبیل نکل آئی۔ ان شاء اللہ ایں جانب ۵؍ جولائی کو کراچی نزول فرما رہے ہیں۔ اب آپ کہاں بھاگیں گے۔ آگے سمندر ہے، پیچھے ملتان۔ اچھا آپ سے متعلّق ایک کام! (ضروری ضروری ضروری)۔ عربی اور فارسی کا تحقیقی کام ختم کر کے اردو حمد و نعت کے دائرے میں داخل ہو چکا ہوں۔ حمد سے متعلّق کام اب تک اردو میں ناپید ہے مجھے کوئی ایسی فہرست درکار ہے جس میں اب تک کے تمام لائقِ حصول حمد یہ مجموعوں کے نام وغیرہ یا اس سلسلے پر یعنی حمد کے سلسلے پر تخلیقی، تنقیدی یا تحقیقی سطح پر کوئی لٹریچر (رسالہ، وغیرہ) دستیاب ہو، جو میرے لئے مورِ دِ استفادہ ہو، حاصل کیجیے اور جمع کیجیے۔ وہ اصلاً یا نقلاً مجھے دیجیے۔ میرا قیام قمر زیدی صاحب کے یہاں ہوگا۔ کیا آپ مجھ سے ملیں گے؟

آپ کا
عاصی کرنالی

~~~~~~

14-07-1997

جناب صبیح رحمانی! سلام۔

(۱) کراچی آیا، لوٹ گیا۔ آپ کی بہت سی یادیں سمیٹ کر، آپ نے دو بار ملاقات کی اور بہت سی زحمتیں اُٹھائیں جن میں جناح کالج کا دُکھ کبھی نہ بھولے گا۔ خدا آپ کو اجر عطا کرے۔

(۲) حمد کا بہت سا سرمایہ (عکسی نقول) عطا کرنے پر بے حد شکریہ۔

(۳) طاہر صاحب[۱] اگلے دن آ کر میری رائے کا کاغذ لے گئے تھے۔ انھوں نے ذکر کیا ہوگا۔

(۴) کراچی کا ٹی وی مشاعرہ دیکھا اور سنا۔ آپ کی نعت بہت عمدہ تھی۔

(دوسرا رُخ) کراچی جیسے پڑھے لکھے شہر میں ٹی وی پر یہ مصرع بھی تین بار سنا اور سماعت اور ذوق دونوں مجروح ہوئے۔ ''انبیاؤں'' کے صحیفوں میں بشارت اُن کی۔

(۵) کراچی میں کوئی صاحب[۲] ''یارسول اللہ'' کی ردیف کے تلازمے سے نعتوں کا مرتبہ شائع کر رہے ہیں۔ مجھ سے بھی انھوں نے نعت طلب
~~~~~~

کی تھی۔ جو میں نے بھیج دی تھی۔(میں اُن صاحب کا نام بھول گیا ہوں)
اس فرستادہ نعت میں ایک شعر کے ایک لفظ میں ترمیم کرا دیجیے۔
شعر: یہ ادنیٰ معجزہ ہے آپ کے نورِ تبسّم کا
ہوا بزمِ دوعالم میں چراغاں یارسول اللہ
''ادنیٰ'' کی جگہ ''روشن'' کر دیجے۔اس کام میں عجلت فرمایئے اور فوراً ترمیم کرا دیجے۔
جملہ احباب کو سلام۔

عاصی کرنالی

۱۔ طاہر حسین طاؔہر سلطانی مراد ہیں۔
۲۔ عزیز الدین خاکی القادری (پ: ۱۹۶۶ء)، نعت گو شاعر، ادیب، نعت خواں، مدیر: ''دنیائے نعت'' (کراچی)، بانی و چیئر مین: تنظیم استحکام نعت (ٹرسٹ) پاکستان، کراچی۔ کتب: ''ذکرِ صلِ علیٰ''، ''ذکرِ خیر الوریٰ''، ''بینات''، ''نغماتِ طیبات''، ''انوارِ مدینہ'' ودیگر۔

۱۸/۸/۹۷
جناب صبیح رحمانی! سلام!!
جس سے جتنی محبّت ہوتی ہے، اُس سے اُتنا ہی خوف بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ میں یہ خط (اور ایک مختصر سا مضمون) گنبدِ خوف میں بیٹھ کر لکھ رہا ہوں۔ میں اِن دنوں اپنے کام میں نہایت مصروف ہوں (مصروف کو سو۱۰۰ دفعہ پڑھیے) لیکن آپ کے ایک دو خطوط میں ''نعت رنگ'' کا استحقاق مذکور تھا۔ سو میں مجوب ہوتا تھا اور آخر ایک نیا موضوع سوجھا اور دو تین گھنٹے کی مصروفیت میں یہ حق ادا کر کے قارئین کی خدمت اور آپ پر (ن حسا۱) یہ لفظ ورق کی پُشت سے پڑھیے، کر رہا ہوں۔ اب ذرا بہت ہی ذاتی (پرسنل) خط شروع ہوتا ہے:
۱۔ آپ کو مبارک ہو کہ پہلے کئی برسوں کی تسلسلِ روایت پر استقامت سے قائم رہتے ہوئے حضرت حافظ لدھیانوی نے امسال بھی قومی سیرت کانفرنس میں انعام حاصل کرلیا ہے یعنی انعام درجہ دوم۔
۲۔ آپ کو مبارک ہو کہ راجا رشید محمود نے امسال رسالہ ''نعت'' کے حوالے سے فروغِ نعت کی نسبت سے اوّل انعام اور اُن کے صاحب زادے نے کسی کتابِ سیرت پر ایوارڈ حاصل کیا ہے۔
۳۔ آپ کو مبارک ہو کہ راجا رشید محمود نے گزشتہ سال بھی سلسلہ فروغ نعت ایوارڈ وصول اور اُن کی صاحب زادی شہناز نے کتابِ سیرت پر انعام قبول فرمایا تھا۔
۴۔ لیکن آپ کو سچ مچ مبارک ہو کہ نعت رنگ نے جو نعت کی تاریخ و تہذیب کے حوالے سے ایک جدید، انقلابی اور تاریخ ساز رسالہ ہے اور جس کے غیور و جسور عملۂ ادارت نے اُسے شاملِ مقابلہ نہیں کیا تھا، میرے وجدان اور عقیدے کے مطابق اللہ ایوارڈ اور رسولؐ ایوارڈ حاصل کرلیا ہے۔
اور مجھے بھی سچ مچ مبارک ہو کہ جس سال ''حرفِ شیریں'' چھپی اور اُس پر حضرت حسّانؓ ایوارڈ مجھے کراچی سے تفویض ہوا، میں نے بھی اُسے اسلام آباد شاملِ مقابلہ نہیں کیا تھا۔ میری غیرت کو بھی شاباش دیجیے۔ مکرّر آنکہ۔ اُس سال بھی حافظ لدھیانوی صاحب کو انعام حوصلہ افزائی حاصل ہوا تھا۔
غوث میاں (جملہ حقوق بحق بیگم محفوظ) بہت یاد آتے ہیں۔ حضرت حکیم اسعدی کو سلامِ ارادت۔ ام ایمن کو دعا۔ اور سب کو حسبِ مراتب سلام۔

۳۰/۱۲/۹۷

نہایت ہی عزیز صبیح رحمانی

سلام۔ کراچی کا حالیہ قیام گویا ایک خوابِ مختصر تھا جو جلد ختم ہوگیا اور کوئی تعبیر ہاتھ نہ آئی۔ تاہم اس کے باوجود جو چند لمحے آپ کے ساتھ گزرے، حاصلِ خواب بھی تھے اور حاصلِ سفر بھی۔ بعد میں آپ کا ایک ''صبیح نامہ'' بھی ملا۔ جو مجھے نادم کرگیا اور یہ ندامت ۱۹۹۷ء کے خاتمے تک باقی رہے گی۔ وضاحت اس کی یہ ہے کہ پی ایچ ڈی کے لئے پانچ سال کی مدت ملتی ہے۔ وقت کا محاسبہ کیا تو معلوم ہوا کہ چار سال پلک جھپکتے میں گزر گئے اور'' کارِکردہ'' کا جائزہ لیا جو چند''اوراقِ پشیمانی'' تک محدود تھا۔ مراد یہ، کہ کام کم ہوا ہے اور جو کچھ ہنوز لکھنا ہے اُس کی مقدار بہت زیادہ ہے۔ دوسری جانب وقت کا دامن تنگ سے تنگ تر ہوتا جارہا ہے۔ یعنی یہ آخری سال ہے۔ اس لئے یہ طے کیا ہے کہ امسال میں ہوں گا اور میری خلوتیں اور کارِ باقی..... سارے معاملاتِ جلسہ وجلوت ترک.... حاصلِ کلام یہ، کہ حضرت صبیح رحمانی مدظلہ العالی کے ارشادِ گرامی کی تعمیل نہ ہوسکے گی اور''نعت رنگ'' کے آسمان پر اپنا ستارہ نہ ٹانک سکوں گا۔

دو دن گزرے، ایک عجیب انداز کی نعت ہوئی ہے۔ اُمتِ مسلمہ کے عصری تناظر میں اسے پڑھا جاسکتا ہے۔ حالی کی'اے خاصۂ خاصانِ رسلؐ' کی فضاؤں میں چند لمحے پرواز کی جسارت کی ہے۔ اگر پسندِ خاطر ہو اور اِسے میرے نانوشتہ مضمون کا بدل قرار دے لیا جائے تو یہ عاصی نوازی ہوگی۔

امید ہے میری'مذکورہ' مدلّل معذرت کو شرفِ قبول حاصل ہوگا۔ ہاں! وہ جو کسی کتاب کی عکسی نقل مرحمت فرمانے کا وعدہ ہے، اس کا ایفا جلد ہونا چاہیے۔ سب کو سلام۔

آپ کا گناہگار

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۴/۵/۹۸

جنابِ صبیح رحمانی۔ السّلام علیکم۔ مزاجِ عالی!

(۱) نعت رنگ پر موعودہ مضمون بھیج رہا ہوں۔ آپ کی اس قدر ہیبت مجھ پر طاری ہے کہ میں نے یہ مضمون گنبدِ خوف میں بیٹھ کر لکھا ہے کہ مبادا تاخیر ہوجائے اور عاصی ٹھہرایا جاؤں۔ رسید سے جلد نوازیے۔

(۲) ۲۱ جون کو صبح کراچی حاضر ہو رہا ہوں (انشاءاللہ)۔ ۲۱ر تا ۲۵ر قیام۔ ۲۱/ کو قمر زیدی مرثیہ پڑھوائیں گے۔ ایک دو پروگرام اور اُن کے زیرِ تجویز ہوسکتے ہیں۔

میری خواہش ہے کہ ایک شام (زیدی کی مشاورت کے ساتھ) آپ لے لیں اور ایک مختصر نعتیہ شعری نشست کا اہتمام کرلیں۔ اُس کی صورت یہ ہو کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کو لازماً صدر بنائیں اور مجھے''صاحب شام'' کم از کم دو صاحبان میری نعت گوئی پر اظہارِ خیال فرمادیں۔ پھر نعتیہ دور ہوجائے۔ ڈاکٹر فرمان کی صدارت کی شرط ضروری ہے۔

یہ مختصر تقریب کسی مرکزی مقام پر ہو، کسی بعید گوشے میں نہیں۔ اس میں کھانے کا اہتمام ہرگز نہ ہو۔ بس ہلکی پھلکی چائے۔ جس کے مصارف زیدی صاحب اٹھا سکتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ طعام کا بوجھ (بارِ مصارف) کسی پر نہ پڑے۔ اس تجویز پر باہمی مشورت کرکے ڈاکٹر فرمان
~~~~~~

صاحب سے وعدۂ شرکت وصدارت جلد لے لیجیے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا نام سن کر اور بزمِ حسّان کے حوالے سے مطلع ہوکر وہ انکار نہیں کریں گے۔ معاملہ طے کر کے مجھے جلد اطلاع دیجیے۔

(۳) ایک مزاحیہ اطلاع: ایک ہفتہ ہوا جناب حافظ لدھیانوی کا فون آیا۔فرمایا میرا ۲۳ رواں مجموعۂ نعت شائع ہو چکا ہے اور میں نے کتابوں کا ایک setوزارتِ مذہب کو اسلام آباد بھجوادیا ہے تا کہ انعامی مقابلے کے پینل کے زیرِ غور آسکے (آپ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ اگر آپ (صبیح رحمانی) اپنی نئی تصنیف بھجوانے کا ارادہ کررہے ہیں تو نہ کریں کیونکہ امکان غالب یہ ہے کہ پہلا ایوارڈ تو حافظ جی ہی کو ملے گا)......... غوث میاں کوسلام۔

جواب کا آرزومند
عاصی کرنالی

~~~~~~

بھائی صبیح رحمانی

سلام۔خیال یہ تھا کہ آپ ملک سے باہر ہیں۔آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے کہا تھا، آپ بیرونی دورے پر جانے کو ہیں۔آپ کی جانب سے طویلِ وقفۂ سکوت نے اِس خوش گمانی کو تقویت بخشی۔ بعد میں غوث میاں آئے۔ میں نے پوچھا،صبیح آپ کے ہمراہ کیوں نہیں؟ کیا باہر گئے ہوئے ہیں؟ اُن سے معلوم ہوا، آپ خیر سے کراچی میں ہیں۔اس کے بعد مصروفیات کا تسلسل مانعِ مراسلہ نگاری رہا۔ اِنہی دنوں آپ کا ایک سطری مکتوب ملا جس سے آپ کے، ملک میں ہونے کا یقین ہوا، آج خط لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔

''نعت رنگ'' عطا ہوا۔خوب سے خوب تر۔زیبا سے زیبا تر۔زیادہ کاوش اور دقتِ نظری کا ثبوت۔ ہر تحریر عمدہ، مفید المطالعہ، لائقِ استفادہ۔ لکھنے والوں کی ژرف نگاہی، وسعتِ مطالعہ اور معیار کی دلیل۔ میں نے ابھی جستہ جستہ مطالعہ کیا ہے۔نعت رنگ، کی اہمیت اور اقتضا یہ ہے کہ اسے بغور پڑھنا چاہیے اور اس میں شامل سطر سطر، جملے جملے کا مطالعہ تعمق سے کرنا چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ نعت رنگ کا ہر شمارہ اور تخصص کے ساتھ موجودہ شمارہ اتنا پراز معنویت وافادیت ہے کہ طالبانِ علم وفن سے لے کر مطلوبانِ علم وفن تک اپنے اپنے ذوق،فہم اور شعوری سطح کے مطابق اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

آپ اور آپ کے رفقا کا یہ حُسنِ عمل اجروثواب کا مستحق بھی ہے اور خالق ومخلوقِ الٰہی کی نظر میں منظور ومقبول بھی!

۱۲ر دسمبر کی صبح کراچی میں حاضری ہے۔۱۵ر کی صبح مراجعت۔سید قمر زیدی کی حُسین کانفرنس کے علاوہ ایک مشاعرہ نیز اُن کی ''نومولود'' کتابوں کی تقریب رونمائی میں شرکت مقصود ہے۔(ان شاءاللہ)

میرے حصّے کی جو متعلّقہ کتب آپ دینا چاہتے ہیں یعنی پی ایچ۔ڈی سے متعلق، اُن کی عکسی نقول تیار رکھیے۔حکیم حنیف اسعدی صاحب، غوث میاں صاحب اور دیگر اکابرین واحباب کو سلام۔

خاکی صاحب سے ضرور ملیے۔اُنہیں آج ہی ایک نعت ارسال کی ہے۔آپ کو پسند آئے گی۔

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲/جنوری ۹۹ء

صبیح رحمانی کے نام خط اور ہدایت نامہ

السّلام علیکم (آپ کو اور جملہ احباب کو)۔

(۱) نعت رنگ شمارۂ آئندہ کے لئے مضمون حاضر ہے۔ یہ میرے مقالے کا غیر مطبوعہ مفید مطلب مضمون ہے۔

(۲) نعت رنگ شمارہ ۶ میں دوربین اور خردبین لگا لگا کر اپنا نام اور کلام دیکھا، کہیں نظر نہ آیا۔ ویسے یہ شمارہ بھی حمد و نعت کے سفرِ ارتقا کی ایک ارفع منزل ہے۔ مبارک ہو۔

(۳) میرے تحقیقی مقالے میں شامل ہونے سے جو نام رہ گئے تھے۔ آپ کے پیش کردہ ناموں، جعفر بلوچ کے ارسال کردہ ناموں اور اپنے ذہن سے سوچے ہوئے ناموں سے ایک الفبائی فہرست مرتب کر کے برائے قطعیت آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

(۴) اس کا فائنل چناؤ اس طرح ہونا چاہیے کہ جو نام نمائندگی نہیں کرتے، انہیں محذوف کر دیجیے۔ کوئی نیا نام ذہن میں ابھرے، اُسے شامل کر دیجیے۔ جن صاحبوں کا کلام کچّا ہے، اُن کا حذف بہتر ہے۔

(۵) بعض شعرا کے ناموں کے آگے نقطے ہیں۔ یہ وہ اصحاب ہیں جو بہت اہم ہیں لیکن ان کی کوئی حمد یہ یا نعتیہ تصنیف نہیں۔ البتہ اِن کے شعری مجموعوں سے حمد و نعت کے اشعار اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اِن کے مجموعے میرے پاس نہیں ہیں۔ ان کا اہتمام کیسے ہوگا؟

(۶) بعض شعرا کے نام کے سامنے اُن کی دستیاب تصانیف کا ذکر ہے۔ وہ میرے پاس ہیں، میں اُن کے حوالے سے کام چلا لوں گا۔

(۷) لیکن جن کی کتب میرے پاس نہیں ہیں۔ اُن کے بارے میں کیا ہوگا۔ کیا اُن کی حمد یہ/نعتیہ تصانیف مجھے عاریۃً مل سکیں گی۔ لیکن اِن کا پشتہ مجھ تک کیسے پہنچے گا؟

(۸) اِس ارسال کردہ فہرست میں چناؤ نیز متعلّقہ امور و مسائل کو طے کرنے کے لئے اِن محترم احباب کی ایک نشست ضروری ہے۔ (جناب صبیح رحمانی، جناب غوث میاں، جناب عزیز احسن اور جناب قمر زیدی)

کیا اچھا ہو کہ قمر زیدی یا کوئی اور صاحب اپنے یہاں افطار کا اہتمام کریں۔ روزہ کشائی کا ثواب بھی کمائیں۔ میرا معاملہ بھی طے کر لیں۔

(۹) جب یہ ''اضافہ''، مکمّل ہو کر کتابی تشکیل کا کام ختم ہو جائے گا تو اس کی طباعت و اشاعت کا مسئلہ پیدا ہوگا اس سلسلے میں قمر زیدی صاحب کے پاس کچھ اہم تجاویز ہیں اور آپ کے پاس بھی۔ مبادلۂ خیالات کے ساتھ کسی نتیجے تک پہنچ جائیے گا۔

(۱۰) انتخابِ حمد مرتبہ غوث میاں کے بارے میں چند سطری رائے لف ہے۔ وہ اُنہیں دے دیجیے گا۔

میرے تمام محبوں اور محبوبوں کو سلام محبّت

عاصی کرنالی

برادرم صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم۔

تحقیقی مقالے کو کتابی شکل میں لانے کا مرحلہ مدِ نظر ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ 'ورفعنا لک ذکرک' کے الٰہی اعلان کی رُو سے نعت گو شعرا کی تعداد کا احصار اور تحدید ممکن نہیں ہے۔ کتنی ہی جستجو کی جائے، پھر بھی مکمّل احاطہ بندی محال ہے۔ دسمبر ۱۹۹۷ء میں مقالہ جمع ہوا۔ اس کے بعد سے اب تک نہ جانے افقِ نعت پر کتنے نئے ستارے طلوع ہو چکے ہوں گے۔ یہ بھی امکان ہے کہ دسمبر ۱۹۹۷ء تک کی جمع آوری میں بعض اہم نام رہ

گئے ہوں۔اسی لئے میں نے جا بجا یہ لکھا ہے کہ ہم ہر عہد کے حوالے سے نمائندہ شعرا کا ذکر قلمبند کر رہے ہیں۔اب آپ سے جو کام ہے وہ یہ ہے کہ عہد ہائے گزشتہ کو تو نہ چھیڑیے۔عہد حاضر کے مندرج شعرا کی فہرست پر نظر ڈال لیجیے۔اگر چند ایک اہم شعرا مقالے میں شامل ہونے سے رہ گئے ہوں تو تمام پاکستان پر نظر دوڑا کر اُن کے نام لکھ بھیجئے۔میں اُن کو سامنے رکھ کر اپنے کتب خانے کا جائزہ لے لوں گا۔جن کی کتب میرے یہاں دستیاب نہ ہوں گی،اُن کے نام آپ کو لکھ بھیجوں گا۔آپ متعلّقہ کتب مستعار دے دیجئے گا۔

ان امور کو مدِ نظر رکھئے:

(۱) اپنے ساتھ جناب عزیز احسن اور جناب غوث میاں کو ملا لیجئے۔جناب عزیز احسن نہایت عالم و فاضل، ناقد و محقق اور میرے خیر خواہ ہیں۔جناب غوث میاں کے مطالعے کی وسعت اور حافظے کی درّا کی ممد ہوگی۔

(۲) صرف نمائندہ شعرا (کم سے کم تعداد میں) منتخب کیجیے۔

(۳) اُن کی نعتیہ یا حمدیہ تصنیف چھپ چکی ہو۔اور اُن کا کلام واقعی معیاری ہو۔

امید ہے اس معاملے پر جلد توجہ ہوگی۔

مقالے میں شامل شعرا کے اسماء بہ تعیینِ عہد منسلکہ ورق پر درج ہیں۔

اکابرین واحباب کو سلام۔

آپ کا نیاز کیش
عاصی کرنالی

پسِ نوشت: شمالی ہند کے ممتاز شعرائے حمد و نعت (عہدِ میر و سودا سے امیر و محسن تک): میر تقی میر۔مرزا محمد رفیع سودا۔خواجہ میر درد۔میر حسن۔مصحفی۔ آتش۔شوق لکھنوی۔نظیر اکبر آبادی۔مومن خان مومن۔بہادر شاہ ظفر۔اسد اللہ غالب۔لطف بریلوی کافی۔مذاق بدایونی۔حافظ پیلی بھیتی۔مہاجر مکی۔کرامت علی شہیدی۔غلام امام شہید۔بیان و یزدانی میرٹھی۔داغ دہلوی۔امیر مینائی۔محسن کاکوروی۔

(عصرِ جدید ۱۸۵۷ء تا تشکیلِ پاکستان): الطاف حسین حالی۔اکبر الہ آبادی۔شبلی نعمانی۔اسمٰعیل میرٹھی۔علامہ محمد اقبال۔مولانا ظفر علی خان۔مولانا احمد رضا بریلوی۔حسن رضا خاں۔حسن بریلوی۔فانی۔اصغر۔جگر۔حسرت موہانی۔اقبال سہیل اعظم گڑھی۔اکبر وارثی۔امجد حیدر آبادی۔بیدم وارثی۔

عصرِ حاضر (تشکیلِ پاکستان سے لمحۂ موجود تک): ضیاء القادری بدایونی۔بہزاد لکھنوی۔منور بدایونی۔اقبال صفی پوری۔صبا اکبر آبادی۔ سرشار صدیقی۔ڈاکٹر محمد اسلم فرخی۔ڈاکٹر ابوالخیر کشفی۔ڈاکٹر تحسین فراقی۔پروفیسر سحر انصاری۔شبنم رومانی۔قمر وارثی۔آفتاب کریمی۔وقار صدیقی۔ شاعر لکھنوی۔نعیم صدیقی۔ڈاکٹر خورشید رضوی۔ریاض حسین چودھری۔ماہر القادری۔سیماب اکبر آبادی۔حفیظ جالندھری۔حافظ مظہر الدین۔افق کاظمی۔ عبدالعزیز شرقی۔اسد ملتانی۔خلیل صمدانی۔احسان دانش۔عبدالعزیز خالد۔حفیظ تائب۔حافظ لدھیانوی۔راسخ عرفانی۔اعظم چشتی۔راز کاشمیری۔ نظیر لدھیانوی۔زائر حرم حمید صدیقی۔احمد ندیم قاسمی۔مظفّر وارثی۔راغب مراد آبادی۔ڈاکٹر وحید قریشی۔کرم حیدری۔یزدانی جالندھری۔راجا رشید محمود۔ جعفر بلوچ۔آغا صادق۔مجذوب۔حافظ محمد افضل فقیر۔حفیظ صدیقی۔عارف عبدالمتین۔محشر رسول ندوی۔محشر بدایونی۔رفیع الدین ذکی قریشی۔ عزیز حاصل پوری۔حزیں صدیقی۔حنیف اسعدی۔تابش دہلوی۔طفیل ہوشیار پوری۔صہبا اختر۔اقبال عظیم۔خالد بزمی۔مسرور کیفی۔ابوالامتیاز ع۔م۔ مسلم۔اعجاز رحمانی۔جسٹس محمد الیاس۔اسلم انصاری۔ایاز صدیقی۔اصغر علی شاہ۔ہلال جعفری۔حسین سحر۔انور جمال۔لالۂ صحرائی۔تابش صمدانی۔

غوث متھراوی۔ساغر مشہدی۔عیش شجاع آبادی۔قمر زیدی۔صبیح رحمانی۔طاہر سلطانی۔ڈاکٹر ریاض مجید۔عاصی کرنالی۔عرش صدیقی۔ڈاکٹر محمد امین۔ اقبال ارشد۔محمد اسلم سید۔ڈاکٹر طاہر تونسوی۔

بحوالہ حمد(عصرِ حاضر میں) یہ اضافی نام: عبدالسّلام طور۔مظفّر وارثی۔طفیل دارا۔حافظ لدھیانوی۔لطیف اثر۔لالہ صحرائی۔مسرور بدایونی۔ دردکاکوروی۔

پسِ نوشت: بالواسطہ یا جزوی حمد ونعت کی تلاش میں مجھے ایسے شعرا کا بھی ذکر کرنا پڑا جن کا کامل تشخّص حمد یا نعت کے سبب نہیں ہے البتہ اُن کے مجموعہ ہائے شعری کے مطالعے سے یہ جواہر ریزے جا بجا بکھرے نظر آتے ہیں۔

~~~~~~

۶/۵/۹۹

برادرم وحبیبم صبیح رحمانی

(۱) سلام ورحمت۔بشیر حسین ناظم نے مجھے فون پر کہا کہ صبیح رحمانی کہتے ہیں،''جمالِ جہاں فروز''[۱] پر عاصی کرنالی سے لکھوا کر مجھے بھیج دیجیے تاکہ نعت رنگ میں چھاپ دوں۔

تعمیلِ ارشاد کی گئی۔تاثرات بھیج رہا ہوں۔اب آپ جانیں اور ناظم صاحب۔

(۲) قمر زیدی نے اشارہ دیا ہے کہ وہ مجھے ۱۴رجون کو کراچی طلب کررہے ہیں۔

اپنے مقالے کے سلسلے میں جو بارِ محبّت میں نے آپ کے سپرد کیا تھا میں چاہتا ہوں وہ جلد پورا ہوجائے۔تاکہ اُس کو سامنے رکھ کر میں مقالے کو کتابی شکل دینے کے لئے اس میں ترامیم واضافات کرسکوں۔اور کراچی آتے ہوئے سارا تشکیلی کام آپ کے حوالے کردوں۔

آپ کے ذمے یہ کام تھا:

(۱) جو فہرست میں نے دی تھی اُس میں نمائندہ شعرا کے نام رکھتے ہوئے باقی حذف کردیجیے۔اسی طرح جو اندراج سے رہ گئے ہوں ان کا اضافہ کردیجیے۔(بہ ہر حال فہرست مختصر رکھیے)۔

(۲) آپ باقی شعرا کے دو دو تین تین شعر ان کی تصنیف کا نام بقیدِ سن اشاعت ومطبع وغیرہ کا ذکر کردیجیے۔

یہ سارا کام ہے تو آپ کے لئے ایک بوجھ۔لیکن کیا آپ کو یہ فخر اور مسرت نہ ہوگی کہ ایسی کتاب مکمّل ومطبوع ہوجائے گی جو لمحاتِ موجودہ تک کی ضروریات کی کفیل ہے اور محققین کے لئے آئندہ ایک چراغ راہ گزر ہے۔حضرت غوث میاں قبلہ حنیف اسعدی،حُسنِ بے پرواجناب سحر انصاری،محقق کامل حضرت عزیز احسن اور دیگر احباب کو سلامِ خلوص۔

عاصی کرنالی

۱۔''جمالِ جہاں افروز''/بشیر حسین ناظم،۱۹۹۸ء،کراچی:فریدیہ پرنٹنگ پریس،باردوم،۶۱۴ص

~~~~~~

۱۱/۶/۹۹

برادرم جناب صبیح رحمانی۔سلام

عصرِ حاضر کے کوئی (۶۲) شعرا کا ذکر مقالے میں پہلے سے موجود ہے۔کوئی (۶۰) شعرا کا ذکر جو میں کروں گا' اُن کی کتب میرے پاس موجود ہیں،آپ نے ازراہ کرم (۲۴) شعرا کا ذکر مع حوالہ تصانیف واشعار،لکھ کر مجھے بھیج دیا ہے۔

اب مندرجہ ذیل شعرا کا ذکر (جن کی کتابیں آپ کے پاس ہیں) پیشِ نظر یعنی زیرِ قلم ہے۔ وہ شعرا یہ ہیں: آسی ضیائی۔ اثر زبیری۔ حسرت حسین حسرت۔ دل محمد دل۔ ذوقی مظفرّ ندوی۔ ساغر صدیقی۔ شاعر لکھنوی۔ عزیز لکھنوی۔ عاصم گیلانی۔ عطاء الحق قاسمی۔ نصیر گولڑوی۔ ناصر کاظمی۔ اجمل نقش بندی۔ قیصر الجعفری۔ اسیر عادل لکھنوی۔ رحمت اللہ راشد۔ شمس بدایونی۔ علیم (نور السمٰوات والے)۔ مولانا وجیہہ۔ ساحر شیوی۔ جاوید اقبال ستار۔ نسیم سحر۔ محمد کمال اظہر۔ خالد عباس الاسدی۔ خوشی محمد ناظر۔ عزیز الدین خاکی۔ مبارک مونگیری۔ منور مرزا۔ نعیم نقوی۔ وقار صدیقی (۳۰)۔ ممکن ہے بعض کی کتب نہ ہوں۔ لیکن توقع ہے کہ اِن میں سے اکثر تصانیف آپ کی تحویل میں ہوں گی۔

اب پروگرام سنیے اور اپنا فریضہ (یعنی دینی، اخلاقی اور رحمدلانہ فریضہ) ادا فرمائیے۔ میں انشاء اللہ ۲۰ جون صبح ایروایشیا سے کراچی پہنچ رہا ہوں۔ قمر زیدی براہ راست اپنے گھر لے جائیں گے اور اُسی رات (۲/۱-۶ بجے شام) اُسی بارگاہ آلِ عبا میں مجھ سے مرثیہ پڑھوائیں گے۔ خیال یہ ہے کہ کراچی میں چھ سات دن قیام کروں۔ دن کے اوقات منذر جعفری کے یہاں گزریں، کہ وہاں الگ بیٹھک ہے اور AC لگا ہوا ہے۔ دن میں وہیں شعرائے مطلوب کے بارے میں حوالے درج کرتا رہوں۔ شب میں کہیں نہ کہیں مشاعرہ جھیلنا ہوگا اس لیے شام کو قمر زیدی مجھے لے اڑیں گے اور مشاعرے کے بعد شب بسری اُن کے مکان پر ہوگی اور ہر صبح وہ مجھے منذر جعفری کے یہاں چھوڑ جایا کریں گے۔

اب آپ سے پہلی گزارش یہ ہے کہ یا تو بالرّضا یا بحالتِ مجبوری میں ۲۰/جون کی شام اُس امام باڑے میں آجائیں (میں ٹھیک ۲/۱-۶ بجے لب کشا اور مرثیہ سرا ہوں گا)۔ وہاں مجھ سے مل لیں اور اگلی صبح مذکورہ و مندرجہ کتب (جو بیسر الحصول اور بآسانی دستیاب ہوں) مجھے منذر کے گھر پہنچا دیں۔ ٹیکسی کا باردانہ میں خود ادا کروں گا۔ اور چھٹے دن کے اختتام پر تمام کتب مجھ سے وصول فرمالیں۔ باقی پروگرام کی جزئیات اور دیگر امور بسلسلہ ترتیب و تدوین و طباعت عندالملاقات طے ہوجائیں گے۔

احتیاطاً قمر زیدی کا فون نمبر اور منذر جعفری کے گھر کا پتہ اور فون نمبرز درج کررہا ہوں۔

قمر زیدی: ۴۵۷۵۹۰۶، منذر جعفری: ۶۷۴۰۱۱-۶۷۴۰۳۲-۶۷۷۲۸۴-۶۳۶۰۳۱۹ مکان ۵۶۱ B-بلاک ۱۳، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی

جناب غوث میاں کو سلام۔

آپ کا
عاصی کرنالی

~~~~~~

۹۹/۹/۲۲ء

(۱) ''نعت رنگ'' کے دو بلند پایہ اور گراں ماں شمارے عطا ہوئے۔ نہایت بصیرت افروز، علم افزا اور شعور آفریں لوازمے پر مشتمل۔ مطالعہ شروع کردیا ہے۔ سرِ دست یہ مہم کامیابی سے سر کرنے پر آپ کو اور آپ کے ادبی مجاہدین کو مبارک باد۔

(۲) اب ایک لڑائی اور ہاتھا پائی کی بات! عزیز احسن کی کتاب پر میں نے مضمون بھیجا۔ آپ نے ایک معنی خیز جملہ مجھے لکھ بھیجا:

''آپ کو خوش کرنے کا فن آتا ہے۔''

آپ یقین کیجیے۔ مجھے عزیز احسن کی کتاب اچھی لگی اور اُن کی تحقیقی ریاضت کا دل نے اعتراف کیا۔ ظاہر ہے کہ مجھے تحسین کرنی چاہیے۔ میں نے صرف بشیر ناظم کے بارے میں تاثرات لکھتے ہوئے ذرا ''جھکاؤ'' اختیار کیا۔ ورنہ میں اکثر مسودے کسی رائے کے بغیر واپس کردیتا ہوں۔

عزیز احسن کی کتاب پر رائے لکھتے ہوئے میں نے دو تین جگہ آپ کے اقتباسات اور رائیں بطور حوالہ درج کیں۔ مجھے پوری کتاب میں کہیں ''کیڑے نکالنے'' کی گنجائش نظر نہیں آئی۔ صرف ایک مقام پر الجھا ہوں، جو میں اُن کو (دوسرے کاغذ پر) لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ آپ وہ منسلکہ کاغذ پڑھ
~~~~~~

لیں اور اپنے نام کا یہ کاغذ بھی از راہِ دیانت انھیں دکھلا دیں۔

آپ کا دعا گو اور نیاز مند
عاصی کرنالی

~~~~~~

۷/۱۲/۹۹ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔ پاکستان میں (غالبًا) ۱۰ ارکروڑ سے ۱۴ ارکروڑ تک کی تعداد، باشندوں کی ہے۔ ان کروڑوں میں سے صرف تین افراد نے میرا تحقیقی مقالہ[۱] پڑھا ہے۔ (ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر خواجہ زکریا)۔

یعنی یہ مقالہ جب تک کتابی شکل میں چھپ نہ جائے، نادیدہ اور ناخواندہ ہے۔ اسی کے ایک نہایت اہم، وقیع اور معلومات افزا موضوع پر مشتمل تحریر آپ کو ارسال کر رہا ہوں۔ ''نعت رنگ'' میں اسے پورے کا پورا یا دو اقساط میں چھاپا جاسکتا ہے۔ آپ میری محنت کی تحسین ضرور کریں گے اور میرا یقین ہے کہ اس کی افادیت سے اتفاق کریں گے اور مجھے تشکّر کا فوری خط لکھیں گے۔

ایک نئی نعت بھی بھیج رہا ہوں۔

حافظ جی[۲] مر گئے، اُن کا کام کثرتِ تعداد کے باوجود لائقِ التفات ہے۔ انھوں نے اپنا قلم فروغِ حمد و نعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ خدا اُن کے روحانی درجات بلند کرے۔ وہ نہایت محترم تھے لیکن مجھے یہ اجازت تھی کہ میں اُن کے قصرِ احترام میں داخل ہو کر کبھی کبھار اُن کے گدگدی کر لیتا تھا۔ وہ احترام، محبّت اور زندہ طبعی کا مجموعہ تھے۔ خدا اُن کی مغفرت کرے۔ اگر خیال آئے تو ''نعت رنگ'' کے آئندہ شمارے میں ایک گوشہ اُن کے لیے مخصوص کیا جاسکتا ہے۔ احباب کو سلام

دعا گو
عاصی کرنالی

۱۔ اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۶۷۰ص ۲۔ حافظ جی سے مراد حافظؔ لدھیانوی [م: ۱۹۹۹ء] ہیں۔

~~~~~~

۲/۱/۲۰۰۰ء

عزیزم حبیبم برادرم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔ کراچی حاضر ہوا۔ آپ کے التفاتِ خصوصی کا شکریہ کہ آپ مجھ سے ملنے آئے۔ دوبارہ بھی قدرت نے دید و وادید کا اہتمام کر دیا۔ خدا کا شکر اور آپ کا مکرر شکریہ۔

صبیح رحمانی کو میں ایک روحِ بے تاب سمجھتا ہوں جو بہت سے صاحبانِ عزم کے وجود میں متحرک ہے۔ آپ کی مرکزی شخصیت سے وابستہ ہو کر کئی باہمت اور باعزیمت اصحاب کراچی میں حمد و نعت کے فروغ میں نمایاں حصہ لے رہے ہیں۔ آپ نے نعت میں ''تحقیق'' کا جو رُخ اختیار کیا، اس انقلابی اقدام کے سبب آپ کا اور آپ کے رفقا کا نام اور کام ایک تاریخ ساز حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ میں نے اپنے تحقیقی مقالے میں کئی جگہ آپ

کا،غوث میاں کا،''نعت رنگ'' کا اور آپ کی زیرِنگرانی طبع ہونے والی تصانیف کا خصوصی ذکر کیا ہے۔حتیٰ کہ جب کراچی سے کسی ادارے یا مصنّف و مرتب کی کوئی کتاب آتی ہے تو میں نہایت بے باکی اور صداقت سے انھیں لکھ دیتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کا سا معیار اور صبیح رحمانی کی سی سلیقہ شعاری اختیار کیجیے...آپ کے لیے دو توصیفی نظمیں میری صداقت مآب محبّت کا اعتراف نامہ ہیں۔

''نعت رنگ'' کے ہر شمارے کے لیے نہایت محنت و ریاضت سے مقالے لکھ کر ارسال کرتا ہوں تا کہ اپنا حصہ بطور ادائے حقوق ادا کریں۔

گزشتہ دنوں ٹی وی کے ایک مذاکرے میں آپ نے اور آپ کے شرکا نے قدیم و جدید نعت کے سفر کا جائزہ لیا۔اس جائزے میں آپ حضرات نے میرا بھی خصوصی ذکر کیا اور میرے لیے کئی جملے ادا کیے۔اس کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔یہ آپ کی نہایت محبّت، نہایت عالی ظرفی اور نہایت عاصی نوازی ہے۔

نیاز مند
عاصی کرنالی

~~~~~~

۴۔۱۔۱۴۲۱ھ/۱۰۔۴۔۲۰۰۰ء

محترم صبیح رحمانی صاحب۔سلام

(۱) آپ کی جانب سے فون پر مکالمت یا بصورتِ خط مراسلت کے ترک ہو جانے کا بظاہر تو کوئی سبب نہیں، سوائے اس کے کہ آپ نئے ''نعت رنگ'' کی طباعت و اشاعت میں مصروف ہوں۔یقیناً یہ شبانہ روز کی مصروفیت ہے لیکن آپ دوسرے فرائض واجبات اور حقوق بھی تو ادا کرتے ہوں گے؟

(۲) طاہر سلطانی اور جہانِ حمد کی پبلی کیشنز کی جانب سے ایک اعلان یا اطلاع یا اشتہار پہنچا ہے کہ اُنہوں نے''حمد''(حمد و نعت) پر پی ایچ ڈی کرنے کی صورت میں عاصی کرنالی کو گولڈ میڈل دینے کا ارادہ کیا ہے جو وہ کسی پُر وقار تقریب میں تفویض کریں گے۔میں نے اُن کا شکریہ ادا کیا ہے اور جواباً لکھا ہے کہ وہ گولڈ میڈل کے علاوہ'نقد رقم' کا بھی اہتمام کریں تا کہ اس تحقیقی مقالے کو کتابی شکل میں چھپوایا جا سکے کیونکہ یونیورسٹیاں (جن کا اصل میں یہ کام ہے) ایسے مقالات کو اپنی لائبریریوں میں رکھ دیتی ہیں تا کہ وہ یا تو سرقہ ہو جائیں یا پھر اُنہیں دیمک چاٹ جائے۔

میں نے مناسب سمجھا کہ اس اطلاع و اشتہار پر آپ کو بھی مطلّع کر دوں۔

جناب غوث میاں کو خصوصاً سلام اور استخراج پہنچا دیجیے۔

جملہ احباب کو بشرطِ فرصت ترسیلِ آداب و تسلیمات۔(ضروری نہیں کہ آپ جواب دے کر میری سعادت' خوش بختی اور قدر و قیمت میں اضافہ فرمائیں)

آپ کا نظر انداز
عاصی کرنالی

~~~~~~

۱/۸/۲۰۰۰

جناب صبیح رحمانی۔سلام۔

آپ کے ساتھ اس مکتوب اوراس کارِ سپردہ میں جناب عزیز احسن بھی شامل ہیں اُن کی رفاقت ومشاورت وراہ نمائی تسہیل کار میں مدد ومعاون ثابت ہوگی۔

عربی اور فارسی کے بے شمار شعرائے حمد ونعت کے ذکر وحوالہ کے بعد جب میں اردو حمد ونعت کے میدان میں داخل ہوا تو یہاں بھی بے شمار شعرا کا تذکرہ تحقیقی مقالے میں میں نے باقاعدہ شامل کیا۔ذہن میں رکھئے کہ مجھے ''حمد'' کا جائزہ بھی لینا پڑا،اس لئے بہت سے اہم نام حمد کے حوالے سے شاملِ مقالہ کئے گئے (اور یہ جائزہ اردو میں پہلی بار لیا گیا)۔

منسلک کاغذات میں شمار ا تا ۵ باب وار ناموں کی فہرستیں (آپ کے مطالعے کے لئے)ارسال ہیں۔کوشش کی گئی ہے کہ ہر دور کی نمائندگی حمد ونعت کے حوالے سے ہوجائے۔

کاغذ ۶ اور ۷ میں خواتین اور غیر مسلم شعرا کا ذکر ہے۔یہ فہرست بھی دیکھ لیجیے۔

اب آئیے ص ۸ کی جانب، یہ نئے اور تازہ شعرا ہیں جن کا تذکرہ میں قلمبند کر چکا ہوں۔

یہاں دو باتیں دیکھنی ہیں:

ا: کیا یہ ترتیب درست ہے۔اگر کہیں تقدیم وتاخیر کرنی ہو تو سرخ پنسل سے نشان دہی کر دیجیے۔

ب: کیا اس میں بعض نام کم کرنے ہیں یعنی وہ غیر اہم ہیں۔تاہم یہاں عدل کے ساتھ ساتھ عفوودرگذر سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

آخری اہم بات یہ ہے کہ ص ۹ پراُن شعرا کے نام ہیں کہ میں اُن کا ذکر شامل کرنا چاہتا ہوں لیکن ان کی تصانیف میرے پاس نہیں۔کیا آپ پہلے کی طرح،رحمدلانہ تعاون کرتے ہوئے اِن پر اجمالاً لکھ کر مجھے اور میری نسلوں کو ممنون فرماسکتے ہیں! یا پھر ان کی کتابیں مجھے بھجوا دیجیے۔میں بحیثیت ایک سچے مسلمان کے، آپ سے ان کو جلد واپسی کا وعدہ کرتا ہوں۔

اگر ان کے علاوہ آپ کے خیال میں دو چار نام اور اہم ہوں تو ان سے مطلع کیجیے بلکہ ''تحریری اعانت'' فرمائیے۔

میری خواہش ہے کہ یہ مقالہ جلد چھپ جائے کیونکہ ایک تو اس میں حمد نگار شعرا کو پہلی بار چھُوا گیا ہے۔دوسرے ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے کی تکمیل کے بعد ۱۵/سال کے عرصے میں جو شعرا ظہور پذیر ہوئے ہیں ان کا احاطہ کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری جو میرے ممتحنین میں شامل تھے،از راہِ کرم اسے ایک مکمّل تحقیق قرار دیتے ہیں۔

خیر مقالے کی طباعت واشاعت کے بارے میں آئندہ بات ہوگی۔فی الحال جو کام ارسال کررہا ہوں،التفاتِ دلی فرما کر اس کو تعجیل سے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمائیے۔سب کو سلام

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۴/اگست ۲۰۰۰ء۔۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

برادرم صبیح رحمانی صاحب!

سلام۔اپنے تحقیقی مقالے کی تزئین وتکمیل میں آپ سے جس قدر تعاون ملا ہے، بے مثال ہے۔کئی دفعہ جی چاہا کہ میں اس مقالے کے
~~~~~~

سرورق سے اپنا نام ہٹا کر ''محقق صبیح رحمانی'' لکھ دوں۔کاش میں ایسا کر سکتا۔آپ کی رہنمائی، رفاقت، اعانت اور محبّت کا شکریہ۔آپ کا تازہ مراسلہ میری تقویت کا سبب بنا اور اُس کی روشنی میں مزید کام تیزی سے کر رہا ہوں...اب میری گزارش پر توجہ!

''نعت رنگ'' کے بہت سے حوالے مفید ہیں۔ان سے کام چلے گا لیکن بعض مقامات پر وہ محض مختصر نثری تبصرے ہیں، متعلّقہ نعتیہ تصانیف کا مکمّل حوالہ یا شعری مثالیں ان تبصروں میں نہیں ہیں...اب آپ ایسا کریں کہ صرف مندرجہ ذیل شعرا کی نعتیہ تصانیف (ممکن الحصول حد تک) مجھے فوراً ارسال کر دیں۔اس کی صورت یہ ہے کہ منصور ملتانی کراچی آرہے ہیں وہ ۳۰ راگست سے ۲ رستمبر تک رہیں گے اُن کا پتا اور فون نمبر یہ ہے: منصور ملتانی ۲۱۲/۱۴، اولڈ ایریا، ایئر پورٹ کراچی (فون ۴۵۷۳۴۴۲)

براہِ کرم مندرجہ ذیل کتب اُن تک پہنچا ئیں۔میری ایک تازہ تصنیف مراثی سے متعلّق کراچی میں چھپ رہی ہے۔قمر زیدی مجھے ۳۰ ستمبر کو طلب فرما رہے ہیں تا کہ اس کتاب کی تعارفی تقریب میں شریک ہوسکوں۔آپ کی تمام کتب اپنے ہمراہ لیتا آؤں گا اور تحقیقی مقالہ بھی آپ کے سپرد کر دوں گا۔

ان شعرا کی کتب بھیج دیں۔ان کی دست یابی کی پوری سعی کریں۔آپ کا کتب خانہ، غوث میاں کا، حنیف اسعدی صاحب کا، سحر انصاری صاحب کا ذخیرۂ کتب دیکھ ڈالیں ان شاءاللہ یہ کتابیں ہاتھ لگ جائیں گی۔''اے نوجوان! مجھ پیر کی دست گیری فرمائیں۔''

مطلوبہ کتب: (مع اسمائے شعرا)

ادیب رائے پوری	شمس بدایونی	صابر براری۔فردوس عقیدت۔جمال طور
آسی ضیائی۔حسرت نعت	اثر زبیری۔سلسبیل	ذوقی مظفرنگری۔نجم سحر۔وسیم فردوس
عنبر بہرائچی۔لم یات نظیرک	خالد عباس۔بارگاہِ ادب میں	نیاز فتحپوری
شورش کاشمیری	علیم ناصری۔طلع البدر علینا	والی آسی
خالد محمود۔قرار جاں۔حسن ازل۔قدم قدم سجدے		سکندر لکھنوی۔گلستان ثنا
سلیم کوثر۔(اگر کوئی نعتیہ تصنیف ہو۔ورنہ گوشہ نعت رنگ ہی سہی)		اکرم رضا
محمد علی ظہوری۔نوائے ظہوری	امین راحت چغتائی	انور سدید
علقمہ شبلی۔زادِ سفر	ریحانہ تبسّم فاضلی۔خطیب الامم۔سلسلے روشنی کے	

آپ نے کسی نئی کتاب حمد و مناجات کی ترسیل کا بھی وعدہ کیا ہے۔

مکرراً: نعت رنگ کے شمارے بھی میرے پیشِ نظر ہیں۔اوج اور شام وسحر بھی دیگر ذرائع بھی۔تاہم ان سہل الحصول کتب سے بھی میری دستگیری فرمائیں۔

آپ کا دعا گو

عاصی کرنالی

۱۰/ستمبر ۲۰۰۰ء۔۱۱/جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ

اخی محترم جناب صبیح رحمانی۔سلام۔

۹/۳۰ کو کراچی میں حاضری۔۱۰/۳ کی شام واپسی (ان شاءاللہ)۔قیام دوروزہ۔اتوار ۱/۱۰ کو دن کے اوقات میں قمر زیدی کے گھر آپ کی تشریف آوری، ملاقات اور تحقیقی مقالے کی طباعت واشاعت کے امور پر گفتگو......

لیکن حضرت! اگر آپ کی توجہ اور اعانت سے محرومی ہوئی تو میں مقالہ کراچی لاکر کیا کروں گا؟ مراد یہ ہے کہ بہت سے اہم شعرا کے اضافے کے باوجود چند شعرا کا ذکر وحوالہ اس بنا پر درج نہیں ہورہا ہے کہ مطلوبہ مواد میری دسترس میں نہیں ہے۔آپ، جتنا جلد ہو، صرف مندرجہ ذیل شعرا سے متعلّق مواد (تصانیف یا حوالہ جاتی تراشے) مجھ تک بھجوائیے۔

دیکھئے وقت کی تنگ دامانی کے سبب میں یہ خط T.C.S کے ذریعے ارسال کررہا ہوں۔اگر آپ کی بروقت اعانت دستیاب نہ ہوئی اور میں مقالہ بہ دست حاضر نہ ہوسکا تو اتنے وزنی (بھاری) مقالے کو کوریر کے ذریعے بھیجنا مشکل ہوجائے گا۔

یاحضرت! المدد الغیاث

شعرا جن کے بارے میں معلومات کی فراہمی درکار ہے: شمس بدایونی۔آسی ضیائی۔اثر زبیری۔ذوقی مظفرنگری۔عنبر بہرائچ۔محمد علی ظہوری۔خالد عباس الاسدی۔ادیب رائے پوری۔علیم ناصری۔خالد محمود۔سکندر لکھنوی۔علقمہ شبلی (کل ۱۲/عدد)

طالب الاعانت فی الاحتیاج

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۱/ستمبر ۲۰۰۰ء۔۲۲/جمادی الثانی ۱۴۲۱ھ

جناب صبیح رحمانی۔سلام۔

آج ۲۰/ستمبر کو مطلوبہ کتب موصول ہوگئیں۔انشاءاللہ ۳۰/ستمبر کو ساتھ لیتا آؤں گا۔درج ذیل کتابیں کہیں سے ہاتھ لگ جائیں تو یکم اکتوبر (اتوار) کو قمر زیدی کے یہاں لیتے آئیے گا۔وہیں حوالے لے کر ہاتھ کے ہاتھ واپس کردوں گا۔

۳۰ کی شام کو انشاءاللہ کراچی حاضر ہورہا ہوں۔یکم اکتوبر اتوار کی صبح قمر کے یہاں ضرور آئیے تاکہ مقالے کی طباعت کے معاملات طے ہوسکیں۔

عزیز احسن صاحب کی کتابِ شعر پڑھی۔یہ ایک شعر جو بداہتہً ہوگیا۔اُن تک پہنچا دیجیے گا۔

صد شکر مجھ کو اچھے سخن کی تمیز ہے
احسؔن کی شاعری مجھے دل سے عزیز ہے

خالد محمود (کتاب؟)۔آسی ضیائی (حسرتِ نعت) اثر زبیری (سلسبیل) ذوقی مظفرنگری (نجم سحر، نسیم فردوس)۔علقمہ شبلی (؟) اختر لکھنوی (؟)

میں خود بھی ملتان کی حد تک اِن شعرا کے بارے میں معلومات کا تفحص کرتا رہوں گا۔

عاصی کرنالی

~~~~~~

۷/۱۱/۲۰۰۰

بھائی صبیح رحمانی۔السّلام علیکم

(۱) میرا تحقیقی مقالہ (اصل میں) آپ کا ہے۔اقلیم نعت کراچی اُسے چھپوا رہی ہے۔پہلا سوال یہ ہے کہ حضرتِ والا نے اس سلسلے میں اب تک کتنی بار سرفراز ابد[۱] سے فون پر رابطہ کیا ہے یا خود گئے ہیں؟...... سید قمر زیدی بے حد مخلص اور سچے انسان ہیں لیکن وہ پاکستان میں کم رہتے ہیں اور بیرونِ ممالک میں زیادہ۔وہ خاص توجہ نہیں دے سکتے۔

اب حقائق سنیے۔کمپوزر نے وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں دو سو صفحات چھاپ سکتا ہے لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ ایک مہینہ گزرنے کے بعد یعنی پورا اکتوبر ختم ہونے کے بعد صرف پچاس صفحات کمپوز ہوکر مجھ تک پہنچے ہیں۔قمر زیدی صاحب کا خیال ہے کہ شاید بجلی کی لوڈ شیڈنگ سے تاخیر ہو رہی ہے یا سرفراز صاحب فی صفحہ کا نرخ بڑھانا چاہتے ہیں شاید وہ بیس روپے صفحے کی بجائے چالیس روپے صفحہ مقرر کرنے کے خواہش مند ہیں کیونکہ وہ ایک ایک صفحے میں اصل مسودے کے دو دو صفحے کھپانا چاہتے ہیں۔جبکہ میرے پاس جو صفحات پہنچے ہیں اُن کی فی صفحہ سطور ۱۸ بنتی ہیں۔اگر تاخیر کی یہی صورت رہی تو شاید ایک سال پورا لگ جائے اور مصارف بھی دُگنے ہو جائیں گے۔خدا کے لئے آپ خاص توجہ فرمائیں اور معاملات پر گرفت پیدا کریں۔

(۲) مدحتِ خیرالبشر از راغب صاحب[۲] مجھے نہیں مل سکی فوراً بھجوا دیجیے تاکہ موعودہ مضمون لکھ سکوں۔

(۳) مجھے فوراً فون کیجیے۔

عاصی کرنالی

۱۔سید سرفراز شہنشاہ (۱۹۵۲ء)،تخلّص: ابد،شاعر،ادیب،تلمیذ: فدا خالد دہلوی۔
۲۔''مدحتِ خیرالبشر''/راغب مرادآبادی،۱۹۷۹ء،کراچی: سفینہ اکیڈمی،۱۸۴ص

16/11/2000

بھائی صبیح۔سلام

(۱) عزیز کے حادثۂ مرگ کے سبب آپ سے نہ مل سکا۔آپ ملنے آئے۔لیکن میں محروم رہا۔

(۲) اب سارا معاملہ ترسیلِ کتب کا آپ سے متعلّق ہے۔کراچی کا دائرہ آپ جانتے ہیں۔کراچی کے اہم کتب خانوں کے علاوہ وہاں کے اہم صاحبانِ نقد و تحقیق کو آپ خود عطا کر دیجیے۔کسی کتب خانے کو دیتے ہوئے کتاب پر یہ الفاظ لکھ دیجیے: عطیہ برائے کتاب خانہ،منجانب اقلیم حمد و نعت [کتاب برائے حوالہ (یعنی ریفرنس بک)]

برائے حوالہ لکھنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کتاب جاری ہوکر ضائع نہ ہو سکے گی بلکہ صاحبانِ ذوق وہیں بیٹھ کر مطالعہ کر سکیں گے۔

(۳) باقی شہروں کے خاصانِ ادب کے نام بھی آپ جانتے ہیں۔میں بر بنائے یادداشت چند نام لکھ دیتا ہو۔اس سلسلے میں آپ اپنی وسعتِ معلومات اور کثرتِ تعلّقات کو بنیاد بنائیے۔

ہاں: بیرونِ پاکستان! اُن چند شعرا کو جن کا ذکر کتاب میں ہے، یا بعض اہلِ تحقیق کو بھی ارسال کیجیے۔چند نام:

(لاہور) جسٹس محمد الیاس۔حفیظ تائب۔راجا رشید محمود۔جعفر بلوچ۔ڈاکٹر انور سدید۔ڈاکٹر سلیم اختر۔ڈاکٹر وحید قریشی۔ڈاکٹر حسن رضوی۔عبدالعزیز خالد۔ذکی قریشی۔مظفّر وارثی۔خورشید رضوی۔خواجہ عابد نظامی وغیرہ

(فیصل آباد) ڈاکٹر ریاض مجید۔ ڈاکٹر انور محمود خالد۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی وغیرہ
(اسلام آباد) سید منصور عاقل۔ افتخار عارف۔ بشیر حسین ناظم۔ فتح محمد ملک۔
(میانوالی) محمد فیروز شاہ ....
(حیدر آباد) ڈاکٹر الیاس عشقی۔ ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی (حسرت صاحب ان دنوں کراچی میں ہیں)
(پشاور) خاطر غزنوی۔ محسن احسان.......... (تاہم یہ فہرست نامکمّل ہے۔)
(ایک طریقہ ترسیل یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی شہر میں کوئی آتا جاتا ہو تو اُس کے بدست بھجوا دیجیے۔)

(۴) بعض اخبارات، ورسائل میں تبصرہ کے لئے کتاب بھجوایے۔ مثلاً کراچی میں "رابطہ" ہے جس میں ڈاکٹر اسلم فرخی تبصرہ کرتے ہیں۔ علی ھذاالقیاس۔

(۵) ایک عبرت ناک، حیرت ناک، حسرت ناک صورتِ احوال یہ ہے کہ میں صبیح رحمانی یا قمر زیدی یا طاہر سلطانی سے یہ کہوں کہ بھائی! مجھ احقر و کمتر واسفل وارذل سے بہ توفیقِ الٰہی ایک تحقیقی کام آ گیا ہے۔ خدارا کہیں مل بیٹھیے تا کہ بعض دانشور صاحبان میرے کام پر گفتگو اور اظہار خیال کرسکیں ..... تاہم میں نے قمر زیدی سے کہا ہے وہ آپ کی مشاورت میں دسمبر کے آخری ہفتے میں بدیں سلسلہ ایک تقریب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مشاورت کا ثواب ضرور حاصل کیجیے ..... کیا مضحکہ خیز صورت ہے کہ طاہر سلطانی ہر مہینے اپنے رسالے میں اعلان کرتے ہیں کہ حمد پر تحقیق کے سلسلے میں ایوارڈ دیں گے۔ عظیم الشان جلسہ کریں گے۔ عملاً ٹائیں ٹائیں فش .... جعفر بلوچ حمد پر پی ایچ ڈی کے لئے پختہ عزم نہیں ہیں۔ سات سال سے ارادہ باندھ رہے ہیں۔ تین دفعہ یونیورسٹی سے توسیعِ میعاد لے چکے ہیں۔ ایک خط میں انہوں نے مجھے لکھا کہ اب پھر یونیورسٹی سے وقت مانگوں گا جس کی امّید نہیں ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے اُن کے ڈھیلے پن کو دیکھ کر میری موجودگی میں کہا کہ یہ جعفر بلوچ صاحب کبھی پی ایچ ڈی نہیں کریں گے۔ پہلے میں انہیں (would he Ph.D) کہتا تھا۔ اب (could he Ph.D) کہنے لگا ہوں۔

سو بھائی صبیح رحمانی! اب میں ہی رہ جاتا ہوں جس نے حمد پر پہلی بار تحقیق کی صورت میں قلم اٹھایا ہے اور بقول فرمان صاحب نہایت جامعیت کے ساتھ سعی کی ہے۔ اس کے باوجود مقامِ افسوس ہے کہ صبیح رحمانی اس سلسلے میں کوئی اجلاس برپا نہیں کرنا چاہتے حالانکہ اب تو ایسے جلسے سے پبلسٹی بھی ہوتی [ہے] جو کتاب کی فروخت میں مدد ہوسکتی ہے...... اور کیا لکھوں؟

جواب دیجیے گا۔ آپ نہیں تو قمر زیدی صاحب سے ضرور کچھ معاملات طے کر لیجیے۔

عاصی کرنالی

۹/ شوال ۱۴۲۱ھ۔ ۵/ جنوری ۲۰۰۱ء

عزیز صبیح رحمانی صاحب۔ سلام و رحمت

(۱) رمضان مبارک۔ عید مبارک۔ عمرہ مبارک۔ اللہ کرے یہ برکات مسلسل رہیں اور اعادہ کرتی رہیں۔

(۲) دو احساسات کی جڑیں مضبوط رکھئے۔ پہلا یہ کہ "اقلیم حمد و نعت" مجھے یہ شرف واعزاز عطا کر رہی ہے کہ میرا مقالہ کتابی شکل میں لا رہی ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ نے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ برصغیر میں ڈاکٹریٹ کی سطح پر میں نے "حمد" پر تحقیق کی، نیز نعت کی تحقیق جو ۱۹۸۰ء تک ہوئی تھی اُسے ۲۰ ؍سال مزید آگے بڑھا کر لمحۂ موجود تک کافی بنایا، اس لئے یہ کام رائگاں نہیں جانا چاہئے (حاصل کلام یہ کہ اس سارے معاملے میں آپ کا التفاتِ خاطر درکار ہے۔)

اب یہاں سے خالص شخصی باتیں:

(۱) سرفراز ابد کام کر رہے ہیں۔کمپوزنگ جاذبِ نظر ہے۔لیکن اُن کے یہاں سست رفتاری ہے۔آج تک تین مہینے پانچ دن گزر چکے ہیں،نصف سے کچھ ہی زائد کام کمپوز ہُوا ہے۔

(۲) میرے مقالے کے ہر صفحے پر ۲۸/سطور ہیں۔جن کا معاوضہ ملتان میں ۱۵روپے فی صفحہ لیا گیا تھا۔

اُن کے یہاں کمپوزنگ میں ایک صفحے پر ۲۴/سطریں آرہی ہیں جن کا معاوضہ معاملہ طے کرتے وقت ۲۰/روپے فی صفحہ طے ہوا تھا۔بعد میں قمر زیدی نے مجھے کہا کہ غالباً سست رفتاری کا سبب یہ ہے کہ انہیں پڑتا نہیں کھاتا۔غالباً وہ ۴۰/روپے فی صفحہ چاہتے ہیں اور ایک صفحے میں دو صفحے کھپا دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔یہ طباعت کے رموز ہیں۔اگر اُنہوں نے دو صفحے کی کھپت ایک صفحے میں کر دی یعنی ۴۸ یا ۵۰ سطور فی صفحہ لائے تو کتابت اتنی باریک ہو جائے گی کہ خردبین (یہ لفظ خوردبین نہیں ہے) سے بھی پڑھنا محال ہوگا۔اس مسئلے پر آپ قابو پائیے یعنی صفحے پر مناسب سطور اور معاوضہ فی صفحہ۔یا ابھی یہ بات نہ چھیڑیے۔مناسب وقت پر طے کر لیجیے۔

(۳) آپ کے مشورے کے تحت میں نے شعرا کی فہرست اسماء یکجا کر دی ہے تا کہ صفحاتِ آغاز میں منسلک ہو کر قاری کے لئے آسانی کا موجب ہو۔

المختصر یہ کہ صبیح اور صرف صبیح اور محض صبیح اور فقط صبیح ہی کی توجہ کشادِ کار کا موجب ہوگی۔

عاصی کرنالی

~~~~~~

۱۸/شوال ۱۴۲۱ھ۔۱۴/جنوری ۲۰۰۱ء

عزیز جناب صبیح رحمانی۔آپ کو اور تمام احباب کو سلام

(۱) ایک تازہ نعت بھیج رہا ہوں۔اس کا مطلع شاید نئے خیال کا حامل ہو۔یعنی اگر یہ خیال ہو بھی تو بصورتِ شعرِ نعت میری نظر سے نہیں گزرا۔

(۲) آپ نے فون پر کہا تھا،کل آپ شفق پریس جائیں گے۔وہاں کی ''فتوحات'' سے ہنوز بے خبر ہوں۔وہاں وہی سست رفتاری سے کمپوزنگ ہو رہی ہے۔چوتھا مہینہ صَرف ہو رہا ہے اور نصف سے ذرا زائد کام کمپوز ہوا ہے۔کہیں کتاب آنے میں پورا سال ۲۰۰۱ نہ لگ جائے۔

(۳) نعت رنگ میں،اب کے یہ اطلاع واشتہار ضروری ہے کہ اقلیمِ نعت عاصی کا مقالہ کتابی شکل میں چھپوا رہی ہے۔تا کہ اہلِ مطالعہ کے علم میں رہے۔

(۴) فون بعض اوقات سہل الحصول نہیں ہوتا۔آپ مجھے خط ہی لکھ دیجیے۔

(۵) ہاں ایک بات (اہم بات) یاد آئی۔آپ ابھی کمپوزڈ صفحات کی قسطوں کا مطالعہ بغرض درستی نہ کیجیے۔میں خود نہایت دیدہ ریزی سے یہ کام کر رہا ہوں۔جب آخر میں سارا مقالہ کُلّیت کے ساتھ میرے سامنے آئے گا اور میں نظر ثانی کروں گا۔اُس کے بعد آپ اُسے اختتاماً دیکھ لیجیے گا۔

(۶) حضرت غوث میاں،حضرت حکیم صاحب جناب سحر انصاری نہایت مکرم عزیز احسن صاحب کو سلام نیاز مندانہ۔

عاصی کرنالی

~~~~~~

۱۴رصفر المظفر ۱۴۲۲ھ۔۹/مئی ۲۰۰۱ء

جناب صبیح رحمانی

(۱) سلام اور عافیت جوئی۔

(۲) ۱۸/۵ کی شام کو حاضر ہو رہا ہوں۔۲۲/۵ کی شام مراجعت ہے۔(انشاءاللہ)

(۳) کراچی پہنچ کر آپ سے رابطہ کروں گا۔مقالے کے سلسلے میں ایک مشترکہ نشست آپ کے ساتھ ہوگی۔

(۴) ۱۹اور۲۰کو(غالبًا)مرثیہ پڑھنا ہے۔۲۱رکی شام خالی ہوسکتی ہے اگر آپ کوئی نعتیہ نشست منعقد کرنا چاہیں۔(تاہم کراچی آکر بات طے ہوگی)

(۵) مقالہ میری فائنل اصلاح سے گزر چکا ہے اور مکمّل ہو کر اب طباعت کے مرحلے میں داخل ہونے کو ہے(لیکن آپ سے مکالمے کے بعد)

(۶) اندیشہ تھا کہ لاگت یعنی مطالبۂ رقم ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان (حادثہ) ہوسکتا ہے۔لیکن قمر زیدی نے یہ کہہ کر میرے دل کی دھڑکنوں کو متوازن کر دیا کہ تمام مصارف وہ خود برداشت کریں گے الاّ یہ کہ کمپوزنگ کے ۱۹،۲۰ ہزار دے دو جو میں پیشگی ادا کر چکا ہوں۔

(۷) مقالے کا سائز عام کتابی حجم سے ڈیوڑھا ہے یعنی جیسا کہ ''اوج''،''نعت نمبر''شام وسحر''نعت نمبر وغیرہ کا سائز ہے۔اس طرح میرے مقالے کے ۲/۱۔اصفحے کی کھپت ایک صفحے پر آگئی ہے اور فی صفحہ لاگت غالبًا ۲۵ سے ۳۰ روپے تک ہے۔

بہرحال آسانیاں اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔

(باقی) کراچی آکر عندالملاقات باتیں ہوں گی۔والسّلام

آپ کا بھائی

عاصی کرنالی

~~~~~~

۲۰۰۱/۱۰/۲۷ء

بھائی صبیح!

سلام۔جناب کشفی کی نعت شناسی کے بارے میں ارشاد نامہ ملا۔میرے لیے اُن پر لکھنا بہت بڑی سعادت ہوگی۔لیکن آپ کا اعلان ''نعت شناسی'' ہے،''نعت گوئی''،''نہیں۔

نعت شناسی پر لکھنے کے لیے کشفی صاحب کا پورا کام نظر میں رکھنا ہوگا۔نعت پر اُن کی تحریریں،اُن کے تنقیدی اور تحقیقی مقالے ان کے تبصرے اور آرا وغیرہ اور ملتان کی دُوری کے سبب اُن کے''مجموعی کام'' کی دست یابی آسان نہیں۔یا تو اُن کے بارے میں ضروری متعلّق معلوماتی مواد ارسال کر دیجیے یا مجھ سے صرف اُن کی نعت گوئی پر لکھوا لیجیے یعنی''نسبت''[۱] کے حوالے سے یا پھر کراچی ہی کے کسی صاحبِ قلم کو زحمت دیجیے۔

۲۔ میرے مقالے کے بارے میں اطلاع ملی کہ آپ اشتہار شائع کر رہے ہیں۔شکریہ۔آپ اس کے ناشر ہیں جو چاہے کریں۔لیکن بنیادی امر یہ ہے کہ یہ کتاب یونی ورسٹی اور دوسری اہم لائبریریوں تک تو پہنچے اور چند خاصانِ ادب تک جو علم و تحقیق سے تعلّق رکھتے ہوں،اس کی رسائی ہو۔اس طرف ذاتی اور فوری توجہ درکار ہے۔

حکیم اسعدی،غوث میاں صاحب اور سحر انصاری صاحب کو تسلیمات۔

عاصی کرنالی

۱۔مرتب: عاطف معین قاسمی،۱۹۹۹ء،کراچی: اقلیمِ نعت،۹۶ص
~~~~~~

۲۷؍ذی الحجہ۱۴۲۲ھ۔۱۲؍مئی۲۰۰۲ء

برادرِعزیز صبیح رحمانی صاحب

السّلام علیکم۔کراچی حاضری کا امکان ہے۔ان شاءاللہ ۲۲؍مارچ کی شام پہنچوں گا اور ۲۵،شام واپس ملتان آجاؤں گا۔قمر زیدی ۲۳؍اور ۲۴ کی شام میں مجھ سے مرثیہ اور سلام پڑھوا رہے ہیں۔اب کے انہوں نے اپنے گھر میں ان نشستوں کا اہتمام کیا ہے۔میرا زیادہ قیام فیصل بیس،اپنی بیٹی کے یہاں ہوگا جہاں آپ آچکے ہیں۔۲۳مارچ کو ویسے ہی تعطیل ہے۔۲۳ کے دن میں آپ گھنٹے دو گھنٹے کو فیصل بیس نکل آئیے۔تاکہ اچھی اچھی باتیں ہوسکیں۔(میں کراچی پہنچ کر آپ کو فون کروں گا۔ہوسکتا ہے اس پروگرام میں کوئی جزوی ترمیم ہو)۔(اب کے مجھے میرے غوث میاں صاحب سے بھی ملوادیجیے گا)۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ ہیچ مداں سے 'حمد ونعت' کے سلسلے میں ایک کام لیا ہے اور اس میں سب سے زیادہ پُرخلوص، بےلوث، مسلسل رفاقت آپ کی حاصل رہی ہے۔میں چاہتا ہوں کتاب کے نکاس اور ترسیل کا معاملہ بھی آپ ہی کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہو۔اس سلسلے میں آپ سے باتیں ہوں گی اور اب تک کے معاملات کا جائزہ ہوجائے گا۔آپ ایک مکمّل فہرست (کراچی، بیرون کراچی اور بیرون ملک کے اہم اصحاب کی مرتب کرلیں جنہیں کتاب اعزازی طور پر جائے گی۔اور جن کو یہ جاچکی ہے اُن کے ناموں پر نشان لگادیجیے۔

اب تک کسی کو توفیق نہیں ہوئی، خصوصاً کراچی کی کسی دینی (ادبی) تنظیم کو کہ اس سلسلے میں کوئی نشست رکھ لے اور دو چار آدمی مجھ پر اور کتاب پر اظہار خیال کرسکیں۔طاہر سلطانی ہر مہینے اپنے رسالے میں لمبا چوڑا اشتہار دیتے رہے ہیں کہ ''حمد'' پر جو شخص پی ایچ ڈی کرے گا، اس کو ایوارڈ اور جانے کن کن حسنِ اعترافات سے نوازا جائے گا۔لیکن اب وہ منقار زیرِ پر ہیں۔قمر زیدی[۱] زیادہ تر اپنے مسلک کی تصانیف کے افتتاح پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔میری کتاب—''خاصانِ خدا کربلا میں'—کے افتتاح کی تقریب آپ کو یاد ہوگی۔کیا کثرتِ سامعین تھی۔کیسا علمی اجتماع تھا۔کس غضب کی رونق تھی۔لیکن اس تحقیقی کتاب پر ابھی تک اُن کی جانب سے بھی سکوت ہے۔

جب رشتہ بے گرہ تھا، ناخن گرہ کُشا تھا

باقی ان شاءاللہ عندالملاقات

آپ کا
عاصی کرنالی

۱۔قمر زیدی (پ:۱۹۴۹ء)،شاعر،ادیب، کتب:''قمر''،''نووارد''،''شفاعت''،''تجدید''۔

۱۲/۶/۲۰۰۲

جناب صبیح رحمانی

سلام۔اتوار کا پورا اور پیر کا نصف دن کراچی میں گزرا۔میں نے فیصل بیس میں بیٹی کے یہاں قیام کیا۔اتوار کی صبح آپ کے گھر فون کیا۔بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ وہ ذرا بازار تک گئے ہیں۔میں نے اُن کو اپنا فون نمبر دیا، کہ آپ آکر مجھ سے رابطہ کرلیں۔اُدھر قمر زیدی صاحب نے آپ کے یہاں سے رابطہ قائم رکھا اور اپنا پیغام چھوڑا۔لیکن ہم دونوں کی سعی ناکام رہی اور جناب کی جانب سے گفتگو یا ملاقات کی کوئی خواہش یا کوشش نہ ہوئی۔

کراچی میں میرے لئے صرف تین افراد باعثِ کشش ہیں۔آپ، قمر صاحب اور میری بیٹی۔

آپ نے درِ دل بند کرلیا اور میری دستک رائگاں گئی۔میں کراچی میں آتا ہوں۔ایک مسافر یا مہمان کی طرح۔کیا اب صبیح کی خُوئے مہمان نوازی اور

روشِ مسافر پروری میں تغیّر آ گیا ہے؟ اگر بالفرض مَیں براہِ راست آپ کا مہمان ہوتا، یعنی آپ کے دولت کدے پر قیام کا ارادہ کرتا، تو میرا کیا حشر ہوتا؟ آدابِ مروت میں اِس تبدیلی کا سبب کیا ہے!

اِسے تمثیل ہی سمجھیے کہ میں نے ان دِنوں ایک کتاب ''الحقائق الطیور'' پڑھی یعنی پرندوں کے بارے میں معلومات۔ اُس میں درج ہے کہ تین پرندے بہت قیمتی ذی قدر اور نایاب ہیں جن کا نام بھی ہے اور وجود بھی، لیکن اُن کا دیدار نصیب والوں ہی کو میسر آتا ہے۔ اُن تین پرندوں کے نام یہ ہیں:

ہُما۔ عنقا۔ صبیح رحمانی

والسّلام

عاصی کرنالی

~~~~~~

۸/فروری ۲۰۰۵ء

برادرم صبیح رحمانی!

سلام۔ ''نعت رنگ'' کی صورت میں آپ کی جانب سے نزولِ برکات کا سلسلہ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شمارے کے حرف حرف پر آپ کو اور آپ کے معاونین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ نئی شعری تصنیف ''مرحلۂ شوق'' [۱] چھپی ہے۔ آپ کو بھیج رہا ہوں۔

اس کے صفحات ۱۸۱ تا ۱۸۳ پر آپ کے لیے کہی گئی توصیفی نظمیں شامل ہیں۔ پڑھیے اور میرا شکریہ ادا کیجیے۔

انتخابی بورڈ کے لیے آپ نے میرے نام کی شمولیت کے بارے میں پوچھا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنی تقریباً تمام کتب جھنڈیر لائبریری کے حوالے کر دی ہیں (یہ لائبریری پاکستان کے بے شمار اہلِ تحقیق کا مرکزِ مطالعہ ہے) اس لیے اب اگر میں کسی عہد کے نعت گو شعرا کی نعتیں کو چنوں تو میرے لیے دشوار ہوگا۔ الا یہ کہ آپ اس کام کے لیے مجھے حوالے کی کتب مستعار فراہم کر دیں۔ انتخاب کے اس عمل کے لیے (جو آپ کے مدنظر ہے) میری ایک اختلافی رائے ہے اُس پر مخلصانہ غور کیجیے۔

حمد و نعت کے بہت سے منتخبات اس سے پہلے چھپ چکے ہیں۔ اس لیے کسی نئے انتخاب کی ضرورت یا افادیت زیادہ نہیں ہے۔ ویسے بھی کوئی انتخاب، قارئین کو اصل تخلیق یعنی شاعر کی مکمّل کتاب سے بے تعلّق کر دیتا ہے۔ ایک اور بات کہ آج کل قارئین کا یہ حال ہے کہ کتاب پر زرِ کثیر صرف کر کے اُسے چھاپیے اور مفت تقسیم کر دیجیے... میری رائے میں اس انتخابی عمل کی بجائے اپنی یا کسی اہم شخصیت کی کوئی تخلیقی کتاب شائع کر دیجیے۔

اس کے باوجود اگر عزم ہی ہے تو مجھے حوالے کی کتب مع ضوابط و شرائط انتخاب بھجوا دیجیے گا۔ میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔

عاصی کرنالی

۱۔ ۲۰۰۵ء، ملتان: کتاب نگر، ۲۴۰ص

~~~~~~

عباس رضوی (کراچی)

برادرم مبین مرزا کے دفتر میں آپ سے ایک آدھ ملاقات ہوئی ہے اور آج تک بقول شاعر: وہی ایک آدھ ملاقات چلی آتی ہے۔

سبب وہی سادہ اور نہایت عام فہم یعنی یہ کہ آپ قدسیوں کی محفل کے آدمی ہیں اور میں عاصیوں کا ہم نوالہ و ہم...... خیر ہم پیالہ میں بھی نہیں ہیں مگر ان دونوں دنیاؤں کا آپس میں کبھی کبھار رابطہ یا اصطلاح جدید میں Inter Action ہو جائے تو ہرج ہی کیا ہے۔ میں آپ کے پرچے ''نعت رنگ''

کے عشاق میں سے ہوں اور اسی لیے غبارِ میر کی طرح دور بیٹھا ہوں۔ ہر چند کہ نعتیں کم لکھی ہیں مگر نعت گوئی کی سرشاری سے تھوڑا بہت واقف ہوں مگر میں اس سلسلے میں توفیقات کی بات نہیں کروں گا کہ سرکارِ دو عالم کی بارگاہ تو بارگاہ ہے جہاں سے کوئی سوالی خالی ہاتھ جاتا ہی نہیں۔ اور یہ کہ کوئی نعت لاقصد کرے اور اسے نعت عطا نہ ہو۔ میرا دل نہیں مانتا۔ میں نے دل کے حوالے سے دلیل تو پیش کر دی ہے مگر خوف زدہ ہوں کہ احباب اس ارخفا نہ ہو جائیں۔ پور یہ خوف سب سے زیادہ حضرت علامہ کوکب نورانی اوکاڑی کا ہے جن کے تبحر علمی کا میں دل سے قائل ہوں اور جن کا علم ''نعت رنگ ۴۸'' کے صفحات پر جابجا بکھرا ملتا ہے۔ شاید یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ میں حضرت علامہ کے لاکھوں مداحوں میں سے ہوں۔ میں ''نعت رنگ'' جیسے خوب صورت اور خوب سیرت جریدے کا اس لیے بھی قاری ہوں کہ اس جریدے نے نعت پر تنقید کے طلسم کو توڑ دیا ہے۔ ''نعت رنگ'' نے اس مسئلے کو خالص علمی اور ادبی انداز سے پیش کیا ہے اور نعت پر بحیثیت صنف سخن ہونے والے مباحث نہایت قیمتی اور علم افروز ہیں اور اب یہ بات قریب قریب طے پا گئی ہے کہ زبان و بیان اور دیگر لوازمات شعری پر گفتگو ایک تنقیدی عمل ہے اور یہ کہ اس صنف سخن کی حیثیت جس قدر مذہبی ہے کم و بیش اسی قدر ادبی بھی ہے۔ روایت تو یہ ہے کہ ''نعت رنگ'' کے حصہ خطوط میں صرف ان نعتوں اور مضامین پر بحث ہوتی ہے جو ''نعت رنگ'' میں شائع ہوتے ہیں مگر میں مدیر ''نعت رنگ''۔ قارئین ''نعت رنگ'' اور اراکین مجلس مشاورت (اس مجلس میں بلاشبہ بڑے بڑے صاحبانِ علم و کمال موجود ہیں) کی توجہ نعت کی عمومی صورتِ حال کی جانب مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ میں جس موضوع پر توجہ کا طالب ہوں تو میرے مخاطب یہی لوگ یا اسی اندازِ فکر کے لوگ ہو سکتے ہیں میں آپ سب حضرات (محض حضرات سے خطاب اس لیے کہ میں نے اس حصے میں کسی خاتون کا خط نہیں دیکھا شاید خواتین کے لیے اس مردان خانے میں آنا منع ہے۔ حضرت علامہ کی توجہ بھی درکار ہے) کی توجہ دو ایسی نظموں کی جانب مبذول کراتا ہوں جن میں سے ایک کو حمد اور دوسری کو منقبت کا نام دیا گیا ہے اور یہ نظمیں ایک سرکاری ادارے یعنی اکادمی ادبیات پاکستان کے جریدے ''ادبیات'' کے خصوصی شمارے اپریل۔ ستمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی ہیں ان دونوں نظموں کے شاعر ہیں جناب محترم ظفر اقبال جو نہایت مشہور و معروف کالم نگار بھی ہیں اور صاحبِ طرز و صاحب اسلوب شاعر بھی۔ جناب ظفر اقبال نہ صرف زبان و بیان کی انفرادیت بلکہ ترکیب نحوی کے پرخچے اڑانے کے حوالے سے عالمگیر شہرت کے مالک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ شر پسندی اور شرانگیزی میں بھی ایک طرزِ حاصل کے موجد و بانی ہیں۔ (میں تو حیران ہوں کہ وہ ''رطب و یابس'' اور ''ہے ہنومان'' تک ہی کیوں محدود رہے۔ ان کے کسی شعری مجموعے یا ان کے کلیات کا نام ''شعرِ شرانگیز'' کیوں نہ رکھا گیا) قارئین ''نعت رنگ'' کی آسانی کے لیے جناب ظفر اقبال کی ''حمد'' ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

حمد

تو ہر شے کا مالک ہے / میں جو جو مانگتا ہوں / مجھے دے دے /
پیشتر اس کے / تیرے گھر میں / سیندھ لگا کر / میں وہ سب کچھ حاصل کرلوں

فارم کے اعتبار سے یہ نثری نظم ہے مگر میں مدیر و قارئین ''نعت رنگ'' سے مدد کا طالب ہوں کہ کیا یہ حمد ہے؟ بار بار قرأت کے بعد بھی اس میں صرف ایک ہی لائن ایسی نظر آتی ہے جسے حمد کہا جا سکے یعنی اس کی پہلی لائن ''تو ہر شے کا مالک ہے'' اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ مجھ کم علم کی نگاہ میں گستاخی بہ حضورِ ربِّ کائنات ہے۔ کیا اللہ رب العزت سے مانگنے کا یہ طریقہ ہے؟ میرا سوال صرف یہ ہے کہ کیا حمد کے نام پر لکھی جانے والی نظموں کو ہمیں خاموشی سے برداشت کرتے رہنا چاہیے؟ کیا ''با خدا دیوانہ باش'' کا یہ مطلب ہے؟ کیا اکادمی ادبیات کی اس سلسلے میں کوئی ذمہ داری نہیں ہے؟ کیا ظفر اقبال سے ڈرنے والے اللہ سے نہیں ڈرتے؟

اسی جریدے یعنی ادبیات کے خاص نمبر اپریل ستمبر ۲۰۰۸ء میں شائع ہونے والی ایک حمد اور ایک مناجات سے محض نمونتاً ایک ایک شعر۔ ذرا دیکھئے تو سہی کہ عبدیت کس حسن ادا سے حمد اور مناجات کے پیکر میں ڈھلی ہے۔

متاعِ غم کو وہی آنسوؤں میں ڈھالتا ہے
جو موتیوں سے بھری سیپیاں اچھالتا ہے (حمد۔نادر جاجوی)

تیری عظمت کی اور کیا ہو مثال
ماورائے خیال تیرا خیال (مناجات۔رفعت سلطان)

اور اب جناب ظفر اقبال کی ایک منقبت بھی ملاحظہ فرمائے۔

منقبت

آپ علم کا دروازہ ہیں/ جو سب پر وا کشادہ ہے/ لیکن بعض بدنصیب/
اوّل تو اس میں داخل ہی نہیں ہوتے/ اور اگر ہوں بھی/ تو الٹے پاؤں/ باہر نکل آتے ہیں

میں ایک اوسط درجے کا قاری اور شعر و ادب کا ایک ادنی طالبِ علم منقبت کے بارے میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ وہ نظم ہوتی ہے جس میں شاعر اپنے ممدوح کے فضائل و مناقب بیان کرتا ہے لیکن درجِ بالا منقبت کے شاعر نے صرف ابتدائی تین لائنیں۔(مجموعی طور پر محض گیارہ الفاظ) ایسی لکھی ہیں جو منقبت کی ذیل میں آتی ہوں اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہے وہ منقبت نہیں ہے پھر یہ کہ اس میں کوئی فنی حسن یا شعری خوبی یا نثر کی کوئی تراشیدہ لائن بھی نہیں ہے۔کیا اس طرح کی چیزوں کو حمد یا منقبت کے نام پر قبول کیا جا سکتا ہے؟ کیا ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ حمد یا منقبت کے نام پر جو چاہے لکھے؟ مدیر و قارئین ''نعت رنگ'' سے مدد اور رہنمائی کی درخواست ہے۔

عباس رضوی

☆ عباس رضوی،شاعر،ادیب،نعت نگار۔

عبدالباری،سید،ڈاکٹر (انڈیا)

30-06-2000

مکرمی صبیح رحمانی صاحب۔سلام مسنون

خدا کرے مزاج عالی بخیر ہو۔میرے دوست ندیم صدیقی معاون مدیر ''انقلاب''، بمبئی نے ایک خط سے مطلع کیا کہ آپ نے ''نعت رنگ'' کے کسی نمبر میں میرا ایک مضمون [۱] شائع فرمایا ہے ممنون ہوں۔مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کے متعدد وقیع نمبر آپ کے ادارہ سے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ فقیر آپ کی ان گراں قدر مساعی پر خراجِ تحسین پیش کرتا ہے۔اردو تنقید اور انشائیہ میں اس نا اہل کو بھی کچھ دخل ہے۔۶،۷ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں اسکے علاوہ شبنم سبحانی کے قلمی نام سے کبھی کبھی شعر اور نعت وغیرہ بھی لکھنے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔لاہور ایک بڑے سیمینار میں حضرت علی میاںؒ کے ساتھ چند سال قبل جا چکا ہوں خواہش ہے کہ آپ سے بھی روابط استوار رہوں۔

ممکن ہو تو وہ شمارہ جس میں میرا مقالہ شائع ہوا ہے آپ مجھے ارسال فرما دیں پھر رسالہ کا معیار اور مذاق سمجھ کر آپ کی کچھ خدمت انجام

دے سکوں گا۔خدا کرے آپ کی ادبی خدمات کا سلسلہ دراز ہو۔

خیر طلب
عبدالباری

☆ ڈاکٹر سید عبدالباری شبنم سبحانی (۱۹۳۷ء۔۲۰۱۳ء)،صحافی،شاعر،ادیب،نقاد،ریڈر: شعبۂ اردو،اودھ یونیورسٹی (انڈیا)،صدر: ادارۂ ادب اسلامی ہند،کتب:''ادب اور وابستگی''،''نئی خوشبو نئے خواب''،''فکرانگیز''،''طرب خیز''،''لکھنؤ کا شعروادب ثقافتی ومعاشرتی تناظر میں''،''ہندوستانی تہذیب اوراردو''ودیگر۔

ا۔''اردو مثنوی میں حمد ومناجات''/سید عبدالباری،مشمولہ:''نعت رنگ''،ش ۷،ص ۹۵۔۱۰۶

عبدالحق خاں حسرت کاسگنجوی،ڈاکٹر

۸/فروری ۲۰۰۶ء

جناب صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم

سوچ رہا ہوں یوں تو آپ کی بے پناہ مصروفیات کی بنا پر ملاقات ممکن ہی نہیں۔اب جب میں کراچی گیا تو بغیر فون کرکے اور بغیر بتائے کسی دن خود آپ کی خدمت اقدس میں حاضری دوں گا یعنی پیاسا کوئیں کے پاس پہنچے گا۔آپ سے ملنے کا لطف یوں بھی ہے کہ آپ بے لاگ تبصرے کرتے ہیں۔پوری کراچی کی ادبی اور دینی معلومات رکھتے ہیں پھر نہ جانے کیا بات ہے کہ آپ کی باتوں میں علمی ادبی موضوع اتنے زیادہ اور مؤثر ہوتے ہیں کہ جی خوش ہوجاتا ہے۔اللہ آپ کو خوش وخرم رکھے۔

حسرت کاسگنجوی

☆ ڈاکٹر عبدالحق حسرت کاسگنجوی (۱۲نومبر ۱۹۳۶ء۔۳۰ جولائی ۲۰۱۵ء)،ادیب،نقاد،مترجم،افسانہ نگار،ناول نگار،کتب:''خدیجہ مستور بحیثیت ناول نگار''،''سجاد ظہیر کی ناولٹ نگاری''،''فیض احمد فیض اپنی شاعری کے آئینے میں''،''پرکھ''،''بیسویں صدی میں اردو ادب''،''ادب۔علمی اور فکری زاویے''،''نغمۂ محبّت''،''ہم لوگ''، ''آدھا سورج''،''آدھا سایا''ودیگر۔

۲۰۰۹۔۵۔۱۵

جناب صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم

کہنے والے کہتے ہیں کہ دروازے پر کھڑے ہوکر اگر آپ کو آواز دی جائے تو آواز آپ تک پہنچ جائے گی کوئی وعدہ کرنا آپ سے سیکھے۔ حضرت آخر یہ کیا آپ کی کرامات ہیں کہ جب آپ یاد آتے ہیں تو مسلسل یاد آتی ہے۔کچھ برجستہ جملے کچھ دانائی کی باتیں کچھ مذہبی معلومات آپ سے کیا کچھ سیکھنے کا موقع نہیں ملتا۔آپ نظر التفات تو کریں۔کراچی دو تین دن کے لیے آنا ہوتا ہے۔پھر وہی کنج تنہائی یاد آتا ہے۔حیدرآباد چھوٹا اور مختصر ضرور ہے لیکن بھائی بڑا سکون ہے اب وقت بھی وہ آگیا ہے کہ ہر وقت اللہ ہی اللہ ہے۔

میرے فون میں کراچی میں ایسی خرابی ہے کہ موبائل نہیں لگتا یہ میری غلطی ضرور ہے لیکن قابل معافی ہے چلو نہ آؤ فون تو کرلیا کرو۔

حسرت کاسگنجوی

عبدالحکیم شرف قادری، محمد، علامہ (لاہور)

مولانا مقصود حسین صاحب کی معرفت آپ کے نعتیہ کلام کا انتخاب اور نعتیہ ادب کے کتابی سلسلہ کے ''نعت رنگ'' کے چار شمارے (۵، ۶، ۷، ۸) موصول ہوئے، ممنون لطف وکرم ہوں کہ آپ نے اتنے دیدہ زیب، دلکش اور قیمتی تحائف اس فقیر کو ارسال کیے، راقم اس عنایت پر شکر گزار ہے اور دعا گو کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعیٔ جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور حمد و نعت کے اُجالے کی برکت سے موجودہ دور کی لادینیت اور فتنہ وفساد کی تاریکیاں دور فرمائے۔

''نعت رنگ'' کے سلسلے کی ہر کتاب کتابت، طباعت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہے اور ٹائیٹل تو اتنے خوب صورت کہ انھیں فریم کروا کر سامنے رکھنے کو دل چاہتا ہے۔ گلستان نعت میں آپ نے ''حمد نمبر'' شامل کر کے اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری محافل میں حمد پیش کرنے کا التزام کیا جائے یہ تسلیم کہ نعت بھی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، کیوں کہ نعت اللہ تعالیٰ کے شاہکار اعظم کی تعریف وتوصیف ہے لیکن حمد کے دوسرے انداز بھی تو ہیں جو آیۃ الکرسی، سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص وغیرہ سورتوں میں اختیار کئے گئے ہیں۔

آپ نے اپنی کتاب کے صفحات کو تنقید کرنے کے لیے بھی کھلا رکھا ہے، جس کا ثبوت ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مقالہ ''مصرع رضا اور کشفی صاحب'' جو ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۸ کے صفحہ ۶۸ پر ہے۔ اسی طرح آپ تنقیدی مکتوبات کو بھی پوری وسعت ظرفی کے ساتھ جگہ دیتے ہیں جس کی عمدہ مثال مولانا کوکب نورانی زیدہ مجدہ کا مکتوب ہے جو آپ نے ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۵ کے صفحہ ۳۷۰ پر شائع کیا ہے، دراصل معقول اور مدلل انداز میں اختلاف اور اظہار بھی غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے مفید ہے اور فاصلوں کو کم کرنے کے کام آسکتا ہے۔ چند ایک امور کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں:

۱۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط اپنے مقالہ ''اردو نعت گوئی کے موضوعات'' شمارہ ۵، صفحہ ۷۵ میں لکھتے ہیں کہ مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے بھی لکھا تھا ''معراج سے متعلّق احادیث صحیحہ میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔'' صحیح اور ضعیف حدیث کی دو متقابل قسمیں ہیں۔ صحیح ہوگی تو اس میں ضعف نہیں ہوگا اور ضعف ہوگا تو وہ صحیح نہیں ہوگی ان دونوں کو جمع کرنا آگ اور پانی جمع کرنے کے مترادف ہے۔

۲۔ یہی ڈاکٹر صاحب صفحہ ۶۰ پر لکھتے ہیں ''اب ایک نعت گو توحید کے متوالے شاعر کی جرأت رندانہ نہیں بلکہ مشرکانہ ملاحظہ ہو (چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں) اوتاروں کی شان میں لکھے گئے بھجن بھی اس کفریہ کلام کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ (ایک سطر کے بعد لکھتے ہیں) ثنائے محمدی ﷺ کو ''حمد'' کی شکل میں پیش کرنے کا فن کس قدر مذموم اور ناروا ہے۔'' حالانکہ حمد اور ثنا دونوں کا معنی تعریف ہے، نبی اکرم ﷺ کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں ہوسکتی؟

ان سب تبصروں کے باوجود آخر میں لکھتے ہیں ''نعت گوئی کے یہ چند موضوعات تھے، ان پر قصر نعت تعمیر کر کے اردو کے نعت گو شعرا سمجھ رہے ہیں گویا انھوں نے جنت میں گھر تعمیر کرالیے ہیں، جو کچھ بعید بھی نہیں کہ اللہ ان کی اسی سرشارانہ عقیدت رسول سے خوش ہوجائے اور یہی نعتیں ان کے لیے حدائق بخشش بن جائیں۔'' (ص ۶۰)

اب آپ ہی بتائیے کہ کافرانہ اور مشرکانہ اشعار لکھنے والوں کی نعتیں کیسے حدائق بخشش بن جائیں گی؟ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں صاف فرمارہا ہے کہ شرک کی مغفرت نہیں ہوگی۔

غرض یہ کہ آپ کا کام جتنا اہم ہے، اتنا ہی نازک ہے اور اس میں اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے، خوب چھان پھٹک کے بعد مقالات کی اشاعت ہونی چاہیے۔

۳۔ شمارہ ۷، صفحہ ۸۳ میں ڈاکٹر عاصی کرنالی لکھتے ہیں۔ ''اسی حمد میں یا کسی منقبت و مدحت میں کسی عبد یا بشر سے بھی طالب امداد ہوتا ہے اور گویا اسے

صفاتِ الٰہی میں شریک گردانتا ہے۔

حالاں کہ ہم میں سے تقریباً ہر شخص حاکم، حکیم یا عزیز واقربا سے مدد مانگتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم مشرک ہو گئے ہو، حضرت ذوالقرنین نے کہا اعینونی بقوۃ[۱] تم طاقت کے ساتھ میری مدد کرو، حضرت عیسٰی علیہ السّلام فرماتے ہیں من انصاری الی اللّٰہ[۲] کون ہے اللہ کی طرف میری امداد کرنے والا؟ کیا اسے بھی شرک کہا جائے گا؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق کو مستقل جان کر اس سے مدد مانگنا شرک ہے اور اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر ہے تو اس میں حرج نہیں۔

۴۔ حمد نمبر کے صفحہ ۲۷۰ پر ایک شعر ہے: یزداں، مولا، رام، گرو
اندر جملہ اسماء اُو

ایک دوسرا شعر ہے:

بستہ اس کے ذکر سے ہے
مالا، سبحہ اور جینئو

استغفراللہ! اسلام اور ہندومت میں کیا فرق رہ گیا؟ اس کی ذمہ داری صرف شاعر پر نہیں، ناشر پر بھی عائد ہوتی ہے۔ یہ تو چند مقامات ہیں جو مختصر وقت میں سامنے آئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے حمد و نعت کے موضوع پر تفصیلی مقالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

☆علامہ عبدالحکیم شرف قادری (۱۳ اگست ۱۹۴۴ء۔ یکم ستمبر ۲۰۰۷ء)، ممتاز عالم دین، ادیب، محقق، مصنّف، مترجم، چند کتب کے نام: ''یادِ اعلیٰ حضرت''، ''من عقائد اھل السنۃ''، ''خدا کو یاد کر پیارے''، ''اندھیرے سے اجالے تک''، ''شیشے کے گھر''، ''سوانح سراج الفقھاء'' ودیگر۔

۱۔ سورۃ الکھف، آیت: ۹۵ ۲۔ سورۃ الصّف، آیت: ۱۴

۱۳/ محرم ۱۴۲۷ھ

جناب سید صبیح رحمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مولانا مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی زید مجدہ کی عنایت سے مجلّہ ''نعت رنگ'' کا مولانا احمد رضا خان نمبر'' موصول ہوا، دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا، ہر صفحے پر نظر پڑتے ہی زبان پر بے ساختہ سبحان اللہ اور ماشاءاللہ کے کلمات جاری ہو جاتے، آپ نے زیادہ سے زیادہ نئے مقالات شاملِ اشاعت کیے ہیں، امام احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری پر اگر آپ پرانے مقالات جمع کریں تو ایک سے زیادہ نمبر با آسانی نکال سکتے ہیں۔ مقالہ نگار حضرات نے بھی ایمانی اور ادبی ذوق میں ڈوب کر خامہ فرسائی کی ہے اور امام احمد رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کے بہت سے محاسن کو بڑی خوش اسلوبی سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔

آج جب کہ لادین قوتیں ایٹمی طاقت رکھنے والے پاکستان پر پوری طاقت سے اپنی تہذیب، اپنی ثقافت اور اپنے لادین نظریات ٹھونس رہی ہیں اور ہمارے حکمران بڑی سعادت مندی کے ساتھ ان کے پروگرام کو آگے بڑھا رہے ہیں، ایک خطے کے نصاب سے طریقۂ نماز نکال دیا گیا ہے۔ آیاتِ جہاد نصاب سے نکالی جا رہی ہیں، مجاہدینِ اسلام اور مجاہدینِ تحریکِ پاکستان سے متعلق مضامین حذف کیے جا رہے ہیں، نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی مشترکہ ریس کو عبادت کا درجہ دیا جا رہا ہے اور جو لوگ اس جاہلانہ رسم کو پسند نہیں کرتے، انھیں اسلام کے نام پر معرضِ وجود آنے والے ملک

میں آنکھیں بند کر لینے کا مشورہ دیا جا رہا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی اور آخر میں بھی غربت کی طرف لوٹ جائے گا''، میں بجا طور پر سمجھتا ہوں کہ غربتِ اسلام کا آغاز ہو چکا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس پر جس طرح احتجاج ہونا چاہیے وہ بالکل نہیں ہو رہا، ٹی وی نے تو بے پردگی کی مہم چلا رکھی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسے گھپ اندھیرے میں ضرورت ہے کہ: دہر میں اسمِ محمدؐ سے اُجالا کر دو

اور آپ نے اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں جہانوں میں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

تھوڑی سی دوسرے پہلوؤں پر بھی گفتگو سن لیں:

(۱) ص ۷۰ا پر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم صاحب کا مضمون پڑھنے لگا تو پہلی سطر پڑھ کر ہی چونک گیا، میرا دل نہیں مانتا کہ ڈاکٹر انجم جیسے فاضل نے یہ کلمات لکھے ہوں گے اور یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ نے اسے شائع کیسے کر دیا۔ وہ کلمات ملاحظہ ہوں: ذکرِ حق کے بعد ذکرِ رسولِ مقبول ﷺ افضل ترین عبادت ہے اور اس عبادت میں خالق اور مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔ (ص ۱۷۰)

یہ وہ سنگین ترین کلمات ہیں جن کی وجہ سے لکھنے والے شائع کرنے والے اور پروف ریڈنگ کرنے والے سب پر توبہ فرض ہے، ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔ اسی مقالے میں یہ الفاظ بھی قابلِ توجہ ہیں: بعض علما نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ قرآن کے تیسوں پارے رسول مقبول ﷺ کی مکمّل نعت میں ہیں۔ ایسے علما سے صرف اتنی گزارش ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد کے لیے بھی تو رہنے دیں، کچھ دوسرے انبیائے کرام کے واقعات، اطاعت شعاروں کے اجر و ثواب اور معصیت کاروں اور کافروں کے عذاب کے لیے بھی تو کچھ حصہ رہنے دیں، آج بہت سے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نعتیں جھوم جھوم کر پڑھتے ہیں اور نمازوں کے قریب نہیں جاتے۔

(۲) جناب ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب کا مقالہ بڑا جان دار ہے اور انھوں نے بڑی عمدگی کے ساتھ قارئین کو بھی سلامِ رضؔا کے دو باغوں کی سیر کرائی ہے۔ ایک جگہ انھوں نے فرمایا ہے: دولھا، برات، نوشہ، شادی، نوشہ کے تلازمے نہ جانے حضرت احمد رضا خاں صاحب اوران کے دبستان کے بہت سے شاعروں اور مقرروں کو کیوں اس درجہ پسند تھے۔ نوشۂ بزمِ جنت کو مرکزِ بزمِ جنت، شانِ بزمِ جنت، رونقِ بزمِ جنت، کعبۂ بزمِ جنت کچھ بھی کہا جا سکتا تھا۔

بعد میں ڈاکٹر صاحب نے اس تلازمے کی توجیہ کی ہے، تاہم اس سلسلے میں یہ ضرور عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ: نوشۂ بزمِ جنت کی ترکیب سامنے آنے کے بعد سچی بات ہے کہ باقی جتنی ترکیبیں بیان کی ہیں کسی میں وہ حسن اور جاذبیت نہیں ہے جو اس ترکیب میں ہے، عربی کا ایک مقولہ ہے ''**لاعطر بعد عروس**'' دلھن کے عطر کے بعد کسی عطر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ بزمِ جنت کے دولھا ہیں باقی سب براتی ہیں۔ (یعنی طفیلی)

''دلائل الخیرات'' میں ہے (**و عروس مملکتک**) اے اللہ اپنی مملکت کے دولھا پر رحمتیں نازل فرما۔ اس کی شرح میں علامہ فاسی نے بڑی عمدہ گفتگو کی ہے اور ''مواہب لدنیہ'' کے حوالے سے بعض علما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ (**ولقد رآی من آیاتِ ربه الکبری**) اس کا معنی یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ملکوت (عالم بالا) میں اپنی صورت دیکھی (**فاذا هو عروس المملکة**) تو آپ ہی مملکتِ الٰہیہ کے دولھا تھے۔ (دیکھیے مطالع المسرات عربی، ص ۲۲۳)

(۳) ٹائٹل پیج کی پشت پر آپ نے بے پردہ عورت کی تصویر شائع کی ہے۔ حالاں کہ کسی بھی جان دار کی تصویر بنانا چھاپنا بغیر کسی شدید مجبوری کے

جائز نہیں ہے۔ کاش آپ اس سے اجتناب فرماتے۔

آخر میں اس یادگار نمبر کے شائع کرنے پر تہِ دل سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں، ان شاءاللہ العزیز یہ نمبر عرصۂ دراز تک ریفرنس بک کے طور پر اہلِ علم کے کام آتا رہے گا، ہاں علامہ کوکب نورانی کا مقالہ بڑا بھرپور، معلوماتی اور باحوالہ تھا، اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمر اور قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

~~~~~~

27-07-2001

محترم و مکرم جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ [نمبر ۱۱] موصول ہوا، حسب سابق دل کش و دل رُبا، روح پرور اور ایمان افروز، حکیم محمود احمد برکاتی کی نظم پڑھ کر رقت طاری ہوگئی، خاص طور پر اس بند پر:

کہنا ہے جا کر اے عالم آرا ربّ محمد! اے ربّ کعبہ!

بارے الٰہ بارے الٰہ! اے وائے القدس! اے وائے ڈھاکہ

ڈاکٹر ابوسفیان کا مضمون ''شوقی اور ان کا نعتیہ قصیدہ ''الحضریۃ النبویۃ'' خاصا معلوماتی ہے۔ مولائے کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

ظہیر غازی پوری (بھارت) کا مقالہ ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' بھی معلومات افزا اور چشم کشا ہے۔ انھوں نے بہت سے اشعار نعت پر صحیح گرفت کی ہے اور ہونی بھی چاہیے۔ انھوں نے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ کے ایک شعر پر معنوی اور فکری اعتبار سے گرفت کی ہے وہ شعر یہ ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

ظہیر غازی پوری کہتے ہیں کہ: اللہ ربّ العزت چوں کہ بے جسم، بے پیکر اور بے بدن ہے، اس لیے دنیاوی محبوب و محبّ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا۔ (''نعت رنگ''، شمارہ ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء، ص ۱۳۱)

یہ عبارت بالکل غیر واضح ہے، کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جسم ہے اور اس شعر میں اسے مجسّم بنا کر پیش کیا گیا ہے، اگر یہ مطلب ہے تو یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں، کیوں کہ شعر کے کسی حصے اور کسی پہلو سے یہ مطلب نہیں نکلتا۔ پھر یہ بات بھی سمجھ سے بالا ہے کہ ''دنیاوی محبوب و محبّ کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا، کیوں؟ کیا اس لیے کہ وہ اُخروی ہے، دنیاوی محبوب نہیں ہے؟ اللہ والے دنیا میں بھی اس سے ٹوٹ کر محبّت کرتے ہیں، آخرت میں بھی، اس سے زیادہ محبّت کریں گے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **یحبھم و یحبونہ**۔ (۵/۵۴)

ظہیر صاحب پھر لکھتے ہیں: ویسے بھی محبوب کو مالک کا درجہ عطا کرنے کا سیدھا اور صاف مطلب ہوا کہ رسول کو خدا کہا یا تسلیم کیا اور یہی وہ مقام ہے جہاں بہ قول حضرت احمد رضا خاں صاحب، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت تک پہنچ جاتا ہے۔

اس عبارت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو مالک مان لینے سے شرک لازم آتا ہے۔ کس چیز کا مالک ماننے سے شرک لازم آتا ہے؟ اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

۱۔ **فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ماملکت ایمانکم۔ (۴/۳)**

اگر تمھیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک عورت سے نکاح کر و یا اپنی مملوکہ سے استفادہ کرو۔
~~~~~~

۲۔ او ما ملکتم مفاتحه. (۲۴/۶۱)
یا تم جس گھر کی چابیوں کے مالک ہو۔
۳۔ قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللّٰه. (۷/۱۸۸)
۴۔ لایملکون الشفاعة الا من اتخذ عند الرحمن عهدا۔(۱۹/۸۷)
بندے شفاعت کے مالک نہیں ہاں جس نے اللہ سے عہد لیا۔
۵۔ واتبعوا ماتتلوا الشیاطین علی ملک سلیمن۔(۲/۱۰۲)
انھوں نے اس جادو کی پیروی کی جس کی تلاوت شیطان کیا کرتے تھے، سلیمان کی حکومت کے زمانے میں۔

غور فرمائیں ان آیات میں انسان کو غلاموں اور لونڈیوں کا مالک قرار دیا، گھر کی چابیوں کا مالک فرمایا، اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے مطابق نفع و ضرر کا مالک قرار دیا، جس کے پاس عہد ہے اسے شفاعت کا مالک قرار دیا، حضرت سلیمان علیہ السّلام کو ملک کا مالک قرار دیا اور کہیں شرک لازم نہ آیا، کیوں کہ قرآن پاک میں شرک کا سوال ہی نہیں ہے، نبیٔ اکرم ﷺ کو مالک ماننے سے شرک کیسے لازم آ گیا؟

علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ''شرح عقائد'' میں فرماتے ہیں کہ شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب بالذات مانا جائے یا مستحق عبادت مانا جائے۔(شرح عقائد) مالک ماننے سے شرک تب لازم آئے گا جب نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ جیسا مالک مانا جائے، کیوں کہ اس وقت نبی اکرم ﷺ کو واجب بالذات ماننا پڑے گا۔ جب کہ امام احمد رضا فرماتے ہیں، ''میں تو مالک ہی کہوں گا'' یہ الفاظ خود پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ اصل مالک تو اللہ تعالیٰ ہے چوں کہ ربّ کریم نے آپ کو کائنات میں تصرف کا اختیار دے رکھا ہے، اس لیے میں تو یہی کہوں گا کہ آپ بھی مالک ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور اس کی اجازت سے، دیکھیے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر. (۳/۱۹)
میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی مورت پیدا کرتا ہوں۔

ہوسکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا خلق اور ایجاد کی نسبت اپنی طرف کرنا شرک ہے، لیکن اس کا یہ قول اس لیے صحیح نہیں کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے اذن کا صراحۃً ذکر ہے۔(فیکون طیرا باذن اللّٰه)

آیئے! سرکارِ دوعالم ﷺ کے اختیار اور تصرف کی ایک جھلک دیکھیں:

۱۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار وزیروں سے تقویت دی ہے، دو آسمان والے جبرئیل اور میکائیل اور دو زمین والے ابوبکر اور عمر۔ اس حدیث کو امام طبرانی اور امام ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں روایت کیا۔ (الصواعق المحرقۃ، ابن حجر مکی، ص ۷۸)

ظاہر ہے کہ وزیر بادشاہ ہی کے ہوتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کے دو وزیر آسمان میں اور دو زمین میں ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی:

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے، چاند اشاروں سے ہو چاک

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، ہم سوئے ہوئے تھے، ہمارے پاس زمین کے خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور ہمارے ہاں رکھ دی گئیں۔(مسلم شریف، عربی ۱/۱۹۹) بخاری شریف (ص ۵۸۵) میں ہے، اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔

ہمیں زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئیں۔

اس حدیث کے تحت علامہ محمد عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں: یا دنیا کے تمام خزانے مراد ہیں، بندے جس چیز کے مستحق ہیں وہ انھیں نکال کر دیتے ہیں، اس جہان میں جو کچھ ظاہر ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہی دے گا جس کے ہاتھ میں چابی ہوگی۔(فیض القدیر، شرح جامع صغیر، ۱/۵٦۴)

حضرت ربیعہ ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے انھیں فرمایا''سل ربیعة!'' مانگو۔اس حدیث کی شرح میں حضرت ملاعلی قاری، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور غیر مقلّدین کے نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور آخرت کی جو بھلائی چاہو مانگو۔ نبی اکرم ﷺ نے مطلقاً فرمایا کہ مانگو اور کسی خاص مطلب کی تخصیص نہیں کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ حضور اقدس ﷺ کے دست ہمت وکرامت میں ہے، جسے چاہیں جو چاہیں اپنے رب کے اذن سے عطا فرمائیں۔علامہ بوصیری فرماتے ہیں:

فان من جودک الدنیا و ضرتها

و من علومک علم اللوح و القلم

دنیا و آخرت آپ کے جود وکرم کا حصہ ہے اور لوح وقلم کا علم آپ کے علوم کا بعض ہے۔ (مسک الختام طبع کان پور، ۱/۲۷٦)

نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کو ارشاد فرمایا: اسلموا تسلموا و اعلموا ان الارض للّٰه و رسوله.

اسلام لے آؤ، محفوظ ہو جاؤ گے اور جان لو کہ زمین اللہ کی اور اللہ کے رسول کی ہے۔ (بخاری شریف، عربی، ج ۱، ص ۴۴۹)

دراصل بات یہ ہے کہ اگر بادشاہ اپنے وزیر کو اور آقا اپنے غلام کو اپنی تمام مملوکہ اشیا میں مختارِ عام بنا دے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وزیر بادشاہ کے برابر ہو گیا ہے اور غلام اپنے آقا کے برابر ہو گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو کائنات میں تصرف کا اختیار دیا ہے تو اس سے برابری اور شرک کہاں سے لازم آ گیا؟

امام احمد رضا نے پیش نظر شعر میں محبّت کے لطیف ترین جذبے کے حوالے سے استدلال کیا ہے کہ ہمیں جس سے محبّت ہو اور دل کی گہرائی سے محبّت ہو، اس کے ساتھ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ چیز میری ہے اور یہ تمھاری ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو محبّت کے جذبۂ لطیف سے عاری ہو اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنی کائنات میں تصرف کی اجازت دے رکھی ہے۔علامہ اقبال اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ بندے کا محتاج ہو جاتا ہے بلکہ مطلب یہ کہ بندہ اپنی رضا کو اللہ کی رضا میں اس طرح فنا کر دیتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے وہی بندے کی رضا ہے۔

ظہیر صاحب اس کے باوجود لکھتے ہیں: کشف اور کیف کے عالم میں محبِّ رسول اگر اس منزل تک پہنچ جاتا ہے تو اوّل اور مذہبی نقطۂ نظر سے یہ کیفیت قابلِ گرفت ہے، مگر اللہ بڑا مہربان ہے اور غفور الرحیم بھی تو ہے۔(''نعت رنگ''، ص ۱۳۲)

جب ایک رویہ یا نظر یہ حد شرک میں داخل ہو جائے تو وہ ناقابلِ معافی ہے، اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہونے کے باوجود اسے نہیں بخشتا۔ارشادِ ربانی ہے:

ان اللّٰه لایغفر ان یشرک به۔ (۴/۴۸)

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے۔

ظہیر صاحب خود یہ لکھ گئے ہیں: اپنے نور سے بھی اس نے ایک پیکر تراشا جو اس کے لیے محبوب ترین تھا، وہ نور پیشانئ آدم میں محفوظ ہوا اور محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا۔ (''نعت رنگ''، ص۱۳۱)

اپنے نور سے ایک پیکر تراشنے کا تصور بڑا ہول ناک ہے، کیوں کہ اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اجزا سے پاک ہے۔ مذکورہ بالا عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے ایک ٹکڑے کا پیکر تراشا جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہنچا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا کردہ اوّلین نور سے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو پیدا کیا، یہ نہیں کہ ایک پیکر پیدا کیا وہ نبی اکرم ﷺ تک پہنچا۔

یہ چند سطور راقم نے تحریر کی ہیں، اگر آپ تفصیل دیکھنا چاہیں تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ''الامن والعلیٰ''[۱] ملاحظہ فرمائیں، راقم کی عربی کتاب ''من عقائد اہل السنۃ'' کا ایک باب ''المعجزہ وکرامات الاولیاء'' ملاحظہ فرمائیں۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

۱۔ ۱۳۹۶ھ، لاہور: شبیر برادرز، ۲۳۲ص

عبدالعزیز دباغ، شیخ

سیدی صبیح رحمانی بھائی

سلام ورحمت

آپ ہمیشہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو صبیح بھائی کہوں، بھائی تو آپ ہیں مگر بھائی سے بہت کچھ زیادہ بھی ہیں۔ اہل سادات کا ادب ڈاکٹر طاہر القادری مدظلہ العالی نے دل میں ایسا اتارا ہوا ہے کہ آداب ہی کا نہیں شخصیت کا حصہ محسوس ہوتا ہے۔ یہ اس محبّت کا تقاضا ہے جس سے بیڑے پار لگتے ہیں۔

آپ سے تعلّق بہت پہلے جڑ تا تو تسکین اور تحصیلِ کرم کا دائرہ وسیع تر ہوتا لیکن مالک کی مرضی! الحمدللہ! تھوڑا بھی بہت ہے!

اپریل ۲۰۱۹ء میں سرور حسین نقشبندی صاحب کی پہلی قومی ادبی نعت کانفرنس میں آپ لاہور تشریف لائے۔ وہاں مجھے اپنے ایک مقالے کا خاکہ پڑھنا تھا۔ آپ سٹیج پر تشریف فرما تھے۔ واپس اپنی سیٹ پر جانے لگا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے ریاض حسین چودھری علیہ الرحمۃ کے حوالے سے دو چار جملے عنایت فرمائے جو کسی قلبی شناسائی کے ترشحات تھے۔ مجھے فخر ہوا کہ آپ جیسے سرکردہ مدحت نگار اور ثناخواں اس احقر کو کس حوالے سے کتنا جانتے ہیں۔ آپ نے کچھ یوں فرمایا تھا کہ ریاض کی نعت کے لئے آپ کی کاوشوں کا مجھے سب پتہ ہے، ریاض مجھے بتاتے رہتے تھے۔ دراصل ریاض کی نعت کے حوالے سے میرا ادھورا سا کام ہی ایک محدود سے دائرے میں میری پہچان تھی۔ ادبی نعت کانفرنس کے لیے میرے مقالے کا موضوع بھی ریاض کی نعت کی فنی اور معنوی وسعتوں کے بارے میں تھا جو سرور صاحب نے بعد میں مدحت میں شائع کیا۔ کانفرنس کی اسی نشست میں آپ نے جو خطاب فرمایا اس سے اندازہ ہوا کہ معاصر نعت کے مسائل اور توجہ طلب معاملات کیا ہیں۔ میں نے آپ کو پہلی بار دیکھا اور سنا تھا۔ آپ کی پُرمغز گفتگو، اعتماد کے تعرج اور انداز بیاں کے تسنّد، تصّدق اور تیّقن سے بہت متاثر ہوا۔ اہل فکر ونظر نے آپ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس لئے قربت حاصل نہ کر سکا، نہ بات ہو سکی، سوچا کہ رابطہ کروں گا مگر میرے جیسے فقیر کے طرز زندگی میں رابطوں کی فرصت کہاں! کوئی صاحب احقر کے بارے کسی شکایت کے ساتھ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کے پاس پہنچے جو اس واقعہ کے راوی بھی ہیں کہ ''اُس شخص کے بارے میں یہ شکایت لائے ہو جو نہ کسی سے ملنے جاتا ہے نہ کوئی اسے ملنے آتا ہے، شب وروز اپنے کام میں ڈوبا رہتا ہے۔'' میرا مالک کے ساتھ معاملہ ہی کچھ ایسا ہے، اسے ندامت کی چلمن میں سے جھانک کر دیکھ لیتا ہوں، اس کے ساتھ مصروف

رہتا ہوں،اور کسی سے رابطہ کی صورت کم ہی بنتی ہے؟اب تو آپ جان ہی گئے ہیں۔مالک نے خود فرمایا ہے میں ان کے جان و مال خرید لیتا ہوں۔آپ بھی تو بکے ہوئے ہیں۔مگر آپ کی ڈیوٹی اسی کی رضا کے لئے رابطوں کو فروغ دینے کی ہے جب کہ میرے لیے کم آمیزی کا حکم ہے۔

کسی تحقیقی کام میں مجھے اردو نعت کی شعری روایت کی ضرورت پڑی جو میسر نہ تھی۔ میں نے ریاض مرحوم کے صاحبزادے جناب حسنین مدثر سے پوچھا اگر ان کے پاس ریاض صاحب کے ذاتی کتب خانے میں یہ کتاب موجود ہو۔ دس منٹ میں مدثر صاحب نے مجھے اس کی PDF فائل واٹس ایپ کر دی۔ مجھے حیرت ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ صبیح رحمانی صاحب کے ساتھ آصف صاحب کام کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا تو انہوں نے یہ فائل فراہم کر دی۔ جب اس تالیف میں اترا تو نعتیہ ادب کے باطن کا نور میرے ادراک کو روشن کر گیا۔اس کے حرفِ آغاز میں نعتیہ ادب کی بیان کی گئی جگمگاتی حکمتیں شعورِ نعت کی کہکشائیں سجا رہی ہیں۔سوچا کہ رابطہ کروں مگر بوجوہ رابطہ نہ کر سکا۔

یہ آپ سے میرے تعارف کی کہانی ہے۔

ریاض مرحوم کی نعتیہ کتب کی اشاعت کا احقر نے جو بیڑا اٹھایا اس کے لئے مقدور بھر کام کرتا رہا۔اپنے پندرھویں مجموعۂ نعت دبستانِ نو کے لئے مجھے کچھ لکھنے کیلیے کہتے رہے۔اور آخر اگلی صدی کی نعت کی تحریر قلم سے ٹپک پڑی۔اور یہی تحریر آپ کے لطفِ التفات کی بنیاد بن گئی جب آپ کا محبّت بھرا لہجہ فون پر دل کی دھڑکنوں میں شامل ہوا۔ آپ نے اس تحریر کے بارے جو تحسینی کلمات عطا کیے ان سے مجھے بلا کا اعتماد ملا کیونکہ نہ میں نے کبھی تسلسل سے لکھا اور نہ کبھی سراہا گیا تھا، جس میں بڑی خیر یہ تھی کہ میری انکساری میرے پاس رہی۔ آپ نے مبالغہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: اس طرح کی تحریر معاصر اہلِ نقد و نظر میں سے چند لوگ ہی لکھ سکتے ہیں۔کہاں پدّی کہاں پدّی کا شوربہ!

سیدی! کئی باتیں کہنے کی نہیں ہوتیں۔ آخر کیا ہوا کہ بقرعید پر میں ریاض کو ملنے چلا گیا؛ مقصد محض ریاض سے ملنا اور ان سے اظہار محبّت تھا۔دونوں گھنٹوں بیٹھے اور آزردگی کے لمحات کو امید کی چادر میں لپیٹتے رہے۔ڈبڈبائی آنکھوں سے کہتے جاتے: اتنی نعت لکھی ہے مگر اس کی اشاعت کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ان کا کربِ دروں میرے دل میں اترتا چلا گیا۔پھر جو ہوا اسے میں نے اپنی کتاب ''ریاض کی نعت نگاری'' میں بیان کر دیا ہے۔تب سے احقر ہر سال، ایک اور کبھی دو مجموعے چھپوا لیتا۔پھر نصیب کی صبح متبسّم طلوع ہوتی اور صبا پیامِ قبولیت بن کر حاضری کا بلاوا لاتی؛ ہر جہت عیدِ محورِ قص ہو جاتی؛ ریاض بھی سن کر جھوم جاتے۔ریاض کی مدحت نگاری کی یہ شان سال بہ سال دوبالا ہوتی رہی اور پھر اگست ۲۰۱۷ء کو ریاض مدحتِ سرکار میں گم، ہم سے پردہ فرما گئے۔جب کہ ابھی ان کے دس نعتیہ مجموعے چھپنے والے باقی تھے۔

اللہ کی رحمت بھی کلامِ ریاض کی اشاعت کی متمنّی تھی۔انہوں نے ممدوحِ کبریا کی شان میں جو مدحت نگاری کی وہ ربِ نعت کو پسند آئی اور اس کی اشاعت کے غیر مرئی انتظامات ہوتے چلے گئے جن کا محور اِس احقر خطا کار کی ادنیٰ ذاتِ منکسر تھی۔ میں نے ''برستی آنکھوں خیال رکھنا'' کی اشاعت کا اہتمام کیا مگر کتاب کی اشاعت کے تدوینی اور پیش کاری کے مراحل میں مشکلات پیش آئیں۔صاحبِ نظر قارئین جو واقعی کتاب پڑھتے اور اس پر سوچ کر اظہارِ خیال فرماتے ہیں اُن تک ترسیل بھی کوئی آسان کام نہیں۔دو ایک احباب سے جنہیں جانتا تھا بات کی مگر مایوسی ہوئی۔ چونکہ ریاض کی ویب سائیٹ riaznaat.com کے کامیاب اجرا کا کام ہو چکا تھا اور bazm-e-riaz کی APP بھی لانچ ہو چکی تھی، دل کو یک گونہ اطمینان تھا کہ ریاض کی نعتیہ شاعری پورے اہتمام کے ساتھ اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔اب تو دنیا بھر میں ویب سائٹس اور PDF Copies کا رجحان عام ہو گیا ہے۔تاہم طباعت اپنی جگہ کتاب کی تخلیقی شان کے فروغ کے لئے اور مطالعاتی حلقوں، لائبیریریوں اور تحقیقی پراجیکٹس میں مصروف سکالرز کے لئے ضروری ہوتی ہے اور کتاب کے حوالے سے اھل نقد و نظر کی قابل قدر آرا بھی حسن تخلیق کا ایک مسلمہ اور اہم پہلو ہے۔ریاض کی

غیر مطبوعہ مجموعہ ہائے نعت کا یہ پہلو ابھی ادھورا تھا۔

سیدی! نعت کی انوار و برکات کی رم جھم ارواح مطہّرہ پر اترتی رہتی ہے۔ جنہیں شعور و تخلیقِ نعت اور فروغِ مدحت کی نعمتِ عظمیٰ عطا کی جاتی ہے انہیں گنبدِ خضرا کی دل کشی کشش ثقل کی صورت اپنے ساتھ باندھے رکھتی ہے؛ ایک ربطِ نور اُن کے باطن میں چراغاں کئے رکھتا ہے؛ وہ لکھیں یا بولیں اُن کی نوکِ قلم اور فصیل لب پر یہ چراغاں ہر لمحہ سجا رہتا ہے۔ یہ ارواحِ برگزیدہ فروغِ نعت کے بہانے ڈھونڈتی ہیں؛ حریصٌ علیکم کی صفت سے مزین ہوتی ہیں؛ فیاض ہوتی ہیں، شعورِ نعت کی خیرات بانٹتی رہتی ہیں؛ یہ کام نہ ہو تو وہ بے چین، بیقرار اور بے کل رہتی ہیں؛ فروغِ نعت ہی ان کا ذوقِ نظر ہوتا ہے جس کی تسکین کے لئے ان کی آنکھوں میں جستجو تیرتی رہتی ہے۔ میرا تعلّق بھی مشیّت نے ایک ایسی ہی معطّر و مطہّر و منور روح سے جوڑ دیا۔

وہ ایسے ہوا کہ آپ نے احقر کو فون پر تلاش کیا، تحسین فرمائی، ریاض کی نعت پر کام کا پوچھا جس کے بارے آپ کو کچھ علم نہیں تھا، استفسار فرمایا کیا کر رہے ہیں آجکل اور ریاض کی نعت کا کام کہاں تک پہنچا ہے؟ اور میرا ایک ہی سادہ سا جواب کہ آٹھ مجموعے اشاعت کے منتظر ہیں مگر میں اکیلا ہوں۔ اور آپ کا میری توانائیوں کو زندہ کرنے والا جواب کہ ''آپ اکیلے نہیں، میں ہوں نہ آپ کے ساتھ۔ ریاض کی نعت سے صرف آپ ہی کو تو محبّت نہیں، ریاض سے ہم بھی محبّت کرتے ہیں اور ہوسکتا ہے آپ سے زیادہ کرتے ہوں۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت کا معاملہ ہے۔ حضور ﷺ کی نعت کے فروغ اور شعورِ نعت کے فراغ کے لئے ہماری زندگی وقف ہے، یہ آخرت کا سودا ہے۔ بارگاہ رسالت میں قربت وقبولیت کی کاوشِ پیہم ہے۔ ریاض کا احسان ہے کہ بہت خوب نعت لکھ گئے اور اس کی اشاعت کا کام ہمارے حصے میں آیا۔ آپ کتابوں کو مرتب کریں اور ارسال کردیں، احباب سے رابطہ ہو جائے گا؛ پیش گفتار، تقریظ و آراء لکھی جائیں گی اور چھپوانے کے بعد تمام احبابِ فکر و نظر کو ترسیل کا کام بھی ہو جائے گا۔'' آپ کی یہ مربوط گفتگو مجھے یقین ہے فی البدیہہ تھی مگر یہ گفتگو نہ تھی، دل کی دھڑکن تھی جسے میں آج بھی سن لیتا ہوں۔

یوں سال بھر میں ایک ایک کر کے ریاض مرحوم کے تمام غیر مطبوعہ مجموعے اشاعت پذیر ہو گئے۔ نہ صرف ان کے شعری مجموعے بلکہ دنیائے نعت کی جملہ وسعتوں پر ایک ساتھ نظر رکھتے ہوئے آپ کی نگاہِ تخلیقِ فن سے کوئی گوشہ پنہاں نہیں رہتا اور بروقت آپ کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ آپ نے بالخصوص میری توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ ریاض بہت اچھی نثر لکھا کرتے تھے اور نقد و نظر کے حوالے سے ان کی تحریریں چھپتی بھی رہی ہیں۔ کیوں نہ ان کی نثر کو بھی جمع کر کے ایک نظم کے ساتھ شائع کیا جائے۔ اس پر اگرچہ کام کیا ہوا تھا مگر ترتیب و تدوین کی ضرورت تھی جس میں آپ کی کمال رہنمائی سے ''نعت کے تخلیقی زاویے'' کے عنوان سے ان کے نثری شاہکار بھی طبع ہو گئے اور جوار بابِ قلم کی تحریریں ان پر شائع ہوئیں انہیں بھی الگ ایک کتابی صورت میں مدوّن کر دیا گیا ہے اور ''ریاض کا جہانِ فن'' کے عنوان سے زیرِ طباعت ہے۔ جب کہ احقر کے ریاض کے حوالے سے مضامین ''ریاض کی نعت نگاری'' میں شائع ہو چکے ہیں۔

سیدی! آپ کا احسان مند ہوں؛ آپ نے ایک گمنام کو نقاد، صاحب کتاب اور صاحب کلیات کے طور پر اہلِ نظر میں متعارف کرا دیا۔ اور اب فیس بک پر میری لکھی ہوئی سطور پر اساتذہ بھی پذیرائی فرماتے ہیں۔ یہ فیضانِ نعت کے ساتھ فیضِ صبیح بھی ہے جس کے بغیر یہ سب کچھ نہ ہو پاتا۔ کام تو ہوا پڑا تھا مگر آپ کی فراست اور فکری بلندی آشکار ہونے لگی۔ پہلے تو آپ کی فیاضی میں جوش آیا۔ حیران ہوا۔ چند روز میں بیسیوں کتب آپ نے مجھے یوں ارسال کیں جیسے کوئی خزانہ لٹا دیا گیا ہو۔ ایسی فیاضی دلکشا طبع کی خالق ہوتی ہے اور ذہنوں میں فکر و احساس کے عنبر و عود مہکنے لگتے ہیں۔ رابطے کو وسعتیں ملیں۔ مالک نے احقر کو اپنے ایک اور خالص بندے کے ہاں بیچ دیا۔ تخلیقی پہنائیوں پر سے پردے اٹھ گئے۔ آپ اہلِ نظر ہیں، باہمی تعلّقات کو پروان چڑھانے کی موسیقی کوئی آپ سے سیکھے۔ ایسا ترنم جگاتے ہیں کہ وجدان سحر و سرور کی کیفیات میں جھومنے لگتا ہے۔ تحسین بی بی کی کتاب

کا ذکر ہوا اور پھر احقر ''شخص و عکس'' کے کام میں ڈوب گیا۔''ترقی پسند تحریک کے شعرا کی نعتیہ شاعری'' کے لئے آپ کے حسن تمنا نے مجھے ایک مشکل کام کرنے پر آمادہ رکھا۔ جو بھی ہوا الحمدللہ کام سرانجام ہوا۔ آپ کی تسکین مطلوب تھی۔''اردو میں معراج نامے'' کی اشاعت اور ''اُردو نعت میں تعظیمی بیانیہ''۔ الغرض یہ میرے اور آپ کے حسن تعلّق کی منزلیں ہیں جو کمال ذوق وشوق سے طے ہوتی گئیں۔ اور ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان علیہ الرحمۃ کی ''عہد رسالت میں نعت'' تو کہانی ہی عجب ہے۔ مجھے معذرت کرنا پڑی مگر نعت کی محبّت اور بارگاہِ رسالت کے حضور حضوری کا درد اس نہایت عمدہ کتاب کی اشاعت کے لئے مصروف کار رہا۔ اگرچہ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ پردہ فرما گئے ہیں مگر آج بھی میرے شب و روز اس پیاری کتاب کی اشاعت کے لئے وقف ہیں اور نیت مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کی ہے۔

سیدی! احقر بہت ادنیٰ شخص ہے، بسیار خطا کار ہے ہر لحہ نفس امارہ کا شکار ہے مگر شکر کیسے ادا ہو کہ میں دیکھتا ہوں اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیَ کی ردائے رحمت کا سایہ میسر ہے اور اس جہاد اکبر میں تائیدایزدی کے کرشمے نمو پذیر ہوتے رہتے ہیں جو کہ فیضانِ نعت ہے۔ اور یہی فیضان ہے جس نے مجھے آپ کے ساتھ کھڑا کئے رکھا ہے۔''عہد رسالت میں نعت'' ایک اہم تحریر ہے جس کی عصری نعت کو اشد ضرورت ہے۔ آپ نے حالیہ بیرونی دورے کے دوران جو کاوشیں کیں اور نعت پر پچھلی دہائیوں میں جتنا کام کیا گیا ہے اس کی عملی افادیت کے حوالے سے جو نتائج اخذ کئے ان کا ذکر ایک کربناک لہجے میں نعت رنگ کے ۳۱ویں شمارے کے ابتدائیہ میں کیا ہے جس پر میں نے ''نعت رنگ کے باطن کا مطالعہ'' کے عنوان سے ایک نوٹ بھی لکھا ہے جب کہ حال ہی میں ڈاکٹر طارق ہاشمی صاحب نے اردو نعت کے رجحانات اور نعت کے بنیادی مقاصد کے حوالے سے الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں شعبہ اردو کے زیر اہتمام اردو نعت کا ارتقا کے موضوع پر ایک کانفرنس میں خیال افروز گفتگو کی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے نعت نگار عہد رسالت کی نعت سے کماحقہ مانوس ہوں تا کہ عصر حاضر میں جس نعت کی ضرورت ہے وہ نعت لکھی جائے۔ یہ ایک نئی جدوجہد ہے جس کا مقصد عہد رسالت کی روحِ نعت کو فروغ دینا ہے۔ امید ہے اس جہت میں ڈاکٹر اعوان صاحب کی کتاب ''عہد رسالت میں نعت'' ایک سنگ میل ثابت ہوگی۔ اس حوالے سے یہ آپ کی فکرِ نعت کا ایک عظیم کارنامہ ہوگا۔ احقر گہرے احساس تشکّر کے ساتھ اس کام میں مصروف ہے اور آپ کی صحت و سلامتی کے لئے دعا گو ہے۔

آپ کی خواہش رہی کہ میں نعت ریسرچ سنٹر کے لئے انگلش میں بھی کوئی کام کروں۔ اس حوالے سے آپ کی تخلیقی فکر میں کئی مضامین وارد ہوتے رہے اور آخر آپ کے تیس برس کی تخلیقی، تنقیدی، تقدیسی اور تنظیمی تگ ودو کے خون پسینہ میں شرابور شب و روز کی دل سوز مگر چشم کشا روداد Sabih Rehmanis Architectural Role in Modern N'at پر کام شروع کر دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ کو یقین نہیں تھا کہ یہ کام ہو جائے گا جب کہ میں یقین دلاتا رہا کہ ہو جائے گا حالانکہ اس طرح کے تخلیقی کام کا اُن حالات میں تصور بھی ممکن نہیں جن حالات میں احقر گھرا ہوا تھا۔ ذہنی سکون ہی عنقا تھا۔ مگر اسے فیضان نعت کی معروضی شکل سمجھ لیں کہ میں نے یہ جملے عرض کیے تھے: جب کرم ہونے لگتا ہے تو انوار کی برسات تخلیقی معاملے کو سنوار رہی ہوتی ہے اور بندے کو صرف شکر کے آنسوؤں میں بھیگے رہنا ہی زیب دیتا ہے۔

سیدی! پھر کتاب چھپ گئی اور خوب چھپی؛ ایک نہیں بلکہ دو کتابیں آ گئیں۔ ڈاکٹر عزیز احسن بھی اللہ والے ہیں اُن پر بھی کرم برستا رہتا ہے۔ آپ کے حوالے سے میری کاوش دراصل آپ کی کاوش ہے کیونکہ آپ نے ایک بے نام کو دنیا بھر میں متعارف کرا دیا جس کا نہ میں نے کبھی سوچا تھا اور نہ کبھی چاہا تھا۔ ماشاءاللہ آپ کے اعمالِ حسنہ کی یہ پہلوداری اپنی مثال آپ ہے۔ جزاک اللہ! یوں گذشتہ کوئی دو سال جو گزرے وہ ہم دونوں کو یوں جوڑ گئے جیسے مواجہ شریف کے سامنے غلام کی پلکیں آپس میں جڑ جاتی ہیں۔ دلی دعا ہے ہم حشر میں بھی ایسے ہی جڑے رہیں۔ آمین ثم آمین

آپ کا تخلیق و تنقید و تحقیق نعت کے حوالے سے عمر بھر کا کام مطبوعہ شکل میں موجود ہے، کتابیں، رسالے، نعت رنگ کے شمارے اور مختلف

تقریبات کی روودادیں، الغرض جو کچھ بھی آپ کرتے رہے اس کا وافر حصہ مطبوعہ ہے جو کہ بہت ہی خوش آئند بات ہے۔ مگر اس ریکارڈ سے ہر ضرورت مند کو مستفیض ہونے کی سہولت کی فراہمی کبھی ممکن نہیں ہوسکتی اگر ہم فعال ویب سائیٹ پر کام کر کے اس کا اجرا نہیں کریں گے۔ آپ کی ویب سائیٹ غیر فعال ہے؛ مطلوبہ مضامین کو تلاش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ image-based ویب سائیٹ ہے۔ اسے text-based بنانے کی ضرورت ہے جس کے لئے ہمیں تمام مطبوعہ کتب و رسائل کی In-page OR Word Files کی ضرورت ہے۔ میں نے اس سلسلے میں آپ سے بارہا گذارش کی ہے کہ Islam360 والے صاحب سے بات کریں۔ وہ آپ کو ویب سائیٹ بنا دیں گے۔ میں نے یہ پیشکش بھی کی تھی کہ میں یہ ویب سائیٹ بنوا دیتا ہوں جس کے لئے ان پیج اور ورڈ فائلز درکار ہوں گی۔ جن کتب کی یہ فائلز موجود نہیں ان کی کمپوزنگ کرانا پڑے گی۔ ریاض حسین چودھری صاحب کی ویب سائیٹ کے لئے میں اس کٹھن کام سے محنت اور مشقّت سے گذرا اور آخر کار کاتب کی کتابت شدہ کتابوں کو از سرِ نو کمپوز کرا کر پروف ریڈنگ اور اصلاح کے مراحل سے گذر کر riaznaat.com بنالی۔ مجھے نہیں معلوم آپ اس سلسلے میں فیصلہ کیوں نہیں کر پا رہے۔ مگر یہ سرمایہ آئندہ نسلوں کی امانت ہے اور اسے پڑھنے والے دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ کسی بھی دو چار احباب سے ذکر کریں گے تو وہ لپک کر آپ کے اس کام کو سرانجام کر دیں گے۔ فیصلہ بہرحال آپ نے کرنا ہے۔ یہ کام ہو گیا تو بہت بڑا کام ہوگا۔ آپ اس پراجیکٹ کو اہمیت دیں اور اس کی feasibility تیار کرائیں۔ میرے نزدیک یہ کام ممکن ہے اور اس کے لئے کوئی دو سال کا عرصہ درکار ہوگا۔

میں نے جب ریاض مرحوم کی ویب سائیٹ مکمّل کی تھی تو مجھے حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور بارگاہِ رسالت ﷺ میں اسے پیش کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہوا۔ آج یہ ویب سائیٹ مقبولِ عام ہے۔ چوں کہ آپ کو جو حلقہ احباب عطا کیا گیا ہے، بہت وسیع ہے اس لئے اس کی پذیرائی عالمی سطح پر ہوگی۔ آپ سے فیصلے کی التماس ہے۔

خدا جانے کیا لکھنے بیٹھا تھا اور کیا لکھ گیا ہوں اور کیا لکھنا رہ گیا ہے۔ بات بہرحال اطمینان کی ہے کہ درِ حبیب ﷺ سے کرم کی بھیک ملتی ہے، بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نعت کی بہاریں لہلہاتی ہیں؛ ان بہاروں میں ریاض کی بہار، سیدی صبیح رحمانی کی بہار اور احقر کو اُس در سے ملا ہوا حیاتِ نو کا نغمہ، وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ کے نورِ لا مکاں کی جھلملاتی حرف وصوت کی رنگینیاں ہیں جو ہمارا سرمایہ آخرت ہیں۔ الحمدللہ

اللہ آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے، آپ سلامت رہیں اور مواجہ شریف کے روبرو رہیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

خاکسار

عبدالعزیز دباغ

☆ عبدالعزیز دباغ، اصل نام: شبنم عبدالعزیز، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، سربراہ: فرید ملت ریسرچ انسٹی ٹیوٹ منہاج القرآن (لاہور)، کتب: ''مطافِ نعت''، ''طوافِ قلم''، ''Sabih Rehmani's Architectural Role in Modern Na't''۔

عبدالعزیز خالد (لاہور)

''نعت رنگ'' کے مارچ اور اپریل ۲۰۰۰ء کے دونوں شمارے (۹۔۱۰) ملے۔ اس کرم فرمائی کا نہایت ممنون ہوں۔ میں نے پوچھا تھا کہ چند سال پہلے جو میں نے تین نعتیں بھجوائی تھیں، ان میں سے ایک مطبوعہ شکل میں نظر سے گزری۔ باقی دو کا پتا نہیں چلا۔ اگر وہ شائع ہوئی ہوں تو ان کی فوٹو اسٹیٹ بھجوا کر مزید ممنون فرمائیں۔ اسی زمانے میں، میں نے ایک خط میں آپ کی توجہ اعراب (املائی حرکات، زیر، زبر، پیش، شد) کی طرح دلائی تھی کہ ان سے بے اعتنائی کر کے ہم اردو زبان و بیان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں اور نسلِ نو کو اردو سے بیگانہ کر رہے ہیں۔ اب تو اعراب

والے کمپیوٹر بھی دستیاب ہیں۔

شمارہ (۱۰) میں جناب رشید وارثی صاحب نے اپنے طویل اور فاضلانہ مضمون ''اردو نعت میں ادب رسالت کے منافی اظہار کی مثالیں'' میں صفحہ ۲۱ اور ۲۲ پر اس خاکسار کے دو شعر بھی سوئے ادب کے ضمن میں نقل کیے ہیں:

یہ قلب سلیم اس کا پڑھتا ہے کلمہ
جس الیلیے افعی نے اس کو ڈسا ہے
طبیعت میں وہ قدرتی شرم جیسے
کہ پردہ نشیں کوئی ناکتخدا ہے

پہلے شعر کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''شعر میں بیان کیا گیا ہے کہ شاعر کا قلب سلیم اس انوکھے یا خوب صورت ناگ کا کلمہ پڑھتا ہے جس نے اسے ڈسا ہے۔ یہاں معاذ اللہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے لیے ایک خوب صورت ناگ کا استعارہ استعمال کیا گیا ہے اور آپ ﷺ کے عشق مبارک کی تاثیر کو ڈسنے سے تعبیر کیا گیا ہے...الخ!

گزارش ہے کہ وارثی صاحب کو اس شعر کا محل و محمل سمجھنے میں سخت مغالطہ ہوا ہے۔ اس شعر کا متکلّم نہ تو شاعر ہے اور نہ اس کے ضمیر ''اس'' کا مرجع آپ کی ﷺ ذاتِ اقدس۔ یہ تو ''فارقلیط'' کے ابتدائی حصّے میں ایک پیت کی ماری، برجوگ مٹیار لیلیٰ کی پکار ہے۔ جو رفیقہ، قتیلہ اور فاطمہ بنت مر کے ساتھ ان ''بتان سیہ چشم و شمشاد قد'' میں شامل ہے جو حضور والا کے جواں میر، جوان رعنا والد حضرت عبداللہ سے شادی کی خواہاں تھیں۔ غم فراق کی شدت میں ناامید، اس امیدوار حسینہ کی زبان سے یہ کرب و کیف کے الفاظ نکلتے ہیں۔

''سلیم'' کے معنی یہاں...''لدیغ'' سانپ کا کاٹ کھایا ہوا، ڈسا ہوا اور وہ شدید زخمی جو ہلاکت کے قریب ہو'' کے ہیں۔ اس کے معروف معنی.... ''صحیح و سالم، تندرست، چنگا، درست، کامل، صاف دل اور حلیم'' وغیرہ کے ہیں۔ مارگزیدہ اور جاں بہ لب کے لیے یہ تفاؤلاً، نیک شگون کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

دوسرے شعر کے بارے میں وہ رقم طراز ہیں: ''شعر میں آپ کی طبع مبارک میں شرم و حیا کے عنصر کو موضوع بنایا گیا ہے۔ لیکن اس بے احتیاطی کے ساتھ کہ شرم و حیا کے ضمن میں آپ ﷺ کو پردے میں بیٹھی ہوئی کنواری لڑکی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جو آپ ﷺ کے ادب و تعظیم اور جلالت شان کے پیش نظر بڑی روح فرسا جسارت ہے۔ واضح رہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ کا یہ قول کتب احادیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ میں کسی پردہ نشین عورت سے زیادہ حیا تھی۔ اس قول پر شارحین نے نکتہ چینی فرمائی ہے جیسے ''مدارج النبوت'' میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس تشبیہ کو آپ کے ادب و تعظیم کے حوالے سے پسندیدہ نہیں سمجھا...''

محدث دہلوی کی کتاب میری نظر سے نہیں گزری اور نہ ہی ان شارحین کی نکتہ چینی جن کا انھوں نے نام نہیں لیا۔

ہے اپنی اپنی نظر، اپنا اپنا ذوق نظر
جدا جدا ہے مذاق جمال ہر انساں

لیکن:

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنیدؒ و شبلیؒ و عطارؒ ہم مست

جناب خدریؓ کی روایت کے الفاظ ہیں: **کان النبی، رسول ﷺ اشد حیا من العذرا فی خدرھا!**

میرے سامنے اس روایت کے قابل استناد و استشہاد ہونے کے لیے درج ذیل مآخذ تھے اور ہیں:

۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الحیا (۷۷) حدیث ۱۴۳

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب کثرۃ حیاءہ (۱۹۸) حدیث ۱۳۳۲

۳۔ سنن ابن ماجہ، کتاب زھد، باب الحیا (۱۷) حدیث ۴۱۸۰

۴۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳

۵۔ الشفا از قاضی عیاض اندلسی، فصل الحیا

۶۔ ریاض الصالحین، کتاب الادب، باب الحیا (۸۴) از، ابوزکریا نووی دمشقی، نمبر ۴/۶۸۴۔ آخر میں لکھا ہے: متفق علیہ

۷۔ جواہر البحار فی فضائل النبی المختار از امام یوسف اسماعیل نبہانی باب حیا و چشم پوشی میں الشفاء کے حوالے سے

۸۔ شمائل رسول از امام یبتہانی، شرم و حیا اور مزاج میں یہ روایت درج ہے

۹۔ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی حیاء رسول اللہ، میں

۱۰۔ شمائل کبریٰ از مولانا نشتر جالندھری و مولانا غلام رسول مہر، باب شرم و حیا میں ان الفاظ کے ساتھ (بقول بخاریؒ صحابہؓ سے مروی ہے)

۱۱۔ رحمۃ للعالمین از، قاضی سلیمان منصور پوری، جلد ۳، شرم و حیا کے ذیل میں صحیح بخاری کے حوالے سے

۱۲۔ سیرۃ النبی از سیّد سلیمان ندوی، جلد ۶، باب فضائل اخلاق میں شرم و حیا کے تحت بخاری کے حوالے سے

۱۳۔ سیرۃ نبوی پر ایک باب حیا میں یہ روایت درج ہے محققانہ نظر، از۔ خلیفہ محمد سعید

۱۴۔ نقوش (لاہور) رسول نمبر جلد ۴، حیا کے باب میں بخاری اور شفا کے حوالے سے

اگر وارثی صاحب اور وہ محترم حضرات جن پر تکیہ کرتے ہوئے انھوں نے اس روشن روایت پر ایراد اور اس کا استرداد کیا ہے مذکورہ و قیع حوالوں کو مستند و معتبر نہیں مانتے تو ان کی جرأت انکار انھیں مبارک!

انھی کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد!

جہاں تک میرا تعلق ہے،

یہ تاب، یہ مجال، یہ طاقت نہیں مجھے!

عبدالعزیز خالد

☆ عبدالعزیز خالدؔ (۱۹۲۷ء-۲۰۱۰ء)، بہت پرُ گو شاعر، دو درجن سے زائد مجموعہ ہائے شاعری، چند کتب کے نام: ''کفِ دریا''، ''برگِ خزاں''، ''دشتِ شام''، ''سرو درفتہ''، ''فارقلیط'' (آدم جی ایوارڈ یافتہ)، ''گلِ نغمہ''، ''کلکِ موج''، ''ورق ناخواندہ''۔

عبدالغفار حافظ، حافظ (کراچی)

''نعت رنگ'' کے دو شمارے نمبر ۱۳ اور نمبر ۱۴ پیش نظر ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ لکھنے والوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ دراصل آپ کا خلوص ہے جس نے اس کتابی سلسلہ کو بام عروج تک پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں آپ کو سلامت رکھے اور یہ سلسلہ جاری رکھنے کی

توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مضامین، خطوط اور نعتیہ کلام اپنی اپنی جگہ خوب ہیں لیکن چند چیزیں ایسی ہیں جن کا اظہار میں ضروری سمجھتا ہوں۔

شمارہ نمبر ۱۳ میں راجہ رشید محمود صاحب کا ایک طویل مضمون [۱] شائع ہوا ہے جو ۱۰۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ میرے خیال میں ایک ایسا مضمون جو کسی قسم کی ندرت نہ ہونے کے باوجود شمارہ کے ایک تہائی حصہ پر مشتمل ہو ''نعت رنگ'' کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس قسم کے مضامین علاحدہ کتاب کی صورت میں شائع ہوں تو بہتر ہے۔

نعتیہ کلام میں معیار پر خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ شمارہ نمبر ۱۳ میں صفحہ نمبر ۲۳۱ پر عبدالرحمٰن عبدؔ صاحب کا مقطع قابل توجہ ہے۔ اسی شمارہ میں صفحہ ۲۳۶ پر محسن علوی صاحب کی نعت کے آخری ۱۳ اشعار میں بحر کی پابندی نہیں کی گئی ہے۔

شمارہ نمبر ۱۳ ہی میں شارق جمال صاحب کا مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' شائع ہوا جس میں انھوں نے ۱۸۹۳ء کی ایک تحریر سے اقتباس درج کیا ہے۔ اس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں:

اس قاعدے کے وجود میں آنے کے بعد خواہ غالب کے اشعار میں، ظہیر غازی پوری کے کلام میں یا فاضل بریلوی احمد رضا کے شعروں میں یہ سقوط حروف علت نظر آنے پر اس سے فنی بحث یقیناً کی جائے گی۔ اس سقم پر سابقہ شعرائے فارسی و عربی کے اشعار کا سنداً پیش کرنا بھی درست نہیں کہ ان کے اشعار اس قاعدے کے نافذ ہونے سے پہلے کے ہیں۔

شارق جمال صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ''قاعدۂ بے فائدہ'' ہے۔ کیوں کہ بعد کے اساتذہ نے اسے تسلیم ہی نہیں کیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا داغ دہلوی نے ''قصیدۂ اردوئے معلّٰی'' میں جو کچھ فرما دیا اب تک اسی کو حرف آخر مانا جا رہا ہے۔ شارق صاحب نے خوامخواہ زحمت فرمائی کہ اعلیٰ حضرت کے مصرع ''یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا'' کی باقاعدہ تقطیع کر کے ثابت کیا کہ یعنی، کی ''ی'' ساقط ہے۔ حضور والا ایک عروض داں مصرع پڑھتے ہی سمجھ لیتا ہے کہ کون سا حرف تقطیع میں آ رہا ہے اور کون سا گر رہا ہے۔ بحث یہ نہیں کہ یعنی کی ''ی'' گری ہے یا نہیں۔ بحث اس پر ہے کہ یعنی کی ''ی'' گرائی جا سکتی ہے یا نہیں اور کیا اساتذہ نے اس کی پابندی کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ''ی'' کسی بھی لفظ کی ہو نہ گرائی جائے تو بہتر ہے لیکن اگر ضرورتِ شعری کی وجہ سے گرانی پڑ جائے تو کوئی حرج نہیں۔ آئیے میں یعنی کی ''ی'' گرانے کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں:

یاد رکھو نون آئے حرفِ علت کے جو بعد ۔۔۔ چاہیے اعلان اس کو نون غنہ بھی روا
یعنی دیں کو دین بولو، آسماں کو آسمان ۔۔۔ ہاں مگر یہ فارسی ترکیب میں ہے ناروا

(داغ دہلوی از قصیدۂ اردوئے معلّٰی)

یعنی وہ جس کی ہوئی ذات سراپا برکات ۔۔۔ باعث خلقِ زماں، موجب ایجادِ زمن

(محسن کاکوروی)

بھر کے ساقی ایک جام زہر سے آلود لا ۔۔۔ یعنی خاکم در دہن آج آتشِ دل تیز ہے

(فانی بدایونی)

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے ۔۔۔ یعنی وہ صاحبِ اوصاف حجازی نہ رہے

(علامہ اقبال)

چاہتا ہے عشق رازِ حسن عریاں کیجیے	یعنی خود کھو جایے، ان کو نمایاں کیجیے
	(جگرمرادآبادی)
وہ مرے اشک کو دامن پہ جگہ دیتے ہیں	یعنی منظور ہے اس قطرے کو دریا کرنا
	(بیدم وارثی)
بہتے رہتے ہیں مری آنکھ سے ہر دم آنسو	یعنی ہر وقت تمھیں یاد کیا کرتا ہوں
	(بہزاد لکھنوی)
وہ نگاہِ مست اٹھی گردش میں جام آہی گیا	یعنی وقتِ امتیازِ خاص و عام آہی گیا
	(شکیل بدایونی)
بات بگڑی ہوئی سرکار بنانے آئے	یعنی مخلوق کو خالق سے ملانے آئے
	(تابش صمدانی)

اگر دواوین کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسے اشعار اور بھی سامنے آسکتے ہیں۔ شارق جمال صاحب اگر اس ''قاعدۂ بے فائدہ'' پر عمل کرنے والوں کے نام لکھ دیتے اور ان کے اشعار بھی درج کرتے تب تو کوئی بات تھی۔ میرے خیال میں اب اس باب کو بند ہو جانا چاہیے کیوں کہ ایک ہی لکیر کو پیٹتے رہنا کوئی دانش مندی نہیں۔ شارق صاحب اب فاضل بریلوی کے کلام میں کوئی اور ''سقم'' تلاش کریں۔ اس سلسلہ میں ظہیر غازی پوری صاحب اور ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب سے انھیں مدد مل سکتی ہے۔

میں نے شمارہ نمبر۱۲ میں اعلیٰ حضرت کے مصرع ''بے کسوں کے آفتاب تیری دہائی ہے'' کے بارے میں لکھا تھا کہ ''بے کسوں کی واو گرا کر پڑھیں'' اس پر احمد صغیر صدیقی صاحب اپنے خط (مطبوعہ شمارہ نمبر۱۳) میں فرماتے ہیں، ''ہم تو اس کی واو گرانے کے چکر میں خود ہی گر پڑے مگر واو نہیں گرا سکے''، جواباً عرض ہے کہ میں نے اس خط میں مشاہیر اساتذہ کے اشعار بھی بطور حوالہ پیش کیے تھے۔ اگر ان کو پڑھنے کا طریقہ بھی بتا دیتا تو شاید صدیقی صاحب بے ہوش ہو جاتے۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ چند بزرگوں نے دانستہ ''اینٹی فاضل بریلوی مومنٹ'' چلا رکھی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ جو باتیں مشاہیر شعرا کے کلام میں موجود ہیں ان پر کوئی حرف نہیں رکھتا لیکن اگر وہی چیز اعلیٰ حضرت کے کلام میں نظر آجائے تو صفحے کے صفحے کالے کر دیے جاتے ہیں۔

احمد صغیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کی ایک اور نعت کے چند اشعار پر اعتراض کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اجمالاً عرض ہے کہ مطلع کے دوسرے مصرع میں لفظ ''کیف'' حضرت جبریل امین کے لیے استعمال نہیں ہوا۔ انھوں نے ایک اور شعر میں لفظ ''قدس'' پر بھی اعتراض کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس لفظ کا املا دونوں طرح صحیح ہے یعنی ''د'' پر پیش بھی جائز ہے اور سکون بھی۔ اس سلسلہ میں کسی بھی عربی نعت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ صدیقی صاحب نے اسی نعت کا ایک مصرع غلط لکھا ہے۔ اصل مصرع یوں ہے۔ ''دل کو دے نور و داغ عشق پھر میں فدا دو نیم کر''۔ اعلیٰ حضرت کے مصرع ''اے میں فدا لگا کر ایک ٹھوکر اسے بتا کہ یوں'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس میں میٹر پر جو گزری ہے وہ ضرور دیکھیے۔'' صدیقی صاحب سے عرض ہے کہ میٹر پر کچھ نہیں گزری۔ مصرع کا ہر حرف اپنی جگہ موزوں ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ آپ کی قابلیت اپنی جگہ مگر ''عروض چیزے دیگر است۔'' فاضل بریلوی کی یہ نعت جس بحر میں ہے اس کے ارکان یہ ہیں: ۔ ''مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن'' اور مصرع میں دونوں جگہ (درمیان میں بھی اور آخر میں بھی) مفاعلن کی جگہ مفاعلان استعمال ہوسکتا ہے اور اساتذہ نے کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اگر موصوف غالب کا مصرع ''دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں'' پیشِ نظر رکھتے تو انھیں اس اعتراض کی زحمت نہ کرنی پڑتی۔

حافظ عبدالغفار حافظ

☆ حافظ عبدالغفار حافظؔ (پ: ۱۹۴۸ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''قصیدۂ رسول تہامی''، ''ارمغان حافظ''، ''نگار عقیدت''، ''بہشت تضامین'' و دیگر۔

مزاجِ گرامی! 'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ پیشِ نظر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ نعت کو مستقل صنفِ شاعری کے درج پر لانے کے لیے آپ جو کام کررہے ہیں میرے علم کے مطابق کیفیت کے اعتبار سے اوّلیت کا مقام حاصل ہونا چاہیے۔

شمارہ ۱۷ کے مطالعے کے بعد اس کے بارے میں میری حقیر رائے درج ذیل ہے:

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی صاحب نے ماضی کے سفر کی روداد بڑی خوب صورتی سے پیش کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پورا مضمون انتہائی کیف آور ہے۔ موصوف کے مضمون میں ایک مرتبہ پھر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تحریر کردہ سراپاے رسول ﷺ (جو کہ 'لاکھوں سلام' کے نام سے مشہور ہے) کا ذکر آیا۔ میں ڈاکٹر صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اپنے قیمتی لمحات میں سے تھوڑا وقت نکال کر اس سلام کی مکمّل تشریح فرما دیں تاکہ اہلِ محبّت کی دیرینہ آرزو پوری ہو، مجھے اُمید ہے کہ موصوف اس طرف توجہ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے مصر کے شاعر احمد شوقؔی کا تعارف کرایا ہے اور حق تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عرب قومیت کا بت اب تک آستینوں میں موجود ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے مسلمان پے در پے شکست کھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت نصیب فرمائے، آمین۔ اصلاحی صاحب کے مضمون میں ص۴۳ پر سب سے نیچے آیۂ مبارکہ نقل کی گئی ہے جس میں درمیان کے الفاظ چھوٹ گئے ہیں۔ اگر چھوڑے ہوئے الفاظ کی جگہ نقطے دے دیے جاتے تو بہتر تھا۔ بہر حال آیندہ خیال رکھیں کہ اس قسم کی غلطی نہ ہونے پائے۔

ص۱۲۱ پر پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کا مضمون 'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس' ہے موصوف نے غالبًا پہلی مرتبہ اس غلطی کی نشان دہی کی ہے۔ ہمارے اساتذۂ کرام اور نقادانِ سخن کو محتاط رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

ص۲۲۷ پر سلیم کوثر صاحب کے مصرع 'ذرا سنبھل کے سنبھل کے ذرا اے یار اے یار' میں پہلے 'اے' کی 'ی' تقطیع سے خارج ہے۔

ص۳۵۹ پر قیصر نجفی صاحب نے قمر رعینی کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

انھوں نے کہیں کہیں لفظ پاؤں استعمال کیا ہے جو بروزن 'فعلن' ہے حالاں کہ درست لفظ پانو بروزن 'فعل' ہے۔

اس کے بعد انھوں نے بطورِ مثال قمر رعینی صاحب کا مصرع بھی لکھا ہے 'ان کے منگتوں کے پاؤں کے نیچے' فاضل تبصرہ نگار کی خدمت میں عرض ہے کہ قمر صاحب نے لفظ پاؤں بروزن 'فعل' ہی باندھا ہے جو کہ صحیح ہے۔

ص۳۶۵ پر مذاکرہ کی روداد میں مشہور قطعہ 'یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر' کو انور شاہ کاشمیری سے منسوب کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔ یہ قطعہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

ص۴۰۰ پر یعقوب تصور صاحب کی نعت ہے۔ انھوں نے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے میں لفظ 'فعال' بروزن 'فعول' باندھا ہے جب کہ یہ لفظ مفعول کے وزن پر درست ہے کیوں کہ اس میں 'ع' مشدد ہے۔ آٹھویں شعر کے پہلے مصرعے میں زُحَل کو زُحل باندھا گیا ہے۔ اسی طرح دسویں اور تیرھویں شعر میں 'دوعالم' کو مفعولن کے وزن پر باندھا ہے جب کہ یہ لفظ فعلون کے وزن پر ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ 'دوعالم' میں 'و' معدولہ ہوتا ہے۔

ص۳۹۶ پر حسن بریلوی کی نعت پر میری تضمین میں کمپوزنگ کی غلطیاں ہیں۔ دوسرے بند کے تیسرے مصرع میں صحیح لفظ 'خسروا' ہے۔ اسی طرح پانچویں بند کا تیسرا مصرع یوں ہے: 'اے مرے تیمار دار و ربّ اکبر کی قسم'۔

ص۳۹۲ پر جناب محمد علی شیدا بستوی کی نعت ہے۔ موصوف سے صرف اتنی گزارش ہے کہ وہ اپنا کلام اشاعت کے لیے بھیجنے سے پہلے کسی استاد سے اصلاح لے لیا کریں۔

محترم شاہ مصباح الدین شکیل صاحب نے اپنے مضمون 'شاعرِ جہاد...رحمٰن کیانی' میں لفظ 'عشق' پر اعتراض کیا ہے جو کہ غلط ہے۔ عشق کا صحیح مفہوم 'محبّت کی زیادتی' ہے۔ جس طرح محبّت اچھی یا بُری ہوتی ہے اسی طرح عشق بھی اچھا یا بُرا ہوسکتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ قرآن وحدیث میں کہیں موجود نہیں۔ حالاں کہ یہ بھی غلط ہے۔ قرآن مجید میں نہ سہی لیکن حدیث میں یہ لفظ ضرور استعمال ہوا ہے۔ کافی عرصہ ہوا جعفر شاہ پھلواروی[۱] نامی کسی مولوی نے درودِ تاج اور دیگر اوراد بزرگانِ دین پر اعتراضات کیے تھے۔ اس کے جواب میں میرے مرشدِ طریقت حضرت علامہ سیّد احمد شاہ صاحب کاظمیؒ[۲] نے ایک کتاب بنام ''درودِ تاج پر اعتراضات کے جوابات'' تحریر فرمائی تھی۔ اس کتاب میں لفظ 'عشق' پر اعتراض کا بھی تفصیلی جواب ہے۔ میں اس خط کے ہمراہ اس کتاب کی ایک جلد شاہ صاحب کے مطالعے کے لیے ارسال کررہا ہوں۔ اُمید ہے کہ موصوف مطمئن ہوجائیں گے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

۱۔ جعفر شاہ پھلواروی (۱۹۰۱۔۱۹۸۲ء)، ممتاز عالمِ دین، محقق، دانشور، ادیب، سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف، چند کتب کے نام: ''اسلام اور فطرت''، ''مسئلہ تعددِ ازدواج''، ''اسلام اور موسیقی''، ''اجتہادی مسائل''، ''پیغمبرِ انسانیت''، ''مقامِ انسانیت''۔

۲۔ سید احمد سعید شاہ کاظمی (۱۹۱۳۔۱۹۸۶ء)، ممتاز عالم دین، مفسّرِ قرآن، مدرس: جامعہ نعمانیہ لاہور، مدرسہ محمدیہ حنفیہ امروہہ، بانی: مدرسہ انوار العلوم ملتان، ناظم اعلیٰ: جمعیت علمائے پاکستان (۱۹۴۸ء)، شیخ الحدیث: جامعہ اسلامیہ بہاول پور (۱۹۶۳۔۱۹۷۴ء)۔ ''تبیان القرآن'' کے نام سے آپ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ مع تفسیر کیا۔

13-06-2001

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا جریدہ ''نعت رنگ'' اگرچہ کئی خوبیوں کا حامل ہے لیکن ایسا محسوس ہورہا ہے کہ اس جریدہ کے ذریعے ایک باقاعدہ منصوبہ کے تحت اعلیٰ حضرت کے اشعار پر اعتراض ہورہا ہے۔ پہلے کشفی صاحب معترض رہے اور اب جناب ظہیر غازی پوری سامنے آئے ہیں۔

ظہیر صاحب نے ''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۱۱ میں ''حدائقِ بخشش'' سے ۳ /اشعار چن کر نکالے اور کہہ دیا کہ ان کے مصرعے بحر سے خارج ہیں۔ اگر ظہیر صاحب یہ ''کارنامہ'' انجام دینے سے پہلے کسی بھی عروض داں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرلیتے اور عروض کی باریکیاں سمجھ لیتے تو انھیں آج اس قسم کی شرمندگی نہ اُٹھانی پڑتی۔

اب آیئے میں ظہیر صاحب کے اعتراضات کا جواب دیتا ہوں۔

ظہیر صاحب نے اعلیٰ حضرت کے جن اشعار کو بحر سے خارج قرار دیا ہے وہ یہ ہیں:

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو — اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے
زائر گئے بھی کب کے دن ڈھلنے پہ ہے پیارے — اُٹھ میرے اکیلے چل کیا دہر لگائی ہے
ہم دل جلے ہیں کس کے، ہٹ فتنوں کے پرکالے — کیوں بھونک دوں اک اُف سے کیا آگ لگائی ہے

اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ضرورتِ شعری کی بنا پر حرفِ علت گرایا جاسکتا ہے اور یہ قاعدہ اتنا عام ہے کہ ہر شاعر اس سے واقف ہے۔ مرزا داغ دہلوی مرحوم کا ''قصیدۂ اردوئے معلیٰ'' بہت مشہور ہے۔ اپنے اس قصیدے میں وہ فرماتے ہیں:

وزن سے ہرگز نہ کوئی حرف گرنا چاہیے
ہاں مگر گرنا الف اور واوٗ کا ہے روا

دوسری بات یہ کہ بعض مصرعے ذوالبحرین ہوتے ہیں اور انھیں دو بحروں میں پڑھا جا سکتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال کا مشہور شعر ہے:

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر

مردِ ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

اقبال کا یہ شعر فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن کے وزن پر ہے، مگر اس کا پہلا مصرع ذوالبحرین ہے اور وہ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن کے وزن پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دونوں مصرعے مختلف اوزان پر پڑھ کر علامہ اقبال پر اعتراض کر دے تو کیا کوئی عقل مند شخص اسے تسلیم کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی صورتِ حال اعلیٰ حضرت کے مذکورہ تینوں اشعار میں ہے۔ ظہیر صاحب نے عروض کی باریکیوں سے نابلد ہونے کی بنا پر جو اعتراض کیا ہے وہ لغو ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کی مذکورہ نعت مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر ہے لیکن پہلے شعر کے مصرع ثانی کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہے اور مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے اشعار میں مصرع ہائے اولیٰ کے پہلے ٹکڑے بھی ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔

شاید یہ تفصیل ظہیر صاحب کے پلے نہ پڑی ہو اس لیے بطورِ وضاحت میں تینوں اشعار کے پڑھنے کا طریقہ بتا دیتا ہوں۔

پہلا شعر: ''اے بے کسوں کے آقا'' میں ''بے کسوں'' کا واؤ گرا کر پڑھیں۔

دوسرا شعر: زائر گئے بھی کب کے'' میں ''گئے'' کی ''ی'' گرا کر پڑھیں۔

تیسرا شعر: ''ہم دل جلے ہیں کس کے'' میں ''جلے'' کی ''ی'' گرا کر پڑھیں۔

اب میں اس قسم کی مثالیں اساتذہ کے کلام سے پیش کرتا ہوں ء

میر تقی میر کی ایک غزل کے ۲/اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اب میر جی تو اچھے زندیق ہی بن بیٹھے	پیشانی پہ وہ قشقہ، زنّار پہن بیٹھے
آزردہ دل الفت ہم چپکے ہی بہتر ہیں	سب رو اُٹھے گی مجلس جو کر کے سخن بیٹھے

میر نے یہ عمل مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر کہی ہے مگر پہلے شعر میں مصرعِ اولیٰ کا پہلا ٹکڑا اور دوسرے شعر میں مصرعِ ثانی کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہیں اور مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھے جا سکتے ہیں۔ اس قسم کا ایک شعر فانی بدایونی کا بھی ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں:

جو دل میں حسرتیں ہیں سب دل میں ہوں تو بہتر

اس گھر سے کوئی باہر مہمان رہ نہ جائے

فانی نے یہ غزل مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن کے وزن پر کہی ہے لیکن اس شعر میں دوسرے مصرع کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول مفاعیلن کے وزن پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ظہیر صاحب خود بھی اگر چاہیں تو اس قسم کی سیکڑوں مثالیں اساتذۂ کرام کے کلام سے نکال سکتے ہیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب نے اعلیٰ حضرت کے ایک اور شعر میں ''یعنی'' کی ''ی'' گرانے پر اعتراض کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ''ی'' گرانا کیوں ناجائز سمجھ لیا گیا جب کہ یہ عروض کے مسلّمہ اصولوں کے عین مطابق ہے۔ اس ضمن میں فانی بدایونی کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیں:

بھر کے ساقی ایک جامِ زہر مے آلود لا

یعنی حاکم در دہن آج آتشِ دل تیز ہے

اس شعر میں بھی ''یعنی'' کی ''ی'' ساقط ہے۔

مرزا داغ دہلوی کے ''قصیدہ اردوئے معلّٰی کے مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں:

یاد رکھو نون آئے حرفِ علت کے جو بعد چاہیے اعلان اس کو، نون غنہ بھی روا

یعنی دیں کو دین بولو، آسماں کو آسمان ہاں مگر یہ فارسی ترکیب میں ناروا

ملاحظہ کیجیے دوسرے شعر میں ''یعنی'' کی ''ی'' ساقط ہے۔ اب ظہیر صاحب بتائیں کہ کیا وہ داغ پر بھی اعتراض کریں گے۔

اب آیئے تقابل ردیفین کے موضوع پر، اس ضمن میں یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ شاعر کی جانب سے اپنے کلام پر نظر ثانی نہ ہونے کی وجہ سے بسا اوقات اس قسم کا عیب باقی رہ جاتا ہے اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ جس پر بغلیں بجائی جائیں۔ اساتذہ کے کلام سے اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر اختصار کے ساتھ مندرجہ ذیل اشعار حاضر ہیں:

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

نہنگ و ازہاد و شیر نر مارا تو کیا مارا (ذوق)

تجھے نسبت جو دیتے ہیں شرار و برق وشعلہ سے

تسلّی کرتے ہیں ناچار شاعر ان مثالوں سے (میر تقی میر)

لاکھوں جتن کیے ہیں، مر مر کے ہم جئیں ہیں کیا کہیے کیسی کیسی کڑیاں اُٹھائیاں ہیں

یہ کیا کہتے ہو فانی سے کہ تیری موت آئی ہے تم اس ناکام کے دل سے تو پوچھو زندگی کیا ہے

عزیزِ خاطرِ فطرت ہے، جانِ عبرت ہے ہر ایک ذرّہ جو اس عالمِ غبار میں ہے

(فانی بدایونی)

اب رہا معنوی اعتبار سے اعلیٰ حضرت کے ان اشعار کے قابل گرفت ہونے اور حصارِ نعت میں آنے کا معاملہ تو میں یہ عرض کردوں کہ میں عالم دین نہیں اس لیے اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ تاہم مجھے قوی اُمید ہے کہ حضرت مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب اس پر ضرور خامہ فرسائی کریں گے اور ظہیر غازی پوری صاحب کے افلاسِ علم کو ظاہر کردیں گے۔

فقط۔ والسّلام

حافظ عبدالغفار حافظ

~~~~~~

21-08-2003

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''نعت رنگ'' کا پندرھواں شمارہ نظر نواز ہوا۔ اس مرتبہ بھی پروف کی غلطیاں بہت زیادہ ہیں۔ مجھے احساس ہے کہ جو کام ایک ادارہ کو کرنا چاہیے وہ آپ تن تنہا انجام دے رہے ہیں لیکن یہ بھی یاد رکھیے کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ مستقبل کے مورخ کے لیے قیمتی حوالہ ثابت ہوگا۔ لہٰذا اس سلسلہ میں کوئی ایسا ٹھوس قدم اُٹھایئے کہ یہ مسئلہ ہمیشہ کے لیے حل ہوجائے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کے صدقہ میں آپ کو بحسن وخوبی خدمت لوح وقلم انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔
~~~~~~

محترم مولانا کوکب نورانی صاحب کا خط حسب معمول طویل اور معلومات افزا ہے۔ موصوف جس طرح حقائق کا دفاع کر رہے ہیں وہ لائق تحسین ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جن لوگوں سے جواب نہیں بن پڑتا وہ مسلکی اجارہ داری کا الزام لگا دیتے ہیں۔ معلوم نہیں ان لوگوں کے نزدیک ناموسِ علما کی زیادہ اہمیت ہے یا ناموسِ رسالت کی ایک سلجھے ہوئے آدمی کے لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ وہ حقائق تسلیم کر کے اپنے رویہ میں تبدیلی پیدا کرے۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے اور بیش تر حضرات مخالفت برائے مخالفت پر کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ بس دعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں حقائق تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زیرِ نظر شمارہ کے مندرجات میں جو تسامحات نظر آئے ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب کے مضمون میں صفحہ نمبر ۳۶ پر زکی کیفی صاحب کے اشعار میں مصرع ''دامنِ شرف و نام کی بکھری ہوئی تھی دھجیاں'' بحر سے خارج ہے کیوں کہ لفظ ''شرف'' میں ''ر'' متحرک ہوتی ہے جب کہ مصرع میں ''ر'' پر سکون ہے۔

پروفیسر محمد اکرم رضا صاحب نے اپنے مضمون میں صفحہ نمبر ۹۳ پر صابر براری صاحب کے دو اشعار درج کیے ہیں۔ ان میں پہلے شعر کا پہلا مصرع لفظ ''الم نشرح'' میں ''ح'' ساقط ہونے کی وجہ سے بحر سے خارج ہو گیا ہے۔ اس مضمون میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قطعہ میں دوسرا مصرع غلط کمپوز ہو گیا ہے۔ صحیح مصرع یوں ہے، ''من وجھک المنیر لقد نور القمر''، پروفیسر صاحب موصوف نے صفحہ نمبر ۵۷ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلام کے اشعار کی تعداد ''قریباً ایک سوستر'' بتائی ہے۔ اس طرح عاصی کرنالی صاحب نے اپنے مضمون میں یہ تعداد ۱۶۸ لکھی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس شہرۂ آفاق سلام میں پورے ۱۷۱ شعر ہیں۔ (نہ کم نہ زیادہ)۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر ضیاء القادری مرحوم کے تیسرے شعر کا پہلا مصرع بھی غلط کمپوز ہوا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۷۷ پر ڈاکٹر محمد اسحٰق قریشی صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے طبیب حاذق کی طرح صحیح نباضی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ قابلِ قدر ہے۔

پروفیسر شفقت رضوی صاحب نے رسالہ ''شام وسحر'' کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کے مضمون میں صفحہ نمبر ۲۸۳ پر علامہ اقبال کے شعر کا دوسرا مصرع غلط ہے۔ اصل مصرع یوں ہے ''بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا''۔

صفحہ نمبر ۳۶۹ پر صہبا اختر صاحب کی نعتیہ نظم ہے۔ اس کے پانچویں بند کے دوسرے مصرع میں انھوں نے ''المزمل'' اور ''المدثر'' کو غلط طور پر باندھا ہے۔ المزمل میں ''ز'' پر اور المدثر میں ''د'' پر تشدید ہونی چاہیے۔

صفحہ نمبر ۳۷۵ پر سیّد محمد طلحہ برق صاحب کی نعت میں ساتویں شعر کا دوسرا مصرع ہے: ''تمھاری حاضری ناظری جب کہ عطائی ہے'' لفظ ''کہ'' تقطیع میں ایک حرفی شمار ہوتا ہے مگر یہاں دو حرفی استعمال ہونے کی وجہ سے مصرع بحر سے خارج ہو گیا ہے۔

صفحہ نمبر ۳۷۶ پر سیّد شمیم احمد گوہر صاحب کی نعت ہے۔ اس کے پانچویں شعر کا دوسرا مصرع ہے ''قرآن کو دیکھا گویا ہے دیدار آپ کا''۔ یہاں ''دیکھا'' کی جگہ ''دیکھنا'' چاہیے تھا۔

صفحہ نمبر ۳۷۸ پر سیّد ریاض حسین زیدی صاحب کا کلام ہے۔ اس میں دوسرا شعر ہے:

نگاہِ دل سے دیکھو راہ ان کی
قسم ہے یہ خدا کی رہ گزر ہے

یہاں ''خدا کی رہ گزر'' والی بات سمجھ سے بالاتر ہے۔اس نعت کے چوتھے شعر کا دوسرا مصرع ہے،''مری کعبوں کے کعبہ پر نظر ہے'' یہاں کعبہ کی جمع کا استعمال میرے خیال میں شعری طور پر نامناسب ہے۔

صفحہ نمبر ۳۸۱ پر سیّد نظیر حسین عابدی صاحب کی نعت ہے۔اس کے دوسرے شعر کا مصرعِ ثانی بحر سے خارج ہے کیوں کہ لفظ ''نہ'' تقطیع میں ایک حرفی شمار ہوتا ہے،لیکن انھوں نے دوحرفی استعمال کیا ہے۔چھٹے شعر میں ''وحی'' کا تلفّظ غلط ہے۔اس لفظ میں حائے حطی پر جزم ہوتا ہے۔مقطع کے پہلے مصرع میں ''میروَی'' کی جگہ ''مری'' ہونا چاہیے مگر یہ کمپوزنگ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اس قسم کی غلطیاں اس شمارے میں بہت ہیں۔مقطع کے دوسرے مصرع میں ''نظیر عابدی'' کی ''ع'' ساقط ہے۔

صفحہ نمبر ۳۸۵ پر جمال نقوی صاحب نے چھٹے شعر میں لفظ ''قرآن'' فعول کے وزن پر باندھا ہے جب کہ مفعول کے وزن پر ہونا چاہیے۔

صفحہ نمبر ۳۸۶ پر افضال احمد انور صاحب نے دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں قافیہ ''مدح کناں'' استعمال کیا ہے جو کہ جمع ہے جب کہ یہاں واحد کا تقاضا تھا۔

صفحہ نمبر ۳۸۹ پر مقصود احمد تبسّم صاحب کا کلام ہے۔انھوں نے بالکل نئی زمین تراشی ہے جو مجھے بہت پسند آئی لیکن نویں شعر میں انھوں نے لفظ ''زیادہ'' فعلن کے وزن پر باندھا ہے جو کہ غلط ہے۔اس کی وجہ سے مصرع خارج از بحر ہوگیا۔یہ لفظ فعولن کے وزن پر ہونا چاہیے۔

صفحہ نمبر ۳۹۲ پر شاہد نعیم صاحب کے مقطع میں ایک سقم ہے۔دوسرے مصرع میں ''مرے دل میں'' کی جگہ ''اس کے دل میں'' ہونا چاہیے۔ یہ مصرع یوں ہوسکتا ہے۔''اس کے دل میں کردیے روشن محبّت کے چراغ''۔

ڈاکٹر شمیم احمد گوہر صاحب اپنے خط میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مصرع ''اے بے کسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے'' کے متعلق فرماتے ہیں:

یہ پورا مصرع ہی غلط نقل کیا گیا۔حیرت اس بات پر ہے کہ اس بے بحر مصرع کا وزن تک بتاتے ہوئے اس کی تقطیع بھی کردی گئی۔مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن۔حالاں کہ مصرع یوں ہونا چاہیے تھا۔''اے بے کسوں کے آقا اب ہے تری دہائی''۔اس کی بحر مضارع مثمن اخرب کے تحت مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن ہے اور اول مثمن مشکول کے تحت فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن ہے۔

سبحان اللہ، کیا کہنے، قربان جایئے اس عروض دانی کے۔محترم گوہر صاحب نے جو دو بحریں رقم فرمائی ہیں، ان میں مؤخر الذکر بحر کا تو اعلیٰ حضرت کے مصرع سے کوئی تعلّق بنتا ہی نہیں۔رہی اول الذکر بحر تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کی یہ نعت مفعول مفاعیلن مفعول مفاعلین کے وزن پر ہی ہے۔بات صرف اتنی ہے کہ مذکورہ مصرع کا پہلا ٹکڑا ذوالبحرین ہونے کی وجہ سے مفعول فاعلاتن کے وزن پر بھی پڑھا جاسکتا ہے۔مزید تسلّی کے لیے ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۲ میں صفحہ نمبر ۱۳۷ پر ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب کا مضمون ''اشعارِ نعت اعتراضات کی حقیقت'' اور راقم الحروف کے خط کے مندرجات کا مطالعہ فرمائیں۔میں نے اپنے مذکورہ خط میں میر تقی میر اور فانی بدایونی کے اس قسم کے اشعار بطورِ حوالہ درج کیے ہیں۔

صفحہ نمبر ۴۷۸ پر احمد صغیر صدیقی صاحب اعلیٰ حضرت کا ایک شعر اور ۳ متفرق مصرعے لکھ کر فرماتے ہیں ''دی ہوئی مثالیں شعریت کی صفت کو اُجاگر کرنے والی نہیں بلکہ مجروح کرنے والی ہیں۔'' صدیقی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ ان میں شعریت کی کون سی صفت مجروح ہوئی۔

صفحہ نمبر ۴۸۰ پر محترم پروفیسر قیصر نجفی صاحب نے میر تقی میر سے منسوب ایک روایت کا ذکر کیا ہے مگر اس کی حیثیت من گھڑت افسانے سے زیادہ نہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ خدائے سخن کا مصرع بحر میں ہے اور ''خیال'' کی ''ی'' گرنے کا خیال ہی دل سے نکال دینا چاہیے بلکہ اس کی جگہ

''ہی'' کی ''ی'' گرائیں میر کی یہ غزل جس بحر میں ہے اس کے ارکان مندرجہ ذیل ہیں:
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فع/ فاع
اس بحر میں زحافات بہت ہیں جن کے استعمال کے بعد شعر کیا تقطیع اس طرح ہوگی:

فاع	فعول	فعول	فعولن	فاع	فعولن	فاع	فعل
عشق	برے ہی	خیال	پڑا ہے	چین	گیا آ	رام	گیا
فعلن	فعلن	فاع	فعولن	فاع	فعولن	فاع	فعل
دل کا	جانا	ٹھہر	گیا ہے	صبح	گیا یا	شام	گیا

پروفیسر نجفی صاحب نے صفحہ نمبر ۴۸۲ پر لفظ ''آذر'' کے بارے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کے متعلّق عرض ہے کہ ''آذر'' (''ذ'' کے ساتھ) کے معنی چنگاری یا آگ کے ہیں جب کہ لفظ ''آزر'' (''ز'' کے ساتھ) اسم معرفہ ہے اور یہ وہی تاریخی کردار ہے جس کا ذکر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ آتا ہے۔ ملاحظہ ہو، قرآن مجید کا ساتواں پارہ (سورۂ انعام کی آیت نمبر ۷۵)۔

فقط۔ والسّلام
حافظ عبدالغفار حافظ
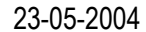
~~~~~~

23-05-2004

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

نعت رنگ کا شمارہ نمبر ۱۶ ایسے موقع پر ملا جب کہ اسکول میں امتحانات قریب تھے۔ کسی نہ کسی صورت سے وقت نکال کر مطالعہ تو کرلیا اور قابلِ ذکر مقامات پر نشان بھی لگا دیے، لیکن کچھ لکھنے کی فرصت نہ مل سکی۔ سوچا تھا کہ امتحان کے بعد یہ کام انجام دوں گا مگر ہوا یہ کہ بعد میں نتائج کی تیاری، سالانہ تقریب کے انتظامات اور پھر نئے داخلوں کا سلسلہ، غرض یہ کہ پے در پے ایسے مراحل سامنے آئے کہ فرصت نہ مل سکی۔ اس وقت سے میں نے تحریری کام گرمیوں کی تعطیلات پر اُٹھا رکھا تھا مگر ۱۰رمئی کو آپ نے ٹیلی فون پر بتایا کہ سترھویں شمارہ کی کمپوزنگ شروع ہوگئی ہے۔ مجبوراً یہ کام فوری طور پر انجام دینا پڑا۔

صفحہ نمبر ۱۳۵ پر راجا رشید محمود صاحب کا مضمون ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' شائع ہوا۔ مضمون کے آغاز میں آپ کا وقیع ادارتی نوٹ بھی ہے۔ راجا صاحب نے اعتراضات کا انتہائی خوب صورتی سے جواب دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان کی یہ پہلی جان دار تحریر ہے جو میری نظر سے گزری مگر اسے بدقسمتی کہیے یا کچھ اور کہ لب ولہجہ کی سختی اور غیر متعلّقہ باتوں نے انھیں نقصان پہنچایا۔ موصوف نے بالخصوص ہندوستان سے تعلّق رکھنے والے حضرات کو بُرا بھلا کہا، یہ اس کا موقع نہیں تھا۔ بہر حال اس ضمن میں قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ راجا صاحب نے جہاں اپنا دفاع کیا وہیں ان سے چوک بھی ہوگئی۔ انھوں نے صحیح اعتراضات بھی انا پرستی کی بھینٹ چڑھا دیے۔

ڈاکٹر شمیم گوہر صاحب نے راجا صاحب کے مصرع ''حاضری کی کوئی نہ کوئی تو صورت چاہیے'' کے بارے میں لکھا تھا کہ مصرع خارج از بحر ہے۔ اس کے جواب میں راجا صاحب فرماتے ہیں:

حضرت اس مصرع میں ''کوئی'' کی ''ی'' دبی اور ''و'' دب گیا۔ مصرع خارج از بحر کس طرح ہوگیا۔
~~~~~~

پھراس کے بعد انھوں نے مصرع کی تقطیع کر کے اُسے بحر میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں راجا صاحب سے مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ ڈاکٹر گوہر صاحب کا اصل اعتراض نہ سمجھ سکے۔ زیرِ بحث مصرع خارج از بحر صرف اس لیے ہے کہ اس میں لفظ ''نہ'' دوحرفی بندھا ہے جب کہ یہ ایک حرفی استعمال ہوتا ہے۔مصرع کی تقطیع اس طرح ہوگی:

فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن
حاضری کی	کوئی نہ کو	ئی تو صورت	چاہیے

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لفظ ''نہ'' دوحرفی استعمال ہونے سے مصرع بحر سے خارج ہو گیا۔

اسی طرح صفحہ نمبر ۱۵۳ پر راجا صاحب کا مصرع '' تھے اور بھی رسل مگر رب نے حبیب کو'' اس وجہ سے خارج از بحر ہے کہ اس میں ''مگر'' کا ''ر'' ساقط ہے۔

صفحہ نمبر ۱۶۲ پر جناب افتخار عارف کا مصرع ''اک عبدِ مولا صفات ہے اور روشنی ہے''، ''عبد'' کی ''ع'' ساقط ہونے سے بحر سے خارج ہو گیا۔اسی طرح صفحہ نمبر ۱۶۷ پر مصرع ''ایک عالم ہے اس عالم کی خبر لاتا کون'' بھی ''ع'' ساقط ہونے سے بحر سے خارج ہے۔ان کے علاوہ کمپوزنگ کی غلطی سے بھی ان کے بعض مصرعے غلط ہو گئے۔

صفحہ نمبر ۱۹۴ پر بھارت کے ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب کا مضمون ''علامہ فیض الحسن سہارن پوری کی نعتیہ شاعری'' شائع ہوا ہے۔ یقیناً علامہ صاحب کی نعتیہ شاعری ایک عاشقِ رسول کے دل کی آواز ہے۔ بالخصوص صفحہ نمبر ۲۰۰ پر ایسے اشعار درج ہیں جن میں مختلف پیرایوں میں حضورِ اکرم ﷺ سے مدد طلب کی گئی ہے۔شاعری میں اس قسم کے مضامین ہر دور میں باندھے گئے ہیں۔ بہرحال علامہ سہارن پوری کے ان اشعار کے بارے میں فاضل مضمون نگار رقم طراز ہیں:

مسئلہ استعانت نازک مسئلہ ہے۔اکثر شعرا یہاں دائرہ اسلام سے تجاوز کر جاتے ہیں۔اللہ اور رسولِ اکرم ﷺ کے مابین فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے۔علامہ سہارن پوری نے مذکورہ اشعار میں قرآنی نقطۂ نظر واضح کر دیا کہ آپ ''غوث المستغاث'' کے درجہ پر فائز ہیں لیکن یہ مرتبہ من جانب اللہ ہے۔

مجھے فاضل مضمون نگار کی یہ سطور پڑھ کر سخت حیرت ہوئی۔حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان حضورِ اکرم ﷺ کے لیے کسی قسم کا علم یا کمال ذاتی تسلیم نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مانتا ہے۔

یقین جانیے اگر یہی اشعار فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یا ان کے کسی عقیدت مند سے منسوب ہوتے تو علمائے دیوبند کی زبانیں شرک، شرک کی رٹ لگانے نہ تھکیں۔دراصل مسلکی اجارہ داری اور فرقہ پرستی یہی ہے جس کا اظہار اصلاحی صاحب کی تحریر سے ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ۲۶۲ پر بھارت کے جناب محمد علی شیدا بستوی کی نعت ہے۔اس میں آٹھویں شعر کا پہلا مصرع ہے ''بیان یوں کیا رب نے رسول کی عظمت''۔ یہاں ''کیا'' کی جگہ ''کی'' ہونا چاہیے مگر موصوف وزن پورا کرنے کے لیے مؤنث کو مذکر باندھ گئے۔

صفحہ نمبر ۳۱۹ پر جناب محمد علی شیدا کے مجموعہ کلام ''الصّلوٰۃ والسّلام'' پر پروفیسر قیصر نجفی صاحب کا تبصرہ ہے۔صاحبِ کتاب کے مصرع ''یہ کائنات مطیع اک عرب کے شاہ کی ہے'' کے بارے میں قیصر صاحب فرماتے ہیں، ''مصرع وزن سے باہر ہے۔'مطیع' کی 'ع' گر رہی ہے۔'' فاضل تبصرہ نگار کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ مصرع بحر میں ہے کیوں کہ ''مطیع'' کی ''ع'' گری نہیں۔اُسے ''الف'' سے سہارا مل گیا۔

خطوط میں حسبِ معمول حضرت علامہ کوکب نورانی اکاڑوی صاحب کا خط سب سے طویل اور معلومات افزا ہے۔موصوف جس عرق ریزی

اور باریک بینی سے ''نعت رنگ'' کا مطالعہ کرتے ہیں یہ انھی کا حصہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عام قاری ان کی تحریر پڑھ کر جھوم جاتا ہے کیوں کہ ایک ایک سطر عشقِ مصطفےٰ ﷺ میں ڈوبی ہوئی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو عمرِ دراز عطا فرمائے۔ آمین

اس ضمن میں تکلیف دہ بات یہ ہے کہ بعض دوستوں کو اکاڑوی صاحب سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ وہ بجائے اس کے کہ حقائق تسلیم کریں بغیر سوچے سمجھے موصوف پر مسلکی اجارہ داری کا الزام لگا دیتے ہیں۔

ظہیر غازی پوری صاحب نے اپنے خط (صفحہ نمبر ۳۹۷) میں اکاڑوی صاحب کے بارے میں لکھا: ''ہر تحریر میں کوئی نہ کوئی عیب یا نقص ڈھونڈ ہی لیتے ہیں۔ واقعی کمال کی نظر رکھتے ہیں۔'' ظہیر صاحب کا یہ الزام بالکل غلط ہے۔ اس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ یقین نہ ہو تو تعصّب کی عینک اُتار کر ''نعت رنگ'' کے صفحات دوبارہ پڑھیں۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ اگر کسی اعتراض کا جواب نہ بن پڑے تو خواہ مخواہ الزام تراشی شروع کر دی جائے۔

رشید ارشد صاحب اپنے خط (صفحہ نمبر ۴۰۸) میں مولانا کوکب نورانی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارے میں جس انداز سے اکابرِ دیوبند کی تحقیر کر چکے ہیں وہ کسی نوع سے بھی انسب نہیں ہے۔ اکابرینِ دیوبند کے لیے ان کا اندازِ تخاطب ایک عالم کی شان کے مطابق نہیں ہے۔

رشید صاحب ذرا یہ بتائیں کہ اوکاڑوی صاحب نے اکابرِ دیوبند کے بارے میں کون سا تحقیری لفظ استعمال کیا۔ وہ تو صرف آئینہ دکھاتے ہیں کہ علمائے دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور سرورِ کائنات ﷺ کے متعلق انھوں نے کیا کیا زہر افشانی کی ہے۔ اگر آپ آئینہ دیکھ کر بُرا مان گئے تو آئینہ توڑنے سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ سنجیدگی سے غور فرمائیں کہ حقائق کیا ہیں۔

سیّد ریاض حسین زیدی صاحب نے مولانا اوکاڑوی صاحب کو لٹھ باز خطیب قرار دے کر اور بہت کچھ لکھ دیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محترم زیدی صاحب حقائق کے سامنے افسانے گھڑنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ آگے چل کر ان کے قلم کو سچ اُگلنا ہی پڑا۔ چناں چہ چند ہی جملوں کے بعد وہ اکاڑوی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں: ''وہ کتابوں کے پشتارے دائیں بائیں سجاتے ہیں اور روایتی مناظروں کی طرح نشان زدہ صفحات نکال نکال کر مخالفین کا ناطقہ بند کرتے جاتے ہیں۔''

زیدی صاحب نے تسلیم کر لیا کہ اوکاڑوی صاحب اپنی طرف سے (بغیر حوالہ) کچھ نہیں کہتے لیکن اگر اس پر بھی انھیں پریشانی ہوتی ہے تو سوائے ''انا للہ'' پڑھنے کے اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

~~~~~~

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۲ پیشِ نظر ہے۔ اس شمارہ میں مولانا کوکب نورانی صاحب کی غیر حاضری شدت سے محسوس ہوئی۔ از راہِ کرم موصوف سے میری جانب سے عرض کریں کہ ہر شمارے میں اپنی حاضری یقینی بنائیں۔

مقالات کے شعبہ میں سعودی عرب کے شعیب نگرامی نام کے کسی شخص کا مضمون ''نعتِ نبوی اور توحید و رسالت کے مابین فرق کی اہمیت'' شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون پڑھ کر سب سے پہلے جو تاثر اُبھرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ شخص نہ تو توحید کی حقیقت سے اور نہ ہی رسالت کے مفہوم سے آشنا ہے۔ ماضیِ قریب میں کراچی میں ڈاکٹر مسعودالدین عثمانی نے ''حزب اللہ'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی تھی اور اپنے لٹریچر میں تقریباً وہی باتیں تحریر کیں جو شعیب نگرامی کے مضمون میں ہیں۔ چناں چہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ: ''برصغیر میں اسلام آیا ہی نہیں، محمد بن قاسم کے ساتھ جو اسلام آیا تھا اس کے اثرات بہت جلد مٹ گئے اور اب اسلام کے نام پر جو کچھ ہے وہ ان لوگوں کا تراشیدہ ہے...''۔ اس کے بعد اس نے ہر صدی کے علما و اولیا اللہ کے نام
~~~~~~

دیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ: ''تیرھویں صدی میں شاہ ولی اللہ اوران کے متبعین دیوبندی بریلوی اوراہلِ حدیث۔''

ڈاکٹر عثمانی کے بعد مسعود نامی ایک اور شخص نے ''جماعت المسلمین'' کے ام سے تنظیم قائم کی۔اس کے نزدیک مسلم وہی ہے جو اس کی خود ساختہ جماعت المسلمین میں شامل ہے۔اس کے لٹریچر کو صحیح سمجھ لیا جائے تو شعیب نگرامی کا شمار بھی غیر مسلمین میں ہوگا۔

صبیح صاحب! آپ سے گزارش ہے کہ اس قسم کے مضامین شاملِ اشاعت نہ کیا کریں۔شعیب نگرامی کا جواب تو حضرت مولانا کوکب نورانی صاحب ہی دیں گے۔تاہم میں اس موقع پر اعلیٰ حضرت کا ایک شعر رقم کیے بغیر نہیں رہ سکتا:

لاصلئن جھنم تھا وعدہٗ ازلی

نہ منکروں کا عبث بدعقیدہ ہونا تھا

حاصلِ مطالعہ میں برادرم عزیز احسن کا ماہ نامہ ''الاحسن'' پر تبصرہ ہے۔ یہ جان کر بہت افسوس ہوا کہ دیوبندی مکتبِ فکر کے لوگ اتنے متعصّب ہیں۔عزیز احسن نے صحیح لکھا ہے کہ ''میرے خیال میں 'الاحسن' کے نعت نمبر میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں، محسن کاکوروی کرامت علی شہیدی وغیرہم کو نظرانداز کرنا علمی وادبی دیانت کے خلاف ہے۔''

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲۱ میں خورشید ناظر[ا] کی کتاب ''بلغ العلٰی بکماله'' پر محترم عارف منصور صاحب کا تبصرہ شائع ہوا۔دوسری باتوں سے قطع نظر فاضل مبصّر نے جو عروضی غلطیوں کی نشان دہی کی وہ اس میں حق بجانب ہیں۔الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' ہمیشہ سے ایک حرفی ہی استعمال کیے جاتے رہے ہیں۔کسی نے بھی انھیں دو حرفی نہیں باندھا مگر حیرت کی بات ہے کہ شمارہ نمبر۲۲ میں پروفیسر ڈاکٹر عمران صاحب، پروفیسر ڈاکٹر منور غازی صاحب اور کامران جاوید عرفانی صاحب نے علمِ عروض سے نابلد ہونے کی بنا پر طوفان کھڑا کر دیا۔تینوں حضرات نے اساتذہ کے کلام سے مثالیں دے کر تقطیع کی لاحاصل کوشش کی حالاں کہ ان میں سے ایک مثال بھی خورشید ناظر صاحب کے حق میں نہیں:

ان حضرات نے مثال میں جو اشعار پیش کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

لے پھرا میں کہاں کہاں دل کو — نہ لگائے گیا جہاں دل کو
نہ ملا وہ نفاق کے مارے — کیا کریں ہم وفاق کے مارے
ہو چکا حشر بھی حسن لیکن — نہ جیے ہم فراق کے مارے
جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
نہ سمجھ مجھ کو رائیگاں نہ سمجھ — نہ سہی تیرے کام کا نہ سہی
نہ ملا کر اداس لوگوں سے — حسن تیرا بکھر نہ جائے کہیں
تشنہ لب مر گئے ترے عاشق — نہ ملی ایک بوند پانی کی
نہ سہی آشیاں قفس ہی سہی — سر تو آخر کہیں چھپانا ہے
نہ ملا کوئی غارتِ ایماں — رہ گئی شرم پارسائی کی
نہ سنو گر بُرا کہے کوئی — نہ کہو گر بُرا کرے کوئی

ڈاکٹر منور غازی صاحب نے ان اشعار کے ارکان ''فاعلن فاعلن مفاعلین'' بتائے ہیں۔ حالاں کہ یہ اشعار بحرِ خفیف میں ہیں اور مختلف تبدیلیوں کے ساتھ اس بحر کے آٹھ اوزان بنتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ فاعلاتن مفاعلن فِعْلُنْ ۲۔ فاعلاتن مفاعلن فِعْلَانْ ۳۔ فاعلاتن مفاعلن فَعِلُن
۴۔ فاعلاتن مفاعلن فَعِلَان ۵۔ فَعِلاتن مفاعلن فِعْلُن ۶۔ فَعِلاتن مفاعلن فَعِلُن
۷۔ فَعِلاتن مفاعلن فِعْلَان ۸۔ فَعِلاتن مفاعلن فَعِلَان

اب ذرا یہ حضرات تقطیع کر کے بتائیں کہ کس استاد نے ''نہ'' اور ''کہ'' کو دو حرفی باندھا ہے۔ اسی طرح منور غازی صاحب نے حفیظ جالندھری کے مصرع:

تم نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تمھیں بھلا سکے

کے ارکان ''مستفعلن مفاعلن مستفعلن مفاعلن'' لکھے ہیں جب کہ اس کے ارکان یہ ہیں:

مفتعِلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

کامران جاوید عرفانی صاحب نے تو ایک مصرع کی خودساختہ تقطیع کرتے ہوئے عروض کی ٹانگ توڑ کے رکھ دی۔ میؔر کے شعر:

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ
لے جاتے دل کو خاک میں اس آرزو کے ساتھ

کے ارکان مستفعلن مستفعلن مستفعلن فعول بتائے ہیں جب کہ اس کے ارکان ہیں مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن۔

غرض یہ کہ حوالہ کے لیے دیے گئے تمام اشعار میں ''نہ'' اور ''کہ'' ایک حرفی ہی استعمال ہوا ہے، کسی بھی شعر میں دو حرفی نہیں۔

میں ان حضرات کی معلومات کے لیے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جن بحروں میں گنجائش نہیں ہوتی ان میں شعرا ''نہ'' کے بجائے فارسی لفظ ''نے'' استعمال کرتے ہیں۔

مثلاً مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن کے وزن پر غالبؔ کا مصرع:

نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں

یا مفاعیلن مفاعیلن فعولن کے وزن پر اقبالؔ کا مصرع:

نہ خودبیں نے خدابیں نے جہاں میں

یا مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن کے وزن ہی کا مصرع:

نہ سیم و زر سے محبّت ہے نے غمِ افلاس

یا مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کے وزن پر راقم الحروف کا مصرع:

اندازِ بیاں کافی نے طرزِ ادا کافی

حفیؔظ جون پوری کے شعر:

ٹھہری ہے اب تو آپ کے وعدے پہ زندگی
وہ زندگی کہ جان ہے جس سے عذاب میں

کے ارکان ہیں مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن ۔ مجھے بتایا جائے کہ اس شعر میں ’’کہ‘‘ دوحرفی کہاں استعمال ہوا ہے۔

میرے خیال میں کسی بھی علم پر خامہ فرسائی سے پہلے اپنا مبلغ علم جانچنا ضروری ہے ورنہ ایسی ہی مضحکہ خیز صورتِ حال پیدا ہوگی جیسی اب ہوئی ہے۔

صفحہ۴۴ پر بھارت کے ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب نے اپنے مضمون میں پھر ’’تُو‘‘ اور ’’آپ‘‘ کی بحث چھیڑ دی اور وہ رشید وارثی (مرحوم) پر برس پڑے۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ نظم کا مزاج نثر کے مزاج سے بالکل مختلف ہے۔ استاد ذوقؔ کے قصائد کا مطالعہ کر لیں۔ وہ نظم میں بادشاہِ وقت کو بھی ’’تُو‘‘ سے خطاب کرتے ہیں۔ اسی طرح علامہ اقبال بھی جب نظم میں اپنی والدہ سے مخاطب ہوتے ہیں تو کہتے ہیں، ’’آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے‘‘۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مباحثہ اب ختم ہو جانا چاہیے اور جو شعرا نعت میں ’’تُو‘‘ کی ضمیر کو جائز سمجھتے ہیں اُن پر اعتراض نہ کیا جائے۔

حافظ عبدالغفار حافظ

۱۔ خورشید احمد ناظرؔ (پ: ۱۹۴۴ء)، شاعر، ادیب، صحافی، کالم نویس، کتب: ’’بلغ العلیٰ بکمالہٖ‘‘ (منظوم سیرت النبی ﷺ)، ’’ہر قدم روشنی‘‘، ’’وللہ الحمد‘‘ (غیر منقوط)، ’’حمدِ الٰہ و مدحِ محمد ﷺ‘‘ (غیر منقوط)، ’’ملاک و محورِ عالم محمد ﷺ‘‘ (غیر منقوط)، ’’منظوم شرح اسماء الحسنیٰ‘‘، ’’حسنت جمیع خصالہٖ‘‘، ’’کلام فرید اور مغرب کے تنقیدی رویے‘‘ و دیگر۔ اعزازات: صد سالہ خواجہ فرید ایوارڈ منجانب اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، ستارہ بہاول پور ایوارڈ منجانب: حکومت پنجاب بہاول پور ڈویژن، بہاول پور۔

عبدالکریم، ڈاکٹر (آزاد کشمیر)

’’نعت رنگ‘‘ ارسال کرنے پر سراپا سپاس ہوں۔ موسم کی شدت اور لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بروقت تبصرہ ارسال نہ کرنے پر معذرت۔

’’نعت رنگ‘‘ کو ابتدائیہ اور اپنی بات کے علاوہ سات اجزاء میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں تمجید، مقالات، فکر و فن، خصوصی مطالعہ، مطالعات نعت، مدحت اور خطوط شامل ہیں۔ نعت رنگ کا ابتدائیہ مہمان مدیر پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب نے تحریر کیا ہے اور اُن تمام کثافتوں کی نشاندہی کر دی ہے جو برِ عظیم کے معاشرے میں سیکڑوں سال ہندوؤں کے ساتھ رہتے رہتے اسلام کے شفاف بدن سے چمٹ گئیں یا جنھوں نے اسلام کی سادگی کو آلودہ کر دیا۔

نعت وہ صنفِ سُخن ہے جو اِن کثافتوں سے سب سے زیادہ آلودہ ہوئی۔ تاہم مقامِ شُکر ہے کہ عقیل صاحب جیسے صاحبِ فکر موجود ہیں جو اُن وجوہات کا دُرست تجزیہ کر کے صاف اور شفاف تصویر قاری کے سامنے رکھتے ہیں۔ عقائد عام طور پر عقیدتوں سے ہی آلودہ ہوتے ہیں اور یہی سلوک اسلام کے ساتھ اور برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ کچھ اصناف میں مبالغہ آرائی کو فروغ دیا گیا اور پھر اُن کی بنیاد پر باقاعدہ ہمارے ہاں فقہی موشگافیاں شروع ہوئیں۔ وطنِ عزیز میں انقلاب بھی اب ان کے ساتھ نتھی کر دیے گئے ہیں۔ فرقہ پرستی عروج پر ہے اور ہر فرقہ عقیدت کی بنیاد پر دوسرے کو گردن زدنی قرار دیتا ہے۔ اور جنت کے ٹکٹ تقسیم کرتا پھر رہا ہے۔

مقالات کا گوشہ اپنے اندر خوبصورت مقالے رکھتا ہے۔ اگر ایک طرف نعت اور نعتیہ عناصر پر بات ہے تو نعت گوئی میں لفظ ’ارم‘ کے استعمال پر سیر حاصل بحث بھی شامل ہے۔ دوسری طرف پاکستان میں نعتیہ صحافت پر ڈاکٹر شہزاد احمد کا ۱۰۲ صفحات کا طویل مقالہ موجود ہے جس کو پڑھنے کے لیے صبر اور تحمل کی ضرورت ہے۔ غیر منقوط حمد و نعت پر ڈاکٹر اشفاق انجم نے خوبصورت لیکن مختصر مقالہ تحریر کیا ہے۔ اختتام خوبصورت الفاظ میں کیا ہے کہ ’’حمد و نعت میں بے راہ روؤں کو کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ میری دانست میں غلط اشعار کہنے والوں کی گرفت نہ کرنے والے قارئین بھی اُتنے ہی گنہگار رہوں گے جتنے شعرا‘‘۔

تنویر پھول کا حمد و نعت میں الفاظ کے مناسب استعمال پر زور بجا ہے۔ اُنہوں نے کچھ اشعار لے کر اُن کو مثال کے طور پر پیش بھی کیا ہے جیسے ''مدفن مراطیبہ میں بنے اب کے برس بھی'' پر آواگون کے اثرات موجود ہیں۔ اُستاد محترم ڈاکٹر شاکر اعوان صاحب کا مقالہ ''عہدِ رسالت میں نعت رسول ﷺ'' اُن کی کتاب میں پڑھ چکا ہوں۔ فکر و فن کا سب سے معیاری مقالہ ڈاکٹر عزیز احسن صاحب کا ''سروسہارن پوری کی نعت گوئی'' لگا۔ اُنہوں نے اپنے اس طویل مقالے میں حکیم صاحب کی نعتیہ شاعری پر تفصیل سے بات کی ہے۔ حکیم صاحب اُن شعرا میں سے ہیں جن کی نعتیں کثافتوں سے پاک ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک باعمل اور صحیح العقیدہ مسلمان تھے۔ اُن سے میں کئی بار ملا۔ فقیر منش اور سادہ لوح تھے، عزیز احسن نے بعض خوبصورت تبصرے کیے ہیں جیسے اس مصرع پر ''بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات'' اور درست تجزیہ کیا ہے کہ صوفیانہ شطحیات کا دائرہ نبوت میں بھی شرک کی سطح پر پہنچ رہا ہے۔ مقصودِ کائنات صرف حضور ﷺ کی ذات ہے اور اس وصف میں آپ ﷺ کا کوئی شریک نہیں۔

معصوم بھی، مظلوم بھی، دامادِ نبی بھی   کافی ہے سہارے کے لیے آپؓ کا داماں

آپ کا یہ تحریر کرنا درست ہے کہ یہاں معصوم سے مراد ''معصوم عن الخطاء'' نہیں۔ خصوصی مطالعہ کے تینوں مضامین بہترین ہیں۔ ڈاکٹر محمد آصف نے کمال مہارت سے حزیں صدیقی کی نعت گوئی پر قلم اٹھایا ہے اور اس کا حق ادا کیا۔ اُنہوں نے صدیقی صاحب کی نعت کے اجتماعی اور انقلابی پہلوؤں پر بھی بات کی۔ اکثر شعرا کے ہاں نعت ذاتی واردات بن چکی ہے تاہم حزیں صدیقی کے ہاں یہ رنگ موجود ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے انقلابی پیغام پر بھی بات کی جیسے:

آدمی پر کُھلا مقصدِ زندگی   آدمیت بڑی معتبر ہو گئی

نعیم بازید پوری کا ''شاتم رسول ﷺ کی درخواست بریت'' خاصے کی چیز ہے اور اس طرح کے مضامین کا ایک مسلسل سلسلہ ہونا چاہیے۔ ایسے مضامین واقعی ایمان افروز ہوتے ہیں۔ ارنوڈ گریٹ اور وارن ڈرون کی طرح کے کئی کردار ہیں جن کو سامنے لایا جانا چاہیے، کاش سلمان رشدی تسلیمہ نسرین کی طرح کے کرداروں کو بھی وہ جرات تحقیق ملے جنھوں نے کافروں کو مسلمان کر دیا۔ مطالعات نعت کا سب سے خوبصورت مضمون ڈاکٹر ابوسفیان صاحب کا ہے۔ انہوں نے ''ہمارے رسول ﷺ کا خوب تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر دھرمندر ناتھ ہیں۔

ابوسفیان تحریر کرتے ہیں کہ ''تیسرے باب میں موصوف اس موضوع کا حق ادا کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ قرآنیات اور احادیث سے اُن کی واقفیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ انہیں کیا پتہ کہ وحدت الشہود اور وحدت الوجود کا اسلام اور ذاتِ سرورِ عالم ﷺ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ''رکھ لیا نام محمد ﷺ تا کہ رُسوائی نہ ہو'' سے قرآن کے تصورِ الٰہ اور کان خلقہٗ خلق القرآن کے خلاف تصویر اُبھرتی ہے۔ یہ بات نہایت اہم ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے مابین فرق ہے۔ اس فرق مراتب کو ملحوظ رکھنا ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ ایک خالق ہے دوسرا مخلوق۔ لیکن افسوس کہ بے شمار اہم شعرا نے اس فرقِ مراتب سے آنکھیں میچ لی ہیں۔

خالی کوئی پلٹا ہی نہیں دَر سے نبی کے   ہندو ہو، مسلمان ہو، سکھ ہو کہ کوئی اور

اس طرح کے اشعار کا قرآن وسیرت سے کوئی تعلق نہیں۔ روضہ اقدس کی مٹی کا ماتھے پر لگانا سراسر ہندو تہذیب کے زیرِ اثر ہے جس کے ڈانڈے قشقہ کھینچے سے جا ملتا ہے:

غبار اُس روضہ اقدس کا ماتھے پہ لگاؤں گا   گزر اپنا مدینے میں اگر مثلِ صبا ہوگا

افسوس کا مقام ہے کہ اس طرح کے تصورات مسلم شعرا کے ہاں بھی موجود ہیں اور اُن پر علمی اعتراضات کو ہمارا فرقہ پرست معاشرہ

برداشت نہیں کرتا۔ ڈاکٹر ابوسفیان درست طور پر مؤلف پر نوحہ خواں ہیں'' کاش کہ یہ ہماری نوحہ خوانی ڈاکٹر دھر مندر ناتھ اور ایرانی سفارت خانہ نئی دہلی کے ثقافتی کونسلر ڈاکٹر علی رضا کو گوش گزار کراتی''۔ پروفیسر انوار احمد زئی نے ڈاکٹر عزیز احسن کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا ہے۔ نیز انہوں نے عزیز احسن کے نظریہ تحریر و تحقیق کی تعریف کی۔''باریاب'' کا ڈاکٹر عزیز احسن اور 'عبدِ کامل'' کا ڈاکٹر بشیر عابد نے پُر اثر مطالعہ پیش کیا ہے۔ مدحت میں شامل تمام تخلیقات اچھی ہیں تاہم رئیس احمد نعمانی کی تخلیق کے اشعار پر اختتام کرتا ہوں:

مؤرخوں نے نمایاں نہیں کیا جن کو　　بہت سے حادثے گزرے ہیں کربلا کے سوا
بحکم شرح ،کہا جاسکے جسے 'معصوم'　　نہیں ہے کوئی ملائک اورانبیاء کے سوا
جو غارِ ثور میں بھی ہم نفس تھا ، آقا کا　　بتاؤ کون تھا؟ صدیقؓ باصفا کے سوا
عمرؓ حبیب خدا کے حبیب تھے ، اس کا　　کرے گا نہ کوئی انکار ،اشقیا کے سوا
دو بنت پاک نبیؐ جس کی زوجیت میں رہیں　　یہ رُتبہ کس کا ہے ؟ عثمانؓ باحیا کے سوا
خدا کے ایک ولی تھے، علیؓ بھی ، سچ ہے ،مگر　　نہیں ہے کوئی بھی مشکل کُشا خدا کے سوا

اللہ آپ اور آپ کی ٹیم کی صلاحیتوں میں برکت دے۔

عبدالکریم

☆ ڈاکٹر عبدالکریم (پ: ۱۰ جولائی ۱۹۷۰ء)، ادیب، محقق، نقاد، ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، پرنسپل: گورنمنٹ کالج برائے طلبہ مظفرآباد، کشمیر

عبداللہ عباس ندوی، ڈاکٹر (مکہ مکرمہ)

۱۴۲۴/۱۰/۲۳ھ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں جناب ابوالامتیاز ع۔س۔مسلم صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان کے ذریعے آپ سے تعارف حاصل ہوا اور آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ کے واسطہ سے ''نعت رنگ'' سے واقفیت ہوئی۔ آپ نے اچھا رنگ دکھایا۔'' فاقع لونھا تسر الناظرین'' [۱] کا مصداق، جو کاوشیں دین کی راہ میں ہوں سب مبارک، قابل اہمیت اور قابلِ ستائش ہیں۔ حضور انورﷺ کی مدح ومنقبت جو قافیہ وردیف کے ڈھانچوں میں کی گئی ہے اس میں بھی صرف اردو زبان میں اس کو آپ حضرات نے انسائیکلو پیڈیا بنا دیا۔ بے شک ذاتِ رسالت نبیﷺ کی منزلت یہی ہے کہ آپ کی سیرت پاک کا ادنیٰ سے ادنیٰ گوشہ بھی ان تمام علوم وفنون سے زیادہ وسیع سمجھا ہے، جہاں تک عقل انسانی نے رسائی حاصل کی ہے۔ ہماری عقیدت ومحبّت کا ادنیٰ تقاضا یہی ہے اور سیرت سیّدالانام کا موضوع ہی ایسا ہے کہ:

ایک قطرے جو دوں بسط تو قلزم کردوں
بحر مواج فصاحت میں طلاطم کردوں

مجھے عربی میں اس موضوع پر کچھ لکھنے کا موقع ملا ہے، عربی میں اس صنفِ سخن کو ''نبویات'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ اردو میں عربی کی نعتیہ شاعری پر میری مستقل کتاب ۱۹۸۵ء میں شائع ہو چکی تھی۔ فارسی میں خود میرے خاندن کے بزرگوں کا کلام سوز دروں، فدائیت ومحبّت میں آپ اپنی مثال ہے۔ میرے خاندانی عزیز ڈاکٹر شاہ سیّد طلحہ رضوی برق نے اس وراثت میں حصہ پایا ہے۔ میں نے اردو میں بہت کم پڑھا ہے اور جو پڑھا ہے اس میں

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے بہت سے اشعار آج بھی زبانی یاد ہیں۔

واہ کیا جود و سخا ہے شہ والا ترا — نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا ترا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ ترا — تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے دریا ترا

اور اسی قصیدہ کا یہ شعر جو ایک دیوان پر بھاری ہے:

دیکھ کر تجھ کو بھلا غیر کا منھ کیا دیکھیں
کون آنکھوں میں جچے دیکھ کے تلوا تیرا

حضرت ممدوح کی یہ حاضری بحضور ذات گرامی:

کون پوچھے گا تری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

لیکن اس کے ساتھ ہی خدانخواستہ اہل دل، اہل ایمان، اہل صدق وصفا بزرگوں میں سے کسی کا منکر نہیں ہوں اور نہ ان کی شان میں گستاخی کو جائز سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی، شیخ الہند مولانا محمد حسن، حضرت مولانا شاہ رشید احمد قدس اسرارہم اپنی جگہ ملت کی آبرو ہیں ان کے ذریعے لاکھوں نے رسول کریم ﷺ کے نعلین پاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے۔ اب یہ سوال کہ فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت بڑے خدارسیدہ تھے یا حکیم الامت حضرت تھانوی؟ یہ فیصلہ کرنا اس کا کام ہے جو ان دونوں سے بڑا ہو اور یہ ظلوم وجہول سب سے چھوٹا، چھوٹوں سے چھوٹا۔

نعت پسند کرنا، نعت کہنا، نعت پر سردھننا، یہ سب ایمان کی علامتیں ہیں اور یہی صفت وقت آنے پر جہاد پر مائل کرتی ہے۔ حضور اکرم ارواحنا فداہ کے نام نامی پر زندگیاں قربان کرنے کا وقت آئے تو فلسفہ داں، حکمت شناس، رازِ نبوت سے آشنا، فعلیت کی چنیں وچناں رہ جائے گی اور ساغر بدست و مینا بہ دوش اپنی زندگیوں کا نذرانہ پیش کردے گا۔

بہرحال میرے اندر آپ کی اور آپ کے قابلِ احترام رفقا کی پوری قدر ہے مگر یہ عرض کرنا بھی نہیں بھول سکتا کہ:

خوگر حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

والسّلام۔ بندۂ عاجز وناتواں

عبداللہ عباس ندوی

☆ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی (۱۹۲۵ء۔۲۰۰۶ء)، عالم، ادیب، محقق، مختلف موضوعات پر ۲۵ سے زائد کتب اور ان گنت مقالات کے مصنّف، عرب وعجم میں شاگردوں کی ایک بڑی تعداد، چند کتب کے نام: ''ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں نظام معاشرت''، ''سیرت صحابہؓ کے چند نقوش''، ''تاریخ تدوین سیرت''، ''عربی میں نعتیہ کلام''، ''قرآن کریم کے انگریزی ترجموں کا تنقیدی مطالعہ''، ''پیغمبر اخلاق وانسانیت''، ''ردائے رحمت''، ''سفر نامہ حیات مع ضمیمہ چند دن دیارِ غیر میں''، ''نظام اللغۃ الاردیۃ''، ''Learn the language of Holy Quran''۔

ا۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۶۹

~~~~~~

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''نعت کا رنگ'' ہر رنگ سے زیادہ کھلتا ہوا، گہرا، پائیدار اور درخشندہ ہے، یہ صبغۃ اللہ ہے (خدائی رنگ) اس سے بہتر اور سدا بہار اور کون سا رنگ ہوسکتا ہے؟ و من احسن من اللّٰہ صبغۃ

ہم (دین کی) اس حالت پر ہیں جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے ہم کو رنگ دیا ہے اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ
~~~~~~

سے خوب تر ہو۔(البقرہ:۱۳۸)

''نعت رنگ'' کا سترھواں شمارہ نگاہوں کے سامنے ہے، جمال ظاہری، حجم، اہلِ دل اور اہلِ قلم کے نمایاں ناموں نے پورے مجموعے کو باعث کشش بنادیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا کہ وقت کی مسافت کو کیسے قریب کرلوں، کس مضمون کو پہلے پڑھوں اور کس نظم کو پہلے گنگناؤں، یہی وہ مقام ہے جہاں ایک جہاں دیدہ کہنے لگتا ہے:

گلچین بہار تو زداماں گلہ دارد

اور سب ایک طرف موضوع کی قدسیت وعظمت اپنی جگہ پر۔ وہ رسالہ جس کا موضوع ہے 'نعت' یعنی مدح ان کی جو کونین کی آبرو ہیں، بشریت کے محسنِ اعظم ہیں، انسانیت کے معلّمِ اوّل ہیں، قرآن نے جس کے حق میں سب سے زیادہ سچی اور پکی بات کہہ دی ہے کہ وہ نور کامل ہیں:

قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین. (المائدۃ:۱۵)

تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی اور ایک کتاب واضح (یعنی قرآن مجید)

یہ نور نورِ نبوت ہے اور کتاب کتابِ شریعت ہے، معرفتِ الٰہی کا دریچہ ہے، توحید کی کلید ہے، اگر یہ آنکھیں بینائی سے محروم ہیں تو آفتاب کی کرنیں رہنمائی نہیں کرسکتیں اور اگر آفتاب ماند پڑ چکا ہو تو آنکھ کی پتلی بھی تاریکیوں کا آلہ ہے۔ مفسّرین کہتے ہیں کہ نور ذاتِ اقدس ہے، حضور اکرم ﷺ کی اور کتاب کتابِ شریعت ہے، کتابِ معرفت ہے، نوشتۂ تقدیر دوعالم ہے۔

سوچیے اگر رنگِ ہدایتِ آسمانی انسان کو نہ ملتی تو آج ہم کہاں ہوتے؟ کبھی پتھر سے اپنے سرِ عقیدت کو پھوڑتے، کبھی پانی سے دل کے چراغ روشن کرنا چاہتے، کبھی درخت کی اونچائی کے سامنے اپنا سر نیچا کرتے اور کبھی طاقت کا محور اس کو سمجھ کر جھکتے، جس کے تصور سے بے حیائی کی پیشانی پر بھی حیا کا پسینہ آجائے۔

نعت کا موضوع کبھی پرانا نہیں ہوتا، آفتاب کی کرنوں پر بھی کبھی بڑھاپا نہیں طاری ہوا، تارے کبھی پرانے نہیں ہوئے، حضورِ اقدس ﷺ کے احسانات کو یاد کرنے کی خو کو رجعت پسندی سمجھنے والوں کی عقلیں محرومِ بینائی ہوسکتی ہیں، ان پر عجز و پیری کا دور آسکتا ہے مگر وہ ذات سرکارِ رسالت پناہ کی ذاتِ اقدس کو انسانی آبادی نے یہ کہہ کر پکارا ہے اور اسی طرح تاقیامت فریاد کرتی رہے گی:

دو عالم پہ کاکل گرفتار داری ۔۔۔ بہر مو ہزاراں سیہ کار داری
تو سر تابہ پا رحمتی یا محمدؐ ۔۔۔ نظر جانب ہر گنہ گار داری

مبارک ہیں وہ لوگ جن کی ہمتیں نعت کے رنگ سے اپنے ایوانِ دل کو روشن کر رہی ہیں، وہ صلاحیتیں، وہ ذہانتیں، وہ حسنِ جستجو، وہ کاوش جگری سب مبارک، سدابہار، سرسبز وشاداب، محکم و مستحکم۔

''نعت رنگ'' کا پیش نظر سترھواں شمارہ اپنے تنوع مضامین کے لحاظ سے بھی ممتاز ہے اور تاریخ نعت گوئی کا ایک اچھا باب بھی ان مضامین سے مرتب ہوسکتا ہے، خاص طور پر ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مقالہ 'مراٹھی میں ذکرِ محمدؐ' اور گوہر ملسیانی صاحب کا مضمون 'ضلع رحیم یار خان کے نعت گو' میں نیا پن اور معلومات کی فراوانی ہے، حسنِ تلاش کا نمونہ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا موضوع 'نعت نگاری اور اہتزازِ نفس' نیا عنوان ہے، اُمید ہے اہلِ علم اس طرح کے شماروں کو قیمتی مصادر و مراجع کی حیثیت سے محفوظ رکھیں گے۔ یونی ورسٹیز کے اردو یا سیرت النبیؐ کے موضوعات پر ایم فل یا پی ایچ۔ڈی کرنے والے مستقبل کے اہلِ تحقیق اس سے کام لیں گے۔

البتہ ''نعت رنگ'' کے اس شمارے میں ایک دو قابلِ اعتراض باتیں بھی آ گئی ہیں، اس کو مجبوراً آخر میں عرض کر رہا ہوں کہ:

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

ا۔ اس شمارے کی ابتدا 'قصیدۂ ذو قافیتین' کے منظوم ترجمے سے کی گئی ہے اور ادارہ نے تعارف میں لکھا ہے کہ 'مشہور محقق ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اپنے مقالے میں اسے امام شرف الدین بوصیری سے منسوب کیا ہے، جو بجا طور پر درست معلوم ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کیوں کر بجا طور پر درست معلوم ہو گیا، جو بالکل خلافِ واقعہ ہے بوصیری کا پورا دیوان 'مجموعۃ النبہانیۃ' میں موجود ہے اس میں کہیں اس قصیدے کا نام و نشان نہیں ملتا۔ راقم نے اس قصیدے کو کتب خانہ حرم (قدیم) کے ایک مجموعۂ نعت مرتبہ جار اللہ السمہودی سے نقل کیا ہے۔ علامہ محمد حسین مخلوف نے اس کو کسی نامعلوم شاعر کا کلام قرار دیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی صاحب نے شوقی کے دو قصیدوں کا ذکر کیا ہے، شوقی کے تین قصیدے ہیں جن کا موضوع نعت ہے اور تینوں قصاید شوقیات کی پہلی جلد میں بار ہا طبع ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں، بات کو طول دینا نہیں چاہتا اور نہ شوقی کے کلام پر تبصرہ اس وقت مقصود ہے، البتہ ایک شعر کا ترجمہ حیرت ناک حد تک قابلِ نظر ہے!! وہ شعر ہے:

ابا الزہراء قد جاوزت قدری
بمدحک بید ان لی انتسابا

شاعر حضورِ اکرم ﷺ کو عہدِ رسالت کے اسلوب میں کنیت کے ذریعے خطاب کرتا ہے، کنیت کے ذریعے خطاب کرنا ایک بڑا اعزاز تھا جیسے کوئی آج کل کی زبان میں کسی کو حضرت والا یا حضرت اقدس لکھے، شاعر کہتا ہے:

اے پدرِ زہرا (یعنی اے سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے والد بزرگوار) آپ کی مدح کر کے میں اپنی حیثیت سے تجاوز کر گیا، (یعنی ہماری حیثیت اتنی نہیں تھی کہ ہم آپ کی مدح کر سکیں۔ ''بید ان لی انتسابا'' ہاں یہ ضرور ہے کہ مجھے ایک نسبت حاصل ہے''۔ ''بید'' کا ترجمہ۔ لیکن، ہاں، مگر۔ حسبِ موقع کیا جا سکتا ہے۔

کون سی نسبت؟ یہ الفاظ میں نہیں کہا گیا بلکہ بین السطور سے مضمون عیاں ہے کہ شاعر کہنا چاہتا ہے کہ مجھے غلامی کی نسبت حاصل ہے اور یہی جرأت مدح کا سبب ہے۔ اس شعر کا ترجمہ موصوف نے کیا ہے ''اے ابو ہریرہؓ آپ ﷺ کی ثنا خوانی کی وجہ سے میں اپنے مقام سے بلند ہو گیا، جب کہ اس سے قبل میرا ایک انتساب تھا، اس ترجمہ سے نہ تو مفہوم واضح ہوتا ہے اور نہ معنی کا سراغ ملتا ہے اور نہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ یہاں بیچ میں کہاں سے آ گئے اور کہاں سے یہ معنی نکالے گئے کہ عقل کام نہیں کرتی، بلاشبہ حسنِ ظن اپنی جگہ پر اچھی چیز ہے مگر حسنِ ظن کو اس درجہ مایوس کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ مقالہ نگار صاحب نے ''نہج البردۃ'' کا ذکر کیا لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ حضرت بوصیری کے قصیدہ بردہ کی زمین میں اور اسی قافیہ پر یہ قصیدہ شوقی نے لکھا ہے ''نہج البردۃ'' کا مطلب ہوا قصیدہ بردہ کے طرز پر یا قصیدہ بردہ کی زمین پر قافیہ پر ایک قصیدہ جیسے آپ نے دیکھا ہو گا کہ شاعروں میں ایک مصرع طرح پر لوگ غزلیں کہتے ہیں، قافیہ اور عروض کی پابندی ہوتی ہے اس طرح شوقی نے حضرت بوصیری کے قصیدہ پر قصیدہ لکھا ہے، بوصیری کے قصیدہ کا پہلا شعر ہے:

امن تذکر جیران بذی سلم
مزجت دمعا جری من مقلۃ بدم

تیری آنکھوں سے یہ خون آلود آنسو کیوں رواں ہیں، کیا ذوسلم کے پڑوسی یاد آرہے ہیں؟
شوقی کا پورا قصیدہ اسی وزن اور قافیہ پر ہے ان کا مطلع ہے:

ریم علی القاع بین البان والعلم
احل سفک دمی فی الاشہر الحرم

وہ ہرنیاں جو' بان' کے درختوں اور ٹیلوں کے درمیان ہیں انھوں نے حرمت والے مہینوں میں میرا خون بہانا جائز کرلیا (غزل کے شعر سے تشبیب ہے) میرے اس مختصر تبصرہ میں جو سخن گسترانہ بات آ گئی ہے اس کے لیے معذرت تو نہیں طلب کرتا کہ غلطی پر تنبیہ کرنا نصیحت کہا جاتا ہے اور دین خیر خواہی (نصیحت) کا نام ہے مگر:

منظور اس سے قطع محبّت نہیں مجھے

والسّلام
عبداللہ عباس ندوی

عبدالمنان طرزیؔ، حافظ، ڈاکٹر (بہار، انڈیا)

۲۲/جنوری ۲۰۰۴ء

عالی مرتبت گرامی قدر جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرا نام تو اوپر مرقوم ہے۔ عمر تقریباً ۶۵/سال ہے۔ اردو ادب کی خدمت کرتے ہوئے (پروفیسر کے عہدے سے) ساڑھے تین سال قبل متقاعد ہو چکا ہوں۔ سبک دوشی ملازمت اور حج سے فراغت کے بعد ۳/برسوں میں پانچ منظوم کتابیں طبع ہو چکی ہیں جن کے اشعار کی مجموعی تعداد پانچ ہزار ہے۔

۱۔ رفتگاں وقائماں — دربھنگہ کے اہل علم وادب کا منظوم تذکرہ، تقریباً ۲۴۰۰/اشعار ہیں۔
۲۔ مناظر نامہ — مناظر عاشق ہرگانوی کے فکر وفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۴۳۱/اشعار
۳۔ دستار طرح دار — مظہر امام کے فکر وفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۸۰۰/اشعار
۴۔ نارنگ زار — پروفیسر گوپی چند نارنگ کے فکر وفن کا منظوم تنقیدی جائزہ، ۱۳۵۰/اشعار
۵۔ طلع البدر علینا — حمد اور نعت کا مجموعہ

اگست ۲۰۰۳ء میں جب نعت کا مجموعہ ترتیب دے رہا تھا تو ایک اہم سوال کا جواب پانے کے لیے اپنے ملک کے مقتدر علما کے علاوہ آپ کو بھی خط لکھا تھا اور اپنی اہم تصنیف ''رفتگاں وقائماں'' ڈاک سے بھیجی تھی۔ یہ کتاب صوری ومعنوی دونوں لحاظ سے اہم ہے۔

آپ سے دریافت طلب سوال تھا کہ اس نظم (طلع البدر علینا) کے شاعر کون تھے اور کیا کیا اشعار ہیں۔ لگتا ہے کہ نہ آپ کو کتاب ملی اور نہ خط، بہرحال میں نے ''طلع البدر علینا'' (اپنا مجموعۂ نعت)[ا] آج ہی آپ کو بھیجا ہے۔ پہلے جو ''رفتگاں وقائماں'' بھیجی تھی اُس کا پتا بھی کچھ مشکوک سا تھا۔ وہ مجھ کو ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، مظفّر پور نہ بہار سے ملا تھا (فون پر) پن کوڈ بھی نہیں تھا...اور اب جو پتا ملا ہے وہ اردو بک ریویو ہے۔ اور اسی پتے پر نعت کا مجموعہ بھیجا ہے۔'' خدا کرے کہ مل جائے بڑا حسین تحفہ ہے یعنی جس پتے پر آپ کو خط لکھ رہا ہوں اُسی پتے پر مذکورہ مجموعہ بھیجا ہے۔

آپ کی رسید اور رائے کا شدت سے انتظار رہے گا، میرے بھائی! میں بھی نبی پاک کے غلاموں کا غلام ہوں۔ اُن کے اسم مقدس کی شیرینی (نعت رنگ) جو آپ تقسیم کررہے ہیں، اُس کا مستحق میں بھی ہوں۔ خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں۔

دعا گو و دعا جو
طرزیؔ

☆ ڈاکٹر حافظ عبدالمنان طرزی (پ: ۱۹۴۰ء)، شاعر، ادیب، پروفیسر: سی۔ایم۔کالج متھلا یونیورسٹی (انڈیا)، کتب: ''نواب سید سعادت علی خان پیغمبر پوری حیات و خدمات'' (مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی)، ''طلع البدر علینا''، ''سیرۃ الرسول (منظوم)''، ''پیاری پیاری نظمیں''، ''میٹھی میٹھی نظمیں'' ودیگر
ا۔۲۰۰۳ء، نئی دہلی: نرالی دنیا پبلی کیشنز، ۱۱۲ص

~~~~~~

عبدالنعیم عزیزی، ڈاکٹر (بریلی، انڈیا)

یکم دسمبر ۱۹۹۸ء

محبِّ مکرم جناب سید صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت۔ مزاج گرامی!

''نعت رنگ''، نمبر ۶ کی دو کاپیاں موصول ہوئیں۔ ہدایت کے مطابق ایک کاپی ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ صاحب کو بھیج دی۔ اس شمارے میں استاذِ ادب محترم جناب سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کا جو ایک مضمون بعنوان ''نعت کے موضوعات'' شائع ہوا ہے اس میں انھوں نے ایک واقعی قابل گرفت مصرع ''روزِ جزا کے مالک و آقا تمھی تو ہو'' کے قبیل میں امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اس مصرع ''میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب'' کو بھی قابل گرفت قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں نہ تو کوئی توضیح و تشریح کی ہے نہ ہی لغت و زبان اور قرآن و احادیث کی روشنی میں کوئی تجزیہ! مصرع ثانی جو مطلب صاف کر دیتا ہے اسے بھی لکھنے کی زحمت نہیں کی۔

راقم نے اس کے جواب میں ایک مضمون بعنوان ''مصرع رضا اور کشفی صاحب'' [۱] لکھا ہے جو برائے اشاعت روانہ ہے اور جس کا چھپنا ضروری ہے تاکہ کشفی صاحب کے الزام کی صفائی ہوسکے۔

محبِّ محترم راقم نے بہت شائستگی سے جواب دیا ہے۔ ویسے ایک بات عرض کر رہا ہوں کہ بے شک ادبی و علمی پرچے تنقید و تبصرہ اور بحث کے لیے ضرور ہوتے ہیں لیکن مناظرانہ چپقلش کے لیے نہیں۔ کبھی کبھی ایسے مضامین جن میں میٹھی میٹھی کاٹ اور چبھونے والا طنز پوشیدہ ہوا اور ضرب کسی بزرگ پر پڑتی ہو تو اس طرح کے مضامین بہت غور و خوض کے بعد شائع ہونے چاہییں۔

راقم کے مضمون ''تقسیم ہند کے بعد مغربی بنگال میں نعت گوئی'' کے حوالے سے جناب سہیل احمد صدیقی، کراچی نے نعت میں طنز کی شمولیت ممکن نہیں بتایا ہے اور سین ریو کی بابت جو کچھ لکھا ہے اس کا بھی جواب بشکل مضمون بعنوان ''نعت میں طنز کی شمولیت'' [۲] روانہ ہے۔ اس کو بھی چھپنا چاہیے۔

راقم کے دونوں مضامین بہرحال اس لائق ہیں کہ پرچہ میں چھپیں گے تو قارئین کو مایوسی نہیں ہوگی اور نہ ہی انھیں چھاپ کر آپ کو کسی طرح کی خجالت، ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۴ میں جناب احمد صغیر صدیقی، کراچی کا جو مکتوب چھپا ہے اس میں انھوں نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ جو القاب مستعمل ہیں، مثلاً مولائے کل، آقائے دوجہاں، سرکار دوعالم وغیرہ۔ میں ان پر اکثر غور کرتا ہوں، یہ تمام القاب مجھے رحمٰن و رحیم کے محسوس ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً آقا و مولا تک تو بات ٹھیک ہے لیکن اگر نبی کریم ﷺ کو ''مولائے کل'' کہا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا کہیں گے؟ ہمارے سامنے رحمت للعالمین، رسولِ مقبول، نبی کریم، حبیب خدا وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں۔ بہرحال میری
~~~~~~

خواہش ہے کہ اس طرف بھی کوئی صاحبِ علم مضمون نگار توجہ دے تو کیا اچھی بات ہوگی۔ اگر علامہ اقبال اور مولانا حضرات کچھ کہتے ہیں تو اسے سند بنا کر سب کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں! ضرورت اس بات کی ہے کہ بذریعہ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جائے۔ (نعت رنگ، شمارہ نمبر ۴، ص ۲۱۳)

چوں کہ احمد صغیر صاحب لکھ چکے ہیں کہ وہ کسی مولانا کی بات نہیں مانیں گے تو اب یہ پتا نہیں کہ انھوں نے ۱۴ رویں اور ۱۵ رویں صدی ہجری کے مولانا صاحبان کے لیے لکھا ہے یا عہدِ صحابہ سے لے کر بعد کے ادوار کے تمامی مولانا صاحبان بشمول آئمہ مجتہدین، فقہا و علما وغیرہ۔ لہٰذا راقم کسی بھی مولانا کا قول نہیں پیش کرے گا حالاں کہ دین ہم تک انھیں حضرات سے پہنچا ہے۔ تقلید ہمارے لیے لازم ہے لیکن راقم اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں عرض کرے گا۔

راقم احمد صغیر صاحب کے شک و شبہ کو رفع کرنے کے سلسلے میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہے وہ کسی صاحبِ علم مضمون نگار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک بے بضاعت انسان ایک مسلمان اور نبی ذی شان کے ایک اُمتی ہونے کی حیثیت سے ان کی عظمت کے دفاع اور اختیار و مرتبہ کے اظہار میں۔ بات کوئی بھی کہے اگر وہ دلیل سے ثابت کردے تو اسے ماننا چاہیے۔ پس یہی حسن ظن رکھتے ہوئے راقم عرض کر رہا ہے:

جس انسان کے قبضہ و اختیار میں کوئی شے یا ملک ہوتی ہے اسے اس شے یا ملک کا مالک کہا جاتا ہے۔ جیسے مالک مکان، مالک جائداد وغیرہ! جو شخص کسی کا ملازم یا غلام ہوتا ہے اس شخص کو مالک کہتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر کو مالک کہتی ہے۔ بادشاہ یا ملک کے والی و فرماں روا کو ملک، ملک الملوک، مالک الملک وغیرہ کہا جاتا ہے۔

فقہائے کرام میں ایک فقیہہ امام علاء الدین ابوالعلیٰ لیثی ناصحی رحمۃ اللہ علیہ کا لقب ’شاہانِ شہ ملک الملوک‘‘ تھا۔ ان سے استفتاع کرنے والے بھی انھیں ’’شاہانِ شہ ملک الملوک‘‘ لکھتے تھے اور وہ خود بھی اپنے نام سے پہلے یہ لقب لکھتے تھے۔

صحابہ کرام میں قریب ایک سو دس حضرات کے نام مالک تھے، حضرت امام مالک کا نام بھی مالک تھا اور داروغۂ جہنّم کا نام بھی مالک ہے۔ یہ تمام حضرات صرف مالک کہہ کر بھی پکارے جاتے رہے ہوں گے اور آج بھی مالک کہہ کر پکارے جاتے ہیں۔ تو کیا اس سے مراد اللہ تعالیٰ لے لیا جاتا ہے یا لے لیا جانا چاہیے؟

دنیا کی ہر شے، زمین کا چپہ چپہ، ذرّہ ذرّہ اللہ کی ملک ہے لیکن انسان کو زمین، جائداد اور ملک کا مالک کہا جاتا ہے۔ اسی طرح افسران کو حاتم، اقربا اور رشتہ داروں کو عزیز، عزت و وجاہت والوں کو عزیز و عظیم، مہربان انسانوں کو رحیم و کریم، نرم دل والوں کو حلیم، علم والوں کو عالم اور طبیب وغیرہ کو حکیم، فوٹو گرافر اور آرٹسٹ وغیرہ کو مصور، ہر سننے دیکھنے والے کو سامع، سمیع و بصیر وغیرہ!

یہ سارے نام۔ مالک، ملک، مالک الملک، حاکم، حکیم، عزیز، عظیم، عالم، رحیم، کریم، حلیم، مصور وغیرہ صرف اللہ کے نام معلوم نہیں ہو رہے ہیں بلکہ ہیں۔ یہ نام ربِّ جلیل کے صفاتی اسما میں ہیں۔ لیکن! ان کا اطلاق غیر اللہ کے لیے ہوتا ہے اور آج تک کسی نے بھی ان پر گرفت نہیں کی۔

اللہ تعالیٰ نے خود غیر اللہ کو مالک کہا ہے:

۱۔ ’’یہ تو ان کے مالک ہیں۔‘‘ (پ۲۳، رکوع۳) ۲۔ ’’اور پکاریں گے اے مالک‘‘ (پ۲۵، رکوع۱۳)

اللہ جل مجدہ جو مالک یوم الدین ہے، اس نے اپنے محبوب بندوں کو مالک شفاعت بھی کہا ہے۔

۳۔ ’’لوگ شفاعت کے مالک نہیں مگر وہی جنھوں نے رحمٰن کے پاس قرار کر رکھا ہے۔ (مریم: ۸۷)

۴۔ ’’اور یہ جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہیں شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے۔ ہاں! شفاعت کا اختیار انھیں ہے جو حق گو ہیں دیں اور علم رکھیں۔‘‘ (الزخرف: ۸۶)

نمبر۴ والی آیت کی تفسیر میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ وعزیر علیہما السّلام کے لیے ہے یعنی انھیں ربّ عظیم نے شفاعت کا اختیار دیا ہے اور ہمارے حضور علیہ السّلام تو شافع محشر ہیں ہی۔اس آیت کی رُو سے وہ بدرجۂ اتم مالک شفاعت ہیں اس لیے کہ وہ نبیوں اور رسولوں کے سردار ہیں۔ان دو آیات سے محبوبانِ الٰہی کا شفیع ہونا ثابت ہے۔حالاں کہ یہی اللہ تعالیٰ خود اپنے لیے فرماتا ہے:

۵۔''مالک یوم الدین'' اللہ روزِ جزا کا مالک ہے۔(سورۂ فاتحہ:۳)

۶۔''لمن الملک الیوم'' آج کس کی بادشاہی ہے۔(پ۲۴،رکوع۷)

اسی ربّ العالمین نے خود کو مالک الملک اور احکم الحاکمین بھی فرمایا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اللہ جل مجدہ کے لیے فرمایا:

لاملک الااللّٰہ۔یعنی بادشاہ کوئی نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے(مسلم شریف)

اپنے دور کے علما میں جو علم و مرتبہ میں بڑا ہوتا ہے اسے لوگ ملک العلما بھی کہتے ہیں۔اس طرح تو گویا اسے اللہ اور رسول سے بھی بڑھا دیا گیا۔لیکن ایسا نہیں ہے۔انصار کرام،حضور علیہ السّلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی:''**یارسول اللّٰہ! انت واللّٰہ الاعزا العزیز**'' یارسول اللہ! اللہ کی قسم حضور ہی سب سے زیادہ عزت والے ہیں۔(بخاری ومسلم)

عزیز بھی اللہ کا نام ہے۔انصار کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ کو عزیز کہا لیکن حضور ﷺ نے اس پر ان کی گرفت نہیں فرمائی۔

حکیم بھی اللہ کا نام ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے حکیم ابودردا ہیں۔(طبرانی فی الاوسط)

تو کیا ایسا فرما کر حضور ﷺ نے معاذ اللہ حضرت ابودردا کو اللہ کہہ دیا؟ ہرگز نہیں۔

وفد بنی عامر نے حضور ﷺ سے عرض کی: **انت سیّدنا**۔یعنی حضور ہی سیّد ہیں۔(احمد وابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن الشخیر العامری رضی اللہ عنہ سے روایت کی)اس پر حضور ﷺ نے فرمایا:''**السیّد اللّٰہ**.یعنی سیّد تو اللہ ہی ہے۔

یہاں حضور ﷺ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ حقیقی معنی میں سیّد یعنی سردار یا مالک بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔لیکن حضور علیہ السّلام نے یہ منع نہیں فرمایا کہ انھیں سیّد نہ کہا جائے ورنہ وہ خود ہرگز نہ فرماتے:''**انا سیّد ولد آدم**''یعنی میں تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں۔(مسلم وابوداؤد)

حضور علیہ السّلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: بے شک یہ میرا بیٹا سیّد ہے۔(بخاری شریف)

سیّد کا اطلاق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ہوا اور ان دونوں بھائیوں کی اولاد رہتی دنیا تک سیّد کہی جائے گی۔اس طرح سیّد اب ایک خاندان،قبیلہ یا برادری سے موسوم ہوگیا۔

خلاصۂ کلام: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے بشر ہونے کی حیثیت سے کچھ حد تک کچھ اختیارات عطا کر رکھے ہیں اسی بنا پر بندہ بھی مالک کہلاتا ہے ورنہ ہر شے اللہ ہی کی ہے وہی مالک حقیقی ہے۔اسی طرح ربّ عظیم نے بندوں کو اپنی کچھ صفات بھی عطا کی ہیں،مثلاً سننے،دیکھنے اور جاننے،حکم دینے،فیصلہ کرنے وغیرہ کی،لہٰذا بندہ بھی بشری حدود میں حاتم،حاکم،عالم،حکیم وغیرہ ہے اور سامع وسمیع وبصیر ہے لیکن اللہ اور بندہ کے سمع وبصر میں فرق ہے۔اللہ بغیر جسم اور آلہ کے سنتا،دیکھتا،جانتا ہے اور بندہ اسی کے عطا کردہ جسم،کان،آنکھ اور عقل سے۔

جس لفظ کا جو معنی محاورات میں شائع وذائع ہے اس عرف اور محاورہ کو افادۂ مقاصد میں پورا دخل ہے۔خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہے:

''وامر بالعرف''(پ۹،رکوع۱۴)

اب یہاں ان الفاظ کے عرفی معانی مراد لیے جائیں گے اور انھیں استغراق معنوی ہی پر محمول کیا جائے گا نہ کہ لغوی معنی یا استغراق حقیقی پر۔

لیکن جب ان الفاظ کو لغوی معانی میں استعمال کریں گے یا لکھنے بولنے میں ایسا قرینہ پیدا کردیں گے کہ یہ استغراقِ حقیقی پرمحمول ہوجائیں تو غیر اللہ کے لیے ان کا اطلاق کفر ہوجائے گا، مثلاً مالک حقیقی، حاکم حقیقی، حاکم مطلق، مالکِ روزِ جزا، عالم الغیب والشہادۃ وغیرہ۔

لہٰذا مالک، عالم، عزیز، حکیم وغیرہ جو الفاظ بندوں کے لیے کہے گئے وہ عرفی معانی میں لیے گئے، اسی طرح حضور علیہ السّلام کے لیے آقائے دو جہاں، مولائے کل، سرکارِ دو عالم وغیرہ کا استعمال استغراقِ حقیقی پر محمول نہیں ہوتا۔ یہ سارے القاب رسول کریم ﷺ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ تو بہت ہی بلند شان والا ہے۔ وہ تو کل عالم کا بھی خالق و مالک ہے اور مختارِ عالم یا سرکارِ دو عالم کا بھی خالق و مالک۔ اصل مختار و سردار و مولا تو وہی ہے۔

اب جس طرح احمد صغیر صاحب کو حضور علیہ السّلام کے یہ القاب اللہ تعالیٰ کے معلوم ہوتے ہیں لہٰذا اس بنا پر حضور علیہ السّلام کے لیے یہ القاب نہیں لکھنا یا استعمال کرنا چاہیے تو مالک، حاکم وغیرہ جن الفاظ کا ذکر ہوا وہ معلوم ہی نہیں ہوتے ہیں بلکہ اللہ ہی کے ہیں تو کیا انھیں احمد صغیر صاحب بند کرا دیں گے۔ یا اللہ! اس طرح تو زبان و قلم اور لغت و ادب وغیرہ کا سارا نظام درہم برہم ہوکر رہ جائے گا۔

احمد صغیر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ ''ہمارے سامنے رحمۃ للعالمین، رسولِ مقبول، نبی کریم، حبیب خدا وغیرہ جیسے القاب بھی تو ہیں۔'' لہٰذا ان کے اسی قول ''رحمۃ للعالمین'' سے بھی ثابت ہے کہ حضور علیہ السّلام، سرکارِ دو عالم، آقائے دو جہاں اور مالک کل ہیں۔

اللہ عزوجل نے حضور علیہ السّلام کے لیے فرمایا:

''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''

اور ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

عالمین جمع ہے عالم کی، لہٰذا ثابت ہوا کہ ایک سے زیادہ عالم یعنی دو عالم، دو جہاں یا کل مخلوقات الٰہی۔ اللہ رب العالمین ہے یعنی کل عالم یا دونوں جہان کا پروردگار، لہٰذا اللہ عالمین کا رب ہے تو اس کے رسول عالمین کے لیے رحمت ہیں۔ عالم یا عالمین یا کل مخلوقاتِ الٰہی کہتے ہیں ماسوا اللہ کو تو حضور علیہ السّلام لاجرم سب پر رحمت اور سب یعنی کل مخلوقات الٰہی حضور ﷺ کے زیرِ رحمت اور رحمت میں اللہ کی نعمت بھی شامل ہے اور اگر نعمت کو شامل نہ کریں تب بھی رحمت ہی کافی ہے۔ بہرحال کل مخلوقاتِ الٰہی حضور علیہ السّلام کی رحمت کی طالب ہے اور حضور رحمت عطا کرنے والے عطائے الٰہی سے لہٰذا ظاہر ہوا کہ کل مخلوقات الٰہی حاجت مند اور رسول اللہ علیہ السّلام مالک، مختار، آقا، سرکار، مولا وغیرہ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہونے کی حیثیت سے عالمین یعنی دونوں عالم کے سرکار اور آقا ہیں اور کل کا شمار بھی مخلوقات ہی میں ہے۔ اللہ کل سے ماسوا ہے، لہٰذا حضور علیہ السّلام مولائے کل بھی ہوئے پس حضور علیہ السّلام کو سرکارِ دو عالم، مولائے کل اور آقائے دو جہاں کہنا درست ہے۔ جب اللہ نے ایسا بے پایاں اختیار اپنے اس بندے، رسولِ اعظم اور اپنے حبیب اکبر کو عطا کیا تو پھر کسی کے لیے اعتراض کا کیا محل؟ یہ اعتراض تو اللہ ہی پر ہوگا۔

اب رہی بات اللہ عزوجل کی تو وہ سب کے لیے رحمت، رحمۃ للعالمین کے لیے بھی رحمت، وہ تو رحمٰن ہے اور جس طرح کسی بندے کو اللہ نہیں کہہ سکتے اسی طرح رحمٰن بھی نہیں کہہ سکتے۔ الوہیت اور رحمانیت اسی کے لیے ہے۔ وہی معبود ہے، مالک حقیقی۔ اس کی شان تو انسانی عقل و فہم سے وراء ہے۔ اللہ نے اپنے بندے، رسول اور حبیب سرکارِ دو عالم ﷺ کو رؤف و رحیم بھی کہا ہے۔ ''**حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم**'' [۱۲۸/۱۰]۔ لیکن رحمٰن نہیں کہا۔

لہٰذا اسی ''رحمۃ للعالمین'' سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ، آقائے دو جہاں، مولائے کل، مختار دو عالم، سرکار دو عالم، سیّد الکونین والثقلین ہیں اور ان القاب سے انھیں یاد کرنا اللہ کی اُلوہیت یا حقیقی مالکیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ سرکار علیہ السلام کا ان سے اللہ ہونا یا بنا دیا جانا ثابت ہوتا ہے۔

قرآن واحادیث کے بہت سے حوالوں اور دلائل سے سرکار علیہ السّلام کے لیے ان القاب کا استعمال ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن مزید بحث کی ضرورت نہیں۔ اگر دو بوند ہی اثر کر جائیں تو طوفان نوح لانے سے اشک کو کیا فائدہ؟

احمد صغیر صاحب مولانا صاحبان کی اسناد کے قائل نہیں ہیں حالاں کہ جیسا راقم نے ابتدا ہی میں عرض کر دیا ہے کہ مولانا تو صحابہ کرام بھی تھے اور بعد کے علما، آئمہ، صلحا وغیرہ اور خود سب سے بڑے مولانا اور علامہ سرکار علیہ السّلام اور ان کے نائبین۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین، صلحا، فقہا اور علما، محدثین، مفسّرین وغیرہ سے ہی دین ملا ہے اور دین کی سمجھ!

احمد صغیر صاحب لکھتے ہیں کہ بذریعہ تحقیق غلط اور درست کا فیصلہ کیا جانا چاہیے تو کیا مولاناؤں والے حوالوں یعنی قرآن واحادیث یا بزرگانِ دین کی تشریحات وتوضیحات کے علاوہ محض لغت وادب سے اور یہ فیصلہ صرف زبان وادب کے محققین کریں گے یا اس طرح کے زبان وادب کے ماہرین جو فقہ، تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اور تمامی علوم دینیہ نقلیہ کے باوصف علوم عقلیہ کے بھی عالم یا اسکالر ہیں۔

عبدالنعیم عزیزی

☆ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (م: ۱۶ اگست ۲۰۱۱ء)، ڈائرکٹر الرضا اسلامک اکیڈمی بریلی (انڈیا)، کتب: ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری'' (۱۹۹۹ء) ودیگر۔ اعزازات: عالمی نعت ایوارڈ، امام احمد رضا ریسرچ ایوارڈ، ودیگر۔

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش۸، ص۶۸۔۷۸ ۲۔ایضاً ش۸، ص۷۹۔۸۷

~~~~~~

کرن کرن نیک تمنائیں، بھرن بھرن پاک دعائیں! کچھ نہ کہنے اور نہ لکھنے کے باوجود بھی آپ نے ''نعت رنگ'' کے دو شماروں کی شکل میں ماہ مبارک اور عید سعید کی برکتوں اور مسرتوں کی پرخلوص مبارک باد اور حسین تحفہ عطا کیا۔ شکریہ بہت بہت شکریہ!

عیدالفطر سے چند روز قبل ''نعت رنگ'' کے دو شمارے [ش۱، ۲] موصول ہوئے۔ سراپائے ظاہری خوب بہت خوب، بہت سندر اور بہت ہی منوہر۔ باطنی روپ بھی نکھرا نکھرا، نورانی نورانی ادارت میں آپ کا نام دیکھ کر نگاہوں کو ''نعت رنگ'' کا رنگ اور تاباں اور حسن مزید درخشاں نظر آنے لگا اور دل مطمئن ہو گیا کہ اس کا باطنی رنگ اور نورانیت اور بھی اجالا بخشے گی۔

کچھ مصروفیات اور کچھ الجھنوں کے سبب گو دونوں شمارے ورق ورق اور سطر سطر تو نہیں پڑھ سکا پھر بھی پڑھا ضرور ہے نئی اور منجھی ہوئی اردو میں محبّت اور محنت سے لکھے گئے مضامین ومقالات اور منظومات، علمی، تحقیقی، ادبی، باوقار گرانقدر اور وقیع!

ہر مقالہ کے تمام پہلوؤں سے صدفی صد اتفاق تو نہیں کر سکتا۔ تاہم کافی حد تک اتفاق ضرور ہے۔ محترم سیّد آل احمد رضوی صاحب کا مقالہ جاندار بھی ہے اور شان دار بھی۔ عاصی کرنالی صاحب نے اپنے مقالہ ''ممنوعات نعت (شمارہ نمبر ا تنقید نمبر)'' میں ''ضمائر کے استعمال میں واحد غائب کے لیے وہ اور واحد حاضر کے لیے تو کا استعمال مناسب ہے یا نہیں۔'' کے بحث میں بہت ہی اچھا انداز اختیار کیا ہے۔

اس طرح حافظ محمد افضل فقیر صاحب نے اپنے مقالہ ''نعت کا مثالی اسلوب نظم'' میں اس بحث میں عاصی کرنالی صاحب کی طرح انداز اختیار کیا ہے۔ دونوں صاحبان کی باتیں دل کو لگتی ہیں اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ مدینہ کو یثرب کہے جانے کے سلسلے میں ان دونوں مقالہ نگاروں نے ایک ہی سا انداز اختیار کیا ہے۔

یقیناً یہ لازمی ہے کہ نئے نعت گویوں کو اس طرح کی ہدایات دی جائیں اور انھیں نعت رسول اکرم ﷺ میں غیر شرعی باتوں سے اجتناب کے ساتھ ساتھ ادبی وفنی درستگی کا بھرپور خیال رکھنے اور لفظ کے استعمال، واقعہ یا کسی طرح کی روایت وغیرہ کے بیان میں محتاط رویہ اختیار کرنے کی تلقین کی
~~~~~~

جائے اور دنیائے نعت نگاری میں قدم رکھنے والے نئے نوجوان شعرا کی رسائل و جرائد کے ذریعے تربیت کرنے کے ساتھ ساتھ نعت سے منسوب انجمن، اکادمی یا ادارہ وغیرہ کے ذریعے تعلیم و تربیت کا انتظام بھی کیا جائے۔ یوں تو یہ نعت کا دور ہے لیکن ارض پاک میں موجودہ دور نعت کے فروغ کا زریں دور ہے۔

واجب احترام ادیب رائے پوری صاحب کا مقالہ ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور کا جمود'' بھی سچائی سے بھرپور پرفکر اور پرمغز مقالہ ہے۔ انھوں نے نظم طباطبائی اور دلّو رام کوثری کے اشعار کی مثال دیتے ہوئے دونوں کے غیر محتاط رویے کی جو گرفت کی ہے وہ بالکل درست ہے کوئی غیر مسلم علمی، ادبی، فنی یا کسی اور اعتبار سے کتنا بھی بلند پایہ کیوں نہ ہو ایک عام مومن کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا ہے کجا صحابی رسول کا کہ کوئی غوث و قطب بھی جن کے سائے کی برابری بھی نہیں کرسکتا۔

طباطبائی نے جو غلطی کی وہ تو دلو رام کوثری کی غلطی سے بہت بڑی ہے کیوں کہ ایک غیر مسلم غلوئے عقیدت، جوش محبّت میں سہواً یا قصداً اس طرح کی غلطی کر جائے تو اس پر شرعی حکم نافذ نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اخلاقی طور سے اسے روکا اور سمجھایا ضرور جاسکتا ہے۔ مگر ایک مسلم پر شرعی حکم ہر حال میں نافذ ہوتا ہے طباطبائی صاحب کا یہ شعر یقیناً قابل گرفت ہے اور گستاخی پر محمول ہے:

کہاں ہے کعب سیکھے ہم سے آداب ثناء خوانی
کہ نعت مصطفیٰؐ اور ذکر شمشیر مہند کا

بہر حال اس سلسلے میں زیادہ نہ لکھ کر یہ عرض کروں گا کہ ادیب صاحب نے اپنے مقالہ کے آخر میں جو بات لکھ دی ہے۔ قطعاً درست ہے اور ہم سب کو اس طرف پورا پورا دھیان دینا چاہیے۔ ''نعتیہ شاعری کے لیے بھی ضروری ہے کہ تنقید کا عمل جاری و ساری رہے اور اس کے نتائج سامنے آئیں تاکہ تنقید اپنے ارتقائی کی منزلیں طے کرے۔''

محترم حفیظ تائب کی نعت گوئی پر سیّد رفیع الدین اشفاق صاحب کا جائزہ بھی اچھا ہے اشفاق صاحب محقق نعت، قابل مخلص اور خورد نواز ہیں۔

رشید وارثی صاحب، محمد اسحاق قریشی صاحب، عزیز احسن اور دیگر صاحبان کے مضامین و مقالات بھی کافی حد تک اچھے اور بہت اچھے ہیں۔

پیارے بھائی! آپ کے اشعار تو ۹۲ء میں کراچی میں سنے تھے جتنا خوب صورت آپ کہتے ہیں اتنا ہی اچھا پڑھتے بھی ہیں۔ میں نے آپ کی نعتیں سن کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ بہت جلد میرا صبیح رحمانی ہندو پاک کے ممتاز نعت گویوں کی بزم نورانی میں ایک باوقار مقام حاصل کرے گا اور آج وہ دن آ گیا۔ میرے لیے یہ ایسی ہی خوشی کی بات ہے جیسے میرے اپنے چھوٹے بھائی نے جوانی کی اس منزل میں وہ بڑا مقام حاصل کرلیا کہ جس منزل میں جوان صرف جوانی دیوانی کا مظاہرہ کرتے پھرتے ہیں اور اس عشق و عقیدت اور علم و ادب کی دولت کے حصول سے بہت دور رہتے ہیں۔ جو دنیا اور آخرت دونوں کی کامرانی اور عزت و وقار کی ضمانت ہے۔

یقیناً وہ صبیح بڑا خوش نصیب ہے جو اس قدر حسین نعتیں لکھتا ہے کہ عصر حاضر کے نعتیہ ادب کے جہان کے بڑے بڑے قد آور جس کی شاعری پر تاثرات پیش فرمائیں جناب سعید بدر نے آپ کو روشنی اور خوشبو کا نعت گو شاعر کہہ کر حق گوئی کا حق ادا کیا ہے۔ انھوں نے آپ کے جو اشعار پیش فرمائے ہیں۔ ان میں کچھ تو سن اور پڑھ چکے تھے۔ بقیہ جن سے کان اور آنکھ نا آشنا تھے۔ انھیں سعید بدر کے مقالہ میں پڑھ کر مزید مسرت ہوئی۔ خدا کرے آپ اپنی شاعری میں اسی طرح بلکہ اور بھی زیادہ بہت زیادہ جمالیات و امیجری کے جلوے دکھاتے ہوئے مطہّر و معطّر جذبہ و فکر کے ساتھ منزل کی سمت رواں دواں رہیں۔

خوش اخلاق، خوش مزاج، خوش کلام، خوش گلو اور محبّت و محنت والے صبیح رحمانی کے لیے نعیم عزیزی کی اسی کے ایک شعر میں قافیہ کی ذرا سی تبدیلی یعنی نون غنہ ہٹا کر یہی دعا ہے:

جبینِ وقت پر حسانؓ و جامیؒ کی طرح چمکو
صبیح ان کی غلامی کو متاعِ زندگی لکھو

نثر بھی آپ بہت خوب لکھتے ہیں۔ سطر سطر ایسا لگتا ہے جیسے فضاؤں میں راج ہنس پرواز کر رہے ہوں۔

میرے بھائی! مجھے یقین ہے کہ پروف ریڈنگ میں آپ یا دوسرے مدیران و معاونین توجہ دیتے ہوں گے مگر مزید توجہ کی ضرورت ہے۔

کچھ مقامات پر حضور ﷺ یا لفظ نبی، رسول وغیرہ پر پورا درود شریف ﷺ لکھا گیا ہے۔ بہت اچھی بات ہے اور یہ دیکھ کر آنکھوں کو نور و سرور حاصل ہوا لیکن اکثر جگہوں پر "ؐ"، "ؐ" وغیرہ دیکھ کر برا بھی لگا اور تکلیف بھی ہوئی۔ علمائے کرام نے پورا درود شریف لکھنے کا حکم دیا ہے اور "ؐ"، "ؐ" پر سخت گرفت کی ہے اور ایسا کرنے سے سختی سے روکا ہے اور اس پر وعید بھی سنائی ہے۔ نہ صرف سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لیے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیا و صلحا کے لیے بھی "رضؓ"، "رحؒ" وغیرہ لکھنے سے منع کیا ہے اور پورا رضی اللہ عنہ / رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ لکھنے کا حکم دیا ہے کوئی اور یا کچھ اور لوگ اس طرح کی بے احتیاطی کریں تو غلط وہ بھی ہے لیکن فروغ نعت کے لیے کام کرنے والے مخلصین ایسا غیر محتاط رویہ اختیار کریں تو غلط ہی نہیں بہت غلط اور دوسروں کے لیے بے احتیاطی کا باب وا کرنے اور راستہ ہموار کرنے کے مترادف ہے آپ اور آپ کے رفقاء و معاونین اور سرپرست حضرات خوش نصیب اور لائق تکریم ہیں کہ فروغ نعت کے لیے خود کو وقف کیے ہوئے ہیں۔

نعت لکھنا، نعت پڑھنا، نعت سننا، نعت کی محفل آراستہ کرنا، نعت کی تحقیق، تنقید کا فریضہ انجام دینا اور علم، قلم، قدم اور رقم سے نعت کے فروغ کے لیے کوشاں رہنا بہت ہی خوش نصیبی اور شرف و سعادت کی بات ہے۔ نعت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم تازگی ایمان، سکون قلب، بالیدگی روح اور معبود کی سرمدی سرشاری نیز شخصیت کی تعمیر و تطہیر اور آگے بڑھ کر قوم و ملت کی تنظیم و بحالی اور غلبہ اسلام کا ایک خوب صورت وسیلہ ہے اگر نعت کو اس کے لغوی اور ادبی مفہوم و معنی کے محدود دائرہ سے نکال کر اس کے وسیع معنوں میں برتا جائے۔

ارض پاک میں فروغ نعت کے لیے کی جانے والی مساعی اپنا رنگ لا چکی ہے اور اس کے لیے چھٹی ساتویں دہائی میں چھیڑی گئی مبارک تحریک کامیابی کی منزل سے کافی حد تک قریب ہے۔ آج نعت کا سب سے بڑا ذخیرہ اردو ہی میں موجود ہے اور تقسیم ملک کے بعد اس میں اضافہ کرنے کا سہرا ارض پاک ہی کے سر ہے۔ نعت نگاران پاک، انگریزی، جاپانی، پنجابی وغیرہ شاعری کے اصناف اور ہیئتوں میں جو تجربات کر رہے ہیں وہ بھی خوش آئند ہے۔ بھارت میں بھی ہائیکو اور سانیٹ وغیرہ میں نعتیں لکھی جا رہی ہیں۔ مگر پاک کی بہ نسبت کم تیزی اور کم جوش سے، بیکلؔ اور نظمیؔ مارہروی جیسے شعراء ہندی بحور و اوزان اور اصناف میں نعت کہنے کا تجربہ کر رہے ہیں اور کافی حد تک کامیاب ہیں۔

نظمی صاحب نے تو سنسکرت زبان میں کئی نعتیں کہی ہیں۔ سیّد آل رسول حسنین نظمی مارہروی امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مرکز عقیدت اور مرشد خانہ خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہّرہ کے چشم و چراغ ہیں۔ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے ایم اے اور مرکزی حکومت کے محکمۂ سنسر میں بمبئی میں ایک بڑے عہدے پر فائز ہیں۔ عالم بھی ہیں۔ اردو، فارسی زبان و ادب کے باوصف عربی اور انگریزی میں بھی مہارت حاصل ہے ہندی اور سنسکرت سے بھی خاصی واقفیت ہے۔

محترم ادیب رائے پوری صاحب کے نعت اکیڈمی کی کانفرنس سے ۹۲ء میں واپسی لوٹنے کے بعد ادیب صاحب اور سعید وارثی،

شہزاد احمد صاحبان کو خطوط لکھے تھے۔ مگر ادھر سے جواب نہ ملنے پر رابطہ نہ رہ سکا۔ مسرور کیفی صاحب کی نعت گوئی پر کراچی ہی میں ان کے سامنے انھیں کے قلم پر تبصرہ، (قلم برداشتہ) لکھ کر دے آیا تھا۔ پتا نہیں کہیں شائع ہوا یا نہیں بھارت آ کر حفیظ تائب، راجا رشید محمود، حافظ لدھیانوی اور وسیم بریلوی صاحبان کی نعت گوئی پر بھی بہت کچھ لکھ کر راجا صاحب کو ماہنامہ ''نعت'' میں اشاعت کے لیے بھیجا مگر ان کی اشاعت کی بھی کوئی اطلاع نہ ملی۔ البتہ جناب ستار وارثی مرحوم کی نعت گوئی کا جائزہ میری کراچی موجودگی میں ماہنامہ ''نعت'' لاہور میں شائع ہو گیا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں فقیر راقم السطور نے بیکلؔ اتساہی[۱] کا نعتیہ مجموعہ ''والضحیٰ'' [۲] بھی ادیب رائے پوری ڈاکٹر ریاض مجید، راجا رشید محمود صاحبان اور دوسرے حضرات کو بھیجا لیکن وصولی کی کوئی رسید نہیں ملی جلد ہی انشاء المولیٰ الکریم ''والضحیٰ'' اور اس پر تبصرہ پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کی تحقیقی کتاب ''اردو کی نعتیہ شاعری'' [۳] پر تبصرہ جو ہند کے ایک رسالہ میں شائع ہو چکا ہے بھیجوں گا۔

بہت کچھ لکھ دیا ہے شاید اس لیے کہ بہت دنوں بعد آپ کو کچھ لکھنے یا آپ سے گفتگو کرنے کا موقع میسر آیا ہے۔ مختصر سے مختصر سہی جواب کی امید رکھتا ہوں۔

عبدالنعیم عزیزی

۱۔ بیکل اتساہی (یکم جون ۱۹۲۸ء۔۳ دسمبر ۲۰۱۶ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''عرش کا جلوہ''، ''پیام رحمت''، ''صہبائے نور''، ''انتخاب بیکل''، ''نغمۂ بیکل''، ''تحفۂ بطحا''، ''خوشۂ عقبیٰ''، ''سرودِ زندگی''، ''جامِ گل''، ''موجِ نسیم''، ''سرورِ جاوداں''، ''نورِ یزداں''، ''نور کی برکھا''، ''نشاطِ زندگی''، ''بزمِ رحمت''، ''آفتابِ نور''، ''حسن مجلّٰی''، ''موجِ نسیم''، ''کلامِ بیکل''، ''ترانۂ بیکل''۔ اعزازات: پدم شری ایوارڈ (حکومتِ ہند)۔

۱۔ ۱۹۹۲ء، دہلی: اے۔ ون آفسٹ پرنٹرز کوچہ چیلاں، ۲۴۰ص ۳۔ ۱۹۷۴ء، بہار: دانش اکیڈمی، باراول، ۱۰۰ص

عزیزاحسن، ڈاکٹر (کراچی)

۲۴ / اگست، ۱۹۹۴ء

عزیزم صبیح رحمانی! سلام مسنون۔

میں نے اس سال حج کے دوران میں مسجدِ نبوی شریف میں بیٹھ کر یہ دعا کی تھی کہ اللہ رب العزت مجھے یہ توفیق عطا فرما دے کہ جو کچھ لکھنے پڑھنے کی صلاحیتیں مجھے ودیعت کی گئی ہیں وہ سب دین کی خدمت کے لیے وقف کر سکوں۔ نیز جو کچھ میں لکھوں اس کے چھپوانے کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو۔

حج سے واپس آیا تو دفتر کے سازشی عناصر نے مجھے آڈٹ ڈپارٹمنٹ کی انچارج شپ سے محروم کروا کے پروکیورمنٹ ڈپارٹمنٹ میں پھنکوا دیا۔ میں نے اس ڈپارٹمنٹ کی مشکوک شہرت کے باعث یہ جانا کہ اس کی انچارج شپ مجھے مہنگی پڑے گی، لیکن تم سے ملاقات کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ اب مسجدِ نبوی شریف میں کی ہوئی دعا کے اثرات ظاہر ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ موجودہ شعبے میں میرے پاس کام بہت کم ہے۔ سارا کام یہاں تعینات عملہ کرتا ہے اور بڑی خوش دلی سے کرتا ہے۔ میں یہاں کے لوگوں کی کام میں دلچسپی کی وجوہات سے کچھ کچھ واقف بھی ہوں لیکن اب بہت زیادہ ذمہ داری لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ میرے کرم فرماؤں نے مشورہ دیا ہے کہ اپنی دیانت داری اپنے پاس رکھوں کسی پر مسلّط نہیں کروں ورنہ اس شعبے سے بھی جاؤں گا۔ میں بھی تھک گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری نیت کے طفیل مجھے اور میرے بچوں کو رزقِ حلال عطا فرماتا رہے (آمین)!

پروکیورڈپارٹمنٹ میں میرے لیے کرنے کا کام بہت کم ہے اس لیے میں نے فارغ اوقات ضائع کرنے کے بجائے لکھنے پڑھنے کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ دفتر میں میری حاضری ضروری ہے۔ کام نہ بھی ہو تو میں یہاں موجود رہوں یہ میری ذمہ داری ہے۔ اس لیے میں نے اپنے ذاتی

کتب خانے سے کچھ کتابیں یہاں منتقل کر دی ہیں تا کہ کچھ مطالعہ ہی کر لوں۔

کچھ ماہ قبل میرے دوست مجید فکری نے مجھے بتایا تھا کہ رئیس احمد نامی کوئی نعت گو شاعر، ایک نعتیہ مجموعہ مرتب کر رہے ہیں۔ اس مجموعے میں اشاعت کے لیے میں نے بھی اپنا کلام ارسال کر دیا تھا۔ رئیس احمد نے میرا خط دیکھ کر مجھے فون کیا۔ انہوں نے بتایا کہ صبیح رحمانی مجھے بہت مدت سے تلاش کر رہے ہیں۔ میں نے کہا بھائی میں تو اتنا معروف آدمی نہیں ہوں کہ کوئی مجھے تلاش کرے۔ کہنے لگے کراچی میں کچھ نوجوان نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے کوشاں ہیں مثلاً یہ خاکسار رئیس احمد، سید صبیح الدین صبیح رحمانی اور غوث میاں۔ میں نے کہا بھائی، لوگ مجھے کیسے جانتے ہیں۔ میں نے تو نعت پر بہت معمولی اور بہت کم کام کیا ہے۔ انہوں نے ''جواہر النعت'' [۱] کے مقدمے اور ''پاکستان میں نعت گوئی'' [۲] والی میری تحریروں کی طرف اشارہ کیا۔ یہ جان کر مجھے خوشی ہوئی اور میں نے تمہیں فون کیا اور پھر تمہارے فلیٹ پر تم سے ملنے پہنچ گیا۔ پہلی نظر تم پر پڑی تو مجھے کچھ مایوسی سی ہوئی کہ یہ دبلا پتلا نوجوان نعت کے علمی ابعاد کو کیا سمجھتا ہوگا! اور اس ضمن میں میری سنجیدہ تحریروں کو کیوں کر سراہے گا... لیکن سچ بات ہے کہ تم سے بات کر کے احساس ہوا کہ سعدی نے سچ کہا تھا۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

تمہارا ارادہ ہے کہ کوئی ایسا رسالہ نکالو جس کے ذریعے نعت کے مضامین پر سنجیدگی سے غور کرنے اور انہیں تنقیدی کسوٹی پر پرکھنے کی راہ ہموار ہو۔ تمہاری ''پذیرائی'' کے حوالے سے جاری ہونے والا مجلّہ اور گل بہار نعت کونسل کے مجلوں میں تمہارا Contribution دیکھ کر مجھے اطمینان ہے کہ ان شاء اللہ تم ضرور کوئی باقی رہنے والا کام کر گزرو گے!

صبیح! میں نے ۱۹۸۱ء میں ''جواہر النعت'' شائع کی تھی جس کے مقدمے کو دیکھ کر اہلِ علم حضرات نے میری حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔ معروف محقق حضرت افسر صدیقی امروہوی [۳] نے تو اس مقدمے کو حرفاً حرفاً پڑھا اور سراہا تھا۔ کہیں کہیں اصلاح بھی تجویز فرمائی تھی جو اس تحریر کو سنوارنے کا باعث بنی۔ میری خوش بختی کہ علامہ رزمی جے پوری [۴] نے حیدر آباد اور شاہ انصار الہٰ آبادی نے کراچی سے مجھے خطوط لکھے اور میری اس مختصر تحریر کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔

حضورِ رحمتِ عالمین ﷺ کے نامِ نامی کی برکت سے اس تحریر کو شہرت کے پر لگ گئے۔ پہلے اسے جنگ کراچی نے نمایاں طور پر شائع کیا اور پھر آفتاب احمد نقوی صاحب نے، شاہدرہ گورنمنٹ کالج، لاہور کے مجلّے ''اوج'' کے نعت نمبر میں اسے جگہ دی۔ میں نے سید آفتاب احمد نقوی کو خط لکھا تو انہوں نے مجھے مجلّے کی دونوں جلدیں ارسال کرتے ہوئے مجھے اطلاعاً لکھا کہ انہوں نے میری تحریر سندھ انفارمیشن ڈپاٹمنٹ کے رسالے ''اظہار'' کے کسی شمارے سے اٹھائی تھی۔ میری اسی تحریر نے میرے کالج کے استاد جناب وسیم فاضلی کو متاثر کیا اور انہوں نے سٹی گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی، کے پاکستان نمبر کے لیے مجھے ''پاکستان میں نعت گوئی'' کے حوالے سے مضمون لکھنے کا حکم دیا۔ وہ مجلّہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔

تم سے مل کر مجھے اس بات کی خوشی ہوئی کہ تم میری دونوں تحریروں سے آگاہ نکلے۔ تم نے بتایا کہ تم ان تحریروں کی خواندگی کے بعد ہی مجھے تلاش کرنے لگے تھے لیکن ان دنوں میں اسلام آباد میں تھا۔

آڈٹ ڈپارٹمنٹ سے پروکیورمنٹ میں تبادلے کو میں اپنے لیے اچھا نہیں سمجھ رہا تھا لیکن تم سے مل کر مجھے محسوس ہوا کہ اللہ رب العزت نے مسجدِ نبوی شریف میں کی جانے والی دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر کرنے کے لیے میرے تبادلے کے ''شر'' سے ایک ''خیر'' کا پہلو نکال دیا ہے۔ اب میں دل جمعی کے ساتھ لکھنے پڑھنے کی طرف متوجہ ہو سکتا ہوں! (الحمدللہ!)

''نعت رنگ'' کتابی سلسلے کے اجراء کا تمہارا خواب ان شاء اللہ ضرور شرمندۂ تعبیر ہوگا! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب تک تم خلوص سے اس کام میں منہمک رہو گے میں اپنا قلمی تعاون بھی جاری رکھوں گا اور بساط بھر دیگر امور میں بھی تمہاری معاونت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اللہ تمہیں عزم و حوصلہ عطا فرمائے اور نعتیہ شاعری کے لیے جو خلوص تمہارے دل میں پیدا ہو گیا ہے اس کی شمع ہمیشہ روشن رکھے۔

اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہاری رفاقت میں میں کچھ زیادہ فعال ہو جاؤں گا اور نعتیہ شعری اقدار کا جو بلند آدرش میرے ذہن پر چھایا ہوا ہے اس کا کچھ خاکہ بھی اہلِ علم کے سامنے رکھ سکوں گا! اللہ تمہیں سلامت رکھے (آمین)!

خیر اندیش

عزیز احسن

☆ ڈاکٹر عزیزؔ احسن (پ: ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء)، اصل نام: عبدالعزیز خان ولد عبدالحمید خان، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، ڈائرکٹر: نعت ریسرچ سینٹر (کراچی)، کتب: اردو نعت اور جدید اسالیب (۱۹۹۸ء)، تیرے ہی خواب میں رہنا (۲۰۰۰ء)، نعت کی تخلیقی سچائیاں (۲۰۰۳ء)، کرم و نجات کا سلسلہ (۲۰۰۵ء)، ہنر نازک ہے (۲۰۰۷ء)، شہپرِ توفیق (۲۰۰۹ء)، نعت کے تنقیدی آفاق (۲۰۱۰ء)، رموزِ بے خودی کا فنی و فکری جائزہ (۲۰۱۱ء)، امیدِ طیبہ رسی (۲۰۱۲ء)، اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ (پی ایچ۔ڈی۔ کا مقالہ، ۲۰۱۳ء)، پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر (۲۰۱۴ء)، نعتیہ ادب کے تنقیدی زاویے (۲۰۱۵ء)، حمد و نعت کے معنیاتی زاویے (۲۰۱۸ء)، نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے (۲۰۱۹ء)، Excellence of Na'at Conditions and Standards (2021)، و دیگر، اعزازات: اعترافِ خدمت ایوارڈ (ادبستانِ انصار کراچی، ۲۰۱۴ء)، بہترین نقاد ایوارڈ (نعت ریسرچ سینٹر، لندن، ۲۰۱۶ء) و دیگر۔

۱۔ جواہر النعت / عزیزؔ صابری، ۱۹۸۱ء، کراچی: بزمِ یوسفی، فیڈرل بی ایریا، ۲۴۰ص

۲۔ مشمولہ: سالانہ مجلّہ سٹی گورنمنٹ کالج (پاکستان نمبر)، ۱۹۸۳ء، نیز ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' / عزیز احسن، ۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیم نعت،۔

۳۔ افسرؔ صدیقی امروہوی (۱۸۹۶۔۱۹۸۴ء)، شاعر، ادیب، محقق، ماہرِ عروض، مترجم، صحافی، سیکریٹری انجمن ترقی اردو کراچی (۸۴۔۱۹۶۳ء)، بانی مدیر: ماہنامہ ''تنویر'' کراچی، تصانیف: ''برقِ تخیّل''، ''تابشِ خیال''، ''شہابِ تخلیق''، ''رباعیات افسر''، ''مصحفی۔ حیات و کلام''، ''تلامذۂ مصحفی''، ''تذکرۂ شعرائے امروہہ''، ''ہادی الجمع''، ''جوزف ولماٹ'' (اردو ترجمہ)

۴۔ علامہ رزی جے پوری (۱۹۰۰۔۱۹۹۱ء)، اصل نام: محمد اسماعیل خان، شاعر و ادیب، ماہر لسانیات، تلمیذ مرزا مائل دہلوی۔

۲۸؍ اگست ۲۰۱۳ء

ڈیئر صبیح! سدا خوش رہو!

ایک خوش خبری تو یہ ہے کہ ویلکم بک پورٹ والوں نے میرے مقالے[۱] کے پانچ نسخے فروخت کر کے مجھے طے شدہ رقم ادا کر دی یعنی پچاس فیصد!!!......مزید دس نسخے Sales n return کی بنیاد پر رکھ لیے ہیں۔

وہیں سے میں نے کچھ کتابیں خریدیں جن میں ''تنقیدی اصطلاحات'' توضیحی لغت.... بھی ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر سلیم اختر نے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے نعت پر بھی کچھ لکھا ہے۔ تقریباً پونے دو صفحات میں انہوں نے نعت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے ایک ہندو اور ایک جرمن غیر مسلم شاعر گوئٹے کی نعتیہ تخلیقات سے کچھ اشعار دیئے ہیں۔ کچھ کتابیں بھی انہوں نے گنائی ہیں جن میں ڈاکٹر فرمان فتحپوری، ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق، محمد طاہر قریشی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، محمد سہیل شفیق، ڈاکٹر ریاض مجید، عاصی کرنالی، نور احمد میرٹھی وغیرہ کے اسما کے ساتھ ساتھ کتب کے نام بھی دیئے ہیں۔ افضال احمد انور کے ایک مضمون کا بھی حوالہ دیا ہے جو مجلّہ ''دریافت'' اسلام آباد میں چھپا تھا۔ آخر میں انہوں نے یہ نوٹ دیا ہے: صبیح محسن کئی برس سے کراچی سے ''نعت رنگ'' نکال

رہے ہیں۔ یہ جریدہ نعت کے لیے وقف ہے۔ اس میں تنقیدی اور تحقیقی نوعیت کے مقالات طبع ہوتے ہیں۔ نعت رنگ سے بطورِ خاص استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

میں نے پونے دو صفحات پر مشتمل لوازمے کا اجمالاً تذکرہ کر دیا ہے۔ بڑا افسوس ہے کہ تمہارا نام کسی دوسرے معروف نام کے طور پر لکھا گیا۔ بہر حال، اس بات کی خوشی ہوئی کہ اب تنقیدی کتب میں ''نعت'' ایک صنفِ سخن کے طور پر متعارف کروائی جا رہی ہے۔

تم یہاں سے دور ہو اور skype پر تم سے بات بھی نہیں ہو پا رہی ہے اس لیے میں نے یہ سطور لکھ دی ہیں۔

والسّلام

عزیز احسن

۱۔ اردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ، (مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی) ۲۰۱۳ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۶۴۰ص

~~~~~~

۲۳ رشوال ۱۴۳۴ھ۔ ۳۱ راگست ۲۰۱۳ء

ڈیئر صبیح رحمانی! سدا خوش و خرم رہو!۔۔۔ سلام و رحمت!

کل رات تم سے skype پر رابطہ ہوا تو میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اب میری یہ کوشش ہوگی کہ قدماء کی کچھ نعتیں تلاش کر کے نعت رنگ میں ایک ایک کر کے شائع کرواؤں تا کہ تذکروں، مثنویوں، دواوین اور دیگر علمی تحریروں میں چھپا ہوا نعتیہ ادب کا خزانہ بھی نعت رنگ میں محفوظ ہو جائے اور اس خزانے کو دیکھ کر اہلِ تحقیق کو مزید تحقیق کرنے کا حوصلہ اور ہمت ہو!

مجھے یاد پڑتا ہے کہ مرحوم مشفق خواجہ صاحب نے ایک خط میں تمہاری توجہ ''کتب خانوں'' میں محفوظ ایسے نعتیہ خزانے کی طرف مبذول کروائی تھی جو اہلِ تحقیق کی نظروں سے اب تک پوشیدہ ہے۔ ان کی یہ بات میرے دل کو لگی تھی کہ سیکڑوں مثنویاں لکھی گئی ہیں جن میں سے کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ ان مثنویوں کی ابتداء حمد و نعت ہی سے ہوئی ہے۔ چنانچہ اگر ہم ہر بار کسی ایک مثنوی سے نعت کے اشعار منتخب یا مکمّل شکل میں، نعت رنگ کی زینت بنا سکیں تو ہماری یہ کاوش، نعتیہ ادب کے مطبوعہ خزانے میں اضافے کا بھی باعث ہوگی اور تحقیقی آفاق کی وسعتوں کی راہ بھی ہموار کرے گی!

فی الحال میں نے ''کلیاتِ نظمِ حالی'' (جلد دوم) [مطبوعہ: مجلسِ ترقی ادب، لاہور، صفحہ نمبر ۳۷۳] سے ایک نعت نکالی ہے۔ یہ نعت غالب کی معروف فارسی نعت ''حق جلوہ گر زطرزِ بیانِ محمدؐ است'' کی تضمین کی صورت میں تخلیق ہوئی ہے۔ اس نعت کی ہیئت ''خمسہ'' کی ہے۔ نعت رنگ میں جو گوشۂ غالب شائع ہوا تھا اس میں یہ تضمین شامل نہیں ہے...... میرا خیال ہے کہ قدماء کی نعتیں ہم ''سدا بہار نعتیں''، ''وردۂ چمنِ سدا بہار''، ''سخن سدا بہار''، ''ماضی کے نعتیہ گلاب'' یا ''بادۂ کہن'' کے زیرِ عنوان شائع کر سکتے ہیں۔ لیکن آخر الذکر عنوان میں ''بادہ'' کا ذکر کراہیت آمیز بھی ہے اور گھسا پٹا بھی!...... بہر حال اس معاملے میں تمہاری رائے حتمی ہوگی۔

حالی کی فارسی نعت کا نثری ترجمہ بھی پیش کر دیا ہے تا کہ قارئینِ نعت رنگ کو اشعار سمجھنے میں آسانی ہو!

والسّلام

عزیز احسن

~~~~~~

۲۳ رجب ۱۴۳۵ھ۔ ۲۳ رمئی ۲۰۱۴ء

پیارے صبیح رحمانی! السّلام علیکم!

اسکاٹ لینڈ میں سب کچھ ہے لیکن نہ تو اذان کی آواز آتی ہے اور نہ ہی کوئی اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اس لیے

اپنا ملک بے حد یاد آتا ہے کہ لاکھ بے دین سہی لیکن کم از کم اذانیں تو ہوتی رہتی ہیں۔ جس گھر میں میں ٹھہرا ہوا ہوں یہاں تو کوئی مصلّٰی بھی نہیں ہے۔ البتہ میز بان نے ایک کپڑا جس پر بیت اللہ، مسجدِ نبوی اور مسجدِ اقصیٰ کی تصاویر بنی ہوئی ہیں، مجھے دے دیا ہے کہ اس پر نماز ادا کرلوں۔ یہی غنیمت ہے۔ لیکن نماز کے دوران میں میری توجہ ان تصاویر کی طرف جاتی ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی تصویر پر میرے پیر ہیں...... میں پیر سنبھال کر رکھنے کی کوشش کرتا ہوں تو برابر والی تصویر میرے پیروں تلے آنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بہر حال جوں توں نماز ادا کر لیتا ہوں۔

میں نے تمہیں لکھا تھا کہ ایک دن محترمہ سمیعہ ناز کا فون آیا تھا وہ میرے لیے کوئی محفل سجانا چاہتی ہیں۔ میں نے کہا کہ ۳ر جون کو ہوائی جہاز سے نوٹنگم جاؤں گا، وہیں سے آپ کو مطلع کردوں گا کہ یہاں پہنچ گیا ہوں۔ کل عمران چودھری[۱] صاحب نے بھی فون کیا تھا۔ انہوں نے میرے کوائف جاننا چاہے۔ چنانچہ میں نے پروفیسر انوار احمد زئی صاحب کا مضمون اور اپنے کوائف انہیں برقی ڈاک سے بھجوادیے۔ آج میں نے چہرہ کتاب (face book) کھولی تو معلوم ہوا کہ پاکستان اکادمی ادبیات نے بھی میرے کوائف اہلِ قلم کی ڈائرکٹری میں دے رکھے ہیں۔ عمران چودھری صاحب نے لندن میں بھی مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اب وہ بریڈفورڈ میں کوئی تقریب رکھنا چاہتے ہیں۔

میں نے تمہارا برقی پیغام پڑھ لیا ہے۔ اللہ کرے نعت رنگ جلدی آئے! میری کتاب[۲] میں کس کس کی رائے شامل ہے؟...... یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا۔ البتہ جن لوگوں کی آراء شامل کرنی ہوں ان کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض ہوگا۔ اس لیے میرے دیباچے میں کچھ اضافہ کرنے کی غرض سے مجھے ان مہربان اہلِ علم کے نام بتا دینا جو میری کتاب پر کچھ لکھیں گے۔

امید ہے کہ یہ خط تمہیں بہت خوشگوار موڈ اور بہت اچھی تندرستی کی حالت میں ملے گا!

والسّلام مع الاکرام

عزیز احسن

۱۔ عمران حسین چودھری (پ: ۱۹۷۷ء)، برطانیہ میں گزشتہ سولہ برس سے اصلاحِ عقائد اور تبلیغِ اسلام کے لیے سرگرمِ عمل اور ڈیڑھ سو سے زائد انگریزی کتب شائع کرنے والی فعال تنظیم ''سنی فاؤنڈیشن'' (بریڈفورڈ) کے چیئرمین اور ''سنّی ٹائمز'' کے مدیرِ اعلیٰ ہیں۔ مرتبہ کتب: ''مناقب سیدنا صدیق اکبرؓ''، ''میٹھا میٹھا ہے میرے محمدؐ کا نام'' (نعتیہ انتخاب)

۲۔ ''پاکستان میں اردو نعت کا ادبی سفر'' (زیرِ طبع: نعت ریسرچ سینٹر، کراچی)

۱۸ ستمبر ۲۰۱۸ء

تمھیں معلوم ہے کہ میں آج کل نعتیہ شاعری کے مختلف الابعاد تخلیقی رویوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اس ضمن میں تم سے بھی کئی بار گفتگو ہوئی ہے۔ میرے خیال میں نعتیہ ادب کے ناقدین کو تنقید میں تخلیقی پہلوؤں کی بوقلمونی کا دھیان رکھنا لازمی ہے، تاکہ شعری تخلیقات کے محرکات اور اظہار کے مختلف انداز کے حوالے سے ایک مفاہمتی فضا بن سکے۔ ورنہ یا تو ہم مدحیہ شاعری کے لیے دروازے بالکل بند کردیں گے یا ہر شاعر کو فکر و خیال کی وادی میں بھٹکنے کے لیے آزاد چھوڑ دیں گے۔

پچھلے دنوں میں، سر آرتھر اڈنگٹن کا ایک خطبہ پڑھ رہا تھا۔ سر آرتھر اڈنگٹن نے سوارتھ مور لیکچر شپ (Lectureship Swarthmore) کے زیرِ اہتمام ''دارالاحباب'' (Friends House) لندن میں، سن ۱۹۲۹ء میں ''غیب و شہود'' کے عنوان سے اپنا یہ خطبہ پڑھا تھا۔ اس خطبے کا اردو ترجمہ معروف اسکالر سید نذیر نیازی نے کیا ہے۔ یہ نذیر نیازی علامہ اقبال کے بہت قریب رہے ہیں۔ علامہ کے خطبات "The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam" کا ترجمہ بھی ''تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ'' کے عنوان سے، ان ہی نے کیا تھا۔ علامہ کی سوانح حیات بھی

''دانائے راز'' کے نام سے لکھی تھی۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ جناب نذیر نیازی کے ترجمے کے باعث مجھے ''غیب و شہود'' کا مطالعہ کرنے میں سہولت رہی۔ مترجم کے بقول، اڈنگٹن کا شمار سر برآوردہ سائنس دانوں میں ہوتا ہے۔ یہ اور بات کہ وہ سائنس کے ساتھ ساتھ فلسفے اور مذہب کے موضوعات میں بھی دلچسپی رکھتا ہے۔

اس کتاب کے مطالعے کے دوران میں جب تم میرے پاس آئے تھے تو میں نے تمھیں بتایا تھا کہ اڈنگٹن نے دو باتیں بڑی معنی خیز کہی ہیں... وہ کہتا ہے: ا۔''برقی ذروں کے اجتماع سے جو شروع شروع کی حالتِ فساد میں ہر طرف پراگندہ تھے، مادے کی ۹۲ مختلف قسمیں یا ۹۲ کیمیائی عناصر پیدا ہوئے۔''۲۔''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حقیقت کا اظہار کیا جائے بھی تو کیسے کہ فطرت کے حساب میں اگر ۶ کا عدد نہ ہوتا تو حیاتِ نامیہ کا آغاز بھی نہ ہوتا۔''

اڈنگٹن کی دریافت نے مجھے، حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی تفہیم کا سائنسی نکتہ سجھایا ہے۔ کیوں کہ ۹۲ کا عدد حضورِ اکرم ﷺ کے نامِ نامی ''محمد ﷺ'' کا عدد ہے۔ لہٰذا، اس انکشاف سے میرے لیے اس قطعے کی تفہیم اور آسان ہو گئی ہے جو اقبال نے فلکِ مشتری پر حسین بن منصور حلاج کی زبان سے ادا کروایا تھا:

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنورِ مصطفیٰ اور را بہاست　　یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

اس کا مفہوم یہ ہے کہ جہانِ مشہود میں جہاں جہاں بھی آرزوؤں کی پیدائش کا منبع ہے، اس میں جتنی بھی روشنی اور، چمک دمک ہے... اور جس کے باعث اس کی قیمت یا قدر (Value) متعیّن ہو چکی ہے، وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نور کا فیضان ہے... اور جہاں یہ روشنی نہیں پہنچی ہے وہ عالمِ شہود، حضورِ اکرم ﷺ کے نور کا متلاشی ہے کیوں کہ وہ [عالمِ شہود]، غیب (پوشیدہ حقیقتِ محمد یہ ﷺ) سے اتصال کے بغیر نامکمّل ہے۔

اڈنگٹن کی تحریر دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ایک سائنس داں تو ۹۲ کی حقیقت جاننے کے لیے عالمِ شہود سے عالمِ غیب کا سراغ لگانے کے لیے بے چین ہے۔ لیکن جو مسلمان حضورِ اکرم ﷺ کے لائے ہوئے دین کے طفیل ''عالمِ غیب'' پر ایمان رکھتے ہیں وہ حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی معرفت کی طرف قدم بڑھانے کی قطعاً کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ ان لوگوں (صوفیہ کرام) کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں جو حقیقتِ محمد یہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی معرفت کے مراحل طے کر کے، ان کی طرف علامتی زبان میں اشارے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس خط میں یہ ممکن نہیں ہے کہ میں اس ادق موضوع پر قلم فرسائی کروں۔ تاہم یہ اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، کہ نعتیہ شاعری کے تخلیقی رویوں کا مطالعہ سہ ابعادی (Three dimensional) پہلوؤں سے کیا جانا چاہیے۔ یعنی [۱] عوامی سطح کی شاعری...[۲] شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی شعری تخلیقات...[۳] صوفیانہ مشاہدات و تجربات کے عکس کی حامل نعتیہ شعری تخلیقات۔

ناقدین کو ہر قسم کی شاعری کو اسی ذہنی و فکری تناظر میں دیکھ کر بات کرنی چاہیے۔ مثلاً جو لوگ حضورِ اکرم ﷺ سے براہِ راست مخاطبہ کرتے ہیں انھیں ''حاضر و ناظر'' کے شرعی نکتۂ نظر کے یک رخے پہلو کی روشنی میں رد کرنے کا رویہ اپنانے کے بجائے، عام شعری تخلیقات کے محرکات پر غور کرنا چاہیے۔

میں اس موضوع پر پہلے بھی کسی تحریر میں اپنا موَقف بیان کر چکا ہوں، یہاں بھی اشارۃً کہے دیتا ہوں کہ دنیا کا ہر شاعر، اپنے محبوب کو سامنے بٹھا کر نہ تو اس کے حسن کی تعریف کرتا ہے اور نہ ہی اس سے گلے شکوے کرتا ہے۔ وہ تو ہر شعر اپنے محبوب کو سامنے تصور کر کے ہی کہتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ عالمِ شہود کے علاوہ کسی اور عالم کی کیفیات کو لایعنی اور باطل تصور کرنے والے ناقدین، ان اشعار کی تشریح کیسے کریں گے؟؟؟... ذرا غور کرو کیا درجِ ذیل اشعار کہتے ہوئے شعراء کے مخاطبین (محبوب) ان شعراء کے سامنے ہوں گے؟؟؟

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا (مومن خاں مومنؔ)
دل سے مٹنا تری انگشتِ حنائی کا خیال　　ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہوجانا (اسداللہ خان غالبؔ)
کس کس کو بتائیں گے جدائی کا سبب ہم　　تو مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لیے آ (احمد فراز)

ظاہر ہے یہ اشعار محبوب کی جدائی میں تصوراتی مکالماتی فضا میں کہے گئے ہیں۔

ایسی صورت میں اگر ان اشعار کی تشریح محبوب کو حاضر سمجھ کر کی جائے گی تو ادب کا کوئی معمولی طالب علم بھی یہ کہہ دے گا کہ، وصال میسر ہونے کی صورت میں شاعری ممکن ہی نہیں ہوتی... ایسی صورت میں تو شاعر، فراق گورکھپوری کی طرح، صرف یہ کہہ سکتا ہے:

تم مخاطب بھی ہو قریب بھی ہو
تم کو دیکھوں کہ تم سے بات کروں؟ (بات... یعنی شاعری کروں)...... (فراق گورکھپوری)

تو میرے بھائی صبیح! جو لوگ عام دنیاوی محبوبوں کے شعری ذکر کو حاضر و ناظر کے زمرے میں رکھ کر نہیں دیکھتے وہ ایسا کیوں سمجھ لیتے ہیں کہ نعتیہ شاعری کرتے ہوئے ہر شاعر حضورِ اکرم ﷺ کو اپنے سے دور سمجھے گا؟؟؟

میں اس موضوع پر تفصیل سے کبھی لکھوں گا... ان شاءاللہ!

خط کے آغاز میں، میں نے اڈنگٹن کے حوالے سے دو نکات پر اشارۃً کچھ عرض کرنے کی ٹھانی تھی۔ پہلا نکتہ تو کسی حد تک سطورِ بالا میں آ گیا ہے۔ گو ابھی اس نکتے کے کئی دیگر پہلو تشنہء اظہار ہیں۔

رہا دوسرا نکتہ یعنی... ''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حقیقت کا اظہار کیا جائے بھی تو کیسے کہ فطرت کے حساب میں اگر ۶ کا عدد نہ ہوتا تو حیاتِ نامیہ کا آغاز بھی نہ ہوتا''... اڈنگٹن کا بیان کردہ یہ نکتہ، قرآن کی چھے یوم میں تخلیقی کام کی تکمیل والے نکتے کی تشریح معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھے یوم میں کام کی تکمیل کے اشارے سورہ اعراف، یونس، ھود، فرقان، السجدہ، ق، حدید اور سورۂ مجادلہ میں کیے ہیں۔ کہیں صرف ارض و سماوات کا ذکر کیا ہے اور کہیں ''وما بینھما'' کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مثلاً سورہ ''ق'' کی آیت ۳۸ میں ارشاد ہوا... ''وَ لَقَدخلَقنَاا لسَّمٰوٰتِ وَالارِضَ وَمَا بَینَھُمَا فِی ستَّ ایَّام۔۔۔ بلاشبہ پیدا فرمایا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان سب چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں، چھے دنوں میں''۔

اس لیے میرا خیال ہے کہ سائنسی ذہن رکھنے والے ناقدین کو اس طرف متوجہ کرنا ضروری ہے کہ علم کا کام شہود سے غیب اور غیب سے شہود کی گتھیوں کو سلجھانے سے عبارت ہے۔ لہٰذا حمد و نعت کے شعری لوازمے (Matter) کو بھی اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

صوفیانہ کیفیات کو شعری سانچوں میں ڈھلتا ہوا دیکھ کر فتاویٰ جاری کرنے کے بجائے، شعراء کی روحانی واردات کا تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ یہ الگ بات کہ کچھ باتیں شطحیات کی سطح کی بھی ہوتی ہیں۔ جن کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ... یہ حال[کیفیاتِ عالمِ غیب] کی باتیں ہیں، عالمِ شہود میں رہنے والے اہلِ قال، ان باتوں سے نابلد ہیں۔ لہٰذا انھیں چاہیے کہ بغیر سمجھے بوجھے ان باتوں کو اپنا موضوعِ تفہیم نہ بنائیں۔

باتیں بہت ہوگئیں۔ تم جب آتے ہو تو گفتگو کے دائرے پھیلتے چلے جاتے ہیں اور بہت سارے موضوعات ادھورے رہ جاتے ہیں، اس لیے میں نے چاہا کہ تمہیں خط لکھ کر کچھ باتیں ریکارڈ پر لے آؤں۔ زندگی کا کیا بھروسہ؟؟؟

مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ نعت ریسرچ سینٹر کے زیرِ اہتمام شائع کی جانے والی کتب کے ذریعے بالعموم اور خود تمہاری مرتب کردہ کتب کے ذریعے بالخصوص، نعتیہ ادب کی تفہیم کے بہت سارے آفاق روشن ہو رہے ہیں۔ یہ جذبہ برقرار رہا اور یہ کام اسی رفتار سے جاری رہا، تو ان شاء نعتیہ

ادب کے حوالے سے اٹھنے والے بہت سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے۔نعتیہ میدان میں تخلیقی،تنقیدی اور تحقیقی کام کے ضمن میں کہا جاسکتا ہے کہ ہمارا عہد ایک سنہری عہد ہے اور اس عہد کا نمایاں کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' ہے۔**الحمد للّٰہ علٰی ذٰلک!**

پچھلی ملاقات میں تم نے سلیم احمد کے ان مضامین کا مجموعہ طلب کیا تھا جو روز نامہ جسارت، کراچی میں شائع ہوئے تھے۔آج میں نے اپنے کتب خانے سے وہ کتاب ڈھونڈ نکالی... ''اسلامی نظام،مسائل اور تجزیے''۔اب تم خود لے جاؤ یا اپنے شوفر کے ذریعے،مجھ سے یہ کتاب منگوالو!

کل تمہارا فون سننے کے بعد میں نے اپنے وہ دو مضامین جو آرٹس کونسل میں آٹھویں عالمی اردو کانفرنس (۹ دسمبر ۲۰۱۵ء) اور نویں کانفرنس (۲ دسمبر ۲۰۱۶ء) میں پڑھے تھے،مبین مرزا صاحب کو برقی ڈاک سے بھجوا دیے ہیں۔ان مضامین کے عنوانات درجِ ذیل ہیں:

۱۔ ''نعت اور ہماری شعری روایت''

۲۔ ''اردو نعت اور جدید اسالیب''

~~~~~~

۱۱ جنوری ۲۰۱۹ء

اتوار (۱۶ دسمبر ۲۰۱۸ء) کو جے پور، راجھستان سے آئے ہوئے ایک بزرگ جناب غلام جیلانی نجمی کے اعزاز میں، غریب خانے پر ایک شعری نشست رکھی تھی۔نجمی صاحب کی آواز کا جادو خوب سر پہ چڑھ کے بولا۔ان کی غزلیں بھی سنیں اور نعتیں بھی۔دیگر شعراء میں معراج جامی، آسی سلطانی، شارق رشید، جمال محسن، فاروق احمد ذاکر، نعیم انصاری مہروی شریکِ محفل تھے اور یہ خاکسار عزیز احسن بطور میزبان محفل میں حاضر تھا۔شمشاد علی خاں نے نظامت کے فرائض انجام دیے۔

تم نے کسی کانفرنس میں میری شرکت نہ ہونے پر مجھ سے شکوہ کیا۔تمہارا میرے رویے کے حوالے سے شکوہ بجا!... لیکن میرا یہ مؤقف ہے کہ کسی فلسفی، ادیب، اسکالر یا شاعر کو صرف کسی کانفرنس میں شرکت کی وجہ سے آج تک شہرتِ دوام نہیں مل سکی ہے اور نہ ہی کوئی موضوع کسی وقتی کانفرنس کے باعث ترویج و اشاعت کے آسمان کو چھو سکا ہے۔

موضوعات کی ترویج و اشاعت کا کام خاموش خدمت گارانِ ادب ہی کرتے ہیں اور الحمدللہ! میں، خاموش خدمت گارانِ نعت میں شامل ہوں۔میرے استاد مرحوم پروفیسر وسیم فاضلی نے مجھے ''قلم کی طاقت'' کے حوالے سے بہت کچھ بتایا تھا۔وہ فرماتے تھے ''لکھا ہوا لفظ موضوع اور مصنّف کی بقا کا ضامن ہوتا ہے......وقتی اور ہنگامی اجلاسوں کی حیثیت تو وقتی اور ہنگامی ہی ہوتی ہے''۔

دسمبر کی ۸ تاریخ کو، فاران کلب میں، ڈاکٹر آفتاب مضطر[۱] کی نعتیہ کتاب ''القاء'' کی تقریبِ پذیرائی تھی۔اس میں مجھے بھی کچھ معروضات پیش کرنے کا موقع ملا۔چناں چہ میں نے اس محفل میں نعتیہ موضوع کے دوام کا ذکر کیا اور اقبال کا وہ شعر پڑھا:

از اجل ایں قوم بے پرواستے
اُستوار از نَحنُ نَزَّلنَا ستے

(مسلمان قوم، موت سے بے پروا ہے۔کیوں کہ یہ، اللہ تعالیٰ کے پروگرام [بے شک ہم ہی نے نازل کی ہے، یہ کتابِ نصیحت اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں!] کے مطابق قرآن کی حفاظت کے عمل میں شریک ہے، قرآن سے وابستگی ہی اسے دوام سے ہم کنار رکھے گی!)

پھر حاضرین سے عرض کیا کہ آپ میں سے بیشتر اہلِ قلم ہیں۔آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ موضوع کا دوام ہی آپ کے فن کے دوام کا ضامن ہوسکتا ہے۔نعت سے انسلاک رکھیے، ان شاءاللہ شہرتِ دوام بھی مل جائے گی!
~~~~~~

جیسا کہ میں نے تمھیں بتایا تھا میں نے نعتیہ موضوع پر انگریزی زبان میں، ایک کتاب لکھنا شروع کردی ہے۔ اللہ کرے میں اس کام کو جلد نمٹا سکوں! کتاب کا نام ابھی تک تو یہ ہے NAAT.......FOREXCELLENCEPOITICOFPREREQUISITES تم بھی اپنی رائے دو کہ نام کیا ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سلیم اللہ جندران صاحب سے بھی مشورت رہے گی، ان شاءاللہ!

پرسوں تم سے بات ہوئی تو تم نے نعت رنگ، شمارہ ۲۸ کے حوالے سے میری رائے جاننا چاہی۔ تم تو نعت رنگ دے کر امریکہ چلے گئے۔ میں اپنی انگریزی کتاب کے لوازمے کی جمع آوری میں لگ گیا۔ لیکن محسوس ہوا کہ انگریزی کتاب کا کام تو ابھی وقت چاہتا ہے، اس لیے تمھیں پہلے ایک خط ہی لکھ دوں۔ چناں چہ میں نے نعت رنگ پر مکرر نگاہ ڈالی۔ تحقیق وتنقید اور فکروفن کے تحت تقریباً تمام ہی مضامین توجہ طلب ہیں۔ لیکن میری خاص دلچسپی کے موضوعات کو جن مضامین میں چھیڑا گیا ہے وہ ''اقبال: حرفِ نعت اور تشکیلِ افکار''، از مبین مرزا، ''نعتیہ شعری لفظیات کے تکنیکی زاویے'' از سلیم شہزاد، ''گوئٹے کی نظم 'نغمۂ محمدی' کا تنقیدی جائزہ'' از خان حسنین عاقب، ''نعت اور رُوحِ عصر''، شاہ اجمل فاروق ندوی، ''عبدالعزیز خالد کی نعتیہ شاعری پر عربی زبان وادب کے اثرات'' جہاں آراء لطفی، ''خورشید رضوی کی نعتیہ شاعری''، از ڈاکٹر زاہد منیر عامر، ''ستیہ پال آنند کی نعتیہ شاعری کا اسلوبیاتی مطالعہ'' از ڈاکٹر اشرف کمال وغیرہ ہیں۔ بقیہ مضامین بھی اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں لیکن میرا تنقیدی مزاج جن مضامین پر توجہ مرکوز کرنے کا داعیہ رکھتا ہے وہ یہی ہیں۔ ان مضامین کا تفصیلی ذکر یہاں ممکن نہیں۔

سب سے اہم کام جو تم نے کیا ہے، وہ قلمی انٹرویوز کا ہے۔ مجھے ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی اور ڈاکٹر اسلم انصاری کے جوابات پسند آئے۔ سوال نمبر ۷ ''گزشتہ چھ دہائیوں میں بالعموم اور تین عشروں میں بالخصوص نعت کے جو تنقیدی اور تجزیاتی مطالعات سامنے آئے ہیں، انھیں آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟'' اس اسوال کے جواب میں ڈاکٹر قاسمی نے یہ کہہ کر نعت رنگ کے مدیر کو تحسینی صداقت نامہ عطا کر دیا ہے ... ''اس سوال کے مضمرات میں یہ بات شاید مخفی ہے کہ رسالہ ''نعت رنگ'' نے اس صنفِ سخن کے فروغ اور اس پر تنقیدی مکالمہ قائم کرنے میں جو کردار ادا کیا ہے اس پر واضح طور پر اظہارِ خیال کیا جائے''... حالاں کہ ڈاکٹر صاحب نے اس زاویے سے رائے دینا مناسب نہیں سمجھا لیکن بین السطور اس حقیقت کا اعتراف کر لیا کہ تنقیدی اور تجزیاتی مطالعات میں نعت رنگ کا حصہ نمایاں ہے۔ آخری جملے میں تو ڈاکٹر صاحب کی زبانِ قلم پر وہ بات واضح طور پر آ گئی۔ فرماتے ہیں ''شاید اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس سلسلے میں آپ کی اور آپ کے رسالے ''نعت رنگ'' کی ادبی اور تحسینی خدمات کو عرصہ تک نظر انداز نہیں کیا جا سکے گا۔''

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ علم وفن کی دنیا کے اہم لوگ بھی نعت رنگ کی ادبی خدمات سے نہ صرف آگاہ ہیں بلکہ اس کی اہمیت کا اعتراف کرنے میں بُخل سے کام نہیں لیتے۔ حالاں کہ ادبی دنیا کے بیشتر اہلِ قلم مذہبی اصنافِ سخن پر اتنی توجہ دینا شاید کسرِ شان سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر اسلم انصاری صاحب نے سوال نمبر سات پر کوئی گفتگو نہیں فرمائی۔ تاہم انھوں نے سوال نمبر ۱۱ [انھوں نے نمبر ۱۰ دیا ہے] کا جواب دیتے ہوئے ''نعتیہ ادب کے فروغ کے لیے ہونے والے اقدامات کے سلسلے میں نعت رنگ میں شائع ہونے والے مشوروں کو Consolidate کرنے کی بات کر کے یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ ''نعتیہ ادب کے فروغ میں سب سے اہم کردار نعت رنگ اور اس کے مدیر کا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے ''فروغِ نعت کی کاوشوں میں رہنما اور ناخدا'' قرار دیا ہے۔

بہر حال نعتیہ ادب میں عام اہلِ علم کی دلچسپی اور ان کی جانکاری کے رویوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب ادبی دنیا کے main stream میں شامل اہلِ فکروفن بھی ''نعتیہ ادب'' کے فروغ میں اپنا فکری وزن ڈالنے پر آمادہ ہیں۔

مطالعاتِ نعت کے ذیل میں ''سیدنا محمد ﷺ پر چند باتیں... ساختیاتی زاویے'' از ڈاکٹر ناصر عباس نیر، ''غالب اور ثنائے خواجہ۔ ایک مطالعہ'' از ڈاکٹر شبیر احمد قادری، میری توجہ کا مرکز بن سکے۔ ''کلیاتِ عزیز احسن پر ایک نظر'' از پروفیسر انوار احمد زئی، مجھے اچھا تو لگا... لیکن اس کی تعریف میں

میرے نفس کی ''خواہشِ تحسین طلبی'' کا عکس پڑ سکتا ہے اس لیے صرف پروفیسر موصوف کا شکریہ ہی ادا کرسکتا ہوں۔ اللہ انھیں سلامت رکھے!

ایوانِ مدحت میں شمس الرحمٰن فاروقی کی فارسی نعت خوب ہے۔ غالبؔ کی فارسی نعت کے تتبع اور اس کے مقطعے کی مکمّل شعری بنت نے یہ ثابت کردیا ہے کہ فاروقی صاحب نہ صرف فارسی شعر گوئی میں دست گاہ رکھتے ہیں، بلکہ غالب کے شعری وجدان سے انسلاک کے ساتھ ایسے اشعار بھی تخلیق کرسکتے ہیں جو غالب کے لہجے کے عکاس ہوں۔ کاش فاروقی صاحب اپنا مدحیہ آہنگ بلند کرتے رہنے کا عزم کرکے نعتیہ ادب کی طرف متوجہ ہوسکیں!!!

جلیل عالی اور ریاض مجید صاحبان کے ''گوشے'' دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ کسی شاعر کی چند نعتیں یک جا شائع کرنے کی صورت میں، کسی مجلّے کی طرف سے، قارئین کو یہ پیغام دینا مقصود ہوتا ہے:... ''دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور نعتیں''... اور مدحیہ کلام کے ان دونوں گوشوں سے یہ پیغام بڑی بلند آہنگی سے نشر ہو رہا ہے۔ نعتیہ ادب میں اسلوبیاتی نکھار اور ادبی شعور کا واضح رنگ، ایسی ہی نعتوں کے ذریعے سامنے آتا ہے۔

کل رات غوث میاں کا فون آیا۔ انھوں نے سعید وارثی کی رحلت کی خبر سنائی۔ دسمبر کی کسی تاریخ کو سہیل غازی پوری [۲] صاحب کا انتقال ہوگیا تھا۔ دو تین دن قبل کاشف عرفان صاحب کی اہلیہ چل بسیں، رہے نام اللہ کا! اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رٰجِعُونَo

تم آج کل کینیڈا میں ہو۔ وہاں کی سردی کی خبریں سن کر تو مجھے کراچی میں سردی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ جو سردی برفانی ریچھ کے لیے موافق ہو وہ انسانوں کے لیے کتنی ناموافق ہوگی!!!... تم اپنی صحت کا خیال رکھنا!!!! اللہ تمھاری حفاظت فرمائے (آمین)!

عزیز احسن

۱۔ ڈاکٹر آفتاب مضطر (۱۳ اگست ۱۹۵۹ء)، اصل نام: آفتاب احمد خان، شاعر، ادیب، نقاد، ماہر علم عروض، کتب: ''اردو کا عروضی نظام اور عصری تقاضے (تنقیدی مطالعے)'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''سورج کے اس پار'' (ہائیکو کا مجموعہ)، ''قبول درد کے فیصلے'' (غزلوں اور نظموں کا مجموعہ)، ''لاکلامی'' (مسدس)، ''القاء'' (حمدیہ و نعتیہ مجموعہ)، ''عام عروضی مغالطے'' (علم عروض) ''ساحل پہ کھڑے ہو'' (شعری مجموعہ)۔ اعزازات: ٹیلی فلم ایوارڈ برائے نغمہ نگاری، (۱۹۹۰ء)، وثیقہ اعترافِ قوتِ قلم ایوارڈ (۱۹۹۲ء)، فیض بخشاپوری ایوارڈ (۲۰۰۴ء)، رحمۃ للعالمین ایوارڈ (۲۰۱۷ء)

۲۔ سہیل غازی پوری (۳۰ جون ۱۹۳۴ء۔ ۲۲ نومبر ۲۰۱۸ء) اصل نام: سہیل احمد خان، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ شاعری، کتب: ''اجالوں کے دریچے'' (غزلیں)، ''موسموں کی گرد'' (غزلیں)، ''شہرِ علم'' (نعتیہ مجموعہ)، ''عکسِ جاں'' (غزلیں)، ''ہائیکو''، ''باتیں سخنوروں کی'' (منظوم)، ''لفظوں کو زنجیر کیا'' (غزلیں)، ''حمد و نعت''، ''قرضِ سخن'' (غزلیں)، ''مکے سے مدینے'' (حمد و نعت) و دیگر۔

اب کے بھی تم نعت رنگ ۲۹، مجھے پکڑا کر، بیرونی دنیا کی سیر یا نعت سرائی کے مقدس مشن پر نکل گئے۔ میں نے نعت رنگ کی ورق گردانی شروع کی۔ الحمدللہ! اب نعتیہ ادب میں جدید تنقیدی رجحانات کی جھلکیاں نظر آنے لگی ہیں۔ اسلوبیات جسے انگریزی میں Stylistics کہتے ہیں، ادب پاروں کے تفصیلی تجزیے کے لیے استعمال کیا جانے والا حربہ ہے۔ ڈاکٹر محمد اشرف کمال نے یہ حربہ نعتیہ اشعار کے تجزیاتی مطالعے کے لیے آزمایا اور ایک پوری کتاب ''معاصر اردو نعت کا اسلوبیاتی جائزہ'' کے عنوان سے دنیائے نعت کو دے دی۔ یہ الگ بات کہ دانندۂ فن صاحبان کی توقعات پوری نہ ہوسکیں اور یہ کتاب، بہ تمام و کمال Comprehensiveness کے معیارات کو نہ چھو سکی۔ یہی وجہ ہے کہ جناب سلیم شہزاد کی تنقیدی رگ پھڑکی اور انھوں نے پہلے تو کتاب کا پیش لفظ لکھنے والے پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ (سابق صدر شعبۂ لسانیات، علی گڑھ یونیورسٹی، بھارت) کے تنقیدی اظہاریے کو ہدفِ نقد بنایا اور پھر کتاب کے مصنّف کی طرف متوجہ ہوئے اور کچھ کام کی باتیں تو بتائیں لیکن اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرنے کے بجائے درشتگی، اور طرزِ ذہن نشینی (Indoctrination) میں ہمدردانہ رویہ اپنانے کے بجائے ذرا سختی اختیار کرلی۔ اس کے باوجود سلیم شہزاد صاحب کا یہ فرمانا

بالکل درست ہے کہ کسی شاعر کے جزوی کلام کا نہیں، پورے متن کا مطالعہ/ جائزہ/ تجزیہ پیش کرنا ضروری ہے۔ میرے مطالعے میں ''ادبی تنقید اور اسلوبیات'' رہی ہے۔ اس میں گوپی چند نارنگ نے ''اسلوبیاتِ میر''، ''اسلوبیاتِ انیس'' اور ''اسلوبیاتِ اقبال'' کے زیرِ عنوان ان شعراء کے متن کا بڑا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر محمد اشرف کمال کی کتاب، نعتیہ ادب میں اسلوبیاتی تجزیے کی اولین کوشش کے طور پر ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس ایک چراغ سے اور چراغ بھی روشن ہو سکتے ہیں۔ خود سلیم شہزاد صاحب کو چاہیے کہ اس حوالے سے کسی ایک شاعر کے مکمّل متن کا اسلوبیاتی تجزیہ فرما کر علمی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

تمھارے جانے کے بعد ۴ نومبر ۲۰۱۹ء کو شعبۂ اردو جامعہ کراچی میں ''اردو نعت، تاریخ، موضوعات اور مباحث'' کے زیرِ عنوان ایک مذاکرہ ہوا۔ میں بھی اس میں شریک تھا۔ اس میں کچھ علمی باتیں سننے کو ملیں۔ میں نے حسن عسکری کی حالی پر تنقید کا ذکر کر کے کچھ تحفّظات کا اظہار کیا تھا۔ مبین مرزا صاحب نے عسکری صاحب کی وکالت فرمائی۔ ڈاکٹر شمع افروز نے سعادت علی خاں رنگین (۱۱۷۰ھ ـ ۱۷۵۷ء/۱۲۵۱ھ ـ ۱۸۳۵ء) کی نعت گوئی پر مقالہ پڑھ کر چونکا دیا۔ کیوں کہ رنگین تو اپنی شاعری میں ''معاملہ بندی'' کے مضامین کی بُنت اور ''ریختی'' کی ایجاد کی بدنامی کے باعث، ثقہ شعری روایات سے منسلک طبقات کی نظروں سے گر چکا تھا۔ یہ الگ بات کہ اس نے حضرت کعب بن زُہیر کے ''قصیدہ بانت سعادُ'' کا اردو نظم میں ترجمہ بھی کر رکھا تھا۔ جو تا حال مدح نگاری کے دلدادگان کی نظروں سے پوشیدہ تھا۔ ڈاکٹر شمع افروز نے سعادت یار خاں رنگین کی نعت گوئی کی جہت کو متعارف کروا کے، نعتیہ ادب میں ایک اچھی تحقیقی مثال قائم کی۔

نئی نسل میں نعتیہ ادب سے دلچسپی کے آثار دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے۔ نعتیہ موضوعات میں اب مذاکروں کے لیے فضا ہموار ہونا بھی خوش آیند ہے۔ آرٹس کونسل پاکستان میں بھی بارہویں عالمی اردو کانفرنس ہوئی۔ جمعہ ۶ دسمبر ۲۰۱۹ء کو ۲ بجے اجلاس ہونا تھا جو حسبِ معمول تاخیر سے شروع ہوا۔ مجلسِ صدارت میں افتخار عارف، تحسین فراقی اور ہلال نقوی تھے۔ نعت کے مقالہ نگاروں میں خاکسار عزیز احسن، تنظیم الفردوس اور طاہر سلطانی کے نام تھے۔ فراست رضوی نے مرثیہ گوئی پر مقالہ پڑھا۔ ڈاکٹر تنظیم الفردوس کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکیں۔ دنیائے نعت سے منسلک افراد کی تعداد بہت کم رہی جس سے دل ملول رہا۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو علمی مزاج سے ہم کنار فرمائے! ڈاکٹر تحسین فراقی سے علیک سلیک ہوئی۔ ان کی علمی سرگرمیوں سے تو میں واقف تھا لیکن بالمشافہ ملاقات کا شرف اس محفل ہی میں ہو سکا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ وہ بھی میری نیم علمی کاوشوں سے آگاہ ہیں۔

۱۸ جنوری ۲۰۲۰ء کو بعدِ ظہر ایک حمدیہ کانفرنس، آرٹس کونسل پاکستان ہی میں منعقد ہوئی۔ اس میں میں نے ''اردو شاعری میں تخلیقِ حمد کے زاویئے'' کے عنوان سے مقالہ پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن وقت کی تنگی اور مقالہ نگاروں کی بہتات کے باعث چند کلمات کہہ کر اپنی حاضری لگوادی۔ ڈاکٹر سہیل شفیق اور ڈاکٹر طاہر قریشی نے باری باری نظامت کے فرائض انجام دیے۔ ان حضرات نے مقالے بھی پڑھے۔ ایک صاحب (غالباً محسن علوی) مہمانوں کی نشست سے اٹھ کر شور مچانے لگے کہ میں دنیائے نعت کا حسان العصر ہوں، مجھے اسٹیج پر بلایا جائے۔ لوگوں نے انھیں Accommodate کروادیا۔ پھر وہ ڈاکٹر ریاض مجید صاحب کی باری پر اپنی کرسی سے اٹھے اور ناظم، ڈاکٹر طاہر قریشی سے کہنے لگے مجھے اپنی بات کرنے دو۔ انھیں کہا گیا کہ جناب آپ کا تو نام ہی مقالہ نگاروں میں نہیں ہے۔ تو انھوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میں جدہ میں بہت زیادہ عزت سے نوازا جا چکا ہوں میرا حق ہے کہ مجھے اپنی بات کہنے دی جائے۔ بہر حال ان کی ناشائستگی اور Self seekingprominence کی کوشش سے فضا بڑی مکدر ہوئی اور انھیں مجلس سے بیک بنی ودو گوش نکالنا پڑا۔ مجھے ان کے رویئے اور ان کے ساتھ ہونے والے سلوک پر دکھ ہوا۔ ان کی گفتگو سے معلوم یہ ہو رہا تھا جیسے کچھ حمد و نعت کے اشعار کہہ کر انھوں نے نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر کوئی احسان کر دیا ہو۔ بہر حال دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حمد و نعت کہنے

والوں کو اخلاص اور عقلِ سلیم سے نوازے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ لوگ حمد و نعت سے منسلک رہ کر اپنی ذات کے لیے فوائد حاصل کرنے کی کوششوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ایک صاحب نے ایک کتاب (اللہ والے... کلیاتِ مناقِب) دی جس میں صحابہ کرام اور چند بزرگانِ دین سے لے کر آج کے زندہ کچھ لوگوں کے بھی مناقب شامل ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کے مناقب سے تو انھیں دنیاوی تعلّقات بڑھانے میں کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ البتہ آج کے سربرآوردہ لوگوں کے مناقب لکھنے سے انھیں کچھ نہیں تو اپنی P.R. کا میدان وسیع کرنے کا موقع ہی مل گیا ہوگا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ کتاب پر تقاریظ لکھ کر مصنّف کی اختراعی مساعی پر اسے خراجِ تحسین پیش کرنے والوں تک نے یہ نہیں سوچا کہ لفظ ''مناقب'' کا اطلاق کس طبقے کے لیے کی جانے والی DevotionalPoetry پر ہونا چاہیے؟؟؟ خالص دنیادار لوگوں کی تعریف میں لکھے جانے والے قصیدوں کو ''منقبت'' (جمع ''مناقب'') کہنے کا رواج چل پڑا تو یہ علمی دنیا اور تقدیسی شاعری کے لیے بہت بڑا سانحہ ہوگا۔ کاش لوگوں کو عقل آجائے!!!

بہرحال میں حمد یہ کانفرنس کا ذکر کر رہا تھا، وہاں مقالہ نگاروں میں شاکر کنڈان، ڈاکٹر طاہر قریشی، ڈاکٹر ریاض مجید اور ڈاکٹر شہزاد احمد کے علاوہ بیشتر مقالہ نگار حمد و نعت کے متخصصین نہیں تھے۔ بہرحال دنیاداری میں سب شامل تھے۔ خلوص میں کمی محسوس کرنے کے باوجود میں طاہر سلطانی کو دعا دیتا ہوں کہ انھوں نے یہ event کروا دیا۔

ارے بھائی! میں خط لکھنے کے شوق میں نہ جانے کس طرف نکل گیا۔ بات یہ ہے کہ میں گوشہ نشین آدمی، جب گفتگو کرنے کے موڈ میں ہوتا ہوں تو صرف تم ہی میں یہ حوصلہ پاتا ہوں کہ تم میری طولِ کلامی برداشت کر لوگے۔ اس لیے تمھیں کانفرنسوں کا حال سنانے کے بہانے دل کی باتیں کہہ دیں۔ حمد و نعت کی شعری و علمی سرگرمیوں میں اخلاص کی کمی دیکھ کر میرا دل دکھتا ہے۔ بہرحال بات نعت رنگ کے مشمولات کی چل رہی تھی۔

اس مرتبہ، نعت رنگ میں، سب سے جاندار اور علمی Grandeur کی حامل تحریر احمد جاوید صاحب کی ہے۔ میں نے اسے بار بار پڑھا ہے۔ لیکن ایک موقع پر میں عبارت کو بار بار پڑھنے کے باوجود سمجھنے سے قاصر رہا ہوں۔ صوفیانہ لٹریچر میں متواتر بالللفظ آنے والی ایک روایت کا عکس احمد جاوید صاحب نے جب اقبال کے درجِ ذیل شعر میں دیکھا تو فرمایا ''یہ مضمون اقبال نے ایسا باندھا ہے کہ حرفِ آخر کہہ دیا''۔ (نعت رنگ ۹۲، ص ۴۹۲)... اقبال کا شعر ہے:

''لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب''

اس شعر کی تعریف کرنے کے بعد حضرت احمد جاوید، فرماتے ہیں: ''خلقِ اول کے موضوع پر تین مختلف فقرے صریح بے خبری، غلط فہمی اور لاعلمی کی بنیاد پر کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیے جاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا، دوسرا یہ کہ سب سے پہلے قلم بنایا اور تیسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے میرا نور خلق کیا گیا''۔ (ایضاً ص ۴۹۲)

اس عبارت میں... ''صریح بے خبری، غلط فہمی اور لاعلمی کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ سے منسوب کیے جاتے ہیں''... جیسے الفاظ راویانِ حدیث کے حوالے سے کچھ تفصیل کے متقاضی تھے۔ اس تفصیل کے نہ ہونے کے باعث یہ بیان محض ذاتی تاثر کی مثال بن کر رہ گیا۔ اس لیے یہ سوال پیدا ہوا کہ اس قسم کی احادیث تو متواتر بیان ہوتی رہی ہیں۔ ''سب سے پہلے میرا نور خلق کیا گیا'' والی حدیث کے راوی کی حیثیت نہ صرف بڑی مسلم ہے بل کہ ان کی روایت ان ہی الفاظ (اول ماخلق اللہ نوری) میں مسلسل حوالوں میں آتی رہی ہے۔ اس کی کچھ تفصیل میں بعد میں عرض کروں گا۔ پہلے ایک اور جملہ ملاحظہ ہو جس نے مجھے خلجان میں مبتلا کر دیا: ''نورِ محمدی علی صاحبہا الصّلوٰۃ والتسلیم کو اللہ جل شانہ سے کلّی یا جزوی عینیت کی نسبت نہیں دی

جاتی تو یہ تصور ہر اس شخص کے لیے احساس اور خیال کی حیثیت سے وجدان ور ہے جو تعلق بالرسول ﷺ میں سچا ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ اسے احساس اور خیال سمجھا جائے، عقیدہ نہ بنایا جائے''۔(ایضاً)

اس موقع پر مجھے علامہ احمد سعید کاظمی یاد آ گئے، وہ فرماتے ہیں: ''حدیث (اوّل ماخلق اللہ نوری) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے نورِ پاک یعنی ذاتِ مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا... اس کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ' اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی ذات کا مادہ ہے۔ یا نعوذ باللہ! حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے۔ تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا... اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے۔ اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر وشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے۔ بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی ذاتی تجلّی فرمائی جو حسنِ الوہیت کا ظہورِ اول تھی، بغیر اس کے کہ ذاتِ خداوندی نورِ محمدی کا مادہ یا حصہ اور جز و قرار پائے۔ یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا قرآن وحدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔ البتہ نکتے اور لطیفے کے طور پر اتنا کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح شیشہ آفتاب کے نور سے روشن ہو جاتا ہے لیکن آفتاب کی ذات یا اس کی نورانیت اور روشنی میں کوئی کمی نہیں واقع ہوتی اور ہمارا یہ کہنا بھی صحیح ہوتا ہے کہ شیشے کا نور، آفتاب کے نور سے ہے، اسی طرح حضور ﷺ کا نور، اللہ تعالیٰ کی ذات سے پیدا ہوا اور آئینۂ محمدی نورِ ذاتِ احدی سے اس طرح منور ہوا کہ نورِ محمدی کو نورِ خداوندی سے قرار دینا صحیح ہوا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک یا اس کی کسی صفت میں کوئی نقصان اور کمی واقع نہیں ہوئی... حقیقت یہ ہے کہ فیضان وجود اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضور ﷺ کو پہنچا اور حضور ﷺ کی ذات سے تمام ممکنات کو وجود کا فیض حاصل ہوا''۔(مقالاتِ کاظمی، ج۱،ص۶۳)۔

حدیث کی تفہیم کے اس انداز سے احمد جاوید صاحب کا یہ اندیشہ دور ہو جانا چاہیے کہ: ''نورِ محمدی علی صاحبہا الصّلوٰۃ والتسلیم کو اللہ جل شانہ سے کلی یا جزوی عینیت کی نسبت ہے''۔ احمد صاحب کے علم میں یہ بات ضرور ہوگی کہ جن شعراء نے عینیت کی بات کی تھی اس پر صاحبانِ علم نے ان کی گرفت بھی کی ہے۔

''اس حدیث کی بنیاد پر عقیدہ نہیں بننا چاہیے'' والی بات بھی کچھ مبہم لگتی ہے۔ کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک پر تو ایمان لایا جائے، لیکن ان کی ذات کی نوری جہت پر عقیدے کی بنیاد نہ رکھی جائے۔ حضورِ اکرم ﷺ کی نوری جہت پر تو قرآنِ کریم میں بھی اشارے ہیں۔ بیشتر مفسّرین نے سورہ مائدہ کی آیت۔۱۵ (قد جاءکم من اللہ نور... الخ) میں آنے والے لفظ نور کی نسبت، ذاتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والتسلیم ہی کی طرف کی ہے۔ اس ضمن میں تفسیرِ مظہری دیکھی جا سکتی ہے۔ ضیاء القرآن میں تفسیرِ ابنِ جریر کی عبارت نقل کی گئی ہے ''یعنی بالنور محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم الذی انا اللّٰہ بہِ الحق و اظھر بہِ الاسلام و محق بہِ الشرک فھو نور لمن استنارب۔۔۔(یعنی نور سے مراد یہاں ذاتِ پاک محمد مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والثناء ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کر دیا۔ اسلام کو ظاہر فرمایا شرک کو نیست و نابود کیا... ضیاء القرآن، جلد اول، ص۴۵۳)۔ ''تفسیرِ مدارک میں ہے... یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیوں کہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ ﷺ کو سراج فرمایا گیا''۔(ابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی تفسیرِ مدارک، جلد اول: ص۳۴۷)۔

تفسیرِ جلالین کی عبارت ہے: قد جاء کم من اللّٰہ نور...ھو النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ''(اللہ کی طرف سے تمھارے پاس روشنی [نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم] آ چکی ہے)'' (کمالین شرح جلالین، جلد دوم، ص۴۲،۴۴)

اسرار التنزیل میں ہے: [آپ] کتاب لائے ہیں وہ بھی نور اور ہدایت ہے آپ ﷺ کا وجودِ عالی بذاتِ خود نورِ ہدایت ہے'' (مولانا محمد

اکرم اعوان، اسرارالتنزیل، جلد دوم، ص ۱۶۹)۔

تفسیر احسن البیان (حافظ صلاح الدین یوسف) میں حدیثِ نورِ نبی کی تو بڑی سختی اور طنز آمیز زبان میں تردید کی گئی ہے لیکن قلم کی اولیت والی حدیث کو تسلیم کیا گیا ہے۔ نقل کیا: ''محدث البانی لکھتے ہیں: ''مشہور حدیثِ جابر کہ اللہ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا، باطل ہے۔ کیوں کہ صحیح حدیث میں سب سے پہلے قلم پیدا کرنے کا ذکر ہے'' (تفسیرِ احسن البیان، دارالسّلام پبلشرز، ریاض، ص ۲۹۵)۔ اس تفصیل سے یہ تو ظاہر ہو گیا کہ بیشتر مفسّرین نے ''نور'' سے حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک ہی مراد لی ہے۔ کچھ نے اعتراض کیا ہے۔ لیکن مفسّرِ احسن البیان نے سِرَاجًامُّنِیرًاo (روشن چراغ) کی تفسیر میں حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک ہی کو ''روشن چراغ'' کا مصداق تسلیم کیا ہے... ''جس طرح چراغ سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں، اسی طرح آپ کے ذریعے سے کفر و شرک کی تاریکیاں دور ہوئیں۔ علاوہ ازیں اس چراغ سے کسبِ ضیاء کر کے جو کمال و سعادت حاصل کرنا چاہے، کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ یہ چراغ قیامت تک روشن ہے''۔ (احسن البیان، ص ۹۹۷)

تو ظاہر ہوا کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ پاک کو نور قرار دینا بدعت نہیں اور جناب احمد جاوید بھی اتنا ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ ''ایسا احساس اور خیال جو دین کا اعتقادی اور قانونی مطالبہ تو ہرگز نہیں ہے لیکن اس سے دینداری کے احوال میں گہرائی اور بلندی ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔''

(نعت رنگ ۔۲۹۔ ص ۲۹۴)

اب ذرا مذکورہ احادیث کی روایات کی تفصیل بھی ملاحظہ ہوں، جن کے بارے میں احمد جاوید صاحب خیال فرماتے ہیں کہ ''جن کا قولِ رسول ﷺ ہونا یقیناً ثابت نہیں۔''

''**والتعین الاول المشار الیه بقوله صلی الله علیه وسلم اول ما خلق الله نور نبیک یا جابر**'' (اور تعین اول کی طرف حضور کے قول اول ما خلق اللہ نوری میں اشارہ ہے''۔ (مولانا غلام رسول سعیدی، مقالاتِ سعیدی، فرید بک سٹال، لاہور، ستمبر ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۸... بحوالہ: علامہ محمود آلوسی بغدادی، روح المعانی جلد ا، ص ۵۱)

تفسیر روح المعانی اہل سنت کے تمام مکاتبِ فکر میں یکساں مقبول ہے۔ (ایضاً)

یہ حدیث، امام احمد بن حنبل کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنّف میں حضرت سیدنا و ابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اس لیے ان کا درجہ ثقاہت بھی معلوم کر لیا جائے:

''امام احمد بن صالح مصری کہتے ہیں ''میں نے امام احمد بن حنبل سے پوچھا کہ آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بہتر دیکھا؟ انھوں نے فرمایا نہیں''۔ (علامہ سید احمد سعید کاظمی، مقالاتِ کاظمی، جلد اول، بزمِ سعید، ملتان، ص ۱۶)

اب وہ حدیث ملاحظہ ہو جو شیخ عبدالرزاق سے مروی ہے: ''یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجیے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا: اے جابر بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا''...

(علامہ ابوالتراب محمد ناصر الدین ناصر، شرحِ درودِ تاج، پروگریسو بکس، لاہور، س۔ن۔ ص ۱۷۵)

مولانا اشرف علی تھانوی نے ''نشر الطّیب'' کی پہلی فصل نورِ محمدی کے بیان میں نقل کیا ہے: ''عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجیے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے ([نہ] بایں معنیٰ کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ

تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا''۔ (مولانا اشرف علی تھانوی، نشر الطِّیب فی ذکر النبی الحبیب، تاج کمپنی، کراچی، ص ٦)۔

اول ماخلق اللہ نوری کے بعد عقل اور قلم والی احادیث کا بھی احوال معلوم کر لیا جائے: ...**اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰه القلم**... بے شک اللہ نے پہلے قلم کو تخلیق فرمایا۔ (سنن ابی داؤد، باب فی القدر، تقدیر، جلد سوم، حدیث ٤٠٧٨، ضیاالقرآن پبلی کیشنز، لاہور، ص ٤٢٦)۔

''سب سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔ پھر لوح کو پیدا فرما کر قلم کو حکم فرمایا۔ لکھ دے (فتوحاتِ مکیہ، حصہ دوم، محی الدین ابنِ عربی، فتوحاتِ مکیہؒ، مترجم: علامہ صائم چشتی، علی برادران تاجرانِ کتب، فیصل آباد، مئی ١٩٩١ء، ص ٢٧٧)

ایک حدیث ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا اور اس کو حکم دیا کہ ادھر منہ پھیرو تو اس نے ادھر منہ پھیر لیا۔ اس کو حکم دیا کہ اِدھر پیٹھ کر دو تو اس نے ادھر پیٹھ پھیر دی''۔ (شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، الفیصل ناشران، لاہور، اگست، ٢٠٠٦، جلد اول، ص ٩١)

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰه العقل... یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ (محی الدین ابنِ عربی، فتوحاتِ مکیہؒ، مترجم: علامہ صائم چشتی، جلد دوم: علی برادران تاجرانِ کتب، فیصل آباد، مئی ١٩٩١ء، ص ٢٠٢)...**اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰه القلم**...**اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰه العقل**۔ (شاہ سید محمد ذوقی، سرِّ دلبراں، محفلِ ذوقیہ، کراچی، طبع پنجم: ١٤١٨ ہجری، ص ٤٥٨)

''سنن ابوداؤد'' میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: **اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰه القلم**... سب سے پہلے اللہ نے جو پیدا فرمایا وہ قلم ہے۔ (مدارج النبوت، جلد اول، ص ٢٢٩)

سورۂ قلم کی تفسیر میں لکھا ہے: ''حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ (تفسیر مظہری (اردو) حصہ ١٢، ص ٢٦)۔

ان احادیث پر بھی محققانہ نظر ڈال کر وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کس درجے کی ہیں؟

سوچنے کی بات ہے کہ صوفیانہ لٹریچر میں جو احادیث بیان ہوتی رہی ہیں ان کے راوی جو بھی ہوں لیکن ان سے فیض یافتگان بیشتر صاحبانِ حال رہے ہیں۔ صاحبانِ حال کو علمِ حصولی حاصل ہو یا نہ ہو لیکن علمِ حضوری ضرور بالضرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محی الدین ابن عربی نے علم کی تین اقسام بتائی ہیں: [١] عقلی علم...[٢] علم الاحوال...[٣] علم الاسرار [١] عقلی علم... یہ علم بقول شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ، فی البدیہہ یعنی بغیر غور وفکر... یا دلائل جیسی کسی اور چیز میں غور وفکر کرنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن اس میں لغزش کا خطرہ ہے۔ گویا یہ علم جزوی اور انتہائی ناقص ہے۔

[٢] علم الاحوال... اس کے بارے میں شیخ اکبر فرماتے ہیں... علم احوال کی طرف سوائے اہلِ ذوق کے کوئی راستہ نہیں۔ [٣] علم الاسرار... کے بارے میں شیخِ اکبر کی رائے ہے ''اس علم [علم الاسرار] کا جاننے والا تمام علوم کو جانتا ہے اور ان میں ڈوبا ہوا ہے، دوسرے کسی علم کو جاننے والا اس جیسا نہیں اور نہ ہی کوئی علم اس علم سے اشرف اور اعلیٰ ہے...... اور یہ علم بقیہ تمام معلومات پر حاوی اور محیط ہے۔'' (شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی، فتوحاتِ مکیہ، مترجم: علامہ صائم چشتی، علی برادران تاجر کتب، فیصل آباد، ١٩٨٦ء، جلد اول: ص ٨٨، ٢۔ ایضاً ص ٩٨، ٣۔ ایضاً ص ٩٠)

حدیث کی صحت کا معیار بھی شیخِ اکبر محی الدین عربی، نے واضح طور پر بتایا ہے: ''ولی اس روح سے سنتا ہے جو اس پر حقیقتِ محمد مصطفیٰ ﷺ سے القاء کرتا ہے... اپنے رواۃ کے طریق سے کوئی حدیث صحیح ہوتی ہے اور وہ حدیث اس مظہر کا معائنہ کرنے والے مکاشف کو حاصل ہوتی ہے تو وہ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے؟ تو آپ ﷺ انکار کر دیتے ہیں اور اسے فرماتے ہیں کہ میں نے یہ نہیں کہا اور نہ اس کے ساتھ حکم دیا ہے۔ پس وہ صاحبِ مکاشفہ اپنے رب کی دلیل سے اس حدیث پر عمل کرنا چھوڑ دیتا ہے۔'' (فتوحات، سوم، ص ٣٢)

حضرت عبدالحق محدث دہلوی نے بھی، اشارۃً، اس کا ذکر کیا ہے: ''حضرت شیخ ابوالعباس مرسی سے مروی ہے کہ کہا اگر مجھ سے ایک لحظہ کے لیے جمالِ جہاں آراء سیدِ عالم ﷺ پوشیدہ ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔ یہ بھی حضورِ اکرم ﷺ کے سنن و آداب اور سلوک و مناہج میں دوامی مشاہدہ و حضور پر محمول ہے۔ (عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، اگست ۲۰۰۵ء، ص ۱۸۷)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی موضوع احادیث کے باب میں بہت محتاط ہیں، فرماتے ہیں: ''موضوع حدیثیں ایک بہت بڑا فتنہ ہیں... لیکن جن کو خدائے پاک نے حدیث کی مہارتِ تامہ بخشی ہے وہ متابعات اور شواہد سے مدد لے کر پہچان لیتے ہیں کہ یہ من گھڑت روایات ہیں''۔ (اور مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لیے وضع کی گئی ہیں) (حجۃ اللہ البالغہ، حصہ اول، ص ۴۵۴)

ان شواہد کے بعد، شیخ اکبر محی الدین عربی، شاہ ولی اللہ اور دیگر صاحبانِ حال کی طرف سے اگر کچھ احادیث متواتر پیش کی جائیں تو ان روایات پر کوئی حکم لگانے سے قبل، ہمیں ذرا سوچنا ہوگا۔ ایک نکتہ اور غور طلب ہے، کہ شرع شریف کی تشریح و تعبیر کے حوالے سے تو بیشتر احادیث نے صحاح ستہ اور دیگر مشہور کتبِ حدیث میں بار پایا لیکن صوفیانہ مزاج کے مطابق احادیث اس قدر پوشیدہ کیوں رہیں کہ ان پر ''با قاعدہ نظریہء صدور'' ہونے کا گمان کیا گیا؟؟؟

اس کا ایک اجمالی جواب اُس روایت میں مل جاتا ہے جو سفرِ معراج کے حوالے سے مذکور ہوئی: ''ذکرِ معراج میں ارشاد ہوا: [مجھے دو علم عطا کیے گئے] ''ایک علم ایسا تھا جس کے ظاہر کرنے اور چھپانے کا مجھے اختیار دیا گیا۔ اور ایک علم ایسا تھا جس کو اپنی امت کے ہر خاص و عام میں تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا۔ (مدارج النبوت، ج ۱۔ ص ۲۳۰)

گویا زندگی کے عملی اور عبادات کی ادائیگی کے لیے جو علم ضروری تھا اس کا پہنچانا لازمی ٹھہرا اور جس علم میں معرفت کی خوشبو تھی اس کے لیے استعداد دیکھ کر کسی کو بتانے کی اجازت تھی۔ معرفت سے لبریز احادیث کے ضمن میں غالباً یہی سرّ ہے جس کے باعث ان احادیث کے متون، عمومی مجموعہ ہائے احادیث میں کم یاب ہیں۔ میرے اس خیال کو کچھ تقویت حضرت ابوھریرہ اور حضرت ابنِ عباس رضوان اللہ علیہا کی طرف منسوب ان احادیث سے بھی ہوتی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: [میں نے] آنحضرت ﷺ سے [علم کے] دو تھیلے سیکھے، یعنی دو طرح کے علم حاصل کیے، ایک کو میں نے [لوگوں میں] پھیلا دیا اور دوسرے کو... ''اگر میں پھیلاؤں تو یہ میرا ''بُلعُومُ'' (نرخرا) کاٹ ڈالا جاوے۔''

(صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث نمبر ۱۲۰، جلد اول صفحہ ۱۴۹)

اسی طرح سورہ طلاق کی آیت نمبر ۱۲ کے تفسیری نکات بیان کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت و من الارض مثلھن ط یتنزل الامر بینھن لتعلموا** (الطلاق ۶۵، آیت ۱۲) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی۔ اس کا حکم ان کے درمیان اترتا ہے تاکہ تم جان لو۔ اس آیتِ کریمہ کی تشریح کے ضمن میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ اگر میں اس کی تفسیر تمھارے سامنے بیان کروں تو اسے نہ مانو گے اور نہ ماننا جھوٹا جاننا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ کسی شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا اس پر آپ نے فرمایا تھا کہ میں کیسے باور کرلوں کہ جو میں تجھے بتلاؤں گا تو اس کا انکار نہ کرے گا۔

(تفسیرِ ابنِ کثیر، جلد ۵، ص ۳۶۴)

(۴۱) سید ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اسی قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ (تفہیم القرآن، جلد ۵، ص ۵۸۲)

کمالین شرح اردو جلالین میں بھی اس کا ذکر ہے۔ (کمالین شرح اردو جلالین، جلد ۶، ص ۵۵۹)

فتوحاتِ مکیہ میں بھی ہے: ''اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے کہوگے میں کافر ہوں۔
اور ایک روایت میں فرمایا: لرجتمونی، یعنی تم مجھے سنگسار کردو۔(فتوحاتِ مکیہ، جلد دوم، ص۰۹۲)
اب گزارش ہے کہ اگر جناب احمد جاوید، مناسب خیال فرمائیں تو میری Indoctrination کے لیے، آسان زبان میں، کچھ تفصیل فراہم فرمادیں۔اس سے صرف مجھے ہی نہیں، نعتیہ ادب سے منسلک پورے طبقے کو فائدہ ہوگا۔ان شاءاللہ!
دینی علوم سے بہرہ ور حضرات سے بھی گزارش ہے کہ موضوعِ زیرِ غور پر اپنی اپنی آراء سے آگاہ فرمائیں۔ مجھے اپنے کم علم بلکہ بے علم ہونے کا اعتراف ہے۔
ڈاکٹر طارق ہاشمی نے ''مغرب کا نعتیہ بصری ادب'' اور ''اردو نعت میں تعظیمی بیانیہ'' پر فکر انگیز گفتگو کی ہے۔ڈاکٹر ریاض مجید صاحب نے کمال کا ''حمدیہ قصیدہ'' لکھا ہے۔ان کا موضوعاتی تسلسل اب کے بھی ''بر سبیلِ نعت'' کے عنوان سے خوب ہے۔تم نے حمد کی شعری روایت پر تحقیق کا اچھا لوازمہ (Matter) فراہم کیا ہے۔اللہ تمھیں خوش رکھے(آمین)۔خان حسین عاقب نے سلیم شہزاد کی شخصیت اور ان کی کتاب کشفیہ پر خوب لکھا ہے۔ یہ مضمون پڑھ کر مجھے Daiches David کا یہ فقرہ یاد آگیا: The truth that the critic can know about a work, and precisely communicate, is part of the larger truth he can only suggest.
خط طویل ہوگیا۔میں بھی میرؔ کے تتبع میں یہ کہہ کر بات ختم کرتا ہوں:

عیبِ طولِ کلام مت کیجو کیا کروں میں سخن سے خوگر تھا

عزیز احسن

عطاءالرحمٰن قادری رضوی، حافظ محمد (لاہور)

۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ
محترم سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون! مزاجِ گرامی۔
'نعت رنگ' کا شمارہ ۱۷ پیرزادہ اقبال فاروقی صاحب سے لے کر پڑھا ماشاءاللہ یہ شمارہ معنوی حسن کے ساتھ ساتھ صوری خوب صورتی کا بھی حامل ہے یقیناً آپ اسے خوب سے خوب تر بنانے کے لیے خوب محنت کرتے ہیں مولائے کریم اس کا اجر دارین میں بیش از بیش عطا فرمائے۔
'الصبح بدامن طلعته' کے انتساب کا مسئلہ واقعی اب تک غیر واضح تھا۔آپ نے ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کے حوالے سے اسے امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ سے منسوب کیا ہے۔بہتر ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کے حوالے کا مآخذ بھی بیان کر دیا جاتا۔اس سے آپ کی تحقیق پر مزید اعتبار پیدا ہوتا۔
'شاعرِ جہاد۔رحمٰن کیانی' کے عنوان سے شاہ مصباح الدین شکیل کا مضمون ص ۲۷۱ سے ص ۳۰۹ تک پھیلا ہوا ہے۔ص ۲۸۰ پر وہ رحمٰن کیانی کے حوالے سے عشق کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
'عشق' یہ لفظ عشقہ سے مشتق ہے۔اردو میں عشقہ کو آکاس بیل کہتے ہیں۔اس کے پتے نہ جڑ لیکن جس درخت پر گرتی ہے اسے خشک کر دیتی ہے۔لغوی طور پر اس کے معنی شدید شہوت کے ہیں۔''
رحمٰن کیانی کے تصورِ عشق پر بحث اس وقت ہمارا موضوع نہیں بلکہ ہم تو ان کی اپنی تحریر میں ایک عجیب تضاد سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے

ہیں کہ یہی عشق جس کے معنی وہ شدید شہوت قرار دیتے ہیں لیکن ص ۲۸۶ پر اسی کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے لیے روا جانتے مانتے ہوئے کہتے ہیں:

اے زعیمانِ ادب عشق کا ان کے الزام — آپ لوگوں کو مبارک ہو مرا جھک کے سلام
جانتا ہوں کہ یہ ہرگز مرا مقدور نہیں — رب سے اپنے ہی رقابت مجھے منظور نہیں

یوں ہی ص ۳۰۶ پر ان کے کلام میں 'ناچے گا' کے الفاظ نعت کے آداب کے خلاف ہیں۔

ص ۳۶۵ پر مشہور نعتیہ قطعہ 'یا صاحب الجمال و یا سیّد البشر' کا مہتمم دارالعلوم دیوبند سے انتساب محلِ نظر ہے۔

ص ۳۷۱ پر ملک شیر محمد آف کالا باغ کی بارگاہِ رسالت میں حاضری اور اقبال کا درج ذیل شعر پڑھ کر گریہ وزاری کرنے کا ذکر ہے:

حضور دہر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی

واقعی یہ شعر حسنِ طلب کی بہترین مثال ہے۔ رحمانی صاحب! یہ ایک حقیقت ہے کہ بارگاہِ رسالت میں حاضری کے وقت زائر فکر مند ہوتا ہے کہ اتنے بڑے دربار میں اپنی درخواست کو کن الفاظ میں پیش کرے۔ یوں کہیے کہ عقل حیران اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی جب گزشتہ برس حاضری ہوئی۔ ایسے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے اشعار جو حسنِ طلب کا بہترین مرقع ہیں، زائر کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے ہمت بندھاتے ہیں۔ بطورِ تبرک 'نعت رنگ' کے قارئین اور مدینہ منورہ کے زائرین کے لیے چند اشعار حاضر ہیں:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا — 'نہیں' سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں، غیر کا منھ کیا دیکھیں — کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی — مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے، غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

دیگر

اُف بے حیائیاں یہ منھ اور تیرے حضور — ہاں تو کریم ہے، تری خُو درگزر کی ہے
تجھ سے چھپائیں منھ تو کریں کس کے سامنے — کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
مومن ہوں مومنوں پہ رؤفٌ رحیم ہو — سائل ہوں سائلوں کو خوشی لانھر کی ہے

دیگر

جنھیں مرقد میں تا حشر اُمتی کہہ کر پکاروگے — ہمیں بھی یاد کرلو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

دیگر

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے — ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رُخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں — آقا حضور! اپنے کرم پر نظر کریں
جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے — مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

دیگر

دم قدم کی خیر اے جانِ مسیح — در پہ لائے ہیں دلِ بیمار ہم
اپنی رحمت کی طرف دیکھیں حضور — جانتے ہیں جیسے ہیں بدکار ہم

میں نثار، ایسا مسلماں کیجیے　　توڑ ڈالیں نفس کا زنّار ہم
ہاتھ اُٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم　　ہیں سخی کے مال میں حق دار ہم

دیگر

اب تو آقا منھ دکھانے کا نہیں　　کس طرح رفع ندامت کیجیے
اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے　　چارۂ زہرِ مصیبت کیجیے
دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں　　آپ پر واریں وہ صورت کیجیے
آپ درگاہِ خدا میں ہیں وجیہ　　ہاں شفاعت بالوجاھت کیجیے
حق تمھیں فرما چکا اپنا حبیب　　اب شفاعت بالمحبت کیجیے
اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور　　ہم غریبوں کی شفاعت کیجیے

حضرت رضا بریلوی کے کلام میں حسنِ طلب پر مشتمل ایسے چندنہیں کئی اشعار ملتے ہیں۔ زائرینِ مدینہ سے گزارش ہے کہ آپ کے اردو نعتیہ کلام کا مجموعہ 'حدایقِ بخشش' ہمراہ رکھیں۔ عربی زائرین اعلیٰ حضرت بریلوی کے عربی کلام کا مجموعہ ''بساتین الغفران' کا منظوم عربی ترجمہ 'صفوۃ المدیح' اپنے مطالعے میں لائیں۔

حسنِ طلب کی بات چلی تو ضمناً چند اشعار بطورِ تبرک پیش کر دیے۔ دراصل میں 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ کے حوالے سے چند گزارشات کر رہا تھا۔ رحمانی صاحب! کمپوزنگ کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ فرمائیں۔ ایسے علمی مجلّے میں ایسی اغلاط کھٹکتی ہیں۔ مانا کہ کمپوزنگ چیز ہی ایسی ہے کہ بارہا مسودہ بینی کے باوجود کچھ نہ کچھ غلطیاں پھر بھی رہ جاتی ہیں۔لیکن کم ازکم آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی کتابت ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہونی چاہیے۔ دیکھیے ص ۱۵۰ پر آیتِ مبارکہ کی کتابت میں کتنی غلطیاں ہیں۔ مولاے کریم معاف فرمائے۔

ص ۳۷۵ پر محمد فیروز شاہ صاحب نے اقبالؔ کا شعر صحیح نہیں لکھا۔ درست یوں ہے:

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل　　لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

خطوط کے حصے میں حضرت کوکب نورانی کا خط جذبۂ اصلاح کو دامن میں لیے ہوئے مقالہ نگارانِ نعت کو دعوتِ غور وفکر دے رہا ہے۔ 'نعت اور آدابِ نعت' کے عنوان سے ان کے خطوط کا ایک مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت کی مذکورہ کتاب سے ہی مجھے 'نعت رنگ' کا پتا چلا۔ غلطی کی نشان دہی پر شکر گزار ہونا چاہیے لیکن میں حیران ہوں کہ نہ جانے کیوں بعض مقالہ نگار مولانا کوکب نورانی کی پُر خلوص اصلاح سے چیں بہ جبیں نظر آتے ہیں۔

مولاے کریم آپ کے علم وعمل میں برکتیں عطا فرمائے اور نعت و آدابِ نعت کو اُجاگر کرنے کے لیے آپ اور آپ کے رفقا کو مزید ہمت و قوت عطا فرمائے۔

والسّلام مع الاکرام

حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

☆ حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی، خطیب جامع مسجد گلزارِ حبیب، E بلاک، سبزہ زار، لاہور

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون! مزاجِ گرامی۔

سب سے پہلے تو ''نعت رنگ'' کے اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی نمبر[شمارہ ۱۸] پر ہدیۂ تبریک قبول فرمایئے۔ ماشاء اللہ علمیت اور ضخامت کے اعتبار سے یہ ایک یادگار تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام احمد رضا پر کام کرنے والے محققین کے لیے جہاں یہ ایک وقیع و مدلل حوالہ بنے گا وہیں نعت گو شعرا کے لیے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔

''کلام رضا میں توحید کی ضیا باریاں'' کے عنوان سے پروفیسر فاروق احمد صدیقی نے ایک اچھوتا مضمون تحریر کیا ہے جو رضویات کے باب میں خوب صورت اضافہ ہے۔ پروفیسر صاحب نے جا بجا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام سے استدلال کیا ہے جس سے ایمان میں تازگی اور عقیدہ میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اگر وہ فاضل بریلوی کا یہ شعر بھی لکھتے تو لطف دوبالا ہو جاتا:

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے اپنے مضمون کی ابتدا میں شہرۂ آفاق سلام رضا کو جنوبی ایشیا تک محدود لکھ دیا ہے جب کہ ہم تو اہلِ مدینہ کی محافلِ میلاد میں یہ سلام پڑھتے رہے بلکہ خاص مواجۂ اقدس میں عاشقانِ مصطفیٰ کو دھیمے لہجے میں یہ سلام پڑھتے ہوئے سنتے رہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا نے خوب لکھا ہے کہ ''ایشیا کی مساجد سے لے کر یورپ کے اسلامی مراکز تک ہر جگہ مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کی صورت میں وجد آفریں سلام کی صدائیں اُبھرتی ہیں۔ اس تناظر میں حافظ عبدالغفار حافظ نے مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت بیان کی ہے:

آواز چار سمت ہے لاکھوں سلام کی
مقبولِ خلق آج بھی نغمہ رضا کا ہے

ڈاکٹر کشفی نے ص ۲۹ پر اعلیٰ حضرت کے اس شعر پر اعتراض کیا ہے:

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

اور لکھا ہے: ''دولہا، برات، نوشہ، شادی، نوشہ کے تلازمے نہ جانے حضرت احمد رضا خاں صاحب اور ان کے دبستان کے بہت سے شاعروں اور مقرروں کو اس درجہ کیوں پسند ہیں۔'' عرض یہ ہے کہ جیسے برات کا مرکز دولہا کی ذات ہوتی ہے اور اسی کے دم سے برات ہوتی ہے ایسے ہی سرکارِ دو عالم ﷺ کے باعثِ تخلیقِ کائنات اور فخرِ موجودات ہونے کے اوصاف کی جانب اشارہ کرنے کے لیے یہ لفظ فاضلِ بریلوی نے استعمال کیا ہے۔ یاد رہے نبی کریم ﷺ کی شان میں ''دولہا'' کا لفظ شعرا نے نہیں بلکہ جلیل القدر محدثین نے بھی استعمال کیا ہے، مثلاً امام قسطلانی ''مواہب الدنیہ'' میں لکھتے ہیں: ''**فاذا هو عروس المملكة**'' یعنی نبی کریم ﷺ نے شبِ معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارک کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام سلطنتِ الٰہی کے دولہا ہیں۔ اسی طرح دلائل الخیرات میں امام محمد بن سلیمان جزولی رحمۃ اللہ علیہ جو درود لکھتے ہیں اس میں ہے: ''وعروس مملکتک''، ایسی ہی اور کئی مثالیں ہیں جو طوالت کے خوف سے یہاں تحریر نہیں کر رہا۔

یہاں ایک عجیب بات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ کشفی صاحب نے ص ۳۲ پر اپنے اعتراض کا جواب خود ہی

لکھ دیا ہے کہ ''مولانا احمد رضا خاں کی علمیت، شاعرانہ تخیّل، قرآن و حدیث سے ان کے تعلق نے بعض شاعرانہ علامات کے سیاق و سباق کو بدل دیا ہے اور وسیع منظر و پس منظر میں نئے معانی ہمارے ذہن میں طلوع ہوتے ہیں۔'' اب کشفی صاحب سے گزارش فقط اتنی ہے کہ وہ دولہا کے نئے معانی بھی فاضل بریلوی کے حوالے سے ذہن نشین کرلیں۔

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کئی کتابوں کے مصنّف اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں۔ خوب لکھتے ہیں لیکن ''گرتے ہیں شہسوار ہی'' کے مصداق تجربہ کار قلم کار بھی کبھی کبھی پھسل جاتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ص ۱۷۰ پر اپنے مضمون کا آغاز ہی انھوں نے بڑے خطرناک جملے سے کیا ہے لکھتے ہیں، ''ذکرِ حق کے بعد ذکرِ رسول مقبول ﷺ افضل ترین عبادت ہے اور اس عبادت میں خالق و مخلوق دونوں برابر کے شریک ہیں۔'' ڈاکٹر صاحب! مخلوق تو خالق کی عبادت کرتی ہے اور اسے یہ عبادت کرنی بھی چاہیے لیکن عبادت کا لفظ کیا خالق کے لیے استعمال ہوسکتا ہے؟ سب اس کے عابد و ساجد ہیں اور وہ معبود و مسجود ہے۔ لہٰذا اس کے لیے عبادت کا لفظ استعمال کیسے درست ہوسکتا ہے؟ ثانیاً درود بھیجنے میں خالق و مخلوق برابر کے شریک کیسے ہوسکتے ہیں کہ مخلوق کا درود تو دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کا درود اپنے حبیب پر رحمت کا نزول ہے۔ دیکھیے امام بخاری کتاب التفسیر میں ابوالعالیہ تابعی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

صلوۃ اللّٰہ ثناء علیه عند الملائکة و صلوۃ الملائکة الدعاء

یعنی اللہ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے حضور کی تعریف فرماتا ہے اور فرشتوں کا درود دعا کرنا ہے۔

معلوم ہوا فرشتے درود یعنی رحمت کے نزول کی دعا کرتے ہیں یوں ہی مسلمان بھی درود پڑھنے کی صورت میں رحمت کے نزول کی التجا کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی تعریف فرماتا ہے اور رحمت نازل فرماتا ہے۔ رحمت کے نزول اور دعا دونوں میں فرق ہے یوں ہی اللہ تعالیٰ جو اپنے حبیب کی تعریف ارشاد فرماتا ہے اس میدان میں بھی مخلوق اپنے محدود علم، عقل اور ذہن کے ساتھ برابری نہیں کرسکتی کہ خالق کے ''کلماتِ ربی'' جو وہ اپنے محبوب کی شان میں بیان فرماتا ہے اگر ساری دنیا کے سمندر سیاہی اور درخت قلم بن جائیں تب بھی وہ لکھنے سے عاجز ہیں۔ میں نعت گو شعرا سے بھی التماس کرتا ہوں کہ وہ اشعار میں اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے گریز و پرہیز کریں کہ ''درود وہ کام ہے جس میں لاشریک بھی شریک ہوتا ہے۔''

ص ۱۸۱ پر شمشاد حسین رضوی نے اعلیٰ حضرت کے عربی دیوان کے نہ ہونے کی اطلاع دی ہے۔ یہ ان معنوں میں تو درست ہے کہ اعلیٰ حضرت نے خود کوئی عربی دیوان مرتب نہیں فرمایا لیکن الازہر یونی ورسٹی کے پروفیسر حازم محمد احمد المحفوظ نے کئی سال قبل ''بساتین الغفران'' کے نام سے منتشر کلام یک جا کر کے شائع کر دیا ہے۔ یوں ہی ص ۱۷۳ پر ''حدائق بخشش'' کے منظوم عربی ترجمے کے مستقبل میں شائع ہونے کی خبر ہے۔ الحمدللہ یہ بھی صفوۃ المدیح کے عنوان سے ۲۰۰۱ء میں مصر سے شائع ہو چکا ہے۔

ص ۱۹۷ پر ریاض حسین چودھری نے ایک عجیب مہمل جملہ لکھا ہے کہ ''خدا اور اس کے ملائکہ کے میزبان ہوکر مکینِ گنبدِ خضرا ﷺ پر درود و سلام بھیجیں۔'' شاید کمپوزنگ میں غلطی ہوئی ہے۔ موجودہ صورت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

محمد امجد رضا خاں، شمشاد حسین رضوی، رشید وارثی، ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد، صاحب زادہ ابوالحسن واحد رضوی، غلام مصطفیٰ قادری رضوی نے ماشاءاللہ بڑی محنت سے مضامین تحریر کیے ہیں۔ مولائے کریم انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

عزیز احسن نے مدلل مضمون لکھا ہے اور بہت خوب لکھا ہے۔ دورِ حاضر میں ایسے مضامین کی اشد ضرورت ہے۔ ص ۲۴۶ پر ایک شعر انھوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی شان میں لکھا ہے۔ یہ انتساب درست نہیں بلکہ مندرجہ ذیل شعر اُم المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے۔

شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد
مفتیِ چار ملت پہ لاکھوں سلام

ص ۲۷۰ پر پروفیسر مظفّر عالم جاوید صدیقی کا یہ کہنا درست نہیں کہ ''مولانا کفایت علی کافی اور کئی دیگر میلا دنگاروں نے اس کی تقلید میں سلام لکھے ہیں۔ کافی کے سلام میں بھی مولانا احمد رضا کے سلام کا رنگِ شاعری جھلکتا ہے۔'' کافی تو سلام رضا کے وجود میں آنے سے بہت پہلے آزادی کی جنگ لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ ہاں یہ کہنا درست ہے ''مولانا احمد رضا خاں کا سلام فکری وفنی لحاظ سے زیادہ مؤثر ہے۔'' ص ۵۵۵ پر جگہ جگہ نبی کریم ﷺ کے نامِ اقدس کے ساتھ ''ص'' کا لفظ دیکھ کر تکلیف ہوئی۔ مکمّل درود شریف لکھ کر حدیث میں بیان کردہ فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔ یہ حدیث پاک امام سخاوی نے ''القول البدیع'' کے ص ۴۰۶ پر نقل کی ہے، ''جس نے کتاب میں مجھ پر درود پاک لکھا تو جب تک میرا نام مبارک اُس میں رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔''

ص ۵۵۷ پر جناب عرش ہاشمی کے ان اشعار نے ایمان تازہ کر دیا:

''بے گانہ سنتوں سے جو ہے وہ میرا نہیں'' کیوں اس حدیث پاک سے صرفِ نظر کریں
کس طرح زندہ ہوں میرے آقا کی سنتیں اس دُھن میں اپنی شام اسی میں سحر کریں

نعت گو شعرا سے التماس ہے کہ وہ ان موضوعات پر بھی خامہ فرسائی فرمائیں۔

حضرت علامہ ڈاکٹر کوکب نورانی نے ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' کے عنوان سے مدلل، مفصّل اور مکمّل مضمون تحریر فرمایا ہے اور مضمون کیا لکھا ہے تحقیق کا، تدقیق کا، علم اور حکمت کا دریا بہا دیا ہے۔ مولائے کریم انھیں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ اس اعتراف کے ساتھ ساتھ اس محبّت بھرے اعتراض کا حق ہم محفوظ رکھتے ہیں کہ اس مرتبہ انھوں نے خط تحریر نہیں فرمایا۔ ہم ان کے مکتوب کی کمی شدت سے محسوس کر رہے ہیں۔

ص ۵۶۱ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط نے حضرت کعبؓ کی ولدیت کو ان کا نام بنا دیا ہے۔ لکھنا چاہیے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ۔ ص ۵۶۵ پر نشیط صاحب نے استمداد اور استعانت کے خلاف مفتیِ سعودی عرب عبدالعزیز بن باز کا فتویٰ نقل کیا ہے۔ یہ بن باز صاحب وہی ہیں جنھوں نے سرکارِ دوعالم، نورِ مجسّم ﷺ کے والدین کریمین کو معاذ اللہ کافر قرار دیا تھا۔ یہ اور اس جیسے فتوؤں کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے ہم بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ موصوف بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھی محروم تھے۔ نشیط صاحب کے اور بھی کئی تسامحات ہیں بلکہ الزامات ہیں۔ طوالت سے ڈرتے ہوئے ان پر کچھ نہیں لکھ رہا البتہ علامہ کوکب نورانی صاحب سے ملتمس ہوں کہ وہ نشیط صاحب کی اصلاح فرمائیں۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی صاحب نے بڑا خوب صورت مضمون لکھا ہے۔ مولانا حسن رضا خاں بریلوی کے کلام کا بہت اعلیٰ انتخاب انھوں نے پیش کیا ہے۔ ان کا یہ شان دار مضمون زبانِ حال سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ اب آپ ''نعت رنگ'' کا مولانا حسن رضا بریلوی نمبر بھی شائع فرمائیں۔

خطوط کے کالم میں ڈاکٹر طلحہ رضوی کے خط نے مزہ دیا۔ حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری کا خط اور مضمون دونوں ہی بڑے کام کی چیزیں ہیں اور نمبر کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ مولائے کریم انھیں صحت عطا فرمائے۔ محمد افروز قادری نے مدلل خط لکھا ہے انھیں ''نعت رنگ'' کی بزم میں شامل رہنا چاہیے۔ افضل خاکسار کے خط کا ایک ایک لفظ مولانا علامہ کوکب نورانی سے کسی مخفی عداوت کا پتا دیتا ہے۔ انھوں نے ص ۵۷۷ پر گذارش کو مذکر لکھا ہے۔ اسی سے ان کا مبلغ علمی ظاہر ہے۔ مولائے کریم انھیں ہدایت فرمائے۔

رحمانی صاحب! کمپوزنگ کی اصلاح کی جانب خصوصی توجہ فرمائیں۔ عام تحریر میں تو پھر بھی درگزر ممکن ہے لیکن آیاتِ کریمہ، احادیثِ طیبہ

اور اشعار میں اغلاط بہت کھٹکتی ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے اعلیٰ حضرت کے جو اشعار اپنے مضمون میں دیے ہیں ان میں کتابت کی ۲۵/اغلاط ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو تصرف کا گمان بھی ہوتا ہے۔ یہ ایک مضمون میں صرف اشعار کی اغلاط ہیں۔ باقی اسی پر قیاس کر لیجیے۔ص ۸۶۷ پر میرے خط میں کمپوزنگ کی ایک غلطی در آئی ہے اور وہ یہ کہ لکھا ہے، ''بساتین الغفران کا منظوم عربی ترجمہ'' حالاں کہ ہونا چاہیے ''حدائق بخشش'' کا منظوم عربی ترجمہ صفوۃ المدیح۔ خدا آپ کی توفیقات میں برکت دے۔

والسّلام
حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

~~~~~~

عقیل ہاشمی، ڈاکٹر (لاہور)

۵-۵-۲۰۰۸ء

محترمی صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب

السّلام علیکم! پہلی بار آپ سے مخاطب ہوں ''نعت رنگ'' (نیز نعت ریسرچ سینٹر) کی بابت ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ء کی وساطت سے واقف ہوا، الحمدللہ آپ کی مساعی قابلِ رشک ہیں، شومیٔ قسمت پچھلے خصوصی یا عام شماروں سے مستفید نہ ہوسکا، اس عاجز کے کہنے کو آٹھ شعری مجموعہ شائع ہو چکے لیکن ''بیاض نور'' [۱] مطبوعہ ۱۹۹۵ء کے بعد زیرِ نظر مجموعہ ''کلید مغفرت'' [۲] مطبوعہ ۲۰۰۶ء دوسرا نعتیہ انتخاب ہے، ''بیاض نور'' اس وقت دستیاب نہیں، نعت رنگ میں آپ کی توجہ دہانی کے مدنظر ''کلید مغفرت'' پیش خدمت ہے یوں تو حیدرآباد میں کئی نعت گو شعراء ہیں اور ان کا کلام شائع بھی ہو چکا ہے مگر آپ تک وہ کیسے پہنچے؟ جناب سے خواہش یہ ہے کہ آپ کے ادارے کی جملہ مطبوعات کی فہرست مع قیمت درج ذیل پتہ پر روانہ کریں، خط وکتابت بھی ہوتی رہے تو احسن ہے زیادہ خیریت دعاؤں کی التماس۔

عقیل ہاشمی

☆ ڈاکٹر عقیل ہاشمی (پ: ۱۹۴۰ء)، اصل نام: سید حفیظ الدین حسین، شاعر، ادیب، محقق، نعت گو: کتب: ''بیاضِ نور''، ''سید افتخار علی شاہ وطن (حیات وشاعری)''، ''آیات پیغمبر نوراللہ''، ''سعید''، ''صبحِ روشن''، ''پیغمبرانِ حق''، ''مصباحِ تصوف''، ''موجِ نظر''، ''ظہورِ قدسی''، ''پہلی خطا''، ''فرازِ نو''، ''دیپک پتنگ (تدوین)'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''کلیدِ مغفرت'' (نعتیہ مجموعہ) ودیگر۔

ا۔ ''بیاض نور''/ڈاکٹر عقیل ہاشمی، ۱۹۹۵ء، حیدرآباد (بھارت)، ۲۰۰ص ۲۔ ''کلید مغفرت''/ڈاکٹر عقیل ہاشمی، ۲۰۰۶ء، حیدرآباد (بھارت): سید الصوفیاء اکیڈمی، ۱۴۸ص

~~~~~~

علیم ناصری (لاہور)

۴ مارچ ۹۹ء

محترم صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم ورحمتہ اللہ!

گرامی نام کافی دن پہلے ملا تھا۔ بعض مصروفیات کے باعث آپ کی فرمائش پوری کرنے میں دیر ہوتی رہی۔ بارے کچھ سکون پایا تو مطلوبہ کلام بھیج رہا ہوں۔ امید ہے آپ قبول فرمائیں گے۔

میرا بیٹا خالد علیم [۱] بھی الگ سے اپنا حمد یہ کلام ارسال کر رہا ہے۔ چند دن میں وہ بھی پہنچ جائے گا۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسّلام۔دعا گو
علیم ناصری

☆ علیم ناصری (پ: ۱۹۱۹۔۲۰۰۵ء)، اصل نام: علیم الدین، شاعر، ادیب، مدیر: ہفت روزہ ''الاعتصام'' و ماہنامہ ''فانوس'' لاہور۔کتب: ''طلع البدر علینا''، ''شاہنامۂ بالاکوٹ''، ''نشیدِ پارینہ''، ''ضربِ خلیل''، ''موجِ کنہار''، ''متاعِ دیدہ ودل''۔اعزازات: نعت گوئی پر صدارتی تمغہ

۱۔خالدؔ علیم، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''محامدِ محمد ﷺ''، ''بغداد آشوب''۔

عمادالدین قادری، سیّد (کراچی)

۲۹/رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ۔۵/دسمبر ۲۰۰۲ء

مکرمی صبیح رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔الحمدللہ علی کل حال۔عید مبارک۔

اُمید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوں گے۔

''اردو زبان میں نعت گوئی کا فن اور تجلّیات''[۱] از محترم ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی (انڈیا) کی عکسی نقل (مجلّد) تیار ہو کر آ گئی اور حسب وعدہ پیش خدمت ہے۔قبول فرمایئے۔فجزاکم اللّٰہ

میں ڈاکٹر وحید اشرف مدظلہم کو نہیں جانتا تھا۔لیکن یہ کتاب مجھ تک کیوں کر پہنچی۔کچھ تفصیل زبانی عرض کر چکا۔اس کا اجمالی ذکر ہی کتاب کے مضمون ''استدراک'' میں آپ کو مل جائے گا۔کچھ اور کتابیں بھی پیش خدمت ہیں:

۱۔ خوشبوئے درد۔[۲] اقبال اکیڈمی حیدرآباد (انڈیا) کے نائب صدر محمد ظہیر الدین صاحب نے سال گزشتہ یہ نسخہ مجھے تحفتاً بھیجا تھا۔اللہ انھیں خوش رکھے۔آمین، چوں کہ یہ پہلے سے پیش خدمت ہے اس لیے یہ نو آمدہ نسخہ آپ کی نذر ہے۔

۲۔ نبی اُمی: قرآن مجید کی روشنی میں۔اس کے بھی چند نسخے کسی نے میرے مطالعے...اور پھر تقسیم بھیجے تھے۔اللہ اس کی ناشر کو خوش رکھے آمین۔ امامیہ حضرات نے حسن بن صباح کے مسلک کے پرچارک ہیں۔اُمی کی جو تشریح و تبلیغ کی اور جس کو ہمارے کورچشم ''الماء'' آج راگ الاپتے ہیں۔آپ اس سے واقف ہیں۔مجھے یقین ہے ایک عاشق رسول (ﷺ) کی حیثیت سے یہ علمی مواد آپ کے لیے بیش بہا رہے گا۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے اپنے بچپن ہی سے اُمی کے وہی معنی لیے جو حضرت العلوم تمنا عمادی نور اللہ مرقدہ[۳] نے بتلائے ہیں۔

دوسرے دو کتابچے آپ اپنے ملاحظے کے بعد جسے چاہیں دے دیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔آمین۔فقط

طالب الخیر مع الخیر
سید عمادالدین قادری

☆ سید عمادالدین قادری (پ: ۱۹۳۶ء)، کتاب دوست و کتاب دار۔

۱۔۲۰۰۱ء، بڑودہ: ارباب حلقۂ ذکر سلسلہ اشرفیہ، باراول، ۱۲۰ص ۲۔مرزا شکور بیگ، ۱۹۹۵ء، حیدرآباد (بھارت): کمرشل بک سینٹر، باردوم ۲۴۸ص

۳۔مولانا تمناؔ عمادی مجیبی پھلواروی (۱۸۸۸۔۱۹۷۲ء)، اردو، عربی، فارسی کے شاعر، مدرس، اسلامی علوم، تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف کے باب میں اجتہادی نقطۂ نظر کے حامل، تصانیف: ''اعجاز القرآن اور اختلاف قرآن''، ''امام زہری وامام طبری''، ''انتظار مہدی و مسیح''، ''جمع القرآن۔مذاکرہ''، ''وراثت اور کلالہ قرآن کی روشنی میں''، ''سخنہائے تمنا''، ''دیوانِ فائز''۔

عنایت علی خان، پروفیسر (حیدر آباد)

عزیز گرامی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے گراں قدر تحفے کے لیے آپ کا از حد ممنون ہوں۔ میری خوش بختی ہے کہ اس وقیع طبقے میں مجھ جیسے ''ہزل گو'' کا نام بھی دو جگہ بار پا سکا۔ مکرمی عزیز احسن صاحب نے جس انداز سے نبی اکرم ﷺ کی محبّت کے حوالے سے، خود احتسابی اور کربِ آگہی کا مشاہدہ کیا اُس نے اپنے احساس کے اعتماد میں اضافہ ہوا۔ وہیں احساس کی اساس مجھے قرآن کے وعدے: **و انتم الاعلون ان کنتم مومنین**[۱] اور حدیث مبارک ''**لایومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین**''[۲] کے ربط میں بھی ملتی ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کی محبّت معتبر ہے تو ایمان معتبر اور ایمان کے معتبر ہونے کا نتیجہ علو کے مرتبہ اور غلبہ۔ آج اُمت مسلمہ جس مغلوبیت ذلت اور اس سے دوچار ہے اس کے پیش نظر اس سے ایمان اور حب رسول ﷺ دونوں کا غیر معتبر ہونا اظہر من الشمس ہے۔ عقیدے و ارادے کی جس پیروی کی طالب ہے وہ مسلمانوں کا شعار رہی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ بہ تمام و کمال پورا ہوا جیسا کہ اس نعت میں عرض کیا گیا ہے:

ترا نقش پا تھا جو رہنما تو غبارِ راہ تھی کہکشاں
اُسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا

محترم راجا رشید محمود صاحب سے اردو کی درسی کتب کے جائزے کے سلسلے میں نیاز حاصل ہوتا رہا ہے۔ شفیق الدین شارق صاحب نے راجا صاحب سے میرے لیے جس خوش گمانی کی توقع کی ہے اس کا میں کسی درجے میں خود کو مستحق ضرور سمجھتا ہوں۔ میرے جذبے کی وضاحت تو محترم شارق صاحب نے بہترین الفاظ میں فرما دی ہے اور آپ نے فٹ نوٹ میں یہ بات بتلا کر کہ جس ترکیب یعنی ''عقیدتِ بےنصیب'' پر راجا صاحب کو اعتراض تھا اُس کا بحر سے خارج ہونا ہی کتابت کے سہو کی کافی و شافی دلیل تھا:

اور اس کے بعد ہر الزام بے بنیاد ہوتا ہے

اگر راجا صاحب حسن ظن سے کام نہ بھی لیتے اور سال بھر قبل ارسال کردہ اس نعت کو قابل اعتنا سمجھ کر ایک بار پھر پڑھ لیتے تو کتابت کی غلطی کا علم ہو جاتا لیکن میرا گمان یہ ہے (خدا کرے غلط ہو) کہ میری مذکورہ ''حمد و نعت'' کا مجموعی تاثر ہی راجا صاحب محترم کے لیے نامانوس اور ان کے ذوق سے متضاد تھا ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ:

خدا کا شکر ہے کہ شاعر کی عقیدتِ بےنصیب اور ارادتِ بےثمر کا رُخ میرے آقا و مولا حضور حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی جانب نہیں۔ لیکن اسے نعت کے نام سے کیوں پیش کیا گیا؟

جب شعر نعت کا ہے تو رُخ تو آقا و مولا (یہاں لفظ ''میرے'' میں جو ''حصر'' ہے وہ نظم کے تاثر سے راجا صاحب کی مغائرت کا اشارۂ خفی ہے) ہی کی طرف ہوگا صنف کے اعتبار سے یہ نعت قطعہ ہے غزل نہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ راجا صاحب کاتب کی غلطی کو بنیاد بنانے کے بجائے نظم کے مجموعی تاثر پر استدلالی انداز سے گفتگو کرتے۔

اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو مذکورہ نعت آئندہ شمارے میں شائع فرما دیں تا کہ راجا صاحب کے اعتراض کے بارے میں میری معروضات واضح ہو سکیں۔ ایک اور نظم جو حج کے موقع پر ہوئی تھی منسلک کر رہا ہوں۔ ''حرم و بانیانِ حرم'' اس میں نعت کا رنگ بھی شامل ہے، چناں چہ ''نعت رنگ'' میں شائع ہو سکتی ہے۔ ''اپنا بیان حسن طبیعت نہ تھا مجھے''، لیکن طویل ہو گیا اور رسالے کے معیار و مندرجات کے بارے میں جو جذباتِ

تحسین تھے وہ ضبطِ تحریر میں نہیں آ سکے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے ذوقِ عقیدت میں اضافہ کرے اور قارئین کو اس کے حوالے سے فکروعمل کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

''نعت رنگ'' میں بینکوں کے اشتہارات مجھے تو ''بدرنگ'' لگے۔ کیا یہ چیز توجہ طلب نہیں؟

والسّلام

ممنونِ التفات

احقر عنایت علی خان

☆ پروفیسر عنایت علی خان (۱۰مئی ۱۹۳۵ء۔۲۶ جولائی ۲۰۲۰ء)، پروفیسر، گورنمنٹ کالج حیدر آباد، شاعر، ادیب، ماہرِ تعلیم، مزاح نگار، کتب: ''ازراہِ عنایت''، ''عنایات''، ''عنایتیں کیا کیا''، ''نہایت'' (انتخاب کلام)، ''نصابی کتب اردو''، ''نصابی کتب اسلامیات'' (سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ)، بچوں کے لیے متعدد کتب۔

۱۔سورۂ آلِ عمران، آیت: ۱۳۹ ۲۔صحیح بخاری، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، رقم الحدیث: ۱۵

غالبؔ عرفان (کراچی)

۱۶/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ ۔۱۲/فروری ۲۰۰۹ء

بھائی سید صبیح الدین رحمانی! السّلام علیکم۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے اور حسبِ معمول نعتوں کی دنیا میں تن، من، دھن سے نئے آفاق کی تلاش میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کارِ ثواب کا اجر رہتی دنیا تک دیتا رہے۔ آمین

آپ نے ایک مدت بیت جانے کے بعد بھی مجھے یاد رکھا اور ''نعت رنگ'' کا بیسواں شمارہ مجھ فقیر تک بہ نفسِ نفیس پہنچایا اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ آپ کا یہ مقبول جریدہ اب معیار، مقدار اور ماہ و سال آشنائی کے لحاظ سے کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہے۔ یہ نہ تو روایتی مدح سرائی ہے اور نہ ہی وہ عام خط ہے جو ہر رسالے کے مدیر کو رسماً سیکڑوں کی تعداد میں اس لیے ارسال کیے جاتے ہیں کہ کسی نہ کسی بہانے اُن کا نام خطوط کے حصے میں شائع ہو کر تعلّقاتِ عامہ کا ذریعہ بن جائے۔ آپ چاہیں تو اس خط کو نہ بھی شائع کریں کہ میرا معاملہ کچھ اور ہے آپ تو جانتے ہوں گے اور آپ سے زیادہ بہتر کون جانتا ہے کہ میں نے مطالعے کے بعد اکثر اچھی چیز کی تعریف کی ہے! نہ تو تعریف میں بخل سے کام لینا میری فطرت ہے اور نہ تنقید میں رُو رعایت دینا میرا مزاج۔ بہر حال تاخیر سے سہی چند معروضات کے ساتھ حاضر ہو رہا ہوں۔ اُمید ہے میرے یہ فقرے ناگوارِ خاطر نہ ہوں گے۔

مضامین حدِ نظر تک کائنات کی وہ تصویر منعکس کر رہے ہیں جو مدحتِ سرکار ﷺ سے منور ہی نہیں مقتدر بھی ہے۔ ''تحقیقی مقالات'' کا رنگ الگ تو ''فکر و فن'' میں راجندر نرائن سکسینہ کی شخصیت پر ڈاکٹر سراج احمد قادری کی تحقیقی عرق ریزی جدا ''گوشۂ آفتاب کریمی'' میں پروفیسر انوار احمد زئی کی نکتہ دانی اور مذاکرے میں ''نعت رنگ'' کے ۱۹ویں شمارے پر اظہارِ خیال سب اپنی اپنی جگہ ''نعت رنگ'' کے ارتقائی سفر کی دلیل بن کر اُبھر رہے ہیں پھر بھی کہیں کہیں دو ایک مضامین کی طوالت حسنِ جمال پر گراں گزر رہی ہے۔ میں یہاں کسی کا نام لے کر صاحبِ مضمون کا دل دکھانا نہیں چاہتا ہاں مدحتوں کو پڑھنے کے بعد جو عیوب نظر آئے ہیں اُن کا ذکر ضرور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ شاید آپ کی گرفت اس شعبے میں کچھ ڈھیلی پڑ گئی ہے بہر حال ذیل میں چند خامیوں کی نشان دہی کر رہا ہوں:

صفحہ	شاعر	محلِ نظرِ مصرع	نقص کی تفصیل
۴۹۲	کوثر علی	مصرع اولیٰ پانچواں شعر	''بنی انساں'' کی جگہ اگر شاعر ''بنی انسان کی تہذیب کا طیبہ مرکز'' لکھتے تو دونوں مصرعوں میں ''ہے'' کے استعمال سے بچ جاتے۔
۴۹۳	سہیل اختر	مصرع ثانی آٹھواں شعر	''گو تھی'' حسنِ سماعت پر بار گزرتا ہے۔
۴۹۴	شاہ حسین نہری	مطلع کا مصرعِ اولیٰ	''جس نے آپ کو دیکھا اس نے دیکھنا پایا'' ابلاغ سے محروم ہے۔
۴۹۵	ولی اللہ عظیم آبادی	مکمل نعت	اگر مردّف ہے تو قافیہ کہاں؟ غیر مردّف ہے تو ہر مصرع میں قلم؟
۴۹۷	شہزاد مجددی	چوتھا شعر مصرع اولیٰ	لگتا ہے کوئی ایک رکنی لفظ چھوٹ گیا لہٰذا بے معنی ہے
۴۹۸	محمد ثناء اللہ ظہیر	دوسرا شعر مصرع اولیٰ	''حب داروں'' غلط زبان استعمال کی گئی ہے۔
؍	؍	پانچواں شعر مصرع ثانی	''ہاتھوں'' غلط زبان ہے وہ صرف ''ہاتھ یوں پھیرے'' لکھتے تو کافی تھا۔
۴۹۹	احسان اکبر	دوسرا شعر مصرع اولیٰ	''رہ ہجر'' میں سوتی تناظر اُبھر رہا ہے۔
۵۰۰	شیو بہادر سنگھ دلبر	پانچواں شاعر مصرع ثانی	''جہاں حسن سے ہے تابندہ وہی آپ کا دامن'' بے وزن ہے
۵۱۰	علی اصغر عباس	آٹھواں شعر مصرع ثانی	''زُہد شعار...'' میں لفظ ''زُہد'' ایک کے بجائے دو رکنی ہو گیا ہے۔

ہاں! یہ بتانا ضروری ہے کہ نعت کے اس گنجینۂ گراں مایہ میں مجھے سب سے زیادہ یہ دو شعر پسند آئے:

ماجد خلیل:

اک لفظ سے بنے ہوئے جہاں میں
اک نام سے روشنی ہوئی ہے

مصدق لاکھانی:

کھل گیا راز مسیحائی کا آخر اک دن
ابنِ مریم کو ترے گھر سے نکلتے دیکھا

مخلص خیر اندیش
غالب عرفان

☆غالب عرفان (پ: ۱۹۳۸ء)، نام: محمد غالب شریف، تخلّص: عرفان، کتب: ''آگہی سزا ہوئی''، ''روشنی جلتی ہوئی''، ''م'' (نعتیہ کلام) ودیگر۔

غفور شاہ قاسم، ڈاکٹر (میانوالی)

06-08-2001

محترمی و مکرمی برادرم صبیح رحمانی صاحب۔

سلام و رحمت۔ آج کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ بیش قیمت تحفہ ''نعت رنگ'' ۵ تا ۱۱ مع ''سفیر نعت'' (صبیح رحمانی نمبر) موصول ہوا۔ بلا مبالغہ یہ ایک بہت قیمتی دینی و روحانی اور علمی تحفہ ہے۔ ہر شمارے کے مندرجات و مشمولات پر محض ایک سرسری ڈالنے سے ہی آپ کے اس کام کی اہمیت افادیت اور معنویت واضح ہوگئی ہے۔ بلا شبہ یہ ایک اعزاز، ایک سعادت اور نصیب کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے محبوب ﷺ کے

تذکرۂ جمیل کا عظیم کام سونپ دیا ہے۔ حضرت محسن انسانیت ﷺ کا ذکر ربِّ کائنات نے سر بلند فرمایا ہے اور جو اُن سے وابستہ ہو گیا وہ بھی سر بلند ہو گیا۔ مجھے آپ کے سر بلند ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ان تمام شماروں کا مطالعہ وقت نکال کر انہاک سے کروں گا اس کے بعد تفصیلی رائے سے آگاہ کروں گا۔ کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں ایک خصوصی باب میں آپ کے اس جمیل کام کا حوالہ بھرپور انداز میں آئے گا اور کتاب بھی ضرور نذر کروں گا۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آپ کا یہ کام آپ کی اپنی بخشش کا سبب ہے۔ ہم لوگ تو یوں ہی اپنی صلاحیتیں (دنیاوی کاموں میں) ضائع کرتے پھر رہے ہیں۔ اصل کام جو کرنے کا ہے آپ وہی کام کر رہے ہیں ایسا کام توفیق اور نصیب کی بات ہے۔

''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ تلاش کرنے کی کوشش فرمائیں تاکہ ''نعت رنگ'' کی تاریخ اور ارتقا پر تفصیلی تبصرہ قلم بند کرسکوں۔ عاطف معین قاسمی کا تجزیہ وتحقیق بھی اس ضمن میں اچھا ماخذ ہے۔ اس کے باوجود بھی...........

'مکالمہ'' کے دفتر میں آپ سے ملاقات حسن اتفاق کی بات ہے۔ آپ سے وہاں کی اچانک ملاقات میرے لیے ایک خوش گوار واقعہ تھی اس کی مٹھاس اور شیرینی ابھی تک محسوس کر رہا ہوں۔ پروفیسر احسان اکبر کی ایک نایاب نعت تحفتاً پیش ہے۔ قبول فرمائیے۔

رابطہ مستقل طور پر قائم رہنا چاہیے کہ قلمی رابطے ہی قلبی رابطوں کے استحکام کا باعث بنتے ہیں۔ بارِدگر خصوصی عنایت کے لیے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا مخلص

غفور شاہ قاسم

☆ ڈاکٹر غفور شاہ قاسم (پ: ۱۹۵۴ء)، مصنف، محقق، کتب: ''پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء تا حال'' (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ)، ''پاکستانی ادب شناسی کی نصف صدی''، ''پاکستانی ادب شناسی کی صدی''، ''مستنصر حسین تارڑ۔ شخصیت اور فن''، ملک منظور حسین منظور۔ احوال وآثار''، ''حجاب امتیاز علی تاج۔ شخصیت اور فن'' ودیگر۔

05-01-2002

محترم ومکرم عزیزم صبیح رحمانی صاحب

سلام ورحمت۔ اُمید ہے ایک مکتوب قبل ازیں موصول ہوا ہوگا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں ''نعت رنگ'' کے جملہ شماروں پر تفصیلی تبصرہ لکھنے بیٹھا تو صورتِ حال سامنے آئی کہ میرے یہاں ۱ تا ۴ شمارہ موجود نہیں البتہ شمارہ نمبر ۵ سے لے کر ۱۲ تک شمارے موجود ہیں۔ باقی آپ نے فراہم فرمائے تھے۔ اب آپ ارشاد فرمایئے کہ کیا انھی موجود شماروں کو ہی جائزے اور تجزیے کا عنوان بنا لیا جائے یا پھر بقیہ شمارے فراہم ہو سکیں گے؟

میں نے میانوالی کے ایک ہمہ جہت اور مستند شاعر ملک منظور حسین منظور [۱] پر ایم فل اردو کے لیے ۱۹۹۶ء میں تحقیقی مقالہ لکھا، اس کا ایک باب اس استاد شاعر کی نعت نگاری [۲] کے بارے میں بھی ہے۔ اسی باب کی عکسی نقل روانہ کر رہا ہوں ممکن اور موزوں خیال فرمائیں تو اسے ''نعت رنگ'' کے کسی آئندہ شمارہ میں شامل فرمادیں۔ فٹ نوٹ میں حوالے ہیں۔ یہ حوالے مناسب سمجھیں تو شامل اشاعت فرمادیں ورنہ رہنے دیں۔ مجھے آپ کی جانب سے اس مراسلے کے جواب کا انتظار رہے گا۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ بہت بصیرت افروز معلومات افزا اور نہایت قابل مطالعہ مواد پر مشتمل ہے۔ ان دنوں زیر مطالعہ ہے۔ اجازت تمام احباب کو سلام۔

آپ کا بھائی

غفور شاہ قاسم

۱۔ منظور حسین منظور (۱۸۹۹۔۱۹۷۴ء)، شاعر، ادیب، صحافی، کالم نگار، استاد، ماہرِ تعلیم، کتب: ''جنگ نامۂ اسلام'' (تین جلدیں) ''حدیث درد''، ''برگ طوبیٰ''، ''کیف دوام''، ''گلبانگ عجم''، ''ارمغانِ عقیدت''، ''مرقع جہاد''، ''شکوۂ مسلم''۔ ۲۔ ''ملک منظور حسین منظور کی نعت گوئی''، مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص ۲۶۰۔۲۷۰

غلام حسین ساجد (لاہور)

۲۰۰۲/۱/۱۵ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

''نعت رنگ''شمارہ ۱۲، ''سفیرِ نعت'' (دوسری کتاب)، ''جادۂ رحمت کا مسافر'' اور ''حضوری''[۱] مع پمفلٹ ''نعت رنگ'' (فروغِ نعت کا سفر...ایک نظر میں از عاطف معین قاسمی) مل گئے۔ میں اس گراں قدر تحفے اور بے پایاں محبّت کے لیے سپاس گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' سے یہ میرا پہلا تعارف ہے۔ تفصیلی رائے تو تفصیلی مطالعے کے بعد ہی دوں گا مگر فوری احساس یہ ہے کہ آپ کے جریدے نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ نعت کے حوالے سے مشمولہ نگارشات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ ایک خاص طرح کی سرشاری اور بے کنار محبّت کی بنیاد پر ہی وجود میں آ سکتا تھا۔ دعا کر رہا ہوں کہ آپ کی اس عنایت سے باری تعالیٰ میری زباں کی لکنت کو بھی دُور کرے اور مجھے بھی نعت کہنے کی ویسی ہی توفیق ارزانی ہو، جیسی توفیق خالق کل نے مجھے غزل کہنے کے ضمن میں عطا کی ہے۔

جی چاہتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کے لیے کوئی نعت لکھ بھیجوں...انتہائی شرم کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کل آٹھ نعتیں کہنے کی سعادت حاصل کی ہے اور وہ سبھی مختلف ادبی جرائد میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس لیے میرے دامن پر فی الوقت آپ اور آپ کے جریدے کے لیے حرفِ دعا کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر اس پرچے کے مطالعے سے کچھ کہنے کی توفیق ہوئی تو ضرور بھجواؤں گا۔

خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

مخلص

غلام حسین ساجد

☆ غلام حسین ساجد (پ: یکم دسمبر ۱۹۵۱ء)، شاعر، ادیب، خاکہ نگار، کہانی نویس، کتب: ''دنیا پھرے غمازی''، ''موسم''، ''عناصر''، ''پانی رمز بھرے''، ''کتاب صبح''، ''بیلے وچ چڑیاں''، ''آئندہ''، ''معاملہ''، ''تائید''، ''مہاندرے''، ''نیندر بھنی رات''، اعزاز: مسعود کھدر پوش ایوارڈ (برائے پنجابی نثر: ۱۹۹۷ء، ۲۰۰۳ء)۔

۱۔ مرتب: عاطف معین قاسمی، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیمِ نعت، بار اول، ۶۴ص

غلام رسول عدیم، پروفیسر (گوجرانوالہ)

فقیر اپنی تمام تر فکری و روحانی بے بضاعتیوں کو لیے سست نہاد تو تھا ہی سست گام بھی ہے۔ پیرانہ سالی کے ساتھ مختلف عوارض جسمانی کے حصار میں ہے۔ جن دنوں آپ سے رسم و راہ ہوئی اُنہی دنوں سعادتِ عمرہ سے بہرہ یاب ہوا۔ واپسی پر ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا جس سے میں صاحب فراش ہو گیا، لکھنا پڑھنا جزوی طور پر تو موقوف تھا ہی ادارۂ فیضان القرآن میں درس و تدریس قرآن کا سلسلہ بھی رُک گیا۔ مسجد میرے گھر سے متّصل ہے وہاں تک جانا بھی دوبھر ہو گیا۔ بعد ازاں کرسی نشینی کے سہارے مسجد میں جانے کے قابل ہو گیا۔

تاہم ع ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا، کے مصداق یکے بعد دیگرے کئی اسباب تاخیر جمع ہوتے گئے۔ + ۷۹ ہوں۔ صالحیت عمل تو پہلے بھی نہ تھی صلاحیت کار بھی معدوم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ سطور امتثالِ امر میں لکھ دی ہیں ورنہ کنجکاوی کے قابل نہیں، کنج گرفتگی اور گوشہ گیری میں عافیت پاتا ہوں۔ کہیں آنے جانے، سیر و سفر سے بھی معذور ہوں ہاں شدید ضرورت کے تحت ہو تو ہو۔ نہ اشتیاق تشہیر نہ آرزوئے ستائش سُمعہ و شہرت

سے بھاگتا ہوں کہ یہ ظالم بہت سی خوبیوں کو زائل کر دیتی ہے۔تاہم:

ایک گوشہ نشیں فقیر ہوں میں
اس فقیری میں بھی امیر ہوں میں

کبھی عدیم الفرصت تھا اب محض عدیم۔

میرے محبّ گرامی حضرت شیخ الحدیث محترم مولانا زاہدالراشدی کبھی فون پر احوال پرسی کرتے ہیں تو ازراہِ تفنّن طبع کہتے ہیں: ''عدیم صاحب کہیں موجود ہیں''؟ (غائبانہ تخاطب کے ساتھ) کیونکہ لفظ عدیم قتیل و جریح کے وزن پر بمعنی مجروح ومقتول کی طرح مبنی علی المفعول بمعنی معدوم بھی ہے۔

میں یہ شعر پڑھ دیتا ہوں:

عدم میں رہتے تو شاد رہتے تمہیں بھی فکرِ ستم نہ ہوتا
جو ہم نہ ہوتے تو دل نہ ہوتا، جو دل نہ ہوتا تو غم نہ ہوتا

اس پر جانبین سے شگفتگیِ طبع اور راحت دل وجاں کا قدرے ساماں ہو جاتا ہے۔

گزشتہ سال ہی سے کچھ نعتیہ اشعار زبان پر رہتے، میں اکثر اوقات انھیں زیرلب گنگناتا رہتا، کبھی کبھی فرطِ شوق اور ان دل سے نکلے ہوئے اشعار سے آنکھیں بھیگ جاتیں یقیناً ع دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، شاید یہ اشعار آبدار کسی اخبار میں دیکھے تھے، مگر ان کے تاثر اور تاثیر سے قلب حزیں کے چشمے اُبل پڑتے۔دل کو سکون اور آسودگی بخشتے، شاعر کے والہانہ پن کی داد دیتا، خود کو ایک کیف ورنگ کی فضا میں پاتا۔سوچتا جانے کتنے ایسے دوسرے لوگ بھی ان کی دل پذیری اور سحر آگیں رنگ و آہنگ سے میری طرح بیک وقت اضطراب والتہاب اور سکینت وطمانیت کی بوقلموں کیفیات سے اپنے آپ کو دوچار پاتے ہوں گے۔

ایک روز یکایک ایک انجانی مگر ورطۂ محبّت میں ڈوبی ہوئی شخصیت کی جانب سے زاویہ نشیں کو کراچی سے فون آیا۔میرے محترم ومکرم دوست اور دیرینہ رفیق کار پروفیسر محمد اقبال جاوید کے توسط سے فون کرنے والی شخصیت نے اپنا تعارف کرایا۔ان کی رس بھری باتوں اور طرزِ گفتگو سے بے حد متاثر ہوا۔اس کنج گرفتہ کو جن الفاظ سے یاد کیا گیا اس پر خجالت بھی محسوس کی اور اپنی بے بضاعتی بھی کہ فون کرنے والی بھرپور شخصیت کو میری کوتاہ قامتی پر دراز قامتی اور تر دامنی وکوتہ دامنی پر دراز دامنی کا مغالطہ ہوا۔

ساتھ ہی انھوں نے ازراہِ محبّت اپنی چند تصانیف ارسال کرنے کی بھی نوید سنائی۔ابھی دو تین دن ہی گزرے تھے کہ میرے نام پانچ چھ کتابیں، نہایت قیمتی کتابیں بذریعہ ڈاک موصول ہوئیں۔کھول کر دیکھا تو ایسے لگا کہ ایک محبّت ووارفتگی کے حصار میں محصور کرنے والا خزانہ ہاتھ لگا ہے۔کتابوں کے ورق اُلٹتا جاتا اور ورطۂ حیرت میں ڈوبتا جاتا۔ایک سرسری مطالعے اور ورق گردانی نے مجھے ایک مرعوب کن گرفت میں لے لیا۔یہ اُن دنوں کی بات ہے کہ میں اپنے بڑے بیٹے پروفیسر سرجن ڈاکٹر مدثر رسول (ایف آرسی ایس، یوکے) کے ہمراہ، مارچ ۲۰۱۷ء میں عمرے کی سعادت سے بہرہ یاب ہو کر سفر حجاز سے واپس آیا تھا۔ابھی حرمین شریفین کی کیف بار اور تجلّی ریز فضائیں دل ودماغ پر مستولی اور روح کی گہرائیوں میں اُتری ہوئی تھیں۔شب وروز کعبہ مقدسہ کی نور پاشی ساعتیں اور روضۂ رسول ﷺ کے کیف بار لمحے، لحہ بہ لحہ اُنہی فضاؤں میں لیے پھرتے تھے کہ یہ انمول خزانہ ہاتھ آ گیا۔جب ''سرکار کے قدموں میں'' "Reverence Unto His feet" کی ورق گردانی کی تو صفحہ ۲۷ پر پہنچ کر اس بے نام مسرت اور رنگ ونور

میں ڈوبی ہوئی کیفیت کا احساس جاگ اُٹھا کہ بیاں سے باہر ہے۔ تڑپا دینے والے یہ شعر پڑھے:

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے
حضور آپ جو سن لیں تو بات بن جائے حضور آپ جو کہہ دیں تو کام ہو جائے

ان چھ اشعار پر مشتمل ساری نعت نے بالخصوص مندرجہ بالا دو شعروں نے میری ساری سوچوں کو جکڑ لیا اور ایک ہی نقطۂ ماسکہ پر لا ڈالا۔ میری ساری کائنات روح و تن سمٹ سمٹا کر اور لپٹ لپٹا کر ایک اسی نقطے پر مرکوز ہو گئی۔

یہی وہ اشعار تھے جو گزشتہ سال سے کئی بار زیرِلب بھی رہے اور بالائے لب بھی۔

سفرِ حجاز سے پہلے ان شعروں کی نغمگی میرے کانوں میں رس گھولتی۔ میں سرشاری کے عالم میں اس ساعت رنگیں کا منتظر رہتا جب

کاش مجھے بھی پنکھ لگیں اور میں بھی پہنچوں
پی سنگ رہ کر شیام نگر سے پھر نہ لوٹوں

یقین کامل تھا کہ ان شاءاللہ ضرور پردۂ غیب سے کوئی ایسا انتظام ہوگا کہ یہ بے نوا غلام سلام کے لیے حاضر ہو۔ سو جو بالقوۃ (Potentially) میرے مقدور میں تھا بالفعل (Actually) ظہور پذیر ہوا۔

وجدان کہتا ہے عالم بالا کی فضاؤں میں ان اشعار آبدار اور میرے ہونٹوں کے ارتعاش نے پذیرائی کے اسباب پیدا کر دیئے جن کے سبب ان اشعار سے درِقبول کو کھٹکھٹانے میں بڑی مدد ملی۔ جب آپ کا فون آیا تو میں نے مشافہۃً بھی اس scenario کا ذکر کیا تھا۔

اس شاہکار کی ورق گردانی......نہیں نہیں......شعرانہضامی کرتے کرتے جب صفحہ ۳۹ پر پہنچا تو......''ہیں مواجہہ پہ ہم'' نے گویا یوں جکڑ لیا کہ حسرت آئی تھی کاش یہ آبدار موتی درِاقدس کی حاضری سے پہلے میرے علم میں ہوتے تو مواجہہ شریف کے سامنے ان کو اس قدر دہراتا کہ ع یہ جاں رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید، کا سماں بندھ جاتا۔

ردیف ''ہیں مواجہہ پہ ہم'' کے لیے دل میں تردد سا پیدا ہوا کہ اگر ''ہم مواجہہ پہ ہیں'' ہوتا تو شاید بہتر ہوتا کہ ''ہم'' کا تقدم اپنی بے چارگی، درماندگی کے اظہار اور اس سے متّصل ''مواجہہ'' کی تکرار شاید زیادہ اثر انگیز ہوتی کہ ''ہم'' اپنی ساری بے سروسامانیوں کے باوجود اس مقام رفیع پر پورے عجز و الحاح کے ساتھ کھڑے ہیں جہاں جنیدؒ و بایزیدؒ نفس گم کردہ آتے ہیں، جب بھی اس ردیف کو دہرایا تو بے اختیار ''ہم مواجہہ پہ ہیں'' کے الفاظ زباں سے ادا ہوئے کہ میرا ذوق ان الفاظ کو اسی طرح سے ادا کرنے پر راضی تھا، تاہم مُصر نہ تھا۔

لیکن بعد میں خیال گزرا کہ آپ جیسے خوش فکر، خوش گو، نغز گفتار، محبّت میں ڈوبے ہوئے نعت خواں و نعت نگار، نقد شعر پر ماہرانہ دسترس رکھنے والے شعر شناس کی فکرِ فلک رس سے یہ امر مستور نہ ہوگا۔

خیال ہی خیال میں سوچا کہ ممکن ہے اُنھوں نے محسوس کیا کہ ''ہم مواجہہ پہ ہیں'' میں ''ہم اور مواجہہ کے لفظی اتصال سے حرف میم مکرر لانے سے عیب تنافر کی بو آتی ہے۔ یوں اُنھوں نے تکرار میم سے دامن بچاتے ہوئے ''ہیں مواجہہ'' کو مقدم رکھ کر ''ہم مواجہہ'' پر ترجیح دی، بہرصورت میں سمجھتا ہوں کہ یہ امر بھی ان کی فنی مزاولت اور معاییر شعر میں جزرسی اور نکتہ آفرینی پر دال ہے۔

جہاں تک ''نعت رنگ'' کا تعلّق ہے وہ محبّتوں کے دلآویز نغمات پر مشتمل مسکراتے آنسوؤں کی ایسی لڑی ہے کہ اس عِقدِ لآلی میں کیف و رنگ بھی ہے، نور و نکہت بھی، چاند تاروں کی جلوہ ریزیاں بھی ہیں اور گلہائے مدحت کی خوشبو میں بسی کرنوں کی سیڑھیوں سے اُترنے والی الہامی

کیفیتیں بھی ہیں۔نعت رنگ دلوں میں فریفتگی و شیفتگی کے بے پناہ سمندر اٹھانے والی منہ زور، متلاطم موجوں کا سیل تجاج اور رقعہ بر رقعہ دوختہ ''مرقع'' Anthology ہے جس میں عشاقِ رسالت مآب ﷺ کے لیے سامانِ اضطراب ہے۔متاعِ طمانیت ہے خستہ حال بے قراروں کے لیے قرارِ جان ہے۔میں سمجھتا ہوں آپ اس دور میں نعت خواں و نعت شناس حضرات کی صف اوّل ہی میں نہیں امامت کے منصب پر کھڑے ہیں۔

جہاں تک آپ کی نعت گوئی اور نعت نگاری کا تعلّق ہے وہ ''شعر برائے شعر گفتن'' کے قائل ہی نہیں۔عشقِ رسول ﷺ میں ڈوب کر لکھتے ہیں۔ان کیفیاتِ وارفتگی و سرمستی میں ڈوب ڈوب جانا آپ کا اختصاص و امتیاز ہے۔آپ اس بحرِ محبّت کے شناور ہیں جو نا قابل یافت Fathomless ہے، نا قابلِ رسائی Unaccessable ہے۔

یہ عطائے رب کریم ہے یہ عطائے رب کریم ہے۔

دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا گو ہوں کہ ربّ کریم اپنے رسول کریم ﷺ کے نعلین پاک کے صدقے آپ کو اس میدان میں گوئے بلاغت اور جوگان فصاحت کے جوہر دکھانے کے ہزاروں مواقع فراہم کرے اور آپ کے ذریعے خلق خدا کے دلوں میں سرکارِ دو عالم ﷺ سے گہرا تعلّق خاطر پیدا فرمائے۔وہ تعلّق خاطر جس کی بنیادیں محکم، مستحکم و استوار ہوں وہ تعلّق خاطر عقیدت افزا بھی ہو اور عمل انگیز بھی جو منتج ہو سچی اتباعِ رسول ﷺ پر۔

اس لیے کہ ع **اِنَّ الْمُحِبَّ لمن یُحِبُّ مُطِیْع**

مالک تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

پس تحریر: آپ نے فرمایا تھا کہ کلام میری ''امانت'' ہے سو حاضر ہے:

سپر دم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

تاخیر کے لیے حرفِ اعتذار! ممکن ہو تو ''نعت رنگ'' کے خصوصی پرچے اور اپنا باقی کلام بھی مرحمت فرمائیں۔

ع بأمید آنکہ عزرم بنوازشت پذیری

پروفیسر غلام رسول عدیم

☆ پروفیسر غلام رسول عدیم، معلّم، محقق، نقاد، کتب: ''مقالاتِ عدیم''، ''ربنا تقبل منا'' ودیگر۔

~~~~~~

۲۰/۹/۱۷

محترم و مکرم جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب۔السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔

آپ کا سلسلہ نعت گوئی، نعت خوانی، نعت فہمی و نعت فہمانی ہزاروں ہدیہ ہائے تبریک کا مستحق ہے۔امید واثق ہے کہ آپ اس راہ مستقیم پر پورے جذب و انجذاب کے ساتھ بصد استقامت گامزن ہوں گے۔پروردگار عالم آپ کی ان مساعی میں خیر و فلاح کے نئے نئے باب وا فرمائے۔

آپ نے میرا کچھ نعتیہ کلام اس غرض سے محفوظ کیا تھا کہ بوقت مناسب اسے نعت رنگ کے کسی گوشے میں جگہ دے دی جائے گی۔یاد دہانی کرار ہا ہوں۔مزید برآں ایک کتاب ''مقالات عدیم'' آپ کے مطالعے کے لیے ارسال خدمت ہے۔ایک عزیز محترم نے ہمت کر کے ان مقالات
~~~~~~

کی تدوین فرمائی اور ادارہ ''الشریعۃ اکادمی'' گوجرانوالہ نے ''عکس پبلی کیشنز'' سے چھپوادی، مرتب ڈاکٹر محمد پروفیسر سلیمان اسدی ہیں۔ان کے حسن ترتیب سے یہ کتاب چھپ گئی ہے سو پیش خدمت ہے قبول فرمائیے۔

اس کے ساتھ ایک چھوٹی کتاب ''رَبنا تَقَبَّل مِنَّا'' کے نام سے ان قرآنی دعاؤں پر مشتمل ہے جن کا آغاز ''ربنا'' سے ہوتا ہے۔ان دعاؤں کا مختصر ترین پس منظر، اردو اور انگریزی ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے اس کا ابتدائیہ ضرور مطالعہ فرمائیے اور میرے لیے خاص اوقات میں خصوصی دعا فرمائے۔

آپ کا خیال آتا ہے تو دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ جل مجدہ آپ کی صلاحیت کار اور صالحیتِ افکار و کردار میں برکت عنایت فرمائے۔

والسّلام مع الاکرام

دعا گو و طالب دعا

پروفیسر غلام رسول عدیم

غلام مصطفٰے خان، پروفیسر ڈاکٹر (حیدر آباد)

۲۶/اکتوبر

عزیز گرامی السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ ملا۔حضور انور ﷺ کے مختلف اوصافِ حمیدہ پر لکھنے کی دعوت دیں۔الگ الگ اوصاف کے خانے بنا کر خاص خاص شاعروں سے لکھوائیں۔اب ضعیفی کی وجہ سے میرا دماغ صحیح نہیں رہا۔اس لئے زیادہ عرض نہیں کر سکتا۔

فقط۔والسّلام

غلام مصطفٰے خان

☆ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان (۱۹۲۱۔۲۰۰۵ء)، ڈی۔لٹ، پروفیسر ایمریٹس، مورخ، ادیب، محقق، مترجم، صدر: شعبۂ اردو، اردو کالج کراچی و سندھ یونیورسٹی، اردو، سندھی اور انگریزی میں ۱۰۰ سے زائد کتب کے مصنّف، مؤلف، مرتب اور مترجم، چند کتب کے نام: ''سید حسن غزنوی'' (مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی)، ''فارسی پر اردو کا اثر''، ''علمی نقوش''، ''تاریخ بہرام شاہ غزنوی'' (انگریزی)، ''مکتوبات شاہ احمد سعید دہلوی''، ''تفسیر مولانا عبیداللہ سرہندی'' (فارسی)، ''رسائل مشاہیر نقشبندیہ''، ''اقبال اور قرآن''، ''انتخاب مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی'' (اردو ترجمہ)، ''سندھی اردو لغت''، ''اردو سندھی لغت'' (بہ اشتراک ڈاکٹر نبی بخش بلوچ)، اعزازات: ''صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی'' (۱۹۸۵ء)، ''ستارۂ امتیاز'' (۱۹۹۲ء)۔

غلام مصطفٰی دائم (اسلام آباد)

مخدومی سیّدی صبیح رحمانی صاحب!

ساعتے ایں شکستہ را دریاب یک زماں ایں غریب را بنواز

جون کے آخری ایام میں آپ کی طرف سے مندرجہ ذیل کتب کا ارمغان پہنچا:

نعت رنگ کے ۱۱ شمارے (۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۹، ۲۳، ۲۴، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰) اردو حمد کی شعری روایت، اردو نعت کی شعری روایت، کلامِ

رضا؛فکری وفنی مطالعہ،نعتیہ ادب؛ مسائل ومباحث،کلیاتِ صبیح رحمانی،صبیح رحمانی کی شاعری؛فکری وتنقیدی تناظر،اردو شاعری میں نعت؛ ابتدا سے محسنؔ تک،اردو شاعری میں نعت؛ حالؔی سے حال تک، ہماری ملی شاعری میں نعتیہ عناصر،نعت اور آدابِ نعت (۲ کا پیاں)،نعت شناسی،نعت اور تنقیدِ نعت،تحسینِ رسالت،حمد ونعت کے معنیاتی زاویے، مدحت نامہ (انتخابِ نعت)،ڈاکٹر عزیز احسن اور تقدیسی ادب کا فکری تناظر،حمد یہ شاعری کی متنی وسعتیں،نعتیہ شاعری کے شرعی تقاضے،اردو کا حمد یہ ادب؛ اجمالی مطالعہ،اصولِ نعت گوئی،نعت نگاری؛فنی وتاریخی تناظر۔

بصد احترام شکر گزار ہوں اور آپ کے واسطے ازلی سعادتوں اور ابدی فضل وانعام کی دعا کرتا ہوں۔ بلا شک نعت آپ کے شخصی تعارف کا مرکزی حوالہ ہے۔اس جہت سے آپ کی خدمات کا ایک نامختتم سلسلہ تپش آمادہ ہے جس کی گرمیِ پیہم سے مجھ ایسے ہیچ مداں بھی تپاکِ عمل کے حصار میں چلے آئے ہیں۔آپ کا یہ فیضان عام رہے، مدام رہے۔

بلا شبہ! نعت انسانی تہذیب کا ایک فطری تفاعل ہے جس میں عالمی مذاہب کا یکساں سنجوگ ہے۔ عالمی نعتیہ ورثے میں ہر مذہب کا ایک تقدیسی منظر نامہ ہے جو مابعد الطبیعی سلسلہ شعور کی دریافت اور اظہار کا بیانیہ محفوظ رکھتا ہے۔نعتِ پیغمبر ﷺ کسی بھی درجہ مذہب کا خاصہ نہیں اس لیے تفہیمِ کائنات میں مذہبی سطح سے بلند ہو کر آفاقی اقدار کا جو ہر گرفت میں لینے کے لیے پیغمبرِ آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات اور سیرت کو عملی شکل میں قبول کر لینا بہت ضروری ہے۔بس یہی عمل نعت ہے اور بحمد اللہ آپ اس کی خدمت میں دل وجان سے مگن ہیں۔

اگر چہ یہ اندیشہ موجود ہے کہ:

ایں رشتہ بہ انگشت نہ پیچی کہ دراز ست (عرفؔی)

مگر میں نعت رنگ کے موصولہ شماروں پر ایک طائرانہ نظر ڈالتا ہوں۔

بلا شبہ نعت رنگ نے نعت کی تہذیبی معنویت کے ساتھ ساتھ تنقیدی جہات سے بھی خاطر خواہ کردار ادا کرتے ہوئے جدید زاویہ نظر سے نعت کے فنی،فکری، جمالیاتی اور ثقافتی پہلوؤں کی تفہیم میں قابلِ تحسین سعی کی ہے۔ادب کا عصری منظر نامہ پچھلی سات آٹھ دہائیوں سے بہت تیزی سے تغیّر اور جدت پسندی کا قائل ہوا ہے۔ادب اپنی مجموعی ساخت میں ہر عہد کی نئی آواز ہوتا ہے اس لیے ہم ''جدید ادب'' یا ''جدت پسند ادب'' جیسی اصطلاحات بے دہانی میں استعمال کر جاتے ہیں۔ جو ادب کسی زمانے کی قید سے رہائی پا کر ہمیشہ اپنی تہذیبی اور جمالیاتی حیات میں تازگی کا امین ہو، اس کے جدید یا لافانی ادب ہونے میں کیا شک ہے؟ مثلاً میؔر اور اس کی عصری تہذیب کا زندہ شعور آج بھی ہمارے احساس کے جمالیاتی تجربے میں معاون ثابت ہونے کی بھر پور صلاحیت رکھتا ہے۔ یا غالب کی تجریدیت نامقبول ہونے کے باوجود ہمارے موجودہ شعورِ حیات کا لازمی عنصر بن کر ہمارے جذبے اور خیال کو فرحت بہم پہنچاتا ہے۔شعری تخیّل کوئی نظریہ نہیں ہوتا بلکہ نظریات قبول کرنے کی جمالیاتی کمک کی ترسیل میں اپنا حتمی کردار نبھاتے ہوئے فرسودہ ہو کر بھی ہمیشہ تازہ دم رہتا ہے۔

تو میں کہہ رہا تھا ادب اپنے مجموعی ڈھانچے میں بدل گیا ہے۔تہذیبی مجموعی شعور،تخیّل کا ماخذ،متکلّم کے مسائل، آزادی پسندی کا عمل دخل، عالمی مسائل،فطری جبر،محکومیت کے اثرات، عالمی جنگیں، مذہبی شدت پسندی، طبائع میں تنفّر اور انسان دشمن وباؤں کا نزول وغیرہ وغیرہ، یہ اسباب ادب پر براہِ راست اثر انداز ہوئے ہیں۔اس جدت زدگی میں صنفِ نعت کیوں کر نہ آسکتی! سیّدی! ہم دیکھتے ہیں انسان نے ان پیش آمدہ مسائل کا حل روحانیت اور مذہبی وسائل کو بروئے کار لا کر تلاش کرنے کی سنجیدہ کوشش کی ہے۔اسی کوشش کا ایک نتیجہ فروغِ نعت کی صورت میں ادب کے منظر نامے پر دیکھا جا سکتا ہے۔

نعت جب مجموعی سطح پر انسانی شعور و عمل کا عام Channel of Appeasement بنی تو ضرورت پڑی کہ توازن اور صدق کے کچھ پیمانے ہوں جن کی روشنی میں انسانی فکر و نظر کا حقیقت اور فطرت کے باہمی انسلاک کے تناظر میں عمل کی اعلیٰ یا ادنیٰ جہات کا فیصلہ محفوظ کیا جائے اور بعض مذہبی اقدار کی پائمالی یا ہتک خیزی کا کوئی شرانگیز جذبہ یا لاشعوری خیال نہ جنم لے سکے یا جنم لے بھی لے تو وہ حالتِ نمو میں نہ رہ سکے۔ بس اسی ضرورت کی تکمیل ''تنقید'' ہے اور نعت رنگ اس بدعتِ حسنہ کرنے والوں کی صف میں ہمیشہ مقدمۃ الجیش کی حیثیت کا حامل رہا ہے۔

اوہ! معاف رکھیے! یہ گفتگو روانیِ قلم کے باعث چل نکلی۔ میرا مقصد موصولہ شماروں پر ایک سرسری نظر ڈالنا تھا۔ الحمدللہ ایک ماہ کی کم ترین مدت میں نعت رنگ کے گیارہ ضخیم شمارے پڑھنا میرے لیے تقریباً دلچسپ اور انہماک انگیز تجربہ ثابت ہوا۔ اگرچہ میرے اس مراسلے کا اصل مطلوب چند تجاویز اور موضوعات کی طرف آپ کے توسط سے قارئینِ نعت رنگ کی توجہ مبذول کرانا تھا لیکن دورانِ مطالعہ بعض چیزوں نے پر چک دی کہ ان پر ایک غیر جانب دارانہ تبصرہ بھی کرتا جاؤں۔ سواسی طبعی انگیخت پر چند تبصرہ نما سطور سپردِ قلم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

موصولہ شماروں میں پہلا شمارہ نمبر ۱۵ ہے۔ مقالات سبھی عمدہ ہیں۔ ڈاکٹر اسحاق قریشی کا مقالہ ''نعت اور نقدِ نعت؛ چند گزارشات'' قابلِ عمل اصلاحی نکات پر مشتمل ہے۔ اس کے معاً بعد پروفیسر افضال احمد انور کے مضمون ''تنقیدِ نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں'' میں تنقیدِ نعت کے ان پہلوؤں پر خاص توجہ دی گئی ہے جو عموماً ایک ناقد کے ذہنی تناظر کے لیے تخلیق کے فنّی علائم کا مثبت یا منفی ردِّعمل ہوتا ہے۔ اس مضمون کی روشنی میں تنقیدِ نعت کی جہات اور اسلوبِ نقد کا سارا نظام اپنے جوہر سمیت گرفت میں آ گیا ہے۔ پروفیسر صاحب نے مولانا حالؔی کے شعر ''وہ شمع، اجالا جس نے کیا.....'' (صفحہ ۱۴۶) پر اعتراض کیا کہ:

> ''اس شعر سے خیال ہوتا ہے کہ شاید حضور اکرم ﷺ مسلسل چالیس برس تک غاروں میں تشریف لے جاتے تھے۔ یہ تاریخی حقائق سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ ﷺ نے اعلانِ نبوّت سے تھوڑا عرصہ پہلے غارِ حرا میں جانا شروع کیا تھا، پیہم چالیس برس تک نہیں۔''

بالکل یہی اعتراض تنویر پھول نے اپنے مضمون ''حمد و نعت میں الفاظ کا مناسب استعمال'' مشمولہ نعت رنگ شمارہ ۲۴ دہرایا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ بلاشبہ دونوں صاحبان کا اعتراض تاریخی حقائق کی روشنی میں بلانقص (Indefective) ہے لیکن بایں صورت شعر کا بیانیہ سپاٹ اور کرخت ہے۔ اس لیے میرے خیال میں ''غار'' کو اگر یہاں علامتی معنیٰ میں قبول کریں تو معنویت بڑھ کر اسی ایک لفظ سے مطلبِ موجود سے مطلبِ غیر موجود تک رسائی بآسانی ہو جائے گی۔ کیوں کہ Symbol لفظ کی لغوی معنویت پر محاکمہ قائم نہیں کرتی بلکہ ترجیحی بنیاد پر معنیٰ کی برتری اور عالی سمتی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ''غار'' کا علامتی معنیٰ تنہائی کا مرکز، حفاظت کی جگہ، بچاؤ کی حتمی تدبیر وغیرہ وغیرہ۔ نفسیاتی تناظر میں تنہائی وجود یا شعور کی حفاظت کا ایک آخری حربہ رہ جاتا ہے۔ اس معنیٰ میں سید الانبیا ﷺ کا غارِ حرا میں تشریف لے جانا مرجوح اور مطلقاً تنہائی پسندی، فکر و تدبر کا رویہ، معاشرتی گراوٹ کی موسلا دھار وبا سے احتراز کا آخری حربہ اختیار کرنا راجح معنیٰ قرار پاتا ہے۔ دانتے اپنی کامیڈی کے آغاز میں خود کو ایک نامعلوم جنگل میں پاتا ہے جہاں اس کی ملاقات ایک چیتے، شیر اور بھیڑیے سے ہوتی ہے۔ کامیڈی ہے آخر میں وہ ایک ایسے پھول کا نظارہ کرتا ہے جو آفاق میں پھیلا ہوا ہے اور چمک دمک اور خوشبو میں بینظیر ہے۔ اس کامیڈی میں ''جنگل'' دراصل اخلاقی، سیاسی اور مذہبی بحران کی ایک زندہ علامت ہے۔

علامت کبھی انفرادی ذہن کا شاخسانہ بنتی ہے کبھی کسی تہذیبی رویے کا اجتماعی شعور اس کی تخم ریزی کرتا ہے۔ اب دیکھیں کہ حالؔی کے شعر میں علامتی امنگ نے معنیاتی جہات میں کس قدر ترقی پیدا کر دی ہے! لفظِ ''غار'' کی علامتی حیثیت قبول کر لینے کے بعد لفظِ ''شمع'' خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

نعتیہ شاعری میں بہت کم علامتیں وضع ہوئی ہیں۔ جہاں کہیں استعمال ہوئی دکھائی دیتی بھی ہیں تو وہ انتقادی جائزے کی دَین ہے، شاعر کا شعوری Perspective اس میں خود شریکِ کار نہیں۔

ڈاکٹر شمیم گوہر کا ''مطالعہ دیارِ نعت'' پڑھ کر افسوس ہوا کہ اس درجہ سطحی طرزِ نقد اور ہدف نعت!! مگر بعد کے شمارے میں اس کا جواب خود راجا صاحب کے قلم سے نظر نواز ہوا تو اطمینان ہوا۔ اعتراضات کے جوابات اگر چہ شخصی کردار کو آماج بنا کر دیئے گئے لیکن شافی جوابات تھے۔ ذاتیات کی آمیزش نہ ہوتی تو سنجیدہ تاثر متبادر ہوتا۔ شمارہ ۱۷ میں حافظ عبدالغفار حافظ نے بالکل بجا لکھا ہے کہ: ''انھوں (راجا صاحب) نے صحیح جوابات بھی انا کی بھینٹ چڑھا دیئے''۔

جنابِ سیّدی! میں سمجھتا ہوں کہ تنقید کا تخلیق کے ساتھ ایک دوہرا تعلّق ہوتا ہے۔ اس کی دو جہتیں مذموم ہیں:

پہلی من ترا حاجی بگویم...... اور دوسری فرد۔ اساس تنقید۔

پہلی صورت عمومی تناظر میں نامی گرامی ادبا کے ہاں ملتی ہے جبکہ دوسری صورت طبقاتِ شعرا میں تقابلی مطالعے کے دوران پیدا ہوتی ہے۔ نعت تنقید ایک جذبہ بھی ہے اور ایک قرض بھی جو کئی صدیوں کے بعد آخر اس صدی میں اتارا جا رہا ہے۔ سیّدی! بلا شبہ آپ اس قرض سے پُر خلوص سبک دوشی کی دوڑ میں سب سے آگے بھی ہیں اور سب سے زیادہ احساس مند بھی! میں نے دیکھا کہ جب راجا رشید صاحب نے آپ سے متعلّق جو طنزیہ تبریک کی، ڈاکٹر شمیم گوہر کی ذات پر جو کچھ لکھا اور ان کی ہندی پسندی کا طعنہ وغیرہ دیا، یہ سب قضیے میرے سامنے کھلے پڑے ہیں لیکن چونکہ:

چہ سود از شرحِ احوالی کہ بگذشت

میں گڑے مردے اکھاڑنے کی اس لاشعوری کوشش سے پیچھے ہٹتا ہوں کیوں کہ:

پُر ہوا ہے سیل سے پیمانہ کس تعمیر کا

دراصل راجا صاحب کے بقیہ اعتراضات کے جوابات کا نہ اب موقع رہا نہ محل، البتہ ان کی ہندی دشمنی کی وجہ شاید سرحدی حوالہ ہو، لیکن یہ ان کا سوءِ فہم اور بیجا اعتراض نہیں تو اور کیا ہے؟

شمارہ نمبر ۱۵ ہی میں ڈاکٹر عزیز احسن کا سلسلہ ''حاصلِ مطالعہ'' بھی فکر و فن کے نئے جہان اجاگر کرتا ہوا قول و عقیدہ کی فنی تہہ داروں کی اصلاح کا ضامن ہے۔ ان کے اٹھائے گئے سبھی اعتراضات مضبوط ہیں۔ پروین جاوید کی ایک نعت کے قوافی پر اعتراض کیا کہ: ''قندیلیں، تسبیحیں، تعبیریں، آنکھیں، تعزیریں، امنگیں اور امیدیں بطورِ قوافی آئے ہیں جو اصولِ قوافی کے منافی ہیں، اس لیے کہ قندیل، تسبیح، تعبیر، آنکھ، تعزیر اور امنگ اپنی اصل شکل میں قوافی نہیں بن سکتے۔''

ڈاکٹر صاحب کا یہ اعتراض اپنی روایتی طرز میں درست ہے لیکن جدید نظامِ قافیہ کے ماہرین نے ایطا اور شائیگان کے لیے بعض نرمیاں روا رکھی ہیں اور توسیع پسندانہ رویہ اختیار کیا ہے۔ صیغۂ جمع میں روی کا تعین اس کے صیغۂ واحد سے ہوتا ہے لیکن جدید نظامِ قافیہ میں صیغۂ جمع ہو یا صوتی قافیہ، دونوں روا سمجھے گئے ہیں۔ ایسے میں مندرجہ بالا قوافی کو یکسر جھٹلا دینا مناسب نہیں البتہ محتاط شعرا کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

خطوط کے ضمن میں سرسری سبھی خطوط دیکھے۔ مولانا کوکب نورانی کا طویل خط خاصا بوجھل ہے۔ پروفیسر واصل عثمانی کی اس عبارت: ''غزل ساغر و مینا کے اشعاروں کے سہارے مشاہدۂ حق کی گفتگو کا نام ہے'' پر ایک اعتراض وارد کرتے ہیں: ''لفظِ ''اشعاروں'' سے قطع نظر ''ساغر و مینا کے سہارے مشاہدۂ حق کی گفتگو'' قابلِ توجہ ہے۔''

مولانا نے جس عبارت پر اعتراض کیا اس کی دو جہتیں ہیں:

الف) لفظاً یہی مراد ہو۔تو اس حوالے سے نیچے تصوف کی اصطلاحات کے طور پر جواب عرض ہے۔

ب) معناً استعارے کی ضرورت مراد ہو۔یعنی غزل نظامِ استعارہ وتشبیہ کا نام ہے۔اس حوالے سے سرے سے اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیوں کہ اس شعر میں غالبؔ نے ضرورتِ استعارہ کو بیان کیا ہے۔

پہلی جہت سے دیکھیں تو ساغر و مینا تصوف کی اصطلاحات ہیں۔انھیں علامت بنا کر حقائق ومعارف بیان کرنا اردو شاعری کی ضرورت بھی ہے اور مہذب طریقہ بھی۔

تصوف کی اصطلاح میں ساغر (پیالہ، جام) ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس میں جلوۂ انوارِ غیبی کا ظہور ہو اور ادراکِ معانی ہو۔اسے پیمانہ بھی کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک ساغر سے گردشِ چشمِ مرشدی مراد ہے جو سالک کو حقیقی مستی بخشتی ہے (تصوف اور بھگتی کی اصطلاحات ۱۹۸)

سالک کا قلب بھی ساغر یا پیالہ کہلاتا ہے۔حافظ شیرازی کا شعر ہے:

ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم
اے بیخبر! زِ لذتِ شربِ دوام ما

جلوۂ محبوب کو بھی جام کہتے ہیں۔ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی نے شاہ عبدالقادر جیلانی سے یہ شعر منسوب کیا ہے:

گفتا کئی تو با ما گفتم بکس غلامت
گفتا مگر تو مستی گفتم بلے زِ جامت

مغربیؔ نے جلوۂ محبوب کے معنیٰ میں کتنا صاف برتا ہے:

چوں تواں ہشیار بودن چوں پیاپے می دہد
ہر زماں ساقی شرابے دیگر از جامے دگر

مولانا اس ہزار مرتبہ برتے ہوئے استعارے سے خوف زدہ ہیں۔انھیں چاہیے کہ حسن عسکری کا مضمون ''استعارے کا خوف'' پڑھیں۔ تاکہ یہ خوف ان کے اندر سے نکل سکے۔

مولانا کے اس طویل ترین خط پر کیا لکھوں؟ کہاں نعت اور کہاں خالص مسلکی حوالے سے زور وشور سے تقریروں کی بوچھاڑ! بلاشبہ یہ رویہ ناقابلِ تحسین ہے۔مولانا کا علمی وقار اور شخصی کردار بغیر کسی شک وشبہ کے قبول ومنظور مگر نعت رنگ جیسے خالص ادبی،فکری،فنی اور تنقیدی رسالہ میں مولانا کی تقاریر کو چھاپنا چہ معنیٰ دارد؟ سید ریاض حسین زیدی نے اپنے خط میں (نعت رنگ ۱۵،صفحہ ۴۸۷) بجا کہا ہے کہ:''نعت کے حوالے سے اس قدر کرخت اور فقہی بحثیں شاید سودمند نہ ہوں۔''

میں کوئی نیا تبصرہ نہیں کرتا البتہ پروفیسر قیصر نجفی کی زبانی اتنا ضرور کہوں گا:''ہمارے علم کے مطابق نعت رنگ کا اجرا کسی مخصوص مسلک کی تبلیغ واشاعت کے لیے نہیں ہوا ہے۔لہٰذا کسی قلم کار کا بالا علان اپنے مسلک کی حقانیت کا اصرار کرنا نعت رنگ کے اساسی اصولوں کے خلاف ہے۔ بلکہ مرتب کی غیر جانب داری کو متنازع فیہ بنانے کے مترادف ہے۔حضرت مولانا کوکب نورانی کے بعض ایسے جملے بھی ہمارے مطالعے میں آئے ہیں، جو نعت رنگ اور اس کے مرتب کی Naturality کو مجروح کرتے ہیں۔ان کی اپنے مسلک کے حوالے سے خوش اعتقادی سر آنکھوں پر لیکن غیر ارادی طور

پر بھی اسے مسلّط کرنے کی کاوش قابلِ رشک نہیں ہے۔ بلا شبہ مولانا کو اپنا موقف بیان کرنے کا سلیقہ ہے مگر موقف کی اصابت وصلابت کا یکطرفہ اعلان ہمارے نزدیک محلِ نظر ہے۔'' (نعت رنگ ۱۶، صفحہ ۲۹۷)

سیّدی! مجھے یاد ہے کہ جب آپ نے کال پر مولانا کے ایسے طویل اور مسلکی مباحث سے لدے پھندے خطوط کی اشاعت کا جواز بتایا تھا۔ سرِ تسلیم خم ہے! لیکن کیا اس سے مسلکی نزاعات اور اس کے نتیجے میں اشتعال انگیزی (Provocation) کا ایک محاذ نہیں کھل جائے گا؟ نعت رنگ کسی بریلوی، دیوبندی یا شیعہ مسلک کے زائیدۂ فکر کا نمونہ نہیں۔ میں خود بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں میرے والد اسی مسلک سے جڑے ہیں لیکن میں نعت رنگ کے مرکزی مقاصد میں کسی مسلکی نزاع کی چنگاری قطعاً پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا ہوں۔ میری شکایت کسی غیر سے تو نہیں۔ عبید زاکانی کے بقول:

دارد شکایت ہر کس زِ دشمن
ما را شکایت از آشنائے

رشید ارشد صاحب (نعت رنگ ۱۶، صفحہ ۴۱۰) نے دل برداشتہ ہو کر جو پرسوز مشورے دیئے ہیں ظاہر ہے وہ آپ نے پڑھے ہوں گے۔ بس سمجھیں کہ:

گر بنالد خستۂ، معذور دار
زحمتے دارد کہ آہے میکند

پروفیسر قیصر نجفی نے اپنے خط میں لفظِ ''دھیان'' کو بروزنِ ''دھان'' بتایا ہے اور دلیل میں خواجہ دردؔ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

ان دنوں کچھ عجب ہے دل کا حال
سوچتا کچھ ہوں، دھیان میں کچھ ہے

پروفیسر صاحب نے یہ شعر غالباً مولانا حسین آزاد کی ''آبِ حیات'' سے نقل کیا ہے۔ دردؔ کا پہلا مصرع درست یوں ہے:

ان دنوں کچھ عجب ہے میرا حال

عروضی وزن کے حوالے سے میں ان سے متفق ہوں لیکن اس پر ایک اضافہ کرنا چاہوں گا کہ اگر کوئی اسے بروزنِ فعول باندھتا ہے تو اسے خارج از بحر نہیں کہا جائے گا۔ کیوں کہ میرؔ، سوداؔ اور آتشؔ دونوں کے ہاں اس کی مثال موجود ہے اگر چہ بروزنِ فاع ہی شروع تا حال رائج وصائب ہے لیکن جوازی صورت بھی اشعارِ ذیل سے ثابت ہوتی ہے۔ میرؔ کا شعر ہے:

دلکش قد اس کا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا
صورت گئی نہ اس کی ہمارے دھیان سے

غزل کے بقیہ قوافی: آسمان، آشیان، جان، مہربان، کاروان، گمان، مکان، کمان، زبان۔

سوداؔ کا شعر ہے:

جب نظر اس کی آن پڑتی ہے
زندگی تب دھیان پڑتی ہے

نیز خواجہ آتشؔ لکھنوی کا شعر ہے:

لوثِ گناہ کا جو کبھی آ گیا دھیان
غوطے لگائے ہیں عرقِ انفعال کے

حفیظ جالندھری اگر چہ لغت وعروض میں سند نہیں لیکن برائے ریکارڈ ان کا بھی ایک شعر دیکھتے چلیے۔ انھوں نے نظم ''بہادر کسان'' میں ''کسان'' کے ساتھ قافیہ ''دھیان'' بروزنِ فعول باندھا ہے:

اسے ہر گھڑی کام ہی کا دھیان
بڑا محنتی ہے بہادر کسان

مندرجہ اشعار کو درج کرنے کا مقصد ''دھیان'' بروزنِ فعول کی جوازی صورت کو ثابت کرنا ہے۔ میں اسے صرف جائز سمجھتا ہوں ورنہ اولیٰ وہی ہے جو عام مروج و مستعمل ہے۔

سیّدی! نعت رنگ ۱۵ پر طائرانہ نظر کے بعد اب شمارہ ۱۶ کھولتا ہوں۔

پروفیسر جاوید اقبال کے مضمون ''ظہورِ قدسی: پس منظر'' مشمولہ نعت رنگ ۱۵ کا ایک اقتباس:

''قبلِ ولادت اور بوقتِ ولادتِ پاک، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی محیر العقول روایات منقول ہیں'' (نعت رنگ ۱۵، صفحہ ۴۵)

اس پر مولانا کوکب نورانی کا یہ اعتراض سراسر سطحی ہے کہ:

''محیر العقول عجیب وغریب باتوں کو کہا جاتا ہے۔ اس کا تاثر یہی ملتا ہے کہ پروفیسر صاحب کو مخدومۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایات جو منقول ہیں، وہ قبول نہیں ہیں۔''

بھئی! پہلی بات تو یہ ہے کہ انھیں قبول نہیں تو نہ ہو۔ آپ نے انھیں مجبور کرنا ہے؟ یہاں پھر وہی مسلکی تاثر!!! اور مولانا اس طرح پروفیسر صاحب پر ٹوٹ پڑے کہ گویا انھوں نے کفر کا ارتکاب کر لیا ہو۔

دیکھیے! لفظ ''محیر العقول'' کا ابتدائی معنیٰ ''عقلوں کو حیران کرنے والا/ والی'' سبھی جانتے ہیں۔ تو کیا پروفیسر صاحب کا یہ کہنا کہ سیدہ آمنہ سے متعلّق بہت سی ایسی روایات منقول ہیں جو عقلوں کو حیران کرنے والی ہیں، تو اس میں کیا برائی ہے؟ کیا شام کے محلات کا حجرۂ آمنہ میں نظر آنا محیر العقول نہیں؟ کیا حضور اکرم ﷺ کا تمام تر پیدائشی آلائشوں سے پاک صاف تشریف لانا عقل کے لیے حیرانی کا باعث نہیں؟ اسی طرح دیگر روایات بھی ہیں جو عام انسانی زندگی کے عمومی تناظرات سے بالکل مختلف ہیں۔ چلیں مان لیا کہ پروفیسر صاحب عالمِ دین یا شرعی باریکیاں جاننے والے نہیں ہیں، تو اگر یہی لفظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے پاکستان کا مفتیِ اعظم اور مفسّر کہے تو تب کیا حکم ہوگا؟ مفتی شفیع عثمانی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ کی تفسیر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلّق لکھتے ہیں:

''یہی وجہ تھی کہ وہ جس طرف چلتے تھے فتح ونصرت ان کے قدم لیتی تھی۔ تائید ربانی ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ ان کے محیر العقول کارنامے جو آج بھی ہر قوم وملت کے ذہنوں کو مرعوب کیے ہوئے ہیں، وہ اسی تعلیم وتزکیہ کے اعلیٰ نتائج ہیں۔''

صحابہ کرام تو بعد کی بات ہے، اللہ تعالیٰ سے متعلّق سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت مفتی صاحب یہی فرمائیں تو تب کیا کہیں گے؟ اقتباس دیکھیں:

''تمام عالم اور اس کی کائنات پر نظر ڈالیے اور چشمِ بصیرت دیکھیے کہ حق تعالیٰ نے تربیتِ عالم کا کیسا مضبوط اور محکم محیر العقول نظام بنایا ہے۔''

مفتی شفیع عثمانی کی تفسیری عبارات بھی شاید یہ سمجھ کر جھٹلا دی جائیں کہ وہ تو دیو بندی مسلک سے تعلّق رکھتے تھے، تو میں اب کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیوں کہ:

ہم کہیں گے حالِ دل، اور آپ فرمائیں گے ''کیا؟''

شمارہ نمبر ۱۶ کے ابتدائیے میں آپ نے مذاکرے کا ذکر کیا۔ میں یہ ابتدائیہ پڑھنے سے قبل یہی سمجھتا رہا کہ یہ ایک نادر نکتہ میرے ذہن میں ہے جس کا ذکر صبیح صاحب سے کروں گا کہ اس کی طرف ترغیبی اشارات دیں تا کہ نعت کے موضوعاتی تناظر میں توسیع و تنویع کی راہیں کشادہ ہوں۔ اسی ابتدائیہ میں مضامین کی تکرار اور تنوع کی ضرورت والا قضیہ بھی نہایت اہم ہے اور بعد کے شماروں میں خاصی حد تک تلافی بخش مواد دیکھنے کو ملا ہے۔

حاصلِ مطالعہ کا سیکشن، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ بہت مفید ہے۔ اسے جاری رہنا چاہیے۔ ہمارے یہاں دوستوں میں ایسی نشستوں کا اکثر اہتمام ہوتا ہے لیکن چونکہ ان کی کوئی بڑی ادبی حیثیت نہیں، اس لیے مذاکرہ کا اختتام ہوتے ہی سب باتیں ہوا ہوئی ہوتی ہیں۔

پروفیسر قیصر نجفی صاحب نے محمد علی صدیقی شیداؔ کے اس شعر:

نورِ احمد سے ہیں معمور جو سینے والے
دونوں عالم میں ہیں توقیر سے جینے والے

پر یہ اعتراض چسپاں کیا ہے:

''آنکھوں والے'' سننے میں آیا ہے، ''سینے والے'' مرکبِ لفظی نہ سننے میں آیا ہے نہ پڑھنے میں''

عجیب شعر فہمی ہے! پروفیسر صاحب یہ فراموش کر گئے کہ سینہ مرکزِ قلب ہے اور نور کا اس سے تعلّق بدیہی۔ اقبال کا مشہور شعر ہے:

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگِ دوام اے ساقی!

اسی طرح پروفیسر صاحب، سید ریاض حسین زیدی کے ایک مصرع پر معترض ہیں کہ:

''سکتہ آنا'' محاورہ نہیں ہے۔ درست محاورہ ''سکتے میں آنا'' ہے۔

بیجا اعتراض اور اصل لسانی ماحول نہ دیکھنے/ پڑھنے کا نتیجہ ہے۔ سکتہ آنا، پڑنا، ہونا سب محاورۂ عام میں داخل ہے۔

ایک اور اعتراض کیا کہ:

''شہرہ سنا جاتا ہے، دیکھا نہیں جاتا''

میرے خیال میں شہرہ دیکھنا مجازاً درست ہے۔

اس مصرع ''سرِ مژگاں ستارہ کھل رہا ہے'' سے متعلّق کہتے ہیں:

''ستارہ چمکتا ہے، کھلتا نہیں ہے''

گزارش ہے کہ مقفّل کے متضاد کے طور پر کُھلا تو عام بول چال کا حصہ ہے۔ ستارہ کُھلنا اور ستارہ کِھلنا دونوں مجازاً درست ہیں۔ شاعری نام ہی لفظوں کی استعاراتی زبان کو وضع کرنے اور ایجاز و تشبیہ سے آراستہ کرنے کا ہے۔ عجب نہیں کہ اس طرح کی سطحی پابندیوں سے زبان و بیان کا گلا گھونٹ کر نعت تنقید میں سطحیت پسندیدی کو رواج دیا جائے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا کہ عربی کے ساتھ ہندی الفاظ کی ترکیب جائز نہیں ہے۔ ایک حد تک ان کا اعتراض Valid ہے لیکن فکّ اضافت کی صورت میں چند مرکبات ایسے ہیں جو عربی و ہندی ہی نہیں فارسی و ہندی سے بھی تشکیل پاتے ہیں۔

ایک عربی اور ایک ہندی لفظ کے مرکبات: امام باڑا، عجائب گھر، کفن چور، عیدملن، بابائے قوم، اللہ رکھا، ادلہ بدلہ، آس امید، حضراتِ لکھنؤ، ذرہ بھر، عقل ڈاڑھ، کھیل تماشا، کھلے عام، مال گاڑی، نصیب جلی۔

ایک فارسی اور ایک ہندی لفظ کے مرکبات: نیک چلن، گلاب جامن، سبزی منڈی، چور دروازہ، کوڑمغز وغیرہ

مولانا کوکب نورانی نے پروفیسر افضال احمد انور کی ایک عبارت کے مقتبسہ جملے میں ''درست کا دفاع کرنا'' کو بدل کر ''درست سے دفاع کرنا'' کرتے ہوئے اپنی رائے کو صائب قرار دیا ہے اور دلیل کے طور پر عربی کا محاورہ پیش کیا کہ عربی میں ''دفاع'' کا صلہ ''عن'' سے آتا ہے۔ مانا کہ عربی میں ''عن'' آتا ہے، بلکہ اضافہ کروں تو ''الیٰ'' بھی آتا ہے (مثلاً: دافع الیہ الشیء: ردہ آلیہ) لیکن حضرت! یہاں اردو لکھی اور پڑھی جارہی ہے۔ اردو کا اپنا قاعدہ ہے، اپنا محاورہ ہے اور اپنی لغت ہے آپ دیکھتے نہیں کہ سید انشاء اللہ نے دریائے لطافت میں آج سے دو صدیاں پہلے یہ لکھ دیا تھا:

> ''جاننا چاہیے کہ جو لفظ اردو میں آیا، وہ اردو ہو گیا خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، ترکی ہو سریانی، پنجابی ہو یا پوربی، اصل کی روح سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ، اردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے موافق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی، اس کی اردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے۔ چونکہ جو چیز اردو کے خلاف ہے، وہ غلط ہے، گو یا اصل میں صحیح ہو۔ اور جو اردو کے موافق ہے، وہی صحیح ہے، خواہ اصل میں صحیح نہ بھی ہو'' ۔ [دریائے لطافت، مترجم: مولوی عبدالحق]

زبان کے ان تغیّرات پہ سید انشاء جیسے ادیب کا قول سند کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں کہ: ''سید انشاء پہلے شخص نے جنھوں نے عربی فارسی زبان کا تتبع چھوڑ کر اردو زبان کی ہیئت واصلیت پر غور کیا اور دونوں کے قواعد وضوابط وضع کیے۔ اور جہاں کہیں تتبع کیا بھی تو وہاں زبان کی حیثیت کو نہیں بھولے'' صرف ونحو کے قواعد بھی بڑی جامعیت اور عمدگی سے بیان کیے گئے ہیں اور حیرت ہوتی ہے کہ اس بارے میں جن جن باتوں کا انھوں نے خیال کیا ہے، متاخرین کو بھی وہ نہیں سُوجھیں۔ حالانکہ ایسا عمدہ نمونہ موجود تھا۔ اس سے سید انشاء اللہ خان کے دماغ اور ذوقِ زبان کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ الفاظ کی فصاحت وغیر فصاحت وصحت وغیر صحت سے متعلّق (اوپر جو حوالہ ذکر ہوا) کتنی سچی رائے دی ہے۔ [مقدمۂ دریائے لطافت]

پروفیسر اقبال جاوید صاحب نے شمارہ ۱۵، صفحہ ۳۵۵ پر اپنے مضمون ''ظہورِ قدسی؛ پس منظر (اردو نعت کے آئینے میں)'' میں آپ ﷺ کو ''آیۂ کائنات کا معنئِ دیر یاب'' کہا ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ یہ اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' مشمولہ بالِ جبریل کا نعتیہ مصرع ہے۔

مولانا کوکب نورانی صاحب نے اس پر بھی بزعمِ خویش علمی اعتراض جڑا ہے۔ مولانا کو اگر عیب جوئی کرنا تھی تو اقبال پر کرتے، جانتے ہیں وہاں اعتراض کرنا مشکل، البتہ پروفیسر صاحب پہ غصہ نکالنا آسان ہے۔ اگر وہ اقبال کا مکمّل شعر دیکھ لیتے بلکہ سمجھ لیتے تو یقیناً ایسا سطحی اور مضحکہ خیز اعتراض چسپاں نہ کرتے۔ مکمّل شعر یوں ہے:

آیۂ کائنات کا معنئِ دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو

میں اس شعر کی شرح اقبال شناسوں کے سپرد کرتا ہوں، یقیناً اقبال فہمی کا بنیادی تقاضا بھی ہے کہ فکرِ اقبال کا ہر تہذیبی ڈسکورس کسی کج فہم کے ہاتھوں تضاد، تزلزل یا معنوی شکست وریخت کا شکار ہو تو اس کی توجیہ وتعلیل کا منظّم نظام برپا کر کے فکرِ اقبال کا درست اور حقیقی مفہوم بیان کیا جائے

اور اقبال کے معترضین کی آتشہ پائی کو ٹھنڈا کیا جائے۔

غالباً مولانا نے ''معنیِ دیریاب'' کے لغوی معنیٰ سے قطع نظر اس کا علامتی یا اقبالیاتی مفہوم نہیں سمجھا۔

رنگ و بو: صافیانہ اصطلاح میں ''رنگ'' ظہورِ حق کا کثیف اظہار اور ''بو'' ظہورِ حق کا لطیف اظہار اور؛

''معنیِ دیریاب'' سے مراد:

وہ معنیٰ جوام المعانی ہو

وہ معنیٰ جو ناسخ المعانی ہو

وہ معنیٰ جو سعی و کاوش کے بعد ظہور پائے

وہ معنیٰ جو حقیقی ہو

وہ معنیٰ جو معانی کی اصل اور جوہر ہو

وہ معنیٰ جو ظہورِ حق کا Definer بنے۔

شعر کا منطقی مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ سلسلہ انبیاء علیہم السّلام کی آخری کڑی ہیں۔ ''معنیِ دیریاب'' کی ترکیب سے ختمِ نبوت، افضلیت اور مقامِ رسالت تک بشری نارسائی کا مفہوم متبادر ہو رہا ہے۔ قافلہ ہائے رنگ و بو، یعنی عالمِ مادہ و روح (انسان و ملک/ مشاہدہ و عقل/نظر و روح) سید الانبیا ﷺ کی حقیقت کو تلاشنے کی حتمی کوششیں کر سکنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ آپ آیۂ کائنات کا وہ معنیٰ ہیں جو بہت دیر بعد عالمِ ظہور میں رونما ہوا۔

یہ شعر کا ایک ابتدائی مفہوم ہے، تفصیل میں اس لیے نہیں جاتا یہ کام اقبال فہموں کا ہے۔ میں نہ اقبال شناسی کا دعویٰ رکھتا ہوں نہ حیثیت، لیکن میں نے جب دیکھا کہ مولانا کے اس اعتراض پر نعت رنگ کے مابعد شماروں میں کسی طرح کا ردِعمل یا تفہیمی نوٹ نظر سے نہیں گزرا تو یہ قرض میں نے اپنے تئیں اتارنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے تو مولانا کا یہ سطحی اعتراض پڑھتے ہی معروف دانشور، صوفی اور اقبال شناس جناب احمد جاوید کا یہ جملہ ذہن میں گردش کرتا ہوا محسوس ہوا: ''رسول اللہ ﷺ کی مدح کی نیت کر کے اگر اس مصرعے (آیۂ کائنات کا معنیِ دیریاب تُو) کا ورد کر لیا جائے تو یوں لگے گا کہ جیسے ہم امتی ہونے کے بہترین حقوق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یا امتی ہونے کے لیے جس طرح کے عارفانہ احوال درکار ہیں وہ اس مصرعے سے فراہم ہو جاتے ہیں۔'' (لیکچر بعنوان ''ذوق وشوق'')

اللہ پاک سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا ترکیب ''معجزۂ فن'' پر بھی نالاں ہیں۔ اسی طرح شمارہ ۱۷ میں مولانا ملک الظفر سہسرامی نے بھی غیر نبی کے لیے اس کے استعمال پر اعتراض کیا ہے۔ میں مولانائے اول کی متابعت میں یہاں لغوی تشریحات نہیں جھاڑنا چاہتا، البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ اس کی قید انبیا ہی کے خوارقِ عادت افعال و اشارات سے کرنا لغت پر زیادتی ہے۔ تسلیم! کہ عام کتبِ مصطلح میں انبیا کے ''معجزات'' کا لفظ ان کے ان افعال سے مختص ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیّت سے انھیں دلیلِ نبوت کے ضمن میں عطا ہوتے ہیں۔ لیکن محض لغوی تناظر میں اس سے مراد ہر وہ امر ہے جو انسانی بساط سے بالاتر یا کم از کم نہایت مشکل ہو۔ جاننا چاہیے کہ لفظ کا عمومی اصطلاحی تناظر ہمیشہ لغوی اعتبار کی گنجائش بھی رکھتا ہے البتہ اس کا اصطلاحی پن لغویت پر غالب رہتا ہے۔ پس اسی تحت معجزۂ فن، معجزۂ نمو، معجزۂ چشم وغیرہ تراکیب اردو کے شعری و نثری ذخیرے میں تلاشنے سے عام مل جائیں گی۔ سرِ دست کلیاتِ اقبال سامنے ہے، اس سے کچھ مصرعے پیش کرتا ہوں جن میں ''معجزہ'' اور ''معجزات'' غیر نبی کے لیے برتے گئے ہیں:

آنی و فانی تمام معجزہ ہائے ہنر — تری نگاہ میں ہے معجزات کی دنیا
عشق کے ہیں معجزات سلطنت وفقر ودیں — ندرتِ فکر و عمل سے معجزاتِ زندگی
فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ — معجزۂ اہلِ فکر، فلسفۂ پیچ پیچ
معجزۂ اہلِ ذکر، موسیٰ و فرعون و طور — بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں

جومعجزہ پر بت کو بنا سکتا ہے رائی (مصرعِ اول کے مطابق: مردِ خدا کا معجزہ)
میؔر کا دیوانِ ششم سے ایک شعر دیکھیے:

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہے عشق کا
جو خستہ جاں پارہ جگر سو داغ دل پر کھائے وہ

ان اشعار ومصارع کو پیش کرنے کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ اردو کی ابتدا اور عروج دونوں زمانوں میں لفظِ ''معجزہ'' کا غیرِ نبی بلکہ غیرِ انسان کے لیے مجازاً استعمال نہ صرف درست وروا رہا بلکہ بعض رعایات کی بنیاد پر فصیح بھی ہے۔

مولانا کوکب نے اللہ کے لیے ''برپا فرمایا'' کو محلِ نظر گردانا ہے۔اسی طرح ایک جگہ معجزات کے لیے ''برپا ہونا'' بھی نادرست سمجھتے ہیں۔

اب اس کا کیا جواب دیا جائے! کم از کم لغت ہی دیکھ لی ہوتی۔لغت میں برپا کا معنیٰ (بطورِ فعلِ لازم/متعدی) پاؤں پر کھڑا ہونا/کرنا، قائم ہونا/کرنا، منعقد ہونا/کرنا، استادہ ہونا/کرنا۔

معروف انگلش سے اُردو لغت A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English by John Platts کے صفحہ ۳۰۸ پر ''برپا کرنا'' کے تحت لکھا ہے: bar-pa krna, v.t. To set on foot; to start, begin, produce, cause, occassion, raise, pitch, establish, to excite.

مندرجہ معانی کے علاوہ اس کا ایک معنیٰ خوش ہونا/کرنا بھی ہے۔نیّر کاکوروی نے محسؔن کا یہ مصرع درج کیا ہے:

محشر برپا ہے تو مجھے برپا کر

ایک معنیٰ سرسبز ہونا، پھلنا پھولنا بھی ہے۔اگرچہ حضرت مہذب لکھنوی نے اسے متروک لکھا ہے۔اس معنیٰ میں امیر اللہ تسلیؔم کا شعر ملاحظہ ہو:

آبرو نشوونما کی نہیں محشر میں نصیب
طفلِ اشک آنکھ سے گر کر کبھی برپا نہ ہوا

نصب ہونا کے معنیٰ میں یہ لفظ عام برتا جاتا ہے۔خیمہ برپا ہونا محاورۂ عام ہے۔انیسؔ کا مصرع ہے:

برپا کہاں ہو خیمۂ اقدس حضور کا

اگر لفظِ ''برپا'' سے متعلق مولانا کا گمان یہ ہے کہ یہ صرف ''فتنہ، فساد، قیامت'' وغیرہ کے ساتھ آتا ہے تو عرض ہے کہ پھر آپ اعلیٰ حضرت کے ترجمۂ قرآن میں ۸ جگہ [الانبیاء ۷۳، الحج ۳۵، الحج ۴۱، الحج ۷۸، النور ۳۷، النور ۵۶، النمل ۰۳، لقمان ۱۷] ''اقامتِ صلوٰۃ'' کا ترجمہ ''نماز برپا کرنا'' کس درجے میں شمار کریں گے؟

راجا رشید محمود کا ایک جملہ اور اس پر مولانا کی تنقید واصلاح خود اصلاح کی متقاضی ہے۔

راجا صاحب نے لکھا: ''ماں کو بیٹا زیادہ دیکھتا ہے لیکن کوئی اولاد ماں کا حلیہ بیان نہیں کرسکتی''

مولانا کی اصلاح نما تجویز: ''میرے نزدیک اس جملے میں ''کوئی اولاد'' کی بجائے ''کوئی بیٹا'' اور ''نہیں کرسکتی'' کی بجائے (بیٹے کے حوالے سے) ''نہیں کرتا'' لکھا جاتا تو بہتر ہے۔''

مولانا کی زبان دانی اور محاورہ شناسی کے قربان جائیے! اتنی سی بات ہے کہ ''کوئی اولاد'' عمومی تناظر کا بیانیہ ہے جس میں بیٹا اور بیٹی دونوں شامل سمجھے گئے ہیں۔ اور ''کرسکتی'' عدمِ استطاعت کا بیان ہے نہ کہ عدم فعل کا، اور ان دونوں کا فرق تو مولانا جانتے ہی ہوں گے۔ عدمِ استطاعت کی رو سے جملے کا مفہوم یہ ہوا کہ کوئی اولاد (بیٹا ہو یا بیٹی) چاہ کر بھی ماں کا مکمّل حلیہ بیان کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ عدمِ استطاعت میں فاعل کا عُذر اس کے ارادے پر غالب آجاتا ہے۔

سیّدی! شمارہ ۱۷ سامنے ہے۔ دو تین مضامین محض خانہ پُری کے ہیں۔ البتہ گوہر ملسیانی اور ڈاکٹر یحییٰ نشیط دونوں کے مقالات پورے شمارے کا خلاصہ ہیں۔ ریاض حسین چوہدری کے مضمون ''جدید اردو نعت کی نعت پذیری کا موسم'' اور پروفیسر فیروز شاہ کے مضمون ''نعت میں جدید طرزِ احساس'' میں اشعار کا انتخاب اس قدر عمدہ اور معیاری ہے کہ بہت سے شعر الگ سے لکھ لینے کے لیے نشان زد کردیے ہیں۔ اللہ پاک سے دونوں صاحبان کی لیے سلامتیِ صحت و عافیتِ ایمان کی دعا کرتا ہوں۔ پروفیسر شفقت رضوی ان دونوں مضامین پر تبصرہ کرتے ہوئے شمارہ ۱۸ کے خطوط سیکشن میں لکھتے ہیں: ''ان دونوں مضامین کو پڑھتے ہوئے احساس ہوا کہ ان میں الفاظ کی کثرت ہے۔ بیان میں رنگینی ہے، زبان میں لطف ہے، مفہوم میں کمی ہے اور خیال کی تکرار ہے۔''

میں نے شفقت صاحب کی یہ سطور پڑھی ہی تھیں کہ مجھے ییٹس (Yeats) کا وہ تبصرہ یاد آیا جو اس نے برجز (Bridges) کی ایک نظم کے بارے میں کہا تھا: ''خیالات معمولی، تجربہ ہلکا، الفاظ و پیکر ستے...... لیکن سارے کا سارا نہایت شاندار''

پروفیسر صاحب نے ان مضامین کے بعض (غیر متعیّن) اشعار کو موضوع سے باہر گردانا ہے۔ مگر میں اس سے متفق نہیں۔ میں دونوں مضامین کے تقریباً دو سو اشعار کے قریب کسی شعر کو بھی نعت کے دائرے میں زبردستی آتے ہوئے نہیں دیکھا۔

پروفیسر اکرم رضا کا مضمون ''نعت میں نعت'' میں شعرائے کرام کے تصورِ نعت پر مبنی اشعار کا حسین گلدستہ ہے۔ ہر ہر شعر وجدان و شعور میں حبّ مصطفیٰ ﷺ کی تازگی اور وفورِ جذبِ حضور کے ازدیاد کا باعث بنتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ البتہ بعض جید فارسی شعرا کے تصورِ نعت کے حامل اشعار سے یہ عمدہ انتخاب تہی دامن دیکھا تو بہت اضطراب محسوس ہوا۔

حاصلِ مطالعہ میں پروفیسر قیصر نجفی نے حسبِ معمول اہم اور اصلاحی نکات اٹھاتے ہوئے شعرا کے فکر و فن پر اجمالی گفتگو کی ہے۔ ایک جگہ ''پاؤں'' بروزنِ فعلن کے استعمال پر معترض ہیں۔ لکھتے ہیں کہ اسے بروزنِ فاع ہونا چاہیے۔ میرے خیال میں فعلن بھی درست ہے۔ مثلاً میر (دیوانِ اول) کا شعر ہے:

وہ سیر کا وادی کے مائل نہ ہوا ورنہ
آنکھوں کو غزالوں کی پاؤں تلے مل جاتا
بروزنِ: مفعولُ مفاعیلن مفعولُ مفاعیلن

خطوط میں حسبِ معمول مولانا کوکب نورانی کا خط لٹھ برداری کا واضح عکس نظر آیا۔ اب کوئی الفاظ کی ترتیب یا بعض جانے مانے القابات کو

معزز ہستیوں کے نام کے ساتھ ذکر نہ کرے تو بھی وہ مولانا کے قلم کی زَد پہ آجاتا ہے۔خَط طویل کرنے کا خوب ہنر ہے! مولانا قابلِ قدر انسان ہیں اوراپنے مسلک کی خوب ترجمانی کرتے ہیں لیکن نعت رنگ میں عبارات کی بُنت، جملوں کے توازن، القابات کے التزام اور مسلکی سطحِ شعور کی بابت محض رسمی باتیں ہر خط میں دہرانا وقت کا ضیاع تو ہے ہی، نعت رنگ کی مقصدی قدر و قیمت میں بھی رکاوٹ ہے۔

مولانا ملک الظفر سہسرامی نے لفظِ ''مشکور'' کی بابت پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے ایک خط کا ذکر کیا جو مولانا کے نام تھا۔ مولانا اس حوالے کے بعد لکھتے ہیں کہ مشکور کا اسمِ فاعل (شکرگزار) کے معنیٰ میں استعمال درست نہیں۔

سیّدی! مشکور کا جو استعمال عموماً ہو رہا ہے، یہ نیا نہیں بلکہ ایک صدی سے زائد ہو گیا اسے استعمال ہوتے ہوئے۔ اب اسے سراسر غلط کہنا قرینِ انصاف نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ احتیاط تو یہی ہے کہ اسے فاعل کے معنیٰ میں نہ برتا/بولا جائے البتہ جو ایسا کرے اسے منع بھی نہ کیا جائے۔ او ہاں یاد آیا! مولانا عبدالماجد دریابادی سے اس لفظ بارے استفسار ہوا۔ انھوں نے بذریعہ مکتوب جواب مرحمت فرمایا۔ خطوطِ ماجدی صفحہ ۱۷۹ سے دو خطوط کا متعلّقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

(1) مشکور بمعنیٰ ممنون اصلاً عربی قاعدے سے غلط ہے۔ لیکن اردو میں کثرت سے استعمال ہونے لگا ہے اور عوام ہی نہیں بعض خواص بھی یہی بولنے اور لکھنے لگے ہیں۔ اس لیے زیادہ سختی اب صحیح نہیں، خاص کر جب اس کا عطف ''ممنون'' کے ساتھ ہو۔
اصلاً صحیح لفظ ''شاکر یا متشکّر'' ہے۔ اور سلیس اردو میں ''شکرگزار''۔

(2) سوال کے جواب میں گزارش ہے کہ میرے محدود علم میں ''مشکور'' اس موقع پر عربی قاعدہ سے صحیح نہیں۔ لیکن اردو میں اس کثرت سے استعمال ہوا ہے کہ اب اسے غَلَط کہنا بھی آسان نہیں رہا۔ بہرحال خلافِ احتیاط ضرور ہے۔ میں اس موقع پر ''شکرگزار'' لاتا ہوں۔

اور اگر کوئی ''مشکور'' کا عطف ممنون کے ساتھ لے آئے، اب چونکہ غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔ اس لیے بھی گنجائش نکل سکتی ہے۔ لغت سے مقدم اہلِ زبان کا محاورہ ہے۔ ہاں! خوب یاد آیا ''شاکر'' اور ''شکرگزار'' کا متبادل ایک لفظ ''متشکّر'' بھی ہے۔

بعض لوگ اردو پر عربیت کا اثر ورسوخ بڑھانے کی خاطر کہہ دیتے ہیں کہ ''مشکور'' مفعول کا صیغہ ہے لہٰذا اسے ''شکرگزار'' کے معنیٰ میں بولنا درست نہیں۔ تو ایسے قابلِ قدر نابغوں سے گزارش ہے کہ لفظوں کی یہ تعمیر و تخریب اردو والوں ہی کو نہیں سوجھی بلکہ خود عربی میں کئی ایسے صیغے ہیں جو اصلاً فاعل ہیں لیکن مفعول کے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں اور کئی ایسے صیغے ہیں جو اصلاً مفعول ہیں لیکن فاعل کے معنیٰ میں برتے جاتے ہیں۔ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی لفظ کبھی فاعل کے لیے استعمال ہوتا ہے کبھی مفعول کے لیے۔

عربی میں فاعل بمعنیٰ مفعول کی کثیر تعداد ملتی ہے۔ مثلاً امام جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ فاعل بمعنیٰ مفعول کبھی نہیں آتا، مگر صرف درجِ ذیل اقوال میں:

دافق بمعنیٰ مدفوق (ٹپکا ہوا پانی)، ساف بمعنیٰ مسفوف (زیادہ پیا ہوا پانی)، راضی بمعنیٰ مرضی (پسندیدہ)، کاتم بمعنیٰ مکتوم (پوشیدہ راز)، لیل نائم بمعنیٰ لیل منوم (ایسی رات جس میں سویا جائے) [المزھر فی علوم اللغة و انواعھا۔ جلد دوم، صفحہ ۸۹]

امام ابومنصور ثعالبیؒ نے اپنی کتاب میں باقاعدہ ایک فصل کا نام رکھا ہے ''**فصل فی الشیء یاتی بلفظ المفعول مرة، و بلفظ الفاعل مرة، والمعنیٰ واحد**'' اور اس میں ''مکان عامر و معمور''، ''**آھل و ماھول**'' اور دیگر کئی مثالیں ذکر کی ہیں۔ [فقہ اللغۃ و اسرار العربی۔ صفحہ ۴۲۱]

امام رازیؒ سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر ۴۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: ''**قالَ الاخفَشُ: المَستُورُ ھھُنا بِمَعنی السّاتِرِ، فَانَّ الفاعِلَ**

قَد یَجِیءُ بِلَفظِ المَفعُولِ کَما یُقالُ: انَّکَ لَمَشئُوم عَلَینا ومَیمُو ن وانَّما هو شائِم ویامِن لانَّهُ مِن قَولِهِم شَأَمَهم ویَمَّنَهم''

[التفسیر الکبیر؛ امام فخر الدین رازیؒ تفسیر سورہ بنی اسرائیل، آیت ۴۵]

عربی حوالہ جات دینے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ لوگ جنھیں عربی قواعد کو اردو پر لاگو کرنے پر بہت اصرار ہے، انھیں معلوم ہو جائے کہ یہ اطلاقات عربی میں بھی ہوتے ہیں۔ مفعول کو فاعل کے معنیٰ میں اور فاعل کو مفعول کے معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض مرتبہ مخصوص معنوی اور تشکیلی پس منظر بھی کارفرما ہوتا ہے۔ بہرحال! عربی پسندوں کی یہ ضد اب سرد پڑ جانی چاہیے۔ اور انھیں یہ مان لینا چاہیے کہ اردو میں مشکور کو شاکر کا معنیٰ دینے میں کوئی ایسی قیامت نہیں۔

خیر یہ بحث ویسے ہی ضمناً آ گئی۔ میرا مقصد صرف یہی ہے کہ غلط العام ایک مقام پر آ کر فصیح کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ اسے سمجھنا چاہیے اور عربیت کے زعم میں اردو پر بیجا اعتراضات سے احتراز برتنا چاہیے۔ مولانا ملک الظفر سہسرامی نے البتہ دیگر مقامات پر درست تصحیحات کی ہیں۔ ان سے متفق ہوں۔

شمارہ نمبر 19 سامنے ہے۔ دو تحقیقی مضامین نے گویا پورے شمارے کو جواز فراہم کیا۔ ایک ڈاکٹر خورشید رضوی کی دریافت ''قصیدہ شمسیہ'' اور دوسرا پروفیسر اکرم رضا کا مضمون ''فروغ نعت میں نعتیہ صحافت کا کردار''۔

قصیدہ شمسیہ بلاشبہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق و تدوین کا شاندار مرقع ہے۔ میں نے مکمل قصیدہ پڑھا اور ساتھ ساتھ ڈاکٹر صاحب کے تدوینی نوٹس بھی دیکھتا رہا۔ بلاشبہ یہ تجربہ میرے لیے نیا نہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کا یہ رُخ میرے لیے البتہ نیا ہے۔ ضرورت ہے کہ عربی تذکروں کی ضخیم کتب سے ایسی ہی کئی نایاب و نادر دریافتوں کا عمل جاری رہنا چاہیے۔ اس سلسلے میں خط کے آخر میں کچھ تجاویز پیش کروں گا۔

پروفیسر صاحب کا مضمون بہت عمدہ ہے۔ کئی اہم چیزوں کی طرف رہنمائی ملی۔ البتہ غزلیہ صحافت میں بھی نعت کے آثار و اثرات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ اس ضمن میں میرے خیال میں ''نعت کے غزل پر اثرات'' پر بھی ایک جامع تجزیاتی کام ہونا چاہیے۔ مثلاً وہ شعرا جو شروع میں نعت نگار رہے جبکہ بعد ازاں غزل کی طرف آئے تو ان کی غزلیہ شاعری میں ان کی نعتیہ فکر و تربیت کا زائچہ دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح تقابلی مطالعے بھی ہوں اور تواردات نعت در اشعارِ غزل پر بھی جامع کام ہونا چاہیے۔ پروفیسر اکرم رضا نے اپنے مضمون ''غیر مسلم نعت گو شعرا کا قبولیتِ اسلام سے گریز'' میں حقائق و احوال کا نفسیاتی جائزہ پیش کر کے بہت سوں کا اس بارے اشکال دور کر دیا ہے۔

ایک مضمون ''ماہنامہ کیلاش کا نعت نمبر'' محض اشعار سے پُر ہے۔ اشعار کے انتخاب کی فنی، تاریخی اور ادبی قدر و قیمت کا تعین اور مجموعی تجزیاتی مطالعہ بھی پیش کیا جاتا تو تشنگی کا موجودہ احساس ختم ہو جاتا۔

علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی نعتیہ شاعری بلاشبہ حیرت ناک انکشاف ہے۔ ان کی عربی دانی کی Quiddity کا یہ عالم ہے کہ شاعر کی عجمیت کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ عربی عروض کی توسیعات، بالخصوص عروض و ضرب میں کارآمد رعایات کو استعمال کر کے خالص عربی ماحول کی پروردگیِ فن کا احساس بھی اجاگر ہوتا ہے۔

پروفیسر اکرم رضا کا ''تبصرہ اعلیٰ حضرت نمبر'' نہایت جامع اور فروغِ تبصرہ نگاری کی ایک روشن مثال ہے۔ اس نمبر کی ایک خصوصیت ۱۵۰ صفحات پر مشتمل مولانا کوکب کا کتاب نما مقالہ، جس میں ادبی، لسانی، مسلکی، سماجی اور تنازعاتی مباحث کی رنگارنگی ہے۔ ان سب کے باوجود اعلیٰ حضرت کی ادبی قد و قامت اور روایتی سبک کی پاسداری پر قابلِ قدر مواد اس مضمون میں نہیں ملا۔ پھر بھی اس قدر عمدہ اور دلائل و براہین سے مسلکِ

امام کی ارجحیت وفوقیت ثابت کرنا مولانا کا کمالِ علمی ہے۔اس کی داد بہرطور دینا ہمارا مسلکی فرض ہے!

پروفیسر اکرم کا تبصرہ تشنہ محسوس ہوا۔ چونکہ میں فی الوقت ''اعلیٰ حضرت نمبر'' سے محروم ہوں،اس لیے میں اس تشنگی کی نوعیت اور جہات پر رائے دینے سے قاصر ہوں لیکن احساسِ تشنگی صاف موجود ہے۔

حاصلِ مطالعہ کے زیرِعنوان قمر رعینی نے ایک جگہ ''بارش برسنا'' پر اعتراض کیا ہے کہ لفظِ ''بارش'' کے اندر ''برسنا'' بھی موجود ہے اس لیے یوں کہنا کہ ''بارش برستی ہے'' درست نہیں، ''بارش ہوتی ہے'' درست ہے۔

اس بابت اولاً تو میں متفق ہوں کہ لغۃً اصول یونہی ہے جیسا قمر رعینی نے لکھا۔البتہ بعض دیگر مثالوں کو بنیاد بنا پر اسے جائز قرار دیتا ہوں مثلاً ہم کہتے ہیں کہ سورج چمکتا ہے۔حالانکہ سورج ہے ہی ایک چمکدار مادہ۔

اسی شمارے کی مدحتوں میں مرزا عزیز فیضانی کی نعت بہت عمدہ ہے۔خاص کر ہر شعر کا دوسرا مصرع۔ یہ طرزِ سخن اپنانا چاہیے۔اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مصرعِ اول کے بارے میں ایک سے زائد مضامین سوجھتے ہیں اور معنیٰ آفرینی کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

مہر وجدانی کی نعت میں ردیف کا حصہ ''تھی'' کو تمام جگہ ''تہی'' کتابت کیا گیا ہے۔ظاہر ہے ہائے ہوز کو عروضی تناظر میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ ہائے مخلوط شمار نہیں ہوتی۔اس نعت میں ہائے ہوز کی شعوری کتابت نے ہر مصرع غیر موزوں کر دیا ہے۔املا کی درستی سب سے اہم اور توجہ کے لائق ہے۔نثر میں چونکہ وزن کا مسئلہ نہیں ہوتا اس لیے اس کی نسبت منظوم کلام میں پروف ریڈنگ کا اہتمام زیادہ کرنا چاہیے اور اس کے لیے لسانیات کے ماہرین کی خدمات حاصل کی جانی چاہئیں۔منظوم تخلیقات میں رموز واوقاف بالکل نہیں لگانے چاہئیں کیوں کہ ایسا کرنے سے ماتن کی طرف سے شعوری طور پر معنیٰ آفرینی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ رموز واوقاف کی بابت فاروقی مرحوم نے بھی ایک مرتبہ آپ کو خط میں لکھ کر خاصی ناراضی کا اظہار کیا تھا۔

حصۂ خطوط میں احمد صغیر صدیقی نے ''ان شاء اللہ'' کی بجائے ''انشاء اللہ'' کو زیادہ بہتر سمجھا ہے۔حالانکہ درست اور اولیٰ اول الذکر ہی ہے۔املا سے متعلّق تمام مسائل ومباحث، بہ استثنائے چند، میں رشید حسن خان کو مستند اور درست سمجھتا ہوں اور انھیں کو Follow کرتا ہوں۔

جناب! اب میرے سامنے شمارہ ۲۳ ہے۔ابتدائیہ ہی میں ایک جملہ جو دراصل ڈاکٹر طلحہ رضوی کا مقتبسہ ہے، پڑھ کر وجدانگیزی میں مبتلا ہو گیا ہوں کہ ''اردو کو دیگر زبانوں کے درمیان یہ اعزاز وافتخار حاصل ہے کہ یہ اپنی پیدائش ہی سے مومنہ وکلمہ گو رہی ہے''۔

مہمان مدیر نے درست لکھا کہ نعت رنگ کو محض کتابی سلسلہ کہنے کی بجائے اسے ایک تحریک کے تناظر میں دیکھنا ہوگا۔ان شاء اللہ نعت رنگ مستقبل کا ایک عالمی ادارہ ہوگا۔

پروفیسر محمد ظفر اقبال کا مضمون ''اسوۂ حسنہ؛ اردو نعت کے آئینے میں'' خاصا تشنہ رہا۔تمام مضمون میں محض اشعار کی جمع آوری ہے۔نہ امکانات کا جائزہ پیش کیا اور نہ اسوۂ حسنہ کے تحت موضوعات کی درجہ بندی کی۔ پھر بھی بہت سے اچھے نعتیہ اشعار اس مضمون کی وساطت سے نظر نواز ہوئے۔ پروفیسر صاحب کے مضامین عموماً جامع اور تحقیقی ہوتے ہیں۔اس مضمون میں مزید اضافہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ ضروری بھی ہے۔اور آئندہ لکھنے کے لیے اس موضوع کے ضمن میں بہت سے نئے امکانات اجاگر ہوتے ہیں جن پر نعت رنگ کے مستقل لکھاری حضرات کو غور کرنا چاہیے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی نے ''صحابہ کرام کی نعتیہ شاعری اور ہم'' میں جتنا لکھا وہ دراصل عنوان کے استحقاق سے بہت کم لکھا۔ جو لکھا وہ تمہید نما ہے۔اس موضوع پر بہت کچھ لکھنا رہتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ایک مضمون گزرا۔ بہت اچھا لکھا۔لیکن میرا خیال ہے کہ کسی بھی دور یا تہذیب کی نعتیہ فکر کا جائزہ صرف مثالیں پیش کر کے بند نہ کر دیا جائے بلکہ اس کی تعیینِ قدر کا اہتمام بھی کرنا چاہیے۔کسی بھی شاعر کی فکری میراث کے مطالعے کا پہلا ہدف دریافت اور دوسرا مقصد تعیینِ قدر رہتا ہے۔اس ضمن میں ضروری ہے کہ صحابہ کرام کے نعتیہ افکار کی جامع دستاویز مرتب کی جائے اور ان کی تعیینِ قدر (فنی اعتبار سے نہ کہ متکلّم کے اعتبار سے) کا اہتمام بھی خوب فکری وعلمی بنیادوں پر کیا جائے۔

اس شمارے میں ڈاکٹر محمد حسین مشاہد رضوی نے ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی کتاب ''اردو میں حمد ومناجات'' میں چند حمدوں کی عدم شمولیت پر غصے اور ناراضی کے اظہار پر پورے پندرہ صفحات صرف کیے۔اس کا بہترین اظہار یہ بھی ممکن تھا کہ وہ تعلیق یا اضافہ کے عنوان سے اپنے مطلوبہ شعرا کا حمدیہ کلام پیش کر کے کتاب کی آئندہ اشاعت میں ان کی شمولیت کی استدعا پیش کر سکتے تھے۔لیکن محض معمولی سی بات پر غصہ اور ناراضی کا اظہار کسی طور بھی قابلِ تحسین نہیں ہے۔مسلکی خاندان کے حوالے سے بعض مذہبی ذہن رکھنے والے افراد بہت جذباتیت کا شکار ہو جاتے ہیں۔تحمّل اور سنجیدگی سے کام لینا چاہیے۔

''نعت شناسی'' سیکشن کا پہلا مندرجہ مضمون دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ جب لکھنے والا ڈاکٹر ریاض مجید ہو اور جس پر لکھا جا رہا ہے وہ سید ابوالخیر کشفی ہو تو پھر صرف تین صفحات پر سبھی باتیں دہرانا کہاں کی دیانت ہے! مرحوم کشفی کی نعتیہ فکر پر تفصیلی تجزیے کا تقاضا تھا۔

مہؔر وجدانی کے منظوم تراجم نے ترجمانی کا خوب حق ادا کیا۔البتہ بعض مصرعوں کا ترجمہ تحریف میں بدلتا ہوا محسوس ہوا۔

حصۂ خطوط میں ڈاکٹر اشفاق انجم نے احمد صغیر صدیقی کے اس حمدیہ شعر پر تین اعتراضات چسپاں کیے:

پتھروں کو بھی نمی دیتا ہے
ساری توفیق وہی دیتا ہے

''شعر میں ''بھی'' حشوِ قبیح ہے۔بھی کے معنیٰ ہیں ''نیز''۔''علاوہ'' اس لیے پتھر کے ساتھ کسی اور نمناک شے کا ذکر ضروری تھا۔اس کے علاوہ ''نمی'' کی بجائے ''نمو'' کا محل تھا۔اور ایک توفیق کے لیے ''ساری'' کا استعمال بھی غلط ہے۔یہاں ''ایسی'' یا ''اس کی'' کہنا تھا''۔

ڈاکٹر صاحب کے تینوں اعتراضات نہ صرف سطحی ہیں بلکہ جمالیاتی حسّ تفہیم کے لیے بھی نا قابلِ قبول ہیں۔

پہلے اعتراض کی بابت عرض ہے کہ ''بھی'' کا استعمال کبھی امکانِ حال کے لیے بھی آتا ہے تب اس کا یہی معنیٰ راجح ہوتا ہے۔مثلاً میؔر کا یہ شعر:

کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بیخبر!
میں بھی کبھو کسو کا سرِ پرِ غرور تھا (دیوانِ اول)

دوسرا اعتراض رعایتِ لفظی نہ سمجھنے کے باعث پیدا ہوا۔پتھر کی سختی کے مقابل نمی کا ذکر نہایت برمحل ہے. یہاں ڈاکٹر صاحب کا مجوزہ لفظ ''نمو'' خود قابلِ اعتراض ہے کہ پتھر میں بھی کبھی نمو کا عمل ہوا ہے؟ ہاں پتھر میں نمی ضرور پیدا ہو سکتی ہے اور ہوئی ہے۔

تیسرا اعتراض بھی اصولِ بلاغت کے خلاف ہے۔''ساری'' برائے احصا بالکل جائز وروا ہے۔یعنی بمعنیٰ ''اول تا آخر''۔مومؔن کا شعر دیکھیں:

عمر تو ساری کٹی عشقِ بتاں میں مومؔن
آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہوں گے!

احمد صغیر صدیقی کے ایک اور شعر پر ڈاکٹر صاحب نے اعتراض کیا۔شعر یہ ہے:

بے زبانی کو جو دیتا ہے وہ نطق
نغمہ و نغمہ گری دیتا ہے

ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں: ''یہاں ''جو'' کی بجائے ''جب'' کی ضرورت ہے۔ ہاں اگر شعر میں۔ ''وہ'' نہ ہوتا تو ''جو'' درست ہوتا''۔
میں سمجھتا ہوں کہ شعر میں ''جو'' ہی فصیح ہے۔ اور اس کا استعمال ''جب'' کے معنیٰ میں بھی درست ہے جیسا کہ مصحفی کا یہ شعر ہے:

صبا جو گئی باغ سے دامن افشاں
کیا ٹکڑے ہر گل نے اپنے گریباں

مصحفی کا ایک دوسرا شعر ہے:

اس کو دکھلاؤں جو رخسار ترا موتی سا
دے لگا باغِ ارم کو ابھی شداد آتش

قائم چاند پوری کا شعر ہے:

اب کے جو یہاں سے جائیں گے ہم
پھر تجھ کو نہ منہ دکھائیں گے ہم

ریاض احمد نیازی کے اس شعر پر بھی ڈاکٹر صاحب کا اعتراض سطحی ہے:

میری بینائیاں عرش سے جا ملیں
دیدہ ور آئنہ دیکھتے رہ گئے

لکھتے ہیں: ''شعر کی بے معنویت سے الگ ''میری'' کے ساتھ ''بینائیاں'' کا استعمال غلط ہے۔ صرف ''بینائی'' استعمال ہوتا ہے''۔
جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ بینائی صرف چشم ظاہر کا خاصہ یا عمل نہیں بلکہ قلب کا حال بھی ہے اور ذہن کے ادراک کو بھی کہتے ہیں۔ اس لیے یہاں جمع کا صیغہ بجا ہے۔ بینائی کی اس کثیر المعنویت کی دلیل خود شعر میں ''عرش سے جا ملیں'' سے متبادر ہوتی ہے۔ ظاہری آنکھ کبھی عرش تک گئی ہے؟ مبصر صاحب! خود سوچیں!

اسی خط میں ڈاکٹر صاحب نے مظہر صدیقی کے ایک شعر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: ''کوئی اپنی منشا سے تنزل نہیں چاہتا''۔
میں کہتا ہوں کہ کسی کا تنزّل کے اسباب کا شعوری طور پر اختیار کرنا ہی تو تنزل چاہنا ہے۔
ریاض حسین چوہدری کی نعت کے اس شعر پر اعتراض دیکھیں:

درِ حضور سجا طشت روشنی کا ہے
چراغ بانٹنا منصب مرے نبی کا ہے

انھوں نے لکھا: ''طشت روشنی کا ہے تو روشنی، نور بانٹا جائے گا یا چراغ؟''
سراسر سطحی اعتراض ہے۔ اصل میں طشت میں چراغ ہی رکھے ہوئے ہیں۔ چراغ بانٹنا بمعنیٰ روشنی بانٹنا کیسے موردِ اعتراض ہوا؟ عجب ہے!!
ماجد خلیل کے اس شعر پر اعتراض سطحی کجا، سرے سے ہی غلط اور شعر نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ ماجد خلیل کا شعر ہے:

تمثیلاً دیکھ خلد دوزخ
تفصیلاً ہمیں بتانے والا

''شاید ماجد صاحب معراجِ روحانی کے قائل ہیں جبکہ صحیح احادیث موجود ہیں کہ حضور ﷺ کو جسمانی معراج ہوئی تھی''۔

اب ذرا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شعر میں کہاں سے یہ سمجھا گیا کہ حضور اکرم ﷺ کو روحانی معراج ہوئی۔ شاید تمثیلاً سے دھوکا ہوا۔ تمثیلاً کہہ کر شاعر نے یہ سمجھانا چاہا کہ حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ بھی شبِ معراج میں جنت و دوزخ اور ثواب و عذاب دیکھا، وہ برائے تمثیل حضور ﷺ کو دکھایا گیا۔ یہ مسلمہ عقیدہ ہے اور کتبِ عقیدہ بھی واضح لکھا ہوا۔

سیّدی! نعت رنگ کا شمارہ ۲۴ پیش نظر ہے۔ شروع ہی میں احمد جاوید کی نثری حمد نے جذبۂ جمال کو انگیخت دی اور جمالیاتی حس میں ایک مسرت کا اظہار بخشا۔

ڈاکٹر شہزاد احمد کا مقالہ ''پاکستان میں نعتیہ صحافت۔ایک جائزہ'' بہت عمدہ اور تحقیق سے لبریز ہے۔ البتہ کچھ تشنگی اس حوالے سے محسوس ہوئی کہ دنیا کے سب سے پہلے نعتیہ ماہنامے ''نوائے نعت'' کے مندرجات کے حوالے سے کوئی تفصیل نہیں ذکر کی گئی۔ صرف مختلف شماروں کے سائز اور سرورق ہی لفظوں میں عکس بند کیے گئے ہیں حالانکہ بقول ڈاکٹر موصوف اس ماہنامے کے کچھ شمارے ان کے پاس موجود بھی تھے۔ باقی بہت سا مواد اس ماہنامے کے مدیر ادیب حسین رائے پوری نے دریا برد کر دیا تھا۔

مضامین کے بعد فکر و فن اور حاصلِ مطالعہ سے بس گزر گیا۔ خطوط پڑھنے لگا تو پہلے خط ہی نے جکڑ لیا۔ کچھ سال قبل نصیر ترابی کا شمار میرے پسندیدہ شاعروں میں تھا، بعد ازاں وہ جگہ احمد مشتاق نے لے لی۔ بہر حال! خط کی یہ دو سطریں میں نے متعدد بار پڑھیں اور جذبۂ تشکّر اور محبّت افزائی سے خوب خوب حظ یابی کی: ''نعت رنگ کی تہذیب دیکھ کر احساس ہوا کہ تمھارا عشق لمحوں کے چاک پر پوری صدی تخلیق کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ یعنی تمھاری تشنگی لمحۂ حال کی سیرابی سے چشمۂ فردا تک رسائی چاہتی ہے۔ تم کو تشنگی مبارک ہو۔''

اسی طرح یہ دو تین جملے تو بلاشبہ روح کی سیرابی اور جذبے کے حضور سے بہرہ یاب کر رہے ہیں: ''عالم آرائی کا منصب وجود کو عشق کی شہادتِ فوقیہ کے حوالے سے حاصل ہے۔ عشق کی نیت مستعار نہیں ہوتی۔ یہ نیت حضویت کے وجدانی ارادے سے ظہور کرتی ہے اور پھر عشق رفتہ رفتہ وہ استغراق ہو جاتا ہے جو فراق سے ہر آن ایک وفاق کا تقاضائی رہتا ہے۔''

تنویر پھول نے اعلیٰ حضرت کے اس شعر:

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے
سکتہ میں پڑی ہے عقل، چکر میں گماں آیا

اس میں تنویر صاحب نے ''سکتہ میں پڑی'' اور ''سکتے میں پڑی'' دونوں کو درست قرار دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ حضرتِ جوش ملیح آبادی کے اصولِ امالہ کی رُو سے اگر ''سکتے میں'' درست کہیں تو بایں صورت امام صاحب کے اس شعر میں ''طیبے'' کہنا پڑے گا:

طیبہ کے سوا سب باغ پامالِ فنا ہوں گے
دیکھو گے چمن والو! جب عہدِ خزاں ہوگا

تنویر صاحب کا یہ استدلال نہایت کمزور اور گرامر سے عدمِ واقفیت کا زائیدہ ہے۔ موصوف کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ''سکتہ'' کا صلہ جب ''میں''،

کا،کو، سے'' میں سے کوئی ہو تو تب ''سکتے'' ہی بولا/لکھا جائے گا۔ جیسے: سکتے میں، سکتے سے، سکتے کا وغیرہ۔ اور جب صلہ نہ ہو تو وہاں ''سکتہ'' ہی درست سمجھا جائے گا۔ جیسے: سکتہ پڑنا، سکتہ آنا، سکتہ واقع ہونا وغیرہ

راقم کے نزدیک اردو محاورے کے مطابق ''سکتے میں'' ہونا چاہیے کہ میؔر کے اس شعر (دیوانِ دوم) میں اردو کا محاورہ ''لحظے'' برتا گیا ہے:

ایک لحظے ہی میں بل سارے نکل جاتے میؔر
پیچ اس زلف کے دینے تھے دکھا سنبل کو

پھول صاحب کا یہ کہنا کہ اللہ کا نام ''ستّار'' نہ قرآن میں ہے نہ صحاح ستہ میں، پھر نجانے لوگ کیوں ''عبدالستار'' نام رکھتے ہیں!

جواب اس کا یہ ہے کہ بعینہٖ ''الستّار'' قرآن یا صحاح میں نہ بھی آئے تو کیا صحیح مسلم کی اس حدیث:

''............ وَمَن سَتَرَ مُسلِمًا سَتَرَہُ اللّٰہُ یَومَ القِیَامَۃِ''

کی رُو سے اللہ کا اسمِ صفت ''ساتر یا ستّار'' کیوں کر وجود میں نہیں آ سکتا؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ''سَتَرَ'' کا فعل صحاح ستہ میں بیسیوں مقامات پر آیا ہے۔ کیا اتنے مقامات کی فی الواقع موجودگی پھول صاحب کے لیے ناکافی بلکہ معدوم ہے؟

ڈاکٹر عزیز احسن نے بعنوان ''دریاب۔ایک مطالعہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے سبکِ ہندی کی وضاحت تو کی ہے لیکن مہمل! سبکِ اقبال کیا ہے؟ محض طرزِ اقبال کو سبکِ اقبال کہنا سبک شناسی نہیں۔ ''سبک'' ایک اصطلاح ہے۔ اسے اسی اصطلاح کے طور پر سمجھنا/برتنا چاہیے کیوں کہ ''سبک'' کے مقتضیاتِ معنیٰ کا تناظر ''طرز'' کے مقتضیاتِ معنیٰ کے تناظر سے یکسر مختلف ہے۔ اور یہ بات ڈاکٹر صاحب مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

حاصلِ مطالعہ سیکشن میں ڈاکٹر موصوف نے اس مصرع:

رگِ گلو سے جو اقرب ہے، وہ خیال ہے تُو

پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ

''اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ کے قریب ہے، صرف اس کا خیال نہیں۔''

غالباً ڈاکٹر صاحب نے لفظِ ''خیال'' کو وہم و گمان کے معنیٰ میں لیا ہے۔ جبکہ یہی لفظ اس مصرع میں کلیدی ہے، اسے تصوف کی ایک اصطلاح کے طور سمجھنا چاہیے۔ تصوف کی اصطلاح میں ''خیال'' اس محلّ اعتقاد کو کہتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کا ظہورِ کامل ہو۔ اور ظاہر ہے کہ قربِ مزید کامل ظہور پر دلالت کرتا ہے۔ بایں معنیٰ مصرع بے عیب ہوا۔

ڈاکٹر صاحب نے اس مصرع: تمھارے پاس تو صادق کا ہے لقب موجود پر اعتراض کیا کہ ''صادق کوئی مادی شے نہیں جو فی الواقع موجود ہو'' موجود کے دو معنیٰ ہیں:

(الف) متحقق ہونا (ب) فی الخارج وجود کا پایا جانا، یعنی جس کا وجود خیالی نہ ہو

شعر میں پہلا معنیٰ سمجھیں تو اعتراض کو دھواں ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

''ڈاکٹر عزیز احسن۔ایک مصاحبہ'' میں میزبان کے پاس سوالات سطحی ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے ان کے جوابات جامع اور مدلل دیئے ہیں۔ ایسے مذاکرے یا مصاحبے منعقد کیے جائیں تو ماہرین سے باہمی مشاورت سے سوالات کی ترتیب اور نوعیت پہلے سے طے کر لینا چاہیے۔ بصورتِ دیگر مذاکرہ و مصاحبہ کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

حضورِ والا! معاف رکھیے گا۔مکتوب طویل ہوتا جا رہا ہے۔البتہ شمارہ ۲۶ تا ۳۰ پر ایک طائرانہ تبصرہ کر کے آخر میں کچھ تجاویز اور موضوعات پیش کروں گا۔

میرے سامنے شمارہ ۲۶ ہے جو اپنی فنی و تکنیکی جہت سے منضبط ہے۔

کاشف عرفان کا مقالہ منفرد موضوع کے گرد حصار بند ہے۔ چونکہ ''تصورِ وقت اور اردو غزل'' کے موضوع پر چند مگر معیاری مضامین بلکہ ڈاکٹریٹ لیول کے مقالے موجود ہیں لیکن نعت میں اس کی کارفرمائی کی گونج ابھی ہی سنائی دی ہے۔ڈاکٹر کاشف کے اس مضمون میں حوالہ نمبر ۴۰ میں اصل ماخذ کی بجائے مولانا طارق جمیل صاحب کے ایک کلپ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔اگر چہ یہاں کوئی اقداری نقصان نہیں ہوا لیکن انتساب کی صداقت کا لحاظ رکھنا ایک تخلیق کار اور تجزیہ کار کا اخلاقی اور نصابی فرض ہے۔

احمد جاوید (لاہور) کا یہ فقرہ دیر تک ایک جذب اور لطف کی کیفیت طاری کیے رہا۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی قلبی امنگ بھی پیدا ہوتے محسوس کی: ''اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی ایسا لقب بتادو کہ جس میں اس کی تمام صفاتِ جمیلہ و جلیلہ شامل ہو جائیں، اللہ کی شان میں ایسا ایک Phrase (فقرہ) بنادو تو میں کم از کم کہوں گا وہ Phrases ہے ''الہِ محمد''۔

اسی شمارے میں اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں صنائع بدائع کو موضوع بنایا گیا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر اتنا لکھا جا چکا ہے کہ اسے ضرورت سے زیادہ کہنا زیادتی نہیں۔امام صاحب کا اصل کارنامہ صنائع بدائع نہیں بلکہ وہ ہے جو احمد جاوید صاحب نے آپ کی مرتبہ کتاب ''کلامِ رضا؛ فکری و فنی مطالعہ'' میں اپنے مضمون کے تحت لکھا۔اس موضوع پر سر کردہ مضامین میں صابر سنبھلی کا مضمون تحقیق و تجزیہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے۔شمس بریلوی کا مقالہ البتہ توجہ اور محنت کا غماز ہے۔

''نعت اور تنقیدی شعور'' (مذاکرہ) بہت عمدہ نشست رہی۔اس سے بہت سے عمدہ موضوعات کے سوتے پھوٹے۔مثلاً:

بھگتی تحریک کے نعتیہ شاعری پر اثرات کا جائزہ (ڈاکٹر عزیز احسن کو اس موضوع پر تفصیل سے لکھنا چاہیے)

نعت کے عمرانی تصورات:

حالؔی کی مسدس کا فکری تسلسل؛ سعدؔی کے حوالے سے

مسدسِ حالؔی میں سر سید کے اثرات کا فکری و اسلوبیاتی جائزہ

بلاشبہ مذاکرہ مفید سلسلہ ہے۔نعت شناس احباب کو چاہیے کہ اس سلسلہ کو نجی سطح پر خوب فروغ دیں۔

ڈاکٹر اشفاق انجم زیرک اور نکتہ سنج آدمی ہیں۔فنی باریکیوں کو خوب جانتے ہیں لیکن بعض دفعہ ان کا اعتراض خود ان کا استہزا بن جاتا ہے۔ مثلاً ''اپنی بات'' میں آپ کے ذکر کردہ دو اشعار، پہلا ذوقؔ اور دوسرا طارقؔ کا، پر جو اعتراضات کیے ہیں، خود قابلِ اعتراض ہیں۔

ذوقؔ کا مصرع: یہ نصیب اللہ اکبر، لوٹنے کی جائے ہے

لکھتے ہیں: ''اس میں شکستِ ناروا کا عیب ہے جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہے۔''لوٹنے'' کی تقطیع کی جائے تو ''ٹ'' متحرک (بالفتح) ہو جاتا ہے'' خدا جانے کہاں شکستِ ناروا ہوا! خدا سمجھے ''ٹ'' اگر متحرک ہوئی تو اس کا شعر کی بحر پر کیا منفی اثر پڑا! خدا کو معلوم کہ شکستِ ناروا (اگر ہے تو اس) سے کہاں ذم کا پہلو نکلا؟ ڈاکٹر صاحب کی اس بصارت و بصیرت پہ سر دھنتا ہوں۔

ڈاکٹر موصوف نے اس شعر پر بھی گرفت کی ہے:

جو تجلّی منور مرے دل میں تھی
وہ پسِ مرگ شمعِ لحد ہو گئی

لکھتے ہیں: ''شعر سے یہ بھی نہیں کُھلتا کہ ''شمعِ لحد'' قبر کے اوپر روشن ہوئی یا اندر؟''

میں کہتا ہوں یہ ڈاکٹر صاحب کی نظر کا دھوکا ہے۔ ''شمعِ لحد'' ایک مکمّل اور بامعنیٰ ترکیب ہے۔ اسے سنتے/ پڑھتے ہوئے سارا منظر آنکھوں کے سامنے کھلے بالوں واضح ہو جاتا ہے کہ ایک اندھیری جگہ تھی، جہاں شمع جلائی تو وہاں روشنی ہوگئی۔ ظاہر ہے اندھیرا کسی چیز کے اندر تو ہوسکتا ہے باہر نہیں۔ جب باہر اندھیرے کا تصور نہیں تو پھر باہر شمع جلانا کس مقصد کی تکمیل ہوگا؟ نیز لغوی اعتبار سے لحد اور قبر میں فرق دیکھ لیا جائے تو یہ اعتراض ریت کی ڈھیری ثابت ہو جائے گا۔ ڈاکٹر موصوف اس شعر:

کفش بردارِ نبی میں ہوں اے شائق مشہور
رتبہ شاہوں سے بھی ہے افضل و برتر اپنا

کے تحت لکھتے ہیں:

''کیا شاعر کے پاس کفشِ نبی ہے؟ اس کے علاوہ ''میں'' اور ''اپنا'' میں شترگربہ ہے''

پہلے اعتراض کا جواب: بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کبھی کبھی بیانِ حال سے امکانِ حال مراد لیا جاتا ہے۔ اس قاعدے کے مطابق مصرع درست ہے۔

دوسرا اعتراض نجانے کس بنا پر ہوا؟ یہ ضرور ہے کہ ''اپنا'' کا محل نہیں، لیکن مصرع میں ''میں'' اور ''اپنا'' میں شترگربہ ثابت کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔ ڈاکٹر صاحب اس شعر:

اورنگِ سلیماں کے لیے رشک کا باعث
اے سیدِ کونین! ترے در کی چٹائی

پہ حیرت زدہ ہیں کہ: ''اورنگِ سلیماں کوئی جاندار شے نہیں ہے کہ اس میں رشک وحسد کا جذبہ کارفرما ہو''

دیکھیے! کیا مضحکہ خیز اعتراض وارد ہوا! بھئی! شاعری یہی تو ہے۔ استعارہ ومجاز شاعری کے جمالیاتی اظہار کے فنی آلات ہیں، انھیں بروئے کار لاتے ہوئے بیجان وجاندار شے کی تمیز نہیں کی جاتی۔ اردو شاعری ایسی تراکیب سے بھری پڑی ہے: چشمِ فلک، بازوئے فلک وغیرہ

ڈاکٹر موصوف نے استفسار کیا کہ قرآن کو مکمّل کتاب ہونے کے باوجود ''سیپارہ'' کیوں کہا جاتا ہے؟

شمارہ ۲۷ میں اس کا جواب دیا جاچکا ہے۔ میں اس پر اتنا اضافہ کروں گا کہ قرآن کا اجزا میں منقسم ہونا علما کرام ابوداوٗد کی اس حدیث سے بھی ثابت کرتے ہیں: عَن ابنِ الهَادِ، قَالَ: سَأَلَنِي نَافِعُ بنُ جُبَيرِ بنِ مُطعِمٍ فَقَالَ لِي: فِي كَم تَقرَأ القُرآنَ؟ فَقُلتُ: مَا أُحَزِّبُهُ، فَقَالَ لِي نَافِع: لَا تَقُل مَا أُحَزِّبُهُ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، اَلَرَاتُ جُزءًا مِنَ القُرآنِ۔

ترجمہ: ''ابن الہاد کہتے ہیں کہ مجھ سے نافع بن جبیر بن مطعم نے پوچھا: تم کتنے دنوں میں قرآن پڑھتے ہو؟ تو میں نے کہا: میں اس کے حصے نہیں کرتا۔ یہ سن کر مجھ سے نافع نے کہا: ایسا نہ کہو کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے قرآن کا ایک حصہ پڑھا۔''

اس حدیث پر علمائے جرح وتعدیل کا فیصلہ ''صحیح'' کا ہے۔ ابوداوٗد کو اس حدیث کی تخریج میں تفرد حاصل ہے۔

ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنے مضمون میں نعتیہ مجموعوں/کلیات/ دواوین کے دیباچوں، مقدموں وغیرہ میں تنقیدی افکار کو موضوع بنا کر ایک جامع اور فکر انگیز مقالہ سپردِ قرطاس کیا ہے۔ اس حوالے سے میری تجویز ہے کہ نعت ریسرچ سینٹر کے ذاتی کتب خانے میں موجود کئی ہزار نعتیہ مجموعوں وغیرہ کے تمام مقدموں اور دیباچوں سے ایک جامع دستاویز مرتب کی جائے اور یہ کام بڑے پیمانے پر متعدد جلدی کتاب میں سمیٹا جائے۔ بظاہر یہ مشکل کام ہے لیکن آسانی یہ ہے کہ کتب ایک جگہ تمام مل سکتی ہیں۔ میں اگر فارغ ہوتا تو میں سب سے پہلے یہی کام کرتا۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے شمارہ ۲۴ میں برسبیلِ نعت کے عنوان سے جاری سلسلے میں لفظِ ''اللّٰہ'' کے عروضی وزن پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اس کا درست وزن ''مفعول'' ہے اسے ''فعلن'' یا ''فاع'' کے وزن پر پڑھنا درست نہیں۔

یہ اعتراض اپنی جگہ Valid ہے کہ یہ لفظ ہمارے تقدیسی ڈسکورس کا سب سے بڑا اور متبرک نام ہے، لہٰذا اس کا تلفّظ بھی درست ہونا چاہیے. بجا کہا۔ لیکن ان کا یہ کہنا زبردستی ہے کہ اچھے اور بڑے شعرا بروزنِ ''مفعول'' ہی التزام سے باندھتے ہیں۔ اس بابت میں سمجھتا ہوں کہ مستند اور نامور شعرانے اسے کبھی بروزنِ ''فعلن'' اور کبھی بروزنِ ''فاع'' باندھا ہے۔ زیادہ مثالیں لکھنے کی بجائے صرف چار مثالیں ذکر کرتا ہوں۔

قدسی کا شعر ہے:

من بیدل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بوالعجبی

اعلیٰ حضرت کا شعر ہے:

مشک سا زلفِ شہ و نور فشاں روئے حضور
اللہ اللہ حلَبِ جیب و تتارِ دامن

سودا کا شعر ہے:

تو بلاشک ہے احمدِ بے میم
لی مع اللہ میں ہر زماں ہے مقیم

مؤمن کا شعر دیکھیں:

اللہ رے گمرہی، بت و بت خانہ چھوڑ کر
مؤمن چلا ہے کعبے ہے اس پارسا کے ساتھ

امیر مینائی کا شعر ہے:

اللہ رے رعب، کچھ نہ ابوجہل کی چلی
کافر کے ہاتھ پاؤں گئے مشک وار پھول

تنویر پھول صاحب کا شکر گزار ہوں کہ ان کے توسط سے پروفیسر ڈاکٹر خورشید خاور امروہوی کا بیان کردہ اس مصرعے کا صحیح مفہوم سمجھ پایا ہوں: خطائے بزرگاں گرفتن خطاست۔

جنابِ مکرم! پیشِ نظر شمارہ ۲۷ ہے۔ ''ابتدائیہ'' میں موضوعات کی فہرست دیکھی، بہت منضبط اور اہم ترین موضوعات ہیں۔ غالبًا یہ فہرست پرانی ہے، کیوں کہ اس میں مندرج بہت سے موضوعات پر جزوی کام ہو چکا ہے۔ فہرست میں ایک موضوع ''دیباچوں میں تنقیدی افکار کا تنقیدی جائزہ'' کے ضمن میں اہم دیباچہ نگار ادبا حضرات کے نام بھی لیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ''ڈاکٹر ریاض مجید کی دیباچہ نگاری''، ''ڈاکٹر عزیز احسن کی دیباچہ نگاری''، ''ڈاکٹر خورشید رضوی کی دیباچہ نگاری'' وغیرہ۔

ڈاکٹر سراج احمد قادری نے قلمی جہاد کرتے ہوئے ڈاکٹر حبیب الرحمان رحیمی اور پروفیسر عبداللہ شاہین کے مہلک نظریات کا خوب جائزہ لیا

اوران کا ناطقہ بند کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ بلا شبہ ایسے اساسی نظریات، کہ نعت کی تنقید میں جن کے ثمرات مضر ہوں، ان کی روک تھام اسی علمی اور معتدل طرزِ استدلال سے ہونا چاہیے تھی۔ مضمون نگار کے لیے سلامتیِ ایمان اور سعادتِ سرمدی کی دعا کرتا ہوں۔

داغؔ کے کلام میں حمد ونعت کا سراغ لگانے والے ڈاکٹر داؤد رہبر نے ایک جملہ لکھا: ''لاکھوں صوفی ایسے ہوگزرے ہیں کہ انھوں نے لا الٰہ الا اللہ بھی کہا اور لاموجود الا اللہ بھی۔ ان سے کوئی پوچھے کہ کیا اس دوسرے کلمہ میں انبیا کرام سے انکار نہیں؟'' (صفحہ ۲۳۲)

حیرت ہے کہ ڈاکٹر داؤد نے ''موجود'' کا معنیٰ عام لغات سے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ سمجھنا چاہیے کہ وجود کی دو قسمیں ہیں: وجودِ حقیقی: صرف خداے تعالیٰ کی ذات ہی وجودِ حقیقی ہے۔ ''وجود'' ذات پر زائد نہیں بلکہ عینِ ذات ہے۔ وجودِ موہوم: یعنی مخلوق

حق تعالیٰ موجود ہے اور عالم موہوم (سوفسطائیہ کے نزدیک عالم اعتبارِ محض ہے۔ لیکن ہماری مراد عالمِ موہوم سے ذہنی اختراع نہیں بلکہ یقینی ہے جس پہ عذاب وثواب مترتب ہوتا ہے)۔ لہٰذا موجودِ وہمی وجودِ خارجی کو محدود نہیں کرسکتا۔ واجب اور ممکن کی مثال نقطہ موجودہ اور دائرہ موہومہ کی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ دائرہ موہومہ نقطۂ موجودہ کی تحدید نہیں کرسکتا۔

دراصل ڈاکٹر صاحب نے مہمل سوال کیا ہے۔ بالکل یہی سوال تقریباً ڈیڑھ صدی قبل غالبؔ نے کیا تھا:

جب کہ تجھ بن نہیں کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے؟

صفتِ وجود میں موجود کا ظرف اگر عالمِ امکان ہو تو یہ توحید کو مانع ہے۔ کیوں کہ محض امکان دائرۂ موہومہ کو ثابت کرتا ہے۔ نیز حق تعالیٰ کا وجود ظرف ومحل کی قید سے منزّہ ہے۔ مندرجہ بالا شعر غالبؔ میں موجود کو ظرفیت کے پیمانوں میں نہیں ماپا جائے گا بلکہ وجودِ مطلق پہ محمول کیا جائے گا۔ کیوں کہ وجودِ مطلق قائم بالغیر نہیں، اور عالمِ امکان نہ صرف قائم بالغیر ہے بلکہ وجودِ حقیقی کی نمود۔ اور یہ نمودِ ظلّ کی قبیل سے نہیں بلکہ ماسواے واجب الوجود، تمام موجودات اس کی صفات کا اجتماع ہیں۔ اور صفات موصوف (ذاتِ باری تعالیٰ) سے جدا نہیں اور یہی نظریۂ وحدت الوجود ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ''موجود'' کہنا انبیا کے وجود سے انکار قطعاً نہیں ہے۔

سلیم شہزاد کا مضمون ''کلامِ محسنؔ کاکوروی؛ ایک تنقیدی مطالعہ'' شعری وشرعی دونوں اعتبار سے متوازن تجزیے کی مثال ہے۔

تنویر پھول کا مضمون ''نعت میں ادبِ اطفال'' بہت شاندار اور محنت سے لکھا گیا ہے۔ نعتوں کا انتخاب جس سلاست وندرت اور اثر انگیزی کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے، بلا شبہ تمام منتخب کلام اس پر صادق آتا ہے۔ بچے با آسانی اکثر نعتیں زبانی یاد کر سکتے ہیں۔

بایں ہمہ اس مضمون کے سلسلے میں مجھے ایک الجھن درپیش ہے۔ ''ادبِ اطفال'' کسے کہتے ہیں؟ کیا ہر آسان کلام ادبِ اطفال کے ذیل میں رکھا جاسکتا ہے؟ کیا شعوری طور پر بچوں کا ادب تخلیق کرنے کے کچھ فنی، فکری، اسلوبیاتی اور موضوعاتی تناظرات ہیں؟ پھول صاحب کا یہ مقالہ ان سوالات کے جوابات فراہم نہیں کرتا۔ تمہید کے طور پر پہلے ان مقدمات کو حل کرنا ضروری تھا۔ ہنوز اس مضمون کو ''منتخب آسان نعتیں'' تو کہہ سکتے ہیں، ''نعت میں ادبِ اطفال'' سے موسوم نہیں کر سکتے ہیں۔ ذرا دیکھیے کیا یہ شعر کسی بھی طور پر ادبِ اطفال میں شمار کیا جاسکتا ہے؟:

کس نے بخشا عصرِ حاضر کے تقاضوں کو شعور
کس کی تعلیمات ہیں تازہ بہ تازہ، نو بہ نو

نیز امان خان دلؔ کی منتخب نعت کا مقطع کسی بھی صورت شریعت کی تنقید سے محفوظ نہیں ہوسکتا:

شبِ معراج ہے سند، اے دل!
کیا خدا آپ پر فدا نہ ہوا؟

فدا ہونا کے دو معانی ہیں:

(الف) قربان ہونا۔ اپنی ہستی مٹا کر اپنے محبوب کی ذات میں گم ہو جانا (ب) عاشق ہونا

پہلا معنیٰ قطعاً جائز نہیں اور کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔ جبکہ دوسرا معنیٰ تخصیص کو مستلزم ہے۔ کیا خدا صرف معراج کی رات ہی حضور اکرم ﷺ پر عاشق ہوا یعنی آپ ﷺ کو تبھی محبوبیت کے درجے پر فائز کیا؟

مضمون نگار نے یہ مقطع اپنے انتخاب میں شامل کر کے بچوں کی ابتدا ہی سے جس نہج پر عقیدہ سازی کی سعی کی ہے، وہ یقیناً نامشکور ہے۔ اس کے ثمرات کیا ہو سکتے ہیں! ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے۔

ناصر عباس نیّر کا مضمون بیحد شاندار ہے۔ ان سے دیگر موضوعات پر بھی لکھوانا چاہیے۔ جدید تنقیدی تھیوری اور روایت کے تعلّق پر ان کی تحریروں کا جواب نہیں۔

مذاکرہ نہایت معلومات افزا ثابت ہوا جس میں نئی تنقیدی جہات پر روشنی ڈالی گئی۔ نعت رنگ نے مذاکرہ کی روایت کا احیا کر کے تعمیری اور فکری سطح پر خدمتِ نعت کا ایک نادر اور پرتاثیر موقع حاصل کیا ہے۔ مبالغے کے جواز و عدمِ جواز پر خاصا متناسب زاویۂ نظر پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر تقی عابدی کی گفتگو اس حوالے سے زیادہ پائیدار اور مکمّل ہے۔

''ڈاکٹر سحر انصاری سے انٹرویو'' ایک کامیاب مصاحبہ ہے۔ سوالات جتنے معیاری و عمدہ، جوابات اتنے دلکش و طُرفہ!

سلسلہ خطوط میں ڈاکٹر اشفاق انجم نے جن اشعار سے متعلّق کہا کہ ان کا نعت سے سرے سے تعلّق نہیں، بجا کہا ہے۔ کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ نعتیہ Phrase میں اعلانیہ مسلکی اختلافات کا پرچار کرنا مثلاً: او نجدیو! نجدی جل رہے رہیں، وہابیوں کی خیر نہیں، نجدیوں کو زوال آنا چاہیے... وغیرہ وغیرہ کسی طور بھی مستحسن نہیں ہے۔

نعت دراصل سید الکونین ﷺ کی توصیف کا نام ہے۔ مسلکی سطح سے بالاتر ہو کر فقط عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو بنیاد بنا کر ادراک و اظہار کی منزلیں طے کی جائیں تو یہ میرے خیال میں نعت اسی کو کہتے ہیں۔ میں نے اس ضمن میں ایک نجی تنقیدی مجلس میں بھی عرض کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت کی وہ تمام شاعری جو نجدیوں، وہابیوں اور دیو بندیوں وغیرہ پر لعن طعن پر مشتمل ہے، اسے کم از کم نعت نہ کہا جائے بلکہ اسے الگ صنف ''ہجو'' سے بالاستحقاق موسوم کر کے شائع کیا اور پڑھا جائے۔ شعر جذبے کو نئی اٹھان دیتا ہے۔ امام صاحب کے اندھے عقیدت مند اور فتنہ پرور جہلا نے ان کے ایسی ہی ہجویات پر مبنی اشعار کو بنا کر نعت جیسے تقدیسی ادب کو لعن طعن کا موضوع بنایا ہے۔ ایسے طرزِ عمل کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، چہ جائیکہ علما بھی ان کی ہمنوائی میں اتر آتے ہیں!

نعت کے لیے بیسیوں ایسے موضوعات ہیں جو ابھی اب تک نعت نویسوں کی نظر سے اوجھل ہیں، ان پر لکھنا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ کی خانگی معاشرت، عسکری حوالہ، نجی حیات، فقہی بصیرت، عقلی و منطقی استدلالات، تعلّق مع الاصحاب...... اور بالخصوص جوامع الکلم، یہ سب چیزیں ابھی تک شعری حوالے سے تشنۂ تخلیق ہیں۔ عجب ہے کہ ہمارے نعت نگاروں کو نجدیوں اور وہابیوں کے زوال کا انتظار تو ہے، اصل موضوعات پر لکھنا انھیں نصیب نہیں۔ الا ماشاء اللہ! کم از کم میں اپنی سطح پر ایسے مذموم مسلکی تنازعات کو نعت کا موضوع بنانے کی حوصلہ شکنی کرتا ہوں۔

ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب نے فراغؔ کے ایک شعر کو (صفحہ ۴۹۸) کفر و شرک تک پہنچتا ہوا محسوس کیا، میں نے متعدد بار شعر کی مختلف جہات

سے قرات کی، مجھے اس میں توحید کی آفاقیت کے علاوہ کچھ ایسا قابلِ اعتراض خیال/فکر نہیں ملا۔ کفر وشرک کے التزام کے حوالے سے احتیاط برتنا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب کے بیشتر اعتراضات محض خانہ پُری ہیں۔

مجموعی طور پر ڈاکٹر موصوف نے مضامین پر خوب تبصرہ کیا ہے۔ خاص کر معراجی مبالغوں پر جو گرفت کی، اس کی فی الوقت بہت ضرورت تھی۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مضمون ''حدائقِ بخشش کے صنائع بدائع'' کا جائزہ بھی اہم ہے۔ اس مضمون کی فنی حیثیت پر میں رائے دے چکا ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک ترکیب ''روحِ رواں'' پر اعتراض کرتے ہوئے چار ضمنی خط کھینچے ہیں:

الف) ''رُوحِ رواں'' کی بجائے ''روح وروان'' ہونا چاہیے

ب) جانوروں میں صرف جان ہوتی ہے، روح نہیں۔ اسی لیے وہ جانور کہلاتے ہیں

ج) روح انسان میں ہوتی ہے، اسی لیے یہ مکلّف ہے

د) روح ایک مقام پر متعیّن ہے، رواں نہیں ہے۔ یعنی سارے جسم میں بہہ نہیں رہی۔

سیّدی! میں سمجھتا ہوں کہ ''روحِ رواں'' میں ''رواں'' کا معنیٰ زندہ مراد ہے۔ یعنی زندہ روح، فعال کردار وغیرہ۔ نوراللغات میں یہ ترکیب اسی طرح ہے۔ فسانہ آزاد نثر کی مستند اور پرانی کتاب ہے، اس میں بھی ایک جگہ ''روحِ رواں'' ترکیب موجود ہے۔

جان اور روح کا فرق ڈاکٹر صاحب کا اپنا وضع کیا ہوا ہے۔ کوئی لغت یا محاورہ اس کی تائید نہیں کرتا۔

انسان کے مکلّف ہونے کی وجہ ''روح'' کا قرار دینا جہالت ہے۔ مکلّف ہونے کی وجہ عقل اور دانش ہے جس کی بنیاد پر درست اور نادرست کی تمیز کرنا ممکن ہوتا ہے۔ روح بلاشبہ بہہ نہیں رہی لیکن اس کا کوئی ایک مقام متعیّن بھی نہیں ہے۔

اس شعر پر بھی دو اعتراضات کیے ہیں:

زمانہ تو یہاں سے ہے وہاں تک
محمد ہیں مکاں سے لامکاں تک

لکھتے ہیں: ''زمانہ تو خود ''اللہ'' ہے (والعصر) جو ساری کائنات کو محیط ہے۔ پھر یہ ''مکان ولامکاں'' اور ''یہاں سے وہاں تک'' کیا ہے؟''

جواب اس کا یہی ہے کہ ''زمانہ'' کی دو جہتیں ہیں:

الف) مخلوق کی طرف، بایں صورت زمانہ/ دہر ظرفِ زماں ہے۔

ب) خالق کی طرف، بایں معنیٰ زمانہ خالق کی تخلیق ہے اور کسی خیر یا شر کا فی نفسہٖ کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ حدیث میں جو زمانے کو ''اللہ'' کہا گیا ہے، وہ خاص پس منظر میں کہا گیا ہے۔ دیکھیے صحیح مسلم کی حدیث ہے: **قَالَ اَبُو هُرَيرَةَ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسُبُّ ابنُ آدَمَ الدَّهرَ وَاَنَا الدَّهرُ بِيَدِىَ اللَّيلُ وَالنَّهَارُ.**

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابنِ آدم زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں زمانہ ہوں۔ دن اور رات میرے قبضہ میں ہیں۔''

حدیث کے مطابق زمانے کو ''انا الدھر'' کہنا اس معنیٰ میں ہے کہ اولادِ آدم زمانے کو تقدیر کا کاتب سمجھ کر اسے گالی دیتی ہے۔ حالانکہ کاتبِ تقدیر تو اللہ ہے۔ لہٰذا یہ زمانے کو مخاطب کر کے اللہ پہ انگشت کشائی کرتے ہیں۔ اس لیے فرمایا کہ: میں زمانہ ہوں اس معنیٰ میں کہ دن اور رات میرے

قبضہ اختیار میں ہیں۔ انھیں گالی دینا میرے فیصلوں کی شکایت ہے۔

دراصل زمانے کو گالی دینا مشرکین اور کفار کا شیوہ تھا۔ قرآن میں سورہ الجاثیہ کی آیت ۲۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالُوا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنیَا نَمُوتُ وَنَحیَا وَمَا یهلِکُنَا اِلَّا الدَّهرُ وَمَا لَهم بِذٰلِکَ مِن عِلمٍ اِن هم اِلَّا یَظُنُّونَ

ترجمہ: ''اور کہتے ہیں کہ ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ (یہیں) مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں تو زمانہ مار دیتا ہے۔ اور ان کو اس کا کچھ علم نہیں۔ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔''

اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوا کہ ''زمانہ'' اللہ کی ایک مخلوق ہے اور اسے برا کہنا دراصل خالق کی قدرت ومشیّت پہ حرف زنی کرنے کے مترادف ہے اور یہی معنیٰ ہے ''اناالدھر'' کا۔

یہ تو ہوا اصل قضیہ! ڈاکٹر صاحب کا اعتراض ان دلائل کے باوجود کمزور ہے۔ کیوں کہ ''دہر/ زماں/ زمانہ'' عربی وفارسی وارد وتینوں زبانوں میں متفق علیہ معنیٰ پر دلالت کرتا ہے۔ زمانہ کا مطلب ''اللہ'' نہیں ہے۔ بلکہ زمانہ کو پیدا کرنے والا اور کارخانہ قدرت کا مالک ''اللہ'' ہے۔ یہ وہ باریکی ہے جسے ڈاکٹر صاحب نہ سمجھ پائے اور اعتراض جڑ دیا۔

زمانہ عرفِ عام میں دنیا کو کہتے ہیں۔ وہ دنیا جو شروع ہو چکی ہے اور قیامت پہ مختتم ہو جائے گی۔

اب دیکھیں شعر کا مفہوم صاف ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ''غروبِ تیرہ شبی'' کو بھی خط کشید کرتے ہوئے لکھا ہے: ''نہ شب غروب ہوتی ہے نہ تیرگی، غروب تو آفتاب ہوتا ہے''

جواب: غروب یہاں لغوی معنیٰ چھپ جانا، روپوش ہو جانا، پلٹ جانا کے معنیٰ میں ہے۔ اب ترکیب بے عیب رہی۔

شمارہ ۲۸ سامنے ہے: ''ابتدائیہ'' تنقید وتحقیق کے آداب پر مشتمل ہے۔ اختلافِ رائے کی گنجائش ہی تنقید کے در وا کرتی ہے۔ آپ کی تجاویز قابلِ غور ہی نہیں قابلِ عمل بھی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کا مضمون ''اردو کی سب سے پہلی نعت اور اس کا تخلیق کار'' تحقیقی لوازمات سے بھرپور ہے۔ چونکہ تحقیق میرا میدان نہیں اس لیے میں اس مضمون پر تحقیقی حوالوں سے کچھ عرض کرنا نہ مناسب سمجھتا ہوں نہ اہل ہوں۔ البتہ مضمون مکمّل پڑھ کر ایک سرشاری اور اطمینان کی سی کیفیت ضرور طاری ہوئی ہے گویا کسی گمشدہ چیز کو پالیا ہو۔

مبین مرزا کو شروع شروع ''شب خون'' میں پڑھا تھا۔ تبھی متاثر ہو گیا تھا۔ اس شمارے میں ان کا مضمون ''اقبال۔ حرفِ نعت اور تشکیلِ افکار'' بلاشبہ اہم مضامین میں سے ایک ہے۔ مضمون نگار سے اختلاف کی گنجائش بہت کم بچتی ہے۔ اثر آفرینی اور تجزیاتی نظر کا مظاہرہ ان کے سبھی مضامین اور افسانوں میں ملتا ہے۔

سلیم شہزاد زیرک آدمی ہیں مگر ان کا مضمون ''نعتیہ شعری لفظیات کے تکنیکی زاویے'' پڑھ کر مایوسی ہوئی۔ میری رائے میں لفظیات کا ذاتی تناظر کسی صنف سے خاص نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہی لفظ بیک وقت تقدیسی ادب کا حصہ بھی بن سکتا ہے اور ہجو کا سرکردہ رکن بھی! بہر حال میں اس موضوع پر زیادہ نہیں لکھتا، فاروقی مرحوم نے شمارہ ۲۹ میں اپنے خط میں اس مضمون پر نپا تلا تبصرہ کر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد کسی نئے تبصرے کی ضرورت نہیں رہی۔

ڈاکٹر عزیز احسن کا مضمون ''نعت اور آئینہ حسی عصریت'' فقط عنوان کی تازگی ہے، باقی مواد، زبان اور کثیر اشعار ان کی سابقہ تحاریر میں بھی مل جاتے ہیں۔ باوجود اس کے مضمون تکرارِ محض نہیں لیکن بالکل نیا کہنا بھی روا نہیں ہے۔

ڈاکٹر اشفاق انجم نے ''نعت— غلطی ہائے مضمون'' نہایت عمدہ لکھا ہے۔ یہ سلسلہ جنباں رہنا چاہیے۔

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی کا مقالہ ''اردو حمد و نعت اور برصغیر کی فلمی صنعت'' بہت لاجواب ہے۔ البتہ اس موضوع پر بہت سا مواد اس مضمون میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔

''ایوانِ نعت'' سیکشن میں منظر عارفی کی غالب کی زمین میں نعت بہت طُرفہ ہے۔ ایک مصرع میں لفظ ''انہی'' برتا گیا ہے۔ عرض ہے کہ ''انہی'' غلط اور ''انھی'' درست املا ہے۔

حامد یزدانی کی تضمین نگاری پر جناب صدیق عثمان نور محمد نے اچھا لکھا ہے۔ یزدانی کی بعض تضمینات محض قافیہ بندی ہیں، اصل شعر سے تسلسل آمیز اور فکری وحدت کا کوئی تعلق نہیں بنتا۔ تضمین کی کامیاب شکل کا انحصار اصل و زائد کے درمیان فکر و آہنگ کی ہمرنگی کے ساتھ ساتھ اسلوب و ہیئت کی یکسانی پہ ہوتا ہے۔ ایک اچھا تضمین نگار اس نکتے سے بخوبی آگاہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے مکمّل اور بامعنی شعر سے قبل دو، تین یا چار مصرعے لگا کر اسی تکمیل یافتہ فکری وحدت میں پیوندکاری کر رہا ہے تو اسے اس کا جواز بھی بخوبی پیدا کرنا ہوگا۔ بعض تضمینیں اصل کی شرح ہوتی ہیں، میں اسے اچھی تضمین کی مثال نہیں سمجھتا۔ تضمین کی ندرت اور تخلیقیت یہی ہے کہ اصل میں نئے گوشے تلاش کر کے سابقہ لگانے کی ہنرمندی کو بروئے کار لایا جائے۔ تا کہ جس شعر میں اصلاً استفہام ہے، تضمین بھی استفہام ہی ہو، جواب نہ بنے۔ اسی طرح جس شعر میں ابہام یا ایہام ہے، تضمین میں بھی وہ برقرار رہے اور اصل میں مزید حیرت، استعجاب اور انکشاف کی کیفیت بھر دے۔ حامد یزدانی کی تضمینِ سلامِ رضا تضمین نگاری کے بہت سے بنیادی اصولوں کی پاسداری سے تہی دامن ہے۔ تبصرہ نگار نے ایک جگہ لکھا کہ: ''سید حامد نے شعر میں تضمین سے ایک دعا کا اضافہ کر دیا۔''

میں سمجھتا ہوں کہ تضمین مضمون پر زیادتی / اضافے کا نام نہیں۔ تضمین تسلسل اور نئے پہلو کی دریافت کا نام ہے۔ سو اسی اصول پر تضمینی نگارشات کا مطالعہ و تجزیہ کرتا ہوں۔

ڈاکٹر یحییٰ نشیط کا خط اپنے ضمن میں ایک مقالہ ہے۔ اللہ پاک ڈاکٹر صاحب کو سلامت رکھے۔

ڈاکٹر عزیز احسن نے خط میں آرتھر اڈنگن کے خطبے سے جو ماورائی اور خیالی نتائج آشکار کرنے کی کوشش کی ہے، سراسر زبردستی اور عقل باختگی نہیں تو کیا ہے! اول تو سائنسی مفروضات کی فی الواقع کوئی حیثیت نہیں جب تک وہ حقائق سے اپنا تعلّق نہ استوار کر لیں۔ دوم یہ ضرور ہے کہ سائنس پہلے تھیوری وضع کرتی ہے اور پھر اس پر مخصوص منہاج کے مطابق تحقیقی ماحول پیدا کرتی ہے لیکن مذہبی اور تقدیسی ادب میں ایسے بے بنیاد انکشافات کو بنیاد بنا کر ماورائی تعبیرات پیدا کرنا یقیناً دانش مندی نہیں ہے۔

شمارہ ۲۹ نظر نواز ہے: ''ابتدائیہ'' میں آپ نے درست فرمایا کہ اب ''نقد الانتقاد'' کا وقت آ گیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عزیز احسن کا کام نہایت مستحسن ہے۔ خطوط میں بھی اس سلسلے کی جنبانی قابلِ قدر رہے۔ ڈاکٹر اشفاق انجم، حافظ عبدالغفار، تنویر پھول وغیرہ کے بہت سے اصلاحی اور انتقادی نکات کی ادبی قدر و قیمت متعیّن کرنے کی جامع کوشش کی ضرورت ہے۔ ''ابتدائیہ'' میں یہ خوش خبری بھی قلب کی تسکین کا باعث بنی کہ احمد جاوید صاحب نے آئندہ بھی اپنے لیکچرز/ مضامین نعت رنگ کو بھیجنے کی یقین دہانی کروائی ہے۔

مضامین میں ''مغرب کا نعتیہ بصری ادب'' پورے شمارے کا ''شاہ بَیت'' ہے۔

''مولانا جامی کا سلام'' اتنا عمدہ مقالہ ہے کہ متعدد مرتبہ نہ صرف پڑھا بلکہ اس کی عکس بندی کر کے PDF بنا کر موبائل میں محفوظ بھی کر دیا۔ بلاشبہ یہ مضمون روح کی سیرابی اور قلب کی غذا بن سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ایک اقتباس نقل کرتا ہوں اس کا آخری جملہ جان نکالتا ہے:

''محبّت محض طبعی جذبات کا ڈھیر اور اس کا بے مہار اظہار نہیں ہے۔ یہ اس قلب کی متاع ہے جو عقل کی بھی کفالت کرتا ہے اور اس کی خلقی نارسائی کو بھی مطلوب کے حضور سے بدل دیتا ہے۔ اس لیے جس کا حال بڑا ہے اس کا خیال بھی بڑا ہوتا ہے۔ یعنی محبّت قلب اور ذہن دونوں کا مشترکہ حال ہے اور سچا عاشق محبوب کا عارف بھی ہوتا ہے اور مطیع بھی۔ محبوب کا عرفان جذبات میں ابتذال اور پستی نہیں پیدا ہونے دیتا۔ اس کی اطاعت اس پر نثار ہو جانے کے لائق بناتی ہے۔ ہمارے عشق کے موجودہ مظاہر بلحاظِ اکثریت جھوٹے دعووں کی پرشور تکرار سے زیادہ کیا رہ گئے ہیں؟ یہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور عشق محبوب کا تعارُف بننے کی ذمہ داری ہے۔''

شمس الرحمان فاروقی کا خط پڑھ رہا تھا تو یاد آیا کہ آپ سے ایک مرتبہ ٹیلی فون رابطے پر میں نے کہا تھا کہ پروفیسر حبیب اللہ چشتی نے اقبال کے نعتیہ افکار کے حوالے سے باقاعدہ کتاب لکھی ہے۔ پہلا ایڈیشن ختم ہو چکا ہے، اس لیے مجھے بسیار تلاش کے بعد وہ نہیں مل سکی ورنہ وعدہ کے مطابق آپ کو ضرور بھیجتا۔ نعت ریسرچ سینٹر کی ذاتی لائبریری میں اس کتاب کا ہونا ضروری ہے اور آپ کی مرتبہ کتاب ''اقبال کی نعت؛ فکری و اسلوبیاتی مطالعہ'' کے اگلے ایڈیشن میں پروفیسر صاحب کے کام کی صراحت کی جانی چاہیے۔

ڈاکٹر ریاض مجید کی الہامی اصطلاح ''نعتیات'' پسند آئی۔ اسے رواج ملنا چاہیے۔ ڈاکٹر کاشف عرفان کا خط بھی ان کے مقالوں کی طرح علمی و فکری ہے۔ ان سے حرف حرف سے متفق ہوں۔ ان کی نعتیہ شاعری اگر چہ اتنی پختہ نہیں لیکن ان کی تنقیدی بصیرت عصری اور جدید تنقیدی لب و لہجے کی حامل ہے۔ انھیں نعت رنگ میں مسلسل لکھتے رہنا چاہیے۔ آپ کا مضمون ''اردو حمد کی شعری روایت'' سے بیش بہا معلوماتی خزانہ ہاتھ آیا۔

ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری کا مقالہ ''فارسی کا نمائندہ شاعرِ نعت؛ جامیؔ'' فکری و فنی جائزے کے علاوہ تقابلی طرزِ تجزیہ اور معنوی انفراد کا حسین توافق ہے۔ تحقیقی و تاریخی استناد کے حوالے سے اگلے شمارے میں اس پر عارف نوشاہی نے اچھا تبصرہ کیا ہے۔

فارسی شعرا کے فکر و فن کا تجزیاتی و تقابلی مطالعہ نعت رنگ کے ایک مستقل گوشے کی شکل میں ہونا چاہیے۔ مثلاً انوریؔ کی نعت، خاقانیؔ کی نعتِ سنائیؔ، عطاؔ، رومیؔ وغیرہم کی نعت گوئی کا مطالعہ۔ اسی طرح صوفیا کے مواعظ میں نعتیہ عناصر، مثلاً قوت القلوب میں نعتیہ افکار کی دریافت، فوائد الفواد میں نعتیہ افکار کا مطالعہ، مکتوباتِ امام ربانی میں نعتیہ فکر، وغیرہ۔

مضمون ''شبلی کی نعتیہ شاعری'' تشنہ رہا۔ شبلی کی شاعرانہ اہمیت ناقدین سے ہمیشہ مخفی رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کی اردو و فارسی غزل اور نعت گوئی پر جامع اور بڑے پیمانے پر کام ہونا چاہیے۔ فاروقی مرحوم کا مضمون ''شبلی کی فارسی غزل'' اس سلسلے میں اہم اور کلیدی حیثیت کا کام ہے۔ اگر کہیں اور ایسا کام ہوا بھی ہے تو میرے علم میں نہیں۔

خان حسنین عاقب کی وضع کردہ اصطلاح Prophiem واقعی نئی دریافت ہے اسے رائج ہونا چاہیے۔ ان کی انگریزی دانی کا بھرپور اعتراف کرتے ہوئے ان سے گزارش ہے کہ وہ Collection of Prophiems کے عنوان سے پہلے انگریزی نعتوں کا ایک انتخاب مرتب کریں تاکہ اس طرف انگریزی دان شعرا کا رجحان بڑھے۔

ڈاکٹر کاشف عرفان اور ڈاکٹر صاحبزادہ احمد ندیم نے ڈاکٹر اشفاق انجم پہ بجا گرفت کی ہے۔ ادبی فن پارے کی تنقید میں ایک مفتی کی طرح تحکمانہ اور اٹل فیصلہ دینا قطعاً تنقید کی شعریات میں قابلِ قبول نہیں ہے، تنقید جہاں متن کی تفہیم و تحسین کے مراحل طے کرتی ہے وہیں وہ متن میں ماتن سے زیادہ لچک کو پیشِ نظر رکھتی ہے۔ مفتی کیا جانے استعارہ کیا ہے؟ وہ تو لغوی معنیٰ پر فوراً گرفت کرے گا کیوں کہ اس کا اذعان ہے کہ شریعت تو ظاہر پر فتویٰ دیتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ! ایک ادبی متن کی تفہیم و تنقید کا منصب مفتی کے منصب سے زیادہ برداشت اور اعتدال چاہتا ہے۔ بہر حال ڈاکٹر اشفاق

انجم کی بعض شرعی تنقیدیں اہمیت کی حامل بھی ہیں۔ اگر وہ نہ ہوں تو بہت سے باریک فنی اور شرعی نکات سے پردہ کشائی نہ ہو سکے گی۔ ان کی اہمیت نعت رنگ میں بخوبی محسوس کی جاتی ہے۔

تنویر پھول صاحب نے اس ترکیب ''کتابِ جہل'' پر اپنے تحفّظات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ نکتہ انھیں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ کتاب اور دل کی تشبیہ عام ہے۔ جیسے کتاب الفاظ کا خزینہ ہوتی ہے، ویسے دل اسرار/ احساسات/ جذبات کا دفینہ ہوتا ہے۔ کتابِ دل کی ترکیب بھی شعرا برتتے ہیں۔ اقبال کا مصرع: ''لکھی جائیں گی کتابِ دل کی تفسیریں بہت''۔

نیز اگر ''کتاب'' اپنی وضعِ اول میں اچھے معنیٰ کے لیے مستعمل ہے تو وہ کتاب جس میں تمام تر جھوٹ لکھا ہو، فتنہ انگیزی کا سیلاب بند ہو، منافرت کا دریا موجزن ہو، ان سب خصوصیات کی حامل کتاب یا کتابیں کیا کہلائیں گی؟ اچھی کتاب؟ یقیناً نہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں ''کتابِ جہل''، نہ صرف عمدہ ترکیب ہے بلکہ دل کا مشبہ بہ بن کر اور زیادہ بامعنیٰ ہوگئی ہے۔ ایسی تراکیب جہاں شاعر کی شعری خلاقی کا پتہ دیتی ہیں وہاں اس کے مخصوص اسرار آمیز اور تحیّر خیز لسانی مزاج کی عکاسی بھی کرتی ہیں۔ تراکیب میں الفاظ سے ایک نیا خاندان ابھرتا ہے جو نئی تصاویر اور خاص سلسلۂ معانی کی تشکیل اور لطف کا باعث ہوتا ہے۔ تراکیب کے برجستہ استعمال سے ندرتِ کلام ہی آشکارا نہیں ہوتی بلکہ شاعرانہ افکار کی قدرت متشکل ہو کر معاصر مفکّرین کے لیے چیلنج اور قارئین کی غذائے فکر بھی بَن جاتی ہے۔

شمارہ 30 سامنے ہے: مولانا حالؔی کی تضمین کا انکشاف میرے لیے حیرت ناک ہے۔ اگرچہ اصل و نقل کا فرق بخوبی نظر آتا ہے لیکن حالؔی کی شعوری کوشش قابلِ قدر رہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن کا مقالہ ''حالؔی اور حسن عسکری'' نہایت محنت کا غماز ہے۔ عسکری کی حالؔی تنقید کا قضیہ نیا نہیں۔ فاروقی مرحوم نے ایک مرتبہ عسکری کی لکھنویت بیزاری کا ذکر کیا تھا لیکن تب موضوع اور تھا۔ عسکری کی حالؔی پر تنقید کو اگر محسؔن کے تقابل کے طور پر دیکھا جائے تو بلاشبہ ان کی یہ روش تحسین کے لائق نہیں۔ ہاں! حالؔی پر ان کے کچھ بہتانات سے قطع نظر ان کی بعض باتیں نہایت کارآمد ہیں۔ اس موضوع پر ڈاکٹر عزیز احسن نے جتنا لکھا جا سکتا تھا، لکھا۔

ڈاکٹر ریاض مجید نے صوتی قوافی پر عمدہ لکھا۔ ان کی ہمنوائی کے سوا چارہ نہیں۔ البتہ بعض گنجائشیں روا رکھنا چاہئیں۔ ڈاکٹر سراج احمد قادری کا مضمون ''محسؔن کاکوروی کا قصیدہ لامیہ اور ان کی دیگر نعتیہ نظموں کا انتقادی مطالعہ'' تمام کا تمام لیا دیا ہی ہے۔ حوالوں کی بھرمار اور مقالہ نویس کا اپنا تجزیہ آٹے میں نمک کے برابر! اسی لیے وہ آرا کی یکجائی و امتیاز کے بعد کسی قابلِ اطمینان نکتے کی دریافت یا انکشاف تک نہیں پہنچے۔ بایں ہمہ موضوع کی جلالت اور مواد کی ضخامت دونوں ہی ڈاکٹر موصوف کی علمی ثقاہت اور تجزیاتی مہارت کی روشن دلیل ہیں۔

پروفیسر امجد حنیف راجہ کا مضمون ''نعت شناسی اور اس کے معیارات'' سنجیدہ اور متین لہجے کا پروردہ ہے۔ سرِ دست اعلیٰ حضرت کی اطہر ہاپوڑی کے شعر پر اصلاح نظر سے گزری تو فوراً ذہن میں آیا کہ کیا اصلاح کی توجیہ صرف مجنوں و لیلیٰ کے تصورِ عاشق کو سیدالانبیا اور درختوں کے درمیان تعلقِ اطاعت کی بے ہنگم تشبیہ پر متنبّہ کرنا ہی ہے یا کچھ اور وجہ بھی ہو سکتی ہے؟ کچھ دستیاب مواد دیکھا تو جس نے بھی اس اصلاح کا ذکر کیا اس نے وہی سنی سنائی باتیں دہرائیں۔

سیّدی! میں سمجھتا ہوں کہ شعر کے پہلے مصرعے میں لفظ ''ہیں'' اس پر دلالت کرتا ہے کہ بہت سے درخت ہیں جو سیدالانبیاﷺ کے سامنے سربہ خم ہیں۔ اب شعر میں ''مجنوں کھڑے ہیں'' خلافِ واقعہ بھی ہے اور ورائے عقل بھی۔ کیوں کہ مجنوں مخصوص Perspective میں فردِ واحد ہے جس نے لیلیٰ سے عشق کیا تھا۔ اسی کا تعلقِ خاطر لیلیٰ سے اس قدر شدید اور نثارانہ تھا۔ لیکن شعر کے دوسرے مصرعے میں ''مجنوں کھڑے ہیں'' سے معلوم ہوتا

ہے کہ بہت سے مجنوں کھڑے ہیں۔ لہٰذا یہ خلافِ واقعہ ہوا۔ کیوں کہ تمام دنیا کے مجنون (اصطلاحی معنیٰ میں) اصلی مجنوں (قیس) کی جگہ نہیں لے سکتے۔ لہٰذا بہت سے درختوں کی تشبیہ اکیلے مجنوں سے درست نہیں تھی، پس اصلاح کی ضرورت پیش آئی۔ امام صاحب نے اسے قدسیوں سے بدل دیا۔ اب ضرورت تھی کہ قدسیوں سے بھی بڑی ہستی ہونی چاہیے جو مشبہ بہ بنے، اور وہ بلاشبہ ''اللہ تعالیٰ'' ہے۔ لیکن تشبیہ بین الخالق المخلوق لازم آتی، لہٰذا ''اللہ تعالیٰ'' کی بجائے ''عرشِ معلیٰ'' کو مشبہ بہ بنایا۔

تو یہ تھی اصلاح کی توجیہ! ورنہ اصل شعر میں اگر ذہن لیلیٰ اور حضور ﷺ کی تشبیہ کی طرف نہ جائے تو اصل شعر میں جو Imagery بنتی تھی، نہایت بدیع تھی۔ کیوں کہ اس تشبیہ میں صورت کی بجائے حال کو وجہِ تشبیہ بنایا گیا تھا۔ اطاعت، عاجزی، عجزِ عاشق، اور تمنائے عاشق میں حالت کی پژمردگی وغیرہ۔ اسی مضمون میں ڈاکٹر عزیز احسن کے حوالے سے ایک شعر پر اعتراض ہے۔

وہ مجسّم ہے رحمتوں کا سحاب
وہ سراپا امنگ آ ہی گیا

بقول ڈاکٹر عزیز احسن ''سراپا امنگ'' کہہ کر شاعر نے شوق و مستی کے پہلو نکالے ہیں۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات کو اس استعارے کا مصداق بنانا تعریف نہیں گستاخی ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب اور مضمون نگار پروفیسر امجد صاحب نے غور نہیں کیا کہ اس شعر میں گستاخی کا پہلو نہیں بلکہ جذب و شوق کا رحمت طلب جذبہ کارفرما ہے۔ اسے گستاخی آخر کس زاویے سے کہا گیا ہے؟ معلوم نہیں۔

پروفیسر صاحب نے ڈاکٹر عاصی کرنالی کی ایک شعر پر اصلاح کا حال نقل کیا ہے۔ میں (راقم الحروف) ڈاکٹر کرنالی کی اس اصلاح سے متفق نہیں۔ شعر اپنی اصلی شکل میں زیادہ بامعنیٰ اور پُرکشش ہے۔ شعر یہ ہے:

یہ ادنیٰ سا معجزہ ہے آپ کے نورِ تبسّم کا
ہو بزمِ دوعالم میں چراغاں یارسول اللہ!

اصلاح: ''شعر میں ''ادنیٰ'' کی بجائے ''روشن'' کرنے سے شعر کے صوری و معنوی حسن میں اضافہ ہوا''۔

ڈاکٹر کرنالی زبان شناس اور بلاغت کی باریکیوں سے بخوبی واقف ہیں۔ نجانے وہ کیسے چُوک گئے کہ ''ادنیٰ'' کا لفظ تقابلِ ''اعلیٰ'' کے طور پر آیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ اگر چھوٹا معجزہ ہے تو بڑا معجزہ کیا ہوگا! لیکن ''روشن'' کر دینے سے اول تو شعر کا بیانیہ سپاٹ ہو کر رہ جاتا ہے، دوم ''نورِ تبسّم'' کی وضاحت میں جس شدت کا محل تھا، وہ بھی نہ رہی۔ شعر کی پہلی شکل ہی بہتر ہے۔

راغبؔ مرادآبادی کی نعت گوئی پر اچھا مضمون لکھا گیا لیکن مندرجہ ذیل پیراگراف کا آخری جملہ کس دماغ کی پیداوار ہے؟ ''راغبؔ نے اپنی سمتِ سفر کی تبدیلی سے نہ صرف یہ کہ خود غالبؔ کے تقابل کے الزام سے صاف بچا کیا ہے بلکہ اس کی زمینوں کو ''مدحتِ خیر البشر'' کے پھولوں سے آراستہ کر کے اس کی ازسرِنو چمن بندی کی ہے، دوسرے لفظوں میں یوں تصور کر لیجیے کہ انھوں نے غالبؔ کی زمینوں مسلمان کر لیا ہے۔''

ڈاکٹر اشفاق انجم نے اپنے مضمون ''آثرؔ صدیقی کے مجموعے ''تقدیس'' کا فنی و لسانی تجزیہ'' حسبِ عادت فنی، عروضی، لسانی، شرعی اور شعری حوالوں سے معتدل اور باریک تجزیہ ہے۔ تمام مندرجات سے متفق ہونا ظاہر ہے متفق نہیں، لیکن چونکہ خط طویل سے طویل تر ہوتا جا رہا ہے، اس لیے یہ تفصیلات آئندہ پر اٹھا رکھتا ہوں۔

سیّدی! گوشہ سعود عثمانی میں آپ کی تمہیدی گفتگو سے اتفاق کرنے کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نعتوں میں فنی اور تلازماتی کمزوریاں

ہیں۔تلازمہ مصرعین کی فکری،فنی، جمالیاتی اور تشکیلی وحدت کا نام ہے لیکن ان کے ہاں اس کا لحاظ نہیں دیکھا گیا۔لیکن یہ تاثر اکثر نعتوں میں نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کا خط فکر انگیز بھی ہے اور جارحانہ بھی۔انھوں نے مغربی تصوراتِ نقد کا تقابل مشرقی تنقیدی سرمائے سے کرنے کی کوشش میں زبانی کلامی مشرقی شعریات کو برتر تو کہہ دیا لیکن دلائل سے دور رہے۔صرف لفظ و معنیٰ کے رشتے کی مثال میں جاحظ وابنِ رشد اور اردو میں ولی دکنی کو بنیاد بنانا کہاں کی دانش مندی ہے! مغربی تنقید کے اکثر تصورات ہمارے لیے نہ صرف معاون ہیں بلکہ ضروری بھی ہیں۔

کاشف عرفان کی نعتیہ نظم ''ایک پیغام؛ چارلی ایبڈو کے نام'' پڑھی تو یاد آیا کہ یہ نظم میں اپنے رسالے ''سخن دان'' میں لگا چکا ہوں۔اگر مجھے معلوم ہوتا کہ مجھ سے قبل یہ نظم نعت رنگ میں لگ چکی ہے تو اسے سخن دان میں شائع نہ کرتا۔میں نے باقاعدہ کاشف عرفان سے کہہ کر یہ نظم طلب کی تھی اور انھوں نے خود اجازت دی تھی۔بہرحال! اگر کوئی قانونی خلاف ورزی ہوئی ہے تو معافی چاہتا ہوں۔

مرزا عزیز فیضانی کی ''نعتِ اربعینی'' عجیب الخلقت صنف ہے۔چالیس اشعار کی نعت اور ہر شعر الگ بحر میں۔اس میں ایسی کیا خاص بات ہے کہ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد نے قدرتِ کلام اور مہارتِ فن کی مہر ثبت کی ہے، میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا۔اللہ کرے سمجھ سکوں۔ہاں! اگر بحرِ ہندی کی جتنی شکلیں ایک منظومے (غزل ہو یا نظم) میں جائز ہیں، ان سب یا اکثر کو جمع کر دیا جاتا تو یہ البتہ مہارتِ فن ضرور تھی۔

ڈاکٹر عزیز احسن ''حدیثِ نور'' پر جامع تبصرے کرتے ہوئے ایک ادیب کم اور ایک عبقری عالم زیادہ نظر آئے۔ڈاکٹر عارف نوشاہی کا خط پڑھ کر علم میں بے پناہ اضافہ ہوا۔سیّدی! آپ سے گزارش ہے کہ ڈاکٹر صاحب سے نعت رنگ کے فارسی سیکشن کے لیے مقالات لکھوائیں۔

اب کچھ تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں:

''نعت رنگ'' تنقیدِ نعت اور فروغِ نعت میں سرگرمِ عمل برصغیر کے بڑے کتابی سلسلوں میں سے ایک ہے۔اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت اور آپ کی مسلسل محنت سے الحمدللہ اسے بہت اچھے لکھاری اور قارئین ملے۔میں بہ حیثیت نعت رنگ کا ایک ادنیٰ قاری، چند تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔امید ہے ان کی روشنی میں نعت رنگ کا سفر مقصد سے زیادہ قریب ہوتا دکھائی دے گا۔

الف) نعت رنگ کے انتظامی افراد مل کر نئے موضوعات کی ایک بڑی اور جامع فہرست مرتب کریں جو سر کردہ ہو۔اور پھر ہر موضوع کے ضمنی عنوانات تخلیقی وفنی مطالعوں کے حوالے سے مرتب کریں۔ان ضمنی موضوعات کو مختلف دبستانوں اور ادوار کے زیرِ اثر الگ الگ کیٹگرائز کیا جائے۔پھر یہ فہرست نعت رنگ کے ہر لکھاری کو اس غرض سے پیش کی جائے کہ وہ ان موضوعات پر نہ صرف لکھے بلکہ باہمی معاونت سے ان موضوعات پر دیگر غیر مذہبی ادبا سے لکھوائے بھی۔

ب) تحقیق و تنقید بلاشبہ نعت رنگ کا منشور ہے لیکن ہمیں اس سے بھی قبل دریافتوں پر توجہ دینا ہے۔دنیا میں جس زبان میں بھی اور جہاں کہیں بھی نعتیہ ادب موجود ہے، اسے سامنے لایا جائے اور بعد ازاں اس کی فکری وفنی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط کے مضامین خاص اہمیت رکھتے ہیں۔یونہی ڈاکٹر خورشید رضوی کی دریافت ''قصیدہ شمسیہ'' اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔انھوں نے متن کی تدوین اور اہم لوازمات سے آئندگان کے لیے قابلِ قبول نمونہ بھی پیش کیا اور تحقیقی معیار بھی۔میں سمجھتا ہوں کہ اب بھی کثیر نایاب نعتیہ ادب تلاشنے والوں کا منتظر ہے۔عربی تذکروں کی کئی کئی جلدوں پر مبنی کتب کے اندر نعتیہ شاہکار ادب کسی محققِ مجنوں کا متلاشی ہے۔

ج) عربی و فارسی فراہنگ کے تتبع میں اردو میں بھی کثیر جلدی لغات مرتب کرنے کا رواج پچھلی دو تین صدیوں سے ہے۔عربی میں لسان العرب، صحاح، کشاف وغیرہ، فارسی میں بہارِ عجم، لغت نامہ دہخدا، سرمہ سلیمانی، فرہنگِ زفان، غیاث اللغات (اور اس کے حاشیے پر چراغِ ہدایت)،

فرہنگِ آنند راج، صحاح الفرس، برہانِ قاطع، نفائس اللغات، لسان الشعرا، دستور الافاضل، فرہنگِ قواس وغیرہ، اردو میں فرہنگِ آصفیہ، نور اللغات، امیر اللغات، معین الشعرا، فرہنگِ اثر، مہذب اللغات، شمس البیان فی مصطلحات الہندوستان، مخزنِ فوائد وغیرہ یہ تمام تینوں زبانوں کی اہم اور بڑی لغات ہیں۔ ان سب میں الفاظ کی تذکیروتانیث، محاورہ کا لحاظ، فصاحت، استعمال کے ادوار اور دیگر فنی حوالوں کو ثابت کرنے کے لیے اساتذہ شعرا کے کلام بطورِ استشہاد پیش کیے گئے ہیں۔ ان لغات وفراہنگ میں یقیناً بے شمار نعتیہ اشعار بھی ملیں گے جو کسی نہ کسی فنی حوالے سے ذکر کیے گئے ہوں گے۔ ان کی تلاش اور وجہِ استشہاد تنقیدِ نعت کا ایک بڑا موضوع ہے۔ مجھے اپنے دورہ حدیث کے مقالہ ''ترجمہ جمال القرآن کی خصوصیات اور تقابلی جائزہ؛ لغوی تشریحات کے آئینے میں'' کی ابتدائی ترتیب میں متعدد مرتبہ لسان العرب دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ بے شمار نعتیہ فکر کے اشعار وہاں جلوہ فگن ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر ایک جامع اور بڑے پیمانے پر مقالہ بلکہ مقالے لکھے جائیں۔

د) نعت میں تنقید کے دوران ایک بحث ''استناد کی سچائی'' بھی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے کسی بھی نعتیہ شاعر پر مضمون لکھتے ہوئے سب سے پہلا معیار یہی رکھا ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ ہماری تفسیری، فقہی اور تاریخی روایت میں اسرائیلیات کا بڑا عمل دخل ہے۔ مفسّرین نے اسرائیلی روایات اور ان کی جان پڑتال پر تفصیلی کام کیا ہے لیکن شاعری میں اسرائیل روایات کی نشاندہی اور اس کا تحقیقی جائزہ اب تک ایک معدوم موضوع ہے۔ اس پر ضمناً ایک دوجگہ ضرور لکھا گیا ہے لیکن وہ ابھی ابتدا بھی نہیں کہلا سکتا۔ نعت رنگ کے مستقل اور اہلِ علم لکھاری اس موضوع پر اپنی علمی، تحقیقی اور درایتی سرگرمی سے کچھ حصہ شامل کریں گے تو یہ ایک نیا اور مفید کام ہوگا۔

ہ) غزلیہ روایت میں ہمارے کلاسیکی شعرا کے دواوین، کلیات اور شعری مجموعوں کی شروح کا سلسلہ تقریباً دوصدیوں سے جاری ہے۔ عربی اور فارسی میں یہ روایت البتہ اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود ان دونوں زبانوں کی تخلیقی روایت۔ اردو میں نعتیہ شاعری کی شروح لکھنے کا کام سوائے حدائقِ بخشش یا سلامِ رضا کے علاوہ کہیں نظر نہیں آتا۔ عربی وفارسی نعتیہ قصائد کی شروح سے قطع نظر اردو کے شاہکار اور تخلیقی سرمائے کی تفہیم ہی کا سلسلہ نہیں پیدا ہو سکا، چہ جائیکہ اس کی تنقید اور تعیینِ قدر کا مرحلہ آئے!

اس حوالے سے درج ذیل مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے شروح کا قسط وار سلسلہ بھی نعت رنگ کا حصہ بن سکتا ہے۔

شعر میں کارفرما معنوی اور فنی تشکیل کے عمل کو سامنے لایا جائے۔ کیوں کہ تفہیم کا کام بس اتنا نہیں کہ کسی شعر کو یک سطری بیان بنا کر پیش کردیا جائے یا اس کی نثر کر کے طالب علموں کو فراہم کردی جائے۔ شارح کی ذمّہ داری ہے کہ شعر میں کھلنے اور پھیلنے کی جتنی گنجائش پوشیدہ ہے، اسے عمل میں لاکر دکھائے۔ تاکہ پڑھنے والا شعری مفاہیم کی جمالیاتی بناوٹ سے واقف ہوجائے اور اس شعر کا تخلیقی مرتبہ بھی پہچان لے۔

شعر میں موجود معنوی تنوعات کا احاطہ کیا جائے اور معانی کی درجہ بندی کر کے ان میں ایک ترجیح قائم کی جائے تاکہ مرادات کی کثرت انتشار کو مستلزم نہ ہو۔ نیز تشریح کی بجائے تعبیر سے کام لیا جائے۔

مختلف الدرجات معانی کا تعین اور ان کے مابین فنی اور تخلیقی ربط کو دریافت کیا جائے اور فرانس کے رولاں بارتھ (BarthesRoland) کے اس خیال ''متن کی تفہیم اور توضیح صرف قاری سے منسلک ہے اس عمل میں مصنّف کا سرے سے کوئی کردار ہی نہیں'' سے قطعِ نظر متن فہمی کے عمل میں منشاے مصنّف کو بھی حسبِ ضرورت اہمیت دی جائے۔ (منشا وہ تہذیبی عنصر ہے جو عصری تلازمے کے اثرات قبول کر کے مخصوص پیش منظر کا حامل بنتا ہے۔ لیکن چونکہ متن تخلیق کرنے والے کا اپنا تخلیقی زور اور فکری عمل خود شریکِ عمل ہوتا ہے، اس لیے متن میں مصنّف کا عندیہ کلیۃً جھٹلایا نہیں جاسکتا بلکہ اس کی اہمیت مسلّمہ ہے۔)

وہ الفاظ جن کی حیثیت علامتی ہو، انھیں پیشِ نظر رکھا جائے تا کہ معنویتِ شعر کا جمالیاتی جوہر گرفت میں آئے۔
شعر کے فنی دروبست پہ پیدا شدہ بے جا اعتراضات کا جائزہ لیا جائے اور اس کی نوعیت اور موضوعیت پر ممکنہ فیصلے صادر کیے جائیں۔
تجزیاتی و تقابلی طریقہ کار سے متعلّقہ شاعر کے اشعار کا جائزہ لیا جائے تا کہ اس کے تخئیلی و تشکیلی مرتبے کی اونچ نیچ کا تخمینہ لگایا جا سکے۔
عموماً یہ کوشش رہے کہ شرح کے لیے سادہ اسلوب اختیار کیا جائے تا کہ اس سے بالخصوص ادب کا طالب علم اور بالعموم نیم خواندہ طبقہ فیض یاب ہو سکے لیکن جہاں ضرورت محسوس ہو وہاں عالمانہ طرزِ شرح بھی اپنایا جائے تا کہ مقامِ شعر اور روحِ شاعر دونوں کی حرمت مجروح نہ ہو۔
وہ الفاظ جو معانِ لطیفہ یا تاویل کے حامل ہوں، ان کی تہ میں کارفرما تخلیقی جوہر کا پتہ لگایا جائے۔ نیز بین المصرعَین تناسب و تلازم کی نشاندہی کی جائے، خواہ وہ صراحۃً مذکور ہو یا کنایۃً، ضمناً ہو یا دلالۃً۔ مطلبِ شعر حل کرنے کے بعد اس میں پنہاں نکات، فوائد اور لطائف کو بیان کیا جائے۔ نیز الفاظ کی لغوی حیثیت سے بھی حسبِ ضرورت بحث کی جائے۔ شبہاتِ ظاہرالورود کو رفع کیا جائے۔ مثلاً بعض اشعار پر سرقہ کا الزام ہو، حالانکہ وہ اس زمرے میں نہ آتے ہوں، ایسے اشعار سے الزامِ سرقہ اٹھا کر حقیقتِ حال واضح کی جائے۔
چند موضوعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔
اُردو کے کلاسیکی شعرا مثلاً میؔر، قائمؔ، حاتمؔ، وفاؔ، تسلیمؔ، ولیؔ، بیاںؔ، آتشؔ، وزیرؔ، صباؔ، ناسخؔ، نصیرؔ، مومنؔ وغیرہ کے نعتیہ افکار کا تفصیلی تجزیاتی مطالعہ
کشمیری فارسی نعت گو شعرا کا فکری و فنی جائزہ (تذکرہ شعرائے کشمیر ۴ جلدوں میں دستیاب ہے)، اردو کے اُمی شعرا کی نعتیہ فکر کا شرعی تجزیہ
نعتیہ شاعری میں اصلاحِ سخن کی روایت، ارتقا اور امکانات، نعتیہ ہجویات کا جمالیاتی تناظر (مثلاً حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی **هَجَوتَ مُحَمَّداً فَاَجَبتُ عَنهُ**)، جدیدیت، مابعد جدیدیت، پس جدیدیت، نوآبادیت، پس نوآبادیت، ساختیات، پس ساختیات وغیرہ کے تنقیدِ نعت پر اثرات اور امکانات کا جائزہ، مابعد الطبیعاتی تناظر میں نعت میں نفسیاتی لوازمات کا جائزہ، نعتیہ تناظر میں الفاظ کا استعارے سے علامت تک کا سفر، نعت تنقید کا مظہریاتی (Phenomenological) تناظر؛ ضرورت اور امکانات، کلاسیک شعرائے اردو کے ہاں نعتیہ فکر کا اساطیری سرمایہ؛ عصری نظریہ اساطیر کی روشنی میں، نعت تنقید کا نوتاریخیتی تناظر؛ ضرورت اور امکانات، مارکسزم، ادب اور جمالیات: نعت تنقید کے نئے تناظر میں، حقیقت پسندی کا متنوع تناظر اور نعت تنقید کا عصری شعور، نعت اور تنقیدِ نعت پر ترقی پسند تحریک کے اثرات کا جائزہ، نعت تنقید اور مشرقی شعریات؛ تحلیلی جائزہ، نعت کے تہذیبی اعتقادات کا اسلوبیاتی تجزیہ؛ بیسویں صدی کی اردو نعتیہ شعری روایت کے تناظر میں، اشعارِ نعت میں مقامِ جبرائیل علیہ السّلام، اردو نعت کی لسانی و لغوی استنادیت؛ عربی، فارسی اور اردو کے فراہنگ و لغات کے حوالے سے، دبستانِ شبلی کی نعت گوئی؛ نظریاتی اثرات کے خصوصی مطالعے کی روشنی میں، ''سیر اعلام النبلاء'' کا نعتیہ ذخیرہ؛ فکری و فنی تناظر میں تفصیلی مطالعہ، محاورہ سازی؛ امکانات، رجحانات، تنوعات اور تہذیبی اثرات؛ دہلوی نعت گو شعرا کے حوالے سے، محاورہ سازی؛ امکانات، رجحانات، تنوعات اور تہذیبی اثرات؛ لکھنوی نعت گو شعرا کے حوالے سے، رومیؔ کے نعتیہ افکار کے فکری ماخذات؛ سنائیؔ اور عطارؔ کے خصوصی حوالے سے، نعتیہ شاعری پر فقہی مسالکِ خمسہ کے اصولی و فروعی اثرات، نعتیہ شاعری میں ندرتِ معانی؛ امکانات اور نتائج کے آئینے میں، نعت کے عسکری میلانات؛ موضوعات اور بیانیہ تناظر کا مطالعہ۔
سیّدی! اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ نیک تمناؤں اور پرخلوص تعاون کی یقین دہانی کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔
غلام مصطفیٰ دائم اعوان

☆ غلام مصطفیٰ دائم (پ: ۲۰ اپریل ۱۹۹۵ء)، معلّم، محقق، نقاد، مدیر: سخن دان، اسلام آباد

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سیدی قبلہ!

امید ہے آپ اپنے گونا گوں مشاغل کے باعث مصروف ہونے کے ساتھ ساتھ بخیر و عافیت ہوں گے۔ نعت کے اوڑھنے بچھونے کے ساتھ زندگی کے ایام گزار رہے ہوں گے۔ ابھی کچھ گھنٹے قبل شیخ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے ملفوظات شریف ''لطائفِ اشرفی'' کا مطالعہ کر رہا تھا تو امام الاولیاء شیخ سمنانیؒ نے سید الانبیاءﷺ کے نسب اور ولادت کے حوالے سے وعظ فرماتے ہوئے ایک فارسی نعت سنائی جو مولودِ پاک کے سلسلہ میں تھی۔ دو شعر پڑھے تھے کہ ایک دم تصورات کی کائنات میں اتر آیا۔ دیکھتا ہوں کہ میرے سامنے برصغیر کا ملفوظاتی ادب موجود ہے اور میں اس کی ورق گردانی کرتے ہوئے نعتِ رسولﷺ کے منابع تلاش کر رہا ہوں اور سیاق وسباق دیکھتے ہوئے ان مندرجہ نعتیہ اشعار کے فکری مناہج کا بغور مطالعہ کر رہا ہوں۔ خدا نے کرم کیا، تصوراتی دنیا سے جلد واپسی ہوئی اور اب آپ سے روبہ تکلّم ہوں۔

آمدم برسرِ مطلب! میرے خیال میں ہندوستان کے فارسی یا اردو ملفوظاتی ادب میں نعتیہ عناصر کی تلاش اور ان کے متعلّقہ سیاق کے مناہج و اطلاقات کا مطالعہ ابھی تک نہیں کیا گیا۔ میری محدود معلومات کے مطابق برصغیر میں سب سے کثیر ملفوظاتی سرمایہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے۔ علاوہ ازیں فوائد الفؤاد میں، خدا سلامت رکھے ہمارے ایک خیر خواہ مولانا غیاث الدین حماد ہاشمیؒ (فاضلِ بھیرہ شریف) کو، کہ انھوں نے چند ایام فوائد الفواد کی سبقاً تعلیم دی تھی، میں نے متعدد مقامات پر نعتیہ فکر کی حامل گفتگو پڑھی ہے۔ اسی طرح کئی ملفوظ کار بزرگوں کی عادتِ نیک رہی ہے کہ وہ موضوع کی مناسبت سے نعت کے چند اشعار بھی سنا دیتے ہیں اور سید الانبیاءﷺ کی مختلف حیثیتوں کا ادراک بھی کرواتے ہیں۔ مثلاً سرِ دست اعلیٰ حضرت گولڑوی کے ملفوظات ہیں۔ ملفوظ ۱۰ میں خیر الرسلﷺ کی عظمت و بزرگی کا تذکرہ اور ایک عربی نعت ہے جو نہایت بلند اور تنوعانہ پھیلاؤ رکھنے والے مضامین پر مشتمل ہے۔ مجھے خیال آیا کہ میں اس موضوع ''برصغیر کے ملفوظاتی ادب میں نعتیہ فکر کے مناہج اور شعری مندرجات کے سیاقی اطلاقات کا مطالعہ'' پر ایک مفصّل مضمون ''نعت رنگ'' کے لیے لکھوں اور اس سلسلے میں دیگر لکھاریوں کے لیے ملفوظاتی ادب اور نعت کے حوالے سے تحقیق وتنقید کے امکانات کا اظہار کروں۔ دیکھیے اب خدا کی منشا کیا ہے؟ توفیق وتائیدِ ایزدی کے لیے دعا گو ہوں۔

''نعت رنگ'' سے یاد آیا۔ آپ سے اس سلسلے میں کچھ گزارشات اور بھی کرنا تھیں جو آپ کے وسیلے سے ''نعت رنگ'' کے قارئین تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ میں نے ایک جگہ لکھا تھا کہ: ''فن کار کا شہودِ الہامی یا اس کا تخیلی وجدان بذاتِ خود ایک کامل فنی تخلیق ہوتا ہے۔ لیکن ہم رسولِ مکرمﷺ کو فن کار کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک تہذیبی وجود کے لیے مثالی تشکیل کار مانتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے انسان کی روحانی اور فطری ضرورتوں کو الہامی استفادے سے بصورتِ اسلام نہ صرف Objectify کیا بلکہ وجودی ارتقا کے لیے نفسی و وجودی، متلازم حالتوں میں رہ کر دنیا کی عظیم ترین تہذیب کو اصولی تناظرات میں پیش کر کے اسے خدا کے مطلوبہ ثمرے تک پہنچایا ہے۔ اسلام کی یہی شناخت نعتیہ شاعری کا منظرنامہ خلق کرنے میں رومیؔ اور اقبالؔ کے ہاں پیشِ نظر رہی ہے۔''

ان سطروں سے میں دراصل نعتیہ فکر کے ایک وسیع تہذیبی ماحول کی جانب عملی ارتقاء کو مہمیز دینے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ مجھے اس معمّے سے نکلنے میں یہ دشواری لاحق ہے کہ اقبالؔ جس سطح پر نعتیہ فکر کو رسائی بخش چکے تھے ہم کیوں کر اس کی برابری بھی نہیں کر سکے، چہ جائیکہ اس سطح سے اوپر جانے کا کوئی عملی و فعلی رجحان زندہ حالت میں متحرک رکھتے! نعت محض شمائل و خصائل کے سابقے لاحقے لگانے کا نام ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ نعت پوری نبوی تہذیب کے اظہار بلکہ اطلاق کے شعور کا نام ہے۔ نعت پر تنقید تو چلو ہوتی رہتی ہے؛ اچھی بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ نعت کی فعلی تھیوری کیا ہونی چاہیے؟ یا نعت کا فکری کینوس کتنا وسیع ہونا چاہیے؟ کیا ہماری آج کی نعت آج سے صدیوں قبل مولانا رومیؒ کی نعتیہ فکر؛ یعنی ذاتِ رسول کو ایک مکمّل تہذیب کے

تشکیل کار کی حیثیت سے یوں متعارف کرنا کہ تشکیل کار کی ذات کے وسیلے سے مکمّل تہذیب کا وجودی اور شعوری ادراک ہمارے حافظے کی خانہ پری کی بجائے قلب اور ذہن کے لیے ایسا احساس پیدا کرے جو ذاتِ رسول ﷺ کے ایک نقشِ پا کے اندر بھی پوری کائنات کو اس کی تمام تر جلوہ افروزیوں سمیت دیکھ لے۔ مجھے افسوس ہے کہ نعت کی صدیوں پرانی تاریخ میں یہ کام رومیؒ کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔ اقبال نے اس میں ایک جہت یہ نکالی کہ وہ تہذیبِ اسلامی کے تشکیل کار کی بجائے تہذیب ہی کے وسیع تناظرات میں ذاتِ رسول کی مرکزیت کو موضوع بنا کر اپنی فکر کو مکمّل کر لیتے ہیں لیکن رومیؒ ایک دائرہ بناتے ہیں جو شروع بھی ذاتِ سیدالانبیاء ﷺ سے ہوتا ہے اور ختم بھی وہیں پر۔ نعت میں رومی یا اقبالی مصرَف سمجھنا بلکہ برتنا اب ایک مجموعی فریضہ بن چکا ہے۔ نعت کے شاعروں کے لیے ان جہتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت ہی ضروری ہے ورنہ شمائل وخصائص قسم کی نعتیہ شاعری کا جو سیلاب بہہ رہا ہے، اگر چہ یہ شفایاب سیلاب ہے لیکن اس کا رخ موڑنے کی فی الواقع بہت احتیاج ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نعت اور تاریخ وتہذیب، دونوں کو یکساں خطوط پر محوِسفر رکھے بغیر ہم رومیؒ ڈسکورس کے تحت سیدالانبیاء ﷺ کی کسی بھی نبوی یا شخصی حالت کو دریافت نہیں کر سکتے۔ لیکن میرا یہ سوال ہمیشہ نعت گوؤں سے رہا ہے کہ ہماری جدید نعت کم از کم ہمیں یہ کیوں نہیں بتاتی کہ:

الف) ذاتِ رسول ﷺ کو مرکز بناتے ہوئے مسلم تہذیب کے اساسی عناصرِ تشکیل کن خطوط پر وجود رکھتے ہیں؟

ب) تعلیماتِ نبوی ﷺ کے ذیل میں انسان اور وجودیت کا تعلّق مذہبی تناظر میں کن حوالوں پر بحث کرتا ہے؟

ج) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ محض شخصی وجود کا نام ہے یا کسی تہذیبی بیانیے کو Actualize کرنے والا کلیدی کردار ہے؟

د) اسلام بہ حیثیتِ آفاقی دین، عبادات وغیرہ کے علاوہ سیاسی، سماجی اور ثقافتی پہلوؤں سے رسول اللہ ﷺ کے کردار کو کن پہلوؤں سے متعارف کرواتا ہے؟

ہ) بین المذاہب تعلّقات کے سیاسی پہلوؤں میں نبوی تعلیمات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ

چاہیے تو یہ کہ جدید نعت بہ حیثیت ایک Universal Discourse ان سب سوالوں کا جواب نہ صرف مہیا کرنے والی ہو بلکہ ان تمام نکات کو بنیاد بنا کر سیدالانبیاء ﷺ کے حوالے سے نئے نئے تناظرات وضع کرنے والی ہو، تعلیماتِ نبوی ﷺ کی اساس پر انسان اور کائنات کے تمام رَسمی اور غیر رَسمی روابط اور ان کی اَنواع بیان کرنے والی ہو اور نعت نگار کی نفسیات کا شخصی سطح پر اظہار بھی کرے، لیکن تا حال ایسی کوئی ذہنی یا عملی تحریک فاعلانہ کردار ادا کرتی نظر نہیں آ رہی۔

بر چہرۂ حقیقت اگر ماند پردہ
جرمِ نگاہِ دیدۂ صورت پرستِ ماست

سیدی! امید ہے میں اپنی ان گزارشات کو آپ کے وسیلے سے نہ صرف نعت کے شاعروں تک پہنچا رہا ہوں بلکہ نعت کے ناقدین کے لیے بھی ایک دائرہ تنقید وتحقیق وضع کرنے کا مشورہ دیتا ہوں۔ جس طرح نعتیہ تنقید باقاعدہ ادبی سیاق وسباق میں اتر کر اپنا وجود منوا چکی ہے؛ یونہی نعت گو شاعروں کو بھی اب چند سنے سنائے مضامین سے بڑھ کر صوفیاء کے ہاں نعت کا عندیہ سمجھ کر اپنانے کے لیے اقبال اور رومیؒ سے اکتسابِ فیض کرنا چاہیے۔

آپ کا احسان مند
دائم

غلام مصطفیٰ قادری رضوی (راجستھان، انڈیا)

27-08-05

مخلص محترم مدّاحِ مصطفیٰ عزت مآب حضرت سید صبیح رحمانی صاحب زیدمجدہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔

ویسے تو برادرم محمد زبیر قادری صاحب کے ذریعے غائبانہ آپ کا تعارف سنا تھا مگر جامِ نور دہلی کے توسط سے مزید آپ کی خدمات سے واقفیت ہوئی۔ اوران ہی خدماتِ جلیلہ پر یہ چند سطور بطورِ تبریک وتحسین صفحۂ قرطاس پر آ گئیں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

اس وقت کام کرنے والے سوادِ اعظم میں بہت ہیں مگر نوجوان افراد جو معاشرے کی کریم ہوتے ہیں وہ اس طرح کی بین الاقوامی خدماتِ دین وملت کرتے ہیں جو آپ کررہے ہیں تو فرحت وانبساط اور بڑھ جاتا ہے۔ ہمارے علما ومشائخ کی سرپرستی میں ایسے صالح نوجوان جس خلوص و للّٰہیت سے قلمی میدان میں اُترے ہیں اس پر وہ خصوصی داد کے مستحق ہیں۔

''نعت رنگ'' ہندوپاک کا وہ واحد مجلّہ ہے جس نے نعتیہ ادب میں نمایاں کردار ادا کیا ہے، اگرچہ اس کے کسی شمارے کا مطالعہ نہیں کیا تاہم ''اشاریہ'' پڑھ کر اپنی بات کا ثبوت حاصل کرلیا ہے۔ ربّ قدیر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل ''نعت رنگ'' کو مزید عروج عطا فرمائے اور آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین

برادرِ گرامی محمد زبیر قادری، مدیر ''افکارِ رضا'' کی زبانی یہ مژدہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ اپنے مجلّہ کا کلام امام احمد رضا پر خصوصی شمارہ نکالنے جا رہے ہیں، خدا کرے اس میں آپ سرخ رو ہوں۔ موصوف کی فرمائش پر ایک مقالہ حاضر ہے، شامل اشاعت فرما کر مشکور فرمائیں۔

برادرم زبیر قادری صاحب کے یہاں ''نعت رنگ'' کی زیارت ہوئی تھی اُمید ہے کہ اس کے قدیم وجدید شماروں سے نوازیں گے۔

فقیر قادری کی اصلاحی کاوش ''عورت اور آزادی'' تحفتاً حاضر ہے وصول ہونے کی اطلاع دیں۔ احباب ومتعلّقین سے السّلام علیکم کہیں۔ دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ جواب کا انتظار رہے گا۔ بقیہ خیریت ہے۔

فقط۔ العبد المذنب

غلام مصطفیٰ قادری رضوی

☆ غلام مصطفیٰ قادری رضوی، ادیب، محقق۔

۱۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ

مخلص گرامی سید صبیح الدین صبیح صاحب رحمانی دام ظلہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔ بعد سلام چند ایام قبل فون سے گفتگو کر کے خوشی ہوئی۔ ایک دوبار صحیح طور پر آواز نہ آئی اس لیے فون بند کر دیا۔

جس خوش اسلوبی اور حسن طریق سے آپ خدمت دین وسنت انجام دے رہے ہیں اس پر ہدیۂ تبریک وتحسین پیش کرتا ہوں۔ نعتیہ ادب پر اہل سنت وجماعت میں آپ کی مخلصانہ کاوش متاثر کن بھی ہیں اور خوش آئند بھی۔ خدا کرے آپ کا قافلۂ فکر وعمل سرخ روئی کے ساتھ آگے بڑھتا

رہے۔آمین۔

''نعت رنگ'' کا ''مولانا احمد رضا نمبر'' ابھی تک موصول نہیں ہوا۔سنا ہے نیا شمارہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔اُمید ہے کہ کرم فرمائیں گے۔

برادرم زبیر قادری ''افکارِ رضا'' ممبئی کے توسط سے مل جائے تو اچھا ہے، آپ ان کے ذریعے ہی شاید ہندوستانی علما و ادبا کو پہنچاتے ہوں گے۔

احباب سے سلام کہیں، دعا میں یاد رکھیں۔

فقیر قادری کی حقیر کاوشیں: (۱) نیک بیبیوں کی کہانی (۲) عورت اور آزادی (۳) روشن مستقبل کی طرف، آپ کو مل گئی ہوں گی۔ جواب سے نوازیں۔خط اور کتابیں دستی بھجوائی تھیں۔بقیہ خیریت ہے۔

فقط

غلام مصطفےٰ قادری رضوی

~~~~~~

21-04-2006

مخلص محترم حضرت سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب مدظلہ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

الحمدللہ طالب الخیر مع الخیر۔بعد سلام چند ماہ پہلے برادرم محمد زبیر قادری صاحب کے بدست اپنی مطبوعہ کتاب ''عورت اور آزادی'' اور خیریت نامہ وتبریک نامہ حاضر کیا تھا پھر فون سے بھی ملاقات کر کے مستفیض ہوا۔

ماشاءاللہ آپ کے اخلاص ومحبّت بھرے جذبہ کی اربابِ علم وفضل قدر کرتے ہیں۔نعت کی دنیا میں آپ کی مخلصانہ کاوشوں کے اچھے نتائج برآمد ہوئے ہیں۔میں نے ابھی ''نعت رنگ'' کا کوئی شمارہ نہیں پڑھا ہے، تاہم تبصروں اور علامہ کوکب نورانی صاحب کے مکتوبات کو پڑھ کر اس کے معیاری مقالات کی خوبیوں کا اندازہ ہوا ہے اور اب آپ نے عقیدت ومحبّت کا نذرانہ پیش کرنے نیز امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کے علمی و شعری کمالات سے ایک جہان کو مستفید کرنے کے لیے بڑا ضخیم نمبر تیار کر کے قابلِ تحسین وتبریک کارنامہ انجام دیا ہے۔آج اس نمبر پر تبصروں کی دھوم مچی ہوئی ہے۔اربابِ فکر وقلم عش عش کر رہے ہیں. **فالحمدللّٰہ علی ذالک۔**

آپ نے فقیر قادری کا مقالہ'' کلامِ رضا میں حسن و جمال مصطفوی کے نرالے تذکرے''[۱] شامل کر کے مشکور فرمایا۔دعا ہے کہ مولائے کریم اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقے وطفیل آپ کی مخلصانہ خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور مزید ایسے کام آپ سے لیتا رہے جو اہل ایمان وایقان کی معلومات کا باعث ہوں اور آپ کے ایمان آبرو جان ومال کی حفاظت فرمائے۔آمین

دعائے خیر میں یاد فرمائیں اور ہو سکے تو ''نعت رنگ'' کے شمارے اور نمبر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔احباب سے السّلام علیکم کہیں۔

فقط

غلام مصطفےٰ قادری رضوی

۱۔ش۱۸،ص۲۹۹۔۳۰۹

~~~~~~

غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر (نئی دہلی)

09-11-1999

عالی جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''نعت رنگ'' کے شماروں کا مرسلہ پیکٹ ملا، یاد آوری اور کرم فرمائی کا شکریہ۔ اس پیکٹ میں ''نعت رنگ'' کے جو پانچ نسخے میرے نام تھے وہ میرے پاس ہیں اور کسی کتاب کا ایک نسخہ جو ڈاکٹر سراج احمد بستوی کے نام تھا اسے میں نے ان کے پتے پر ارسال کر دیا ہے۔

''نعت رنگ'' کے مرسلہ شماروں کا جستہ جستہ مطالعہ کیا، جس طرح آپ نے نعت کے مضامین اور اس کے انتخاب میں جس مومنانہ فراست کا ثبوت پیش کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔ نعت کے مضامین ویسے ہی روح کو تازگی اور ایمان کو بالیدگی بخشتے ہیں مگر جو آپ نے انتخاب پیش کیا ہے اس کا تو جواب ہی نہیں۔ مجھے افسوس بھی ہے اور حیرت بھی کہ سالوں سے یہ معیاری رسالہ اربابِ دین و دانش کے قلب و نظر کو فرحت بخشتا رہا اور میں اس سے محروم رہا، خیر آپ نے دیر ہی سے سہی توجہ تو فرمائی، میں آپ کی اس علم دوستی کا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ یہ زریں سلسلہ منقطع نہ ہونے پائے گا۔

نعتوں اور غزلوں اور مناقب پر مشتمل اپنا مجموعۂ کلام ''آبشار'' [ا] اپنے مختصر تعارف کے ہمراہ ارسال کر رہا ہوں، شاید آپ کے کسی کام آئے۔ حکیم عبدالحمید کی رحلت پر ان کی منظوم سوانح بھی لکھی ہے، برائے مطالعہ اسے بھی میں آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں، شاید پسند آئے۔ ''نعت رنگ'' کا سلسلہ خوب ہے، آنے والی نسلوں کے دلوں میں سرکارِ رسالت مآب ﷺ کے تئیں جذبۂ اُلفت و محبّت بیدار کرنے میں کلیدی کردار ادا کرے گا، خدا کرے آپ کی یہ کاوش بارگاہِ رسول میں مقبول ہو اور آپ کے لیے اور آپ کے طفیل ہم سب کے لیے ذریعۂ نجات بنے، آمین

والسّلام مع الاکرام

مخلص

(غلام یحییٰ انجم)

☆ غلام یحییٰ انجم (پ: ١٩٥٨ء)، صدر شعبۂ علوم اسلامیہ، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی، کتب: ''نقشِ آخرت'' (مجموعہ نعت)، ''مصری مؤرخین۔ ایک تنقیدی مطالعہ''، ''تذکرہ علمائے بستی''، ''انوارِ خیال''، ''امام احمد رضا اور ابوالکلام آزاد کے افکار''، ''تاریخ مشائخ قادریہ''، ''امام احمد رضا کے افکار و نظریات۔ ایک تقابلی مطالعہ'' و دیگر۔

ا۔ ١٩٩٨ء، نئی دہلی، ١٠٤ص

29-03-2004

گرامی قدر و منزلت جناب صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں بعافیت ہوں اُمید کرتا ہوں کہ آپ بھی بعافیت ہوں گے۔ قائدِ ملت مولانا شاہ احمد نورانی [ا] کے عرس کے موقع سے کراچی پاکستان حاضری ہوئی تھی۔ اس سفر میں ارادہ تھا کہ آپ سے ملاقات ہوگی مگر وہاں مشغولیات اس درجہ بڑھ گئیں کہ سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ بہر حال ''یار زندہ صحبت باقی''۔

ایک ہفتہ قبل میرے پرانے پتے پر کتابوں کا پیکٹ دستیاب ہوا۔ کتابیں پڑھ کر مسرت ہوئی کہ آپ بڑی تن دہی سے نعتیہ ادب کو فروغ دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ اردو ادب کے ذمہ داران نے نعتیہ ادب کے تعلق سے جو بے توجہی برتی ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ نواسۂ رسول

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرثیہ تو اردو ادب کا حصہ بن جائے مگر رسولِ مقبول ﷺ کی نعت اردو ادب کا حصہ بننے سے محروم رہے، یہ بات کچھ عجیب سی لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اردو ادب کے اساطین کو ادب کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین

''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ بالکل جداگانہ اور نئی خصوصیت کا حامل ہے۔ مضامین کا تنوع، خیالات کی وسعت اور فکر کی پاکیزگی کے ذریعے آپ نے جو ''نعت رنگ'' کو اردو ادب کی دنیا میں ممتاز بنانے کی جو سعی کی ہے وہ بلاشبہ قابلِ تحسین اور لائقِ ستائش ہے۔ ''نعت رنگ'' کے شماروں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ادب کی دنیا میں اس رسالہ نے نہ صرف اپنا مقام بنایا ہے بلکہ اساطینِ ادب کو عظمتِ نعتِ رسالت مآب ﷺ کے اعتراف پر مجبور بھی کیا ہے اور بلاشبہ یہ صرف اور صرف آپ کی ذاتی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ حسن عطا فرمائے۔ آمین

آپ ۱۵/اپریل کو اپنے نئے مکان میں منتقل ہو گئے ہیں اس کے لیے مبارک باد قبول فرمائیں۔ گزشتہ ۱۲/اپریل کو میں بھی اپنے نئے مکان میں منتقل ہو گیا ہوں۔ نیا پتا درج فرمالیں تو نوازش ہوگی۔ مگر خط و کتابت شعبہ کے پتے پر بہتر رہے گا۔

آپ کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ آپ ''نعت رنگ'' کا خاص نمبر امام احمد رضاؒ کی نعتیہ شاعری کے تعلّق سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس تعلّق سے میری جانب سے پیشگی مبارک باد قبول فرمائیں۔ اس نمبر میں اشاعت کے لیے ایک مقالہ بعنوان ''امام احمد رضاؒ کی عربی نعتیہ شاعری'' (علمائے ازہر کے حوالے سے)[۲] برائے اشاعت ارسالِ خدمت ہے۔ اُمید کہ رسید سے مطلع فرمائیں گے۔

والسّلام۔ خیر اندیش

(غلام یحییٰ انجم)

۱۔ علامہ شاہ احمد نورانیؒ (۱۹۲۶ء۔۲۰۰۳ء)، ممتاز عالمِ دین، مبلغِ اسلام، سربراہ: جمعیت علمائے پاکستان، صدر ورلڈ اسلامک مشن پاکستان، سیکریٹری جنرل: ورلڈ مسلم علماء آرگنائزیشن (۱۹۵۳ء۔۱۹۶۴ء)۔

۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۸، ص ۱۷۰۔۱۷۹

غوث میاں (کراچی)

۲۷ جولائی ۲۰۱۹ء

نعت رنگ کا شمارہ ۲۸ کے مطالعہ کے بعد چند تاثرات و خیالات قلم بند کرنے کو دل چاہا تا کہ آئندہ نعت رنگ میں لکھنے والے احتیاط سے لکھیں۔ سب سے پہلے آپ کے لیے دل سے بہت سی دعائیں نکل رہی ہیں کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کا نعت کا یہ سفر یونہی جاری و ساری رہے اور آپ کی زندگی کا چراغ تا دیر جلتا رہا۔ فروغِ نعت کے حوالے سے جو خواب آپ نے دیکھے ہیں سب کی تعبیر پوری ہو (آمین)۔

نعت رنگ میں ہر مقالہ نگار نے اپنے اپنے مضامین میں نعت کے قاری کے لیے معلومات کا خزانہ پیش کیا ہے، لیکن پروفیسر محمد اقبال جاوید نے ماہنامہ 'صوفی' کے حوالے سے جو مقالہ تحریر کیا ہے اس کا جواب ہی نہیں کیونکہ انھوں نے ۱۰۰ سال سے زائد چھپے ہوئے نعتیہ ادب کو زندہ کیا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید کا مقالہ 'بر سبیل نعت، انتخاب و پیشکش' لکھ کر ہم سب کے دل کی بالکل صحیح ترجمانی کی ہے۔ محفل نعت میں جو ساؤنڈ سسٹم لگتا ہے اس میں آنے والے سامعین کا بالکل خیال ہی نہیں کیا جاتا کہ کوئی دل کا مریض ہے، کسی کی طبیعت ناساز ہے، اتنا تیز ساؤنڈ ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے محفل سے اُٹھ کر چلا جائے۔ ذکرِ رسول ﷺ کی محفل میں لوگوں کو تکلیف دی جائے کیا اس سے اللہ کے رسول ﷺ بہت خوش ہوتے ہیں؟ کیا مولانا اکبر وارثی، بہزاد لکھنوی، اعظم چشتی، محمد علی ظہوری اور بہت سے مرحوم نعت خواں اپنی آواز کا جادو ساؤنڈ سسٹم پر جگاتے تھے۔ ڈاکٹر ریاض مجید کا یہ جملہ ''افسوس

ہے ہمارے ہاں نعت خوانی کے نام پر نعت فروشی ہورہی ہے''۔ میں اس جملے سے اتفاق نہیں کرتا بلکہ یوں کہوں گا کہ ''نعت خوانی کے نام پر نعت فروشی نہیں لحن فروشی ہورہی ہے'' کیونکہ نعت ایک ایسی مقدس صنف سخن ہے جس کی نسبت رسول اکرم ﷺ سے ہے اس پر نعت فروشی کا لیبل کیسے لگا سکتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق کا مضمون ''اُردو کی نعتیہ شاعری میں خواتین کا حصہ'' ایک اچھی کاوش ہے تاہم تذکرہ میں دو مرحومہ شاعرات کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے جیسے کہ ابھی حیات ہیں۔ ان میں پہلی شاعرہ پروین جاوید ہیں جن کے انتقال کو ۱۲ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ ڈاکٹر سہیل شفیق نے پروین جاوید کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''پہلی نعت ۱۹۷۲ء میں ایک نعتیہ مشاعرے میں پڑھی۔ نعت گوئی کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔''

واضح رہے پروین جاوید کا انتقال ۲۱ مئی ۲۰۰۷ء کو کراچی میں ہوا۔ (حوالہ ''حیاتِ شعرائے نعت'' غوث میاں)، دوسری شاعرہ طلعت اشارت ہیں جن کو اس فانی دنیا سے کوچ کیے ہوئے تقریباً ۸ سال ہوگئے ہیں۔ مقالہ نگار نے شاعر کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: ''طلعت اشارت دیارِ غیر میں مقیم ہیں اور طویل عرصے سے شعر کہہ رہی ہیں۔'' حالانکہ وہ اس ناپائیدار دنیا میں نہیں ہیں ان کا انتقال ۶ نومبر ۲۰۱۱ء کو پنسلوانیا، یو ایس اے میں ہوا۔ (حوالہ ''حیاتِ شعرائے نعت''، غوث میاں)

مضمون میں حمیرا راحت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے نعتیہ مجموعہ کا نام ''میرے آقا'' لکھا ہے۔ اوّل تو 'میرے' کے بجائے 'مرے آقا' ہونا چاہئے تھا۔ دوسرے یہ کہ حمیرا راحت کے مجموعے کا صحیح نام 'رسائی روشنی تک' مطبوعہ ۲۰۱۳ء کراچی، ص ۱۵۸ ہے۔ (حوالہ: پاکستان میں مطبوعاتِ حمد و نعت ۲۰۱۹ء۔ ۱۹۴۷ء، غوث میاں) چونکہ نعت رنگ دور دور تک سفر کرتا ہے اور مستقبل کی نعتیہ دستاویز ہے، اس اس پر اعتبار کرتے ہیں، غلط معلومات سے نعتیہ ادب پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں یہ بات مجھ سے زیادہ آپ اور نعت رنگ کا قاری بہتر سمجھ سکتا ہے۔

تنویر اعظم کا مضمون ''پروفیسر اکرم رضا کی خدمات نعت'' پڑھ کر ایسا لگ رہا ہے کہ اکرم رضا اب بھی اس دنیا میں موجود ہیں حالانکہ ان کے انتقال کو ۷ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔ واضح رہے کہ نعت کی اس عظیم شخصیت کا اس فانی دنیا میں ۲۵ جون ۲۰۱۲ء تک قیام رہا۔ (حوالہ: شعرائے نعت، غوث میاں)

غوث میاں

☆غوث میاں (پ: ۱۹۵۵ء)، بانی: حضرت حسانؓ حمد و نعت بک بنک، مرتبہ کتب: ''انتخابِ حمد''، ''خواتین کی حمدیہ شاعری''، ''خواتین کی نعتیہ شاعری'' ودیگر۔

فراست رضوی (کراچی)

۴/ جولائی ۲۰۱۴

'نعت رنگ' کا دیدہ زیب شمارہ پروفیسر انوار احمد زئی صاحب نے عنایت فرمایا، مضامین وکلام کے معیار و وقار نے متاثر کیا۔ اس میں بطور مدیر آپ کی کاوشیں اور اخلاص نیت ہر مقام پر ظاہر ہے۔ پاکستان میں آپ نے اپنے اس جریدے کے ذریعے فروغ نعت اور نعت فہمی کی ایک ایسی تحریک کو جنم دیا ہے، جس کے ثمرات ابھی سے نمایاں ہونے لگے ہیں۔

نعت لکھنا بقول عرفی تلوار کی دھار پر چلنے کا عمل ہے۔ تہذیب وادب کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ شعری جمالیات کا التزام آسان کام نہیں ہے۔ نعت نگاری کے لیے محض سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبّت وعقیدت ہی کافی نہیں ہے۔ اس کے لیے اُس ذات عظیم کی حتی الامکان تفہیم بھی چاہیے۔ یوں تو حقیقتِ محمدی ﷺ کو خالق کائنات کے سوا کون جانتا ہے۔ مگر ایک امتی ہونے کی حیثیت سے ہمارے ذہنوں میں ختمی مرتبت ﷺ کا کیا تصور ہے، یہ بات نعت نگاری میں بہت اساسی اہمیت رکھتی ہے۔ رسول کریمؐ کے مقام بشریت اور مقام نبوت کے متوازن تصور ہی سے ایک مودب اور اثر انگیز نعت

تخلیق کی جاسکتی ہے۔ یہاں غزل کے عام محبوب اور محبّ والی کیفیت زیبا نہیں ہے۔نعت آقا اور غلام کے رشتے پر استوار ہوتی ہے۔ یہاں برابری گستاخی ہے۔ یہ حفظ مراتب کی دنیا ہے یہاں تعظیم کی کڑی شرطیں ہیں۔اور انہی پابندیوں اور شرائط میں رہتے ہوئے ایک نعت نگار کو اپنے جمال فن اور تخلیقی شعور کے نگ دکھانے پڑتے ہیں۔آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے نعت پر تنقید کا باقاعدہ آغاز کیا اور قدیم اور جدید نعتوں کے مضامین اور اسالیب پر معروف اہلِ قلم سے انتقادی مقالات لکھوائے۔جس کی وجہ سے ادب کے عام قاری کو نعت کا ایک نیا شعور ملا۔

نعت پر تنقید کا مطلب دراصل نعت کے فن کا علمی اور ادبی محاکمہ ہے۔ یہ بات ''نعت رنگ'' کے وسیلے سے مجھ تک پہنچی ہے۔ورنہ شروع شروع میں ''نعت پر تنقید'' کا جملہ سن کر دل ڈر جاتا تھا کہ کہیں یہ سوئے ادب نہ ہو۔ رفتہ رفتہ ''نعت رنگ'' کے شماروں سے خیال کی یہ دھند چھٹ گئی اور ادب تو نعت نگاری کے فنی، لسانی اور ادبی اصول بہت ہی واضح ہو کر ہمارے سامنے آچکے ہیں۔ یہ کام محمد حسن عسکری سے شروع ہوا، ابوالخیر کشفی کی تحریروں میں اس کا احیاء ہوا اور پھر نعت رنگ نے اسے نعت کے مکمّل تنقیدی دبستان میں تبدیل کر دیا۔ آپ اور آپ کے رفقاء کی کوششوں سے نعت پر تنقید ایک علاحدہ اور مخصوص مکتب فکر کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی نگاہِ رحمت ہی سے آپ کو یہ توفیق ملی ہے، کہ آپ پاکستان میں نعتیہ ادب کے فروغ اور اس کے تنقیدی دبستان کی تشکیل کا تاریخی کام انجام دے سکے۔

اس تناظر میں صاحب نظر نقاد و محقق اور عاشق رسول ﷺ ڈاکٹر عزیز احسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اردو کے نعتیہ ادب کے انتقادی سرمایے کا تحقیقی مطالعہ'' ایک روشن سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔نعت شناسی کے حوالے سے تاریخ ادب میں یہ کتاب ہمیشہ زندہ رہے گی۔ڈاکٹر عزیز احسن نے اس کتاب کے ''پیش گفتار'' میں لکھا ہے کہ ''سید صبیح الدین صبیح رحمانی'' میرے شکریے کے اس لیے مستحق ہیں کہ انہی کی تحریک پر میں نے تنقیدی مضامین لکھے اور انہی کے اصرار پر (ریٹائرمنٹ کے بعد) پی ایچ ڈی کی سطح کا مقالہ لکھنے کا ڈول ڈالا۔علاوہ ازیں نعتیہ ادب سے متعلّق کتب کی فراہمی کی جان لیوا محنت سے بھی انھوں نے بہت حد تک بے نیاز کر دیا۔'' گویا آپ ہی اردو کے نعتیہ ادب پر لکھے گئے اس وقیع تحقیقی مقالے کے محرک اور بنیاد گزار ہیں۔ سرسید نے ۱۸۷۹ء میں حالی سے مسدس مدوجزر اسلام لکھوائی تھی اور، آپ نے ڈاکٹر عزیز احسن سے اردو کے نعتیہ ادب پر ایسی شاندار اور تحقیقی کتاب لکھوائی۔ میری نگاہ میں یہ مقالہ ''نعت رنگ'' کے شجر ہی کی ایک علمی شاخ ہے۔ بلاشبہ یہ مراتب کاوش سے نہیں فیضان رسول ﷺ سے عطا ہوتے ہیں۔

چونکہ خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ساری اُمتِ مسلمہ کے لیے ایک مرکز اتحاد و یکجہتی ہیں۔رسول پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی نقطہ پرکار کائنات ہے، اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات کا یہ دائرہ کبھی وجود میں نہ آتا۔ خاکم بدہن کون مسلمان ہے جو ختمی مرتبت رسول برحق ﷺ کو آخری نبی نہ مانتا ہو اور روز حشر سرکار ﷺ کی شفاعت پر یقین نہ رکھتا ہو۔ ہر مسلمان رسول کریم ﷺ کے ذریعے سے اللہ اور قرآن مجید سے آشنا ہوا۔ سرکار ختمی مرتبت ﷺ کی ذات والا صفات نقطہ وحدتِ امت ہے۔اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ نعت شناسی کے ساتھ ساتھ فرقہ وارانہ منافرقوں کے خلاف اور اتحادِ اسلامی کے لیے بھی خدمات انجام دے رہا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ ''نعت رنگ'' اپنی تحریروں کے ذریعے سے نعت نگاری اور نعت شناسی کے جو علمی و ادبی معیارات قائم کر رہا ہے، ان معیارات کو برتنے اور برقرار رکھنے کے لیے تفسیر قرآن، علم حدیث، کتب سیر، تصوف، تاریخ اسلام، صرف نحو، عروض، ادبیات عالم اور لسانیات کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ گویا بلا واسطہ نعتیہ ادب کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم کے فروغ و ترویج کا کام بھی ''نعت رنگ'' کے توسط سے ہو رہا ہے۔

میرے نزدیک ''نعت رنگ'' نعت کے موضوع پر فقط ایک رسالہ ہی نہیں یہ عشق رسول ﷺ کی ایک تحریر ہے۔ یہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کی ایک انجمن ہے۔ یہ اردو میں صنف نعت کے ادبی اصولوں کو علمی اور تنقیدی بنیادوں پر مرتب کرنے کی ایک خوبصورت کاوش ہے۔نعت رنگ سارے

مسلمانوں کو محبّت سرکار دو عالم ﷺ کے آفاقی مرکز پر جمع رکھنے کی ایک مخلصانہ سعی ہے۔ یہ جریدہ ہمیں سیرت رسول پاک ﷺ کے سنہری اصول یاد دلاتا ہے اور ان پر چلنے کے ہمارے ارادے کو تقویت دیتا ہے۔ یہ جریدہ ہمیں نئی نئی علمی، ادبی اور اسلامی علوم کی کتابوں کے مطالعے پر مائل کرتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ نعت رنگ نے کم وقت میں نعت کی تاریخ، تنقید اور تحقیق پر کام کرنے والے منفرد اہل قلم کا اپنا ایک حلقہ پیدا کرلیا ہے۔ یہ جریدہ سرورِ کونین ﷺ کے ذکرِ اطہر سے مہکتا ایک چمن ہے جس میں تحسین و توصیف کے رنگ برنگ پھول مہک رہے ہیں۔

''نعت رنگ'' کے شماروں میں آپ نے نعت سے متعلّق تقریباً سارے ہی اہم موضوعات پر مضامین و مباحث پیش کیے ہیں۔ لیکن شاید اب بھی نعتیہ ادب کی تخلیق، تنقید اور تحقیق کے کئی تازہ افق نادریافت ہوں گے کیونکہ یہ صنف جوئے کم آب نہیں بحرِ بیکراں ہے۔ دنیا کے دیگر اسلامی ممالک میں اور مختلف زبانوں میں کس طرح کا نعتیہ ادب لکھا جا رہا ہے، ان کی اصناف اور مضامین کی نوعیت کیا ہے؟ اس پر بھی تحقیق اور ترجمے کے لیے بڑی گنجائشیں موجود ہیں۔

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کارِ مغاں　　　　ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ''نعت رنگ'' اردو دنیا میں نعت شناسی کی ایک نئی تاریخ رقم کرے گا۔ میں آپ کی کامیابیوں کے لیے اور نعت رنگ کی مقبولیت اور استحکام کے لیے سرکارِ دو عالم ﷺ کے صدقے میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں۔ خداوند آپ کی توفیقات میں اضافہ کرے (آمین)

فراست رضوی

☆ فراست رضوی (پ: ۱۰ جولائی ۱۹۵۴ء) نام: سید فراست حسین رضوی ولد سید لیاقت حسین رضوی، شاعر، ادیب، کتب: کہر میں ڈوبی شام (مجموعہ ہائیکو، ۲۰۰۱ء)، کتابِ رفتہ (شعری مجموعہ، ۲۰۰۷ء)، درد کی قندیل (مجموعہ رباعیات، ۲۰۱۴ء)، آیاتِ محبّت (مجموعہ مناقب، ۲۰۲۰ء) ودیگر۔

فرحت حسین خوشدلؔ (جھارکنڈ، انڈیا)

25-01-2007

محترمی سید صبیح رحمانی! سلامتی و رحمت۔

برسوں سے تمنا تھی کہ ''نعت رنگ'' کے لیے نعت بھیجوں۔ آپ سے روبرو ہو کر بات کروں۔ اللہ کا کرم ہوا آج مخاطب ہوں۔ سب سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ ''نعت رنگ'' کے کئی شمارے کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ ظہیر صاحب کے یہاں اس کو سب سے پہلے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ شمارہ نمبر ۷ اور ۱ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کروا کر اپنے پاس محفوظ رکھا ہے۔ ''خوابوں میں سنہری جالی'' کو متعدد بار پڑھا۔ آپ کی نعتیہ شاعری سے اتنا متاثر ہوا کہ میں نے اپنے ایک خط میں ''جامِ نور'' میں یہ تحریر کیا جس کو شاید آپ نے پڑھا ہو۔ عہدِ جدید میں نعتیہ شاعری میں انھیں اپنا امام متصور کرتا ہوں۔ اس کے بعد تو دیوانگی ''نعت رنگ'' کے لیے بڑھتی گئی۔ ''جامِ نور'' میں جب اشتہار آیا کہ امام احمد رضاؒ نمبر آپ نکالنے والے ہیں تو برادر عزیز خوشتر نورانی کو فون پر گزارش کی کہ مجھے مذکورہ نمبر ۲ / عدد چاہیے۔ انھوں نے وعدہ کیا اور پورا بھی کیا ۵۰۰ روپیہ میں مذکورہ نمبر مجھے ملا۔ انھوں نے فون پر میرا آپ سے تذکرہ بھی کیا ہوگا۔

آپ کی نعتیہ شاعری میں جو جدت طرازی دیکھی وہ مجھے دوسرے شعرا کے یہاں کم نظر آئی۔ میں ''خوابوں میں سنہری جالی'' کے حوالے سے ایک مضمون قلم بند کرنے میں مشغول ہوں۔ آپ کی شاعری کے تتبع میں کئی نعتیں کہی ہیں۔ میری نعتیں ''جامِ نور'' کے صفحات پر بھی آئیں۔ شاید آپ نے پڑھی بھی ہو۔ مجھ کو نعت سے والہانہ لگاؤ ہے۔ اردو ادب میں حمد و نعت کو اب مقام ملنے والا ہے۔ ''نعت رنگ'' اس ضمن میں بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ ابوالخیر کشفی، شفقت رضوی، عزیز احسن کی کتابیں بھی میں نے پڑھی ہیں۔ ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی کی ''جادۂ رحمت کا مسافر'' جو آپ کی

نعتیہ شاعری پر تنقیدی مجموعہ ہے، پڑھی۔ غرض آپ اور آپ کی شاعری کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

اردو شعر و ادب سے میرا رشتہ، میرا تعلق کیا ہے اس کو بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ امام احمد رضاؒ نمبر میں اور حمد نمبر میں جس عرق ریزی سے مضامین کو آپ نے جمع کیا ہے وہ آپ کے نام کو بقائے دوام عطا کرے گا۔ کیو ٹی وی پر آپ کو جب دیکھا اور آپ کو عشقِ رسول ﷺ میں نعت سرائی میں جس طرح مستغرق دیکھا انگشت بدنداں رہ گیا۔ اتنی کم عمر میں اتنا مقام پالینا اور دوسروں کے دل میں گھر کر لینا آسان کام نہیں۔ اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کرم ہی میں مانتا ہوں۔ میری اتنی صلاحیت اور وسعت نہیں ہے کہ میں ''نعت رنگ'' منگوا سکوں۔ اپنے رسول کا میں بھی دیوانہ ہوں۔ ایک عاشقِ رسول ﷺ دوسرے عاشقِ رسول ﷺ کو اگر ''نعت رنگ'' ہدیہ میں بھیج دے تو کوئی بعید نہیں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی بارگاہ میں دعائے خیر کرے۔ اس لیے گزارش ہے کہ آپ اس حقیر فقیر کو ''نعت رنگ'' سے ہمیشہ نوازیئے۔ مجھے ''نعت رنگ'' کا ''رسول نمبر''[۱] چاہیے۔ کیا مجھے ہدیتاً ارسال فرمائیں گے؟ میں اپنی چند نعتیں (تازہ) آپ کے موقر رسالہ کی نذر کر رہا ہوں۔ شائع فرما کر مجھے شاد فرمائیں۔ میں تادمِ حیات آپ کے رسالہ کے لیے نعت اور نعتیہ مضامین بھیجتا رہوں گا۔

ڈاکٹر طلحہ رضوی برق صاحب قبلہ کی محبّت مجھے وافر مقدار میں ملتی رہتی ہے۔ میں کاروانِ ادب، ہزاروی باغ کا جنرل سیکریٹری بھی ہوں، ساتھ ہی اردو ادب کا ایک ٹیچر بھی۔ میری شاعری کا محور حمد و نعت ہے۔ ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ شائع ہونے کا اعلان ''جامِ نور'' میں پڑھنے کو ملا۔ خوشی ہوئی۔ کاش وہ مجھ کو کسی طرح مل جائے، میری نعتیہ شاعری کو تھوڑی بہت جو بھی جلا ملی ہے وہ آپ سے اور آپ کے ''نعت رنگ'' سے۔ آپ کا میں بہت ممنون ہوں گا اگر آپ مجھے ''نعت رنگ'' بھیجتے رہیں۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ میرے خط کو پڑھ کر ایک عجیب طرح کی لذت محسوس کریں گے۔ کوکب نورانی صاحب کا میں بھی مداح ہوں۔ میرا اسلام ان تک ''نعت رنگ'' کے توسط سے پہنچے۔ اگر آپ اس خط کو ''نعت رنگ'' میں جگہ دیں۔ آپ کی دعاؤں کا متمنّی ہوں، ساتھ ہی جواب کا منتظر رہوں گا۔

فرحت حسین خوشدلؔ

☆ فرحت حسین خوشدل (پ: ۱۹۵۸ء)، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ ''ایوانِ نعت'' (اڑیسہ، انڈیا)، کتب: ''الحمدللہ''، ''سمعنا واطعنا''، ''وجدان کے پھول''

۱۔ مکتوب نگار کو غالباً سہو ہوا ہے، نعت رنگ کا کوئی ''رسول نمبر'' شائع نہیں ہوا۔

فرمان فتح پوری، ڈاکٹر (کراچی)

جنابِ صبیح رحمانی!

محترم و مکرم سلام مسنون

''نعت رنگ'' کے مطالعے سے آنکھیں روشن ہوگئیں اور اس کے مرتبین کے حق میں دل سے دعائیں نکلیں۔

نعت کی مقبولیت سے دل خوش ہوتا ہے نعت خوانی اور نعت گوئی ایک مسلمان کے لیے آخرت کے لیے زادِ راہ اور سفارش نجات کی حیثیت رکھتی ہے اس لیے یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ''نعت رنگ'' کے مرتبین دین و دنیا دونوں کو حسب توفیق سنوار رہے ہیں۔

کسی نعت یا نعتیہ مضمون کے بارے میں حُسن و قبح کے حوالے سے کسی طرح کا حکم لگانا مناسب نہیں۔ ان نقطوں کا استعمال اور مروّجہ استعمال نعت اور نعت کے مباحث میں میرے دائرہ خیال و قلم سے خارج ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی سے جن الفاظ و خیالات کو نسبت ہوجائے وہ میرے نزدیک تنقید مروجہ سے بلند و بالا ہوجاتے ہیں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ بعض وجوہ سے محترم عزیز صاحب اور رشید وارثی صاحب کے

مضامین مجھے بطور خاص پسند آئے اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے آمین والسّلام۔

نیاز مند

فرمان فتح پوری

☆ڈاکٹر فرمان فتح پوری (۱۹۲۶۔۲۰۱۳ء)، اصل نام: سید دلدار علی، ادیب، محقق، نقاد، دانشور، صدر شعبۂ اردو، جامعہ کراچی، مدیر اعلیٰ: اردو لغت بورڈ (۱۹۸۵ء)، مدیر ''نگار''، چند کتب کے نام: ''ہندی اُردو تنازع''، ''اقبال سب کے لیے''، ''اُردو رباعی''، ''تدریسِ اُردو''، ''اردو کی منظوم داستانیں'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''تحقیق وتنقید''، ''نیا اور پرانا ادب''، ''نواب مرزا شوق کی مثنویاں''، ''قمر زمانی بیگم''، ''اردو کی نعتیہ شاعری''، ''تاویل وتعبیر''، ''اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری''، میر انیس حیات اور شاعری''، ''اردو افسانہ اور افسانہ نگاری''، ''غزلیاتِ غالب شرح ومتن''، ''نیاز فتح پوری دیدہ وشنیدہ''، ۱۹۸۵ء میں علمی وادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت پاکستان نے ''ستارۂ امتیاز'' عطا کیا۔

فضل الرحمٰن شررمصباحی، ڈاکٹر (دہلی)

محترم سید صبیح رحمانی مدیر نعت رنگ جون ۲۰۱۰ء میں دہلی آئے تو ڈاکٹر خوشتر نورانی مدیر جام نور نے فون پر موصوف کی آمد کی خوش خبری دیتے ہوئے مجھ سے کہا کہ سید صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ ملاقات بارہ دری بلی ماران کی نہاری کی مشہور دکان کے دسترخوان پر ہو۔ یوں میں دیار مسیح الملک حکیم اجمل خاں میں حاضر ہوا اور لطف دوگونہ سے بہرہ مند ہوا۔ اس پہلی ملاقات میں میں نے انھیں کیسا پایا اگر اس کی مکمّل تفصیل لکھوں تو اسی کا ہو کر رہ جاؤں اور نہایت مختصر لکھوں تو یوں کہ برسوں پہلے ملیشیا کی ایک لیڈی نے کہا تھا کہ میں ہندوستان کو پی ٹی اوشا کی وجہ سے جانتی ہوں۔ بس نام، جنس اور ملک کا نام تبدیل کر لیجیے۔

محترم سید صبیح رحمانی مصروف پروگرام کے تحت محدود ایام کے لیے انڈیا آئے تھے دوبارہ ملاقات کا تصور میرے ذہن میں نہیں تھا، اس لیے عجلت میں ایک خط لکھنے بیٹھا کہ اسے ڈاکٹر خوشتر کے ذریعے آں موصوف تک پہنچا دوں گا اسی دوران دوسری ملاقات کے لیے موصوف کا فون آ گیا۔ میں ادھورا خط لے کر حاضر ہوا۔ مہمان کریم کو پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے کہا کہ جس موضوع پر آپ کی تحریر ہے، یہ افادۂ عام کے لیے ہے، اور لکھیے، لکھتے جائیے۔ نعت رنگ میں پورا مضمون من وعن شائع کیا جائے گا۔ مگر افسوس کہ مصروفیات کے سبب گاڑی آگے نہ بڑھی۔ اس میں سستی اور کاہلی کا بھی دخل رہا۔ بہر حال مالا یدرک کله لا یترک کله کے بمصداق جو کچھ ہے، اسے ''نقد ونظر'' میں شامل کیا جا رہا ہے۔

محبّ مکرم سیّد صبیح رحمانی بالقابہ...... تسلیمات

بخیر ہوں، طالب خیر ہوں۔ لبنان جانے سے پہلے عزیز ذوالقدر ڈاکٹر خوشتر نورانی نے خبر دی تھی کہ ''نعت رنگ'' کے امام احمد رضا نمبر کا پیکٹ پاکستان سے روانہ ہو چکا ہے۔ میں لطف انتظار اٹھاتے ہوئے بیروت چلا گیا، کئی ماہ بعد واپس آیا تو پہلی فرصت میں مکتبہ جام نور سے یہ وقیع مجلّہ حاصل کیا جو اس وقت میرے پیش نظر ہے۔ آپ نے اداریہ میں کرب کا اظہار کیا ہے مگر بات کھل کر نہیں کہی ہے۔ یہ نثر کا ایجاز نظموں میں، خاص طور پر غزلوں میں ملتا ہے۔ ہر ذی فہم اپنے احساس وادراک کے اعتبار سے ایسے مجمل جملوں کی تشریح کرتا ہے اور الگ الگ نتیجے اخذ کرتا ہے، یہ آپ کے قلم کا اعجاز ہے۔

مولانا کوکب نورانی جو ''نعت رنگ'' میں مسلسل سرخیوں میں رہتے ہیں، ان کا قلمی شاہکار ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' خاصے کی چیز ہے۔ تحریر میں خطابت پوری شان وشوکت کے ساتھ موجود ہے۔ چند صفحات کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ موصوف کا مطالعہ وسیع ہے، نظر گہری ہے، حافظہ قوی ہے اور قوتِ استخراج غضب کی ہے۔ عبارات کا تسلسل کہیں منقطع ہوتا نظر نہیں آتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ مضمون کے طول کو کم بلکہ

بہت کم کیا جا سکتا تھا۔

اس مجلّہ کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپ نے ایک مخصوص فکر و مزاج کے حصار سے باہر رکھا ہے۔ لکھنے والے کھلے ذہن سے لکھتے ہیں۔ ''علم زجاہ بے نیاز'' آپ کا مطمح نظر ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے احقر کے مضمون کو بھی نعت رنگ کا حصہ بنا لیا ہے۔ ایسے مضمون کو جس کے مشمولات پاکستان کے ایک بڑے طبقے کو ناپسند ہیں، بھلا جس کتاب کو ہندو پاک کے جامعات میں شامل کیے جانے کی سفارش کی گئی ہو، اس کے خلاف شررمصباحی احتجاج کرے اور نعت رنگ اسے شرف قبولیت عطا کرے۔ یہ جسارت، یہ جرأت، یہ ہمت اسی ''علم زجاہ بے نیاز'' کے طفیل ہے۔

آپ یقین کریں ہندوستان میں اس کا شدید ردِعمل ہوا، اس لیے نہیں کہ میری تحریر ایک ایسی کتاب کی قلعی کھول رہی تھی جس کی حقیقت سراب کی سی تھی بلکہ پروپگنڈا یہ کیا گیا کہ اس کتاب میں شررمصباحی نے ''فن شاعری اور حسان الہند'' کی آڑ میں اعلیٰ حضرت کے فکر و فن پر تنقید کی ہے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ بعض جامعات کے پروفیسروں نے فون پر مبارک باد دی، مضمون کو خوب سراہا۔ میں نے ایک پروفیسر صاحب سے کہا کہ حضرت آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ تو میری حیثیت سے بہت زیادہ ہے۔ بس اس کا تھوڑا سا حصہ علی سبیل التنزل سہی، جام نور میں چھپوا دیجیے۔ بس یہیں سے گفتگو کا تسلسل بے ربط ہو گیا۔ خدا بہتر جانے یہ نفاق کی کوئی قسم ہے یا حالات کی مجبوری۔ اس سے کم از کم یہ امید تو پیدا ہو ہی گئی کہ اب حالات بدل رہے ہیں۔ دل کی بات زبان تک آنے لگی ہے۔ لیکن دماغ اسے افشا کرنے سے ابھی روکتا ہے۔ بہت جلد دماغ بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہو جائے گا۔

آپ کو شاید معلوم نہ ہو، میں نے برسوں کی محنت شاقہ کے بعد ہندو پاک کے مطبوعہ حدائق بخشش کے متعدد نسخے اکٹھا کر کے اغلاطِ کتابت کی تصحیح کی تھی، پھر جب علامہ سمنانی مرحوم سے صدر الشریعہ کے زیر اہتمام مطبوعہ نسخہ ملا تو میری خوشی دوبالا ہو گئی کہ میں نے صحیح سمت میں کام کیا ہے۔ افسوس کہ تمام تر احتیاط کے باوجود میرے مصححہ نسخہ میں بھی چند مقامات پر میری نشان دہی کے باوجود کاتب ترمیم نہیں بنا سکا۔ میں دہلی میں تھا اور کاتب ممبئی میں۔ شکر ہے کہ میں نے اپنے نسخہ مصححہ کے بارے میں جملہ اغلاط سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ دعویٰ اول اول مولانا شمس بریلوی نے کیا، اس کے بعد محترم پروفیسر مسعود نے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو پاک میں جن حضرات کے پاس ان کے نسخے ہیں، ان میں جو اغلاط نظر آ رہی ہیں وہ شاعر کے کھاتے میں جا رہی ہیں۔ اسی لیے میں نے پروفیسر مسعود کے نسخے کی اغلاطِ کتابت کی ایک فہرست رضا اکیڈمی والے نسخے میں چھاپ دی تھی تاکہ قاری کا ذہن شاعر کی غلطی سمجھنے کی غلطی نہ کرے، مگر افسوس اسی مجلّہ نعت رنگ میں ایک پروفیسر صاحب نے بعض اغلاطِ کتابت کو شاعر کے کھاتے میں ڈال دیا۔ عبارت ملاحظہ ہو:

''حدائق بخشش میں لسانی و عروضی کچھ سہو بھی ہمارے سامنے آئے ہیں۔ ادبی دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ان کی بھی نشان دہی کر دی جائے۔''

پھر یوں نشان دہی فرمائی گئی ''مولانا احمد رضا خان نے اکثر اشعار میں ''پاؤں'' کا لفظ بروزن ''فعلن'' استعمال کیا ہے جب کہ اسے ''فعل'' کے وزن پر باندھا جاتا ہے۔

ان کا منگتا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج
جس کی خاطر مر گئے منعَم رگڑ کر ایڑیاں''

میرے اس مکتوب کے تسلسل میں اسے جملۂ معترضہ قرار دیا جائے۔ یہاں نہ سہو کاتب ہے نہ فاضل بریلوی نے ''پاؤں'' کا استعمال ''بروزن ''فعلن'' کیا ہے۔ یہ ہر طرح سے موزوں ہے۔ نجفی صاحب ہی سے سہو ہو گیا ہے۔ اکثر تو کیا ایک شعر بھی ایسا نہیں ہے جس میں یہ لفظ بصورت واحد ''فعلن'' کے وزن پر استعمال ہوا ہو۔

دوسرا سہو یوں ظاہر کیا ہے: ''نظر'' عربی زبان کا لفظ ہے جس کے پہلے دو حرف ''ن'' اور ''ظ'' بالفتح ہیں۔ مولانا نے حرف ''ظ'' بالجزم باندھا ہے جس سے مصرع ساقط الوزن ہو گیا:

وہی نظر شہ میں زرنکو جو ہوان کے عشق میں روبرو
گل خلد اس سے ہو رنگ جو یہ خزاں وہ تازہ بہار ہے''

محترم نجفی صاحب نے سیدھا الزام شاعر کے سر منڈھ دیا، کیوں کہ جس نسخہ حدائق بخشش میں انھوں نے یہ شعر دیکھا اور تصحیح کتابت کے بھرپور التزام کے ادعا پر بھی نظر پڑی۔ تو ظاہر ہے کہ الزام شاعر کے سر آنا ہی تھا اگر نجفی صاحب اگر ادنیٰ تأمل سے کام لیتے تو انھیں یہ کہنا زیادہ آسان تھا کہ مولانا احمد رضا خاں نے بالکل بے معنی شعر کہا ہے یا یہ کہ تاویل بعید کے بعد بھی اس شعر سے کوئی مفہوم اخذ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ''نظر شہ'' کا بے محل استعمال ظاہر و باہر ہے اور دقّتِ نظر سے غور فرماتے تو کھل جاتا کہ یہ ''نظر شہ'' نہیں ہے بلکہ ''نذر شہ'' ہے۔ یوں شعر بامعنی بھی ہو گیا اور ساقط الوزن بھی نہیں رہا۔ اب شعر یوں پڑھیے اور شاعر کو دادِ سخن دیجیے:

وہی نذر شہ میں زرنکو جو ہو ان کے عشق میں زردرو
گل خلد اس سے ہو رنگ جو یہ خزاں وہ تازہ بہار ہے'' (نسخۂ مصححہ شرر مصباحی)

نجفی صاحب نے تیسرا سہو یوں ظاہر کیا ہے:

''ایک اور شعر میں انھوں نے عربی لفظ ''صفت'' کی 'ف' کو ساکن کر دیا ہے، حالاں کہ وہ بالفتح ہے

جسے تیری صفتِ نعال سے ملے دو نوالے نوال سے
وہ بنا کہ اس کے اگال سے بھری سلطنت کا ادھار ہے

یہ شعر کتابت کے تیر کا شکار ہو گیا ہے۔ ہمارے خیال میں مولانا نے نعال جمع کے بجائے نعل واحد استعمال کیا ہو گیا''۔

نجفی صاحب قائل ہیں کہ مولانا نے ''صفت'' کی ''ف'' کو ساکن کر دیا ہے، اور کتابت کی غلطی انھیں ''نعال'' میں نظر آئی جو ان کے خیال کے مطابق ''نعل'' ہونا چاہیے لیکن نعال کو نعل کرنے کے بعد بھی تو مصرع کی چول نہیں بیٹھتی۔ اب بھی تو کان جیسی تھی ویسی ہی ہے۔ پھر از روئے معنی تو یہ شعر بالکل بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ امام احمد رضا کے کلام میں جہاں کہیں غلطی کا اشتباہ ہو وہاں زورِ دماغ صرف کرنا چاہیے خاص طور پر جہاں کتابت کے تیر کا شکار ہونے کا اشتباہ ہو۔ یہ شعر نسخۂ مصححہ راقم الحروف میں یوں ہے:

جسے تیری صفِّ نِعال سے ملے دو نوالے نوال سے
وہ بنا کہ اس کے اگال سے بھری سلطنت کا ادھار ہے

نعت رنگ میں محترم رشید وارثی لکھتے ہیں:

اے تن تو گہہ سوار شہسوار عرش ناز
گہہ چناں پامال خیل اشقیا امداد کن

اس کا ترجمہ یہ کیا ہے: ''اے امام عالی مقام! آپ کا جسم مبارک کبھی عرش ناز کے شہسوار (آسمان کی رفعتوں کو عبور کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے مقدس جسم کا سوار بنا اور کبھی بد بختوں کے سموں سے پامال ہوا۔ میری مدد کیجیے۔''

یہاں وارثی صاحب نے حضرت شمس بریلوی کے نسخہ سے شعر نقل کیا ہے۔ مولانا شمس بریلوی منظر اسلام بریلی میں ۱۹۳۲ء سے ۱۹۴۴ء تک صدر شعبۂ فارسی رہے۔ آج وہ ہمارے درمیان ہوتے تو میں اُن سے عرض کرتا کہ جناب والا یہ عرش ناز ہے یا عرش تاز (اسم فاعل سماعی)۔ سچ یہ ہے کہ فاضل بریلوی نے عرش تاز لکھا ہے۔ یہ وہی عرش تاز ہے جو ان دو شعروں میں ہے:

یعقوب گریانت شدہ ایوب حیرانت شدہ
صالح حدی خوانت شدہ اے یکہ تاز لامکاں

سرو ناز قدم مغز راز حِلم
یکہ تاز فضیلت پہ لاکھوں سلام

اب آپ شعر پڑھیے اور دیکھیے کہ شعر کی معنویت یکہ تاز کے استعمال سے عرش کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔

کسی معروف شاعر کا شعر اگر بادی النظر میں بے معنی یا فاسد المعنی یا ناموزوں معلوم ہو تو انصاف و دیانت کا تقاضا ہے کہ پہلے شعر کی معنویت پر غور کیا جائے، عروض کے نکات ذہن میں ہوں یہ بھی نظر میں ہو کہ کہیں کاتب کی مہربانی سے مصرع کچھ کا کچھ تو نہیں ہو گیا ہے۔ غور و فکر کے بعد اکثر کسی اچھے نتیجہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

فضل الرحمٰن شرر مصباحی

☆ ڈاکٹر فضل الرحمٰن شرر مصباحی (۱۵ جون ۱۹۴۴ء۔۳۰ اپریل ۲۰۲۲ء)، طبیب، محقق، شاعر، ادیب، نقاد، ممبر: مجلس مشاورت، الجامعۃ الاشرفیہ، ڈپٹی میڈیکل سپرنٹنڈنٹ: گورنمنٹ طبّیہ کالج، نئی دہلی۔ کتب: ''حدائق بخشش (تصحیح شدہ) کا جائزہ''، ''نقد و نظر''، ''ظہورِ قدسی''، ''نمودِ سحر''، ''کنز الایمان اور معارف القرآن کا تقابلی مطالعہ'' و دیگر۔

فہد واحد علی، سیّد (حیدر آباد، پاکستان)

06-04-1998

محترم صبیح بھائی قبلہ! السّلام علیکم!

اُمید ہے کہ آپ بمعہ [کذا] تمام اہلِ خانہ ماشاءاللہ خیریت سے ہوں گے، میں بھی ٹھیک ہوں۔ میری جانب سے آپ کو اور آپ کے تمام افرادِ خانہ دوستوں اور احباب کو عید کی دلی مبارک باد۔

پانچ جولائی ۱۹۹۷ء کی صبح جب میں آپ کی خدمت میں اپنے والد صاحب اور محترم محمود بھائی کے ہمراہ آپ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو واپسی پر دروازے سے نکلنے کے بعد سیڑھیوں پر آپ نے مجھے ایک بات فرمائی تھی، ''دل لگا کر اور محنت سے پڑھو، اعلیٰ تعلیم یافتہ/ انجینئر/ ڈاکٹر نعت خواں کو ایک بے پڑھے اور جاہل نعت خواں کی نسبت زیادہ پزیرائی ملتی ہے۔ اس لیے تم اچھے نعت خواں کے ساتھ ساتھ اچھے ذہین طالب علم ہو گے تو ان شاءاللہ تمھاری کامیابی یقینی ہے۔''

تو صبیح بھائی میں نے اسی وقت تہیّہ کر لیا تھا کہ نعت شریف کے ساتھ ساتھ زیادہ وقت تعلیم پر صرف کروں۔ کراچی سے حیدر آباد آنے کے بعد میں نے آپ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو صرف تعلیم کے لیے وقف کر دیا اور اس کے بعد چار مختلف اساتذۂ کرام سے انگلش، حساب، فزکس، کیمسٹری کی الگ الگ ٹیوشن پڑھنی شروع کر دی، ان دنوں میں نے نعت کی محفلوں میں بھی بہت کم شرکت کی، صرف ہفتہ، اتوار کی درمیانی رات

میں کوئی پروگرام ہوتا تو اس میں شرکت کرنے چلا جاتا۔ ورنہ ہفتے کے دیگر ایام میں محفل نعت میں شرکت کرنے کی معذرت کرتا رہا۔ میرے ایسا کرنے سے بہت سے احباب نے تو ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور بعض نے میرے سامنے تو نہیں مگر دوسروں کے سامنے میری اس بات پر ناخوشی کا اظہار کیا۔

آج میں اپنے امتحان کے آخری پریکٹیکل دے کر آیا ہوں اور فوراً آپ کو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اللہ کے فضل و کرم سے تمام پیپر اچھے ہوئے ہیں۔ نویں جماعت میں بھی "A" گریڈ کے مارکس تھے۔ اب آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ دسویں میں بھی اور بہتر رزلٹ آئے اور اس کے بعد کی تعلیم میں بھی۔

گزشتہ دنوں آپ کی عنایت کردہ ''نعت رنگ'' نمبر ۵ سرمد بھائی کے ذریعے دستی طور پر موصول ہوئی جس کے لیے میں اور میرے والد صاحب آپ کے مشکور ہیں۔ ''نعت رنگ'' کے ذریعے اللہ تعالیٰ آپ سے جو تبلیغی کام لے رہا ہے۔ اس کا اجر آپ کو ان شاء اللہ دنیا اور آخرت دونوں میں ضرور ملے گا۔

''نعت رنگ'' کے گزشتہ شماروں میں، میں نے پڑھا تھا کہ یثرب نام کے استعمال کی آں حضرت ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس حوالے سے آپ نے مختلف شعرا کے چند اشعار بھی تحریر فرمائے ہیں۔ پچھلے دنوں میں نے قاسم آباد، حیدر آباد میں ایک زیرِ تعمیر عمارت ''یثرب کمپلیکس'' کی بکنگ کے لیے حیدر آباد کی مختلف سڑکوں پر اشتہاری بینر لگے دیکھے۔

میں بڑا بے چین تھا کہ کسی طرح سے اس پروجیکٹ کے مالکان کو اس بات کی نشان دہی کراؤں کہ وہ یثرب نام تبدیل کردیں، میں اسی پریشانی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد کی اور آپ کے ارسال کردہ ''نعت رنگ'' نمبر ۵ میں محترم رشید وارثی صاحب کا تحریر کردہ تفصیلی مضمون ''یثرب نام کے استعمال کی پابندی اور ممانعت'' آپ نے شائع کردی۔ وہ مضمون پڑھتے ہی میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا، میں نے فوراً اس تحقیقی مضمون کی فوٹو کاپی ایک خط کے ساتھ ''یثرب کمپلیکس'' کے مالکان کو بھیج دی۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد پروجیکٹ کے مالکان نے یثرب نام کی تبدیلی کا فیصلہ کرلیا ہے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو صبیح بھائی یہ کام صرف آپ کی ''نعت رنگ'' کے سبب ہو پایا ہے جس کا یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور اجر دے گا۔

ہمارے ایک بہت ہی مہربان اور مخلص خالد محمود صاحب ہیں، خالد محمود صاحب بھی پی ٹی سی ایل میں ملازمت کرتے ہیں، پچھلے ماہ شاید انھوں نے آپ سے فون پر بات بھی کی ہو، خالد صاحب کو ماشاء اللہ یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے حیدر آباد کی معروف دینی، روحانی اور ادبی شخصیت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے خطوط کو مرتب کر کے کتابی شکل میں دو مختلف کتب شائع کر چکے ہیں۔

شاید ایک کتاب کی رونمائی تو بہت پہلے ہو چکی تھی، دوسری کتاب ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کے نام یادگاری خطوط''[۱] کی تقریب رونمائی آواری ٹاور (ہوٹل) کراچی میں منعقد ہوئی۔ جہاں ڈاکٹر صاحب قبلہ کی موجودگی میں آپ نے نعت شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔

جس پروگرام میں خالد محمود صاحب نے آپ سے ملاقات کرنے کی درخواست بھی کی تھی مگر آپ شاید وہاں بہت مصروف تھے، اس لیے ان سے باقاعدہ ملاقات نہ ہو سکی۔

خالد محمود صاحب کو جب سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ صبیح بھائی سے ہمارے بھی مراسم ہیں تو اکثر انھوں نے ''نعت رنگ'' کی فرمائش کی ہے۔ ابھی کل ہی خالد صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر صبیح رحمانی صاحب ''نعت رنگ'' کی جلد خالد صاحب کے لیے آٹو گراف کے ساتھ ارسال کردیں تو عنایت ہوگی۔

''نعت رنگ'' تو وہ ''فضلی سنز'' سے بھی لے سکتے ہیں، مگر اس پر آپ کے آٹو گراف تو نہیں ہوں گے۔ خالد صاحب ''نعت رنگ'' کے

بدل میں اپنی مرتب کردہ کتاب ''ڈاکٹر صاحب کے نام یادگاری خطوط'' بھی آپ کی نذر کرنا چاہتے ہیں۔

اب آپ کی مرضی ہے آپ ''نعت رنگ'' ان کی کتاب کے بدلے میں ان کو ہمارے پتے پر ارسال کر دیں یا پھر مجھے وی پی پارسل بھیج دیں۔ کتاب کے ۱۰۰/روپے، میں پیش کروں گا۔ دوسرے فضلی سنز کے حوالے سے یاد آیا، ہمارے والد صاحب کے ایک بہت ہی دیرینہ دوست ہیں، صابر وسیم صاحب۔ حیدر آباد کے معروف شاعر ہیں، ''جسارت'' اخبار میں ہر اتوار کو ان کا ادبی مضمون شائع ہوتا ہے اور عن قریب فضلی سنز سے ان کا پہلا مجموعۂ کلام ''تم اپنا چہرہ گلاب رکھنا'' شائع ہونے والا ہے۔

صابر وسیم صاحب اسٹیٹ بینک (حیدر آباد) میں ملازمت کرتے ہیں۔ اب گولڈن ہینڈ شیک لے کر کراچی منتقل ہو گئے ہیں۔ میں نے تحریری تعارف کرا دیا ہے۔ آپ کا غائبانہ تعارف صابر وسیم صاحب سے بارہا ہوتا رہتا ہے۔ اگر کراچی میں کبھی ملاقات ہو جائے تو مل لیجیے گا۔

ویسے فضلی سنز میں آپ کے اور ان کے کوئی مشترکہ دوست ہوتے ہیں، جن کے حوالے سے صابر وسیم صاحب اکثر آپ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نمبرا کی جو فوٹو کاپی کر کے آپ کو محمود بھائی کے ذریعے سے پیش کی گئیں تھیں اس پر آپ کے تاثرات سے ہم اب تک محروم ہیں۔

والد صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ کی نعتوں پر مشتمل آڈیو کیسٹ جلد آنے والی ہے جس کے لیے والد صاحب اس پر رضا مند ہیں کہ وہ آپ کی دس کیسٹیں خرید لیں گے، جس کی میں آپ کو پیشگی بکنگ کرا رہا ہوں۔ شکریہ

ہمیشہ آپ کی دعاؤں اور ہدایتوں کا محتاج
سید فہد واحد علی

☆ سید فہد واحد علی (پ: ۱۹۸۲ء)، معلّم، نعت خواں

ا۔ ''یادگار خطور ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان کے نام''، ۱۹۹۸ء، حیدر آباد: زبیر پبلی کیشنز، ۲۰۷ص

فیاض ٹانڈوی (انڈیا)

14.7.06

گرامی قدر جناب صبیح رحمانی صاحب۔ سلام ورحمتہ

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔

آپ کے مؤقر جریدہ ''نعت رنگ'' کی خوشبو پاکستان کی فضاؤں کو معطّر کرتی ہوئی ہندوستان، اور ہندوستان کے اتنے دور افتادہ اور چھوٹے سے قصبہ ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر تک پہنچ چکی ہے۔ جریدہ ''نعت رنگ کا نام ماہنامہ ''اشرفیہ'' میں متعدد بار نظر سے گزرا تھا خود حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب نے مجھ سے بتایا تھا کہ صبیح رحمانی صاحب اپنے جریدے کے ذریعہ نعت پاک پر بہت کام کر رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے مفکّرِ اسلام جناب ڈاکٹر سید عبدالباری صاحب مدیر ماہنامہ ''پیش رفت'' دہلی میرے ہم وطن ہی نہیں ہمسایہ بھی ہیں اور کرم فرما بھی۔ موصوف جب بھی دہلی سے تشریف لاتے ہیں تو ملاقات کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ اس بار ''نعت رنگ'' کا ایک شمارہ مطالعہ کے لیے عنایت فرما گئے ہیں شمارہ ۱۰۔ اپریل ۲۰۰۰ء

جریدے میں آپ کے اداریے کے بعد پہلا مضمون محترم رشید وارثی صاحب کا ہے جس میں نعتیہ کلام میں آدابِ رسالت کے منافی الفاظ کے استعمال پر گرفت کی گئی ہے۔ رشید وارثی صاحب کا مضمون شعرائے نعتِ پاک کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ موصوف نے جن باریکیوں سے خلافِ ادب الفاظ کی نشاندہی کی ہے وہ قابلِ داد ہے۔ مجھ جیسے کم استعداد اور نو آموز شاعر کے لئے تو بے حد کار آمد ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

میں اپنے تین نعتیہ مجموعۂ کلام اپنے عزیز نواسے احمد نفیس صاحب (جوابوظہبی میں رہتے ہیں) کی معرفت آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔ یہ شاید کراچی ہوکر جائیں گے ممکن ہے کچھ موقع ملنے پر وہیں سے پوسٹ کردیں یا پھر ابوظہبی پہنچ کر ہی پوسٹ کریں۔ براہ کرم میرے ان نعتیہ مجموعوں کے ملنے پر لیٹر پیڈ پر لکھے ہوئے موبائیل نمبر پر صرف اتنا فرمادیں کہ کتابیں مل گئی ہیں۔ یہ موبائیل نمبر میرے فرزند اکبر جاوید احمد کا ہے۔

ممکن ہو سکے تو نعتوں کے متعلّق اپنے تاثرات سے بھی نوازیں۔ عنایت ہوگی چوتھا نعتیہ مجموعۂ کلام زیر ترتیب ہے۔ امسال حج بیت اللہ شریف کی درخواست بھی دی ہے اگر حضور اکرم ﷺ کی چشم کرم ہوگئی اور قرعہ میں نام آ گیا تو ان شاء اللہ چوتھے نعتیہ مجموعۂ کلام کا مسودہ اور کرم فرماؤں کے مضامین کے ساتھ مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوکر شرفِ قبولیت کی دعا مانگوں گا۔ ہو سکے تو چند سطور قلم بند فرما کر میری عزت افزائی فرمائیں۔ وقت پر اگر آپ کے تاثرات مل گئے تو ان شاء اللہ اسے بھی لیے جاؤں گا۔ خط کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں۔ خداوند کریم آپ کو شادمانی و کامرانی سے نوازے آمین۔ بجاہِ سید المرسلین۔

فیاض ٹانڈوی

☆ فیاض ٹانڈوی، شاعر، ادیب، نعتیہ مجموعے: ''سلام علیکم'' (۲۰۰۲ء)، ''صلِّ علیٰ نبینا'' (۲۰۰۴ء)، ''صلِّ علیٰ کے پھول'' (۲۰۰۶ء)، اعزاز: نعتیہ مقابلوں میں ڈیڑھ سو سے زائد انعامات مع اسناد۔

فیروز شاہ، محمد (میانوالی)

برادرم صبیح رحمانی جی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

برادرم حامد سراج [۱] کا کتب خانہ میرے لیے بارہانئی نعمتوں کا توشہ خانہ ثابت ہوا ہے۔ ہم قلم و قرطاس سے محبّت رکھنے والے لوگوں کے لیے کتاب سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے؟ خوابوں، کتابوں اور گلابوں سے محبّت رکھنے والوں سے مجھے ہمیشہ پیار رہا ہے اسی رشتے نے مجھے خانقاہِ سراجیہ میں بیٹھے نوجوان مگر معتبر افسانہ نگار حامد سراج سے قلبی ربطہ میں مربوط کر دیا ہے۔ اس بار وہاں آپ کے ''نعت رنگ'' [شمارہ۱۲] کی زیارت مجھے کسی بشارت کی طرح لگی۔ محبوب سے منسوب ہوکر تو ہر شے مرغوب ہوجاتی ہے۔ آقا ﷺ کی نسبت سے آپ نے جس جاوداں جہانِ امکان کا در وا کیا ہے یہ تو سدا بہار پھولوں کی جوانیوں اور صادق جذبوں کی جولانیوں سے مہکتا ہوا وہ کاروانِ وجود ہے ساری کائنات کی جس سے نمود ہے میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ یہ سارا جہان، سب زمان و مکان حضور ﷺ کی نعت ہے جسے احسن الخالقین نے تخلیق کیا ہے۔ اور جس کا سرنامہ ''ورفعنا لک ذکرک'' کی روشنی سے منور ہے۔ اس بے کراں موضوع پر تو زبانوں، زمینوں اور جہانوں کے مکینوں کی سب توانائیاں صرف ہو جائیں۔ پھر بھی حق ادا نہ ہو سکے۔

آپ نے روشنی اور خوشبو کے جس مبارک سفر کا آغاز کیا ہے اس کی تحسین کے لیے میرے لفظ غریب لگ رہے ہیں مجھے...... ہاں! دلوں سے دلوں تک سفر کرتی محبّت زاد کیفیتوں کی مہک قبول کیجیے کہ آپ ان خوش بخت خاک زادوں میں شامل ہو گئے ہیں عرش کے ستارے جن کی زندگی کو تابندگی میں ڈھلتے دیکھ کر جگمگا اٹھتے ہیں نعت درِ حبیب ﷺ پر پلکوں سے دستک دینے کا عمل ہے۔ اس محبّت نواز جستجو میں سچی نسبتوں کی خوشبو رنگ بھرتی ہے۔ سچائی کی توانائی کا رنگ اور محبّت کی جہانگیر قوت کی ترنگ..... یہ پھولوں کی سوداگری ہے..... خوشبو جس کے سدا سنگ رہتی ہے..... آپ کا مؤقر مجلّہ ''نعت رنگ'' صادق نسبت کے جاوید رنگ سے مملو ہے اور نسبتیں بڑی لج پال ہوتی ہیں۔ خود سے وابستہ لوگوں اور لمحوں کو مرنے نہیں دیتیں امر کر دیتی ہیں..... کامرانی اور شادمانی بخش دیتی ہیں..... اس وقت شمارہ نمبر۱۲ زیر مطالعہ ہے اور اس کی مہکار سے میرے چار سو بہار کے جاودانی رنگ بکھرنے لگے ہیں رنگ سچی امنگ سے پھوٹ رہے ہوں تو گفتگو کرنے لگتے ہیں اور اس گفتگو سے سرمدی سرور سے بھری خوش بو آنے لگتی ہے۔ آپ کا

ادار یہ اس معطّر کیفیت سے سرشار ہے۔

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی علم وداب کی دنیا کا اہم ترین نام ہیں۔ نام اور مقام یوں ہی نہیں بن جایا کرتے اس کے لیے صدیوں کی ریاضت لمحوں میں سمیٹ کر سچ کی جوئے شیر بہالانا پڑتی ہے۔ ڈاکٹر کشفی اب مقام استناد پر فائز ہیں تو یہ ان کی علمی محنتوں اور محبوب خداﷺ سے والہانہ محبّتوں کی عطا ہے ان کا مقالہ ''نعت گوئی اور سیرت ونعت کی محافل کا مطالعہ۔ اعلیٰ تعلیم میں'' مختصر مگر بے حد جامع اور پراثر ہے۔ پہلی بار میرا ایک دوست قائل ہو گیا ہے کہ مسلم تہذیب وتمدن کی کئی رائج روایات دین کے لازمی اجزا نہ ہونے کے باوجود ہماری ملی شناخت کا وسیلہ تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے قلم کا علم دلوں کی سرزمین پر یوں بھی لہرایا ہے.... ہماری تعلیم وتربیت کی اہمیت سے قطعاً لاتعلّق ہو کر محض مشینی انداز کے بے ثمر عمل کی سفیر نہ ہوگئی ہوتی تو آج ہمیں مذہب سے روگردانی کی سزا نہ بھگتنا پڑتی مگر اب بھی وقت ہے ہم میکالے کو ٹھکرا کر ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی ایسے سرمایہ کو رہنما بنالیں اور نظریاتی سمت درست کر کے گنبد خضریٰ کی روشنی اور ماہِ طیبہ کی چاندنی اور بہار مدینہ کی مہکار کو تعلیمی تمدن کا معیار بنالیں تو مجھے یقین ہے۔ قیادت اور سیادت ایک بار پھر ہمارے آنگنوں سے طلوع ہونے میں فخر محسوس کر رہی ہوگی کہ علم ہی جواز کامرانی ہے!

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مقالہ ڈاکٹر کشفی کی عقیدت بھری حیات کا موثر اثبات کرارہا ہے۔ انھوں نے آداب نعت گوئی کے حوالے سے نہایت پراثر باتیں کی ہیں۔ جو دل سے نکل کر دل میں اتر رہی ہیں۔ محبوب کی باتیں تو ہزار پہلوں رکھتی ہیں۔ جس جہت سے بھی چھیڑیں۔ رگِ جاں میں سرور اترنے لگتا ہے۔ سید حسین احمد، مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی اور ڈاکٹر صابر سنبھلی کے مقالات جہاں ایک طرف علمی سطح پر جواہر ریزے سمیٹ لائے ہیں وہاں دوسری جانب ہر زمانے کی سرزمین پر لہراتی سچی محبّتوں کے سرفراز پرچم کی پرسکون چھاؤں بھی تقسیم کرتے ہیں۔ سکونِ قلب وجاں جس سے وجود پاتا ہے! ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا مضمون نصاب سے نعتیہ شاعری کے اخراج کا نوحہ ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی پہچان بھول کر عزت وسربلندی کی راہیں گم کر بیٹھے ہیں۔ ہمارا نصاب غلامی غیر سے انتساب کی ذلت میں گمراہی کا پلندہ بن گیا ہے۔ سو اب تعلیم ہماری تنظیم کرنے کی بجائے ہمیں تقسیم کر کے تباہ کرتی چلی جارہی ہے۔ آج بھی نعت ہماری علمی ترتیب کی قیادت پر فائز کردی جائے تو ہمارا نصاب زندگیوں میں بوئے گلاب بھردے اور ایک ایسا بے مثال انقلاب ہماری معاشرت میں برپا ہو جائے کہ جس کی روشنی اور خوشبو عالم تمام کو نور اور مہکار کی خیرات بانٹ رہی ہو۔ آپ کا محترم مجلّہ ''نعت رنگ'' غلامانِ مصطفیٰﷺ کے اس خواب کے گلاب تقسیم کرنے میں کوشاں ہے۔ جزاکم اللہ

محمد فیروز شاہ

☆ محمد فیروز شاہ (۱۹۵۲ء۔۲۰۰۸ء)، شاعر، ادیب، پروفیسر: شعبہ اردو گورنمنٹ کالج میانوالی، کتب: ''دریچہ'' (۱۹۸۶ء)، ''طلوع'' (۱۹۸۹ء)، ''تھل دریا'' (۱۹۹۲ء)، ''برنگِ خوابِ سحر'' (۲۰۰۰ء)، ''شہرِ شب میں چراغاں'' (۲۰۰۳ء)، ''باوضو آرزو'' (۲۰۰۴ء)۔

ا۔ محمد حامد سراج (۲۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء۔۱۳ نومبر ۲۰۱۹ء)، افسانہ نگار، کتب: ''وقت کی فصل''، ''میا''، ''برائے فروخت''، ''چوب دار''، ''نامور ادیبوں کی آپ بیتیاں''، ''مشاہیر علم ودانش کی آپ بیتیاں''، ''بادشاہوں کی آپ بیتیاں'' ودیگر۔ اعزاز: رشید احمد صدیقی ایوارڈ (۲۰۰۶ء)

برادرم صبیح رحمانی جی!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ گرامی!

''نعت رنگ'' ۱۵ اور محترم عزیز احسن کی نہایت گراں قدر کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' [ا] بھیج کر آپ نے مجھے مالا مال کر دیا۔ علم سے بڑی ثروت اور کیا ہے؟ اور پھر علم بھی مدینۃ العلمﷺ کی ذات والا صفات سے منسوب لفظوں اور جذبوں اور سوچوں اور محبّتوں کے نور وسرور سے مملو...

یہ تو وہ خوش بو ہے جو سدا بہار ہے۔ ہمارے ایک شفیق دوست ہر سال سیرتِ طیبہ پر دیے گئے موضوع کے حوالے سے مقالہ لکھ کر سیرت النبی ﷺ کانفرنس کے ضمن میں حکومت کو بھجواتے ہیں۔ایک دوست نے ان سے کہا،''ڈاکٹر صاحب! آپ کو ایک بار انعام مل بھی چکا ہے۔آپ ہر بار کیوں بھیجتے ہیں اب ہر دفعہ تو آپ کو اعزاز نہیں مل سکتا۔'' بڑا خوب صورت جواب دیا اس شخص نے...کہا،''یہ تو پھولوں کی سوداگری ہے نفع نہ بھی ملے، ہاتھ خوش بوؤں سے تو بھرے رہتے ہیں۔''

یہ ان کا کہنا تھا میرا کہنا یہ ہے کہ سیرتِ سرکار ﷺ پر تو لکھنا بھی دنیا کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ہر کسی کے مقدر میں نہیں ہوتا... یہ بڑے نصیب کی بات ہے...وہاں سے اِذن نہ ملے تو قلم لکھ نہیں سکتا، ذہن سوچ نہیں سکتا، لفظ بول نہیں سکتا، حرف وجود نہیں پاتا اور جذبہ بے نمور ہتا ہے۔ یہاں تو آرزو کو بھی باوضو ہونا پڑتا ہے۔تب تحریر میں تاثیر کی خوش بو نکھرتی ہے جو دلوں کو اپنی جاگیر بناتی چلی جاتی ہے اور لاریب دل سے بڑی جائیداد اور کوئی نہیں...تو کیا میں نے غلط کہا کہ دولت صرف علم ہی ہے...؟ ہمارے خاندان میں ایک روایت اسلاف سے چلی آرہی ہے۔باپ اپنے بیٹے/ بیٹی کو وراثت میں ایک تختی ضرور دیتا ہے جسے وہ اپنے رہائشی مکان میں آویزاں رکھتا ہے۔اس پر بابِ مدینۃ العلم کے اشعار جگمگار ہے ہوتے ہیں، جنھیں اس نے نظریۂ حیات بنانا ہوتا ہے۔

رضینا قسمة الجبار فینا لنا علم و للجهال مال
فَاِنّ المال فان عنقریباً وانّ العلم باق لایزال

(ہم اپنے ربّ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا کیا اور جاہلوں کو مال...بے شک مال عنقریب فنا ہو جانے والا ہے اور علم ہمیشہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے...!)

اس وقت میں اپنے اسٹڈی روم میں عین اسی روشن تختی کے زیرِ سایہ بیٹھا آپ کی ان گراں بہا کاوشوں کی تحسین کر رہا ہوں جن کے ذریعے آپ دین و دنیا کی کامرانیاں سمیٹ رہے ہیں...''نعت رنگ'' جس منفرد اور ممتاز انداز میں محبوب ﷺ خدا و کائنات سے نسبتوں اور وابستگیوں کو قرینۂ اظہار دے رہا ہے یہ اسی کا ثمرِ شیریں ہے کہ بہت کم عرصہ میں معیار اور وقار کی سربلندیاں ''نعت رنگ'' کی جبیں پر نورِ سحر کی طرح جگمگانے لگی ہیں۔عشق سچا ہو تو پیشانیاں فجر کے سہانے اجر کی طرح روشن شادمانیوں سے جگمگا اُٹھتی ہیں۔زیرِ نظر شمارہ میں احمد صغیر صدیقی صاحب کی حمد...ربّ رحیم و کریم سے بندگی کی والہانہ وابستگی کا نکھار بانٹ رہی ہے۔سوچوں سے ماورا کو سوچنا...بے تشبیہ و بے مثال کے جمال کو سورج، دیے اور اُجالے کے حوالے میں سوچنا پھولوں اور تتلیوں اور رنگوں میں خالق کے دستِ قدرت کی تلاش... یہ سب بے کراں محبّتوں کے اظہاریے ہیں مگر وہ تو وسعتوں کی بیکرانیوں کا بھی خالق ہے سو لفظ و بیاں اپنی بے مائیگی اور فکر و فن اپنے عجز کے اظہار میں سچے ہی تو ہیں...اس کے باوصف وہ ہم سے دُور نہیں...ہم بے عمل بے مایہ لوگ ہی اس سے دُور ہوتے چلے جا رہے ہیں...صدیقی صاحب کی یہ عقیدتیں ہمارے فکر و خیال میں سچے جمال کی جستجو کی آرزو جگا رہی ہیں...!

آپ کا ابتدائیہ دراصل شمارہ کا آئینہ ہے جس میں مشمولات کے عکس ایک جھلک دکھا کر ذوقِ مطالعہ کو نکھارتے ہیں...علامہ ابنِ رُشد[٢] کی حیاتِ مستعار میں فقط دو راتیں بغیر مطالعہ کے بسر ہوئیں ایک سہاگ رات اور دوسری والدہ محترمہ کی موت والی شبِ تار.....میں سوچتا ہوں ہم اپنے راستوں کے روشن چراغوں سے استفادہ کرنے کی خو ڈال لیں تو زندگی تابندگی سے زیادہ دُور نہ رہ جائے اور پھر جب مطالعہ کو''نعت رنگ'' جیسا وقیع سرمایہ ہمارے پاس موجود ہو...جس میں ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی جیسی بے مثال علمی شخصیت منور ماضی کی روشنی ہماری بے چراغ راہوں میں بکھیر رہی ہے...وہ دور جس کے سہانے طور میں ہمارے بزرگوں کے گھروں کے آنگنوں میں عشقِ نبی ﷺ کی شمعیں فروزاں تھیں جو بصارتوں کو بصیرتیں اور دلوں

کو صادق عقیدتیں عطا کر دیتی تھیں...دل بھی تو گھر ہوتے ہیں...آج ڈاکٹر کشفی کی پُر تنویر تحریر ہمارے دلوں کی بستیوں میں عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی قلبی تاثیر تقسیم کر رہی ہے تو یہ اپنے اپنے ظرف اور نصیب کی بات ہے کہ کسے کتنی روشنی ملتی ہے۔ظرف اور نصیب تو عشق کی عطائیں ہیں!

پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی نے ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' کے زیرِ عنوان بہت پُر اثر اور حقیقت پسندانہ نقطۂ نظر پیش کیا ہے... ان دنوں کئی لوگ یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ نعت میں حضور اکرم ﷺ کے کردار و عمل اور نظامِ فکر کی بات کی جائے نہ کہ آپ ﷺ کے سراپا مبارک کی...مجھے اس پر ہمیشہ دُکھ ہوا...میں سمجھتا ہوں جب تک سرکار ﷺ کی ذات والا صفات سے عشق نہیں ہوگا، آپ کا سراپا مبارک سرتا پا محبوب نہیں ہوگا...آپ ﷺ کی تعلیمات پر کما حقہٗ عمل ممکن نہیں۔کیوں کہ سچا عمل اور جان دار اور پائیدار کردار ہمیشہ عشق ہی کی عطا ہوا کرتی ہے اور عشق میں محبوب ﷺ کی ذات پہلے آتی ہے صفات بعد میں یا ساتھ میں...اور پھر یہ بھی تو دیکھیے کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب ﷺ نبی کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا ہے... **یا ایھا المزمل...** کہیں آپ ﷺ کی زلفوں کا تذکرہ کہیں آپ کی خوب رو نگاہوں اور روشن چہرے کا ذکر...اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی صفات و کردار کا بھی تذکرہ...گویا ذات وصفات دونوں کا ذکر احسن ہے...قرآن عظیم سے سلیقۂ نعت گوئی سیکھنے والے علامہ احمد رضا خاں بریلویؒ کے دیے گئے اشعار کا حوالہ میرے مؤقف کی بھرپور تائید کرتا ہے۔راجا رشید محمود نعت گوئی اور فروغِ نعت کی سعید سرگرمیوں میں بے حد اہم نام ہیں۔انھوں نے بھی ''منظوم سراپائے حضور ﷺ'' میں دلائل و براہین کے ذریعے بقول رئیس امروہوی ''جمالِ مصطفیٰ ﷺ میرا عقیدہ'' کا علم اس شان دار انداز میں لہرایا ہے کہ اہلِ عشق کے لیے زندگی کی کڑی دھوپ میں سائباں میسر آ گیا ہے...مجھے کہنا فقط اتنا ہے کہ عشق تذکرۂ جمالِ یار سے سرشار ہوتا ہے اور عشق ہی عمل کی واحد کلید ہے۔یوں نہ ہوتا تو دانائے راز ''عشق پر اعمال کی بنیاد'' رکھنے کی تلقین نہ کرتے۔کامرانیوں کی تاریخ میں فقط اہلِ عشق ہی کی جولانیوں کی سچی کہانیاں رقم ہیں۔سو میں سمجھتا ہوں کردار و عمل کی استواری اور پائیداری عشق کی کامگاری اور سرشاری کے بغیر ممکن ہی نہیں اور عشق حسنِ صورت سے وابستہ ہو کر حسنِ سیرت پر فدا ہوتا ہے یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔سرکار ﷺ کے سراپا مبارک کا بیان اور سیرتِ طیبہ کی تحسین و تکریم دونوں اطاعت رسول ﷺ اور نعت گوئی کے لیے ضروری ہیں۔دراصل نعت گوئی درِ حبیب ﷺ پر پلکوں سے دستک دینے کا عمل ہے!

محترم خالد شفیق کی زندگی عشقِ رسول ﷺ کی تابندگی سے منور ہے۔میں جن عشق افروز لمحوں کی تمنا میں جیتا ہوں خالد شفیق ایک عرصے سے ان بشارتوں کی رفاقتوں میں جی رہے ہیں۔''شام وسحر'' کے نعت نمبروں سے لے کر ''حمایت اسلام'' کے ہر شمارے میں عشقِ محبوب ﷺ سے سرشاران کی مساعی بے حد قابلِ تکریم رہی ہیں۔پروفیسر محمد اقبال جاوید مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے عشقِ صادق کی سرشاری کو بادِ بہاری بنا دیا...اور آپ بھی کہ آپ نے عشق کی ساعتِ سعید کو قابلِ دید بنا دیا!!!

محمد فیروز شاہ

۱۔ ۲۰۰۳ء، کراچی: اقلیم نعت، بار اول، ۲۴۸ص

۲۔ ابنِ رشد، ابوالولید محمد بن احمد بن محمد (۱۱۲۶۔۱۱۹۸ء)، جو یورپ میں Averroes کے نام سے مشہور ہوا، اندلس کا سب سے بڑا عرب فلسفی۔چند کتب کے نام: ''تہافت التہافۃ''، ''فصل المقال''، ''کشف المناہج''، ''بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد''۔

~~~~~~

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی جی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

''نعت رنگ''۔۱۶ کا مطالعہ جاری تھا کہ آپ کا خط آیا اور مجھے حیران کر گیا۔نعت کے حوالے سے آپ کی فرمائشیں تو میرے لیے اُجالے لاتی ہیں اُن پر میں پریشان کیوں ہونے لگا۔یہ تو خوش بختی ہے کہ نعت پر علمی، ادبی، تحقیقی اور تخلیقی کام کیا جائے۔میں اسے عبادت کے لمحوں میں شمار کرتا ہوں کہ ذکرِ سرکار ﷺ کے بغیر کوئی عبادت مکمّل نہیں ہوتی اور نعت نے تو شاعروں کو جہنّم کا ایندھن ہونے سے بچالیا ہے...ویسے بھی ہر دور اور ہر لمحے میں آپ دنیا
~~~~~~

کے احوال پر غور کریں تو محبوبِ ﷺ خدا کے جمال کی توصیف کرتے لوگوں کے مقدرات منور ہوتے نظر آئیں گے...ابھی میں برادرم خالد شفیق کی ادارت میں لاہور سے نکلنے والا ماہنامہ ''شام وسحر'' پڑھ رہا تھا...شاعرِ شراب خانہ خراب جگر مراد آبادی[۱] کے بخت کیسے سنورے...وہ جگر جس نے خود کہا تھا:

سب کو مارا جگر کے شعروں نے
اور جگر کو شراب نے مارا

اس رندِ بلانوش کا مقدر کیسے بدلا؟ سنیے...ایمان تازہ ہو جائے گا! تقسیم ہند سے پہلے کی بات ہے!

بھارت کے شہر پونہ میں آل انڈیا مجلسِ نعت کا اہتمام کیا گیا۔ جگر مراد آبادی کو بھی دعوت دی گئی...انھوں نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ میں شرابی کبابی اور رند قسم کا آدمی ہوں ایسی مقدس مجلس کے قابل کہاں ہوں؟ مگر دوست کے پُر زور اصرار پر آمادگی ظاہر کر دی... چھ دن گزر گئے۔ نعت نہ لکھ سکے۔ مگر اسی دُھن میں رہے۔ ساتویں روز نعت گوئی میں کامیاب ہو گئے۔ یہ نعت جب محفل میں پڑھی تو دھوم مچ گئی۔ دوسرے دن شہر کے ہر شخص کی زبان پر یہ نعت تھی...اس کے بعد...جگر نے شراب سے توبہ کر لی۔ پھر عمر بھر اس کے قریب نہ گئے...نعت کے صدقے میں لعنت سے چھٹکارا مل گیا...لاریب...رسولِ ﷺ رحمت کی نعت ہر قسم کی لعنت سے نجات کی ضمانت ہے...اس بخت افزا نعت کے دو اشعار آپ بھی پڑھیے:

اے خاکِ مدینہ! تیری گلیوں کے تصدق تو خلد ہے تو جنتِ سلطانِ مدینہ
کچھ ہم کو نہیں کام جگر اور کسی سے کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

''نعت رنگ''۔۱۶...کا آغاز بڑے خوب صورت سلیقے سے ہوا ہے...خواجۂ اجمیر کی حمد و نعت اور اُن کا منظوم ترجمہ علامہ سیفی فرید آبادیؒ...جی چاہتا ہے...بار بار پڑھیں... پیار کے رنگ میں ڈوب کر پڑھیں کہ کبھی کبھی ڈوب کر اُبھرنے میں ہی حیات کا اثبات ہو جایا کرتا ہے...اور جو اللہ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے عشق میں ڈوب گیا اس کا اُبھرنا تو ایک زمانہ بلکہ ہر زمانہ دیکھتا ہے...مولانا رومؒ انھی خوش بخت ہستیوں کے بارے میں ہی تو کہہ گئے ہیں:

ترجمہ: ''اور جب ہم چلے جائیں تو ہمیں قبروں میں نہیں، لوگوں کے دلوں میں ڈھونڈنا۔''

آج کون اہلِ دل ایسا ہے کہ جس کی دھڑکنوں میں خواجۂ اجمیر کی محبّت ٹھاٹھیں نہ مار رہی ہو...سچ ہی تو ہے:

اُن کے جو غلام ہو گئے
وقت کے امام ہو گئے

مجھے عبداللہؒ بن مبارک یاد آ گئے...!

خلیفہ ہارون الرشید اپنے محل کے جھروکے میں سے شہر کا منظر دیکھ رہا تھا۔ صبح طلوع ہو رہی تھی...خلیفہ کی دانش مند بیگم زبیدہ ساتھ ہی کھڑی تھی...دونوں نے دیکھا فصیل کا دروازہ کھلا اور ایک بزرگ شہر میں داخل ہوئے اُن کے پیچھے بغداد کا پورا شہر دست بستہ سر جھکائے چلا آ رہا ہے...بیگم زبیدہ نے حیران ہو کر پوچھا...''یہ کون ہیں؟'' خلیفہ نے جواب دیا، ''یہ عالمِ دین اور ولی اللہ حضرت عبداللہؒ بن مبارک ہیں۔'' آج بغداد تشریف لا رہے ہیں تو سارا شہر اُن کے استقبال کے لیے اُمڈ آیا ہے۔'' تب ملکہ نے تاریخی جملہ کہا...''بادشاہ سلامت! یہ بادشاہی ہے۔ حکمران یہ شخص ہے جس کی حکومت دلوں پر ہے...آپ کے لیے پولیس اور فوج لوگوں کو زبردستی گھیر گھار لاتی ہے پھر بھی اس قدر جمِ غفیر نہیں ہوتا...لوگ بھاگنے کی فکر میں ہوتے ہیں...ایک یہ بزرگ ہے کہ نہ لشکر و سپاہ ہے مگر اہلِ شہر دست بستہ اس کی اقتدا میں سر جھکائے آ رہے ہیں...یہ ہے ہمیشہ رہنے والی حکومت...'' آج بھی ایسے بہت سے لوگ مل جائیں گے جن کا فقر رشکِ شہنشاہی ہے۔ کیا شعر یاد آیا ہے:

دامانِ تصوف کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہوسکتے ہیں، دھبے نہیں ہوتے

محترم مسعود الرحمٰن خان ندوی کا مضمون ''عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول ﷺ'' علم افزا ہے، روح افزا بھی... مجھے یاد آیا... حضورِ اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال پہلے یمن کے بادشاہ نے ایک نعتیہ قصیدہ کہا تھا۔ کیسے خوب صورت لوگ تھے، آنے والے موسموں کی خوش بو سے مشامِ جاں معطّر کر لینے کا سلیقہ رکھتے تھے۔ دعائے خلیلؑ ونویدِ مسیحاؑ کے حرفوں میں نکھرتے نور کے سرور سے روح کو معمور و مسرور کرلیا کرتے تھے... اورصرف ایک ہزار برس قبل کیا... میں تو سمجھتا ہوں اوّل دن سے ہی نعتِ سرکار ﷺ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا... احسن الخالقین نے جب دنیا بنائی ہی اپنی محبوب ﷺ کے لیے ہے تو یہ ساری کائنات حضورِ اکرم ﷺ کی نعت نہیں تو اور کیا ہے؟

حصہ مقالات ومضامین میں ''ظہورِ قدسی اردو نعت کے آئینے میں''... ''اردو میں منظوم سیرت نگاری''... ''نعتیہ شاعری میں ذکرِ احادیثِ رسول ﷺ'' اور ''معراج نامہ بلاقی'' ایسے محقّقانہ مقالات کے ساتھ میرا طالب علمانہ مضمون شائع کر کے آپ نے مجھے عزت بخشی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔ البتہ محترم راجا رشید محمود صاحب کے مضمون پر آپ کا ''حاشیہ'' مجھے اچھا نہیں لگا... اس لیے نہیں کہ آپ نے غلط باتیں لکھیں... باتیں آپ کی بھی درست۔ راجا صاحب کی بھی درست... مگر مجھے جو بات بالکل نادرست لگی وہ غلامانِ مصطفیٰ ﷺ کی باہمی ''رنج کی گفتگو'' تھی... میرے بھائی! سرکار ﷺ تو دلوں کے جوڑنے کے لیے تشریف لائے۔ عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کو تو فقط محبّت کی بات کرنی چاہیے... عشق کرنا خدا کے محبوب ﷺ سے اور باتیں کرنا اپنی ذات کی... یہ اہلِ عشق کو زیب نہیں دیتا... عشق تو ذات کو فنا کرنے کا نام ہے... یہ تو دنیا ہی کوئی اور ہے وجود سے انا کا قد بڑھ جائے تو وجود بے نمود ہو کر رہ جاتا ہے... اور عشق میں تو شرطِ اوّل ہی بے وجودی ہے... ''میں ناہیں سب توں''... حضرت خواجہ غلام فریدؒ کے ایک مرید خاص آئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا... اندر سے حضرت نے پوچھا... ''کون؟''... عرض کیا... ''حضور! میں ہوں''... دروازہ نہیں کھلا... دستکیں ہوتی رہیں... دروازہ بند رہا! مرید پریشان ہو کر ایک صاحبِ حال کے پاس گیا۔ احوال بیان کیا... انھوں نے کہا... اب جاؤ... وہ پوچھیں تو کہنا.... میں ناہیں سب توں... مرید نے ایسا ہی کیا... دروازہ کھل گیا... یہ تربیت تھی... یہ پیغام تھا، فنا للبقا کا پیغام... ارادتیں اور محبّتیں پہلی قربانی ہی انا کی مانگتی ہیں۔

راجا رشید محمود صاحب دنیائے نعت میں ایک بہت بڑا اور اہم نام ہیں اُن کی خدمات سے انکار ممکن ہی نہیں... آپ نے بھی بجا طور پر اُن کی اوّلیاتِ نعت کی بنا پر انھیں ''نعت کے اہم خدمات گزار'' قرار دیا ہے... انھی خدمات کا تقاضا ہے کہ ان کی بات کو محبّت سے سن لیا جائے... غصہ کبھی کبھار ''بڑے'' کر ہی لیا کرتے ہیں... وہ عمر میں بڑے ہیں... خدمات بھی سرکار ﷺ کی نعت کے حوالے سے ہیں... آپ نے بہت کم عمری میں نعت کے حوالے سے سربلند اُجالے رقم کیے ہیں۔

نعت گوئی... نعت خوانی اور نعت پر مسلسل تحقیقی و تخلیقی کام آپ کا امتیاز ہے اور آلِ رسول ﷺ اور مداحِ رسول ﷺ... یہ دونوں امتیازات ہی اتنے بڑے ہیں کہ میرا تو احترام سے سر جھک جاتا ہے اور اسی جھکے سر کے ساتھ بڑے احترام سے آپ دونوں مکرم و محترم شخصیات سے درخواست کناں ہوں کہ دنیائے ادب میں رائج ''بے ادبیوں'' کی ''آلودگیوں'' سے کنارہ کش رہیے کہ یہ آپ کے شایانِ شان نہیں... اختلافِ رائے کو سرکار ﷺ نے باعثِ رحمت قرار دیا تھا... اسے زحمت نہ بنائیے... پیار محبّت سے مسائل حل کیجیے... لہجے میں زم زم کی حلاوت گھولیے... پیار سے بولیے... محبّت سے بات کیجیے کہ آپ... ہم... سب اس آقا ﷺ کی غلامی کا دعویٰ رکھتے ہیں جس نے پتھر برسانے والوں کے لیے بھی دعائے رحمت فرمائی تھی... اس رحمت للعالمین محبوب ﷺ سے محبّت کرنے والوں کو شہد کا تقسیم کار رہنا چاہیے کہ محبّتِ رسول ﷺ کا تقاضا یہی ہے... میری ہمیشہ سے ایک ہی آرزو رہی ہے!

جس طرح ملتے ہیں لب نامِ محمدؐ کے سبب
کاش ہم مل جائیں سب نامِ محمدؐ کے سبب

محترم ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب نے گوشۂ افتخار عارف قائم کر کے اچھی روایت ڈالی ہے۔ ہر بار کسی نعت گو کا گوشہ اس ممتاز و منفرد جریدہ کی ایک اور خوب رو انفرادیت ہو جائے گی۔

ابھی فکر و فن...مدحت...مطالعاتِ نعت...اور سموم و صبا...سے موسوم شعبوں پر بات باقی ہے مگر خط طویل ہو گیا ہے ختم کرتا ہوں البتہ خطوط کے شعبے کو سموم و صبا کی بجائے کوئی اور نام دیجیے کہ سموم تو کسی خط میں ہو ہی نہیں سکتی کہ بات نعت کی ہو تو کیسی ہی کیوں نہ ہو صبا رنگ ہو گی..تنقید بھی!!!

محبّت کی دعاؤں اور محبّتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

ا۔ جگر مراد آبادی (۱۸۹۰۔۱۹۶۰ء)، نام: علی سکندر، تخلّص: جگر، تصانیف: ''آتشِ گل''، ''داغِ جگر''، ''شعلۂ طور''۔ بھارتی حکومت نے انھیں ''پدما بھوشن'' کا خطاب دیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی۔

~~~~~~

برادرم صبیح رحمانی جی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''نعت رنگ'' ۱۸ اور ''سفیرِ نعت'' مل گئے ہیں۔ بے حد ممنون ہوں۔ اس باغِ ارم کی سیر میں کچھ دن گزار کر تازہ بلکہ تر و تازہ ہو جاؤں گا کہ یہی ہماری آکسیجن ہے۔ اللہ کریم آپ کو سدا سُکھی رکھے۔ آمین

ابتدائی طور پر دیکھ رہا تھا محمد افروز قادری چریا کوٹی (بھارت) کے خط نے ہلا کر رکھ دیا۔ غلطی انسان سے ہو جاتی ہے مگر ''پسِ پردہ سازش'' کے الزام اور تحریر کی زبان نے بہت دُکھی کیا...میں تو سرکارﷺ کے غلاموں کی خاکِ پا کو بھی بوسہ دے سکوں تو خوش بختی کی انتہا سمجھوں گا...حقیقتِ احوال یہ ہے کہ اوّلاً تو اُس مذاکرہ میں نام غلط شائع ہوا...جس بات کا حوالہ ہے وہ گفتگو میری نہیں سیّد نصیر شاہ کی تھی جو یہاں کے بہت بڑے اسکالر اور اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد کے رکن بھی رہے ہیں...ثانیاً یہ کہ میں نے ان سے رابطہ کیا تو انھوں نے انور شاہ کاشمیری کا قطعہ قرار دیا اور کہا کہ شیخ سعدی کا مشہور قطعہ بلغ العلیٰ بکمالہ...الخ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ حوالہ آپ کو بھجوا دیں...بہر حال یہ میری بات نہیں تھی...دعا ہے کہ اللہ کریم اپنے نبیٔ کریمﷺ کے صدقے میں خصوصی رحم و کرم فرمائے اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمائے کہ ہم سراپا خطا ہیں۔

محمد فیروز شاہ

~~~~~~

برادرِ مکرم صبیح رحمانی جی!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ گرامی۔

برادرم حامد سراج نے بطورِ خاص ٹیلی فون کر کے آپ کا پیغام پہنچایا۔ یہ آپ کی محبّت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم...لاہور کے ''نعت سیمینار'' میں پڑھا جانے والا مقالہ تو چوں کہ برادرم راجا رشید محمود کی فرمائش پر بطورِ خاص اس سیمینار کے لیے لکھا گیا تھا اور وہاں انھوں نے مقالات پر مشتمل مجوزہ کتاب کے لیے مجھ سے لے بھی لیا تھا تو اب اس کی کاپی...جب تک وہاں نہ چھپ جائے...کسی اور جگہ بھیجنا اخلاقاً مناسب نہ ہوگا۔ مگر محبّت کی آواز ہمیشہ مجھے فتح کرتی آئی ہے، تعمیلِ ارشاد میں ایک اور مقالہ ''میانوالی میں نعت نگاری''[۱] ارسال کر رہا ہوں اور حسبِ فرمان نعتیں بھی...رسیدگی اور اپنی شفیق رائے سے ضرور مطلع کیجیے گا...تاکہ میں مطمئن ہو سکوں...ان دنوں ڈاک کے ڈاکوں میں بے تحاشا اضافہ نے بے چین رکھا ہوا ہے۔

ا۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۵، ص ۲۰۳۔۲۱۲

برادرم سید صبیح رحمانی جی! سلام ورحمت!

مضمون کی پسندیدگی کے لیے ممنون ہوں۔ یہ آپ کی محبّت ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

آپ نے میرے ذمہ بہت اہم کام لگادیے ہیں، تعمیلِ ارشاد کی مساعی کروں گا۔ ان شاءاللہ مگر اس کے لیے وقت دیں گے آپ مجھے...

''اردو نعت میں تازہ طرزِ احساس''...خوب صورت موضوع ہے۔

نعت مذاکرہ کی روایت بھی ایک بشارت کی طرح ہے...

آپ ''نعت رنگ'' کے ذریعے کائنات بھر میں فروغِ نعت کی روشن جہات کو عام کرنے کی جو خوب روکاوشیں کر رہے ہیں...میرے دل میں آپ کا مقام بہت بلند ہوگیا ہے۔

میری محبّتیں، محنتیں اور دعائیں...آپ کے لیے رہیں گی۔

ہاں! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے وہ بروشر بھجوائیں گے جس میں آپ کے فن وشخصیت پر میرا مضمون چھپا تھا..... میں اب تک منتظر ہوں..... اگر چہ بھجوانا تو ان احباب کو بھی چاہیے تھا جن کے حکم پر میں نے یہ محبّتیں رقم کی تھیں...

آپ نے نعت پر ایک اور کتابِ تازہ کا بھی وعدہ کیا تھا... یاد تو ہوگا!

محبّتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

~~~~~~

برادرم سید صبیح رحمانی جی! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

لیجیے جناب!

آپ کے ایک اور حکم کی بھی تعمیل ہوگئی۔ نعت کے حوالے سے ایک غیر رسمی مذاکرہ...''باوضو آرزو کی خوشبو''[۱] تفصیل بھجوا رہا ہوں۔

اور اس کے ساتھ ہی...

اپنی نئی کتاب ''باوضو آرزو''[۲] بھی ارسال کر رہا ہوں۔ آپ کے لیے اور ان احباب یا لائبریریز کے لیے اور محترم سیّد فصیح الدین سہروردی صاحب[۳] کے لیے بھی جنھیں آپ مناسب سمجھیں...اور جناب ''نعت رنگ'' میں تبصرہ آپ خود کسی دوست سے کرائیں گے۔ اتنا حق تو میرا بنتا ہے ناں!

محترم ڈاکٹر سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی خدمت میں کتاب بھجوائی جا چکی ہے۔ باقی جنھیں آپ مناسب سمجھیں۔

جملہ احباب گرامی سے سلام

رسیدگی اور رائے سے ضرور مطلع کیجیے گا میں منتظر رہوں گا۔

محبّتوں کے ساتھ

محمد فیروز شاہ

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص ۳۶۳ ۲۔ ۲۰۰۴ء، راولپنڈی: پنڈی اسلام آباد سوسائٹی، ۱۲۰ص

۳۔ فصیح الدین سہروردی (پ: ۱۹۵۷ء) علامہ ریاض الدین سہروردی کے صاحبزادے اور عالمی شہرت یافتہ نعت خواں۔

~~~~~~

برادرِ عزیز و محترم سید صبیح رحمانی جی!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

بہت عرصہ ہو گیا آپ کی طرف سے معطّر و معنبر ہوا آئے ہوئے۔ اب تو ''نعت رنگ'' کا انتظار بھی بہت بے قرار کرنے لگا ہے۔ کچھ تو کہیے کہ آوازِ دوست کی شیرینی ہی روح کی بے چینی کم کرے! میں تو آپ کے موبائل نمبر پر رابطہ کرنے کی کوشش بھی کرتا رہا مگر اس نمبر سے تو یہی پتا چلا کہ کسی اور صاحب کا نمبر ہے... کیا آپ نے موبائل تبدیل کر لیا؟ گزشتہ دنوں ''مسیحائی'' کا تازہ شمارہ مجھے ملا، تو میں دیر تک اس کی مجلس ادارت میں آشنا نام ڈھونڈتا رہا... پھر مجھے برادرم غفور شاہ قاسم کا مضمون نظر آیا تو میں نے سوچا کراچی میں تو ہمارے ایک ہی مہربان دوست ہیں سیّد صبیح رحمانی... سو بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ''مسیحائی'' والوں کی ہماری جانب رہنمائی فرمائی۔

اب براہِ کرم ''نعت رنگ'' جلد عطا کیجیے اور خط تو مجھے فوراً لکھیے تاکہ دل کی بے قراریوں کو کچھ قرار آئے۔

منتظرِ محبّت

محمد فیروز شاہ

~~~~~~

فیض رسول فیضان، پروفیسر (گوجرانوالہ)

07-03-2002

محترم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

گو میں رہا نہیں ستم ہائے روزگار
لیکن ترے ''فیوض'' سے غافل نہیں رہا

ایک بالکل غیر مطبوعہ نعت ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ براہِ کرم ''نعت رنگ'' کے زیرِ ترتیب شمارے میں چھاپ کر ممنون فرمائیں۔ ذرّہ نوازی و بندہ پروری ہوگی۔

شاہاں چہ عجب گر بہ نوازند گدا را

امابعد!

جناب کی طرف سے وقتاً فوقتاً تحفہ ہائے عقیدت و موَدّت بصورت، نظم و نثر (کتابچہ جات واسٹیکرز وغیرہ) نظر نواز ہوتے رہے ہیں، اسے سراسر میری کوتاہی و نالائقی اور سستی و نااہلی جانیے کہ بروقت شکریہ ادا کرنا تو درکنار، رسید بھی پیش نہیں کر پاتا۔

سر تسلیمِ خم ہے جو سزا تجویز فرما ویں

تاہم اس عریضۂ شوق کے ذریعے سابقہ تمام نوازشات وعنایات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دل درمند کی انتہائی اتھاہ گہرائیوں سے ممنونِ احسان اور سپاس گزار ہوں۔

ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

ایک عاجزانہ شکوہ بھی پیش کرتا ہوں، ''نعت رنگ'' کی زیارتِ اعزازی جہاں آپ اتنے اربابِ فکر و فن اور احبابِ قرطاس وقلم کو پاکستان
~~~~~~

بھر میں تواتر و تسلسل سے بخشتے ہیں وہاں نجانے اس فقیر حقیر پُر تقصیر کا خیال آں جناب کو کبھی بھولے سے بھی کیوں نہیں آ پایا!

شاید کوئی کمی ہے مرے اشتیاق میں

یہ درست ہے کہ:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اور یہ بھی کہ اس میں کافی سے زیادہ عمل دخل میری اپنی ''قلمی بے ربطی'' کا بھی ہے تاہم:

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدا می شود
گر نہ سوز و شمع کے پروانہ شیدا می شود

کی روشنی میں التماسِ برادرانہ اور التجائے صابرانہ یہی ہے کہ براہِ کرم اور از راہِ شفقت، اپنا ایک ادنیٰ نعت نگار و نعت خوان بھائی سمجھتے ہوئے مجھے بھی ''نعت رنگ'' کی ترسیل اعزازی آغاز فرما دیجیے یعنی:

گل پھینکتے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن! کچھ تو ادھر بھی

چند ماہ پیش تر ایک رات جناب سے ٹیلی فونک رابطے کی کوشش کی تھی مگر آپ کہیں تشریف لے گئے ہوئے تھے، بات نہ ہو سکی۔ اصل میں میرا ارادہ یہ ہے کہ (اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو) میری چالیس پچاس نعتیں قبلہ گاہی حضرت ڈاکٹر مخدومی سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب زید مجدہ و دامت برکاتہ کے مختصر سے مضمون سمیت ایک گوشے کی صورت میں ''نعت رنگ'' کے کسی شمارے میں شائع ہو جائیں۔ جوابی لفافہ آپ کا موقف جاننے ہی کی غرض سے ساتھ بھیج رہا ہوں، ویسے اس بارے میں استاد والا تبار حضرت قبلہ حفیظ تائبؔ مدظلہ سے بھی بات ہو چکی ہے۔

اردو نعت کے قدیم و جدید ادبی سرمایہ و مخزن کے انتقاد و انشراح کے بارے میں آپ اپنے رفقائے کار سمیت جس خلوص، غیر جانب داری، حسنِ عقیدت، بے غرضی، لگن، تن دہی، محنت اور محبّت کے ساتھ غیر معمولی اور لازوال خدمات انجام دے رہے ہیں، مجھے اُمید ہی نہیں یقین بھی ہے کہ اس کے صلے میں آپ تمام لوگوں کو حضرت ختمی مرتبت ﷺ کی زیارت و صحبت اور شفاعت ان شاءاللہ العزیز ضرور بالضرور نصیب ہوگی۔ بشرطِ حیات و توفیق آئندہ قلمی تعاون جاری رہے گا۔ سیّد کشفی صاحب اور دیگر احباب کو سلام۔

والسّلام مع الاکرام، بالاحترامات فِراواں

نیاز مند

پروفیسر فیض رسول فیضان

☆ پروفیسر فیض رسول فیضان (پ: ۱۹۶۹ء)، مجموعۂ کلام: ''نعت نگر'' (پنجابی نعتیہ مجموعہ)، اعزاز: قومی سیرت ایوارڈ۔

~~~~~~

نعت کی اشاعت کے لیے سراپا سپاس اور شکر گزار ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کے فنی معیارات کو جن بلندیوں سے ہم کنار کرنے کی مساعیٔ جمیلہ فرما رہے ہیں اُس کا کماحقہٗ اجرِ جمیل تو آپ کو بارگاہِ خداوندی (عزوجل) ہی سے عطا ہوگا تاہم اس دنیا میں بھی خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی، مذہبی اور اسلام پسند حلقوں کی طرف آپ کے لیے جو نعرہ ہائے تحسین و آفرین بلند ہو رہے ہیں آپ اور آپ کے جملہ رفقائے تدوین و ادارت اُن کے بجا طور پر مستحق اور سزاوار ہیں۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
~~~~~~

ایک بات کا خاص خیال رکھیں کہ نعت گوئی کے باب میں شرعی اعتبار سے بعض بے جا تحفّظات رکھنے والے مکاتبِ فکر کو اتنی بھی کھلی چھوٹ نہ دے دی جائے کہ وہ فن و ادب کی آڑ میں امتناعِ نعت کی شاہراہِ مذموم پر کھل کھیلنا شروع کر دیں۔

مزید کیا عرض کروں؟ مخدومی محمد اکرم رضا اور قبلہ گاہی محمد کوکب نورانی اوکاڑوی کو رسالت مآب ﷺ کے عشق و عقیدت میں رچی بسی ایمان افروز اور باطل سوز تحریر میں سپردِ قلم کرنے پر ''نعت رنگ'' کی وساطت سے تبریک و تشکّر کے گلہائے شاداب پیش کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ایک نعتِ پاک اور سلام نیازمندانہ پیشِ خدمت کرتے ہوئے اور آپ کے خامہ وگلو کے لیے مزید خیر و برکت کی دعائیں مانگتے اجازت چاہتا۔

پروفیسر فیض رسول فیضان

~~~~~~

قبلہ ایاز، پروفیسر ڈاکٹر (پشاور)

محترم سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ماہنامہ ''نعت رنگ'' [شمارہ ۱۲] بھیجنے کے لیے شکر گزار ہوں۔

''نعت رنگ'' کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوا کہ ''نعت رنگ''، نعت رنگ نہیں بلکہ نعت قزح ہے۔ سرورق اتنا دیدہ زیب اور روح پرور ہے کہ بے اختیار کھول کر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔

گو اردو زبان اور اس میں نعت گوئی کی تاریخ اتنی قدیم نہیں لیکن چوں کہ اردو زبان شروع ہی سے مومنہ ہے لہٰذا اردو زبان کا دامن نعت سے بھرا ہوا ہے لیکن نعت پر نقد و تبصرہ کے حوالے سے اتنا کام نہیں ہوا جتنی اردو نعت کی وسعت ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی جامعات میں شاید کان پور یونی ورسٹی (بھارت) کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اردو نعت پر پہلا تحقیقی مقالہ سیّد رفیع الدین اشفاق کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد اور ڈاکٹر ریاض مجید پاک و ہند کی دو ایسی شخصیات ہیں، جنھوں نے رفیع الدین اشفاق صاحب کے بعد نعت پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ ان کے علاوہ بھی متعدد شخصیات اور رسائل و جرائد نے نعت پر بہت کچھ لکھا اور مختلف رسائل و جرائد کے نعت پر خاص نمبر شائع کیے۔ میں طوالت سے بچنے کی خاطر شخصیات اور رسائل کے نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ لیکن پاکستان میں ڈاکٹر ریاض مجید کا مقالہ اور ''نقوش''، ''نعت کائنات''، ''الرشید نعت نمبر'' اور ''اوج نعت (مرتبہ آفتاب نقوی) وہ کام ہے جو نعت کے حوالے سے بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔

پاک و ہند میں نعت کی تعریف، تاریخ، مختلف زبانوں میں نعت کی ہیئت و کمیت نعت کے لوازمات، مضامین و مواد، ادب اور تقاضے، ماخذ و مصادر الغرض گونا گوں گوشوں اور پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے اور میرا خیال تھا کہ اس کام کے بعد اردو نعت پر کوئی کیا لکھ سکے گا؟ لیکن ''نعت رنگ'' کو پڑھ کر معلوم ہوا کہ اردو نعت کے حوالے سے ابھی بہت کچھ کہنا اور لکھنا باقی ہے۔ اسی بہت کچھ، کہنے اور لکھنے میں ''نعت رنگ'' وہ کردار ادا کر رہا ہے کہ بہت جلد اسے خود ایک حوالے کا مقام حاصل ہو جائے گا۔ ''نعت رنگ'' کی تہذیب و تدوین جس عقیدت، محبّت، خلوص اور علمی پیاس و لگن کے ساتھ ہو رہی ہے وہ قابلِ قدر و تعریف ہے اور مستقبل میں اردو نعت پر تحقیق و تدقیق کرنے والوں کے لیے حوالۂ ناگزیر ہے۔ اب کچھ ''نعت رنگ'' کے محتویات کے بارے میں:

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی صاحب نے اپنے فکر انگیز مضمون کے ذریعے پاکستان میں اعلیٰ تعلیم کے کرتا دھرتاؤں کے سامنے ایک نئی فکر پیش کی
~~~~~~

ہے جو یقیناً ''نعت رنگ'' کے لیے ایک افتخار ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے بہت خوب صورت نثر میں ''افادات کشفی'' سے استفادہ کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد صاحب نے برصغیر پاک و ہند کے نصاب سازوں کو نعت خارج از نصاب رکھنے پر بروقت انتباہ کیا ہے۔اس مضمون کو ''شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات'' کے تحت عام کرنے کی ضرورت ہے۔

ڈاکٹر صابر سنبھلی نے اپنے پیرومرشد امام احمد رضا خان صاحب کا دفاع عالمانہ انداز میں کیا ہے لیکن چوں کہ ظہیر غازی پوری کا مضمون نظر سے نہیں گزرا ہے لہٰذا فیصلہ مشکل ہے۔

عزیز احسن صاحب نے ادیب رائے پوری صاحب کی خوب چٹکیاں لی ہیں اور نقد و تبصرہ کے سلسلے میں ہلکا پھلکا انداز اختیار کر کے ایک نیا اسلوب قائم کیا ہے۔ ''تیرا وجود الکتاب'' پر بھی عزیز احسن صاحب کا تبصرہ اتنا بھرپور اور دل کش ہے کہ قاری اپنے آپ کو مذکورہ تصنیف کے مطالعے پر مجبور پاتا ہے۔

ڈاکٹر آفتاب نقوی مرحوم کو غفور شاہ قاسم نے بہترین انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ آفتاب نقوی صاحب اس سے بھی بڑھ کر خراجِ عقیدت کے لائق و مستحق ہیں۔

''گوشۂ غالب'' سارے کا سارا خاصے کی چیز ہے اور ''نعت رنگ'' کا کمال ہے۔

کمپوزنگ کی اِکا دُکا اغلاط کے علاوہ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد کے مضمون ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' کے حواشی و تعلیقات میں ترتیبی غلطیاں موجود ہیں مضمون کے اندر حوالہ نمبر اور باہر کے حوالہ نمبر میں تقدیم و تاخیر ہے۔اس کے علاوہ احادیث کا حوالہ کتاب و باب کے بغیر نامکمّل رہتا ہے۔ ''بخاری و مسلم بحوالہ مشکوۃ المصابیح'' سمجھ میں نہیں آتا۔اس کے علاوہ بعض تحقیقی مضامین میں سرے سے حوالے موجود ہی نہیں۔

''نعت رنگ'' کے نام آئے ہوئے نامے بھی قیامت کے ہیں جو بہ یک وقت علم و ادب اور تشریح و توضیح کے لحاظ سے خوب ہیں اور میرے خیال میں یہ ''نعت رنگ'' ہی کا رنگ ہے کہ خطوط کو بھی ست رنگ بنا دیا ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ ''نعت رنگ'' اسی طرح رنگ بکھیرتا رہے۔

والسّلام۔مخلص

قبلہ ایاز

☆ پروفیسر ڈاکٹر قبلہ ایاز (پ: ۶ اکتوبر۱۹۵۳ء)، معلّم، محقق، دانشور، صدر نشیں: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان (اسلام آباد)، سابق وائس چانسلر پشاور یونیورسٹی، پشاور، متعدد کتب و مقالات کے مصنّف۔

قمر رعینی (راولپنڈی)

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب

سلام مسنون!

مجھ پر آپ کا دہرا شکر یہ واجب ہے کہ آپ نے ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر۱۶ مجھے بھجوایا اور دوسرے یہ کہ یہ شمارہ آپ نے جن محترم و معتبر تذکرہ نگاروں کے نام منسوب کیا اس میں مجھ جیسے ہیچ مداں کا نام بھی شامل کیا:

کس منھ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا

بہرحال میں اس عزت افزائی کے لیے آپ کا ممنون ہوں۔

آپ ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کی ترویج و اشاعت اور اصلاحِ فکر و طرزِ اظہار کے فروغ کے لیے جو کام کر رہے ہیں وہ بہت قابلِ قدر ہے اور اس کا اجر تو آپ کو صرف اللہ کریم ہی دے سکتا ہے ہم صرف یہ دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے آمین۔ مقامِ مسرت ہے کہ آپ کے ''نعت رنگ'' کو بھی وزارتِ مذہبی امور کی طرف سے اوّل انعام و اعزاز کا مستحق قرار دیا گیا۔ میری طرف سے دلی مبارک باد قبول فرمایئے، سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی محنت و اخلاص کو رائگاں نہیں جانے دیتا۔ میں نے ''نعت رنگ'' نمبر ۱۶ کا مطالعہ کیا جو حسبِ معمول آپ کی محنت اور صنفِ نعت سے آپ کے خلوص و نیازمندی کا مظہر ہے البتہ وہ حصہ تکلیف دہ ہے جو آپ کے اور جناب راجا رشید محمود کے درمیان مناقشے پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ راجا صاحب آپ سے عمر میں بھی سبقت رکھتے ہیں اور صحافت میں بھی، لیکن ان کی تحریر میں کئی مقامات ایسے ہیں جو ان کی شان کے مطابق نہیں کوئی کم علم، نوعمر اور مبتدی ایسی جذباتی یا اشتعال انگیز باتیں کرتا تو اور بات ہوتی راجا صاحب کا مقام و مرتبہ اُن کی اس تحریر سے بلند ہے۔ وہ طفلِ مکتب یا نو آموز نہیں کہنہ مشق، صاحبِ علم و فہم اور معروف شخصیت ہیں، اللہ کرے کہ غلط فہمیاں دُور ہو جائیں۔ آپ نے ان کا مضمون چھاپنے سے پہلے جو وضاحتی سطور تحریر کی ہیں اس سے آپ کی مدیرانہ صلاحیت اور صحافیانہ تدبر کا بھی اظہار ہوتا ہے اور برداشت و تحمل کا بھی۔ **اللھم زد فزد۔**

طبائع کے تضاد سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کسی بڑی عمر والے کے مقابلے میں کسی چھوٹے کو قلبِ سلیم اور عالی ظرفی کی دولت سے نواز دیتا ہے:

یہ اس کی دَین ہے جسے پروردگار دے

بہرحال اس عطا پر بندے کو اپنے رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ

راجا صاحب نے جس ذاتِ گرامی کی مداحی کے لیے خود کو وقف کر رکھا ہے، اس ذاتِ اقدس کے صبر و تحمل کی مثال پوری تاریخِ انسانی میں نہیں ملتی، اس ذات والا صفات کا ہر قدم اربابِ بصیرت کے لیے راہ نما و چشم کشا ہے۔ میرے خیال میں ادب کو خصوصاً نعتیہ ادب کو لسانی اور گروہی تعصّبات سے ملوث نہ کیا جائے اور غلط فہمی کی بنا پر الزام تراشی سے گریز کیا جائے تو یہ خود صاحبِ تحریر کے لیے بہتر ہوگا۔

راجہ صاحب کا مصرع:

سدرہ کی منزل پہ رُکنے کی اہمیت سمجھ

بالکل درست ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم سب عام گفتگو میں کیفیت، اہمیت، حیثیت وغیرہ کو یائے مشدد سے استعمال نہیں کرتے لیکن عام گفتگو اور شاعری یا ادب کی زبان میں جو نازک سا فرق ہے وہ اگر کوئی شاعر یا ادیب ملحوظ رکھے تو کسی کو اعتراض بھی نہیں کرنا چاہیے، البتہ سدرہ کی یائے ہوز کا دبنا دُور ہوسکتا تھا ذرا سی توجہ سے یوں بھی ہوسکتا ہے:

منزلِ سدرہ پہ رُکنے کی اہمیت سمجھ

ایک اور مصرع:

پیچھے پڑی ہیں آج کل بیماریاں بہت

میں اس کا وزن نہیں سمجھ سکا۔ میرے فہمِ ناقص کے مطابق اس کل کا لام تقطیع سے خارج ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر یہ میرے عجزِ فہم اور عروض و اوزان سے ناواقفیت کا کھلا ثبوت ہے۔ یہاں ڈاکٹر گوہر کا اعتراض درست ہے کہ لفظ کل کا لام تقطیع سے خارج ہے اور ایسا ہی الجھاؤ راجا صاحب کے اس مصرعے میں بھی ہے:

تھے اور بھی رسل مگر رب نے حبیب کو

البتہ راجا صاحب کا یہ شعر ان کے جذبِ دروں اور باطنی کیفیت کا غماز ہے اور خوب ہے اسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔ پڑھیے اور محسوس کیجیے۔

میں چند دن جو آقا کے شہر میں رہوں ہوں
کچھ ماہ تک تو مجھ پر اس کا اثر رہے ہے

ماشاءاللہ۔ راجا صاحب کا یہ شعر بھی بہت اچھا ہے:

محمود شکوہ رب سے تو کرتے رہے ہیں سب
لیکن کسی کو اس کے نبی سے گلہ نہیں

اس شعر پر ڈاکٹر گوہر کا اعتراض درست نہیں۔ راجا صاحب نے جو وضاحت کی اس میں یہ بات بھی شامل کر لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں قہاری و جباری بھی ہے جب کہ سرکارِ دو عالم ﷺ تمام عالم کے لیے سراپا رحمت ہیں اور ظاہر ہے کہ جو ذاتِ گرامی رحمت ہی رحمت ہے اس سے کسی کو گلہ ہو ہی نہیں سکتا خود آقائے نام دار کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ اس بات کا گواہ ہے، کیا واقعۂ طائف اس کا ثبوت نہیں؟

راجا صاحب کا مصرع ہے: ع حاضری کی کوئی نہ کوئی تو صورت چاہیے

اس پر ڈاکٹر گوہر نے کہا کہ مصرع خارج از بحر ہے۔ راجا صاحب نے تقطیع کر کے ثابت کر دیا کہ مصرع خارج از بحر نہیں لیکن راجا صاحب کی وضاحتی سطر اور بیان کردہ اوزان میں یکسانی نہیں انھوں نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ:

حضرت اس مصرع میں کوئی کی ''ی'' دبی اور ''واؤ'' دب گیا مصرع خارج از بحر کس طرح ہو گیا۔ تقطیع اس طرح ہے:

حاضری کی	کوئی نہ کو	ئی تو صورت	چاہیے
فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلاتن	فاعلن

محترم راجا صاحب نے تقطیع درست کی اور تقطیع میں نہ کہیں ''ی'' دبی اور نہ ''واؤ'' گرا پھر انھوں نے معلوم نہیں کیوں یہ لکھا کہ ''ی'' دب گئی اور ''واؤ'' دب گیا۔ البتہ دوسرے رکن میں یعنی ''کوئی نہ کوئی'' کی تقطیع میں لفظ ''نہ'' کو یا تو آپ ''نا'' پڑھیں یا ''نہ'' کی ہائے ہوز کو واضح کریں تب وزن درست ہو گا ورنہ نہیں۔ لفظ تجھی اور تمھیں کے سلسلے میں راجا صاحب کا موقف درست ہے۔ ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شماروں میں قصیدہ بردہ پر بھی بحث نظر سے گزری، یہ محض اتفاق ہے کہ میں نے بھی قصیدہ بردہ پر تھوڑا سا کام کیا ہوا ہے جو ''فیض الاسلام'' میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں محمد حسین عارف کے دونوں قصائد کے ترجمے سے اقتباس بھی شائع کیا گیا ہے یعنی بوصیری والے قصیدے کا بھی اور کعب بن زہیر کے قصیدے کا بھی اور یہ انتخاب بھی پچاس پچاس اشعار سے زیادہ پر مشتمل ہے اس کے بعد میں نے کچھ مزید بھی تحقیق کی ان میں ایک دو ایسے منظوم تراجم کا بھی ذکر ہے جو شاید پہلی بار سامنے آئیں گے۔ ذرا وقت مل جائے تو ان شاءاللہ اسے دوبارہ لکھوں گا اور آپ کے پاس بھجوا دوں گا۔

شاید آپ کو یہ معلوم ہو کہ دل کا بھی مریض ہوں اور درد بھی شدید ہے۔ علاج کر رہا ہوں اللہ مالک ہے میرے حق میں دعائے خیر کرتے رہیے۔

پسِ تحریر: شمارہ نمبر ۱۶ میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے حمدیہ نعتیہ کلام کا منظوم اردو ترجمہ بہت عمدہ ہے اور مترجم کی کاوش قابلِ تحسین ہے۔

مسعود الرحمٰن خاں ندوی کے مضمون بہ عنوان ''عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول'' میں جناب عبدالمطلب، جناب عباس اور جناب ابوطالب (عبدمناف) کے اشعار کا ذکر تو ہے لیکن حضور ﷺ کے حقیقی تایا زبیر بن عبدالمطلب کے اشعار کا ذکر نہیں۔

علی احمد عباسی صاحب کی کتاب ''وقائع زندگانی اُم ہانی'' میں بہ سند معتبر لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کے انتقال کی خبر عبدالمطلب کو ملی تو

انھوں نے حضرت زبیر کو بھیجا کہ وہ سیّدہ آمنہ اور بچے (حضور) کو لے آئیں۔ میں نے اس کا ذکر ''فیض الاسلام'' شمارہ جون ۲۰۰۱ء میں کیا ہے۔ اور اپنی کتاب ''تذکرہ نعت گویان راول پنڈی، اسلام آباد'' [۱] میں صفحہ ۱۰۲۔۱۰۱ پر بھی وہاں آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں اور حوالہ دے سکتے ہیں۔

والسّلام
قمر رعینی

☆ قمر رعینی (۱۹۲۵۔۲۰۰۸ء)، اصل نام: عبدالحمید، شاعر، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''فیض الاسلام'' راولپنڈی، کتب: ''ولائے رسول''، ''بادۂ خیام''، ''تذکرہ گویان راولپنڈی اسلام آباد''، ''اردو رباعی عہد بہ عہد''، ''تذکرہ رباعی گویان فارسی در شبہ قارہ''، ''صحیح تلفّظ''، ''دبستان راولپنڈی''۔

۱۔ ۲۰۰۳ء، راولپنڈی: انجم پبلشرز، بار اول، ۱۲۸ص

قمر سنبھلی (دہلی)

19-11-1998

برادرِ محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم! مزاجِ گرامی۔

ماہ نامہ ''پیش رفت'' کے دفتر میں ''نعت رنگ'' کے کچھ شمارے نظر سے گزرے، سبحان اللہ۔ ایسا خوب صورت کتابی سلسلہ جو ہر اعتبار سے معیاری ہے۔ آپ کی مدیرانہ صلاحیتوں کا غماض ہے۔

جہاں اس میں مختلف شعرا کا معیاری نعتیہ کلام شامل ہے وہیں اس صنف سے متعلّق دیگر مواد بھی بڑا اہم ہے۔ نعت کے سلسلہ میں جو عام بے احتیاطی پائی جاتی ہے اور بیش تر نعت گوشعرا افراط وتفریط کا شکار نظر آتے ہیں، اسی بارے میں نہایت عمدہ مضامین پڑھنے کو ملے۔ جزاک اللہ ہمارے یہاں ایسے رسائل یا کتابی سلسلوں کی کمی ہے۔ وہاں کے ایسے قیمتی اور معیاری رسائل یا کتابوں کی دست یابی ہمارے لیے ایک مسئلہ ہے۔ خدا کرے اس سلسلہ میں کچھ پیش رفت ہو اور ایک جگہ سے دوسری جگہ اس طرح کے رسائل اور کتابوں کی فراہمی کی کوئی صورت پیدا ہو۔ ادارہ کے دیگر معاونین کی خدمت میں ہدیۂ سلام پیش فرما دیں۔

والسّلام
قمر سنبھلی

☆ قمر سنبھلی (۲۲ ستمبر ۱۹۴۲ء۔ ۱۵ اگست ۲۰۲۱ء)، ادیب، نعت گو شاعر، نائب مدیر ماہنامہ ''رہنمائے تعلیم'' اور ''گلکدہ'' دہلی، حمدیہ و نعتیہ مجموعہ: ''روشن روشن حروف'' (۲۰۰۸ء)

قیصر نجفی، پروفیسر (کراچی)

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب!

سلامت و رحمت!

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۲ پر ایک سیر حاصل تبصرہ حاضر ہے۔ میں نے مطالعے کے دوران جو محسوس کیا ہے، وہ بلا کم و کاست لکھ دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ شعوری کاوش کے باوجود میں آپ کی ادارت یا ''نعت رنگ'' کے معیار پر گرفت نہیں کر سکا ہوں۔ شمارہ ۱۲ کا ہر صفحہ ''نعت رنگ'' کے ساتھ آپ کی کمٹمنٹ کی شہادت دیتا ہے۔ ابتدائیہ میں بیان کردہ آپ کے ان خیالات کی بصد مسرت توثیق کرتا ہوں۔

''یہ سفر جو صرف عقیدت اور محبّت کی ایک کیفیت میں شروع کیا گیا تھا، آج معنویت کی کئی منزلوں کو اپنے جلو میں لیے ہوئے جاری وساری

ہے...."نعت رنگ" اسی محبّت اور معنویت کے سفر کا ایک تاب ناک رخ ہے"۔

"نعت رنگ" کی طبعی عمر ابھی خاصی کم ہے، مگر معنوی زندگی کے اعتبار سے اس کے خطّ وخال سے بزرگی جھلکنے لگی ہے۔ایک نہایت قلیل مدّت میں کسی ادبی جریدے کے مقام اعتبار پر فائز ہوجانا خواہش کی حدتک تو ممکن ہے، لیکن عملی صورت میں حدامکان سے بعید ہے۔

"نعت رنگ" نے مختصر سے عرصے میں مدارج اعتبار و وقار طے کر کے ادبی جرائد و سائل کی ایک نئی توانائی سے روشناس کرایا ہے۔ بالخصوص نعتیہ ادب کے حوالے سے اس نے جو باب تحیّر کھولا ہے، اس کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ کتابی سلسلہ تائیدایزدی کی ایک روشن مثال ہے۔اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کی مدح وثنا کی توفیق صرف ایسے انسانوں کو عطا کرتا ہے، جو حبیب خدا کی ذات وصفات کا عرفان رکھتے ہوں۔یہ منصب ہر کہ ومہ کو نصیب نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی مدّاح رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کسی کو زیب دیتا ہے۔غالب ایسا فدائے محمد ﷺ و آل محمد ﷺ علیہم السّلام بھی اپنی تمام تر ذہانت، طبّاعی اور شعری فراست کے باوصف معرفت ختم الرسول ﷺ کا مدعی نہ ہوا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

محمد ﷺ شناسی کی طرح خداشناسی کا ادّعا بھی نوع بشر کے حیطۂ اختیار باہر ہے۔بجز محمدؐ کون ہے، جو خدا کو اس طرح جاننے کا دعویٰ کرسکے، جس طرح جاننے کا حق ہے۔بقول راقم:

آشنائے مصطفیٰ ہے ذات رب
اور قیصر مصطفیٰ رب آشنا

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ حمد گوئی یا نعت نگاری کے حوالے سے کوئی بھی سعادت زور بازو کا حاصل نہیں ہے، بلکہ خدائے بخشندہ کی بخشش ہے، جو بحمدللہ! "نعت رنگ" اس مرتب اور ادارتی عملے کو بہرصورت نصیب ہے۔یہ ایک معلوم بات ہے کہ نعت ہمیشہ حضور ﷺ سے محبّت وابستگی کے والہانہ اظہار کا ایک ذریعہ متصور ہوتی ہے۔کئی عاشقان باصفا تو ایسے بھی ہیں، جو اپنے آپ کو فروتر ظاہر کرنے کے لیے ثنائے رسول ﷺ کو ایک جسارت بلکہ سوءادب خیال کرتے ہیں:

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

بایں ہمہ عقیدے کی حدتک نعت شعراءاور غیر شعراء کا ہمیشہ مرکزِ نگاہ رہی ہے، البتہ فکری وفنی نقطۂ نظر سے نعت کو کبھی درخوراعتنا نہیں سمجھا گیا ہے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ تاحال یہ فیصلہ نہیں ہوسکا ہے کہ نعت ایک باقاعدہ صنف سخن ہے یا نہیں۔نقد ونظر کے حوالے سے بھی خوش اعتقادی آڑے آئی ہے اور جو کچھ نعت میں کہا جاتا رہا ہے، اس پر نہ صرف صاد کیا گیا ہے بلکہ تنقیدی زاویۂ نگاہ سے نعت کو پڑھنا یا سننا سوءادب تصور ہوا ہے۔اس صورتِ حال نے تاریخی، علمی، فکری اور اعتقادی اعتبار سے (خصوصاً قرآن وحدیث کی ارشادات کے تعلّق سے) ایک لمحۂ فکریہ کی جو صورت پیدا کردی ہے، اس کا "نعت رنگ" نے بخوبی ادراک کیا ہے۔یہ اسی کا کارنامہ ہے کہ آج نعت کے ضمن میں علمی، ادبی، انتقادی، تاریخی اور مذہبی جانچ اور پرکھ کے دروازے واہو چکے ہیں اور سرگزشتۂ خمار رسوم وقیود نعت گو شعرا کے درفکروخیال پر دلیل وبرہان دستک دینے لگے ہیں۔اس قلمی جہاد میں "نعت رنگ" کے جن قلمکاروں نے اہم کردار ادا کیا ہے، ان میں ڈاکٹر سیّدابوالخیر کشفی سرفہرست ہیں۔ڈاکٹر کشفی اردو ادب کی تدریس، تنقید، تحقیق اور تخلیق ہر لحاظ سے ممتاز ومیّز مقام کے مالک

ہیں۔نقد ونظر کے حوالے سے تو ان کی عظمت مسلّم ہے۔آج کل وہ نعتیہ ادب میں جو اضافے کر رہے ہیں، وہ علمی، ادبی اور تاریخی اعتبار سے نہایت اہم ہے۔نعت رنگ ۱۲ میں ان کا ایک مضمون بعنوان ''نعت گوئی اور سیرت کی محافل کا مطالعہ اعلیٰ تعلیم میں'' شامل ہے۔جس کے حرف آغاز میں انھوں نے نعت کی توسیع، تفہیم اور تنقید کے ضمن میں ''نعت رنگ'' کے کردار کو بجا طور پر رجحان ساز قرار دیا ہے اور مذہبیات و عمرانیات کے مابین فطری تعلق کی معنی خیز اشارے کر کے دعوت فکر دی ہے۔ان کا مضمون بہ یک وقت تحقیقی و تنقیدی بصیرت سے سرشار ہے۔مضمون کا متن (text) ''صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے'' کی پکار سے ہم آہنگ ہے۔بلاشبہ ڈاکٹر کشفی کو یہ افتخار حاصل ہے کہ انھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے نعتیہ ادب کے ان ابعاد کی طرف بھی توجہ مبذول کرائی ہے، جو سماجی و عمرانی علوم کی سرحدوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ہم ان کی اس رائے سے متفق ہیں کہ نعت اور میلادناموں کو جامعات میں اردو اور دوسری پاکستانی زبانوں کے نصاب میں شامل کیا جائے۔ان دنوں نعت اور آداب نعت گوئی پر علمی و ادبی مباحث کا سلسلۂ زور وشور سے جاری ہے۔''نعت رنگ'' ان مباحث کو آگے بڑھانے میں کلیدی کردار ادا کر رہا ہے۔پروفیسر محمد اقبال جاوید نے نعت اور آداب نعت گوئی پر ڈاکٹر کشفی کے افکار وخیالات سے استفادہ کرتے ہوئے انہی کی نعت گوئی پر ایک طویل مضمون رقم کیا ہے۔اقبال جاوید کے مقالے کی بنیادی خوبی کشفی کے فن و شخصیت سے ان کا وہ روحانی تعلّق ہے، جس میں من و تو کا فاصلہ باقی نہیں رہتا۔جاوید نے جو کہا اسے خلوص نیت اور صداقت جذبات سے ثابت بھی کیا ہے۔نعت رنگ۔۱۲ میں ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری کے تین مضامین شامل اشاعت ہیں۔ان کا پہلا مضمون ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' نعت کی ایک سہ العبادی (Three Dimensional) تصویر پیش کرتا ہے، جو بیک وقت نعت کے نصابی، ادبی اور عمرانی کردار کی اہمیت کا احساس دلاتی ہے۔آزاد نے یہ مضمون بڑی دقّت نظر سے سپرد قلم کیا ہے، ہمیں ان کے استدلال، تفکّر اور منطقی اسلوب نے بے حد متاثر کیا ہے۔دوسرا مضمون ''اردو ادب میں محسن کاکوروی کا مقام'' آزاد کے ناقدانہ شعور کی دلالت کرتا ہے۔انھوں نے محسن کاکوروی کے نعتیہ کلام کا علمی، ادبی، فکری، فنیّ ہر رخ سے جائزہ لیا ہے۔یہ مطالعاتی جائزہ نعت نگار کے ادبی مرتبے کے تعیّن میں ممد و معاون ہے۔تیسرا مضمون ''غالب کی نعتیہ شاعری'' پر مغز مواد پیش نہیں کرتا ہے۔یہ مضمون غالب کی نعتیہ شاعری کا ایک رسمی تعارف قرار دیا جا سکتا ہے۔سیّد حسین احمد کا مضمون ''کیا نعت ایک صنفِ سخن ہے'' ایک مختصر سی تحریر ہے، جسے نعت اور مرثیے کا ایک تقابلی جائزہ کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا۔یہ درست ہے کہ عہد سودؔا سے قبل مرثیے کا کوئی فارم مقرر نہیں تھا اور نہ ہی اجزائے ترکیبی متعیّن تھے۔سوؔدا نے فارم اور میر ضمیؔر نے اجزائے ترکیبی مقرر کر کے مرثیے کو ایک باقاعدہ صنف سخن بنا دیا۔ہمارے خیال میں ہئیت کے اختصاص اور فنی صورت گردی کے باوصف مرثیہ ایک طویل عرصے تک ایک صنفِ سخن کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا اور مرثیہ گو شاعر کو ''بگڑا ہوا شاعر'' کہا جاتا رہا۔تا آں کہ علامہ شبلی نعمانی نے ''موازنہ انیس و دبیر'' لکھ کر مرثیے کی فنی اہمیت کو اجاگر کیا۔یہ شبلی ہی تھے، جنھوں نے مرثیے کے سر پر ایک باقاعدہ صنف سخن کا تاج رکھا۔مقام حیرت ہے کہ نعت بھی صدیوں سے ویسے حالات سے دوچار رہے، جیسے حالات مرثیے کو اپنے ارتقائی سفر میں درپیش تھے، مگر افسوس کہ اب تک نعت کو نہ تو کوئی سودا ملا ہے، نہ میر ضمیر اور نہ ہی کوئی شبلی نعمانی یہ ایک لمحۂ فکریہ ہے، جس پر اہلِ فکر ونظر اور صاحبانِ علم ودانش کو توجہ دینا چاہیے۔محمد ملک الظفر سہسرامی کا مضمون ''تقاضائے نعت'' تقاضائے وقت کے طور پر سامنے آیا ہے۔ان کا کہنا صد فی صد درست ہے۔''یہ بات علاحدہ ہے کہ نعتیہ شاعری کا دامن افراط وتفریط کی آلودگیوں سے پاک وصاف نہیں، کہیں نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملائے جارہے ہیں تو کہیں خدا کی تنقیص تک کرنے کی جرأت کا فرانہ کا انداز نظر آتا ہے''۔

انھوں نے یہ بھی بجا کہا ہے ''عظمت نبوت ورسالت کے منافی اشعار کی بھرمار ہے، کہیں صریح تنقیص ذات رسالت ہے تو کہیں منافی ادب الفاظ وتراکیب نے نعتیہ شاعری کا چہرہ مسخ کر کے رکھ دیا ہے'' ہمارے خیال میں سہسرامی کی آواز میں آواز ملانا نعت کے ساتھ کے ساتھ ساتھ وقت کا بھی تقاضہ ہے۔کیوں کہ خدا شناسی اور محمدؐ شناسی کی جتنی آج ضرورت ہے، اتنی شاید ہی پہلے کبھی ہو۔ڈاکٹر صابر سنبھلی کا مضمون ''اشعار نعت۔

اعتراضات کی حقیقت'' اسم با مسمّٰی ہے۔ یہ مضمون ظہیر غازی پوری کے امام احمد رضا بریلوی کے بعض نعتیہ اشعار کے فنی پہلوؤں پر اٹھائے گئے سوالات سے متعلّق ہے۔ جو دونوں صاحبانِ علم کے موقف کی اصابت کو ظاہر کرتا ہے۔ البتہ فنی لوازمات برتنے کے ضمن میں ان کے جداگانہ انداز فکر کا بھی مظہر ہے۔ ہم ظہیر غازی پوری اور ڈاکٹر صابر سنبھلی دونوں کے نقطۂ نظر کو تسلیم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مضمون ''مہاتما جیوتی باپھلے کی نعتِ رسولؐ'' معلومات افزا ہے لیکن باپھلے کی مراٹھی نعت کا آزاد منظوم ترجمہ ہر طرح کے تاثر سے عاری ہے۔ قیصر الجعفری ایک ممتاز شاعر ہیں۔ امام ابوحنیفہ کی عربی نعت کا انھوں نے سلیس اور رواں زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے۔ جگر مراد آبادی کی فارسی نعت کا ایم اے تشنہ نے نہایت خوب صورت منظوم ترجمہ کیا ہے، جبکہ امانت اپنے ترجمے میں شعریت پیدا کرنے سے قاصر رہے ہیں۔

ادیب رائے پوری کی کتاب ''نعتیہ ادب میں تنقید اور مشکلات تنقید'' [۱] پر عزیز احسن کا تبصرہ زبان و بیان اور استدلال و برہان کے حوالے سے خوب ہے۔ مگر ہم ان کے مکمّل متن (Text) پر کوئی رائے دینے سے قاصر ہیں، کیوں کہ ہم نے اس کتاب کا تا حال مطالعہ نہیں کیا ہے۔ عزیز احسن کے دیگر تبصرے ان کی علمی وسعت، ذہنی زرخیزی، فکری تازگی اور اعلیٰ تنقیدی شعور کی شہادت دیتے ہیں۔ ڈاکٹر آفتاب نقوی کے مضامین پر مشتمل کتاب ''دلیلِ آفتاب'' [۲] پر غفور شاہ قاسم کا تبصرہ پر مغز و معنی آفریں ہے۔ وہ ایک کثیر المطالعہ قلمکار ہیں اور اپنی حرف شناسی کا لوہا منواتے چلے جا رہے ہیں۔ انھوں نے مشمولات کتاب پر تعمق نظر سے خیال آرائی کی ہے۔

''مدحت'' کے باب میں سحر انصاری کی نعت اور رشید وارثی کی تضمین بر کلام قدسی پسند آئی ہیں۔ احمد صغیر صدیقی کے ہندی ڈکشن میں لکھے ہوئے نعتیہ ہائیکو خوب ہیں۔ البتہ خوش بو سے حرف کا چمکنا ہماری سمجھ میں نہیں آیا ہے۔

ہونٹ مہکتے ہیں/ اس کے نام کی خوشبو سے/ حرف چمکتے ہیں۔

نیز ''اس کا ذکر اور اس کی فکر'' کے ساتھ ''کھولے'' کے بجائے فعل کا جمع کا صیغہ یعنی ''کھولیں'' آنا چاہیے۔

ذہنوں کے اندر/ اس کا ذکر اور اس کی فکر/ کھولے گیان کے در

گوشۂ غالب زیرِ نگاہ شمارے کا ایک اہم حصہ ہے، جبکہ پروفیسر شفقت رضوی کا مضمون ''غالب۔ حضور رسالت مآب میں'' خاصے کی چیز ہے۔ شفقت رضوی ایک پڑھے لکھے انسان ہیں۔ انھوں نے غالب کی نعت نگاری پر جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ ان کے تبحرِ علمی پر دال ہے۔ ادیب رائے پوری کا مضمون ''غالب کے فارسی کلام میں نعت'' ہمارے خیال میں دراصل ''باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار'' کی تفسیر و تعبیر ہے۔ وہ اپنے مضمون میں بہ یک وقت غالب کی حمد گوئی اور نعت نگاری کو زیر بحث لائے ہیں۔ ادیب رائے پوری کی وسعت مطالعہ اور علمی تبحر میں کوئی کلام نہیں ہے۔ ان کا مضمون ان کی انھی خوبیوں کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا مضمون ''عظمتِ رسول ﷺ خطوط غالب میں'' ایک اچھوتے موضوع پر لکھی گئی ایک دل کش اور متاثر کن تحریر ہے۔ ہم اس مضمون کے بارے میں صرف اتنا کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر نشیط نے تحقیق و تنقید کا حق ادا کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی نے حمد و نعت کے ایوانوں میں تحقیق و تدقیق کے جو دیئے روشن کیے ہیں، ان کی روشنی سے ''نعت رنگ'' کے اوراق بھی منوّر ہو چکے ہیں۔ ان کا مضمون ''غزلیات غالب کی زمینوں پر نعت گوئی'' ایک Challenging Subject ہے۔ جسے قبول کر کے انھوں نے خود کو ایک مشکل پسند محقق کے طور پر پیش کیا ہے۔ عاصی کرنالی کا یہ مضمون تحقیق و تنقید کے نہایت اہم ابواب میں شامل ہونے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ عزیز احسن نعت کے حوالے سے جو علمی و ادبی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وہ قابل قدر ہیں۔ ان کا مضمون ''غالب کی اردو شاعری میں مضامین نعت کا فقدان'' ایک مانوس موضوع پر ایک وقیع تحریر ہے۔ عزیز احسن غالب کے تخلیقی مزاج، فکری افتاد، شعری نفسیات، فنی رویے، عقیدہ و مسلک کے رجحانات اور اردو میں

نعت گوئی سے گریز کی وجوہ کا بڑی چابک دستی سے احاطہ کیا ہے۔ بلاشبہ عزیز احسن فکر و نظر کی بلندیوں پر متمکّن ہیں۔

ناصر کاظمی، عبدالعزیز خالد اور جعفر بلوچ کی تضمینیں ان کے شعری درک کے شواہد فراہم کرتی ہیں۔ ڈاکٹر اسلم انصاری اور افتخار عدنی کے منظوم تراجم تخلیقی سطح کے ہیں۔ غالب کی زمینوں میں لکھی گئی نعتیں فکر و فن کے کوئی نئے گوشے سامنے نہیں لاتی ہیں۔ تاہم رفیع عالم رفیع بدایونی، اسرار احمد سہاروی اور شاکر ادیبی کی کاوشوں کو نہ سراہنا بھی ادبی بددیانتی ہوگی۔

''نعت رنگ'' کے خطوط بھی ایک منفرد معیار قائم کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ہمیں یہ کہنے میں ہرگز کوئی تامل نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' میں چھپنے والے خطوط علمیت و ادبیت کی جس بلندی کی طرف مائل بہ پرواز ہیں، اسے دیکھنے کے لیے ایک دن دستار سنبھالنا پڑے گی۔ ان خطوط میں بظاہر ''نعت رنگ'' کے مندرجات پر گفتگو ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ ادبیات، مذہبیات، عمرانیات، بشریات، تاریخ، تہذیب و تمدن، ثقافت غرض اتنے متنوع موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں کہ قاری ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا ہے۔ بعض خطوط تو مقالات کی ذیل میں آتے ہیں۔ جن کی قرأت و تفہیم دیدۂ بینا اور ذہن رسا کے بغیر محال ہے۔

نیک تمناؤں اور دعاؤں کے ساتھ

قیصر نجفی

☆ پروفیسر قیصر نجفی (پ: ۱۹۴۱ء)، اصل نام: محمد رمضان، شاعر، ادیب، نقاد، کتب: ''شہر جاناں''، ''رب آشنا''، ''اردو مرثیے میں حمد، نعت، منقبت''، ''مشکور حسین یاد کی تخلیقی شخصیت''، ''فیض۔ ایک رجحان ساز شاعر''، اعزازات: ''نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ''، ''ادیب انٹرنیشنل ایوارڈ'' و دیگر۔

۱۔ ۱۹۹۹ء، کراچی: مدحت پبلشرز، ۱۷۲ص ۲۔ مرتب: عمران نقوی، ۲۰۰۱ء، لاہور: شفیق پبلی کیشنز، بار اول، ۱۷۵ص

~~~~~~

برادرِ عزیز و گرامی صبیح رحمانی صاحب!

سلامت و رحمت!

اس کے باوصف کہ ''عیاں راچہ بیاں''، ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ کے خلوصِ نیت، اَن تھک محنت اور سچی لگن نے ''نعت رنگ'' کو اس قدر مقتدر کر دیا ہے کہ آنے والے ادوار میں بھی اقلیمِ نعتیہ ادب ''نعت رنگ'' کی قلمرو سے نہیں جائے گی۔

آج ہمارے پیشِ نظر ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ اور ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۴ ہیں۔ ان دونوں شماروں کا ایک مطالعاتی جائزہ آپ کی نذر ہے۔

حفیظ الرحمٰن احسن کی حمد (قصیدہ نما) ان کی قادرالکلامی کی مظہر ہے۔ شوکت لفظی، شکوہ بیاں اور اسلوب کی بلند آہنگی کے سبب بلاشبہ یہ ایک قصیدہ نما حمد ہے۔ غیر مانوس مفرس و معرب الفاظ کی کثرت کے باوجود نظم میں بلا کی روانی ہے۔ شاید مانوس موضوع کے طفیل پیرایۂ اظہار میں اجنبیت کا احساس نہیں ہوا ہے۔ استفہامیہ طرزِ سخن نے نظم کی جاذبیت کو دوچند کر دیا ہے۔ اس حمد میں بیک وقت قصیدے، استغاثے اور آشوب نگاری کا اسلوب ملتا ہے۔

ذکر ''مدینۃ العلم'' کا ہو، اعتقادات بھی راسخ ہوں، فکر میں بھی اخلاص ہو اور قلم کار بھی پروفیسر محمد اقبال جاوید جیسا فاضل ہو، تو علم و معرفت کے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مقالہ ''اسم محمد ﷺ... نعت کے آئینے میں'' ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ میں خاصے کی چیز ہے۔ موضوع میں جتنی وسعت ہے، مقالہ بھی اتنا ہی ہمہ گیر اور معنی آفرین ہے۔ اسمِ محمد ﷺ کی معنویت، قوت، رفعت، وحدت، برکت، افادیت، تاریخیت، کاملیت اور سب سے بڑھ کر علم و عمل میں اس کی ناگزیریت و اہمیت پر پروفیسر صاحب نے جس طرح روشنی ڈالی ہے، وہ ان کے تبحرِ علمی کے ساتھ ساتھ فکری و فنی ریاضت و مجاہدہ کی بھی دلالت کرتی ہے۔ اردو نعت میں اسم محمد ﷺ کے لغوی، معنوی، استعاراتی، علامتی اور اعتقادی استعمال کا انھوں نے جس مہارت سے
~~~~~~

احاطہ کیا ہے، وہ انھیں بیک وقت ایک اعلیٰ پائے کا مضمون نگار، ناقد اور محقق ثابت کرتی ہے۔ ان کے قلم کی یہ ہمہ جہتی قابلِ رشک ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ سرکارِ رسالت ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ کائنات میں رونما ہونے والے تمام تر نیک و سعد واقعات میں سے سب سے زیادہ مبارک اور مسعود ہے۔ میلادِ سیّدِ کونین ﷺ صرف جن و ملک یا انسان و حیوان ہی کے لیے نہیں بلکہ جملہ موجوداتِ عالم کے لیے باعثِ مسرت و افتخار ہے۔ عید الفطر اور عید قرباں کی طرح عید میلاد النبی ﷺ بھی شعائرِ اسلام میں شامل ہے۔ ہمارے نزدیک فرائض و عبادات کی طرح اہم ہے۔ بنابریں تاریخِ ولادت میں اختلافِ رائے کے باوجود مسلم اُمہ نے میلاد کی خوشی منانے میں کبھی کوتاہی نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ ربیع الاوّل کے پورے مہینے کو ماہِ مسرت و انبساط قرار دیا ہے۔ تذکروں میں جہاں عید میلاد النبی کے پُرمسرت موقع پر بپا ہونے والی محافلِ مولود و مجالسِ میلاد کی روداد مرقوم ہے، وہاں میلادیہ منظوم تخلیقات کے عہد بہ عہد ارتقائی سفر کا احوال بھی مندرج ہے۔ راجا رشید محمود کا مضمون ''نعت میں ذکرِ میلادِ سرکار ﷺ'' بھی تذکرے کی ذیل میں آتا ہے۔ جس میں حضورِ ختمی مرتبت ﷺ کی ولادت پاک کے ذکر سے معمور میلاد ناموں، مولود ناموں، میلادیہ قصیدوں، میلادیہ نظموں (ہر فارم اور ہیئت کی) اور میلادیہ اشعار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ جائزہ میلادیہ ادب کا زمانی ترتیب سے احاطہ کرتا تو زیادہ دلچسپ اور مفید ہوتا۔ راجا صاحب نے بعض باتوں کو بعض جگہوں پر جوں کا توں دہرا دیا ہے۔ نتیجتاً تذکرہ غیر ضروری طور پر طویل ہو گیا ہے اور دلچسپی میں بھی خاصی کمی ہوئی ہے۔ اٹھارہ صفحات پر مشتمل حواشی کو پڑھنا بھی ایک اُکتا دینے والا عمل ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے میر تقی میر سے شعر سنانے کی فرمائش کی۔ میر صاحب نے کہا،'' آپ لوگ کیا شعر سنیں گے، اگر میں آپ کو یہ شعر سناؤں:

عشق برے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا
دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

تو آپ کہیں گے اس شعر میں تو فنی سقم ہے، یعنی ''خیال'' کی ''ی'' گر رہی ہے۔ مگر کیا کیا جائے محاورہ یہی ہے۔ یہ روایت ہمیں شارق جمال (بھارت) کا مضمون ''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' پڑھ کر یاد آئی ہے۔ درحقیقت انھی صفحات پر حضرت احمد رضا بریلویؒ کے چند اشعار کے حوالے سے ظہیر غازی پوری اور ڈاکٹر صابر سنبھلی کے درمیان ایک نہایت پُرمغز، معلومات افزا اور دلچسپ بحث چل چکی ہے اور ہمارے خیال میں دونوں فاضل قلم کاروں نے اپنے اپنے مؤقف کا عالمانہ انداز میں دفاع کیا ہے۔ اس بحث کو بار دیگر چھیڑنا کسی ایک کے مؤقف کی تائید اور دوسرے کے مؤقف کی تردید کا ایک ایسا عمل ہوگا، جو نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگا۔ اجتماعِ ردیفین کے حوالے سے ممتاز نعت خواں و نعت گو اور ''نعت رنگ'' کے مرتب صبیح رحمانی کے اشعار کو حضرت فاضل بریلویؒ سے منسوب کر کے تنقید کا نشانہ بنانا یہ ظاہر کرتا ہے کہ مضمون نگار احمد رضا بریلویؒ کے اشعار کو ہدف بنانے پر اس حد تک کمربستہ ہیں کہ کسی کا بھی فنی سقم کا حامل شعر انھیں حضرت فاضل بریلویؒ کا شعر لگتا ہے۔ البتہ جہاں تک نعت کے شعر یا کسی بھی صنفِ سخن کے شعر میں فنی سقم کا تعلّق ہے تو شارق جمال کے خیالات سے ہم بھی متفق ہیں۔

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی (بھارت) کا مضمون ایک ایسے دقیقہ رس محقق سے متعارف کراتا ہے، جس کا تحقیقی مقالہ نوادراتِ ادب میں شمار کرنے کے قابل ہے۔ ''ہندوستان میں عربی نعت گوئی''... عنوان ہی مقالہ نگار کی اولوالعزمی، دقیقہ رسی اور تبحرِ علمی کا غماز ہے۔ ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی کو اس منفرد کارنامے کی جتنی داد دی جائے کم ہے۔ اصلاحی صاحب نے ارتکازِ فکر اور تعمقِ نظر سے مقالے کا مطالعہ کیا ہے اور اس کی علمی، ادبی اور تحقیقی جہات کا مؤثر انداز میں تجزیہ پیش کیا ہے۔

اُردونعت گوشعرامیں حضرت احمد رضا فاضل بریلویؒ جس طرح ممتاز ومیّز ہیں،اس کی مثالیں کم کم ملتی ہیں۔دراصل وہ ایک نیکوکاراورایک عابدشب زندہ دار تھے۔اصول وفروغِ دین پرکاربندرہنے کے ساتھ ساتھ شارع دینِ متین کی مدح وثنا کوبھی عبادت کا درجہ دیتے تھے۔حضرت فاضل بریلوی کی نعت گوئی معرفتِ رسولِ خداﷺ کاایک دستاویزی ثبوت ہے۔یہ معرفت انھیں محبوبِ حق کے عشق میں فنا ہوجانے کے بعد نصیب ہوئی۔یہی وجہ ہے کہ ان کی نعتوں میں ایمان وعقیدہ کی للک کے ساتھ ساتھ عشقِ محمدﷺ کا سوز اور کسک بھی ہے۔ڈاکٹر صابر سنبھلی (بھارت) حضرت رضا بریلویؒ کے فن وشخصیت کے عارف ہیں۔انھوں نے حضرت بریلویؒ کی نعت میں مضمون آفرینی کے متنوع ابعاد کی نشان دہی کی ہے۔البتہ ان کی تمہیدی سطور میں ایسی گفتگو کا اعادہ کیا گیا ہے، جسے سامعین سن سن کراور قارئین پڑھ پڑھ کراُکتا چکے ہیں۔

قمروارثی ایک مشاق شاعر ہیں اورفنِ شعر کی باریکیوں سے خوب واقف ہیں۔بالخصوص لوازم نعت پرتو ان کی گہری نظر ہے۔پروفیسر ڈاکٹر طلحہ رضوی (بھارت) نے ان کے نعتیہ مجموعے ''کہف الوریٰ'' [۱] پرتبصرہ رقم کرتے ہوئے چارمصرعوں کوفنی طور پرمحلِ نظر گردانا ہے۔ایک مصرعے میں ڈاکٹر صاحب نے لفظ ''قامت'' کومؤنث قرار دیا ہے۔جب کہ ''قامت'' مذکر ہے اور قمر وارثی نے درست باندھا ہے:

شاخِ حیرت پر کھلا ہے میرے قامت کا گلاب

ایک دوسرے مصرعے میں کمپوزنگ کی غلطی کوشاعر کی فنی کم زوری سمجھا گیا ہے۔ہمارے خیال میں ''محوِحیرت'' کی ترکیبِ لفظی اتنی عام ہے کہ قمروارثی جیسا مشاق شاعراس کے بجائے ''محوِحیراں'' نہیں لکھ سکتا۔

دم بخود ہیں ماہ و انجم، محوِ حیراں آفتاب

البتہ بقیہ دومصرعوں پرگرفت بجا ہے۔

عاصی کرنالی کی نعت فکرونظر کے نئے نئے درواکرتی ہے۔احمد صغیر صدیقی کے حمدیہ ونعتیہ قطعات ان کی خدا اور رسولﷺ شناسی کی غمازی کرتے ہیں۔ان کا پہلا حمدیہ اور دوسرا نعتیہ قطعہ خوب ہے۔دوسرے حمدیہ قطعے میں ''لفظ'' آذر'' کا استعمال مناسب نہیں ہے۔'' آذر'' فارسی زبان کا لفظ ہے۔جس کے لغوی معنی ''شمسی نواں مہینہ'' یا'' آگ، چنگاری'' کے ہیں۔اسی سے آذر پرست کی ترکیب وضع ہوئی ہے یعنی آگ کی پرستش کرنے والا یا مجوسی...ہمارے خیال میں صدیقی صاحب نے لغوی معنی کے تناظر میں لفظ آذر استعمال نہیں کیا ہے۔شایدانھوں نے ایک تاریخی کردار آذر، جس کا پیشہ بت گری تھا،کوبطور مشبّہ بہ استعمال کیا ہے۔جب کہ مشبّہ اپنے خالق کوٹھہرایا۔یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ خالق کومخلوق سے تشبیہ دینا صریحاً شرک ہے۔اگروہ آذر کی جگہ ''صانع'' کالفظ استعمال کرتے ،توعیب بھی دُور ہوجاتا اور قطعہ بھی اپنے اثر وتاثیر سے محروم نہ ہوتا:

میرا آذر ہے جو وہ کیا ہو گا
میرا صانع ہے جو وہ کیا ہو گا

تسلیم الٰہی زلفی کی نعت کی نمایاں خوبی فکرواسلوب کی تازہ کاری ہے۔مگر درج ذیل شعر میں لفظ ''دھیان'' کے استعمال میں فنی سقم پایا جاتا ہے۔دھیان بروزن ''دھان'' باندھا جاتا ہے۔

تابندہ کس کی یاد ہے اور کس کا تذکرہ
روشن ہیں جسم و جاں مرے کس کے دھیان سے

درست استعمال کی مثال پیشِ خدمت ہے۔خواجہ میر دردؔ فرماتے ہیں:

ان دنوں کچھ عجب ہے دل کا حال
سوچتا کچھ ہوں دھیان میں کچھ ہے

صابر وسیم کی شاعری میں ندرتِ بیان کی خوبی پائی جاتی ہے۔نعت گوئی میں بھی انھوں نے یہ خصوصیت قائم رکھی ہے۔عرش ہاشمی کی غالبؔ کی زمین میں نعت ایک اچھی کاوش ہے،تاہم اس مصرع پر نظرِ ثانی کر لیں تو بہتر ہے:

فیض جاری ہے گر یقین نہ آئے

''نعت رنگ'' شمارہ۱۴ کا آغاز بھی حمدِ باری تعالیٰ سے ہوا ہے۔یہ حمد حفیظ تائب کی فکر کا نتیجہ ہے اور ان کی فکری وفنی پختگی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

بادی النظر میں ''نعت رنگ'' کے اجرا کی غرض وغایت فروغِ نعت قرار دی جاسکتی ہے۔لیکن اشاعت اوّل ہی نے اجرا واشاعت کے پس منظر میں کارفرما مرتب ومعاونین مرتب کی فکری تحریک وتشویق کا راز کھول دیا کہ ''نعت رنگ'' کے طلوع کی اصل بلکہ غایت اولیٰ فضائے نعت میں تجدد واجتہاد کی روشنی پھیلانا اور فن وموضوع کے تعلّق سے ایسے مباحث کے درواکرنا ہے، جو پہلے سوئے ادب متصور ہوتے تھے۔ڈاکٹر سیّد وحید اشرف کچھوچھوی کا مضمون ''اردو زبان میں نعت گوئی فن'' ''نعت رنگ'' کے بنیادی مقصد سے صد فی صد ہم آہنگ ہے۔ڈاکٹر صاحب ایک صاحب الرائے قلم کار ہیں۔انھوں نے اپنے مضمون میں نعت کے مطالبوں،قواعدِ زبان کے تقاضوں اور فکری وفنی کج رویوں کی نقد ونظر کے گہرے شعور کے ساتھ نشان دہی کی ہے۔ان کا مطالعہ وسیع اور روایت ودرایت کے تمام تر رجحانات پر محیط ہے۔سیّد صاحب کا اسلوب بیان منطقی ہے اور دلیل وبرہان سے مزین ہے۔

ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا شمار بھی ان قلم کاروں میں ہوتا ہے جو''نعت رنگ'' سے اپنی کمٹمنٹ پر قائم ہیں اور باقاعدگی سے نعتیہ ادب کے سرمائے میں اضافہ کررہے ہیں۔ان کا مضمون ''نعت کا ادبی مقام''صنفِ نعت کا مکمّل مگر اجمالی تاریخی ارتقا قرار دیا جاسکتا ہے۔انھوں نے عربی، فارسی اور اردو نعت گو شاعروں کا ان کے فنی پس منظر کے ساتھ تعارف کرایا ہے، یہ تعارف بیک وقت تحقیق وتنقید کا ایک اعلیٰ معیار پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کو ہم اکابرین نعتیہ کی صف میں جگہ دیتے ہیں۔ہمیں یہ کہنے میں ہرگز باک نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' نے چند ہی برسوں میں جتنا گراں مایہ نعتیہ ادب پیش کیا ہے، وہ گزشتہ نصف صدی کے ماحصل کے برابر ہے۔یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' کے اجرا سے پہلے نعت کی فکری وفنی جہات پر کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا تھا، جو تھوڑا بہت ہوا تھا تو اس میں سنجیدگی کا عنصر عنقا تھا۔''نعت رنگ'' نے ثقہ ومعتبر قلم کاروں کی توجہ نعت کی طرف مبذول کرانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔یہ ''نعت رنگ'' ہی کی کرشمہ کاری ہے کہ کئی ایک اربابِ علم ودانش کا نعت کے حوالے سے تخلیقی کام کتابی شکل میں محفوظ ہونے لگا ہے۔نعتیہ ادب میں اس سرعت سے تخلیقی،تنقیدی اور تحقیقی پیش رفت متحیّر کن ہے اور اس کا سہرا ''نعت رنگ'' کے سر ہے۔عزیز احسن ان قلم کاروں میں سے ایک ہیں،جن کی ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والی علمی وادبی تخلیقات کتابی صورت میں منظرِ عام پر آچکی ہے۔عزیز احسن نعتیہ ادب کی تخلیق وتنقید کے حوالے سے ایک معتبر نام ہے۔انھوں نے اپنے مضمون ''معجزۂ فن سے خونِ جگر کی نمود'' میں عمومی طور پر شاعری اور خصوصی طور پر نعتیہ شاعری میں فنی التزام کی اہمیت پر زور دیا ہے۔انھوں نے نعت کی سہ حرفی ترکیب کی جذبۂ ایمان وایقان کی روشنی میں جو توضیح کی ہے وہ ان کے مستنیر ومنور قلب وذہن کی عکاس ہے۔

حضرت امام احمد رضا فاضل بریلویؒ کی نعت گوئی پر جتنا لکھا گیا ہے، اتنا شاید ہی کسی اور شاعر کی اردو نعت گوئی پر لکھا گیا ہو۔ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی (بھارت) نے بھی نہایت بالغ نظری سے ان کے فنِ نعت گوئی کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔البتہ اس جائزے میں امام صاحب کی نعتیہ شاعری کا کوئی نیا پہلو سامنے نہیں آیا ہے۔

ڈاکٹر عاصی کرنالی سے ہم ہمیشہ کسی بڑے کام کی توقع رکھتے ہیں۔ان کا مضمون ''جنوبی پنجاب میں اردو نعت گوئی کا پچاس سالہ جائزہ'' معقولیت کی حد میں ہے، مگر ڈاکٹر عاصی کرنالی کا عالمانہ معیار پیش نہیں کرتا ہے۔البتہ مضمون کی تمہید نے ہمیں ضرور متاثر کیا ہے۔

شہناز کوثر کا مضمون'' آستانہ اور آستانہ کا شاعر'' ضیاء القادری بدایونی کی نعتیہ شاعری کا ایک واجبی سا تعارف ہے۔مضمون نگار نے صرف ان کا نمونۂ کلام پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ضروری تھا کہ ان کے شعری محاسن ومعائب بھی سامنے لائے جاتے۔

ظہیر غازی پوری کا مضمون''علامہ ارشد القادری کی نعت میں معنویت، شعریت اور تخلیقیت'' نقد و نظر کے حوالے سے ایک شہ کار ہے۔ان کے یہاں تنقیدی شعور کی ارزانی ہے۔وہ کسی بھی تخلیق کے داخلی وخارجی محرکات کا کھوج لگانے کی قابلِ رشک استعداد رکھتے ہیں۔انھیں اللہ تعالیٰ نے دیدۂ بینا عطا کیا ہے۔علامہ ارشد القادری کی نعت گوئی کی روح تک رسائی ہمارے دعوے پر دال ہے۔

احمد صغیر صدیقی ایک کہنہ مشق شاعر و نقاد ہیں۔ان کے انتقادی اسلوب سے بعض تخلیق کار الرجک ہیں، مگر ہمارے خیال میں وہ جو محسوس کرتے ہیں، بے کم وکاست لکھ دیتے ہیں۔خوبی کی بھی دل کھول کر داد دیتے ہیں اور خامی سے بھی صرفِ نظر نہیں کرتے بلکہ بعض اوقات تو بخیے ادھیڑ دیتے ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی کی دو کتابوں پر (جو حال ہی میں شائع ہوئی ہیں) ان کے تبصرے نے ہمیں ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔کیوں کہ اپنے تبصرے میں انھوں نے رضوی صاحب کے شعور نقد و نظر کو ہدف بنایا ہے اور بعض حوالوں سے ان کے خلاف جانب داری کا فتویٰ صادر کیا ہے۔جہاں تک ہمارا تعلّق ہے تو ہم دونوں قلم کاروں کے مداح ہیں۔شفقت رضوی کی علمیت اور فراست کے بھی قائل ہیں اور احمد صغیر صدیقی کی تنقیدی فہم کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔چوں کہ ہم نے رضوی صاحب کی زیرِ تبصرہ کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے، بنابریں صدیقی صاحب کے مضمون کے بارے میں کوئی رائے دینے سے قاصر ہیں۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۴ میں شائع شدہ نعتوں میں سے ہمیں حفیظ تائب، طلحہ رضوی برق (بہار)، سیّد افتخار حیدر اور محمد فیروز شاہ کی نعتیں اچھی لگی ہیں۔

آخر میں ہم بصد معذرت ''نعت رنگ'' کے مشمولات کے حوالے سے آپ کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ کچھ عرصے سے ''نعت رنگ'' میں ایسا مواد شائع ہو رہا ہے، جس میں چند باتیں مختلف انداز سے بار بار دُہرائی جارہی ہیں۔کسی بات کے ایک بار دُہرائے جانے میں تو قندِ مکرر کا لطف تلاش کیا جاسکتا ہے، مگر بار بار کا اعادہ اُکتاہٹ اور بے زاری کے علاوہ کچھ نہیں دے سکتا۔بعض شماروں میں تو عنوانات میں تنوع کے باوصف متن و مواد میں یکسانیت پائی جاتی ہے، جب کہ کئی ایک قلم کار ایک ہی موضوع کے حصار میں محصور ہوکر رہ گئے ہیں اور اپنی ہر تحریر میں اس موضوع کی کسی نہ کسی بہانے گنجائش پیدا کرکے چبائے ہوئے نوالے منھ میں پھرانے لگتے ہیں۔

نیاز مند
قیصر نجفی

۱۔۱۹۹۵ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۱۲۸ص

~~~~~~

۲۸/ جون ۲۰۰۳ء

برادرِ عزیز و گرامی صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت!

''نعت رنگ'' (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ) کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، بہت کچھ لکھا جارہا ہے اور شاید بہت کچھ لکھا جائے گا۔مگر ہر تحریر میں ایک یہ بات مشترک ہے اور رہے گی کہ ''نعت رنگ'' کی ہر اشاعت کو تائیدِ ایزدی حاصل ہے۔یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ کتاب یا رسالے کے حوالے سے آج قاری کا جو طرزِ عمل ہے، وہ بے حد حوصلہ شکن ہے۔علمی و ادبی رسائل و جرائد کا تو ذکر چھوڑیے، ڈائجسٹوں تک کے مدیران حضرات چراغِ رُخِ زیبا لیے کو بہ کو مصروفِ تلاش ہیں، مگر قاری کا کہیں نشان نہیں ملتا۔(اس مایوس کن صورتِ حال کا کون ذمہ دار ہے، اس سوال کا
~~~~~~

شافی جواب شاید ہی کبھی ملے) نتیجتاً ایسے ایسے علمی وادبی رسائل و جرائد، جن کے معیار و مرتبہ کی بلندی دیکھ کر بزبانِ محاورہ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ ''اللہ دے اور بندہ لے'' یا تو طبعی عمر پوری کرنے سے پہلے مر گئے ہیں یا مر مر کے جیے جانے پر مجبور ہیں۔ اس حوالے سے ہم صرف چار ادبی جریدوں کی مثالیں پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ''نقوش'' لاہور کسی زمانے میں علمی وادبی رسالوں کی قلم رو کا بے تاج بادشاہ تصور ہوتا تھا۔ کسی ادیب یا شاعر کے لیے اس میں چھپنا ایک اعزاز تھا۔ قارئین اس کی ہر اشاعت کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ ادیبوں اور شاعروں کی ایک بڑی تعداد اس کے حلقۂ رفاقت میں تھی۔ بک اسٹالوں پر آتا تو Like Hot Cake بک جاتا۔ لیکن آج وہی رسالہ ہے کہ نسلِ نو جس کے نام سے بھی شاید واقف نہیں ہے۔ کیوں کہ اب وہ Once in a blue moon کے مصداق برسوں بعد اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ گویا مر مر کے جیے جانے پر مجبور ہے۔ ''فنون'' لاہور کی ادبی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ اس رسالے میں چھپنا بھی ادیب و شاعر کو سندِ معیار مل جانے کے مترادف ہے۔ ''فنون'' کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تخلیق کاروں کے ایک وسیع حلقے کو متعارف کرایا ہے۔ ان میں سے بعض نے اپنے نام اور کام کے حوالے سے اتنی اہمیت حاصل کر لی ہے کہ ان کے ذکر کے بغیر تاریخِ ادبِ اردو مکمّل تصور نہیں ہو سکتی۔ ایک طویل عرصے سے ''فنون'' کی اشاعت میں بھی، وہ تسلسل و ترادف نہیں ہے جو کبھی اس کا طرۂ امتیاز تھا۔ سال بھر میں ایک آدھ شمارہ شائع ہوتا ہے، مگر کس مشکل سے، یہ جاننے کی شاید ہی کسی نے ضرورت محسوس کی ہو۔ ''سیپ'' کراچی ''ہر چند کہیں کہ ہے، نہیں ہے'' کی منزل پر ہے۔ حالاں کہ ایک زمانے میں اس ادبی جریدے کی ہر طرف دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور اس میں چھپنے والا حرف مؤقر تسلیم کیا جاتا تھا۔ افسوس کہ بوجوہ کوئی شمارہ منظرِ عام پر آتا بھی ہے تو اتنی خاموشی سے کہ کسی کو کانوں کان خبر ہی نہیں ہوتی۔ ''اوراق'' لاہور کا شمار بھی مؤقر ادبی رسائل میں ہوتا ہے۔ دو سال قبل ایک طویل تعطّل کے بعد بار دیگر اشاعت پذیر ہوا، مگر تا حال صرف دو شمارے شائع ہو سکے ہیں۔ دیکھیے تیسرا شمارہ کب اشاعت پذیر ہوتا ہے... اس احوالِ واقعی کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ ''نعت رنگ'' اپنے رفیع الشان علمی، ادبی اور مذہبی مقاصد کے سبب آئے دن توانا سے توانا تر ہوتا چلا جا رہا ہے، یقیناً یہ سب تائیدِ ایزدی کے بغیر ناممکن ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ربّ العالمین ''نعت رنگ'' کو نظرِ بد سے بچائے۔

''نعت رنگ'' شمارہ ۱۵ نعتیہ ادب کے حوالے سے معیاری تحاریر و منظومات کا تسلسل قائم رکھتے ہوئے نظر نواز ہوا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ پہلے ہی صفحے نے دامن دل کھینچ لیا ہے اور یہ کرشمہ احمد صغیر صدیقی کی نہایت خوب صورت حمد نے دکھایا ہے۔ حمد، نعت اور غزل، یہ ایسی تین اصنافِ سخن ہیں، جن پر صدیوں سے طبع آزمائی ہو رہی ہے اور ہمارے خیال میں زبان و بیان اور فکر و خیال کا شاید ہی ایسا کوئی زاویہ ہوگا، جو شعرائے ماسبق یا معاصر سخن وروں سے رہ گیا ہو۔ بنا بریں ان اصناف میں جب کہیں اسلوبِ بیان یا فکر و فن کے حوالے سے تازہ کاری کا احساس ہوتا ہے تو دل بلیوں اُچھلنے لگتا ہے۔ بلا شبہ احمد صغیر صدیقی کی حمد جذبہ، خیال اور ڈکشن کا یکسر نیا رنگ و آہنگ لیے ہوئے ہے۔ جس کی داد نہ دینا زیادتی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون ''نعت کے جگنوؤں کے تعاقب میں ماضی کا سفر'' ہماری معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور سب سے بڑھ کر برصغیر کے مسلم گھرانوں کے مذہبی نفسیات اور ان کے مجلسی آداب کی ایک تاریخی دستاویز ہے۔ یہ مختصر سا مضمون مسلم خواتین کے اس فکری اخلاص و سپردگی پر بھی روشنی ڈالتا ہے، جو نعت خوانی کے تعلّق سے ان کی فطرتِ ثانی کا درجہ رکھتا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا قلم حبِ رسولِ مقبول ﷺ کے نور سے کس حد تک مستنیر و منور ہے، مضمون بعنوان ''ظہورِ قدسی: پس منظر... اردو نعت کے آئینے میں'' کو پیمانہ بنا کر اس حد کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ ہم شعر کی طرح نثر میں بھی آمد کے قائل ہیں، پروفیسر صاحب کی تحریروں میں الہامی کیفیات کا احساس ہوتا ہے۔ تحقیق ہو یا تنقید، تاریخ ہو یا فلسفہ، حدیث ہو یا قرآن، منقولات ہوں یا معقولات، عمرانیات ہو یا اخلاقیات، معاشرت ہو یا نفسیات، وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں لگتا ہے ان کے قلم میں پرِ جبریلؑ کی قوت و توانائی در آئی ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کو بھی ہم عارفانِ نعت میں شمار کرتے ہیں۔ ان کا مضمون ''کاروانِ نعت کا شوق منزل آشنائی'' دریا کو

کوزے میں بند کرنے کی ایک نادر مثال ہے۔ نعت کی تعریف، تاریخ، فروغ، رجحانات اور تقاضوں کے تناظر میں انھوں نے جن منزلوں کی نشان دہی کی ہے، وہ ان کی بصارت وبصیرت کے ساتھ ساتھ وسعت مطالعہ، تحقیقی درک، تنقیدی فہم اور نعتیہ ادب پر مکمّل دسترس کی دلالت کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط ''نعت رنگ'' کے قلم کاروں کی کہکشاں کے ایک نہایت تابندہ ستارے ہیں۔ نظم ہو یا نثر، ان کی جگمگاہٹ میں کہیں فرق نہیں آتا۔ نشیط صاحب نے ایک اہم مگر نہایت نازک موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ ہر چند حضور ﷺ کا نور ہونا قرآن سے ثابت ہے۔ تاہم کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو خود ساختہ تاویلوں کی بنا پر آنحضرت ﷺ کو سراپا نور تسلیم کرنے میں متذبذب دکھائی دیتے ہیں۔ سرکار ﷺ کی ذات وشخصیت کے اس اساسی پہلو پر ایک وقیع تحریر کی ضرورت تھی، نشیط صاحب نے اس ضرورت کو بحسن وخوبی پورا کر دیا ہے۔ بادی النظر میں ''اردو میں نورناموں کی روایت'' ایک خالصتاً تحقیقی مضمون ہے، مگر نشیط صاحب نے اسے ایک ایسا آئینہ بنا دیا ہے، جس میں اردو نعت کے کم وبیش ہر دور کے اسلوب کا عکس نظر آتا ہے۔ ہمارے خیال میں نورناموں کی روایت جس بلند سطح کی تحقیق وتدقیق کی متقاضی تھی، نشیط صاحب نے اس کا ایک عمدہ نمونہ پیش کر دیا ہے۔ ڈاکٹر عاصی کرنالی تفکّر، تعمق نظر اور تخلیقی شعور کی بدولت ہمیشہ اپنے معاصرین میں ممتاز وممیّز رہے ہیں۔ وہ جب بھی کسی موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہیں، اس کے نئے نئے گوشے سامنے لاتے ہیں۔ نظم ہو یا نثر، تجسّس وجستجو ان کا اساسی فنی رویہ ہے۔ ان کا مضمون ''نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری'' ایک ایسے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتا ہے، جس کی آڑ میں رسولِ خدا ﷺ کی شکل وشمائل کے بیان میں غیر ضروری احتیاط برتنے پر زور دیا جاتا ہے۔ فی زمانہ نعت میں سراپا نگاری کی حوصلہ شکنی کا رجحان پرورش پانے لگا ہے۔ اس ضمن میں ہم عاصی صاحب کے ان جملوں کو بے حد اہم سمجھتے ہیں۔

> ''قارئینِ کرام! ہماری نعت کی اساس اور تمام سرمایۂ احساس واظہار یہی ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے جمالِ صورت اور جمالِ سیرت کا ذکر وبیاں۔ باقی تمام متعلّقات اسی آئینۂ جمال کے مظاہر ہیں۔''

راجا رشید محمود اور نعتیہ ادب لازم وملزوم ہیں۔ اردو نعت کے فروغ کے حوالے سے ان کی خدمات لائق ستائش ہیں۔ راجا صاحب نے اپنے مضمون ''منظوم سراپائے حضور ﷺ'' کو ایسے ابیات سے مزین کیا ہے، جن میں سے بعض ابیات سرکار ﷺ کے سراپا کی حقیقی جھلک دکھائے ہیں، جب کہ بعض میں چشم تخیّل کی کارفرمائی ہے۔ منصور ملتانی کا مضمون ''اردو میں منظوم سیرت نگاری...ایک جائزہ'' ایک قابلِ قدر تحقیقی کاوش ہے، جو نعتیہ ادب سے ان کی کمٹ منٹ کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا مضمون ''نعت اور نقدِ نعت... چند گزارشات'' نعت نگاری کے رہنما اصولوں سے متعارف کراتا ہے اور نعت میں زبان وبیان کی احتیاط کا شعور بیدار کرتا ہے۔ پروفیسر افضال احمد انور کا مضمون ''تنقید نعت کی اہمیت اور اس کی مثبت جہتیں'' ان کی وسعتِ مطالعہ کا مظہر ہے۔ انھوں نے تنقیدِ نعت کو ایک مثبت رجحان قرار دیا ہے اور موانعاتِ نعت کی نہایت مناسب و موزوں مثالوں کے ذریعے نشان دہی کی ہے۔ پروفیسر محمد فیروز شاہ کا مضمون ''میانوالی میں نعت نگاری'' ایک دُور افتادہ علاقے میں نعت گوئی کے سفر کا ایک جائزہ پیش کرتا ہے۔ شاہ صاحب کے شاعرانہ طرزِ بیان نے جائزے کو دلچسپ بنا دیا ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی کا نام بیک وقت تبحرِ علمی، فنی فراست، تنقیدی دانش، اصابتِ رائے اور صلابتِ فکر کا استعارہ ہے۔ انھوں نے رسالہ ''شام وسحر'' کے نعت نمبروں کا تجزیاتی اور تنقیدی جائزہ نہایت دقتِ نظر سے رقم کیا ہے۔ یہ ایک بڑا علمی وادبی کام تھا، جسے رضوی صاحب جیسا فاضل اجل ہی انجام دے سکتا تھا۔ ان کا یہ جائزہ اختصار میں جامعیت کی بھی ایک منفرد مثال ہے۔ پروفیسر شفقت رضوی کا دوسرا مضمون فکر ونظر کی ہمہ جہتی کا مظہر ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے ڈاکٹر عاصی کرنالی کے اس تحقیقی مقالے کا تعارف وتجزیہ پیش کیا ہے، جو عاصی صاحب نے پی ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لیے ڈاکٹر وحید قریشی کی نگرانی میں لکھا۔ رضوی صاحب کے تحریر کردہ تعارف وتجزیہ کے مطالعے کے دوران ہمیں دو باتوں کا شدت سے احساس ہوا ہے۔ ایک یہ کہ انھوں نے

مقالے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، دوسرے یہ کہ مقالے کے حسن وقبح پر خلوصِ نیت سے نگاہ ڈالی گئی ہے۔ بنابریں رضوی صاحب نے نہ تو محاسن کے بیان میں بخل کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ ہی خامیوں کی نشان دہی میں مصلحت کوشی سے کام لیا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ انھوں نے جہاں کہیں بھی گرفت کی ہے، اس کا جواز بھی فراہم کر دیا ہے۔ ان کے فکری اخلاص کا اندازہ درج ذیل اختتامی جملوں سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

میں نے بعض امور پر اپنی رائے دی ہے۔ اس سے تنقید کا حق ادا ہوا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ تحقیق کا سلسلہ جاری رہے۔ آئندہ کے محقق ان باتوں کو پیشِ نظر رکھیں، جن سے تا حال صرف نظر کیا جاتا رہا ہے۔ یہ تنقید جناب عاصی سے مخاصمت میں نہیں، تائید میں ہے۔

ڈاکٹر سیّد شمیم احمد گوہر نے راجا رشید محمود کے مجموعۂ نعت ''دیارِ نعت'' کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کیا ہے۔ انھوں نے بجا طور پر راجا صاحب کے محولہ اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ پچیّس نعتیہ مجموعوں کے خالق کے یہاں اگر شعر کا یہ معیار ہے تو پھر مبتدیوں کو دوش دینا زیادتی ہے۔ اس توقع پر ہم سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

عزیز احسن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ''نعت رنگ'' کے ساتھ بحیثیتِ مبصّر وابستہ ہیں۔ ''نعت رنگ'' کے ادارے کو موصول ہونے والی کتب و رسائل پر ان کے لکھے ہوئے تبصرے ''نعت رنگ'' کا ایک Salient Feature بن چکے ہیں۔ ہم یہ کہنے میں متامل نہیں ہیں کہ ان کے تبصرے متوازن اظہارِ رائے کی قابلِ رشک مثالیں ہیں۔ عزیز صاحب مواد و متن کے پیشِ نظر خیال آرائی کرتے ہیں اور کسی بھی صورت میں لاگ یا لگاوٹ کو در آنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ ان کے قلم میں ریاضتِ فن کی جو روشنی ہے، اس کی نظیر کم کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی ایک کہنہ مشق قلم کار ہیں۔ تحقیق، تنقید، تخلیق، ہر شعبے میں وہ اپنے قلم کے جوہر دکھا چکے ہیں۔ ''اردو کا سحبان محمد ﷺ'' میں انھوں نے تحقیق و تدقیق کا ایک دل آویز مظاہرہ کیا ہے۔ ہمارے خیال میں مرزا غالبؔ کے شاگردِ رشید سیّد میر مہدی مجروحؔ کی نعت نگاری کا ایک مطالعاتی جائزہ پیش کر کے انھوں نے نعتیہ ادب میں اضافہ کیا ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''خالد شفیق اور ان کی نعت گوئی'' حسنِ بیان کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ صنفِ غزل کی تفہیم کراتے ہوئے انھوں نے زبان و بیان کے جو کرشمے دکھائے ہیں، ملاحظہ ہوں:

غزل ایک جانب دار صنفِ سخن ہے۔ ایمائیت اس کی خصوصیت ہے۔ یہ حیات و کائنات کو نوک مژہ پر تولنے اور سمندر کو قطرے میں سمیٹنے کا عمل ہے۔ تغزل شعر کے اس تاثراتی انداز کو کہتے ہیں، جو قاری کے ذہن کو قائل اور دل کو گھائل کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی سے بات تیر نیم کش بنتی ہے۔

پروفیسر صاحب نے خالد شفیق کی نعت گوئی ایک جملے میں سمیٹ کر اپنے تنقیدی شعور کا بھرپور مظاہر کیا ہے:

میں بنیادی طور پر تمنا اور انتظار ہی کو خالد شفیق کی نعت گوئی کا حسن سمجھتا ہوں۔

منظومات میں شان الحق حقی، محسن نقوی، محسن احسان، قمر جمالی کی نعتیں اور صہبا اختر کی نظم اثر انگیز اور ایمان افروز ہیں۔

ہماری شامل اشاعت نعت کا ایک شعر غلط کمپوز ہو گیا ہے۔ درست شعر یوں ہے:

خدا شناسی بھی بے فائدہ ہے اس کی کہ جو
خدا کے بعد محمد ﷺ سے آشنا نہ ہوا

اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند
قیصر نجفی

۲۸/مارچ ۲۰۰۴ء

برادرِ عزیز وگرامی سید صبیح رحمانی صاحب! سلام ورحمت!

'نعت رنگ' شمارہ ۱۶ اپنے روایتی علمی وادبی رچاؤ، فکری وفنی حسن اور روحانی جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر نواز ہوا...'نعت رنگ' کا ہر شمارہ آپ کے کڑے انتخاب کی چغلی کھاتا ہے۔ایسے جریدے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، جو فی الواقع معیار کو مقدم سمجھتے ہیں اور ادب میں لابی ازم یا گروہ بندی کو تکفیر کی حد تک بُرا خیال کرتے ہیں۔ بحمداللہ! 'نعت رنگ' اسی قبیل کے جراید میں سے ایک ہے۔البتہ جہاں تک 'نعت رنگ' کے علمی وادبی میلانات اور فکری وفنی رجحانات کا تعلق ہے تو اس کتابی سلسلے کی اساس نعتیہ ادب پر رکھی ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ نعتیہ ادب میں مذہبی فکر کی جوت جگائے بغیر بات نہیں بنتی۔ جب کہ مذہبی فکر ہمارے ہاں فرقہ واریت کے گہن سے مبرا نہیں ہے۔لہٰذا ایک ایسے معاشرے میں جہاں ہر فرقے نے اپنی علاحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہو، وہاں نعت ونعتیہ ادب کے کسی نمایندہ جریدے کو عقیدہ وعقیدت مندی کے حوالے سے متوازن رکھنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔'نعت رنگ' اس تناظر میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔'نعت رنگ' کے سولہ شمارے غیر جانب داری کا ایک ایسا معیار پیش کرتے ہیں، جس کے عشرِ عشیر تک پہنچنا بھی متعجّب کر دینے کے لیے کافی ہے۔

پیشِ نظر شمارے کا ابتدائیہ مدیر کے خلوصِ نیت کا غماض ہے۔آپ نے بڑی شایستگی سے موضوعِ نعت کے حوالے سے تنوع کی ضرورت کا احساس دلانے والوں اور متن ومواد میں تکرار سے گریز کا مشورہ دینے والوں سے مدلل گفتگو کی ہے اور کسی بات کو انا کا مسئلہ بنانے کے بجاے اپنے لکھاریوں سے ان کے اعتراضات دُور کرنے کی درخواست کی ہے۔

مسعود الرحمٰن خاں ندوی، بھارت کا مضمون 'عہدِ نبوی ﷺ میں مدحِ رسول ﷺ چند ایسے عربی نعت گو شعرا کا تذکرہ ہے، جنھیں تاریخی لحاظ سے تقدم حاصل ہے۔ان شعرا کی دوسری فضیلت یہ ہے کہ ان کا تعلق عہدِ نبوت سے ہے۔تاریخ کے اس ورق کی اہمیت اپنی جگہ، مگر مضمون میں کسی تازہ تحقیق یا علم میں اضافہ کرنے والی کسی کاوش کا سراغ نہیں ملتا... پروفیسر محمد اقبال جاوید نعتیہ ادب پر گہری نگاہ رکھتے ہیں۔ان کی معلومات وسیع اور اسلوبِ بیان ادبی حسن سے معمور ہے۔ وہ حضورِ اکرم ﷺ کی سیرت رقم کرتے ہوئے الفاظ وتراکیب کے نقوش نہیں ابھارتے بلکہ صنایع بدایع کی کہکشاں در کہکشاں مرتب کرتے چلے جاتے ہیں۔ان کی مرصّع کاری کے نمونے زیرِ تبصرہ مضمون 'ظہورِ قدسی' میں بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کا نمایاں وصف یہ ہے کہ وہ موضوع کے ساتھ مکمّل انصاف کرتے ہیں۔ان کے مضامین پڑھ کر کسی نوع کی تشنگی کا احساس نہیں ہوتا...ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) تخلیق کے ساتھ ساتھ تحقیق وتنقید کے میدانوں کے بھی شہ سوار ہیں۔ان کا مضمون ''اردو میں منظوم سیرت نگاری'' ایک ایسی تحریر ہے، جو انھوں نے منظوم سیرت نگاری کے موضوع پر منصور ملتانی کا تحریر کردہ مضمون پڑھ کر قلم بند کی ہے۔یہ مضمون ان منظوم سیرتوں کا احاطہ کرتا ہے، جو بقول ان کے منصور ملتانی کی دست رس سے باہر رہی ہوں گی۔ بلاشبہ ڈاکٹر نشیط کا ذہن تحقیقی دانش سے سرشار ہے، وہ تحقیق کے قواعد وضوابط سے کماحقہ واقف وآگاہ ہیں۔سیّد صاحب نعتیہ ادب کے ایک ایسے محقق ہیں، جو محقّقانہ تجسّس کی بھی جوت جگاتے ہیں اور ناقدانہ بصیرت کے چراغ بھی روشن کرتے ہیں...ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے اپنے مضمون ''نعتیہ شاعری میں ذکرِ احادیثِ رسول ﷺ'' میں اس امر پر زور دیا ہے کہ نعت گو شعرا اپنے کلام میں حدیثِ سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی اہمیت کو اُجاگر کریں۔اس تناظر میں انھوں نے بعض شعرا کی نعتوں سے اشعار کا حوالہ دیا ہے۔البتہ انھوں نے راجا رشید محمود کے کلام سے اتنے کثیر اشعار پیش کیے ہیں کہ مضمون راجا صاحب کی نعت نگاری پر ایک باقاعدہ تبصرے کی شکل اختیار کر گیا ہے۔لگتا ہے راجا رشید محمود کی نعت نگاری سے مضمون نگار بطورِ خاص متاثر ہیں۔ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط کا ایک دوسرا مضمون بھی بعنوان 'معراج نامہ بلاقی' مشمولات میں شامل

ہے۔نعتیہ ادب میں 'معراج نامہ بلاقی' کو بعض حوالوں سے اہمیت حاصل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس معراج نامے کا تحقیقی وتنقیدی ہر دو اعتبار سے محاکمہ کیا ہے۔دیگر معراج ناموں کے ذکر اور تقابلی جائزے نے مضمون کی ادبی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا ہے۔میاں والی کے ریگ زاروں میں کھلنے والے گل ہائے علم وادب پروفیسر محمد فیروز شاہ کو وہ مقام حاصل ہے، جو پھولوں میں گلاب کو حاصل ہے۔قبلہ شاہ صاحب نثر ونظم دونوں اصنافِ ادب پر یکساں قدرت رکھتے ہیں۔وہ ایک بسیار نویس قلم کار ہیں۔لطف کی بات یہ ہے کہ انھوں نے بسیار نویسی کو عیب نہیں بننے دیا ہے۔وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں، بہ یک وقت پُر مغز بھی ہوتا ہے اور معنی آفرین بھی۔ان کا مضمون 'اصنافِ سخن کا تنوع اور نعت' ایک اہم تحریر ہے۔یہ موضوع ایک کتاب کے حجم کا متقاضی ہے۔تاہم پروفیسر صاحب نے اختصار میں جامعیت کی ایک عمدہ مثال پیش کی ہے۔

راجا رشید محمود کے مضمون ''دیارِ نعت پر اعتراضات کا تجزیہ'' اور ڈاکٹر شمیم گوہر کی ''نعت کا مطالعہ'' کے آغاز سے پہلے مدیر 'نعت رنگ' کا ایک طویل ادارتی نوٹ شاملِ اشاعت ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ادارتی نوٹ فاضل مدیر کی نیک نیتی، غیر جانب داری اور علم دوستی کے شواہد پیش کرتا ہے۔انھوں نے 'نعت رنگ' میں شائع ہونے والے منثور ومنظوم مواد سے جس حد تک اپنی لاتعلّقی کا اظہار کیا ہے، وہ مبنی برحقیقت ہے اور اس کے ہم بھی چشم دید گواہ ہیں۔ہم 'نعت رنگ' کے لیے مضامین بھی لکھتے ہیں اور مدیر کی دی ہوئی بیسیوں کتابوں پر تبصرے بھی رقم کرتے ہیں۔مگر امرِ واقعی یہ ہے کہ مدیر موصوف نے نہ تو ہمیں کبھی کسی قسم کی Dictation دی ہے اور نہ ہی ہم پر کبھی اپنی پسند یا ناپسندیدگی کی کوئی قدغن لگائی ہے۔پیشِ نظر شمارے میں ہمارے کئی مضامین اور تبصرے موجود ہیں۔ان میں سے کچھ ایسے تبصرے بھی ہیں، جن میں ہم نے بعض شعرا کی لسانی وفنی بے احتیاطوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ہم یہ حلفاً کہنے کے لیے تیار ہیں کہ ہماری کسی رائے پر مدیر نے اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔راجا رشید محمود صاحب سے ہمیں یہ کہنا ہے کہ سیّد صبیح رحمانی مدیر 'نعت رنگ' بشری کم زوریوں سے مبرا نہیں ہیں۔مگر ایسے کسی ناروا عمل کی (جس کی طرف راجا رشید محمود نے اپنے مضمون میں اشارا کیا ہے) ہمیں ان سے نہ کل اُمید تھی، نہ آج ہے اور نہ آیندہ ہوگی۔

راجا رشید محمود کی فروغِ نعت کے حوالے سے خدمات قابلِ قدر ہیں۔ان کی تحسین نہ کرنا یقیناً ادبی ناانصافی ہوگی۔ جہاں تک تخلیقی عمل کا تعلق ہے تو بقول اُن کے 'اور، پھر غلطی کون نہیں کرتا۔جب غالبؔ جیسا بڑا شاعر 'دل رُک رُک بند ہوگیا ہے' کا مرتکب ہوسکتا ہے اور یار لوگوں نے اس کی اور بہت سی غلطیوں کی نشان دہی بھی کر رکھی ہے، تو کون غلطیوں سے پاک کلام کہہ سکتا ہے۔' ہم بھی ان کے خیالات سے متفق ہیں۔مگر علمی، ادبی و فنی بحث میں ذاتیات کو ہدف بنا لینا قطعاً قابلِ رشک عمل نہیں ہے۔راجا صاحب نے ڈاکٹر شمیم گوہر کے اعتراضات کا دل کھول کر جواب دے دیا ہے۔اب انھیں مطمئن ہوجانا چاہیے۔اگر اس خالصتاً ادبی مسئلے میں ذاتیات کو ملوث نہ کیا جاتا تو ہم بھی بالضرور ان کے یا ڈاکٹر شمیم گوہر کے موقف کی تائید یا تردید کرتے۔

گوشۂ افتخار عارف کے حوالے سے ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کے تعارفی کلمات ان کی علمی وادبی بصیرت پر دال ہیں۔ڈاکٹر کشفی صاحب کا حرف ہمارے عہد کے ادب کا افتخار ہے۔ پروفیسر محمد اکرم رضا کی تحریر بعنوان مہر عالم تاب پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے فن اور شخصیت پر ایک مقالے کی حیثیت رکھتی ہے۔انھوں نے صوفی باصفا درویشِ بے ریا حضرت گولڑویؒ کی نعت گوئی کے فکری وفنی اور لسانی پہلوؤں پر بڑی بالغ نظری سے خیال آرائی کی ہے۔ پروفیسر صاحب نے کمال مہارت سے اپنے ممدوح کے علمی وادبی مقام سے بھی روشناس کرایا ہے اور ان کے روحانی مراتب سے بھی آگاہ کیا ہے۔ بلاشبہ پیر مہر علی شاہ، پوٹھوہاری زبان کے ایک بڑے شاعر تھے۔نعت نگاری سے انھیں فطری مناسبت تھی۔رضا صاحب نے اپنے مقالے میں حقِ عقیدت مندی ادا کر دیا ہے۔ظہیر غازی پوری، تخلیق وتنقید میں اپنی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔ان کی نثر ونظم دونوں کی بنیادی خصوصیت فکر کی

ترسیل وابلاغ ہے۔موضوع کے ابعاد کا کھوج لگانے میں وہ ماہر ہیں۔ان کا مضمون ''تاج الفحول...ایک مداحِ رسولﷺ'' ایک پُر مغز تحریر ہے، جس میں انھوں نے نہ صرف تاج الفحول کی نعت نگاری پر فن کارانہ تبصرہ کیا ہے بلکہ شعر خاص کر نعت کے شعر کی تحسین وخوبی تفہیم بھی کرائی ہے۔عرش صدیقی ایک مکمّل شاعر وادیب تھے۔پروفیسر شوذب کاظمی نے ان کی نعتیہ شاعری کا بڑی دقتِ نظر سے جائزہ لیا ہے۔عرش صدیقی کی شاعری کا خمیر تازہ کاری کی زمین سے اُٹھا ہے۔وہ نثر ہو یا شاعری، اپنے عہد میں سانس لیتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔انھوں نے نعت نگاری میں ایک نئی راہ نکالی ہے۔ان کی نعت احساسات وکیفیات کی تصویر کاری کی ایک عمدہ مثال ہے۔حضوری اور دُوری کے جذبات واحساسات کو شاید ہی ان سے بہتر انداز میں کسی نے پیش کیا ہو:

کیا خوش نصیب تھے کہ ترے در پہ آگئے
کیا بدنصیب ہیں کہ چلے ہیں یہاں سے ہم

ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا مضمون 'مقبول نقش کا نقشِ عقیدت' یادگار نقشِ علم وادب ہے۔خوب صورت شاعری پر خوب صورت تبصرہ دو آتشہ کا لطف دیتا ہے۔کشفی صاحب نے مقبول نقش[۳] کی اعلیٰ شعری دانش کا بڑی مہارت سے کھوج لگایا ہے۔خصوصاً اُن کی نعت میں تغزل کی نشان دہی کر کے اپنے ہی ایک موٴقف کی تائید کی ہے۔مقبول نقش ایک پختہ کار شاعر ہیں۔اُن کا یہ شعر حمد ونعت دونوں اصنافِ سخن پر پورا اُترتا ہے:

مری زندگی بھی تری طلب
مری موت بھی تری جستجو

احمد صغیر صدیقی کی نعت تازہ لہجے کی غماض ہے۔رشید وارثی، قمر وارثی، سعدیہ روشن کی نعتیں اور اقبال حیدر کے نعتیہ ہائیکو بھی خوب ہیں۔

پروفیسر شفقت رضوی نے ''اردو نعت کے جدید رجحانات، تعارف وتبصرہ'' کے عنوان سے آنستہ شوکت کے غیر مطبوعہ پی ایچ۔ڈی کے مقالے[۱] کا ترتیبِ ابواب کے اعتبار سے جائزہ لیا ہے۔رضوی صاحب ایک معتبر قلم کار ہیں۔ان کی رائے وقیع اور تاثر ادبی اہمیت کا ہے۔زیرِ تبصرہ مقالے کا انھوں نے بہ نظرِ غائر مطالعہ کیا ہے اور جو محسوس کیا ہے، وہ سپردِ قلم کر دیا ہے اور یہی اُن کے تجزیاتی مطالعوں کی اساسی خوبی ہے۔پروفیسر غفور شاہ قاسم ایک کثیر المطالعہ تنقید نگار ہیں۔وہ ایک دُور اُفتادہ مقام پر رہتے ہوئے جتنا اہم ادبی کام کر رہے ہیں، وہ بڑے بڑے ادبی مراکز پر معدودے چند لوگ ہی کرتے ہیں۔غفور شاہ قاسم تنقید میں عقابی نگاہ رکھتے ہیں۔تخلیق کے گوشے سے صرفِ نظر کرنا ان کا شیوہ نہیں ہے۔تخلیق کی پرتیں کھولنا ایک دشوار گزار مرحلہ ہے مگر قاسم صاحب اس مرحلے سے بصد آسانی گزر جاتے ہیں۔ان کے حرف کو قومی سطح پر اعتبار حاصل ہے۔ناچیز کے نعتیہ مجموعے 'رب آشنا'[۲] پر (جسے آثار وافکار اکادمی کراچی نے ایوارڈ سے نوازا ہے) انھوں نے تبصرہ رقم کیا ہے۔ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

امید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیازمند
قیصر نجفی

۱۔۲۰۱۱ء میں یہ مقالہ بزمِ تخلیقِ ادب پاکستان، کراچی سے شائع ہو چکا ہے۔ ۲۔۲۰۰۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۱۴۴ص
۳۔مقبول نقش (۱۹۱۹۔۲۰۰۵ء)، اصل نام: عبدالسبحان، شاعر، ادیب، کتب: ''جوئے خون''، ''نوشتہ''، ''چشم خیال''، ''خوشبو کی دھنک''، ''حرف حرف کائنات''۔

کاشف عرفان، ڈاکٹر (اسلام آباد)

آپ کی بے پایاں محبّتوں کے وسیلے سے ''نعت رنگ'' کا اٹھائیسواں شمارہ مجھ ناچیز تک پہنچا جس میں تشنگانِ حمد ونعت کے لیے پیاس بجھانے کا سامان موجود ہے۔ ''نعت رنگ'' کی جلائی ہوئی علمی وادبی، تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی شمع کی روشنی اب تمام اُردو دنیا میں پھیل رہی ہے جو یقیناً آپ کے کام میں شامل اخلاص اور محبّت کا بین ثبوت ہے۔ آپ نے پچھلے چند برسوں میں تفہیمی و تحسینی رویوں کو جس انداز میں زبان دی وہ لائق تحسین ہے۔ اسی سلسلے میں پچھلے دو شماروں سے اُردو نعت کے معروف شعراء سے ایک سوالنامہ مرتب کر کے انٹرویو کی شکل میں جوابات حاصل کرنا اور ان جوابات کی اشاعت ایک قابل قدر کام ہے۔ دنیا بھر میں ادب کے درست رُخ کے تعین کے لیے یہ عمل ہمیشہ مستحسن رہا ہے۔ تمام بڑے ادبی رسائل کسی نہ کسی سطح پر معاصر ادبی صورتِ حال اور تاریخ ادب کے درمیان درست معنیاتی رشتوں کی تشکیل کے لیے ایسے مکالمے کو رواج دیتے ہیں یوں ادب میں تقابل سے انفرادی سطح سے لے کر دبستانی مطالعات تک کے راستے متعیّن ہوتے ہیں۔ ایسا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بین المعلومیت سے ممیّز اس عہد میں مختلف سطحوں پر شاعری اور خاص طور پر مذہبی شاعری کی تخلیق پر اثر انداز عوامل کا تاریخ سے گہرا رشتہ رہا ہے جسے سمجھنے کے لیے ہمیں اپنے عہد کے ایسے خلاق ذہنوں سے مدد لینی ہوتی ہے جو تاریخ سے موجود کے درمیان ذہنی سطح پر متحرک رہتے ہوں۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ مذہبی ادبیات میں تاریخی تقابل انفرادی سطح پر تو بہت زیادہ ہوتا رہا لیکن اجتماعی ادبی مزاج کی عکاسی نہ ہو سکی جس کی بہت سی وجوہات ہیں تاہم آپ کی ذاتی کوششوں کو میں خراجِ تحسین پیش کروں گا کہ مختلف مواقع پر آپ نے اس ناچیز کی عرض داشت پر غور کیا اور اس پر عمل درآمد ممکن ہو سکا۔

میں اس بات کو لکھتے ہوئے نہایت عاجزی کے ساتھ بے پایاں مسرت محسوس کر رہا ہوں کہ چند سال قبل ''نعت رنگ'' سے تعارف کے بعد سے معاصر مذہبی ادبیات کے حوالے سے تفہیمی و تحسینی رویوں کو تاریخی تناظر میں دیکھنے کا یہ خیال میرے دل میں روزِ اوّل ہی موجود تھا بلکہ یوں کہا جائے کہ معاصر مذہبی ادبیات کے حوالے سے ایک نئے مکالمے کی بنیاد رکھنے کا یہ خواب مجھ ناچیز کی آنکھوں میں ہی اُترا لیکن اس کی شکل وصورت متعیّن نہ تھی۔ آپ نے اسے نہ صرف انٹرویو کی شکل میں تشکیل دیا اور میرے ایک غیر متشکل خیال کو قابل عمل بنا دیا۔ آپ کے ساتھ مختلف اوقات میں گفتگو اور غیر رسمی ملاقاتوں میں ہم نے ان سوالات کو تیار کیا یوں معاصر ادبی صورتحال پر مختلف ادباء وشعراء کے ساتھ مکالمے کا آغاز ہوا۔ نت نئے زاویوں سے مذہبی شاعری کو دیکھنے کے اس عمل کو منطقی انجام تک پہنچانے میں آپ اور آپ کے احباب قابل مبارکباد ہیں۔

مدیر کی وسعت نظری اور مذہبی ادبیات میں جدید علوم کے ساتھ لگاؤ کسی بھی مجلّے کی کامیابی کا ثبوت ہوتی ہے کہ آج کے گلوبل عہد میں جدید منطقی علوم سے رشتہ قائم کیے بغیر اس طرح کے بڑے اقدامات ممکن نہیں۔ اس بار کے ''نعت رنگ'' کی ترتیب وتنظیم پر نظر دوڑائی جائے تو ایک مختلف رنگ اُبھر کر سامنے آیا۔ ''نعت رنگ'' روز بہ روز ایک اہم مذہبی ادبی دستاویز بنتا چلا جا رہا ہے۔ جو جدید نعت کے نصاب کے تعین میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ سرنامہ بننے والا سلیم گیلانی کا خوبصورت شعر:

> وہ دل جو عشق محمد سے روشناس نہیں
> کتاب جہل ہے جس کی کوئی اساس نہیں

نعت رنگ کے تخلیقی سفر کا عکاس ہے۔

اِنتساب ''فیروز احمد یوسفی'' کے نام ہے۔ فہرست پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پاک وہند اور دنیا بھر سے اُردو کے تمام معروف نام نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسماعیل آزاد فتح پوری کا مقالہ ''اُردو کی سب سے پہلی نعت اور اس کا تخلیق کار'' ایک مکمّل تحقیقی مضمون ہے جس میں ڈاکٹر صاحب

نے تحقیقی اصول وضوابط کو سامنے رکھتے ہوئے داخلی اور خارجی شہادتوں کی مدد سے ملا داؤد کی نعت کو اُردو کی پہلی نعت قرار دیا ہے۔ مضمون سے ایک جملہ دیکھیں: ''اس طور سے لے دے کر ملا داؤد کی چندائن ہی واحد ایسی تصنیف بچتی ہے جس میں مشمول نعت کا زمانِ تخلیق (۷۸۱ھ) خود مثنوی میں درج ہے، اس لیے وہ اُردو کی اوّلین نعت ہے اور اس کا تخلیق کار اوّلین نعت گو ہے۔'' (نعت رنگ نمبر ۲۸، ص ۴۲)

ایسے وقیع تحقیقی مقالہ جات کسی بھی ادبی مجلّے کے معیار کا باعث ثابت ہوتے ہیں بہت عمدہ تحقیق ہے جس پر ڈاکٹر صاحب کے لیے ہدیہ تشکّر پیش کرتا ہوں۔ باب تمجید کے سلسلے میں ڈاکٹر ریاض مجید کی مختلف حمدیں شائع کی گئیں۔ اس سلسلے میں میری تجویز یہ ہے کہ اگر اتنا کلام کسی ایک شاعر کا شائع کرنے کے بجائے مختلف شعراء کا کلام شائع کیا جائے تو جریدے میں زیادہ شعراء کی شمولیت ہوگی۔

صفحہ ۲۵ پر دو مختلف حمدوں میں ردیف ''سبحان اللہ'' رکھی گئی۔ پہلی حمد میں سبحان اللہ کی ردیف کا وزن (سُبان اللہ) پر ہے جس میں ح کا اعلان نہیں ہو رہا جبکہ دوسری حمد میں سبحان اللہ اپنے درست تلفّظ کے ساتھ آتا ہے۔ اس کی وضاحت درکار ہے۔ مبین مرزا اُردو افسانے کے حوالے سے ایک معروف نام ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ اُردو ادب کے معروف نام مذہبی ادبیات اور تفہیم وتحسین کی جانب رجوع کر رہے ہیں جو یقیناً ایک خوش آیند عمل ہے۔ مبین مرزا ''اقبال: حرف نعت اور تشکیل افکار'' میں اقبال کی نعت کے حوالے سے ایک نئے مطالعے کی بنیاد رکھتے نظر آتے ہیں جس میں وہ اقبال کی فکری اپروچ کو سمجھنے کے ساتھ ساتھ مکمّل مطالعے کی غرض سے اقبال کی فنی حیثیت پر گفتگو کو بھی ہم قرار دے رہے ہیں۔ ایک جملہ دیکھیے: ''... کسی بھی بڑے شاعر کا متوازن اور جامع مطالعہ صرف اس صورت میں ممکن ہے جب اس کے افکار وخیالات کو دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کے ساتھ اس کی طرزِ احساس، تشبیہاتی واستعاراتی علائم، فنی اوصاف اور جمالیاتی خواص کو بھی تہ بہ تہ کھولنے اور پرکھنے کی کوشش کی جائے۔'' (نعت رنگ ۲۸، ص ۴۵)

یوں مضمون کے آغاز میں مرزا صاحب نے شاعری کی پرکھ کے لیے ایک اصول وضع کیا جو یقیناً کسی بھی شاعری کی پرکھ کے لیے ضروری ہے۔ تاہم متوازن رائے قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ناقد حکم لگانے سے بچے کہ تنقید کا بنیادی منصب راستہ دکھانا ہے نہ کہ حکم لگانا۔ صفحہ ۴۶ پر موصوف فرماتے ہیں: ''اقبال کی شاعری کا سب سے نمایاں وصف یہ نکلا کہ وہ قائل کر لیتی ہے، یا چلیے یوں کہہ لیجیے کہ اپنے اثر میں لے آتی ہے۔ یہ وہ معاملہ ہے جس میں اقبال پوری اُردو شاعری میں سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ میؔر اور غالبؔ سے بھی۔''

یہاں مبین مرزا کے تنقیدی انداز کا موازنہ ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری سے کیا جا سکتا ہے جن کی تنقیدی بصیرت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ دیوانِ غالب کو الہامی کتاب قرار دیں۔ میری رائے میں اچھی تنقید اس طرح کے فتوؤں کا بوجھ برداشت نہیں کر پاتی یوں واضح محسوس ہوتا ہے کہ ایک ناقد کے بجائے شاعر کا کوئی مرید غیر مدلل مداحی میں مصروف ہے۔ اچھی تنقید کا پہلا اصول غیر جانبدار ہونا ہے۔ اس طرح کی حکم سازی ناقد کی غیر جانبداری پر سوالیہ نشان لگا دیتی ہے۔ آگے چل کر نعت کے باب میں مبین مرزا نے اقبال کی نظم ''ذوق وشوق'' کے آخری اشعار کو اقبال کی نعت کی فکر اور اسلوب کو سمجھنے کے لیے اہم ترین جانا۔ میری رائے میں تفصیلی مطالعہ اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ شاعر کی کلیات کا گہرائی سے جائزہ لے کر طے کیا جائے کہ کیا اپنے مقبول اشعار کے علاوہ بھی شاعری فکری اور فنی سطح پر یکساں معیار کا حامل ہے۔ اقبال کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے ہمیشہ ناقدین انہی اشعار کو بنیاد بناتے ہیں جس سے اقبال کی کثیر الجہتی شاعری کی صرف ایک جہت سامنے آتی ہے اور ناقد کی تن آسانی بھی۔

ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط (بھارت) کا مقالہ ''معراج نامہ منظوم'' کے حوالے سے ہے۔ یہ ایک عمدہ کاوش ہے جس سے ہمیں معراج نامہ کی تاریخی حیثیت کا تعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید (گوجرانوالہ) کا مضمون بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے یوں ہمیں ماہنامہ ''صوفی''

میں شائع ہونے والے نعتیہ کلام کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر ریاض مجید (فیصل آباد) کے مضامین کے سلسلہ ''بر سبیل نعت: انتخاب و پیشکش''میں موجود مضمون نعت خوانی کے مسائل کے حوالے سے ہے۔نہایت عمدہ مضمون ہے اوراس مضمون پر ڈاکٹر صاحب کو اور زیادہ وضاحت سے لکھنا چاہیے کہ موجودہ عہد میں نعت خوانی کے حوالہ سے بعض نعت خواں حضرات مسائل پیدا کررہے ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً سوشل میڈیا کی زینت بھی بنتے رہتے ہیں۔ ان مسائل میں کمزور نعتیہ کلام کا انتخاب، مختلف معروف موسیقی پر مشتمل نعتوں کا پڑھا جانا اور اسٹیج پر غیر شرعی انداز اختیار کرنے جیسے مسائل ہیں۔عمومی طور پر کمزور کلام کو پڑھنے میں نعت خواں کا اپنا نقصان ہوتا ہے کہ سنجیدہ طبقہ ایسے نعت خواں حضرات پر توجہ دینا چھوڑ دیتا ہے۔ مالی منفعت بھی اس سارے سلسلے سے منسلک ہے۔ بہر حال بہت سے مسائل ہیں جو اس اہم ترین شعبے کا اعتبار کم کرتے چلے جارہے ہیں جس پر نعت خوانوں کی مختلف تنظیموں کو غور کرنا چاہیے۔ڈاکٹر صاحب نے ایک اہم ترین موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔اس حوالے سے میں بھی اپنی معروضات جلد ہی پیش کروں گا۔

ڈاکٹر عزیز احسن نے نعت کو جدید عصری حسیت کے تناظر میں دیکھا۔عصری حسیت سے مراد ڈاکٹر صاحب نے صرف عصری مسائل اور تہذیبی انہدام کو ہی سمجھا جو عصری حسیت کی صرف ایک جہت ہے۔ اس کا دوسرا پہلو بین العلومیت پر مشتمل نعتیہ اور حمدیہ شاعری بھی ہے جس کی طرف ڈاکٹر عزیز احسن نے کوئی اشارہ نہیں کیا۔پچھلے کچھ عرصے میں شائع ہونے والی معروضات میں، مَیں نے بڑی تخلیقات کو منطق اور روحانیت کے سنگم پر کھڑے ہو کر دیکھنے کی سعی کی ہے۔میری رائے میں عصری حسیت کا تعلق منطق اور روحانیت کے ساتھ ہے۔ڈاکٹر صاحب نے عصری حسیت کو صرف استغاثہ اور تہذیبی ٹکراؤ کی شکل میں دیکھا جبکہ اس کا تعلق منطقی اور اطلاقی علوم کے ساتھ بہت گہرا ہے لیکن اس کو سمجھنے کے لیے ہمیں روایت سے علیحدہ ہو کر جدید حسّی تناظر پر بحث کرنی ہوگی۔ بہتر حال ڈاکٹر عزیز احسن نے استغاثہ، مناجات اور تبلیغی عناصر پر بحث کی۔اب ہم جیسے دوسرے ناقدین کو اس سوال پر غور کرنا چاہیے کہ کیا دنیا تہذیبی ٹکراؤ کے دہانے پر ہے؟ یوں ہم ایسی شاعری کی مثالیں ڈھونڈنے پر مجبور ہوں گے جو ان دونوں پہلوؤں کے درمیان ایک اشتراک قائم کرتی ہوں۔اس ضمن میں ہمیں سب سے بڑا مسئلہ یہ پیش آرہا ہے کہ عمومی اذہان ابھی تک شاعری اور منطق کے درمیان مشترک کڑی کی دریافت نہیں کر سکے ہیں یوں شاعری کو صرف انفرادی سطح پر جذبات کے اظہار کا ایک ذریعہ قرار دیا جارہا ہے۔خیر اس منزل کی طرف ہم قدم تو بڑھا ہی چکے ہیں۔اللہ پاک اس ضمن میں ہماری مدد فرمائیں گے۔

بھارت سے سلیم شہزاد نے نعت کی شعری لفظیات کو سمجھنے سمجھانے کی سعی کی ہے یوں انھوں نے تاریخی تناظر میں نعت میں مستعمل الفاظ کی فہرست بھی تیار کی اور جو الفاظ و تراکیب غیر مناسب ہیں یا غیر شرعی ہیں ان کی فہرست سازی بھی کی۔مناسب مضمون ہے لیکن فن کی اُن لاشعوری کیفیات پر موصوف نے گفتگو نہیں کی جو موضوع کے ہمراہ نیم شعوری کیفیت میں الفاظ و تراکیب خود ساتھ لاتی ہیں۔ان کا خیال درست ہے کہ بعض الفاظ و تراکیب اپنے معنی میں اس قدر وسیع ہوتے ہیں کہ انھیں التوائے معنی کا مابعد جدید تصور بھی مکمّل طور پر واضح نہیں کرتا۔شاید لفظ کے معنی نما ہونے کا تصور ہمارے مذہبی ادبیات کے غیر طبعی لفظوں اور تراکیب کے Abstract تصور پر روشنی ڈالتا ہے۔لیکن ان کی اس بات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے وہ اذہان کہاں سے لائے جائیں کہ روایتی ذہن مغربی تحسینی زاویوں کو بروئے کار لانے کے لیے تیار نہیں ہے۔اگر کہیں سے کوئی ایسی آواز اُٹھتی ہے تو اُسے آگے نہیں آنے دیا جاتا۔اب ایک ساتھ بہت سے ناقدین کی جانب سے آنے والی جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے نظریات پر مشتمل تنقیدی آراء نے ہمارے اس بیانیے کو تقویت دی ہے کہ مذہبی ادبیات/ مذہبی شاعری کی تفہیم کے لیے صرف تاثراتی تنقید کافی نہیں بلکہ ہمیں جدید تنقیدی نظریات کو بھی بروئے کار لانا ہوگا۔

ڈاکٹر اشفاق انجم (مالیگاؤں) ایک بار پھر نعت میں مضامین کی اغلاط پر مشتمل عرض داشت لے کر آئے ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے ہر مقالے

میں ان کی جانب سے جیسی زبان لکھی جاتی ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ شعوری کوشش سے اپنے بارے میں ''اینگری ینگ مین'' کے تاثر کو گہرا کر رہے ہیں اور اپنی علمیت اور اہلیت کے بارے میں شاید کسی خوش فہمی کا شکار ہیں۔ ڈاکٹر اشفاق انجم تنقید ادب کے نام پر جو جملہ لکھ رہے ہیں وہ کسی صورت مثبت تنقید (Positive Criticism) کی زبان نہیں ہے۔ اگر ڈاکٹر صاحب کو نعت کے کمزور اور غیر اہم شعرا کے فکری و فنی اسقام کو درست کرنے کے بعد کچھ وقت مل جائے تو وہ عمومی ادب اور نعتیہ ادب کی عمدہ تنقید کا مطالعہ کریں۔ اس ضمن میں وہ ڈاکٹر وزیر آغا، حسن عسکری، ڈاکٹر جمیل جالبی، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اور احتشام حسین کی تنقیدی آراء کا مطالعہ کر سکتے ہیں یوں انہیں بین السطور لکھنے اور کہی میں اَن کہی چھپانے کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہوگا۔ ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب! تنقید میں کلیم الدین احمد اور سلیم احمد بن کر ہر شخص زندہ نہیں رہ پاتا۔

ڈاکٹر اشفاق انجم ایک صاحب علم شخصیت ہیں اور اپنے بنیادی استدلال میں اکثر درست ہوتے ہیں لیکن میرے اس اظہاریے کا مقصد ان کے اندازِ تحریر پر بحث ہے۔ نعت رنگ ۲۸ اور کچھ دوسرے شماروں سے ان کا رنگ تنقید ملاحظہ فرمائیے جسے پڑھ کر میں بہت دیر سوچتا رہا کہ کیا تنقید یوں بھی لکھی جا سکتی ہے؟ اگر میں تنقید و تفہیم کے لیے بروئے کار لائے جانے والے اصول وضوابط پر گفتگو کرنے لگوں تو شاید یہ عرضداشت کئی صفحات طویل ہو جائے لیکن یہاں مجھے ڈاکٹر جمیل جالبی کا T.S Eliot کے حوالے سے ایک جملہ یاد آتا ہے۔ آپ بھی سن لیجیے:

''اگر کسی دور کا علامتی اظہار تخلیق میں ہوتا ہے تو اس دور کا مکمّل اظہار اچھی تنقید میں ہوتا ہے۔'' (ایلیٹ کے مضامین (پیش لفظ) ص ۳۱)

گویا اچھی تنقید کا منصب ایک پورے عہد کی تشکیل ہے۔ ذرا ڈاکٹر اشفاق انجم کے چند ''نادر'' جملوں پر نظر ڈالیں:

i۔ ''اشرف صاحب ذرا سا چوک گئے یا شاید اونگھ گئے ہوں گے اور اسی دوران حضرت موسیٰؑ کوہِ طور پر جا پہنچے ورنہ جلوہ اور صاحب جلوہ تو اشرفی صاحب کا منتظر تھا۔'' (نعت رنگ ۲۸، ص ۱۹۰۔۱۸۹)

ii۔ ''نعوذ باللہ، ابروء نہ ہوئے میزائل ہو گئے۔'' (ایضاً، ص ۱۹۱)

iii۔ ''شاعر کو جمالِ محمد کا آئینہ کہاں مل گیا۔۔۔ کسی عوامی نمائش گاہ میں رکھ دے تو اُمت ان کی احسان مند ہو گی۔'' (ایضاً، ص ۱۹۲)

iv۔ ''منکر نکیر اُچھل اُچھل کر داد دے رہے ہیں۔ واہ واہ، سبحان اللہ''۔ (ایضاً، ص ۱۹۴)

v۔ ''اگر میں آپ کو فارسی کے سگ کے بجائے اُردو میں ''غوث الاعظم کا کتا'' کہوں تو بُرا تو نہ مانیں گے؟'' (ایضاً، ص ۱۹۴)

vi۔ ''... جب کہ ایک بہت بڑی تعداد ایسے شعرا کی ہے جو صرف دوسروں کی نقالی پر زندہ ہیں یعنی یہ دوسروں کے چبائے ہوئے لقمے چباتے اور اُگلتے ہیں جنھیں یہ تک معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا چبا رہے ہیں! ان کے اندر کیا اُتر رہا ہے! اور وہ کیا اُگل رہے ہیں؟ (نعت رنگ ۲۵، ص ۲۶۷)

ڈاکٹر صاحب! اعتدال، اعتدال کا سبق ہمارا دین بھی ہمیں دیتا ہے۔ تنقید برائے اصلاح کی روایت ہمارے ادبی منظر نامے کا ہمیشہ حصہ رہی ہے۔ آپ کے تیور اور لہجہ بتاتے ہیں کہ آپ کے ہاں ادب کی یہ خوبصورت روایت ابھی نہیں پہنچی۔ سچ پوچھیے تو ابھی آپ کو جملہ لکھنا ہی نہیں آیا۔ اچھا جملہ تخلیقی نثر کا ہو یا تفہیمی و تحسینی نثر کا، اس کے پیچھے ایک پورا تہذیبی پس منظر متحرک نظر آتا ہے۔ مگر افسوس کہ آپ کے جملوں کے پیچھے آپ کا غصہ اور آپ کی شخصیت کے وہ خالی حصے نظر آتے ہیں جو شخصیت میں پیچیدگی کا باعث بنتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کی پیچیدگی اور خلاء پر بہت سی گفتگو کی جا سکتی ہے لیکن میں اُس سے بھی اہم کام آپ کے لیے کر رہا ہوں۔ آیئے معاصر ادبی تنقید سے چند جملے دیکھیے کہ معاصرین ادب ''تنقید و تفہیم'' کو کیا سمجھتے تھے اور جملے کی تشکیل کے پیچھے ان کے ہاں کون سے عوامل کارفرما ہوتے تھے۔

۱۔ ''تحقیق و تنقید میں فیصلے مثبت دلائل پر کیے جاتے ہیں نہ کہ ظن اور تخمینے کے سہارے''... ''اکثر محققین نے خواجہ صاحب سے منتسب اشعار کی ان

کی جانب نسبت یقینی نہیں مانی''۔(نعت رنگ ۲۸،ص۳۵)

۲۔''مولانا ظفر علی خان اور امیر مینائی اپنی متنوع حیثیتوں میں یقیناً ایک صدی دوصدی تو تاریخ میں یاد رہیں گے لیکن اگر وہ اپنی مذکور حیثیتوں کے بجائے صرف اور صرف نعت گو ہوتے تو کب تک تاریخ میں یاد رکھے جاتے۔'' (نعت رنگ ۲۵،ص۸۶)

۳۔''... یقیناً ان منظومات میں اکثر کا پایہ اعتبار شاعری کے لحاظ سے زیادہ بلند نہیں ہے لیکن ستمبر ۱۹۶۵ء کے دوران لکھی گئی یہ نظمیں وقت کی آواز تھیں۔'' (نعت رنگ ۲۵،ص۲۱۸)

۴۔''شعور اور لاشعور کے درمیان کی وہ کیفیت جہاں شاعر یا افسانہ نگار کے سامنے گرد و پیش نہیں رہتے بلکہ وہ خود اپنی ذات کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ آزاد تلازمہ خیال ہے جہاں گفتگو اپنے آپ سے ہوتی ہے۔''(نعت اور جدید تنقیدی رُجحانات،ص۴۰۱)

محترم! آپ کی تنقیدی صلاحیتیں بہت اہم کاموں میں صرف ہونی ہیں۔انھیں شعرا کے کمزور کلام پر مکمّل طور پر صَرف نہ کریں کہ یہ آپ کا منصب نہیں۔ایسے نعتیہ اشعار جن میں فکری و فنی عیوب موجود ہیں، پر گرفت ایک مستحسن عمل ہے لیکن آپ اس سلسلے میں نہایت کمزور اور غیر اہم شعرائے نعت کا انتخاب کرتے ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ ایسے شعرا وقت کی گرد میں گم ہو جاتے ہیں۔آیئے آج اس عرضداشت کے حوالے سے اپنے لیے اور آپ کے لیے کچھ موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں:

۱۔ پنجاب اور شمالی ہند کی معاصر نعت کا تقابلی جائزہ۔اس موضوع پر تحریر کی مدد سے ہم نعت پر پڑھنے والے علاقائی اثرات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔
۲۔ نعت خوانی اور اس سے منسلک مختلف مسائل
۳۔ نبی اکرم ﷺ کی انسان دوستی اور عہد موجود کے تغیّرات
۴۔ تہذیبی انہدام اور ہماری نعت کے تقاضے

میری خواہش ہے کہ آپ جیسا صاحب بصیرت تنقید کے گہرے مطالعے کے بعد حضرت محمد ﷺ کی انسان دوستی کے پہلو پر لکھے اور تہذیبی ٹکراؤ کے اس عہد میں نبی اکرم ﷺ کی زندگی سے وہ مثالیں لائے جو آج انسانیت کا مشترکہ اثاثہ بن سکے۔اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے موضوعات ہیں جہاں آپ کی تحریر اجتماعی اذہان کی عکاسی کر سکتی ہے۔

نعت رنگ ۲۸ میں ایک نہایت عمدہ مضمون خان حسنین عاقب کا ہے جنھوں نے گوئٹے کی نظم ''نغمہ محمدی'' کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ گوئٹے کی اس نظم کا ترجمہ شان الحق حقی نے کیا تھا اور نہایت خوبصورت انداز میں ان علامتوں کو انھوں نے لفظوں اور تراکیب کی شکل دی تھی جن کا ترجمہ مشکل تھا۔ڈاکٹر عزیز احسن نے پچھلے کسی شمارے میں اس نظم کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کیا تھا۔خان حسنین عاقب نے مراٹھی شاعری سے ایک غیر مسلم شاعر سریش بھٹ کی نعت کا مطلع پیش کیا۔سریش بھٹ گوئٹے سے دو سو برس قبل کا ہندوستان شاعر تھا لیکن اس کے ہاں بھی حضرت محمد ﷺ کو آپ ﷺ کی رحمت کے باعث چشمہ آب سے ہی تشبیہ دی گئی ہو۔یوں خان حسنین عاقب کا خیال ٹھیک ہے کہ پانی کی وسعت اور انسانی وجود کی بقاء کے حوالے سے پانی کی اہمیت کے باعث تقریباً تمام بڑے شعرا کے ہاں آقا کریم ﷺ کے لیے چشمہ آب کا بلیغ استعارہ استعمال ہوا ہے۔

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی نے خواجہ غلام فریدؒ کی شاعری کا جائزہ لیا اور محبوب خدا ﷺ کے لیے ان کے ہاں آنے والے اشعار کو تفہیمی نکتہ نگاہ سے دیکھا ہے۔یہ ایک عمدہ تحقیقی تحریر ہے۔نعت نگاری کے حصے میں مختلف تخلیقات سامنے آئیں اور سب ہی عمدہ ہیں۔

مبین مرزا کی نعت سے ایک خوبصورت شعر دیکھیں:

وہ جو بولے ہیں تو آواز کو اعزاز ملا
اور نظر کو جو اُٹھایا تو نظارے جاگے

پروفیسر انوار احمد زئی (کراچی) نے کلیاتِ عزیز احسن کا تنقیدی جائزہ لیا۔ یوں انھوں نے نعت میں بننے والے کچھ کلیشے کی جانب بھی نظر کی اور ہماری توجہ بھی اس طرف منعطف کروانے کی کوشش کی۔ بہت سے اہم سوالات جن کا تعلق نعت کے فکری مسائل سے ہے انھوں نے اٹھائے۔ میرا خیال ہے اس پر تفصیلی گفتگو کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر عزیز احسن پر اب یہ قرض باقی ہے۔

آخر میں نعت رنگ کا سب سے مقبول سلسلہ یعنی نعت ناموں کی طرف بھی نظر دوڑائی جائے۔ نعت ناموں میں ڈاکٹر عزیز احسن، سید ضیاء الدین نعیم اور تنویر پھول کے خطوط نہایت معلومات افزا ہیں یوں انھوں نے خط کی قدیم روایت کو بھی نبھایا اور اس وسیلے سے علمی گفتگو بھی فرمائی۔

نعت رنگ کی خطوط کی یہ روایت جاری رہنی چاہیے کہ بہت سے اصحاب سے ہماری ملاقات نہیں لیکن نعت نامے کے توسط سے ہم انھیں اور وہ ہمیں دیکھ لیتے ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس تیز رفتار عہد میں کاغذ پر لکھے ہوئے خط کو پڑھنے کا ایک علیحدہ مزا ہے یوں ہم ان خطوط کے توسط سے اس عہد کو بھی دیکھ لیتے ہیں جب ڈاکیا گھروں میں خط دینے آتا تھا اور خوشی کی خبروں کو پہنچانے کا انعام اور اعزاز یہ بھی پاتا تھا۔ پھر تار (Telegram) کے ذریعے غم یا خوشی کی خبر کا پہنچنا، عید کے موقع پر عید کارڈ بھیجنا اور وصول کرنا ایک عہد تھا جو تمام ہوگیا۔ اب اس دور کی صرف یادیں ہی موجود ہیں۔ میں ان نعت ناموں کو اس حوالے سے بھی دیکھتا ہوں کہ یہ خطوط مجھے میرے بچپن اور لڑکپن کی طرف لے جاتے ہیں۔

نعت رنگ ۲۸ کی اشاعت پر ایک بار پھر مدیر نعت رنگ اور ان کے احباب کو ڈھیروں تشکرات۔ آپ کے توسط سے تمام احبابِ نعت کو میرا اسلام پہنچے۔

کاشف عرفان

☆ ڈاکٹر کاشف عرفان (پ: ۶ اکتوبر ۱۹۷۲ء) معلّم، محقق، نقاد، بانی رکن و مرکزی سیکرٹری جنرل: بزم حمد و نعت پاکستان، رکن مجلس عاملہ: بزم شعر و ادب اسلام آباد، کتب: ''حصار'' (مجموعہ شاعری)، ''مرزا حامد بیگ'' (شخصیت و فن)، ''نعت اور جدید تنقیدی رجحانات''، ''تنقیدِ نعت'' (تناظرات و امکانات)۔

کالی داس گپتا رضا، ڈاکٹر (انڈیا)

30-05-1999

مکرمی تسلیم!

مجھے ''نعت رنگ'' کے چار شمارے موصول ہو چکے ہیں، مگر ان میں سے ایک نسخہ بھی میرے پاس نہیں رہا۔ اس کے شائقین اتنے ہیں کہ دیکھتے ہی اُٹھا لے جاتے ہیں۔ میں بھی اُن کا ہاتھ نہیں روکتا۔ اسے کارِ ثواب سمجھتا ہوں اور شمارے بھی نکل چکے ہوں گے۔

پرچہ اتنا خوب صورت اور مبارک ہے کہ حد بیاں سے باہر۔ آپ اس کے باطنی اور خارجی حسن کا بہت دھیان رکھتے ہیں۔ اس نیک کام کا اجر آپ کو ضرور ملے گا۔

کچھ عرصہ پہلے یہاں ایک نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا تھا۔ میں نے مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی تھی اور ایک تازہ نعت بھی کہی تھی (نعتیہ غزل) دبستانِ جوش ملسیانی کی نعت نگاری کے حوالے سے چند اشعار بھی کہے تھے۔ وہی آپ کے رسالے کے لیے بھیجتا ہوں۔ کسی قابل سمجھیں تو شائع فرما دیں۔ اصل کاغذ اچھا نہ تھا اس لیے اس کی نقل بھیجتا ہوں۔ کاپی Fax پر نکالی تھی، زیادہ دیر نہ چلے گی۔ بہتر ہوگا اسے نقل کرالیں ورنہ حروف

کے اُڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

پسِ نوشت: شدید ضعفِ بصارت کی وجہ سے آج کل لکھنا پڑھنا لگ بھگ بند ہے۔

مخلص

کالی داس گپتا رضا

☆ کالی داس گپتا رضا (۱۹۲۵۔۲۰۰۱ء)، ادیب، شاعر، محقق، نقاد، غالب شناس۔ ساٹھ سے زائد کتب کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''متعلّقات غالب''، ''غالبیات چند شخصی و غیر شخصی حوالے''، ''غالبیات کچھ مطالعے اور مشاہدے''، ''دیوان غالب تاریخی ترتیب سے''، اعزاز: غالب ایوارڈ، پدم شری اعزاز برائے ادب و تعلیم۔

~~~~~~

کوکب نورانی اوکاڑوی، مولانا (کراچی)

یکم رجب ۱۴۱۶ھ

''نعت رنگ'' (تنقید نمبر) [۱] مجھے ملا، بہت شکریہ۔ ورق گردانی کرتے ہوئے اندازہ ہوا کہ صرف اسے دیکھنا کافی نہیں حرف حرف پڑھنا ہوگا... اس میں اعلیٰ مضامین اور تاریخی حقائق نظر آئے اور نعت نگاری میں ذم کے پہلو کے عنوان سے تنقید کا سلسلہ اچھا لگا، حالاں کہ اسے پوری طرح دیکھا نہیں... غوث میاں نے میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ کی مرتبہ ''نغمہ حبیب'' کا ذکر کیا، جسے نعت کائنات وغیرہ والے جانے کیوں نظرانداز کر گئے... اس میں صرف یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ ''نغمہ حبیب'' [۲] ۱۹۶۰ء سے قبل طبع ہوئی تھی غالباً غوث میاں نے اس کا تیسرا ایڈیشن دیکھا ہوگا اور ''نغمہ حبیب'' نے ایسے جامع اور نعت خوانی کے فروغ میں جو کلیدی کردار ادا کیا اسے تسلیم نہ کرنا بلاشبہ حقائق سے چشم پوشی میں شمار ہوگا..... نعت خوانی کے فروغ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے کلام و شخصیت سے متعارف کروانے میں اباجان قبلہؒ کی خدمات ناقابلِ تردید حقیقت ہیں... ''نغمہ حبیب'' میں عمدہ اضافہ کے ساتھ طباعت کی خوبیوں سمیت اشاعت کا سودا سر میں سمایا ہوا ہے متعدد احباب سے تعاون کی درخواست کی لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا کا معاملہ؟

مجھے صرف عمدہ منتخب مجموعے مطلوب تھے اس سے زیادہ تعاون چاہا ہی نہیں....... وعدے سبھی نے کیے اور سبھی نے پورے نہیں کیے آپ کے اس مجلّے سے مجھے کچھ مجامیع کی آگہی ہوئی ہے شاید وہ مجموعے مجھے میسر ہو جائیں اور میں اپنے ذوق کو تکمیل کر سکوں۔

محترم سیّد آل احمد رضوی کا مضمون سرسری دیکھا، انھوں نے واقعی محنت کی ہے۔ آپ کو اس قدر عمدہ مجلّے کی اشاعت پر مبارک باد پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ کریم آپ کی اس محنت اور محبّت کو قبول فرمائے اور محبان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لیے بارآور بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

آپ نے تاثرات چاہے ہیں خوشبو پہنچانے والے کو دعا دی جاتی ہے، پھول سجانا اور ان کی مہک عام کرنا ہر کسی کا حصّہ نہیں اللہ کریم آپ کی اس سعادت میں برکت فرمائے۔

والسّلام۔ فقیر

کوکب عفی عنہ

☆ علامہ کوکب نورانی (پ: ۱۹۵۶ء)، ممتاز عالمِ دین، خطیب، مصنّف، محقق، کتب: ''ماں جی قبلہ کی یاد میں''، ''نعت اور آدابِ نعت''، ''رضا کی زباں تمھارے لیے'' ودیگر۔

۱۔ اپریل ۱۹۹۵ء، ش ۱، ۳۳۶ص ۲۔ سن ندارد، کراچی: مکتبۂ سعیدیہ رضویہ، ۶۴ص

~~~~~~

ایک مدت کے بعد آپ سے گرامی قدر سیّد نسیم احمد صاحب زیدی قادری (۱) کے ہاں سالانہ گیارہویں شریف کی محفل میں ملاقات ہوئی۔ آپ نے اپنے مجلّے ''نعت رنگ'' کے دو شمارے عطا کیے۔ شکریہ جزاکم اللہ۔ ایک مجلّہ میں آپ نے اپنے نام میرے پہلے خط کو اشاعت میں شامل کیا۔ مہربانی۔ اس میں کمپوزنگ یا پروف ریڈنگ کی وجہ سے املا وغیرہ کی کچھ غلطیاں تھیں، آپ کو اندازہ ہوگا کہ ایسی غلطیاں مخالفین کے لیے بہت ''اہمیت'' رکھتی ہیں حالاں کہ اہل فہم جان لیتے ہیں کہ کون سی غلطی تحریر کی ہے اور کون سی طباعت و کتابت کی ہے۔ آپ اتنے بڑے کام کو سرانجام دے رہے ہیں اور تنہا کسی شعبے کی پوری طرح نگرانی کوئی کھیل نہیں، یقیناً آپ کوشش کرتے ہوں گے کہ ہر طرح خیال رکھیں اور یہ فقیر اپنی تصانیف اور تقاریر میں اس بات کو دہراتا رہا ہے کہ دانستہ یا نادانستہ کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس پر طالب عفو ہوں۔ مجھے غلط کو صحیح ثابت کرنے کی مذموم سعی سے کوئی شغف نہیں، اللہ کریم سے یہی دعا ہے کہ وہ راہ حق پر مستقیم رکھے اور ہر غلطی اور غلط سے بچائے۔ آمین۔

آپ نے فرمایا کہ یہ فقیر آپ کے مجلّے کے مندرجات کے بارے میں شرعی و مسلکی نقطۂ نگاہ کے حوالے سے آپ کا معاون ہو۔ آپ کی اس خواہش پر خوشی ہوئی لیکن خود کو اس قابل نہیں پاتا اور سچ یہ بھی ہے کہ خود اتنا گھرا ہوا ہوں کہ وعدہ بھی نہیں کر سکتا، تاہم آپ سے جو تعاون کر سکا اسے اپنی لیے نیکی سمجھوں گا۔ سرسری طور پر دونوں شمارے دیکھتے ہوئے ''نعت رنگ'' سوم میں ''نعت خوانی کے آداب اور اصلاح احوال و متعلّقات'' کے عنوان سے پروفیسر افضال احمد انور کی تحریر پڑھی، اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بارے میں یہی کہوں گا کہ یہ عمدہ کاوش ہے جس کی بہت ضرورت تھی حالانکہ اس تحریر کی کچھ باتوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ کچھ عبارات کے تراجم محل نظر ہیں اور کچھ احباب کے بیانات ان کے اپنے عمل سے متضاد ہیں۔ حضرت پیر مہر علی شاہ اور مولانا احمد رضا خان کو مجذوبان رسول ﷺ کی حیثیت دی گئی۔ جانے یہ ''رعایت'' کس سوچ کی وجہ سے ہے اور لفظ تو تم، تیرا کو نادرست قرار دینے کی بنیاد کیا ہے؟ اردو میں آپ کا لفظ ہے مگر اللہ کریم کے لیے استعمال ہوتا اور ''تو''، ''تم''، ''تیرا'' کو اللہ کے لیے نادرست کیوں نہیں مانا جاتا؟ سگریٹ اور پان کو ایک ہی درجے میں کیوں شمار کیا گیا، ''مادعا اللہ داع'' کا ترجمہ درست نہیں کیا گیا۔ نوٹ نچھاور کرنے کو مجرے کے انداز سے مشابہت دینا درست نہیں۔ بایں ہمہ یہ مضمون اچھا ہے۔ اور اس شعبے سے وابستہ ہر شخص کو بہت تحمل سے اسے پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ ایک شخص کے ادارے میں سالانہ محفل نعت کے انداز کو کیوں قابل تقلید قرار دیا گیا؟ جب کہ اسی تحریر میں ہے کہ آقائے نامدار ﷺ اپنے ثناخواں کے لیے اندھیرے میں نہیں، اجالے میں مسند لگاتے تھے اور اپنے ثناخواں کو انعام سے بھی نوازتے تھے وہ بھی سب کے سامنے۔ نعت گو اور نعت خواں ہر دو کے بارے میں تحریریں خوب ہیں۔ آپ نے انفاس العارفین میں درج وہ واقعہ نہیں دیکھا جو حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی نے تحریر کیا ہے جسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریر کیا ہے، اس فقیر نے اسے اپنی کتاب ''مزارات و تبرکات اور ان کے فیوضات'' [۱] میں نقل کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات ''سماع'' کے بارے میں کیا احوال رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وہ وقت آ سکتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے مگر وہ وقت نہیں آ سکتا کہ رسول کریم ﷺ کی تعریف کرنے اور درود و سلام ان پر بھیجنے والا کوئی نہ رہے۔ اس لیے کہ مخلوق کو فنا ہے مگر خالق کو نہیں اور اللہ کا فضل اس کے ساتھ ہے۔ اللہ کی کوئی ابتدا و انتہا نہیں۔ اللہ کی عبادت صرف مخلوق کرتی ہے اور حبیب کریم ﷺ پر درود خود اللہ بھیجتا ہے اس لیے نبی کی نعت اور درود و سلام کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ آپ اس تحریر میں ص ۱۷۰ پر درج جناب منظور الکونین کے الفاظ شائع نہ کرتے تو بہتر تھا، اگر کہیں اور سے نقل کیے گئے ہیں تو بھی قابل اصلاح ہیں...... باقی تحریروں کے بارے میں مطالعے کے بعد کچھ عرض کروں گا۔ آپ کے لیے دل سے دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو صدق و خلوص سے اس نصب العین پر قائم رکھے اور آپ کی ہر طرح مدد فرمائے۔

والسّلام۔ فقیر
کوکب عفی عنہ

۱۔ سید نسیم احمد، وائس پریذیڈنٹ، حبیب بینک (لمیٹڈ)

گوہر ملسیانی (صادق آباد)

۲۰۰۲/۶/۱۲ء

مکرمی محترمی جناب سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ۔

آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوئے دس پندرہ دن گزر گئے ہیں۔ چند مصروفیات نے جواب تحریر کرنے سے محروم رکھا۔ پھر آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ آپ جناب حنیف اسعدی صاحب کے مجموعے ارسال کر رہے ہیں مگر ابھی تک وہ بھی نہیں ملے۔ شاید آپ بھی مصروف ہیں۔

جناب حنیف اسعدی صاحب کی خدمت میں بھی ان کے سوانحی خاکہ، تخلیقات اور ایوارڈز وغیرہ کے لیے ایک عریضہ ارسال کر دیا ہے۔ اگر ان سے ملاقات ہو تو اس سلسلے میں تاکید فرما دیجیے۔

آپ کی تجویز سر آنکھوں پر کہ ''عصر حاضر کے نعت گو''[۱] کا دوسرا ایڈیشن لایا جائے اور اس میں اضافہ کیا جائے۔ درست ہے یہ وقت کی ضرورت بھی ہے۔ میں اس پر وقت نکال کر دس مزید شعرائے کرام کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ شامل کر سکتا ہوں۔ مگر مسئلہ اشاعت کا ہے۔ میں تدریسی فرائض سے ریٹائر ہو چکا ہوں۔ خود اشاعت کی ذمہ داری قبول کرنے سے قاصر ہوں۔ اگر کوئی اشاعتی ادارہ تیار ہو تو یہ کام ہو سکتا ہے۔ اپنی مصروفیات اور عارضہ قطب کی وجہ سے لاہور گئے بھی مدت گزری ہے۔ وہاں بھی کسی سے گفتگو نہیں ہو سکتی۔ اگر آپ کی نظر میں کوئی ادارہ ہے تو یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پھر آپ کی رہنمائی بھی انتخاب شعرائے نعت گو کے سلسلے میں درکار ہے کہ مزید کون سے شعرائے کرام شامل کیے جائیں۔

جولائی میں پینشن ملے گی تو ''نعت رنگ'' کے باقی شماروں کی رقم ارسال کروں گا۔ اس وقت مجھے ''نعت رنگ'' بھجوا دیجیے۔ امید ہے آپ ان تمام امور میں میری رہنمائی فرمائیں گے اور اپنی پہلی فرصت میں مطلع فرمائیں گے۔

امید ہے آپ بفضل تعالیٰ مع الخیر ہونگے۔ والسّلام

احقر
گوہر ملسیانی

☆ گوہر ملسیانی (۱۵ جولائی ۱۹۳۴ء۔۲۵ فروری ۲۰۱۷ء)، اصل نام: میاں طفیل محمد، شاعر، ادیب، نعت گو، متعدد کتابوں کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''غم اعلیٰ''، ''مظہر نور''، ''عصر حاضر کے نعت گو'' (جلد اول و دوم)، ''شوق شہادت زندہ ہے''، ''متاعِ شوق''، ''جذباتِ شوق''، ''جلتی رتوں کی یاد''، ''حرمین شریفین کی فضاؤں میں'' (سفرنامہ)، ''سیرتِ ہادی برحق ﷺ''، ''ارمغانِ شوق''، ''آفتاب آگہی کا سلسلہ''۔

۱۔ ''عصر حاضر کے نعت گو'' (جلد اول، دوم)/ گوہر ملسیانی، ۲۰۱۳ء، بار دوم، لاہور: کتاب سرائے، ۲۷۶، ۳۴۰ص

۲۰۰۴/۳/۱۶ء

برادرِ عزیز جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

سبحان اللہ! ''ثناخوانِ محمد ﷺ''[۱]، پاک لورز کلب کا ہدیہ تبریک صوری اور معنوی حسن و جمال کا مرقع موصول ہوا۔ زیادہ مسرت آپ کی شبیہ کو دیکھ کر ہوئی۔ پہلے تو تصورات کی دنیا سجائے رکھتے تھے۔ ایک دھندلا سا خاکہ اُبھرتا تھا اور خیالات کو پُر تاثیر بنا جاتا تھا، مگر اب تو آپ کی تصویر پوری آب و تاب کے ساتھ سامنے ہے۔ پہلے تو آپ کی عمر کے بارے میں مضامین کے حوالے سے آپ کے شباب کی رنگینی کے بارے میں پڑھتے تھے مگر اب تو نو جوانی کی توانائیاں بہار بداماں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عمر میں نعت سرورِ کونین ﷺ کی دولت کے خیالات کے ساتھ ساتھ لحن داؤدی کو بھی مالا مال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فن کی دونوں خصوصیات کو حسن و جمال سے مزین رکھے۔

''نعت رنگ''، نمبر ۱۷ کی کمپوزنگ کا مژدہ بھی آپ نے سنایا ہے۔ کیا ۱۶ رنمبر منصّۂ شہود پر آ گیا ہے؟ میرے پاس نہیں پہنچا۔ رحیم یار خان کے نعت گو[۲] تقریباً مکمّل ہے۔ شعرائے کرام معلوم نہیں اپنا نعتیہ کلام دیتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں۔ آپ حیران ہوں گے کہ میرے شہر کے ایک شاعر جن کی نعت کی کتاب بقول ان کے کمپوز ہو چکی ہے مگر وہ اپنی پندرہ بیس نعتیں فوٹو اسٹیٹ کروا کر دینے سے گریزاں ہیں۔ آج ہی خان پور ٹیلی فون سے جناب حفیظ شاہد[۳] سے بات ہوئی اور تقاضا کیا تو انھوں نے آج ہی اپنا نعتیہ کلام بذریعہ ٹی سی ایس بھجوانے کا وعدہ فرمایا اور کہا کہ کل ہر صورت پہنچ جائے گا۔ بہر کیف پانچ چھ صفحات کا مقالہ تو تحریر کر چکا ہوں۔ اب کل کا انتظار ہے۔ ان شاء اللہ اسی ہفتے یہ تو ارسال کر دوں گا۔ اب ثنا خوانِ محمد ﷺ کے ملنے کے بعد کچھ خیالات کا تنوع اور میسر آیا ہے۔ اسی لیے آپ کی نعت پر مقالہ اس کے بعد ارسال کر دوں گا۔ ان شاء اللہ عصر حاضر کے نعت گو [۴]...... بھی مرتب ہو جائے گا۔ اُمید ہے اللہ تعالیٰ کے کرم سے نعت کے تمام منصوبے اس سال کے آخر تک مکمّل ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ صحت اور تن درستی عطا فرمائے رکھے تو اس کی مہربانی سے منصوبے پایۂ تکمیل تک پہنچ جائیں گے۔ آپ اپنی دعاؤں میں شامل رکھیے۔

والسّلام۔ احقر

گوہر ملسیانی

۱۔ مجلّہ ''ثنا خوانِ محمد ﷺ'' (صبیح رحمانی نمبر)، مدیر: محمد عارفین خان، کراچی: پاک لورز کلب، سن ندارد، ۶۴ص

۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۷، ص ۲۰۴۔۲۲۳

۳۔ حفیظ شاہد (پ: ۱۹۴۲ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''سفر روشنی کا''، ''چراغ حرف''، ''مہتاب غزل''، ''یہ دریا پار کرنا ہے'' و دیگر۔

۴۔ ۱۹۸۳ء، صادق آباد: گوہر ادب پبلی کیشنز، بار اول، ۲۷۲ص

~~~

۱۳/ مئی ۲۰۰۶ء

برادرِ عزیز سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

کافی دنوں تک صادق آباد سے دُور رہا ہوں۔ مجھے خانیوال میں آپ کے کاغذات پہنچنے کی اطلاع تو مل گئی تھی۔ پھر لاہور چلا گیا۔ وہاں سے پھر واپس خانیوال آ گیا۔ یوں اپنی خانگی معاملات میں مصروف رہا۔ اس لیے آپ کو خط تحریر نہ کر سکا۔ معذرت خواہ ہوں۔ آپ کے کوائف اور دیگر ایوارڈ وغیرہ سے متعلّق کاغذات محفوظ کر لیے ہیں۔ اب اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ ''عصر حاضر کے نعت گو'' کے دوسرے حصے پر بھی کام جاری ہے۔ اُمید ہے یہ دونوں کام دو تین ماہ میں مکمّل ہو جائیں گے۔ دراصل دیگر کئی تحریری کام بھی آن پڑتے ہیں۔ اس لیے دیر ہو رہی ہے۔

''سیرتِ ہادیٔ برحق ﷺ'' کی ایک جلد ارسال کر رہا ہوں۔ اُمید ہے آپ کو پسند آئے گی۔ اس پر آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

کل ''جسارت'' کراچی کے پچھلے سالوں کے میگزین دیکھ رہا تھا تو حنیف اسعدی اور آپ کے اعزاز میں شام مشاہیر کی پہلی تقریب کی روئیداد پر نظر پڑی، اس میں آپ کی تصویر بھی ہے۔ اسے قطع کر کے ارسال کر رہا ہوں۔ اس کے ساتھ قمر جمیل کی ''نعت رنگ'' نمبر ۴ پر تحریر بھی تھی۔ جسے میں نے محفوظ کر لیا ہے۔ ''نعت رنگ'' اگلا شمارہ کب آ رہا ہے۔ احباب کی خدمت میں سلام مسنون۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحت و تن درستی سے نوازے۔

والسّلام۔ احقر

گوہر ملسیانی

~~~

۲۳/اپریل ۲۰۰۹ء

برادرِعزیز ومکرم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

محبّت کے بے شمار قرینے ہیں مگر سب سے افضل واعلیٰ اور بہترین وبرتر قرینہ محبت خالقِ ارض وسماوات سے محبّت کا قرینہ ہے مگر اس قرینے کے حصول کے لیے لازم عقیدت ومحبّتِ محسنِ انسانیت ﷺ کا قرینہ ہے، خود خالقِ کائنات نے قرآن کریم میں فرما دیا ہے:

جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت (قرینۂ محبّت) اختیار کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

پھر یہ سلسلہ پھیلتا چلا جاتا ہے اور یہ قرینہ محبّت انسانوں کی اجتماعی زندگی کا حاصل بن جاتا ہے اور مومن آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ وہ مشرق میں رہتے ہوں یا مغرب میں سب کا درد وغم اور مسرت وشادمانی ایک ہوجاتے ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ مومن ایک جسم بن جاتے ہیں اور:

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ
کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

آپ کا یہی قرینۂ محبّت بھی عقیدت ومحبتِ محسن انسانیت ﷺ سے جلا پاتا ہے اور اس عقیدت سے وابستہ اہلِ قلم کو یک جا کرتا ہے۔ مجھے اپنی صحت کی کیفیت کا علم ہے، اگر آپ کا قرینۂ محبّت مجھے جوش وجذبہ عطا نہ کرتا تو یہ مقالہ تحریر نہ ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ میں اس کے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ کے حسن وجمال کو نعت کے آئینے میں عنوان کے لحاظ سے تلاش کرسکا۔ بے حد کٹھن مراحل آئے خصوصاً اشعار کا انتخاب اور جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے ضیابار عنوان کی تخصیص بے حد توجہ چاہتی تھی۔ بہرحال یہ مقالہ تحریر کرنے میں کامیابی بھی اللہ کی عطا اور آپ کی دُعا کا ثمرہ ہے۔ حک وتنسیخ اور اس میں اضافے کا حق بھی آپ کو حاصل ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مکرر! کتب آج تک موصول نہیں ہوئیں۔

والسّلام۔ احقر
گوہر ملسیانی

~~~~~~

۲/اکتوبر ۲۰۰۹ء

برادرِعزیز ومکرم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ربّ کائنات کے الطافِ کریمانہ بے مثال وبے حساب ہیں کہ اس نے ماہِ صیام کی رحمتیں اور برکتیں حاصل کرنے کی استطاعت عطا فرمائی اور صیام وصلوٰۃ کے فرائض ادا کرنے کی ہمت وطاقت بخشی۔ پھر رحمت للعالمین ﷺ کی عقیدت ومحبّت، شفقت ورحمت اور رافت وسخاوت پر گل ہائے سدا بہار مہکانے کی قدرت وحکمت عطا کی۔ یہ خاص الخاص رحمت باری تعالیٰ کی عنایت ہے۔

''چمنستانِ مدحت محسن انسانیت ﷺ میں رحمت وشفقت کے گلاب'' کا عنوان چن کر ایک مقالہ تحریر کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ اس عنوان کو تبدیل بھی کرسکتے ہیں، جیسا کہ اسی سلسلے میں پہلے مقالات کے عنوان تھے، یعنی ''رحمت وشفقت محسن انسانیت ﷺ نعت کے آئینے میں'' بلکہ اور کوئی عنوان بھی آپ کی جودتِ رخشندہ منتخب کرسکتی ہے۔ اس مقالہ میں قرآن وحدیث اور سیرتِ اقدس کے حوالے سے چند مباحث احاطۂ تحریر میں لایا ہوں۔ رحمت سرورِ کائنات ﷺ کے کئی اور شعبہ جات بھی شامل کیے جاسکتے تھے، مگر مقالہ کی جامعیت اور طوالت کو مدنظر رکھتے ہوئے، انہی حقائق پر اکتفا کیا ہے۔ اُمید ہے آپ میری اس کاوش کو پسند فرمائیں گے۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔
~~~~~~

آپ نے مجھے اپنے متعلق نعت شناسی اور فروغِ نعت میں اپنی کاوشوں کو تحریر میں لانے کا مشورہ دیا تھا، مگر کیا کروں طبیعت ادھر نہیں آتی۔ تا حال شش و پنج میں ہوں، میں خود اپنے منھ میاں مٹھو بنوں! یہ بے حد مشکل اور محسوس ہونے والا کام ہے۔ بہر کیف کبھی احساسِ قلب و نظر مائل ہوا تو شاید کچھ تحریر میں آ جائے۔ نعت کے حوالے سے کوئی اور موضوع آپ کے ذہن میں آئے تو رہنمائی کیجیے، اپنی ہمت رندانہ اور دانش حکیمانہ کے مطابق جو ہر ادیبانہ دکھانے کی سعی کروں گا۔

۷رشوال ۱۴۳۰ھ مرے برادرِ نسبتی لندن میں قضائے الٰہی سے اللہ کو پیارے ہوئے۔ ان کے سر میں رسولی (ٹیومر) کا پتا چلا اور ایک ماہ قبل ان کے سر کا آپریشن ہوا۔ مگر مہینہ بھر بے ہوش رہے۔ آخر جان بر نہ ہو سکے۔ وہ خانیوال کے زمیندار اور غلہ منڈی میں اچھے آڑھتی تھے۔ ان کا زراعتی ادویات کا بھی کام تھا، جس میں میرا بیٹا اُن کی بزنس میں حصہ دار رہے۔ وہ اس بیٹے کو صادق آباد سے یہاں لائے تھے اور سارا کام اُس کے سپرد تھا۔ وہ خود اور ان کے بچے لندن میں رہتے ہیں۔ سال میں ایک مرتبہ دو تین ماہ کے لیے آتے تھے۔ ان کی وفات ایک بڑا سانحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آپ سے بھی ان کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

والسّلام۔ احقر
گوہر ملسیانی

~~~~~~

لیجیے سیّد صاحب سب کام مؤخر کر کے حسب ارشاد ماہنامہ ''سیارہ'' کے تمام شمارے آغاز سے آج تک لے کر بیٹھ گیا تھا۔ صنفِ نعت کے مطالعہ میں مصروف ہوا تھا کہ ایک ناگہانی بیماری نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ تحریری کام رک گیا۔ ایک ماہ سے زیادہ گھر اور ملتان ہسپتال میں صاحبِ فراش رہا۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا شدید علالت سے نجات ملی مگر نقاہت نے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے نہ دیا۔ ہاتھ کانپتا تھا اور الفاظ لکھنا دوبھر تھا جو آج تک کبھی کچھ افاقہ اور کبھی پر شدت قائم ہے۔

مگر مورِ ناتواں کی طرح منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے حوصلہ دیا، آج یہ مقالہ ''فروغِ نعت میں 'سیارہ' کا کردار: اسلامی ادب کے تناظر میں''، مکمّل ہوا۔ لیجیے حاضر ہے۔ اس پر نظر ثانی نہیں ڈال سکا ہوں۔ اسے ذرا غور سے دیکھ لیجیے۔ جملے وغیرہ درست ہیں اگر کہیں درستی کی ضرورت ہو تو ضرور کیجیے۔ اس میں قرآن و سنت کے حوالے سے مباحث میں جو اس کی قدر و قیمت میں اضافہ کا موجب ہوں گے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مزید مواد یہ ہے:

۱۔ تقریباً شماروں کی تعداد پچاس ہے۔ ان کی حمد و نعت کی فوٹو اسٹیٹ بھی شامل ہیں۔

۲۔ چند مقالے میری نظر میں اہم ہیں جو نعت اور اسلامی ادب کے حوالے سے ہیں۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) قیوم نظر کی نعت گوئی از پروفیسر افضل حسین علوی
(۲) اردو تنقید اور ترقی پسند تحریک از ڈاکٹر ملک حسن اختر
(۳) اس ہستی کو جان لیجیے۔ از ایس ایچ پاشا۔ ترجمہ: بشیر ساجد
(۴) ادب میں نعت شریف کا مقام از ڈاکٹر عبدالمغنی، پٹنہ
(۵) نعت کا فن از ڈاکٹر شاہ رشاد عثمانی، جمشید پور
(۶) تعمیری ادب کی فکری بنیادیں۔ از ڈاکٹر احمد سجاد، رانچی
(۷) اسلامی ادب۔ ماضی و حال کے آئینے میں از سیّد عبدالباری، سلطان پور
(۸) اردو ادب میں مغرب کی بازیافت از ڈاکٹر عبدالمغنی، پٹنہ
(۹) گوشۂ خاص: بیادِ احسان دانش مرحوم صفحات ۹۳ تا ۱۶۱
(۱۰) نعت میں نئے اسلوب کا شاعر۔ سرو سہارن پوری۔ از نعیم صدیقی
(۱۱) حافظ مظہر الدین کی نعت گوئی از جمیل ملک
~~~~~~

گزشتہ دنوں ''نعت رنگ'' کے سلسلے میں ٹیلی فون پر آپ سے بات ہوئی تھی اور میں نے اس کی آئندہ اشاعت کے لیے اپنے مقالہ کا عنوان گوش گزار کیا تھا کہ ''تمنائے مدینہ نعت کے آئینہ میں'' تحریر کر رہا ہوں۔ جو سابقہ شائع شدہ مقالات کے ساتھ شامل ہو کر ایک تفصیلی مطالعہ بن جائے گا مگر آپ نے سر دست اس کو مؤخر کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے ایک اور اہم مقالہ تحریر کرنے کی جانب توجہ دلائی۔

آپ نے حسبِ سابق آئندہ شمارے کے لیے مجلّہ ''سیارہ'' لاہور میں صنف نعت کی وقیع فکری و ادبی خدمات کا جائزہ حیطۂ تحریر میں لانے کا خیال ظاہر کیا اور اس کا عنوان کچھ یوں تجویز کیا، ''فروغ نعت میں سیّارہ کا کردار، تحریکِ اسلامی ادب کے تناظر میں۔'' واقعی ''نعت رنگ'' کی ادبی و علمی مساعی کے لحاظ سے یہ صائب تجویز ہے۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ ''نعت رنگ'' نے نعت کے توسیعی مطالعہ میں اہم کردار ادا کیا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہا ہے۔ واقعی اس میں مبالغہ نہیں کہ آپ عصر حاضر میں اصنافِ سخن میں نعت کو نہ صرف معیار کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ بنانے کے خواہاں ہیں بلکہ دیگر مقبول اصناف مثلاً غزل، نظم وغیرہ کی طرح بامِ عروج تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ''نعت رنگ'' کا کردار دیگر معاصر نعتیہ جرائد کے مقابلے میں زیادہ رفیع و وسیع ہے۔ اسے ایک جملۂ معترضہ سمجھیے۔

میرے ذہن نے اسی مقالہ کا خاکہ مرتب کرنا شروع کر دیا ہے اور سیارہ کی فائل جو میرے کتب خانہ میں موجود ہے، اسے سامنے لا رکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں سیّارہ کے موجودہ مدیر جناب حفیظ الرحمٰن حسن سے بھی میں نے رابطہ کیا ہے۔ انھوں نے اسلامی ادب کے بارے میں کئی باتیں بتائی ہیں اور ایک کتاب ''اردو میں تحریکِ ادب اسلامی'' [۱] کا ذکر بھی کیا ہے جبکہ سیارہ میں شامل نعتیں بھی معیاری ہیں، کا تذکرہ کیا ہے۔

چناں چہ جب کل اس سلسلہ میں آپ کو تفصیل بتائی تو آپ نے بھی بتایا کہ اسلامی ادب پر ایک مقالہ جناب ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کی نگرانی میں تحریر ہوا ہے، اس کو دیکھ لیا جائے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ڈاکٹر صاحب میرے بھی محسن ہیں۔ ایم فل اقبالیات میں میرے بھی ٹیوٹر رہے ہیں۔ میں ان سے بات کرتا ہوں۔ وہ گفتگو بھی آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔

جناب ڈاکٹر عقیل صاحب سے اسی مقالہ کے سلسلے میں بات ہوئی کہ میں فروغِ نعت اور تحریک ادب اسلامی میں سیارہ کا حصہ پر ایک مقالہ تحریر کر رہا ہوں اور جو اسلامی ادب پر آپ کے زیرِ نگرانی مقالہ پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے اسے دیکھنا چاہتا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ وہ پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے جو یونی ورسٹی میں پیش تو ہو گیا ہے مگر ابھی آخری مراحل باقی ہیں۔ دو تین ماہ بعد ہی اس کا مطالعہ ہو سکے گا۔ پھر انھوں نے بھی شائع شدہ مذکورہ بالا کتاب کا تذکرہ کیا کہ اسے دیکھ لیں اور اس مقالے کے عنوان کو بھی پسند فرمایا۔

یہ سب تفصیل میں آپ کی خدمت میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ میری خواہش ہے کہ یہ مقالہ بھی معیاری ہو اور ''نعت رنگ'' کے معیار پر پورا اترے۔ ہاں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ مذکورہ کتاب تک رسائی ہو گئی ہے۔ ان شاء اللہ ایک دو روز تک وہ کتاب سرائے اردو بازار لاہور کے توسط سے پہنچ جائے گی۔

آپ کی توجہ اور تحریر کے لیے معاون لوازمہ کی تفصیل سے آگاہی کے لیے ممنون ہوں۔ صحت کے لیے اپنی خصوصی دعاؤں میں شامل رکھیے۔

گوہر ملسیانی

۱۔ ''اردو میں اسلامی ادب کی تحریک''/ مہر اختر وہاب، ۲۰۱۳ء، اسلام آباد: پورب اکادمی، ۲۵۱ص

دومضامین ''ادب اور صنفِ نعت کے تقاضے'' اور ''اردو نعت حقائق کے آئینے میں'' سہ ماہی الزبیر، بہاولپور یا کسی اور جریدے میں شائع ہوئے تھے، میرے ریکارڈ میں موجود تھے ان کی نقول ارسال کر رہا ہوں۔

کچھ شائع شدہ اور کچھ غیر شائع شدہ مقالات میرے پاس ہیں، ان کو ''مقالاتِ نعت'' کے عنوان سے کتابی صورت میں لانے کا ارادہ ہے، چار تو وہ مقالے ہیں جو نعت رنگ میں شائع ہوئے۔ دو تین مقالے ہیں جو ''نعت کے ارکانِ خمسہ'' کے لیے تحریر کیے تھے ان میں دو تو تقریباً مکمّل ہیں اور ایک ابھی شروع نہیں کیا ہے۔

میرا خیال ہے نعت رنگ پر مقالے کو مؤخر کر دوں تو یہ کتاب مکمّل ہو جائے گی آپ کی رائے کا منتظر ہوں اگر اسی نعت رنگ کے شمارے میں نعت والے مقالے کو شامل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اسے تحریر کر دوں۔ ہفتہ عشرہ میں ارسال کر سکوں گا۔

~~~~~~

ماجد خلیل (کراچی)

۳۱/مارچ ۲۰۰۹ء

محترم سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اُمید کہ مزاجِ گرامی مع الخیر ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کا بصارت افزا و بصیرت افروز شمارہ نمبر ۲۰ موصول ہوا جو ہمیشہ کی طرح وقیع اور پُر از معلومات ہے۔ خادم نعت گوئی کی حیثیت سے سب سے پہلے نعتیں پڑھیں۔ سب کی سب اچھی ہیں۔ بحیثیت مجموعی جیسا کہ عرض کیا شمارہ ہٰذا عمدہ اور قابلِ تعریف ہے البتہ کہیں کہیں کتابت/ طباعت کا نقص کھلتا ہے جو بہر حال کوئی زیادہ قابلِ اعتراض بات نہیں ہے۔ ایسا نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

پیشِ نظر شمارہ میں ''طلوعِ فجر'' کے عنوان سے محترم ریاض حسین چودھری صاحب کی طویل معرّا نعتیہ نظم کے تیس بند ہیں۔ محترم شاعر نے ابتدا میں وضاحت کی ہے کہ نظم ہٰذا ۱۲/ربیع الاوّل یعنی پیدائشِ رسولِ مقبول ﷺ کے حوالے سے ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے مگر چند مقامات محلِ نظر ہوئے مثلاً نظم کے ہر بند کا پہلا مصرع ''افلاک پر ہے دھوم کہ آتے ہیں وہ رسول'' حضور ﷺ کے سفرِ معراج کا تاثر دیتا ہے حالاں کہ آگے چل کر بات واضح ہو جاتی ہے۔ نظم کے بند نمبر ۶ کے چوتھے مصرعے میں لفظ ''کُلمہ'' باندھا گیا ہے جب کہ اسے کلمہ یعنی ل متحرک بالکسر ہونا چاہیے۔ نظم کے بند نمبر ۹ کے تیسرے مصرعے میں ''چہرے کی اُترن'' کی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی وہ بھی حضورِ پُر نور ﷺ کی ذاتِ گرامی قدر کی مناسبت سے اسی بند کے آخری مطلع نما شعر میں قلم کے لیے کہا گیا کہ ''پڑا رہے'' اور ''کھڑا رہے'' یہ ترکیب بھی عجیب ہے خصوصاً ایک ہی وقت میں۔ اسی طرح نظم کے بند نمبر ۲۱ کا دسواں مصرعہ ''اشکوں نے جھک کے نقشِ کفِ پا اُٹھائے ہیں'' توجہ طلب ہے۔ اگر اشکوں کے بجائے پلکوں ہوتا تو زیادہ صحیح ہوتا۔ نظم کے ۲۳ویں بند کا ۱۱واں مصرعہ ''قندیل آرزو کی بدن میں جلی رہی'' کے بجائے ''قندیلِ آرزو مرے دل میں جلی رہی'' ہونا چاہیے تھا کیوں کہ شعر کے دوسرے مصرعہ ''روشن حریمِ ذہن میں ان کی گلی رہی'' میں لفظ ''ذہن'' سے ''دل'' کی مناسبت قائم ہو جاتی۔ ویسے بھی ''بدن'' کہنے کے بعد ذہن کے لیے الگ گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔

رحمانی صاحب شمارہ کا نثری حصہ بھی ہمیشہ کی طرح وقیع اور پُر از معلومات ہے اور قاری کے لیے اس کی توفیق کے مطابق حصولِ معلومات کا ذریعہ ہے۔ میں کسی علمی، مسلکی یا فنی بحث میں پڑے بغیر اپنے مزاج کے مطابق ہر تحریر سے نظم ہو یا نثر استفادہ کرنے کی سعی کرتا ہوں اور اپنے ذہن کو کسی بحث میں الجھائے بغیر اپنے ذوق کے لیے تسلّی یاب معلومات حاصل کر کے شکر گزار ہوتا ہوں۔

خطوط کے حصے میں حضرت علامہ کوکب نورانی صاحب کا مقالہ نما خط ہمیشہ کی طرح بہت معلوماتی اور بصیرت افروز ہے۔ بلاشبہ علامہ موصوف
~~~~~~

دلائل کی روشنی میں ہر اہم نکتہ کا تجزیہ فرماتے ہیں اور نعت و آدابِ نعت کے حوالے سے اتنا مواد فراہم کرتے ہیں کہ چاہنے والے قاری کی تسلّی ہو جاتی ہے۔ نہ چاہنے والے قاری کے لیے کیا کہا جا سکتا ہے۔

رحمانی صاحب! میں ''نعت رنگ'' کے توسط سے جملہ اہلِ علم ودانش سے اپنی ایک اشکال نما سوچ کے بارے میں رہنمائی چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ لفظ ''نبی'' کے لغوی معنی ذہن میں رکھتے ہوئے الفاظ 'ہمارے نبی' ''میرے نبی'' یا ''میرے رسول پاک'' وغیرہ کہنا یا لکھنا کہاں تک درست ہے۔ جب کہ ہم 'اللہ کے نبی' اور 'اللہ کے رسول' بھی لکھتے، پڑھتے اور سنتے ہیں۔ اگر میرا مقصدِ تحریر یا اشکال واضح ہے تو صاحبانِ علم رہنمائی فرمائیں، کرم ہوگا۔

ایک اور اہم مسئلہ کی جانب صاحبانِ علم وبصیرت کی توجہ چاہتا ہوں اور وہ ہے ''غزل میں نعت''۔ اس موضوع پر کافی لکھا جا چکا ہے۔ خصوصاً ہمارے محترم ڈاکٹر کشفیؒ نے فیصلہ کن خیالات پر مبنی وافر مواد فراہم کیا ہے۔ اس حوالے سے میرے ناپختہ ذہن میں اشکال پیدا ہوا سو میں نے اپنے ایک عزیز دوست ندیم ہاشمی کے ہمراہ ڈاکٹر کشفیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے فکری تردد کا مؤدبانہ اظہار کیا۔ میں نے عرض کیا کہ نعت گوئی ایک عبادت اور عبادت بغیر ارادۂ دل یعنی نیت خالص کے نہیں ہوتی تو پھر کسی شاعر کے غیر نعتیہ کلام میں نعت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر کشفیؒ صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شاعر کے لاشعور میں موجود جذبہ یا خیال جو اس کی غزل، نظم یا قصیدہ وغیرہ میں حمد یا نعت کا شعر کہلوا دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت حمد ونعت لاشعور نہیں عین شعور کی بات ہے اور یہ کہاں کا انصاف ہے کہ شاعر بالقصد اپنے مربی/دوست کا قصیدہ لکھے یا دوسرے اشعار کہے اور ہم اس میں نعت تلاش کریں۔ بہر حال یہ گفتگو نتیجہ خیز نہ رہی۔ اہلِ دانش اس موضوع کے حوالے سے اگر رہنمائی فرمائیں تو شاید میرا یہ فکری تردد دُور ہو سکے۔

آئندہ شمارہ کے لیے ایک نعت منسلک ہے ان شاء اللہ پسند آئے گی۔

والسّلام

آپ کے اور ''نعت رنگ'' کے لیے دعا گزار

ماجد خلیل

☆ ماجد خلیل (۱۹۴۰ء۔ ۲۶ جنوری ۲۰۱۶ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''روشنی ہی روشنی''، ''نور ہی نور''، ''فرحتِ حرف''، اعزاز: ''قومی سیرت ایوارڈ'' (۲۰۰۳ء)۔

مبارک حسین مصباحی، مولانا (مبارکپور، انڈیا)

۷/جون ۲۰۰۰ء

محبّ مکرم جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم! مزاجِ مبارک۔

عرصے سے ''نعت رنگ'' کی زیارت نہیں ہوئی۔ ہم ''اشرفیہ'' [۱] پابندی سے روانہ کر رہے ہیں، اُمید کہ دست یاب ہو رہا ہوگا۔ اردو شاعری کی حیات وترنگ کے لیے نعتیہ شاعری نے آبِ حیات کا کام کیا۔ اے کاش اُردو ناقدین اسے محسوس کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر وہمت کو مزید استحکام عطا فرمائے۔ آمین

ایک نئی کتاب ''شہرِ خموشاں کے چراغ'' [۲] پیش ہے۔ اُمید کہ پسند کریں گے۔ دو نسخے ہیں ایک آپ کے لیے، ایک نسخہ پر اپنے کسی پسندیدہ ناقد وادیب سے مضمون لکھوا دیں۔

نوٹ: ''نعت رنگ'' کے تازہ شماروں کا مجھے انتظار رہے گا۔ رضا نمبر کے بعد کچھ نہیں دیکھا۔

فقط۔ والسّلام

مبارک حسین مصباحی

☆ مولانا مبارک حسین مصباحی (پ: ۱۹۶۷ء)، عالم دین، ادیب، محقق، مدیر: ماہنامہ ''اشرفیہ''، مبارکپور، کتب: ''شہرِ خموشاں کے چراغ'' ودیگر۔
ا۔ ماہنامہ ''اشرفیہ''، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا) کا عالمی ترجمان۔ ۲۔ ۲۰۰۹ء، مبارکپور: تنظیم ابنائے اشرفیہ، ۴۸۰ص

~~~~~~

17-04-2001

محترم المقام سید صبیح الدین رحمانی صاحب زید مجد کم!

السّلام علیکم! مزاجِ مبارک۔

چند ماہ پیش تر منعقد ہونے والی عالمی محفل میلاد میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے سر براہ اعلیٰ بھی شریک ہوئے تھے۔ وہ جب کراچی سے واپس تشریف لائے تو مجھے کچھ پاکستانی تحائف عطا فرمائے، ان میں ایک قیمتی تحفہ ''نعت رنگ'' نواں شمارہ بھی تھا دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ نعتیہ شعر و ادب کے مسائل پر بالکل پہلی بار اتنا وقیع رسالہ میری نظر سے گزرا ہے بلاشبہ آپ چیتے کا جگر اور شاہین کا تجسّس رکھتے ہیں۔ آپ کے فکر وفن کی علمی مردانگی کو جتنی بھی مبارک باد پیش کی جائے، کم ہے۔ نعت رسول مقبول خدائی موضوع ہے، مگر خدا جانے کیوں بندگان شعر وادب نے اس سے بے اعتنائی برتی ہے، مرثیہ تو ایک مستقل صنف بن کر ادبی درس گاہوں میں شامل نصاب ہو گیا لیکن سرورکونین فخر موجودات امام الانبیاﷺ کی مدح سرائی انتہائی آفاقی صنف سخن ہوتے ہوئے بھی لیت لعل کے مراحل سے گزر رہی ہے اس میں غیروں کی دست درازی سے زیادہ اپنوں کی کوتاہی کا دخل ہے، امام رضا کے شیدائیوں نے ادھر کچھ پیش رفت کی ہے۔ برصغیر کی کئی یونی ورسٹیوں میں اب نعت رضا (حدائق بخشش) شامل نصاب ہوئی ہے۔ آپ کا یہ نعتیہ سفر اگر اسی برق رفتاری سے جاری رہا تو ایک دن علم وادب کے چاند سورج نعت نگاروں کی قدم بوسی کا بھی فخر حاصل کریں گے۔

پیش نظر نویں شمارے کے حوالے سے گفتگو آئندہ سپرد قلم کروں گا اس وقت خاصی مصروفیت ہے ''سیدین نمبر'' کی تیاریوں میں مصرف ہوں یہ نمبر امام احمد رضا بریلویؒ کے پیرخانے کے دو بزرگوں کے حوالے سے نکل رہا ہے یعنی حضرت سیّد العلما سیّد آل مصطفیٰ مارہروی اور حضرت احسن العلما سیّد مصطفیٰ حیدر حسن میاں مارہروی۔ قریب پانچ سو صفحات کی کتاب مکمّل ہو چکی ہے۔ آپ سے بڑے اخلاص و امید کے ساتھ عرض ہے کہ سیّدین کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے اپنا وقیع مضمون اوّلین فرصت میں ارسال فرما دیں۔ مواد برکاتی فاؤنڈیشن کراچی سے حاصل کر لیں۔ گفتگو طویل ہو گئی، معاف فرمائیں۔

ماہ نامہ ''اشرفیہ'' آپ کے نام جاری کیا جا رہا ہے، شعبہ نشریات کی مستقل بڑی لائبریری ہے، اہل قلم اس سے مستقل استفادہ کرتے ہیں، اگر ہو سکے تو سابقہ تمام شمارے ماہنامہ اشرفیہ کے نام ارسال فرما دیں ہم تبادلے میں حسب خواہش ہندوستانی کتب روانہ کر دیں گے۔

فقط۔ والسّلام

مبارک حسین مصباحی

~~~~~~

مجیداللہ قادری، پروفیسر ڈاکٹر (کراچی)

۲۵/اپریل ۲۰۱۶

کچھ نعت کے طبقے کا عالم ہی نرالا ہے　　　سکتہ میں پڑی ہے عقل چکر میں گماں آیا
(حسان الہند امام احمد رضا)

اللہ عزوجل نے اپنی آخری کتاب میں اپنے آخری نبی حضرت محمدﷺ کی مدح سرائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ورفعنا لک ذکرک ''اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا ہے۔'' اور نام چونکہ محمد رسول اللہ رکھا جس کی تعریف مکمّل ہی نہیں ہوسکتی اس لیے ہر زمانے میں اہلِ محبّت میں اہلِ محبّت آپ کی نعت کہہ کر اپنے رنگ کا حصّہ آپ کے حضور پیش کر کے اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ:

اے رضاؔ خود صاحبِ قرآں ہے مداحِ حضور　　　تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی
(حسان الہند امام احمد رضا)

دورِ حاضر میں پچھلے ۲۵ سالوں سے مسلسل نعت کی رنگت بکھیرنے والے اسی صاحبِ نعت حضرت محمدﷺ کے نور کا حصّہ پانے والے! واجب التعظیم محترم سید صبیح الدین رحمانی اپنے آقا و مولا حضرت محمدﷺ پر ہزاروں اہلِ محبّت کی طرف سے پیش کئے گئے رنگوں کو جمع کر رہے ہیں اور چند ماہ قبل ہی اس فقیر کو ''نعت رنگ کا ۲۵ واں گلدستہ پیش کیا اور حکم دیا کہ اس گلدستے کی جو خوشبو آپ کو محسوس ہو اس کا بھی اظہار بھی فرمائیے۔

راقم نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کی تعمیل کرتے ہوئے نہ صرف اس گلدستے کی مہک کو سونگھا بلکہ راقم کے پاس کئی پچھلے گلدستے تھے ان کو بھی سامنے رکھا اور ان کی خوشبوؤں سے اپنی روح کو معطّر کرتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ ان خوشبوؤں کی لہروں کو الفاظوں کی صورت میں منتقل کرنا شروع کیا اور اب پیشِ خدمت ہے رنگ مجید۔

راقم اردو ادب سے بالکل کورا ہے اور ساری زندگی علم حجریات پڑھانے میں گزار دی البتہ اس علم حجریات کے ذریعہ نعت ضرور سمجھ میں آئی۔

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے　　　اس خاک میں مدفون شہہِ بطحا ہے ہمارا

اسی شہہ بطحا سے محبّت اور عقیدت کرنے والے سیکڑوں نہیں بلکہ عشاق رسول کے منظور و منشور کلام کو حضرت سید صبیح الدین رحمانی اپنے سالانہ نعت رنگ کے گلدستے میں سجاتے ہیں آپ یہ کام تسلسل کے ساتھ پچھلے ۲۵ سالوں سے انجام دئے رہے ہیں اس استقامت پر لاکھوں سلام کہ اس دورِ نفسانفسی میں بھی نورِ مجسّم حضرت محمد مصطفیٰﷺ کے چشم و چراغ اس سلسلے کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ پاک ان کو اور ان کے ادارۂ نعت ریسرچ سینٹر کے تمام ہی احباب کو نظرِ بد سے بچائے اور تادمِ حیات اس کام کو یعنی اس گلدستہ کو ہر سال اسی طرح سجانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت صبیح الدین دورِ حاضر میں اس کام کو جس طرح آگے بڑھایا ہے قابلِ تحسین ہے۔ برصغیر میں درجنوں ادارۂ اردو ادب کے حوالے سے کام کر رہے ہیں مگر اردو ادب کے اس شعبۂ ''نعت'' میں حضرت والا نے ۲۵ سال میں اتنا تحقیقی و علمی کام جمع کر لیا ہے کہ اگر ادارے کے افراد ''اُردو نعت انسائیکلو پیڈیا'' تیار کرنا چاہیں تا بآسانی یہ کام چند ضخیم جلدوں میں مکمّل کر سکتے ہیں ساتھ ہی ساتھ برصغیر کی ان تمام جامعات میں جہاں شعبۂ اُردو قائم ہے وہاں گوشۂ نعت قائم کر کے M.A کی سطح پر اردو ادب میں نعت گوئی پر Specialization بھی کرا سکتے ہیں۔

اس ''گوشۂ نعت'' کے لیے ادارہ نعت ریسرچ سینٹر کے ۲۵ گلدستے اور اس سے متعلق متعدد کتب Specialization کے Course Content کی ٹیکسٹ بکس کے طور پر استعمال کی جاسکتی ہیں اس سلسلے میں ڈاکٹر سہیل شفیق جو جامعہ کراچی میں شعبۂ اسلامی تاریخ کے ایک سینئر استاد ہیں اور نعت رنگ کے ابتدائی ۲۰ گلدستوں کے اشاریہ کے مرتب نگار ہیں کا رہاے نمایاں انجام دے سکتے ہیں۔ ادارے کے ایک ایک فرد جن میں ڈاکٹر عزیز احسن، ڈاکٹر

شہزاد احمد، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی اور ڈاکٹر داؤد عثمانی شامل ہیں اس نعت رنگ کے گلدستے کا مہکتا پھول ہیں نعت کے Specialization کا Syllabus با آسانی تیار کر سکتے ہیں۔ آخر میں اس گلدستہ نعت رنگ کے روح رواں کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جو نہ صرف اپنے گلدستے کو ہری بھری ڈالیوں اور تازہ مہکتے پھولوں سے سجا رہے ہیں بلکہ اس میں جگہ جگہ وہ خشک شاخیں بھی پرو رہے ہیں جو آہستہ آہستہ ہری بھری ہوتی جا رہی ہیں:

گنبد خضرا کے فیض عام سے ہرجگہ جلوہ نما ہے نعت رنگ
اور بھی ارضِ وطن میں ہیں ولے سب شماروں سے جدا ہے نعت رنگ

مجیداللہ قادری

☆ ڈاکٹر مجیداللہ قادری (پ: ۳ اپریل ۱۹۵۵ء)، پروفیسر (ر) شعبہ ارضیات، جامعہ کراچی، صدر: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)، چند کتب کے نام: ''معلّم کائنات ﷺ''، ''امام احمد رضا اور علمائے سندھ''، ''تذکرہ، تعارف۔ علامہ شمس الحسن بریلوی''، ''کنزالایمان میں سائنسی مصطلحات''، ''مجددالفِ ثانی، امام احمد رضا و حضراتِ نقشبندیہ''، ''درود وسلام کی حقیقت واہمیت''، ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''مجموعہ درود رضویہ'' ودیگر۔

محسن احسان، پروفیسر (پشاور)

برادرِ گرامی! السّلام علیکم!

''نعت رنگ'' کا پانچواں شمارہ مل گیا۔ آپ کی محبّتوں کا بے حد شکریہ۔ آپ بڑے باکمال اور ہنرمند نکلے۔ ایک ایسا سلسلہ کتاب شروع کر دیا کہ جس میں تمام عالم اسلام کی دعائیں اور برکتیں آپ کے ساتھ ہو گئیں۔ جس نام کی تپش سے فیض ہستی رواں اور خیمۂ افلاک ایستادہ ہے اس کے چاہنے والوں کی روز بروز افزائش اس بات کی دلیل ہے، اس کی شفاعتیں سب کے لیے جاری وساری ہیں اور جاں نثارانِ حبیب خدا میں دم بہ دم اخلاص واحترام کی دولتیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ اس دفعہ سبھی مقالات فکر وخیال کے نئے دریچے وا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط، اسحٰق قریشی، ڈاکٹر ہلال نقوی، رشید وارثی، عزیز احسن، نور احمد میرٹھی، منصور ملتانی، افضال احمد انوار، سبھی نے نعت کے نئے زاویوں پر اظہارِ خیال کیا ہے اور اس معدنِ اتقا اور سیّدالانبیا ﷺ کے حضور عجز ونیازمندی سے اپنی محبّتوں اور عقیدتوں کے چراغ روشن کیے ہیں۔ ان سب کے قلوب معرفتِ ذات سے سرشار اور منصب و مرتبہ رسالت کی عظمت سے آگاہ ہیں۔ علاقائی زبانوں میں نعت گوئی کی روایت پر خاطر غزنوی، آفاق صدیقی اور حافظ حبیب الرحمٰن کی کوششیں بھی لائق ستائش ہیں۔ نیاز فتح پوری بحیثیت نعت گو، محمد اقبال جاوید نے اس ناقد اور عالم کے اس پہلو پر روشنی ڈال کر اکثر قارئین کو چونکا دیا ہے اور پروفیسر عاصی کرنالی نے اپنی نعتوں میں وقت کا تلازمہ تلاش کر کے کسی دوسرے نعت گو شعرا کے ہاں اس تمازت کے بارے میں غور وفکر کرنے پر آمادہ کیا ہے۔

میری طرف سے آپ کو اور آپ کے تمام رفیقانِ کار کو محبّتوں بھرا اسلام، خدا آپ سب کی ہمتیں جوان اور حوصلے بلند رکھے... ہم دعا گوؤں میں ہیں۔

فقط
محسن احسان

☆ پروفیسر محسن احسان (۱۵/اکتوبر ۱۹۳۳ء۔ ۲۲ ستمبر ۲۰۱۰ء)، پروفیسر، شعبۂ انگریزی اسلامیہ کالج پشاور، تصانیف: ''ناتمام''، ''ناگزیر''، ''نارسیدہ''، ''اجمل واکمل'' (نعتیہ کلام)، ''مٹی کی مہکار'' (قومی نظموں کا مجموعہ)، ''اضافہ''، ''سخن سخن ماہتاب''، ''رباعیات خوش حال خان خٹک''، ''ناشنیدہ''، ''پھول پھول چہرے''، ان کے علاوہ انگریزی کے تین ڈراموں کے اردو تراجم بھی شائع ہو چکے ہے۔ اعزاز: صدارتی ایوارڈ برائے حسن کارکردگی۔

برادرِ محترم!

السّلام علیکم!

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ[ش ۱۵] ملا۔ آپ کی محبّت کہ آپ اس دُور افتادہ کو اس محبّت اور اخلاص سے یاد کرتے ہیں کہ خود ندامت کے احساس میں ڈوب جاتا ہوں کہ صبیح بھائی کی طرف سے اتنی کرم فرمائیاں اور مجھ نالایق اور نااہل کا یہ حال کہ بروقت جواب بھی ارسال نہیں کرسکتا۔ یہ شمارہ شائع کرکے آپ نے شیدائیانِ رسولِ پاک ﷺ کے دلوں پر مہرِ محبّت ثبت کردی۔ برادرِ گرامی ڈاکٹر کشفی کا مضمون 'نعت جگنوؤں کے تعاقب میں' بڑا پُر مغز اور نئے اندازِ فکر کی نمایندگی کرتا ہے۔ انھوں نے ماضی میں سفر کرکے اپنے قارئین کو بھی اپنی زندگی کے بہت سے نمایاں پہلوؤں کی سیر کرادی۔ دین و مذہب سے ان کی وابستگی ان کے آبا و اجداد کی ذہنی تربیت سے عبارت ہے۔ اسی طرح ریاض حسین چودھری نے نعت کی صورت پذیری کا موسم میں بہت سے جدید نعت نگاروں کے حوالے سے نئی سچائیوں تک رسائی حاصل کی۔ ان کی نظر گہری اور مطالعہ وسیع ہے، نعت میں جدید طرزِ احساس، پروفیسر فیروز شاہ کا مضمون بھی نعت کے نئے دریچے وا کرتا ہے۔ انھوں نے بہت سے نعت نگاروں کے اشعار مضمون کو مختلف عنوانات دے کر واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ ان کی فکر تازہ اور توانا ہے۔ مذاکرہ بھی دلچسپ ہے اور بہت سے لکھنے والوں کی ذہنی افتاد کا پتا چلتا ہے، ''نعت نگاری اور اہتزازِ نفس'' میں پروفیسر اقبال جاوید نے ایک نئے زاویے سے نعت نگاری کو شفاف آئینے سے دیکھا ہے۔ ''نعت میں نعت'' بھی بڑی کاوشوں سے لکھا ہوا ہے۔ لیکن 'مراٹھی میں ذکرِ احمد ﷺ'، ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط نے اردو داں طبقے کو مراٹھی کے نعت گو شعرا سے متعارف کرواکر بڑا نیک اور مبارک کام سرانجام دیا ہے۔ حفیظ تائب پر مختصر سا گوشہ بھی خوب ہے۔ جتنے بڑے نعت گو حفیظ تھے، اس کے لیے مزید مضامین ہوتے تو بات زیادہ وقیع ہوجاتی۔ پروفیسر قیصر نجفی نے پروفیسر شفقت رضوی کے 'نعت رنگ کا تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ' میں 'نعت رنگ' کے حوالے سے بڑی دل کش اور خوب صورت باتیں کہی ہیں۔ وہ خود اچھے نعت نگار ہیں لیکن اس شمارے میں نعت نہ ہونے کی وجہ سے قیصر صاحب کی بڑی کمی محسوس ہوئی۔ جعفر بلوچ نے بھی اسد ملتانی[۱] کی یادوں کو تازہ کردیا۔ وہ جتنے اچھے نعت گو تھے اتنے ہی عمدہ غزل گو بھی تھے۔ میں نے انھیں دیکھا اور سنا ہے اور فخر محسوس کرتا ہوں کہ ان کے نیازمندوں میں ہوں۔

اللہ آپ کو تندرستی اور توانائی عطا کرے کہ ''نعت رنگ'' کے اس سلسلے کو جاری رکھیں اور تشنہ کامانِ شفاعت رسول کے تازہ فکری کے سامان مہیا کرتے رہیں۔ خدا آپ کو خوش و خرم رکھے اور اپنی لاتعداد نوازشات سے سرفراز کرے۔

دُعا گو

محسن احسان

۱۔ اسد ملتانی (۱۹۰۲۔۱۹۵۹ء)، اردو اور فارسی کے ممتاز شاعر، شعری کتب: تحفۂ حرم (نعت و سفر نامۂ حج)، کلیاتِ اسد ملتانی (مرتبہ: سید شوکت علی)

محمد صادق لالہ صحرائی (خانیوال)

۱۶/ جولائی ۹۷ء

مکرمی السّلام علیکم۔

گرامی نامہ مع ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارہ کے پرسوں موصول ہوا۔ جس کے لیے شکر گزار ہوں۔ آپ نے میری ناچیز نعت شائع فرمائی ہے۔ آپ کا مزید شکریہ۔

میں گزشتہ تین ماہ سے بینائی کے بحران میں مبتلا ہوں اور لکھنے پڑھنے سے معذور۔ اس ماہ کے اواخر میں میری آنکھ کا آپریشن ہوگا اس کے بعد

جو خدا کو منظور۔ میرے دو نعتیہ مجموعے اور ایک حمدیہ مجموعہ چند سال پہلے شائع ہوئے تھے۔ حمدیہ مجموعہ تو میرے پاس موجود ہے۔ لیکن نعتیہ مجموعے تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ تاہم ان شاء اللہ صحت یاب ہونے پر میں انہیں کسی طور حاصل کر کے آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ ''نعت رنگ'' کی اشاعت کی صورت میں آپ نے یقیناً ایک قابلِ قدر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو اس کا مطالعہ کروں گا۔ اور آپ کو اپنے تاثرات سے مطلع کروں گا۔ میری تازہ کتاب ''غزوات رحمتہ اللعالمین'' [ا] آپ کو پسند آئی جو میرا ایک اعزاز ہے۔ اس پر تبصرہ کے لیے پیشگی شکریہ قبول فرمائیں۔

خود لکھنے کی معذوری کے سبب یہ خط اپنے ایک عزیز سے لکھوا رہا ہوں براہِ کرم میرے حق میں دعائے صحت فرمائیں۔

پسِ نوشت: غالباً آپ کو محترمی عاصی صاحب نے بتایا ہوگا کہ بقول ان کے میری تالیف ''غزوات رحمتہ اللعالمین'' اردو شاعری میں اولین کوشش ہے جو محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ مکرر! اپنی ایک نعت بھی بغرض اشاعت ہمراہ ارسال کر رہا ہوں۔

والسّلام۔ مخلص

محمد صادق

☆ محمد صادق (۱۹۲۰ء۔۲۰۰۰ء)، قلمی نام: لالۂ صحرائی، اردو کے ممتاز نعت گو شاعر و ادیب، کتب: ''گلہائے حدیث''، ''پھولوں کے لیے پھول''، ''قلم سجدے''، ''نعت ہلارے''، ''قصیدۂ نعتیہ''، ''لالہ زارِ نعت''، ''نعت صدف''، ''نعت شفق''، ''نعت چمن''، ''نعت چراغاں''، ''بارانِ نعت''، ''نعت کہکشاں''، ''نعت سویرا''، ''نعت دھنک''، ''غزواتِ رحمۃ للعالمینؐ''، ''نعت ستارے''، ''نور منارہ''، ''نئے پھول پرانی خوشبو''، ''چمن میری امیدوں کا''، ''حرمتِ قلم''۔

ا۔ ''غزواتِ رحمۃ للعالمین''/ محمد صادق، ۱۹۹۷ء، کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر، ۲۰۰ص

~~~~~~

۱۶۔ مئی ۹۸ء

مکرّمی و محترمی، السّلام علیکم و رحمتہ اللہ

گرامی نامہ مجھے آج موصول ہوا، اور یہ جان کر بے حد حیرت بھی ہوئی اور دکھ بھی، کہ ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کے بارے میں میرے تاثرات اور نعتوں پر مشتمل جو خط میں نے آپ کو ارسال کیا تھا، دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود وہ آپ کو موصول نہیں ہُوا، جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا تھا، میرا متذکرہ مکتوب رجسٹرڈ تھا، اور اسے میں نے ''جہانیاں پوسٹ آفس'' کی رسید نمبری ۱۴۰۸ مجریہ 10.3.98 کے مطابق یہاں سے رجسٹرڈ کرایا تھا، ایک رجسٹرڈ خط کا گم ہو جانا بہت افسوسناک ہے۔ آپ براہِ کرم اپنے دفتر کا ایک مرتبہ پھر احتیاط کے ساتھ جائزہ لیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خط آپ کی کراچی سے عدم موجودگی کے دوران آپ کے ہاں پہنچا ہو۔ اور پھر ادھر اُدھر رل مل گیا ہو۔ میں نے اس ضمن میں مقامی پوسٹ آفس کو شکایت تحریر کی ہے۔ آپ کے ہاں جس پوسٹ آفس کے ذریعہ ڈاک تقسیم ہوتی ہے۔ آپ بھی براہِ کرم خط کے مندرجہ بالا کوائف رجسٹری بتا کر ان سے معلوم کریں۔ کہ آیا یہ خط ان کے ہاں موصول ہوا تھا؟ باقی نعتیں میں آپ کو مزید بھجوا سکتا ہوں، معاملہ تاثرات کا ہے۔ جس کے لئے خیالات دوبارہ جمع کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

مخلص

محمد صادق

~~~~~~

۸۔فروری ۹۹ء

عزیز مکرم، السّلام علیکم ورحمتہ اللہ،

گرامی نامہ موصول ہوا، میں چندروز کے لئے جہانیاں سے باہر چلا گیا تھا۔اس لئے جواب تاخیر سے پیش کر رہا ہوں۔

حرمین شریفین میں آپ کے لئے دعاؤں، اور مواجۂ شریف پر آپ کی طرف سے ہدیۂ صلوٰت وسلام نیز درخواستِ شفاعت پیش کرنے کی جو سعادت مجھے میسر آئی۔وہ سراسر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تھی، اور میرے جذبات محبّت کی آئینہ دار۔اس میں احسان کی کوئی بات نہیں۔

میری تالیف ''قلم سجدے''[۱] پر کوئی غیر مطبوعہ تبصرہ اس وقت میرے پاس موجود نہ تھا، تاہم آپ کے اشتیاق کے پیش نظر میں نے لاہور اپنے ایک عزیز کو فون کیا ہے۔جو Ph.D ہیں۔انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ہفتہ عشرہ کے اندر تبصرہ لکھ کر روانہ کر دیں گے۔موصوف بہت ذمہ دار آدمی ہیں۔لہٰذا اپنا وعدہ ان شاءاللہ پورا کریں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۶ مجھے تا حال موصول نہیں ہوا، کیا اس میں میری کوئی تحریر شامل تھی؟ نیز کیا اس وقت میری کوئی تحریر آپ کے ہاں بغرضِ اشاعت موجود ہے؟ میرے دو عدد کتابچے حال ہی میں چھپے ہیں۔ان کی تین تین کاپیاں ہمراہ ارسال ہیں۔ اپنی رائے ضرور لکھیے گا۔خاص طور پر قصیدۂ نعتیہ کے بارے میں۔

والسّلام۔مخلص

محمد صادق

۱۔''قلم سجدے''/محمد صادق،۱۹۹۳ء،کراچی: ادارہ مطبوعات تکبیر،۱۴۴ص

~~~~~~

۱۷۔فروری ۹۹ء

مکرمی! السّلام علیکم

گرامی نامہ مرقومہ ۱۱ فروری مجھے آج موصول ہوا۔اور یہ جان کر تعجّب ہوا، کہ میرا وہ عریضہ آپ کے ملاحظہ سے نہیں گزرا، جو میں نے مرسلہ کتابوں میں سے ایک کتاب کے اندر رکھ دیا تھا، براہِ کرم ان کتب کی پڑتال فرمائیے۔

میں نے اپنے خط میں عرض کیا تھا کہ میری کتاب ''قلم سجدے'' پر کوئی غیر مطبوعہ تبصرہ تو میرے پاس موجود نہیں۔البتہ آپ کی فرمائش کی تعمیل کی خاطر میں نے اپنے ایک Ph.D عزیز کو لاہور فون کیا ہے کہ وہ نیا تبصرہ لکھ کر آپ کو براہِ راست ارسال فرما دیں۔امید ہے ان کی جانب سے دریں اثنا آپ کو تبصرہ ملا ہوگا۔میں نے اطلاعاً یہ بھی گزارش کی تھی، کہ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۶ مجھے تا حال موصول نہیں ہوا، اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟

والسّلام۔مخلص

محمد صادق

~~~~~~

۲۶۔اکتوبر ۹۹ء

عزیز مکرم۔السّلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کا نوازش نامہ مرقومہ ۲۸ ستمبر مجھے یہاں بروقت موصول ہو گیا تھا، جس کے لئے ممنون ہوں۔امید ہے دریں اثناء آپ بیرونِ ملک سے بخیر وخوبی واپس تشریف لے آئے ہوں گے، میں اس امید کے تحت یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔

گزارش ہے کہ میں نعت کی ناچیز خدمت فقط اپنی مغفرت کی خاطر کر رہا ہوں، حاشا وکلاّ نہ مجھے داد مطلوب ہے۔نہ یافت اور نہ شہرت۔آپ شوق سے میری منظومات کو بے نام شائع فرما دیا کریں۔فروغِ حبّ حضور ﷺ ان شاء اللہ اس طرح بھی ہو جائے گی، جو میرا اصل مقصود ہے۔

میری کسی نعت یا کسی نعتیہ کاوش کا حامل پرچہ یا اس کی فوٹو سٹیٹ آپ مجھے نہیں بھجوا سکتے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ کوئی ایسی صورت نکالیے جس کے ذریعہ مجھے یہ معلوم ہوجائے، کہ میری کون سی تحریر آپ کے ہاں شائع ہوگئی ہے، اور اس میں کمپوزنگ وغیرہ کی کوئی غلطی تو نہیں رہ گئی؟ مزید برآں التماس ہے کہ براہ کرم چند منٹوں کی فرصت نکال کر کسی وقت میری ان منظومات کا صرف مصرعۂ اول مجھے لکھ کر ارسال فرمادیں۔ جو''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر۳ کے بعد اس میں شائع ہوئی ہیں۔ نیز کیا اس وقت آپ کے ہاں میری کوئی تحریر (قابل اشاعت) موجود ہے؟ جواب گرامی کے لئے ڈاک کا لفافہ ہمراہ ارسالِ خدمت ہے۔

میری کتاب ''قلم سجدے''، پر جس شمارے میں تبصرہ شائع ہوا ہے۔ اس کی ایک کاپی براہِ کرم مجھے بذریعہ V.P.P ارسال کردیں۔ تاکہ میں یہ کاپی تبصرہ نگار کو بھجوادوں، چونکہ میں نے یہ تبصرہ آپ کے ارشاد کی تعمیل میں موصوف سے فرمائش کرکے لکھوایا تھا، لٰہذا میرا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ میں اس تبصرہ کا حامل شمارہ ان کی خدمت میں پیش کروں۔ مزید گزارش ہے کہ مطلوبہ شمارہ ارسال کرنے میں ہرگز کسی تکلّف سے کام نہ لیں۔ میرا مطلب ہے کہ اسے V.P.P کے علاوہ کسی اور طریقہ سے ارسال نہ کریں۔ میں آپ کی مشکلات کو بخوبی سمجھتا ہوں، اور آپ کے مالی بار میں ہرگز اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ آپ کے ہاں میری کوئی تحریر منتظرِ اشاعت نہیں ہے۔ میں ان شاءاللہ آپ کو اپنی چند نگارشات بھجوادوں گا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی محبوبیت میں اضافہ کرے، آپ کو خیریت وسلامتی کے ساتھ ہمیشہ خوش وخرم رکھے اور جس قابل رشک کام کا بیڑا آپ نے حسبی اللہ اٹھا رکھا ہے۔ اس کی دنیاوی یافت کو بھی آپ کے عقبیٰ کے سرمائے میں شامل کردے۔ آمین

مخلص

محمد صادق

~~~~~~

محمد علی اثر، ڈاکٹر (حیدرآباد دکن)

۲۸/دسمبر ۲۰۰۱ء

سلام مسنون! ''نعت رنگ'' کے لیے میری اہلیہ (راحت سلطانہ)[۱] کے پی ایچ ڈی کے مقالے (علیم صبا نویدی[۲] کی نعتیہ شاعری)[۳] کے ایک باب کی تلخیص ''دکنی میں نعتیہ شاعری'' ارسالِ خدمت ہے۔ میرے دوست ڈاکٹر راہی فدائی نے اپنی ایک تازہ نعت شریف میری خواہش پر بھجوائی ہے۔ اگر آپ کو یہ مضمون اور نعت پسند آئے تو ''نعت رنگ'' شامل اشاعت کرکے ممنون فرمائیے۔

''نعت رنگ'' کے لیے ان شاءاللہ میں بھی لکھوں گا اور دوستوں سے بھی لکھواؤں گا۔ خدا کرے آپ مع الاخیر ہوں۔

دعا گو اور طالب دعا

محمد علی اثر

☆ ڈاکٹر محمد علی اثر (پ: ۱۹۳۹ء)، مصنّف، محقق، ادیب، شاعر، پروفیسر: شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، ویمنس کالج، حیدرآباد دکن۔ کتب: ''غواصی۔ شخصیت اور فن''، ''ملاقات''، ''شمع جلتی رہے''، ''دبستان گولکنڈہ۔ ادب اور کلچر''، ''دکنی اور دکنیات'' (وضاحتی فہرست)، ''تذکرۂ اردو مخطوطات'' (جلد ششم)، ''دکنی غزل''، ''دکنی کی تین مثنویاں''، ''دکنی شاعری۔ تحقیق وتنقید''، ''نظیر شناسی''، ''حرفِ نم دیدہ''، ''تحقیقی نقوش''، ''خامہ در خامہ''، ''جنوب کا شعروادب''، ''علیم صبا نویدی کے مضامین''، ''بنام علیم صبا نویدی''، ''نوادراتِ تحقیق''، ''دکنی غزلوں کا انتخاب''، ''نعت رسولِ خدا''، ''مثنوی اشتیاق نامہ''، ''مقالاتِ اثر''، ''اصغر ویلوری۔ فن اور شخصیت''، ''انوارِ خطِ روشن'' (حمد و نعت)، ''نگارشاتِ اثر''، ''تحقیقاتِ اثر'' و دیگر۔

۱۔ ڈاکٹر راحت سلطانہ (پ: ۱۹۴۸ء)، شاعرہ، ادیبہ، کتب: ''متاعِ شعروادب'' (۲۰۰۱ء)، ''گلدستۂ تہنیت'' (۲۰۰۱ء)، ''آئینۂ نقد ونظر'' (۲۰۰۳ء)۔

۲۔ علیم صبا نویدی (پ: ۱۹۴۲ء)، شاعر، ادیب۔ ۳۔ ۲۰۰۸ء، حیدرآباد دکن: نشاط پبلشرز، ۱۸۸ص
~~~~~~

محمد علی صدیقی شیدّا بستوی (بستی، انڈیا)

19-04-2003

محترم سید صبیح الدین رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

بہ ہزار دِقت کبھی کبھی ''نعت رنگ'' کے شمارے مل جاتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں شامل تمام مواد جس میں نعت پر تحقیقی مقالے، نعت کی تواریخ، نعت کی اہمیت وافادیت، اس کا دینی وروحانی پس منظر، حوالہ جات اور فنی ضروریات پر مبنی مضامین یقیناً آپ کی سعی جمیلہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ ایسا پُرمغز جریدہ شائع کرنے کے لیے میری مبارک باد قبول کریں۔ یہ ایک اہم دینی اور ادبی کام بے التفاقی کا شکار تھا جس کی طرف آپ نے توجہ دی اور ''نعت'' کو اردو ادب میں ایک صنف کی حیثیت دلانے میں آپ کی کوشش ان شاء اللہ ضرور اثر پذیر ہوگی۔ اپنی تمام دیدہ زیبی، ادبی اور علمی معیار رکھنے کے علاوہ آپ کا جریدہ اس لیے بھی اہم ہے کہ رسول مکرم ﷺ کے وہ شیدائی جو اپنے مخصوص ڈھنگ سے عقیدت کا اظہار کرتے ہیں، ان سب کو ایک کڑی میں جوڑتا ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کی کاوش کو قبولیت عطا کرے اور آپ کو مزید کامیابیوں سے ہم کنار کرے۔ آمین

مزید عرض ہے کہ حقیر اپنی نعتوں کا مجموعہ بہ عنوان ''الصّلوٰۃ والسّلام'' [۱] کی دو جلدیں آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہے۔ جیسا ہے جو کچھ ہے آپ کے سامنے ہے۔ آپ سے اس پر ''نعت رنگ'' میں تبصرے کی گزارش ہے۔ اُمید ہے کہ میری گزارش قبول فرما کر ''نعت رنگ'' کی قریب ترین اشاعت میں شامل کریں گے۔ اس عنایت کے لیے میں آپ کا شکر گزار رہوں گا۔ جس شمارے میں آپ تبصرہ شائع کریں اس کی صرف اطلاع بذریعہ خط مجھے دینے کی زحمت کیجیے گا۔ میں کسی ذریعے سے شمارہ حاصل کرلوں گا۔ شکریہ

خیر اندیش
محمد علی صدیقی

☆ محمد علی صدیقی، شیدّا بستوی، شاعر، ادیب، صدر: انتظامی کمیٹی، جامعہ حنفیہ بستی (انڈیا)، نعتیہ تخلیق: ''الصّلوٰۃ والسّلام''۔

۱۔۲۰۰۲ء، گاندھی نگر بستی (انڈیا)، ۱۲۴ص

~~~~~~

06-04-2009

گرامی قدر سید صبیح الدین رحمانی صاحب دام اقبالہ!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ایک طویل انتظار کے بعد ''نعت رنگ'' شمارہ ۲۰ پا کر بے حد مسرت ہوئی۔ آپ نے اس کی فراہمی کو آسان بنا کر ہم لوگوں پر بڑی عنایت فرمائی ہے۔ ''نعت رنگ'' کے سابقہ شماروں کی مانند یہ شمارہ بھی تمام خوبیوں سے مرصع ومزین ہے۔ اللہ ربّ العزت اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کو نعتیہ ادب کی بے لوث خدمت کے لیے خیر وبرکت سے نوازے (آمین)۔ ابتدائیہ میں آپ نے آج کے گرم ترین موضوع ''نقدِ نعت'' کے مسئلے پر علمی اور فکری انداز میں روشنی ڈالی ہے لیکن آپ کی تحریر ''اور نعت محض چند رسمی عقائد تک محدود نہ رہے'' کھٹکتی ہے کیوں کہ ''نعت'' تو اظہار عقیدے ہی کا نام ہے اس میں رسمی اور غیر رسمی کی کوئی تفریق نہ ہونی چاہیے۔ ایک دیگر پہلو سے آپ کا یہ انداز قابلِ ستائش وتقلید ہے کہ آپ نے نعتیہ ادب سے متعلق اہم شخصیات کے سانحۂ ارتحال کی خبر کو ابتدائیہ کا باوقار حصہ بنایا ورنہ اکثر رسم ادائیگی کے طور پر آخری صفحات میں وفیات کا ذکر کرتے ہیں۔

ویسے تو ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والے تمام مضامین ادبی، معلومات افزا اور معیاری ہوتے ہیں لیکن خطوط کا حصہ قارئین کی خصوصی دلچسپی کا حامل ہوتا ہے۔ شمارہ ۲۰ کے خطوط بھی کافی دلچسپی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ان میں محترم تنویر پھول کا مراسلہ خط سے زیادہ امام احمد رضا خاں
~~~~~~

فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر مختصر اور اچھا تبصرہ کہا جاسکتا ہے جس کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف ایک صاحبِ علم شخصیت ہیں۔اُنھوں نے اس خط میں اپنے دو اشعار شامل کر کے بلاضرورت اپنی تحریر کو ہلکا بنا دیا۔''تاریخ نجد وحجاز'' سے تنویر پھول صاحب خوب واقف ہوں گے۔اسی تناظر میں امام احمد رضا خاں نے اپنے اشعار میں تقریباً ڈھائی سو سال قبل کے اس نجدی اور اس کے پیروکاروں کا ذکر کیا ہے جس نے بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام کو خود ساختہ شرعی احکام کے بہانے جہاد قرار دیا تھا۔تنویر پھول صاحب خط میں شامل اپنے اشعار میں ایک طرف فرقہ پرستی سے نفرت کا اظہار کر رہے تو دوسری سمت مسلمانوں کے سب سے بڑے حلقے کو حلوہ اُڑانے والا کہہ کر ان کی تضحیک کر رہے ہیں۔اس طرح کی شاعری رحمان کیانی[۴] صاحب تک ہی محدود رہنے دیں تو بہتر ہے جن کی شاعری کچھ رزمیہ اشعار کے سہارے کھینچ تان کر اسلامی شاعری کے زمرے تو آسکتی ہے۔نعتیہ ادب سے اس کا کچھ لینا دینا نہیں ہے۔کسی ناگوار بات کے لیے معذرت خواہ ہوں۔اُمید ہے آپ مع الخیر ہوں گے۔

پس نوشت: ایک حمد اور دو نئی نعتیں بھیج رہا ہوں۔اس میں جو کچھ پسند آئے ''نعت رنگ'' میں جگہ دیں۔شکر گزار رہوں گا۔بصورتِ دیگر برا بھی نہیں مانوں گا۔

نیازمند

محمد علی صدیقی شیدا بستوی

~~~~~~

محمود احمد برکاتی، حکیم (کراچی)

۷/اپریل (دورانِ مطب)

اخونا الفاضل الاعز الکریم! سلاماً رحمۃً و برکۃً

کل مسجد میں آپ نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا اس کے سلسلے میں کچھ گزارش کر رہا ہوں۔دردِل! آپ کے اس رویے سے بخدا آپ کی شرافت نسبی و ذاتی اور حسن خلق اور میرے ساتھ آپ کی محبّت واخوت ومودّت کا نقش جمیل مزید گہرا اور چوکھا ہو جاتا ہے مگر پھر ایک بار بخدا آپ کے اس رویے سے میری جان ہلکان ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی برسوں اور کبھی مہینوں کی محنت اور ریاضت برباد ہو جاتی یا ہوتے ہوئے رہ جاتی ہے، آلِ ابلیس کا جو ایک فرد ۳۷/سال پہلے مجھ پر متعیّن کر دیا گیا تھا وہ ظالم بڑا فرض شناس واقع ہوا ہے اور کبھی نہیں چوکتا اور ایسے ہر موقع پر مجھے یہ یقین دلانے کے لیے اپنا پورا زور کلام آزماتا ہے کہ تم درحقیقت اسی اکرام کے مستحق ہو۔پھر اس سے مکالمے اور رویے کے بعد میں بُری طرح ہانپ جاتا ہوں، وہ ظالم الحمدللہ بالعموم ناکام رہتا ہے مگر کبھی کبھی کامیاب بھی ہوتا نظر آتا ہے۔اب تلک یہی نامطلوب ساعت جی چاہتا ہے کہ لوٹ کر نہ آئے، آپ جیسے مخلص اور محبّ پنے ایک مسکین نیازمند کو ابتلا میں نہ ڈالیں تو کیا ہرج ہو۔اخلاص ومودّت واخوت کا صلہ، توفیق حسن عمل کی دعا بھی ہو سکتی ہے، ایک اور صلہ نصیحت بھی تو ہے، کوتاہیوں اور لغزشوں پر گرفت اور تنبیہ! ہم باہم دگر یہ معاملہ کیوں نہ کریں۔

آپ کا حقیر بھائی

محمود بھائی

☆ حکیم محمود احمد برکاتی شہید (۱۹۲۶ء-۹ جنوری ۲۰۱۳ء)، فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل الطب والجراحت، مورخ، محقق، کتب: ''فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون''، ''شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان''، ''مولانا حکیم برکات احمد، سیرت وعلوم''، ''حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی''، ''مولانا سید برکات احمد ٹونکی''، ''مولانا معین الدین اجمیری، کردار وافکار''، ''شاہ ولی اللہ اور ان کے اصحاب''، ''سیرتِ فریدیہ'' ودیگر۔حکیم صاحب کی طبی وتحقیقی خدمات کے اعتراف میں آل انڈیا طبی کانفرنس نے ''سندِ امتیاز طب'' (۱۹۴۷ء) سے اور ہمدرد یونیورسٹی، کراچی نے ''ڈاکٹر آف سائنس'' کی اعزازی سند سے نوازا۔
~~~~~~

محمود الحسن چغتائی بن ثمر، حکیم (لاہور)

۱۴/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ۔۱۳/فروری ۲۰۰۳ء

جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب زاد لطفھم!

گرامی قدر۔سلام مسنون!

آپ کا والا نامہ موصول ہوا جس میں آپ نے جناب حکیم عبدالکریم صاحب ثمر مرحوم[۱] کا نعتیہ کلام کے لیے فرمائش کی ہے۔میں نعت ریسرچ سینٹر کے لیے اُن کی تین تصنیفات ارسال کر رہا ہوں:

(۱)''احسنِ تقویم''نعتیہ کلام[۲] (۲)''شاخِ سدرہ''نعتیہ کلام[۳] (۳)''لوح وقلم''نعتیہ اورغزل ونظم[۴]

آپ نے ٹھیک وقت پر خط لکھا کیوں کہ میں ۲۰/فروری ۲۰۰۶ء تک اسپین بیٹے کے پاس جا رہا ہوں جو وہاں پاکستان ایمبیسی میں تعینات ہے۔جوابِ خط سے ضرور سرفراز فرمائیے گا۔

دعا گو

محمود الحسن

☆حکیم محمود الحسن چغتائی بن ثمر

۱۔ حکیم عبدالکریم ثمر (۱۹۰۴۔۱۹۸۹ء)، حکیم، صحافی، قومی وملّی شاعر، اردو اور پنجابی دونوں زبانوں کے سخن ور، کارکن: تحریک پاکستان، کتب: ''سچی سرکار ﷺ'' (پنجابی زبان میں سیرت النبیؐ)، ''پاکستان اور مسلم لیگ'' (نظموں کا مجموعہ)، ''شعر والہام''، ''کاخ بلند''، ''گیاہ وگل''، ''نعت رسولِ کائنات ﷺ'' (ہجری ایوارڈ یافتہ)، اعزاز: ''تحریکِ پاکستان گولڈ میڈل'' (۱۹۸۷ء)

۲۔۱۹۸۲ء، لاہور: ایچ فاروق ایسوسی ایٹس، باراول، ۱۲۸ص

۳۔۱۹۸۷ء، لاہور: اعجاز ٹریڈرز، ۱۶۰ص

۴۔سن ندارد، لاہور: مکتبۂ نوائے وقت، ۲۲۴ص

مختار الدین احمد آرزو، ڈاکٹر (علی گڑھ)

۱۵/۳/۹۶ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

پیرزادا اقبال احمد فاروقی صاحب کی وساطت سے نعت رنگ کے دو خصوصی شمارے اور جانِ رحمت[۱] کا ایک نسخہ موصول ہوا، مسنون ہوا۔ رات ہی سرسری طور پر تینوں کتابیں دیکھ گیا۔صرف نعت گوئی کے موضوع پر اتنے ضخیم نمبر نکالنا اور مفید اور قیمتی مضامین شائع کرنا آسان کام نہیں۔آپ نے بڑی محنت کی ہے۔خدا آپ کو خوش وخرم رکھے۔

جانِ رحمت کے اشعار پسند آئے اور کچھ تو ایسے شعر پڑھنے کو ملے جو بہت دنوں تک یاد رہیں گے۔اللہ یہ سلسلۂ شوق دراز کرے۔

اُمید آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

پس نوشت: میرے ذخیرۂ کاغذات میں مولانا عبدالماجد بدایونی علیہ الرحمۃ کے صاحب زادے کی دو نعتیں انھی کے قلم کی لکھی ہوئی کہیں محفوظ ہیں۔ مل گئیں تو بھیج دوں گا۔

والسّلام

مختار الدین احمد

☆ ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو (۱۴ نومبر ۱۹۲۴۔۳۰ جون ۲۰۱۰ء)، محقق، مدوّن، غالبؔ شناس، مخطوطہ شناس، مکتوب نگار، شاعر، پروفیسر وصدر، شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، مدیر: ''علی گڑھ میگزین''، کم وبیش ستر کتب کے مصنّف، مولف اور مترجم، چند کتب کے نام: ''فہرستِ نمائش گاہ مخطوطات ونوادر کتاب خانۂ مسلم یونیورسٹی

علی گڑھ‘‘، ’’احوالِ غالب‘‘، ’’نقدِ غالب‘‘، ’’تذکرۂ شعرائے فرخ آباد‘‘، ’’سیرِ دہلی‘‘، ’’گلشنِ ہند‘‘، ’’تذکرۂ آزردہ‘‘، ’’دیوانِ حضور عظیم آبادی‘‘، ’’عبدالحق‘‘، ’’ذاکر صاحب کے خط‘‘، ’’حیات ملک العلماء‘‘، ’’کربل کتھا‘‘۔

ا۔ ہلال جعفری، ۱۹۶۶ء، ملتان: دانش کدہ اوصاف، باردوم، ۹۶ص

~~~~~~

مسرور احمد زئی، ڈاکٹر (حیدر آباد)

۳/جنوری ۲۰۰۰ء

عزیزم برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ واصل عثمانی کا مضمون آپ کو اب تک نہیں ملا۔ میں تو ۱۱/نومبر ۱۹۹۹ء کو رجسٹرڈ ڈاک سے (ٹی اینڈ ٹی فلیٹس) کے پتے پر ارسال کر چکا ہوں، تقریباً ۲ ماہ ہونے کو آئے۔ رجسٹرڈ ڈاک کی رسید اپنے خط کے ساتھ ملفوف کر رہا ہوں۔ اگر چہ یہ مضمون ’’عبارت‘‘ کے تازہ شمارے میں شامل ہے لیکن پرچے کی اشاعت سے قبل ہی میں نے صرف اس لیے بھجوا دیا تھا کہ وہاں نمبر میں تاخیر نہ ہو۔ ’’عبارت‘‘ انوار بھائی[ا] نے آپ کو پہنچانے کا کہا تھا اس لیے میں نے یہاں سے پوسٹ نہیں کیا، بہرحال یہ حاضر ہے۔

وعدے کے مطابق تمام کام ہوئے ہیں۔ اپنا مضمون بھی نذر کرتا ہوں۔ مختصر ہے مگر منفرد موضوع ہے۔ موضوع کا اندازہ آپ کو مضمون مکمّل پڑھ کر ہوگا۔ ممکن ہے پسند آئے۔ میں پڑھنے کا شوق لکھنے سے زیادہ رکھتا ہوں، اس لیے لکھنا بڑا مسئلہ رہا ہے۔ آپ نے ایک واقعہ سنایا تھا، اُسی پر مضمون لکھنے کی کوشش کی ہے۔ انوار صاحب سے بھی لکھوائیے اُن کی نثر دیکھ کر لکھنے میں میری ہمت جواب دے جاتی ہے، کاش کبھی ایسا لکھ سکیں۔

ان دنوں ’’عبارت‘‘ (ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نمبر) میں ترمیم و اضافے کے ساتھ دوسرے ایڈیشن کی کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ ’’عبارت‘‘ کے لیے ایک مضمون آپ بھی لکھیئے۔

’’بیسویں صدی میں نعتیہ رجحان‘‘ اگر آپ لکھیں تو کیا کہنے، ورنہ کسی سے لکھوا کر دیں۔

’’نعت رنگ‘‘ کے دو شمارے یکجا تو آپ نے مجھے عطا کیے تھے۔ اگر تازہ اشاعت ہے تو میں بھائی سے حاصل کرلوں گا۔ ڈاکٹر صاحب قبلہ کی طبیعت ان دنوں بڑی ناساز ہے۔ اب تو عید بھی قریب ہے۔ اس کے فوراً بعد ان سے بھی کچھ لکھوانے کی کوشش ضرور کروں گا۔ ابوالخیر کشفی صاحب سے کہیے میرے خطوط میں سے کسی کا جواب تو دے دیں۔ اُن سے بڑے اہم سوالات کیے ہیں۔ نمبر کب تک آرہا ہے؟ اس خط کی رسید ضرور دیجیے، طبیعت پریشان رہے گی۔

خیر اندیش

مسرور احمد زئی

☆ ڈاکٹر مسرور احمد زئی (پ: ۱۹۶۵ء)، ادیب، محقق، مدیر سہ ماہی ’’عبارت‘‘ (حیدر آباد)، کتب: ’’مواطن کثیرۃ‘‘، ’’ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا بچپن‘‘، ’’ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان: حالات، علمی و ادبی خدمات‘‘ (پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ، ۲۰۰۶ء)۔

ا۔ پروفیسر انوار احمد زئی (۸ ستمبر ۱۹۴۴ء۔ ۳۱ مئی ۲۰۲۰ء)، ماہرِ تعلیم، ادیب، ڈرامہ نگار، محقق، دانشور، چیئرمین انٹرمیڈیٹ بورڈ آف ایجوکیشن، کراچی، کتب: ’’درد کا رشتہ‘‘، ’’آنکھ سمندر‘‘، ’’دیس پردیس‘‘، ’’اپنوں کے درمیان‘‘ ودیگر۔
~~~~~~

مشاہد حسین رضوی، محمد، ڈاکٹر (مالیگاؤں، انڈیا)

04-01-2012

وعلیکم السّلام!

آپ کو اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ میں نے ''مفتی اعظم ہند نوری بریلوی کی نعتیہ شاعری'' پر ڈاکٹر امبیڈکر مراٹھواڑا یونیورسٹی اورنگ آباد دکن سے پی ایچ۔ ڈی مکمّل کر لیا ہے۔ میری ۱۶ کتب شائع ہو چکی ہیں۔ ایک نعتیہ دیوان لمعات بخشش [۱] اور صنعتِ تشطیر پر ایک شعری مجموعہ تشطریات بخشش [۲] منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ ان شاء اللہ PDF فائلز اور مضامین بھیجوں گا۔

محمد مشاہد حسین

☆ ڈاکٹر محمد مشاہد حسین رضوی (پ: ۱۹۷۹ء)، محقق، نقاد، ادیب، نعت گو، چند کتب کے نام: ''چہل حدیث مع گلدستۂ حدیث''، ''سرکارِ دو عالم ﷺ کی خوش طبعی''، ''اردو کی دلچسپ اور غیر معروف صنعتیں''، ''شہنشاہِ اقلیم ولایت (تذکرۂ غوثِ اعظم)''، ''کعبۂ نیاز مندانِ عشق'' (تذکرۂ غریب نواز)، ''نعت کی خوشبو گھر گھر پھیلے''، ''نثرِ رضا کے ادبی جواہر پارے''، ''دارالعلوم حنفیہ سنّیہ: ایک اجمالی تاریخی منظر نامہ''، ''عملی قواعدِ اردو''، ''تذکرۂ مجیب''، ''جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کا فتوائے جہاد اور علامہ فضل حق کا قائدانہ کردار''، ''شادی کا اسلامی تصور''۔

۱۔ ۲۰۰۹ء، مالیگاؤں: شاعر خود، ۲۴۰ص ۲۔ ۲۰۱۱ء، کرناٹک: ادارۂ فکرِ نعت، ۵۶ص

~~~~~~

مشرف حسین انجم، ڈاکٹر (سرگودھا)

21-11-2004

محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عید الفطر کے موقع پر آپ کی جانب سے عید کارڈ کی شکل میں عید مبارک کا پیغام موصول ہوا۔ دل خوشی و مسرت کے جذبات سے ہمکنار ہوا۔ یہ آپ کی عظمت ہے کہ آپ نے مجھے یاد کیا۔ بہت بہت شکریہ!

انشاءاللہ آپ سے رابطہ رہے گا اور آپ کی محبّتوں کا جواب محبّتوں سے دیا جاتا رہے گا۔

ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اجازت

والسّلام

محمد مشرف حسین انجم

☆ ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم (پ: ۷ مئی ۱۹۶۹ء)، شاعر، ادیب، مدیر: کتابی سلسلہ ''خوشبوئے نعت'' (سرگودھا)، چیئرمین فروغِ نعت کونسل، وائس چیئرمین ساغر صدیقی رائٹرز کونسل (انٹرنیشنل)، سرگودھا، ۳۰ سے زائد کتب کے مصنّف، چند کتابوں کے نام: ''بکھری ہے تیری خوشبو''، ''تیری شان جل جلالہ''، ''سبز گنبد کے خیالوں میں''، ''صدقہ ہے مدینے والے کا''، اعزاز: نیشنل بک فاؤنڈیشن ایوارڈ۔

~~~~~~

محترم بھائی سید صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
اُمید ہے آپ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اپنے نبی مکرم ﷺ کی رحمت کے طفیل خوش وخرم ہوں گے۔
آپ کا محبّت نامہ موصول ہوا۔ پاکستان میں مطبوعاتِ حمد ونعت (ببلوگرافی) کے سلسلہ میں آپ کی خواہش کے مطابق اپنی تصانیف ارسال کر رہا ہوں:

(۱) گلشن میں بہار آئی[۱]　　(۲) خوشبو حسین کی[۲]

(۳) سوہنے دیاں یاداں[۳]　　(۴) ہم اچھے کہلائیں گے (بچوں کے لیے نظمیں)

(۵) آقا دا کرم ہوسی (یہ میری اہلیہ کی تخلیق ہے)[۴]

اس کے علاوہ ایک نعتیہ مجموعہ ''صدقہ ہے مدینے والے کا'' بھی ۲۰۰۱ء میں چھپا تھا جو المدینہ پبلی کیشنز لاہور سے شائع ہوا تھا۔ وہ ان کتابوں میں نہیں ہے۔

فروغِ حمد ونعت کونسل حمد ونعت کے فروغ کے حوالے سے دن رات کوشاں ہے۔ یہ کونسل میں اور مری اہلیہ صائمہ یاسمین ہم دونوں مل کر چلا رہے ہیں۔ ان شاءاللہ اس کے پلیٹ فارم سے ہر ماہ حمدیہ ونعتیہ مجموعے اشاعت پذیر ہوتے رہیں گے اور مفت پورے پاکستان میں تقسیم ہوتے رہیں گے۔

فروغِ حمد ونعت کونسل اپنی مدد آپ کے تحت چل رہی ہے۔ ہم کسی سے اس سلسلہ میں کوئی امداد وغیرہ نہیں لیتے (یعنی روپے پیسے کے معاملے میں)۔ سرگودھا میں یہ واحد خالصتاً کونسل ہے جو حمد ونعت کے فروغ کے لیے مصروفِ عمل ہے اور ان شاء اللہ ہم مرتے دم تک اسی عہد کی پاسداری کریں گے جو ہم نے فروغِ حمد ونعت کونسل کے ساتھ کیا ہے۔

ابھی ابتدا ہے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ آپ جیسے لوگوں کی دُعاؤں کی ضرورت رہے گی۔

آپ کی محبّتوں کا طالب
ڈاکٹر محمد مشرف حسین انجم

۱۔۲۰۰۳ء، سرگودھا: فروغِ حمد ونعت کونسل، باراول، ۱۱۲ص　　۲۔۲۰۰۴ء، سرگودھا: ساغر صدیقی رائٹرز کونسل انٹرنیشنل، باراول، ۱۲۸ص
۳۔۲۰۰۱ء، لاہور: المدینہ دارالاشاعت۔۲۷ص　　۴۔صائمہ یاسمین، ۲۰۰۱ء، لاہور: المدینہ دارالاشاعت، ۹۶ص

برادرم صبیح رحمانی صاحب!
السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۹ اگر شائع ہوگیا ہو تو براہِ کرم ارسال فرمادیں۔ میں اس کی قیمت ارسال کر دوں گا۔ اگر بذریعہ V.P ارسال فرمادیں تو زیادہ بہتر ہے۔ میری کتابوں پر تبصرے بھی آپ نے شائع کیے ہیں یا نہیں۔ امید ہے آپ نے اس ناچیز کو یاد رکھا ہوگا۔

میری مزید دو نعتیہ کتابیں اشاعت کے آخری مراحل سے گزر رہی ہیں۔ آپ کی طرف عنقریب ارسال کر دوں گا۔ ڈھیروں دُعاؤں کے ساتھ اجازت۔

نوٹ: میری خواہش ہے کہ آپ میری کسی نعتیہ کتاب پر فلیپ لکھیں۔ اگر آپ بہتر سمجھیں تو میں اپنی کسی نعتیہ کتاب (جو نئی چھپنے والی ہو) کی چند نعتیں ارسال کر دوں تاکہ آپ آراء سے نوازیں۔ شکریہ

خدا حافظ۔ والسّلام
محمد مشرف حسین انجم

16-11-2008

محترم صبیح رحمانی صاحب!

''نعت رنگ'' کے شمارے بذریعہ V.P ملے۔ شکریہ۔

اپنی کتابوں پر تبصرہ پڑھا، بے حد افسوس ہوا۔ اس سے تو بہتر تھا کہ آپ تبصرہ شائع ہی نہ کرتے۔ تنقید برائے تنقید کے جس راستے پر آپ لوگ چل پڑے ہیں میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ روش آپ لوگوں کو کہیں کا نہیں چھوڑے گی۔ ان شاء اللہ۔ ظلم یہ ہے کہ آپ لوگ تنقید بزرگ شعرا پر بھی کر رہے ہیں جو میں نے نعت رنگ کے شماروں میں اکثر بزرگوں کی تخلیقات پر عزیز احسن وغیرہ کی فضول قسم کی تنقید پڑھی ہے جو کہ ذہن کی آلودگی کی نشاندہی کرتی ہے، جو شخص خود کچھ نہیں کرسکتا وہ دوسروں پر تنقید کرنا شروع کر دیتا ہے۔ تنقید بہت آسان ہوتی ہے ہر شخص دوسرے پر تنقید کرسکتا ہے لیکن تخلیقی عمل بہت مشکل مراحل سے گزر کر مکمّل ہوتا ہے۔ جائز تنقید تو برداشت کی جاسکتی ہے لیکن آپ لوگوں نے تو تنقید کو اپنا وتیرۂ حیات بنا رکھا ہے جو کہ ناقابلِ برداشت ہے۔ میں آپ کے ''نعت رنگ'' کا بائیکاٹ کرتا ہوں۔ آپ کا شائع کردہ تبصرہ آپ کی طرف واپس بھیج رہا ہوں۔ یہ آپ کو مبارک ہو۔ میرے دل میں جو آپ کا احترام تھا، وہ رخصت ہوگیا ہے۔ میں خود سرگودھا سے ایک نعتیہ ماہنامہ عنقریب نکال رہا ہوں جو آپ کے تنقیدی رسالے سے ہمیں بے نیاز کر دے گا۔

میں نے آپ کے اور عزیز احسن کے کلام میں کئی جگہوں پر اوزان و بحور کی غلطیاں نوٹ کی ہیں، آپ لوگ اپنے گریبان میں کیوں نہیں جھانکتے! آپ لوگ کیا غلطیوں سے مبرا ہیں، ہرگز نہیں۔ دنیا میں صرف کلام اللہ غلطیوں سے پاک ہے اور یہ قطعی حقیقت ہے اور اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ میں نعتیہ شاعری عشقِ مصطفیٰ ﷺ کے پاکیزہ جذبات سے معمور ہو کر کرتا ہوں۔ میرا کوئی ذاتی مشہوری کا یا ذاتی مفاد کا اس میں قطعاً کوئی لالچ نہیں، مجھے اپنے نبی کریم ﷺ کی رحمت پر مکمّل بھروسہ ہے وہ مجھے مایوس نہیں کریں گے اور میں آپ کو دکھا دوں گا کہ میں نعت پر جو کام کروں گا وہ آپ جیسے یا عزیز احسن جیسے یا کئی اور آپ جیسے بھی مل کر انجام نہیں دے سکیں گے۔ باتیں تو بہت ہیں مگر میرا ضمیر اجازت نہیں دیتا کہ میں آپ لوگوں کی شاعری کی جھول کو عیاں کروں، میں بھی یہ کام کرسکتا ہوں۔ مگر میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔

فقط والسّلام۔ سگِ مدینہ
محمد مشرف حسین انجم

~~~~~~

مشفق خواجہ (کراچی)

۹۵/۱۰/۱۲ء

عزیز مکرم۔ سلامِ مسنون!

کتابی سلسلے ''نعت رنگ'' کا پہلا شمارہ ملا، بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے ایسے عمدہ مجموعۂ مضامین سے استفادے کا موقع دیا۔ آپ نے اس شمارے میں تحقیق و تنقید کے حوالے سے جو مضامین شائع کیے ہیں، اُن میں نعت گوئی کے تاریخی، فکری، جمالیاتی اور فنی پہلوؤں کے بارے میں بصیرت افروز مباحث ملتے ہیں۔ عہدِ حاضر کے چند نعت گو شاعروں کے فکر و فن کا مطالعہ بھی موجودہ دور کی نعت گوئی کے اعلیٰ معیار کا اندازہ کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

جس طرح یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی اچھا غزل گو غزل کے تاریخ اور فنی ارتقا سے ماہرانہ واقفیت رکھتا ہو، اُسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی اچھا نعت گو، نعت گوئی کے تاریخی و فنی ''اسرار و رموز'' سے پوری طرح آشنا ہو۔ لیکن آپ پر اس اُصول کا اطلاق نہیں ہوتا۔ آپ ماشاء اللہ بیک وقت اچھے نعت گو بھی ہیں اور نعت گوئی کی تاریخ اور فن پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور کمال یہ ہے کہ نوعمری ہی میں ان اوصاف سے متصف ہیں۔
~~~~~~

اس لیے جی چاہتا ہے کہ آپ اپنی خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر اُردو نعت کے اس ذخیرے کو منظرِ عام پر لائیں جو عام نگاہوں سے اوجھل ہے۔

اُردو نعت کا وہ ذخیرہ جو ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آیا، مطبوعہ اور غیر مطبوعہ دونوں صورتوں میں برِّصغیر کے کتب خانوں میں مدفون ہے۔ آپ کو ان کتب خانوں میں بہت سے مطبوعہ نعتیہ دیوان ایسے ملیں گے جن سے عام اہلِ ادب واقف نہیں ہیں، مثلاً انجمن ترقی اُردو کراچی، کتب خانۂ خاص میں نعت کے مطبوعہ دیوان خاصی تعداد میں ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کا ذکر نعت سے متعلّق کسی تحقیقی و تنقیدی جائزے میں نہیں ملتا۔ ایسے دیوانوں اور ان کے مصنّفوں کو متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔ بعض کتب خانوں میں غیر مطبوعہ یعنی قلمی نعتیہ دیوان بھی موجود ہیں، اُن پر بھی تحقیقی کام ہونا چاہیے۔ غزلوں کے مطبوعہ اور قلمی دیوانوں سے بھی نعتوں کی بہت بڑی تعداد دستیاب ہوسکتی ہے۔ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اُردو کے بے شمار شاعروں کے دواوین ابھی تک غیر مطبوعہ ہیں۔ تقریباً ہر دیوان میں دو چار اور بعض میں خاصی تعداد میں نعتیں ملتی ہیں۔ مثنویوں کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں میں بھی آپ کو نعت کا خاصا سرمایہ ملے گا۔ ہر مثنوی نگار اپنی مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے کرتا ہے۔ اگر مثنویوں کے نعتیہ حصوں کو الگ کرلیا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہوسکتی ہے۔ پاکستان میں قلمی کتابوں کے بڑے ذخیرے انجمن ترقیٔ اُردو کراچی، قومی عجائب گھر کراچی اور پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں ہیں۔ کوئی ایسا منصوبہ بنائیے کہ ان ذخیروں میں موجود نعتیہ ادب کو شائع کیا جاسکے۔

نعتوں کا ایک بہت بڑا خزانہ اُن نعتیہ گلدستوں میں مل سکتا ہے جو گزشتہ صدی کی آخری دو اور موجودہ صدی کی ابتدائی دو دہائیوں میں برِّصغیر کے مختلف شہروں سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ یہ گلدستے بھی آپ کو مختلف کتب خانوں میں مل سکتے ہیں۔ نواب شاہ میں میرے ایک کرم فرما حاجی محمد یعقوب خان خویشگی مرحوم تھے۔ اُن کے پاس گلدستوں کا بڑا عمدہ ذخیرہ تھا۔ اس میں چند نعتیہ گلدستے بھی تھے۔ ان میں ایک ''منشورِ شفاعت'' تھا جو بمبئی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ۱۸۸۸ء کے کچھ شمارے میری نظر سے گزرے ہیں۔ ''سفینۂ نجات'' نام کا ایک ماہنامہ گلدستہ بھی خویشگی صاحب کے پاس تھا۔ یہ دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۶ء تک کے متعدد شمارے میں نے دیکھے تھے۔ ان دونوں گلدستوں میں ہر مہینے طرحی نعتیں شائع ہوتی تھیں۔ ہر مہینے مصرع طرح کا اعلان کیا جاتا تھا، برِّصغیر کے تمام شہروں کے شعرا طرحی نعتیں لکھ کر بھیجتے تھے جو شائع کی جاتی تھیں۔ میرے پاس بھی ایک نعتیہ گلدستے ''احسن الکلام'' بمبئی کا پہلا شمارہ ہے جو جمادی الاوّل ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس میں ۳۷ شاعروں کی نعتیں ہیں اور یہ سب غیر طرحی ہیں۔ ایک حمد بھی ہے جو ایک ہندو شاعر منشی بیلی رام رآم کی لکھی ہوئی ہے۔ گل دستوں میں غیر مسلم شعرا کا کلام بھی اکثر شائع ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے بھی نعتیہ گل دستے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

اگر آپ مختلف کتب خانوں میں نعتیہ گل دستوں کو تلاش کریں اور اُن کی بہترین نعتوں کا ایک انتخاب شائع کردیں تو یہ بہت بڑی ادبی خدمت ہوگی۔ اس کام کا ایک ضمنی فائدہ جو بہت بڑا فائدہ ہے، یہ ہوگا کہ بہت سے ایسے شاعر سامنے آئیں گے جنھیں زمانے نے فراموش کردیا ہے۔

یہ چند باتیں اس لیے عرض کی ہیں کہ نعت کے سلسلے میں آپ جو مفید کام کررہے ہیں، اُس کی افادیت اور تحقیق کا دائرہ کچھ اور وسیع ہونا چاہیے۔ آپ کی صحت و شادمانی کے لیے دُعا کرتا ہوں۔

خیر اندیش

مشفق خواجہ

☆ مشفق خواجہ (۱۹ دسمبر ۱۹۳۵ء۔ ۲۱ فروری ۲۰۰۵ء)، اصل نام: خواجہ عبدالحئی، تخلّص مشفقؔ، محقق، نقاد، ادیب، شاعر، کالم نگار، سابق مدیر: سہ ماہی ''اردو'' و ماہنامہ ''قومی زبان'' و ''تخلیقی ادب'' (کراچی)، ۱۹۵۷ء تا ۱۹۷۳ء انجمن ترقی اردو سے وابستہ رہے۔ کتب: ''تذکرۂ خوش معرکہ زیبا''، (ترتیب و تدوین)، ''غالب اور صفیر بلگرامی''، ''جائزہ مخطوطات اردو''، ''خامہ بگوش کے قلم سے''، ''سخن در سخن''، ''سخن ہائے گفتنی''، ''سخن ہائے گسترانہ'' (ادبی کالموں کا انتخاب)، ''ابیات'' (شعری مجموعہ)، ''کلیاتِ یگانہ'' (ترتیب و تدوین)۔ ۱۹۸۵ء سے ۱۹۸۶ء تک مختلف موضوعات پر کم و بیش پانچ سو فیچر لکھے۔ اعزاز: صدارتی تمغا برائے حسنِ کارکردگی، حکومتِ پاکستان۔

مصباح الدین شکیل، شاہ (کراچی)

16-07-1995

مکرمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اقلیمِ نعت کا ''نعت رنگ'' دیکھا جو صبغۃ الرسول ﷺ کی قوسِ قزح ہے۔ سبحان اللہ آپ کا ممنون ہوں کہ ''نعت رنگ'' کے ذریعہ فکر و نظر کی تہذیب کا سامان کر دیا الحمدللہ۔ سچ پوچھیے تو جذبہ عقیدت کو نئی راہیں میسر آئیں یہی نہیں بلکہ تنقیدی مضامین کے ذریعے قبلہ درست کرنے کی گراں قدر کوشش بھی اہم خدمت ہے۔ بارک اللہ۔

راجا رشید محمود کے بامقصد ماہنامہ ''نعت'' (لاہور) کے بعد ''نعت رنگ'' اپنی نوعیت کی منفرد اور مثبت کوشش ہے جو حب نبی ﷺ سے سرشار لوگوں کے لیے سرمایۂ بصارت بھی ہے اور سرمہ بصیرت بھی۔

''نعت رنگ'' [شمارہ ۱] کے اکثر مقالے نوجوان نعت گو شعرا کے لیے نئی جہتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ مثلاً آپ کا مقالہ ''نعتیہ شاعری میں ہائیکو کی روایت''۔ سعید بدر کا مقالہ ''نعت کیا ہے'' اور آل احمد رضوی کا جائزہ ''نعت کا سفر'' محنت سے لکھے ہوئے مقالے ہیں میری رائے میں ''تنقیدِ نعت'' کا حصّہ قابل قدر ہے اس میں اکثر نعت گو شعراء کے لیے چشم کشا مثالیں ہیں۔

جناب ادیب رائے پوری کا گراں قدر تحقیقی مقالہ ان کی زیرِ طبع کتاب ''نعتیہ ادب اور تنقید'' کے اعلیٰ معیار کا غماز ہے اس سے پہلے ان کی کتابیں مدارج النعت (مطبوعہ ۱۹۸۶ء) اور مشکوٰۃ النعت (مطبوعہ ۱۹۹۳ء) اہلِ علم سے خراجِ تحقیق وصول کر چکی ہیں۔ وہ بلند پایہ نعت گو ہونے کے علاوہ میدانِ تحقیق کے راہ نوردوں کے لیے سنگ میل ہیں ان کا خیال ''نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور جمود کا شکار ہے جس میں سنجیدگی کے ساتھ تیز عمل کی ضرورت ہے۔'' بڑا فکر انگیز ہے۔

عاصی کرنالی، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی، رشید وارثی اور عزیز احسن کے مقالے نعت گو شعراء کے لیے قابل غور ہی نہیں بلکہ رہنمائی کے لیے بہت ہی اہم نکتے فراہم کرتے ہیں اکثر نعت گو ''باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار'' کے زریں رہنما اصول کو بھول جاتے ہیں۔ جادۂ نعت شاہراہ سخن کا پل صراط ہے، ذرا سی لغزش افراط و تفریط کے صحراؤں میں پہنچا دیتی ہے یہیں شاعر کے توازن فکر کا امتحان ہوتا ہے تنقید نعت کے مقالے اس نقطہ نظر سے بڑے وقیع ہیں جوشِ عقیدت میں اکثر شعراء حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ دیتے ہیں۔

''فکر و فن'' کے مقالے میرے دامن دل کو کھینچتے رہے۔ مجھ جیسے اکثر ایسے قاری ہوں گے جنھیں مدحت رسول اکرم ﷺ کی خوشبو بکھیرنے والے خوش قسمت شعراء کا تمام نعتیہ کلام پڑھنے کا شرف حاصل نہ ہوا ہوگا۔ اس حصّہ کے مقالات سے ان کے نعتیہ کلام کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے تابش دہلوی، حفیظ تائب، حنیف اسعدی، مظفّر وارثی، عاصی کرنالی، شاہ انصار الٰہ آبادی، سیّد قمر زیدی اور صبیح رحمانی پر مقالے ''دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی مثال ہیں'' اور پھر ان شعراء کے سرمایہ نعت کا جائزہ بھی مستند اساتذہ فکر نے لیا ہے۔ ان اہل قلم سے مقالے لکھوا کر آپ نے تاریخ ساز کام انجام دیا ہے۔ اس کتابی سلسلہ کی آئندہ اشاعت میں مزید مقالے مجھ جیسے قاری کے ذہنی افق کو وسیع کرنے کا باعث ہوں گے۔ ایسے مقالے رحمان کیانی، اقبال عظیم، حافظ لدھیانوی اور اعجاز رحمانی پر بھی لکھوائے جائیں تو اچھا ہوگا۔

رحمٰن کیانی کی نعتیں جدت فکر، لب و لہجہ کی توانائی، بلند آہنگی نیز عرب کے حسن طبیعت کا بہترین نمونہ ہیں۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے بجا طور پر انھیں ''اردو کا منفرد راجز'' کہا ہے۔ تعجّب تو اس پر ہوا کہ گل چیدہ میں بھی ان کی کوئی نعت نہیں ہے۔ نعتوں کا یہ انتخاب بہت ہی معیاری اور آپ کی فکری

سطح کی بلندی کا آئینہ دار ہے۔ غوث میاں کا ''پاکستان میں نعتیہ انتخاب'' [۳] کتب نعت کی ۱۹۴۹ء سے ۱۹۹۵ء تک کی اشاعتوں کی تفصیل زندہ رہنے والا کام ہے۔

میں نے ''نعت رنگ'' کا ہر جلوہ ایک ایک سطر پڑھ کر دیکھا ہے اس گراں قدر تحفہ کے لیے علمی دنیا آپ کی ممنون رہے گی میری دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

شاہ مصباح الدین شکیل

☆ شاہ مصباح الدین شکیل (پ: ۱۹۳۱ء) مصنّف، محقق، مورخ، سیرت نگار، کتب: ''سیرت احمد مجتبیٰ'' (صدارتی ایوارڈ یافتہ)، ''نشاناتِ ارضِ قرآن''، ''نشاناتِ ارضِ نبوی''، ''معراج النبی''، ''آخری آسمانی کتاب''، ''مسجد نبوی کا تاریخی جائزہ''، ''بسم اللہ کی تفسیر و تشریح''، ''حضرت امیر حمزہ''، ''سیرت النبی الم''۔

~~~~~~

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

۱۲؍ربیع الاوّل ۱۴۲۵ھ (۳؍مئی ۲۰۰۴ء) کو اسلام آباد میں منعقدہ قومی سیرت کانفرنس کی ٹی وی سے راست نشریات دیکھتے ہوئے جب وزارت اُمورِ مذہبی کی جانب سے تقسیم انعامات کا مرحلہ آیا تو اس اعلان پر میرے کان کھڑے ہوگئے۔ کتب نعت میں حضرت حفیظ تائب کے مجموعۂ نعت کو ایوارڈ دیا جارہا ہے۔ سراپا اشتیاق میں ان کی اسٹیج پر آمد کا منتظر تھا کہ کہا گیا وہ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لاسکے۔

فروغِ نعت کے سلسلے میں ''نعت رنگ'' کی خدمات کے اعتراف میں آپ کے نام کا اعلان ہوا تو ایک مسرت آمیز تعلّقِ خاطر سے میری نظریں ٹی وی پر مرکوز ہوگئیں۔ انعام یافتگان کی نشست گاہوں کی طرف دیکھا کہ صنفِ نعت کا خاموش مگر مستقل مزاج خدمت گزار (جو بذاتِ خود بلند پایہ اور ہر دل عزیز نعت گو اور خوش الحان نعت خواں بھی ہے) نمودار ہوگا کہ اناؤنسر نے بتایا وہ اپنی مصروفیات کی بنا پر اسلام آباد نہ پہنچ سکے۔

''نعت رنگ'' کے (۱۶) ضخیم شمارے جو کمیت ہی میں نہیں بلکہ کیفیتِ معیار کے اعتبار سے بھی وقیع ہیں۔ یہی نہیں بلکہ نعت گوئی کو ایک مستقل صنفِ شاعری کا مقام دلانے کے لیے عہد آفریں اور تاریخ ساز کام انجام دیا ہے۔ شعرا کی بے احتیاطیوں پر گرفت، الفاظ و معنی کے در و بست پر نظر، جذبات کے غلو کے مدوجزر کی نشان دہی، مقام الوہیت اور رسالت کی نزاکتیں، غیر محتاط رویے اور جسارتیں، تنقیدی شعور کا فقدان ''نعت رنگ'' کے صفحات پر یہ تمام موضوعات زیرِ بحث آئے۔ صنف نعت سے متعلّق یہ کتابی سلسلہ جس کا ہر نقشِ ثانی نقشِ اوّل سے بہتر ہے یقیناً قومی اور حکومتی سطح پر اعتراف کا مستحق تھا۔

دیر آید درست آید

مبارک باد دینے آپ کے گھر ٹیلی فون کیا تو اتفاق سے آپ نے ہی ریسیور اُٹھایا اور بتایا کہ بس ابھی ابھی ملتان سے آیا ہوں۔ شب جائے کہ من بودم اولیاء کی سرزمین ملتان میں رات بھر محفلِ نعت صبح سعادت کے انتظار میں فروزاں رہی۔ خوش خبری سن کر آپ نے کہا کہ مجھے وزارت کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ملتی بھی تو اہلِ ملتان کے وعدہ کی وجہ سے میں نہ جاتا۔ میں نے کہا کہ فروغِ نعت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات یقیناً اس اعتراف کی مستحق ہیں۔ ویسے بقول سکندر علی وجد:

ہر بڑا کام ہے آپ اپنا صلہ

لیکن اس کو کیا کیجیے کہ دنیا میں اہلِ نظر بھی ہیں اور تماشائی بھی۔ حالؔی کی حکیمانہ نصیحت میں ایک بڑا عملی درس ہے:
~~~~~~

اہلِ معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہلِ نظر بھی ہیں تماشائی بھی

راست مبارک باد دینے میں مجھے اولیت کا شرف حاصل ہوگیا۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ آپ کے گھر پہنچنے سے پہلے چند ''نعت رنگ'' کے مداحوں کے مبارک بادی کے فون دبئی، کویت وغیرہ سے آئے اور یہ بھی کہ الحمدللہ ''نعت رنگ'' کئی برِّ اعظموں میں اُردو بولنے والوں تک پہنچ رہا ہے۔ یقیناً یہ بات قابلِ فخر بھی ہے اور باعثِ افتخار بھی۔

آپ کے اصرار پر میں نے جناب رحمان کیانیؒ پر مقالہ[۱] مکمّل کرلیا ہے جو اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ کے معیار پر اُترے تو کسی قریبی اشاعت میں شامل کرلیجیے۔ شکریہ

یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ حضرت حفیظ تائب نے ۱۲ر جون ۲۰۰۴ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ ایک زمانے سے میں ان کا کلام بڑے اشتیاق سے پڑھتا رہا ہوں۔ دو چار بار ٹی وی کے نعتیہ مشاعروں میں انھیں پڑھتا ہوا دیکھا۔ یہ شاید ۱۹۸۶ء کی بات ہے کہ میری تالیف ''سیرت احمدِ مجتبیٰ ﷺ'' کی پہلی جلد ''قومی سیرت کانفرنس'' کے شرکا میں تقسیم ہوئی۔ کسی وجہ سے انھیں نہ مل سکی۔ دوسرے دن کے اجلاس میں مجھے دیکھ کر وہ از راہِ قدر دانی میرے پاس تشریف لائے اور جلد فراہم کرنے کی خواہش کی جو میں نے پوری کردی۔

غالباً ۱۹۹۵ء میں وہ کراچی تشریف لائے تو ڈاکٹر ابوالخیر کشفی نے ان کے اعزاز میں ایک نعتیہ محفل کا اہتمام کیا۔ اس میں مدینہ منورہ جاتے ہوئے ''مدینۃ النبیؐ۔ کل اور آج'' کے مولف ڈاکٹر خالد عباس الاسدی[۲] بھی شریک تھے۔ اس محفل میں پہلی بار میں نے جناب حفیظ تائب کو جی بھر کر سنا اور ان کی پُر کیف اور پُر افکار نعتوں سے بے حد متاثر ہوا۔

اس کے بعد ان سے مراسلت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب بھی کوئی کتاب شائع ہوتی تو مجھے عطا فرماتے۔ پچھلے چند برسوں سے میں ایک ایسے قرآنی البم کی ترتیب میں مصروف تھا جو پی ایس او کے شائع کردہ ''سیرت النبیؐ البم''[۳] کے مقابلے میں زیادہ وسیع موضوعات پر حاوی ہو۔ چنانچہ یہ حضرت آدم علیہ السّلام سے لے کر خاتم الانبیاء ﷺ تک پھیلا ہوا ہے۔ نیز اس میں چھ علوم کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ یک جا کیا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے ہر نبی کے بارے میں قرآن مجید کی ایک دو آیات، ان کا ترجمہ، کوئی حدیث اگر موجود ہو۔ پھر تاریخ وجغرافیہ (تصاویر، نقشے، خاکے) کوئی سائنسی واقعہ اگر دستیاب ہو، نیچے ہر صفحہ کے مضمون سے منطبق ہونے والا کوئی شعر دیا ہے۔ جب ایسے موضوعاتی اشعار کی تلاش ہوئی تو سب سے زیادہ یہ تاریخی سرمایہ مجھے حضرت حفیظ تائب مرحوم کے مجموعہ ہائے نعت میں دست یاب ہوا۔ میری درخواست پر انھوں نے اپنی چند نظمیں مسجد قباء، روضۃ الجنۃ، مسجد نبویؐ، جنت البقیع، طواف، زمزم، مقامِ ابراہیمؑ وغیرہ پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر عنایت فرمائیں۔

ان میں سے بعض اشعار تو نکتہ آفرینی، شعری لطافت کے ساتھ محبّت واخلاص کے جاں گداز نمونے ہیں، مثلاً:

سنگ مہکے نکہت انفاس سے
محراب و منبر دیکھنا اور سوچنا
جو پہلے دن سے حسن عمل پر ہے استوار
وہ یادگارِ شاہِ زمن ، مسجدِ قبا

یہ قرآنی البم تکمیل کے آخری مرحلوں میں تھا کہ میں نے چند نام ان کی خدمت میں روزانہ کیے نیز چند جملے بطور پیش لفظ لکھنے کی درخواست

کی ۔انھوں نے ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' [٤] پر صاد کیا اور باوجود شدید علالت ''پیشوائی'' کے نام سے مختصر سا پیش لفظ تحریر فرمایا۔ یہ دونوں باتیں میرے لیے تاریخ کا حصہ بن گئیں۔ وہ خط مؤرخہ ١٩ رستمبر ٢٠٠١ء ''نعت رنگ'' میں محفوظ ہو جائے تو بہتر ہوگا۔ کتاب کے زیرِ غور ناموں میں سے پہلا نام مجھے پسند ہے۔ اس میں ذرا سی تبدیلی گوارا فرما کر نام ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' رکھیں تو نام میری نگاہ میں بہتر ہوگا کہ لفظ ''مرقع'' کچھ زیادہ پرانا لگتا ہے۔ اللہ کریم آپ کی توفیقات میں اضافہ کرتا رہے کہ آپ اُمتِ مسلمہ کی بڑی خدمت کررہے ہیں۔

پچھلے سال جب ان کا مجموعہ نعت ''کوثریہ'' [٥] شائع ہوا تو اسے بذریعۂ پوسٹ بھیجتے ہوئے ٨ر جولائی ٢٠٠٣ء کو ایک مختصر خط بھی تحریر فرمایا جو درجِ ذیل ہے:

آپ کا یکم جولائی کا عنایت نامہ مل گیا ہے۔ میں گزشتہ ٥ ماہ سے شدید بیمار ہوں مگر آپ کے مکتوبِ گرامی کی رسید بھیجنا ضروری سمجھا۔

''نشاناتِ ارضِ قرآن'' کا انتظار ہے۔ کاش ناشر صاحب کو بھی یہ احساس ہو جائے۔

خدا کرے آپ اپنے احباب واہل وعیال سمیت خیریت سے ہوں۔

دُعا گو و دعا جو

افسوس کہ وہ اپنی آنکھوں سے ''نشاناتِ ارضِ قرآن'' نہ دیکھ سکے لیکن اس کے نمونہ کے چند ورق ملاحظہ کر چکے تھے۔ ان کے آٹو گراف والے نعتیہ مجموعوں میں ''صلو علیہ وآلہٖ'' [٦] مطبوعہ ١٩٩١ء اور ''وہی یٰسین وہی طٰہٰ'' [٧] مطبوعہ ١٩٩٨ بھی میرے پاس محفوظ ہیں۔ ان کی نعتیں پڑھ کر احساس شدید ہو جاتا ہے کہ شاعر حبِ رسول سے سرشار بھی ہے اور بے قرار بھی۔ آخر ١٢ر جون ٢٠٠٤ء کو عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں ریاضِ رسول کا عندلیب خوش بیاں کا مقام عطا فرمائے اور دیدارِ رسول ﷺ کی نعمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مصباح الدین شکیل

١۔ ''شاعرِ جہاد..... رحمانی کیانی''، مشمولہ: ''نعت رنگ''، ش ١٧، ص ١٧٢۔٣٠٩

٢۔ ڈاکٹر خالد عباس الاسدی (پ: ١٩٥٨ء)، شاعر، ادیب، میڈیکل ڈاکٹر (مقیم: مدینہ منورہ)، دیگر کتب: ''علامہ اقبال'' (عربی)، ''بارگاہِ ادب میں''۔

٣۔ ٢٠١١ء (بار چہارم)، کراچی: پاکستان اسٹیٹ آئل، ٣٦٤ص ٤۔ ٢٠٠٩ء، کراچی: فضلی سنز، ٣٤٨ص

٥۔ ٢٠٠٣ء، لاہور: القمر انٹر پرائزز، باراول، ١٢٨ص ٦۔ ١٩٩١ء، لاہور: ادب نما، باردوم، ١٣٦ص

٧۔ ١٩٩٨ء، لاہور: القمر انٹر پرائزز، ١٣٥ص

19-07-2013

عزیزِ من .... صبیح رحمانی!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

تقریباً دو سال بعد اپنے سفرِ سعادتِ عمرہ سیاحت یورپ، کینیڈا وامریکہ سے واپسی پر ''نعت رنگ'' شمارے نمبر ١٣ و ١٤ کو تفصیل سے پڑھنے کا موقع ملا۔ ''اقلیم نعت'' کا ہر رکن اپنی جگہ دامن دل پر ہاتھ رکھے رہا اور فروغِ نعت کے لیے آپ کی مخلصانہ خدمات کا احساس دلاتا رہا۔ آٹھ سال کی قلیل مدت میں ''نعت رنگ'' کا پاک وہند کا معیاری اور صنفِ نعت کا منفرد ترجمان بن جانا۔ آپ کی عاجزانہ دُعائیہ پیشکش۔

میرے فکروفن کا میری زیست کا نعت عنوان ہے خدا کا شکر ہے کی قبولیت کا اشارہ اور بین ثبوت ہے۔ آپ نے ''سپردم بہ تو مایۂ خویش را''

کی صورت میں اپنی صلاحیتوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ''پست وہ کیسے ہوسکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا''؟ تاویل کے دروازے نت نئے انداز میں کھل رہے ہیں۔ اللہ مبارک کرے۔

دونوں شماروں میں شمارہ نمبر ۱۲ کے بہت حوالے ہیں جس میں ''گوشہ غالب'' بھی ہے۔ اُردو ادب کے ہر طالب علم کے لیے ''غالب'' فکر و فن کا استعارہ ہے۔ آپ نے یہ شمارہ عنایت نہیں کیا۔ اس کے بغیر میراسٹ تو نامکمّل ہوگا ہی لیکن ''رندِ خراباتی'' کے ہمسایۂ خدا بننے کے لیے ثنائے خواجہ کی مرتبہ دانی بھی ایک راستہ ہے۔ اس کے سراغ سے محروم نہ رہ جاؤں وہیں غالب کی یہ پرواز الہامی دریافت سے کم نہیں۔ مومنانہ فراست، نسبتوں کے اخلاص سے شاعر کے تخیّل کی رسائی دیکھیے:

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

اس لیے تو غالبؔ جیسے خود پسند نے:

پیتا ہوں دھو کے خسروِ شیریں سخن کے پاؤں

کی نسبت قائم کی۔

''نعت رنگ'' کے خطوط دلچسپ اور ازدیادِ علم کا ذریعہ بن رہے ہیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جہاں تشنگی ہو قاری براہِ راست رابطہ پیدا کرے۔ انفرمیشن ٹکنالوجی کے اس دور میں میری تجویز ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مضمون نگار / شاعر / مکتوب نگار کا پوسٹل ایڈریس اور ٹیلی فون نمبر بھی چھاپ دیجیے۔ اس سے ربط و اخلاص کی نئی راہیں کھل جائیں گی۔

خط یہاں روک کر ۱۲ ویں شمارے کی درخواست کے لیے گھر ٹیلی فون کیا تو بیگم صبیح نے بتایا کہ وہ تو عمرہ پر گئے ہوئے ہیں۔ بے اختیار آپ کا ایک شعر یاد آ گیا:

مدینے جاؤں، آؤں، پھر سے جاؤں
خدا تا عمر رکھے اس سفر میں

آمین کے ساتھ۔ دُعا گو
مصباح الدین شکیل

~~~~~~

مظفّر عالم جاوید صدیقی، ڈاکٹر (چونیاں)

05-07-2001

مکرمی و معظمی و محترمی جناب صبیح رحمانی صاحب۔

السّلام علیکم۔ چند ماہ کی طویل غیر حاضری اور خاموشی کے بعد حاضر ہوں۔ مجھے نجی اُمور کی انجام دہی کے سلسلہ میں جرمنی چند ماہ کیلئے جانا پڑا۔ قریباً ایک ہفتہ پہلے واپسی ہوئی ہے۔ آپ جیسے کرم فرماؤں اور دوستوں کے بہت سے گراں قدر عنایت نامے اور تحفے ملے ہیں۔ آپ کی جانب سے ''میلاد کا راز'' [۱]، ''میلادِ مطہّر'' [۲] دیکھ کر طبیعت بہت مسرور ہوئی۔ ''وطن سے وطن تک'' (کشفی صاحب) اور ''سفیرِ نعت'' جیسی گراں قدر تصنیف ملی۔ آفتاب کریمی اور اُن کے معاونین لائق صد مبارکباد و تحسین ہیں جنھوں نے اپنے اشاعتی سلسلہ کا آغاز صبیح رحمانی نمبر سے کیا ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ آپ جیسے بےلوث، پرخلوص کہنہ مشق شاعر اور صوفی منش درویش کی پذیرائی کے لئے اس جیسے کئی مجلّے بھی شائع ہوں تو کم ہیں۔ دراصل یہ تو اس عشق و محبّت
~~~~~~

کی پذیرائی ہے، جو آپ کے سینہ میں مثل شمع منور ہے اور جگمگا رہا ہے۔ آپ کے جذبہ نعت کو کوئی بھی دیکھے وہ فوراً کہہ دے گا کہ اس میں محبّت وعشق کی فراوانی ،ادب کی پاسداری، جذب دروں کی آنچ، نور بصیرت اور زبان وبیان کی لطافت ونفاست بدرجۂ اتم موجود ہے۔ آپ جیسے انسان ہی فقرائے محمدیؐ کے زمرے میں آتے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ مدحت رسولؐ اور ''نعت رنگ'' جیسے لازوال جریدے کی اشاعت سے سینکڑوں گراں قدر موضوعات نعت پر تحقیقی وتنقیدی مضامین کو شائع کرنے کی سعادت سے نوازتا ہے۔ع ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔ آرزو اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مدحت رسولؐ اور ''نعت رنگ'' کے خوب سے خوب تر اشاعتی کام کے لئے آسانیاں اور بے پایاں رحمتوں سے نوازتا رہے (آمین)۔

سید اُمورالحسن شاہ سہارنپوریؒ حیات وتعلیمات پر ایک اپنی تالیف ارسال کر رہا ہوں۔ کرم فرمائیے۔ اس کی وصولیابی سے اپنی پہلی فرصت میں مطلع فرمائیے۔

مظفّر عالم جاوید صدیقی

☆ مظفّر عالم جاوید صدیقی، ادیب، محقق، پرنسپل: آرمی پبلک اسکول اینڈ کالج، چونیاں کینٹ، مصنّف: اردو میں میلادالنبیؐ

ا۔ ''میلاد کا راز''/ محمد قاسم حسین ہاشمی، س ن، کراچی: مصطفیٰ حسن قاسمی، (بار دوم)، ۶۷اص　　۲۔ ''میلادِ مطہّر''/ سید حمید الدین احمد، ۱۹۵۴ء، کراچی: ناشر ندارد، ۴۸ص

~~~~~~

05-07-2001

۵ مئی کے محررہ خط میں جناب اقبال احمد فاروقی صاحب نے لکھا ہے کہ چند روز بیشتر ''نعت رنگ'' کراچی پڑھا اس میں ایک شخص کا خط چھپا ہے اور وہ فریاد کناں ہے کہ مجھے ڈاکٹر مظفّر عالم جاوید نہیں مل رہے، وہ کہیں گم ہو گئے ہیں میں نے انہیں رجسٹرڈ خطوط لکھے مگر مظفّر عالم جاوید کا پتہ نہیں مل رہا۔ یہ لوگوں کی محبّت ہے جو آپ کے لئے سینوں میں سلگ رہی ہے۔ براہِ کرم ''نعت رنگ'' کا وہ شمارہ یا اس صفحہ کی فوٹو اسٹیٹ بھجوائیے تا کہ مجھے پتہ چلے کہ میرا کونسا محسن ہے، جس سے میرا رابطہ نہیں ہو رہا ہے۔

راجا رشید محمود نے میری کردار کشی کی مہم چلائی۔ اس کے پس منظر اور اس میں کی گئی دروغ گوئی پر لحات فرصت میں لکھنے کی کوشش کروں گا۔ وہ لائق تحسین ومبارکباد ہیں جنہوں نے ''نعت'' جیسے رسالے کو کردار کشی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ میں دستاویزی شواہد کے ساتھ لحات فرصت میں مبسوط، مکمّل اور جامع جواب لکھوں گا۔ دراصل انہوں نے اس مقالے کو اشاعت کیلئے مانگا تھا جو میں نے انکار کر دیا تھا۔ اُن کا خط میرے پاس موجود ہے اور جو الزامات عائد فرمائے ہیں، ان کے دستاویزی ثبوت میرے پاس موجود ہیں۔ اُن کے رسالے کی اشاعت کے دو ماہ بعد مجھے جرمنی جانا پڑا۔ اب اور بھی غم ہیں زمانے میں ''عداوت'' کے سوا۔

ڈاک کے لئے فی الحال ایک عارضی پتہ لکھ رہا ہوں۔ نوٹ فرمایئے۔

مکان نمبر ۳۱۶۔ محلّہ اسلام آباد، چونیاں (ضلع قصور)

امید ہے، آپ بہمہ وجوہ بخیر وخوبی ہوں گے۔ دعاؤں اور نیک تمناؤں کے ساتھ۔

خیر طلب

مظفّر عالم جاوید صدیقی

~~~~~~

۲۔دسمبر۔۲۰۰۱ء
محترمی ومکرمی و معظمی و مشفقی جناب رحمانی صاحب۔
السّلام علیکم۔امید ہے، آنجناب بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی ہوں گے۔
آنجناب کا ۱۵۔اکتوبر کا محررہ خط آرمی پبلک سکول چونیاں کینٹ کے پتہ پر لکھا ہوا، وہاں کسی مہربان نے وصول کر کے رکھ لیا اور مجھے چند دن پہلے ارسال کیا۔نادم ہوں کہ آپ نے محترمی ومحبّی سید ابوالخیر کشفی صاحب کی ذات مکرم کی نعت شناسی کے حوالے سے ایک مضمون تاثرات کی صورت میں طلب فرمایا تھا۔اب اس قدر تاخیر ہو چکی ہے، کہ اب تک آپ کا شمارہ چھپ چکا ہوگا۔
میں دراصل ۱۵۔ستمبر سے بطور پرنسپل عارف والا پبلک سکول میں آ گیا ہوں اور چونیاں کینٹ کو خیر باد کہہ آیا ہوں۔یہ سکول D.C.O پاکپتن شریف کے تحت ہے۔یہاں آ کر دو ماہ خاصی مصروفیت رہی۔پبلک سکول سسٹم میں پرنسپل کی جاب ہمہ وقتی سی ہوتی ہے تاہم چونیاں کینٹ کی نسبت یہاں کام قدرے آسان ہے اور مجھے کچھ اب لکھنے پڑھنے کے سلسلہ میں فراغت میسّر آجایا کرے گی۔آئندہ تعمیل حکم ہوا کرے گی۔اب خط تاخیر سے ملنے کی وجہ سے معذرت خواہ ہوں۔چونیاں چھاؤنی میں تو اتنی بھی فرصت نہ مل سکی کہ میں دستاویزات کی عکسی نقول کے ساتھ راجا رشید صاحب نے جو میری کردار کشی کی مہم چلائی تھی، اس کا بھی جواب لکھ سکوں حالانکہ میر پاس دستاویزات، خطوط اور اس دشمنی کا پس منظر موجود ہے مگر جاب کی Requirement ہی ایسی تھی کہ ایسے کاموں کو بھی موخر کر دیا تھا۔اب لمحات فرصت میں مدلّل ومکمّل جواب لکھوں گا۔
آنجناب جتنی محبّت والفت اور اُنس وموانست سے یاد فرماتے ہیں، آپ کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا نکلتی ہیں۔فی الحال مندرجہ بالا پتہ ہی میرا مستقل پتہ ہے۔نعت رنگ اور دیگر کتب ارسال فرمائیے۔انتظار رہے گا۔ان شاالله آئندہ آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔کارلا یقہ سے یاد فرمائیے۔دوستوں کو سلام کہیے۔
احترامات فائقہ کے ساتھ

ننگِ اسلاف، گنہگار
مظفّر عالم جاوید صدیقی

~~~~~~

18-02-2002
مکرمی و معظمی ومحترمی جناب صبیح رحمانی صاحب
السّلام علیکم۔اُمید ہے آنجناب بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی ہوں گے۔
میں نے قریباً ڈیڑھ، دو ماہ پہلے آنجناب کی خدمت میں آپ کے نامۂ گرامی محررہ ۱۰/ اکتوبر کا جواب لکھا تھا۔دراصل آپ کا خط چونیاں کینٹ کے پتہ پر گیا۔وہاں پر ایک عزیز نے وصول کر کے مجھے تاخیر سے بھجوایا اور اس طرح میں آنجناب کی خدمت میں آپ کے ارشاد کے مطابق ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کی نعت شناسی کے موضوع پر اپنے تاثرات نہ بھجوا سکا جو میرے لئے باعث صد فخر وافتخار تھا۔میں عارف والا ۱۵۔ستمبر سے آ چکا ہوں۔اُمید ہے، اپنی نوازشات سے نوازتے رہیں گے۔
مجھے محترمی پروفیسر شفقت رضوی صاحب کا ڈاک کا پتہ چاہئے، آسانی سے ممکن ہو تو براہِ کرم اس عنایت خصوصی سے بھی سرفراز فرمائیں۔
''نعت رنگ'' کے صفحات میں اگر مناسب خیال فرمائیں تو میں ماہنامہ ''نعت'' کے راجا رشید صاحب کے تنقیدی مضمون بسلسلہ سرقہ کا مدلّل
~~~~~~

جواب ارسال کردوں اور ساتھ ہی متعلّقہ دستاویزات بھی۔(اگر اس سے آپ کے اور راجا رشید محمود کے مراسم پر کوئی اثر نہ پڑے تو) وگرنہ میں کسی دیگر میگزین کو بھجوادوں گا۔

آپ کا احترام مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے۔ آمدہ عید مبارک ہو۔ آنجناب کے نامۂ گرامی کا اشد انتظار رہے گا۔

بے حد احترامات فائقہ کے ساتھ

نیاز مند
مظفّر عالم جاوید صدیقی

~~~~~~

مظفّر وارثی (لاہور)

۳۔۸۔۱۹۹۵ء

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب۔سلام مسنون

ایک بار آنکھ کا آپریشن ہوا دو ماہ بعد ڈاکٹر صاحب نے انکشاف فرمایا آپریشن غلط رہا۔ لینس درست نہیں رکھا جا سکا دوبارہ آپریشن ہوا۔ اب اسکی قید درستی کاٹ رہا ہوں، سارے لکھنے پڑھنے کے کام ٹھپ پڑے ہیں۔ قطعہ بھی اخبار رخبریں بچوں سے سن کر لکھتا ہوں۔ اقلیم نعت بمشکل طائرانہ بھی ایک آنکھ (پرانی آنکھ) سے دیکھا بہت وقیع اور معلوماتی لگا تفصیل سے پڑھوں گا تو زیادہ لطف آئے گا۔

امید کہ آپ بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات۔

مظفّر وارثی

☆ مظفّر وارثی (۱۹۳۲۔۲۰۱۱ء)، نام: محمد مظفّر الدین احمد صدیقی، تخلّص: مظفّر، شاعر، ادیب، نعت گو، کتب: ''برف کی ناؤ''، ''بابِ حرم''، ''لہجہ''، ''نورِ ازل''، ''الحمد''، ''حصارِ نظم''، ''لہو کی ہریالی''، ''ستاروں کی آبجو''، ''کھلے دریچے، بند ہوا''، ''کعبۂ عشق''، ''لاشریک''، ''دل سے درِ نبیؐ تک''، ''میرے اچھے رسول''، ''صاحب التاج''، ''امّی لقبی''، ''گئے دنوں کا سراغ''، ''گہرے پانی''، ''دیکھا جو تیر کھا کے''۔ ۱۹۸۰ء میں پاکستان ٹیلی وژن سے بہترین نعت گو کا ایوارڈ ملا۔ علاوہ ازیں غالب اکیڈمی، دہلی کی جانب سے بہترین شاعر کا ''افتخارِ غالب'' ایوارڈ ملا۔

~~~~~~

۲۲۔۱۲۔۹۸ء

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب۔سلام ودعا

''نعت رنگ'' مل گیا تھا، بہت شکریہ۔ پرچے کی ظاہری و باطنی خوبصورتی ''نعت رنگ'' سے مختص ہو کر رہ گئی ہے اللہ اس کوشش میں اضافہ فرمائے۔ پچھلے دنوں طبیعت علیل رہی ۸؍ کو کراچی مشاعرے میں بھی نہ جا سکا، بشریٰ رحمٰن صاحبہ[۱] کا نعت پر اور شہزاد احمد صاحب کا حمد پر مضمون ارسال ہے، یک نہ شد دو۔ مجھ پر لکھے گئے ایم۔اے۔ کے تھیسس کے ساتھ کتابی شکل میں شائع ہونے والے مضامین کی کتابت میرے پاس تھی اس سے کاپی کرادی بشریٰ صاحبہ کا مضمون غزل سے متعلق بھی تھا جسے قطع کردیا۔

کچھ تازہ نعتیں حسب فرمائش ارسال ہیں قمر وارثی صاحب سے رابطہ ہو تو ایک پیغام پہنچا دیجیے، کتاب ''جمال اندر جمال''[۲] کے ساتھ کوئی چارٹ نہیں ملا جس کے مطابق وہ مجھ سے نعت لکھوانا چاہتے تھے۔ خط لکھا تھا لیکن جواب نہیں آیا خط انھیں ملا بھی یا نہیں۔

امید کہ مزاج بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات۔

مظفّر وارثی

۱۔ بشریٰ رحمٰن (۲۹ اگست ۱۹۴۴ء۔ ۷ فروری ۲۰۲۲ء)، ادیبہ، افسانہ نگار، ناول نگار، سیاستدان، ممبر: قومی اسمبلی پاکستان، کتب: ''پارسا''، ''لگن''، ''لالۂ صحرائی''، ''شرمیلی''، ''لازوال''، ''خوبصورت''، ودیگر۔ اعزازات: ''ستارۂ امتیاز'' (حکومت پاکستان)، ''شاعر لدھیانوی گولڈ میڈل'' (انڈیا)۔

۲۔ ''جمال اندر جمال''، مرتب: قمر وارثی، ۱۹۹۸ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۳۰۴ ص

17-9-1999

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب۔ سلام ودعا

''نعت رنگ'' دوشمارے ملے، دونوں ہی بہت خوب، قیمتی اور معلومات افزا' نعت کی آپ بڑی ٹھوس خدمت کر رہے ہیں تاریخ آپ کو یاد رکھے گی۔ حمد یہ شمارے کا انتساب اور عزیز احسن صاحب کا مضمون بھی پڑھا آپ دونوں حضرات کا بے حد ممنون ہوں کراچی آرہا تھا عین وقت پر خلاف مزاج بات نے راستہ روک دیا اس بار آپ دوستوں سے ملنے کا سوچا تھا چلئے یار زندہ صحبت باقی۔

سات آٹھ سال قبل بہاولپور یونیورسٹی کے طالب علم نے میری شاعری کے حوالے سے ایم۔ اے۔ کا تھیسس لکھا تھا۔ اب پنجاب یونیورسٹی کی ایک طالبہ سحر وحید لکھ رہی ہیں اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہے اس مقالے کے ساتھ دیگر اصحاب کی آراء اور مضامین بھی دے رہا ہوں۔

عزیز احسن کا اسلوب بڑا وقیع ہے خواہشمند ہوں کہ نعت اور غزل پر بھی اگر وہ بسیط تبصرہ کر سکیں تو کتاب کا وزن یقیناً بڑھ جائے گا اگر وہ آمادہ ہوں تو براہِ راست بھی اُن سے گزارش کروں اور مطلوبہ مواد مہیا کرنے کا بندوبست بھی کیا جائے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات اور عزیز احسن صاحب کو خصوصی سلام

دعا گو

مظفّر وارثی

01-10-1999

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! سلام ودعا۔

سب سے پہلے حنیف اسعدی صاحب نے برسوں پہلے لکھا تھا کہ آپ ہی کا حوصلہ ہے جو بتیس دانتوں میں رہ رہے ہیں۔ آپ شاید یہ تیسرے چوتھے آدمی ہیں جس نے اس دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ غزل کی پہلی کتاب برف کی ناؤ کا ایک شعر ہے:

پیٹ خالی ہے تو اُگلے ہوئے لقموں سے نہ بھر
چل چکا جن پہ زمانہ انہی رستوں پہ نہ جا

یہ شعر نہیں میرا نظریہ تھا اور ہے، گروہِ ہند نقادوں اور نام نہاد ''عظیم'' شاعر دوستوں نے کس کس طرح مجھے روندا۔ اس کا اندازہ آپ کو میری خودنوشت سوانح حیات ''گئے دنوں کا سراغ'' [۱] پڑھ کر ہوگا جو بہت جلد آرہی ہے۔ میرے بارے میں سچ صرف احسان دانش مرحوم نے بولا تھا۔ غزل ہو یا نعت بحمدللہ اپنا لہجہ لے کر آیا۔ دوسرے یہ بات کہتے ہوئے گھبراتے ہیں خود یہ اَن کہی کہتا ہوں تو خودستائی کے تیروں میں گھر جاتا ہوں۔ خودنوشت میں بڑے بڑے مکروہ چہروں سے خول نوچے ہیں۔ کتنے ہی فرشتہ صورت شیطانوں کی جھلیاں اُتاری ہیں۔ ابھی میرے پاس ایک خط آیا

پڑا ہے یہ ہمارے محترم احمد ندیم قاسمی کا ہے۔ موصوف ایک انٹرویو میں کہے گئے میرے ان الفاظ پر سیخ پا ہیں کہ ''ندیم صاحب ضیاء الحق مرحوم کے دور میں مشرف بہ نعت ہوئے'' جواب لکھ رہا ہوں اُمید ہے تشفّی ہو جائے گی۔ صبیح صاحب ایسے لوگوں پر تو تعصّب کی چھاپ لگائی جا سکتی ہے جنھوں نے مجھے شجرِ ممنوعہ بنا کر رکھ دیا۔ لیکن ہم زبانوں پر بھی سناٹا چھایا رہے گا ایسا سوچ بھی نہ سکتا تھا بہر کیف اگر میرا فن کسی قابل ہے تو اب نہیں تو بعد میں سہی، کوئی نہ کوئی تیاپانچا ضرور کرے گا۔ عزیز احسن کو میرا اسلام عرض کر دیجیے۔ ان کی کتاب میری نظر سے نہیں گزری، ضرور پڑھوں گا حسبِ فرمائش کتابیں حاضر ہیں۔ رسید سے مطلع فرمائیے شکریہ۔ دوستوں کو واجبات۔

دُعا گو

مظفّر وارثی

۱۔ ''گئے دنوں کا سراغ''، ۲۰۰۰ء، لاہور: خزینۂ علم وادب، ۲۷۰ص

~~~~~~

28-09-2000

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب! سلام ودعا۔

''نعت رنگ'' مل گیا تھا۔ چاہنے کے باوجود جواب نہ دے سکا۔ یوں سمجھ لیجیے زندگی کے مشکل ترین پلِ صراط سے گزر رہا ہوں۔ اس عمر میں سکون کی بجائے قیامتوں سے پالا پڑا ہے۔ ملاقات پر ہی بتائی جا سکتی ہیں۔ نیا گھر آپ کو مبارک ہو۔ ساری عمر سچ بولا ہے وہی سچ کتابی شکل میں مرتب کر دیا۔ بس بھونچال آ گیا شدید ردِّ عمل برداشت کر رہا ہوں۔ یہ اُن قیامتوں کے علاوہ ہے عمر کا ہاتھی نکل گیا دُم رہ گئی ہے۔ اللہ عزت کے ساتھ دنیا سے لے جائے اتنا کڑوا اور ننگا سچ شاید ہی کسی نے لکھا ہو اور پڑھا ہو۔ ایک کے علاوہ تمام تبصرے اور مضامین مثبت آتے ہیں تعجّب ہے وہاں کتاب نہیں مل رہی۔ پبلشر سے بات کروں گا مجھے پچیس کتابیں ملی تھیں یہ تو یوں نکل گئیں جیسے کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ انشاء اللہ آپ کو نصف قیمت پر خرید کر ارسال کروں گا۔ دوستوں کو واجبات۔ کتاب ایک نشست میں پڑھنے کے لیے مجبور کر دیتی ہے۔ نیا پتہ آپ کا لکھ لیا ہے۔

دُعا گو

مظفّر وارثی

~~~~~~

۲۶-۱۰-۲۰۰۰

برادرِ عزیز صبیح رحمانی صاحب۔ سلام ودعا

میرے لیے دعا کیجیے زندگی کے دشوار ترین پل صراطوں سے گذر رہا ہوں۔ سوانح چھپوا کر حاسدوں اور دشمنوں میں بھی اضافہ کر لیا۔ اللہ کرم فرما رہے میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کچھ اور نام نہاد دوست خول سے باہر آ گئے۔ پچیس کتابیں پبلشر نے دی تھیں ریوڑھیوں کی طرح بٹ گئیں جن لوگوں نے یہ اور مانگ کر تبصرے کی خاطر لیں وہ دم دبا کر بیٹھ گئے کیسے کیسے دہرے اور بزدل چہرے سامنے آئے۔ جن کو میں جانتا تک نہیں انہوں نے تبصرے کا حق ادا کر دیا۔ کوئی اخبارات میں دو اور سہ کالمی پانچ پانچ چھ چھ سرخیوں کے ساتھ دلیرانہ انٹرویو اور تبصرے شائع ہوئے لیکن نوائے وقت کے سنڈے ایڈیشن کے انچارج اصغر عبداللہ صاحب نے تو کمال ہی کر دیا۔ ابھی ان کے شکریے کا مقروض ہوں۔ ''مظفّر وارثی کی شکست فاتحانہ'' بہت حقیقت افروز تبصرہ انہوں نے کیا۔ میرا اتنا مطالعہ تو نہیں لیکن جتنی اب تک اس موضوع پر کتابیں پڑھیں اتنا سچ شاید ہی کسی نے بولا ہو جتنا مجھ سے سرزد ہوا۔ میرے ساتھ یقیناً میرا اللہ ہے مجھے قطعاً تنہائی کا احساس نہیں جن کے چہروں سے میں نے نقابیں نوچیں وہ میرے خلاف نہایت گھٹیا تبصرے بھی کرا رہے ہیں یہاں تک کہ کسی تیغ بکف اداکار کے جسم پر میرا چہرہ لگا کر شائع کیا گیا۔ میں کیا بیچتا ہوں اس قوم نے تو مولانا مودودی

صاحب کا چہرہ ایک رقاصہ کے جسم پر چسپاں کر کے پوسٹر شائع کرادیے تھے۔ اللہ جانے کیا کیا کہا گیا شاید پہلی بار آپ سے اس طرح مخاطب ہوا..... ''گئے دنوں کا سراغ'' کے ساتھ ہی غزلوں کا مجموعہ ''تنہا تنہا گزری ہے'' شائع ہوا اور دو ہفتے بعد ایک اور ادارے سے دو نعتیہ مجموعے شائع ہوئے ایک ''صاحب التاج'' [۱] دوسرا ''امّی لقبی'' [۲] ''امّی لقبی'' دراصل انتخاب ہے ایک سو ایک بہترین نعتوں کا۔ کتابیں انشاء اللہ جلد ارسال کرنے کی کوشش کروں گا۔ غالب کی زمین میں کوئی نعت نہیں کہی۔ کسی کی زمین پر قبضہ میری فطرت ہی میں نہیں۔

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے دوستوں کو واجبات انشاء اللہ کچھ ہی عرصے بعد شاید میرا کراچی آنا ہو۔ کرگل کی لڑائی نے دلّی اور بمبئی میں واجپائی کی صدارت میں ہونے والا میرا جشن خراب کر دیا شاید ٹھہر کر ہو فی الحال دلّی کے کچھ احباب کراچی آ کر میرے بارے میں ہم عصر لوگوں کی آراء پر مشتمل کتاب کی تقریب کرنا چاہتے ہیں۔ انڈیا کے افضل منگلوری اور واجد سحری صاحبان میرے بہترین شاگرد ہیں۔ حنیف اسعدی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا سلام عرض کیجیے۔ عزیز صاحب سے بھی ضرور سلام کہیے۔

دعا گو

مظفّر وارثی

۱۔ ''صاحب التاج''، ۲۰۰۰ء، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۸۴ص

۲۔ ''امّی لقبی''، ۲۰۰۰ء، لاہور: علم و عرفان پبلشرز، ۲۵۱ص

~~~~~~

۲۱۔۱۱۔۲۰۰۰

برادر عزیز صبیح رحمانی صاحب۔ سلام و دعا

میں اگر کسی شدید ردعمل سے متاثر ہوتا تو شاید ایک چیخ بھی زبان قلم پر نہ لاتا تبصرے کئی آئے ہیں خوشی ہے حق میں زیادہ ہیں خلاف کم۔ ابھی سفید و سیاہ میں تمیز کرنے والوں کا قحط نہیں پڑا۔ آپ کا گھر میرے لیے شیش محل ہے اور دل سے انتہائی ممنون ہوں کہ اپنی میز بانی پیش کی۔ کیا اندر سے کیا باہر سے، بہت غریب انسان ہوں زیادہ شرمندہ نہ کیجیے۔ یقین جانیے دل کی بات سننے والوں کو ترس گیا ہوں بڑے بڑے نام نہاد قلمکاروں نے دبنگ تبصروں کا کہہ کر کتاب مانگ کر لی لیکن اپنی مصلحتوں میں جا چھپے۔ میری ہانڈی تو گئی اُن کی ذات پہچانی گئی۔ ایک تقریب کے سلسلے میں کراچی آنا ہوگا تو کتابیں لیتا آؤں گا سوانح کے علاوہ ایک غزل کی دو نعتوں کی کتابیں اور آئی ہیں۔ غزلیں اور نعتیں بھی ان شاء اللہ ارسال کر دوں گا۔ فہرست کتب ارسال ہے۔ کچھ آراء جنھیں افضل صاحب اور واجد صاحب نے چھپوایا ہے غالباً بروشر کی شکل میں ہوں گی۔ دوستوں کو واجبات۔

دعا گو

مظفّر وارثی

~~~~~~

11-03-2006

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

غالباً تسلیم صابری [۱] صاحب تھے جن سے آپکی وہاں موجودگی میں بات ہوئی۔ ۱۱/ مارچ ۲۰۰۶ء۔ ۳ بجے کا وقت مقرر ہوا اور کہا گیا کہ اس سے پہلے بھی آپ کو فون کروں گا وہ تو نہ کیا ایک بات بالکل نئی کہی جس سے میں چونک پڑا فرماتے ہیں کہ پک اینڈ ڈراپ آپ کو بھی دے دیا جائے گا کیمرہ اور دیگر سامان لانا مشکل ہوگا آپ کو وہیں چلنا ہوگا جبکہ پہلے وہ کہہ چکے تھے کہ گھر پر ہی ہم سب سامان لے آئیں گے۔ کردار کی یہ پھسلن مجھے پسند نہیں، میں نے مطالبہ کر دیا کہ پیسے کیا دیں گے بولے تین سال سے زائد تو مجھے نوکر ہوئے ہوگیا QTV والے دیتے کچھ نہیں۔ کیسی عجیب بات

ہے؟ بہر کیف یہ بہانہ میرے کام آ گیا۔ صابری صاحب کہنے لگے ''ان تمام باتوں کے باوجود'' کتنے پیسے ہوں گے میں نے کہا جو TV والے دوسرے شہروں میں پیش کرتے ہیں آپ کو تو معلوم ہے کہ میں نے پنڈی میں چالیس ہزار اور ہوٹل کے اخراجات سب کچھ ''سچائی'' پر قربان کر دیا تھا۔

مظفّر وارثی

نوٹ: اصل صورت حال آپ تک پہنچنی ضروری تھی۔

ا۔ تسلیم صابری، مشہور نقیبِ محفل، نعت خواں، QTV کے پروگرام ''نعت کائنات'' اور ''خوشبوئے حسانؓ '' کے میزبان۔

معین الدین عقیل، ڈاکٹر (کراچی)

16-01-1999

عزیزِ گرامی صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

اس بار کراچی آیا تو آپ کی عنایتوں سے بھی بہرہ مند ہوا۔ قبل ازیں ''نعت رنگ'' کے اوّلین شمارے کے توسط سے آپ سے تعارف ہوا تھا، اور اس مجلّے کے موضوع اور اس کی دل کشی وجاذبیت نے حد درجہ متاثر کیا تھا، لیکن اب اس کے مزید تین شماروں اور آپ سے بذریعۂ ٹیلی فون گفتگو نے اس تاثر میں خاصا اضافہ کیا۔ محترم شفقت رضوی صاحب کے ساتھ ساتھ میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں کہ آپ کی عنایتوں سے ''نعت رنگ'' کے مزید شماروں سے حصولِ کیف ولطف کا موقع ملا۔ آپ کا جذبہ وعشق، جو آپ کے مجلّے اور آپ کی تخلیق کردہ نعتوں کے ایک ایک لفظ سے جھلکتا ہے، انتہائی قابلِ رشک ہے۔

عزیز احسن صاحب کی مساعی بھی قابلِ ستائش ومبارک باد ہیں کہ انھوں نے آپ کی نعتوں کو ہمارے لیے یکجا کر دیا۔ آپ کی نعتوں کا مجموعہ ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' ہر لحاظ سے جاذبِ نظر ہے۔ عزیز احسن کا مرتبہ مجموعۂ مقالات ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' بھی اپنے عنوان کے مصداق اُردو نعت کو اس کے جدید اسالیب کے باوجود عصری ادب میں اپنا مقام دلانے میں معاون ہوگا۔

میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے بہ وسیلۂ نعت کیف ولطف کے متنوع مواقع عنایت فرمائے۔ خدا کرے اب جب بھی میرا وطن آنا ہو آپ سے ضرور اور بالمشافہ ملاقات ہو سکے۔ محترم شفقت رضوی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام پہنچا دیجیے اور یہ پیغام بھی کہ اگر اورنگ آباد سے کوئی صاحب رجوع فرمائیں تو ضرور توجہ فرمائیے۔

والسّلام

معین الدین عقیل

☆ ڈاکٹر معین الدین عقیل (پ: ۲۵ جون ۱۹۴۶ء)، محقق، مؤرخ، نقاد، پروفیسر وصدر، شعبہ اردو، کراچی یونیورسٹی، ڈین فیکلٹی اوف لینگویجز اینڈ لٹریچر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد؛ پروفیسر وصدر: شعبۂ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔ چند کتب کے نام: ''تحریک آزادی میں اردو کا حصہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''نوادراتِ ادب''، ''پاکستانی غزل: تشکیلی دور کے رویے اور رجحانات''، ''امیر خسرو فرد اور تاریخ''، ''پاکستان میں اردو ادب: محرکات ور جحانات کا تشکیلی جائزہ''، ''تحریک پاکستان کا تعلیمی پس منظر''، ''تحریک آزادی اور مملکت حیدر آباد''، ''اقبال اور جدید دنیائے اسلام: مسائل، افکار اور تحریکات''، ''اخلاقی تعلیم''، ''دکن اور ایران: سلطنت بہمنیہ اور ایران کے علمی وتمدنی روابط''، ''مسلمانوں کی جدوجہد آزادی: مسائل، افکار اور تحریک''، ''تحریک پاکستان اور مولانا مودودی''، ''پاکستان میں اردو تحقیق۔ موضوعات اور معیار''۔ حال ہی میں علمی، ادبی اور تحقیقی خدمات کے اعتراف میں شہنشاہِ جاپان کی جانب سے آپ کو اعلیٰ ترین سول ایوارڈ ORDER OF THE RISING SUN دیا گیا ہے۔

۲۸/فروری ۲۰۰۵ء

بار ہا آپ کی محبّتوں اور عنایتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں کہ اب آپ نے 'نعت رنگ' کے شمارہ ۱۷ سے لطف اندوز ہونے کا موقع عنایت فرمایا ہے۔ بے حد شکر گزار رہوں گا۔ 'نعت رنگ' کا آغاز.... سامنے کی بات ہے، پھر ساتھ ساتھ دیگر متعلّقہ مطبوعات بھی نظر سے گزرتی رہی ہیں۔ لیکن اب جو 'نعت رنگ' کو دیکھتا ہوں تو حیرت و مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ آپ نے صرف اپنے رسالے ہی کو نہیں، اس کے وسیلے سے اپنے سلیقے و محنت اور تزئین و اہتمام سے خود نعت کو اب کہاں سے کہاں پہنچادیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں، یاد کرتا ہوں کہ دو تین دہائیوں قبل تک نعت کو اس حسن اور دل نشینی کے ساتھ کوئی کہاں پیش کرتا تھا۔ بطور صنف، بڑی سست روی سے جیسے جیسے یہ ارتقا پزیر تھی، لیکن آپ نے 'نعت رنگ' کو کس قدر تیز تر، وسیع تر اور جاذبیت و قبولیتِ عام سے اسے ہم کنار کردیا ہے! اب یہ تو ایک مستقل صنفِ سخن اس طرح بن گئی ہے کہ اس نے محض تخلیق کی حدود میں اپنے آپ کو اب قید نہیں رکھا ہے۔ تجزیہ و تنقید، بلکہ تحقیق کے وسیلے سے متعدد نئے آفاق اس نے تلاش کر لیے ہیں اور ہمارے ادب کی مستقل اصناف کی طرح اور 'دامنِ دل می کشد کی جا ایں جاست' کے مصداق، جذبہ وعقیدت کی نئی جہات کو تخلیقی وسعت، گہرائی، پختگی اور رنگینی عطا کر رہی ہے۔ یہ مبالغہ نہیں، کہ یہ سب آپ کی تنِ تنہا محنت اور جاں فشانی اور سلیقہ و حسن کاری کے باعث ممکن ہوا ہے۔

میری جانب سے اس سعادت و خدمت پر مبارک باد قبول فرمایئے۔

معین الدین عقیل

~~~~~~

۱۰/فروری ۲۰۰۶ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون!

''نعت رنگ'' کا خصوصی شمارہ احمد رضا خان بریلوی نمبر موصول ہوا۔ اس لطفِ خاص اور محبّت و عنایت کا شکر گزار ہوں۔ بالاستعیاب دیکھا، پڑھا اور عش عش کیا۔ آپ کی لگن، جستجو اور محنت و سلیقے پر حسنِ ذوق اور حسنِ اظہار ہر دو میں بے مثل و یادگار رہے گا۔ غالباً مولانا احمد رضا خاںؒ اور ان کی نعت گوئی اور اثرات کو اس اہتمام سے اب تک کسی نے نہ موضوع بنایا ہوگا نہ کسی سے اس طرح حق ادا ہوا ہوگا۔

مبارک باد بھی قبول کیجیے۔ اس سعادت پر جو آپ ''نعت رنگ'' سے اور نعت کے میدان میں حاصل کر رہے ہیں۔ واجبات کے ساتھ

پس نوشت: اندازہ ہوا کہ ''نعت رنگ'' آپ کے حوصلوں کی بلندی کے باوجود آپ کی وسعت کے لیے خود آپ کو محدود نظر آرہا ہے۔ ''سفیرِ نعت''[۱]

یقیناً آپ کی توجہ، سرپرستی اور حوصلہ افزائی کے باوصف حصولِ منزل میں آپ کی توقعات پر ضرور پورا اُترے گا۔ اس کا پانچواں شمارہ پہلی بار مطالعے میں آیا۔ اس میں آپ کی موجودگی صاف نمایاں ہے۔

معین الدین عقیل

۱۔ کتابی سلسلہ ''سفیرِ نعت'' کراچی، مرتب: آفتاب کریمی

~~~~~~

یکم اکتوبر ۲۰۱۲ء

عزیزم صبیح رحمانی صاحب

آپ کے ارشاد پر ''نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کی تحریری رسید منسلک ہے ملاحظہ فرمائیے۔ یوں ہی سرورق پر نظر پڑی تو مجلس مشاورت میں اس عاجز کا نام لکھا دیکھا، بے حد شکر یہ کہ میں گناہ گار اور عاجز اس لائق کہاں کہ اس مجلس میں شامل ہوسکوں۔ پھر ایک محلِ نظر بات یہ بھی کھٹکی کہ اس فہرست میں ناموں کی ترتیب کو کسی جواز (بہ اعتبارِ حرفِ تہجّی یا بہ اعتبارِ حفظِ مراتب یا ملکی و غیر ملکی) کے تحت ہونا چاہیے تھا۔ محترم ریاض مجید اور گوہر ملسیانی کا نام نیچے ہے، جب کہ ہر اعتبار سے میرا نام ان دونوں کے نیچے ہونا چاہیے تھا۔ ریاض مجید کا نام ان کے شاگرد شبیر احمد قادری کے بھی

نیچے ہے۔ عمر میں بھی وہ اور ساتھ ہی گوہر ملسیانی ہم سب سے بزرگ ہی ہیں۔ ایسے امور اخلاقی لحاظ سے ہماری تہذیب میں محلِ نظر ہوتے ہیں۔ اس جملۂ معترضہ کے لیے معذرت۔

والسّلام
عقیل

~~~~~~

عزیزِ گرامی صبیح رحمانی صاحب۔ السّلام علیکم

آپ کی تازہ عنایت کے سبب ''نعت رنگ'' کا شمارہ بابت اگست ۲۰۱۲ء [۱] ہمدست ہوا۔ بے حد ممنون رہتا ہوں کہ آپ اپنی ایسی عنایات اور محبّتوں سے مستقل نوازتے رہتے ہیں۔ آپ کی محبّت اور اس تحفے کی تقدیس و برکت سے سرشاری کا احساس اس وقت تک طاری رہتا ہے جب تک اگلی عنایتوں سے سرفراز نہیں ہوجاتا۔ پھر ان کا تاثر اس پر پرایزادر رہتا ہے۔ یہ مجلّہ اب، بلکہ ایک آغاز ہی سے، اپنے مشمولات کے تنوع اور دل کشی کے باعث محض ایک رسالہ ہی نہیں ایک دنیائے کیف و سرور اور عقیدت و مودّت ہوتا ہے جس کا رشتہ راست ہم سب کی روح اور حواس دونوں سے قائم و برقرار ہے۔ اس کے تنوع میں یہ سب کچھ ہے اور ساتھ ہی افادیت بھی اپنی جگہ بے پناہ۔ مقالات جائزے و مطالعے ہر دو پر مشتمل ہوتے ہیں اور پھر ان میں اکثر معلومات بھی قاری کو اپنی دنیا میں سمیٹے رکھتی ہیں۔

زیرِ نظر شمارہ اپنے روایتی مشمولات و عنوانات کے ساتھ ساتھ میرے لئے بعض مقالات کے باعث بے حد پر کشش رہا۔ بعض عنوانات خاصے پر کشش اور جاذبِ توجہ ہیں اور ان کے موضوعات کا انتخاب بجائے خود مقالہ نگاروں کی وسعتِ مطالعہ اور جذبہ و عقیدت کے انفرادی زاویۂ نظر کا مظہر ہے۔ ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال، ساجد صدیق نظامی اور قیصر نجفی کے مقالات نئی جہات اور نئے موضوعات سے متعارف کرانے کا سبب ہیں اور اپنے موضوعات کے لحاظ سے مطالعے کے نئے زاویوں کی دعوت بھی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر رفاقت علی شاہد اور یحییٰ نشیط صاحب کے مقالات معلومات سے لبریز ہیں اور یقیناً آپ کے تمام قارئین کے لئے اپنی معلومات کے باوصف انتہائی مفید بھی ہیں۔ گوہر ملسیانی صاحب نے ایک نمائندہ رسالے ''سیارہ'' کی فروغِ نعت میں خدمات کا جائزہ لیا ہے جو نعت کی تاریخ کو متعیّن کرنے میں معاون ہوگا۔ اس سلسلۂ مطالعات کو بڑھانا چاہیے اور دیگر نمائندہ اور خصوصاً قدیم رسائل کی ایسی ہی خدمات کا تعین کیا جانا چاہیے جنھیں شاید ہم بھولتے جارہے ہیں۔ ایسی خدمات کے تعین سے تاریخِ نعت گوئی کے خلاءُ پُر ہوتے رہیں گے۔ ڈاکٹر سہیل شفیق کا مقالہ بے حد فکر انگیز ہے اور مطالعے کے لئے ایسے ہی دیگر موضوعات کے انتخاب کی دعوت بھی ہے کہ نعت کا مطالعہ فقط روایتی موضوعات کے تحت ہی نہیں کیا جانا چاہیے، موضوعات اور بھی ہیں۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید صاحب نے غضب کیا۔ ایک ایسے مجموعۂ نعت یا انتخاب سے متعارف کرایا جس کے بارے میں کتنے لوگ کچھ جانتے ہوں گے۔ یہ اور ڈاکٹر رفاقت علی شاہد صاحب کے مقالات آپ کے اس شمارے کے بے حد قیمتی اور معلوماتی مقالے ہیں جو اردو نعت نگاری کے ارتقائی مطالعے اور اس کی تاریخ نویسی میں بھی بہت معاون ثابت ہوں گے۔

دراصل رسالہ یا مجلّہ نکالنا ایک عمومی دل چسپی کا عمل بھی ہے لیکن جو اپنے موضوع یا موضوعات میں اضافے، اس کے وقار کی بلندی اور اپنے موضوع کی روایت کو فروغ دینے کے باعث بنے، ایسا مجلّہ ہی تاریخ میں یادگار رہتا ہے اور اپنی جگہ فرضِ کفایہ ادا کرتا ہے۔ آپ نے 'نعت' کے زمرے میں ایسی مثال قائم کردی ہے جو یقین ہے کہ آپ کی ایسی ہی محنت و لگن اور کوشش و جستجو سے مزید فروغ پائے گی اور آئندہ اس نوعیت کے رسائل کے لئے ایک نمونے اور معیار کا کام دے گی۔

واجبات کے ساتھ، والسّلام
عقیل

۱۔ شمارہ ۲۳، ۶۴۰ص

~~~~~~

ہر طرف خبر گرم ہے کہ آپ کے ''نعت رنگ'' کا اگلا شمارہ عنقریب منصّۂ شہود پر وارد ہوگا، چہ خوب، کہ آپ نے اس کے قارئین کی طلب و خواہش کی تکمیل کی بابت ہمدردانہ فیصلہ بالآخر کرہی ڈالا یا آپ کو اپنے آئے دن کے سفر اسفار اور تقریبات و مباحثوں میں شرکت سے قدرے فراغت ملی اور یہ واقعہ اب رونما ہونے کو ہے۔ پیشگی مبارک باد۔

یقیناً'' آپ کو اندازہ ہوگا کہ ''نعت رنگ'' کا اس کے قارئین کو کس قدر بے چینی سے انتظار رہتا ہوگا، اور یہ بھی علم ہوگا کہ ''نعت رنگ'' صنفِ نعت کے زمرے میں اب کیا حیثیت رکھتا ہے؟ ہمارے صحافتی یا مجلّاتی ادب میں اب رسائل رہ ہی کتنے گئے ہیں اور پھر نعت جیسی صنف کے لیے مخصوص، کہ قارئین کو اپنے مخصوص تنوع اور سیر حاصل مواد سے سیر کرسکیں؟ یہ تو آپ کا اعزاز ہے کہ آپ نے علی الخصوص نعتیہ ادب کو اس قدر پُرشکوہ اور ہمہ صفت مجلّہ عطا کیا ہے جو اپنی نوعیت میں منفرد بھی ہے اور حد درجے معیاری بھی۔ اس کے قارئین قائل ہیں کہ اس کے ہر شمارے میں موضوعات اور قلم کاروں کی ایک ایسی کہکشاں آپ سجاتے ہیں جو خود مجلّاتی ادب میں اپنی مثال آپ کہی جاسکتی ہے۔

اس کے پچھلے شمارے میں جو انتساب ہے وہ مجھے بے حد پسند آیا اور میں پوری طرح متفق ہوں کہ ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان نے اردو نعت کی جدید روایت کو تشکیل دینے بل کہ فروغ دینے میں بھی اور جامعات میں اسے ایک مستقل موضوع کی حیثیت دینے کی جس تحریک و ترغیب کا آغاز کیا اس نے خاصی پذیرائی حاصل کی ہے جس کا ایک اثر یہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ عام مقالہ نگاروں اور مصنّفین نے بھی نعت نگاری کی مختلف جہات پر مطالعے اور نقد و نظر کا سلسلہ شروع کیا اور شعرا نے بھی دل جمعی و حد درجے عقیدت سے اس کی تخلیق کو ایک خاص اہمیت دی ہے۔

میں تو سمجھتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اب اردو نعت صرف پاکستان ہی نہیں دیگر ممالک کے مسلم معاشروں میں تخلیق پانے والے ادب میں اور ادبی تقریبات و مشاعروں میں بھی اپنی جگہ بنانے اور اس عمل یا اس پھیلاؤ میں ''نعت رنگ'' بھی کہیں پیچھے نہیں ہے بل کہ ایک طرح سے محرک بھی ثابت ہوا ہے۔ چناں اس تحریک و عمل کا ثواب بھی آپ کے حصے میں ضرور شامل ہو رہا ہے۔

پچھلے شمارے میں جہاں متعدد مقالات نے اپنے موضوعات و معیار کے ذریعے مجھے متوجہ کیا ہے وہیں صفوت اور نذر صابری کے معراج ناموں پر مقالات میرے لیے بے حد معلوماتی اور دل چسپ ہیں۔ پھر دکنی زبان میں سیرۃ النبی کے منظوم ماخذ پر مقالہ اپنی نوعیت و موضوع کے لحاظ سے نہایت منفرد اور محقّقانہ ہے۔ پڑھ کر جی خوش ہوا اور معلومات میں اضافے کا سبب بھی یہ بنا ہے۔

ظاہر ہے کہ نعت کے حوالے سے اس نوعیت و معیار کے مقالات اب ہمیں اور کہاں ملتے ہیں۔ یہ آپ کا کمال ہے کہ اپنے مجلّے کو وہ معیار و وقار عطا کیا ہے آپ نے کہ اب مذکورہ مقالات کی طرح کے مقالات اب کھنچ کر آپ کے مجلّے میں سنورتے اور اس کے معیار و کشش میں اضافہ کرتے ہیں۔

اب ان احساسات کے ساتھ آپ سے اگلے شمارے کی فرمائش کے ساتھ رخصت چاہوں گا اور اس کا انتظار رہے گا۔

~~~~~~

۳ فروری ۲۰۲۳ء

عزیز محترم صبیح رحمانی صاحب

کیا خوب کہ بیک وقت: 'اردو مرثیے میں نعتیہ عناصر'؛ 'دبستانِ فلم کے نعت نگار'؛ 'عہد رسالت میں نعت'، اور 'عقیدت کے پھول' موصول ہوئیں۔ سب ہی بے حد دل نشیں اور نہایت پُرکشش ہیں شوق سے پڑھوں گا۔ خاص طور پر 'اُردو مرثیے میں نعتیہ عناصر' نہایت اچھوتا موضوع ہے اور یقین ہے کہ بے حد معلوماتی ہوگی۔ 'دبستانِ فلم کے نعت نگار' بھی ایک اچھوتا اور دل چسپ موضوع ہے اور یہ بھی حد درجے معلوماتی ہوگی۔ دیگر موضوعات اور عنوانات بھی روایتی اور پُرکشش ہیں۔ آپ بڑی خاموشی سے جو بیش بہا موضوعات مطالعات و تنقیداتِ نعت کو دے رہے ہیں وہ ہر لحاظ سے پُرکشش اور
~~~~~~

وقیع ہیں جن سے اردو نعت نگاری حد درجے باثروت ہو رہی ہے اور یہ بلاشبہ آپ ہی کا اعزاز ہے۔
بے حد شکریہ کہ آپ نے ان سے نوازا۔
واجبات و احترامات کے ساتھ، والسّلام

معین الدین عقیل

مقصود احمد تبسّم (دبئی)

مدحتِ مقصودِ کائنات لکھنا، پڑھنا سننا، اور اس میں گم رہنا یہ سب خوش بختی اور نعمت ہے۔ نعت رنگ کے شماروں کا ایک عرصے سے مطالعہ کر رہا ہوں مئی ۲۰۰۳ء کا شمارہ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں پہلی بار مجھ جیسے کم علم کی لکھی ہوئی نعت شائع ہوئی تو قرطاسِ ذہن پر ایک سوال ابھرا کہ آیا نعتِ سرور کا مقام بلند ہے یا شاعر کا؟ وجدان نے جواب دیا جس صاحبِ عزوعلا کی نعت لکھتے ہو اس سے بڑھ کر عالی مرتبت اور کون ہے؟ جو بعد از خدا سب سے زیادہ بزرگ اور عظیم و برتر ہے اس کی شان میں لکھی جانے والی نعت پہلے افضل ہے شاعر بعد میں۔ حقیقت کیا ہے؟ دراصل نعت افضل ہے۔ اور نعت لکھنے کا صدقہ، لکھنے والے کا بھی نام ہو جاتا ہے۔

''نعت رنگ'' کے شماروں میں نعت کے اوپر درمیان میں جہاں نعتیہ اشعار کا کوئی عنوان درج ہونا چاہیے یا مدحتِ سرورِ کائنات یا نعتِ رسولِ مقبول ﷺ لکھا جانا چاہیے، وہاں سب سے اوپر نعت پر شاعر کا نام جلی حروف میں لکھا جاتا ہے اور نعت کا عنوان یا تو لکھا ہی نہیں جاتا یا پھر شاعر کے نام کے نیچے۔ جیسا کہ مجھ ناچیز کا نام مقصود احمد تبسّم موٹے حروف میں سب سے اوپر لکھا گیا ہے اور نعت کا عنوان نعلین محمد اور درود شریف ﷺ چھوٹے سے حروف میں میرے نام کے نیچے لکھا گیا ہے۔ کتنا ہی اچھا ہو کہ نعت شریف کے اوپر درمیان میں نعت کا عنوان یا نعت شریف یا مدحت سرورِ کونین یا اسی نعت کا کوئی خوب صورت مصرع بطور عنوان لکھ دیا جائے اور شاعر کا نام نعت شریف کے آخر میں نیچے لکھا جائے یا کم از کم عنوان کے بائیں جانب تھوڑا نیچے لکھا جائے۔ چوں کہ ''نعت رنگ'' میں نعت اور اس کے ادب کے گوشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے، یہ پہلو بھی ایک ادب اور عقیدت کا پہلو ہے۔ امید ہے آپ توجہ فرمائیں گے۔

مقصود احمد تبسّم

☆مقصود احمد تبسّم (پ: ۱۹۵۵ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، نعت خواں

مقصود احمد عاجز، ڈاکٹر (فیصل آباد)

16-3-19

قابلِ صد احترام حضور قبلہ سید صبیح الدین رحمانی صاحب
السّلام علیکم۔ خیریت کا طالب خیریت سے ہے۔

''وسیلۂ بخشش'' کی تقریب رونمائی مورخہ ۲۴ مارچ کو منعقد ہوئی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی دعاؤں سے یہ تقریب بطریقہ احسن اختتام پذیر ہوئی۔ جس میں گرامی قدر محترم جناب ڈاکٹر ریاض مجید صاحب (صدرِ محفل)، استاد مکرم جناب محمد افضل خاکسار، پروفیسر محمد طاہر صدیقی صاحب کے علاوہ دیگر علمی و ادبی شخصیات نے اس بزم کو زینت بخشی۔ ''وسیلۂ بخشش'' پر اظہار خیال بھی کیا گیا۔ آپ کا ذکر خیر بھی ہوا۔ مجھے اور عاصم کو آپ بہت یاد آئے۔ ہر حال میں ایک بار پھر 'وسیلۂ بخشش' پر محبّتوں کے پھول بانٹنے پر آپ کا سپاس گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محبّت پر اجرِ عظیم

عطا فرمائے۔مزید دعاؤں کی درخواست ہے۔
آپ کے حکم کے مطابق پانچ عدد کا پیاں ''وسیلۂ بخشش''،اور ایک فوٹو کاپی جناب افضل خاکسار کی ''نوید بخشش'' بھیج رہا ہوں قبول فرمائیں۔

دعاؤں کا طالب
ڈاکٹر مقصود احمد عاجزؔ

☆ڈاکٹر مقصود احمد عاجزؔ، ہومیو پیتھک ڈاکٹر، شاعر، کتب: ''زادِ بخشش''، ''اُمیدِ بخشش'' ودیگر۔

ملک الظفر سہسرامی (سہسرام، انڈیا)

30-10-99

سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

آج سفر سے واپس لوٹا ہوں تو آپ کا محبّت نامہ نظر نواز ہوا۔عنایتوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔''الکوثر'' کا تازہ شمارہ آپ کو موصول ہوگیا آپ نے از راہ ادب نوازی متعلّقہ افراد کی کاپیاں بھی ان تک روانہ فرمادیں۔فجزاک اللّٰہ تعالیٰ خیراً۔

آپ کے اس مکتوب سے معلوم ہوا کہ شمارہ نمبر۳ آپ کو نہیں مل سکا جب کہ حقیقت ہے کہ مذکورہ شمارہ آپ کی خاص دلچسپی کا موضوع لیے ہوا تھا۔بہر حال حسبِ اطلاع ایک کاپی سپرِ ڈاک کرر ہا ہوں۔اگر زحمت نہ ہو تو وصولیابی کے بعد اطلاع فرمادیں۔نیز شمارہ نمبر۳، نمبر۴ پر اپنے گراں قدر تاثرات سے شاد کام فرمائیں۔

یہ ''اقبال غارت گرملت'' کی عکسی کاپی بھی روانہ کرر ہا ہوں اس سلسلے میں کچھ اصحاب فکر وقلم سے ضرور لکھوائیے تا کہ انور شیخ[۱] جیسے دریدہ دہن کی دہن دوزی ہو سکے۔تازہ شمارے کی تقدیم میں ساقی فاروقی[۲] کی اس بے ہودہ نظم کو میں نے موضوع بحث بنایا ہے جس کو بریڈفورڈ سے شائع ہونے والے جریدے ڈراوی نے شائع کیا ہے۔اس پر بھی بحث ہونی چاہیے تا کہ شوگوئی کی پاکیزہ روایات کی پامالی کی جرأت بھی کسی دریدہ دہن کے اندر پیدا نہ ہو سکے۔آپ کی دونوں خواہشات کی تکمیل کی سعی وجہد کی بھر پور کوشش کروں گا۔ہفتہ عشرہ میں آپ کی کتاب پر اپنے تاثرات روانہ کرر ہا ہوں۔اگر ممکن ہوا تو فیکس کا سہارا لے لوں گا۔البتہ دوسری خواہش کی تکمیل کے لیے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے میں یہاں کچھ قلم کار حضرات سے اس موضوع پر لکھوا رہا ہوں۔آپ بھی وہاں کے اگر آپ تعاون فرما رہے ہوں تو جواب دیجیے اعلان شائع کرادوں۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر۲ میں شائع شدہ ایک مضمون کے تعلّق سے عمل سرقہ کی نشان دہی کر چکا ہوں۔امید ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کو شامل فرمائیں گے۔

جواب کا منتظر
ملک الظفر سہسرامی

☆مفتی محمد ملک الظفر سہسرامی، سرپرست: جامعہ رضویہ ودارالعلوم خیریہ نظامیہ (انڈیا)، مدیر: ''الکوثر''، سہسرام

۱۔انور شیخ (۱۹۲۸ء۔۲۰۰۶ء)، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، نقاد، مدیر: ''Liberty'' (لندن)۔

۳۔ساقی فاروقی (۲۱ دسمبر ۱۹۳۶ء۔۱۹ جنوری ۲۰۱۸ء)، نام: قاضی محمد شمشاد نبی فاروقی، تخلّص: ساقی، شاعر وادیب، مدیر: ''نوائے کراچی'' (۱۹۵۹ء)، تصانیف: ''پیاس کا صحرا''، ''رادار''، ''بہرام کی واپسی'' (شعری مجموعہ)، ''حاجی بھائی پانی والا''، ''زندہ پانی سچا''، ''بازگشت وبازیافت''، ''ہدایت نامۂ شاعر'' (تنقیدی مضامین)، ''رازوں سے بھرا بستہ'' (منتخب نظمیں)، ''Nailing Dark Storms'' (انگریزی نظموں کا مجموعہ) ودیگر۔

16-02-2001

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ!

سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

کل ہی محترم ظفر اقبال ظفر کی وساطت سے محترم سیّد معراج جامی صاحب کا نوازش نامہ چند اصحابِ محبّت کی نعتیہ نگارشات کے ساتھ موصول ہوا۔ آج انھیں بھی جواب لکھا ہے۔ آپ کو بھی خط لکھنے کے ارادے سے بیٹھا تھا کہ ڈاک میں آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا۔ یہ جان کر مسرت ہوئی کہ محترم عزیز احسن صاحب پاکستان میں نعت گوئی کا جائزہ لے رہے ہیں۔ یقیناً اپنے عنوان پر یہ ایک اچھوتی تحریر ہوگی۔ ظفر اقبال صاحب نے بھی مطلع کیا ہے کہ ایک ہفتے میں محترمہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب کا مقالہ موصول ہونے کی اُمید ہے۔ آپ نے نعتیہ نگارشات کے تعلّق سے جو مشورہ عنایت فرمایا وہ صائب ہے۔ تاہم کچھ اہم لوگوں کی نگارشات ضرور روانہ فرمایئے۔ مزید ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱ تا ۵ سے بھی نوازیے۔

سیّد معراج صاحب کی وساطت سے چند اربابِ محبّت سے مقالے کے لیے درخواست گزار ہو رہا ہوں، مثلاً سیّد ابوالخیر کشفی، پروفیسر سحر انصاری، ڈاکٹر اسحاق قریشی، پروفیسر عاصی کرنالی، مشفق خواجہ، حفیظ تائب صاحبان۔ اگر آپ بھی ان حضرات کو ریمائنڈر دے دیں تو جلد کام نکل آنے کی توقع ہے۔ غیر مرتب طور پر کمپوزنگ کا کام شروع کرا چکا ہوں۔ رسالے کے سائز سے ہٹ کر کتابی سائز میں کتابت ہو رہی ہے۔ ابھی تو کام کا آغاز ہوا ہے۔ چوں کہ تمام مضامین کو ایک مرتبہ گہری نظر سے گزارنا بھی ضروری تھا۔ ان تمام مصروفیات کے علاوہ ادارے کی مصروفیات کے سبب عام شمارہ بھی وقت پر منظرِ عام پر نہیں آ سکا۔ مشترکہ شمارہ جلد ہی منظرِ عام پر آنے والا ہے۔ ''نعت رنگ'' کا اشتہار لگا دیا گیا ہے۔ اُمید کہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۱ میں ''الکوثر'' کے نعت نمبر کا اعلان شامل ہوگا۔

محترم ظہیر غازی پوری صاحب آپ کے خلوص و محبّت سے بے حد متاثر ہوئے۔ آپ کی فرمائش کی تکمیل کے سلسلے میں مواد کی فراہمی میں از حد دلچسپی لے رہے ہیں۔ کل وقتی ادیب ہیں کام کرنے کا انداز بھی بہتر ہے۔ نعت کے فنی لوازمات، یہ مقالہ انھوں نے آپ کے پاس بھی روانہ کیا ہے اس کی اطلاع انھوں نے مجھے دی ہے۔ حسب الحکم دونوں خطوط متعلّق اصحاب تک پوسٹ کر دیے گئے۔

ایک لفافہ آپ پوسٹ فرمانے کی زحمت فرمالیں۔

ملک الظفر سہسرامی

~~~~~~

26-07-2001

گرامی قدر و محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ و اخلاصہ!

ہدیۂ سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۱ کی وصول یابی کی اطلاع دے چکے ہوں۔ محترم راجہ رشید محمود صاحب کے مقالے کی وصول یابی سے بھی آپ کو مطلع کر چکا ہوں۔ ''سفیرِ نعت'' کا صبیح رحمانی نمبر بھی موصول ہو چکا ہے، مکمّل مطالعہ کر چکا ہوں۔ ایک نوجوان نعت گو شاعر کے لیے اساطین ادب کا خراجِ تحسین جہاں آپ کے فن کے اعلیٰ معیار کا پتا دیتا ہے۔ وہیں آپ کے جذبۂ عشق رسول اللہ ﷺ کے شرفِ قبول کا بھی اشارہ ملتا ہے:

یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔ اور لاریب یہ سب کچھ صدقہ ہے اسی چراغِ نسبت کا جو آپ کے طاقِ جاں میں جل رہا ہے۔ آپ نے نعتیہ شاعری کے دامن میں نئی لفظیات جدید تراکیب اور خوب صورت استعاروں کے جو گل بوٹے کھلائے ہیں۔ اس کی قدر شناس جوہریوں نے اس کی
~~~~~~

خوب خوب پذیرائی فرمائی ہے۔ آفتاب کریمی صاحب قابل صد مبارک باد ہیں کہ انھوں نے ''سفیرِ نعت'' کے شمارۂ اوّل کو نعت کے ہمہ جہت خادم کے نام منسوب کر کے اپنی فراخ دلی کا ثبوت پیش کیا ہے اور ایک بار پھر یہ باور کرانے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے کہ فن کار کے قد کا تعین فن کے تناظر میں ہونا چاہیے جب کہ یہ ایک عام روش ہے کہ فن کار کے قد سے فن کو ناپا جاتا ہے۔ دہلی سے واپس لوٹا ہوں تو آپ کے دونوں خطوط ایک ساتھ نظر نواز ہوئے۔ ''الکوثر'' کے نعت نمبر کے تعلّق سے آپ کی حد درجہ دلچسپی مجھ جیسے بے بضاعت کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہو رہی ہے۔ آپ نے ذاتی طور پر نہ صرف یہ کہ پاکستان کے معتبر قلم کاروں سے اس کے لیے مقالات حاصل کیے بلکہ خصوصی توجہات کے ساتھ انھیں مجھ تک روانہ بھی فرمایا۔ یہ تمام باتیں اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ صنفِ نعت کے تعلّق سے آپ کے سینے میں ایک حساس دل ہے اور آپ کا ہر تارِ نفس اس مقدس صنفِ سخن کے لیے وقف ہو چکا ہے رب قدیر آپ کے پاکیزہ جذبات کا خوب سے خوب تر صلہ عطا فرمائے۔ نعت نمبر کی کتابت شروع ہو چکی ہے اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ ماہِ ستمبر ۲۰۰۱ء میں مکمّل ہو جائے۔ اب تک ان موضوعات پر اہلِ قلم کی نگارشات موصول ہو چکی ہیں۔

نعتیہ شاعری اور تنقیدی روایات، نعت کے موضوعات، ایں رہ نعت ست نہ صحرا، فروغِ نعت میں خانقاہوں کا کردار، فروغِ نعت میں خانقاہوں کی خدمت، نعت اور شریعت، نعت اور شعریت، نعت کا ادبی مقام، نعت بحیثیت صنفِ سخن، نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں، دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخن ور نعتیں، صحابہ کی نعت گوئی کا امتیازی وصف، نعتیہ شاعری اور غیر محتاط رویہ، سہسرام کا دبستانِ نعت، اردو نعت کا صنفی و ہیئتی مکالمہ، اولیاتِ نعت تقریباً ۳۵ مقالات کتابت کی منزل سے گزر رہے ہیں۔ قلم کاروں میں یہ لوگ ہیں۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برق، سیّد رفیع الدین اشفاق، پروفیسر رؤف خیر، پروفیسر فاروق صدیقی، پروفیسر سیّد رافق زماں، پروفیسر سیّد حسین الحق، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر ممتاز احمد، پروفیسر عرفان بجنوری، مولانا کوکب نورانی، مولانا منشا تابش قصوری، مولانا عبدالحکیم شرف قادری، عزیز احسن صاحب، رشید وارثی صاحب، راجا رشید محمود صاحب، عبدالقوی ضیا، پروفیسر اقبال جاوید، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، پروفیسر علیم اللہ حامی، ڈاکٹر اسماعیل آزاد، علقمہ شبلی، ابراہیم اشک، ڈاکٹر قریشہ، ڈاکٹر شکیلہ، ڈاکٹر سراج احمد، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر منصور عالم، ڈاکٹر محفوظ الحسن وغیرہ۔ پاکستان کے محترم سیّد ابوالخیر کشفی صاحب، محترم مشفق خواجہ صاحب، محترم ڈاکٹر فرمان فتح پوری صاحب، حفیظ تائب صاحب، محترم عاصی کرنالی صاحب، محترم اسحاق قریشی صاحب جیسے اساطین ادب کی بارگاہ میں آپ کی معتبر وساطت کے ذریعے سعی آخر کے طور پر نیازمندانہ حاضر ہوں۔ میرا یہ سفر اس یقین کے اُجالے میں ہے۔ شاہاں چہ عجب گو بنوازند گدارا۔ ہم تو بارگاہِ نبوی ﷺ کے خوشہ چیں غلاموں کے غلام ہیں اور اس شرف غلامی پر ہمیں بجا طور پر فخر و ناز ہے۔ کیوں کہ یہی سرمایہ تو ہمارے لیے دارین میں وسیلۂ فلاح و نجات ہے۔ رب قدیر ہماری ان کاوشوں کو شرفِ قبول سے نواز دے۔ زبیر قادری صاحب نے آپ کے تعلّق سے اپنے عمدہ قلبی تاثرات کا اظہار فرمایا ہے یوں تو فقیر کو آپ کی ذات سے حسن ظن تھا ہی مزید اس حسنِ ظن کو موصوف کی تحریر نے حسن یقین میں بدل دیا۔ ان شاء المولیٰ ''والکوثر'' کا نعت نمبر اس سال کے آخر تک منظر عام پر آجائے گا۔ پاکستان کے ایک صاحب جناب شبیر احمد قادری صاحب نے اپنی تحقیق کے تعلّق سے تفصیلات روانہ فرمائی ہیں۔ موصوف حافظ لدھیانوی کی نعتیہ شاعری پر تحقیق کر رہے ہیں۔ وہاں کے دیگر جامعات میں اس موضوع پر تحقیقات کے تعلّق سے آپ کو زحمت فرمانی ہوگی یا تو وہاں کے مقامی اخبارات میں اعلان شائع کروا کر تمام تفصیلات اپنے یہاں جمع فرمالیں اور پھر مجھے روانہ فرمادیں۔ یا پھر براہِ راست جامعات کو خطوط لکھے جائیں اور ان سے درخواست کی جائے کہ اس موضوع پر تحقیقات کی تفصیلات سے مطلع فرمائیں۔ مؤخر الذکر صورت بہتر اور آسان ہے۔ اس میں آپ کو زحمت تو ہوگی لیکن نعتیہ شاعری پر ہونے والے کام سے آپ کی دلچسپیوں کا جو خوش گوار سلسلہ ہے اس کے پیش نظر مجھے یقین ہے کہ آپ اس راہ میں بھی میری معاونت فرما کر مشکور ہوں گے۔

محترم راجہ رشید محمود صاحب نے ماہ نامہ ''نعت'' کی فائل میری درخواست پر روانہ کرنے کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔ دو سیٹ ہیں، ایک

فقیر کے لیے دوسرا خدا بخش لائبریری کے لیے، لیکن کسی معتبر وسیلے سے کیا میں انھیں لکھ دوں کہ وہ آپ کی خدمت میں روانہ فرما دیں اور پھر آپ کسی معتبر آنے والے کی معرفت یا پھر ''نعت رنگ'' کی آئندہ اشاعت کی ترسیل میں اس کو شامل فرما لیں۔ اُمید کہ جواب سے نوازیں گے۔ اس وقت نعتیہ شاعری پر دو تین مقالات زیرِ قلم ہیں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ میرا مضمون آپ کو مل گیا۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

~~~~~~

15-04-2002

گرامی قدر محترم سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ!

سلام مسنون۔ خیریت طرفین نیک مطلوب۔

''نعت رنگ''، شمارہ نمبر ۱۲ اور اس کے ساتھ آپ کی دیگر عنایتوں کی وصول یابی کے بعد اطلاعی عریضہ حاضر کر چکا ہوں۔ اُمید کہ موصول ہوا ہوگا اس طرف ہند و پاک کے درمیان سیاسی ماحول کافی گرم رہا نتیجہ یہ ہوا کہ آمد و رفت رسل و رسائل سب بند ہو گئے۔ اس طرف چند رسائل پاکستان سے آئے جن میں دنیا نعت کا شمارہ نمبر ا بھی تھا تو نا اُمیدی کے بادل چھٹے۔ نعت نمبر کی کتابت مکمّل ہو چکی ہے اب ترتیب و تہذیب کا کام چل رہا ہے۔ تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل یہ گراں قدر نمبر یقیناً آپ کی زندہ تحریک کا واضح اور بین ثبوت ہے۔ نعتیہ ادب کے فروغ میں آپ کی سعی و جہد یقیناً مثالی ہیں۔ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۲ میں ہیچ مداں کے مطبوعہ مضمون[۱] میں چند جگھوں پر کتابت کی غلطی در آئی ہے۔ اس معیاری جریدے کے باوقار قارئین نے ازخود اصلاح فرمالی ہوگی۔ تاہم ایک جملے کی اصلاح ضروری ہے۔ ہندوستان میں نعتیہ شاعری کی ابتدا کے تعلّق سے جو گفتگو کی گئی ہے اس میں اردو نعتیہ شاعری کی بات آ گئی ہے جب کہ اسے مطلق نعتیہ شاعری ہونا چاہیے۔

''نعت رنگ'' اب نہ صرف ہر کوچک ہند و پاک میں اپنی شان دار و بے مثال فتوحات کے پرچم نصب کر چکا ہے بلکہ اس کی زلف گرہ گیر کے اسیروں میں دنیا میں پائے جانے والے تمام شائقین اردو شامل ہیں۔ رب قدیر آپ کی کاوشوں کو آپ کے لیے وسیلۂ نجات فرمائے۔ نعتیہ شاعری اب موضوع بحث بن چکی ہے۔ اونچے طبقے میں بھی اس سلسلے میں بازگشت سنائی دینے لگی ہے وہ دن دُور نہیں کہ اردو ادب میں یہ اپنا مقام متعیّن کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ ایک مضمون ونعت اور آدابِ نعت منسلک ہے اس سلسلے میں وصول یابی کے بعد اپنی رائے سے گزاریے۔ اگر ممکن ہو شمارہ نمبر ۱۳ میں شامل کر لیا جائے۔ اُمید کہ آپ مع متعلّقین واحباب بعافیت تمام ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

۱۔ ''تقاضائے نعت''، ش ۱۲، ص ۱۱۷۔ ۱۳۶

~~~~~~

16-08-2003

محبّ گرامی قدر محترم سید صبیح رحمانی صاحب!

ہدیۂ سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب

''نعت رنگ''، شمارہ نمبر ۱۵ کے ساتھ مجلّہ ''سفیرِ نعت''، محترم سیّد ابوالخیر کشفی صاحب کی گراں مایہ تصنیف ''نعت اور تنقیدِ نعت'' جناب عزیز احسن کی تنقیدی کتاب ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' اور ''راہِ نجات'' کا نعت نمبر موصول ہوئے۔ نعتیہ ادب پر یوں تو انفرادی نوعیت کا کام ہو ہی رہا تھا لیکن سفر شعر کے تعین کے ساتھ اجتماعی شعور کی کمی تھی۔ الحمدللہ ''نعت رنگ'' کے اربابِ فکر نے نعت شناسوں کا ایک قافلہ تیار کیا جو فکر و فن کے گل بوٹے سے نعتیہ ادب کے دبستان کی آرائش و زیبائش میں مستقل مصروف سفر ہے۔ حضرت مولانا کوکب نورانی زید کرمہ کی کتاب ''نعت اور آدابِ نعت'' بھی

زبیر احمد قادری کی وساطت سے موصول ہوئی تھی۔ جس پر تبصرہ تحریر کر کے آپ کو بھیج چکا ہوں۔ اُمید کہ موصول ہوا ہوگا لیکن آپ نے اور نہ ہی حضرت مولانا موصوف نے اس کی وصول یابی کی اطلاع تحریر فرمائی۔ ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' پر ایک جائزہ سپردِ قلم ہوگیا سو آپ کی نذر ہے۔ اگر ''نعت رنگ'' کے مزاج ومنہاج پر پورے اُترے تو شائع فرما دیں۔ بصورتِ دیگر اسے عزیز احسن صاحب کے حوالے فرما دیں۔ ان دنوں ذہنی طور پر بہت پراگندہ ہوں۔ گزشتہ دنوں ہمارے ادارے کا ایک نوخیز بچہ مسلم رضا پانی میں ڈوب کر جاں بحق ہوگیا...... اس حادثے کے بعد ذہن وفکر ایک قسم کے تعطّل کا شکار ہے۔ اگر ذہنی طور پر درست ہوگیا تو باقی کتابوں پر بھی تبصرہ لکھوں گا۔ اُمید کہ آپ کے مزاج بخیر ہوں گے۔ نعت نمبر کے لیے ذہنی آسودگی میسر نہیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے۔ اُمید کہ ''جامِ نور'' آپ کے پاس پہنچ رہا ہوگا۔ احباب سے سلام کہہ دیں رسید کا انتظار رہے گا۔

پس نوشت: ایک لفافہ پوسٹ کرنے کی زحمت دے رہا ہوں۔ شکریہ

ملک الظفر سہسرامی

~~~~~~

گرامی قدر مخلص وکرم فرما جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

۲۴ ستمبر اور پھر ۲۶ ستمبر کو دو عنایت نامے نظر نواز ہوئے۔ ایک میں پروفیسر افضال کا غیر مطبوعہ اور محترم عزیز احسن کا مطبوعہ مقالہ آپ کی پُرخلوص تحریر کے ساتھ تھا۔ ۲۶ ستمبر کو محترم رشید وارثی صاحب کا مقالہ آپ کی مختصر سی تحریر کے ساتھ تھا۔ سارے مضامین بہتر اور قابل قدر ہیں۔ معیاری اور فن کار حضرات کے فن پر اظہارِ سخن کی مجال مجھ جیسے ہیچ مداں کو کہاں حاصل۔ الحمدللہ ہندوستان میں اس اعلان کی بازگشت بہت دُور تک ہے۔ حلقۂ علم وادب میں اس کا پُرتپاک خیر مقدم کیا جارہا ہے۔ مجوزہ عنوانات کے علاوہ کچھ نئے عنوانات سامنے آئے ہیں، مثلاً ''نعتیہ شاعری میں خواتین کا کردار''، ''وصالِ سرکار پر صحابہ کی مرثیہ گوئی'' اور ''ہند وپاک کی نعتیہ شاعری کا تقابلی مطالعہ'' آخر الذکر پر تو مقالہ ایک ہندوستانی قلم کار لکھ رہے ہیں۔ لیکن میری خواہش ہے کہ اس پر کسی پاکستانی قلم کار سے بھی لکھوایا جائے تا کہ تقابلی مطالعے میں توازن رہ سکے۔ ''نعتیہ شاعری خارج از نصاب کیوں؟'' پر ڈاکٹر اسماعیل آزاد فتح پوری لکھ رہے ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ پاکستان کے بھی کسی بہت بے باک قلم کار سے مقالہ لکھوا کر اس عنوان سے مکمّل انصاف کیا جاسکے۔

پروفیسر افضال کا مقالہ پڑھنے کے بعد نعتیہ شاعری کے حوالے سے آپ کی ہمہ جہت خدمات سے متعارف ہوسکا اور انھوں نے اپنے مقالے میں جو کچھ لکھا ہے وہ مبنی برصداقت ہے۔ جس کا کچھ مشاہدہ تو اس فقیر کو بھی ہے۔ اس طرف آپ کی طویل خاموشی تو میرے لیے سوہانِ روح بنی ہوئی تھی کہ ''نعت نمبر'' کی تحریک کا جادو جگا کر خاموشی کی ایسی چادر تانی کہ دُور دُور تک سناٹا تھا۔ لیکن اب آپ کو بیدار دیکھ کر احساس ہوچلا ہے کہ آپ حساس ہی نہیں احساس گر بھی ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ''الکوثر'' کے نعت نمبر کے محرک اوّل آپ ٹھہرے بعد میں کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اس تحریک کو ہوا دی۔ لیکن اوّلیت کا سہرا آپ کے سر بندھتا ہے۔ محترم عزیز احسن صاحب سے بعد سلام شوق مقالے کی دوبارہ درخواست کردی جائے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، پروفیسر عاصی کرنالی، پروفیسر سحر انصاری، مشفق خواجہ، حفیظ تائب، سیّد ابوالخیر کشفی، راجہ رشید محمود، ڈاکٹر اسحاق قریشی (وائس چانسلر محی الدین اسلامی یونی ورسٹی، نیریاں شریف) سے مقالات حاصل کیے جائیں۔ اُمید کہ اس خاص شمارے کو دستاویزی بنانے میں آپ مؤثر رول ادا فرمائیں گے۔ اب تک اس موضوع پر جو حضرات تحقیق کر چکے یا کر رہے ہیں۔ ان کا مختصر تعارف بھی شائع کرنا ہے۔ اس موضوع پر جتنی کتابیں، تحریکیں اور تنظیمیں وجود میں آئی ہیں۔ ان کا بھی تعارف مطلوب ہوگا۔ آپ کے دونوں پیکٹ مجھے موصول ہوگئے۔ ان تمام عنایتوں پر شکریے کے ساتھ تبصرے کا وعدہ۔ محترم سیّد معراج جامی
~~~~~~

صاحب کی وساطت سے پروفیسر اقبال جاوید اور عبدالقوی ضیا کے مقالات بھی چند دنوں قبل موصول ہوئے ہیں۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

ملک الظفر سہسرامی

~~~~~~

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ

سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

آپ کے محبّت نامے کا جواب تاخیر سے دے چکا ہوں۔ اُمید کہ مل گیا ہوگا۔ آپ کی خصوصی توجہات سے ''نعت رنگ'' کے گزشتہ شمارے موصول ہوئے۔ ان کے ساتھ ''ادیب رائے پوری: فن اور شخصیت'' [۱] اور ''میلا دمطہّر'' [۲] کا ایک ایک نسخہ موصول ہوا ان کرم فرمائیوں کے لیے فقیر سراپا سپاس ہے۔ ''نعت رنگ'' اور آپ کی کرم فرمائیوں کی زیر باری کو کم کرنے کے لیے ایک مضمون منسلک ہے۔ اس کے تعلّق سے آپ کی قیمتی آرا کا انتظار رہے گا۔ خدا کرے پسند خاطر ہو۔ نعتیہ ادب پر شائع ہونے والی کتابیں مطلوب ہیں۔ آپ کے مرسل تمام مجموعۂ نعت پر تبصرہ نعت نمبر میں شامل ہو رہا ہے۔ مولانا کوکب نورانی و مولانا منشا تابش قصوری کے مضامین کی وصول یابی سے آپ کو مطلع کر چکا ہوں۔ محترم سیّد ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مشفق خواجہ، جمال پانی پتی، ڈاکٹر اسحاق قریشی، راجہ رشید محمود جیسے اساطین ادب سے مقالے کے لیے آپ کی وساطت سے ایک بار پھر درخواست گزار ہو رہا ہوں۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

۲۰۰۹ء میں معتبر نعت گو حضرات کے مجموعہ کلام کے لیے بھی منتظر ہوں۔

اُمید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

نوٹ: محترم ناصر بغدادی صاحب مدیر ''بادبان'' کو بھی میں نے خط لکھا ہے۔ محترم ادیبؔ رائے پوری سے بھی مقالے کی درخواست ہے۔

منتظر جواب

ملک الظفر سہسرامی

۱۔ سید شجاعت علی طالب زیدی، ۲۰۰۰ء، (مقالہ برائے ایم۔اے۔) کراچی: مدحت پبلشرز، ۲۲۴ص

۲۔ سید حمید الدین احمد، ۱۹۵۴ء، کراچی: ۴۸ص

~~~~~~

گرامی قدر محترم جناب سید صبیح رحمانی صاحب زید کرمہ

سلام مسنون! خیریت طرفین نیک مطلوب۔

چند دنوں قبل بذریعہ رجسٹری ڈاک ''نعت رنگ'' شمارہ ۷ اور شمارہ ۱۸ انہی کے ساتھ عزیز احسن صاحب کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ''اُردو نعت اور جدید اسالیب'' [۱] اور شفیق الدین شارق کا مجموعہ کلام ''نزول'' [۲] کی ایک ایک کاپی موصول ہوئی۔ ان تمام عنایات کی شکر گزاری کس طرح کی جائے؟ فوراً جواب نہیں لکھ سکا معذرت طلب ہوں۔ خیال ہوا کہ ''الکوثر'' کے تازہ شمارے کے ساتھ شکریہ ادا ہو تو بہتر ہے۔ سو آج حاضر ہو رہا ہوں۔ آپ کی سنجیدہ کاوشوں کا میں پہلے ہی معترف ہو چکا ہوں۔ ان تازہ شماروں نے بھی عمدہ تاثرات قائم کیے ہیں۔ پروردگار عالم آپ کی ذات سے نعتیہ شاعری کی پاکیزہ روایات کو مزید تب و تاب سے نوازے۔ نبی کائنات ﷺ کے ذکر کی رفعت ہمارے بیان کی محتاج نہیں کیوں کہ:

ورفعنا لک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

محترم صبیح رحمانی! ''نعت رنگ'' کے شمارہ ۶ پر ''الکوثر'' میں تبصرہ شائع کر چکا ہوں ممکن ہے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو۔اس شمارے میں بھی کچھ باتیں قابل اعتراض تھیں لیکن میں نے انھیں تبصرے میں عمداً موضوع بحث بنانے سے گریز کیا۔الحمدللہ! آپ نے خود فراخدلی کے ساتھ مولانا کوکب نورانی اور ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کے مقالات ومکتوبات کی اشاعت فرمادی جن میں قریب قریب وہ تمام قابلِ اعتراض حصّے آگئے۔ایک اہم بات اور جو اردو ادب میں نئی نہیں اور اردو صحافت سے وابستہ حضرات کے لیے بھی یہ کوئی نیا انکشاف نہیں۔آئے دن اس طرح کی حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔مضمون کسی کا نام کسی کا۔لیکن ''نعت رنگ'' جیسے معیاری تحقیقی جریدے میں جب اس طرح کی کوئی اوچھی حرکت کا ارتکاب کرتا ہے تو آپ یقین فرمائیں کہ خون کھول اُٹھتا ہے اور وہ بھی اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر اور محقق کا دم چھلا لگانے والا کوئی شخص ایسی حرکت کرتا ہے تو حیرتیں اپنی انتہا کو چھونے لگتی ہیں۔''نعت رنگ'' شمارہ ۶ میں قصیدہ بردہ کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ کے عنوان سے ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری[۳] کا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہے۔اس امر کا انکشاف آپ کے لیے بھی حیرتوں کا باعث ہوگا کہ یہ مقالہ آج سے ۲۶ سال قبل پاکستان سے شائع ہونے والے سیارہ ڈائجسٹ کے رسول نمبر حصّہ دوم، جلد۲ شمارہ نومبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہو چکا ہے جو علی محسن صدیقی[۴] کا مقالہ ہے اس کی تلخیص عبدالکریم عابد[۵] نے کی۔اگر آپ نے چاہا تو اس کی عکسی کاپی بھی فراہم کی جاسکتی ہے۔آپ اس کا مطالعہ فرما کر ایسے لوگوں کے خلاف سخت محاسبانہ رویہ اختیار فرمائیں۔

ملک الظفر سہسرامی

۱۔ ۱۹۹۸ء، کراچی: فضلی سنز، باراول، ۱۸۴ص ۲۔ ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۱۴۴ص

۳۔ڈاکٹر جلال الدین نوری، سابق رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی ۴۔ڈاکٹر علی محسن صدیقی (م:۲۰۱۲ء)، سابق صدر شعبۂ اسلامی تاریخ جامعہ کراچی

۵۔عبدالکریم عابد(۱۹۲۷۔۲۰۰۵ء)، صحافی وادیب، اولین مدیر: روزنامہ ''جسارت'' کراچی، مدیر: ''فرائیڈے اسپیشل'' لاہور، مولانا مودودی کے رفیق، کتب: ''سفر آدھی صدی کا''، ''اسلام اور سوشلزم''، ''کارل مارکس اوران کے نظریات''، ''سید مودودی۔بچپن، جوانی، بڑھاپا''، ''مودودی کے سیاسی افکار''، ''سید اسعد گیلانی''، ''سیاسی وسماجی تجزیے''۔

~~~~~~~

میں آپ کے مکتوب کا انتظار ہی کرتا رہ گیا اور آج اچانک ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۶ اور محترم پروفیسر شفقت رضوی کی اہم، معلوماتی اور قابلِ قدر کتاب '''نعت رنگ' کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ'' کا پیکٹ موصول ہوا۔آپ کا یہ تحفۂ خلوص مجھے اس وقت ملا جب پاکستان میں ہندوپاک کے درمیان فائنل کرکٹ میچ کھیلا جارہا تھا۔تقریباً سارے لوگ کرکٹ کے اس فائنل میچ کی دلچسپیوں میں کھوئے ہوئے تھے اور میں ان تحفوں کی قیمتی اور بیش بہا تحریروں اور بین السطور کے پیچ وخم میں گرفتار، اچانک شب میں آتش بازیوں کے ایک طویل سلسلے کا آغاز ہوا۔کچھ دیر کے لیے تو یہ میرے لیے معمّہ بنا رہا۔نقشہ کچھ ایسا تھا کہ جیسے دیوالی یا ہندوستانی مسلمانوں کی روایتی شبِ برات ہو جس میں لاکھوں لاکھ روپے پٹاخے بازی میں خرچ کرکے ذہنی آسودگی کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔جہاں تک مجھے علم ہے اس کی روشنی میں، میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ پاکستان میں بھی عوامی سطح پر آتش بازی اور پٹاخے بازی سے شبِ برات کی آمد محسوس کی جاتی ہے۔ہم نے برات کی اس مقدس شب کو گناہوں کی بارات سجانے میں ضائع کردیا۔میں اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف تھا کہ معاً خیال کرکٹ میچ کی جانب گیا اور پھر سارا معمّہ حل ہوگیا کہ فائنل میچ میں ہندوستانی ٹیم کو فتح کا تمغہ حاصل ہو چکا ہے اور یہ اس کامیابی کے حصول پر مسرتوں کا اظہار ہے۔پتا نہیں آپ کے یہاں اس میچ کو کس پس منظر میں دیکھا جارہا تھا۔یہاں تو سیاست کی بچ پر سیکولر اور فسطائی طاقتوں کے درمیان انتخابی میچ کی تیاریوں کے ایک حصے کے طور پر دیکھا جارہا ہے۔یہ چند سطریں تو ماحول کے زیرِ اثر قلم برداشتہ قرطاس پر بکھر گئیں۔

پروفیسر شفقت رضوی نے عالمانہ، محقّقانہ اور ناقدانہ انداز میں ''نعت رنگ'' کے پندرہ شماروں کا جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے اس سے ایک بار پھر نعتیہ ادب پر ''نعت رنگ'' کی خدمات کا رنگ و آہنگ نمایاں ہوکر سامنے آیا ہے۔پروفیسر موصوف کی عالمانہ، محقّقانہ اور ناقدانہ بصیرت مسلّم ہے۔
~~~~~~~

ایک صاحبِ بصیرت، محقق، صاحبِ طرز انشاپرداز اور ادب کی صالح روایتوں کے امین و پاسدار کا معتبر نام ہے شفقت رضوی۔ موصوف کے قیمتی مقالات راقم الحروف کی بیش بہا معلومات کا سامان تو ہمیشہ ہی بنتے رہے لیکن اس کتاب میں ان کی بوقلموں صلاحیتوں کے نقوش کا معاملہ یہ ہے کہ:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جاست

ابھی مکمّل طور پر نہیں دیکھ سکا ہوں جستہ جستہ ہی دیکھا ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ دو اہم چیزیں سامنے ہوں تو ذوقِ انتخاب امتحان گاہ میں پہنچ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کبھی ذوقِ نظر اس کا اسیر ہوتا ہے تو کبھی ''نعت رنگ'' کا۔ بعض مقامات پر تو پروفیسر صاحب ایک نئی جہت سے سامنے آئے ہیں اور وہ ان کی خوب صورت طنز نگاری ہے۔

''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اپنی تب و تاب کے اعتبار سے بے پناہ خوبیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوا ہے۔ لیکن کمپوزنگ (پروف ریڈنگ) کی غلطیاں ذوق پر گراں بار ہو جاتی ہیں۔ آپ میرے ان جملوں سے حوصلہ شکنی کے شکار نہ ہو جایئے گا بلکہ اپنی منصبی ذمہ داریوں کو محسوس کیجیے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ نے اس میں کہیں پہلو تہی کی ہے چوں کہ جو کام ایک ادارے کا تھا اسے آپ تن تنہا انجام دے رہے ہیں۔ ظاہر ہے اس صورتِ احوال میں خامیوں اور کمیوں کا در آنا ایک فطری امر ہے۔ چناں چہ اس شمارے میں بھی کتابت (پروف ریڈنگ) کی غلطیاں خاصی ہیں۔ آپ اس بات کو فراموش نہ کریں غیر اختیاری طور پر آپ نعتیہ ادب اور نعتیہ شاعری کی ایک تاریخ مرتب کر رہے ہیں۔ بعد کے ادوار، میں ہی نہیں بلکہ ابھی دورِ حاضرہ میں ''نعت رنگ'' کے شمارے نعتیہ ادب پر کام کرنے والے محقق اور اسکالر اس کے لیے ایک معتبر، معتمد اور قابلِ قدر ماخذ کے طور پر مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے میں آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ذمہ داریوں کی کس نازک شاہراہ سے گزر رہے ہیں۔ آپ کی ادنیٰ سی لغزش بھی تاریخی روایت کا حصہ بن جائے گی اور پھر لمحوں کی اس خطا کی سزا صدیوں کے مقدر میں جائے گی۔ خود کو آپ ''نعت رنگ'' کا صرف مرتب تصور نہ کریں بلکہ آپ اس جریدے کے قابلِ احترام مدیر ہیں۔ آپ کی ذمہ داری ایڈیٹنگ کی بھی ہے۔ رطب و یابس حشو و زوائد سے اس رسالے کو پاک ہونا چاہیے۔

''نعت رنگ'' کے سارے مضامین تو نہیں البتہ چند مضامین سے خود کو مستفیض کر سکا ہوں۔

محترم راجہ رشید محمود لاہوری کا ادبی مقام بالخصوص نعتیہ ادب کے حوالے سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے ان کی اوّلیات تو اردو کے نعتیہ ادب کی آبرو ہیں۔ ماہنامہ ''نعت'' کے قابل و فاضل و مدبر کی حیثیت سے آپ کی اعلیٰ سطحی علمی و ادبی خدمات سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ نعتیہ ادب پر ان کے چند تحقیقی مقالات سے راقم نے حظ وافر حاصل کیا ہے۔ ان میں موصوف کا تعمق علمی، ژرف نگاہی اور تحقیق کے جوہر نظر آتے ہیں۔

ماہنامہ ''نعت''، لاہور کے خاص شمارے ''دیارِ نعت'' پر ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر کا تبصرہ ''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۵ میں شائع ہوا ہے۔ موصوف نے ساڑھے پانچ صفحات کے اس تبصرے میں تمہیدی کلمات محترم راجہ رشید محمود کی نعتیہ شاعری اور صنفِ شاعری پر ان کی خدمات کو خراجِ تحسین کے طور پر پیش کیے ہیں۔ اس کے بعد کے چند اشعار کا عروضی اور فنی جائزہ لینے کے ساتھ ان کی لسانی و معنوی جہتوں کا بھی جائزہ پیش کیا ہے۔ فنِ عروض پر راجہ رشید محمود کی بھی گہری نظر ہے۔ ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر نے ان کے جن اشعار میں سقوطِ حرف کی وضاحت کی ہے اس کے جواب میں موصوف نے دلائل کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔ میری یہ حیثیت نہیں کہ عروض اور فنِ شاعری کی باریکیوں کے تعلّق سے کلام کروں۔ تاہم راجہ رشید محمود کے جوابی مضمون کے مطالعے سے میرے قلم میں جنبش ہونے لگی اور یہ چند سطریں حوالۂ قرطاس ہو گئیں۔ میرا مقصد کسی کی تحقیر و تنقیص نہیں بلکہ ایک اظہارِ خیال ہے۔

مجھے راجہ رشید محمود صاحب کی اس بات سے قطعی اتفاق ہے کہ ''اگر کوئی شخص اصل عربی تلفّظ کو استعمال کرے تو اس پر اعتراض کرنا... کہاں تک جائز ہے کسی لفظ کے بولنے یا لکھنے میں مقامی طور پر یا کسی دوسرے ملک میں کوئی تبدیلی در آئے تو اس لفظ کو درست استعمال کرنے والا تو غلط نہیں

ہوسکتا اور اصل لفظ 'لغو' قرار نہیں پاتا۔'' (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۶، ۱۴۱۔۱۴۲)

اگر کوئی لفظ، تلفّظ یا معنی کے اعتبار سے غلط استعمال کیا جارہا ہے تو اس کے درست استعمال کو غلط اور ناروا قرار دے کر کسی صالح فکر کا تو ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ آج عام طور پر ''قرآن''، ''غلطی''، ''عربی'' وغیرہ الفاظ کا غلط تلفّظ عوام میں رائج ہے۔ عربی الفاظ کی نزاکتوں سے ناواقف شعرائے کرام بھی اس قسم کے الفاظ شعر میں غلط موزوں کردیتے ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں شائع ہونے والی نعتوں میں بھی اس قسم کا عیب راہ پاجاتا ہے۔ چناں چہ اربابِ بصیرت اس کی فنی گرفت فرما کر اصلاح کی ذمہ داری ادا فرماتے ہیں۔ قرآن، مزمل، مدثر وغیرہ الفاظ کو اشعار میں غلط تلفّظ کے ساتھ موزوں کرنے پر شعرائے کرام کی فنی گرفت کی مثالیں ''نعت رنگ'' کے صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ الفاظ کا غلط تلفّظ یا غلط اِملا رائج الوقت ہے تو کیا اس کے خلاف الفاظ کا صحیح استعمال اور درست تلفّظ نہیں کیا جائے گا؟ کیا جائے گا اور ضرور کیا جائے گا:

ہے یہی رسم تو یہ رسم مٹادی جائے

آج ہندوستان میں بعض عربی، فارسی کے خوب صورت اور قیمتی الفاظ کا اس بے دردی کے ساتھ استحصال ہورہا ہے کہ اساتذۂ سخن کی روحیں بھی انھیں سن کر اپنی قبر میں اضطراب بدوش ہوں گی۔ آج ہمارے یہاں اختلاف کو ہندی داں طبقے نے خلافت بولنا اور لکھنا شروع کردیا ہے۔ ہندی اخبارات، رسائل، جرائد اور الیکٹرونک میڈیا میں اس لفظ کا استعمال اختلاف کے معنی میں ہورہا ہے۔ کیا اس لفظ سے اس کا کوئی معنوی ربط ہے؟ ظاہر ہے کہ زبان و بیان کی نزاکتوں سے واقفیت رکھنے والے حضرات پر اس قسم کا استعمال ناگوارِ خاطر ہوگا۔ آج کل اردو رسائل و جرائد میں قابلِ ''گردن زدنی'' اور ''قابلِ دیدنی'' وغیرہ جیسے جملے بھی ذوقِ نظر کو مجروح کررہے ہیں۔ ایک محقق محترم نے اپنے تحقیقی مقالے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے تفوقِ علمی اور ان کے علمی تبحر کا اظہار کرتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے۔ ''ان سے بڑا مستشرق اس عہد میں کوئی دوسرا نہ تھا۔'' صاحبِ بصیرت محقق کو یہ بھی نہیں معلوم کہ استشراق ایک اصطلاحی لفظ ہے اور یہ ایک مستقل تحریک کا نام ہے۔ اس تحریک سے وابستہ فرد پر مستشرق کا اطلاق ہوتا ہے۔ دکتور محمد احمد دیاب نے ''اضوار علی الاستشراق والمستشرقین'' مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۹ء کے ص ۱۰ پر استشراق کی یہ تعریف لکھی ہے، ''غیر مشرقی لوگوں کا مشرقی زبانوں و تہذیب، فلسفے، ادب اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونے کا نام استشراق ہے۔'' ایک دوسرے حضرت نے ایک اہم شخصیت پر نمبر شائع کیا تو اس میں ایک بزرگ کے دعائیہ کلمات کو ''ادعیہ ماثورہ'' کی سرخی کے ساتھ شائع کیا۔ ان مقامات پر اب اس کے سوا اور کیا کہا جائے:

ناطقاں سر بگریباں ہیں اسے کیا کہیے

پڑھے لکھے لوگوں کی تحریر و تقریر میں ''استمداد طلب کرنا''، ''استحقاق حاصل کرنا'' جیسے جملے نظر سے گزرتے ہیں۔ اب انھیں کون بتائے کہ باب استفعال کے ان افعال میں طلب کرنا، حاصل ہونا اس لفظ کا معنوی حصہ ہے یہ تو ''آبِ زم زم کے پانی'' اور ''روغنِ زیتون کے تیل'' کی طرح ہوگیا:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پر آسکتا نہیں
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

راقم الحروف کے نام ایک مکتوب میں پروفیسر جگن ناتھ آزاد نے لکھا تھا کہ ''بڑی مدت کے بعد لفظ 'مشکور' کا صحیح استعمال آپ کے گرامی نامے میں دیکھا اس کو اکثر لوگ جن میں یونی ورسٹیوں کے اردو اساتذہ بھی شامل ہیں'' شکر گزار (اسم فاعل) کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ اسم مفعول ہے۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری نے اس لفظ کا استعمال خوب کیا ہے:

یہ عید ہے روزہ داروں کی
یہ عید ہماری عید نہیں

محبوبِ خدا کے پیاروں کی
جس کی طاعت مشکور ہوئی
پروان چڑھی منظور ہوئی

(مکتوب، مشمولہ سہ ماہی ''الکوثر'' جنوری تا مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۴۷)

''غلط العوام فصیح'' کی تاویل کے سہارے اردو کی اعلیٰ لسانی قدروں کو مجروح ہونے سے بچایا جائے۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر۔ راجا رشید محمود صاحب کے ایک شعر میں لفظ ''انہی'' کے استعمال پر ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر کا حکمِ تحریف عائد کرنا درست نہیں کہا جا سکتا۔ ''انہیں'' جمع غائب کی ضمیر ہے اور ''انہی'' غائب کی ضمیر کلمۂ حصر کے ساتھ مرکب ہے۔ ''تمہی'' کی طرح اصل میں ''ان ہی'' ہے۔ لہٰذا اس کے درست استعمال پر ناک بھوں چڑھانا درست نہیں۔ اب تو ماہرینِ لسانیات نے بھی اس کے اسی استعمال کی سفارش کی ہے۔ لفظ ''استلام'' کے تعلق سے بھی ڈاکٹر گوہر صاحب کی گرفت بے موقع ہے۔ موصوف نے اسے باب استفعال پر محمول کر کے استتلام کی بات کی ہے۔ جب کہ راجہ صاحب کے شعر میں لفظ ہی دوسرا ہے۔ ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے:

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

''استلم'' کے تعلّق سے ''المنجد'' میں ہے ''(استلم) الحجر: **مسحه بالكف (من السلمة اى الحجر) قبله. و ربما استعمل فى غير الحجر فتقول "استلمت يده" اذا مسحتها او قبلتها (المنجد. الاب لو ئيس معلوف اليسوعى. الطبع الخامس بيروت)**

اس لفظ کے تحت ''المنجد'' عربی اردو کی صراحت یہ ہے۔ ''**استلتم الحجر**'' پتھر کو ہاتھ سے چھونا یا منھ سے چومنا۔ پتھر کے علاوہ اور چیز کے لیے بھی آتا ہے۔ مثلاً آپ کہہ سکتے ہیں کہ ''**استلمت يده**'' میں نے اس کے ہاتھ کو چھو لیا یا چوم لیا۔

ڈاکٹر سیّد شمیم گوہر نے اپنے تبصرے میں متروک افعال کے حوالے سے بھی راجہ رشید محمود کے نعتیہ اشعار پر لسانی گرفت فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں لسانیات کے حوالے سے اصولی گفتگو تو راجہ رشید محمود نے اپنے تجزیے میں کی ہے۔ لیکن میری حیرت کا باعث تو راجہ رشید محمود کے شعر میں ''رہے ہے'' پر متروک کا دعویٰ دائر کرنے والے ڈاکٹر گوہر کا یہ شعر ہے:

روز یہ دل ترا انداز نیا مانگے ہے
ہر گھڑی ناز و ادا تیرے جدا مانگے ہے

(مجلّہ ''ثنا خوانِ محمدؐ'' ص ۶۲ مطبوعہ، کراچی)

موصوف کا یہ شعر دیکھ کر بے ساختہ فارسی زبان کا یہ مقولہ یاد آیا:

من نہ کردم شما حذر بکنید

محترم راجا رشید محمود کے علمی و ادبی مقام و مراتب کا کسے علم نہیں۔ اگر صرف خامیاں شمار کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی تو پھر ازراہِ خلوص بذاتِ خود مکتوب کے ذریعے ان سے مطلع کر دینا چاہیے تھا۔ اس طرح غیر متوازن تبصرہ شائع کرنے اور کروانے سے گریز کی راہ اختیار کرنی چاہیے تھی۔ اس سے علمی و ادبی معیار و وقار مجروح ہوتا ہے۔ چوں کہ ڈاکٹر گوہر صاحب نے ''دیارِ نعت'' پر تبصرہ فرمایا ہے ظاہر ہے کہ تبصرے میں توازنِ فکر کا ثبوت دیا جانا چاہیے تھا جو نہیں دیا گیا۔ میری طرح دوسرے لوگوں کو بھی ان دو حضرات نے بہت مایوس کیا۔

راجا رشید محمود صاحب نے ردّ عمل میں جو کچھ فرمایا ہے اس کے بعض مندرجات کو دیکھنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ موصوف نے بھی ''جواب

آں غزل'' کا حق ادا کر دیا ہے۔بعض مقامات پر موصوف کا قلم مغلوب الغضب ہوگیا ہے۔ نتیجے میں ان کی تحریر شائستگی اور تہذیبی قدروں کے جوہر سے خالی رہی۔ وہ بلا وجہ مدیرِ ''نعت رنگ'' پر بھی برس پڑے۔ موصوف کا یہ جملہ دیکھا جائے ''نعت رنگ'' اور اس کا (کے) ایڈیٹر تنقید کے ٹھیکے دار ہیں'' ہم مسلمان ہیں اور ہمیں دوسرے مسلمانوں کے تئیں خوش گمانیوں کا اخلاقی درس دیا گیا ہے۔ بعض بدگمانیوں کو تو گناہ قرار دیا گیا ہے۔''**ان بعض الظن اثم**'' اس ردّ عمل میں جا بجا بدگمانیوں کو کلام کی بنیاد بنا کر گفتگو کی گئی ہے۔ راجا رشید محمود کا بلند تر مقام و منصب اس قسم کے لب و لہجے کی اجازت نہیں دیتا۔ ادبی مناقشے کو ادبی مناقشے کی حد تک ہی رہنا چاہیے۔ یہ بات انھی حدود میں ہو تو بہتر ہے۔ کسی سے بدگمان ہو کر اس قسم کی گفتگو اہم شخصیتوں کے مقام و مناصب کے مناسب نہیں۔ محترم راجہ رشید محمود نے ایک مقام پر یہ تحریر فرمایا ہے:''ہندوستان کے بہت سے رہنے والے بہت حد تک مجبور اور کسی حد تک معذور نظر آتے ہیں کہ وہ دینی شعائر اور اسلامی زبان سے اپنی مغائرت بلکہ مخاصمت کا ثبوت دیں۔'' (''نعت رنگ''، شمارہ نمبر ۱۶، ص ۱۴۱)

محترم راجہ رشید محمود صاحب! آج ہندوستان کی ہی یہ کوئی تصویر و تخصیص نہیں بلکہ عالمی سطح پر اگر آپ ایک جائزہ لیں تو ہر جگہ اخلاقی و تہذیبی دیوالیہ پن کا اندازِ جنوں خیز ہماری تہذیبی شرافت کو منھ چڑاتا نظر آئے گا کیا سرزمینِ عرب کی پاک و مقدس سرزمین پر بسنے والے بہتیرے مسلمانوں کے گھروں سے اسلامی تہذیب اور مذہبی اقدار کا جنازہ اُٹھتے ہماری ان مجبور و ناتواں آنکھوں نے نہیں دیکھا؟ کیا مصر کے مسلمانوں کی تہذیبی و اخلاقی باختگی کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت ہے؟ کیا مغربی تہذیب و تمدن کے خونیں پنجے سے اسلامی معاشرے کی ردائے تقدس تار تار نہیں ہے؟ ہندوستان میں جن نام نہاد مسلمانوں نے دینی شعائر سے مغائرت و مخاصمت کا اظہار جنوں خیز کیا انھیں ہندوستانی مسلم معاشرے نے دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ پروفیسر ہارون الرشید جیسے لوگ بھی اسی قسم کے سرکاری مسلمان ہیں۔ جنھیں یہاں کا مسلم معاشرہ برداشت نہیں کرتا۔ کیا مملکتِ خداداد پاکستان میں عبداللہ چکڑ الوی اور غلام احمد پرویز جیسے نام نہاد مسلمان ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ پاکستان کے ایک معتبر نقاد اور محقق کا یہ جملہ میرے اس دعوے کا ثبوت ہے:''مملکت خداداد پاکستان کا کون سا سرکاری ادارہ ہے جو شعائرِ اسلام کی پاسداری کر رہا ہے؟''

(پروفیسر شفقت رضوی ''نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ'' ص ۹۸)

صبیح رحمانی صاحب! آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعے نعتیہ ادب کے لیے جس فکری انقلاب کا خواب دیکھا تھا اب دھیرے دھیرے اس کے شرمندۂ تعبیر ہونے کے آثار نمایاں ہونے لگے ہیں۔ لیکن پھر بھی منزل دُور ہے۔ اس صنفِ سخن کو جب تک ہم صنفِ سخن کا درجہ نہ دلا دیں ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں۔

''نعت رنگ'' کے تازہ شمارے کے جن مشمولات سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں ان میں پروفیسر اقبال جاوید صاحب کا مضمون ''ظہورِ قدسی اردو نعت کے آئینے میں'' بھی ہے۔ موصوف کے مضامین میں ایک فکری تنوع ہے۔ وہ لفظوں سے کھیلنے کا فن خوب جانتے ہیں۔ جدتِ تراکیب ان کی تحریر کا ظاہری وصف خاص ہے۔ بعض جملے اور تراکیب تو بوسہ گاہِ نظر بن جاتی ہیں لیکن کبھی کبھی اس کھیل میں کہیں کہیں توازنِ فکری بگڑتا ہے تو پھر قلم بے آبرو ہو جاتا ہے اور تحریر بے وقعت، مطالعے کے دوران ایک جملے پر نظر رُکی اور ذوقِ ایمانی کو ٹھیس لگی:''حق یہ ہے کہ ثنائے رسول ﷺ ہی وہ مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ فرشتے اور بندے ایک ہی سطح پر اور ایک ہی بات کے آرزو مند ہوتے ہیں۔'' (''نعت رنگ'' شمارہ نمبر ۱۶، ص ۵۳)

میرے ناقص خیال میں اللہ فرشتے اور عبد کی یہ تثلیث (اصطلاحی معنی میں نہیں) اصلاح طلب اور قابلِ گرفت ہے۔ اللہ فرشتے اور بندے کو ایک سطح پر لا کر اور ایک بات کا آرزو مند بنا کر کس اسلامی فکر کا ثمرہ قرار دیا جا سکتا ہے؟ یہ جملہ اگر کسی اور طبقے کی جانب سے منظرِ عام پر آیا ہوتا تو پتا نہیں کتنی قیامتیں اُٹھا دی گئی ہوتیں۔

بعض مقامات پر تو ناروا نبوت کا ڈانڈا الوہیت سے ملانے کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے۔لیکن یہاں تو عبدیت کا ڈانڈا الوہیت سے ملتا نظر آ رہا ہے اگر نہیں تو تشفّی فرمائی جائے۔محقق موصوف نے موضوع کی مناسبت سے جن اشعار کا انتخاب فرمایا ہے اس سے ان کی ژرف نگاہی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔بعض اشعار تو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی منزل میں ہیں۔لیکن ناصر کاظمی کے اس شعر پر نظر ٹھہر گئی:

صبحِ ازل کو جس نے دیا حسنِ لازوال
وہ موجِ نوا زینتِ دیوار و در ہے آج

شاعر نے ''اوّل ماخلق اللّٰہ نوری'' والی حدیث سے تلمیحی رشتہ قائم کیا ہے۔لیکن یہ مصرع اس طرح درست اور روا قرار پائے گا؟ کیا حضور ﷺ نے صبحِ ازل کو حسنِ لازوال عطا فرمایا؟ صبحِ ازل کو حسنِ لازوال تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کی تخلیق فرما کر عطا کیا۔لہٰذا یہ کہا جائے تو بات بہتر ہو جائے:

صبحِ ازل کو جس سے ملا حسنِ لازوال

انتخاب میں فن کی نزاکتوں اور باریکیوں کا لحاظ و پاس رکھا جانا چاہیے اس قسم کے اشعار کے انتخاب سے دامن بچانا چاہیے جن میں لفظی و معنوی عیب ہو۔موصوف کے منتخب اشعار میں غلام رسول عدیم کے ایک شعر میں تعقیدِ لفظی کا عیب ہے:

آفتابِ رسالت ہوا جلوہ گر
شب کی تاریکیوں نے دیا توڑ دم

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے عربی نعتیہ شاعری کے تعلّق سے ''دیوان الفیض'' سے قارئین کی معلومات میں بیش بہا اضافہ فرمایا ہے۔اس مقالے میں موصوف نے حضور ﷺ کے شفیع المذنبین ہونے کے حوالے سے یہ وضاحتی بیان تحریر فرمایا ہے: ''مسئلہ استغاثہ نہایت نازک مسئلہ ہے۔اکثر شعرا یہاں دائرۂ اسلام سے تجاوز کر جاتے ہیں، اللہ اور رسولِ کریم ﷺ کے مابین فرق کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھتے۔علامہ سہارن پوری نے مذکورہ اشعار میں قرآنی نقطۂ نظر واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ 'انت غوث المستغاث'' کے درجے پر فائز ہیں لیکن یہ مرتبہ من جانب اللہ ہے۔'' (''نعت رنگ''۔۱۶،ص۲۰۱)
کیا موصوف ان اکثر شعرا میں سے کسی ثقہ و معتبر شاعر کی نعتیہ شاعری سے اپنی اس گفتگو کو مستند فرما سکتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی شفاعتِ عظمیٰ کے حوالے سے کس عاقبت نااندیش شاعر نے رسول اللہ ﷺ کی اس صفت یا کسی دوسری صفت کو ذاتی قرار دینے کی گستاخی کی ہے۔ڈاکٹر صاحب! تمام علمائے اہلِ سنت کا اسی امر پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام صفاتِ عالیہ ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہیں۔قدیم نہیں بلکہ حادث ہیں۔اگر کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی کسی صفت کو ذاتی قرار دیتا ہے تو پھر اس کی ضلالت و گمرہی میں کس خوش عقیدہ مسلمان کو کلام ہوگا۔
شعری حصے میں کچھ اشعار میرے خیال میں سہوِ کتابت کی نذر ہو گئے ہیں۔مثلاً اقبال عظیم کا ایک شعر ص۴۸ پر:

حریم قدسی میں محفوظ تھی جو روزِ اوّل سے
وہ نعمت آمنہ کی محترم آغوش نے پائی

ص۵۰ پر عابد علی عابد کا ایک شعر:

اب تاجدارِ یثرب و بطحا کا ہے ظہور
تا حدِ مصر و شام، بہ الحراف روم ورے

ص۵۰ پر اکرام علی اختر کا شعر:

آپ کے آنے سے روشن ہوگئے دشت و جبل
عرش تاباں ہوگیا فرش زمیں میں روشن ہوا

ص۲۵۹ پر عزیز احسن کی نعت کے اشعار نمبر۱، نمبر۳، نمبر۶، نمبر۸ کی سہوِ کتابت سے خارج وزن ہوگئے۔
ص۱۶۰ پر سعدیہ روشن کی نعت میں پہلا شعر سہوِ کتابت کی نذر ہے۔ص۲۶۱ پر یعقوب تصور کی نعت کے اس شعر میں:

جرم و خطا کے باوجود جود و سخا کی انتہا
ہم عاصیانِ دہر کی جانب کرم نگاہ بھی

''کرم نگاہ'' کی ترکیب درست نہیں معلوم ہوتی۔
آخری شعر میں:

خاکِ درِ رسول پر سجدوں کا ہے یہ معجزہ
لمحوں میں جگمگا اُٹھی پیشانی سیاہ بھی

''سجدوں کا معجزہ'' شرعی اعتبار سے قابلِ اعتراض ہے۔میر سیّد شریف جرجانی نے اپنی کتاب میں معجزہ کی تعریف یہ تحریر کی ہے:
المعجزة : امر خارق للعادة داعية الى الخير والسعادة مقرونة بدعوى النبوه قصد به اظهار صدق من ادعى انه منه رسول من اللّٰه۔ (''التعریفات''،ص۱۹۵)
وہ عجیب وغریب کام جو عادتاً ناممکن ہو جسے نبی اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرے لوگوں کو خیر وسعادت کی دعوت دینے کے لیے۔
اہلِ اصطلاح کی اس تعریف کی روشنی میں ''معجزے'' کا لفظ یہاں درست قرار نہیں پائے گا۔
مقصود احمد تبسّم کی نعت کا شعر:

تنہائی کے ان رازوں پر ہے آج بھی پردہ
محبوب و محبّ ملتے رہے غارِ حرا میں

اس کی معنویت پر ذرا غور فرمالیا جائے۔کیا یہ اعتراض کی زد میں نہیں:

تیرے رُتبے کی سند اس سے سوا کیا ہو گی
جا بہ جا درج ہے قرآں میں قصیدہ تیرا

فراغ روہوی کے اس شعر میں ''اس سے سوا'' کی ترکیب میں تقاخر کا عیب ہے۔
فیض رسول فیضان صاحب کی نعت کا یہ شعر:

کہنے کو اُمی مگر دانائیاں محوِ طواف
دانش و حکمت کا گنجینۂ شعورِ آنحضورؐ

سرکارِ دوعالمﷺ کے اُمی ہونے کے مضمون کی بندش میں جو حسنِ سلیقہ پایا جارہا ہے وہ حد درجہ لائقِ ستائش ہے۔
ان تمام معروضات کے باوصف ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ اپنی ظاہری ومعنوی خوبیوں کے سبب توجہ کش دیدہ ودل ہے۔اس کے تمام مندرجات

کے مطالعے کے بعد مزید رائے دی جاسکتی ہے۔ زیرِنظر شمارے کا شعری حصہ کچھ پھیکا پھیکا ہے۔ گزشتہ شماروں میں نعتیہ کلام کا جو اعلیٰ اور عمدہ انتخاب پیش کیا گیا اس کے پیشِ نظر بہت کمی کا احساس ہوتا ہے۔ آپ ''نعت رنگ'' کی ضخامت کا خیال نہ کریں معیار اور مزاج کو پیشِ نظر رکھیں۔ شعری حصہ مختصر ہو مگر بھرپور اور توانا ہو اس سے جریدے کو مزید تب و تاب ملے گی۔ اس شمارے میں معیارِ کلام کے اعتبار سے حفظِ مراتب کا لحاظ بھی نظر نہیں آتا۔

اس مختصر مدت میں نعتیہ ادب پر فکر و فن کے جو چراغ ''نعت رنگ'' کی تحریک کے زیر اثر جلے۔ وہ اس کی مثالی فتوحات کا قابلِ قدر تاریخی حصہ ہیں۔ زیرِنظر شمارے میں تمام مقالات، تبصرے اور جائزے اعلیٰ علمی سطح کے ہیں۔ پروفیسر شفقت رضوی ہمارے عہد کے ایک معتبر ناقد ہیں۔ نعتیہ ادب پر موصوف کی کئی تحریریں زیبِ نگاہ بنیں۔ فکری توازن کے ساتھ آپ تبصرہ و تجزیہ تحریر فرماتے ہیں۔ زیرِنظر شمارے میں غیر مطبوعہ تحقیقی مقالے ''اردو نعت کے جدید رجحانات'' پر ان کی تجزیاتی تحریر ان کے فکری اعتدال کا روشن اشاریہ ہے۔ موصوف کی جانب سے پیش کیے گئے بعض نکات تو بے حد توجہ طلب ہوتے ہیں۔

مولانا کوکب نورانی کی علمی و ادبی شخصیت مسلم ہے۔ ''نعت رنگ'' کے صفحات میں شامل ہونے والا آپ کا مکتوب منتشر در ہائے نایاب کا خوب صورت سلسلہ ہے۔ مکتوب کیا ہے حکمت و دانش کا گنجینہ ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ علمائے کرام کی صف سے وہ تن تنہا فرض کفایہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔ اب تک ان کی جانب سے پیش کیے گئے دلائل کو غلط نہیں بتایا جاسکا ہے اور نہ ہی ان کے قائم کیے ہوئے اعتراض کا مدلل جواب سامنے آیا ہے۔ البتہ جن حضرات کی تحریر ان کے اعتراض کی زد میں رہی اور ان سے اس کا جواب نہ بن پڑا تو انھوں نے موصوف پر طرح طرح کے ناروا الزام عائد کیے، کبھی انھیں مجلسِ مناظرہ میں خطاب کرنے والے مناظر سے تعبیر کیا گیا تو کسی نے ان پر مسلکی اجارہ داری کا الزام عائد کیا۔ کبھی لٹھ باز خطیب سے انھیں مشابہت دی گئی۔ ان کے مکاتیب کا مطالعہ کرنے والے انصاف پسند قارئین پر ان الزامات کی قرار واقعی حیثیت روشن ہے۔

صبیح رحمانی صاحب! ''نعت رنگ'' کے صفحات کو اس قسم کی الزام تراشیوں، رکیک حملوں اور غیر مہذب زبان و بیان کے استعمال سے محفوظ فرمائیے۔

ملک الظفر سہسرامی

منظر عارفی (کراچی)

۲۴ر جنوری ۲۰۲۳ء

جناب صبیح رحمانی صاحب۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اُمید ہے مزاجِ گرامی بخیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے تمام متعلّقین کو اچھا رکھے۔ آپ اب زیادہ تر کراچی بلکہ پاکستان سے باہر رہ رہے ہیں۔ اچھی بات ہے۔ آپ کی مصروفیات ہیں انہیں جاری رہنا چاہیے۔ لیکن آپ کے جانے سے نعت ریسرچ سینٹر بند ہو جاتا ہے اور تحقیق و تحریر کا کام متاثر ہوتا ہے۔ ایک نعت ریسرچ سینٹر ہی ہے جہاں میں اپنی سہولت اور مرضی سے بیٹھ کر کام کر لیتا ہوں، محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر کام کر رہا ہوں۔ دوسری لائبریریوں میں یہ سہولت موجود نہیں کیونکہ ان کے اوقات مخصوص ہیں۔ یا تو ان اوقات کے مطابق اپنے پاس وقت ہو تب وہاں جا کر بیٹھا جائے۔ یا پھر ملازمت پیشہ آدمی اسپیشل چھٹی کرے، اور لائبریریوں میں جائے۔ یہ صورت زیادہ فائدے مند نہیں۔ پرائیوٹ اداروں میں ملازمت کرنے والے لوگوں کے لیے کام پر سے چھٹی کرنا ایک گمبھیر مسئلہ ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا کیا جاسکتا ہے مسلسل ممکن نہیں۔ ہماری یہاں کم و بیش لائبریریاں ہفتے اور اتوار کے دن بند ہوتی ہیں۔ حالانکہ انہیں کسی اور دن بند ہونا چاہیے۔ تاکہ میرے جیسے لکھنے پڑھنے والے چھٹی کے ہفتے اور اتوار کے دن اپنا کام کر سکیں۔ بہر حال ''وہ دنیا ہی کیا جو مسائل میں گھری ہوئی نہ ہو...... انسان آسانیوں کے خواب تو ضرور دیکھتا ہے لیکن آسانیاں ملتی اسی

کو ہیں جو مسائل کا ’’ کالا پانی ‘‘ عبور کر جائے۔ لیکن ایسا بھی شاذ ہی ہوتا ہو۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ عمر ختم ہو جاتی ہے اور مسائل کے کالے پانی کا سمندر اپنی جگہ ٹھاٹیں مارتا ہوا مذاق اڑا تا رہ جاتا ہے ‘‘۔

خیر پچھلے ڈیرھ سال پہلے کرونا پھر اندھا دھند مہنگائی کے عفریتوں سے لڑتے ہوئے اس طرح گزری کہ ’’ کراچی کے اہلِ قلم ‘‘ پندرہ جلدوں تک تو مکمّل ہوگئی۔ میں چاہوں بھی تو اس کام کو فی الفور اس لیے موقوف نہیں کر سکتا کہ کم از کم دو جلدوں کا نامکمّل مواد میرے پاس محفوظ ہے۔ اس مواد کو مکمّل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت تک مزید دو تین جلدوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ اسی اثنا میں ’’ حمد باری تعالیٰ اور شعرائے کراچی ‘‘ کا مسودہ بھی کم وبیش تیار ہو چکا ہے۔ بلکہ آدھے پر نظر ثانی بھی ہو چکی ہے۔ جو باقی ہے اس پر بھی نظر ثانی ہو جائے تو حمد باری تعالیٰ کے حوالے سے شاید ایک قابلِ ذکر کام محفوظ ہو جائے گا۔ یہ سارا ذکر محض ’’ ذکر برائے ذکر ‘‘ کیا جا رہا ہے اس سے اپنی کسی شان کا ابلاغ مقصود نہیں۔ ان تحقیقی کاموں میں منہمک ہونے کی وجہ سے میں تخلیقی کاموں سے دور ہو گیا ہے۔ شاعری اگر چہ جاری ہے۔ اس دوران مختلف موضوعات پر کم وبیش گیارہ سو رباعیاں کہیں ہیں جو زیادہ تر شائع بھی ہو چکی ہیں۔ لیکن بچوں کے نثری ادب، افسانوں اور خصوصاً اپنی خودنوشت کی طرف جانے کا بالکل وقت نہیں مل رہا۔ شاعری تو چلتے پھرتے ہو جاتی ہے، بلکہ ہوتی ہی چلتے پھرتے ہے، لیکن نثری کام تو ٹیبل پر مستقل بیٹھنا مانگتا ہے، اور یہی نہیں ہو رہا۔

جنابِ عالی!

اسی دوران خاصی تعداد میں نعتیہ مجموعے نظر سے گزرے۔ لیکن ایسی یکسانیت کا شکار ہیں کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یا پھر (اکا دکا) اتنے مشکل البیان ہیں کہ ان میں شاعری شب خوں کا شکار ہو چکی ہے۔ شاعری کی کتاب میں شاعری نہ ہو تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے شاعری کیسے کہا جائے۔ معاف کیجیے گا ہمارے یہاں محض اور محض اپنی اپچوں کا ابلاغ سب سے اہم بن چکا ہے۔ بلکہ متشددانہ صورت اختیار کر چکا ہے۔ ہمیں اس سے بالکل غرض نہیں رہ گئی کہ اصولیات کیا ہیں۔ ادب کے کیا تقاضے ہیں۔ پچھلے لوگوں نے علم وفن کے حوالے سے کن چیزوں کو محفوظ رکھنے اور ان کو رواں دواں رکھنے میں اپنی عمریں صرف کر دیں، کیا ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر تو یہ بات بھی اب کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ ’’ اپنی عزت کیسے بچائی جائے ‘‘۔ یہ حالات صرف ہماری تخلیق کے ہی نہیں بلکہ تنقید کے بھی ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ ’’ آن دی پیپر ‘‘ تنقید صرف شعر کے موضوع پر ہونا چاہیے۔ شعر کے علم وفن پر تنقید ’ ان باکس ‘ میں ہونی چاہیے۔ ہمارے یہاں ’’ آن دی پیپر ‘‘ شعر کے فن پر ایسی خوفناک تنقید کی جا رہی ہے، اور عروض دانی کا سہارا لے کے شعر کم شاعر کے ایسے بخیے ادھیڑے جا رہے ہیں کہ شاعر بے چارہ سانس لینا بھی بھول جاتا ہے۔ اس حوالے سے صرف اتنا کہنا کہ ’’ مصرع ناموزوں ہے ‘‘، ’’ فلاں لفظ لُغت کے مطابق نہیں ‘‘، ’’ یہ ترکیب جائز نہیں ‘‘ وغیرہ کہہ کر گزر جانے کی تو اجازت ہے، لیکن اجتماعی قربانی کی گایوں کی قربانی کی طرح شعر کا حال کر دینا کسی طرح بھی آن دی پیپر مناسب نہیں۔ نعت رنگ اور دیگر جرائد میں بھی میں ایسے مضامین شائع نہ کیے جائیں تو بہتر ہے۔ اس وقت تک جب تک خصوصی طور پر اس کی دعوت نہ دی گئی ہو۔ ہاں نقاد موضوع اور مضمون پر گفتگو کریں، اور پورے انصاف کے ساتھ گفتگو کریں، اور ایسی گفتگو کریں جو ہر کس وناکس کے لیے قابلِ فہم ہو۔ یہی ضروری ہے، یہی نعت پر اصل تنقید ہے۔ اس بنیادی اور اہم چیز کو چھوڑ کر فاعلاتن فاعلاتن فاعلات کی ادھیڑ بن میں مصروف رہنا شاعر کو فنی طور پر نیچا دکھانا، جاہل ثابت کرنا نعت پر تنقید نہیں۔ اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلم لیکن اس کے درست یا غلط ہونے پر نہ تو ایمانیات پر کوئی حرف آتا ہے نہ اس کا کوئی اُخروی حساب وکتاب ہے۔ لیکن اوّل الذکر کے غلط وناقص ہونے پر ایمانیات پر بھی یقینی حرف آنا ممکن ہے، اور اس پر نہ صرف اخروی حساب کتاب ہے بلکہ یہ دنیا میں بھی نقصان وخسران کا سخت باعث ہے۔

جنابِ عالی!

میرا مشاہدہ ہے کہ ''نعت پر تنقید'' کا جتنا واویلا مچایا گیا کام اس کا عشرِ عشیر بھی نہیں کیا گیا۔ تاہم ''نعت پر تنقید'' کے عنوان کو بنیاد بنا کر جمہور کی رائے اختلاف کیا گیا۔ اپنی من مانی سے اپنی فکر کو مسلّط کرنے کی کوشش کی گئی۔ خواہ وہ امرِ مسئلہ سے لگا کھاتی ہو یا نہیں۔ غیر معروف، ثقیل ترین، اور نا قابلِ فہم زبان و بیان کا استعمال کیا گیا۔ ایسے ایسے ہوش کش پیرائے تلاش کر کے، ان کا ابلاغ کیا گیا جنہیں مذہب کا تسلیم کرنا تو دور کی بات ہے عقل بھی تسلیم نہیں کرتی۔ جو کچھ بھی لکھا گیا پچھے آٹھ دس لکھنے والوں نے پچھے آٹھ دس لوگوں کے لیے ہی لکھا۔ بات اس سے آگے آج تک نہیں بڑھی۔ دونوں گروپوں نے اجتماعیت کے نفع کو شعوری طور پر نظر انداز کیا بلکہ پسِ پشت ڈالا۔ اقربا پروری، دوست نوازی، گروپ نوازی، اور معاف کیجیے گا خصوصی طور پر ''خواتین نوازی'' مرکزی اہمیت کی حامل رہی۔ نعت رنگ کے ہر شمارے کے سینکڑوں مفت کے صفحات بلا مبالغہ ان ہی، یا ایسے ہی کاموں کے لیے استعمال ہوئے، اور یقیناً آئندہ بھی ہوں کیونکہ یہی مزاج بن چکا ہے۔ بار بار ایک ہی بات کو دہرائے جانے کا عمل زور وشور سے جاری رہا اور کبھی اس سے بچنے کی اور کوئی دوسری بات کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

جنابِ عالی!

قابلِ عزت، قابلِ تحسین اور کمال کی بات یہ نہیں کہ تحریک پا کر ہندوستان، پاکستان اور پوری دنیا میں جہاں جہاں شعرا ہیں، ہزاروں نعت کہنے والے پیدا ہو گئے ہیں۔ ان ہزاروں نعت نگاروں کے موجود ہوتے ہوئے بھی یہ نہیں کہا جا سکتا ہے (ویسے ہم میں سے جو چاہے اپنی مرضی سے یہ راگ الاپتا رہے) کہ:

یہ صدی نعت کی صدی ہے۔
نعت مائل بہ ترقی ہے۔
نعت نے انقلاب برپا کر دیا ہے۔
نعت بہاریہ شاعری کے بعد سب سے بڑا موضوع شاعری بن چکی ہے۔
نعت لکھنا شعرا کی مجبوری بن چکا ہے۔
نعت لکھے بغیر اب کوئی چارہ نہیں۔ وغیرہ......وغیرہ......وغیرہ۔

جنابِ عالی! یہ تو جب ہی کہا جا سکے گا۔ جب ہی ان باتوں کے دعوے خم ٹھونک کر کیے جا سکیں گے جب نعت، شاعری کے فنی اصول وضوابط پر پوری اترنے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوعات ومضامین کے حوالے سے بھی درست تر ہو۔ جنابِ عالی! درست تر۔ اس میں کوئی لوچ، کوئی لچک نہیں۔ اس میں کوئی مصلحت نہیں۔ کوئی مصالحت نہیں۔ کوئی تاویل نہیں۔

جنابِ عالی!

آپ بھی سوچیے، میں بھی سوچتا ہوں، اور بھی بہت سے موجودہ تنقیدِ نعت سے جڑے ہوئے احباب بھی سوچیں، اور انصاف سے سوچیں کہ کیا اب تک کی ہماری نعت گوئی اور نعت خوانی نے (یہاں ایک جماعت کی بات تو نہیں کی جا سکتی) کوئی ایک بھی ایسا ''آدمی'' پیدا کیا ہے جو:

بے علم...... بے عمل...... بے ضمیر...... بے غیرت...... بے ادب...... بے نمازی...... تارکِ سنت...... معاملات سے نابلند...... ننگ معاشرت...... والدین کا نافرمان...... نظر باز...... جھگڑالو...... گالیاں بکنے والا...... بیوی اس سے عاجز...... بیٹے اس سے نالاں...... بیٹیاں اس سے حراساں

......راشتے دار اس سے تنگ......اہلِ محلّہ اس سے پریشان......داماد اس سے بدظن......بہویں اس سے متنفّر......ہر جانا انجانا اس سے خوف زدہ......بدکار......سودخور......حرام خور......دھوکے باز......مانگنے والا......قرض واپس نہ کرنے والا......خیر خواہی سے عاری......مطلب پرست......سخت دنیا دار......اپنی مرضی کا دین گھڑنے والا......ہوٹلوں میں کھانے والا......راستوں میں بیٹھنے والا......راہ گیروں کے لیے عذاب......(دینِ اصلی سمجھ کر) نعتوں، قوالیوں اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کف اُڑا اُڑا کر تقریر کرنے والے مال خور واعظوں کی بلند آواز ریکارڈنگ سننے کا اتنا شوقین کہ نہ بیماروں کی پروا......نہ اہلِ محلّہ کے سکون وچین کی طرف دھیان......نہ اس بات کی پروا کہ علی الصبح کا وقت ہے، سوتے ہوئے بچے اٹھ جائیں گے......بوڑھوں کو ابھی نیند آئی ہوگی......آس پاس کے لوگ کس کیفیت سے گزر رہے ہیں......کون غمگین ہے......کون پریشان ہے......کون تلاوت کررہا ہے......کون نماز پڑھ رہا ہے......کون کس حال سے گزر رہا ہے......صرف اپنے مطلب ومقصد کا حریص......صرف اپنی خواہشات کا پیروکار......اپنے فائدے کے لیے دوسروں کو نقصان پہنچانے والا......وغیرہ وغیرہ ہو۔

جنابِ عالی:

مضامین کی بنیاد پر اب تک زیادہ سے زیادہ دس سے بیس شعر ہیں جنھیں سخت کفریہ، غلط، گمراہ کن، نا قابلِ اعتنا اور گستاخانہ قرار دیا گیا ہے، لیکن افسوس یہ ہے کہ آج تک بار بار انہیں کو پیش کر کے اپنا مقدمہ قائم کیا جارہا ہے۔ نعت رنگ کے تمام شمارے اس کے گواہ ہیں۔ یہ پچھلے شعرا کے شعر ہیں جب نعت نگاری اتنے عروج پر نہیں تھی، لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ صرف انہیں شعروں کو پیٹ کر اپنا تنقیدی مقالہ مکمّل نہ کیا جائے بلکہ اب ان ہزاروں نعتیہ مجموعوں کو کھنگالا جائے جو اب تک شائع ہو چکے ہیں یا ہو رہے ہیں، اور دستیاب بھی ہیں۔ ان میں سے بھی بلا تفریق اور بلا شرط ایسے کفریہ، غلط، گمراہ کن، نا قابلِ اعتنا اور گستاخانہ اشعار کو نکالا جائے اور ان پر گفتگو کر کے اپنے تنقیدی مقالے کو نئی جہتوں سے مکمّل کرنے کی سعی کی جائے۔ جرائد بھی ایسے ہی مقالے شائع کرنے کی کوشش کریں۔ اس کام میں شاعر کا نام ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف مجموعے کا نام اور دیگر ضروری تفصیلات دے کے حوالہ دینا کافی ہے، اور اس کی سند بھی ملتی ہے۔

اس کے علاوہ کئی ایسی چیزیں ہیں ایسی باتیں ہیں جنھیں ناقدین کی طرف سے خوامخواہ ''دین'' بنا کر رائج کیا گیا ہے، اور اس پر عمل کرنے کا سختی سے زور بھی دیا گیا ہے۔ اوّل تو دانش وراس قسم کے کام نہ ہی کریں سب سے بہتر یہی ہے۔ تنقید اس کے بغیر بھی لکھی جاسکتی ہے اور زیادہ اچھی لکھی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر کسی نے اپنی اُپچ سے مغلوب ہو کر ایسا کیا ہے تو دوسرے ہر چیز سے بالا و برتر ہو کر اس کی مذمت کریں اور اور اس کا مزید ابلاغ کرنے کی کوشش نہ فرمائیں۔ یا اس کو ''پلس'' کرنے کی کوشش بھی نہ فرمائیں۔ اضافے کو اضافہ ہی رکھیں۔ اضافہ تو اضافہ ہی ہوتا ہے۔ بلا وجہ کا بوجھ۔ اصل اصل ہی ہوتا ہے۔ جو کبھی بوجھ نہیں ہوتا۔ میں یہاں چند چیزیں بیان کرتا ہوں۔

لُغت میں دیے گئے نعت کے معنیٰ کو چھوڑ کر نعت کو عجیب عجیب معنیٰ دینا۔ (اس میں بہت لوگ مبتلا ہوئے ہیں)

نعت درود وسلام کی قائم مقام ہے۔

بلا وضو نعت نہ کہی جائے۔

نعت کہنے سے پہلے آنسوؤں سے وضو کر لیا جائے۔ (یہ کیا ہوتا ہے)

نعت لکھنے کے لیے جبریل کا پر چاہیے۔ شہپر چاہیے۔

نعت آنسوؤں سے اور خونِ جگر سے لکھی جائے۔

نعت ہی اللہ سے قرب کا ذریعہ ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت ہی حصولِ شفاعتِ مصطفیٰ کا ذریعہ ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت خدا اور مصطفیٰ کی عطا ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت عبادات کی سردار ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت کا دیوان (یا مجموعہ، یا مجموعے) ہاتھ میں دیکھ کر فرشتے قبر میں سوالات نہیں کریں گے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت دین کی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت شریعت کا ماخذ ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت اتحادِ امت کا مضبوط اور نا قابلِ گریز نکتہ ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت گوئی یا نعت خوانی رنج و آلام، مشکلات و مصائب، اور ہر قسم کی آفت و بلیّات کی قاطع ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت ایمان و اسلام کی دلیل ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت شعائرِ اسلام ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت محافظِ ایمان ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت کی خدمت جیسی کوئی خدمت نہیں۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
نعت اعجازِ رسول ہے۔ (کیا یہ نعت جو اغلاط کا انبار لیے ہوئے ہے)
بہت جگہ نعت کہنے والے غیر مسلموں کو مسلمانوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ (حالانکہ ان غیر مسلموں کی نعتیں ان کے ہم عصر نعت نگار مسلمان شاعروں کا چربہ ہیں۔ غلط ہے تو غلط، درست ہے تو درست)

بہت سے مسلمان ناقدین نے غیر مسلم نعت نگاروں کی حمایت میں واضح طور پر لکھا ہے کہ (ایمان لائے بغیر بھی) ان کی آخرت کے لیے ان کی نعت گوئی کافی ہے۔ کسی بھی مسلمان ناقد، محقق نعت، اور شاعرِ نعت نے کسی غیر مسلم نعت لکھنے والے کو اسلام قبول کرنے دعوت نہیں دی لیکن اس کے نعت لکھنے کو خوب جانا اور اس کی خوب تحسین کی، اور عقل کو حیران کر دینے والے سر ٹیفکیٹ دیے۔

اور......بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں...... باقی اور تفصیل اپنی کتاب میں لکھوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

جنابِ عالی: اگر حقائق، سچائی اور حقیقی خوفِ خدا کو ایمان اور انصاف کے ساتھ اختیار کر لیا جائے تو بڑے بڑے ''تاج محلوں'' کو ڈسٹ بن میں ڈالے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔

والسّلام
منظرؔ عارفی

☆ منظر عارفی (پ: ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء)، اصل نام: سید منظر علی، محقق، شاعر، ادیب، تذکرہ نگار، نعت گو، کتب: ''تنویرِ اسلامیات''، ''کلامِ ذیشان''، ''اللہ کی سنت''، ''روحِ ایماں''، ''فانوس''، ''کمالِ سخن''، ''انہی مشعلوں سے دیے جلے''، ''ہمارے پیارے رسولِ اکرم ﷺ''، ''کراچی کا دبستانِ نعت''، ''مناقبِ امامِ حسین''، ''حدیقۂ مناقب''، ''کراچی کے اہلِ قلم''، ''حنبل''، ''پاؤں میں گرداب''، ''بساطِ عشق سے کارِ سخن تک''، ''تم میری منزل نہیں''، ''سب سے مہنگی گائے''، ''اے بیٹے''، ''ابو جہل کی پٹائی''، ''شعری کھلونے''، ''بچّے'' و دیگر۔ اعزازات: قومی سیرت ایوارڈ، رحمت للعالمین ﷺ ایوارڈ و دیگر۔

منور حسین سرمد، ڈاکٹر حافظ (گوجرانوالہ)

20-06-2006

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اگرچہ کسی نہ کسی حوالے سے ''نعت رنگ'' کا دیر سے قاری ہوں مگر مضمون کی اشاعت کے لیے پہلی مرتبہ ''نعت رنگ'' کی پُرنور محفل میں شرکت کے لیے اجازت کا طلب گار ہوں۔ آپ فروغِ نعت اور ترویج مقاصد نعت کے لیے جو گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں وہ برصغیر پاک و ہند ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی عصر حاضر کی تاریخ نعت کا حصہ ہیں۔ آپ نے فقط نعتیہ مضامین یا شعری کلام کی اشاعت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس ضمن میں پہلی مرتبہ نعت کے حوالے سے تنقیدی رویوں کو فروغ دیا۔ آپ کی اس سعیِ عظیم نے زمانے بھر کو چونکا دیا اور اب لکھنے والے ادھر کو ہی چل پڑے ہیں۔ جدھر آپ لے جانا چاہتے تھے، بلاشبہ یہ سعادتِ عظیم ہے جو ہر کسی کا مقدر نہیں بنتی، میری طرف سے لاکھوں مرتبہ سلامِ عقیدت قبول فرمایئے۔

حضرت پروفیسر محمد اکرم رضا کی نعت گوئی پر ایک مضمون[۱] ارسالِ خدمت ہے۔ پروفیسر صاحب کی شاعری ایک طویل عرصہ سے ملک بھر کے رسائل و جرائد اور اخبارات کی زینت بن رہی ہے۔ میں نے ان کی مرتبہ غیر مطبوعہ ڈائریوں اور شائع شدہ نعتوں سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور پروفیسر صاحب کی شفقت اور تعاون کی بدولت اس مضمون کو پیش کرنے کے قابل ہوسکا ہوں۔ آج ان کا شمار نعت گوئی کے حوالے سے نہایت پختہ گو شعرا اور اساتذہ میں ہوتا ہے مگر زمانے بھر پر لکھنے والے اس عظیم شاعر اور محقق نے کسی کو اپنی ذات پر مضمون لکھنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ میری کوشش مقبول ہوئی اور میں بھی فقط ان کی نعت گوئی کے حوالے سے ایک مضمون مرتب کرنے میں کامیاب ہوسکا ہوں۔

بے شمار مرتبہ سلامِ عقیدت قبول فرمایئے۔

والسّلام۔ آپ کا نیاز مند
ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمد

☆ ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمد، صدر ''بحرادب''، گکھڑ، گوجرانوالہ۔ صدر ''انجمن کاروانِ قلم پاکستان''، سرپرستِ اعلیٰ ''بزمِ حسّان پاکستان۔

ا۔ ''محمد اکرم رضا..... تجلّیاتِ نعت کے ایوان میں'' ش ۱۹، ص ۴۲۴۔ ۴۴۸

مکرمی و محترمی جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی!

سلام مسنون!

دنیائے نعت کا فروغِ نعت کے حوالے سے مقبول ترین مجلّہ ''نعت رنگ''، مسلسل نظر نواز ہوتا ہے۔ الحمدللہ! جب بھی اس رسالے کی تازہ اشاعت سے ملاقات ہوتی ہے ایک نئی دنیا کے گل و لالہ کے مہکنے کا احساس ہوتا ہے۔ اس ضمن میں آپ کی اشاعتی تگ و دو اور مدیرانہ جدوجہد لائق صد تحسین ہے۔ ''نعت رنگ'' کو شمارہ اوّل سے بیسویں شمارے تک پہنچانا بلاشبہ ایک کارِعظیم ہے جس کا مطالعہ کرنے سے نئی نعتیہ جہتوں اور فکری رویوں سے آشنائی ہوتی ہے اور ہر قدم پر یہی کہنا پڑتا ہے۔

یہ کام ان کے ہیں جن کے حوصلے ہوں زیاد

''نعت رنگ'' نے اشاعت اوّل میں جس انفرادیت کا پرچم اُٹھایا تھا وہ آج تک اس کے شامل حال ہے۔ میری مراد تنقید نعت سے ہے۔ شروع میں یارلوگ تنقید نعت کے نام سے بدکنے لگے کہ ہمارا شاعرانہ وقار اس سے گر جائے گا مگر آہستہ آہستہ انھیں از خود احساس ہونے لگا کہ یہ تنقیص یا عیب جوئی نہیں بلکہ تنقید ہے اور اس تنقید کا ہر دور میں شعرا کو سامنا کرنا پڑا ہے۔ نعت بھی ایک صنف شاعری ہے جسے بڑے زوروں سے منوایا گیا ہے۔ ''نعت رنگ''

بھی اس ادبی، صحافتی اور علمی وفکری جدوجہد میں شامل ہے جس کی بدولت آج کے اہلِ سخن اور اہلِ ادب اسے صنفِ سخن ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں۔

بات ہو رہی تھی تنقیدِ نعت کی، ''نعت رنگ'' کے کہنہ مشق اور ادبی لحاظ سے قد آور لکھاریوں نے اس حسن ادا کے ساتھ تنقید کا پرچم لہرایا کہ تنقید کو اب تنقیص نہیں بلکہ فروغِ شاعری کا اہم حصہ تصور کیا جانے لگا ہے۔ جہاں ''نعت رنگ'' بہت سے علمی اور شعری رویوں کا علم بردار نظر آتا ہے وہاں تنقیدِ نعت کے حوالے سے اس کی افادیت آج دنیائے نعت کے نعتیہ شماروں کی اوّلین ضرورت بن گئی ہے۔

مجھے یہ کہنے میں باک نہیں کہ آج ''نعت رنگ'' فکر وفنِ نعت کے حوالے سے اہم علمی پلیٹ فارم کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جس نے انتہائی ممتاز لکھاریوں، ناقدینِ فن اور قلم کاروں کا تعاون حاصل کیا ہے۔ بڑے قلم کار منّت سماجت سے نہیں بلکہ کسی کا ادبی مقام اور علمی مقام دیکھ کر اپنے بھرپور تعاون سے نوازتے ہیں۔

''نعت رنگ'' نے اتنے برس اس شمعِ نعت کو روشن کیا ہے کہ آج اس کی روشنی بے شمار پڑھنے والوں کے دلوں میں ضوفگن ہو چکی ہے اور اس روشنی کو مزید نکھار عطا کرنے کے لیے نام ور ناقدین اور محققین کا ایک بڑا گروہ آپ کے قدم سے قدم ملا کر چل رہا ہے۔ ایک دو شمارے نکال لینا اور بات ہے لیکن مسلسل عہد آفریں کام کو سرانجام دیتے جانا کسی بھی عہد کا اعزاز بن جاتا ہے اور بلاشبہ یہ اعزاز آپ اور ''نعت رنگ'' کی برکاتِ فکری کا حصہ ہے۔

''نعت رنگ'' بلاشبہ نعتیہ صحافت کا ایک ایسا گل دستہ ہے جس کی رنگارنگی نے ہر صاحبِ نظر کو اپنی جانب متوجہ کر لیا ہے، اس تمام عرصہ میں نہ تو ''نعت رنگ'' کی محبوبیت میں کمی آئی ہے اور نہ ہی چاہنے والوں کی شدتِ خلوص میں کمی کا احساس ہوا ہے بلکہ یوں لگتا ہے کہ ہر آنے والا وقت اس کی عظمتوں کے چاند کو مزید جگمگاہٹ عطا کرتا ہے۔ ربّ کریم سے دعا ہے کہ ''نعت رنگ'' کا جذبۂ عمل یوں ہی فروزاں رہے۔ آپ کا حسنِ ترتیب واشاعت اسی شان کے ساتھ اس نعتیہ شاہ کار کو بہتر سے بہتر اُسلوب عطا کرے اور سرورِ کونین ﷺ کی عنایات مسلسل ان کے شامل حال رہیں کیوں کہ یہی تو ایک حقیقت ہے:

میں خود تو کچھ نہیں میری قیمت ہے آپ سے

والسّلام
ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمدؔ

منور غازی، پروفیسر ڈاکٹر (سعودی عرب)

میرا نام ڈاکٹر منور غازی ہے۔ ایک مدت سے سعودی عرب میں مقیم ہوں۔ ''نعت رنگ'' کا قاری ہوں۔ چند روز کے لیے پاکستان میں آیا ہوا ہوں۔ سیرت پاک، تاریخ، ادب خصوصاً شاعری میرے پسندیدہ موضوع ہیں۔ تفہیم کا شعور رکھتا ہوں۔ سیرت، تاریخ شاعری اور فن شاعری کی ایک بہت بڑی تعداد میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ تسلسل اور دیانت داری سے مطالعہ کرتا رہتا ہوں۔ ''نعت رنگ'' میں جناب عارف منصور کا **بلغ العلیٰ بکماله** پر تبصرہ پڑھا۔ میں نے یہ عمدہ کتاب بار بار پڑھی ہے۔ تبصرہ پڑھ کر حیرت زدہ ہوں۔

محترم تبصرہ نگار نے اپنی بات کا آغاز مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی کتاب ''الرحیق المختوم'' [۱] سے کیا۔ انھوں نے چند جملوں میں الرحیق المختوم کا پروفیسر عبدالجبار شاکر [۲] سے تعلّق واضح کرتے ہوئے فتویٰ صادر فرمایا کہ **بلغ العلیٰ بکماله** کے شاعر جناب خورشید ناظر نے اپنی کتاب شاکر صاحب کی فرمائش پر لکھی جس کے لیے انھوں نے کتاب میں ''پہلی بات'' کے عنوان سے لکھی گئی تحریر کو اپنی مذکورہ رائے کا ذریعہ بنایا ہے۔ لگتا ہے کہ تبصرہ نگار محترم نے اس تحریر کو نہ تو توجہ اور نہ ہی صدق دلی سے پڑھا ہے ورنہ وہ جن بحرانوں کا شکار ہوئے، صدق دلی اور توجہ سے پڑھ لینے کی صورت میں وہ ان بحرانوں سے محفوظ رہتے۔ میں نے خورشید ناظر صاحب کی اس تحریر کو بار بار پڑھا ہے مجھے اس تحریر کے ایک لفظ سے بھی ثابت

نہیں ہوا کہ شاعر نے اس قدر اہم اور عمدہ کتاب مولانا شاکر صاحب کی فرمائش پر تحریر کی بلکہ وہ تو لکھتے ہیں کہ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کے وقت انھوں نے دعا مانگی کہ ان سے کوئی ایسا کام لیا جائے جو آپ کو پسند ہو اور جس کے باعث وہ آپ کی شفاعت کے حق دار بن جائیں۔ اسی تحریر کے آخر میں انھوں نے لکھا ہے کہ جب یہ کتاب مکمّل ہوگئی اور شاکر صاحب کو اس کے مکمّل ہونے کا علم ہوا تو انھوں نے شاعر سے رابطہ قائم کرکے اس کتاب کی اشاعت کی خواہش کا اظہار کیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ فاضل تبصرہ نگار پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے لیے دل میں کوئی ''خصوصی جذبات'' رکھتے ہیں جن کے زیرِ اثر انھوں نے ان کا نام آتے ہی غیر حقیقت پسندانہ الفاظ کی تلوار سونت لی اور اپنے تئیں جناب شاعر، پروفیسر شاکر صاحب، ''الرحیق المختوم'' اور زیرِ تبصرہ کتاب میں شامل مواد کو زخم زخم کرنے کے در پے ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سوائے ہوا میں تیغ زنی کرنے کچھ بھی نہ کرسکے بلکہ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ اس کارروائی میں بحیثیت تبصرہ نگار اپنی شخصیت اور غیر جانب داری ہی کو مجروح کرسکے۔

فاضل تبصرہ نگار نے اپنے تبصرے میں لکھا کہ شاعر نے اپنی کتاب کا نوے فیصد مواد ''الرحیق المختوم'' سے لیا۔ اگر ایک لمحے کے لیے یہ فرض کرلیا جائے کہ فاضل تبصرہ نگار نے بجا فرمایا تو ان سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ خود صاحب الرحیق المختوم یا کسی بھی سیرت نگار نے اپنی کتاب کا مواد کہاں سے لیا؟ جب سیرت پاک کی سبھی کتب اپنا چراغ روشن کرنے کے لیے اس سے پہلے روشن ہونے والے چراغوں سے استفادہ کرتے ہیں تو ایسے میں خورشید ناظر نے کون سا گناہ کرلیا۔ سیرت کی کسی بھی کتاب کو اٹھا لیجیے، آپ دیکھیں گے کہ وہ مواد جو اس کتاب میں شامل ہے وہ تقریباً سبھی دوسری کتب میں موجود ہے۔ سیرت پاک کی کون سی کتاب ہے جس میں زمانۂ جہالت، عرب کی تاریخ، آپ کا خاندان، دنیا میں آپ کی تشریف آوری، آپ کا بچپن، آپ کی جوانی، آپ کی مصروفیات، آپ کا کردار، آپ کی عبادات، آپ کو نبوت کی عطا، تبلیغ، مشکلات، ہجرت، مدنی زندگی، غزوات، فتوحات، ازواجِ مطہّرات وصحابہ کرامؓ، دینِ حق کو پھیلانے میں آپ کی کوششوں، ان کی کامیابی، آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے وغیرہ جیسے موضوعات شامل نہیں۔ آپ زیرِ تبصرہ کتاب کا صدق دلی سے مطالعہ کریں تو محسوس ہوتا ہے کہ محترم شاعر نے گو سیرت کی بہت سی کتابوں سے بجا طور پر استفادہ کیا ہے لیکن قدم قدم پر اپنے منفرد انداز، قابلِ ستائش تحقیق اور قابلِ رشک تبصروں سے کتاب کو منفرد بنادیا ہے لیکن اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے ''خصوصی جذبات'' کی بجائے صدق دلی اور غیر جانب داری اوّلیں شرط ہے۔

جناب خورشید ناظر نے اپنی تحریر پہلی بات میں حضرت حفیظ جالندھری کے شاہ نامہ اسلام میں حضرت انسؓ کے نام کے سلسلے میں حضرت حفیظ کو عظیم شاعر قرار دینے کے بعد صرف اتنی بات کی کہ انھوں نے حضرت انسؓ کے نام کو اصل حرکات وسکنات کے مطابق نظم نہیں کیا۔ فاضل تبصرہ نگار نے اس پر بات کرنے کی بجائے فوراً انھیں جاٹ رے جاٹ تیرے سر پر کھاٹ کے جواب میں یہ لکھ کر بوجھوں مارنے کی ناکام کوشش کی کہ خورشید ناظر صاحب نے الفاظ ''نہ'' اور ''کہ'' کو دوحرفی الفاظ کے طور پر نظم کرکے اپنے کہے ہوئے سیکڑوں اشعار کو بے وزن کردیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عارف منصور صاحب کی فن شاعری سے سرسری واقفیت پایۂ ثبوت کو پہنچی۔ ان حیرت انگیز خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے انھیں یہ یاد نہیں رہا کہ کوئی شعر یا مصرع صرف اس وقت بے وزن ہوتا ہے جب اس میں استعمال ہونے والے کسی لفظ کے حروف کو اس کی اصل تعداد اور حرکات وسکنات کے مطابق استعمال نہ کیا جائے سوائے ان حروف کے جنھیں فن شاعری کے تحت متحرک یا غیر متحرک کرنے یا غیر محسوب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ فن شاعری کے تحت حروف علت اور کبھی کبھی حرف ''ہ'' کو غیر محسوب کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ عروض کی کتب میں مذکورہ رعایت تو واضح طور پر موجود ہے لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ اگر ان حروف کو محسوب کرلیا جائے تو شعر بے وزن ہوجائے گا۔ یہ کتنی مضحکہ خیز بات ہوگی کہ شاعر کو لفظ ''وہ'' کو ''وُ'' باندھنے کی اجازت ہے لیکن وہ اسے اگر ''وہ'' باندھے تو شعر بے وزن ہوجائے۔ یہی صورتِ حال الفاظ نہ اور کہ کے ساتھ ساتھ یہ، جو، تو، اس اور کئی

دیگرالفاظ پر بھی صادق آتی ہے۔الفاظ ''نہ''اور ''کہ'' کے دوحرفی الفاظ کے طور پر استعمال ہونے اور محسوب ہونے کے سلسلے میں قدیم اور جدید عہد کے نامور شعرا کے کئی اشعار پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن زوائد سے بچتے ہوئے خدائے سخن میر تقی میر کا صرف ایک شعر تقطیع کے ساتھ پیش خدمت ہے:

تشنہ لب مر گئے ترے عاشق
نہ ملی ایک بوند پانی کی

تش نلب مر گئے ترے عاشق نہ ملی اے کبو د پانی کی
فاعلن فاعلن مفا عی لن فاعلن فا علن مفا عی لن

میری اس گزارش سے فن کا شعور رکھنے والے سبھی لوگ اتفاق کریں گے کہ وہ لفظ جو کسی شعر میں اپنے حقیقی وزن کے عین مطابق استعمال ہوا ہو اور جسے میر تقی میر نے اس کے حقیقی وزن پر باندھا ہو اسے کون ناروا قرار دے سکتا ہے۔ یہاں مجھے حفیظ جالندھری صاحب کا ایک مصرع یاد آرہا ہے:

تم نے ہمیں بھلا دیا، ہم نہ تمھیں بھلا سکے
تم نے ہمے بھلا دیا ہم نہ تمے بھلا سکے
مس تف علن ، مفا علن مس تف علن مفا علن

صاحب بحرالفصاحت مولوی نجم الغنی صاحب رام پوری نے ہزج مسدس اخرب مقبوض مبغ کے ذیل میں ایک شعر تقطیع کے ساتھ درج کیا ہے جسے عارف منصور صاحب کے لیے ہو بہو درج کررہا ہوں۔شعر صہبائی کا ہے:

بیٹھا وہ رقیب کے جو پہلو میں اٹھا یہ دردِ دل کہ کھینچی آہ

تقطیع، بیٹھا و''مفعول''، رقیب کے''مفاعلن''، ج پہلو میں''مفاعیلان''،اٹ ٹھا یہ''مفعولن''، دردِدل''فاعلن''، کہ کِچی ااہ''مفاعیلان۔

حوالہ: بحرالفصاحب، حصہ دوم علم عروض، مصنّف مولوی نجم الغنی رام پوری۔مرتب سیّد قدرت نقوی، مجلس ترقی اردو، لاہور ص ۱۱۹

جناب عارف منصور کی عروض دانی اور علمی کمال پر اس وقت تو عش عش کرنے کو جی چاہا جب انھوں نے جناب خورشید ناظر کے بارے میں لکھا کہ انھوں نے ''نہ'' اور ''کہ'' کو دوحرفی یعنی بروزن ''منع'' نظم کیا ہے۔انھیں ایسا لکھتے وقت شاید یہ معمولی سی بات بھی یاد نہیں رہی کہ ''منع'' سہ حرفی لفظ ہے جب کہ ''نہ'' اور ''کہ'' دوحرفی الفاظ ہیں۔انھوں نے دوحرفی کے لیے سہ حرفی لفظ کی مثال دے کر اپنے علم کو جو چار چاند لگائے ہیں وہ ان جیسے منصب کے لوگوں کا ہی حصہ ہے۔ میں فن شاعری کے ایک طالب علم کے طور پر یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ''بلغ العالیٰ بکماله'' میں شاعر نے ایک جگہ بھی مذکورہ دو الفاظ کے استعمال سے شعر کو بے وزن نہیں ہونے دیا۔انھوں نے ان دو الفاظ کو اہلِ فن کی جانب سے دی گئی رعایت کے زیراثر یا تو یک حرفی یا پھر بجا طور پر دوحرفی الفاظ کے طور پر استعمال کیا ہے۔تمام قدیم اور جدید شعراء نے فن شاعری کی جانب سے دی گئی رعایت کے زیراثر کیوں کہ ''نہ'' اور ''کہ'' اور دیگر کئی الفاظ کو بکثرت یک حرفی لفظ کے طور پر استعمال کیا ہے اس لیے جناب عارف منصور صاحب جیسے ''علما'' یہ سمجھ بیٹھے کہ انھیں صرف یک حرفی کے طور پر ہی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ جو درست بات نہیں۔ وزن ہی کے ذیل میں آگے چل کر جناب عارف منصور نے لفظ ''وحی'' کے بارے میں لکھا ہے کہ شاعر نے اس کے حرف ''ح'' کو متحرک کر کے اس لفظ سے اپنے اشعار کو بے وزن کردیا ہے۔

کسی لفظ کے تلفّظ کے تعین کے لیے سب سے مستند ذریعہ لغت ہی کو سمجھا جاتا ہے۔ فاضل تبصرہ نگار نے اگر خورشید ناظر صاحب کی تحریر ''پہلی بات'' کو توجہ سے پڑھا ہوتا تو انھیں تبصرہ لکھتے وقت یاد رہتا کہ انھوں نے ایک سے زیادہ تلفّظ کے حاصل الفاظ کے استعمال کے لیے کسی ایک لغت سے اجازت کی صورت میں بھی اس تلفّظ سے استفادہ کیا ہے اور یہ استفادہ بالکل بجا بھی ہے۔لفظ وحی کے ذیل میں اگر فیروز اللغات کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں لفظ وحی کے وسطی حرف ''ح'' کو متحرک لکھ کر باقاعدہ نوٹ دیا گیا ہے کہ یہ لفظ اردو میں اس تلفّظ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور کیوں کہ

خورشید ناظر صاحب اردو ہی میں شعر کہہ رہے تھے اس لیے انھوں نے اپنے جن اشعار میں اسے متحرک ''ح'' کے ساتھ استعمال کیا ہے، ان اشعار کو بے وزن نہیں کہا جا سکتا۔ علاوہ ازیں یہ گزارش بھی عارف منصور صاحب کے علم میں اضافے کا باعث بنے گی کہ فیروز اللغات کے علاوہ نور اللغات، جناب ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رافع اللغات، سید شہاب الدین دسنوی اور فہمیدہ بیگم ڈائریکٹر ترقی اردو بیورو دہلی کی جامع اردو لغات اور وارث سرہندی کی علمی اردو لغت میں بھی لفظ وحی کے حرف ''ح'' کو متحرک لکھا گیا ہے۔

جناب عارف منصور صاحب نے اپنے تبصرے کو ''فنی'' بنانے کے لیے ہزاروں اشعار میں سے چند اشعار لکھ کر ان میں سے کچھ الفاظ کے نیچے خط کھینچ دیا ہے اور انھیں تعقید لفظی کا شکار ہونے والے اشعار قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے فاضل تبصرہ نگار کی طرف سے نشان دہی کے بعد ان اشعار کو سیاق و سباق کے ساتھ ایک بار پھر پڑھا تو مجھے ان کے ساتھ اتفاق کرنے کے لیے بے حد کوشش کے بعد بھی کوئی معقول وجہ ہاتھ نہ آسکی۔

فاضل تبصرہ نگار نے مندرجہ بالا خیالات کے اظہار کے بعد کچھ واقعات میں پائے جانے والے تسامحات کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے حضرت عمارؓ کی شہادت کی طرف اشارہ کیا ہے، جو بجا ہے۔ اس موقع پر حضرت یاسرؓ کا نام نظم ہونا چاہیے۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس سلسلے میں شاعر کی معلومات کمزور نہیں۔ اگر وہ سمجھتے کہ حضرت عمارؓ شہید ہو گئے تو وہ آگے چل کر صفحہ نمبر ۴۸۵ پر اُن کا ذکر دوبارہ نہ کرتے۔ ایسے ہی معاملات کے لیے انھوں نے اپنی تحریر ''پہلی بات'' میں واضح طور پر تحریر کیا ہے کہ قارئین نشان دہی کر کے انھیں ممنون کریں۔ اتنے بڑے کام میں اس طرح کی بات کوئی بڑی بات نہیں۔ اس کے لیے اس قدر جذباتی ہونے اور جارحانہ انداز اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

جناب عارف منصور نے حضرت حارثؓ بن ابی مالہ کی شہادت کے بارے میں بھی اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ میرے مطالعے کے مطابق رومانیہ کے سابق وزیر خارجہ کونسٹین ورجل جورجیو نے ''محمد ایسے پیغمبر ہیں جنھیں پہچاننے کی ازسرِ نو کوشش کرنی چاہیے'' کے نام سے ایک تحقیقی مقالہ لکھا تھا جسے فروری ۱۹۹۳ء میں سیارہ ڈائجسٹ نے ترجمہ کر کے عکس سیرت نمبر کے نام سے شائع کیا تھا۔ اس وقت مدیرِ اعلیٰ امجد رؤف خان تھے۔ اس کتاب کی عمدگی اور اس کے اعلیٰ معیار کے حاصل ہونے کی بابت ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ اور ڈاکٹر ایم۔ اے فاروقی کی تحریریں بھی کتاب کی ابتداء میں موجود ہیں۔ عکس سیرت نمبر میں حضرت حارثؓ کی شہادت کا واقعہ بالکل اسی طرح درج ہے جیسے حضرت خورشید ناظر نے نظم کیا ہے۔ یہ واقعہ اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۳ پر موجود ہے۔ علاوہ ازیں اس غلام جس نے سفر طائف کے دوران آپ کی خدمت میں انگور پیش کیے تھے، اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۸۵ پر اس کا نام عدس لکھا گیا ہے۔ اس نام کو کئی کتابوں میں مختلف انداز میں لکھا گیا ہے، شاعر کو ان میں سے صرف ایک ہی نام نظم کرنا تھا اور انھوں نے اس نام کے سلسلے میں عکسِ سیرت کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے فاضل تبصرہ نگار میری ان گزارشات کی اگر تصدیق کر لیں تو مجھے خوشی ہو گی۔

کسی کتاب کو تحریر کرتے ہوئے مصنّف واقعات کی ترتیب اور بیان میں اپنا ہی خاکہ مرتب کرتا ہے۔ سیرت پاک کے سلسلے میں اَن گنت کتب منظر عام پر آ چکی ہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ اب تک لکھی جانے والی کتب میں کیا ہم کسی ایک کتاب کے بارے میں بھی یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب بہر طور مکمّل ہے اور اس کتاب میں آپ کی ذات مبارک سے متعلّق ہر واقعے، ہر لمحے اور ہر پہلو کا احاطہ ہو گیا ہے۔ اس صورتِ حال میں اگر کوئی واقعہ رہ جائے یا پھر اس قدر تفصیل کا حامل نہ ہو کہ ہر سطح کے قاری کی توقع پر پورا اترے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے باعث مصنّف کی لاتعداد قابلِ تحسین کوششوں کو سراہنے سے بھی گریز کیا جائے۔ فاضل تبصرہ نگار کے رویے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور ترتیب کے ہر عمل کو صرف اپنی منشا کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس منشا کی سر موعدم تکمیل کتاب کو عجب درجے پر لے آتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کوئی علمی، ادبی اور دیانتدارانہ رویہ نہیں۔ علاوہ ازیں کسی واقعے کے اسی طرح بیان کرنے پر جیسا کہ وہ کئی مستند کتب میں مذکور ہوا ان کے جذبات میں نا قابل فہم تموج پیدا ہو

جاتا ہےاور وہ لفظوں کا پھونچال برپا کرنے کی کوشش کرنے لگتے ہیں۔ان کے لیے تو یہ بات بھی نا قابلِ برداشت ہے کہ کوئی کسی کے فن، محنت اور محبّت کی حقیقت کے آئینے میں تحسین کرے۔ان سے گزارش کی جاسکتی ہے کہ وہ سیرت پاک کی کسی ایسی کتاب کا نام بتائیں جس کے سبھی ابواب اور عنوانات مصرعوں کی شکل میں ہوں، یہ سبھی مصرعے تا ہے، تی ہے، تے ہیں وغیرہ پر ختم ہوتے ہوں، جس میں اسما کو صرف کنیت نہیں، انھیں مکمّل طور پر درج کرنے کی کوشش کی گئی ہو، جس میں نعوت کا ایک دریا موجزن ہو، جس کا اسلوب اتنا سادہ، دل نشیں اور ہر سطح کے قاری کے لیے اتنا آسان ہو کہ سیرت پاک کو سمجھنے کے لیے اسے کسی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ میں نے اس کتاب کو کئی بار پڑھا ہے، میری محترم تبصرہ نگار سے گزارش ہے کہ غزوہ احد کے تحت، اُحد کا کون فاتح تھا، کچھ اس پر بات ہوئی ہے، کے عنوان سے صفحہ نمبر ۳۰۶ پر نظم ہونے والے حصے کو پڑھیں اور بتائیں کہ کیا سیرت پاک کی کسی کتاب میں اس طرح کا تبصرہ موجود ہے۔وہ صفحہ نمبر ۳۳۹ پر موجود آخری عنوان کی تفصیل پڑھیں اور بتائیں کہ بنو قریظہ کو سزا کے لیے جو جواز خورشید ناظر صاحب نے مہیا کیا ہے، اس سے پہلے کہیں مذکور ہوا ہے؟ یہ اور اسی طرح کی ان گنت باتیں ایسی ہیں جو اس کتاب کو نا صرف منفرد بلکہ یقیناً شاہ کار کے درجے پر لے جاتی ہیں۔وہ اس کتاب کو صرف اس لیے ناپسند نہ فرمائیں کہ اس کے ناشر پروفیسر عبدالجبار شاکر صاحب کے صاحبزادے ہیں جنھیں وہ مخصوص وجوہ کے باعث ناپسند کرتے ہیں۔ یہ کتاب دنیاداری کی سبھی آلائشوں سے پاک ایک ایسے شخص نے لکھی ہے جس کا نہ تو کسی گروپ سے تعلّق ہے اور نہ وہ کسی شہرت کا بھوکا نظر آتا ہے بلکہ وہ صرف اور صرف محبّت رسول کو اپنی زندگی اور آخرت کے لیے بہترین اثاثہ سمجھتا ہے۔ میں جناب عارف منصور صاحب سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے رویے پر نا صرف نظرِ ثانی فرمائیں بلکہ کتب پر تبصرہ کرتے وقت اس ''غیر معمولی کیفیت'' کا شکار نہ ہوا کریں جسے خورشید ناظر صاحب کی اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے اپنے لیے مناسب سمجھا اور جس کے زیرِ اثر وہ کتاب کے ظاہری حسن تک کی تعریف کرنا بھول گئے۔ میں ان کی اس صلاحیت کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہ خوشبوؤں بھرے طویل رستے کو طے کر لیتے ہیں اور انھیں خوشبو کا کوئی جھونکا متاثر نہیں کرتا۔ میں ایک بزرگ کی حیثیت سے انھیں یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں کہ انھیں بہت سے مطالعے کی ضرورت ہے، انھیں کچھ وقت اچھی کتب پڑھنے پر صرف کرنا چاہیے۔انھیں کسی فن کو مفروضوں کی بجائے، اس کے اصولوں کے مطابق پرکھنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہیے اور علمی معاملات پر بات کرنے کے لیے ''خصوصی جذبات'' سے گریز کرتے ہوئے انھیں غیر جانب داری سے دیکھنا چاہیے۔انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ بلاوجہ عیب جوئی عیب جو کے لیے باعث رسوائی بن جاتی ہے۔اچھے لوگ اچھے کاموں کی تحسین میں بخل سے کام نہیں لیتے کیوں کہ قاری ایسے بھی بے علم نہیں ہوتے کہ جو مکمّل طور پر غلط تبصروں کے پس پردہ پائے جانے والے منفی رویے کو پہچان نہ سکیں۔

جناب صبیح الدین صاحب! میں اپنی گزارشات اس توقع کے ساتھ ختم کرتا ہوں کہ آپ کتب کے تبصروں کے لیے ایسے حضرات کا انتخاب فرمایا کریں جو علم کی اس جہت سے واقف ہوں جس پر کتاب لکھی گئی اور سب سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ وہ غیر جانبدار ہوں۔اگر آپ نے یہ احتیاط کر لی تو یہ ہم سب کے لیے بہتر ہوگا کیوں کہ آپ نے محبّت رسول کا جو چراغ روشن کر رکھا ہے اُسے دنیاداری کے ہر پہلو سے اپنی لو کو بہر حال محفوظ رکھنا ہے۔

منور غازی

☆ پروفیسر ڈاکٹر منور غازی، شاعر، ادیب۔

۱۔صفی الرحمٰن مبارک پوری، ۲۰۰۰ء، لاہور: المکتبۃ السّلفیہ، ص ۶۵۳

۲۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر (۱۹۴۷ء-۲۰۰۹ء)، عالم دین، سیرت نگار، محقق، ڈائرکٹر: دعوۃ اکیڈمی، اسلام آباد، ڈائرکٹر: بیت الحکمت لاہور، کتب: ''رہبر مطالعہ پاکستان''، ''قاموس الاقبال'' (دو جلدیں)، ''واشنا'' (پنجابی شاعری کا انتخاب)، ''خطبات و مقالات سیرت''، ''مرقع سیرت'' و دیگر۔

منیر قصوری (لاہور)

۱/۵/۲۰۰۱ء

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

امید ہے آپ اور آپ کے احباب بخیر و عافیت ہوں گے۔

آپ کے حکم کے مطابق میں نے اپنی دونوں دست یاب کتابیں مولانا ملک الظفر صاحب کو سہسرام (بھارت) بھیج دی ہیں۔

آپ کی کتابی سلسلہ ''نعت رنگ'' کی محض ورق گردانی نہیں کی بلکہ وقت نکال کر بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ اچھی بُری ہر طرح کی تنقید دیکھی، مضامین کا سلسلہ بھی دیکھا اور بالخصوص کتب پر تبصرہ بھی ماشاء اللہ! میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت احسان دانش مرحوم ہمارے ملک کے وہ نام ور اور قد آور شاعر اور نثار تھے جنھیں نظم و نثر دونوں میں یدطولیٰ حاصل تھا، لیکن افسوس بقول آتش:

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

بطورِ متاخرین ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسلام سے محبّت رکھنے والے اپنے اسلاف کو نہ صرف یاد رکھیں بلکہ ان کا کسی نہ کسی طرح ذکر ضرور کرتے رہیں۔ بالفاظِ دیگر میری یہ دلی خواہش ہے کہ آپ ملتان میں عاصی کرنالی صاحب کو خط لکھ کر اس بات پر راضی کریں کہ وہ دانش مرحوم کی نعتیہ شاعری کے حوالے سے آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے مضمون لکھیں یا پھر کراچی میں کوئی اچھا مضمون نگار تلاش کریں جس کے ذمے آپ یہ کام لگا سکیں۔ اگر کوئی مضمون نگار اس کام کے لیے تیار ہوجائے تو مجھے اس کا پتا بھجوا دیں میں احسان دانش کے صاحب زادے ڈاکٹر فیضان دانش سے کہہ کر انھیں ''ابرنیساں''[۱] کا ایک نسخہ بھجوا دوں گا۔

آپ کی وساطت سے عزیز احسن صاحب کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ آئندہ اپنی تحریروں میں مکتبۂ فکر کے بجائے مکتبِ فکر لکھا کریں۔ مکتب اور مکتبہ دونوں عربی زبان کے دو لفظ ہیں جو کَتَبَ سے مشتق ہیں، مکتبہ کے معنی کتب خانہ کے ہیں، مثلاً **مکتبة الجامعة** (یونی ورسٹی لائبریری) یا **المکتبة العامة** (پبلک لائبریری)۔ مکتب فکر کے معنی (School of Thought) کے ہیں۔ مکتبہ کی جمع مکتبات ہے جب کہ مکتب کی جمع مکاتب ہے۔ واحد کی صورت میں مکتبِ فکر اور جمع کی صورت میں مکاتبِ فکر کے الفاظ استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوں گے۔

آپ کی وساطت سے انھیں لکھنا اس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ اوّل تو میری ان سے کوئی رسم و راہ نہیں اور دوسرے میرے پاس ان کا پتا بھی نہیں ورنہ میں انھیں یہ مختصر سی بات بلاواسطہ ضرور لکھتا اس لیے کہ میں پردے میں بات کرنے کا بھی قائل ہوں۔

آخر پر میری گزارش ہے کہ میں مکتوب نویسی کے آداب سے تو واقف نہیں، البتہ جو بات دل نے لکھنے کو کہی وہ لکھ دی ہے۔

خیراندیش۔ درویشِ مصطفےٰ

منیر قصوری

☆منیر قصوری (پ: ۲ جون ۱۹۴۷ء)، شاعر، ادیب، کتب: ''چادرِ رحمت''، ''آیۂ رحمت''، ''چہ حدیث طیبہ گفتم'' (قطعات)، ''سوئے مصطفےٰ''، ''شہرِ کرم''، ''ایوانِ کرم''۔

ا۔ ۱۹۹۹ء، لاہور: مکتبۂ دانش، ۲۵۱ص

نازاں جمشید پوری (جھارکنڈ،انڈیا)

۹/فروری۲۰۰۲ء

مکرمی جناب صبیح رحمانی صاحب!

خلوصِ بے کراں!

''شاعر'' فروری ۲۰۰۲ء میں ''نعت رنگ'' شمارہ۱۲، اکتوبر ۲۰۰۱ء ''کتاب بازار'' کالم میں نظر نواز ہوا اور آپ کا پتا بھی۔

میں نے بہت پہلے اکیڈمی بازیافت کے پتہ پر آپ کو اپنے نعتیہ کلام روانہ کیے تھے پھر ۲۹رستمبر۲۰۰۱ء کو اپنا نعتیہ مجموعہ ''نذرانۂ نازاں''[۱] روانہ کیا۔

25/E, Phase 5, T&T Flats, Shadman Town 2 (E) Karachi-75850. کے پتے پر لیکن افسوس کی بات ہے کہ مجھے جواب سے محروم رکھا گیا۔

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ موجودہ شمارہ ۱۲ میں کیا میرے کلام شامل ہیں؟ اور اس کتاب کو میں انڈیا میں کہاں سے کتنے میں حاصل کرسکتا ہوں؟ اگر میری یہ دونوں نعت مجموعہ میں شامل نہ ہو تو براہِ کرم انھیں شامل فرمالیں یہ میری دلی تمنا ہے کہ میرے کلام ''نعت رنگ'' میں شائع ہوں۔ دونوں کلام استادِ محترم جناب الحاج شائق مظفّر پوری صاحب سے اصلاح شدہ ہیں۔ میرے کلام (غزلیں) سہ ماہی ''روشنائی''، سہ ماہی ''خیال''، سہ ماہی ''بادبان'' اور سہ ماہی ''سفیرِ اردو'' اور ماہ نامہ ''پرواز'' برطانیہ U.K میں شائع ہو چکے ہیں۔

راجستھان اردو اکیڈمی کے جریدہ ''نخلستان'' کے ''نعت نمبر'' میں بھی میرا کلام شائع ہوا ہے اور جلد ہی سہ ماہی ''الکوثر'' سہسرام کے ''نعت نمبر'' میں بھی میرے کلام کے ہمراہ شائق مظفّر پوری صاحب کی نعت شائع ہوگی۔ مجھے یقین ہی نہیں یقین کامل ہے کہ اس بار آپ میرے خط کا جواب ضرور دیں گے اور شمارہ نمبر ۱۲ میں کس طرح کہاں سے حاصل کرسکوں گا اس کی وضاحت بھی فرمائیں گے۔ پروردگار آپ کے ارادوں میں پختگی اور پرواز میں بلندیاں عطا فرمائے۔ آمین خدا کرے آپ حضرات بخیر ہوں۔

تمام تر نیک خواہشات کے ہمراہ خاکپائے رسول ﷺ

نازاں جمشید پوری

☆ نازاں جمشید پوری (پ: ۷جولائی ۱۹۵۰ء)، اصل نام: نور محمد انصاری، شاعر، ادیب، افسانہ نگار

۱۔ سن ندارد، کلکتہ: مکتبۂ قدوسیہ، ۳۲ص

ناز قادری، پروفیسر (مظفّر پور،انڈیا)

۱۸/اکتوبر۲۰۰۴ء

گرامی قدر! سلامِ مسنون۔

برسوں پہلے کلکتہ میں علقمہ شبلی کے یہاں ''نعت رنگ'' کا شمارہ ۶ میں نے دیکھا اور پڑھا تھا۔ اس سے متاثر ہو کر میں نے نعتیہ کلام ارسال کیا تھا جو کسی شمارے میں شائع ہوا تھا جس کا مطلع غالبًا یہ ہے:

میرے نبی کی ذات ہے شمع رہ ہدیٰ فقط
اہلِ نظر کے واسطے اُسوۂ حسنہ مصطفیٰ فقط

وہ شمارہ مجھے موصول نہیں ہوا۔ بہت دنوں کے بعد اس کی اشاعت کا ذکر پروفیسر محمد علی اثر (حیدر آباد) نے کیا تو میں نے خط لکھا اور شمارہ مرحمت فرمانے کا درخواست گزار ہوا لیکن شاید وہ تحریر پتہ کی تبدیلی کے سبب آپ کو دست یاب نہیں ہوسکی۔ ''ملت کا ترجمان جام نور'' دہلی کے شمارہ اکتوبر ۲۰۰۴ء کے ص ۳۴ پر ''نعت رنگ'' کا نیا پتہ دیکھ کر مکتوب ہٰذا تحریر کر رہا ہوں اور یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ مجھے کیسے مل سکتا ہے۔ زر رکنیت کہاں اور کیوں کر بھیجا جاسکتا ہے؟ ''نعت رنگ'' کی نثری اور شعری نگارشات از حد پسندیدہ اور معیاری ہیں۔ تحقیقی وتنقیدی مضامین لائق ستائش اور توجہ طلب ہوتے ہیں۔ آپ کی نگاہ التفات چاہتا ہوں ''نعت رنگ'' کے جان نثاروں کی فہرست میں مجھے بھی شامل کرلیں۔

بنیادی طور پر غزل کا شاعر ہوں، ادبی اور تحقیقی وتنقیدی مضامین بھی گاہے گاہے لکھتا ہوں لیکن بعض علمائے دین کی قربت وہم نشینی نیز تحریک کے تحت کبھی کبھی نعت بھی سنبھل سنبھل کر کہنے کی سعی کرتا ہوں۔ بیاض سے چند نعت پاک کی زیرکس کا یہاں پیش خدمت ہیں۔ ان میں کہیں تسامحات راہ پاگئے ہوں تو درست کرنے کی زحمت فرمائیں گے اور ان کی روشنی میں اپنے تاثرات بشکل مضمون قلم بند کرکے ممنون فرمائیں۔ دراصل کلکتے کا ایک رسالہ میرے نام خصوصی اشاعت کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ کافی تعداد میں مضامین یک جا ہوچکے ہیں لیکن میری نعتیہ شاعری پر ابھی تک ایک بھی مضمون نہیں لکھا گیا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ نعت گو کی حیثیت سے مجھے لوگ نہیں جانتے۔ بہت کم نعت پاک کہی ہے اور اس سے کم چھپنے چھپانے کا سلسلہ رہا ہے۔ ادھر حضرت خوشتر نورانی کی توجہ خاص سے ''جام نور'' میں میرا نعتیہ کلام چھپنے لگا ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری مجھے از حد پسند ہے اور آپ کی فن شناس نگاہ کا علم ہے اس لیے مضمون کے لیے جسارت کر رہا ہوں۔ نعتیہ کلام کی نوک پلک سنوارنے کا مجاز بھی آپ کو حاصل ہے، میری طرف سے اجازت ہے۔

بہر حال، مجھے آپ کے مثبت و مفصّل جواب کا انتظار رہے گا۔

اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔ حسب مراتب سلام ودعا عرض ہے۔

فقط نیازمند

نازؔ قادری

☆ پروفیسر محی الدین نازؔ قادری (۹ دسمبر ۱۹۴۰ء۔ ۱۳ نومبر ۲۰۱۹ء)، شاعر، ادیب، افسانہ نگار، نقاد، محقق، سابق صدر: شعبہ اردو، بی آر امبیڈکر بہار یونیورسٹی، مظفّر پور، انڈیا۔ کتب: ''اردو ناول میں خواتین کا حصہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''سحر البیان: ایک مطالعہ''، ''دریافت''، ''اردو ناول کا سفر''، ''زاویے''، ''لمحوں کی صدا''، ''چراغِ حرا''، ''سلسبیل نور''، ''صحرا میں ایک بوند''، ''رنگ شکستہ''، ''وہ ایک بات'' (افسانوں کا مجموعہ)، اعزازات: امتیاز میر ایوارڈ (۱۹۹۳ء)، وجے شری ایوارڈ (۲۰۰۶ء)، شکشا رتن ایوارڈ (۲۰۰۸ء)، ایوارڈ آف امیریٹس فیلوشپ (۲۰۱۰ء)، حسن عسکری ایوارڈ (۲۰۱۳ء)۔

۹/ مئی ۲۰۰۹ء

گرامی قدر! سلام فراواں

برادرم محترم جناب علقمہ شبلی (کلکتہ) کے یہاں پہلی بار ''نعت رنگ'' کا نواں شمارہ دیکھا اور متاثر ہوکر نعتیہ کلام بھیجا تھا جو شمارہ نمبر گیارہ میں شائع ہوا لیکن مجھے نہیں ملا۔ اس کا علم حیدر آباد کے احباب سے ہوا تھا۔ حال ہی میں محبّ مکرم جناب محمد علی صدیقی شیدا بستوی کے ذاتی کتب خانے میں وہ شمارہ دیکھنا نصیب ہوا بلکہ ان کے یہاں قریب قریب تمام شمارے موجود ہیں۔ جناب خوشتر نورانی نے دو شمارے (انیس واں اور بیس واں) مرحمت فرمائے۔ یہ سبھی شمارے نہ صرف آپ کی عرق ریزی کا ترجمان، سرکارِ دوعالم ﷺ سے والہانہ عشق کا آئینہ دار اور خدمت اسلام کا مظہر ہیں۔ آپ کی کاوش اور مساعیِ جمیلہ نے اردو نعت کو نئے اُفق سے آشنا کیا ہے اور نعت گو کی رہ نمائی فرمائی ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس کا اجر دے گا۔ کیو ٹی وی [QTV] پر آپ کو دیکھتا اور سنتا رہا ہوں۔

مولا نے مجھے بھی نعت نگاری کی توفیق عطا فرمائی ہے۔سالِ رواں کے اواخر تک دو مجموعے منظرِ عام پر آنے کا امکان ہے۔مجموعہ اوّل ''چراغِ حرا'' [۱] کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی کا مضمون ملفوف ہے اور اپنی پانچ نعوت پاک ''نعت رنگ'' کی نذر ہیں۔توقع ہے آپ انھیں شرفِ قبولیت بخشیں گے اور قریبی شمارے میں شامل اشاعت کر کے ممنون فرمائیں نیز وہ شمارہ ارسال کریں گے۔نعتیہ کلام کے بارے میں آپ کے تاثرات اور فیصلے کا انتظار رہے گا۔

ممکن ہو تو پروفیسر محمد اکرم رضا، ڈاکٹر حافظ منور حسین سرمدؔ اور جناب عزیز احسنؔ کے رہائشی پتے اور رابطہ نمبر لکھیں۔سپاس گزار رہوں گا۔

اُمید ہے مزاجِ عالی بخیر ہوں گے۔اراکین ''نعت رنگ'' سے واجبات کہیے۔

فقط خلوص کار

ناز قادری

۱۔تدوین: شمیم ناز، ۲۰۰۹ء، کولکتہ: اثبات ونفی پبلی کیشنز، باراول، ۱۹۲ص

~~~~~~

۷/ستمبر ۲۰۱۱ء

گرامی قدر! سلام فراواں

ماہ اپریل میں دوحہ قطر سے میں نے فون پر اپنے دوسرے مجموعہ نعت ''سلسبیل نور'' کا ذکر کیا تھا اور نظر ثانی نیز مضمون لکھنے کے لیے درخواست گزار ہوا تھا۔وہاں سے واپسی میں پُراسرار مرض میں مبتلا ہو گیا۔صوت وسماعت نیز بینائی بھی متاثر ہوئی۔دوا اور دعا کے بعد اب روبصحت ہوں، صحت کامل کا انتظار ہے۔

بہر کیف! مذکورہ بالا مجموعہ نعت کی کمپوزڈ کاپی ارسالِ خدمت ہے، پروف ریڈنگ کا مرحلہ طے پا چکا ہے البتہ تصحیح باقی ہے۔آپ کی نظر ثانی (اصلاح) اور مضمون کے بعد ہی طبع ہو گا۔غزلوں کا دوسرا مجموعہ ''صحرا میں ایک بوند'' بھی زیر طباعت ہے۔آپ نے فون پر دورانِ گفتگو میرے نعتیہ کلام کی پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میری نعتیہ شاعری کے حوالے سے مضامین کا مجموعہ شائع کیا جائے اور ہندوستان میں ڈاکٹر سیّد یحییٰ نشیط اور مولانا ملک الظفر سہسرامی کو بھی دعوت قلم دی جائے۔بفضل ربی یہ دونوں حضرات لکھ رہے ہوں اور دس مضامین قلم بند ہو چکے ہیں۔پاکستان کے چند ناقدین نعت وغزل کے پتے تحریر فرمائیں تو مذکورہ دونوں مجموعے کے حوالے سے تنقیدی مضامین کے لیے درخواست گزار ہوں گا اور اس طرح مجموعہ مضامین بھی شائع ہو جائے گا۔آپ کے مثبت جواب اور نوازش نامے کا انتظار رہے گا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۲۱ کس مرحلہ میں ہے؟ میں نے کہا تھا کہ میرے نام جاری کر دیجیے بلکہ ممکن ہو تو اب تک کے تمام شمارے ہدیتاً مرحمت فرمائیں اور اس کی ادائیگی کی صورت بتائیں۔میرے پاس وہ شمارے بھی نہیں جن میں میری نعتیں شامل ہیں۔بمشکل صرف شمارہ نمبر ۱۹ اور ۲۰ دہلی سے حاصل کر سکا۔احباب نعتوں کے چھپنے کی اطلاع دیتے ہیں لیکن ''نعت رنگ'' موصول نہیں ہوتا۔

اُمید ہے مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

فقط خلوص کیش

ناز قادری

~~~~~~

ناصر الدین صدیقی، ڈاکٹر (کراچی)

27-01-2002

برادرِ عزیز محترم المقام جناب سید محمد صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا عطا کردہ شمارہ ''نعت رنگ'' نمبر ۱۱، مارچ ۲۰۰۱ء باصرہ نواز ہوا۔ ماشاء اللہ اس میں قدیم و جدید شعرا کی نعتوں اور ناقدین کے تبصروں سے ''باخدا دیوانہ باش و با محمد ﷺ ہوشیار'' کا معیار نکھر کر سامنے آتا ہے۔

اس وقت میرے زیرِ نظر جناب ظہیر غازی پوری صاحب کا مضمون ''نعتیہ شاعری کے لوازمات'' ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے کئی نعت گو شعرا کے نعتیہ اشعار کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، جن میں حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی غازی پوری علیہ الرحمہ کا ایک عارفانہ شعر ص ۱۲۸ پر یوں نقل کیا گیا ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفٰےؐ ہو کر

دراصل یہ شعر ''دیوانِ آسی''، المعروف بہ عین المعارف مؤلفہ حضرت سیّد شاہد علی رشیدی علیہ الرحمہ مطبوعہ گورکھ پور بار دوم، ص ۱۴۱ پر اس طرح سے تحریر ہے:

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفا ہوکر

محترم جناب ظہیر غازی پوری صاحب کے مضمون کے علاوہ جناب ڈاکٹر اسمٰعیل فتح پوری صاحب نے بھی اپنے مضمون ''نعت کے موضوعات'' میں اس شعر کو بھی نشانۂ تنقید بنایا ہے۔ مگر ان کے مضمون میں ص ۱۱۵ پر یہ شعر درست نقل ہوا ہے۔

خواہ پہلے مصرعے میں لفظ ''تھا'' رکھ کر شعر سمجھنے کی کوشش کی جائے یا لفظ ''ہے'' رکھ کر، ہر دو صورت میں شعر کا صحیح مفہوم وہی سمجھ سکتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولیاء اللہ کے فیضانِ نظر سے عقیدت و محبّت کا نور اور حسنِ نظر عطا کیا ہو۔ جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت سے فیض یاب نہ ہوا ہو اور جسے ان کے صدقے سے احوال و مقامات اولیاء اللہ کا علم و شعور اور ادراک و عرفان حاصل نہ ہوا ہو وہ صرف عقلی و خیالی گھوڑے دوڑاتا رہے گا۔ مگر اُسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ایک نابالغ کسی بالغ کے جذبات اور اس کی کیفیات کا ادراک نہیں کرسکتا بالکل اسی طرح سے کوئی ظاہر بین عام انسان، اولیاء اللہ (جو اصحاب کشف و شہود، اربابِ قلب و روح، مقربین بارگاہِ الٰہی اور متمکّن علی عین الیقین وحق الیقین ہیں) کے احوال و مقامات کا ادراک نہیں کرسکتا اور اسی طرح اولیاء اللہ بھی، انبیا و رُسل علیہم السّلام کے احوال و مقامات اور اسرار کا ادراک یا احاطہ نہیں کرسکتے۔ ہر عارفِ حق، اللہ تبارک وتعالیٰ کا اتنا ہی عارف ہوتا ہے جتنی کہ اللہ ربّ العزت نے اُسے اپنی معرفت عطا کی ہوتی ہے۔

وہ سالکانِ راہِ طریقت جنھیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا قرب عطا فرمایا جب ذکر عروج کے ذریعے سیر الی اللہ کرتے ہیں تو انھیں عرشِ معلّٰی پر ''الرحمٰن علی العرش استوی''[۱] کے انوار و تجلّیات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور جب وہ وہاں سے ذکر نزول کے ذریعے سیر من اللہ کرتے ہیں تو مدینہ منورہ میں انھیں ''وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین''[۲] کے انوار و تجلّیات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس روحانی سفر میں تلمیذ رحمٰن شاعر کو جو تجلّی دونوں مقامات پر مشترک نظر آتی ہے وہ صفت ''رحمت'' کی تجلّی ہے جس کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمہ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''فصوص الحکم'' میں نظریۂ ''وحدۃ الوجود'' کا جو خاکہ بیان فرمایا ہے اسے تمام سلاسل طریقت کے صوفیائے کرام و اولیائے عظام نے تسلیم کیا ہے اور اس مسلک کے حامی اولیاء اللہ نے اللہ ربّ العزت کو ''وجودِ مطلق''، یعنی واجب الوجود قرار دیا ہے۔

مسلمان متکلّمین میں جو علم الکلام و فلسفہ اور منطق کے امام گزرے ہیں، انھوں نے بھی اس باب میں اپنی کتب میں کافی وضاحتیں اور مثالیں تحریر فرمائی ہیں، مثلاً اگر زمین پر کئی برتنوں میں پانی بھر کر رکھ دیا جائے یا بہت سارے آئینے رکھ دیے جائیں تو ہر برتن اور ہر آئینے میں دن کے وقت سورج کا عکس نظر آئے گا لیکن آسمان سورج سے خالی نہیں ہوگا۔

اس طرح اگر رحمٰن اپنے محبوب مکرم ﷺ کو اپنی صفات کا مظہر بنائے اور اس مقدس ہستی سے اپنی صفت رحمت کے انوار و تجلّیات کو منعکس کرے تو عرش الٰہی بھی اُس کے انوار و تجلّیات سے خالی نہ ہوگا۔ لہٰذا زمانۂ حال میں دونوں مصرعوں میں لفظ ''ہے'' کا استعمال درست ہوگا۔

لہٰذا اگر کوئی عام ناقد یا مبصّر اپنے مبلغ علم کے مطابق کسی عارف کامل کے کسی قول و فعل کی تشریح کرے گا تو نظریۂ ''وجود الوجود'' سے ناواقفی اور اس کی تشریح سے لاعلمی کی بنا پر غلطی و خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسے عالم جذب و سکر کی شطحیات ہی سمجھے گا۔

اس لیے میری گزارش ہے کہ مستند و مقبول اور مشہور اولیاء اللہ عارفین کاملین کے اقوال و افعال اور احوال و اسرار پر تنقید یا تبصرہ کر کے عوام الناس سے داد و تحسین وصول کرنے کے بجائے ایسے مضامین سے ''نعت رنگ'' کو مزین کیا جائے۔ جنھیں پڑھ کر اولیاء اللہ کے عقائد و نظریات سے متنفّر ہونے کے بجائے اُن سے عقیدت و محبّت کے جذبات پروان چڑھیں۔ وہ علوم و معارف جنھیں اکابر اولیاء اللہ نے اسرار الٰہی کے زمرے میں رکھا ہے اور جن کے افشا کرنے کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری میں ''قطع ھذا لبلعوم'' (یہ گلا کاٹ دیا جائے) یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت میں ''کلم الناس علی قدر عقولھم اتریدون ان یکذب اللّٰہ ورسولہ'' (لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے) کے الفاظ وارد ہیں انہیں عامیانہ انداز میں عوام الناس تک نہ پہنچایا جائے تا کہ وہ انھیں غلط سمجھ کر گم راہ نہ ہوں یا ان کی تکفیر کر کے خود موجب عذاب نہ ہوں۔ قدیم کتب فقہ میں بعض مسائل کے بارے میں ظاہری علم شریعت کے باوجود یوں ممانعت ہے کہ ''یہ مسئلہ جاننے کا ہے بتانے کا نہیں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو صحیح طرح سے خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور عشقِ مصطفےٰ ﷺ کی شمع کو مزید روشن کرنے کی سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ (آمین) بجاہ سیّد المرسلین سیّدنا محمد النبی الکریم ﷺ۔

احقر العباد و خادم الفقرا
ناصر الدین صدیقی عفی عنہ

☆ ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی (پ: ۱۹۶۲ء)، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، کتب: ''جدید مسائل کا اسلامی حل''، ''علماء و مشائخ کراچی''، ''اسلامی فلسفہ''، ''مفکّرین اسلام''، ''فیضان قادریہ''، ''مبادیات اسلامی بینکاری و مالیات''، ''حیات اسلامی''، ''مدارس اہلِ سنت''، ''اضیاف اللہ''، ''بزرگان قادریہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''مشائخ قادریہ رشیدیہ''، ''قصص الانبیاء'' و دیگر۔

۱۔ سورۂ طٰہٰ، آیت: ۵ ۲۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۷

۹/ستمبر۲۰۱۴

مزاج گرامی! ''نعت نامے'' اور ''نعت رنگ ۲۴'' آپ کا محبّت نامہ و کتاب برادرِ عزیز جناب پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق صدیقی حفظہ اللہ الباری کے توسط سے موصول ہوئیں۔ بلا شبہ احقر کو آپ سے ۱۹۹۲ء سے ایک قلبی و روحانی تعلّق حاصل ہے۔ اللہ رب العزت نے ''نعتِ رسول ﷺ'' کے صدقے میں آپ کی کہی ہوئی نعتوں کو قبولیتِ عام و خاص عطا کیا ہے اور جن محافل میں یہ نعتیں پڑھی جاتی ہیں وہاں ایک سماں بندھ جاتا ہے اور سامعین پر رقت طاری ہو جاتی ہے، جو نعت گو کے جذبۂ حُبِّ رسول ﷺ سے سرشار ہونے کا غمّاز ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے میں آپ کو فروغِ نعت اور فروغِ حُبِّ مصطفیٰ ﷺ کے لیے چُن لیا ہے اور آپ کو ایسے مخلصین و محبین کا ساتھ عطا کر دیا ہے کہ: ''ان شاء اللہ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام، فروغِ حُبِّ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے اِس دارِ فانی سے لے کر اُس دارِ بقا تک آپ اور آپ کے متعلّقین و معاونین کو بھی بقا سے ہمکنار کرے گا۔''

ضرورت اس بات کی ہے ویب سائٹ اور سی ڈیز کے نظام کو مزید مؤثر و فعّال بنایا جائے تاکہ کتابوں سے دور نئی نسل انٹرنیٹ کے ذریعے ایسے علمی و تحقیقی کاموں سے بھی استفادہ کر سکے۔ اس سلسلہ میں انٹرنیٹ پر بھی ''اشتہاری مہم'' اور ''اجتماعی مکالمہ'' کے پروگرامز پیش کیے جا سکتے ہیں۔ اللہ رب العزۃ ہم سب کو رسول کریم ﷺ کی سچی محبّت اور کامل اتباع کی توفیق نصیب فرمائے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی نصیب کرے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

ناصر الدین صدیقی عفی عنہ

ناوکؔ حمزہ پوری (انڈیا)

01-08-2004

برادرِ مکرم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ بلا تمہید عرض ہے کہ منسلکہ مجموعے کا اوّلین مضمون ماہ نامہ ''گلبن'' کے نعت نمبر کے مقدماتی مضمون کے طور پر کئی سال قبل لکھا تھا۔ دوسرا مضمون جو غیر مسلم شعرا سے متعلّق ہے وہ برادرِ عزیز پروفیسر طلحہ رضوی برق کے مضمون کے ردّ عمل کے طور پر ڈیڑھ دو سال قبل لکھا۔ جی چاہا کہ ان دو مضامین پر ایک اور مضمون کا اضافہ کر کے ایک کتابچہ ۸۰/صفحات کا چھپوا دوں۔ یہ کام کرنا چاہتا تھا لیکن اسی دوران میں بینائی بہت متاثر ہو گئی۔

یہ مسودہ برادرِ گرامی ظہیر غازی پوری نے دیکھا۔ وہ میری عمر (۷۴/برس)، صحت اور بے سروسامانی سے واقف ہیں۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ میں یہ مسودہ آپ کے حوالے کر دوں تاکہ اس کا بہترین مصرف نکل آئے۔ چناں چہ سپردم بتو مایہ خویش را کے مصداق اسے آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آپ چاہیں تو اسے ''نعت رنگ'' میں شائع فرما دیں یا چاہیں تو الگ سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع فرما دیں۔ بہرصورت تمام حقوق آپ کو تفویض کرتا ہوں۔ میرے لیے صرف دعائے خیر کیجیے۔

دعا گو۔ ایک گمنام فقیر

ناوکؔ حمزہ پوری

☆ سید غلام السیّدین ناوکؔ حمزہ پوری (۲۱/اپریل ۱۹۳۳ء)، رباعی گو شاعر، ادیب، ۸۰ سے زائد کتابوں کے مصنّف، چند کتابوں کے نام: ''اندازِ بیاں''، ''شرارِ سخن''، ''بہارستان''، ''نوائے امروز''، ''تفہیم رباعی''، ''رباعی کی آبرو''، ''رباعی: تعریف و تکنیک''، ''ہزار رنگ'' (دیوان)۔

۱۷/اکتوبر۲۰۰۴ء

سیّدی! السّلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج شریف؟

گرامی نامی مورخہ ۲/اکتوبر۲۰۰۴ء ملا ہے۔ممنون ہوں۔ میں نے پہلے ہی خط میں یہ غالباً لکھ دیا تھا کہ بمصداق ''سپردم بہ تومایہ خویش را۔تو دانی حساب کم وبیش را'' آپ جیسے چاہیں مسودے کا استعمال کریں۔ آپ کو پورا حق ہے۔ پھر دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔اب آپ انھیں ''سفیر نعت'' یا ''نعت رنگ'' میں بطور مضمون شامل کرنا چاہتے ہیں تو بشوق کیجیے۔اور دعا لیجئے۔

''گلبن'' میں آپ نے مضمون نمبر۱ ہی پڑھا ہوگا۔مضمون نمبر۲ اور نمبر۳ تو بالکل تازہ تازہ ہے۔خصوصاً مضمون نمبر۲ آپ کی دلچسپی کا اس لئے بھی ہونا چاہیے کہ آپ برادرعزیز ڈاکٹر شاہ محمد طلحہ رضوی برق کا مضمون شائع کر چکے ہیں (یہ اطلاع ظہیر بھائی[۱] نے بہم پہنچائی تھی) ایسے میں مضمون نمبر۲ آپ کے قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔المختصر یہ کہ مضامین کا آپ جس طرح چاہیں مصرف لیں۔

اللہ کرے آپ بہمہ جہت شاداب وشگفتہ ہوں اور رمضان المبارک کی برکتوں سے فیضیاب بھی۔والسّلام

دعا گو

ناوک حمزہ پوری

۱۔ظہیر غازی پوری مراد ہیں۔

نجم الاسلام، پروفیسر ڈاکٹر (حیدرآباد)

۱۱جنوری۱۹۹۶ء

محترم رحمانی صاحب! سلام وآداب۔

انفارمیشن سروسز کے محمد مہدی زیدی صاحب تشریف لائے اور آپ کا پیکٹ پہنچا کر ممنون فرمایا، جو چار مطبوعات (''نعت رنگ'' شمارہ جات اول ودوم، ''جادۂ رحمت'' اور'' آپؐ'') اور مکتوب گرامی مورخہ ۷جنوری پر مشتمل تھا۔دلی شکر یہ ادا کرتا ہوں۔

''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے اعلیٰ وارفع معیار کے حامل ہیں، مبارکباد پیش کرتا ہوں، خدا کرے کہ استقلال کے ساتھ شائع ہوتا رہے۔

''جادۂ رحمت'' بھی ایک اچھا تحفہ ہے جو آپ کی عنایت سے ملا تھا آپ نعت کی تنقید، تحقیق، تخلیق، ترویج میں نہایت قابلِ ذکر اور قابلِ توجہ کام کررہے ہیں، اور ناشر، ادارۂ ''اقلیم نعت'' بھی، جس کی شائع کردہ '' آپؐ'' بھی ملی۔

مخلص

نجم الاسلام

☆ پروفیسر ڈاکٹر نجم الاسلام (یکم جولائی ۱۹۳۳ء۔۱۳فروری ۲۰۰۱ء)، اصل نام: نجم الدین صدیقی، اردو، فارسی اور سندھی کے ممتاز محقق، مترجم، دانشور، ماہرِ تعلیم، سربراہ: شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی جامشورو (۱۹۷۷ء۔۱۹۹۲ء)، مدیر: مجلّہ ''تحقیق''، سندھ یونیورسٹی جامشورو، کتب: ''دبستانِ دہلی کی اردو نثر (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''ابھرتی کرنیں''، ''عالمی امن''، ''نقش ونغمہ''، ''دین وادب''، ''مطالعات''، ''رسمیاتِ مقالہ نگاری''، ''محسنِ انسانیت''، ''ابیاتِ سندھی خواجہ محمد زمان''، ''ابیاتِ شاہ کریم''، ''دوآہنگ''۔

28.7.1997

محترم رحمانی صاحب! سلام مسنون و آداب

عنایت نامہ شرف صدور لایا، جس میں آپ نے اپنے رسالے کے لئے نعت کے موضوع پر کوئی مضمون لکھنے کی دعوت دی ہے، شکریہ۔ اس سے قبل، آپ کا ایک مکتوب گرامی اور بھی موصول ہوا تھا، اور ''نعت رنگ'' کا ایک تازہ ترشمارہ بھی ملا تھا۔ یہ سب ایک مضمون لکھنے کی ترغیب دلانے کے لیے کافی ہے۔ لیکن، اپنے کاموں میں مشغول رہنے کی وجہ سے، بڑی معذرت کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ مستقبل قریب میں کوئی مضمون پیش کرنا مشکل ہے۔ البتہ، آئندہ کسی شمارے کے لیے کوئی مضمون نعت کے سیاسی پہلو پر لکھنے کا خیال رکھتا ہوں۔ جب بھی تکمیل کو پہنچے گا۔ آپ کی خدمت میں بھیجنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

آپ کیسا عمدہ رسالہ نکال رہے ہیں، اور کیسے پاکیزہ مقاصد کے ساتھ۔ خدا اس کو بیش از بیش فروغ عطا فرمائے۔ تہنیت پیش کرتا ہوں اس کی مسلسل اشاعت پر۔

مخلص
نجم الاسلام

~~~~~~

''نعت رنگ'' کے دو شمارے (۷اور ۸) موصول ہوئے۔ کس بلند معیار پر آپ نے اس رسالے کو پہنچایا ہے، موجب حیرت ہے۔ پھر پیش کش ایسی کہ سبحان اللہ۔ شمارۂ ہفتم کے سرورق پر استاد شفیق الزماں کے فن کا نمونہ نگینے کی طرح نمایاں اور روشن ہے۔ مشمولات شوق اور دلچسپی سے دیکھے اور مستفید ہوا۔ شمارۂ ہفتم میں پیارے لال شاکر میرٹھی کا ذکر ہندو شعرا کے تحت (ص۱۴۲) آیا ہے میرا خیال ہے وہ پکے عیسائی تھے، ہندو نہ تھے۔ تحقیق کرلیں۔

مخلص
نجم الاسلام

~~~~~~

ندیم صدیقی (ممبئی)

یکم مئی ۱۹۹۸ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! سلام ورحمت۔

سوچا تھا میں پہلے آپ کو خط لکھوں مگر آپ نے بازی ماردی۔ بھائی نور احمد صاحب (میرٹھی) بھی خوب کرم کرتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ نعت ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' اور ''نعت رنگ'' کے دو شمارے ایک ساتھ موصول ہوئے۔ گاہے گاہے ''جنگ'' کراچی یہاں دیکھنے کو مل جاتا ہے اُس میں جو ایک مذاکرہ شائع ہوا تھا جس میں اعجاز رحمانی، نور احمد میرٹھی اور آپ شریک تھے۔ آپ نے بڑا اپیل کیا تھا پھر ''نعت رنگ'' کے دونوں شمارے دیکھے۔ اللہ نے آپ سے کس سعادت کا کام لیا ہے۔ مبارک ہو کہ دین و دنیا دونوں جگہ آپ سرخ رو نظر آتے ہیں۔ ''خوابوں میں سنہری جالی ہے'' سامنے ہی رکھا ہے۔ ایک بار تو پڑھ لیا پھر بھی جستہ جستہ دیکھتا رہتا ہوں۔ نعتیہ غزلوں میں آپ کی مشاقی بھی متاثر کرتی ہے مگر یہ نظمیں آپ کی نمائندگی زیادہ کرتی ہیں، مثلاً ''ضمیر کی قید میں'' یا پھر ''گم شدہ سفر''...شاید ان کی ضرورت بھی ہے۔ خواجہ مشفق نے صحیح کہا ہے کہ ''...نعت صبیح رحمانی کے حق میں حرفِ دعا ثابت ہوئی ہے۔'' اللہ آپ کو یوں ہی نوازتا رہے۔ آمین

آپ کی ایک نعت، ''ہندوستانی نعت کو متوجہ ہوں'' (آپ کی جانب سے ایک اپیل) ''انقلاب'' میں لگا چکا ہوں) اُس کی کٹنگ منسلک ہے۔ آپ کے مجموعے پر ایک اجمالی تبصرہ بھی عن قریب چھپے گا۔ ''انقلاب'' کا جمعہ ایڈیشن اور ادبی صفحہ ان دنوں یہی حقیر مرتب کر رہا ہے۔ آپ اور دیگر احباب اس کے لیے اپنی تخلیقات بھیجتے رہیں۔ تازہ ادبی صفحے میں معراج حسن عامر، اظہر جاوید، احمد صغیر صدیقی، حاصل مراد آبادی، محسن بھوپالی اور احمد ندیم قاسمی صاحب کی غزلیں شائع ہوئی ہیں۔ ایک ارادہ ہے کہ میرے شناسا نعت گو شعرا کا ایک تذکرہ لکھ لوں۔ دعا کیجیے کہ یہ ارادہ عمل کی صورت اختیار کرلے۔ آپ کے ''نعت رنگ'' کے لیے ایک ہندوستانی رنگ ہوگا۔

محترم قیصر الجعفری نے سیرت النبی ﷺ پر ایک طویل نظم کہی ہے جو ''چراغِ حرا'' [۱] کے نام سے کتابی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس خط کے آگے یا پیچھے ہی آپ تک پہنچے گی یہ کتاب، اُمید کہ توجہ فرمائیں گے۔ تازہ ''نعت رنگ'' کے صفحے ۳۰۲ پر جو نظم شائع کی ہے۔ یہ اسی کا ایک باب ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اس کتاب پر کشفی صاحب کا تبصرہ ہو۔

ارے بھئی یہ ''الہام'' [۲] والے خالد عرفان صاحب کہاں ہیں۔ ''نعت رنگ'' میں کہیں نظر نہیں آئے؟ اگر کہیں مل جائیں تو سلام کے ساتھ میرا پتا بھی دے دینا۔

میرے معمولات عجب ہیں ممکن ہے میں خط کا جواب نہ دے سکوں۔ اس سے بدگمان نہ ہوئیے۔ ایک بار جس سے تعلّق ہو جائے وہ فراموش نہیں ہوسکتا اور پھر آپ سے تو رشتہ حضور ﷺ کے حوالے سے ہے۔ خط کتابت کے لیے گھر کا پتا ہی بہتر ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ جب بھی آئے گا ان شاء اللہ ''انقلاب'' میں اُس کی خبر یقیناً شائع ہوگی۔ پتا نہیں آپ کے علم میں ہے یا نہیں کہ ''انقلاب'' یہاں کا قدیم اور اہم اخبار ہے۔ جو اپنی اشاعت کے ۶۰ رسال مکمّل کر چکا ہے۔

دہلی سے ایک پرچہ ''اردو بک ریویو'' کے نام سے نکل رہا ہے۔ ''نعت رنگ'' وہاں ضرور بھجوائیے اور اپنا مجموعہ بھی عارف اقبال صاحب (مدیر اردو بک ریویو) میرے دوست ہیں۔ ''خوابوں میں سنہری جالی'' پر ایک تبصرہ بھی بھجوا دوں گا۔ آپ وہاں سے کتاب Post کر دیں اور ایک خط بھی۔

کیا آپ بمبئی آنا چاہیں گے کسی نعتیہ مشاعرے میں؟ بطور سفر خرچ میں تین ہزار روپے دلوا دوں گا۔ براہِ لاہور دہلی ٹرین کے ذریعے آپ بمبئی آ سکتے ہیں۔ برادر! یہاں کے مسلمان کراچی کے مسلمانوں کی طرح صاحب حیثیت نہیں ہیں۔

آئندہ خط میں ''نعت رنگ'' کے لیے کچھ بھیجوں گا۔ نور احمد صاحب ملیں تو سلام کہیے۔ اُمید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

احقر
ندیم صدیقی

☆ ندیم صدیقی (پ: ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۱ء)، شاعر، ادیب، صحافی، مدیر: ماہنامہ ''انقلاب''، ممبئی، کتاب: پرسہ
۱۔ ۱۹۹۷ء، دہلی: ادارۂ ادب اسلامی ہند، بار اول، ۲۴۷ص ۲۔ نعتیہ شعری مجموعہ، ۱۹۸۴ء، کراچی

عزیزم! سلام و رحمت
آج جی میں آیا کہ ''اب خط لکھنا ہم بھول رہے ہیں، کیا اس کی تجدید نہیں کی جا سکتی؟!!''
نیک کام میں تاخیر نہیں کی جانی چاہیے، سو حاضر ہوں۔

آپ سے تعارف کا سبب آپ کی نعت گوئی، نعت خوانی اور پھر اسی سلسلے کی ایک توانا کڑی ''نعت رنگ'' ہے۔ مجموعی طور پر یہ تعارف کس قدر اہم اور پُر وقار تھا، کراچی اور پھر ممبئی میں آپ سے ملاقاتیں ذہن میں اب تک تازہ ہیں، یہ خوشی کی بات ہے کہ ممبئی میں بھی آپ کا کلام، آپ کی آواز میں

گونجتا رہتا ہے، یہاں آپ کے لیے اعزازی تقریب جو آپ کا حق تھی، خوب تھی کس توجہ اور انہماک سے لوگ آپ کو سُن رہے تھے، آپ کے ایک ایک شعر پر محبانِ رسالت سَر دُھن رہے تھے۔ ملتان کا وہ سفر جو آپ ہی کے توسط سے ہم نے کیا، جس کو ایک دہے سے زیادہ مدت گزر رہی ہے، وہ بھی زندگی کا ایک ناقابلِ فراموش واقعہ ہے، ملتان کی محفل میں کیسے کیسے نعت خوانوں کو سنا بلکہ اب بھی اُن کی آواز کی بازگشت دِل میں کہیں ہوتی رہتی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ کچھ لوگ یہ باتیں مرعوبیت سے تعبیر کریں، مگر بعض حقیقتیں کسی بھی نکتہ چینی کے باوجود اپنی اصل میں مزید کشش کی حامل ہو جاتی ہیں۔

یہاں (ہند میں) بھی نعت گوئی اور نعت خوانی ویسی نہ سہی جیسی آپ کے ہاں عام ہے مگر ہو تو رہی ہے۔ بے شک اُن کے حضور جو کچھ پیش کیا جائے وہ ہم جیسوں کے نزدیک اُن کے شایانِ شان ہونا لازمی ہے مگر بسا اوقات محسوس ہوتا ہے کہ عقیدت بھی نفس کا روپ دَھار لیتی ہے۔ یہی دیکھیے ہمارے ہاں بعض سنجیدہ اشخاص بھی نعت کی نسبت سے تنقید کو بے ادبی سمجھتے ہیں، جس کی وجہ ان اشخاص کے نزدیک 'تنقیدِ نعت' ایک معیوب عمل ہے، خیر کسی کے اخلاص و نیت پر ہم کچھ بھی کہنے کے اہل نہیں مگر نقد و نظر کی اہمیت بلکہ یہ عمل نعت کے ضمن میں ضروری سمجھتے ہیں بلکہ نعت کے لیے بھی ایک اصول اور ضابطے ہی نہیں بلکہ حدود کے ہم قائل اور اس پر مائل بھی ہیں۔ نعت پر جو مضامین آپ کے جریدے (نعت رنگ) میں نظر نواز ہوئے اُس نے اس صنفِ مبارک کے حق میں ذہن کو سوچنے اور غور کرنے کی سمت دِکھائی، ادب ہی کیا، زندگی میں بھی اختلاف کی اہمیت سے انکار 'سادہ لوحی' ہی سمجھا جائے گا، اختلاف ہی تو رنگا رنگی اور صحت کی وجہ بنتا ہے اور صحت و رنگینی کس صاحبِ نظر کے نزدیک بے وقعت ہوسکتی ہیں البتہ نفس ہر شعبے میں اپنی دخل پر کل بھی قادر و قوی رہا ہے اور رہے گا، چونکہ:

نفس نیکی میں بھی شیطان سے جا ملتا ہے
یہ کسی طور بھی اُبھرے اسے مارا جائے

اس بات کو محض شعرِ ندیم سمجھ کر نظر انداز نہ کیا جائے کیونکہ اس شعر کی اصل تو اکابر و اسلاف سے نسبت رکھتی ہے۔ اس نفس نے ہماری تقدیس و تحریم کے عوامل میں بھی کیسے کیسے فتنے پیدا کیے جو، صاحبانِ فہم و نظر پر کھلے ہوئے ہیں۔ اس ضمن میں ہم نے جب جب سوچا تب تب اس نتیجے پر پہنچے کہ ہمارے ہاں احساسِ تقدیس و تحریم نے شعور کی رَو پیدا نہیں کی بلکہ اس کے برخلاف ایک قسم کا جنون ہم میں دَر آیا اور یہ مرض نسل دَر نسل ہماری وراثت بن گیا اور اس مرض کو ہمارے غرور اور انا نے بھی شدید تقویت پہنچائی، ورنہ سوچنے کی جا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ سے نسبت رکھنے والی بات نزع و فساد تک کیوں کر پہنچ جاتی ہے۔ رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی ہی نہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو اُن کا تصور بھی رحمت ہی رحمت ہے مگر ہم جب اپنے معاشرے پر دور و نزدیک نظر ڈالتے ہیں تو 'رحمت' کے حرفِ اوّل پر نقطہ لگا کر اس کی معنویت کو عرش سے فرش پر پھینک دیا جاتا ہے، یہ لیجیے اپنے شکوۂ حق کے ساتھ حضرتِ افتخار عارف یاد آ گئے:

رحمتِ سیدِ لولاک پہ کامل ایمان
اُمتِ سیدِ لولاک سے خوف آتا ہے

اس صورتِ حال سے برِ صغیر کے مسلمان جس قدر متاثر و مغضوب ہیں اس کی مثال دُنیا کے دیگر ممالک میں کم کم ہے اور اس کی وجہ ہماری 'فہم نا کی' اور ہمارا (خود ساختہ) مذہبی غرور ہے۔

ہند میں فی زمانہ ہم مسلمان ذِلّت و خواری کی حالت سے گزر رہے ہیں، مگر اسی ملک کی تاریخ گواہ ہے کہ وہ ہمارے ہی بزرگ تھے کہ اگر گاؤں میں کسی ہندو اور مسلمان کے درمیان کوئی تنازعہ ہوتا تھا تو اس کے فیصلے کے لیے 'میاں جی' ہی کو بلایا جاتا تھا۔ روایت ہے کہ کھیت کی ایک زمین

کے ٹکڑے پر ایک ہندو اور مسلمان کے درمیان تنازعہ تھا اور پنچایت کسی کے حق میں فیصلے پر نہیں پہنچ پا رہی تھی، تو فریقین میں سے جو ہندو تھا، اُس نے کہا کہ پنچو! گاؤں کی جُمّہ (جامع) مسجد کے بغل میں جو بزرگ 'میاں جی' رہتے ہیں وہ ہمارے پُرکھوں اور ہماری زمین جائداد کے بارے میں اچھی طرح جانتے ہیں، اُن کو بُلا کر پوچھا جائے، پنچوں نے مسلم فریق سے پوچھا، تمہیں تو میاں جی کی گواہی پر کوئی آپتّی (اعتراض) نہیں ہوگی۔ مسلمان سے جواب ملا کہ وہ ہمارے بزرگ ہیں، ہم اُن کی گواہی پر کیسے اعتراض کر سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ میاں جی کی گواہی ہوئی اور وہ فیصلہ ہندو فریق کے حق میں ہوا۔

مگر اب صورتِ حال اس کے برعکس ہے ہمارا مسلم نام سُن کر یہاں کے متمول علاقوں کے کسی اپارٹمنٹ میں ہمیں فلیٹ خریدنے نہیں دِیا جاتا، جس پر ہم چیں بجبیں تو خوب ہوتے ہیں، عام طور پر تعصّب کا شکوہ بھی کرتے نہیں تھکتے مگر ہمارے بڑے اذہان یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ اسی ملک جہاں مسلم حکمرانوں نے برسہا برس راج کیا، اب ایسا کیوں ہے کہ ہم من حیث القوم اپنے ہی ہم وطنوں میں غیر و حقیر ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب ہماری گواہی تو کجا ہمیں ملیچھ سمجھا اور کہا جا رہا ہے۔ ماضی بعید کی نہیں ماضی قریب کے بزرگوں سے ہم سُن چکے ہیں کہ کل ہم اور ہمارے ہندو پڑوسی کسی تقریب میں کھانا تو الگ الگ کھاتے تھے یعنی ہماری تھالی اور رکابی الگ ضرور ہوتی تھیں مگر دل ایک تھے۔ اب ہمارا ہندو پڑوسی تو کجا خود ہمارا کلمہ گو بھائی بھی ہم پر اعتبار نہیں کرتا، آخر کیوں، کیوں؟

غالباً محترمہ زہرہ نگاہ کا شعر ہے جو اِس وقت ہمارے سامنے آئینہ بنا ہوا ہے:

دی جس نے محمد کی رسالت پہ گواہی
اب اُس کی گواہی پہ بھروسہ نہیں ہوتا

ہمارے مِلّی انتشار کا عالم یہ ہے کہ یہاں کے بعض علاقوں کی مساجد میں اگر کسی مسلمان نے نماز پڑھ لی اور دوسرے مصلیوں کو کسی طور پتہ چل جائے کہ یہ ہمارے مسلک کا نہیں ہے تو اس سے پوری مسجد نہ صرف دُھلوائی جاتی ہے بلکہ اس کے ساتھ تشدد بھی کیا جاتا ہے، دوسرا منظر یہ ہے کہ ہمارا دشمن جب حملہ آور ہوتا ہے تو وہ ہمیں دیوبندی، بریلوی یا شیعہ سنی سمجھ کر نہیں مارتا، اس کی نگاہ میں تو ہم صرف اور صرف مسلمان ہوتے ہیں جبکہ ایک اللہ اور ایک رسول کے ماننے والے ایک دوسرے کو کافر سمجھ رہے ہیں۔ ہم اپنے رسول ﷺ کے اخلاق کا خوب چرچا کرتے ہیں مگر یہ اخلاق ہماری عمومی زندگی سے کافور ہو چکا ہے۔ ہم کس درجے پر پہنچ گئے ہیں کہ اب ہم کسی کو کچھ دیتے ہوئے، امداد کرتے ہوئے بھی اس کا دِین دھرم ہی نہیں مسلک پر بھی نظر رکھتے ہیں، جہاں ہم نے اُوپر یہ بتایا کہ ہمیں اب یہاں متمول علاقوں میں مسلم ہونے کے سبب مکان خریدنے نہیں دِیا جاتا تو وہیں یہ عملی مثالیں بھی ہیں جن کا ذکر آپ کے سامنے ضروری جانتے ہیں کہ آپ کو یاد ہوگا کہ چند برس قبل (غالباً ۱۹۹۷ء تھا) حج کے زمانے میں مِنیٰ میں آگ لگ گئی تھی، نجانے کتنے خیمے اور حجاج اُس آتش زدگی کی نذر ہو گئے ہمارے دوست اور مشہور ادیب و صحافی شمیم طارق بھی اسی سال حج کے لیے گئے تھے، اُس زمانے میں موبائیل اگر آ بھی گیا تھا تو وہ عام نہیں ہوا تھا، جب مِنیٰ میں آتش زدگی کی اطلاع یہاں پہنچی تو ظاہر ہے کہ ہر وہ فرد پریشان ہوا جس کے اعزہ یا متعلّقین سفرِ حج پر گئے تھے۔ بات شمیم طارق کی ہو رہی ہے تو عرض کرنا یہ تھا کہ اُن کے گھر سب سے پہلے شمیم طارق کی خیریت دریافت کرنے کیلیے جس شخص کا فون آیا تو وہ مشہور و ممتاز ادیب و شاعر اور محقق شری کالی داس گپتا رضا تھے اور انہوں نے شمیم صاحب کی بیگم کو تاکید بھی کی کہ وہاں سے جب بھی شمیم میاں کی خیر خیریت کی اطلاع آئے تو مجھے فوراً بلکہ رات دیر گئے بھی مطلع کیجیے اور اگر کسی طرح کی کوئی بھی ضرورت ہو تو ہر تکلّف سے بے نیاز ہو کر مجھ سے کہیے۔

واضح رہے کہ کالیداس گپتا رضا کے تعلّق سے یہاں یہ تاثر عام تھا کہ ''وہ ہندوؤں کے کٹّر طرزِ فکر کے حامل ہیں۔''

اسی طرح ہمارے ایک عزیز ایڈووکیٹ شمیم احسن ہیں، جنھوں نے بڑی کسمپرسی کی حالت میں تعلیم حاصل کی، طالب علمی ہی کے زمانے کا ایک واقعہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس کالج کی فیس جمع کرنے کے لیے روپے نہیں تھے بلکہ مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں بھی اُس رقم کا جمع ہونا ممکن نہیں تھا، اُس وقت اُن کے والد بھی شدید بیمار تھے اور پورے کنبے کی کفالت کا واحد ذریعہ بریڈ، بٹر، بسکٹ، ٹافی اور چاکلیٹ کی چھوٹی سی دُکان تھی اور اُس دُکان کے اصل سیلز مین یہی شمیم احسن تھے، مختصر یہ کہ شمیم میاں نے کالج جانا ترک کر دیا، ہفتہ بھر گزرا ہوگا کہ ایک شام انہوں نے دیکھا کہ اُن کے کالج کے پرنسپل اور پولیٹکل سائنس کے اُستاد شری پرشوتم یشونت اولٹیکر (Mr.Parshotam Yashvant Oltikar) اُن کی دُکان کے سامنے کھڑے ہیں اور استفسار کر رہے ہیں کہ ''تم کالج کیوں نہیں آر ہے ہو؟'' اور شمیم میاں کی خموشی پر انھوں نے خود ہی کہا: کالج کی فیس کا مسئلہ ہے؟۔۔۔ اور پھر شریمان نے حکم دیا کہ کل سے آپ کالج آئیے اور یہ کہہ کر وہ رُخصت ہو گئے، دوسرے دِن جب عزیزم شمیم احسن کالج پہنچے تو پتہ چلا کہ پرنسپل شری پی وائی اولٹیکر نے پورے سال کی فیس ہی کالج میں نہیں جمع کی بلکہ کچھ ایسا انتظام بھی کر دیا ہے کہ شمیم میاں کو آئندہ بھی کالج کے جملہ اخراجات کی پریشانی نہیں ہوگی۔

شمیم میاں ہی بتاتے ہیں کہ پرنسپل مسٹر پی وائے اولٹیکر ہندوؤں کی سخت گیر جماعت آر ایس ایس کے نظریات کے حامل تھے، مگر ایک سید زادے کے تئیں ایک 'کافر' کا سلوکِ احسن، کیا توجہ طلب نہیں ہے، بقول شمیم میاں مَیں تا عمر اولٹیکر صاحب کا احسان بھول ہی نہیں سکتا، واضح رہے کہ اُس وقت بھی شمیم میاں کے خاندان اور اعزہ میں ایسے ضرور تھے جن کے لیے فنا نظامی کانپوری کہہ گئے ہیں:

ساحل کے تماشائی ہر ڈوبنے والے پر
افسوس تو کرتے ہیں امداد نہیں کرتے

یہی ایڈووکیٹ سید شمیم احسن بتاتے ہیں کہ ایک دن میرے پاس ایک معمر عیسائی خاتون آئی اور خبر لائی کی کہ ''اس کے پڑوس میں ایک اوسط درجے کا ہندو خاندان رہتا ہے جس میں ماں باپ کے ساتھ تین بیٹے اور تین بہوویں ہیں سب سے چھوٹی بہو نے معمولی سی بات پر جذبات میں بہہ کر اپنے آپ کو نذرِ آتش کر لیا اور فوت ہو گئی، پولس کیس بن گیا ہے اور پورا خاندان اس وقت جیل میں ہے، اُن میں ایک بہو حاملہ ہی نہیں بلکہ پورے نویں مہینے میں اس کا حمل پہنچ چکا ہے۔ وکیل صاحب کسی طرح اس کی ضمانت کی کوشش کیجیے وہ لڑکی بے قصور ہے۔ مختصر یہ کہ ایڈووکیٹ شمیم میاں نے کسی طرح عدالت سے اس حاملہ کی ضمانت کروادِی۔ دو تین دن کے بعد اُن کے دفتر میں ایک معمر شخص کالی ٹوپی پہنے ہاتھ جوڑے نمستے کرتے ہوئے، دھنئے واد (شکریہ) ادا کرنے حاضر ہوا، وہ اُس حاملہ کا باپ تھا، اور فیس کے نام پر کچھ دینا چاہتا تھا نیز دوسرے ملزمین کی جن میں اس کا داماد بھی شامل تھا، ضمانت کی گزارش کر رہا تھا۔ شمیم میاں نے فیس لی یا نہیں مگر یہ ضرور کہا کہ دھنئے واد تو آپ اُس کرسچین عورت کا ادا کیجیے جو آپ کی بیٹی کی ضمانت کے لیے میرے پاس آئی تھی۔ حاملہ خاتون کا باپ جب دوسری بار شمیم میاں کے دفتر آیا تو اُس کے سَر پر کالی ٹوپی نہیں تھی۔ واضح رہے کہ آر ایس ایس سے وابستہ اکثر ہندو حضرات کالی ٹوپی ضرور پہنتے ہیں، شمیم میاں نے اس شخص سے اُس کی ٹوپی کا سوال کر لیا تو اس کا جواب تھا:

وکیل صاحب! میرے دل میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے تعلق سے ایک کانٹا تھا، آپ کے سلوک نے وہ کانٹا ہی نہیں نکالا بلکہ راشٹریہ سیوک سنگھ (RSS) کی ٹوپی بھی اُتار دِی، میں نے اب ہمیشہ کے لیے وہ کالی ٹوپی پھینک دی ہے، یہ کہہ کر اُس معمر شخص نے وکیل صاحب کے چرن چھونے کی کوشش کی جس پر شمیم میاں نیا سے فوراً روک لیا۔

شمیم میاں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اس کے دل میں جو کانٹا تھا وہ میں نے نکالا یا نہیں مگر اس کے ذہن وقلب میں ایک مسلمان

کے کردار کا وہ نقش بنانے کی کوشش ضرور کی جو خدا نے چاہا تو کبھی مٹ نہ سکے گا۔

اب یہاں ہمارا (ندیم صدیقی کا) سوال ہے کہ شمیم میاں کا یہ عمل کیا کسی تبلیغ سے کم ہے؟ ہمارے خیال سے تبلیغ کے لیے پہلے ذہن وقلب کی زمین ہموار کرنا بھی سنتِ محمدیﷺ ہے۔ جبکہ تبلیغ کے نام پر پورے ہندستان (بلکہ تمام برِصغیر) میں ایک جماعت سرگرم ہے، اس پر ہم کوئی تبصرہ یا کمنٹ نہیں کرتے مگر طریقِ تبلیغ ضرور توجہ طلب ہے۔

اہلِ بیت میں ممتاز شخص حضرت امام جعفرؒ کا یہ قولِ صادق بھی قلبِ ندیم میں روشن ہے: (مفہوم) ''کوشش کرنا کہ تم کو تبلیغ کے لیے زبان سے کچھ نہ کہنا پڑے۔''

اِس وقت ہند میں ہم مسلمانوں کے تعلّق سے ذہنوں میں جو سیاہی بھری ہوئی ہے اس میں ہمارے دشمنوں کا کردار کتنا ہے، ہمیں اس سے زیادہ یہ سوچنا چاہیے کہ ہم اس 'جنگ' میں کہاں ہیں اور کیا کررہے ہیں؟

کلکتے سے عزیزم امین میاں نے کل ہی ہمیں اپنے دس روزہ سفر راجستھان و دہلی کی روداد فون پر سنائی جس میں ایک واقعہ تو ہمارے لیے بھی سبق بن گیا۔ یاد آتا ہے کہ بزرگوار حکیم انجم فوقی بدایونی نے ہمیں تاکید کی تھی کچھ سیکھنے سمجھنے میں چھوٹے بڑے کی تفریق کو اپنے لیے کفر جاننا، کیونکہ صریح ہدایت ہے کہ 'علم تمہاری میراث ہے جہاں سے ملے اُٹھالو' اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔

تو ہم نے اپنے بھتیجے امین میاں کے بیان پر لمحہ بھر کے لیے بھی غفلت نہیں کی۔ واضح رہے کہ امین میاں شکل ووضع سے دور ہی سے مسلمان ہونے کا اعلان ہیں۔ دہلی سے وہ کلکتے کے لیے سفر کررہے ہیں، ایئر کنڈیشنڈ ٹرین کے ٹو ٹائر کمپارٹمنٹ میں کانپور سے دو مہیلائیں (خواتین) ماتھے پر تلک لگائے (ماں بیٹی) داخل ہوئیں، جن کی دو برتھیں امین میاں کے سامنے ہی تھیں، انہوں نے باریش امین اور برقعے میں اُن کی بیگم کو دیکھا تو اُن کے چہرے پر ایک خوف آمیز پریشانی جھلکنے لگی، اِن میں سے جو بڑی بی تھیں انہوں نے ٹرین کی پوری بوگی میں دیگر مسافروں سے درخواست کی کہ کوئی ان کی برتھوں سے اپنی برتھ بدل لے مگر کوئی مسافر اپنی سیٹ (یا برتھ) بدلنے پر آمادہ نہیں ہوا تو چارونا چار وہ اپنی برتھ پر آگئیں۔ اب امین میاں نے اُن ماں بیٹی کے ساتھ جو سلوک کیا تو جب وہ کئی گھنٹوں بعد اپنی منزل بَردوَآن پر ٹرین سے اُتریں تو بڑی بی امین میاں کو دعائیں دیتے ہوئے اور بیٹی ہاتھ جوڑ کر شکریہ ادا کر کے رخصت ہوئی۔

اس کے برعکس اسی ٹرین میں کوئی 'جماعت' بھی سفر کررہی تھی، جن میں بعض تہجّد کے وقت نماز پڑھنے کے بعد باآواز بلند تلاوتِ قرآن میں لگے ہوئے تھے جبکہ دیگر مسافروں میں جو سورہے تھے ان میں سے بعض کی نیند سے آنکھیں کھل گئیں، امین میاں نے تلاوت کرنے والوں کو اشارے سے ٹوکا تو انھیں ٹکا سا جواب ملا، تم داڑھی رکھ کر بھی قرآن کا پیغام پہنچانے سے روک رہے ہو۔

اب آپ ہم سوچتے رہیں کہ اس طرح قرآن کا پیغام پہنچے گا یا اہلِ قرآن کے تعلّق سے ایک نفرت پیدا ہوگی۔؟!!

سچ تو یہ ہے کہ ہم اپنے 'غرورِ ایمان' کے نتیجے میں بھول گئے ہیں کہ 'مدعو' قوم کے سامنے 'داعیِ قوم' کا کردار کیسا ہونا چاہیے۔!!

ہم میں سے اکثر مسلمان اخلاق سے متعلّق بہت باتیں کرتے پائے جاتے ہیں بلکہ اِس ضمن میں اُنﷺ کے قول دُہراتے نہیں تھکتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آج اُنﷺ کے قول تو اکثر کو ازبر ہیں اس کے برعکس اُنﷺ کے کردار کی ضرورت ہے، جس سے ہم اکثر غافل ہیں، رہا استثنیٰ تو یہ استثنیٰ تو اہلِ کفر میں بھی مل جاتا ہے جس کی بعض مثالیں آپ نے اوپر پڑھ لیں۔

آج ہم مسلمانوں اور بالخصوص برِصغیر کے مسلمانوں میں اعراض وصبر کا مادّہ جیسے ناپید ہوچکا ہے، ہم اجازت اور حکم کے معاملات کو خلط ملط

کر چکے ہیں، ہمیں اپنے حق کی طلب تو شدید ہے مگر دوسروں کے تئیں ہمارے کیا فرائض ہیں؟ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ جب یہ رویہ عام ہو جائے تو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا وہ ہر ذِی ہوش شخص سمجھ سکتا ہے۔ جب ہم اپنے کلمہ گو بھائیوں کے ساتھ مروّت نہیں کر سکتے تو کس منہ سے اپنے حق میں رعایت کے طالب ہو سکتے ہیں۔ پاکستان کے بارے میں تو نہیں کہیں گے مگر چونکہ ہند میں ہم مسلمان اقلیت میں ہیں اور اکثریت سے رعایت اور اپنے حقوق کی طلب رکھتے ہیں اس کے برعکس جو صورتِ حال ہے وہ بھی توجہ طلب ہے کہ ہم مسلمانوں میں جو حلقے اپنے عقائد کے سبب اقلیت میں ہیں ہم ان کو رعایت کا ہرگز مستحق نہیں گردانتے، اب ذرا سوچیے کہ پھر یہاں اکثریتی طبقے کے دھارمک لوگوں سے ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اُن سے اپنے حقوق یا مروت کے طالب ہوں اور وہ اس پر کیوں کر راضی ہوں کہ ہم بھی اپنے اقلیتی طبقے کے حق میں اس پر ہرگز راضی نہیں اور یہ بھی ذہن میں رہے کہ اہلِ ہنود ہمارے دین و مسلک کے اختلافی تنازعات سے بے خبر نہیں ہیں۔ اُن میں جب رسول کریم ﷺ کی مدحت کا حق ادا کرنے میں ہم سے کم نہیں تو وہ اسلام و مسلمان کے بیچ جتنی خلیج ہیں وہ سب اُن کے علم میں ہیں۔ بزرگ کہہ گئے ہیں کہ دشمن کو کمزور یا غافل سمجھنے والا، یقین کر لیجیے کہ وہ خود غفلت کا شکار ہے۔

مسلکی معاملات میں اہلِ علم میں اختلاف عجب نہیں مگر جب یہ اختلافات عوام میں پھیلتے ہیں تو ان کی نوعیت عمومی نہیں رہتی بلکہ اکثر اوقات وہ جنونی بن جاتی ہے اور جنون کے مظاہر کیسے ہوتے ہیں؟ یہ ہر صاحبِ فہم پر عیاں ہے۔

ہمارے ہاں کی ایک مثال یہ بھی آپ تک پہنچے۔ ایک عزیز ندیم جن کی اُردو، موروثی تو ضرور ہے، مگر اس کی نوعیت علمی نہیں ایک دن عام سی گفتگو ہو رہی تھی زبانِ ندیم سے۔۔۔ 'ہمارا رسول'۔۔۔ نکل گیا دو لفظ کا یہ فقرہ انھیں اس قدر نا گوار ہوا کہ سلام و دعا ترک کر دی اور قطع تعلّق کر لیا۔ اس بات کو برسہا برس گزر گئے موصوف ہمیں اب تک گستاخِ رسول سمجھ رہے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے بتایا کہ ان کی اُردو، علمی نہیں بلکہ موروثی یا سُنی سنائی سے زیادہ نہیں، جنابِ والا شعر و شاعری کے دلدادہ تو ضرور ہیں مگر عقیدت و محبّت کے باوجود فاضلِ بریلوی جنابِ احمد رضا خان کی نعتیہ فکر و اظہار سے دور قریب کا بھی کوئی تعلّق نہیں ورنہ وہ کون با ذوق ہو گا جس نے اعلیٰ حضرتؒ کے مشہورِ عالَم یہ دو مصرع نہ پڑھے یا نہ سنے ہوں:

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و وَالا ہمارا نبی

مگر کیا کِیا جائے کہ نفس کا شکار ہونا ہی جب مقدر ہو چکا ہو۔

اس کے برعکس جہاں شعور اور عقیدت کی بنیاد علم و عرفان کی زمین پر ہو وہاں معاملہ کچھ اور ہی ہوتا ہے، اس ضمن میں کانپور کے مشہور اور بہر لحاظ بزرگ حضرتِ کوثر جائسی اور اُن کے شاگردِ انور کا یہ واقعہ یہاں قابلِ ذکر ہے:

''مولانا انور شاکری دادا میاں کی مسجد (واقع بیکن گنج۔ کانپور) میں امامت کے منصب پر فائز اور قلی بازار (کانپور) کے ایک مدرسے میں معلّم تھے، یہ بات بھی واضح رہے کہ وہ، کوثر جائسی کے حلقۂ تلامذہ میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ ہوا یوں کہ حضرتِ کوثر جائسی نے کسی مشاعرے میں ایک نعت پڑھی جس کا ایک شعر:

جو مصطفیٰ کو لباسِ بشر میں دیکھتے ہیں
وہ کم نظر ہیں کسی دیدہ وَر کی بات کرو

اس مشاعرے میں مولانا انور شاکری نے بھی یہ شعر سنا تو دوسرے دِن موصوف، کوثر جائسی کے گھر گئے اور اُن سے مذکورہ شعر کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے قرآنِ کریم کی ایک آیت پڑھی جس میں رسول کریم ﷺ کی بشریت پر کلام کیا گیا تھا۔

جنابِ کوثر جائسی نے مسکرا کر کہا کہ خوشی ہوئی آپ کی اس توجہ پر، اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ مَیں پہلا مصرع بدل دوں گا اتنے میں اندر سے چائے آئی اور دونوں چائے پینے لگے اور کوثر جائسی نے اسی دوران چند لمحوں میں اپنا مصرع بدل لیا اور مولانا انور شا کری کو نئے مصرع کے ساتھ شعر یوں سنایا:

جو مصطفیٰ کو حدودِ بشر میں دیکھتے ہیں
وہ کم نظر ہیں کسی دیدہ وَر کی بات کرو'

فکر وابلاغ کے درمیان ذرا سی بھی غفلت یا سہو کہیں سے کہیں پہنچا ہی نہیں دیتا بلکہ بسا اوقات کھائی میں بھی گرا دیتا ہے۔ اسی طرح مدت ہوئی کسی بزرگ شاعر کی نعت کا ایک شعر ہماری نظر سے گزرا جس کا پہلا مصرع محلِ نظر تھا:

اَزَل سے عشقِ محمد میں مبتلا ہوں مَیں
(ملے گا روزِ قیامت مجھے خطاب الگ)

اس مصرع میں لفظ ''مبتلا' نے مدحِ رسول کو ایک ایسی ضرب لگائی کہ شعر کی پوری عمارت متزلزل محسوس ہوئی۔ شاعر 'مبتلا' کی معنویت سے بے علم نہ سہی مگر وہ مصرع کی بُنت کرتے وقت اس لفظ کی منفی کیفیت سے غافل رہا جبکہ یہ مصرع بہت آسانی سے یوں بھی کہا جا سکتا تھا (یا اِس سے اچھا بھی):

ازل سے عشقِ محمد ﷺ میں دِل دھڑکتا ہے اور جنوبی ہند کے ایک شاعر کی نعت میں جب یہ شعر:

جلوسِ ذکرِ شاہِ دیں ہمارے لب سے کیا نکلا
مُسلّط دل کی دھڑکن پر رہا نشّہ محمد کا

نظر سے گزرا تو اُن کے ''مُسلّط'' نے بہت بدمزا کیا۔

برادرِ بزرگ عبدالعزیز خان المعروف عزیز احسن جو اعلیٰ نعت گو ہی نہیں بلکہ نعتیہ تنقید کا گہرا شعور بھی رکھتے ہیں، ان کی کتاب 'ہنر نازک ہے' پڑھے ہوئے ایک دہے سے زیادہ مدت گزر گئی انہیں کا ایک نعتیہ شعر اور جنابِ ندیم عیسیٰ کا اُس شعر کے ایک لفظ پر توجہ دِلانا، ندیم عیسیٰ کی باریک بینی اور اُن کے تئیں حد درجہ احتیاط واحترام ابتک یاد ہے اور ہمارا خیال ہے کہ جنابِ عزیز احسن نے اپنے شعر میں جو لفظ لکھا اور اُس معنوی عمومیت جس کی جانب جنابِ ندیم عیسیٰ نے متوجہ کیا اُس طرف اچھے خاصے لوگوں کی نظر (شاید) نہ جائے، مگر وہی کہ جن کا نفس پاک ومطہّر ہوتا ہے اور جو نقد ونظر کی اہمیت وضرورت کے قائل ہوتے ہیں تو قدرت بھی اُن کی مددگار بن جاتی ہے۔ یہاں ضروری ہے کہ وہ شعر، وہ تنقید اور اُس تنقید پر جنابِ عزیزؔ کی خوئے تسلیم کا ذکرِ احسن اور عطائے قدرت مذکور ہو:

نعت کہنا ہی مِرا مشغلہ بن جائے عزیزؔ!
جب لکھوں لذتِ دیدار چشیدہ لکھوں

اس شعر میں لفظ ''مشغلہ'' پر جنابِ ندیم عیسیٰ کا کہنا کہ ''مقطع محتاجِ اصلاح ہے۔'' اور پھر جنابِ منصور ملتانی کا متوجہ کرنا، جس پر بھائی عزیز احسن کا یہ لکھنا کہ ''۔۔۔اُس عہد میں مجھے اپنے جہل کا ادراک نہیں تھا۔'' یہی عمل ہمارے نزدیک نفس کے مطہّر و پاک ہونے کی دلیل ہے ورنہ ہم جیسے نفس پرور ہوتے تو نجانے کتنی تاویل کرتے مگر جس کا قلب احسن ہو اور جس کا ذہن غرور وانا جیسے امراض سے عاری ہو تو ایسے ہی لوگوں کو لفظ ''مشغلے'' کی عمومیت کی اکراہ کا احساس ہوگا ورنہ تو شاعرانہ نفس کے سامنے تو بڑے بڑے چت ہو گئے اور اُنھیں اس شکست کیا حساس سے بھی محروم رکھا گیا، شکرِ ربی کہ جنابِ عزیز کو

’خاں صاحبی‘ سے بچالیا گیا، ورنہ راجپوتی علاقے کے عبدالعزیز خان کو یہ کہتے کیا دیر لگتی کہ ’مستند ہے میرا فرمایا ہوا‘‘--اس خاں صاحبی نے تو ہم ایشیائی مسلمانوں میں کیسے کیسے فتنے پیدا کیے، جو، توانا ہو کر اب اپنے پھول پھل بھی دے رہے ہیں۔قدرت جن پر مہربان ہوتی ہے انہیں کو ایسے نوازتی ہے جیسے عزیز احسن کو لفظ مشغلے کی جگہ ’’وظیفہ‘‘ عطا کر کے شعر کی معنویت ہی باقی نہیں رکھی گئی بلکہ شعر میں اِس لفظ ’’وظیفہ‘‘ نے حرمت کی فضا کو عمق و وسعت بھی دے دی۔

نعت لکھنا ہی وظیفہ مِرا بن جائے عزیزؔ!
جب لکھوں لذتِ دیدار چشیدہ لکھوں

ہمیں یاد آتا ہے کہ ایک صاحبِ تمول سورج غروب ہونے کے بعد گھر سے نکلتے ہی نہیں تھے چاہے کوئی سانحہ ہو جائے، بہت دنوں بعد اُن کے ایک قریبی دوست نے بہت شریفانہ انداز میں اس راز سے پردہ سرکایا تو سیانوں نے سراغ پایا۔موصوف اپنے احباب اور اعزہ میں بہت شریف النفس اور پاکیزہ کردار کے لیے مشہور تھے، وہ غروبِ آفتاب کے بعد، اپنے خاندان کے اراکین سے بھی نہیں ملتے تھے چونکہ گھر غیر معمولی طور پر بڑا تھا، کئی بہو بیٹوں اور پوتے پوتیوں پر مشتمل بڑا کنبہ تھا، شام ہونے کے بعد صرف اُن کی بیگم تھیں جو اُن کی اس خلوت میں بھی حق رفاقت ادا کرتی تھیں، دوست نے صرف اتنا فرمایا: بھائی شب میں وہ جلد سونے کے اصول پر کاربند رہتے تھے اور پھر اُن کے کچھ شغل و اشغال ہوتے تھے۔

سیانے ٹوہ میں لگے تو اصل معاملہ کھلا کہ وہ شب میں ’شغل‘ فرماتے تھے اور بعد از غروبِ آفتاب ان کا شغل انھیں اس کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ اُس حالت میں باہر جائیں۔

پتہ چلا کہ مے نوشی کے لیے بھی شغل جیسا لفظ مستعمل ہے تو پھر نعت میں شغل ہی کے بطن سے نکلنے والا لفظ مشغلہ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے۔!!

اب اگر ہم نفس کی گرفت سے آزاد ہو چکے ہوں تو تنقیدِ نعت کے عمل پر ضرور سوچیں گے ورنہ تو جہل پر بھی یہ کہہ کر نام نہاد نیکی کا عمامہ باندھے رہیں گے کہ ’’میاں! نیت دیکھی جاتی ہے۔‘‘

بیشک شیطان کے مشوروں کی کشش و تاثیر کے سامنے کون ٹِک سکتا ہے۔

بڑودہ (گجرات) کے ہمارے محسن اور بزرگ خلش بڑودوی (مرحوم) ایک نعتیہ مشاعرے میں کلام سنا رہے تھے ہم بھی اگلی صف میں سامعین کے ساتھ بیٹھے تھے، محترم نے ایک شعر کے پہلے مصرع میں رسولِ کریم ﷺ کی صفاتِ حسنہ بیان کیں اور دوسرے مصرع میں انھیں ’عادت‘ کہا۔ پورا مجمع موصوف کو داد دے رہا تھا اور ہم خاموشی سے سَر جھکائے بیٹھے تھے ہمارے گمان میں بھی نہیں تھا کہ خلشؔ صاحب کی نظر نے ہماری یہ حالت دیکھ لی ہے، مرحوم ہمارے تئیں ایک شفقت کے حامل بزرگ تھے اُس مشاعرے میں ہم اُنہیں کے گھر مہمان تھے، دوسری صبح اُنہوں نے استفسار کیا کہ ’’ندیمؔ میاں! کیا بات تھی ہماری نعت کے اُس شعر میں؟‘‘

ہم نے بات ٹالی مگر ان کا اصرار کہ ’’بتاؤ کوئی بات تو تھی تم کیوں خموشی سے سَر جھکائے بیٹھے تھے؟!‘‘

ان کا اصرار جب بڑھا تو ہم نے عرض کیا: بزرگوار! عادت تو اختیاری ہوتی ہیں مثلاً کل تک ہم سگریٹ پیتے تھے اب سگریٹ نوشی ترک کر دی۔ اور رسول ﷺ کی صفاتِ مبارکہ ’عادت‘ کیسے ہو سکتی ہیں؟ محترم نے کچھ توقف کے بعد جواب دِیا کہ ’’میاں! قافیے کی مجبوری تھی۔‘‘

ہم نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو نعت کا ایک شعر عرض کریں، موصوف نے کہا ضرور، ہم نے سادہ سا یہ شعر پڑھا:

ظلم سہہ کر بھی مسکراتے ہیں
اُن کی عادت نہیں، یہ فطرت ہے

بڑے لوگ بڑے ثابت بھی ہوتے ہیں، شعر سنتے ہی خلشؔ صاحب اُٹھے اور یہ کہتے ہوئے گلے لگا لیا کہ ''حیرت ہے کہ 'عادت' کی جگہ 'فطرت' کا قافیہ مجھے کیوں نہیں سوجھا؟ اور پھر یہ دُعا بھی دی کہ اللہ تمہارے تنقیدی شعور کو باقی ہی نہیں بلکہ توانا تر رکھے۔''

اس ذکر کو خودستائی نہ سمجھا جائے سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ہاں اگر کوئی ایک کرن بھی ہے تو وہ ہمارے حصولِ علم کے سبب ہرگز نہیں بلکہ سچ اور سولہوں آنے سچ کہ یہ بزرگوں کی نظر اور اُن کی صحبت کے طفیل ہی ہے ورنہ کوئی جانتا ہے یا نہیں مگر ہم پر تو اپنی اصل کھلی ہوئی ہے۔

خلشؔ صاحب ہی کی طرح رسولِ کریم ﷺ کی 'عادت' کا صَرف آپ کے ہاں کے اکبر آبادی ایک بزرگ شاعر کے ہاں بھی ملا۔

سیّد صبیح صاحب! آپ کے ہاں کا ایک مشہور نعتیہ شعر:

میرے ہاتھوں سے اور میرے ہونٹوں سے خوشبوئیں جاتی نہیں
مَیں نے اسمِ محمد کو لکھا بہت اور چوما بہت

جس پر کورنگی (کراچی۔ پاکستان) کے مشہور اور اُردو کے مؤقر شاعر و ادیب اور استاد حکیم انجم فوقی بدایونی سے کسی نے رائے جاننی چاہی تو انھوں نے کہا تھا: ''شاعر کا مافی الضمیر ۔۔۔ 'خوشبوئیں نہیں جاسکتیں' ۔۔۔ کہنے سے ادا ہوتا ہے، ورنہ حاصلِ شعر اکتاہٹ، ناکامی اور پچھتاوا ہے، تعریف وتوصیف نہیں''۔

ہم نے ان کے اِس جواب کے بعد عرض کیا تھا کہ ایک ممتاز ادیب اور ناقد نے تو سلیم کوثر صاحب کے اس شعر پر تنقید نہیں بلکہ تحسین کی ہے۔'تو موصوف نے جو کچھ کہا وہ ہم سب کے لیے توجہ طلب ہے۔فرمایا مولانا انجم فوقی بدایونی نے: ''مَیں بے خبر نہیں آپ کے تصور میں جو صاحب ہیں وہ تو شاعر بھی ہیں مگر اُن کے ہاں زبان و بیان کی ایسی غلطیاں ہرگز نہیں ملیں گی۔'' کچھ توقف کے بعد موصوف نے جو سوال اٹھایا وہ یقیناً نوٹ کرنے کا ہے۔''کاش آپ لوگوں کو یہ راز معلوم ہو سکے کہ زبان و بیان کے سلسلے کی بے راہ روی اور نام نہاد جدیدیت کو سراہنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو تاریخ ادب میں خودنمایاں رہنا چاہتے ہیں، ورنہ سوچیے بار بار سوچیے کہ غلطیوں کو سراہنے یا نظرانداز کرنیوالے اپنے کلام میں صحتِ لفظ و معنی کا اہتمام کریں، آخر ایسا کیوں؟''

یہ بات عام طور پر لوگوں کی زبان پر ہوتی ہے کہ ''نعت گوئی مشکل اور نازک کام ہے۔'' اس ضمن میں ہم نے ایک اخباری انٹرویو میں حکیم انجم فوقی (صاحب) سے سوال کیا تھا: آپ کے دونوں شعری مجموعے 'اُجالے' اور 'مہر و ماہ' ہم نے پڑھے ہیں، مگر نعتیہ کلام نہ تو اُجالے میں ملا اور نہ ہی 'مہر و ماہ' میں، تو کیا آپ نعت نہیں کہتے؟ تو انھوں نے جواب دیا تھا: ''نعت مَیں کہنا ضرور چاہتا ہوں مگر کہہ نہیں پاتا، چونکہ (عام طور پر) جو کہتے ہیں، انھیں دیکھ رہا ہوں، جسکے ہاں دیکھو 'مدینے کے آقا' ۔۔۔ 'مدینے کے مولا' والی بات ملتی ہے۔ذرا توجہ کیجیے کہ آقائے کون و مکاں کو 'مدینے کے آقا' کہیں، یہ توہین نہیں تو کیا مدحت ہے، کیا نعت ہے؟ پھر نعت گو سے زیادہ قابلِ تذکرہ (نام نہاد) صوفی ہے۔آپ مزامیر پر کسی گلوکار سے ذرا یہ شروع کرائیے:

مدینے کے آقا مدینے بلالو
مدینے کے شاہا مدینے بلالو

آپ دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ 'عاشقِ رسول' یہ صوفی ثابت ہوگا۔ بے اختیار جھومنے لگے گا، رقص کرنے لگے گا، اس کی بوٹی بوٹی تھرکتی نظر آئے گی۔تُف ایسے 'حال' پر جو توہینِ رسول پر بھی آئے۔

دراصل میرا ذوق روایاتی نعت کو قبول نہیں کرتا۔رہے دوسرے شعرا تو جن لوگوں کے اعمال میں 'سُنّت و سیرت' کا غلبہ نہ ہو، ان کی نعت

گوئی 'مظاہرۂ فن' ہے، اظہارِ عقیدت یا نعت نہیں!۔۔۔آپ اب استفسار سے زیادہ دُعا کریں کہ مَیں نعت کہنے لگوں۔''۔۔۔یہ انٹرویو روزنامہ انقلاب ممبئی میں ۱۹۸۲ء میں چھپا تھا۔کوئی گیارہ برس بعد کراچی سے انھوں نے استغاثہ کے پیرائے میں ایک نظم (بعنوانِ 'گزارش!') اشاعت کے لیے ہمیں بھیجی جو ہمارے پاس آج بھی ان کی ہینڈ رائٹنگ میں محفوظ ہے۔:

''میری حالت
ڈوبتا سورج
گھر کا عالَم
اللہ ہو
دُنیا جیسے اُکھڑی سانس
کون نکالے، ہر دے پھانس
کوئی نہیں ہے
کس کو پکاروں
ٹوٹ چکی ہے
آس!
پھر بھی ہر دُکھ درد کے درماں
شاہِ دوعالَم
آپ!
یا مولیٰ وتاج المولیٰ
سب سے برتر
سب سے اولیٰ
صلی اللہ علیہ وَسلّم
کچھ میری بھی
لاج!
کچھ میری بھی۔۔۔لاج۔'' (۱۴ا ء جون ۱۹۹۳ء)

اور انہیں حضرت کی ایک نظم اور ہے جو انھوں نے عمرے کے بعد مدینہ منورہ سے واپسی پر کہی تھی، جو اپنی کیفیت وتاثیر کے سبب آج بھی خون میں تیرتی محسوس ہوتی ہے، کیا ہی اچھا ہو کہ آپ اپنے حلقے کے کسی نعت خواں سے اسے پڑھوائیے اور ریکارڈ کر کے ہمیں بھی سنوائیے:

بعنوان: عکسِ نشاط
وہ لمحہ لمحہ آہٹیں

ہَوا کی سنسناہٹیں
وہ جھٹ پٹے قیاس کے
دِیے مِلن کی آس کے
جو بجھ سکے
نہ جَل سکے
عجیب دل کا حال تھا
خیال دَر خیال تھا
حیات دَر حیات تھی
وُہی تو ایک رات تھی
ارے شبِ برات تھی
جو ہچکیوں میں
کٹ گئی
جو سِسکیوں میں
بٹ گئی
وُہی تو ایک رات تھی
ارے شبِ براُت تھی
حیات دَر حیات تھی (۱۸ جولائی ۱۹۸۵ء)

گزشتگان میں کیسے کیسے لوگ تھے، اس وقت محمود دُرّانی ذہن میں اُبھر رہے ہیں، کیا شاعر تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ شاعرانہ طمع وحسد وغیرہ سے پاک شخصیت کے حامل بزرگ، اُن کی وضعداری اور دین داری کا جلوہ بھی آپ تک پہنچے، وہ نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ شب میں بادہ و ساغر سے کھیلتے تھے اور نڈھال ہوکر گھر لوٹتے تھے، مگر مجال ہے کہ کوئی ایک قدم بھی غلط پڑ جائے، عمر کے تفاوت کے باوجود برسوں کی ہماری دوستی تھی ہمیں نہیں یاد کہ کبھی اُن کی زبان سے نشے کی حالت میں بھی کوئی لفظِ مغلّظ نکلا ہو۔ رمضان کا چاند دیکھتے ہی وہ صوم صلوٰۃ کے پابند ہوجاتے تھے اور عید کی شام وہ تمام قیود سے آزاد، اپنے ساقی کے پاس ہوتے تھے۔

شعر جس تیزی سے وہ کہتے تھے تو بسا اوقات لگتا تھا کہ ذہن نہیں بلکہ کوئی سانچہ ہے کہ ڈھلے ڈھلائے مصرع یوں زبان سے نکلتے تھے کہ سننے والا بیساختہ داد دینے پر مجبور ہو جائے، محمود دُرانی کی قادرالکلامی، مشاقی اور مشکل پسندی کی ایک مثال ملاحظہ کریں، کسی شخص سے اُنھوں نے حضرتِ ادیبؔ مالے گانوی کی غزل کا یہ مطلع سنا:

دیکھ رہی ہے چشمِ زمانہ یہ منظر حیرانی سے
سورج کا دِل ڈوب رہا ہے ذرّوں کی تابانی سے

تو محمود دُرانی نے غزل کے اس مطلع کے مصرع ثانی پر نعت کا مصرع لگا کرا سے تقدیسِ جاویدانی دیدی، جو یوں ہے:

خاکِ مدینہ جب سے تو نے پاؤں نبی کے چومے ہیں
''سورج کا دِل ڈوب رہا ہے ذرّوں کی تابانی سے''

ایسے تھے محمود دُرانی۔۔۔!!

اسی قبیل کے مرزا عزیز جاوید کو بھی ہم زندگی بھر بھول نہیں پائیں گے، شام ہوتے ہی مرزؔا کے ہاتھ کا رعشہ۔۔۔ دیکھتے ہی کوئی بھی اُنھیں دو چار روپے دے دیتا تھا اور وہ روپے میخانے کی نذر ہو جاتے تھے۔ شدیدلَت یَرشرابی تھے مرزؔا، مگر کس طرح کی ذہنی تربیت تھی، کیسا علم انھیں ملا ہوگا!! ہم آج تک سوچتے ہی رہ گئے، جس طرح ہمیں اللہ کی مرضی کے بغیر رزق نہیں ملتا تو کیا توفیقِ شعر اُس کی منشا کے بغیر مل سکتی ہے!!؟۔۔۔ جواب نفی میں ہوگا۔ اب مرزا کا ایک شعر پڑھیے اور اللہ کی رضا و عطا پر سوچتے رہیے:

تمام آیاتِ قرآنی کا مَیں حافظ نہیں لیکن
''تجھے'' جب دیکھتا ہوں سورۂ رحمان پڑھتا ہوں

اسی طرح رگھووِیر سَرَن جو دِوا کر راہؔی کے نام سے خاصے معروف ہیں، جن کے کئی شعر ضرب المثل بن چکے ہیں، اب ذرا اِس آنجہانی کا یہ شعر پڑھیے اور پھر جو آپ کے ذہن میں آئے:

دیکھیں گے ہم بھی کوفیو! میدانِ حشر میں
آنا ذرا حسینؓ کے نانا کے سامنے

پھر تنقید کی طرف رُخ کرتے ہیں کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں تنقید کی ضرورت نہ ہو، دراصل 'تنقید' توانائی اور صحت کی طرف لے جانے والا ایک بیش قیمت عمل ہے اور یہ 'تنقید' تو خود نعت کے پیرائے میں بھی ملتی ہے۔ جنابِ قمر رعینی کا یہ شعر تو آپ کی نظر سے بھی گزرا ہوگا:

مقصدِ زیست رہے آپ پہ قرباں ہونا
ورنہ کچھ کام نہ آئے گا مسلماں ہونا

اور مشہورِ عالم ہے: ''با خدا دیوانہ باشد، با محمد ہوشیار'' ہم تو اس انتباہ کو بھی تنقید ہی کا ایک رُخ سمجھتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ کراچی میں ہم دونوں، برادرِ گرامی مولانا کوکب نورانی کے گھر کی طرف بڑھ رہے تھے اور گفتگو بھی جاری تھی جس کا موضوع یہی تھا جو اِس تحریر میں ہے۔ ایک جگہ ہم نے حضرتِ رشید کوثر فاروقی کا ''ڈھنڈورا'' جیسے قافیے کا حامل شعر سنایا تو آپ کی خموشی اور چہرے کے تاثر ہمارے لیے دیدنی تھے، کیا ہی اچھا ہو کہ رشید کوثر صاحب کی وہ پوری نعت ہی یہاں مذکور ہو جائے، سچ تو یہ ہے کہ یہ نعت، تنقید و خود احتسابی کی ایک نظیر بنی ہوئی ہے اور ایسی چیزوں کا ہمارے آپ کے نزدیک آموختہ بھی کسی ٹانک سے کم نہیں، آپ کے ہاں دورِ حاضر میں نعت کو جو عروج و ترقی ملی اس سے انکار کفر جیسا ہے مگر ہم جو عمومی سطح پر افلاسِ زر و مال اور زبان و ادب سے (بمقابلہ آپ کے) دور ہیں اور آپ ہی کے ہاں کے لوگوں نے ہم پر پھبتی بھی کسی تھی کہ ''میاں! آپ کیہاں مسافرانِ مدینہ تو ملتے ہیں مگر ان میں سے اکثر جمبو جیٹ جیسے جہازوں کے دَور میں بھی اونٹ پر بیٹھے سفر کرتے ہیں، اُن کے لب پر نعت کے نام پر آج بھی یہی ہے: ''میرے مولا! بلا لو مدینے مجھے۔''

ہم اس پھبتی پر چپ رہے مگر حضرتِ رشید کوثر (مرحوم) کی یہ گزارش والتجا یا اظہارِ ندامت کس قدر شدت لیے ہوئے ہے اور جو لوگ ہندی یا

پوربی سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس التجائے بہ حضورِ رسولِ کریم ﷺ، کی شبدا وَلی اور انکسارِ لفظی کو یقیناً محسوس کریں گے:

میری بھی سُن لیجے بِپتا، مَیں بے حد شرمندہ ہوں
مَیں بے حد شرمندہ ہوں شاہا! مَیں بے حد شرمندہ ہوں

توبہ کر کے خدا کے گھر سے آپ کے دَر تک آ تو گیا
بیاکُل جی اب تک نہیں ٹھہرا، میں بے حد شرمندہ ہوں

حال تو مکّے میں بھی بُرا تھا پر کچھ کچھ کُھلتی تھی زباں
یہ میرا مُنہ اور مدینہ ! میں بے حد شرمندہ ہوں

ٹانگیں تھرتھر کانپ رہی ہیں سَر لڑتا ہے ستونوں سے
آنسو جھر جھر منظر دُھندلا ، میں بے حد شرمندہ ہوں

سنتا ہوں نہ سمجھتا ہوں کچھ ، مجھ کو یہ بھی ہوش نہیں
کس نے ٹوکا کس نے ہٹایا ، میں بے حد شرمندہ ہوں

مُنہ سے رسول اللہ کہوں تو یا اللہ نکلتا ہے
جیسے سِڑی، پاگل، دیوانہ، میں بے حد شرمندہ ہوں

جیسے کوئی اَن پڑھ اعرابی، جیسے کوئی اَن گھڑ بدوی
حدِّ ادب سے بھی بے بہرہ، میں بے حد شرمندہ ہوں

کہتے ہوں گے اہلِ مدینہ، جانے کہاں سے یہ آنکلا
ہکلا، بہرا، لولا، اندھا، میں بے حد شرمندہ ہوں

شُبہ رہا ہے مجھ کو ہمیشہ اپنے منافق ہونے کا
اور مسلماں کہتی ہے دُنیا، میں بے حد شرمندہ ہوں

ثروتِ دُنیا سب کچھ سمجھی ، دولتِ ایماں کچھ بھی نہیں
اتنا اوچھا اتنا چھچھورا، میں بے حد شرمندہ ہوں

اَے اپنے اسلاف سے برتر، آپ سے مجھ کو نسبت کیا
مَیں نے لُٹا دی عزّتِ آبا، میں بے حد شرمندہ ہوں

دادا عالم، نانا عارف، ماں صدیقہ، باپ وَلی
مَیں کم بخت، کپوت، کمینہ، میں بے حد شرمندہ ہوں

مجھ سے کسی کو پیت نہیں ہے کوئی میرا میت نہیں
یا گم نام ہوں یا ہوں رُسوا، میں بے حد شرمندہ ہوں

چھوڑ کے قرآں، جہلِ جہاں پر کتنے برس برباد کیے
خبطِ خرد کو دانش سمجھا، میں بے حد شرمندہ ہوں

کھیل، تماشا، سیر، سپاٹا، راگوں، راگنیوں کی دُھن
کیسا گُن رسیا اَنگھ رسیا، میں بے حد شرمندہ ہوں

موج اُڑانا رنگ جمانا، دُکھیاروں کا درد نہیں
ایسا جینا کس مصرف کا، میں بے حد شرمندہ ہوں

سُوٹ بھی پہنا بوٹ بھی پہنا، پوچھنے والا کوئی نہیں
کملی گدڑی والے مولا! میں بے حد شرمندہ ہوں

پھینک کے چپّو مورکھ ناوک جس نیّا میں چھید کرے
اُس نیّا کا کون کھویّا، میں بے حد شرمندہ ہوں

ہندوستان میں رہ کر میں نے کیسا نمونہ پیش کیا
کیسا اُٹھایا دین کا جھنڈا، میں بے حد شرمندہ ہوں

نعت بھی لکھی تو نیّت یہ ، سب میری تعریف کریں
آپ کے نام پہ اپنا ڈھنڈورا، میں بے حد شرمندہ ہوں

کاش میں کوئی پکھیرو ہوتا، کاش خسِ خود رَو ہوتا
جرحِ قیامت سے بچ جاتا، میں بے حد شرمندہ ہوں

کاش نہ جنتی مجھ کو مری ماں یا نہ پلاتی دودھ مجھے
کاش میں جھولے میں مَر جاتا، میں بے حد شرمندہ ہوں

آپ کا پیار وِشال سَمُندَر تھاہ کنارا کوئی نہیں
میری آنکھیں گنگا جمنا ، میں بے حد شرمندہ ہوں

مَیں اندھا مری لاٹھی بھی گُم، رَین اندھیاری کوس کڑے
آپ کا چاروں کھونٹ اُجالا، میں بے حد شرمندہ ہوں

پھرتا تھا جو بھاگا بھاگا میں، ہوں وہی تن کا موہی
مَن کے ہاتھوں پکڑا آیا، میں بے حد شرمندہ ہوں

اور جو نہ آتا کس دَر جاتا کس دوارے کی شَرَن لیتا
اور کہاں ملنا تھا ٹھکانا، میں بے حد شرمندہ ہوں

اس پاپی کے کرتوتوں کی گھور سیاہی کیسے مٹے — اس کے سوا اب اور کہے کیا، میں بے حد شرمندہ ہوں
مَیں نے خدا سے دُنیا چاہی، دے دی، لیکن روٹھ گیا — اب کس منہ سے مانگوں عقبیٰ، میں بے حد شرمندہ ہوں
چھین کے سب، جو مجھ کو دِیا ہے، اپنی خوشنودی دے دے — آپ کا رب اور میرا داتا، میں بے حد شرمندہ ہوں
یہ تو کس بِرتے پہ کہوں مَیں میری شفاعت فرما دیں — کالے مُنہ سے یہ مشکل نکلا، میں بے حد شرمندہ ہوں
بیوی، بچے، دوست، اقارب سب کے مَن میں جھانک لیا — آپ بھی کیا دیں گے نہ سہارا، میں بے حد شرمندہ ہوں
لاکھوں کروڑوں گُن وَانوں میں اک جا کر بِز گُن بھی سہی — آقا، آقا، میرے آقا، میں بے حد شرمندہ ہوں
'او رے غلام' کچھ آواز آئی ہم کو یہ تیری ادا بھائی — روئے جا اور یوں ہی رَٹے جا، میں بے حد شرمندہ ہوں

برادرِ سعید صبیح! نجانے یہ نعت کتنی بار پڑھی اور ہر بار گریہ کی کیفیت نے اپنی گرفت میں رکھا، ایسے اشعار کے بعد کچھ کہنے کی نہ استطاعت ہے اور نہ ہی محل مگر اُن ﷺ کے تعلق سے باتیں تمام کہاں ہوسکتی ہیں۔

حضرتِ رشید کوثر فاروقی کا نام آپ لوگوں کے لیے نیا ہوسکتا ہے مگر ایک اور اسم تسنیم اپنے شعر کے ساتھ یاد آیا، اس شعر کو کوئی نصف صدی سے زاید مدت گزر رہی ہے جس پر کہنگی کی گرد نہیں پڑی بلکہ اپنے طرزِ بیان اور غزل کے پیرائے کے سبب وہ شاعری کے ایک درس سے کم نہیں۔ معراج النبی جیسے موضوع پر آپ نے کئی اچھے شعر سنے اور پڑھے ہوں گے مگر ہمارے تسنیم فاروقی نے تلمیح میں جو حسنِ کنایہ پیدا کیا وہ اپنے آپ میں صناعی کی ایک مثال بن گیا ہے:

انہی راستوں سے ہو کر کوئی قافلہ گیا تھا
اِسے کہکشاں نہ کہیے، یہ غبارِ کارواں ہے

تسنیم صاحب کا ایک نعتیہ شعری مجموعہ 'رحل' چھپ چکا ہے، اپنے زمانے میں انھیں اسٹیج پر شہرت ومقبولیت بھی ملی اور اہلِ نظر نے تحسین کی۔ حضرتِ رشید کوثر فاروقی ان کے برادرِ بزرگ تھے، اللہ دونوں بھائیوں کے درجات بلند کرے۔ آمین!

جنوبی ہند میں ایک بزرگ ہیں مختار بدری، اُردو حلقوں سے دور تمل ناڈ کے ایک قصبے 'کرشنا گیری' میں اُردو کی شمع لیے بیٹھے ہیں، کئی برس اُدھر کا قصہ ہے کہ حضرت کی ایک کتاب 'اُردو شاعری میں جانور' موصول ہوئی، کتاب کے نام نے ہماری خود ساختہ نفاست کو ٹھیس پہنچائی، سو اخبار میں کتاب کا تعارفی شذرہ چھاپ کر، اُسے کہیں رکھ کر بھول گئے، ایک مدت بعد گھر میں اچانک کتاب پر جب نظر پڑی تو محسوس ہوا کہ اُس نے سلام کیا۔ ہم نے کتاب اُٹھالی اور ورق گردانی شروع کی تو کتاب کے مندرجات کی اصل ہم پر اب کھلی، تو اپنے سابقہ عمل پر شدید خفت بھی محسوس ہوئی۔ کتاب کیا تھی، اِجمالی تحقیقی کام تھا، مثلاً صاحبِ مختار نے ایک جانور 'بکری' کو لیا، پہلے اس کی صفات وافادیت بیان کیں اور اس کے بعد قرآنِ کریم میں کہاں کہاں اس جانور کا ذکر ملتا ہے اور حدیثِ مبارکہ میں بھی بکری کہاں کہاں اور کیسے کیسے مذکور ہے اور پھر اخیر میں اُردو شاعری میں اس جانور کو کیسے پیش کیا گیا ہے۔

تو آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ہم اپنے نفس کے کیسے شکار ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا کتاب داں بھی سمجھتے رہتے ہیں، ہمارے ایک بزرگ ہمیں بچپن میں 'قابلول' کہا کرتے تھے، اللہ اُن کے درجات بلند کرے، انھوں نے کیا سچی بات کی تھی، ہم اب تک 'قابلول' ہی بنے ہوئے ہیں۔

ہم مسلمان بہ حیثیتِ قوم تمام دُنیا میں اکثر اپنی خوش فہمی اور غرورِ علمی کے سبب کیسی شبیہ رکھتے ہیں، کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے۔!!

اسی کتاب میں ایک جگہ ہماری آنکھیں 'شہد کی مکھی' پر جم گئیں، اس واقعے کو کوئی ایک دہے کی مدت گزر رہی ہوگی، مگر شہد کی مکھی کا وصف اور

کردار جو ہم سب جانتے ہیں مگر جس طرح اس کتاب کے ایک شعر میں فیض بھوپالی نے بیان کر دیا وہ ناقابلِ فراموش بن گیا۔ فیض بھوپالی حکیم وطبیب تھے یا نہیں مگر اپنے شعری نسخے میں انہوں نے حکمت وطب کا فارمولہ اس قدر اِجمال میں بیان کر دیا ہے کہ شاید ہی کوئی صاحبِ فہم اس سے صرفِ نظر کر سکے۔ پرانے طبیبوں کا ایک اصول تھا کہ وہ پہلے مرض کا سبب ڈھونڈتے تھے اور پھر اس کی تشخیص کے بعد مشورۂ تجویز پر آتے تھے۔ ذرا توجہ فرمائیں کہ فیض بھوپالی نے ایک صادق وحاذق حکیم کی طرح پہلے مصرع میں مرضِ اصلی کی کیسے تشخیص کی اور پھر کس طرح علاج تجویز کیا، ہم اگر ذرا بھی طب کے اصول کا فہم رکھتے ہیں تو اس نسخے کی فیض رسانی کے منکر نہیں ہو سکتے:

صہیونیت ہے سینۂ ہستی کا زہرباد
اِس کا علاج شہد کی مکّھی کا اِتحاد

ہمارے اکثر شعرا نے شاعری سے اپنے فکر وخیال اور مشق وریاضت کے باوصف اپنے نفس کو تو خوب موٹا کیا اور شہرت کی عبا وقبا پہن کر زرِداد حاصل کر کے مطمئن ہو گئے۔ اس کم فہم کے ذہن میں یہ سوال بھی کبھی اٹھا کہ اُن ﷺ کی مدح تو کر لی مگر مدحِ رسول ﷺ کا اصل تقاضا تو اُن ﷺ کے مشن کی ترویج وتبلیغ تھی اس ضمن میں تم نے کیا کیا!؟ جس پر (کم از کم ہمیں) سوائے شرمندگی کچھ نظر نہیں آیا۔

ہماری زبان کا یہ اقبال ہی تو ہے جس نے اپنی شاعری کی اساس ہی مشنِ محمدی ﷺ کی زمین پر رکھی اور جیسا چمن وہ اس زبان میں کھِلا گیا اس کی دوسری مثال ہماری زبان میں اب تک کہیں نہیں ہے۔ اقبال کی نہیں ’محمد اقبال‘ کی پوری شاعری مشنِ محمدی ﷺ پر محیط ہے۔

اُن ﷺ کی مدحت اور اُن ﷺ کا ذکر ’نعت‘ ہی میں ممکن ہے، ایسا تو ہے نہیں، اگر ہمارا حافظہ خطا نہیں کرتا تو آپ کے جریدے ’نعت رنگ‘ میں کہیں احسان دانش اور بزرگوار ابوالخیر کشفی (مرحوم) کا واقعہ پڑھا تھا جس میں احسان دانش کی غزل کا ایک شعر اور پھر صاحبِ خیر پر شعر کی نعتیہ کیفیت کا منکشف ہونا، اور کشفی صاحب کا اصرار کہ یہ نعت کا شعر ہے اور احسان دانش کا انکار کہ یہ نعت نہیں غزل کا شعر ہے اور کچھ وقفے کے بعد احسان دانش ہی کا اقرار کہ ’’کشفی صاحب! واقعتاً یہ شعر تو نعت ہی کا ہے۔‘‘

ہوائیں ماری ماری پھر رہی ہیں
کسی کے نقشِ پا کو ڈھونڈنے میں

اس شعر کے پورے قصے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بسا اوقات ہم ہی پر، ہمارے قول کی اصل نہیں کھلتی، دوسری بات کہ اگر آپ اپنے افکار وکردار میں مطہّر وپاک ہیں تو قدرت بھی کس طرح اپنے انعام واکرام آپ پر نچھاور کرتی ہے جو ہمارے سان وگمان میں بھی نہیں ہوتے، جس کی مثال اس واقعے میں احسان کی ’دانش‘ بنی ہوئی ہے۔ دراصل ہم (استثنیٰ سے قطع نظر) ذکرِ جلی وخفی کی ترکیب وتفریق سے بے بہرہ ہو چکے ہیں ورنہ اس ترکیب کے اِجمال میں تو نجانے کیا کچھ بیان ہو چکا ہے۔

گزشتہ سطروں میں فیض بھوپالی کے شعر کا تذکرہ ہوا ہے، اسی انداز کا ایک شعر اور یاد آتا ہے کہ جس میں براہِ راست رسول کریم ﷺ کا ذکر تو ہرگز نہیں مگر سننے اور پڑھنے والے کے ذہن میں اگر اُن ﷺ کا ذرا سا بھی تصور ہو تو وہ فوراً ادراک کی منزل پر پہنچ جائے گا، جنابِ جمیل مُرصّع پوری کا یہ شعر اُن کی ایک غزل ہی میں ہے مگر مطلوبِ مفہوم پر متوجہ رہیں تو اس کے اصل معنیٰ وہی ہیں جو احسان دانش کے شعر میں تھے۔:

اپنی روداد ہے مختصر، دوستو!
اُن کا دَر چُھٹ گیا در بدر ہو گئے

ہمارے باوا جمیل صاحب ہی نے بتایا تھا کہ کسی مشاعرے میں اُنہوں نے شعر پڑھتے وقت عام شعرا کی طرح سامعین سے توجہ کی درخواست کر لی تو بعد از مشاعرہ اُن کے استادِ محترم حکیم انجم فوقی بدایونی نے تلقین کی تھی:

شعر میں جس طرح شاعر کی فکر و خیال اور سلیقۂ اظہار کا امتحان ہوتا ہے بالکل اسی طرح اچھا شعر، سامعین کے فہم و اِدراک کی بھی آزمائش ہوتا ہے، اور پھر انہوں نے عام داد و تحسین پر مسکراتے ہوئے خواجہ مجذوبؔ کا یہ شعر پڑھا تھا:

قدر مجذوبؔ کی خاصانِ خدا سے پوچھو
شہرتِ عام تو اِک طرح کی رسوائی ہے

مگر ہم جیسے جنھوں نے ہر چیز کو بازار کی شے بنادِیا ہے اُن کے لیے 'خاصانِ خدا' کی کیا اہمیت وضرورت!!

یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے بعضوں کی عزت و وقار کا پھریرا لہراتا تو بہت ہے مگر اُسے ہَوا کس وقت کہیں اُڑا کر پھینک دیتی ہے اس کا ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا یا پھر ہم خود کافور بن کر ہَوا ہو چکے ہوتے ہیں۔

برادرِ سید! ہم بھی کہاں کی اور کیسی روداد لے کر بیٹھ گئے، آدمی عمر کے آخری پائیدان پر جب قدم رکھ چکا ہو اور اسے احساس بھی ہو گیا ہو کہ منزل سامنے ہے یا نہیں مگر راستہ ضرور تمام ہو رہا ہے تو وہ اپنے پیچھے آنے والوں کو یہی سب کچھ سمجھاتا ہے، اور تسلیم کہ کل تک تو ہم بھی اُڑ ہی رہے تھے۔

تلمیذِ سائل دہلوی محشرؔ امروہوی کس آسانی سے کہہ گئے ہیں:

آج دُنیا سے جا رہے ہیں ہم
آج دُنیا سمجھ میں آئی ہے

آپ چاہیں تو بقول شمس الدین زاہد دھولیوی، ہماری بڑ کو اُڑا سکتے ہیں:

دلِ برباد کا عالَم نہ پوچھو!
سمجھتا کم ہے، سمجھاتا بہت ہے

ماضی قریب میں ایسے بزرگ گزرے ہیں جن کی قادر الکلامی اور زبان دانی مثالی تھی اُن میں ایسے بھی تھے جو صحیح معنوں میں معروف بھی نہ ہو سکے، ان کا مجلسی مزاج تھا مشاعرے میں کلام سنایا، داد پائی اور بس۔۔۔، البتہ یہ ضرور تھا کہ اُس زمانے کے (عام) سامعین بھی کم فہم نہیں تھے۔

ہمارے کرم فرما اور صوفی خاندان کے ممتاز فرد اور دورِ جدید کے مشہور و ممتاز افسانہ نگار جو خیر سے شعر بھی خوب کہتے ہیں، جنابِ سید محمد اشرف نے حال ہی میں اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے ایک محفل میں بتایا کہ ہم بزرگوں کی اُنگلی پکڑ کر نعتیہ مشاعروں میں جاتے تھے، اُس وقت شعر فہمی تو کیا تھی البتہ شعر کے لیے ذہن و قلب کی زمین نم ضرور تھی، اسی نمی کا نتیجہ ہے کا بچپن میں، شفاؔ متھراوی کے یہ نعتیہ شعر سنے تھے جو، اب تک حافظے کو روشن کیے ہوئے ہیں:

قیامت میں عجب شانِ شفاعت کی گھڑی ہو گی — اِدھر اُمّت کھڑی ہوگی، اُدھر رحمت کھڑی ہو گی
شفاؔ! تم دیکھ لینا، بات والا ہے نبی اپنا — گناہ کی بات تو اِک بات میں آئی گئی ہو گی

زبان کا ذکر ہوا ہے تو یاد آتا ہے کہ ممبئی میں لکھنؤ کے مشہور کائستھ گنیش بہاری طرزؔ ہوتے تھے، اُن سے پہلے نظامؔ رامپوری کا ذکر ضروری ہے جو اپنے ایک مطلع کے سبب ہر باادب کے ذوق کا نظام باقی رکھے ہوئے ہیں:

انگڑائی بھی وہ لینے نہ پائے اٹھا کے ہاتھ
دیکھا جو مجھ کو چھوڑ دِیے مسکرا کے ہاتھ

کم از کم ہم اپنے لیے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس زمین میں نعت کا تصور ہمارے ہاں نہیں بنتا، مگر جسے اللہ بخشے، گنیش بھائی نے اپنے لکھنوی 'طرز' کا خوب مظاہرہ کیا اور اس زمین میں اُن کی نعت ہمارے ذہن میں ایک مدت سے منور ہے، اُس نعت کا پہلے یہ شعر پڑھیے:

مصروفِ گفتگو ہے خدا سے خدا کا نور
ٹھہرا ہوا ہے وقت، ادب سے اُٹھا کے ہاتھ

اور پھر مقطع میں گنیش بھائی کس ایقان کا اظہار کر گئے:

سویا ہوں طرؔز اوڑھ کے بردِ ردائے حق
دیکھے کوئی ذرا بھی مجھے اب لگا کے ہاتھ

یہاں کے مشہور فلمی موسیقار رونِدر جین بھی اپنے ایک مطلع کے سبب ہمارے محسن بنے ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ یہ بھی بیان ہو جائے، ممبئی سے قریب شہر بھیونڈی میں بارہ ربیع الاوّل کو نعتیہ مشاعرے کی قدیم روایت تھی۔ اس موقع پر ہونے والے ایک کُل ہند مشاعرے کا کنوینر ایں خاکسار تھا، ہندستان بھر سے شعرا مدعو کیے گئے، آخر میں مہتمم مشاعرہ برادرم نصیر مومن نے کہا کہ ''ندیم! مشاعرے کی صدارت کے لیے بھی شعرا ہی میں سے کسی کا انتخاب کر لینا۔''

ہمارے ذہن میں خیال آیا کہ کیوں نہ کسی نامسلم شاعر کو نعتیہ مشاعرے کا صدر بنایا جائے، پہلے تو کالیداس گپتا رضا کا نام سامنے آیا اُن سے بات کی گئی، اُنھیں دنوں وہ عارضۂ قلب کا شکار ہوئے تھے تو موصوف نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ صدر کو مشاعرے کے آخر تک بیٹھنا ہوتا ہے اور میں اپنی علالت کے سبب رات دیر گئے تک یہ خدمت نہ کر سکوں گا، لہٰذا مجھے معاف کریں۔

رونِدر جین کی نعتیں ہم سُن چکے تھے، سو اُن سے فون پر بات کی تو وہ راضی ہو گئے۔ ہم دونوں ممبئی سے بذریعہ کار تیس کیلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے جب بھیونڈی کے مشاعرے کے اسٹیج پر پہنچے تو کسی دوست نے سرگوشی کی: ''ندیم! شعرا تم سے ناراض ہیں۔''

ہم نے وجہ دریافت کی تو پتہ چلا کہ ''ایک سے ایک سینئر مسلم شاعر کے ہوتے، اس نعتیہ مشاعرے کی صدارت کے لیے تم نے نامسلم شاعر کا انتخاب کیا۔!!''

خیر، ہم مسکرا کر رہ گئے۔ بھیونڈی کا یہ نعتیہ مشاعرہ، تاریخی ثابت ہوا، کہ اس میں ایک چینی نژاد ڈاکٹر وائی وی لیو عرف شیؔدا بھی شریک ہوئے تھے۔ (جن کے نعتیہ شعر ہم بعد میں آپ تک پہنچائیں گے۔) مشاعرہ چلتا رہا، رئیس ہائی اسکول (بھیونڈی) کا پورا میدان محبانِ رسول اور باذوق افراد سے بھرا ہوا تھا، مشاعرہ جب آخری مرحلے میں پہنچا تو صدرِ مشاعرہ نابینا رونِدر جین سے بارگاہِ رسالت میں اپنا نذرانہ پیش کرنے کا التماس کیا گیا۔ وہ مائک کے سامنے تشریف لائے اور کہنے لگے کہ ''ممبئی سے بھیونڈی آتے ہوئے ندیؔم میاں نے مجھے ایک پرانی نعت یاد دِلا دِی تو مَیں سب سے پہلے وہی نذر کروں گا۔''

صبیح صاحب! واضح رہے کہ رونِدر جین نہایت خوش گلو واقع ہوئے تھے اور اُن کی آواز کا بم خوب تھا، بلکہ میرا خیال ہے کہ اگر وہ پاکستان میں ہوتے تو ربیع الاول میں پاکستانی نعت خوانوں کیلیے وہ ایک مسئلہ بن جاتے۔ خیر، رونِدر جین نے مذکورہ نعت (۔۔۔۔ایمان، رسولِ اکرم، ۔۔۔

فرمان، رسولِ اکرم) اپنی پہاڑی آواز میں شروع کی، حسبِ شعر اُنھیں داد ملتی رہی اور جب وہ اس شعر پر پہنچے:

آپ کے چاہنے والوں میں ضروری تو نہیں
صرف شامل ہوں مسلمان، رسولِ اکرمؐ!

مسلمانوں کی اکثریت والے اس شہر کے تمام سامعین نے بہ یک زبان صدائے تحسین بلند کی۔ مقطع کے بعد رویندر جین مائک سے لوٹنے کے لیے مُڑے تو سب کی زبان پر ''ایک اور ایک اور'' کی تکرار تھی۔ رویندر جین نے دوسری نعت پڑھنے سے قبل صرف اتنا کہا کہ اُن لوگوں سے بالخصوص، استدعا ہے، جو اُن ﷺ کے دَر پر حاضری کا تصور رکھتے ہیں، توجہ فرمائیں اور پھر علی گڑھ کے اس سپوت نے جب نعت کا مطلع پڑھا تو رئیس ہائی اسکول کے میدان میں موجود ہر شخص نے احتراماً کھڑے ہو کر دادِ تکریم پیش کی۔ وہ مطلع یوں تھا:

تم اپنے دِل میں مدینے کی آرزو رکھنا
پھر اُن کا کام ہے، جذبے کی آبرو رکھنا

ہم نے پلٹ کر اُن شعرا پر نظر ڈالی جو نعتیہ مشاعرے کی نامسلم صدارت پر چیں بجبیں تھے، اُن سب کے سَر جھکے ہوئے تھے اور بعض کی آنکھیں نم تھیں۔ اسی مشاعرے میں کرشن بہاری نور لکھنوی بھی شریک تھے اُن کے نعتیہ اشعار پر بھی لوگ سَر دُھنتے رہے، یہ شعر تو ہمیں آج تک یاد ہے:

گلزارِ مدینہ کیا کہنا، بازارِ مدینہ کیا کہنا
ایمان کا سِکّہ چلتا ہے، فردوس کا سَودا ہوتا ہے

اور کرشن بہاری کا یہ مقطع بھی توجہ طلب رہا:

وہ نور کی نظریں ہوتی ہیں، گنبد سے جو ٹکرا جاتی ہیں
مِل جاتا ہے جو چوکھٹ سے تری وہ نور کا سجدہ ہوتا ہے

اور جب ڈاکٹر وائی وی لیو عرف شیدا مائک پر آئے تو اُن کی چینی شکل دیکھ کر ہر فرد ایک دوسرے کا منہ تک رہا تھا، جب انھوں نے نعت کا یہ شعر پڑھا تو لوگوں نے بیساختہ داد دِی:

یہ نکتہ کاروانِ جہل سمجھا ہے نہ سمجھے گا
زمیں ہو یا فلک ادنیٰ سا ہے صدقا محمدؐ کا

ہماری آنکھیں وہ منظر نہیں بھولتیں کہ جب شیدا چینی نے یہ مقطع سنایا تھا تو مسلمانوں کا سارا مجمع احساسِ ندامت کے سبب سَر جھکا چکا تھا:

راہِ حق سے بھٹکتے دیکھ کر آج اہلِ ایماں کو
خدا شاہد بہت دلگیر ہے شیدا محمد کا

کچھ لوگ یہ کہتے بھی سنے جاتے ہیں کہ اہلِ کفر کو ایسے شعر کیسے مِل جاتے ہیں!!

شاید ہم یہ کہتے ہوئے بھول جاتے ہیں کہ وہ قادر و مالک ہے جسے چاہے، اور جو چاہے کسی کو بھی دے سکتا ہے، کیا مال و دُنیا کی عطا صرف مسلمانوں ہی پر تمام ہو رہی ہے، اس کے علاوہ ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ علم و ہنر یا جدید دور کی ٹیکنالوجی کن کو قادرِ مطلق عطا کر رہا ہے اور ایک مدت سے اور کیوں، ہم اس کے نزدیک اس عطا و کرم کے مستحق کیوں نہیں ہیں؟

ہم میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے ہاں یہ تمنا نہ ہو کہ اُن کے دَر پر کسی طور جائیں اور وہیں تمام ہو جائیں، وہیں کی خاک ہو جائیں تو یہ کسی سعادتِ ابدی سے کیا کم ہوگی، اکثر شعرا نے اس خواہش کا اظہار اپنے اپنے طور پر، اپنے اپنے انداز سے کیا ہے، حسرتِ احقر اس وقت بھی لب پر ہے:

خاک ہوجاؤں مَیں مدینے کی
میرے آقا! یہ میری حسرت ہے

دوسروں کے ہاں تو اس سے کہیں عمدہ پیرائے میں یہ حسرت بیان ہوئی ہے مگر ہمارے ناگپور کے ایک اُستاد طرفہؔ قریشی، (۳ مارچ ۱۹۳۱ء۔ ۷ جولائی ۱۹۸۱ء) جن کا سلسلۂ تلمذ داغ اسکول سے تھا، وہ علامہ سیمابؔ اکبر آبادی کے سند یافتہ شاگرد تھے، اُن کا ایک نعتیہ مجموعہ ''فانوسِ حرم'' شائع ہو چکا ہے، طرفہؔ مرحوم نے اس حسرت کی ایسی نفی کی کہ ہم جیسے سادہ مزاج منہ تکتے رہ گئے:

درِ رسول پہ مرنے کی آرزو کیسی؟
حیات مانگ کے لائیں گے ہم مدینے سے

طرفہؔ قریشی نے اس حسرت کی جس طور نفی کی اور جس طرح حیات کی وسیع تر معنویت کی پرتیں سامنے رکھی ہیں وہ بھی کم از کم ہماری نگاہ میں بے مثل ہیں۔ اللہ، عبدالوحید طرفہؔ قریشی کے درجات بہر طور بلند کرے۔ آمین

برسوں قبل ممبئی میں ایک فلم بنی تھی 'کہرا' جس میں قابلؔ اجمیری کی زمین میں شکیل بدایونی کا ایک نغمہ تھا، جسے ہیروئن وحیدہ رحمان کے لیے فلم میں ہیرو بسواجیت گاتا ہے:

آئیے آپ کی ضرورت ہے
زندگی کتنی خوب صورت ہے

ایک ندیم دوست جو مِتر ستیارتھی (Mitr Satyarthi) کے نام سے معروف ہیں، اُن کا بیان اُنہیں کے لفظوں میں پڑھیے: فلم 'کہرا' دیکھے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا، بار ہا یہ نغمہ ریڈیو پر بھی سنا، مگر بعض اوقات آدمی کی کیفیت عجب ہوتی ہے وہ کہاں پہنچ جائے کہا نہیں جا سکتا، یہی ہُوا اِس نغمے کے ساتھ، برسوں بعد یہ نغمہ ریڈیو سے نشر ہو رہا تھا کہ اچانک ہم پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور لگا کہ۔۔۔ 'آئیے آپ کی ضرورت ہے'۔۔۔ یہ تو اُن کے لیے کہا گیا ہے۔ مختصر یہ کہ اس زمین میں نعتیہ مصرعے موزوں ہونے شروع ہوئے، کوئی تیس پینتیس مصرعے تو ہو گئے ہوں گے۔ جس کا ایک مطلع یوں ہوا:

آسماں پر نبی کی دعوت ہے
یہ شرف آدمی کی قیمت ہے

ایک قطعہ بند سے پہلے یہ شعر اور فلمی مصرعوں پر تضمین بھی عرض کروں گا:

اُن کے اقوال عام ہیں لیکن — اُن کے کردار کی ضرورت ہے
سارا عالم یہی تو کہتا تھا — ''آئیے آپ کی ضرورت ہے''
آپ آئے تو یہ ہُوا معلوم — ''زندگی کتنی خوب صورت ہے''

حضرت محمد ﷺ کا اِنسانی تاریخ میں سب سے اہم امتیاز یہ ہے کہ انہوں نے جو کہا وہ کیا بھی بلکہ پہلے کِیا، اور کہا بعد میں، قبل از بعثتِ نبوت چالیس سالہ اُن کے کردار کی گواہی تمام اہلِ مکہ نے دِی اور صادق و امین سے ملقب ہوئے۔ بیشک قرآن کریم، کلام خداوندی ہی نہیں بلکہ سیرتِ نبوی کا آئینہ بھی ہے، اللہ کی قدرت اور حکمت کا کیسا مظاہرہ ہے کہ جب قرآنی قاعدے بلکہ اُردو کے حروف کی گردان کرائی جاتی ہے تو اِن حروف میں جیسے 'اَلِف' کے بعد 'ب' آتا ہے، یعنی 'ب' پہلے نہیں ہے، اسی طرح حرف 'س' بھی پہلے اور 'ش' بعد میں ہے۔ اِن حروف کی ایسی ترتیب کیوں ہے؟ اس

سوال پر سوچا تو یہ قطعہ عطا ہوا:

'س' اوّل ہے 'ش' آخر ہے اس کی ترتیب میں بھی حکمت ہے
یوں ہیں ممتاز ہیں وہ زمانے میں پہلے 'سیرت' ہے پھر 'شریعت' ہے

اس نعت میں ایک قافیے پر ایک پاکستانی بزرگ سے یوں داد ملی: 'میاں! اس زمین میں تو ہم نے غزل کہہ رکھی ہے مگر 'قیامت' جیسا قافیہ ہمارے ذہن میں نہیں آیا، آپ نے نعت میں اس قافیے کو خوب استعمال کر لیا، جیتے رہیے۔':

اب نبی دوسرا نہ آئے گا
آنے والی یہاں قیامت ہے

جس پر حضرتِ بلال انصاری (مرحوم) نے تشطیر بھی کہی:

اب نبی دوسرا نہ آئے گا ''وقت جتنا ہے وہ غنیمت ہے
اپنے اعمال پر نظر کر لو' آنے والی یہاں قیامت ہے

مدیرِ نعت رنگ صبیح صاحب!

یہ مترستیار تھی خود آگاہی کی کس منزل میں تھے نہیں معلوم مگر اسی نعت میں یہ بھی کہہ گئے کہ جس کی معنویت دل میں اب بھی گونجتی رہتی ہے:

فن کی معراج مَیں نہیں کہتا
نعت کہنا تو بس سعادت ہے

اس تحریر میں کئی جگہ ہم سے خودستائی جیسی حرکت سرزد ہوئی ہے یقیناً اس کی سزا ہمیں ملنی چاہیے مگر ہم چاہیں گے کہ آپ کو فردِ جرم عاید کرنے میں دشواری نہ ہو لہٰذا تھوڑی سی 'خودستائی' اور ہو جائے۔:

رائے پور میں ایک نعتیہ مشاعرہ اور اس کی بعض یادیں ذہن میں روشن ہو رہی ہیں۔ ہمارے نعتیہ مشاعرے بھی عام مشاعروں کی طرح ہوتے ہیں جب شعرا کی فہرست بنتی ہے تو اس ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ اس میں مترنم شعرا کتنے ہیں تا کہ عام سامعین کے ذوق کی بھی تسکین ہو سکے۔ ہمارے خیال سے آپ کے ہاں اس ذوق کے حامل لوگوں کی سیرابی نعت خواں حضرات بخوبی کر رہے ہیں جس کا ایک مثبت نتیجہ، یہ کہ عوام میں جو لوگ شعر کی فہم نہیں رکھتے وہ آواز کے توسط سے نعتیہ عقیدت کی تسکین کیلیے کچھ روحانی غذا فراہم کر لیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ عمل ہرگز بُرا نہیں۔ یہاں کی صورتِ حال جو بھی ہے وہ آپ سب پر کھلی ہوئی ہے۔ رائے پور کے نعتیہ مشاعرے کی صدارت کچھوچھہ کے مشہور اشرفی خانوادے کے فردِ معروف ثنیٰ میاں کر رہے تھے واضح رہے کہ یہ بزرگوار مشہور و مقبول مقرر ہاشمی میاں اور مدنی میاں کے برادر تھے اور اپنے علم و فضل کے باوصف امتیازی تشخّص کے حامل بھی۔ مشاعرے کا آخری آخری دَور تھا ہمیں پکارا گیا، ہم نے اپنی دانست میں ایک مشکل زمین (۔۔۔دشوار دیکھ لو اور۔۔۔بازار دیکھ لو) میں نعت پڑھی۔ ہم نے یہ سمجھا کہ سب سے بہتر نعت ہمیں نے پڑھی جس پر لوگوں نے داد بھی دِی جن میں صدرِ مشاعرہ حضرت ثنیٰ میاں بھی شامل تھے، ہمیں یہ بھی گمان گزرا کہ اب مشاعرہ تمام ہو جائے گا لیکن ناظم مشاعرہ نے صدرِ مشاعرہ سے زحمت کلام کی درخواست کی ہم لاعلم تھے کہ ثنیٰ میاں شعر بھی کہتے ہیں۔ موصوف مائک کے سامنے بیٹھے اور پلٹ کر ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میاں ندیم! ہماری نعت بھی سُن لیجیے۔ ہم نے کہا: سرکار! ہمہ تن گوش ہوں۔

موصوف نے غیر مردّف نعت شروع کی اور جس لفظ یعنی جس قافیے پر شعر تمام ہو رہا تھا اسی لفظ سے دوسرے شعر کی ابتدا ہو رہی تھی پوری نعت

اسی التزامِ خاص سے مُرصّع تھی لوگوں نے توجہ سے سنا اور داد بھی خوب دِی۔ ہم نے جو سوچا تھا کہ ’مشاعرہ تو ہم نے مار لیا‘ مگر ثنیٰ میاں کی اس غیر معمولی صنعت میں نعت نے ہمارا سارا رنگ زائل کر دِیا۔ ثنیٰ میاں نعت پڑھ کر مائک سے ہٹنے لگے تو ہمارے نفس نے پھر زور مارا کہ ’حضرت نے اس صنعت میں ایک نعت کہہ لی ہوگی‘ اور ہم نے ثنیٰ میاں سے درخواست کی کہ حضرت ایک نعت اور مرحمت فرمائیں۔ موصوف نے دوسری نعت شروع کی تو وہ بھی اسی صنعت کی حامل تھی اور دوسری نعت کے اشعار پہلی نعت سے زیادہ زوردار تھے۔ ہم بظاہر داد بھی دیتے رہے اور بباطن خجل بھی ہوتے رہے۔ شاعروں میں اس طرح کا مزاج عام طور پر پایا جاتا ہے۔

یہاں ثنیٰ میاں (مرحوم) کی بے نیازی بھی درج ہو جائے۔ دوسری صبح ناشتے میں موصوف سے جب ہماری ملاقات ہوئی تو ہم نے اُن کی نعت کی بات چھیڑی اور عرض کیا کہ یہ نعتیں ہمیں لکھ کر دے دیجیے ہم اسے روزنامہ انقلاب (ممبئی) کے جمعہ میگزین میں چھاپیں گے۔ وہ یہ کہہ کر ٹال گئے کہ ’’میاں ندیم! میں ممبئی آنے والا ہوں، وہیں لکھ کر دے دوں گا‘‘ اس بات کو کوئی بیس برس سے زاید مدت گزر چکی ہے وہ ممبئی آئے بھی مگر انھوں نے اپنی آمد کی اطلاع تک ہمیں نہیں دِی اور اب تو وہ آسودۂ خاک ہو چکے ہیں۔ اللہ اُن کی اس بے نیازی پر بھی اُن کے درجات بلند کرے۔ آمین

ہم نے اپنی جس نعت کا ذکر کیا ہے اُس میں ایک شعر تھا:

پہلے دل و نگاہ کی تطہیر تو کرو
پھر چاہو جب حضورؐ کے انوار دیکھ لو

ایک دن اللہ کا کرم ہوا اور ضمیر نے چٹکی لی کہ میاں ندیم! آپ طہارتِ قلب و نظر کے کس درجے پر اور کب فائز ہو گئے کہ ’’پھر چاہو جب حضور کے انوار دیکھ لو‘‘ کہہ گئے۔ یہ وصف اور زیارت کی یہ سعادت تو بڑے بڑوں کو نصیب نہیں ہوئی۔ ضمیر کی اس نکتہ چینی پر ہمارا اِحساس جاگا اور ہم اللہ سے رجوع ہوئے: تو نے کرم کیا کہ اس غلطی کی نشان دہی کی تو تو ہی اب اس کے تدارک کی راہ دِکھا دے۔۔۔ چند لمحے گزرے ہوں گے، کرم ہوا اور شعر کا مصرعِ ثانی یوں بدل گیا:

(پہلے دل و نگاہ کی تطہیر تو کرو)
ممکن ہے پھر حضور کے انوار دیکھ لو

صبیح صاحب! ہماری فطرت عجب ہے کہ ہم ذرا سی کامیابی پر اکڑ جاتے ہیں مگر جو لوگ اللہ سے پناہ کے طالب ہوتے ہیں وہ بچائے بھی جاتے ہیں۔ لفظوں سے اُن کی مدحت کے مدعی تو ہزار ہا ہزار ہا لوگ تھے اور ہیں مگر ان بندوں کے کیسے درجات ہونگے جو لفظوں سے نہیں اپنے عمل سے اُن کی مدح کرتے ہیں اور کسی طمع و لالچ کے بغیر۔ ہمارے ضمیر نے تو یہ سوال بھی اٹھایا کہ میاں! اُن کو تمہاری مدحت کی ضرورت ہے یا تمہارا کردار و عمل مطلوب ہے۔؟ ہم یہاں بھی شرمندہ ہو کر رہ گئے۔

ہم جیسے لوگ نعتیہ مشاعروں میں بھی اپنی فیس طے کر کے جاتے ہیں، اس پس منظر میں ہماری نعت گوئی یا نعت خوانی کیا مدحتِ رسول سمجھی جانی چاہیے یا تجارت! اخلاص کا عمل تو ہر طرح کی طمع اور طلب سے عاری ہونا چاہیے۔

عزیزم! ایک بار آپ کے تعلق سے اخبار میں کچھ لکھ رہا تھا تو یہ مصرع بھی قلم سے نکلے تھے:

مجھ کو محسوس یوں بھی ہوتا ہے
دِل کی دھڑکن بھی اُن کی مدحت ہے

بظاہر نعت کے یہ سادے سے مصرعے ہیں مگران کا حسی پس منظر ہمیں نجانے کہاں سے کہاں پہنچا دیتا ہے۔شاعری میں احساس وخیال اور جذب و کیف کی بڑی اہمیت ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں کہ شاعری میں ان کا کردار اساسی نوعیت کا حامل ہوتا ہے۔اب شاعر کی قوتِ بیان اور لفظ پر قدرت ہی ہے جو اُس کے احساس کو فن کے درجے پر پہنچا دیتی ہے۔مندرجہ بالا شعر پر ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ایک جگہ شیخ سعدیؒ کا یہ قول نظر سے گزرا کہ ہر سانس پر انسان پر دو شکر واجب ہیں، ہر سانس جو اندر جاتی ہے وہ مِدِ حیات ہے اور باہر نکلنے والی ہر سانس مفرحِ ذات ہے۔

اس قولِ سعدیؒ نے اس شعر کی فہم کو آسان تر کر دیا کیونکہ یہ حیات وکائنات سب اُنہیں کے دَم قدم کی مرہونِ منت ہے۔نعت کا شعر یوں تو کوئی بھی کہہ سکتا ہے مگر جس پر نعت اُترے اس کے کیا کہنے، یہ ایک اعزاز ہے اور یہ اعزاز اللہ جسے چاہے دے اس میں علم و ہنر سے زیادہ عطائے قدرت ہی کو دخل ہے فکر وفن وغیرہ تو بعد کی باتیں ہیں۔

مشہور ہندستانی گلوکار محمد رفیع کے تعلق سے دو واقعے پڑھے تھے، جس میں ہمیں اُن کا اخلاص اور رسول کریم ﷺ سے نسبتِ اسمی پر اصرار میں بھی ایک جذبۂ خاص محسوس ہوا: ''رفیع کسی بھی مذہب کے لوگوں کے لیے چیریٹی شوز کر دیا کرتے تھے۔اپنے زمانے کی مشہور خاتون اداکار مالاسنہا جو عیسائی مذہب کی پیرو ہیں، انہوں نے ایک چرچ کی تعمیر کے لیے چیریٹی شوکرایا جس میں توقع سے زیادہ فنڈز اکٹھا ہوا۔ مالاسنہا نے خوش ہو کر محمد رفیع کو سادہ چیک دینے کی کوشش کی تو رفیع مرحوم نے کہا کہ 'مالا! کیا جیسز کرائسٹ تمہارے ہی ہیں ہمارے نہیں؟ یہ چیک چرچ کے فنڈز میں شامل کر دو'

دوسرا واقعہ یوں ہے کہ پنڈت جواہر لعل نہرو پندرہ برس سے زاید مدت ہندستان کیوزیر اعظم رہے اور اس دوران متعدد بار سرکاری اور نجی محفلوں میں محمد رفیع نے پنڈت نہرو کو اپنی سریلی آواز سنائی۔ ایک تقریب میں جب محمد رفیع یہ گیت گا رہے تھے:

'چاہوں گا مَیں تجھے سانجھ سویرے'

تو پنڈت نہرو کی آنکھیں نم دیکھی گئیں۔اس کے علاوہ رفیع کے مشہور نغمے مثلاً 'چودھویں کا چاند ہو' اور 'سہانی رات ڈھل چکی نجانے تم کب آؤ گے' وغیرہ بھی نہرو فرمائش کر کے محمد رفیع سے سنا کرتے تھے۔

پنڈت جواہر لعل نہرو محمد رفیع پر بڑے مہربان تھے۔ایک مرتبہ اُنہوں نے پوچھا کہ 'رفیع صاحب! مَیں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟'

اس پر محمد رفیع نے کوئی دُنیاوی فائدہ اٹھانے کے بجائے پنڈت نہرو سے صرف اتنا کہا کہ 'آل انڈیا ریڈیو سے میرا نام ۔۔۔ 'رفیع' ۔۔۔ اناؤنس کیا جاتا ہے، جبکہ میرا پورا نام 'محمد رفیع' ہے۔ براہِ کرم حکم صادر فرمائیں کہ آئندہ میرا پورا نام لکھا اور پکارا جائے۔''

ان دونوں واقعات سے محمد رفیع مرحوم کا اپنے آپ کو ویسا مسلمان ثابت کرنا جو دوسروں کے مذہب اور دِین کا احترام کرنا جانتا ہی نہیں بلکہ عملاً بھی اس کا پیکر ہو اور پھر اپنے نام کے ساتھ رسول کریم ﷺ کے نامِ نامی اسمِ گرامی سے نسبت پر اصرار کرنا کس کردار کی نشاندہی کر رہا ہے۔؟!

کیا یہ ہم سب رسولِ کریم ﷺ سے نسبت اور مدحت کرنے والوں کو کچھ سوچنے اور عمل کی ترغیب نہیں دے رہا ہے۔!! تبلیغ و دَعوت کے اپنے اپنے طریق ہوتے ہیں مگر ہماری نسبت اور مدحت کے پیمانے الگ ہیں۔

صبیح صاحب! اب تو ہمارا ضمیر بھی ہم سے اکثر سوال کرتا محسوس ہوتا ہے:

حشر میں ہماری لفاظی ہمارا سہارا بنے گی یا ہمارا کردار!!؟؟

اللہ آپ کا حامی و مددگار رہے اور آپ پر بہر طور عطا عام رکھے۔آمین!

ندیم صدیقی

نذر عابد، ڈاکٹر (مانسہرہ)

۳؍مئی ۲۰۱۶ء

آپ کے مؤقر ادارے ''نعت ریسرچ سینٹر'' کی طرف سے درج ذیل مطبوعات بصد شکریہ وصول کی جاتی ہیں:

۱۔نعت رنگ، اگست ۲۰۱۵ سلور جوبلی نمبر

۲۔ڈاکٹر عزیز احسن اور مطالعاتِ حمد و نعت مرتبہ صبیح رحمانی

۳۔نعت رنگ کے پچیس شمارے: ایک اجمالی تعارف

اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے روحانی تسکین ہوتی ہے کہ آپ کے ادارے نے اب تک نعت جیسی مقدّس صنفِ سخن کے حوالے سے تخلیقی، تحقیقی اور تنقیدی نوعیت کی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ اور آپ کے رفقاء کی مساعیٔ جمیلہ لائق صد تحسین ہیں۔ بلاشبہ یہ خدمت توفیقِ الٰہی اور حضور اکرم ﷺ کی خصوصی نگاہِ التفات کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ کریم آپ کو توفیقِ مزید ارزانی فرمائے۔

شعبۂ اُردو ہزارہ یونیورسٹی کے لیے اعزاز ہے کہ ''نعت رنگ'' کی ادبی و علمی خدمات کے حوالے [۱] سے ایم فل کی سطح کا ایک تحقیقی مقالہ یہاں سے تکمیل کے مراحل سے گزر چکا ہے۔ آپ کو یہ جان کر مسرّت ہوگی کہ ہمارے شعبے سے حمد و نعت کے حوالے سے تین مزید مقالے بھی مکمّل ہو چکے ہیں: ۱۔ ع۔س مسلم کی نعت گوئی ۲۔ ہزارہ میں اُردو نعت کی روایت ۳۔ پاکستانی اُردو غزل میں حمدیہ و نعتیہ عناصر

ہمیں آپ کی مزید راہنمائی اور دُعاؤں کی ضرورت رہے گی۔

نذر عابد

☆ ڈاکٹر نذر عابد (پ: ۱۱ اپریل ۱۹۶۳ء) صدر: شعبہ اردو، ہزارہ یونیورسٹی، خیبر پختونخواہ۔ کتب: ''شہر صدا''، ''کنارِ خواب''، ''برگِ نعت''، ''ساتواں رنگ''، ''میر انیس کی امیجری: ایک مطالعہ''۔

۱۔ مقالہ نگار: حلیمہ سعدیہ، نگرانِ مقالہ: ڈاکٹر محمد سفیان صفی، ۲۰۱۸ء، ناشر: کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، ۳۶۸ص

~~~~~~

۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء

رسالہ ''نعت رنگ''، نعتیہ ادب کے فروغ کا ایک ایسا بابرکت کتابی سلسلہ ہے جو پچھلے کئی سالوں سے تسلسل کے ساتھ نعت کے تخلیقی، تنقیدی اور تحقیقی زاویوں کو اجاگر کرنے میں نمایاں خدمات پیش کرتا چلا آرہا ہے۔ اس سلسلے میں سیّد صبیح الدین رحمانی اور ان کے معاونین کی کاوشیں لائق صد تحسین و قابلِ رشک ہیں کہ جن کی بدولت اس کتابی سلسلے کو علمی و ادبی حلقوں میں خصوصی مقام و مرتبے کا حامل گردانا جاتا ہے۔

شعبۂ اردو، ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ اس کی ایک سکالر حلیمہ بی بی نے ''نعت رنگ'' کی ادبی خدمات کے حوالے سے ایم فل کی سطح کا ایک تحقیقی مقالہ ڈاکٹر محمد سفیان صفی کی نگرانی میں مکمّل کیا۔ مقالہ نگار نے اپنے نگران کی رہنمائی میں نعتیہ ادب کے فروغ میں رسالہ ''نعت رنگ'' کی ادبی خدمات کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے اپنی تحقیقی و تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا ہے۔ اس مقالے کی کامیاب تکمیل پر حلیمہ بی بی کو ہزارہ یونیورسٹی کی طرف سے ایم فل کی سند عطا کی جا چکی ہے۔

اب یہ مقالہ نعت ریسرچ سنٹر، کراچی کے زیرِ اہتمام کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے۔ ان تمام مراحل کی تکمیل سیّد صبیح الدین رحمانی کی ذاتی دلچسپی کا نتیجہ ہے۔ شعبۂ اُردو ہزارہ یونیورسٹی ان کی مساعی جمیلہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ہمیشہ ان کا ممنون رہے گا۔

نذر عابد

~~~~~~

نذیر احمد علوی الباروی (لیہّ)

18-12-2005

محترم المقام انیق والشفیق صبیح الدین صبیح رحمانی حفظہ اللہ تعالیٰ!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاجِ گرامی!

آپ کا ارسال کردہ پوسٹ کارڈ ''نعت رنگ'' ملا، پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ نے سیرت النبی ﷺ کی کتب کا اشتہار طلب فرمایا ہے۔

مولانا محمد اقبال احمد الباروی صاحب ابھی مدینہ منورہ سے عمرہ کر کے آئے ہیں۔ اُن کی صحت قدرے علیل ہے۔ انھوں نے کہا کہ آپ بھی نائب قیم جامعہ نعمانیہ ہیں ہمارا شوق سیرت بھی مشترک ہے۔ آپ رحمانی صاحب! کو خط لکھ دیں۔

بھائی رحمانی صاحب! الحمدللہ بندہ کے پاس سیرت النبویہ الشریفہ کی کتب نادرہ اور کثیرہ ہیں بلکہ میرا عقیدت خانہ سیرت ایک یادگار سیرت لائبریری ہے۔ جس میں حضور ﷺ کے نسب نامہ سے لے کر وفات النبی ﷺ تک مستقل کتب موجود ہیں۔ شائقین ومحبین سیرت النبویہ ﷺ کے علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ اللہ پاک اس میں مزید اضافہ عنایت فرمائے۔ آمین

بندے نے ایک نادر کتاب ''دلائل النبوۃ'' الحافظ محمد بن جعفر الفریابیؒ (۲۰۷۔۳۰۱ھ) کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو الفریابیؒ کا تعارف اور کتاب سے کچھ ترجمہ ارسال کر دوں تاکہ ''نعت رنگ'' کی اشاعت میں شائع ہو سکے۔ اس دلائل النبوۃ سے متعلق بہت کم علمائے کرام واقف ہیں اور یہ نادر کتاب ہے۔ آپ جسے اشتہار دینا چاہیں دے سکتے ہیں۔ تمام احباب کو سلام۔

نوٹ: سب کتب عربی زبان میں ہیں ان شاءاللہ تعالیٰ فہرست بھی تیار کر کے ارسال کر دوں گا۔

والسّلام۔ احقر

نذیر احمد علوی الباروی عفی اللہ عنہ

☆ نذیر احمد علوی الباروی، نائب قیم جامعہ نعمانیہ لیّہ، امام وخطیب جامع مسجد دارالسّلام، لیہّ، صاحبُ القصر الکتب السیرۃ النبویۃ ﷺ

نسیم عزیزی (ہوڑہ، انڈیا)

۸/مارچ ۹۹ء

مکرمی ومعظمی جناب صبیح رحمانی! سلام ورحمت!

اُمید ہے آپ افرادخانہ کے ہمراہ معبودِ حقیقی کی محافظت میں ہوں گے۔ آمین

''نعت رنگ'' کی دو جلدیں موصول ہوئیں۔ یادآوری کے لیے شکریہ۔ آپ کے حکم کے مطابق اس کی ایک جلد مکتوب الیہ کی خدمت میں پیش کی جا چکی ہے۔ غور فرمائیں کہ محترم علقمہ شبلی صاحب کو اس کی کوئی کاپی نہیں ملی۔ واضح رہے کہ متذکرہ شمارے میں شبلی صاحب کی نہ صرف ایک نعت پاک شائع ہوئی ہے بلکہ ان کی نعتیہ وحمدیہ رباعیات کے اوّلین مجموعہ ''زادِسفر'' سے متعلق ایک مضمون بھی شامل اشاعت ہے۔ معلوم ہوا کہ کلکتہ سے شائع ہونے والا ادبی رسالہ ''اثبات ونفی'' کے تازہ شمارے میں ''نعت رنگ'' کا اشتہار شائع ہوا ہے۔ اس کی درجنوں کاپیاں پاکستان کے لیے ارسال کی جاتی ہیں۔

گوشہ ''مقالات ومضامین'' میں ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی، رشید وارثی اور عزیز احسن کی تخلیقات خصوصی توجہ کی متقاضی ہیں۔ تجزیاتی مطالعہ خوب ہے۔ گوشہ ''فکروفن'' کے تحت دو مضامین ''غالب کا نعتیہ کلام'' اور ''صبیح رحمانی کی نعتیہ شاعری'' دعوتِ مطالعہ دیتے ہیں۔ گو کہ آپ کے تینوں شعری مجموعے کی شاعری کے کینوس کے اعتبار سے احسن صاحب کا مضمون طوالت سے اجتناب کرتا ہے مگر اس کی جامعیت موصوف کی نگہ میں طبیعت

کا انکشاف کرتی ہے۔ سچ پوچھیے تو اب مجھے ان تصانیف کے نہ پڑھنے کا ملال ہے۔خصوصی مطالعہ کے تحت شائع ہونے والی طویل نظم کے ساتھ اگر ایک تجزیاتی مضمون بھی شامل ہوتا تو میرے خیال میں تجربہ خوش گوار ثابت ہوتا۔ اردو کی شاعری میں نعت گوئی کے حوالے سے حنیف اسعدی نے مبسوط تبصرے قلمبند کیے ہیں۔ یوں تو تبصروں کے سلسلے میں عام تصور رہا ہے کہ انھیں صاحب کتاب کی کاوش کا خوب صورت مرقع گردانتے ہیں لیکن حنیف صاحب نے اس مفروضے کو مسترد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، دیگر مشمولات بھی خوب ہیں۔

دراصل متذکرہ شمارے کے سلسلے میں متوازن رائے قائم کرنے کے لیے ایک طویل مضمون کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ نعتیہ شاعری سے متعلق اُتنی عمدہ کتاب اب تک میری نظروں سے نہیں گزری ہے۔ بلاشک آپ کے خلاقانہ ذہن اور بے مثل ہنرمندی کا میں قائل ہوگیا۔ سرکارِ دوعالم احمد مجتبیٰ ﷺ کا یہ طفیل ہے کہ وہ آپ کے توسط سے کروڑوں مداحوں کی روحانی مسرت کا بھرپور سامان فراہم کررہا ہے۔ ''نعت رنگ'' نمبر ۶ کا شدت سے انتظار ہے۔ اگلے شمارے سے متعلق مفصّل تاثرات لکھ بھیجوں۔

نوٹ: ''نعت رنگ'' کے جملہ قارئین کی خدمت میں اس ناچیز کا ہدیۂ تسلیم ومحبّت پہنچے، نوازش ہوگی۔ کارِلائقہ سے یاد فرمائیں۔ نگاہیں فرشِ راہ ہیں۔ ممکن ہو تو ''نعت رنگ'' کی ایک کاپی علقمہ صاحب کو عنایت فرمائیں۔ ان کا پتا لکھ رہا ہوں۔

دعاؤں کا طالب
نسیم عزیزی

☆ نسیم عزیزی، شاعر، ادیب۔

نصیر ترابی (کراچی)

''نعت رنگ'' کا ۲۳واں ادب اندوز ذخیرہ میرے سامنے ہے۔ سبحان اللہ... گئے وقتوں میں نعت ایک معتقداتی اور ثوابیہ صنف تھی لیکن اِدھر تم نے اِسے ایک ادبی وصفِ امتیاز سے ایسا کچھ کردیا ہے کہ بس اللہ اللہ۔

تمھاری اس ریاضت سے یہ عقدہ کھلا کہ آگہی، حقیقت کو اُس کے اعتباری مقام پر پہنچانے کا دوسرا نام ہے۔

کیا کہنے برادرم انوار احمد زئی کے اس مقدماتی بیان کا... ''نعت رنگ' ایک مجلّے... ایک کتابی سلسلے سے بہت آگے... ایک تحریک... ایک مشن اور ایک آدرش کا روپ دے رہا ہے... یہ عشق کے ذریعے عالم آرائی کا منصب ہے۔''

اس مقدمے سے معلوم ہوا کہ ''عالم آرائی کا منصب'' وجود کو عشق کی ''شہادتِ فوقیہ'' کے حوالے سے حاصل ہے۔ عشق کی نیت مستعار نہیں ہوتی۔ یہ نیت حضوریت کے وجدانی ارادے سے ظہور کرتی ہے اور پھر عشق رفتہ رفتہ وہ استغراق ہوجاتا ہے جو فراق سے ہر آن ایک وِفاق کا تقاضائی رہتا ہے۔

صبیح تمھارا عشق سراسر انجذاب اور استغراق ہے مگر ''نعت رنگ'' کے ذریعے نمود و شہود محض تمھارے عشق کو حق کے آئینے میں اپنا حسنِ سراپا دیکھنے کی ایک لاشعوری مجبوری ہے۔ بقولِ غالبؔ: پیشِ نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

''نعت رنگ'' کی تہذیب دیکھ کر احساس ہوا کہ تمھارا عشق لمحوں کے چاک پر پوری صدی تخلیق کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ یعنی تمھاری تشنگی لمحۂ حال کی سیرابی سے چشمۂ فردا تک رسائی چاہتی ہے۔ تم کو یہ تشنگی مبارک ہو۔

دعا گزار ہوں کہ خدائے محمد ﷺ تمھیں اور ''نعت رنگ'' کو ہر شر اور ضرر سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

نصیر ترابی

☆ نصیر ترابی (۱۵ جون ۱۹۴۵ء-۱۰ جنوری ۲۰۲۱ء)، شاعر، ادیب، افسر تعلّقاتِ عامّہ: ایسٹرن فیڈرل یونین انشورنش کمپنی، مجموعۂ کلام: ''عکس فریادی''، ''شعریات''، ''لاریب'' (نعت، منقبت، سلام)، لغت العوام، اعزاز: علامہ اقبال ایوارڈ (اکادمی ادبیات پاکستان)

نقوی احمد پوری (احمد پور شرقیہ)

29-01-1991

محترم صبیح رحمانی صاحب! سلام مسنون۔

''نعت رنگ'' کا کتابی سلسلہ نمبر۲ نظر نواز ہوا۔ سرورق دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ دل میں کیا کیا جذباتِ عقیدت بھڑکے۔ ذہن میں کیا کیا الفاظ محبّت گونجے۔ روح نے کس کس طرح سرمستی میں رقص کیا۔ کالی کملی والے کے تصور میں بے ساختہ سرورق کو چوم لیا... سرورق... انوار و تجلّیات کی بارش۔ اس بارش میں ذاتِ باری کی طرف سے اعلان کرتی ہوئی ٹھنڈی، بھینی خوشگوار ومشکبار ہوا... ہوا کا اعلان... ذاتِ بے نیاز کے اندازِ تخاطب کے والہانہ پن کا ترجمان ''ورفعنا لک ذکرک'' چمکتا دمکتا، ارفع واعلیٰ، فضاؤں میں نور چھڑکتا ہوا مینار۔ خوش بوئیں لٹاتی ہوئی فصل بہار... علامتِ دلنشین... رحمۃ للعالمین... درود وسلام ہو اس رحمتوں کے تاج والے معراج والے نبی طاہر و مطہّر پر اس کی آل پر، اس کے اصحاب پر اور اس کی ازواج پر ہے۔

سوچا کہ جس سلسلے کے سرورق نے سرور و کیف کی موجوں میں ڈبو دیا ہے، اس کے مندرجات کیسے ہوں گے۔ مندرجات کا خیال آتے ہی ان مندرجات کو یک جا کرنے والے کی طرف دھیان پلٹا۔ اے صبیح رحمانی! آپ سے گو تعارف نہیں تھا، لیکن آپ نے ''نعت رنگ'' کے ذریعے ایسا تعارف کرایا ہے کہ آپ کے اس کارنامے پر مجھے رشک آنے لگا ہے۔ آپ کو آپ کے معاونوں کو اور آپ کے مشیروں کو جو سعادت حاصل ہوئی ہے، یہ سعادت ہر ایک کو کہاں حاصل ہوتی ہے۔

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ...

میں آپ سب لوگوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

آپ کا ابتدائیہ کھلی دعوت ہے۔ خدائے کریم ہم اہلِ قلم کو اپنے فیوضات و برکات سے متمتّع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ کچھ تو ایسا لکھ جائیں جو ہمارے لیے توشۂ آخرت ہو۔ حافظ محمد افضل فقیر صاحب کا مضمون ''نعت کا مثالی اسلوبِ نظم'' بہت دلچسپ اور معلومات آفریں ہے۔ انھوں نے جس انداز میں ''با محمد ہوشیار'' والی باتیں کہی ہیں وہ نعت گو شعرا کو محتاط راہیں دکھاتی ہیں۔

عاصی کرنالی صاحب نے ''اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کے اثرات'' پر مدلل مضمون سپردِ قلم کیا ہے۔ عروضی نظام کے تحت بحور اور اوزان کے ساتھ اشعار پیش کرنا ایک دقت طلب کام تھا جو انھوں نے بطریق احسن سرانجام دیا ہے۔

رشید وارثی صاحب کا مضمون ''اردو نعت میں شانِ الوہیت کا استخفاف'' متنازعہ جہتوں کا حامل ہے۔ دل تو کہتا ہے کہ اس پر کھل کر خامہ فرسائی کروں لیکن اس کے نتیجے میں خط طویل ہو جائے گا اور پھر بحث کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔ ان کی کچھ باتیں صحیح ہیں لیکن کچھ باتوں سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بعض اشعار میں جو باریک نکتے ہیں وہ انھیں سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ میں مثال کے طور پر یہاں صرف ایک شعر کے بارے میں لکھوں گا۔ وہ شعر یہ ہے:

(تخلّص) آپ کی مدحت خاص کو　　کم سے کم حق کا طرزِ بیاں چاہیے

رشید وارثی صاحب نے شاعر کا تخلّص حذف کر کے اپنے اندرونی خوف کا مظاہرہ کیا ہے۔ باوجود خوف کے رقم طراز ہیں:

''اس شعر میں ذات حق تعالیٰ جل جلالہ کے طرزِ بیان کو ''کم سے کم'' کہنے سے قادرِ مطلق کی صفت کلام، وحی متلو اور غیر متلو (قرآن وحدیث) کی تنقیص ہوتی ہے... ذرا سوچیے کہ جب اللہ تعالیٰ کے لیے یہ گمان رکھا جائے کہ (نعوذ باللہ) اس کا طرزِ بیان حضور اکرم ﷺ کی ''مدحت خاص'' کے لیے کم سے کم حیثیت رکھتا ہے تو پھر آپ کی کامل مدحت سرائی کے لیے ذات قادرِ مطلق کو بھی مجبور ماننا پڑے گا کہ وہ اپنے محبوب ﷺ کی کما حقہ، مدحت

بیان کرنے پر قادر نہیں...لہٰذا اس قسم کی مدح سرائی سے اجتناب کرنا بلکہ تائب ہونا نعت گوئی کیا ایمان کا بھی تقاضا ہے۔''

دراصل اس شعر میں جو لطیف نکتہ ہے۔ رشید وارثی صاحب اسے سمجھ ہی نہیں سکے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ شعر کس کا ہے لیکن اتنا نفیس شعر کہنے پر میں تو داد دیتا رہا۔ میری دانست میں اس شعر کی تشریح یوں ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ارفع و اعلیٰ ہے تو اسی طرح اس کا کلام بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس نے اپنے محبوب کے ذکر کو رفعت بخشی اور فرمایا۔ **ان اللّٰہ وملا ئکتہ یصلون علی النبی. یاایھا الذین آمنو اصلوا علیہ وسلموا تسلیما**۔ اللہ تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اس درود بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی مجبوری ظاہر نہیں ہوتی بلکہ یہ مقصود ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنی نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ان پر درود بھیج رہا ہے۔ حضور ﷺ کے مقام کو جس طرح اللہ تعالیٰ سمجھتا ہے اُسے کوئی اور نہیں سمجھ سکتا۔ جس طرح وہ اپنے محبوب ﷺ کی تعریف کرتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اس لیے شاعر کہتا ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی شان بہت اونچی ہے اور اے شاعر (تخلّص) تم صدقِ دل سے چاہے کتنی ہی آپ کی تعریف وتوصیف کروان کی تعریف وتوصیف کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ حضور ﷺ کے شایانِ شان تو اللہ تعالیٰ کا طرزِ بیان ہے۔ ان کی مدحت خاص کا تو تقاضا بھی یہی ہے کہ کم سے کم وہی طرزِ بیان اختیار کیا جائے جو طرزِ بیان اللہ تعالیٰ کا ہے۔ چوں کہ تمھارا طرزِ بیان وہ نہیں ہوسکتا جو کہ اللہ تعالیٰ کا ہے لہٰذا تم ان کی مدحت خاص کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

عزیز احسن صاحب نے ''نعت اور شعریت'' میں فنی لحاظ سے نعتیہ اشعار کا بڑی محنت سے جائزہ لیا ہے اور جچے تلے انداز میں محاسن و معائب پر روشنی ڈالی ہے۔ تنقید کا یہ انداز اب تک دیگر اصنافِ سخن کو تو اپنی لپیٹ میں لیتا رہا ہے۔ لیکن احتراماً کسی نے نعت کو نہیں چھیڑا۔ میں اس بات کا قائل ہوں کہ نعت کو نظریاتی تنقید کا ہدف نہ بنایا جائے کیوں کہ ہمارے شعرا مختلف مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر شاعر اپنے مسلک کے مطابق نعت کہتا ہے۔ مقصد سب کا سرکارِ دوعالم ﷺ کی خدمت میں گل ہائے عقیدت پیش کرنا ہوتا ہے، ہاں اشعار میں فنی خامی ہو تو اس کی طرف اشارہ ضرور کیا جائے، یا پھر ایسے اشعار جن میں شاعر نے اپنے تئیں تو حضور ﷺ کی تعریف کی ہو لیکن جو الفاظ استعمال کیے ہوں ان سے ذم کا پہلو نکلتا ہو تو شاعر کی توجہ ان اشعار کی طرف ضرور دلائی جائے تا کہ وہ اپنے شعروں کی اصلاح کر سکے۔

پروفیسر سحر انصاری صاحب نے ''گلبنِ نعت'' پر بہت ہی مختصر تبصرہ کیا ہے۔ بطورِ نمونۂ کلام زینب بی بی محجوب کے دو چار اشعار درج کر کے انھوں نے ہم تشنہ لبوں کی کچھ اور پیاس بھڑکا دی ہے۔ یہ مضمون متقاضی تھا کہ اس میں مختلف انداز کے نعتیہ اشعار شامل کیے جاتے ہیں۔

شبیر احمد قادری صاحب کا مضمون ''جدید نعتیہ ادب اور بارگاہِ نبوت میں استمداد۔ استغاثہ وفریاد'' جامع اور اثر آفریں ہے۔ انھوں نے عنوان سے انصاف کیا ہے اور بطور حوالہ بہت اچھے اور موزوں اشعار شاملِ مضمون کیے ہیں۔

شفیق الدین شارق صاحب کے مضمون ''عصر حاضر میں نعت نگاری'' کا عنوان جس وسعت کا تقاضا کرتا ہے وہ اس مضمون میں نہیں ہے۔ اپنے مضمون میں جن نعت گو شعرا کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے صرف یہی چند شعرا تو دورِ حاضر کے نعت گو نہیں ہیں۔ اگر شارق صاحب کی نظر میں بہاول پور ڈویژن کے مرحوم شاعر حیات میرٹھی کی تالیف ''خیابانِ عقیدت'' گزر چکی ہوتی تو انھیں اندازہ ہو جاتا کہ صرف بہاول پور ڈویژن میں کتنے نعت گو شعرا ہیں اور ان شعرا میں سے کتنے تو ملک گیر شہرت کے مالک ہیں لیکن اس مضمون میں ان کا نام تک نہیں لیا گیا۔

صبیح رحمانی صاحب کا مضمون ''دبستانِ کراچی کی نعتیہ شاعری'' میرے لیے بہت سے انکشافات لایا ہے۔ بزرگ اور معروف شعرائے کرام کو تو میں جانتا تھا اور ایسے شعرائے کرام کے اسمائے گرامی بھی میرے سامنے تھے جن کا کلام میری نظر سے گزرتا تھا۔ ان میں سے کچھ ایسے تھے جن کے

بارے میں، میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ان کا تعلّق کراچی سے ہے۔ان کے مضمون ہی سے مجھ پر منکشف ہوا کہ وہ کراچی کے باسی ہیں۔کچھ ایسے نوجوان شعرا کے نام بھی میری نظر سے گزرے ہیں جن کے بارے میں میری معلومات صفر کے برابر تھیں۔اس مضمون نے مجھ پر یہ حقیقت آشکارا کی کہ ان میں سے کچھ کی تصنیفات منظرِ عام پر آچکی ہیں۔یوں اس مضمون کی وجہ سے اب بہت سے اجنبی چہرے مجھے آشنا لگیں گے لیکن کچھ اجنبیت تو برقرار رہے گی کیوں کہ اُن کے کلام کے مجموعے میرے پاس نہیں ہیں۔

میں نے سوچا تھا کہ خط میں اختصار سے کام لوں گا لیکن یہ خط طویل ہوتا جارہا ہے۔میں اسے یہیں ختم کرنا چاہتا تھا کہ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی[۱] صاحب اور شبنم رومانی صاحب نے آنکھیں دکھانا شروع کردیں۔ان کی آنکھوں کا ہر گوشہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ ہمارا گوشہ تو خصوصی گوشہ ہے۔ہمارے معاملے میں بخل سے کیوں کام لیتے ہو اور اظہارِ خیال کیوں نہیں کرتے ہو؟...اب انھیں کیسے ناراض کروں...ان کی نعتوں پر تبصرے سے پہلے مرتبین سے شکوہ کروں گا کہ اس خصوصی گوشے کی طرف انھوں نے خصوصی توجہ نہیں کی ورنہ کتابت کی اتنی غلطیاں نہ ہوتیں...

مثلاً مندرجہ ذیل اشعار کو دیکھیے:

ہے نفس و آفاق میں رونق ترے دم سے
اے صاحبِ طبل و علم اے سرور کونینؐ (اسلم فرخی)

اس شعر میں لفظ ''انفس'' کے ''الف'' کی کتابت نہیں ہوئی جس سے شعر وزن سے گر گیا ہے۔

فاصلہ کوئی مدینے میں نہیں ہے باقی
تھم گئی وقت رفتار مبارک باشد (اسلم فرخی)

اس شعر کے مصرع ثانی میں لفظ ''وقت'' اور ''رفتار'' کے درمیان لفظ ''کی'' ہوگا جو غائب ہے اور یوں شعر بے وزن ہوگیا ہے۔

یہی جی میں تھا اور ٹھہروں اور کچھ ٹھہروں
پڑھا میں نے سلامِ آخری آہستہ آہستہ (اسلم فرخی)

اس شعر کے مصرعِ اولیٰ میں شاعر کا تخلّص ''اسلم'' ہوگا جو کتابت ہونے سے رہ گیا ہے اور یوں یہ مصرع بے وزن ہوگیا ہے اصل مصرع یوں ہوگا: یہی جی میں تھا اسلم اور ٹھہروں اور کچھ ٹھہروں۔

اسلم کہ ترے در کا غلامِ ازلی ہے
اے سیّد والا حشم، اے سیّد کونین (اسلم فرخی)

مندرجہ بالا شعر کو پڑھ کر احساسِ تشنگی رہ جاتا ہے۔پہلے مصرع میں لفظ ''کہ'' کسی عرضِ مدعا کا تقاضا کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔''کہ'' کی بجائے لفظ ''تو'' ہوتا تو یہ خامی نہ رہتی۔

روزِ اوّل بیان ہوئے تھے تمام اسم
روشن کیا جہاں کو محمدؐ کے نام نے (اسلم فرخی)

مصرعِ اُولیٰ میں لفظ ''اوّل'' کتابت کی غلطی معلوم ہوتا ہے۔یہ ''ازل'' ہوگا۔اگر فرخی صاحب نے ''اوّل'' لکھا ہے تو انھیں اس پر نظرِ ثانی کرنی چاہیے۔

اک حیات ہے میرے نبی کا نام
صحرا میں ایک باغ ہو جیسے کھجور کا (شبنم رومانی)

پہلے مصرع میں کوئی لفظ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے جس کی وجہ سے مصرع وزن سے گر گیا ہے اور شعر بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔

اُدھر عرش پر مہمانِ خصوصی
اِدھر فرش پر میزبان ہیں محمدؐ (شبنم رومانی)

دوسرے مصرع میں لفظ ''مہمان'' کی بجائے ''میہماں'' ہوگا۔ پہلی میم کے بعد ''ے'' کے دو نقطے کتابت ہونے سے رہ گئے ہیں اس خامی کی وجہ سے شعر وزن سے گرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

گر یہ جو میں نے صبح و مسا، روز و شب کیا
آخر مرے حضور نے مجھ سے طلب کیا (شبنم رومانی)

دوسرے مصرع میں ''مجھ سے طلب کیا'' مجھے اچھا نہیں لگا۔ حضورﷺ نے کیا طلب کیا؟ وہی گریہ جو صبح و مسا کیا گیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ دوسرے مصرع میں کتابت کی کوئی غلطی ہے یا کچھ اور ہے۔

ماہِ گیتی، آسماں کا پھول، رحمت کا نزول
جسم تھا صحرا کا لیکن روح صحرائی نہ تھی (شبنم رومانی)

مندرجہ بالا شعر کا یہ ٹکڑا ''جسم تھا صحرا کا'' میرے ذوقِ عقیدت کو بھلا نہیں لگا۔ میں شبنم رومانی صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ میری تفہیم کے لیے وہ اس ٹکڑے کی وضاحت فرما دیں۔ ہوسکتا ہے کہ مجھے غلط فہمی ہو رہی ہو۔ ان گوشوں کو اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو یہ کامیاب گوشے ہیں۔ ان گوشوں میں جو نعتیں شامل ہیں ان کے کچھ اشعار پڑھ کر دل کو نور اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ فنی لحاظ سے ان میں پختگی بھی ہے اور شگفتگی بھی ہے۔ تاثراتی لحاظ سے انھیں پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ نعت میں جو خوبیاں ہونی چاہییں وہ ان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

حصہ ''مدحت'' میں بھی کتابت کی غلطیاں ہیں۔ پروف ریڈنگ پر زیادہ دھیان دیں۔ ورنہ بہت سے شعرائے کرام آپ کو شکایتی خطوط لکھیں گے اور یہ معاملہ آپ کے لیے دردِ سر بن جائے گا۔

''نعت رنگ'' میں ''حیاتِ مصطفوی'' پر کوئی مضمون شامل کر دیا کریں تو دلچسپی میں اضافہ ہوگا۔

اس دعا کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ خدائے کریم آپ کو اپنے نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔

والسّلام۔ آپ کا اپنا

نقوی احمد پوری

☆ نقوی احمد پوری (۷ مئی ۱۹۲۸ء۔)، اصل نام: سید محمد باقر نقوی قادری، شاعر، ادیب، کتب: ''سورج کا سفر''، ''رقصِ بسمل''، ''دیوانِ نقوی''، ''قطب تارہ''، ''بولتا سورج'' و دیگر

ا۔ ڈاکٹر محمد اسلم فرخی (۲۳ اکتوبر ۱۹۲۳ء۔ ۱۵ جون ۲۰۱۶ء)، استاد، شاعر، ادیب، محقق، نقاد، خاکہ نگار، براڈ کاسٹر، ناظم شعبۂ تصنیف و تالیف و ترجمہ، جامعہ کراچی، متعدد کتابوں کے مصنّف، چند کتب کے نام: ''محمد حسین آزاد۔ حیات و تصانیف''، ''تذکرہ گلشن بہار''، ''دبستان نظام''، ''فرید و فرد فرید''، ''بچوں کے سلطان جی''، ''بچوں کے رنگا رنگ امیر خسرو''، ''فرمایا سلطان جی نے''، ''نظامِ رنگ''، ''گل دستۂ احباب'' (خاکے)۔

وحیدالحسن ہاشمی (لاہور)

22/10/08

جناب صبیح رحمانی صاحب، دعائیں

میں تین سال سے بسترِ علالت پر پڑا ہوں لکھنا پڑھنا چلنا پھرنا سب موقوف ہے۔ بس اپنے پرانے دوستوں کو یاد کر کے ان کے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ آپ چونکہ محبّ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں اس لیے آپ کے لئے خصوصی دعا کرتا ہوں۔

یادداشتیں گم اور حافظہ کمزور ہونے سے شعروشاعری بھی غائب ہوگئی آپ سلامت رہیں اور خدا کے مخصوص بندوں کا ذکر کرتے رہیں۔

میرے لئے دعا ضرور کیجئے گا۔

خیر طلب
وحیدالحسن ہاشمی

☆ وحیدالحسن ہاشمی (۱۹۳۰ء۔۲۰۲۱ء)، شاعر، ادیب، مرثیہ نگار، مدیر اعزازی: ماہنامہ ''تہذیب الاخلاق'' (لاہور)، ماہنامہ ''پیامِ عمل'' (لاہور)، ماہنامہ ''تنظیم الاسلام'' (لاہور)، ماہنامہ ''المہدی'' (لاہور)، ماہنامہ ''خواجگان'' (لاہور)، کتب: ''الصراط''، ''خون اور آنسو''، ''بہتّر پیاسے''، ''اجرِ رسالت''، ''زبانِ مقتل''، ''حیاتِ غم''، ''العطش''، ''لہو''، ''مباحث''، ''جدید فن مرثیہ نگاری''، ''تنقیدی جہتیں'' ودیگر۔

~~~~~~

12-11-2008

عزیزم صبیح رحمانی صاحب دعائیں۔

خدا آپ کو راحت وسکون دے۔

میرے خط کے جواب میں شاید آپ نے مجھے دو کتابیں ارسال کردی ہیں۔ میں تین برس سے بستر علالت پر ہوں حافظہ بیکار ہوگیا ہے اور یادداشتیں گم ہو چکی ہیں۔ میں نے آپ سے دعائے خیر کی التماس کی تھی شاید آپ بھول گئے بہرحال اس وقت میرا مرض مصائب کے شدید سمندر میں آچکا ہے اس لئے اب دوا کی بجائے دعا ہی کام دے سکتی ہے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کا واسطہ دے کر میرے لیے دعا فرمائیے خداوند کریم سمیع وعلیم ہے۔

میں آپ کو کچھ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کر رہا ہوں۔

خیر اندیش
وحیدالحسن ہاشمی

~~~~~~

وحید اشرف کچھوچھوی، سید، ڈاکٹر (انڈیا)

15-04-2003

مکرمی جناب سید صبیح الدین رحمانی صاحب!

سلام مسنون!

نعت کے موضوع پر نو عدد کتابیں موصول ہوئیں۔ اس قیمتی تحفے کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ہر کتاب معلوماتی اور نقد ونظر کی حامل ہے۔ دھیرے دھیرے مطالعہ کر رہا ہوں۔ ابھی تک اردو میں نعتیہ کلام اور نعت گوئی کے فن کو داخلِ نصاب نہ کیا جا سکا۔ ایک تو یہ کہ اس میں احتیاط اور

خوف بے ادبی مانع ہے۔ دوسرے یہ کہ اب تک ایسی کوشش نہیں کی گئی تھیں کہ بحیثیتِ فنِ نعت گوئی کو فکر ونظر کا موضوع بنایا گیا ہو۔ یہ بہت دشوار کام ہے لیکن اگر اہلِ ادب اس کی طرف توجہ کرتے رہے تو اُمید ہے کہ اس صنفِ سخن کو بھی ادب کا معیار دیا جائے۔

میں فارسی زبان میں بھی کبھی کبھی نعتیں لکھتا رہا ہوں اور یہ اسلام آباد کے مجلّہ ''دانش'' میں چھپتی رہی ہیں۔ چوں کہ میں عرصہ دس سال سے فراش ہوں۔ بائیں پاؤں کی ایک ہڈی ٹوٹ چکی ہے اس لیے زیادہ فعال نہیں رہ سکتا۔ اس کے علاوہ مجھے فارسی موضوعات پر زیادہ لکھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد کچھ اردو ادب اور اسلامیات پر بھی لکھتا رہتا ہوں۔ فنِ رباعی پر میری ایک کتاب ''مقدمۂ رباعی'' چھپ چکی ہے۔ رباعیات کا ایک مجموعہ ''آیات'' [۱] بھی چھپ چکا ہے۔ شعری مجموعہ (غزل ونظم وغیرہ) طباعت کے مراحل سے گزر رہا ہے۔ نعت اُسی وقت لکھتا ہوں جب طبیعت پر کوئی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تصوف بھی میرا ایک خاص موضوع ہے۔ اس پر ایک کتاب بھی آچکی ہے۔

''دانش'' کے شمارہ ۶۶۔۶۷ میں میری لکھی ہوئی فارسی زبان میں ایک نعت شائع ہوئی ہے۔ اس خط کے صفحہ۳ پر یہ نقل کر رہا ہوں۔ آپ چاہیں تو ''دانش'' کا حوالہ دے کر اسے ''نعت رنگ'' میں شائع کر سکتے ہیں۔

''نعت رنگ'' کے سبھی معماروں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

فقط۔ مخلص

سید وحید اشرف

☆ ڈاکٹر سید وحید اشرف کچھوچھوی (پ: ۴ فروری ۱۹۳۳ء)، شاعر، ادیب، نعت گو، دیگر کتب: ''تجلّیات''، ''مناجات''۔

۱۔ سن ندارد، احمد آباد، ۱۵۶ ص

04-12-2005

مکرمی جناب سید صبیح الدین صبیح رحمانی صاحب!

السّلام علیکم!

چند روز ہوئے کہ مجھے دو کتابیں موصول ہوئیں: 'نعت اور آدابِ نعت' از مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی [۱] اور 'نعت رنگ' کا سترھواں شمارہ اور اس سے پہلے بھی مجھے 'نعت رنگ' کے کچھ شمارے ملے تھے۔ میں اکثر سفر میں رہا اور بیرونِ ہند بھی مسافرت میں تھا۔ اس لیے باوجود خواہش کے میں 'نعت رنگ' کے لیے کچھ نہ لکھ سکا۔ جب بھی فرصت ملے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور کچھ لکھوں گا۔ پاؤں سے معذور ہوں۔ زیادہ دیر تک بیٹھنا مشکل ہوتا ہے۔ چھڑی کے سہارے کچھ چل لیتا ہوں۔

آدابِ نعت پر میں نے مولانا کوکب نورانی کے چند ابتدائی خطوط پڑھے۔ یہ شاعر اور قاری دونوں کے پڑھنے کی چیز ہے۔ مولانا کوکب نورانی کو اللہ تعالیٰ نے علمِ دین، صحیح عقیدہ، عشقِ رسول ﷺ اور ادبی ذوق چاروں عناصر سے نوازا ہے۔ اس طرح وہ نورانی اسم بامسمّٰی ہوگئے۔ ادبی ذوق بہت کم یاب چیز ہے اور مولوی کے بارے میں یہ مثل تو سبھی جانتے ہیں کہ 'شعر مرا بمدرسہ کہ برد'۔ مولانا نورانی کا ادبی ذوق وہبی ہے جس کو باشعور مطالعہ نے پروان چڑھایا ہے۔

اُمید ہے کہ آپ لوگوں کی کاوش سے اردو ادب میں نعتیہ سرمایہ زیادہ وقیع ہوگا اور اس کے تنقیدی اصول بھی متعیّن ہوں گے اور اردو ادب کی تدریس میں بھی اس کو اہم جگہ ملے گی۔ میں خود اپنے ہی ایک شعر پر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں:

راہِ ایمان ہے راضی بہ قضا ہو جانا
اور عمل عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جانا

فقط آپ کا مخلص

سید وحید اشرف

ا۔مرتب: صاحبزادہ ارشد جمال،۲۰۰۴ء،کراچی: مہرِ منیر اکیڈمی،۴۴۸ص

وزیر آغا، ڈاکٹر (سرگودھا)

۲۲نومبر ۹۶ء

محترمی السّلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ممنون ہوں۔اس سے قبل سوالنامہ بھی مل گیا تھا۔آپ نے اچھا سوالنامہ مرتب کیا ہے مگر اس کا جواب وہی شخص دے سکتا ہے جس نے موضوع کا بالاستیعاب مطالعہ کر رکھا ہو۔میرا خیال ہے کہ اس کے لئے موزوں ادیب حافظ لدھیانوی ہیں جن کی ساری زندگی اس میدان میں گزری ہے۔دوسرے صاحب انجم نیازی ہیں جو راولپنڈی میں مقیم ہیں۔کچھ اور لوگ بھی آپ کی نظر میں ہوں گے۔ڈاکٹر انور سدید نے بھی اس سلسلے میں خاصا کام کیا ہے۔آپ ان سے رابطہ قائم کریں۔ان کا ایڈریس ہے:۲۔۱۷،ستلج بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

خدا کرے آپ بخیر و عافیت ہوں۔

مخلص

وزیر آغا

☆ ڈاکٹر وزیر آغا (۱۹۲۲ء۔۲۰۱۰ء)،شاعر،ادیب،نقاد،شریک مدیر: ماہنامہ ''ادبی دنیا''،مدیر: ماہنامہ ''اوراق''، ۲۰ سے زائد کتابوں کے مصنّف،چند کتب کے نام: ''اردو ادب میں طنز و مزاح'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)،''مسرّت کی تلاش''،''نظم جدید کی کروٹیں''،''شام اور سائے''،''دن کا زرد پہاڑ''،''اردو شاعری کا مزاج''،''عبدالرحمٰن چغتائی کی شخصیت اور فن''،''تخلیقی عمل''،''تصوراتِ عشق و خرد۔اقبال کی نظر میں''،''مجید امجد کی داستانِ محبّت''،''غالب کا ذوقِ تماشا''،''چمک اٹھی لفظوں کی چھاگل''، ''غزلیں'' (شعری مجموعہ) و دیگر،اعزاز: ستارۂ امتیاز (حکومتِ پاکستان)۔

وفا راشدی، ڈاکٹر (کراچی)

۵/دسمبر ۱۹۹۶ء

برادرم جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

پہلے کسی نامعلوم شخص کی معرفت آپ کی روح پرور و ایمان افروز نعتوں کا دل کش مرقع ''جادۂ رحمت''،مع ''نعت رنگ'' (نعتیہ ادب کا کتابی سلسلہ نمبر ا) باصرہ نواز ہوا۔یہ دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی کہ آپ نے اپنی شاعری کی ابتدا نعت گوئی سے کی اور ایک خاص جذبۂ محویت کے تحت ''جادۂ رحمت''پر والہانہ شیفتگی،حمد و نعت اور استقامت کے ساتھ رواں دواں ہیں۔آپ کی حمد و نعت کا مطالعہ مسرت افزا بھی ہے،زندگی آمیز بھی۔

آپ کو اس صنف میں ملکہ حاصل ہے۔ اگر آپ نے اپنے فکر وفن کو نعتیہ شاعری کے لیے وقف کر دیا تو ان شاء اللہ جلد اس مقام پر نظر آئیں گے جہاں لوگ برسوں کی مشق و ریاضت کے بعد پہنچتے ہیں۔

آپ نے مزید کرم فرمایا کہ فقیر کے غریب خانے پر تشریف لا کر ''نعت رنگ'' کے دوسرے شمارے سے نوازا۔ گزشتہ دنوں رفیع احمد فدائی مرحوم کی کتاب ''اثاثۂ حیات'' کی تعارفی تقریب کے اختتام پر برادرم سیّد معراج جامی صاحب نے ''نعت رنگ'' کا تیسرا شمارہ عنایت فرمایا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان تمام کرم فرماؤں کے لیے ''حرفِ تشکّر'' کن حرفوں میں ادا کروں۔ دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ مزید یہ ہمت و حوصلہ عطا کرے۔

یکے بعد دیگرے ''نعت رنگ'' کے تین شماروں کا مطالعہ اس عاصی و عاجز کے لیے یقیناً بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس ''صحیفۂ انوار'' کا اجرا نہایت مبارک اور باعث خیر و برکت ہے۔ پاکستان تو کیا پورے برصغیر میں یہ اپنی نوعیت، معنویت، افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے وہ واحد مجلّہ ہے جو صرف منظوم حمد و نعت اور حمدیہ و نعتیہ، افکار و مصارف سے متعلّق توصیفی مضامین پر حاوی نہیں ہوتا بلکہ خالص تحقیقی، تنقیدی اور علمی انداز کے مقالات پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ یہ امتیاز کسی اور رسائل و جرائد کو حاصل نہیں۔ علم و عرفان کے فروغ، ادب و معاشرت کی خدمت کا یہ ایک منفرد رنگ ہے جس کی اشاعت کے لیے آپ لائق تحسین اور قابل مبارک باد ہیں۔

نعت، شاعری کی قدیم ترین صنف ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے رنگ و نقش میں صحت مند تبدیلیاں رونما حاصل ہو چکی ہے۔ اب اسے ایک وقیع اور مستقل ادبی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ آئندہ جب بھی ''نعتیہ ادب'' کی تاریخ مرتب کی جائے گی۔ آپ کے نام کے حوالے سے ''جادۂ رحمت'' اور ''نعت رنگ'' سے استفادہ ناگزیر ہوگا۔ نعت کہنا اور ''نعت رنگ'' نکالنا دونوں مستحسن فعل ہیں اور یہ عمل فلاح و نیکی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

والسّلام بہ صد خلوص
آپ کا خیر طلب
وفا راشدی

☆ وفا راشدی (۱۹۲۶۔۲۰۰۳ء)، اصل نام: عبدالستار خان، ممتاز دانشور، محقق، مورخ، ادیب، شاعر، مترجم، سینیئر اسکالر: انجمن ترقی اردو پاکستان، معتمد اعزازی: دائرہ علم و ادب پاکستان (کراچی)، کتب: ''بنگال میں اردو''، ''سنہرا دیس''، ''پیامِ نو''، ''مہران نقش''، ''جہان رنگ و بو''، ''کیف و عرفان''، ''کیفیات غالب''، ''حیات وحشتؔ''، ''خالد: ایک نیا آہنگ''، ''سحرِ حلال''، ''آہنگِ ظفر''، ''اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، ''کلکتہ کی ادبی داستانیں''، ''تذکرہ علمائے سندھ''، ''میرے بزرگ میرے ہم عصر'' (خاکے)، ''داستان وفا'' (خودنوشت)۔

وقارؔ مانوی (دہلی)

03-12-1998

محترمی! تسلیمات

اقلیم نعت لائق صد تحسین و مبارک باد ہے کہ نعتیہ ادب کا ذخیرہ ''نعت رنگ'' کی صورت میں پیش کر رہا ہے۔ آپ اور دیگر تمام معاونین مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ''نعت رنگ''، جن کی سعیٔ جمیلہ کا نمایاں شاہ کار ہے۔ یوں تو اس کا ہر شمارہ ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور یہاں ہندوستان

کے ادبی حلقوں میں نگاہِ قدر سے دیکھا جاتا ہے لیکن موجودہ یعنی چھٹا شمارہ سب شماروں پر سبقت لے گیا ہے۔ گیٹ اپ، معیاری مضامین، تخلیقات اور ادبی گوشوں کے حوالے سے یہ شمارہ ایک گراں قدر سرمایہ ہے جزاک اللہ۔ خدا اس سلسلہ کو عمرِ دوام بخشے اور آپ کے لیے دونوں جہاں کی خیر و برکت کا باعث بنائے اور سرفرازی عطا فرمائے۔ آمین

مجھ حقیر کی نعت شریف بھی اس شمارے میں شامل ہے اس کا مزید شکریہ۔

کارِ لائقہ سے شاد فرمائیں۔

نوٹ: ''نعت رنگ'' کا تازہ شمارہ سب ہدایت جگن ناتھ آزاد، عنوان چشتی صاحب، نعیم انتظار صاحب اور شاہد علی خاں کو پہنچا دیا گیا۔ مطمئن رہیں۔

خدا حافظ۔ طالب خیر

وقاؔر مانوی

☆ وقار مانوی، اصل نام: محمد ظہیر، شاعر، ادیب، کتب: وقارِ سخن (۱۹۷۸ء)، وقارِ آگہی (۱۹۹۱ء)، وقارِ ہنر (۱۹۹۸ء)

ولی اللہ ولؔی صدیقی عظیم آبادی (مدینہ منورہ)

پہلے پہل ''نعت رنگ'' کا نام ہندوستان بہار کے شہر پٹنہ میں سنا، پھر مدینہ منورہ واپسی پر اس کے چند شمارے دیکھنے کی سعادت ملی، ماشاء اللہ تبارک اللہ، اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی اس مبارک کاوش کو قبول فرمائے اور اہلِ درد و خلوص، اہلِ علم و قلم اور سچے عاشقانِ رسول کی توجہات و تبرکات سے اس شجرِ طیبہ کو سدا بہار بنادے۔ آمین

میرا تعلق عظیم آباد (پٹنہ) سے ہے، عرصۂ دراز سے بحمد اللہ مدینہ منورہ، زیرِ دامانِ کوہِ اُحد قیام پزیر ہوں۔ شعر و سخن سے تھوڑی بہت دلچسپی ہے۔ حمد و نعت میرا موضوعِ سخن ہے۔ ایک مجموعۂ حمد و نعت ''نوائے طیبہ'' [۰۳-۲۰۰۲ء] کے نام سے آپ کے کراچی شہر میں مکتبہ الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی، فون: ۴۹۳۸۹۹۸ سے طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے۔ نمونہ کے طور پر چند شعر حاضر ہیں:

میں حسانؓ و کعبؓ اور ابنِ رواحہؓ — ان اصحابؓ کی اقتدا کر رہا ہوں
قلم کا مرے فیض جاری ہو یارب — بصد عجز میں التجا کر رہا ہوں
جھکا کر قلم سر کے بل تیرے آگے — عقیدت کے سجدے ادا کر رہا ہوں
سخن کو میرے ناز و حسنِ ادا دے — کہ وصفِ شہِ انبیاؐ کر رہا ہوں

ڈنمارک کے شاتمِ رسول کی گستاخی پر خصوصاً اہلِ قلم کے حوالے سے رقم ہوئی ایک نظم پیشِ خدمت ہے۔ ''نعت رنگ'' میں شامل ہو جائے تو زہے نصیب، ورنہ۔

کہاں میں کہاں بحرِ جود و سخا وہ
جو دامن میں ہے، وہ فدا کر رہا ہوں (ولی صدیقی عظیم آبادی)

☆ ولی اللہ ولی صدیقی عظیم آبادی، شاعر، ادیب، کتب: ''نوائے طیبہ'' و دیگر۔

ہاشم حسین، سیّد (کراچی)

''نعت رنگ'' کا ۱۸ نمبر رسالہ موصول ہوا۔ سب سے پہلے تو اس کی ضخامت (۸۰۰ صفحات) دیکھ کر حیرت اور خوشی کے جذبات اُبھرے۔ مولانا احمد رضا خان کی شخصیت کے بارے میں بہت اچھے معلوماتی مضامین ہیں اور ان کی نعتیں پڑھ کر بہت ہی لطف آیا۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا طویل مضمون پسند آیا۔ پہلے تو شفاعت کے بارے میں سیر حاصل (قرآنی آیات کے ساتھ) بحث کی ہے۔ اس کے بعد کسی کو کلام کرنے کی گنجایش نہیں رہتی۔ اس کے علاوہ موصوف نے علم غیبِ رسول ﷺ کے بارے میں بھی جو قرآنی آیات پیش کی ہیں وہ تھوڑی سی دلچسپی رکھنے والے کے علم میں ضرور ہوں گی اور یہ آیات بھی حضور ﷺ کا علم غیب ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ آں حضور ﷺ نے جو بے شمار پیشین گوئیاں کی ہیں (مثلاً عمارؓ بن یاسرؓ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا وغیرہ) جو بعد میں سچ ثابت ہوئیں، ان کے آئندہ واقعات کے علم کا ثبوت ہیں اور ان کا یہ فرمانا کہ ''میں جانتا ہوں کہ کس کا باپ کون ہے'' بتاتا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے گزشتہ رازوں کا بھی علم عطا فرمایا تھا اور یہی علمِ لدنی ہے۔ تاہم میرے کچھ معروضات ہیں جو درج ذیل ہیں:

صفحہ ۳۸۰ پر جو آیت **وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما**۔ ''اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے''[۱] درج ہے۔ اس آیت کے تحت تفسیرِ خازن کے حوالے سے لکھا ہے ''یعنی احکام اور امورِ دین اور کہا گیا ہے کہ آپ کو سکھا دیا اس علمِ غیب میں سے جس کو آپ نہیں جانتے تھے اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو امورِ مخفیہ، دلوں کے راز، منافقین کے احوال اور ان کی مکاریوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔''

میری گزارش یہ ہے کہ مفسّر نے ان کے بیان کے مطابق صرف چار علوم یعنی (۱) امورِ مخفیہ (۲) دلوں کے راز (۳) منافقین کے احوال (۴) اور ان کی مکاریاں تک ہی کیوں محدود کر دیا ہے، جب کہ آیت میں ایسی کوئی حد (Limit) نہیں ہے۔

آیت پر غور کریں، ''جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے'' وہ سب کچھ کا علم عطا کیا گیا ہے۔ مزید برآں آیت کا آخری حصہ ''اور آپ پر اللہ کا فضلِ عظیم ہے'' اس کی مزید تائید کرتا ہے کہ آپ کو تمام علوم عطا فرمائے گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام علوم میں ہر علم شامل ہے جیسے علمِ فلکیات، علمِ طبیعیات، حیاتیات، ارضیات اور کیمیا وغیرہ تو قابلِ گرفت نہ ہوگا۔ یعنی اگر آئن اسٹائن اُس وقت ہوتا تو حضور ﷺ سے سبق لیتا۔ ''سکھا دیا آپ کو جو کچھ کہ آپ نہ جانتے تھے'' سے تو اعلانیہ یہی مطلب نکلتا ہے بلکہ اس میں تحت الارض کا علم بھی شامل ہے۔ اگر آصف بن برخیا جس کو صرف ایک اسمِ اعظم عطا ہوا تھا۔ یہ کر سکتا ہے کہ پلک جھپکنے میں ملکہ سبا کو مع تخت عدن سے شام تک پہنچا دے تو ہمارے رسول ﷺ کو تو ۳۷ میں سے ۲۷ اسمائے اعظم عطا ہوئے تھے۔

صفحہ ۳۸۳ پر آیت ''**وکل شیء احصینہ فی امام مبین**''[۲] کا ترجمہ لکھا ہے۔ ''اور ہم نے ہر شے کو لوحِ محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔'' یہاں امامِ مبین کا ترجمہ لوحِ محفوظ بتایا گیا ہے جو کسی طرح بھی عقل میں نہیں آسکتا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ''مبین'' یعنی روشن (کھلا ہوا) اور ترجمہ ہے ''محفوظ'' (یعنی پوشیدہ) یعنی بالکل ہی برعکس۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب قبلہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ''اور ہم نے ہر چیز کو ایک کھلی کتاب میں درج کر رکھا ہے۔'' یہاں بھی امامِ مبین کے معنی ''کھلی کتاب'' لیے گئے ہیں جو کہ صحیح نہیں ہیں۔ کسی نے لوحِ محفوظ ترجمہ کر دیا ہے تو کسی نے ''کھلی کتاب'' یہ لفظ ''امام'' سے کترانا کیسا؟

اصل میں اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی امامِ مبین سے مراد ہے امامِ مبین اور کچھ نہیں یعنی ''کھلا پیشوا''۔

کچھ اور تراجم ملاحظہ ہوں:

علامہ ذیشان حیدر جوادی: ''اور ہم نے ہر شے کو ایک روشن امام میں جمع کر دیا ہے۔''
مولانا سیّد فرمان علی صاحب: ''اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح و روشن پیشوا میں گھیر دیا ہے۔''
مولانا سیّد مقبول احمد صاحب قبلہ دہلوی: ''اور ہم نے ہر چیز کو امامِ مبین میں (از روئے علم و شمار) جمع کر لیا ہے۔''

بات دراصل یہ ہے کہ قرآن تو ہے ثابت اور جب تک قرآن کی آیات کو شانِ نزول اور متن کے حوالے (with reference to the context) کو سامنے رکھ کر ترجمہ اور تفسیر نہ کریں گے لازماً غلطی کا ارتکاب ہوگا۔ ہمارے اکثر علما شانِ نزول اور متن کے حوالے کے بغیر ترجمہ یا تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور قیاس آرائیوں سے کام لیتے ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے۔

آئیے اب حدیثوں کی طرف رجوع کرتے ہیں:

۱۔ معانی الاخبار میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت اپنے والد ماجد اور جد امجد سے منقول ہے: ''جب رسولِ خداﷺ پر آیت **کل شی احصینه فی امام مبین** نازل ہوئی تو حضرات ابوبکرؓ اور عمرؓ اپنی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور عرض کی ''یا رسول اللہﷺ آیا امام مبین سے مراد توراۃ ہے؟'' فرمایا ''نہیں'' انھوں نے عرض کی ''پھر انجیل ہے؟'' فرمایا ''نہیں'' پھر ان دونوں نے عرض کی '' آیا قرآن ہے؟'' فرمایا ''نہیں''۔ اتنے میں جناب امیر المومنین (حضرت علیؑ) تشریف لے آئے۔ آں حضرتﷺ نے فرمایا دیکھو وہ امام جس میں خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے علم کا احصا فرما دیا ہے۔

۲۔ احتجاج طبرسی میں جناب رسولِ خداﷺ سے ایک حدیث منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ''اے گروہِ انسان کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے تعلیم فرمایا ہو اور میں نے علیؑ کو نہ سکھا دیا ہو۔''

۳۔ تفسیر قمی میں جناب امیر المومنین سے منقول ہے کہ ان حضرت نے خود فرمایا کہ واللہ وہ امامِ مبین میں ہوں۔ حق و باطل کو صاف صاف بیان کر دیتا ہوں اور میں نے یہ عہدہ جنابِ رسولِ خداﷺ سے وراثتاً پایا ہے۔

اُمید ہے کہ مندرجہ بالا معروضات سے امامِ مبین یعنی روشن پیشوا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا۔

سید ہاشم حسین

۱۔سورۃ النساء، آیت: ۱۱۳ ۲۔سورۃ یٰس، آیت: ۱۲

یحییٰ نشیط، ڈاکٹر سیّد (مالیگاؤں، انڈیا)

۱۲/اپریل ۹۸ء

محترمی صبیح رحمانی صاحب! سلام و رحمت۔

برادرِ مشفق و مہربان سید معراج جامی، مدیر ''سفیرِ اُردو'' کے توسط سے ''نعت رنگ'' کی پانچویں کتاب باصرہ نواز و بصیرت افروز ہوئی۔ شکریہ۔

نقشِ اوّل میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک مقام پر ٹھہرنے یا دایرے میں چکر لگانے کے بجائے ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کی حقیقت کا مظہر ہے۔ خطوط کی تعداد اور دنیا کے چاروں کھونٹ سے آنے والے مکاتیب کے معیار و مزاج کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کی ایک واضح اور مستحکم برادری بن گئی ہے جو رسولِ برحق کی محبّت و عقیدت کے اٹوٹ رشتے میں بندھی ہوئی ہے۔ خدا کرے یہ مبارک سلسلہ دراز تر ہو اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی یگانگت اور بھائی چارے کا سبب ہو۔

ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر'' اس صنفِ سخن کی وسعتوں کا بخوبی احاطہ کرتا ہے۔ ان کا درج کردہ نسیم صدیقی کا یہ شعر:

حضورؐ! ایک ہی مصرع یہ ہوسکا موزوں	میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

اپنے ہم وطن شاعر مرحوم ظریف نظامپوری کا ایک شعر جو انھوں نے ''عید میلاد النبیؐ'' کے موقع پر منعقدہ ایک مشاعرے میں بھیونڈی میں پڑھا تھا، یاد آ گیا۔ یہ شعر میں نے لڑکپن میں سنا تھا:

میں اور مجالِ شعر رسالت مآب پر	شبنم دھری نہ جائے کفِ آفتاب پر

ہندوپاک کے کم معروف شعراء کے کلام میں بھی نعتیہ شاعری کے عمدہ نمونے مل سکتے ہیں بشرط یہ کہ مختلف علاقوں کے اہلِ قلم اس سلسلے میں چھان پھٹک کریں یا اپنی یادوں کو تازہ کریں۔

''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' پر رشید وارثی نے بڑے مدلّل انداز میں بحث کی ہے۔ خصوصاً قرآن میں لفظ یثرب کے واحد استعمال کو جواز بنانے والوں کو حضرت موسیٰ کو دیے گئے معجزات کو ''سحر مبین'' کہنے والے فرعون کے درباریوں کا حوالہ دے کر انھوں نے بخوبی قائل کر دیا ہے۔

''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری: کچھ نئے آفاق'' میں نور احمد میرٹھی نے مراٹھی کے سنت شاعروں تکارام (پ: ۱۶۰۸ء) اور تکڑوجی مہاراج (پ: ۱۹۰۹ء) کی مراٹھی شاعری میں آنحضور کے ذکرِ مبارک کی مثالیں پیش کر کے چونکا دیا۔ موجودہ دور میں امراوتی کے مراٹھی شاعر سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت بہت مشہور ہوئی جس کے ایک سے زیادہ اردو ترجمے بھی ملتے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

دعا گو

یحییٰ نشیط

☆ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط (پ: ۱۹۵۰ء)، ادیب، ماہر لسانیات، مترجم، محقق، رکن: رابطہ ادب اسلامی، رکن مجلسِ ادارت: بال بھارتی اردو (پونے)، نگراں برائے پی ایچ۔ ڈی: امراوتی یونیورسٹی، کتب: ''اردو میں حمد و مناجات''، ''حرف حرف معتبر''، ''مراٹھی اردو کے تہذیبی رشتے''، ''مراٹھی اردو کے باہمی روابط''، ''استوری فکر و فلسفہ اردو شاعری میں''، ''اردو رباعیات میں ہندوستانی عناصر''، ''ف۔س۔اعجاز ہشت پہلو فنکار''، ''اردو میں معراج نامے'' و دیگر۔

۹۹/۱۱/۱ء

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اُمید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ دیگر یہ کہ آپ کی روانہ کردہ ڈاک موصول ہوئی۔ خدا بخش کتب خانہ پٹنہ کو ''نعت رنگ'' کے دو شمارے اور دونوں کتابیں رجسٹرڈ ڈاک سے روانہ کر دی گئی تھیں۔

دونوں شماروں میں آپ نے میری کتاب کا اعلان بھی شائع کیا۔ دل کو طمانیت حاصل ہوئی۔ واقعی یہ آپ کی دل جمعی کام کرنے کی دھن اور مصائب کو برداشت کرنے کا صلہ ہے کہ ایسے قیمتی یک موضوعی شمارے نہایت آب و تاب کے ساتھ آپ شائع کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

اس بار کا شمارہ نمبر ۷ (حمد نمبر) اور شمارہ نمبر ۸ اپنی صوری اور معنوی دل کشی کے لحاظ سے یقیناً دل کو چھو لینے والا ہے۔ سرورق تو اپنی مثال آپ ہے کہ نام محمد ﷺ اور آیت قرآنیہ قلب و نظر کو ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔

حمد نمبر میں میرے دو مضامین اپنے صحیح مقام پر شائع کرنے پر میں تہہِ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نور احمد میرٹھی کا مضمون ''ہندو شعرا کی حمد نگاری'' شامل کر کے آپ نے دونوں ملکوں کے درمیان بھائی چارگی اور دوستی بڑھانے میں نہایت اہم قدم اُٹھایا ہے۔

۹۲-۱۹۹۰ء میں بریلی میں رابطہ ادب اسلامی کا ایک سیمینار ''حمد و مناجات'' پر ہوا تھا۔ حضرت مولانا کا مضمون اس مذاکرے کا کلیدی خطبہ تھا جس میں قرآن و حدیث کا نچوڑ آپ نے پیش کر دیا تھا۔

''اردو کی حمدیہ شاعری میں فلسفیانہ رجحان'' میرا یہ مضمون میرے تحقیقی مقالے ''اردو شاعری میں مذہبی رجحانات'' کے باب اوّل ''اردو میں حمدیہ شاعری'' سے علاحدہ اور بالکل نیا اور اچھوتا موضوع ہے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ میں اس میں کہاں تک کامیاب ہوا، لیکن مجھے اس کے لیے سخت محنت کرنی پڑی تھی۔ اس شمارے کے چند ایک مضمون ''کاروانِ ادب'' لکھنؤ کی زینت بنے ہیں۔

ڈاکٹر سیّد وقار احمد رضوی کا مضمون ''حمد و مناجات اردو ہندی ادب میں'' کافی تشنہ ہے۔ ہندی کی دو حمدوں پر ہی آپ نے اکتفا کیا ہے، جب کہ ہندی میں سیکڑوں حمدیں ملتی ہیں۔ ایسی حمدیں کہ اگر ان کے لکھنے والوں کو مسلم شعرا کا نام دے دیا جائے تو وہ خالص اسلامی طرز کی محسوس ہوں گی۔ پھر بھی رضوی صاحب کا مضمون بڑی محنتوں سے لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد اقبال جاوید کا مضمون ''حمد۔ عبد شکور کا فخر اور عبد مجبور کا سہارا''۔ معنوی اعتبار سے عنوان میں بڑی گہرائی، عقیدت و بندگی پائی جاتی ہے اور مضمون کے اندر آپ نے ''شکر و صبر'' کی کیفیات سے مملو حمدیہ اشعار کی وضاحت ایمان افروز انداز میں کی ہے۔

عاصی کرنالی کا مضمون ''حمدیہ شاعری پر تنقید'' یقیناً خدا کے خوف کے دروازے دلوں پر وا کرتا ہے۔ آپ نے ''با خدا دیوانہ باشد با محمد ہوشیار'' کو تو یکسر مسترد کر دیا کہ حمد کہنے کے لیے بھی بندے کو ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ حمد دیوانے کی بڑ ہو کر رہ جائے گی۔ پھر اس پر تنقید کے لیے قرآن و حدیث کی کماحقہ معلومات ضروری ہے۔ دورِ جاہلیت کے شعرا کی حمدوں پر آپ کے تنقیدی ریمارکس پر بھی ناقد کی نظر ضروری ہے۔ بہر کیف! حمد ایک ایسا موضوعِ شاعری ہے کہ اس پر قلمِ نقد اُٹھانے کے لیے ہوش و حواس پر مکمّل قابو چاہیے۔

ڈاکٹر سیّد عبدالباری صاحب مذہبی شاعری کے ناقدوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث پر ان کی گہری نظر ہے۔ اپنے مضمون میں ڈاکٹر صاحب نے صرف صنف مثنوی میں موجود حمد و مناجات کو ہی قلم کے احاطہ میں لیا ہے۔ موصوف دکنی مثنویات سے تو سرسری طور پر گزر گئے لیکن شمالی ہند کی مثنویوں پر فراخ دلی سے قلم اُٹھایا ہے۔ شمالی ہند کی چند ایک مشہور مثنویاں پھر بھی ان کے احاطۂ تحریر سے باہر رہ گئیں۔

ڈاکٹر طفیل احمد مدنی کے مضمون ''حمد و مناجات بیس ویں صدی میں'' میں یو پی اور بہار کے چند ایسے شعرا کا تعارف حمد و مناجات کی ضمن میں کرایا گیا ہے جس پر تا حال کسی کی نظر نہیں گئی تھی۔ یہ ایسے شعرا ہیں جنھوں نے گم نامی میں اپنی ادبی زندگی گزار دی۔

فکر و فن کے تحت حمدیہ شاعری پر جتنے مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔ وہ سب اپنی جگہ قابل قدر ہیں۔ بالخصوص ڈاکٹر محمد اقبال حسین، پروفیسر حفیظ تائب، عزیز احسن، ڈاکٹر محمود الحسن عارف وغیرہم کی کاوشات نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔ اس خاص نمبر کا شعری سرمایہ/منظومات بھی بڑے وقیع اور جان دار ہیں۔

شمارہ نمبر ۸ کے مشمولات میں مصرعِ رضا اور کشفی صاحب، نعت میں طنز کی شمولیت اور حجرۂ نبویہ ﷺ پر نعت اشعار وغیرہ بہت پسند آئے۔ آپ نے میرے مضمون ''قصیدہ بردہ کے منظوم تراجم'' کے آخر میں فٹ نوٹ میں دیگر پانچ منظوم تراجم کی نشان دہی کر دی اس کے لیے میں صمیم قلب سے آپ کا ممنون و شکرگزار ہوں۔ میرے مضمون ''سریش بھٹ کی مراٹھی نعت'' کو ڈاکٹر یونس اگاسکر صاحب نے اپنے ''ترسیل'' میں بھی جگہ دی ہے۔ دونوں جگہ اسے پسند کیا جا رہا ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل ہے ورنہ ''من آنم کہ من دانم''، ''تنزیل'' پر جلد ہی تبصرہ روانہ کر دوں گا۔ خیر

''اردو میں حمد و مناجات'' کے اعلان سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ احباب بھی اب نظریں لگائے ہوئے ہیں۔ کتاب پر مقدمہ تو آپ نے

ضرور لکھوالیا ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ۲۰۰۰ء کی جنوری تک کتاب ہاتھوں میں آجائے گی۔ لیکن وہاں کے قارئین اور اخباروں کی رائے مجھے کیسے معلوم ہو سکے گی؟ بہر حال اس کتاب کی کامیابی کا سہرا آپ کے سر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔ آمین میری رائے ہے کہ ''نعت رنگ'' کا منقبتی نمبر بھی شائع کیا جائے میں ایک طویل مضمون جو منقبتی شاعری کا احاطہ کیے ہوئے ہوگا آپ کو بلا کسی عذر کے دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔

حلقۂ احباب میں سلام عرض کر دیں بالخصوص نور احمد میرٹھی صاحب، جناب عزیز احسن اور مشفق خواجہ صاحب کو میرا اسلام پہنچا دیں۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

~~~~~~

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''نعت رنگ'' کے شمارے ۹ اور ۱۰ کے ساتھ محترم کشفی صاحب کی ''نسبت''[۱] بھی دستیاب ہوئی۔ دیدہ زیب سرورق اور ایمان افروز مشمولات کے ساتھ ''نعت رنگ'' زیر مطالعہ رہتا ہے تو دل کو ایک خاص طرح کی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ حب رسول ﷺ میں جسم کا رواں رواں جھومنے لگتا ہے۔ مدحِ رسول ﷺ تالیف قلبی کے ساتھ ذہنی بصیرت، شعوری عقیدت اور فہم و بصارت کو جلا بخشتی ہے۔ ''نعت رنگ'' کے مشمولات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ تعلیم رسول ﷺ کی بہ نسبت تعمیل رسول ﷺ کے بالمقابل اتباعِ رسول ﷺ کو ترجیح دیتے ہیں اور کیوں نہ دیں کہ سچا عاشق رسول ﷺ ہی کامتبع رسول ﷺ ہوتا ہے۔ دعویٰ عشق رسول ﷺ کی دلیل اتباعِ سنتِ رسول ﷺ میں ہے۔ مسلمانوں کو زندگی کا یہ قرینہ آپ، صبیح رحمانی صاحب! ''نعت رنگ'' کے ذریعہ سکھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے، آمین۔ میں نہایت ممنون و مشکور ہوں کہ آپ میرے مضامین تواتر کے ساتھ مناسب جگہ پر شائع فرماتے ہیں۔

مولانائے محترم جناب کوکب نورانی میرے مضامین توجہ سے پڑھتے ہیں یہ میرے لیے باعث انبساط وافتخار ہے آپ نے حالیہ شمارے میں میرے مضامین کی بعض کتابوں پر اشکال فرمایا ہے۔ ان کی توجیہہ خاکسار ذیل میں پیش کر رہا ہے۔

۱۔ قصیدے کو ''قصد'' سے مشتق ماننے میں مجھے جو تأمل ہے وہ اس لیے کہ بہترین اور اعلیٰ شاعری خیالات میں آمد ہی آمد سے وجود میں آتی ہے۔ '' آورد'' اس کے لیے عیب ہے اور فن شاعری میں '' آورد'' یوں بھی معائب میں شمار ہوتا ہے۔ لفظ قصد سے ذہن '' آورد'' کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس لیے قصد سے قصیدے کے اشتقاق کو ماننے میں مجھے تأمل ہے۔ موصوف مولانا نے **انما الاعمال**...الخ والی حدیث سے جو جرح کی ہے اس توضیح کے مطابق غیر ضروری ہے۔

مولانا محترم کوکب نورانی صاحب کو دوسرا اعتراض یہ ہے، ''عبد و معبود کے فرق کو مٹانے کی ''دانستہ کوشش'' کرنے والے شعرا اور نبی پاک ﷺ نے جن قصائد میں اس حد کو قائم رکھنے کے لیے اصلاح فرمائی اس کی مثالیں دینی چاہیے تھیں۔'' موصوف کے اس اعتراض کو میں آپ کے تجاہل عارفانہ پر قیاس کرتا ہوں۔ اس لیے کہ الحمدللہ! آپ عربی ادبیات اور احادیث نبویہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ کیا واقعی آپ کی نظر سے بخاری شریف کی یہ حدیث نہیں گزری جس میں فرمایا گیا ہے کہ...... ''ایک جگہ کچھ لڑکیاں دف بجا کر بدر کے شہدا کی شجاعت بیان کر رہی تھیں۔ اس وقت ان میں سے ایک لڑکی نے ایک شعر یوں پڑھا۔ ''ہم میں ایسا نبی ہے جو کل کو ہونے والی بات کی خبر دیتا ہے۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ بات مت کہہ اور جو تو پہلے کہتی تھی وہی کہہ۔'' سنن ابی داؤد کے باب کراھیۃ التھادح'' میں بھی بعض ایسی حدیثیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تو ان کلمات کے استعمال سے بھی روک دیا جو آپ ﷺ کی ذات کے لیے سزاوار تھے۔'' اس کے علاوہ مسلم شریف، جامع الترمذی، سنن ابن ماجہ وغیرہ کی
~~~~~~

جانب مولانائے محترم کی توجہ مبذول کرانا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

۲۔محترم نورانی صاحب نے ''تعویذ گنڈوں'' کی بات پر میرے ''دل کی گرہ'' تلاش کی ہے اور میرے مسلک کو شک کی نگاہ سے دیکھا ہے تو ادباً عرض ہے کہ چوں کہ تعویذ گنڈوں کے متعلّق آنحضورﷺ نے کراہت کا اظہار کیا ہے اس لیے خاکسار ان چیزوں پر ایمان نہیں رکھتا۔ پھر بعض ایسے تعویذ بھی دیکھنے کو ملے جو ایسے اشعار پر مشتمل تھے جن کی رکاکت سے انکار کرنا کوتاہ ذہنی اور کور بینی سے کم نہیں۔نقوش سلیمانی کے بعض گنڈوں کے فقرے تو کفر تک پہنچانے والے ہیں۔''شاعر اور توہم پرستی'' مشمولہ ''شاعر'' ممبئی اس مضمون میں، میں نے تفصیلاً اپنے مؤقف کا اظہار مثالوں کے ساتھ کیا ہے۔اس مضمون سے آپ کو میرا مسلک بھی سمجھ میں آجائے گا۔ ویسے الحمدللہ! ایک سچا پکا مسلمان بن کر زندگی گزارنے کی اللہ کے فضل وکرم سے سعی کرتا ہوں۔اتباعِ رسولﷺ کے بغیر عشق رسولﷺ کو کم زور ایمان سمجھتا ہوں۔مسالک کی گروہ بندی نے اُمت میں جو توڑ پیدا کیا ہے، خاکسار کو اس کا ہمیشہ قلق رہا ہے۔کسی کی دل آزاری کرنا اور اُمت میں افتراق ومنافرت کو بڑھانا میری تحریر کا مقصد کبھی نہیں رہا ہے۔ہاں! حقائق کی کڑواہٹ کسی کو گراں گزرتی ہو تو اس کے لیے مجھے معذور سمجھا جائے۔

''نعت رنگ'' کے شمارہ نمبر ۹ کے ایک خط میں محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے یہ اشکال کیا ہے کہ...''حمد وثنا دونوں کا معنی تعریف ہے۔ نبی اکرمﷺ کی ثنا ہوسکتی ہے تو حمد کیوں نہیں ہوسکتی۔اسی قسم کا اعتراض بہت پہلے مولانا کوکب نورانی صاحب نے بھی شمارہ نمبر ۶ میں اُٹھایا تھا۔ ان دونوں حضرات سے گزارش ہے کہ نعت کی جگہ لفظ ''منقبت'' کا استعمال جیسا مناسب محسوس نہیں ہوتا اور ''حمد کبریا'' کو کبھی ہم ''نعت کبریا'' نہیں کہتے کیوں کہ اصطلاحاً نعت حضورﷺ کی تعریف ہے اور حمد اللہ رب العزت کے لیے مستعمل ہے۔اس مروّجہ اصطلاح کی استعمال کی جگہ تبدیل کردی جائے تو معنی میں اشتباہ پیدا ہوجائے گا۔اس حقیقت سے یہ دونوں صاحبان واقف ہیں۔لیکن ان کا اس پر یہ ضد ہونا ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ادبی اور شرعی نقطۂ نظر سے میں سمجھتا ہوں یہ رویہ مناسب نہیں۔

یحییٰ نشیط

۱۔مرتب: عاطف معین قاسمی، ۱۹۹۹ء، کراچی: اقلیمِ نعت، ۹۶ص

~~~~~~

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

''نعت رنگ'' حضورﷺ سے آپ کی بے پناہ عقیدت، محبّت اور انسیت کی پہچان ہے آپ کا یہ قدم مبارک اردو کے مستقل نعتیہ ادب کو یک جا کر کے اسے سرمایۂ افتخار بنانے میں نہایت مدد ومعاون ثابت ہوگا۔

جو مضامین میں اب تک پڑھ چکا ہوں ان میں ڈاکٹر سیّد محمد ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر''[۱] ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی کا ''مدح نگاری کی روایت اور مدحِ رسولﷺ''[۲] اور ''اردو نعت اور شاعرانہ رویہ''[۳] از عزیز احسن مجھے کافی پسند آئے تفصیلی رائے سے جلد آگاہ کروں گا نعت کے مختلف گوشوں پر میرے پاس مواد ہے لیکن عدیم الفرصتی ہمیشہ مانع رہی ہے میں انھیں آخری شکل نہیں دے پارہا ہوں۔دعا کیجیے کہ یہ کام جلد پایۂ تکمیل کو پہنچے۔درج ذیل مضامین فی الوقت ادھورے ہیں:

(۱) قصیدۂ بوصیری کے اردو منظوم تراجم (۲) دکنی اردو میں منظوم سیرت نگاری (۳) دکنی معراج ناموں کا تقابلی مطالعہ (۴) اردو نعت گوئی پہ قرآن کا اثر (۵) چند ہندو نعت گو شعرائے جدید جن کا تاحال کہیں ذکر نہیں آیا۔ وغیرہ

یحییٰ نشیط

۱۔ش۵،ص۱۷۔۳۳ ۲۔ایضاً،ص۶۲۔۷۹ ۳۔ایضاً،ص۱۴۴۔۱۵۴
~~~~~~

25-04-2001

برادرم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید کہ مزاجِ گرامی بخیر ہوگا۔

پچھلے ہفتہ سرفیس میل سے ایک مضمون اور سریش بھٹ کی ایک حمد مع ترجمہ روانہ کر چکا ہوں۔ شاید کہ آپ کو پسند آجائے۔

''نعت رنگ'' کے دسویں شمارے کے بعد سے مجھے کوئی شمارہ دست یاب نہیں ہوا۔ ''نعت رنگ'' کا غالب نمبر شاید شائع ہو چکا ہوگا، اس کے لیے میں نے ایک مضمون بعنوان ''خطوطِ غالب میں عظمتِ رسول ﷺ'' روانہ کیا تھا۔ اس کی رسید بھی آپ نے بھجوائی تھی لیکن وہ شمارہ بھی مجھے نہیں ملا۔

آپ کے پچھلے (کم وبیش ۳/ ماہ قبل) خط میں ''معراج کا اثر عالمی ادب پر'' اس مضمون کے متعلّق فوری ارسال کرنے کا لکھا تھا، لیکن گھریلو مصروفیات کی وجہ سے وہ مضمون مکمّل نہ کر سکا۔ اب اسے لے کر بیٹھا ہوں۔ Spondelicis کی وجہ سے متواتر لکھ نہیں سکتا گردن اور ہاتھ درد دینے لگتے ہیں۔ اس لیے تھوڑا تھوڑا لکھ رہا ہوں ان شاء اللہ مضمون مکمّل ہوتے ہی روانہ کردوں گا۔

میری کتاب ''اردو میں حمد ومناجات'' [۱] کے یہاں ملنے کی توقع ختم ہو چکی ہے۔ ''شب خون'' والوں کو بار بار خط لکھ چکا ہوں مگر وہ جواب نہیں دے رہے ہیں۔ آج لامحالہ طارق رحمٰن فضلی صاحب کو ان کے کسی عزیز کے یہاں (دہلی/ بمبئی) میں اس کتاب کے دس نسخے بھیجنے کا لکھنا پڑا۔ نسخے یہاں آتے ہی منی آرڈر کر کے پارسل کے ذریعے منگوالوں گا۔

میری کتاب کے تبصروں کی نقول کا مجھے شدید انتظار ہے۔ اُمید ہے کہ کتاب وہاں پسند کی جارہی ہوگی۔ یہاں الحمدللہ بعض سخت ترین اپنے فن میں مخلص ناقدین نے میری کتاب کو پسند کیا ہے۔ یہ اللہ کا کرم ہے۔ جلد ہی میری ایک کتاب ''صاحبِ فن فس اعجاز'' شائع ہونے جارہی ہے۔ نعتیہ شاعری پر ایک کتاب کا مسودہ ترتیب دے چکا ہوں۔ کوئی اچھا سا پبلشر مل جائے تو چھپوالوں گا۔ ویسے اتنے مضامین جمع ہیں کہ با آسانی ۵، ۶ کتابیں تیار ہوسکتی ہیں۔ صرف ترتیب دینا باقی ہے۔

اگلے ماہ میرے فرزند اور دختر دونوں کی شادیاں ۲۸ اور ۲۹/ مئی کو طے ہوئی ہیں۔ ان کی تیاریوں میں فی الوقت مشغول ہوں۔

۲۷/ اپریل کو بمبئی کے قریب مالی گاؤں میں نعتیہ شاعری پر ایک سیمینار ہونے جارہا ہے۔ جس کی صدارت مجھے سونپی گئی ہے۔ وہاں مجھے ایک مقالہ بھی پڑھنا ہے۔

آپ براہِ کرم فضلی صاحب سے ۱۰/ نسخے اُن کے عزیز کے پتا پر جلد از جلد بھیجنے کا کہیے تاکہ میں اطلاع ملتے ہی بذریعہ ڈاک وہاں سے منگوا لوں۔ نور احمد میرٹھی، محترم کشفی، پروفیسر جمیل جالبی اور محترم مشفق خواجہ وغیرہ صاحبان سے میرا اسلام ضرور پہنچا دیں۔

پس نوشت: مجھے ''نعت رنگ'' شمارہ ۸ درکار ہے۔ غالب نمبر کے ساتھ روانہ کردیں تو مہربانی ہوگی۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

۱۔ ۲۰۰۰ء، کراچی: فضلی سنز، ۲۸۰ص

18-04-2001

برادرم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

عرصہ بعد خط لکھ رہا ہوں۔ بچے اور بچی کی شادیاں ہیں کام میں مصروف ہوں۔ پچھلے دنوں مہاتما جیوتی با پھلے کی نعت پر ایک مضمون [۱]

تیار ہوگیا تھا۔ یہ نعت پہلی بار اردو میں متعارف ہورہی ہے۔ مراٹھی کی اس نعت کا میں نے ترجمہ کردیا ہے۔ اُمید کو پسند آئے گا۔

''نعت رنگ'' کی کسی قریبی اشاعت میں شامل کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں ''اردو میں حمد ومناجات'' کے لیے ''شب خون'' الٰہ آباد والوں کو بار بار لکھتا رہا لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔فضلی پبلشرز والوں نے دہلی کے کسی عزیز کا نام لکھا تھا اگر وہ مکمّل پتا دیتے ہیں تو میں انھیں منی آرڈر کردوں گا تاکہ کتابیں حاصل کرنے میں سہولت ہو۔

''نعت رنگ'' کے ''غالب نمبر'' کا کیا ہوا۔اس کے لیے میں نے ایک مضمون بھی بھیجا تھا۔

پچھلے چندمہینوں سے ایک کتاب کی تیاری میں تھا۔اب وہ مکمّل ہوگئی ہے۔ ''معراج کا اثر عالمی ادب پر'' ابھی مکمّل نہیں ہوا۔جلد ہی اسے ''نعت رنگ'' کے لیے روانہ کردوں گا۔

کیا میری کتاب پر آپ نے کوئی تبصرہ ''نعت رنگ'' کے لیے نہیں لکھوایا؟ پاکستان کے دیگر رسائل واخبارات میں شائع تبصروں کا مجھے انتظار ہے۔اُمید کہ جواب سے نوازیں گے۔

پسِ نوشت: ساتھ میں سریش بھٹ کی مراٹھی حمد اوراس کا اردو ترجمہ روانہ کررہا ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں شائع کردیں۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

۱۔مشمولہ: نعت رنگ،ش۱۲،ص۱۶۶۔۱۷۲

~~~~~~

13-03-2001

برادرم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

''نعت رنگ'' کے تین شمارے جناب آفتاب کریمی کی نہایت خوب صورت اور صحیح عقائد کی ترجمانی کرنے والی کتاب ''منہاج العقائد'' اور دوسری ڈاک میں آفتاب کریمی کی زیرادارت شائع ہونے والے رسالے ''سفیرنعت'' کی چودہ کاپیاں دست یاب ہوئیں اس میں آپ کا خط بھی تھا۔زندگی لگا پوئے دمادم، ہمہ ہمی اور مصروفیات میں بھی آپ اس خاکسار کو یاد رکھتے ہیں تو ''نعت رنگ'' کے شمارے اور دیگر نعتیہ کتابیں بھیج کر اپنی عنایتوں کی سوغات سے مالا مال کرتے ہیں۔اس کے لیے میں سراپا ممنون ومتشکّر ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔آمین ثم آمین

نعت رنگ ''شمارہ گیارہ'' اپنی تمام ترمشمولات اور دیدہ زیب سرورق کی وجہ سے دل کوموہ لیتا ہے، یہ شمارہ اگرچہ (شاید آپ کی مصروفیات اور بیرونی سفر کی وجہ سے) کافی دیر سے شائع ہوا ہے لیکن آپ کی مسلسل توجہ اور جاں فشانی کی وجہ سے اس کے کسی گوشے میں کوئی جھول یا کمی نہیں رہی۔یقیناً ''نعت رنگ'' آپ کے نقرئی خواب تمنا کی طلائی تعبیر بنتا چلا جارہا ہے۔پروفیسر افضال احمد انور کا خط کشیدہ جملہ مجھے پسند آیا اسی لیے یہاں لکھ دیا گیا۔

میں نہایت عجز وانکسار کے ساتھ یہ بات کہنے جارہا ہوں کہ محترم پروفیسر جناب اسماعیل آزاد کا مضمون ''نعت کے موضوعات'' نعت رنگ شمارہ نمبر۵ میں چھپے۔میرے مضمون ''اردو نعت گوئی کے موضوعات'' کا چربہ بلکہ بعض عبارتوں کا ''سرقہ'' ہے۔پروفیسر موصوف نے ''معارف'' اعظم گڑھ میں چھپے ''اردو کی حمدیہ شاعری'' [۱] میرے اس مضمون کے ساتھ بھی یہی رویہ اپنایا تھا اس کی نشاندہی میرے شاگرد نذیر احمد قریشی نے معارف کے اڈیٹر کو خط لکھ کر کی تھی۔ بعدہٗ میں نے بھی محترم اسماعیل آزاد صاحب سے بہ ذریعۂ خط اپنی ناراضی کا اظہار کیا تھا۔جواباً انھوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا تھا۔ دوبارہ وہ اسی طرح کی غلطی کر بیٹھے،حق تو یہ ہے کہ تحقیقی مضامین لکھتے وقت حوالوں کا دینا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ماخذات کی نشان دہی بھی کردی جائے،
~~~~~~

اس سے محقق کا وقار بڑھتا ہے، گھٹتا نہیں۔ ہاں! یہ نہایت ہی اسفل درجہ ہے کہ عبارتیں کی عبارتیں نقل کر لی جائیں اور حوالہ تک نہ دیا جائے۔ میرے ایک بزرگ دوست بلکہ محسن ڈاکٹر شیخ فرید، ریسرچ آفیسر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ (بمبئی) نے اردو کے قدیم صوفی شاعر شیخ بہاء الدین باجن پر زبردست کام کیا تھا اس کا مسودہ ایک پروفیسر اپنے ساتھ لے کر گئے اور جلد ہی اپنے نام اس مسودے کو کتابی شکل میں چھپوانا شروع کر دیا، یہ خبر جیسے ہی فرید صاحب کو پہنچی تو انھیں ایسا جھٹکا لگا کہ سارا جسم مفلوج ہو گیا اور اسی فالج کے اثر نے بالآخر انھیں دنیا سے اٹھا لیا۔ ڈرادھمکا کر وہ مسودہ بالآخر حاصل کر لیا گیا اور ڈاکٹر شیخ فرید ہی کے نام سے احمد آباد (گجرات) سے شائع ہوا۔ جامعاتی سطح پر اردو محققین کے یہاں یہ بدعنوانی عام ہو گئی ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔

میں دوبارہ بلکہ سہ بارہ پروفیسر اسماعیل آزاد صاحب سے عاجزانہ گزارش کرتا ہوں کہ خدارا! اخذ کی ہوئی عبارتوں کے حوالے ضرور دیا کریں تاکہ قارئین روشناس ہو جائیں اور صبیح رحمانی صاحب آپ سے بھی ادباً التماس ہے کہ ایسی بدعنوانی کو روکنے کی کوشش کریں۔ کیوں کہ اس سے رسالے کا وقار مجروح ہوتا ہے۔

''نعت رنگ''، ترسیل، طلوع اور دیگر رسائل میں میں چھپے میرے نعتیہ مضامین کا مسودہ کتابی صورت میں ترتیب دے رکھا ہے۔ مناسب موقع پر اسے چھپوانے کا خیال بھی ہے۔ عنوان رہے گا ''ثنائے رسول مقبول ﷺ: روایت سے درایت تک'' [۲] کم و بیش تین سو صفحات کی یہ کتاب رہے گی۔ آپ سے اس سلسلے میں دعا کی درخواست ہے۔ ''اردو میں حمد و مناجات'' کی چند کاپیوں کے لیے میں نے فضلی اینڈ سنز کو بھی لکھا تھا۔ ان کا بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ وہاں کتاب کی پزیرائی کا کیا حال ہے؟ میں نے مقامی رسائل و اخبارات میں شائع ہوئے۔ اس کتاب کے تبصرے بھی مانگے تھے۔ شاید آپ کی مصروفیات مانع رہی ہو۔ کل کی ڈاک سے ان شاء اللہ کتابیں اور آپ کے روانہ کیے ہوئے رسائل متعلقہ احباب تک پہنچا دوں گا۔

والسّلام
یحییٰ نشیط

۱۔ ماہنامہ ''معارف''، اعظم گڑھ: دارالمصنّفین، اگست ۱۹۸۶ء، ص ۱۳۰۔ ۱۴۸
۲۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۲۰، ص ۱۱۰۔ ۱۱۹

20-11-2001

برادرم صبیح رحمانی!

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

شہر رمضان کی آمد مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اُمت کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے آمین۔ پرسوں جمعہ کی ڈاک میں آپ نے بھیجی ہوئی پروفیسر عاصی کرنالی صاحب کی تحقیقی کتاب ''اردو میں نعت پر فارسی شعری روایت کا اثر'' [۱] دست یاب ہوئی۔ خاکسار کی نفسیات اور پسند کا خیال رکھتے ہوئے آپ بے بہا عنایتوں کے تحائف بندے کو پیش کرتے رہتے ہیں اس کے لیے میں تہہ دل سے آپ کا ممنون ہوں، شکر گزار ہوں اور آپ کی عنایتوں کو بطورِ احسان قبول کرتا رہتا ہوں۔

پاکستان کے ادبی حلقے میں میرا تعارف کرانے میں آپ اور نور احمد میرٹھی دونوں حضرات پیش پیش رہے ہیں۔ پھر اس پر مزید احسان یہ کہ میری کتاب کی اشاعت میں آپ نے وہاں بہت زیادہ محنت اُٹھائی ہے حتیٰ کہ مالی خرچ بھی برداشت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محترم صفوت علی صفوت کی کتاب ''مثنویٔ رسول ﷺ'' [۲] کا ہندی ایڈیشن انشاء پبلی کیشنز کلکتہ سے ف س اعجاز شائع کر رہے ہیں۔ اس کا پیش لفظ صفوت نے مجھ سے لکھنے کے لیے کہا ہے۔ امین صدیقی کی کتاب ''تنزیل'' [۳] کا بھی پیش لفظ میں نے ہی لکھا تھا۔ یہ دونوں مضامین جلد ہی میں ''نعت رنگ'' کے لیے روانہ کردوں گا۔ ''نعت رنگ'' کے ''غالب نمبر'' کا کیا ہوا؟

پچھلے دنوں ادبِ لطیف لاہور کو بھی قتیل [۴] کی شاعری پر ایک مضمون بھیجا تھا پتا نہیں وہ شائع ہوا بھی یا نہیں۔ نعتیہ شاعری پر میرے تمام مضامین یک جا کر کے کتابی شکل میں شائع کر دینے کا سوچ رہا ہوں۔ مصیبت یہ ہے کہ یہاں کتاب کی نکاسی بہت کے اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے۔ خیر اللہ مالک ہے۔

میری کتاب ''اردو میں حمد و مناجات'' کی ہندوستان میں وصولیابی کی کوئی صورت ابھی تک پیدا نہ ہوسکی۔ فضلی والوں کو بھی کئی بار اس سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔ مگر وہ کوئی جواب ہی نہیں دیتے۔ میں نے اس سے قبل ایک مراٹھی نعت کا ترجمہ جمیل جالبی، ابوالخیر صاحبان سے بشرط ملاقات میرا سلام عرض کر دیں۔

والسّلام
یحییٰ نشیط

ا۔ اردو حمد و نعت پر فارسی شعری روایات کا اثر، ۲۰۰۱ء، کراچی: اقلیم نعت، ۶۷۰ص

۲۔ ۲۰۰۱ء، امریکا: ۱۴۔ وڈ زرو، مونروسی ٹی، ۹۲ص ۳۔ ۲۰۰۱ء، مالیگاؤں: مامن ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی، ۱۲۸ص

۴۔ قتیلؔ شفائی (۱۹۱۹۔۲۰۰۱ء)، اورنگ زیب خان نام اور قتیل تخلّص تھا۔ حکیم یحییٰ خاں شفا کے شاگرد تھے اسی مناسبت سے شفائی کہلاتے تھے۔ ''ادبِ لطیف'' (لاہور)، ''سنگِ میل'' (پشاور) کے مدیر رہے۔ گیت بھی لکھے، نظمیں اور غزلیں بھی۔ تصانیف: ''ہریالی''، ''گجر''، ''جلترنگ''، ''روزن''، ''جھومر''، ''مطربہ''، ''گفتگو''، ''چھتنار''، ''آموختہ''، ''پیراہن''، ''ابابیل''، ''برگد''، ''گھنگھرو''، ''رنگ، خوش بو، گیت'' (شاہکار گیت)، ''مونالیزا''، ''سمندر میں سیڑھی''۔ صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی (۱۹۹۴ء) اور دیگر کئی اعزازات سے نوازے گئے۔

~~~~~~

29-07-2003

مکرمی و محترمی صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید ہے کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ آپ کا روانہ کردہ کتابوں کا پارسل اور ''نعت رنگ'' کے شمارے دست یاب ہوئے۔ آپ نے میری دو کتابیں (اردو میں حمد و مناجات) بھی بھیجیں اس کے لیے میں صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تازہ شمارے [ش ۱۵] میں منصور ملتانی کا مضمون ''منظوم سیرتِ رسول ﷺ'' پر تھا، لیکن انھوں نے صرف گیارہ منظوم سیرتوں ہی کا تذکرہ کیا تھا۔ اس لیے میں نے بقایا تمام منظوم سیرتوں کو قارئین ''نعت رنگ'' کی نظروں میں لانا مناسب سمجھا۔ اسی کے پیشِ نظر ''اردو میں سیرت نگاری'' [۱] کے عنوان سے ایک مضمون تیار کر کے روانہ کر رہا ہوں۔ اُمید کہ پسند آئے گا۔

''لوک گیتوں میں نعتِ رسول ﷺ'' کا مواد تیار ہے۔ بلاقیؔ کے ''معراج نامے'' [۲] پر بھی ضروری نوٹس تیار ہیں۔ ''صفوتؔ کے ''معراج نامے'' پر مجھے تفصیل سے لکھنا ہے۔ اس کے علاوہ چند اور عنوانات کے ضروری نوٹس میرے پاس موجود ہیں۔ صرف فرصت درکار ہے۔ دیگر بہت سارے احباب کی فرمائشیں بھی پوری کرنی پڑتی ہیں۔ اس لیے مضامین لکھنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

آپ نے میرے حمدیہ و نعتیہ مضامین کے متعلّق دریافت کیا تھا۔ سو مختصراً عرض ہے کہ ''معارف'' (اعظم گڑھ)، ''ترسیل'' (ممبئی)، ''قرطاس''
~~~~~~

(ناگپور)،''منصف'' (حیدرآباد)،''تناظر'' (حیدرآباد)،''شاعر'' (ممبئی)،''اردو میلہ'' (ناگپور)،''انشا'' (کلکتہ)،''طلوع'' (سہسرام)،''ایوانِ ادب'' (دہلی)،''پیش رفت'' (دہلی) وغیرہ رسائل میں میرے مضامین حمد و نعت پر شائع ہوئے ہیں۔ تکمیل (بھیونڈی، ممبئی) کا خصوصی شمارہ حمد نمبر میں میرا ایک طویل مضمون شامل ہے۔ ''قرطاس'' (ناگپور) کا وردھ (نام علاقہ کا) کا نعتیہ ادب نمبر شائع ہو رہا ہے۔ اس میں میرے دو تین مضامین رہیں گے۔ محترم رفیع الدین اشفاق ناگپور ہی میں مقیم ہیں۔ نعتیہ ادب پر اُن کا برصغیر میں پہلا تحقیقی کام ہے۔ ان کا مقالہ کراچی سے ۱۹۷۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہاں نعتیہ ادب پر بعد میں جتنا بھی تحقیقی کام ہوا ہے اس کا بیشتر حصہ اسی کتاب کا مرہونِ احسان ہے۔ میں اپنے مضمون میں اس نکتے کی نشان دہی کروں گا۔ یہ مضمون ان شاء اللہ ''نعت رنگ'' کو بھی روانہ کروں گا۔

''نعت ریسرچ سینٹر'' کی سرگرمیاں تو اب بلاشبہ بڑھ گئی ہوں گی۔ خواہش ہے کہ ریسرچ سینٹر کی کسی تقریب میں حاضری دے کر نیاز حاصل کروں۔ اب تو الحمدللہ دونوں ممالک کے درمیان حالات بھی اچھے ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خوش حالی اور بھائی چارگی کی یہ فضا ہمیشہ قائم رکھے۔ آمین۔ دہلی، لاہور بس بھی شروع ہو گئی ہے۔ ''نعت ریسرچ سینٹر'' کے کسی پروگرام میں اس خاکسار کو بھی مدعو کریں تو ان شاء اللہ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے رفیع الدین صاحب بھی ہمراہ ہو جائیں۔ کسی قریبی تقریب کا دعوت نامہ وہاں کے اجازت نامہ (ویزا) کے ساتھ مجھے مل جاتا ہے تو آپ سے ملاقات کی خاطر میں ضرور آجاؤں گا۔ ''نعت ریسرچ سینٹر'' اور نعتِ رسول ﷺ پر وہاں کی جانے والی تحقیق کے کاموں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔

''نعت گوشعرا کے مذاکرے'' کے بارے میں آپ نے اچھا سوچا ہے۔ میں کوئی ایسی سبیل نکال کر نعت گوشعرا کو اپنے گھر جمع کر لوں گا اور ''مذاکرہ'' نقل کر کے آپ کو روانہ کر دوں گا، لیکن اس کے لیے پانچ چھ ماہ درکار ہوں گے۔ شاید اس درمیان دررسول ﷺ پر حاضری کا موقع فراہم ہو جائے۔

خدا بخش لائبریری پٹنہ اور ظہیر غازی پوری کو آپ کے نامے روانہ کر دیے گئے ہیں۔ اس سے قبل بھی میں نے ظہیر صاحب کو ''نعت رنگ'' کے لیے لکھنے کا کہا تھا، اسمٰعیل آزاد صاحب کو بھی لکھ دیا تھا۔ یہاں کے نعت گوشعرا کو اپنی اپنی تصانیف ''نعت ریسرچ سینٹر'' کو بھیجنے کے لیے بھی یا تو فون پر کہہ دیا گیا ہے یا خطوط کے ذریعے انھیں اطلاع دی گئی ہے۔ میں اپنے حمدیہ نعتیہ مضامین کی فہرست تاریخِ اشاعت اور رسالے کے نام کے ساتھ جلد ہی روانہ کر دوں گا۔ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

رئیس مجلس الادب الاسلامی بھوپال کی دو نعتیں ارسالِ خدمت ہیں یہ نعتیں رابطۂ ادب اسلامی کے مذاکرے ۲۹/مارچ ۲۰۰۳ء بھوپال میں پڑھی گئی تھیں۔ ''نعت رنگ'' کے قریبی شمارے میں شائع فرما دیں۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

۱۔مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۶، ص ۵۵۔۷۱ ۲۔ایضاً، ص ۸۶۔۱۰۳

~~~~~~

11-12-2003

برادرِ محترم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

برادر ظہیر غازی پوری صاحب کے توسط سے روانہ کیا ہوا خط ملا۔ پڑھ کر حالات سے آگاہی ہوئی۔

ہاں! سجاد حیدر صاحب میرے مضامین نہایت اہتمام سے شائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ ان مضامین کو وہاں پذیرائی حاصل
~~~~~~

ہے۔ آپ کا اس پر خوش ہونا میرے لیے سعادت کی بات ہے۔ اللہ کرے جود و کرم اور زیادہ۔

یہ جان کر بھی اطمینان ہوا کہ میرے دونوں مضامین آپ کو مل گئے ہیں۔ دو تین کتابیں ابھی میرے پاس آئی ہوئی ہیں۔ کٹک کے سعید رحمانی صاحب نے ''نعت ریسرچ سینٹر'' کے لیے بھیجی ہیں۔ ان شاء اللہ ایک مضمون کے ساتھ جلد ہی روانہ کر دوں گا۔ کیا ''سخنور'' میں وہ مضمون چھپ گیا ہے جس میں ''نعت رنگ'' کے شماروں کا جائزہ لیا گیا تھا؟

نعت کے پندرھویں شمارے کے بعد سے تا حال شاید کوئی شمارہ شائع نہیں ہوا ہے۔ ہوسکتا آپ کے کناڈا جانے کی وجہ سے دیر ہوئی ہو۔ بہر حال! ''نعت رنگ''، ''اقلیم نعت'' اور ''نعت ریسرچ سینٹر'' آپ اکیلے چلا رہے ہیں اس لیے آپ کی محنت اور سعی پر حیرت ہوتی ہے۔ عاشقِ رسول ﷺ کا جیتا جاگتا نمونہ مجھے آپ کے سوا اور دکھائی نہیں دیتا۔ آپ کے یہاں ''قول'' سے زیادہ ''عمل'' پایا جاتا ہے اور یہی اتباعِ رسول ﷺ کی دلیل بھی ہے۔ زبانی عشق کے دعوے دار تو بہت ہیں لیکن عمل پیرا ہونے والوں میں آپ کے جیسے کم ہیں۔

نعت رسول ﷺ پر فی الحال بین الاقوامی سطح پر جتنا کام ہو رہا ہے، اس میں بڑا حصہ (تحقیق و تنقید نعت میں) پاکستان کی طرف جاتا ہے اور وہاں بھی نمایاں کام آپ کا دکھائی دیتا ہے اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ ''نعت رنگ'' کو دیکھنے کے بعد نعتیہ ادب پر لکھنے کی جتنی تحریک مجھے ملی ہے اور دوسرے رسائل سے نہیں ملی۔ اسی لیے میں نے اپنے تمام نعتیہ مضامین (علاوہ موضوعاتِ نعت۔ معارفِ اعظم گڑھ) صرف ''نعت رنگ'' ہی میں شائع کروائے ہیں۔ دوسرے رسائل میں ''نعت رنگ'' کے بعد ہی شائع ہوئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ یہ سارے مضامین کتابی صورت میں شائع ہو جائیں تا کہ مستقبل کے لیے محفوظ ہو جائیں اور میرے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کی سند بن جائے۔ اس کا مختصر سا خاکہ آپ کے کہنے کے مطابق پیش کر رہا ہوں۔

۱۔ پاکستان میں نعتیہ ادب کی سمت و رفتار	۲۔ ''نعت رنگ''...اقلیم نعت
۳۔ صبیح رحمانی کی نعت گوئی	۴۔ ''نزول'' پر ایک منظر
۵۔ اردو میں میلاد ناموں کی روایت	۶۔ اردو میں نور نامے
۷۔ شمائل رسول ﷺ اور اردو کی نعتیہ شاعری	۸۔ اردو میں معراج ناموں کی روایت
۹۔ سریش بھٹ کی مراٹھی نعت	۱۰۔ غالب کے خطوط میں عظمتِ رسول ﷺ
۱۱۔ جیوتی باپھلے کی مراٹھی نعت	۱۲۔ مراٹھی میں ذکر محمد ﷺ
۱۳۔ اردو میں وفات نامے	۱۴۔ قصیدہ بردہ کے اردو منظوم تراجم
۱۵۔ شمالی ہند کا پہلا معراج نامہ	۱۶۔ لوک گیتوں میں نعتیہ کلام
۱۷۔ مثنوی رسول ﷺ پر ایک نظر	۱۸۔ امین صدیقی کی نعتیہ شاعری
۱۹۔ اردو میں منظوم سیرتِ رسول ﷺ	۲۰۔ بلاقی کا معراج نامہ

ان مضامین کے علاوہ آپ اگر کچھ رہنمائی فرماتے ہیں اور ہدایتوں سے نوازتے ہیں تو ان شاء اللہ اس کے مطابق کتاب تیار کی جائے گی۔

اُمید کہ یہ مختصر خاکہ آپ کو پسند آئے گا۔

حلقۂ احباب میں سلام عرض کر دیں۔

والسّلام
یحییٰ نشیط

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

'لوک گیتوں میں نعت' اور 'مولانا احمد رضا خاںؒ بریلوی کا نظریۂ نعت فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں' دونوں میں زیرِ قلم ہیں۔ جلد ہی روانہ کروں گا۔ ادھر پچھلے دو سال سے درسی کتابوں کے ادارے سے جڑ جانے کی وجہ سے مصروفیت بہت بڑھ گئی ہے۔ ہر مہینے کے ۱۵ دن ممبئی، پونا کے سفر میں گزر جاتے ہیں، پھر اسکول کی ذمہ داریاں۔ گھر کی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوں کہ بچے انھیں پورا کر دیتے ہیں۔ '۹۲: نام محمد (ﷺ) یا علم الاعداد کی کرشمہ سازی' اس ہفتے میں مکمّل ہو جائے گا۔ وہ ممبئی سے لوٹنے کے بعد اس ماہ کے آخر تک روانہ کر دوں گا۔

پسِ نوشت میں آپ نے میرے تعلّق سے جو لکھا ہے میں اس کے لیے شکر گزار ہوں۔ 'نعت رنگ' شمارہ ۱۷ میں مولانا محترم کوکب نورانی صاحب مدظلہ العالی کا خط پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اب کی باران کے لہجے میں سختی نہیں ہے۔ مولانا کے اس لہجے کے خطوط یقیناً ہمارے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں گے۔ زیرِ نظر شمارے میں مولانا کا خط پڑھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا جو مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ملفوظات میں میری نظر سے گزرا تھا:

مولانا تراب صاحب لکھنوی جنھوں نے قاضی پر حاشیہ لکھا ہے، ان کا اور مفتی سعد اللہ صاحب رام پوری کا اختلاف تھا۔ مولانا تراب صاحب مولود کرتے تھے اور مفتی صاحب احتیاط کرتے تھے۔ ایک دن مولانا مولوی تراب صاحب نے کہا، کیوں صاحب ابھی تک تمھارا انکار چلا ہی جاتا ہے۔ مفتی صاحب نے کہا، کیوں صاحب ابھی تک تمھارا اصرار چلا ہی جاتا ہے۔ مولوی تراب صاحب نے کہا، ہمارے فعل کا منشا صرف حضور ﷺ کی محبّت ہے تو مفتی صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے ترک کا منشا صرف متابعتِ حضور ﷺ ہے۔ اس پر مولوی تراب صاحب نے کہا بس تو ان شاء اللہ ہم دونوں ناجی ہیں۔

پہلے اس قسم کا اختلاف ہوا کرتا تھا۔ کاش علمائے کرام فتوے بازی کو چھوڑ کر اُمت میں اتحاد کی جانب توجہ دیں۔ پچھلے سال اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے گھر کے حج کی سعادت عطا فرمائی۔ ناگ پور سے جہاز تھا۔ نکلنے کی صبح میں زائرین کو پمفلٹ دیے گئے اور مساجد میں بھی چسپاں کیے گئے کہ امامِ حرم کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ مکے کی قیام گاہ میں اس فتوے پر عمل کرنے والے بھی تھے جو کمرے ہی میں نماز ادا کرتے لیکن خادمِ حرم سے جو کھانا ملتا، اسے شوق سے کھاتے، میں نے ازراہِ مذاق ایک حاجی سے پوچھ لیا۔ جناب خادمِ حرم کا مال جائز لیکن امامِ حرم کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، یہ کیا منطق ہے۔ وہ صاحب بھی مولوی تھے مگر خاموش رہ گئے۔

اُمت میں توڑ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ آج سارے عالم میں ہماری ہوا اکھڑ گئی ہے۔ کیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہونا ہے ہمیں؟ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

یحییٰ نشیط

~~~~~~

25-04-2005

برادرِ محترم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

درسی کتاب کی تیاری میں، میں سال گزشتہ سے کافی مصروف ہوں۔ اس لیے مضامین لکھنے میں دیر ہو جاتی ہے۔

حسب الحکم اب ''فتاویٔ رضویہ اور نعت کا موضوع'' [۱] پر مقالہ روانہ کر رہا ہوں۔ شاید کہ پسند آ جائے۔ اس سے قبل ایک مضمون کالی داس
~~~~~~

گپتا رضا کی نعتیہ شاعری[۲] پر روانہ کر چکا ہوں۔ شاید کہ مل گیا ہوگا۔

ایک مضمون ۹۲ء علم جفر کی روشنی میں جلد ہی رونہ کردوں گا۔ رانچی (جھارکھنڈ) بھارت کے رشید اختر خان صاحب ''نعت رنگ'' میں مضامین لکھا کرتے ہیں۔ انھیں ''نعت رنگ'' شمارہ ۱۳ اور ۱۶ کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ میں نے اپنے پاس سے دونوں شمارے انھیں روانہ کردیے ہیں۔ ''نعت رنگ'' کو اب یہاں اہمیت دی جانے لگی ہے۔ قارئین اکثر مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کا احسان ہے۔

میرے پاس دو افراد نے ڈیڑھ ڈیڑھ سو، تین سو روپے رسالہ کے زرِ سالانہ کے طور پر جمع کیے ہیں، وہ ان شاء اللہ بذریعہ ڈرافٹ ایک دو دنوں میں آپ کو روانہ کردوں گا۔ شمارہ ۱۸ سے دو زائد کاپیاں میرے پتا پر روانہ کردیں۔ ہوسکے تو ۱۲ اور ۱۶ نمبر کے شمارے میرے لیے روانہ فرمادیں نوازش ہوگی۔

آپ کی دعوت سر آنکھوں پر۔ نعت پر کوئی ایک سیمینار ترتیب دے دیں اور خاکسار کے نام دعوت نامہ بھیج دیں تو ویزا کے لیے کوشش کی جا سکتی ہے۔ باقی حالات الحمدللہ اچھے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان ایسے ہی خوش گوار تعلّقات ہمیشہ ہمیشہ بنے رہیں اور دوستی و بھائی چارگی کو بڑھاوا ملتا رہے۔ آمین یارب العالمین۔ نور احمد میرٹھی، کشفی صاحب، ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب اور دیگر احباب سے بشرطِ ملاقات سلام عرض کردیں۔ آئندہ ڈاک میں ان احباب کے لیے میں اپنی کتابیں روانہ کررہا ہوں۔

والسّلام
یحییٰ نشیط

۱۔ مشمولہ: نعت رنگ، ش ۱۸، ص ۵۶۱۔ ۵۷۹ ۲۔ ایضاً ش ۱۹، ص ۴۰۹۔ ۴۱۶

07-09-2006

برادرِ عزیز! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیروعافیت سے ہوں گے۔

کل مکہ مکرمہ کے عنوان پر آپ کا نغمہ آپ کی زبانی سنا دیکھا۔ بڑی خوشی ہوئی۔ اسی سے تحریک پا کر یہ خط لکھ رہا ہوں۔

''نعت رنگ'' کا اعلیٰ حضرت احمد رضا خاںؒ نمبر شمارہ نمبر ۱۸ دست یاب ہوا۔ کافی ضخیم نمبر ہے اور اعلیٰ حضرتؒ کی نعتیہ خدمات کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے دیے ہوئے موضوع پر میرا مضمون پورے نمبر کے مشمولات سے ایک دم مختلف ہے۔ پتا نہیں قارئین ''نعت رنگ'' نے اسے پسند کیا بھی یا نہیں۔ مولانا کوکب نورانی صاحب کو شاید میرے بعض خیالات سے اتفاق نہ ہو مگر میں نے اعلیٰ حضرتؒ کے فتاویٰ کی ۱۲ ضخیم جلدوں کے لفظ لفظ کو پڑھ کر یہ مضمون تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ فتاویٰ کی دیگر کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا۔ کوشش اس بات کی کی گئی کہ کوئی گوشہ تشنہ نہ رہنے پائے اور کوئی پہلو بے دلیل نہ رہ جائے۔

اپریل میں حیدرآباد میں بھی جشن نعت کا انعقاد عمل میں آیا تھا۔ کل ہند پیمانے پر ایک سیمینار بھی رکھا گیا تھا جس میں محترم پروفیسر طلحہ رضوی برقؔ بھی تشریف لائے تھے۔ تین روزہ سیمینار کامیاب رہا۔ سالارِ جنگ میوزیم کے آڈیٹوریم میں سیمینار رکھا گیا تھا۔ سامعین بھی کافی تعداد میں حاضر

تھے اور نہایت انہماک سے سن رہے تھے۔

میں نے منتظمین سے پروگرام کی رپورٹ طلب کی تھی، مگر شاید وہ لوگ رپورٹ تیار نہ کر سکے۔ دورانِ جلسہ میری طبیعت جو خراب ہوئی تو پھر کم و بیش ایک مہینے تک لکھنے پڑھنے سے معذور رہا۔ نقاہت بڑھ جانے کی وجہ سے سفر بھی دشوار ہو گیا تھا۔

اب اللہ کا کرم ہے۔ اب کی بار شاید رسالے کے لیے کوئی مضمون نہ بھیج سکا۔ ''السیرۃ'' کے مدیر[۱] بھی تقاضا کر رہے ہیں۔ درسی کتابوں کی تیاری مضامین سپردِ قلم کرنے میں مانع ہو رہی ہے۔ تین چار مضامین ادھورے پڑے ہیں۔

میرے دوست جناب سلیم شہزاد صاحب قلم ادیب اور نقاد ہیں۔ تا حال ان کی دس کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ اصطلاحات غالب پر ان کی ضخیم فرہنگ جلد ہی شائع ہونے والی ہے۔ جدید لب و لہجے کے شاعر ہیں۔ ''کشفیہ''[۲] ان کی ''حمد و نعت و مناجات'' کا مجموعہ بٹر پیپر پر مسودے کی شکل میں تیار ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ یہ اقلیم نعت کے تحت شائع ہو۔ آپ کی رائے کا انھیں انتظار ہے۔

نعت ریسرچ سینٹر کیا ابھی فعال نہیں ہوا؟ ابھی تک اس سینٹر میں جمع شدہ کتابوں میں میری کتاب ''اردو میں حمد و مناجات'' کا ذکر نہیں۔ کیا فضلی برادرز نے اس ادارے کے لیے یہ کتاب نہیں دی۔

الحمدللہ! اس بار دو ریسرچ اسکالر میری نگرانی میں (۱) اردو میں معراج ناموں کی روایت اور (۲) اردو میں منظوم سیرت نگاری، پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ قدیم و جدید دونوں دور کے شعرا کی تخلیقات پر یہ کام ہو رہا ہے۔ نعتیہ شاعری میں اب اس طرح کے مختلف موضوعات پر کام کی ضرورت ہے تا کہ ہر موضوع کے مختلف گوشے سامنے آ جائیں۔

نعت ریسرچ سینٹر کے پروگراموں کی روداد کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ اعلیٰ حضرت نمبر ہندوستان میں حاصل کرنے کی کیا سبیل ہے؟ چند احباب نے اسے خریدنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔

باقی حالات قابلِ شکر ہیں۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

۱۔ ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن (پ: ۱۹۷۷ء)، معروف محقق و سیرت نگار، مدیر: ماہنامہ ''تعمیرِ افکار'' (کراچی)، نائب مدیر: ششماہی ''السیرۃ عالمی'' (کراچی)، متعدد کتابوں کے مصنّف و مولف، چند کتب کے نام: ''تعمیرِ شخصیت و فلاحِ انسانیت سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں''، ''استحکامِ پاکستان سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں''، ''موسیقی کی حقیقت''، ''سوغاتِ مجددی''، ''اقوالِ زواریہ''، ''تاریخ خط و خطاطین''، ''حدود آرڈیننس''، ''عمدۃ السلوک''، ''صراطِ مستقیم''، ''اذکارِ سیرت''، نبی رحمت و شفقت ﷺ'، ''خطابتِ نبوی ﷺ''، ''تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل''۔

~~~~~~

22-06-2007

برادرم! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

حسبِ وعدہ ایک اچھوتا مضمون ''لوک گیتوں میں ذکرِ رسول ﷺ''[۱] ارسالِ خدمت ہے۔ مضمون خاص طویل ہو گیا ہے لیکن مکمّل ہے۔ شاید کہ پسند آ جائے۔ آپ نے ایک آدھ مہینے میں بھیجنے کا کہا تھا اس لیے بہ عجلت مضمون تیار کرنا پڑا جس کی وجہ سے بعض علاقوں کے لوک گیت دست
~~~~~~

رس سیبا ہر رہے اور اس میں شامل نہ ہو سکے۔

محترم سلیم شہزاد کا مضمون بھی ساتھ میں ہے۔ سلیم شہزاد خود اچھے شاعر ہیں اور بھارت کے اچھے ناقدین ادب میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ لغت نویسی میں بھی یہ اچھا درک رکھتے ہیں۔ ''فرہنگ ادبیات'' اور ایک درسی نعت پر یہ کام کر چکے ہیں اور ''فرہنگِ غالب'' زیرِ طبع ہے۔ جدید شاعری اور افسانوی ادب پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ نقدفن میں بے مروّتی ان کا شعار ہے۔ خیر یہ دونوں مضامین پسند آ جانے پر قریبی اشاعت میں شامل کر لیں۔

''لوک گیتوں میں ذکرِ رسول ﷺ'' ادارتی نوٹ کے ساتھ ''نعت رنگ'' میں شامل کر لیا جائے تو کرم ہوگا۔ ''نعت رنگ'' کا شمارہ نمبر ۱۹ تا حال مجھے نہیں مل سکا۔ نعت ریسرچ سینٹر کیسا چل رہا ہے۔ اب تک اس سینٹر سے کون کون سے مقالے شائع ہوئے۔ کون سی سرگرمیاں/ مذاکرے سیمینار اب تک ہوئے۔ وغیرہ کی تفصیلات اگر ''نعت رنگ'' میں آتی رہیں تو قارئین کی معلومات میں اضافہ کا سبب بن سکتی ہیں۔

باقی حالات قابلِ شکر ہیں۔

پس نوشت: میں یہ جاننے کا خواہش مند ہوں کہ جناب سلیم شہزاد کی کتاب فی الوقت کس مرحلے میں ہے؟

والسّلام
یحییٰ نشیط

ا۔مشمولہ: نعت رنگ، ش۲۰،ص۸۲۔۱۰۹

~~~~~~

05-04-2010

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

''نعت رنگ'' کا شمارہ ۲۱ دست یاب ہوا۔ ہمیشہ کی طرح اس کے تمام مشمولات معیاری ہیں۔ ان میں مدحتِ رسول ﷺ کی گل کاری سے ''نعت رنگ'' کا ہر صفحہ مہک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے اس حسنِ عمل کو شرفِ قبولیت عطا کرے اور عشقِ نبی ﷺ کی اس رحمانی سنت کو سارے عالم میں پھیلنے کا ذریعہ ''نعت رنگ'' کے ورق ورق کو بنائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

گزشتہ دو شماروں سے میرے نام میں لفظ محمد کا اضافہ سہواً کیا جا رہا ہے۔ میرا نام تو سیّد یحییٰ نشیط ہی ہے اور میں ہمیشہ اسی طرح لکھتا ہوں مگر اب ''نعت رنگ'' میں سیّد محمد یحییٰ نشیط لکھا جا رہا ہے۔ اُمید کہ آئندہ میرے نام میں اصلاح کر لی جائے گی۔

ڈاکٹر محمد سلطان شاہ نے امرناتھ سیڈھا شوق اور چرن سرن ناز مانک پوری کی تصنیف کردہ دو منظوم سیرتوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ابھی حال ہی میں جناب چندر بھان خیال قومی کونسل برائے فروغ اردو دہلی نے بھی آپ کی سیرت کو منظوم کیا ہے۔ ہندی زبان ورسم خط میں بھی دہلی ہی سے ایک منظوم سیرت مشہور ہندی شاعر نے شائع کی ہے۔

میرے بھائی نعت ریسرچ سینٹر کراچی میں نعتیہ ادب پر تحقیقی کام ہونے لگا ہے اس خبر سے دل خوش ہو گیا۔ برصغیر میں ایک ادارہ تو ایسا قائم ہے جہاں خالصتاً تقدیسی ادب پر تحقیق ہوتی ہے۔ اللہ اسے نظرِ بد سے بچائے آپ کی دُھن، لگن اور محنت کو اللہ ربّ العزت نے قبول کر لیا ہے۔ اسی لیے ادارے میں استحکام پیدا ہوا۔ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

''دیارِ مغرب کے اردو شعرا کی نعتیہ شاعری'' [۱] پر ایک تفصیلی مضمون ارسال کر رہا ہوں۔ امریکا کے شعرا کی نعتیہ خدمات پر معلومات بعد میں حاصل ہوئی، اس لیے ''پس نوشت'' کے تحت اسے مضمون میں شامل کر لیا گیا ہے۔
~~~~~~

سلیم شہزاد نے بھی عرصہ ہوا اپنا نعتیہ کلام بٹر پیپر پر لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ پتا نہیں اس کی اشاعت میں کیوں تاخیر ہو رہی ہے۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

ا۔''دیارِ مغرب کے نعت گو شعرا میں صفوت علی کا مقام''، مشمولہ: نعت رنگ، شمارہ ۲۳، ص ۳۵۲۔۳۶۳

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

امید کہ آپ بہمہ وجوہ خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ''نعت رنگ'' کے تینوں شمارے (۱۲، ۱۳، ۱۴) ''سفیرِ نعت'' کے دو شمارے، ''نعت'' لاہور کے دو شمارے اور دیگر کتابیں دست یاب ہوئیں۔ صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے تیرھویں شمارے کے انتساب میں آپ نے خاکسار کا نام بھی داخل کر دیا۔ اس کے لیے بھی شکر گزار ہوں۔ ''نعت رنگ'' کے دونوں شماروں کی مشمولات بہت معیاری ہیں۔ راجا رشید محمود کا مضمون نعت میں ذکر میلادِ سرکار ﷺ ۵۲۲ کتب کے حوالے سے قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ عنوان تفصیل میں ایک مکمّل کتاب کا متقاضی ہے۔ پھر بھی راجا رشید محمود نے نہایت اجمال سے کام لے کر اس مضمون کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہند کی جامعات میں دو جگہ تو ''میلادناموں'' پر پی ایچ ڈی کے لیے مقالات لکھے جا چکے ہیں۔ بہرحال! راجا رشید محمود کو میری جانب سے مبارک باد دیجیے۔ ایسا ہی ایک مضمون ''اسم محمد ﷺ...نعت کے آئینے میں'' بھی پسند آیا۔ پروفیسر محمد اقبال جاوید نے مضمون تیار کرنے میں عرق ریزی سے کام لیا ہے۔

''نعت کے اشعار اور فنی سقم'' شارق جمال صاحب کا ایک اچھا مضمون ہے۔ اس میں محترم ظہیر غازی پوری کا مکمّل اصولی دفاع ہے۔ ایک بات نہایت ادب سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بزرگوں کی فنی خطاؤں کی نشان دہی کو بزرگوں کی توہین سے تعبیر نہ کیا جائے۔ ظہیر غازی صاحب نے مضمون کیا لکھا کہ برصغیر کے چند اہلِ قلم ان پر ٹوٹ پڑے۔ ظہیر غازی پوری ایک اچھے ادیب، کہنہ مشق شاعر، ناقد و محقق ہیں۔ نہ وہ نقص نکالتے ہیں نہ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہاں! فنی اسقام کی نشاندہی کرنا نکتہ چینی کرنا نہیں ہوتا نہ یہ تنقیص کے دائرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ امت میں بگاڑ کی ایک وجہ بزرگوں کو غلطیوں سے بالاتر سمجھنا بھی رہی ہے۔ ''خطائے بزرگاں گرفتن خطا است'' یہ محاورہ اسی رجحان کا عکاس ہے۔ شارق جمال فی الوقت برصغیر کے چند ماہرینِ عروض میں گنے جاتے ہیں۔

محترم ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی نے ڈاکٹر محمد صدر الحسن ندوی صدر معلّم مدرسہ کاشف العلوم اورنگ آباد کے تحقیقی مقالے کا زبردست جائزہ لیا ہے۔ محترم صدر الحسن ندوی بڑے محنتی استاذ ہیں۔ مطالعہ کا شوق و انہماک قابلِ رشک ہے۔ ترجمہ نگاری میں انھیں یہ طولیٰ حاصل ہے۔ عربی کی کئی کتابوں کا انھوں نے اردو میں بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر صابر سنبھلی اور ڈاکٹر سیّد طلحہ رضوی برق کے مضامین بھی اچھے ہیں۔

جہاں تک خطوط کا تعلّق ہے تو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی صاحب کا خط سب سے طویل ہے۔ اس میں علامہ نے جہاں اوروں کے متعلّق لکھا ہے وہاں خاکسار کی تحریر پر بھی گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ ''(میں نے) اپنی اس تحریر میں کم فہمی کی وجہ سے مولانا فضلِ حق خیر آبادیؒ پر غلط الزام لگایا ہے۔'' تو اس تعلّق سے عرض ہے کہ ''امتناع النظیر خاتم النّبیّین'' کے مسئلہ کو میں سیّد اسماعیل شہیدؒ کے حوالے سے خوب جانتا ہوں۔ لیکن میں نے اپنے مضمون میں مولانا الطاف حسین حالی کی ''یادگارِ غالب''، علی گڑھ ایڈیشن ص ۷۲ تا ۷۴ کے اقتباس ہی کے حوالے سے اس مسئلہ کے متعلّق غالب کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے غالب کے متعلّق ''امتناع النظیر'' کے ضمن میں جو باتیں لکھی ہیں حالی نے مجھ سے زیادہ دفاع یادگارِ غالب میں کیا ہے۔ ''عظمتِ رسول ﷺ میں توہین الٰہ'' اس وقت اس مسئلہ کو سید اسماعیل شہیدؒ نے سمجھا تھا۔ اس لیے اس کا جواب بھی دیا تھا۔ اب نہ

اسماعیل شہیدؒ زندہ ہیں نہ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ۔اس لیے اب اس مسئلے کو الجھانے سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔رہا علمی بحث کا تعلق تو حضرت علامہ سے دست بستہ عرض ہے کہ ان مباحث سے نہ تو امت کو کوئی فائدہ ہوتا ہے نہ ایمانی قوت میں اضافہ۔آج عالمی سطح پر امت جس پر آشوب حالت سے گزر رہی ہے۔اس کا مقتضیٰ تو باہمی اتفاق ہے نہ کہ انفصال۔میں ایک بار پھر عرض کر دوں کہ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور غالب کے متعلق جو باتیں بھی میرے مضمون میں آئی ہیں یادگار غالب ہی ان کا ماخذ ہے۔

پروفیسر قیصر نجفی نے میرے آزاد منظوم ترجمہ کو تاثر سے عاری قرار دیا ہے۔یقیناً میرے اس ترجمے میں صرف جیوتا با پھلے کے خیالات ہی کو اصلی حالت میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔اس میں شاعرانہ خیال آرائی یا اثر آفرینی کا متعلق خیال نہیں رکھا گیا۔میں نے مضمون میں اس کی وضاحت کردی تھی۔البتہ نجفی صاحب نے میرے مضمون ''عظمتِ رسول ﷺ خطوطِ غالب میں'' کو سراہا ہے اس کے لیے ان کا شکریہ ادا کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔

''نعت ریسرچ سینٹر'' کا اشتہار مولانا ملک الظفر سہسرامی کو بھجوا دیا گیا اور اسباق (ماہنامہ پونا) اور انشاء (کلکتہ) کو بھی اس کی زیروکس بھجوا چکا ہوں۔''معراج نامہ بلاقیؔ'' کا تحقیقی جائزہ جلد ہی روانہ کر دوں گا۔آپ کے جواب سے مجھے بڑی راحت ملی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔نعت ریسرچ سینٹر کو موصول ہونے والی کتابوں کی فہرست میں میری کتاب کا ذکر نہیں۔کیا فضلی سنز نے آپ کو یہ کتاب نہیں دی؟

یحییٰ نشیط

~~~~~~

نعت رنگ کا تازہ شمارہ نمبر ۲۷ دستیاب ہوا۔حسب سابقہ اس بار بھی نعت رنگ کے اوراق نہایت اہم مشمولات سے بھرے ہوئے ہیں۔اس کا ہر شمارہ خوب سے خوب تر کی جانب رواں ہے۔آپ کی مخلصانہ سعی اور تگ ودو سے نعت رنگ کا ہر شمارہ تقدیسی ادب میں نئے جہات سے آشنا کرا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔آمین، یارب العالمین! آپ نے ہندوپاک کی جامعات کو نعت پر تحقیقی کام کرنے کے لیے جو فہرست دی تھی، یقیناً وہ ہمارے پی ایچ۔ڈی اسکالرس اور پروفیسرس کی رہنمائی کر سکے گی۔ساتھ ہی یہ بھی طے ہے کہ اردو کے بعض گائیڈس ایسے بھی ہیں جو ایسے موضوعات کو تحقیق کے لیے پسند نہیں کرتے۔ڈاکٹر اسمٰعیل آزاد فتح پوری نے، عرصہ ہوا اس جانب توجہ مبذول کروائی تھی مگر شاید ہماری بے حسی کی وجہ سے ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔پھر بھی ان کی کاوشوں سے کانپور اور اس کے اطراف کی جامعات میں حمد و نعت پر بہت کام ہوا۔اپنی اس محنت پر عنداللہ وہ ماجور ہوں گے۔آپ کی فہرست کے علاوہ محترم ریاض مجید کا مضمون بھی تحقیقِ نعت میں راہ نمائی کرسکتا ہے۔میں نے نعت رنگ کے گزشتہ شماروں میں بعض ایسے مضامین سپردِ قلم کئے تھے جو اپنی جگہ نعتیہ تحقیق کے مستقل موضوع بن سکتے ہیں۔مثلاً اُردو میں معراج ناموں کی روایت، منظوم سیرت نگاری، نورناموں کی روایت، نعت نگاری میں اسطوری فکر، قصیدہ بردہ کے منظوم ترجم کا تقابلی جائزہ وغیرہ۔چند برس قبل امریکہ میں مقیم محترمہ نیر جہاں معروف بہ'اردو آپا' نے ''عالمی زبانوں میں نعت کا سرمایہ'' کے ایک پروجیکٹ پر کام کرنا شروع کیا تھا۔انھوں نے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں نعت کے سرمایہ کو جمع کرنے کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی۔میں نے بنگالی، ملایلم کنڑ، راجستھانی، مراٹھی، ہندی، گجراتی، کشمیری، اڑیا، تیلگو اور بعض لوک ادب کی نعتیں ترجمے کے ساتھ انھیں ڈاک سے بھیج دی تھیں۔آپا نے بھی فرنچ، انگریزی، جرمن، عبرانی، جاپانی، براعظم افریقہ کی زبانوں اور بولیوں میں لکھی گئیں نعتوں کا وافر حصہ اور قطب شمالی کے قریب ترین علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں لکھی گئی نعتوں کا ذخیرہ جمع کرلیا تھا۔لیکن اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے شاید وہ یہ کام مکمّل نہ کرسکیں۔اس دوران ان کے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا تھا اور وہ بالکل نڈھال ہوکر رہ گئی تھیں۔اگر محترمہ کے اس پروجکٹ پر کام کیا جائے تو ساری دنیا کی زبانوں کا نعتیہ سرمایہ نعت ریسرچ سینٹر میں جمع ہوسکتا ہے۔

جہاں تک حالیہ شمارے کی مشمولات کا تعلّق ہے تو ہر ایک اپنی جگہ گوہر نایاب ہے۔آپ کا اداریہ ہمیشہ مثبت انداز میں اپنے قارئین کی رہ
~~~~~~

نمائی کرتا ہے۔ آپ کی اسی مثبت اور تعمیری سوچ کی وجہ ہی سے نعت رنگ نے اتنی ترقی کی ہے۔ اور یہی انداز، اسے اور ترقی عطا کرے گا۔ نعت رنگ کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس میں ہر مکتبِ فکر کے تنقیدی نظریات کو والہانہ انداز میں قبول کیا جاتا ہے اور مسلکی اختلافات کو ہوا نہیں دی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ نعت رنگ میں نعتیہ ادب کا سرمایہ کچھ اس انداز میں جمع ہو گیا ہے کہ اس میں ''رب و رسول'' میں واضح فرق دکھائی دیتا ہے۔ نعت رنگ میں شامل مذاکرہ نعت اور مرثیے کے فرق اور ان میں پائی جانے والی ندرتوں کو واضح کرنے والا ہے۔ تقی عابدی، انوار احمد زئی اور ڈاکٹر عزیز احسن نے اپنی گفتگو میں مذاکرے کے نئے ابعاد قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ گوئٹے کی نظم پر پروفیسر فتح محمد ملک اور حسنین عاقب کے مضامین جرمن شاعر گوئٹے کے عشقِ رسول ﷺ کو واضح کرنے والے ہیں۔ پروفیسر اشفاق انجم نے ''گلدستہ سفینۂ نجات'' پر مدلل معلومات بہم پہنچائی ہے۔ محسن کاکوروی کی نعتیہ شاعری پر سلیم شہزاد کا تنقیدی مضمون تقدیسی ادب کے ناقدین کے لیے مینارۂ نور ثابت ہوگا۔ انھوں نے نعتیہ شاعری میں رسول اکرم ﷺ کی بشریت کو دانستہ ما فوق البشر ثابت کرنے کی غیر اساسی عقیدت کی خبر لی ہے۔ حق پرستی اور بے لاگ و لپیٹ اپنی بات کہہ دینے کی یہ ایک اچھی مثال ہے۔ ناقد کا اپنا ایک منصبی فریضہ ہوتا ہے، اس میں مروت کا دخل فریضے کو ناقص کر سکتا ہے۔ سلیم شہزاد اپنے فن نقد میں سخت گوئی کے لیے معروف ہیں مگر ان کی یہ سختی بے جا نہیں ہوتی اور نہ وہ تنقید کی جگہ تنقیص کو روا رکھتے ہیں۔ ہاں مجھے صرف اتنا محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ نعت کے ایک معتبر اور نامور بزرگ شاعر کی نعتیہ شاعری پر نقد و جرح کی شدت کو کم کر دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ مشاہد حسین رضوی کی نعتیہ شاعری پر سلطان سبحانی کا مضمون اچھا ہے۔ باقی مشمولات بھی اپنی نظیر آپ ہیں۔ آپ نے یہ اچھا سلسلہ شروع کیا ہے کہ سابقہ شمارے کا تجزیہ فوراً بعد شائع ہونے والے شمارے میں کر دیا جاتا ہے۔

نعت رنگ کے شماروں میں 'نعت ناموں' کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ان سے قلم کاروں کو کافی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ حالیہ شمارے میں اشفاق انجم صاحب نے میرے مضمون ''غالبؔ کی مثنوی بیان معراج کا تنقیدی مطالعہ' پر گرفت کرنے کی کوشش کی ہے۔ (۱) ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ ''یہ قرآن وحدیث سے متصادم ہے۔'' (نعت رنگ شمارہ ۲۷ ص ۹۹۴)

غالب کی یہ مثنوی شبِ معراج کی تعریف سے شروع ہوتی ہے۔ اردو میں کسی رات کی تعریف میں مجھے اس سے عمدہ کوئی نظم نہیں ملی۔ غالبؔ نے معراج کے واقعے کی ابتداء جبرئیلؑ کی آمد سے کی ہے۔ یہاں غالبؔ نے مقام کی نشاندہی نہیں کی۔ البتہ راجح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ حطیم میں لیٹے ہوئے تھے کہ فرشتے (حضرت جبرئیلؑ) نے نوید سنائی۔ ام ہانی کے مکان میں استراحت فرمانے کی روایت کو محدثین کمزور سمجھتے ہیں۔ یہاں اس کی بحث کی چنداں ضرورت نہیں۔ فرشتہ آپ ﷺ سے کہتا ہے:

خداوند گیتی خریدار تست
شبست ایں ولے روزِ بازار تست

یعنی مالک زمین و آسماں آپ کا طلب گار ہے۔ کہنے کو یہ رات کا وقت ہے لیکن آپ کے لیے یہی روزِ بازار ہے۔

ترا خواستگار ست یزدانِ پاک
ہر آئینہ از لن ترانی چہ باک

یعنی خداوند عالم خود آپ ﷺ سے ملاقات چاہتا ہے تو اب لن ترانی کا کوئی اندیشہ نہیں۔

بیار ائے شمشاد بے سایہ را
بہ پیمائے اورنگ نُہ پایہ را

یعنی اپنے شمشاد جیسے سیدھے قد سے جس کا سایہ نہیں پڑتا، اٹھیئے اور نو درجے کے تخت یعنی آسمان کو طے کر ڈالئے۔ اس کے بعد آپ کو سواری کے لیے ایک گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس نے آپ ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کرائی اور پھر آپ ﷺ آسمانوں کی جانب روانہ ہوئے۔ پہلے آسمان پر (جس کو نجوم میں فلکِ قمر کہا جاتا ہے) آپ ﷺ کی سواری پہنچنے کی روداد میں غالبؔ نے علمِ نجوم کا سہارا لیا ہے اور آگے اس علوی سفر کی تمام روداد کو اسی علم کی روشنی میں بیان کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ پروفیسر اشفاق انجم غالبؔ کے اس شعری پیرائے کو قرآن وحدیث سے متصادم سمجھتے ہیں، جبکہ ہماری نعتیہ شاعری میں نجوم سے ناواقف شعراء بھی کہیں نہ کہیں اس کا استعمال کرتے آئے ہیں۔ خود اشفاق انجم کے یہاں اس کی مثالیں دیکھنے کو مل جاتی ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں:

چوم کے جس کے روشن تلوے چمکا چاند | خود وہ کیسا ہوگا خدایا گیسوؤں والا
سورج جس کی پیشانی کا ہلکا پر | کون و مکاں کے نور کا ہالا گیسوؤں والا
شاید ٹپک گئی تھی پسینے کی کوئی بوند | اسریٰ کی شب تجلّی ہوئی ماہتاب میں
سفیرِ اسریٰ کی خاطر یہ اہتمام سفر | ہوا کو اسپ کیا، کہکشاں کو جادہ کیا
وہ شبِ اسریٰ سفر کی داستاں | مل گئے جیسے مکان و لا مکاں
نور میں ڈوبے ہوئے تھے سب جہاں | رف رف و قصویٰ نشیں تم پر سلام
کہکشاں کا ہر ستارہ نقشِ پا | چاند تلوے چوم کر روشن ہوا
راستے سے آسماں بھی ہٹ گیا | راہیِ عرشِ بریں تم پر سلام
زیرِ پا ہے فلک محو حیرت ملک | نقشِ پا کی چمک قاب قوسین تک

ماورائے گماں، تم پہ لاکھوں سلام

کیا مندرجہ بالا اشعار کے واقعات قرآن واحادیث سے ثابت ہیں یا صرف ایک وجدانی کیفیت اور غلوئے عقیدت کے بہاؤ میں لکھے گئے ہیں؟؟ حضور ﷺ سے رکھی جانے والی محبّت کا تقاضا ہی ایسے اشعار قلم برداشتہ صفحۂ قرطاس پر اتار دیتا ہے۔ ان پر نہ علماء کرام گرفت کرتے ہیں نہ صوفیاء کرام، بلکہ پیر ومرشد تو دعائیں دیتے ہیں اور خود شاعر ایسے اشعار کو روحانی فیوض کا ثمرہ گردانتا ہے۔ ایک میلادیہ نعت میں اشفاق انجم نے یہ اشعار قلم بند کئے ہیں:

''حضورؐ تشریف لا رہے ہیں''، صدا فرشتوں کی آرہی ہے | فلک ستارے چھڑک رہا ہے، زمین کلیاں بچھا رہی ہے
فرشتے مکہ پہنچ رہے ہیں ، ہے غرقِ انوار کعبۃ اللہ | سواری نبیوں کی وقفے وقفے سے آسمانوں سے آرہی ہے

(اشفاق انجم: ''صلوا علیہ وآلہ'' ص ۹۳۔۹۲)

یہ نہ تو قرآن واحادیث سے لگا کھاتے ہیں نہ اس واقعے کے تاریخی پہلو سے ان کا واسطہ، بلکہ شاعر کی عقیدت تو ان ساروں کو جھٹلا رہی ہے۔ پھر بھی یہ اشعار فیوض وبرکات کا ثمرہ سمجھے گئے ہیں۔ ان شواہد سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ اگر نعتیہ شاعری کو بالقصد قرآن واحادیث کی میزان پر پرکھنے کی کوشش کی جائے تو اس کا شاید نو، دس فی صد سرمایہ دریا برد کرنا پڑے گا اور تقدیسی شاعری کی بربادی کا یہ بڑا سانحہ قرار پائے گا، نیز ہمیں اپنے کلاسکی ادب سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اشفاق انجم کے درج بالا اشعار میں شاعر کی عقیدت کا دھارا اتنا تیز ہے کہ معراج کا ذکر آتے ہی سیارات

ونجوم اور خلاء وسماء کے مضامین نعت کے اشعار سے جڑ جاتے ہیں۔اس میں شاعر کی فکر کو دخل نہ فن کا کمال، بس خیالات کی آمد کا سلسلہ ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا اور اسی جذب وکیف اور سرشاری وسرمستی میں وہ ''خلاء میں بھی پاپیادہ سفر کرنے لگتا ہے اور'' آیۂ قوسین کے حوالے سے آسمان کو اپنا مکان لکھنے کا دعویٰ کرتا ہے:

نبی کے عشق میں کچھ ایسا جذب طاری تھا　　سفر خلاء کا بھی انجم نے پاپیادہ کیا
الٰہی، آیۂ 'قوسین' کے حوالے سے　　میں آسمان کو اپنا مکان لکھتا ہوں

(صلوا علیہ وآلہ، ص مختلف)

اس لیے شاعری چاہے وہ تقدیسی ہی کیوں نہ ہو، جب تک وہ قرآن واحادیث کی تعلیمات اور امور شرعیہ سے متصادم نہیں ہوتی، اسے کم سے کم اباحت کے دائرے میں جگہ دی جانی چاہیے۔

۲) اشفاق انجم کا دوسرا اعتراض یہ کہ میں (مضمون نگار) نے ''فلک اور سما'' کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا۔انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

''فلک قرآن کے مطابق وہ اجرامِ فلکی ہیں جو متحرک ہیں جنھیں سائنسی وجغرافیائی اصطلاح میں ''سیارہ'' کہتے ہیں اور علم نجوم کی اصطلاح میں یہ ستارہ کہلاتے ہیں (ستارہ شناس اور ستارہ شناسی کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے) اور یہ ہمارے نظام شمسی کا حصہ ہیں۔ایسے کئی نظام شمسی خلا میں موجود ہیں۔ان کے علاوہ غیر متحرک روشن اجرام (ستارے) آسمانوں کی زینت ہیں (جو شیطانوں کو مارے جاتے ہیں) یہ تمام کے تمام ''تحت السما''، یعنی حقیقی آسمانوں سے نیچے ہیں۔جو لوگ ''فلک'' کو 'سما' جانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں'' (نعت رنگ ش۲۷ ص ۹۹۴-۰۰۵)

پروفیسر صاحب کے اس فاضلانہ تبصرے کو پڑھنے کے بعد میں نے قرآن سے رجوع کیا تو پتہ چلا کہ وہاں لفظ 'فلک'' کا استعمال دو جگہ ہوا ہے۔دونوں جگہ یہ لفظ ' آسمان' یا 'گھیرے'، دائرے کے معنی میں مستعمل ہے۔پارہ نمبر ۱۷ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۳۳: وَھُوَ الَّذِی خَلَقَ الَّیلَ وَالنَّھَارَ وَالشَّمسَ وَالقَمَرَ ط کُلّ فِی فَلَکٍ یَّسبَحُونَ۔تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کے معنی ہیں، ''اور وہ ہے خدائے تعالیٰ جس نے اپنے کمال سے پیدا کیا رات کو اندھیری جو آرام کریں اور سوویں اور پیدا کیا دن کو روشن تو اس میں تلاش کسب کی کر کے روزی پیدا کریں اور پیدا کیا اپنی قدرت سے سورج اور چاند کو اور یہ سب آسمان میں پھرتے ہیں''۔گویا فلک کے معنی یہاں آسمان کے ہیں۔اشرف علی تھانوی نے اس آیت میں لفظ 'فلک' کے معنی ''دائرہ'' بتائے ہیں، جس سے غالباً جغرافیائی اصطلاح ''مدار'' مراد ہے۔اس کے علاوہ سورۂ یٰسٓ کی آیت نمبر ۴۰ میں بھی لفظ فلک کا استعمال ہوا ہے ''وَ کُلُ فِی فَلَکٍ یَّسبَحُون''، یعنی ''اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔'' یہاں بھی فلک کے معنی دائرہ یا آسمان ہی ہے۔ان دونوں آیتوں کے علاوہ لفظ فلک کا استعمال قرآن حکیم میں اور کہیں نہیں ہوا۔اور نہ ہی اس لفظ کا اطلاق ''اجرام، سیارے یا ستارے کے معنی پر ہوا ہے۔شاید اشفاق انجم کو یہاں معنی کی تفہیم میں تسامح ہوا ہے۔

قرآن حکیم میں دوسرے ایک لفظ ''سما'' کا استعمال بھی ہوا ہے اور اس کے معنی مترجمین قرآن نے آسمان یعنی فلک ہی کے لیے ہیں۔مثلاً ''السمٰوات والارض'' سے مراد آسمان وزمین ہے۔السمٰوات، السما کی جمع کا صیغہ ہے۔قرآن میں یہ ترکیب جتنی بھی جگہ استعمال ہوئی ہے اس کے معنی ''زمین وآسمان ہی کے لیے گئے ہیں۔پھر کس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ ''جو فلک کو سما کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔قرآن میں نجم، کوکب، شہاب وغیرہ کا ذکر ستارے اور سیاروں کے لیے ہوا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ 'شہاب' ٹوٹے ہوئے تارے ہی کے لیے استعمال ہوا ہے ان دلائل کی روشنی میں اشفاق انجم کی جرح کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔

۳) اشفاق انجم کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جنت کو سجانا، حوروں کا سنورنا سجنا، تمام مفروضات ہیں۔ تو ان سے عرض ہے کہ جنت کو سجانے اور حوروں کے سنورنے کی کئی احادیث آپ بہ آسانی تلاش کر سکتے ہیں۔ پھر آپ نے خود مذکورہ بالا اشعار میں فرشتوں کے استقبالِ رسول ﷺ کے لیے آسمانوں سے مکہ میں وارد ہونے اور ''تشریف لا رہے ہیں'' کی صدا لگانے کا اعتراف کیا ہے۔ غالبؔ نے اگر ایسا بلکہ آپ کے ڈھنگ سے کئی درجہ بہتر انداز میں کہا ہے تو اس پر گرفت کیا معنی؟؟

۴) اشفاق انجم نے ''واقعۂ معراج کو اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان معجزہ'' کہا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا معجزہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرت کہنا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ معجزے کی نسبت پیغمبر اور نبی سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وقوع پذیر ہوتا ہے۔

۵) اشفاق انجم کا پانچواں اعتراض یہ ہے کہ میں (مضمون نگار) نے ''غالبؔ کو ماہر نجوم کی حیثیت سے پیش کیا ہے جبکہ غالب نے اپنی مثنوی میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس زمانے میں عام سی باتیں تھیں۔ علم نجوم کی اصطلات سے واقفیت اور اس کے اسرار و رموز کا علم دو علاحدہ چیزیں ہیں، اس کی واضح مثال غالبؔ اور مومنؔ ہیں۔ مومنؔ کا شمار ان کے عہد کے نابغۂ روزگار ستارہ شناسوں میں ہوتا تھا جبکہ غالبؔ کے ستارہ شناس ہونے کی کوئی روایت موجود نہیں ہے۔'' (نعت رنگ شمارہ ۲۷ ص ۵۰۰)

مولانا محمد حسین آزاد کی 'آبِ حیات' میں مومنؔ کی نجوم شناسی کے دو تین قصے درج ہیں ان کے کلیات میں علم نجوم پر سطحی انداز کے چند اشعار ملتے ہیں جن میں ان کا ایک مشہور شعر بھی ہے۔ اس میں نجوم کے ساتھ فن موسیقی کے نکات پیش کئے گئے ہیں:

اس غیرت ناہید کی ہر تان ہے دیپک
شعلہ سا چمک جائے ہے آواز تو دیکھو

ان اشعار کے علاوہ مومنؔ کے علم نجوم پر دست رس کا کوئی تحریری ثبوت (ان کا اپنا تحریر کردہ) نہیں ملتا جبکہ غالبؔ کی مثنوی ''بیان معراج'' میں علم نجوم اور اس کی اصطلاحات کا ایک دریا ہے کہ بہتا چلا آتا ہے۔ پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ میرے مضمون میں مومنؔ اور غالبؔ کا موازنہ مقصود بھی نہیں ہے۔ ہمیں اس بات سے بھی کوئی سروکار نہیں کہ غالبؔ علم نجوم میں مومنؔ سے زیادہ قابل تھے یا ان کا علم مومنؔ کے مقابلے میں کمتر تھا۔ ہوسکتا ہے کہ علم نجوم میں غالبؔ کی معلومات سرسری رہی ہوں گی لیکن انھوں نے اس مثنوی میں جن نجومی نکات کو بیان کیا ہے اس سے ان کے متعلّقہ علم کی گہرائی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اشفاق صاحب کا یہ بھی اعتراض ہے کہ غالبؔ نے اپنی مثنوی میں 'مریخ' کو زیادہ روشن سیارہ کہا ہے۔ تو عرض ہے کہ مثنوی کے سیاق کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہی اصل حقیقت سمجھ میں آسکتی ہے۔ مضمون میں ان ساری باتوں کی وضاحت کی میں نے ضرورت محسوس نہیں کی۔

۶) اشفاق انجم نے اپنے چھٹے اعتراض میں بلا وجہ غلط مبحث قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو میں معراج ناموں کی روایت پر میرے شاید تین چار مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں میں نے ادب کے ناقدین کو اس جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی کہ ''عالمی ادب میں علوی سفر پر جتنی بھی تخلیقات پائی جاتی ہیں، وہ تمام تخیلاتی اور توہماتی ہیں ان کے بالمقابل اردو کے معراج نامے رکھے جا سکتے ہیں جن کے واقعات حقیقی اور تاریخی نوعیت کے ہیں''۔ ظاہر ہے کہ ان سفر ناموں کی روداد اور معراج کے سفر کی روداد میں فرق ضرور رہے گا۔ ہاں البتہ ان کے تقابلی جائزے میں ان کے موضوعات پر بحث ہوسکتی ہے اشفاق انجم جانتے ہوں گے کہ اقبال نے ''جاوید نامہ''، دانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' کے جواب میں لکھا تھا وہ خود بھی ایک معراج نامہ لکھنا چاہتے تھے اور اس کے لیے حضرت غوث گوالیاری کی کتاب کی انھیں تلاش تھی جو باوجود بسیار کوشش کے انھیں حاصل نہ ہوئی اور معراج نامہ لکھنے کا ان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔ میں نے جاوید نامہ میں فلک قمر کی روداد اور غالبؔ کی مثنوی بیان معراج میں فلک

قمر کے سفری احوال دونوں کو یکجا رکھ دیئے ہیں۔واقعہ معراج سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔اشفاق انجم صاحب اگر اردو، فارسی کے میلاد ناموں اور نور ناموں کا مطالعہ کریں گے تو انھیں پتہ چلے گا کہ اسطوری فکر نے انھیں اسلامی اساس سے کتنی دور ڈھکیل دیا ہے۔

میں نے اپنے مضمون میں اس امر کا اعتراف بھی کیا ہے کہ ''(معراج) کی ان ساری تفصلات کے بیان میں انھوں (غالبؔ) نے اپنے علم وہنر کو تو خوب آزمایا لیکن نفسِ مضمون اور موضوع کی انھوں نے مطلق پروانہ کی اور واقعہ معراج کے حقائق اور تفصیلات جو احادیث میں مذکور ہیں، ان سے سراسر اغماض برتا۔یہاں تک کہ اس میں مختلف علوم کے پرتو تو نظر آتے ہیں لیکن واقعہ ٔمعراج کی روشنی کہیں نظر نہیں آتی کہیں کہیں چقماق کی سی چنگاریاں نظر آتی ہیں وہ غالبؔ کے حسنِ تدبر، تفکّر اور تخیّل کے سائے میں آنکھ مچولی کرتی نظر آتی ہیں۔اس مثنوی میں غالبؔ کا کمال فن اوج پر دکھائی دیتا ہے۔اس میں تقدس کا بھی خیال رکھا گیا ہے، لیکن معراج سے رکھی جانے والی عقیدت اور حضور ﷺ سے رکھی جانے والی انسیت کا اس مثنوی میں فقدان نظر آتا ہے۔'' آخر میں میں ایک بار اور کہتا ہوں کہ ''بیانِ معراج'' خالصتاً مذہبی موضوع کی حامل مثنوی ہے۔مگر غالبؔ نے شعری جمالیات کے سہارے اور مضمون و معنی آفرینی کے ذریعے اس کے کشف کو بڑی حد تک کم کر دیا ہے۔عقیدت میں فن کو سمانے کا یہ ہنر بڑا مستحسن ہے۔مذہبی امور کا یوں فنکارانہ اظہار کہ تقدس مجروح بھی نہ ہو، نہایت مشکل عمل ہے۔واقعہ ٔمعراج بیان کرتے وقت انھوں نے علم نجوم کے غوامض کو ماہرِ فن کی طرح منکشف کیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ اس علم میں درک رکھتے تھے بلکہ سیاروں کے سعد و نحس اثرات کو بھی مانتے تھے۔شبِ معراج کی تعریف میں غالبؔ نے جو اشعار قلم بند کئے ہیں، اردو میں کسی رات کی تعریف میں مجھے ایسے اشعار دکھائی نہیں دیئے۔میرا اپنا ماننا ہے کہ اگر غالبؔ واقعہ ٔمعراج کو منظوم نہ کرتے اور صرف منقبتِ شبِ معراج ہی پر اکتفا کر لیتے تو بھی ''معراج'' پر نظم لکھنے کا حق ادا ہو جاتا۔

والسّلام

یحییٰ نشیط

~~~~~~

'نعت رنگ' کا انتیسواں شمارہ باصرہ نواز ہوا۔آپ کی محبّت وخلوص کا یہ کمال ہے کہ آپ خاکسار کو یاد رکھتے ہیں۔حسب روایت یہ شمارہ بھی اپنی صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بہتر ہے، البتہ آپ کے طویل سفر کی تکان کے اثرات کا یہ شکار ہوا ہے۔نیٹ پر میں نے جیسے ہی اس پر نظر ڈالی تو ''ابتدائیہ'' کی پہلی سطر ہی پر نظر اٹک گئی۔ابتدائیہ کا یہ جملہ آپ کے قلم سے پتہ نہیں کیسے پھسل گیا؟

''ادب و فکر میں اظہار پانے والے خیالات و افکار دراصل اس شعور کے مظاہر ہوتے ہیں، جو کسی قوم کے اجتماعی طرزِ احساس کی تشکیل اور اس کی تہذیب کی تعمیر و استحکام کی بنیاد بنتا ہے۔''

یہاں ادب کے بعد لفظ 'فکر' غیر ضروری ہے۔کیونکہ 'فکر میں اظہار پانے والے افکار تو بے معنی، عیب دار فقرہ ہے اور اس سے معنی کے خبط ہو جانے کا اندیشہ بنا رہتا ہے۔مذکورہ جملے میں 'ادب و فکر' کی اضافی ترکیب سے فکر حذف کر دیا جائے تو جملہ درست ہو جاتا ہے۔

صبیح صاحب! وہ مغرب پرست جو اپنے مغربی آقاؤں کے 'الش' کو نعمت غیر مترقبہ سمجھتے ہیں، آپ ان ہی کی ہاں میں ہاں ملانے کی سعی فرما رہے ہیں اور اسی لیے آپ اردو میں نقد ادب کے سلسلے کو بہت بعد کا کہہ رہے ہیں۔بھائی میرے، دریداؔ جس نے لفظ و معنی کے باب میں ہزاروں صفحات صرف کیے ہیں اور جن کے اقتباسات کے ترجمے اردو ادب کی تنقیدی کتابوں میں شامل کر کے ہمارے ناقدین، ادب میں نئی تحریکوں کی نشان دہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ مشرقی ادبی نظریات سے کیوں متنفّر نظر آتے ہیں، حالانکہ مشرقی شعریات پر غور و تدبر کیا جائے (اور الحمدللہ اردو ناقدین میں عربی اور سنسکرت جاننے والے چند معتبر حضرات آج بھی موجود ہیں) تو پتا چلتا ہے کہ مشرقی شعریات، مغربی شعریات اور ادبی نظریات
~~~~~~

سے قدرے آگے ہے۔ دور کیوں جائیں ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت گرو کی مدح میں لکھے گیے ''ابراہیم نامہ'' اور ولی دکنی کے دیوان میں بیسیوں اشعار ایسے ضرور مل جاتے ہیں جن میں لفظ و معنی کے رشتے کی بحث کو نہایت مؤثر انداز میں سمجھایا گیا ہے۔ یہ ادبی نظریات دریدا سے کم و بیش چار سو سال قبل اردو میں معرض وجود میں آچکے تھے۔ عربی ادب میں بھی جاحظ اور ابن رشد کے ادبی نظریات، ادب کو اساسی استحکام نصیب کرنے والے ہیں۔ ان مشرقی مفکّرین ادب کو نظر انداز کر کے مغربی مفکّرین کے علم کو بلند کرنے کی سعی کرنا کہاں کی دانائی ہے۔

نعت رنگ کے اٹھائیسویں شمارے کے بارے میں محترم شمس الرحمٰن فاروقی کی رائے کوئی اچھا تأثر قائم نہ کر سکی۔ انھوں نے نعت رنگ کے بیشتر مشمولات کو 'رطب و یابس' کے خانے میں رکھا ہے اور ان مشمولات کی وسیع جگہ گھیرنے پر معترض دکھائی دینے والے فاروقی صاحب نے اپنے منفی رویے کو عربی فقرے ''ماشاء اللہ'' سے مربوط کیا ہے۔ یہ اس عربی فقرے کا درست استعمال نہیں ہے، بلکہ اسلوبِ قرآنیہ اور اردو روزمرہ کے بھی خلاف ہے۔ یہ فقرہ تو کلمۂ تحسین و آفرین ہے نہ کہ کلمۂ تحقیر و نفرین۔ صبیح صاحب! آپ نے محترم فاروقی صاحب کو تقدیسی ادب کی جانب توجہ فرمانے کے لیے جو دعوت دی ہے وہ نہایت مستحسن قدم ہے۔ چرکیںؔ کے کلام کے بول و براز میں ادبیت تلاش کرنے کی بجائے تقدیسی ادب میں ادبیت کے مقدمات اور اس کے نورانی گوشوں کو نمایاں کرنا کارِ خیر سے کم نہیں۔ امید قوی ہے کہ فاروقی صاحب تقدیسی ادب کی تنقید پر ایک رہنما کتاب ضرور پیش کریں گے تا کہ مبتدیانِ ادب ان کے خیالات سے استفادہ کر سکیں۔

نعت کی تقدیسی شناخت کے ساتھ اس کی ادبی حیثیت کی جانب دنیا بھر کے ادب شناسوں کو نعت رنگ کے سہارے متوجہ کرنے کی آپ کی سعی یقیناً بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہوگی اور اس سعی کے لیے آپ کا اطمینان اپنی جگہ درست ہے یہ طمانیت ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ گذشتہ شمارے کی بعض مشمولات پر آپ کی رائے نعتیہ ادب کی توسیع کے بعض نئے آفاق تلاش کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ وفیات کا کالم پڑھتے وقت کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ بقول غالبؔ:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

ریاض مجید کے حمدیہ قصیدے میں چند تسامح جو یقیناً ٹائپ کی وجہ سے در آئے ہیں۔ مجموعی طور پر حمدیہ شاعری کا حصہ روایتی انداز سے ہٹ کر نئی فکر کو ابھارنے میں معاونت کرتا ہے۔ ڈاکٹر طارق ہاشمی کا طویل مضمون ''مغرب کا نعتیہ بصری ادب'' اگر چہ بالکل نئے اور اچھوتے موضوع کو لیے ہوئے ہے، لیکن مغرب کا یہ طرزِ فکر شاید ہمارے علمائے کرام کو مطلق پسند نہ آئے، اس لیے کہ اسلام تصویر کشی اور مجسّمہ سازی کی نفی کرتا ہے۔ سلیم شہزاد نے اپنے مضمون میں نعت کی شعریت کو شجری خاکے کی مدد سے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے ذیل میں انھوں نے قدیم و جدید شعرا کے نعتیہ اشعار بھی قلم بند کیے ہیں جو شاید ان کے وتیرے کے خلاف ہے۔ کیونکہ بعض مضامین نظروں سے ایسے بھی گزرے ہیں جن میں مثالیں ڈھونڈنے کو آنکھیں ترستی رہ جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ریاض مجید کے مضمون ''بر سبیلِ نعت'' کی قوس کشیدہ سرخی میں 'فقہی مسالک اور مذہبی گروہ بندیاں' درج ہے اس کی بجائے 'فقہی مسائل اور مسلکی گروہ بندیاں ہوتا تو میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ مناسب ہوتا۔ کیونکہ ہمارے یہاں مسلکی اختلاف تو پایا جاتا ہے، مذہبی نہیں۔

نعت میں محاورات۔۔۔ کا استعمال، ڈاکٹر عزیز احسن کا مضمون نعتیہ شاعری کو لسانیات اور شعریات پر پرکھنے کا نیا شعور عطا کرتا ہے۔ اس ضمن میں ان کی کتابیں نعت گو شعرا ہی نہیں ناقدینِ ادب کی بھی رہنمائی کرتی ہیں۔ دراصل ادبی تخلیقات میں محاوراتی زبان کا استعمال ادب پارے کو ہماری سماجی، تہذیبی اور ثقافتی اقدارِ حیات میں پائے جانے والے فطری ربط کو توانا کرنے میں معاونت کرتا ہے۔ اس کے برعکس استعارات، تشبیہات،

علامات وغیرہ حقیقت سے ماورا ایک تخیلاتی دنیا سے آشنا کراتے ہیں شاید اسی لیے قرآن حکیم نے شاعری کو وادیِ ہائم اور شعرا کو 'یتبّعھم الغاون' کہا ہے۔ معراج کے موضوع پر اس شمارے میں دو مضامین ہیں صفوت کے معراج نامے میں جسمانی معراج کے سائنسی امکانات پر غور کیا گیا ہے جبکہ نذر صابری کا معراج نامہ متصوفانہ فکر کا حامل ہے۔ نعتیہ ادب میں معراج کا موضوع آج بھی تحقیق وتنقید کے لحاظ سے تشنہ ہے۔ برصغیر میں لکھے گئے معراج نامے مکمّل طور پر ہمارے سامنے نہیں آئے ہیں۔ لے دے کر ہماری سعی دکنی معراج ناموں سے آگے نہیں بڑھتی شمالی ہند کے کئی معراج نامے آج بھی پردۂ خفا میں ہیں۔ یہی حال پاکستان کے اردو معراج ناموں کا ہے۔ وہاں صرف پنجابی زبان میں سو سے زیادہ معراج نامے منصّۂ شہود پر آچکے ہیں لیکن اردو معراج نامے شاید دو ہندسی عدد میں بھی نہیں۔

پروفیسر مجید بیدار اور پروفیسر اقبال جاوید کے مضامین کی سرخیاں اگر چہ علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں لیکن دونوں میں نعتیہ موضوعات کی تاریخی صداقتوں کو تلاشا گیا ہے۔ حالیہ بیس برسوں میں نعتیہ ادب کی تخلیق جس سطح پر ہوئی اور روایت سے ہٹ کر ان میں جو بھی تبدیلیاں واقع ہوئیں اور فی الحال نعتیہ شاعری میں جو تجربات کیے جارہے ہیں ان تمام کو ڈاکٹر محمد کمال اشرف نے مختلف رسالوں کی روشنی میں تلاشا ہے۔ آپ کا مضمون ''اُردو حمد کی شعری روایت'' پچاس باون صفحات پر مشتمل ہے۔ جامعاتی سطح کے ایک تحقیقی موضوع کو آں جناب نے ایک مضمون میں قلم بند کردیا ہے۔ اس موضوع پر آپ کی ایک دو اہم کتابیں بھی منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تقدیسی ادب کی توسیع وتشہیر میں آپ کو تادمِ حیات کام کرنے کی توفیق عطا کرے۔ قندِ پارسی کے تحت مولانا جامؔی، عرفؔی، شیرازی اور مولانا احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری پر اچھے مضامین قلم بند ہوگئے ہیں۔

'فکروفن' اس عنوان کے ذیل میں امیؔر مینائی کی نعتیہ شاعری پر دو مضامین خاصے کے ہیں۔ محمد آصف کا ''شبؔلی کی نعتیہ شاعری'' پر لکھا گیا مضمون بہتر کوشش ہے۔ موصوف غالبًا ''برار کے نعتیہ اثاثے'' پر تحقیق کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر طرح سے مدد ونصرت فرمائے۔ ان کے علاوہ نعت رنگ میں شامل دیگر مضمون نگاروں کی تخلیقات کما حقہ اپنے معیار کا خیال رکھ کر لکھنے کی کوششوں کی غماز ہیں 'مطالعۂ نعت' کے باب میں سلیم شہزاد کی کتاب ''کشفیہ'' پر عزیزی حسنین عاقبؔ کا تبصراتی مضمون کتاب کے تمام مشمولات کا اچھا جائزہ ہے۔ انھوں نے اپنے تبصرے کو تجزیاتی سطح پر پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ محمد اشرف کمال کی کتاب سے زیادہ مشکل صاحبِ تبصرہ سلیم شہزاد کا مضمون ہے، جو تبصرے سے زیادہ رہنمائی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ پھر بھی محمد اشرف کمال کی کتاب ''نعت کے اسلوبیاتی جائزے'' کو اسلوبیاتی تنقید میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور اس کی قدر اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کی اس میں نعت کے اسلوبیاتی نظام پر بھر پور بحث کی گئی ہے۔ نعت رنگ میں بعض مجامع حمد ونعت پر بھی تعارفی مضامین قلم بند ہوئے ہیں۔ ایوانِ مدحت کی اکثر نعتیں شعریت اور شعریات پر پوری اترتی ہیں۔ احمد جاوید کے نعتیہ قطعات کو اگر ثلاثی کی سرخی دی جاتی تو زیادہ بہتر ہوتا۔ سلیم شہزاد کی نظم ''پتھر آنکھ میں گوہر'' اقبالؔ کی فارسی نظم ''تیز ترک گامزن، منزلِ مادور نیست'' کی یاد تازہ کرتی ہے۔ سعود عثمانی کی نظم ''استغاثہ'' میں استمداد کا پہلو غالب نظر آتا ہے۔

نعت ناموں کی طوالت اکثر انقباض پیدا کرتی ہے اور پڑھتے وقت بوریت محسوس ہوتی ہے۔ اگر ان خطوط میں تفصیل کی بجائے اجمال کو ترجیح دی جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ بعض خطوط میں ضمیر ''میں'' بڑا کھلتا ہے۔ یہ خودنمائی کی ایک صورت ہے جو غیر مستحسن مانی جاتی ہے۔ ان خطوط میں بحث کے تعمیری پہلوؤں کا خیال رکھا جانا سودمند ثابت ہوگا۔ فن اور فن پارے پر سنجیدہ، غیر جانب دارانہ مبسوط ومعتبر سمجھاؤ نعت رنگ کی قدر میں ان شاءاللہ اضافہ ہی کریں گے۔

والسّلام
یحییٰ نشیط

یعقوب اعوان، محمد (پشاور)

23-01-2004

محترم جناب صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

مزاج گرامی مع دوست احباب بزرگ اور اہل خانہ رب کریم سے نبی پاک ﷺ کے صدقے ہر دو اطراف کے بخیر مطلوب۔

عرض ہے کہ گرامی نامی نظر نواز ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔

آپ کو پشتو کی مندرجہ ذیل نعتیہ کتب ارسال کر رہا ہوں۔ اگر آپ نے قبول فرمالیں تو میرے لیے سعادت کا باعث ہوگا۔

۱۔ خوابزۂ نعتونہ، مرتبہ: فقیر محمد عباس قادریہ، تاریخ اشاعت: ۱۴راگست ۱۹۷۷ء۔ اس میں مختلف نعات حضرات کی نعتیں ہیں جس میں ان کی اپنی نعتیں بھی شامل ہیں۔ رحمان باباؒ، خوش حال خان خٹک سے لے کر ۱۹۷۷ء تک کے بقید حیات شعرا کا کلام درج ہے جو اُن کے فرمانے کے مطابق گھر گھر پھر کر انھوں نے پورے صوبے سے حاصل کیا۔ نیز قصیدۂ بردہ شریف کا منظوم پشتو ترجمہ بھی (چند اشعار) از محبّ الدین شامل ہیں۔ص ۱۷۲۔۱۶۸۔ اس کتاب میں ۱۵۴ر نعتیں ہیں۔مرد شعرا+خواتین شعرا

۲۔ خکلی نعتونہ، مرتبہ: فقیر محمد عباس قادریہ، دینی مدرسہ حجرہ بہادر خان مرحوم، تاریخ اشاعت اوّل، یکم نومبر ۱۹۷۷ء، کندے محمد زی کملے رقم چارسدہ (اشاعت دوم یکم نومبر ۱۹۷۹ء) علاقہ پشنگر ضلع پشاور صوبہ سرحد۔ اس میں نئے اور پُرانے ۱۳۰ر نعات حضرات کا کلام ہے۔(مرد، خواتین شاعرات)

۳۔ دنعقونہ گل دستہ (نعتیہ دیوان) شاعر عبداللہ استاد نوشہرہ، صوبہ سرحد۔ اس میں ۴۸ر نعتیں شامل ہیں۔ حال ہی میں شائع ہوئی ہے مگر تاریخ اشاعت درج نہیں۔

۴۔ گل دستہ حجاز (نعقونہ) (دیوان) شاکر فضل الرحمٰن فیضان سوات صوبہ سرحد، اس میں ۸۷ر نعتیں ہیں۔

۵۔ دنعقونہ مجموعہ (دیوان) احسان اللہ مضطر، مانکی کلی تحصیل صوابی، ضلع مردان، صوبہ سرحد (حال ہی میں شائع ہوئی ہے) اس میں حمد=۱، نعت=۱۴، تاریخ اشاعت درج نہیں۔ یہ تو آپ کے لیے حاضر ہیں۔

اب اپنی بات کرتا ہوں۔ میں اپنے خاندان میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو زندگی کے آخری ایام میں ہیں۔ آپ کے شائع شدہ ''نعت رنگ'' کے ۱۹ر شمارے ایک نہایت نیک نفس انسان محترم ایم رشید وارثی صاحب کے ذریعے مل چکے ہیں اور آگے بھی اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور نبی پاک ﷺ کے صدقے وہ بھجواتے رہیں گے اور یہی میرا اثاثہ ہے جس پر زندہ ہوں۔

نوٹ: دونوں شہ پارے ''نعت کی تخلیقی سچائیاں'' اور ''نعت اور آدابِ نعت'' حاصل کر چکا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

فقط سب خیریت و دعا گو

محمد یعقوب اعوان

~~~~~~

05-01-2004

محترم صبیح رحمانی صاحب! السّلام علیکم!

عرض ہے کہ چند ماہ قبل آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اگر پشتو نعتیں مل جائیں تو ترجمہ کے ساتھ ارسال کر دوں۔

میں نے پشتو نعتوں کی کتاب حاصل کر لی ہے جس میں مختلف پشتو نعتیں ہیں اور نعات حضرات بھی مختلف ہیں۔

۱۔ آپ کو کتنی پشتو نعتیں چاہییں۔ مع ترجمہ اردو؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔
~~~~~~

۲۔کیاعام کاغذ پر ہوں یا کسی خاص عریضے پر تحریر کر کے آپ کو بھجواؤں؟
۳۔''نعت رنگ''، نمبر۱۵ تو ایم رشید وارثی صاحب کے ذریعے تو مل چکی ہے مگر ''نعت رنگ''، نمبر۱۶ کا انتظار ہے۔کب تک شائع ہوگی؟ جواب سے اگر مطلع فرمادیں تو وقت پر ہدیہ ارسال کر کے حاصل کرسکوں گا۔نمبر۱۵ جولائی ۲۰۰۵ء میں ملی تھی اب تو نمبر۱۶ کو شائع ہو جانا چاہیے۔۷ ماہ گزر گئے ہیں۔

والسّلام
محمد یعقوب اعوان

یونس اگاسکر، ڈاکٹر (انڈیا)

12-04-1998

محترمی صبیح رحمانی صاحب! سلام ورحمت!

برادر مشفق ومہربان سیّد معراج جامی، مدیر ''سفیر اردو'' کے توسط سے ''نعت رنگ'' کی پانچویں کتاب باصرہ نواز وبصیرت افروز ہوئی۔شکر یہ ''نقش اوّل'' میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ ایک مقام پر ٹھہرنے یا دائرے میں چکر لگانے کے بجائے ''نعت رنگ'' کا ہر شمارہ ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود کی حقیقت کا مظہر ہے۔خطوط کی تعداد اور دنیا کے چاروں کھونٹ سے آنے والے مکاتیب کے معیار ومزاج کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ ''نعت رنگ'' کی ایک واضح اور مستحکم برادری بن گئی ہے۔جو رسولِ برحق کی محبّت وعقیدت کے اٹوٹ رشتے میں بندھی ہوئی ہے۔خدا کرے یہ مبارک سلسلہ دراز تر ہو اور دنیا و آخرت میں خیر و برکت کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی یگانگت اور بھائی چارے کا سبب ہو۔

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کا مقالہ ''نعت کے عناصر'' اس صنفِ سخن کی وسعتوں کا بخوبی احاطہ کرتا ہے۔اُن کا درج کردہ نسیم صدیقی کا یہ شعر:

حضور! ایک ہی مصرع یہ ہوسکا موزوں　　　میں ایک نعت کہوں سوچتا ہوں کیسے کہوں

اپنے ہم وطن شاعر مرحوم ظریف نظام پوری کا ایک شعر جو انھوں نے عید میلا دالنبیﷺ کے موقع پر منعقدہ ایک مشاعرے میں بھیونڈی میں پڑھا تھا، یاد آ گیا، یہ شعر میں نے لڑکپن میں سنا تھا:

میں اور مجالِ شعر رسالت مآب پر　　　شبنم دھری نہ جانے کفِ آفتاب پر

ہندوپاک کے کم معروف شعرا کے کلام میں بھی نعتیہ شاعری کے عمدہ نمونے مل سکتے ہیں، بشرطے کہ مختلف علاقوں کے اہلِ قلم اس سلسلے میں چھان پھٹک کریں یا اپنی یادوں کو تازہ کریں۔

''مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کی ممانعت'' پر رشید وارثی نے بڑے مدلل انداز میں بحث کی ہے۔خصوصاً قرآن میں لفظ یثرب کے واحد استعمال کو جواز بنانے والوں کو حضرت موسیٰؑ کو دیے گئے معجزات کو ''سحر مبین'' کہنے والے فرعون کے درباریوں کا حوالہ دے کر انھوں نے بخوبی قائل کر دیا ہے۔

''غیر مسلموں کی نعتیہ شاعری: کچھ نئے آفاق'' میں نور احمد میرٹھی نے مراٹھی کے نعت شاعروں تکارام (پ ۱۶۰۸ء) اور تکڑوجی مہاراج (پ ۱۹۰۹ء) کی مراٹھی شاعری میں آں حضور کے ذکر مبارک کی مثالیں پیش کر کے چونکا دیا۔موجودہ دور میں امرواتی کے مراٹھی شاعر سریش بھٹ کی ایک مراٹھی نعت بہت مشہور ہوئی جس کے ایک سے زیادہ اردو ترجمے بھی ملتے ہیں۔ان شاءاللہ جلد ہی آپ کی خدمت میں روانہ کروں گا۔

دعا گو
یونس اگاسکر

☆ پروفیسر ڈاکٹر یونس اگاسکر (پ: ۱۹۴۵ء)، مصنّف، محقق، نقاد، مدیر: ''ترسیل''، ممبئی، سابق صدر: شعبۂ اردو وگرودیو، ممبئی یونیورسٹی،
کتب: ''اردو کہاوتیں اور ان کے سماجی ولسانی پہلو'' (پی ایچ۔ڈی کا مقالہ)، 'تلاشِ فن'، 'فکر وفن اور فکشن'، 'مراٹھی ادب کا مطالعہ'، 'Arabic for everyday use' ودیگر۔

کتابیات

۱۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ (جلد ا)، ۲۰۰۹ء، لاہور: دانش گاہ پنجاب

۲۔ اُردو نعتیہ ادب کے انتقادی سرمائے کا تحقیقی مطالعہ / ڈاکٹر عزیز احسن، ۲۰۱۳ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۶۴۰ص

۳۔ اشاریہ نعت رنگ / محمد سہیل شفیق، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۲۷۲ص

۴۔ اقبالیاتی مکاتیب (جلد اول) / ڈاکٹر خالد ندیم، ۲۰۱۲ء، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، ۲۹۶ص

۵۔ انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا / سید قاسم محمود، طبع دوم، اکتوبر ۱۹۹۸ء، کراچی: شاہکار بک فاؤنڈیشن، ۹۸۵ص

۶۔ ''اوج'' (نعت نمبر۔۱) / ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ۹۲۔۱۹۹۳ء، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ، ۲۰۷ص

۷۔ ''اوج'' (نعت نمبر۔۲) / ڈاکٹر آفتاب احمد نقوی، ۹۲۔۱۹۹۳ء، لاہور: گورنمنٹ کالج شاہدرہ، ۳۶۷ص

۸۔ اہلِ قلم ڈائریکٹری / علی یاسر، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، بار اول، ۴۰۳ص

۹۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد اول) / سید محمد قاسم، اگست ۱۹۹۳ء، کراچی: ہارون اکیڈمی، ۳۶۸ص

۱۰۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد دوم) / سید محمد قاسم، اگست ۲۰۰۷ء، کراچی: حرا فاؤنڈیشن پاکستان، ۴۱۶ص

۱۱۔ پاکستان کے نعت گو شعراء (جلد سوم) / سید محمد قاسم، ۲۰۱۰ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۶۸۸ص

۱۲۔ پیمانۂ غزل (جلد اول) / محمد شمس الحق، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، بار اول، ۴۴۰ص

۱۳۔ پیمانۂ غزل (جلد دوم) / محمد شمس الحق، ۲۰۰۹ء، اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، بار اول، ۴۷۴ص

۱۴۔ تخلیقِ حمد و نعت کی تعمیری تنقید / رانا خالد محمود قیصر، ۲۰۲۳ء، کراچی: پاسبانِ حمد و نعت، ۳۳۶ص

۱۵۔ چکوال میں نعت گوئی / عابد منہاس، ۲۰۰۸ء، چکوال: کشمیر پبلی کیشنز، ۴۴۴ص

۱۶۔ حدیقۂ مناقب / منظر عارفی، ۲۰۲۱ء، کراچی: ادبستانِ انصار، ۲۵۰ص

۱۷۔ شاعرانِ نعت / راجا رشید محمود، ۲۰۰۲ء، لاہور: مدنی گرافکس، ۹۶ص

۱۸۔ شاہکار اسلامی انسائیکلو پیڈیا (جلد اول و دوم) / سید قاسم محمود، اکتوبر ۲۰۰۵ء، لاہور: الفیصل، ۱۶۱۶ص

۱۹۔ ششماہی ''تحقیق'' (مکتوبات نمبر ا)، مدیر: ڈاکٹر سید اقبال جاوید، جنوری۔ جون ۲۰۱۲ء، جامشورو: شعبۂ اردو، سندھ یونیورسٹی، ۹۰۸ص

۲۰۔ شعرائے امرتسر کی نعتیہ شاعری / محمد سلیم چودھری، ۱۹۹۶ء، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۳۳۶ص

۲۱۔ عصر حاضر کے نعت گو(جلد اول، دوم)/ گوہؔر ملسیانی، ۲۰۱۳ء، طبع ثانی، لاہور: کتاب سرائے، ۲۷۶، ۳۴۰ص

۲۲۔ فہرست کتب خانہ نعت ریسرچ سینٹر / محمد طاہر قریشی، ۲۰۰۹ء، کراچی: نعت ریسرچ سینٹر، بار اول، ۳۸۷ص

۲۳۔ فہرست کتب نعت لائبریری شاہدرہ/ چودھری محمد یوسف ورک قادری، ۲۰۰۶ء (طبع دوم)، لاہور: نعت پبلی کیشنز، ۲۵۱ص

۲۴۔ کتابی سلسلہ ''نعت رنگ''، (شمارہ ۱۔۳۱)، مدیر: سید صبیح الدین صبیح رحمانی، کراچی

۲۵۔ کراچی کے اہلِ قلم/ منظر عارفی، ۲۰۲۲ء، کراچی: رنگِ ادب پبلی کیشنز ج ۱۱، ۳۶۸ص

۲۶۔ گفتنی (دوم)/ سلطانہ مہؔر، ۲۰۰۴ء، لاس اینجلس: مہر بک فاؤنڈیشن، ۵۶۶ص

۲۷۔ مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی، ۲۰۰۸ء، لاہور: ادارہ مطبوعات سلیمانی، ۳۱۶ص

۲۸۔ مکاتیبِ آرزو بنام ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی/ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاؔد، ۲۰۱۴ء، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، بار اول، ۴۷اص

۲۹۔ مہکا مہکا حرف حرف/ قمر وارثی، ۱۹۹۹ء، کراچی: دبستانِ وارثیہ، ۳۲۰ص

۳۰۔ نعت رنگ کا تجزیاتی و تنقیدی مطالعہ / پروفیسر شفقت رضوی، ۲۰۰۴ء، کراچی: مہر منیر اکیڈمی (انٹرنیشنل)، ۴۳۲ص

۳۱۔ نعت کی بہاریں/ طاہر حسین طاہر سلطانی، ۲۰۱۲ء، کراچی: جہانِ حمد پبلی کیشنز، ۶۲۴ص

۳۲۔ نعت گویانِ سرگودھا/ شاکر کنڈان، ۲۰۰۶ء، سرگودھا: ادارہ فروغ ادب پاکستان، ۶۸۷ص

۳۳۔ وفیاتِ اہلِ قلم/ ڈاکٹر منیر احمد سلیچ، ۲۰۰۸ء، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، بار اول، ۶۷۵ص

شخصیات کا اشاریہ

[زیرِ نظر اشاریہ مکتوب نگاران اور صرف ان شخصیات کے ناموں پر مشتمل ہے
جن کا مختصر تعارف مکاتیب کے ذیل میں دیا گیا ہے۔]

ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق۔ایک تعارف

نام : محمد سہیل شفیق
ولدیت : شفیق احمد صدیقی
تاریخ پیدائش : ۱۹/ مئی ۱۹۷۷ء (کراچی)

اسناد:

تحفیظ القرآن (دارالعلوم صابریہ فرقانیہ، کراچی)
شہادۃ العلوم الاسلامیہ (دارالعلوم نصرۃ العلوم، کراچی)
ایم۔اے۔(اسلامی تاریخ)، ایم۔اے۔(علوم اسلامیہ)
پی ایچ۔ڈی۔(اسلامی تاریخ)۔جامعہ کراچی، کراچی

مصروفیات:

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی، کراچی
انٹرنیشنل پوسٹ ڈاکٹرل فیلو، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
منتظمِ اعلیٰ: مرکز برائے ترتیبِ اشاریہ، حواشی وکتابیات، کراچی

علمی وتحقیقی وابستگی:

رکن مجلسِ ادارت: ششماہی الایام، مجلسِ تحقیق برائے اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی
رکن قومی مجلسِ مشاورت: ششماہی التفسیر، مجلس التفسیر، کراچی
مدیرِ انتظامی: ششماہی معارف مجلۂ تحقیق، اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی
رکن مجلسِ ادارت: ریسرچ جرنل تدبرعلومِ اسلامیہ، بہاولپور
رکن مجلسِ مشاورت: ضیائے تحقیق، شعبہ علوم اسلامیہ وعربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
رکن مجلس مشاورت: الاحسان، مرکز برائے مطالعۂ تصوف، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
معاون مدیر: کتابی سلسلہ نعت رنگ، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی
رکن مجلس مشاورت: ماہنامہ ارمغانِ حمد، حمد ونعت ریسرچ سینٹر، کراچی
رکن قومی مجلسِ مشاورت: ششماہی الدیبل، ریسرچ گیٹ وے سوسائٹی، حیدرآباد
رکن مجلسِ مشاورت: ششماہی شاہد انٹرنیشنل، کراچی
رکن مجلسِ مشاورت: ششماہی جستجو، فیصل آباد
رکن مجلسِ مشاورت: ششماہی عروج مجلّہ تحقیق، کراچی
رکن مجلسِ ادارت: ششماہی المحصنات، کراچی
رکن مجلسِ مشاورت: ششماہی جرنل آف ریلیجیس اینڈ سوشل اسٹڈیز، فیصل آباد
رکن مجلس مشاورت: ششماہی، الآفاق، غازی یونیورسٹی، ڈیرہ غازی خان
(سابق) مدیر: اخبارِ علمیہ، کلیۂ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی
(سابق) نائب مدیر: ماہنامہ The Muslim World، مؤتمر عالم اسلامی، کراچی

مطبوعہ مقالات ومضامین:

ملکی وغیر ملکی رسائل وجرائد میں ۵۵ سے زائد علمی وتحقیقی مقالات ومضامین

مطبوعہ کتابیں:

۱۔ اشاریہ ''معارف'' اعظم گڑھ	قرطاس، کراچی	۲۰۰۶ء
۲۔ مشرقِ وسطیٰ کا بحران	قرطاس، کراچی	۲۰۰۷ء
۳۔ اشاریہ ''نعت رنگ''	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی	۲۰۰۹ء
۴۔ وفیاتِ معارف	قرطاس، کراچی	۲۰۱۳ء
۵۔ اشاریہ ''جہانِ حمد''	حمد ونعت ریسرچ سینٹر، کراچی	۲۰۱۳ء
۶۔ نعت نامے بنام صبیح رحمانی	نعت ریسرچ سینٹر، کراچی	۲۰۱۴ء
۷۔ اشاریہ التفسیر	مجلس التفسیر، کراچی	۲۰۱۵ء

۸۔ معارفِ شبلی	قرطاس،کراچی	۲۰۱۶ء
۹۔ مکتوبِ ترکی	قرطاس،کراچی	۲۰۱۶ء
۱۰۔ قاضی اطہر مبارک پوری	قرطاس،کراچی	۲۰۱۹ء
۱۱۔ وفیات برہان، دہلی	قرطاس،کراچی	۲۰۱۹ء
۱۲۔ جامعہ نظامیہ بغداد	عکس، لاہور	۲۰۱۹ء
۱۳۔ اشاریہ کاروانِ نعت، لاہور	کاروانِ نعت، لاہور	۲۰۲۰ء
۱۴۔ اشاریہ ''ارمغانِ حمد''، کراچی	حمد و نعت ریسرچ سینٹر، کراچی	۲۰۲۱ء
۱۵۔ کتابیاتِ رضا	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی	۲۰۲۲ء

زیرِ طبع کتابیں:

۱۶۔ نظراتِ برہان	قرطاس، کراچی
۱۷۔ معجم المورخین	قرطاس، کراچی

اعزازات:

نشانِ ظفر (۲۰۱۴ء)، (۲۰۱۵ء)، (۲۰۱۶ء)
منجانب: انجمن اساتذۂ جامعہ کراچی، کراچی
سیرت نگار ایوارڈ۔۲۰۱۶ء اسلامک اکیڈمک فورم (سندھ)
فروغِ حمد و نعت ایوارڈ (۲۰۱۷ء)
منجانب: بزمِ جہانِ حمد پاکستان، کراچی
علم دوست ایوارڈ (۲۰۲۲ء) منجانب: علم دوست، کراچی

خط یا مکتوب و مراسلہ بڑے کام کی چیز ثابت ہوا ہے۔ یہ افراد کے درمیان تعلّق قائم کرتا ہے، تعلّقات کو برقرار رکھتا ہے، فاصلاتی احساس کو دُور کرنے میں مدد دیتا ہے اور انسانوں کو قریب لاتا ہے، پھر یہ انسان کے مطالعے میں مددگار بھی ثابت ہوتا ہے۔ یوں، یہ ایک ایسے اہم اور ناگزیر ماخذ کی حیثیت بھی رکھتا ہے جو مکتوب الیہ اور مکتوب نگار دونوں کے باہمی روابط، ان کے حالات اور ان کے معاشرتی و نفسیاتی مزاج، عصری کوائف اور عزائم و اِرادوں کا مظہر بھی ہوتا ہے۔ اسی لیے ہم نے جب اپنے مشاہیر و اکابر کا بہ غائر نظر مطالعہ کیا تو ان کے تحریر کردہ یا ان کے نام موصولہ مکاتیب، دونوں نے ایک اہم ماخذ کی حیثیت میں ہمارے مطالعات کو سند اور توثیق عطا کی اور ایسے ہمارے مطالعات مستند و معیاری کہلائے۔ عموماً اس نوع کے مطالعات سوانح نگاری، معاشرتی و سیاسی احوال کو جانچنے اور فرد اور معاشرے کی باہمی اثر اندازی و اثر پذیری کے تعین میں معاون رہے ہیں، لیکن صبیح رحمانی صاحب نے مکاتیب کو، جو اُن کے نام اطرافِ عالم سے آتے رہے، موضوعاتی مطالعے کا ایک ایسا وسیلہ بھی بنا دیا ہے کہ اب نعت نگاری اور اس کے تمام متعلّقات کے مطالعے کے لیے ان کا ایک نمائندہ انتخاب، اپنے ضروری اِقتباسات کے ساتھ، ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ایں زکارازتو آید مرداں چنیں کنند!

صبیح رحمانی صاحب بڑی اِختراعات کے آدمی اور اپنے زمرے میں ایک نظیر بھی ہیں ـــــ ندرت اور اِنفرادیت کی۔ 'نعت ریسرچ سینٹر' اور 'نعت رنگ' جیسے اِدارے اور رسالے شاید اور بھی ہوں لیکن جو اہتمام اور صوری و معنوی حسن کا اِشتراک و سلیقہ خصوصاً ''نعت رنگ'' میں ہے، اس کی مثال نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عہدِ حاضر میں عام قارئین کو نعت سے قریب تر لانے میں ''نعت رنگ'' کے اپنے موضوع کے ساتھ ساتھ، اس کے لیے معنوی و صوری حُسن کا اہتمام شاید کم بڑا محرک نہیں۔ اس زمرے میں صبیح رحمانی صاحب کی اسے بھی اِختراع ہی کہا جائے گا کہ انھوں نے مکاتیب کو اب موضوعاتی مطالعے کے ایک ماخذ کے طور پر بھی یکجا کر دیا ہے۔ مشاہیر کے مکاتیب کے مجموعے یا انتخابات تو بکثرت شائع ہوتے اور زیرِ مطالعہ آتے رہے ہیں لیکن موضوعاتی مکاتیب یا مکاتیب کو موضوعات کے تحت یکجا کرنے اور انھیں بطور ماخذ استعمال کرنے کا خیال ہماری اس روایت میں یکسر انوکھا اور اسی اعتبار سے مفید بھی ہے۔ اب نعت کا اور اس کے فن و رُجحانات کا مطالعہ ان مکاتیب کی روشنی میں بھی کیا جا سکتا ہے، جو اِس مجموعے میں شامِل ہیں۔ اس مجموعے کو مزید افادیت سہیل شفیق صاحب نے اپنے اہتمام سے بخشی ہے، جنھیں جمع و ترتیب اور حاشیہ نگاری کا یوں بھی خوب سلیقہ ہے۔ متن کی ترتیب اور ضروری قطع و بُرید سے موضوع کو نمایاں کرنے میں ان کا کمال یہاں ظاہر ہے، پھر اس پر مستزاد ان کی کاوشِ خاص کے سبب مکتوب نگاروں اور متن کی موضوعی شخصیات پر تعارفی و تصریحی شذرات اس مجموعے سے اِستفادہ کرنے والوں اور ساتھ ہی رجال سے عمومی دل چسپی رکھنے والوں کے لیے مزید مفید ثابت ہوں گے۔ اپنی موضوعی افادیت کے باعث یہ مجموعہ ہر طرح خوش آئند ہے، اسے بصداقتِ دل خوش آمدید کہنا چاہیے۔

ڈاکٹر معین الدین عقیل